

المعالي

جلد 3

امام بُرہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفغانی

۵۱۱-۵۹۳ھ

ترجمہ
علامہ محمد لیاقت علی ضوی



طالب دعا زوہیب حسن عطاری

خوشخبری

مسک اہلسنت و جماعت کے عقائد و

نظریات۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان

کے رد۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے

اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور

والیپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

المَلَائِكَةُ

امام بُرْهَانُ الدِّينِ ابُو الحُسَيْنِ عَلِي بن ابُو بَكْرٍ الْفَرغانِي

۵۱۱-۵۹۳

جلد سوئم

ترجمہ

علامہ محمد لیاقت علی ضوی



شیر برادرز® نئیہ سنٹر، ۴، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مواعظ



نام کتاب _____ الہدایۃ (نمبر 3)

مترجم _____ علامہ محمد لیاقت علی ضوی

کمپوزنگ _____ ورڈز میکر

باہتمام _____ ملک شبیر حسین

سن اشاعت _____ ستمبر 2013ء

سرورق _____ اے ایف ایس اینڈ ورٹائزر
0322-7202212

طباعت _____ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ _____ روپے

جميع حقوق الطبع محفوظة للناشر

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شبیر برادرز®
042-37246006
shabbirborthar786@gmail.com

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

برادرز
لاہور بازار لاہور

ترتیب

کتاب البیوع

- ۲۹ یہ کتاب خرید و فروخت کے بیان میں ہے ﴿
- ۲۹ کتاب بیوع کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۲۹ بیع کے معنی کا بیان
- ۳۰ بیع کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ
- ۳۰ بیع کی اقسام کا بیان
- ۳۱ حلال و حرام کے واضح ہونے کا بیان
- ۳۲ ایجاب و قبول سے انعقاد بیع کا بیان
- ۳۲ خریدار کے لئے مجلس ایجاب میں قبول و رد کا بیان
- ۳۳ ایجاب و قبول کے حصول سے لزوم بیع کا بیان
- ۳۳ مثالیہ اعواض میں احتیاج مقدار نہ ہونے کا بیان
- ۳۳ مطلق ثمن کا اطلاق مال بابت نہ ہونے کا بیان
- ۳۵ اختلاف جنس کی صورت میں بیع کا بیان
- ۳۶ تفریق عقد پر جواز و عدم جواز کا بیان
- ۳۷ بکریوں کا ریوڑ ایک درہم ایک بکری کے بدلے خریدنے کا بیان
- ۳۷ بیع مکمل ہونے سے پہلے صفقہ میں فرق ہونے کا بیان
- ۳۸ ذکر کے سبب وصف کے اصل ہو جانے کا بیان
- ۳۹ سوئروں میں سے دس گز گھر خریدنے کا بیان
- ۴۰ بیع یا ثمن مجہول ہونے کے سبب فساد بیع کا بیان
- ۴۰ شرط کا ذراع کے ساتھ مقید ہونے کا بیان

فصل

یہ فصل بطور تابع ہو کر بیع میں شامل چیزوں کے بیان میں ہے ﴿

- ۴۲ بیع میں تابع اشیاء فصل کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۴۲ گھر میں عمارت کے داخل ہونے کا بیان
- ۴۳ کھجور کی بیج پر پھل بیچنے والا کا ہونے کا بیان
- ۴۴ بیج پونے کی حالت میں زمین بیچنے کا بیان
- ۴۴ کچے پکے پھلوں کی بیع کرنے کا بیان
- ۴۵ درختوں پر پھل چھوڑنے کی شرط کے سبب فساد بیع کا بیان
- ۴۶ قبضہ سے پہلے نئے پھلوں کے اگنے کا بیان
- ۴۶ معین رطلوں کے استثناء کے عدم جواز کا بیان
- ۴۷ کندم کو اس کی بالی کے ساتھ بیچنے کا بیان
- ۴۷ مکان کی بیع میں داخل اشیاء کا بیان
- ۴۸ خریدار سے ثمن کا مطالبہ کرنے کا بیان

باب خيار الشرط

- ۵۰ یہ باب خيار شرط کے بیان میں ہے ﴿
- ۵۰ باب خيار شرط کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۵۰ لفظ خيار کی تعریف و اقسام کا بیان
- ۵۰ خيار شرط کا بیان
- ۵۱ بیچنے والا خریدار میں خيار شرط کے جائز ہونے کا بیان
- ۵۲ خيار کی مدت کے ثمن دن ہونے کا بیان
- ۵۳ خيار بیچنے والا کا مانع خروج بیع ہونے کا بیان
- ۵۳ خيار خریدار کا مانع خروج بیع نہ ہونے کا بیان
- ۵۴ خریدار کے قبضہ میں ہلاکت بیع کا بیان
- ۵۴ خيار شرط پر عورت کو خریدنے کا بیان

- ۷۳ _____ بیع میں خیاری عیب ہونے کا فقہی مفہوم
- ۷۳ _____ خیاری عیب والی بیع کے شرعی حکم کا بیان
- ۷۵ _____ باب خیاری عیب کے شرعی ماخذ کا بیان
- ۷۶ _____ خریدار کا عیب پر مطلع ہونے پر خیاری کا بیان
- ۷۶ _____ نقص ثمن والی چیز کے عیب ہونے کا قاعدہ فقہیہ
- ۷۷ _____ جنون اور صغر سنی کے عیب ہونے کا بیان
- ۷۷ _____ باندی کے منہ و بغل کی بو کے عیب ہونے کا بیان
- ۷۸ _____ غلام و باندی میں کفر کے عیب ہونے کا بیان
- ۷۹ _____ خریدار کے پاس بیع میں عیب پیدا ہونے کا بیان
- ۷۹ _____ خرید شدہ کپڑے کے کٹ جانے کے بعد عیب کا بیان
- ۸۰ _____ خریدار کے پاس غلام کے فوت ہو جانے کے بعد عیب کا بیان
- ۸۱ _____ خریدار کا غلام کو قتل کر دینے کا بیان
- ۸۲ _____ سہریلوں وغیرہ کی بیع کے بطلان کا بیان
- ۸۳ _____ خریدار کا غلام کو فروخت کرنے کے بعد عیب کا بیان
- ۸۴ _____ خرید کردہ غلام پر قبضہ کر لینے کے بعد عیب پر مطلع ہونے کا بیان
- ۸۵ _____ خریدار کا غلام پر بھگوزا ہونے کا دعویٰ کرنے کا بیان
- ۸۶ _____ خریدار کا قیام عیب پر گواہ پیش نہ کرنے کا بیان
- ۸۶ _____ اشتراے باندی پر بیچنے والا و خریدار کے اختلاف کا بیان
- ۸۷ _____ اکٹھے دو غلاموں کی خرید پر ایک میں عیب ہونے کا بیان
- _____ مکملی و موزونی اشیاء میں سے بعض میں عیب کے ظاہر ہونے کا بیان
- ۸۸ _____ بیان
- ۸۸ _____ مکملی و موزونی چیز میں کسی کا حق ثابت ہو جانے کا بیان
- ۸۹ _____ خریدنے کے بعد باندی میں عیب ظاہر ہونے کا بیان
- ۹۰ _____ چور غلام کو خریدنے کا بیان
- ۹۱ _____ غلام کا بیچنے والا کے قبضہ میں چوری کرنے کا بیان
- _____ بیچنے والا کا غلام میں ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگانے کا بیان
- ۹۲ _____
- ۵۶ _____ مدت بیع میں نسخ و فسخ کا بیان
- ۵۷ _____ موت کے سبب بطلان خیاری کا بیان
- ۵۸ _____ امتحان کے طور پر دوسرے کے لئے خیاری ہونے کا بیان
- ۵۹ _____ دو غلاموں سے ایک میں خیاری کے عدم جواز کا بیان
- ۶۰ _____ مشروعیت خیاری کا ازالہ نقصان ہونے کا بیان
- ۶۱ _____ خیاری شرط کا خیاری تعیین کے ساتھ ہونے کا بیان
- ۶۲ _____ خیاری تعیین میں اجرائے وراثت ہونے کا بیان
- ۶۲ _____ خیاری شرط کے ساتھ مکان خریدنے کا بیان
- ۶۲ _____ دو مشترکہ آدمیوں کو خیاری شرط پر غلام کو خریدنے کا بیان
- ۶۳ _____ وصف معین کی شرط پر غلام خریدنے کا بیان
- بَابُ خِيَارِ الرُّوْيَةِ**
- _____ ﴿یہ باب خیاری رویت کے بیان میں ہے﴾
- ۶۳ _____ باب خیاری رویت کی فقہی مطابقت کا بیان
- _____ خیاری رویت کا بیان
- _____ خیاری رویت کے جواز کا بیان
- _____ بیع دیکھنے کے بعد خریدار کے اختیار کا بیان
- _____ بغیر دیکھے بیچنے والے کی بیع پر عدم اختیار کا بیان
- _____ خیاری رویت کے موقت نہ ہونے کا بیان
- _____ بیع کو دیکھنے کی میں حد بندی کا بیان
- _____ گھر کا محن دیکھنے میں رویت ہو جانے کا بیان
- _____ رویت وکیل کا رویت خریدار کی طرح ہونے کا بیان
- _____ نائبین کی خرید و فروخت کے جواز کا بیان
- _____ ایک تھان کی رویت پر دو تھان کپڑے کے خریدنے کا بیان
- _____ بغیر دیکھے زطلی تھان خریدنے کا بیان
- بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ**
- _____ ﴿یہ باب خیاری عیب کے بیان میں ہے﴾
- _____ باب خیاری عیب کی فقہی مطابقت کا بیان

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ

- ۹۳ یہ باب بیع فاسد کے بیان میں ہے ﴿
- ۹۳ باب بیع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۹۳ صحیح اور فاسد کا فقہی مفہوم
- ۹۳ فاسد و باطل میں فرق کا بیان
- ۹۳ دونوں اعماض یا ایک کے حرام ہونے کا بیان
- ۹۵ باطل بیع میں بیع کا خریدار کے پاس ہلاک ہونے کا بیان
- ۹۵ دین کے بدلے میں خنزیر و شراب کی بیع کے باطل ہونے کا بیان
- ۹۶ ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع کے فاسد ہونے کا بیان
- ۹۶ ام ولد یا مدبر کے خریدار کے پاس فوت ہو جانے پر عدم ضمان کا بیان
- ۹۷ شکار سے پہلے پھلی کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۹۸ حمل کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۹۸ بکریوں کی پشتوں پر اون کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۹۹ چھت پر چھتیر کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۰ بیع مزانہ و محافلہ کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۱ بیع ملاسہ و منابزہ سے ممانعت کا بیان
- ۱۰۱ ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں کے ساتھ ہونے کا بیان
- ۱۰۲ شہد کی مکھوں کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۲ ریشم کے کیڑوں کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۲ بھاگے ہوئے غلام کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۳ پیالے میں عورت کے دودھ کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۳ خنزیر کے بالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۴ انسان کے بالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۵ مردار کی کھالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۶ جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے

- ۱۰۶ مشترکہ طلبہ بیچنے کی ممانعت کا بیان
- ۱۰۷ راستے کی بیع و ہبہ کے جواز کا بیان
- ۱۰۸ ہاندی کو بیچنے کے بعد غلام ہو جانے کی صورت میں ممانعت بیع کا بیان
- ۱۰۹ خریداری کے بعد اسی بیع کی بیع کرنے کا بیان
- ۱۱۰ خرید کردہ بیع کے ساتھ کوئی چیز ملا کر بیع کرنے کا بیان
- ۱۱۰ خریدار کا بیانے میں شرط لگانے کا بیان
- ۱۱۱ مسلمان کا نصرانی کو شراب کی بیع میں وکیل بنانے کا بیان
- ۱۱۱ غلام کو شرط مکاتب یا تدبیر پر بیچنے کا بیان
- ۱۱۲ عقد کا تقاضہ تصرف میں آزادی و اختیار ہونے کا بیان
- ۱۱۳ ایک ماہ کی مدت تک خدمت پر غلام بیچنے کا بیان
- ۱۱۴ ہاندی کا حمل ترک کرتے ہوئے صرف ہاندی کی بیع کا بیان
- ۱۱۵ سلوانے کی شرط پر کپڑا خریدنے کا بیان
- ۱۱۶ نیرزد و مہرجان کے عہد پر بیع کرنے کا بیان
- ۱۱۶ ہاڑی ساوئی کے وعدے پر بیع کرنے کا بیان
- ۱۱۷ مقررہ مدت سے پہلے اسقاط مدت پر رضامند ہونے کا بیان
- ۱۱۷ بیع میں آزاد و غلام وغیرہ کو جمع کرنے کا بیان

فَصْلٌ فِي أَحْكَامِهِ

- ۱۲۰ یہ فصل بیع فاسد کے احکام کے بیان میں ہے ﴿
- ۱۲۰ فصل احکام بیع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۱۲۰ فاسد بیع کے حکم کا بیان
- ۱۲۰ صحیح، باطل اور فاسد کی تعریفات کا بیان
- ۱۲۱ باطل کی تعریف
- ۱۲۱ فساد کی تعریف
- ۱۲۲ عقد میں دونوں اعماض کے مال ہونے کا بیان
- ۱۲۳ بیع فاسد میں قبضے کا بیچنے والے کی اجازت سے ہونے کا بیان
- ۱۲۴ دونوں عقد کرنے والوں کے لئے ثبوت اختیار کا بیان

- بیچنے والا کا بیع کو بیچنے سے انعقاد بیع کا بیان ۱۲۳
- شراب یا خمر کے بدلے میں غلام خریدنے کا بیان ۱۲۵
- بیع فاسد میں ثمن واپس کرنے سے پہلے بیع لینے کی ممانعت کا بیان ۱۲۵
- بیع فاسد ہونے کے بعد گھر بنالینے کا بیان ۱۲۶
- بیع فاسد میں باندی خریدنے کا بیان ۱۲۷
- محض دوسرے کے مال پر دعویٰ کرنے کا بیان ۱۲۷
- فصل فیما یُکرَّک**
- یہ فصل بیع میں مکروہ اشیاء کے بیان میں ہے ۱۲۹
- فصل بیع میں کراہت کی فقہی مطابقت کا بیان ۱۲۹
- بیع نجش کا فقہی مفہوم اور اس کی حرمت پر اجماع ۱۲۹
- بیع نجش سے ممانعت کا بیان ۱۲۹
- دوسرے کے ریٹ پر ریٹ لگانے کی ممانعت کا بیان ۱۳۰
- بیع تلقی جلب کی ممانعت کا بیان ۱۳۰
- شہری کا دیہاتی سے بیع کرنے کا بیان ۱۳۰
- اذان جمعہ کے وقت بیع سے ممانعت کا بیان ۱۳۱
- ذی رحم محرم دو چھوٹے غلاموں کو خریدنے کا بیان ۱۳۱
- غلاموں کے درمیان تفریق کی کراہت کا بیان ۱۳۲
- بَابُ الْاِقَالَةِ**
- یہ باب اقالہ کے بیان میں ہے ۱۳۳
- باب اقالہ کی فقہی مطابقت کا بیان ۱۳۳
- اقالہ کا فقہی مفہوم ۱۳۳
- اقالہ کے جواز کے شرعی ماخذ کا بیان ۱۳۳
- ثمن اول پر اقالہ کے جواز کا بیان ۱۳۵
- ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقالہ کی توضیح کا بیان ۱۳۶
- ثبوت اقالہ کے بعد شرائط کا بیان ۱۳۷
- ثمن اول کے خلاف جنس پر اقالہ کرنے کا بیان ۱۳۸
- ہلاکت ثمن کا صحت اقالہ کے مانع نہ ہونے کا بیان ۱۳۸
- بَابُ الْمُرَابَحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ**
- یہ باب بیع مراہمہ و تولیہ کے بیان میں ہے ۱۳۹
- باب مراہمہ و تولیہ کی فقہی مطابقت کا بیان ۱۳۹
- بیع مراہمہ و تولیہ کا مفہوم ۱۳۹
- بیع مراہمہ و تولیہ کے جواز کا بیان ۱۳۹
- مراہمہ و تولیہ کے صحیح ہونے کے لئے ثمن مثلی کا بیان ۱۴۰
- مراہمہ میں خریدار کا کسی خیانت پر مطلع ہونے کا بیان ۱۴۱
- کپڑے کو خرید کر نفع میں بیع کر پھر خریدنے کا بیان ۱۴۲
- عبد مازون سے مراہمہ کرنے کا بیان ۱۴۲
- مضارب کے نصف منافع پر اقالہ کرنے کا بیان ۱۴۲
- باندی کا خرید کے بعد کانا ہو جانے کا بیان ۱۴۵
- کپڑے کے جلنے کے بعد مراہمہ کرنے کا بیان ۱۴۵
- ادھار غلام خرید کر اس میں مراہمہ کرنے کا بیان ۱۴۶
- ثمن مجہول ہونے کے سبب بیع فاسد ہونے کا بیان ۱۴۷
- فصل**
- یہ فصل مراہمہ و تولیہ کے مسائل متفرقہ کے بیان میں ہے ۱۴۸
- فصل مراہمہ و تولیہ کے مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان ۱۴۸
- منقولات و محولات کو قبضہ سے پہلے بیچنے کی ممانعت کا بیان ۱۴۸
- قبضہ سے پہلے زمین بیچنے کا بیان ۱۴۸
- دوسرے کے مال میں تصرف کی حرمت کا بیان ۱۴۹
- قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کا بیان ۱۵۰
- نقد ثمن کے بدلے کسی چیز کو بیچنے کا بیان ۱۵۲
- قرض کے سوا دین کو موجدل کرنے کا بیان ۱۵۲
- بَابُ الرِّبَا**
- یہ باب سود کے بیان میں ہے ۱۵۳
- سود کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان ۱۵۳

۱۷۵ باب حقوق کی فقہی مطابقت کا بیان

۱۷۵ حقوق کا فقہی مفہوم

۱۷۵ گھر کی خرید پر دوسری منزل شامل نہ ہونے کا بیان

۱۷۷ دار میں کسی بیت کو خریدنے کا بیان

بَابُ الْاِسْتِحْقَاقِ

۱۷۸ یہ باب استحقاق کے بیان میں ہے ﴿

۱۷۸ باب استحقاق کی فقہی مطابقت کا بیان

۱۷۸ باندی کا خریدار کے ہاں بیچے کو جنم دینے کا بیان

۱۷۹ خریداری کے بعد غلام کے آزاد نکل آنے کا بیان

۱۸۰ غلام کی آزادی میں دعویٰ شرط پر اشکال کا بیان

۱۸۱ گھر میں حق مجبول کا دعویٰ کرنے کا بیان

فَصْلٌ فِي بَيْعِ الْفُضُولِ

۱۸۲ یہ فصل فضولی کی بیع کے بیان میں ہے ﴿

۱۸۲ فصل فضولی کی بیع کی فقہی مطابقت کا بیان

۱۸۳ فضولی کی بیع کے شرعی ماخذ کا بیان

۱۸۳ فضولی کے فقہی مفہوم کا بیان

۱۸۳ فضولی کی بیع کے فقہی حکم کا بیان

۱۸۳ فضولی کی بیع کرنے کا بیان

۱۸۳ فضولی کی بیع میں مالک کی اجازت کا بیان

۱۸۵ غلام کو غصب کر کے بیچنے کا بیان

۱۸۶ خریداری کے وقت ملکیت خریدار کے تام ہونے کا بیان

۱۸۷ دوسرے شخص کو غلام بیچنے کے بعد بیع اول کی اجازت کا بیان

۱۸۸ آقا کی اجازت کے بغیر کسی کے غلام کو بیچ دینے کا بیان

۱۸۹ دوسرے آدمی کا گھر بیچ دینے کا بیان

بَابُ السَّلَمِ

۱۹۰ یہ باب بیع سلم کے بیان میں ہے ﴿

۱۹۰ باب بیع سلم کی فقہی مطابقت کا بیان

۱۵۳ سود کی لغوی تعریف کا بیان

۱۵۵ سود کی حرمت کا بیان

۱۵۶ تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے کم علم لوگوں کے لئے نصیحت

۱۵۸ سود کے سبب معیشت کی تباہی کا بیان

۱۶۰ علم معیشت کے اصول کے مطابق سود سے مال کم ہونے کا بیان

۱۶۰ ہر ملکیتی و موزونی چیز میں سود کا بیان

۱۶۲ شرط جواز کے سبب بیع کے جائز ہونے کا بیان

۱۶۳ دونوں اوصاف سود نہ ہونے پر جواز بیع کا بیان

۱۶۳ منصوص علیہ اشیاء کی حرمت کے دائمی ہونے کا بیان

۱۶۵ رطل سے فروخت ہونے والی چیز کے وزنی ہونے کا بیان

۱۶۶ عقد صرف کے سوا میں تعین ربو کا بیان

۱۶۶ ایک انڈے کی بیع دو انڈوں سے کرنے کا بیان

۱۶۷ معین پیسہ کی دو معین پیسوں کے بدلے میں بیع کا بیان

۱۶۸ گندم کو آنے کے بدلے بیچنے کا بیان

۱۶۸ گوشت کو حیوان کے بدلے میں بیچنے کا بیان

۱۶۹ تر کھجور کی خشک کھجور کے ساتھ بیع کرنے کا بیان

۱۷۰ انگور کو شمش کے بدلے میں بیچنے کا بیان

گدارے ہوئے چھوہاروں کی کفری چھوہاروں سے بیع کرنے

کا بیان

۱۷۱ زیتون کو زیتون کے بدلے میں فروخت کرنے کا بیان

۱۷۲ مختلف انواع کے گوشت کی ایک دوسرے سے بیع کرنے کا بیان

۱۷۳ روٹی کو گندم کے بدلے میں بیچنے کا بیان

۱۷۳ آقا اور غلام کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان

دارالحرب میں مسلم و عربی کے درمیان سود ثابت نہ ہونے

کا بیان

بَابُ الْحُقُوقِ

۱۷۵ یہ باب حقوق کے بیان میں ہے ﴿

- ۲۱۱ بیع کے سبب خریدار کے عین کا مالک ہونے کا بیان _____
- ۲۱۲ دین و عین کے اجتماع میں قبضہ ہو جانے کا بیان _____
- ۲۱۳ ایک بوری گندم کے بدلے بائعہ کی خریدنے کا بیان _____
- ۲۱۴ بائعہ کو خریدنے کے بعد اقالہ کرنے کا بیان _____
- ۲۱۵ بیع سلم میں سے کسی کو دراہم دینے کا بیان _____
- ۲۱۶ مسلم الیہ اور رب سلم میں میعاد کے اختلاف کا بیان _____
- ۲۱۷ کمزروں میں بیع سلم کے جواز کا بیان _____
- ۲۱۸ کچی پکی اینٹوں میں بیع سلم کرنے کا بیان _____
- ۲۱۹ ضبط و صف و معرفت مقدار میں سلم جائز ہونے کا قاعدہ فقہیہ _____
- ۲۲۰ دین مجہول میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان _____
- ۲۲۱ اصنعاع کے جواز میں تعامل ماس کا بیان _____
- ۲۲۲ بیع میں اصنعاع والے کے اختیار کا بیان _____
- ۲۲۳ اصنعاع کے جواز و عدم جواز میں فقہی معیار کا بیان _____
- ۲۲۴ مَسَائِلُ مَنُثَوْرَةٌ
- ۲۲۵ یہاں مسائل منثورہ کو بیان کیا جائے گا
- ۲۲۶ مسائل منثورہ کی فقہی مطابقت کا بیان _____
- ۲۲۷ درندوں کی بیع کے جواز کا بیان _____
- ۲۲۸ شراب اور خنزیر کی بیع کے عدم جواز کا بیان _____
- ۲۲۹ اہل ذمہ کی خرید و فروخت کے احکام _____
- ۲۳۰ ثمن کی ضمانت پر بیع کا حکم دینے کا بیان _____
- ۲۳۱ قبضہ سے پہلے بائعہ کے نکاح ہو جانے کا بیان _____
- ۲۳۲ خریدار کا غلام کو خرید کر غائب ہو جانے کا بیان _____
- ۲۳۳ دو خریداروں میں ایک کے غائب ہونے پر دوسرے کے اختیار کا بیان _____
- ۲۳۴ ایک ہزار سونے چاندی سے بائعہ کی خریدنے کا بیان _____
- ۲۳۵ اصلی دراہم والے قرض خواہ کوئی دراہم ملنے کا بیان _____
- ۲۳۶ کسی شخص کی زمین پر جنم لینے والے بیع کا بیان _____
- ۱۹۰ بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان _____
- ۱۹۱ بیع سلم کا فقہی مفہوم و شرائط _____
- ۱۹۲ رأس المال کی شرائط کا بیان _____
- ۱۹۳ مسلم فیہ کی شرائط کا بیان _____
- ۱۹۴ اہل حجاز و عراق کی لغت میں سلم و سلف کا بیان _____
- ۱۹۵ بیع سلم کی مشروعیت کا بیان _____
- ۱۹۶ بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان _____
- ۱۹۷ بیع سلم و متعلقات کے بیان میں فقہی تصریحات _____
- ۱۹۸ بیع سلم کے تعین مدت میں مذاہب اربعہ _____
- ۱۹۹ منکلی و موزونی اشیاء میں بیع سلم کے جواز کا بیان _____
- ۲۰۰ شمار کی گئی اور گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم کا بیان _____
- ۲۰۱ حیوان میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان _____
- ۲۰۲ وقت عقد مسلم فیہ کے موجود ہونے کا بیان _____
- ۲۰۳ ادائیگی کے بعد مسلم فیہ کے معدوم ہونے کا بیان _____
- ۲۰۴ نمک آلود مجلس میں بیع سلم ہونے کا بیان _____
- ۲۰۵ گوشت کی بیع سلم میں قاعدہ نہ ہونے کا بیان _____
- ۲۰۶ مقرر کردہ میعاد میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان _____
- ۲۰۷ معین شخص کے بیانوں سے بیع سلم کے عدم جواز کا بیان _____
- ۲۰۸ حضرت امام اعظم کے نزدیک بیع سلم میں شرائط سبعہ کا بیان _____
- ۲۰۹ دو اجناس میں بیع سلم کرنے کا بیان _____
- ۲۱۰ حمل و صرف دانی اشیاء کی بیع سلم کا بیان _____
- ۲۱۱ رأس المال پر مجلس عقد میں قبضہ کرنے کا بیان _____
- ۲۱۲ بیع سلم کی شرائط کے خلاصہ کا بیان _____
- ۲۱۳ قبضہ سے پہلے رأس المال میں عدم تصرف کا بیان _____
- ۲۱۴ بیع سلم میں اقالہ کرنے کا بیان _____
- ۲۱۵ مسلم فیہ کی ادائیگی کی میعاد آنے کا بیان _____
- ۲۱۶ رب سلم کے غائب پر عدم ادائے وجوب کا بیان _____

کتاب الصَّرف

کتاب الْکَفَالَةِ

۲۲۴	یہ کتاب بیع صرف کے بیان میں ہے	۲۲۴	یہ کتاب کفالت کے بیان میں ہے
۲۲۴	کتاب بیع صرف کی فقہی مطابقت کا بیان	۲۲۴	کتاب کفالت کی فقہی مطابقت کا بیان
۲۲۴	بیع صرف کی تعریف کا بیان	۲۲۴	کفالت کے لغوی معانی کا بیان
۲۲۴	بیع صرف کے شرعی مآخذ کا بیان	۲۲۴	کفالت کے شرعی معنی کا بیان
۲۲۹	بیع صرف کا معنی و فقہی مفہوم	۲۲۵	کفالت کی فقہی تعریف کا بیان
۲۲۹	افتراق سے پہلے دونوں اعماض پر قبضہ کرنے کا بیان	۲۲۵	کفالت کے حکم کا بیان
۲۳۰	سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان	۲۲۵	کفالت کے شرعی مآخذ کا بیان
۲۳۱	ثمن صرف میں قبضہ سے پہلے عدم تصرف کا بیان	۲۲۶	کفالہ کی اقسام کا بیان
۲۳۱	سونے کو چاندی کے بدلے اندازے سے بیچنے کا بیان	۲۲۶	کفالت کے الفاظ کا بیان
۲۳۲	بیچنے والا کے ظاہری حال کا بیان	۲۲۷	کفالہ میں مکفول بہ کو معین وقت میں حاضر کرنے کا بیان
۲۳۳	قبضہ سے پہلے افتراق سبب ابطال عقد ہے	۲۲۸	مکفول کو سپرد کرنے کی جگہ کا بیان
۲۳۳	بیع صرف میں چاندی کے برتن بیچنے کا بیان	۲۲۹	مکفول بہ نفسہ کو کسی جنگل میں حوالے کرنے کا بیان
۲۳۴	دور راہم و دینار کی مساوی بیع کرنے کا بیان	۲۲۹	مکفول بہ کے فوت ہونے سے برأت کا بیان
۲۳۵	بیع کے تعریف و عدم تصرف میں فقہاء احناف کا موقف	۲۵۰	دوسرے شخص کے نفس کا کفیل ہونے کا بیان
۲۳۶	دراہم کی مساویانہ بیع کا بیان	۲۵۰	کفالت میں عدم تکمیل پر ضمانت کا بیان
	سونے چاندی کی برابر بیع میں کمی و زیادتی کو پورا کرنے کا	۲۵۱	کسی دوسرے شخص کا کفالہ بہ نفس کرنے کا بیان
	بیان	۲۵۱	دوسرے پر سودینار دعویٰ کرنے کا بیان
۲۳۷	عقد کے سبب وجوب ثمن کا بیان	۲۵۲	حدود و قصاص میں عدم جواز کفالہ کا بیان
۲۳۸	کھرے کھولے دراہم کی بیع کرنے کا بیان	۲۵۳	مدعی علیہ کا کامل طریقے سے کفیل بہ نفس دینے کا بیان
۲۳۸	دراہم و دنانیر میں سونے چاندی کے غلبہ کا بیان	۲۵۳	حدود میں مدعی علیہ کی عدم قید کا بیان
۲۳۹	ملاوٹ والے دراہم کی دراہم کے ساتھ بیع کرنے کا بیان	۲۵۴	خراج میں رہن و کفالہ کے جائز ہونے کا بیان
۲۴۰	ملاوٹ والے دراہم سے سامان خریدنے کا بیان	۲۵۴	کفالہ بہ مال کے جائز ہونے کا بیان
۲۴۰	پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان	۲۵۴	مکفول بہ کے اختیار کا بیان
۲۴۱	راج سکوں کا قرضہ لینے بعد ان کے بند ہو جانے کا بیان	۲۵۵	کفالہ کو شرائط پر معلق کرنے کا بیان
۲۴۱	نصف درہم کے بدلے خریداری کرنے کا بیان	۲۵۶	کفیل کی کفالت پر شہادت قائم ہونے پر ضمانت کا بیان
۲۴۲	نصف فلوس کے بدلے بیع کرنے کا بیان	۲۵۷	کفالہ کے مکفول عنہ کے حکم سے جائز ہونے کا بیان

۲۷۳ فوری واجب الاداء میں مدعی کے قول کے اعتبار کا بیان

۲۷۳ باندی کے خریدار کے لئے کفیل ہونے کا بیان

۲۷۴ عہدہ کے ضامن ہونے کا بیان

بَابُ كَفَالَةِ الرَّجُلَيْنِ

۲۷۵ یہ باب دو آدمیوں کے درمیان کفالت کے بیان میں ہے

۲۷۵ باب کفالہ رجلان کی فقہی مطابقت کا بیان

۲۷۵ دو آدمیوں کے درمیان کفالت کرنے کا بیان

۲۷۶ کفالت در کفالت کرنے کا بیان

۲۷۷ رب مال کا دو کفیلوں میں سے ایک کو بری کرنے کا بیان

۲۷۷ مکاتبوں کے کفیل ہونے کا بیان

۲۷۸ مکاتب کو آزاد کرنے سے آزادی کا بیان

بَابُ كَفَالَةِ الْعَبْدِ وَعَلَّةٍ

۲۷۹ یہ باب غلام اور اس کی جانب سے کفیل ہونے کے بیان میں ہے

۲۷۹ باب کفالہ عبد کی فقہی مطابقت کا بیان

۲۷۹ غلام کی جانب سے مال کا کفیل ہونے کا بیان

۲۸۰ غلام پر مال کا دعویٰ کرنے کا بیان

۲۸۰ غلام کے رقبہ کا دعویٰ کرنے کا بیان

۲۸۰ غلام کا آقا کی جانب سے کفیل ہونے کا بیان

۲۸۱ مال کتابت میں کفالہ کے عدم جواز کا بیان

كِتَابُ الْحَوَالَةِ

۲۸۲ یہ کتاب حوالہ کے بیان میں ہے

۲۸۲ کتاب حوالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

۲۸۲ حوالہ کی تعریف کا بیان

۲۸۲ حوالہ کے رکن و مفہوم کا بیان

۲۸۳ حوالہ کے شرعی ماخذ کا بیان

۲۸۳ حوالہ کا قرضوں میں جائز ہونے کا بیان

۲۵۸ مکفول عند کی طرف سے پہلے مطالبہ مال کے عدم جواز کا بیان

۲۵۸ مکفول لہ کا مکفول عند کو بری دینے کا بیان

۲۵۹ کفیل کی مکفول لہ سے صلح کرنے کا بیان

۲۵۹ برأت کی ابتداء و انتہاء کا قاعدہ فقہیہ

۲۶۰ بری کرنے سے برأت کے احتمال کا بیان

۲۶۰ کفالہ کو شرط برأت کے ساتھ معلق کرنے کے عدم جواز کا بیان

۲۶۰ شمس سے پورا نہ ہونے والے حق میں کفالہ کے عدم جواز

۲۶۱ کا بیان

۲۶۱ بیچنے والے کی جانب سے بیع میں کفالت کے عدم جواز کا بیان

۲۶۲ کھیتی باڑی کے لئے جانور اجرت پر لینے کا بیان

۲۶۲ مکفول لہ کا مجلس میں کفالہ کو قبول کرنے کا بیان

۲۶۳ مریض کا اپنے وارث کو کفیل بنانے کا بیان

۲۶۳ فوت ہونے والے شخص پر گئی دیون کا بیان

۲۶۳ کسی قسم سے ضروری شدہ قرض کے لئے کفیل ہونے کا بیان

۲۶۵ کفیل کا گندم بیچ کر نفع کمانے کا بیان

۲۶۶ مکفول عند کا کفیل کو کفالت شدہ چیز پر بیع عینہ کرنے کے حکم کا بیان

۲۶۷ مدعی کی کفیل پر گواہی پیش کرنے کا بیان

۲۶۷ کفیل اور مکفول عند دونوں پر مال کا فیصلہ ہونے کا بیان

۲۶۸ مکان کی بیع پر کفیل بہ درک ہونے کا بیان

۲۶۹ محض شہادت و مہر سے عدم تسلیم کا بیان

فَصْلٌ فِي الضَّمَانِ

۲۷۰ یہ فصل ضمان کے بیان میں ہے

۲۷۰ فصل ضمان کی فقہی مطابقت کا بیان

۲۷۰ ضمان کے لغوی مفہوم کا بیان

۲۷۰ ضمان کے شرعی ماخذ کا بیان

۲۷۱ مضطرب کو ضروری کرنے کا نام کفالہ ہونے کا بیان

۲۷۲ خراج و نواصب کی طرف ضامن ہونے کا بیان

- محیل، محتمل، اور محتمل علیہ کی رضا پر حوالہ ہونے کا بیان ۲۸۳
 تکمیل حوالہ پر قبول محتمل علیہ سے بری ہونے کا بیان ۲۸۴
 محیل، محتمل سے حوالہ واپس نہ لینے کا بیان ۲۸۴
 توئی کا کسی ایک حکم کے ساتھ ہونے کا بیان ۲۸۵
 محتمل علیہ کا محیل سے مال حوالہ کی شکل کے مطالبہ کرنے کا بیان ۲۸۵
 محیل کا محتمل، نہ سے مال کا مطالبہ کرنے کا بیان ۲۸۶
 ودیعت میں رکھے ہوئے درہم کا حوالہ کرنے کا بیان ۲۸۶
 سفاح کی کراہت کا بیان ۲۸۷

کتاب ادب القاضی

- یہ کتاب ادب قاضی کے بیان میں ہے ۲۸۸
 کتاب ادب قاضی کی فقہی مطابقت کا بیان ۲۸۸
 ادب قاضی کا فقہی مفہوم ۲۸۸
 قضاء کی تعریف کا بیان ۲۸۹
 عہدہ قضاء کے شرعی ماخذ کا بیان ۲۸۹
 قاضی کے بیان میں حکم کا بیان ۲۹۱
 امارت و قضاء کا فقہی بیان ۲۹۱
 اسلام اور حکومت کرنے کا بیان ۲۹۲
 حق ولایت کے لئے شرائط جمع ہونے کا بیان ۲۹۲
 فاسق کے اہل قضاء میں سے ہونے کا بیان ۲۹۳
 امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسق کی قضاء کے عدم جواز کا بیان ۲۹۳
 فاسق کے مستفی ہونے نہ ہونے کا بیان ۲۹۳
 اجتہاد شرط کے انقضائے ہونے کا بیان ۲۹۳
 عہدہ قضاء کے اہل ہونے کا بیان ۲۹۵
 فیصلہ حق کے مطابق نہ کر سکتے پر عہدہ قضاء قبول نہ کرنے کا بیان ۲۹۵
 ودایت کے عدم طلب کا بیان ۲۹۶
 جبر سلطان سے قضاء قبول کرنے کا بیان ۲۹۶

- سابقہ قاضی کا دیوان طلب کرنے کا بیان ۲۹۶
 نئے قاضی کو قیدیوں کے احوال میں غور و فکر کرنے کا بیان ۲۹۷
 ودائع و اوقاف کے حصول میں غور و فکر کرنے کا بیان ۲۹۸
 معزول قاضی کے قول کے عدم مقبول ہونے کا بیان ۲۹۸
 قاضی کے لئے مسجد میں بیٹھنے کا بیان ۲۹۸
 قاضی کا ہدایا کو قبول نہ کرنے کا بیان ۲۹۸
 قاضی کا جنازہ اور عیادت میں شرکت کرنے کا بیان ۳۰۰
 قاضی کا فریقین سے مساوی کرنے کا بیان ۳۰۰
 گواہ کو تلقین کرنے کی کراہت کا بیان ۳۰۱

فصل فی الحبس

- یہ فصل قید کے بیان میں ہے ۳۰۲
 فصل جس کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۰۲
 قید کے حکم کے شرعی ماخذ کا بیان ۳۰۲
 قید کرنے میں جلد بازی نہ کرنے کا بیان ۳۰۳
 ادائے دین سے رکھنے پر حکم قید کا بیان ۳۰۵
 مقروض کو قید نہ کرانے والے دین کا بیان ۳۰۵
 مدت جس گزرنے پر عدم اظہار مال پر رہا کرنے کا بیان ۳۰۶
 اقرار کے سبب قید ہو جانے کا بیان ۳۰۷
 شوہر کا نفقہ زوجہ میں قید ہونے کا بیان ۳۰۷

باب کتاب القاضی الی القاضی

یہ باب ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط بھیجنے کے بیان میں ہے ۳۰۸

- باب قاضی کا خط کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۰۸
 ضرورت کے سبب قاضی کے خط کو قبول کرنے کا بیان ۳۰۸
 اعیان منقولہ میں حکمی خط کے عدم قبول کا بیان ۳۰۹
 قاضی کے قبول میں شہادت ہونے کا بیان ۳۰۹
 گواہوں کو خط پڑھ کر سنانے کے وجوب کا بیان ۳۱۰

۳۲۳ کتاب قضاء کے مسائل میں کے لقمی ماخذ کا بیان

۳۲۳ مشترکہ رہائشی مکان کے قانونی تقاضوں کا بیان

۳۲۳ گلی کی جانب دروازہ کھولنے کا بیان

۳۲۵ زائغہ ثانیہ کے گول ہونے کا بیان

۳۲۵ بقعہ میں ہونے والے مکان پر دعویٰ کرنے کا بیان

۳۲۵ دوسرے بقعہ میں موجود مکان میں دعویٰ کرنے کا بیان

۳۲۶ شراء ہامدی کے دعویٰ کے انکار کا بیان

۳۲۷ اقرار در اہم والے شخص کی تصدیق کا بیان

۳۲۸ ہزار در اہم کا اقرار و انکار کا بیان

مدعی اور مدعی علیہ دونوں کی گواہی پر مدعی علیہ کی شہادت مقبول

۳۲۹ ہونے کا بیان

۳۲۹ مدعی علیہ کے انکار معرفت کا بیان

۳۲۹ انکار شراء پر بیچنے والے کی گواہی کے مقبول ہونے کا بیان

۳۳۰ تحریر کردہ مکتوب کے ذریعے ولایت منتقل کرنے کا بیان

فصل فی القضاء بالموادیت

۳۳۱ یہ فصل مواردیت کی قضاء کے بیان میں ہے

۳۳۱ فصل قضائے مواردیت کی فقہی مطابقت کا بیان

۳۳۱ نصرانی کی موت کے بعد اس کی بیوی کے مسلمان ہونے کا بیان

۳۳۲ بطور نیابت وارث کے حق کا بیان

۳۳۲ مودع کے دوسرے وارث کے اقرار کا بیان

۳۳۲ قرض خواہوں اور ورثاء پر تقسیم وراثت میں عدم کفالت کا بیان

۳۳۳ میراث کے اشتراک کا دعویٰ کرنے کا بیان

۳۳۵ منقول چیز میں دعویٰ کرنے کا بیان

۳۳۶ غائب وارث کے آنے پر دوبارہ گواہی قائم نہ کرنے کا بیان

۳۳۶ صدقہ کی وصیت والے مال کا زکوٰۃ مال پر اطلاق ہونے کا بیان

۳۳۷ مال ملکیت کو بطور عموم صدقہ کی جانب منسوب کرنے کا بیان

۳۳۸ وصی کا بغیر علم کے وصی ہونے کا بیان

۳۱۰ مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں خط قبول نہ کرنے کا بیان

۳۱۱ مکتوب الیہ قاضی کا خط قبول کرنے میں فقہی بیان

۳۱۲ حدود و قصاص میں خط قاضی کے قبول نہ ہونے کا بیان

فصل آخر

۳۱۳ یہ فصل ادب قاضی کے بیان میں دوسری ہے

۳۱۳ فصل ادب قاضی کی فقہی مطابقت کا بیان

۳۱۳ حدود و قصاص میں عورت کے فیصلہ کے عدم جواز کا بیان

۳۱۴ حاکم کے فیصلہ شدہ مسئلہ کو قاضی کے پاس پیش کرنے کا بیان

۳۱۴ مختلف فیہ مسئلہ میں دوسرے کے مذہب پر فیصلہ کرنے کا بیان

۳۱۵ حرمت ظاہری کا حرمت باطنی پر محمول ہونے کا بیان

۳۱۵ مدعی علیہ کا انکار کر کے غائب ہو جانے کا بیان

۳۱۶ قاضی کا اموال یتامی کو قرض پر دینے کا بیان

باب الشکیکہ

۳۱۷ یہ باب ثالث کے بیان میں ہے

۳۱۷ باب حکیم کی فقہی مطابقت کا بیان

۳۱۷ حکیم کا فقہی مفہوم

۳۱۷ حکیم کے شرعی ماخذ کا بیان

۳۱۸ حکیم کے بارے میں فقہی تصریحات

۳۱۹ متصفین کے اختیار میں مذاہب اربعہ

۳۱۹ دوا شخاص کو کسی آدمی کو ثالث مقرر کرنے کا بیان

۳۲۰ حدود و قصاص میں حکیم کے عدم جواز کا بیان

۳۲۱ ثالث کا کفر پر فیصلہ دینے کا بیان

والدین، بیوی، بچوں کے لئے حاکم کے حکم کے باطل ہونے کا

۳۲۱ بیان

مسائل ششی من کتاب القضاء

۳۲۳ کتاب قضاء کے مسائل متفرقہ کا بیان

۳۲۳ مسائل ششی کہ فقہی مطابقت کا بیان

قاضی کے قاصد ہونے کے جواز کا بیان ۳۵۴

خفیہ ترقیہ کا اہلیت شہادت کے لئے شرط نہ ہونے کا بیان ۳۵۵

فصل

یہ فصل گواہی کی ادائیگی اور اس کو چلانے کے بیان میں ہے ۳۵۶

فصل گواہی کی ادائیگی کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۵۶

شاہد کے لئے اٹھانے والی اشیاء کی اقسام کا بیان ۳۵۶

گواہی پر گواہی دینا تحمل شہادت کی دوسری قسم ہونے کا بیان ۳۵۷

گواہ کے لئے اپنا خط دیکھ کر گواہی دینا جائز نہیں ہے ۳۵۷

شاہد کے لئے مشہور دل کا مشاہدہ کرنے کا بیان ۳۵۸

اعتبار سماعت کو پانچ اشیاء میں منحصر کرنے کا بیان ۳۵۹

قبضہ سے ملکیت پر استدلال کرنے کا بیان ۳۶۰

ریق غلام و باندی کی شہادت کا بیان ۳۶۱

بَابُ مَنْ يُقْبَلُ شَهَادَتُهُ وَمَنْ لَا يُقْبَلُ

یہ باب جن کی گواہی کو قبول یا نہ قبول کیے جانے کے بیان

میں ہے ۳۶۲

باب قبول و عدم قبول شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۶۲

تائید کی گواہی کے عدم قبول کا بیان ۳۶۲

مملوک کی شہادت کے عدم جواز کا بیان ۳۶۳

بچے کے حق میں باپ کی گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان ۳۶۳

زوجین کے لئے باہمی گواہی کے عدم قبول کا بیان ۳۶۵

غلام کے لئے آقا کی شہادت کے عدم قبول کا بیان ۳۶۵

عنث کی گواہی قبول نہ ہونے کا بیان ۳۶۶

گلوکاری و اداکاری کرنے والوں کی گواہی کے قبول نہ ہونے

کا بیان ۳۶۶

حرکات و ذلیلہ کے سبب گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان ۳۶۷

اصل بدعت کی گواہی کا بیان ۳۶۷

اصل ذمہ کی ایک دوسرے پر گواہی کا بیان ۳۶۸

ممانعت و کالت کے لئے شہادت کا بیان ۳۳۹

قاضی کا قرض خواہ کے لئے غلام بیچنے کا بیان ۳۳۹

قاضی کا میت کے قرض خواہوں کے لئے غلام بیچنے کا بیان ۳۴۰

فصل آخر

یہ فصل مسائل شہادی کے بیان میں دوسری ہے ۳۴۱

مسائل شہادی کی فصل آخر کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۴۱

قاضی کے حکم رجم قطع پر عمل پیرا ہونے کا بیان ۳۴۱

معزول ہونے کے بعد قاضی کے قول کا اعتبار ۳۴۲

قاطع کے اقرار کا قاضی کے اقرار کے موافق ہونے کا بیان ۳۴۳

کتاب الشہادات

یہ کتاب شہادات کے بیان میں ہے ۳۴۵

کتاب شہادات کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۴۵

قضاء و شہادت کا معنی ۳۴۵

گواہ بنانے کی اہمیت کا بیان ۳۴۵

گواہی کے مقصد کا بیان ۳۴۶

گواہی کے ضروری ہو جانے کا بیان ۳۴۷

گواہی کو چھپانے کی ممانعت کا بیان ۳۴۷

حدود کی شہادت میں ستر و اظہار کے اختیار کا بیان ۳۴۷

شہادت کے درجوں کا بیان ۳۴۸

حدود و قصاص کے سوا معیار شہادت کا بیان ۳۴۹

مردوں کے عدم مطلع مقامات پر ایک عورت کی شہادت کا بیان ۳۵۰

گواہی میں عدالت و لفظ شہادت کا بیان ۳۵۱

شہادت مسلم میں حاکم کا ظاہری عدالت پر اقتضار کرنے کا

بیان ۳۵۲

تعدیل کرنے والے کے لئے قاضی کا خط بھیجنے کا بیان ۳۵۳

قاضی کی تفتیش میں مدعی علیہ کے انکار کے مقبول نہ ہونے کا

بیان ۳۵۳

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ

- ۳۸۵۔ یہ باب شہادت پر شہادت دینے کے بیان میں ہے ﴿
- باب شہادت پر شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۸۵
- گواہی پر گواہی دینے سے پہلے تحقیق کرنے کا بیان ۳۸۵
- شبہ سے ساقط نہ ہونے والے معاملات میں گواہی پر شہادت دینے کا بیان ۳۸۶
- دو گواہوں کی شہادت پر گواہی دینے کا بیان ۳۸۶
- اصل گواہی سے فرع کی طرف جانے کا طریقہ ۳۸۷
- اپنی شہادت پر گواہ بنانے کا بیان ۳۸۷
- شہود فرع کی گواہی کا بیان ۳۸۸
- فروع کا تعدیل اصل پر سکوت کرنے کا بیان ۳۸۹
- دو مردوں کی شہادت پر دوسرے دو مردوں کی گواہی کا بیان ۳۸۹
- خط قاضی کو شہادت پر گواہی دینے پر قیاس کرنے کا بیان ۳۹۰

فصل

- ۳۹۲۔ یہ فصل جھوٹی گواہی کے حکم کے بیان میں ہے ﴿
- فصل جھوٹی گواہی کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۹۲
- جھوٹے گواہ سے لوگوں کو بچانے کا بیان ۳۹۲

کِتَابُ الرَّجُوعِ عَنِ الشَّهَادَةِ

- ۳۹۴۔ یہ کتاب شہادت سے رجوع کرنے کے بیان میں ہے ﴿
- کتاب شہادت سے رجوع کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۹۴
- شہادت سے رجوع کرنے کا فقہی مفہوم ۳۹۴
- اجرائے حکم سے پہلے گواہی سے رجوع کرنے کا بیان ۳۹۴
- مال کی گواہی دینے کے بعد شہادت سے رجوع کرنے کا بیان ۳۹۵
- ایک گواہ کے رجوع پر بقاء کے اعتبار کا بیان ۳۹۶
- ایک مرد اور دس عورتوں کی شہادت سے رجوع کا بیان ۳۹۷
- مہر مثلی کی شہادت دونوں گواہوں کے رجوع کرنے کا بیان ۳۹۸
- بیع کی شہادت دینے کے بعد رجوع کرنے کا بیان ۳۹۸

- ۳۶۹۔ ذی کے خلاف حربی کی گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان
- ۳۶۹۔ غائب نیک اعمال والے کے عادل ہونے کا بیان
- ۳۷۰۔ خصی کی گواہی کے قبول ہونے کا بیان
- ۳۷۰۔ خنثی کی شہادت کے جائز ہونے کا بیان
- ۳۷۱۔ وحشی ہونے کے ثبوت میں دوا شفا ص کی گواہی کا بیان
- ۳۷۲۔ محض جرح پر شہادت نہ سننے کا بیان
- ۳۷۳۔ مدعی علیہ کی الزام اجرت پر عدم قبول شہادت کا بیان
- ۳۷۳۔ عادل کا گواہی میں اظہار شک کرنے کا بیان

بَابُ الْأَخْتِلَافِ فِي الشَّهَادَةِ

- ۳۷۵۔ یہ باب شہادت میں اختلاف کے بیان میں ہے ﴿
- باب اختلاف شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۷۵
- گواہی کا دعوے کے مطابق ہونے کا بیان ۳۷۵
- دونوں گواہوں کا لفظ ومعنی میں متفق ہونے کا بیان ۳۷۶
- دونوں گواہوں کا تعین قیمت میں فرق کرنے کا بیان ۳۷۶
- اختلاف شہادت میں قلیل پر اتفاق شہادت کا بیان ۳۷۷
- شہادت میں کمی بیشی کرنے کی ممانعت کا بیان ۳۷۷
- اختلاف بلد کے سبب سقوط شہادت کا بیان ۳۷۸
- چوری شدہ جانور کے رنگ میں اختلاف شہادت کا بیان ۳۷۸
- غلام کی معین قیمت میں اختلاف کے سبب بطلان شہادت کا بیان ۳۷۸
- مختود میں اختلاف شہادت کے مسائل کا بیان ۳۷۹
- عقد نکاح کا بطور استحسان ایک ہزار بدلے میں جائز ہونے کا بیان ۳۸۰

فصل فِي الشَّهَادَةِ عَلَى الْإِرْثِ

- ۳۸۲۔ یہ فصل وراثت میں شہادت کے بیان میں ہے ﴿
- فصل وراثت میں شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان ۳۸۲
- باب کی وراثت پر گواہی قائم کرنے کا بیان ۳۸۲
- مدتی کے قبضہ میں مکان ہونے کی گواہی دینے کا بیان ۳۸۳

اجناس مشترکہ کو شامل کرنے والے سے وکالت کی عدم صحت

۴۱۳ _____ کابیان

۴۱۳ _____ جہالت فاحشہ کے سبب بطلان وکالت کابیان

۴۱۴ _____ طعام میں بطور استحسان گندم دانے کے شامل ہونے کابیان

۴۱۵ _____ بیع میں عیب کی اطلاع پر واپسی کے اختیار کابیان

۴۱۵ _____ قبضہ سے پہلے وکیل کا ساتھی سے جدا ہو جانے کابیان

۴۱۶ _____ وکیل بہ ثراء کو اپنے موکل سے ثمن لینے کے حق کابیان

۴۱۶ _____ وکیل کے لئے بیع کو روکنے کا حق رکھنے کابیان

۴۱۷ _____ دس ارطال گوشت خریدنے کے لئے وکیل بنانے کابیان

۴۱۸ _____ موکل کا معین چیز خریدنے کے لئے وکیل بنانے کابیان

۴۱۹ _____ غیر معین غلام خریدنے کے لئے وکیل بنانے کابیان

۴۲۰ _____ وکیل کا عقد کو مطلق دراہم کی جانب منسوب کرنے کابیان

۴۲۱ _____ حکم دینے والے کے قول کے اعتبار کابیان

۴۲۲ _____ وکالت عن فلاں کے اقرار کابیان

۴۲۳ _____ ثمن بتائے بغیر موکل کے لئے خریداری کرنے کابیان

۴۲۳ _____ قرض کے بدلے غلام خریدنے کابیان

۴۲۴ _____ قرض کے بدلے غیر معین غلام خریدنے کابیان

۴۲۵ _____ وکالت کی خریداری میں وکیل کے قول کے معتبر ہونے کابیان

۴۲۶ _____ مأمور کے دراہم نہ دینے میں موکل کے قول کا اعتبار

۴۲۶ _____ تصدیق بیچنے والا سے موکل وکیل سے سقوط حلف کابیان

فصل فی التوكيل بشراء نفس العبد

یہ فصل غلام کی خریداری میں توکیل کے بیان میں

۴۲۸ _____ ہے

۴۲۸ _____ فصل غلام کی توکیل کی فقہی مطابقت کابیان

۴۲۹ _____ غلام کا اپنے آپ کو آقا سے خریدنے کابیان

۴۲۹ _____ کسی دوسرے کے لئے اپنے آپ کو خریدنے کابیان

۴۳۰ _____ مکاتبہ کے ذریعے آزادی خریدنے کا استدلال

۴۹۹ _____ دخول سے قبل طلاق کی گواہی سے رجوع کرنے کابیان

۴۹۹ _____ غلام کو آزاد کرنے کی شہادت سے رجوع کرنے کابیان

۴۹۹ _____ قصاص کی گواہی دینے کے بعد رجوع کرنے کابیان

۴۰۰ _____ شہود فرغ کے رجوع کے سبب ضامن ہونے کابیان

۴۰۱ _____ اصول و فروع سب کا شہادت سے رجوع کرنے کابیان

۴۰۲ _____ مزکون کا تزکیہ سے رجوع کرنے کابیان

۴۰۲ _____ یمین و شرط کے گواہوں کے رجوع کرنے کابیان

کتاب الوکالة

۴۰۳ _____ یہ کتاب وکالت کے بیان میں ہے

۴۰۳ _____ کتاب وکالت کی فقہی مطابقت کابیان

۴۰۳ _____ وکالت کے فقہی مفہوم کابیان

۴۰۴ _____ وکالت کے شرعی ماخذ کابیان

۴۰۴ _____ وکالت کرنے والے کا مفہوم

۴۰ _____ ہر جائز عقد میں جواز وکالت کا قاعدہ فقہیہ

۴۰۵ _____ وکالت بہ خصومت کا تمام حقوق میں جائز ہونے کابیان

۴۰۷ _____ توکیل بہ خصومت میں خصم کی رضامندی کابیان

۴۰۸ _____ موکل کے حق وکالت کے لئے شرائط کابیان

۴۰۹ _____ وکلاء کے منعقد کردہ عقد کی اقسام کابیان

۴۱۰ _____ موکل کی جانب اضافت شدہ عقد کابیان

۴۱۰ _____ مال پر آزاد کرنے میں وکالت کابیان

۴۱۱ _____ موکل کا خریدار سے طلب ثمن کا مطالبہ کرنے کابیان

باب الوکالة فی البیع والشراء

۴۱۲ _____ یہ باب خرید و فروخت کی وکالت کے بیان میں ہے

فصل فی الشراء

۴۱۲ _____ یہ فصل خرید و فروخت کی وکالت کے بیان میں ہے

۴۱۲ _____ خرید و فروخت میں وکالت کی فصل کی فقہی مطابقت کابیان

۴۱۲ _____ وکیل کے لئے موکل کی جنس و صفت بیان کرنے کابیان

فصل فی البیع

۴۴۵ قابض عین کے وکیل بہ خصومت نہ ہونے کا بیان

۴۴۵ طلاق و عتاق میں ناقص وکالت کے سبب گواہی کا بیان

۴۴۶ وکیل بہ خصومت کا موکل کے خلاف اقرار کرنے کا بیان

۴۴۷ موکل کے اقرار کے استثناء کا بیان

مدیون سے وصول کردہ مال پر قبضہ کرنے میں وکیل ہونے

۴۴۸ کا بیان

۴۴۸ غائب کا قرض وصول کرنے میں وکیل ہونے کا بیان

۴۴۹ مقرض کا مال دیتے وقت وکیل کو ضامن بنانے کا بیان

۴۵۰ ودیعت پر قبضہ کرنے میں وکیل ہونے کا بیان

۴۵۱ مال کی وصولی کے لئے وکیل بنانے کا بیان

عیب کے سبب باندی کو واپس کرنے کے لئے وکیل بنانے کا

۴۵۱ بیان

اولاد پر خرچ کرنے کے لئے دس درہم کسی دوسرے کو دینے

۴۵۲ کا بیان

بَابُ عَوْلِ الْوَكِيلِ

۴۵۳ یہ باب وکیل کو برطرف کرنے کے بیان میں ہے

۴۵۳ باب عزل وکیل کی فقہی مطابقت کا بیان

۴۵۳ وکیل کی برطرفی کا فقہی مفہوم

۴۵۳ عزل وکالت کے حکم کا بیان

۴۵۴ موکل کے حق ابطال کا بیان

۴۵۴ وکیل تک خبر عزل نہ پہنچنے تک وکیل رہنے کا بیان

۴۵۴ ابطال وکالت کے ذرائع کا بیان

۴۵۵ مکاتب کا وکیل بنانے کے بعد عاجز ہونے کا بیان

۴۵۶ وکیل کے دائمی مجنون ہونے سے بطلان وکالت کا بیان

۴۵۷ وکیل بنانے کے بعد خود تصرف کرنے کا بیان

کِتَابُ الدَّعَوَى

۴۵۹ یہ کتاب دعویٰ کے بیان میں ہے

۴۳۱ یہ فصل توکیل بہ بیع کے بیان میں ہے

۴۳۱ فصل توکیل بہ بیع کی فقہی مطابقت کا بیان

۴۳۲ وکیل بہ بیع و شراء کے لئے عدم جواز والے عقد کا بیان

۴۳۲ وکیل بہ بیع کے لئے ثمن قلیل و کثیر کے جواز کا بیان

۴۳۳ عرفی دھوکہ تک وکالتی دھوکہ موکل کی جانب سے رخصت ہوگا

۴۳۴ وکیل کے لئے نصف غلام بیچنے کے جواز کا بیان

۴۳۴ وکیل کی نصف خریداری پر بیع موقوف ہونے کا بیان

۴۳۵ وکیل کے ذریعے فروخت شدہ غلام کو واپس کرنے کا بیان

۴۳۶ اقرار کے سبب واپسی پر غلام کا وکیل پر لازم ہونے کا بیان

۴۳۷ نقدی کے ساتھ غلام کو بیچنے میں وکیل بنانے کا بیان

۴۳۷ حکم موکل سے غلام بیچ کر رہن رکھنے کا بیان

فصل

۴۳۹ یہ فصل دو بندوں کو وکیل بنانے کے بیان میں ہے

۴۳۹ فصل دو وکلاء کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

۴۳۹ دو بندوں کو وکیل بنانے کا بیان

۴۳۹ عوض کے بغیر طلاق وغیرہ دینے کا بیان

۴۴۰ موکل بہ میں دوسرے کو وکیل بنانے کے عدم جواز کا بیان

۴۴۱ موکل کی اجازت کے بغیر وکیل بنانے کا بیان

۴۴۱ رقیق و کفر کا ولایت کو ختم کرنے کا بیان

بَابُ الْوَكَاةِ بِالْخُصُومَةِ وَالْقَبْضِ

۴۴۲ یہ باب خصومت و قبض کے ساتھ وکالت کرنے کے بیان میں

۴۴۲ ہے

۴۴۳ باب وکیل بہ خصومت و قبض کی فقہی مطابقت کا بیان

۴۴۳ وکیل بہ خصومت کا وکیل بہ قبض ہونے کا بیان

۴۴۴ خصومت کے وکلاء کا قبضہ کرنے کا بیان

۴۴۵ قابض قرض کے وکیل بہ خصومت ہونے میں اختلاف کا بیان

- ۳۷۶ _____ طلاق و عتاق کا حلف نہ لینے کا بیان
۳۷۷ _____ بتوں کو پوچھنے والوں سے قسم اٹھوانے کا بیان
۳۷۷ _____ تعلیق یحیٰ بن کارمان و مکان کے ساتھ عدم وجوب کا بیان
۳۷۷ _____ غلام کو خریدنے کا حلف اٹھانے کا بیان
۳۷۹ _____ مورد غلام پر دعویٰ کرنے کا بیان

بَابُ التَّحَالُفِ

- ۳۸۰ _____ حزیہ باب تحالف کے بیان میں ہے
۳۸۰ _____ باب تحالف کی فقہی مطابقت کا بیان
۳۸۰ _____ تحالف کا فقہی مفہوم
۳۸۰ _____ لفظ حلف کی لغوی تحقیق
۳۸۱ _____ قریبان میں اختلاف ہونے کا بیان
۳۸۱ _____ گواہی نہ ہونے کے سبب فریقین سے رضا طلب کرنے کا بیان
۳۸۲ _____ عدم رضا پر فریقین سے حلف لینے کا بیان
۳۸۲ _____ قاضی خریدار سے قسم شروع کرنے کا بیان
۳۸۳ _____ عین کی بیع عین سے ہونے کا بیان
۳۸۳ _____ دونوں کے حلف اٹھانے پر بیع کو ختم کرنے کا بیان
۳۸۳ _____ وقت، ثمن یا خيار شرط میں عاقدین کے اختلاف کا بیان
۳۸۳ _____ ہلاکت جمع کے بعد عاقدین میں اختلاف کے سبب عدم حلف کا بیان
۳۸۳ _____ دونوں غلاموں میں کسی ایک کی ہلاکت کے بعد دعویٰ کرنے کا بیان

- ۳۸۶ _____ ہلاک شدہ کا تادان اقرار خریدار کی مقدار کے برابر ہوگا
۳۸۷ _____ بیچنے والے کی گواہی کے افضل ہونے کا بیان
۳۸۸ _____ بیع اقالہ کے بعد ثمن میں عاقدین کے اختلاف کا بیان
۳۸۹ _____ عاقدین کا سلم کے بعد اقالہ کرنے کا بیان
۳۹۰ _____ زوجین میں اختلاف مہر کا بیان
۳۹۰ _____ غلام و باندی پر نکاح ہونے میں دعویٰ کرنے کا بیان

- ۳۶۰ _____ کتاب دعویٰ کی فقہی مطابقت کا بیان
۳۶۰ _____ دعویٰ کے لغوی مفہوم کا بیان
۳۶۰ _____ دعویٰ کے فقہی مفہوم کا بیان
۳۶۰ _____ دعویٰ کے شرعی مأخذ کا بیان
۳۶۲ _____ مأخذ حدیث سے ثبوت دعویٰ کا بیان
۳۶۲ _____ مدعی کو خصوصیت پر عدم اجبار کا بیان
۳۶۳ _____ قبول دعویٰ کے لئے جنس و مقدار کو بیان کرنے کا حکم
۳۶۳ _____ مال منقول کو پیش نہ کر سکنے کا بیان
۳۶۳ _____ غیر منقول چیز کے دعویٰ میں حدود کا بیان
۳۶۵ _____ صحت دعویٰ کے بعد قاضی کا مدعی علیہ سے پوچھنے کا بیان

بَابُ الْيَمِينِ

- ۳۶۷ _____ حزیہ باب قسم کے بیان میں ہے
۳۶۷ _____ باب قسم کی فقہی مطابقت کا بیان
۳۶۷ _____ مدعی علیہ پر قسم ہونے کے فقہی مأخذ کا بیان
۳۶۷ _____ مدعی علیہ سے طسب یحیٰ بن کارمان
۳۶۷ _____ مدعی پر قسم نہ لوٹانے کا بیان
۳۶۸ _____ مدعی علیہ کے انکار کے سبب فیصلہ کرنے کا بیان
۳۶۹ _____ قاضی کا مدعی علیہ پر تین بار قسم پیش کرنے کا بیان
۳۶۹ _____ دعویٰ نکاح کے انکار پر عدم قسم کا بیان
۳۷۰ _____ چور سے حلف و ضمان کا بیان
۳۷۱ _____ دعویٰ قصاص سے انکار پر مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان
۳۷۱ _____ امدعی علیہ کے گواہوں کی موجودگی کے سبب کفالت بہ نفس دینے کا بیان

فَصْلٌ فِي كَيْفِيَّةِ الْيَمِينِ وَالْاِسْتِخْلَافِ

- ۳۷۵ _____ یہ فصل قسم کھانے اور قسم لینے کی کیفیت کے بیان میں ہے
۳۷۵ _____ فصل کیفیت یحیٰ بن حلف کی فقہی مطابقت کا بیان
۳۷۵ _____ قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھانے کا بیان

عقد والی چیز سے پہلے مؤجر و مستاجر میں اختلاف ہونے کا بیان ۴۹۲
وصولی نفع کے بعد اختلاف ہونے میں دونوں پر حلف نہ ہونے

کا بیان ۴۹۳

آقا و غلام کا مال کتابت میں اختلاف کرنے کا بیان ۴۹۴

زوجین کا گھریلو سامان میں اختلاف کرنے کا بیان ۴۹۴

وفات زوجہ کے بعد مال میں ورثاء کے اختلاف کا بیان ۴۹۵

فصل فیمن لا یكون خصماً

یہ فصل ان لوگوں کے بیان میں ہے جو خصم نہیں ہوتے ۴۹۷

فصل خصم نہ ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان ۴۹۷

مدعی علیہ کا اپنے سے دعویٰ کو دور کرنے کا بیان ۴۹۷

مدعی و مدعی علیہ کے درمیان خصومت نہ ہونے کا بیان ۴۹۸

غائب کو خریدنے پر خصم ہونے کا بیان ۴۹۹

جب مدعی نے چیز کے چوری ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۵۰۰

باب ما یدعیہ الرجلان

یہ باب دو اشخاص کا دعویٰ کرنے کے بیان میں ہے ۵۰۲

باب دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۰۲

دو مدعیوں کے درمیان اختلاف ہونے کا فقہی بیان ۵۰۳

دو مدعیوں کا تیسرے شخص کے قبضہ میں ہونے والی چیز میں

دعویٰ کرنے کا بیان ۵۰۴

مدعیان کا دعویٰ نکاح کرنے کا بیان ۵۰۴

مدعیان کا خریداری کرنے میں دعویٰ کا بیان ۵۰۵

مدعیان میں مختلف دعوؤں کا بیان ۵۰۶

جب مدعی نے دعویٰ خریداری جبکہ مدعیہ نے دعویٰ نکاح کر

دیا ہے ۵۰۷

دعویٰ میں تاریخ کے تقدم کو ترجیح حاصل ہونے کا بیان ۵۰۸

قابض کی گواہی کے مقدم ہونے کا بیان ۵۰۹

خارج و قابض کا نتائج پر گواہی پیش کرنے کا بیان ۵۱۰

غیر مکرر سبب ملکیت کا بیان ۵۱۱

تاریخ بیان نہ کرنے پر گواہی کے باطل ہونے کا بیان ۵۱۲

دونوں گواہیوں کا شن پر واقع ہونے کا بیان ۵۱۳

نصاب شہادت سے اضافہ کا اعتبار نہ ہونے کا بیان ۵۱۴

مکان کو دونوں مدعیان کے قبضہ میں ہونے کا بیان ۵۱۵

فصل فی التنازع بالآیدی

یہ فصل قبضہ کے ذریعے منازعت کرنے کے میں ہے ۵۱۷

فصل تنازعہ فی قبضہ کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۱۷

دو آدمیوں کا کسی جانور میں اختلاف ہونے کا بیان ۵۱۷

ترجمانی کرنے والے مقبوضہ بچے کے معتبر ہونے کا بیان ۵۱۸

متصل دیوار و شہیر کے سبب اختلاف ہو جانے کا بیان ۵۱۸

تعدد شہیروں کے سبب اشتراک دیوار ہونے کا بیان ۵۱۹

اتصال دیوار سے شہیر کا زیادہ حقدار ہونے کا بیان ۵۲۰

مشترکہ گھر میں مختلف کردوں پر قبضہ ہونے کا بیان ۵۲۰

باب دعوی النسب

یہ باب دعویٰ نسب کے بیان میں ہے ۵۲۲

باب دعویٰ نسب کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۲۲

نسب کے مؤثر ہونے کا بیان ۵۲۲

زانی کے لئے نسب ثابت نہ ہونے میں فقہی مذاہب ۵۲۲

ولد زنا کے عدم نسب میں فقہاء کرام کے اقوال ۵۲۲

زنا سے پیدا شدہ بچے کا الحاق زانیہ عورت سے ہوگا ۵۲۳

باندی کی بیچ ہو جانے کے بچہ جتنے کا بیان ۵۲۳

وقت بیچ سے چھ ماہ سے زائد پر جنم دینے کا بیان ۵۲۵

چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنم دینے پر عدم استیلاء کا بیان ۵۲۵

ولد کے اصل اور ماں کے تالیح ہونے کا بیان ۵۲۶

فروخت شدہ غلام پر دعویٰ نسب کرنے کا بیان ۵۲۷

دو بڑے بچوں میں دعویٰ نسب کا بیان ۵۲۸

اقرار نسب میں اقرار اول کا دوسرے اقرار سے قوی ہونے کا

بیان ۵۲۹

دعویٰ آزادی کا دعویٰ غلامی سے قوی ہونے کا بیان ۵۳۱

عورت کا کسی بچے کے متعلق دعویٰ کرنے کا بیان ۵۳۱

معتدہ عورت کے دعویٰ کرنے کا بیان ۵۳۲

خرید کردہ باندی کے حقدار نکل آنے کا بیان ۵۳۳

وفات بچہ کے سبب معدوم منع کا بیان ۵۳۳

کتاب الأقرار

یہ کتاب اقرار کے بیان میں ہے ۵۳۵

کتاب اقرار کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۳۵

اقرار کے لغوی و فقہی مفہوم کا بیان ۵۳۵

حکم اقرار کے شرعی مأخذ کا بیان ۵۳۶

اقرار کا ثبوت حق کے لئے اخبار ہونے کا بیان ۵۳۷

معاشرے کے رواج کے سبب حکم شرعی کے اجراء کا بیان ۵۳۸

مقرر کے مال کا اقرار کرنے کے سبب تصدیق کرنے کا بیان ۵۳۹

اموال عظام میں سے ادنیٰ جمع کے اعتبار کرنے کا بیان ۵۳۹

مقرر کا مجھ پر یا میری طرف کے قول سے اقرار کرنے کا بیان ۵۴۱

مقرر کے قول میرے پاس سے اقرار امانت کا بیان ۵۴۱

دوسرے قول سے ثبوت اقرار کا بیان ۵۴۲

مقرر کا قرض مؤجل کا اقرار کرنے کا بیان ۵۴۲

ایک سو ایک دراهم کا اقرار کرنے کا بیان ۵۴۳

جس نے ایک تحصیل چھوہاروں کا اقرار کیا ۵۴۳

رد مال میں لئے ہوئے کپڑے کو غصب کرنے کا بیان ۵۴۵

مقرر کے قول پانچ در پانچ کے اقرار کا بیان ۵۴۶

فصل

یہ فصل مسائل حمل کے بیان میں ہے ۵۴۷

فصل مسائل حمل کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۴۷

حمل کے لئے ایک ہزار دراهم کا اقرار کرنے کا بیان ۵۴۷

بَابُ الْإِسْتِثْنَاءِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ

یہ باب استثناء اور اس کے حکم کے بیان میں ہے ۵۴۹

باب استثناء اور اس کے حکم کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۴۹

باب اقرار میں استثناء کا فقہی مفہوم ۵۴۹

اقرار میں اتصال کے ساتھ استثناء کرنے کا بیان ۵۴۹

دراہم سے دیناروں کا استثناء کرنے کا بیان ۵۴۹

اقرار کے ساتھ اتصالی طور پر ان شاء اللہ کہہ دینے کا بیان ۵۵۰

گھر کے اقرار سے اپنے لئے عمارت کا استثناء کرنے کا بیان ۵۵۱

مقرر کے قول غلام کی قیمت ایک ہزار ہونے کا بیان ۵۵۲

مقرر کے قول یہ غلام میرا ہے کی فقہی جزئیات کا بیان ۵۵۲

بقیہ کا بیع کے لوازمات میں سے ہونے کا بیان ۵۵۳

خنزیر و شراب کی قیمت والے دراہم کے اقرار کا بیان ۵۵۳

دراہم کے اقرار کے بعد وصف زیوف بتانے کا بیان ۵۵۵

کھونے دراہم کو بیع و قرض کے طور پر ذکر نہ کرنے کا بیان ۵۵۶

مقرر کا اتصالی طور پر ستوقہ یا رصاص کہنے کا بیان ۵۵۷

غصب شدہ کپڑے کے اقرار کے بعد عیب والا کپڑا لانے

کا بیان ۵۵۸

ایک ہزار بطور امانت ہونے کے اقرار کا بیان ۵۵۹

نصف درہم سے کپڑے کی سلوائی کرانے کے اقرار کا بیان ۵۶۰

بَابُ اِقْرَارِ الْمَرِيضِ

یہ باب مریض کے اقرار کے بیان میں ہے ۵۶۳

باب اقرار مریض کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۶۳

مرض موت میں کئی قسم کے قرضوں کے اقرار کا بیان ۵۶۳

پہلے قرضوں کے بعد کچھ مال کے بچ جانے کا بیان ۵۶۴

مریض کا درہم کے لئے اقرار کرنے کا بیان ۵۶۶

مریض کا اجنبی کے لئے اقرار کرنے کا بیان ۵۶۶

فصل فی الاقرار بالنسب

- ۵۶۷ _____ یہ فصل اقرار نسب کے بیان میں ہے ﴿
- ۵۶۷ _____ فصل اقرار نسب کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۵۶۷ _____ مقرر کا دعویٰ ولد کرنے کا بیان
- ۵۶۸ _____ والدین و زوجہ وغیرہ کے حق میں اقرار کرنے کا بیان
- ۵۶۹ _____ غیر والدین کے نسب کے اقرار کا بیان
- ۵۷۰ _____ والد کی وفات کے بعد بھائی ہونے کے اقرار کا بیان

کتاب الصلح

- ۵۷۲ _____ یہ کتاب صلح کے بیان میں ہے ﴿
- ۵۷۲ _____ کتاب صلح کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۵۷۲ _____ صلح کا لغوی مفہوم
- ۵۷۲ _____ صلح کا فقہی مفہوم
- ۵۷۳ _____ صلح کے شرعی مأخذ کا بیان
- ۵۷۳ _____ صلح کے مأخذ شرعی میں احادیث کا بیان
- ۵۷۵ _____ صلح کے حکم کا بیان
- ۵۷۵ _____ صلح کی شرائط کا بیان
- ۵۷۶ _____ صلح کی اقسام و تعریفات کا بیان
- ۵۷۷ _____ اقراری صلح میں بیاعات والی چیزوں کے اعتبار کا بیان
- ۵۷۸ _____ مکان کے بدلے ہونے والی صلح میں عدم شفعہ کا بیان
- ۵۷۸ _____ مصالح عنہ سے بعض میں حقدار نکل آنے کا بیان
- ۵۷۹ _____ تفصیل ذکر کیے بغیر گھر میں دعویٰ کرنے کا بیان

فصل

- ۵۸۱ _____ یہ فصل امور صلح کے جواز و عدم جواز کے بیان میں ہے ﴿
- ۵۸۱ _____ فصل امور صلح کے جواز و عدم جواز کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۵۸۱ _____ مالوں کے دعویٰ میں صلح کے جواز کا بیان
- ۵۸۱ _____ جنایت عمد و خطا میں صلح کے صحیح ہونے کا بیان
- ۵۸۲ _____ خرپر صلح ہونے کے سبب کچھ واجب نہ ہونے کا بیان

- ۵۸۳ _____ دعویٰ حد میں صلح کے عدم جواز کا بیان
- ۵۸۳ _____ کسی شخص کا عورت پر دعویٰ نکاح کرنے کا بیان
- ۵۸۵ _____ غلام سے مال پر صلح کر لینے کا بیان
- ۵۸۵ _____ یہودی کے کپڑے کا تھان غصب کرنے کا بیان
- ۵۸۶ _____ دوا شخاص کے درمیان مشترکہ غلام ہونے کا بیان

بَابُ التَّبَرُّعِ بِالصَّلَاحِ وَالتَّوَكُّلِ بِهِ

- ۵۸۸ _____ یہ باب تبرع بہ صلح اور توکیل کے بیان میں ہے ﴿
- ۵۸۸ _____ باب تبرع بہ صلح کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۵۸۸ _____ صلح کے لئے وکیل بنانے کا بیان
- ۵۸۹ _____ کسی کی اجازت کے بغیر اس کی جانب سے صلح کرنے کا بیان

بَابُ الصَّلَاحِ فِي الدَّيْنِ

- ۵۹۱ _____ یہ باب قرض میں صلح کے بیان میں ہے ﴿
- ۵۹۱ _____ باب قرض میں صلح کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۵۹۱ _____ بدل صلح کو معاوضہ پر حل نہ کرنے کا بیان
- ۵۹۲ _____ ایک ہزار بطور ادھار قرض کی صلح کا بیان
- ۵۹۳ _____ ایک ہزار درہم کے باقی ہونے کا بیان
- ۵۹۳ _____ قرض کی مختلف صورتوں میں صلح کرنے کا بیان
- ۵۹۵ _____ اقرار مال کو مہلت سے مقید کرنے کا بیان

فصل فی الدَّيْنِ الْمُشْتَرَكِ

- ۵۹۶ _____ یہ فصل مشترکہ قرض کے بیان میں ہے ﴿
- ۵۹۶ _____ فصل قرض مشترکہ کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۵۹۶ _____ قرض مشترکہ کے حکم کا بیان
- ۵۹۷ _____ دین مشترکہ میں کسی ایک کی مصالحت کا بیان
- ۵۹۷ _____ دین مشترکہ کا ایک ہی سبب سے واجب ہونے کا بیان
- _____ شرکاء میں سے ایک کا اپنے حصہ کے عوض سامان خریدنے
- ۵۹۸ _____ کا بیان

بیع سلم کا دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہونے کا بیان ۵۹۹

فصل فی الثَّغَارُج

۶۰۱ فیہ فصل تجارت کے بیان میں ہے ﴿

۶۰۱ فصل تجارت کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۰۱ تجارت کا فقہی مفہوم

۶۰۱ کچھ حصہ دے کر ترکہ سے خارج کرنے کا بیان

۶۰۱ تجارت کے ترکہ میں سونا چاندی ہونے کا بیان

۶۰۲ مصالح قرضداروں سے بری ہونے کا بیان

۶۰۳ کیل والی یا موزونی چیز میں صلح کرنے کا بیان

کتاب المِضَارِبَةِ

۶۰۵ فیہ کتاب مضاربہ کے بیان میں ہے ﴿

۶۰۵ کتاب مضاربہ کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۰۵ مضاربہ کی لغوی تعریف کا بیان

۶۰۵ مضاربہ کی اصطلاحی تعریف

۶۰۵ مضاربہ کی مختلف صورتوں کا بیان

۶۰۵ عقد مضاربہ کے حکم کا بیان

۶۰۶ مضاربہ کے اشتقاق و مفہوم کا بیان

۶۰۷ عقد مضاربہ کا شرکت پر منعقد ہونے کا بیان

۶۰۸ عقد مضاربہ کی بعض شرائط کا بیان

۶۰۹ عقد مضاربہ میں مال کو مضارب کے سپرد کرنے کا بیان

مضاربہ کے مطلق طور پر درست ہونے کے بعد اختیار مضارب

۶۱۰ کا بیان

۶۱۲ معین شہر میں رب المال کا تصرف کو خاص کرنے کا بیان

۶۱۳ مضاربہ کو مال دے کر کو ف میں بیچنے کا حکم دینے کا بیان

۶۱۳ قرابت کے سبب مضاربہ کے لئے غلام نہ خریدنے کا بیان

۶۱۵ آزادی کا سبب بننے والا غلام مضارب کا ہوگا

مضاربہ کے لئے نصف کی شرط پر ایک ہزار درہم ہونے

۶۱۶ کا بیان

۶۱۷ رب المال کے لئے غلام سے کمائی کروانے کا بیان

بَابُ الْمِضَارِبِ يُضَارِبُ

۶۱۹ فیہ باب مضارب کا مضارب بنانے کے بیان میں ہے ﴿

۶۱۹ باب مضارب یضارب کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۱۹ مضارب کا مال مضاربہ دوسرے کو دینے کا بیان

۶۲۱ نصف پر مضاربہ کو مال دینے کا بیان

۶۲۳ رب المال کا نصف منافع کو مقید کرنے کا بیان

۶۲۳ دوسرے مضاربہ کے لئے دو تہائی کی شرط لگانے کا بیان

فصل

۶۲۵ فیہ فصل مضاربہ کے ساتھ دوسرے کی شمولیت کے بیان میں

۶۲۵ ہے ﴿

۶۲۵ فصل مضاربہ میں شریک ثانی کی مطابقت کا بیان

۶۲۵ شرط نفع غلام کے سبب غلام پر کام ہونے کا بیان

فصل فی الْعَزْلِ وَالْقِسْمَةِ

۶۲۷ فیہ فصل عزل مضاربہ و تقسیم کے بیان میں ہے ﴿

۶۲۷ فصل عزل مضاربہ و تقسیم کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۲۷ وفات کے سبب عقد مضاربہ کے باطل ہونے کا بیان

۶۲۸ رب المال کا مضاربہ کو مستعفی کرنے کا بیان

سامان مضاربہ سے دوسری چیز خریدنے کی عدم اباحت

۶۲۸ کا بیان

۶۲۹ مضاربہ و رب المال کے ذمہ پر دیون ہونے کا بیان

۶۲۹ مال مضاربہ سے ہلاکت پر انقطاع نفع کا بیان

فصل فیمَا یَفْعَلُهُ الْمِضَارِبُ

۶۳۱ فیہ فصل امور مضاربہ کے بیان میں ہے ﴿

۶۳۱ فصل امور مضاربہ کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۳۲ مضاربہ کے لئے ادھار و نقد کی بیع کی اباحت کا بیان

۶۴۷ ایداع و متعلقات ایداع کا فقہی مفہوم

۶۴۷ ودیعت کے حکم کا بیان

۶۴۷ ودیعت سے متعلق شرائط کا بیان

۶۴۷ ودیعت کا موضوع کے ہاتھ میں امانت ہونے کا بیان

۶۴۸ موضوع کا بہ ذات خود مال کی حفاظت کرنے کا بیان

۶۴۸ موضوع کے گھر میں آگ کے سبب انتقال ودیعت کا بیان

۶۴۸ موضوع کا مال ودیعت کو کس کرنے کا بیان

۶۵۰ فعل موضوع کے بغیر اختلاط مال کا بیان

۶۵۱ موضوع کا ودیعت میں تعدی کرنے کا بیان

۶۵۱ موضوع کا انکاری ہونے کے سبب ضامن ہونے کا بیان

۶۵۲ موضوع کا مال ودیعت کے ساتھ سفر کرنے کا بیان

۶۵۳ دو بندوں کے پاس ایک آدمی کا مال ودیعت رکھنے کا بیان

۶۵۵ ایک شخص کا دو آدمیوں کے پاس ودیعت رکھنے کا بیان

۶۵۶ مال ودیعت کو زوجہ کے پاس رکھنے سے ممانعت کا بیان

۶۵۷ ودیعت درودیعت مال رکھنے کا بیان

۶۵۸ مال ودیعت کے ایک ہزار پر دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کا بیان

۶۵۹ دونوں کے حلف میں برابری صورت میں قریعہ اندازی کا بیان

۶۶۰ انکار کی صورت میں قسم لینے کا بیان

کتاب العارۃ

۶۶۱ یہ کتاب عاریت کے بیان میں ہے

۶۶۱ کتاب عاریت کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۶۱ عاریت کی تعریف و فقہی مفہوم کا بیان

۶۶۱ عاریت کے شرعی مأخذ کا بیان

۶۶۲ مشروعیت عاریت پر کتاب و سنت سے استدلال کا بیان

۶۶۲ عاریت کے صحیح ہونے کے لیے چار شرائط ہیں

۶۶۳ عاریت کے حکم کا بیان

۶۶۳ عاریت کے جواز کا فقہی بیان

۶۴۲ مضارب کا قیمت کو اغنیاء کے حوالے کرنے کا بیان

مضارب کا مال مضاربیت سے غلام و باندی کا نکاح نہ کرنے

۶۴۳ کا بیان

۶۴۴ مضارب کا رب المال کو بعض کام کے لئے مال دینے کا بیان

۶۴۵ اصلی شہر میں کام کرنے کے سبب نفقہ مضارب نہ ہونے کا بیان

۶۴۵ مضاربیت سے بچ جانے والے سامان کا بیان

۶۴۶ دواء کا نفقہ مضارب میں شامل ہونے کا بیان

۶۴۶ نفع مضارب سے راس المال کا خرچہ وصول کرنے کا بیان

۶۴۷ مضارب کا وراثہم کے بدلے کپڑا خریدنے کا بیان

فصل فی مسائل المتفرقة

۶۴۸ یہ فصل متفرق مسائل کے بیان میں ہے

۶۴۸ مسائل متفرقة فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۴۸ مضارب کے ساتھ نصف کی شرط لگانے کا بیان

۶۴۹ مضارب کا بطور مراہمہ کسی چیز کو بیچنے کا بیان

۶۴۰ مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط پر ایک ہزار ہونے کا بیان

مضارب کا وراثہم ادا کرنے سے قبل غلام کے فوت ہو جانے

۶۴۱ کا بیان

فصل فی الاختلاف

۶۴۳ یہ فصل اختلاف کے بیان میں ہے

۶۴۳ فصل اختلاف فریقین کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۴۳ مضارب کے پاس دو ہزار وراثہم ہونے کا بیان

۶۴۴ مال کا کاروبار کے لئے ہونے میں رب المال کے قول کا اعتبار

۶۴۴ رب المال کا خاص تجارت کے لئے دعویٰ کرنے کا بیان

کتاب الودیعة

۶۴۶ یہ کتاب ودیعت کے بیان میں ہے

۶۴۶ کتاب ودیعت کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۴۶ ودیعت کے شرعی مأخذ کا بیان

۶۸۳ _____ ہبہ قیم پرولی کا قبضہ ہونے کا بیان

۶۸۴ _____ دو آدمیوں کا کسی شخص کو گھر ہبہ کرنے کا بیان

بَابُ الرَّجُوعِ فِي الْهَبَةِ

۶۸۷ _____ ﴿یہ باب ہبہ میں رجوع کے بیان میں ہے﴾

۶۸۷ _____ باب رجوع ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۸۷ _____ اجنبی کے لئے ہبہ رجوع کرنے کا بیان

۶۸۹ _____ خالی زمین ہبہ کرنے کا بیان

۶۹۰ _____ ہبہ کا عوض یا بدلہ واجب کو دینے کا بیان

۶۹۰ _____ نصف پر گھر ہبہ کرنے کا بیان

۶۹۱ _____ ہبہ کردہ چیز کے ہلاک ہو جانے کا بیان

۶۹۲ _____ شرط بدلہ کے ساتھ کسی چیز کو ہبہ کرنے کا بیان

فصل

۶۹۳ _____ ﴿یہ فصل ہبہ کے مسائل شنی کے بیان میں ہے﴾

۶۹۳ _____ ہبہ کے مسائل شنی کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۹۳ _____ باندی کے حمل کا ہبہ میں استثناء کرنے کا بیان

۶۹۳ _____ بطن میں آزاد کردہ کے ہبہ کے جواز کا بیان

۶۹۴ _____ ہبہ کے لئے عوض کی شرط قاسد لگانے کا بیان

۶۹۴ _____ قرض خواہ کا مقروض کو دراہم سے بری کہنے کا بیان

۶۹۵ _____ عمری کا معمر لہ کے لئے جائز ہونے کا بیان

فصل فی الصدقة

۶۹۷ _____ ﴿یہ فصل صدقہ کے بیان میں ہے﴾

۶۹۷ _____ فصل صدقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۹۷ _____ صدقہ کا ہبہ کی طرح ہونے کا بیان

۶۹۷ _____ مال کو صدقہ کرنے کی نذر ماننے کا بیان

کتاب الاجارات

۶۹۹ _____ ﴿یہ کتاب اجارات کے بیان میں ہے﴾

۶۹۹ _____ کتاب الاجارات کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۹۵ _____ اعرابک سے انعقاد عاریہ کا بیان

۶۹۶ _____ معبر کے لئے عاریت سے حق رجوع میں اختیار کا بیان

۶۹۶ _____ مستعار چیز کو واپس کرنے کا بیان

۶۹۷ _____ منہ کا فقہی مفہوم

۶۹۷ _____ عاریت کا تعدی کے بغیر ہلاکت کے سبب عدم ضمان کا بیان

۶۹۸ _____ عاریت والی چیز کو کرائے پر دینے میں عدم جواز کا بیان

۶۹۸ _____ عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے کا بیان

۶۷۰ _____ دراہم و دیناروں کو عاریت پر دینے کا بیان

۶۷۱ _____ زمین عاریت پر لے کر عمارت بنانے کا بیان

۶۷۲ _____ عاریت کو واپس کرنے کی اجرت کا مستغیر پر ہونے کا بیان

۶۷۳ _____ جانور کو بطور عاریت کے بعد واپس کرنے کا بیان

۶۷۴ _____ سواری کو عاریت پر لینے کا بیان

۶۷۵ _____ کاشتکاری کے لئے خالی زمین بطور عاریت لینے کا بیان

کتاب الہبۃ

۶۷۶ _____ ﴿یہ کتاب ہبہ کے بیان میں ہے﴾

۶۷۶ _____ کتاب ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان

۶۷۶ _____ ہبہ کا فقہی مفہوم

۶۷۶ _____ ہبہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف

۶۷۶ _____ ہبہ کے ارکان و شرائط کا بیان

۶۷۷ _____ ہبہ کے شرعی مأخذ کا بیان

۶۷۷ _____ ہبہ کا عقد مشروع ہونے کا بیان

۶۷۸ _____ داہب کے بغیر موبہ لہ کے قبضہ کرنے کا بیان

۶۷۹ _____ وہ الفاظ جن سے ہبہ منعقد ہو جاتا ہے

۶۸۰ _____ کسبہ سے تملیک مراد لینے کا بیان

۶۸۰ _____ محوزہ مقسومہ میں جواز ہبہ کا بیان

۶۸۲ _____ مشترکہ حصے کے ہبہ کے باطل ہونے کا بیان

۶۸۲ _____ موبہ لہ کا موبہ لہ کے قبضہ میں ہونے کا بیان

- اجارہ کا لغوی مفہوم ۷۹۹
- اجارہ کے حکم کا بیان ۷۰۰
- اجارہ کے شرعی ماخذ کا بیان ۷۰۰
- لیزنگ ۷۰۰
- لیزنگ کا جدید مفہوم ۷۰۱
- ایک شبہ کا ازالہ: ۷۰۲
- لیزنگ کا متبادل: ۷۰۲
- مردجہ لیزنگ کا دوسرا متبادل: ۷۰۲
- اجارہ کا عوض پر عقد نفع ہونے کا بیان ۷۰۲
- ہر شئی چیز کا اجارہ میں اجرت بننے کا بیان ۷۰۳
- اجارہ میں نفس عقد سے منافع کے معلوم ہونے کا بیان ۷۰۳
- نفس عقد کے سبب اجرت کے لازم نہ ہونے کا بیان ۷۰۵
- مستاجر کے قبضہ کے سبب لزوم اجرت کا بیان ۷۰۵
- مکہ مکرمہ جانے کے لئے اونٹ کرائے پر لینے کا بیان ۷۰۶
- درزی یا دھوبی کا کام سے پہلے اجرت طلب کرنے کا بیان ۷۰۷
- روٹی لگانے والے کو اجرت پر لگانے کا بیان ۷۰۷
- اجرت پر لائے گئے باورچی کے لئے عرف کا اعتبار کرنے کا بیان ۷۰۸
- کام کا اثر عین میں موجود ہونے کا بیان ۷۰۹
- عین میں اثر نہ ہونے والے کارگیروں کا بیان ۷۰۹
- ڈاکیا کے طور پر کسی کو اجرت پر لگانے کا بیان ۷۱۱
- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْإِجَارَةِ وَمَا يَكُونُ خِلَافًا فِيهَا**
- یہ باب جائز اور مختلف فیہ اجاروں کے بیان میں ہے ۷۱۲
- جائز اور مختلف فیہ اجارہ کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان ۷۱۲
- گھروں اور دکانوں کو کرائے پر لینے کا بیان ۷۱۳
- زراعت کے لئے زمین فیکے پر لینے کا بیان ۷۱۴
- خالی زمین کو کرائے پر لینے کا بیان ۷۱۴
- صاحب زمین کا عوض میں تاوان دینے کا بیان ۷۰۲
- سواری و اجرت پر لینے کا بیان ۷۰۳
- خاص قسم کی سواری پر جو تاوان دینے کا بیان ۷۰۵
- سواری کو کرائے دار کا ردیف بنانے کا بیان ۷۰۶
- سواری پر معین مقدار کے مطابق جو تاوان دینے کا بیان ۷۰۶
- مستاجر کا زور سے سواری کی دکان کھینچنے کا بیان ۷۰۷
- تیرہ کے لئے سواری کے لئے کچھ دوسرے جانے کا بیان ۷۰۷
- زمین کے ساتھ تیار کو کرائے پر لینے کا بیان ۷۱۸
- سلمان کے لئے کرائے پر گاڑی لینے کا بیان ۷۱۹
- گندم کے لئے زمین اجرت پر لینے کا بیان ۷۲۰
- درزی کو سینے کے لئے کپڑا دینے کا بیان ۷۲۰
- درزی سے قیام سلوانے کا بیان ۷۲۱
- بَابُ الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ**
- یہ باب اجارہ فاسدہ کے بیان میں ہے ۷۲۲
- باب اجارہ فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان ۷۲۲
- اجارہ فاسدہ کے حکم کا بیان ۷۲۲
- اجارہ فاسدہ کی شرائط فاسدہ کی شرائط کی طرح ہیں ۷۲۲
- عقد کو بخش ایک مادہ کے ساتھ مقید کر دینے کا بیان ۷۲۳
- لمحہ بحر سے مادہ کے عقد کا درست ہونا ۷۲۳
- سال کے لئے مکان کرائے پر لینے کا بیان ۷۲۳
- حمام و حمام کی اجرت کے جواز کا بیان ۷۲۵
- اذان و امامت کی اجرت لینے کا بیان ۷۲۶
- گائے و بکری کی اجرت لینے کے عدم جواز کا بیان ۷۲۷
- معین اجرت کے بدلے میں دودھ پلانے کا بیان ۷۲۸
- غلہ و کپڑے کی اجرت پر دانی کو رکھنے کا بیان ۷۲۹
- مستاجر کا دایہ کو شوہر سے حق و طی سے نہ روکنے کا بیان ۷۳۰
- جولاہے کے لئے دھاکہ بننے کی اجرت مثلی ہونے کا بیان ۷۳۱

بَابُ اجَارَةِ الْعَبْدِ

- ۴۳۸ _____ ﴿یہ باب غلام کے اجارہ کے بیان میں ہے﴾
 ۴۳۸ _____ باب اجارہ غلام کی فقہی مطابقت کا بیان
 ۴۳۸ _____ خدمت کے لئے غلام کو اجارہ پر لینے کا بیان
 ۴۳۸ _____ عبد مجبور کو اجارہ پر لے جانے کا بیان
 ۴۳۸ _____ غصب شدہ غلام کا مزدوری کرنے کا بیان
 ۴۳۸ _____ دو ماہ کے لئے غلام کو کرائے پر لینے کا بیان

بَابُ الْاِخْتِلَافِ فِي الْاِجَارَةِ

- ۴۳۸ _____ ﴿یہ باب موجود مستاجر کے درمیان اختلاف میں ہے﴾
 ۴۳۸ _____ باب موجود مستاجر کے اختلاف کی فقہی مطابقت کا بیان
 ۴۳۸ _____ درزی اور کپڑے سلوانے والے کے درمیان اختلاف کا بیان
 ۴۳۸ _____ کپڑے کی سلوائی میں فری یا اجرت میں اختلاف کا بیان

بَابُ فُسْخِ الْاِجَارَةِ

- ۴۳۸ _____ ﴿یہ باب فسخ اجارہ کے بیان میں ہے﴾
 ۴۳۸ _____ باب فسخ اجارہ کی فقہی مطابقت کا بیان
 ۴۳۸ _____ کرائے پر مکان لینے کے بعد عیب ظاہر ہونے کا بیان
 ۴۳۸ _____ کرائے کے مکان کے خراب ہونے کا بیان
 ۴۳۸ _____ فریقین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب فسخ اجارہ کا بیان
 ۴۳۸ _____ اجارہ میں خیاری شرط لگانے کا بیان
 ۴۳۸ _____ اعذار کے سبب سے فسخ اجارہ کا بیان
 ۴۳۸ _____ عذر کے سبب فسخ اجارہ میں مذاہب اربعہ
 ۴۳۸ _____ کرائے کی دکان سے مال ختم ہو جانے کا بیان
 ۴۳۸ _____ کرائے پر سواری لینے کا بیان
 ۴۳۸ _____ درزی کا شعبہ ترک کر کے زرگری کرنے کا بیان

مسائل منشورہ

- ۴۳۸ _____ ﴿مسائل منشورہ کا بیان﴾
 ۴۳۸ _____ کرائے پر زمین لینے کا بیان

- ۴۳۸ _____ مشترکہ ملکا اٹھانے میں اجیر کے لئے اجرت نہ ہونے کا بیان
 ۴۳۸ _____ روٹی پکوانے کے لئے اجرت پر آدمی کو رکھنے کا بیان
 ۴۳۸ _____ مستاجر کے بل چلانے کی شرط زمین لینے کا بیان
 ۴۳۸ _____ زراعت کے بدلے زراعت کرنے کے لئے زمین کرائے پر لینے کا بیان
 ۴۳۸ _____ مشترکہ اجیر کے لئے اجرت نہ ہونے کا بیان
 ۴۳۸ _____ کرائے پر لی گئی زمین میں وضاحت نہ کرنے کا بیان
 ۴۳۸ _____ بغداد جانے کے لئے سواری کرائے پر لینے کا بیان

بَابُ ضَمَانِ الْاِجِيرِ

- ۴۳۸ _____ ﴿یہ باب ضمانت اجیر کے بیان میں ہے﴾
 ۴۳۸ _____ باب ضمانت اجیر کی فقہی مطابقت کا بیان
 ۴۳۸ _____ اجیر مشترک اور اجیر خاص ہونے کا بیان
 ۴۳۸ _____ اجیر کے عمل کے سبب سے چیز ہلاک ہو جانے کا بیان
 ۴۳۸ _____ فرات سے پانی کا مٹکا اٹھانے پر اجیر لگانے کا بیان
 ۴۳۸ _____ مرجن وڈاکٹر سے نصد لگوانے کا بیان
 ۴۳۸ _____ اجیر خاص کا مدت اجرت میں سپرد ہو جانے کا بیان
 ۴۳۸ _____ اجیر خاص پر ضمان نہ ہونے کا بیان

بَابُ الْاِجَارَةِ عَلَى أَحَدِ الشَّرْطَيْنِ

- ۴۳۸ _____ ﴿یہ باب شرائط میں ایک شرط پر اجارہ کرنے کے بیان میں ہے﴾
 ۴۳۸ _____ باب شرطین سے ایک شرط کی فقہی مطابقت کا بیان
 ۴۳۸ _____ مختلف ذیائن دورائی کی شرط پر سلوائی کا بیان
 ۴۳۸ _____ کام کو وقت کے تقدم و تاخر کے سبب اجرت میں کمی بیشی کرنے کا بیان
 ۴۳۸ _____ دکان میں عطار کے لئے ایک درہم کرایہ معین کرنے کا بیان
 ۴۳۸ _____ مقام حیرہ تک جانے کے لئے سواری کرائے پر لینے کا بیان

بَابُ مَا يَجُوزُ لِلْمَكَاتِبِ أَنْ يَفْعَلَهُ

یہ باب مکاتب کے لئے کرنے والوں کے کاموں

کے لئے ہے ۷۷۶

باب جواز امور مکاتب کی فقہی مطابقت کا بیان ۷۷۶

مکاتب کے لئے خرید و فروخت کرنے کی اجازت کا بیان ۷۷۶

مکاتب کے لئے کوفہ جانے سے ممانعت کی شرط کا بیان ۷۷۶

مالک کی اجازت کے بغیر مکاتب کے نکاح کے عدم جواز

کا بیان ۷۷۷

مکاتب کا اپنے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان ۷۷۸

مکاتب کا مال کے بدلے میں اپنا غلام آزاد کرنے کا بیان ۷۷۸

ما ذون غلام کے لئے بعض امور ممانعت کا بیان ۷۸۰

فصل

یہ فصل بطور تابع مسائل کتابت کے بیان میں ہے ۷۸۲

فصل بطور تابع مسائل کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان ۷۸۲

مکاتب کا اپنے باپ یا بیٹے کو خریدنے کا بیان ۷۸۲

مکاتب کا اپنی ام ولد کو خریدنے کا بیان ۷۸۳

اپنے غلام سے اپنی باندی کا نکاح کرنے کا بیان ۷۸۴

مکاتب کا اجازت آقا کے بغیر باندی سے وطی کرنے کا بیان ۷۸۵

فصل

یہ فصل کتابت میں نوع ثانی کے بیان میں ہے ۷۸۷

فصل دوسری نوع مسائل کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان ۷۸۷

مکاتب کا مالک کے نسب سے بچے کو جنم دینے کا بیان ۷۸۷

مکاتب کا اپنی ام ولد کو مکاتب بنانے کا بیان ۷۸۸

آقا کا اپنی مدبرہ باندی کو مکاتب بنانے کا بیان ۷۸۹

آقا کا اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ بنانے کا بیان ۷۹۱

سالانہ ایک ہزار ادائیگی پر مکاتب بنانے کا بیان ۷۹۲

مریض کا دو سال کی میعاد پر اپنے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان ۷۹۲

اونٹ کو اجارے پر لینے کا بیان ۷۶۰

پہلے سے کجاوے والا اونٹ اجارہ کے لئے بہتر ہوگا ۷۶۱

کتابُ الْمَكَاتِبِ

یہ کتاب مکاتب کے بیان میں ہے ۷۶۲

کتاب مکاتب کی فقہی مطابقت کا بیان ۷۶۳

مکاتب کا لغوی فقہی مفہوم ۷۶۳

مکاتب کا فقہی مفہوم ۷۶۳

کتاب مکاتب کے شرعی مآخذ کا بیان ۷۶۳

آقا کا غلام کو باندی کو مکاتب بنانے کا بیان ۷۶۳

عقد کی قبولیت کا غلام کے لئے شرط ہونے کا بیان ۷۶۴

مکاتب میں نقد ادا کرنے کی شرط کے جواز کا بیان ۷۶۴

عقل مند چھوٹے غلام کی کتابت کے جواز کا بیان ۷۶۵

اپنے غلام کا بدل کتابت ایک ہزار مقرر کرنے کا بیان ۷۶۶

عقد مکاتب کی صحت کے سبب غلام کا قبضہ سے نکل جانے

کا بیان ۷۶۶

مکاتبہ باندی سے وطی کے سبب آقا پر مہر ہونے کا بیان ۷۶۷

فصل فی الْكِتَابَةِ الْفَاسِدَةِ

یہ فصل کتابت فاسدہ کے بیان میں ہے ۷۶۸

فصل کتابت فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان ۷۶۸

خزیر و شراب کے بدلے میں مکاتب بنانے کا بیان ۷۶۸

خر سے ادائیگی کے سبب مکاتب کی آزادی کا بیان ۷۶۹

معین کردہ قیمت سے کمی نہ کرنے کا بیان ۷۷۰

غیر غلام کی جانب سے معین رقم پر عقد کتابت کا بیان ۷۷۰

آقا کا شرط پر غلام کو مکاتب بنانے کا بیان ۷۷۲

حیوان کے بدلے میں مکاتب بنانے کا بیان ۷۷۳

نصرانی کا شراب کے عوض میں مکاتب بنانے کا بیان ۷۷۴

بَابُ مَنْ يَكْتَابُ عَنِ الْعَبْدِ

یہ باب غلام کی جانب سے عقد کتابت کرنے والے کے بیان

میں ہے ۷۹۵

باب غلام کی دوسرے کی جانب سے کتابت کی فقہی مطابقت

کامیاب ۷۹۶

غلام کی جانب سے آزاد کا عقد کتابت کرنے کا بیان ۷۹۶

غلام کا دوسرے غلام کو کتابت بنانے کا بیان ۷۹۶

دونوں غلاموں میں سے کسی ایک کی ادائیگی کے سبب آزادی

کامیاب ۷۹۷

باندی کا اپنی اولاد کی جانب سے کتابت کرنے کا بیان ۷۹۸

بَابُ كِتَابَةِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرِكِ

یہ باب مشترکہ غلام کی کتابت کے بیان میں ہے ۷۹۹

باب مشترکہ غلام کی کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان ۷۹۹

دو بندوں میں مشترکہ غلام کی کتابت کا بیان ۷۹۹

مشترکہ باندی کو کتابت بنانے کا بیان ۸۰۰

صاحبین کے نزدیک باندی کا داطی اول کی ام ولد ہونے کا بیان ۸۰۱

داطی اول کا اپنی کتابت باندی کے نصف مٹانے کا بیان ۸۰۲

دو مالکوں کا باندی کو کتابت بنانے کا بیان ۸۰۳

مشترکہ غلام کو مدبر یا آزاد کرنے کا بیان ۸۰۵

باب موت المکاتب و عجزہ و موت المولیٰ ۸۰۸

یہ باب موت مکاتب و آقا کے بیان میں ہے ۸۰۸

باب موت مکاتب و مولیٰ کی فقہی مطابقت کا بیان ۸۰۸

مکاتب کا قسط ادا کرنے سے عاجز ہو جانے کا بیان ۸۰۸

مکاتب میں فسخ کے جواز کا ایک فقہی بیان ۸۰۹

مال والے مکاتب کی موت کے سبب عقد کتابت فسخ نہ ہوگا ۸۱۰

مکاتب کے بیٹے کا بدل کتابت کو ادا کرنے کا بیان ۸۱۱

قوت ہونے والے مکاتب کا آزاد عورت سے بیٹا ہونے

کامیاب ۸۱۳

مکاتب کا آقا کو صدقہ زکوٰۃ کا مال دینے کا بیان ۸۱۳

آقا کے علم میں غلام کی جنایت کے نہ ہونے کا بیان ۸۱۵

آقا کی موت کے سبب عقد کتابت کے فسخ نہ ہونے کا بیان ۸۱۶

کِتَابُ الْوَلَاءِ

یہ کتاب ولاء کے بیان میں ہے ۸۱۸

کتاب ولاء کی فقہی مطابقت کا بیان ۸۱۸

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان ۸۱۸

حق ولاء کے شرعی مأخذ کا بیان ۸۱۸

حق ولاء کو پہنچانا اس کو ہیہ کرنا ناجائز ہے ۸۱۹

ولاء کی فقہی اقسام کا بیان ۸۲۰

آزاد کرنے والے کے لئے معقن کی ولاء کا بیان ۸۲۰

مکاتب کی ولاء کا آقا کے لئے ہونے کا بیان ۸۲۱

دوسرے کی باندی سے نکاح کرنے کا بیان ۸۲۲

باپ کے آزاد کرنے کے سبب بچے کی ولاء کا بیان ۸۲۳

معتق کا نکاح غلام سے بچے کو جنم دینے کا بیان ۸۲۳

گجی کا آزاد کردہ عرب کی عورت سے شادی کرنے کا بیان ۸۲۵

ولائے عتقاد کا سبب عصہ بننے کا بیان ۸۲۶

نسبی عصہ کا معقن سے اولیٰ ہونے کا بیان ۸۲۷

آقا کے بعد معقن کی موت پر حقدار میراث کا بیان ۸۲۸

صلیٰ اولاد کا زیادہ قریب ہونے کا بیان ۸۲۹

فصل فی ولاء الموالاة ۸۳۰

یہ فصل ولاء موالاة کے بیان میں ہے ۸۳۰

فصل ولاء موالہ کی فقہی مطابقت کا بیان ۸۳۰

مسلمان ہو کر عقد موالاة کرنے کا بیان ۸۳۰

۸۳۱ سوال کے وارث کا سوتی سے مقدم ہونے کا بیان

کتاب الاکراہ

۸۳۲ یہ کتاب اکراہ کے بیان میں ہے

۸۳۳ کتاب اکراہ کی فقہی مطابقت کا بیان

۸۳۴ اکراہ کے شرعی ماخذ کا بیان

۸۳۵ حکم اکراہ کے ثبوت کا فقہی بیان

۸۳۶ خرید و فروخت کرنے پر مجبور کرنے کا بیان

۸۳۷ بیچنے والا کا خوشی سے شمن پر قبضہ کرنے کا بیان

۸۳۸ بیع کا خریدار کے ہاتھ سے ہلاک ہو جانے کا بیان

۸۳۹ مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کرنے کا بیان

۸۴۰ (نعوذ باللہ) کفر باللہ پر اکراہ کا بیان

۸۴۱ مسلمان کے مال کو ہلاک کرنے کے لئے مجبور کرنے کا بیان

۸۴۲ مجبوری کے قتل عمد پر قصاص کا بیان

۸۴۳ عورت کو طلاق دینے پر مجبور کرنے کا بیان

۸۴۴ نصف مہر لوٹانے پر مجبور کرنے کا بیان

۸۴۵ طلاق یا آزادی پر وکیل بنانے پر مجبور کرنے کا بیان

۸۴۶ زنا پر مجبور کیے گئے پر حد کا بیان

۸۴۷ کسی شخص کو ارتداد پر مجبور کرنے کا بیان

کِتَابُ الْبَيْعِ

﴿یہ کتاب خرید و فروخت کے بیان میں ہے﴾

کتاب بیوع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باہرتی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جب مصنف بیعہ حقوق اللہ اور بندوں کے بعض حقوق کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے بقیہ حقوق کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور کتاب بیوع کو کتاب الوقف کے بعد ذکر کرنے کا سبب اور مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں مالک کی ملکیت سے زوال کا سبب بنتی ہیں۔ لغت میں بیع تملیک المال بالمال کو کہتے ہیں کہ جبکہ شریعت میں "هُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّارِاضِ بِطَرِيقِ الْإِتْمَانِ" ہے۔ (مناہج شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۳۶۸، حیرت) اسلامی نقطہ نظر سے کائنات انسانی کی عملی زندگی کی دو محور ہیں اول حقوق اللہ کہ جسے عبادات کہتے ہیں اور دوم حقوق العباد کہ جسے معاملات کہا جاتا ہے۔ یہی دو اصطلاحیں ہیں جو انسانی نظام حیات کے تمام اصول و قواعد اور قوانین کی بنیاد ہیں۔ ان دونوں میں چونکہ حقوق اللہ کی عمومیت حاصل ہے کہ اس کا تعلق کائنات انسانی کے ہر فرد سے ہے اس لئے مصنف کتاب نے پہلے ان کو بیان کیا اب اس کے بعد حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا ہے جس کا سب سے اہم جز بیع ہے۔ بیوع بیع کی جمع ہے لغت میں مال دے کر کوئی چیز خریدنے کا نام بیع ہے۔ شرعی اصطلاح میں بھی اس کے یہی معنی ہیں، لیکن اس میں باہمی رضامندی کی قید کا اضافہ ہے جمع اس لیے لائے ہیں کہ اس کی بہت سی اقسام و انواع ہیں۔

بیع کے معنی کا بیان

بیع کے معنی ہیں بیچنا یعنی فروخت کرنا لیکن کبھی اس کے معنی خریدنا بھی مراد ہوتے ہیں اس لئے بیع کا ترجمہ اصطلاحی طور پر خرید و فروخت کیا جاتا ہے۔

فخر الاسلام کا بیان ہے کہ اصطلاح شریعت میں آپس کی رضامندی سے مال کے ساتھ مال بدلنا بیع کہلاتا ہے، بیع کی شریعت بیع یعنی خرید و فروخت کا شرعی ہونا قرآن کریم کی اس آیت (وَاحْلُلْ لِلَّهِ الْبَيْعَ وَحَوْمَ الرِّبَا) (۲- البقرہ: ۲۷۵)

(اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے) اور رسول کریم ﷺ کی احادیث جو (آگے آئیں گی) سے

ثابت ہے۔

اصطلاح شرع میں بیع کے معنی یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ بیع کبھی قول

سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے۔ اگر قول سے ہو تو اس کے ارکان ایجاب و قبول ہیں یعنی مثلاً ایک نے کہا میں نے بیچا دوسرے نے کہا میں نے خریدا۔ اور فعل سے ہو تو چیز کا لے لینا اور دے دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترکاری وغیرہ کی گڈیاں بنا کر اکثر بیچنے والے رکھ دیتے ہیں اور ظاہر کر دیتے ہیں کہ پیسہ پیسہ کی گڈی ہے خریدار آتا ہے ایک پیسہ ڈال دیتا ہے اور ایک گڈی اٹھا لیتا ہے طرفین باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کے فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام شمار ہوتے ہیں اور اس قسم کی بیع کو بیع تعاطلی کہتے ہیں۔ بیع کے طرفین میں سے ایک کو بیچنے والا اور دوسرے کو خریدار کہتے ہیں۔

بیع کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ

علامہ عبد الرحمن جزیری لکھتے ہیں: فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ لفظ بیع کی اصطلاح میں دو تعریفات ہیں۔ ایک تعریف وہ ہے جو تمام بیع کے افراد کو شامل ہے۔ جس میں بیع سلم و صرف وغیرہ سب شامل ہیں۔ جبکہ دوسری تعریف ان میں سے فرد واحد یعنی جو عام طور پر بیع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بیع کی خاص تعریف یہ ہے کہ اشیاء کا معاوضے کا معاملہ ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اصطلاح شرعیہ میں ایک مقرر قاعدہ کے مطابق مال کا مال کے بدلے میں لین دین کرنے کا نام بیع ہے۔ یعنی ایسا معاملہ جو دو چیزوں کے مابین ہوتا ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ بیع کا اصطلاحی معنی مبادلہ مال بہ مال یا پھر کسی جائز نفع کے بدلے میں جائز نفع کو ہمیشہ کے لئے تبدیل کرنے کا نام بیع ہے۔ جس میں سود یا قرض کا شائبہ بھی نہ ہو۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں: فقہاء کی اصطلاح میں بیع کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے ایک معنی یہ ہے کہ سونے چاندی یا نقدی کے بدلے میں کسی معین چیز کو خریدا جائے اور جب بیع کا لفظ عام طور پر بولا جائے تو اس کا معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہے جبکہ دوسرا بیع کا معنی عام ہے جس کی بارہ اقسام ہیں۔ (جس میں بیع کی تمام اقسام کی تعریف شامل ہو جائے گی یعنی اس میں بیع کی تفصیلات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیع)

بیع کی اقسام کا بیان

بیع کی قسمیں: بیع یعنی خرید و فروخت میں بنیادی طور پر تین چیزیں ہوتی ہیں اول تو عقد بیع یعنی نفس معاملہ کہ ایک شخص کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا اسے خریدتا ہے دوم بیع یعنی وہ چیز جس کو فروخت کیا جاتا ہے اور سوم ثمن یعنی قیمت ان تینوں کے اعتبار سے فقہی طور پر بیع کی کچھ قسمیں ہیں۔ چنانچہ نفس معاملہ اور اس کے حکم کہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں۔ کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں

1 نافذ 2 موقوف 3 فاسد 4 باطل

بیع نافذ اس بیع کو کہتے ہیں کہ طرفین میں مال ہو یعنی بیچنے والے کے پاس بیع ہو خریدار کے پاس ثمن ہو اور عاقدین یعنی بیچنے والا اور خریدار دونوں عاقل ہوں نیز وہ دونوں بیع یا تو اصالہ کریں یا وکالہ اور دلالت جس بیع میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی وہ بیع بالکل صحیح اور نافذ ہوگی بیع موقوف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی چیز کو اس کی اجازت یا ولایت کے بغیر

فروخت کرے۔ اس بیع کا حکم یہ ہے کہ جب تک کہ اصل مالک کی اجازت و رضامندی حاصل نہ ہو جائے یہ بیع صحیح نہیں ہوتی۔ اجازت کے بعد صحیح ہو جاتی ہے بیع فاسد وہ بیع ہے جو باصلہ یعنی معاملہ کے اعتبار سے تو درست ہو مگر بوصفہ یعنی کسی خاص وجہ کی بنا پر درست نہ ہو بیع باطل اس بیع کو کہتے ہیں جو نہ باصلہ درست ہو اور نہ بوصفہ بیع فاسد اور بیع باطل کی تفصیل اور ان کی مثالیں ان شاء اللہ باب المنہی عنہا من البیوع میں ذکر کی جائیں گی۔ بیع یعنی فروخت کی جانے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 مقاضہ 2 صرف 3 سلم 4 بیع مطلق

بیع مقاضہ یہ ہے کہ بیع بھی مال اور ثمن بھی مال ہو مثلاً ایک شخص کپڑا دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اس کو نقد دے۔ گویا بیع کی یہ وہ صورت ہے جسے عرف عام میں تبادلہ مال کہا جاتا ہے۔ بیع صرف یہ ہے کہ نقد کا تبادلہ نقد سے کیا جائے مثلاً ایک شخص ایک روپیہ کا نوٹ دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں ایک روپیہ کے پیسے دے یا ایک شخص اشرفی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اسے روپیہ دے گویا روپیہ بھناتا یا روپیہ کی ریزگاری لینا دینا بیع صرف کی ایک قسم ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار سے کسی چیز کی قیمت پیشگی لے لے اور یہ ملے ہو جائے کہ خریدار یہ چیز اتنی مدت مثلاً ایک دو مہینے کے بعد لے لے گا۔ بیع مطلق یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع نقد کے عوض کی جائے مثلاً بیچنے والا ایک من گیہوں دے اور خریدار اس کی قیمت کے طور پر تیس روپے ادا کرے۔ ثمن یعنی قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں یہ ہیں۔

1 مرابحہ 2 تولیت 3 ودیعت 4 مساومت

مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا بیع کو اپنے خریدار سے نفع لے کر فروخت کرے تولیت کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا بیع کو بلا نفع کے اس قیمت پر فروخت کرے جتنی قیمت میں اس نے خود خریدی ہو اور مساومت کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار آپس کی رضامندی سے کسی چیز کی خرید و فروخت چاہے جس قیمت پر کریں اور اس میں بیچنے والے کی قیمت خرید کا کوئی لحاظ نہ ہو۔

حلال و حرام کے واضح ہونے کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے حلال اور حرام واضح ہیں ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ ہیں جن سے بہت سے لوگ واقف نہیں ہیں جو شخص ان چیزوں سے بچ جائے گا وہ اپنی عزت اور دین کو محفوظ رکھے گا۔ جو شخص ان چیزوں میں مبتلا ہو جائے گا وہ حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا اس کی مثال اس چرواہے کی طرح ہے جو کسی چرواہے کے آس پاس جانور چراتا رہے تو اس بات کا امکان رہے گا کہ وہ اس چرواہے میں داخل ہو جائیگا۔ بے شک ہر بادشاہ کی مخصوص چرواہہ ہوتی ہے اور بے شک اللہ کی چرواہہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ خبردار جسم میں گوشت کا ایک ٹوٹھرا ہے اگر وہ ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہے گا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جائے گا خبردار وہ دل ہے۔

ایجاب و قبول سے انعقاد بیع کا بیان

قَالَ (الْبَيْعُ يَنْعَقِدُ بِالْإِجَابِ وَالْقَبُولِ إِذَا كَانَا بِلَفْظِي الْمَاضِي) مِثْلَ أَنْ يَقُولَ أَحَدُهُمَا بَعْتُ وَالْآخَرُ اشْتَرَيْتُ ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ انْشَاءٌ تَصَرُّفٌ، وَالْإِنْشَاءُ يُعَرَّفُ بِالشَّرْعِ وَالْمَوْضُوعِ لِلْإِخْبَارِ قَدْ اسْتُعْمِلَ فِيهِ فَيَنْعَقِدُ بِهِ .

وَلَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظَيْنِ أَحَدُهُمَا لَفْظُ الْمُسْتَقْبَلِ وَالْآخَرُ لَفْظُ الْمَاضِي، بِخِلَافِ النِّكَاحِ، وَقَدْ مَرَّ الْفَرْقُ هُنَاكَ .

وَقَوْلُهُ رَضِيتَ بِكَذَا أَوْ أَعْطَيْتُكَ بِكَذَا أَوْ خُذْهُ بِكَذَا فِي مَعْنَى قَوْلِهِ بَعْتُ وَاشْتَرَيْتُ ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي مَعْنَاهُ، وَالْمَعْنَى هُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي هَذِهِ الْعُقُودِ، وَلِهَذَا يَنْعَقِدُ بِالتَّعَاطِي فِي النَّفْسِ وَالْخَيْسِ هُوَ الصَّحِيحُ لِتَحَقُّقِ الْمُرَاضَاةِ .

فرمایا: بیع منعقد ہو جاتی ہے جب دونوں میں سے ماضی کے ساتھ ہوں یعنی ان دونوں میں سے ایک کہے میں نے بیچا اور دوسرا کہے کہ میں خریدا کیونکہ بیع انشاء کا تصرف ہے۔ اور انشاء کو شریعت سے پہچانا جاتا ہے جبکہ اس کو اخبار کے لئے وضع کیا گیا ہے پس وہ اسی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اس میں بیع منعقد ہو جائے گی۔

اور ایسے دو الفاظ کے ساتھ بیع منعقد نہ ہوگی جن میں سے ایک استبدال کے لئے جبکہ دوسرا ماضی کے لئے استعمال ہوا ہے، جبکہ نکاح میں ایسا نہیں ہے اور یقیناً اس کا فرق وہاں گزر چکا ہے۔

اور قائل کا کہنا ”رَضِيتَ بِكَذَا أَوْ أَعْطَيْتُكَ بِكَذَا أَوْ خُذْهُ بِكَذَا“ بھی بعث اور اشتريت کے حکم میں ہے کیونکہ ان سے وہی معنی حاصل ہوتا ہے اور عقود میں بھی یہی حکم معتبر ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب بیع تعاطی خیس و نفیس میں منعقد ہو جاتی ہے یہی صحیح ہے کیونکہ دونوں کی رضامندی ثابت ہوتی ہے۔

خریدار کے لئے مجلس ایجاب میں قبول و رد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَرَجَبَ) أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ الْبَيْعَ قَالَا آخِرُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَبْلَ فِي الْمَجْلِسِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّ، وَهَذَا خِيَارُ الْقَبُولِ ؛ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَثْبُتْ لَهُ الْخِيَارُ يُلْزَمُهُ حُكْمُ الْبَيْعِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ، وَإِذَا لَمْ يَفْسُدْ لِحُكْمِ بَدُونِ قَبُولِ الْآخِرِ فَلِلْمُوجِبِ أَنْ يَرْجِعَ عَنْهُ قَبْلَ قَوْلِهِ لِخُلُوهِ عَنْ إِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ، وَإِنَّمَا يَمْتَنِدُ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ ؛ لِأَنَّ الْمَجْلِسَ جَامِعُ الْمُتَعَرِّقَاتِ فَأُعْتَبِرَتْ سَاعَاتُهُ سَاعَةً وَاحِدَةً دَفْعًا لِلْعُسْرِ وَتَحْقِيقًا لِلْيُسْرِ، وَالْكِتَابُ كَالْعِطَابِ، وَكَذَا الْإِرْسَالُ حَتَّى أُعْتَبِرَ مَجْلِسُ بُلُوغِ الْكِتَابِ وَأَدَاءِ الرِّسَالَةِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْبَلَ فِي بَعْضِ الْمَبِيعِ وَلَا أَنْ يَقْبَلَ

الْمُشْتَرَى بِنَقْضِ الثَّمَنِ لِعَدَمِ رِضَا الْآخِرِ بِتَفَرُّقِ الصَّفَقَةِ، إِلَّا إِذَا بَيَّنَّ كُلُّ وَاحِدٍ بِرَأْيِهِ صَفَقَاتُ مَعْنَى .

قَالَ (وَأَيْهَمَا قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ قَبْلَ الْقَبُولِ بَطَلَ الْإِيجَابُ، لِأَنَّ الْقِيَامَ دَلِيلُ الْإِعْرَاضِ) وَالرُّجُوعُ، وَلَهُ ذَلِكَ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ .

فرمایا کہ جب دو عقد کرنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کر دیا تو دوسرے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو مجلس ایجاب میں قبول کر لے اور اگر چاہے تو رد کر دے اور یہ خیار قبول کہلاتا ہے کیونکہ اگر دوسرے کے لئے یہ خیار ثابت نہ ہوگا تو اس کی رضامندی کے بغیر اس پر عقد کا حکم لازم ہوگا اور جب دوسرے عقد کرنے والے کے قبول کے بغیر اس ایجاب نے حکم کا فائدہ نہ دیا تو ایجاب کرنے والے کو اپنے ایجاب سے رجوع کا اختیار ہوگا کیونکہ اس رجوع میں دوسرے کے حق کا ابطال نہیں ہے اور خیار قبول انتہاء مجلس تک اس لیے دراز ہوتا ہے کہ مجلس متفرق چیزوں کو جمع کر دیتی ہے لہذا ازالہ عسر اور اثبات یسر کے پیش نظر مجلس کی تمام ساعتوں کو ایک ساعت مان لیا گیا ہے اور تحریر خطاب ہی کی طرح ہے اسی طرح ارسال بھی خطاب کی مثل ہے یہاں تک کہ خط پہنچنے اور پیغام پہنچانے کی مجلس کا اعتبار ہوگا اور بیچنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بعض بیع میں بیع قبول کرے اور نہ ہی خریدار کو بعض ثمن کے عوض قبول کا اختیار حاصل ہے کیونکہ معاملہ متفرق ہونے کی وجہ سے معدوم ہے مگر یہ کہ ہر ایک کا ثمن بیان کر دیا ہو اس لئے کہ معنی کے اعتبار سے یہ کئی معاملے ہیں۔ اور عقد کرنے والوں میں سے جو بھی قبول کرنے سے پہلے مجلس سے کھڑا ہو جائے گا ایجاب باطل ہو جائے گا کیونکہ کھڑا ہونا اعراض اور رجوع کی دلیل ہے اور عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار حاصل ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ایجاب و قبول کے حصول سے لزوم بیع کا بیان

وَإِذَا حَصَلَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ لَزِمَ الْبَيْعُ وَلَا خِيَارَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَّا مِنْ عَيْبٍ أَوْ عَدَمِ رُؤْيَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَثْبُتُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خِيَارُ الْمَجْلِسِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "الْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا" وَلَنَا أَنَّ فِي الْقَسْخِ إِبْطَالُ حَقِّ الْآخِرِ فَلَا يَجُوزُ. وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى خِيَارِ الْقَبُولِ .

وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَيْهِ فَإِنَّهُمَا مُتَبَايِعَانِ حَالَةَ الْمُبَاشَرَةِ لَا بَعْدَهَا أَوْ يَحْتَمِلُهُ فَيَحْمَلُ عَلَيْهِ، وَالتَّفَرُّقُ فِيهِ تَفَرُّقُ الْأَقْوَالِ .

اور جب ایجاب اور قبول حاصل ہو گیا تو بیع لازم ہوگئی اور عیب یا عدم رویت کے علاوہ عقد کرنے والوں میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں ملے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خیار مجلس دونوں کے لئے ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جدا ہونے سے پہلے عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک اختیار ملے گا ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد فسخ کرنے میں دوسرے کے حق کا

ابطال ہے لہذا یہ جائز نہیں ہے اور حدیث خیاری قبول پر محمول ہے اور حدیث میں خیاری قبول ہی کی طرف اشارہ بھی ہے کیونکہ عقد کرنے والے بحالت مباشرت عقد ہی متبايعان ہیں نہ کہ اس کے بعد یا حدیث میں خیاری قبول کا احتمال ہے لہذا اس پر محمول کیا جائے گا اور حدیث میں تفرق سے تفرق اقوال مراد ہے۔

مشارالیہ اعواض میں احتیاج مقدار نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْأَعْوَاضُ الْمُشَارُ إِلَيْهَا لَا يُحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةٍ مِقْدَارِهَا فِي جَوَازِ الْبَيْعِ) لِأَنَّ بِإِلْشَارَةِ كِفَايَةِ فِي التَّعْرِيفِ وَجَهَالَةِ الْوَصْفِ فِيهِ لَا تُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ (وَالْإِثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ) لَا تَصِحُّ إِلَّا أَنْ تَكُونَ مَعْرُوفَةً الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ ؛ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ وَالتَّسْلَمَ وَاجِبٌ بِالْعَقْدِ، وَهَذِهِ الْجَهَالَةُ مُفْضِيَةٌ إِلَى الْمُنَازَعَةِ فَيَمْتَنِعُ التَّسْلِيمُ وَالتَّسْلَمُ، وَكُلُّ جَهَالَةٍ هَذِهِ صِفَتُهَا تَمْنَعُ الْجَوَازَ، هَذَا هُوَ الْأَصْلُ .
قَالَ (وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِثَمَنِ حَالٍ وَمَوْجَلٍ إِذَا كَانَ الْآجَلُ مَعْلُومًا) لَا طَّلَاقٍ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ) وَعَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (أَنَّهُ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى آجَلٍ مَعْلُومٍ وَرَهْنَةً دِرْعَةً) .

وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْآجَلُ مَعْلُومًا ؛ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ فِيهِ مَانِعَةٌ مِنَ التَّسْلِيمِ الْوَاجِبِ بِالْعَقْدِ، فَهَذَا يُطَالِبُهُ بِهِ فِي قَرِيبِ الْمُدَّةِ، وَهَذَا يُسَلِّمُهُ فِي بَعِيدِهَا .

فرمایا: وہ اعواض جن کی طرف اشارہ کر دیا جائے تو بیع کے جائز ہونے کے لئے ان کی مقدار جاننے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ شناخت کے سلسلے میں اشارہ کافی ہوتا ہے اور اشارہ میں وصف کی جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہوتی اشارہ سے خالی اثمان کا ثمن ہونا درست نہیں مگر یہ کہ ان کی مقدار اور صفت معلوم ہو کیونکہ بحکم عقد دینا لینا ضروری ہے اور یہ جہالت جھگڑنے کی طرف لے جانے والی ہے لہذا دینے لینے میں رکاوٹ ہوگی اور ہر وہ جہالت جو اس صفت کی ہو وہ جواز سے مانع ہوگی یہی اصل ہے۔

فرمایا: نقد ارادہ اور دونوں ثمن کے عوض بیع جائز ہے جب مقررہ مدت معلوم ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (احسب الله البيع) مطلق ہے اور آپ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے چند دنوں کے ادھار پر کچھ غلہ خرید کر اپنی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دیا تھا اور میعاد کا معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ میعاد کی جہالت عقد کے ذریعے واجب شدہ ثمن کی ادائیگی سے مانع ہوگی چنانچہ بیچنے والا تو قریبی مدت میں ثمن کا مطالبہ کرے گا اور خریدار مدت بعیدہ میں ادا کرے گا۔

مطلق ثمن کا اطلاق غالب نقدی پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَطْلَقَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ كَانَ عَلَى غَالِبٍ نَقْدَ الْبَلَدِ) ؛ لِأَنَّهُ الْمُتَعَارَفُ، وَفِيهِ التَّحَرُّی

لِلْجَوَازِ فَيُصْرَفُ إِلَيْهِ (فَإِنْ كَانَتْ النُّقُودُ مُخْتَلِفَةً فَالْبَيْعُ فَاسِدًا إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ أَحَدُهُمَا) وَهَذَا إِذَا
كَانَ الْكُلُّ فِي الرُّوَاكِ سَوَاءً؛ لِأَنَّ الْجَهَالََةَ مُفْضِيَةً إِلَى الْمُنَازَعَةِ إِلَّا أَنْ تَرْتَفِعَ الْجَهَالََةُ
بِالْبَيَانِ أَوْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا أَغْلَبَ وَأَرْوَجَ فَيَحْبِثُ يُصْرَفُ إِلَيْهِ تَحَرُّيًا لِلْجَوَازِ، وَهَذَا إِذَا كَانَتْ
مُخْتَلِفَةً فِي الْمَالِيَّةِ، فَإِنْ كَانَتْ سَوَاءً فِيهَا كَالثَّانِي وَالثَّلَاثِي وَالنُّصْرَتِي الْيَوْمَ بِسَمَرْقَنْدَ
وَالْاِخْتِلَافِ بَيْنَ الْعَدَالِي بِفَرَعَانَةَ جَازَ الْبَيْعُ إِذَا أُطْلِقَ اسْمُ الْبَرِّهِمْ، كَذَا قَالُوا، وَيَنْصَرَفُ إِلَى
مَا قَدَّرَ بِهِ مِنْ أَى نَوْعٍ كَانَ؛ لِأَنَّهُ لَا مُنَازَعَةَ وَلَا اخْتِلَافَ فِي الْمَالِيَّةِ.

فرمایا: جب کسی شخص نے بیع میں ثمن کو مطلق بیان کیا تو یہ شہر کے رائج ثمن پر محمول ہوگا کیونکہ یہ ہی متعارف ہے اور
اسی میں بیع کے جائز ہونے کی طلب اور تحرری بھی ہے لہذا اسی کی جانب پھیر دیا جائے گا۔ لیکن اگر نقد مختلف مالیت کے ہوں تو بیع
فاسد ہو جائے گی مگر یہ کہ خریدار کوئی ایک طرح کے نقد بیان کر دے اور یہ اس صورت میں ہے جب سارے نقد و رواج میں برابر
ہوں اس لیے کہ اب جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہوگی البتہ بیان اور نقد میں سے کسی ایک کے سب سے زیادہ رائج
اور غالب ہونے کی وجہ سے جہالت دور ہو جائے گی لہذا اس وقت طلب جواز کے پیش نظر اسی کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ اور یہ حکم
اس وقت ہے جب نقد مالیت میں مختلف ہوں لیکن اگر یہ نقد مالیت میں برابر ہوں جیسے آج کل سرقند میں ثانی، ثلاثی اور نصرتی ہیں
اور فرغانہ میں عدالی کے سلسلہ میں اختلاف ہے تو بیع جائز ہوگی بشرطیکہ لفظ درہم کا اطلاق کیا ہو اسی طرح متاخرین مشائخ نے بیان
کیا ہے اور یہ اطلاق بیان کردہ مقدار کی طرف پھیرا جائے گا خواہ وہ کسی بھی نوع کی ہو کیونکہ نہ تو کوئی منازعت ہے اور نہ ہی مالیت
میں اختلاف ہے۔

اختلاف جنس کی صورت میں کمی بیشی کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الطَّعَامِ وَالْحُبُوبِ مُكَابِلَةً وَمُجَازَفَةً) وَهَذَا إِذَا بَاعَهُ بِخِلَافِ جَنْسِهِ لِقَوْلِهِ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِذَا اخْتَلَفَ النُّوْعَانِ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ يَدًا بِيَدٍ) "
بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَهُ بِجَنْسِهِ مُجَازَفَةً لِمَا فِيهِ مِنْ احْتِمَالِ الرِّبَا وَلِأَنَّ الْجَهَالََةَ غَيْرُ مَانِعَةٍ مِنْ
التَّسْلِيمِ وَالتَّسْلِيمِ فَشَابَهُ جَهَالََةُ الْقِيَمَةِ.

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيَانُ بَعْضِهِ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ وَبِوزْنٍ حَجَرٍ بَعْضِهِ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ)؛ لِأَنَّ
الْجَهَالََةَ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ لِمَا أَنَّهَا يَتَعَجَّلُ فِيهِ التَّسْلِيمُ فَيَنْدُرُ هَلَاكُهُ قَبْلَهُ بِخِلَافِ السَّلَمِ
؛ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ فِيهِ مُتَاخِرٌ وَلِلْهَلَاكِ لَيْسَ بِنَادِرٍ قَبْلَهُ فَتَحَقُّقُ الْمُنَازَعَةِ. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا
يَجُوزُ فِي الْبَيْعِ أَيْضًا، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ وَأَظْهَرُ

فرمایا کہ گندم اور دیگر اناج کو ناپ کر اور اندازے سے بیچنا جائز ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب اسے خلاف جنس کے عوض فروخت کیا کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے جب دونوں قسم مختلف ہوں تو حسب چاہو انہیں فروخت کرو برخلاف اس کی جنس کے عوض اندازے سے بیچنے کے اس لئے کہ اس میں ربوا کا احتمال ہے اور اس لیے بھی کہ مقدار کی جہالت دینے اور لینے سے مانع نہیں ہے لہذا یہ قیمت مجہول ہونے کے مشابہ ہو گیا۔

فرمایا: ایک غیر معروف المقدار معین برتن اور اسی طرح ایک غیر معروف المقدار معین پتھر کے عوض بیع درست ہے اس لیے کہ یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے نیز اس میں فی الحال سپردگی بھی ہے تو اس ثمن کا بیع کی سپردگی سے ہلاک ہونا نادر ہے برخلاف ثمن کے کیونکہ اس میں سپردگی متاخر ہوتی ہے اور اس پہلے ثمن کا ہلاک ہونا نادر نہیں ہے لہذا وہاں منازعت ثابت ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بیع میں بھی یہ صورت ناجائز ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

تفریق عقد پر جواز وعدم جواز کا بیان

(قَالَ وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلِّ قَفِيزٍ بِدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ فِي قَفِيزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا أَنْ يُسَمَّى جُمْلَةً قَفْزَانِهَا وَقَالَ لَا يَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ) لَهُ أَنَّهُ تَعَذَّرَ الصَّرْفُ إِلَى الْكُلِّ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ فَيُصْرَفُ إِلَى الْأَقْلِ وَهُوَ مَعْلُومٌ، وَإِلَّا أَنْ تَزُولَ الْجَهَالَةُ بِتَسْمِيَةِ جَمِيعِ الْقَفْزَانِ أَوْ بِالْكَيْلِ فِي الْمَجْلِسِ، وَصَارَ هَذَا كَمَا لَوْ أَقَرَّ وَقَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ كُلِّ دِرْهَمٍ فَعَلَيْهِ دِرْهَمٌ وَاحِدٌ بِالْإِجْمَاعِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْجَهَالَةَ بِيَدِهِمَا إِذَا تَنَهَّاهَا وَمِثْلُهَا غَيْرُ مَانِعٍ، وَكَمَا إِذَا بَاعَ عَبْدًا مِنْ عَبْدَيْنِ عَلَى أَنَّ الْمُشْتَرِيَ بِالْخِيَارِ .

ثُمَّ إِذَا جَازَ فِي قَفِيزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَلِلْمُشْتَرِيَ الْخِيَارُ لِتَفَرُّقِ الصَّفَقَةِ عَلَيْهِ، وَكَذَا إِذَا كَيْلَ فِي الْمَجْلِسِ أَوْ سَمِيَ جُمْلَةً قَفْزَانِهَا؛ لِأَنَّهُ عَلِمَ ذَلِكَ الْآنَ فَلَهُ الْخِيَارُ، كَمَا إِذَا رَأَاهُ وَلَمْ يَكُنْ رَأَاهُ وَقَتَّ الْبَيْعَ

فرمایا اور جب کسی شخص نے غلے کا ڈھیر بیچا اس طرح کہ ہر قفیز ایک درہم میں فروخت کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صرف ایک میں بیع جائز ہوگی مگر یہ کہ بیچنے والا اس ڈھیر کے تمام قفیروں کو بیان کر دے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ بیع اور ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے تمام قفیروں کی طرف صرف بیع ناممکن ہے لہذا اقل کی طرف بیع کو پھیر دیا جائے گا اور اقل معلوم ہے البتہ تمام قفیروں کو بیان کرنے یا مجلس عقد میں اسے ناپنے سے جہالت دور ہو جائے گی اور یہ ایسا ہو گیا کہ مثلاً کسی نے کسی کے لئے مال کا اقرار کرتے ہوئے یوں کہا کہ فلاں کے مجھ پر کل درہم ہیں تو بالاتفاق اس پر ایک ہی درہم واجب ہوگا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسی جہالت ہے جس کا ازالہ ان کے عقد کر

نیوالوں کے ہاتھ میں ہے اور اس طرح کی جہالت جواز عقد سے مانع نہیں ہوتی جس طرح کہ اگر کسی نے ایک غلام کو دو غلاموں کے عوض خریدار کے لئے خیار شرط کے ساتھ فروخت کیا پھر جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک قفیز میں بیع درست ہے تو خریدار پر تفرق صفہ کی وجہ سے اسے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا ایسے ہی جب مجلس میں ناپ لیا گیا یا مجلس عقد ہی میں تمام قفیزوں کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ خریدار کو تو اب اس کا علم ہوا ہے لہذا اسے اختیار حاصل ہوگا جیسا کہ اس صورت میں جب پہلے بیع کو دیکھا ہو اور بوقت بیع اسے نہ دیکھا ہو۔

بکریوں کا ریوڑ ایک درہم ایک بکری کے بدلے خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ قَطِيعَ غَنَمٍ كُلَّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ فَسَدَ الْبَيْعُ فِي جَمِيعِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَلِكَ مَنْ بَاعَ ثَوْبًا مُذَارَعَةً كُلَّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ يُسَمَّ جُمْلَةَ الذِّرَاعَاتِ، وَكَانَ كُلُّ مَعْدُودٍ مُتَفَاوِتٍ، وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ فِي الْكُلِّ لِمَا قُلْنَا، وَعِنْدَهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الْوَاحِدِ) لِمَا بَيَّنَّا غَيْرَ أَنَّ بَيْعَ شَاةٍ مِنْ قَطِيعِ غَنَمٍ وَذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ لَا يَجُوزُ لِلتَّفَاوُتِ .

وَبَيْعُ قَفِيزٍ مِنْ صُبْرَةٍ يَجُوزُ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ فَلَا تَنْطَضِي الْجَهَالَةُ إِلَى الْمُنَازَعَةِ فِيهِ، وَتَقْضَى إِلَيْهَا فِي الْأَوَّلِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ .

اور اگر کسی نے فی بکری ایک درہم کے حساب سے بکریوں کا ریوڑ فروخت کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام بکریوں کی بیع فاسد ہوگی اسی طرح اگر فی گز ایک درہم کے عوض گزوں کی پیمائش سے کوئی کپڑا فروخت کیا اور پورے گز کو بیان نہیں کیا اسی طرح ہر معدود متفاوت میں بھی بیع فاسد ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں بیع جائز ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع صرف ایک کی طرف راجع ہوگی لیکن ریوڑ سے ایک بکری کی اور کپڑے ایک گز کی بیع درست نہیں ہوگی کیونکہ ان میں تفاوت ہے اور ڈھیر سے ایک قفیز کی بیع جائز ہوگی کیونکہ وہاں تفاوت نہیں ہے چنانچہ قفیز والی صورت میں جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے اور پہلے میں جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے لہذا دونوں صورتوں میں فرق واضح ہو گیا۔

بیع مکمل ہونے سے پہلے صفہ میں فرق ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ابْتَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ عَلَى أَنَّهَا مِائَةٌ قَفِيزٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا أَقَلَّ كَانَ الْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْمَوْجُودَ بِحَصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ) لِتَفَرُّقِ الصَّفَقَةِ عَلَيْهِ قَبْلَ التَّمَامِ، فَلَمْ يَتِمَّ رِضَاهُ بِالْمَوْجُودِ، وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ فَالزِّيَادَةُ لِلْبَائِعِ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ وَقَعَ عَلَى مِقْدَارٍ مُعَيَّنٍ وَالْقَدْرُ لَيْسَ بِوَصْفٍ

(وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَى أَنَّهُ عَشْرَةُ أَذْرُعَ بَعَشْرَةِ دَرَاهِمٍ أَوْ أَرْضًا عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا أَقْلَ فَاَلْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجُمْلَةِ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ، لِأَنَّ الذِّرَاعَ وَصَفَ فِي الثَّوْبِ، أَلَا يَرَى أَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ، وَالْوَصْفُ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ كَأَطْرَافِ الْحَيَوَانِ فَلِهَذَا يَأْخُذُهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ، لِأَنَّ الْمِقْدَارَ يُقَابِلُهُ الثَّمَنُ فَلِهَذَا يَأْخُذُهُ بِحَصَّتِهِ، إِلَّا أَنَّهُ يَتَخَيَّرُ لِفَوَاتِ الْوَصْفِ الْمَذْكُورِ لِتَغْيِيرِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَيَتَحَتَّلُ الرِّضَا.

قَالَ (وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ مِنَ الذِّرَاعِ الَّذِي سَمَّاهُ فَهُوَ لِلْمُشْتَرِي وَلَا خِيَارَ لِلْبَائِعِ)؛ لِأَنَّهُ صِفَةٌ فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ مَا إِذَا بَاعَهُ مَعِيًّا، فَإِذَا هُوَ سَلِيمٌ

فرمایا: اگر کسی شخص نے غلے کا کوئی ڈھیر اس شرط پر خریدا کہ یہ سو قفیز ہیں اور سو درہم میں ہیں پھر خریدار نے انہیں کم پایا تو خریدار کو اختیار ہوگا اگر اس کا دل کہے تو موجودہ قفیز کو ان کی تعداد کے مطابق قیمت دے کر لے لے اور چاہے تو بیع کو نسخ کر دے اس لئے کہ بیع پوری ہونے سے پہلے اس پر صفحہ متفرق ہو گیا لہذا موجودہ قفیز سے اس کی رضا مندی تام نہیں ہوئی۔ اور اگر خریدار نے قفیز کو زیادہ پایا تو زیادتی بیچنے والے کی ہوگی کیونکہ ایک متعین مقدار پر بیع ہوئی تھی اور مقدار وصف نہیں ہے۔

اور جب کسی نے اس شرط پر کوئی چیز خریدا کہ یہ دس گزدس درہم میں ہے یا کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ وہ سو ذراع ہے اور سو درہم میں ہے پھر خریدار نے انہیں کم پایا تو اسے اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس مقدار کو پورے ثمن کے عوض لے لے اور اگر اس کا دل کہے تو چھوڑ دے اس لئے کہ ذراع کپڑے کا وصف ہے چنانچہ ہے کہ وہ طول و عرض کا نام ہے اور وصف کے مقابلہ میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتا جیسے حیوان کے اطراف لہذا اسی وجہ سے خریدار اسے پورے ثمن کے عوض لے گا برخلاف پہلے والے مسئلہ کے کیونکہ مقدار کے بالمقابل ثمن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں خریدار موجودہ مقدار کو اسی کے بقدر ثمن دے کر لے گا البتہ خریدار کو اختیار ہوگا کیونکہ معقود علیہ کی تبدیلی سے وصف مذکور فوت ہو گیا اس لئے خریدار کی رضا مندی میں خلل ہوگا اور اگر بیع کو بیان کردہ گزوں سے زیادہ پایا تو خریدار کے ہوں گے اور بیچنے والے کوئی اختیار نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایک صفت ہے لہذا یہ اس طرح ہو گیا کہ جب بیچنے والے نے ایک عیب دار چیز فروخت کی اور پھر وہ درست ثابت ہوئی۔

ذکر کے سبب وصف کے اصل ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ بِعْتُكَهَا عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً، فَاَلْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِحَصَّتِهَا مِنَ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ)؛ لِأَنَّ الْوَصْفَ وَإِنْ كَانَ تَابِعًا لِكُنْهِ صَارَ أَصْلًا بِإِفْرَادِهِ بِذِكْرِ الثَّمَنِ فَيَنْزِلُ كُلُّ ذِرَاعٍ مِائَةَ ثَوْبٍ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَوْ أَخَذَهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ لَمْ يَكُنْ أَخَذًا لِكُلِّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ (وَإِنْ وَجَدَهَا زَائِدَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ

أَخَذَ الْجَمِيعَ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَّ الْبَيْعَ لِأَنَّهُ إِنْ حَصَلَ لَهُ الزِّيَادَةُ فِي الذَّرْعِ تَلَزُمُهُ زِيَادَةُ الثَّمَنِ لَكَانَ لَفْعًا يَشُوْبُهُ ضَرَرٌ لِيَتَخَيَّرَ، وَآلَمَّا يَلْزُمُهُ الزِّيَادَةُ لِمَا بَيْنَا أَنَّهُ صَارَ أَضْلًا، وَلَوْ أَخَذَهُ بِالْأَقْلَى لَمْ يَكُنْ أَخِذًا بِالْمَشْرُوطِ

اور اگر بیچنے والے نے یوں کہا کہ میں نے تم سے یہ کپڑے اس شرط پر بیچے کہ سو گز سودرہم کے عوض فی گز ایک درہم کے حساب سے ہے پھر خریدار نے انہیں کم پایا تو اسے اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو موجودہ کپڑے کو اس کے حصے کا ثمن دے کر لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے اس لئے کہ وصف اگر چہ تابع تھا لیکن اس کا علیحدہ ثمن ذکر کرنے کی وجہ سے وہ اصل بن گیا لہذا ہر گز کو علیحدہ کپڑے کے درجے میں اتار لیا جائے گا اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اگر خریدار موجودہ کپڑے کو کل ثمن کے عوض لے گا تو وہ ہر گز ایک درہم کے عوض لینے والا نہیں ہوگا۔ اور اگر خریدار ان کپڑوں کو سو گز سے زیادہ پائے تو بھی اسے اختیار ہوگا اگر چاہے تو ہر گز فی درہم کے حساب سے پورا لے لے اور اس کا دل کے تو بیع کو فسخ کر دے اس لئے کہ اگر اسے گز میں زیادہ ملی ہے تو اس پر ثمن کا اضافہ بھی ضروری ہوگا تو یہ ایسا نفع ہو گیا جس میں نقصان کی آمیزش ہے لہذا اس اختیار ملے گا اور خریدار پر زیادہ ثمن اس وجہ سے لازم ہوئی ہے کہ ذراع اصل بن گیا ہے اور اگر موجودہ کپڑے کو خریدار کم ثمن کے عوض لے گا تو وہ مشروط کئے ہوئے عوض کی مقدار سے لینے والا نہیں ہوگا۔

سو گزوں میں سے دس گز گھر خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَشْرَةَ أَذْرُعَ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ دَارٍ أَوْ حَمَامٍ فَابْتَاعَ فَايِسَدَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: هُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ اشْتَرَى عَشْرَةَ أَشْهُمٍ مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ جَازَ لِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لَهُمَا أَنَّ عَشْرَةَ أَذْرُعَ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ عَشْرُ الدَّارِ فَاشْتَبَهَ عَشْرَةَ أَشْهُمٍ. وَلَهُ أَنَّ الذَّرْعَ اسْمٌ لِمَا يَذْرَعُ بِهِ، وَاسْتُعِيرَ لِمَا يَحْتَلُّ الذَّرْعُ وَهُوَ الْمُعَيَّنُ دُونَ الْمَشَاعِ، وَذَلِكَ غَيْرُ مَعْلُومٍ، بِخِلَافِ السَّهْمِ.

وَلَا فَرْقَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ بَيْنَ مَا إِذَا عَلِمَ مِنْ جُمْلَةِ الذَّرَاعِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ هُوَ الصَّحِيحُ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ الْخَصَّافُ لِبَقَاءِ الْجَهَالَةِ.

جس شخص نے کسی گھریا حمام کے سو گزوں میں سے دس گز خریدنا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں بیع فاسد ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور اگر کسی نے سو حصوں میں سے دس حصے خرید لئے تو سب کے یہاں بیع جائز ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ سو گزوں میں سے دس گز گھر کا دسواں حصہ ہے لہذا یہ دس حصوں کے مشابہ ہو گیا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ذراع آلہء پیمائش کا نام ہے اور مذروع کے لئے اسے مستعار لے لیا گیا ہے اور مذروع معین ہے نہ کہ مشاع اور یہ نام معلوم ہے برخلاف حصے کے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام گزوں کے علم یا عدم علم سے کوئی فرق نہیں ہوگا یہی صحیح ہے برخلاف امام خصاف کے قول کے کہ

جہالت باقی ہے۔

بیع یا ثمن مجہول ہونے کے سبب فساد بیع کا بیان

وَلَوْ اشْتَرَى عَذْلًا عَلَى أَنَّهُ عَشْرَةُ اثْوَابٍ فَإِذَا هُوَ تِسْعَةٌ أَوْ أَحَدٌ عَشَرَ فَسَدَ الْبَيْعُ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ أَوْ الثَّمَنِ (وَلَوْ بَيَّنَّ لِكُلِّ ثَوْبٍ ثَمَنًا جَازًا فِي فَضْلِ النُّقْصَانِ بِقَدْرِهِ وَلَهُ الْخِيَارُ، وَلَمْ يَجْزُ فِي الزِّيَادَةِ) لِجَهَالَةِ الْعَشْرَةِ الْمَبِيعَةِ .

وَقِيلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَجُوزُ فِي فَضْلِ النُّقْصَانِ أَيْضًا وَلَيْسَ بِصَحِيحٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ عَلَى أَنَّهُمَا هَرَوِيَّانِ فَإِذَا أَحَدُهُمَا مَرُورِيٌّ حَيْثُ لَا يَجُوزُ فِيهِمَا، وَإِنْ بَيَّنَّ ثَمَنَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا؛ لِأَنَّهُ جَعَلَ الْقَبُولَ فِي الْمَرُورِيِّ شَرْطًا لَجَوَازِ الْعَقْدِ فِي الْهَرَوِيِّ، وَهُوَ شَرْطٌ فَاسِدٌ وَلَا قَبُولَ يُشْتَرَطُ فِي الْمَعْدُومِ فَافْتَرَقَا .

اور اگر کسی نے کپڑے کی کوئی گٹھری اس شرط پر خریدی کہ یہ دس تھان ہیں لیکن وہ نو یا گیارہ تھان نکلے تو بیع یا ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر بیچنے والے نے ہر تھان کا ثمن بیان کر دیا تو تھان کم نکلنے کی صورت میں موجودہ مقدار کی بیع درست ہوگی اور خریدار کو اختیار ملے اور زیادہ نکلنے کی صورت میں بیع درست نہیں ہوگی اس لئے کہ فروخت کردہ دس تھان مجہول ہیں ایک قول یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تھان کم نکلنے کی صورت میں بھی بیع جائز نہیں ہے لیکن یہ صحیح قول نہیں ہے برخلاف اس صورت کے جب کسی نے ہروی ہونے کی شرط پر دو تھان خریدے پھر ان میں سے ایک مروی نکل آیا تو دونوں کی بیع جائز نہیں ہے اگرچہ ہر ایک کا ثمن بھی بیان کر دیا ہو اس لئے کہ بیچنے والے نے ہروی کی بیع میں مروی کے قبول کرنے کی شرط لگادی ہے اور یہ شرط فاسد ہے اور معدوم قبول شرط نہیں ہوا کرتا لہذا دونوں مسئلے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

شرط کا ذراع کے ساتھ مقید ہونے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى ثَوْبًا وَاحِدًا عَلَى أَنَّهُ عَشْرَةُ أَذْرُعٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدَرَاهِمٍ فَإِذَا هُوَ عَشْرَةٌ وَنِصْفٌ أَوْ تِسْعَةٌ وَنِصْفٌ، قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يَأْخُذُهُ بِعَشْرَةٍ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي يَأْخُذُهُ بِتِسْعَةٍ إِنْ شَاءَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يَأْخُذُهُ بِأَحَدٍ عَشَرَ إِنْ شَاءَ، وَفِي الثَّانِي يَأْخُذُهُ بِعَشْرَةٍ إِنْ شَاءَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَأْخُذُ فِي الْأَوَّلِ بِعَشْرَةٍ وَنِصْفٍ إِنْ شَاءَ، وَفِي الثَّانِي بِتِسْعَةٍ وَنِصْفٍ وَبِخَيْرٍ؛ لِأَنَّ مِنْ ضَرُورَةِ مُقَابَلَةِ الذِّرَاعِ بِالذِّرَاهِمِ مُقَابَلَةً نِصْفِهِ بِنِصْفِهِ فَيَجْرِي عَلَيْهِ

حُكْمُهَا. وَلَا بِيَّ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَمَّا أَفْرَدَ كُلُّ ذِرَاعٍ بَدَلَ نَزَلَ كُلُّ ذِرَاعٍ مَنَزِلَةً تُؤَبِّ عَلَى حِدَةٍ وَقَدْ انْتَقَضَ .

وَلَا بِيَّ حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الذِّرَاعَ وَصَفَ فِي الْأَصْلِ، وَإِنَّمَا أَخَذَ حُكْمَ الْمِقْدَارِ بِالشَّرْطِ وَهُوَ مُقَيَّدٌ بِالذِّرَاعِ، فَعِنْدَ عَدَمِهِ عَادَ الْحُكْمُ إِلَى الْأَصْلِ .

وَقِيلَ فِي الْكَرْبَاسِ الَّذِي لَا يَتَفَاوَتْ جَوَانِبُهُ لَا يَطِيبُ لِلْمُشْتَرِي مَا زَادَ عَلَى الْمَشْرُوطِ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْزُونِ حَيْثُ لَا يَضُرُّهُ الْقَصْلُ، وَعَلَى هَذَا لَوْ قَالُوا: يَجُوزُ بَيْعُ ذِرَاعٍ مِنْهُ .

اور کسی نے پکڑے کا ایک تھان اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے اور ایک درہم میں ہے لیکن وہ تھان ساڑھے دس یا ساڑھے نو گز کا نکلا تو اس سلسلے یہ امام اعظم یہ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں خریدار اسے دس درہم کے عوض بغیر کسی اختیار کے لے لے گا اور دوسری صورت میں اگر خریدار چاہے تو نو درہم میں لے لے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر خریدار چاہے تو پہلی صورت میں اسے گیارہ درہم کے عوض لے لے اور دوسری صورت میں اگر لینا چاہے تو دس درہم کے عوض لے لے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر خریدار کا دل کہے تو پہلی صورت میں وہ تھان ساڑھے دس درہم کے عوض اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درہم میں لے لے اور اسے اختیار حاصل ہوگا اس لئے کہ درہم کے ساتھ گز کا مقابلہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نصف کا بھی نصف سے مقابلہ ہو پس نصف پر مقابلے کا حکم ہوگا امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ جب بیچنے والے نے ہر گز کا الگ بدل بیان کر دیا تو ہر گز کو الگ تھان کے درجے میں اتار لیا جائے گا اور یہاں وہ کم ہو گیا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ذراع اصل میں وصف ہے اور شرط کی وجہ سے اسے مقدار کا حکم ملا ہے اور شرط ذراع کے ساتھ مقید ہے پس شرط معدوم ہونے کی صورت میں حکم اصل کی طرف لوٹ آئے گا ایک قول یہ ہے کہ وہ کرباس جس کے کناروں فرق نہیں ہوتا اس میں خریدار کے لئے مشروط مقدار پر ہونے والی زیادتی حلال نہیں ہے کیونکہ وہ موزون کے درجے میں ہے چنانچہ علاحدگی اس کے لئے مضر نہیں ہے اسی بنا پر فقہاء نے فرمایا: اس میں سے ایک گز کی بیع جائز ہے۔

فصل

﴿یہ فصل بطور تابع ہو کر بیع میں شامل چیزوں کے بیان میں ہے﴾

بیع میں تابع اشیاء فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمہ اللہ نے اس سے پہلے بیوع کے بنیادی و اساسی مسائل کو ذکر کیا ہے جو مسائل دیگر مسائل کے لئے بطور قواعد یا اساس بنتے ہیں۔ جس میں ثمن و بیع کے ایجاب و قبول و دیگر التزامی مسائل کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اب یہاں سے مصنف رحمہ اللہ ان چیزوں کا بیان کر رہے ہیں جو صراحت کے ساتھ تو بیع کے ساتھ مذکور نہیں ہوا کرتے البتہ حکم کے اعتبار سے اور بیع کے تابع ہو کر اس میں داخل ہوتی ہیں۔ اور یہ اصول ہے کہ تابع ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔

علامہ ابن محمود باہر قی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ فصل دو بنیادی قواعد پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس عرف کے مطابق بیع کا نام شامل ہو وہ بیع میں داخل ہوگی خواہ اس کا ذکر صراحت کے ساتھ نہ کیا جائے۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے ہر وہ چیز اتصال اقرار کے ساتھ بیع کے ساتھ ملی ہوئی ہے وہ بھی تابع ہو کر بیع میں شامل ہوگی۔ (عنا یہ شرح اہدایہ، کتاب بیوع، بیروت)

گھر میں عمارت کے داخل ہونے کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ بِنَاؤُهَا فِي الْبَيْعِ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ، لِأَنَّ اسْمَ الدَّارِ يَتَأَوَّلُ الْعُرْصَةَ وَالْبِنَاءَ فِي الْعُرْفِ) وَلِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا اتِّصَالٌ قَرَارٌ فَيَكُونُ قَبْعًا لَهُ .

(وَمَنْ بَاعَ أَرْضًا دَخَلَ مَا فِيهَا مِنَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّهِ) لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا لِلْقَرَارِ فَاشْتَبَهَ الْبِنَاءَ (وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ فِي بَيْعِ الْأَرْضِ إِلَّا بِالتَّسْمِيَةِ) لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا لِلْفَصْلِ فَشَابَهَ الْمَتَاعَ الَّذِي فِيهَا .

اور جب کسی نے کوئی مکان بیچا تو اس کی عمارت بھی بیع میں داخل ہوگی خواہ اس کو ذکر نہ کرے کیونکہ عرف میں لفظ دار صحن اور عمارت دونوں کو شامل ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ عمارت کو زمین کے ساتھ اتصال قرار حاصل ہے لہذا وہ مکان کے تابع ہوگی اور جب کسی شخص نے کوئی زمین فروخت کی تو اس زمین میں موجود کھجور اور دیگر چیزوں کے درخت بھی بیع میں داخل ہوں گے اگر چہ ان کی صراحت نہ کی ہو اس لئے کہ درخت زمین کے ساتھ برقرار رہنے کے لئے متصل ہیں تو یہ عمارت کے مشابہ ہو گئے اور کھیتی بغیر بیان کے زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوگی کیونکہ وہ زمین سے جدا ہونے کے لئے متصل ہے لہذا یہ گھر میں موجود سامان کے مشابہ ہو گئی۔

کھجور کی بیج پر پھل بیچنے والا کا ہونے کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا أَوْ شَجَرًا فِيهِ ثَمَرٌ لِّثَمَرِهِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِكَ الْمُتَبَاعُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ (مَنْ اشْتَرَى أَرْضًا لَهَا نَخْلٌ فَالثَّمَرَةُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِكَ الْمُتَبَاعُ) وَلِأَنَّ الْإِتِّصَالَ
وَأَنَّ كَانَ خِلْقَةً فَهُوَ لِلْقَطْعِ لَا لِلْبَقَاءِ فَصَارَ كَالزَّرْعِ .

(وَيُقَالُ لِلْبَائِعِ أَقْطَعَهَا وَسَلِّمَ الْمَبِيعَ) وَكَذَا إِذَا كَانَ فِيهَا زَرْعٌ، لِأَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِي مَشْغُولٌ
بِمِلْكِ الْبَائِعِ فَكَانَ عَلَيْهِ تَفْرِيعُهُ وَتَسْلِيمُهُ، كَمَا إِذَا كَانَ فِيهِ مَتَاعٌ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُتْرَكُ حَتَّى يَظْهَرَ صِلَاحُ الثَّمَرِ وَيُسْتَحْصَدُ الزَّرْعُ لِأَنَّ الْوَاجِبَ
إِنَّمَا هُوَ التَّسْلِيمُ الْمُعْتَادُ، وَالْمُعْتَادُ أَنْ لَا يُقْطَعَ كَذَلِكَ وَصَارَ كَمَا إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْإِجَارَةِ
وَلَفِيَ الْأَرْضُ زَرْعًا .

قُلْنَا: هُنَاكَ التَّسْلِيمُ وَاجِبٌ أَيْضًا حَتَّى يُتْرَكَ بِأَجَرٍ، وَتَسْلِيمُ الْعَوَضِ كَتَسْلِيمِ الْمُعَوَّضِ، وَلَا
فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ الثَّمَرُ بِحَالٍ لَهُ قِيَمَةٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّحِيحِ وَيَكُونُ فِي الْحَالَيْنِ لِلْبَائِعِ
لِأَنَّ بَيْعَهُ يَجُوزُ فِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ عَلَى مَا تَبَيَّنَ فَلَا يَدْخُلُ فِي بَيْعِ الشَّجَرِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ .

اور جب کسی نے کھجور کا درخت یا کوئی پھل دار درخت بیچا تو اس کے پھل بیچنے والا کے ہوں گے مگر یہ کہ خریدار انہیں
بھی لینے کی شرط لگا دے اس لئے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسی زمین خریدی جس میں کھجور کا درخت ہو تو اس کے
پھل بیچنے والا کے ہوں گے مگر جب خریدار شرط لگا دے اور اس لئے بھی کہ اگر چہ درختوں کے ساتھ پھلوں کا اتصال پیدا ہوتا ہے مگر وہ
پھر بھی توڑنے ہی کے لئے ہے بقاء کے لئے نہیں ہے اور یہ کھیتی کی طرح ہو گئے اور بیچنے والا سے کہا جائے گا کہ پھلوں کو توڑ کر بیع
خریدار کے حوالے کر دے اور اسی طرح اگر زمین میں کھیتی ہو کیونکہ خریدار کی ملکیت بیچنے والے کی ملکیت کیساتھ مشغول ہے لہذا اس کو
خالی کر کے خریدار کے حوالے کرنا بیچنے والے کی ذمہ داری ہو جیسے کہ اس صورت میں جب مکان میں بیچنے والا کا سامان ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پھل اور کھیتی دونوں کو چھوڑ دیا جائے جب تک کہ پھل کی منفعت ظاہر ہو جائے اور کھیتی کا ثلثی
جائے اس لئے کہ معاد طریقے سے ہی سپرد کرنا واجب ہے اور عادتاً ظہور منفعت سے پہلے پھلوں کو نہیں توڑا جاتا اور یہ ایسا ہو گیا
جب زمین میں کھیتی رہتے ہوئے اجارہ کی مدت ختم ہو جائے ہم کہتے ہیں کہ بقائے کھیتی کی صورت میں بھی زمین کی سپردگی ضروری
ہے یہی وجہ ہے کہ زمین کو اجرت پر چھوڑا جاتا ہے اور عوض کی سپردگی کی طرح ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق کوئی فرق
نہیں ہے اس صورت میں جب پھل ایسی حالت میں ہوں کہ ان کی قیمت یا ان کی قیمت نہ ہو اور دونوں صورتوں میں وہ بیچنے والا کے
ہوں گے اس لئے کہ دو میں سے صحیح روایت کے مطابق ان کی بیع جائز ہے جیسا کہ ہم آگے اسے بیان کریں گے لہذا پھل صراحت
کیساتھ بیع ارض میں داخل نہیں ہوں گے۔

بیع ہونے کی حالت میں زمین بیچنے کا بیان

وَأَمَّا إِذَا بَاعَتِ الْأَرْضُ وَقَدْ بَدَرَ فِيهَا صَاحِبُهَا وَلَمْ يَنْبُتْ بَعْدُ لَمْ يَدْخُلْ فِيهِ ؛ لِأَنَّهُ مُودَعٌ فِيهَا كَالْمَتَاعِ .

وَلَوْ نَبَتْ وَلَمْ تَصِرْ لَهُ قِيمَةٌ فَقَدْ قِيلَ لَا يَدْخُلُ فِيهِ ، وَقَدْ قِيلَ يَدْخُلُ فِيهِ ، وَكَانَ هَذَا بِنَاءً عَلَى الْإِخْتِلَافِ فِي جَوَازِ بَيْعِهِ قَبْلَ أَنْ تَنَالَهُ الْمَشَافِرُ وَالْمَنَاجِلُ ، وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ وَالشَّعِيرُ بِذِكْرِ الْحُقُوقِ وَالْمَرَافِقِ ؛ لِأَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْهُمَا .

وَلَوْ قَالَ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ لَهُ فِيهَا وَمِنْهَا مِنْ حُقُوقِهَا أَوْ قَالَ مِنْ مَرَافِقِهَا لَمْ يَدْخُلْ فِيهِ لِمَا قُلْنَا ، وَإِنْ لَمْ يَقُلْ مِنْ حُقُوقِهَا أَوْ مِنْ مَرَافِقِهَا دَخَلَ فِيهِ .

وَأَمَّا الشَّعِيرُ الْمَجْدُودُ وَالزَّرْعُ الْمَحْصُودُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَتَاعِ لَا يَدْخُلُ إِلَّا بِالتَّصْرِيحِ بِهِ .

اور جب زمین اس حال میں فروخت کی گئی کہ زمین کے مالک نے اس میں بیج ڈال دیا تھا اور ابھی تک وہ اگا نہیں تھا تو بیج زمین کی بیج میں داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ سامان کی طرح یہ بھی زمین میں رکھا ہوا ہے اور اگر بیج اگ گیا لیکن ابھی تک اس کی کوئی قیمت نہیں لگی ہے تو ایک قول یہ کہ وہ بیج میں داخل نہیں ہوگا اور ایک قول یہ کہ داخل ہو جائے گا اور ایسا لگتا ہے کہ یہ اختلاف درانیوں سے کاٹنے اور ہونٹوں سے پکڑنے سے قبل اس کی جواز بیع کے متعلق ہونے والے اختلاف پر مبنی ہے اور کھیتی اور پھل حقوق اور مرافق کی صراحت سے بیج میں داخل نہیں ہوں گے کیونکہ وہ دونوں حقوق اور مرافق میں سے نہیں ہے۔ اور اگر بیچنے والے نے یہ کہا کہ ہر قلیل و کثیر کیساتھ جو اس بیج میں موجود ہیں یا بیج سے یا اس کے حقوق اور مرافق میں سے ہو تو بھی کھیتی اور پھل بیج میں داخل نہیں ہوں گے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا اور اگر من حقوقها یا من مرافقها نہیں کہا تو وہ دونوں بیج میں داخل ہو جائیں گے لیکن توڑے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی صراحت کے بغیر بیج میں داخل نہیں ہوگی کیونکہ یہ سامان کے درجہ میں ہے۔

بچے یکے پھلوں کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا أَوْ قَدْ بَدَا جَازَ الْبَيْعِ) ؛ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ ، إِمَّا لِكُونِهِ مُتَّفَعًا بِهِ فِي الْحَالِ أَوْ فِي الثَّانِي ، وَقَدْ قِيلَ لَا يَجُوزُ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ (وَعَلَى الْمُشْتَرِي قِطْعُهَا فِي الْحَالِ) تَفْرِيعًا لِمَلِكِ الْبَائِعِ ، وَهَذَا إِذَا اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا أَوْ بِشَرْطِ الْقَطْعِ .

فرمایا: اگر کسی شخص نے ایسے پھل فروخت کیے جن کی صلاح ظاہر نہیں ہوئی یا ظاہر ہو گئی تو دونوں صورتوں میں بیع جائز ہوگی اس لئے کہ وہ پھل مال متقوم ہے یا تو فی الحال اس کے قابل انتفاع ہونے کی وجہ یا آگے چل کر قابل انتفاع ہونے کی وجہ سے

ایک قول یہ ہے کہ بدو مصالح سے پہلے پھلوں کی بیج جائز نہیں ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے اور بیچنے والے کی ملکیت خالی کرنے کے لئے خریدار پر فوراً وہ پھل توڑنا واجب ہے اور بیج اس صورت میں جائز ہے جب پھلوں کو مطلقاً خریدا ہو یا توڑنے کی شرط کیساتھ خریدا ہو۔

درختوں پر پھل چھوڑنے کی شرط کے سبب فساد بیج کا بیان

(وَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى النَّخِيلِ فَسَدَ الْبَيْعُ) ؛ لِأَنَّهُ شَرَطَ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَهُوَ شَعْلُ مِلْكِ الْغَيْرِ أَوْ هُوَ صَفْقَةٌ فِي صَفْقَةٍ وَهُوَ إِعَارَةٌ أَوْ إِجَارَةٌ فِي بَيْعٍ، وَكَذَا بَيْعُ الزَّرْعِ بِشَرَطِ التَّرْكِ لِمَا قُلْنَا، وَكَذَا إِذَا تَنَاهَى عِظْمُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ لِمَا قُلْنَا، وَاسْتَحْسَنَهُ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لِلْعَادَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَتَنَاهَ عِظْمُهَا ؛ لِأَنَّهُ شَرَطَ فِيهِ الْجُزْءُ الْمَعْدُومُ وَهُوَ الَّذِي يَزِيدُ لِمَعْنَى مِنَ الْأَرْضِ أَوْ الشَّجَرِ بَلَوْ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا بِإِذْنِ الْبَائِعِ طَابَ لَهُ الْفَضْلُ، وَإِنْ تَرَكَهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ نَصَدَّقَ بِمَا زَادَ فِي ذَاتِهِ لِحُصُولِهِ بِجِهَةِ مَحْظُورَةٍ، وَإِنْ تَرَكَهَا بَعْدَ مَا تَنَاهَى عِظْمُهَا لَمْ يَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ .

لِأَنَّ هَذَا تَغْيِيرُ حَالَةٍ لَا تَحَقُّقُ زِيَادَةٍ، وَإِنْ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا عَلَى النَّخِيلِ وَقَدْ اسْتَأْجَرَ النَّخِيلَ إِلَى وَقْتِ الْإِذْرَاكِ طَابَ لَهُ الْفَضْلُ ؛ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ بَاطِلَةٌ لِعَدَمِ التَّعَارُفِ وَالْحَاجَةِ لِبَقِي الْإِذْنِ مُعْتَبَرًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَى الزَّرْعَ وَاسْتَأْجَرَ الْأَرْضَ إِلَى أَنْ يُذْرِكَ وَتَرَكَهَا حَيْثُ لَا يَطِيبُ لَهُ الْفَضْلُ ؛ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ فَاسِدَةٌ لِلْجِهَالَةِ فَأَوْرَثَتْ خُبْنًا .

اور اگر خریدار نے پھلوں کو درخت پر چھوڑنے کی شرط لگادی تو بیج فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ہے اور وہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول رکھنا ہے یا وہ ایک صفقہ میں دوسرا صفقہ ہے اور وہ اعارہ ہے یا تو اجارہ ہے۔ اور ایسے ہی کھیتی کی بیج زمین میں چھوڑنے کیساتھ فاسد ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی اور اسی طرح جب پھلوں کی موٹائی متناہی ہوگئی ہو تو بھی بیج بشرط ترک فاسد ہے شیخین کے نزدیک اسی دلیل کی بنا پر جو ہم پہلے بیان کر چکے اور امام محمد نے عادت الناس کے پیش نظر برہنائے استحسان اسے جائز کر رکھا ہے برخلاف اس صورت کے جب پھلوں موٹائی اور بڑھوتری متناہی نہ ہوئی ہو اس لئے کہ اس میں زمین یا درخت کی قوت سے بڑھنے والے ایک معدوم جز کی شرط ہے۔ اور اگر پھلوں کو مطلق طور پر خریدا اور بیچنے والے کی اجازت سے انہیں درختوں پر چھوڑے رکھا تو پھلوں کا اضافہ خریدار کے لئے حلال ہے اور اگر بائع کی اجازت کے بغیر چھوڑے رکھا تو عین ذات میں ہونے والے اضافہ کو صدقہ کر دے اس لئے کہ یہ اضافہ ممنوع جہت سے حاصل ہوا ہے اور اگر پھلوں کی بڑھوتری مکمل ہونے کے بعد انہیں چھوڑے رکھا تو کچھ بھی صدقہ نہ کرے اس لئے کہ یہ حالت کا تغیر ہے زیادتی کا وجود نہیں ہے۔

اور اگر پھلوں کو مطلق طور پر خرید کر درختوں پر چھوڑ دیا اور پکنے کے وقت تک درختوں کو اجارہ پر بھی لے لیا تو اس کے لئے زیادتی حلال ہوگی اس لئے کہ رواج اور ضرورت نہ ہوگی وجہ سے اجارہ باطل ہے لہذا صرف بیچنے والے کی اجازت کا اعتبار رہے گی۔ برخلاف اس صورت کے جب کھیتی خرید اور پکنے تک زمین کو اجارہ پر لے لیا اور کھیتی کو چھوڑ دیا تو اس کے لئے زیادتی حلال نہیں ہوگی اس لئے کہ جہالت کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے لہذا اس جہالت نے بیچ میں گندگی پیدا کر دی ہے۔

قبضہ سے پہلے نئے پھلوں کے اگنے کا بیان

وَلَوْ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا فَأَثْمَرَتْ ثَمَرًا آخَرَ قَبْلَ الْقَبْضِ فَسَدَ الْبَيْعُ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ تَسْلِيمُ الْمَبِيعِ لِنَعْدْرِ التَّمْيِيزِ .

وَلَوْ أَثْمَرَتْ بَعْدَ الْقَبْضِ يَشْتَرِي فِيهِ لِلَاخْتِلَافِ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي فِي مَقْدَارِهِ ؛ لِأَنَّهُ فِي يَدِهِ، وَكَذَلِكَ فِي الْبَادِنِ وَالْبَطِيخِ، وَالْمَخْلُصُ أَنْ يَشْتَرِيَ الْأُصُولَ لِتَحْصُلِ الزِّيَادَةِ عَلَى مِلْكِهِ .

اور جب پھلوں کو خرید اور قبضہ سے پہلے درختوں پر دوسرے پھل آگئے تو بیچ فاسد ہے کیونکہ دونوں پھلوں میں امتیاز ناممکن ہونے کی وجہ سے بیچنے والا کے لئے بیچ سپرد کرنا محال ہے اور اگر قبضہ کے بعد دوسرے پھل آئے تو بیچ اور غیر بیچ مل جانے کی وجہ سے دونوں میں شریک ہوں گے اور زائد کی مقدار میں خریدار کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ اسی کے قبضے میں ہے اور اسی طرح بیٹن اور خر بوزہ میں بھی یہی حکم ہوگا اور چھکارے کا طریقہ یہ ہے کہ درختوں کو ہی خرید لے تاکہ اس کی ملکیت میں اضافہ ہو۔

معین رطلوں کے استثناء کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَةً وَيَسْتَتِي مِنْهَا، أَرْطَالًا مَعْلُومَةً) خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ ؛ لِأَنَّ الْبَاقِيَ بَعْدَ الْإِسْتِثْنَاءِ مَجْهُولٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ وَاسْتَتِي نَحْلًا مُعَيَّنًا ؛ لِأَنَّ الْبَاقِيَ مَعْلُومٌ بِالْمُشَاهَدَةِ .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالُوا هَذِهِ رِوَايَةُ الْحَسَنِ وَهُوَ قَوْلُ الطَّحَاوِيِّ ؛ أَمَّا عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ يَنْبَغِي أَنْ يَجُوزَ ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ مَا يَجُوزُ إِبْرَازُ الْعَقْدِ عَلَيْهِ بِإِنْفِرَادِهِ يَجُوزُ اسْتِثْنَاؤُهُ مِنَ الْعَقْدِ، وَبِيعَ قَفِيزٍ مِنْ صَبْرَةٍ جَائِزٌ فَكَذَا اسْتِثْنَاؤُهُ، بِخِلَافِ اسْتِثْنَاءِ الْحِمْلِ وَأَطْرَافِ الْحَيَوَانِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ، فَكَذَا اسْتِثْنَاؤُهُ .

فرمایا: بیچنے والا کے لئے پھلوں کو بیچ کر ان میں سے معین رطل کا استثناء کرنا جائز نہیں ہے امام مالک کا اختلاف ہے کیونکہ استثناء کے بعد جو باقی ہے مجہول ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب باغ بیچ کر ایک معین درخت کا استثناء کر لے اس

لئے کہ باقی مشاہدے سے معلوم ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اسے حضرت حسن کی روایت قرار دیا ہے اور یہ ہی امام طحاوی کا قول ہے، لیکن ظاہر الروایہ کے مطابق اسے جائز ہونا چاہیے کیونکہ اصول یہ کہ تنہا جس چیز کا عقد درست ہوتا ہے تو عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی درست ہوتا ہے اور ڈھیر سے ایک تھیر کی بیع جائز ہے تو اس کا استثناء بھی جائز ہے برخلاف حمل اور اعضائے حیوان کے استثناء کے اس لئے کہ تنہا ان کی بیع درست نہیں ہے تو اسی طرح ان کا استثناء بھی درست نہیں ہوگا۔

گندم کو اس کی بالی کے ساتھ بیچنے کا بیان

وَيَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِي سُئُلِهَا وَالتَّاقِلَاءِ فِي قَشْرِهِ (وَكَذَا الْأَرْزُ وَالْيَمِينُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ بَيْعُ التَّاقِلَاءِ الْأَخْضَرِ، وَكَذَا الْجَوْزُ وَاللُّوزُ وَالْفُسْتُقُ فِي قَشْرِهِ الْأَوَّلِ عِنْدَهُ. وَلَهُ فِي بَيْعِ السُّبُلَةِ قَوْلَانِ، وَعِنْدَنَا يَجُوزُ ذَلِكَ كُلُّهُ. لَهُ أَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ مَسْتَوْرٌ بِمَا لَا مَنَفْعَةَ لَهُ فِيهِ فَاشْتَبَهَ تُرَابَ الصَّاعَةِ إِذَا بِيْعَ بِجَنِيِّهِ.

وَلَنَا مَا رَوَى عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُو، وَعَنْ بَيْعِ السُّبُلِ حَتَّى يَبْيَضَ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةُ) ؛ وَلِأَنَّهُ حَبٌّ مُنْتَفَعٌ بِهِ فَيَجُوزُ بَيْعُهُ فِي سُبُلِهِ كَالشَّعِيرِ وَالْجَامِعُ كَوْنُهُ مَالًا مُتَقَرِّمًا، بِخِلَافِ تُرَابِ الصَّاعَةِ ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ بِجَنِيِّهِ لِاخْتِمَالِ الرِّبَا، حَتَّى لَوْ بَاعَهُ بِخِلَافِ جَنِيِّهِ جَازًا، وَفِي مَسْأَلَتِنَا لَوْ بَاعَهُ بِجَنِيِّهِ لَا يَجُوزُ أَيْضًا لِشُبْهَةِ الرِّبَا ؛ لِأَنَّهُ لَا يَذَرِي قَدْرًا مَّا فِي السُّبُلِ.

گندم کو اس کی بالی اور لوسے کو اس کی پھلی میں بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی چاول اور تل کو بھی امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہرے لوسے کی بیع درست نہیں ہے اسی طرح اخروٹ بادام اور پستہ کو ان کی پھلی پھلی میں بیچنا امام شافعی کے نزدیک درست نہیں ہے اور بالیوں میں گندم کی بیع کے متعلق ان کے دو قول ہیں اور ہمارے نزدیک یہ تمام صورتیں جائز ہیں امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ ایسی چیز میں مخفی ہے جس میں کو فائدہ نہیں ہے لہذا یہ اپنی جنس کے سناروں کی راکھ کی بیع کے مشابہ ہو گیا۔ اور ہماری دلیل آپ ﷺ کی وہ حدیث ہے کہ جس میں آپ نے رنگ پکڑنے سے پہلے کھجور کی بیع اور سفید ہونے سے قبل آفت سے مامون ہونے سے قبل بالیوں میں گیہوں کی بیع سے منع فرمایا ہے اور اس لئے کہ گندم قابل انتفاع اناج ہے لہذا جو کی طرح بالیوں میں اس کی بیع درست ہوگی اور جامع ان کا مال مقوم ہوتا ہے برخلاف سنار کی مٹی کے کیونکہ ہم جنس کے ساتھ محض احتمال ربوا کی وجہ سے اس کی بیع ناجائز ہے یہاں تک کہ اگر خلاف جنس کیساتھ کسی نے بیچا تو بھی ہمارے مسئلہ میں اس کی بیع درست ہے اور اگر گندم کو اس کی بالی میں ہم جنس کے ساتھ بیچا تو بھی شبہ ربوا کی وجہ سے جائز نہیں ہے اس لئے کہ بالیوں کی مقدار معلوم نہیں ہے۔

مکان کی بیع میں داخل اشیاء کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَفَاتِيحُ إِغْلَاقِهَا) ؛ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِيهِ الْإِغْلَاقُ ؛ لِأَنَّهَا مُرَكَّبَةٌ فِيهَا

لِلْبَقَاءِ وَالْمِفْتَاحُ يَدْخُلُ فِي بَيْعِ الْغُلُقِ مِنْ غَيْرِ تَسْمِيَةٍ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ بَعْضٍ مِنْهُ إِذَا لَا يُسْتَعْمَلُ بِهِ بِذَوْنِهِ .

قَالَ (وَأَجْرَةُ الْكَيْالِ وَنَاقِدِ الثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ) أَمَّا الْكَيْلُ فَلَا بُدَّ مِنْهُ لِلتَّسْلِيمِ وَهُوَ عَلَى الْبَائِعِ وَمَعْنَى هَذَا إِذَا بَاعَ مِكَايَلَةً، وَكَذَا أَجْرَةُ الْوَزَانِ وَالزَّرَاعِ وَالْعَدَّادِ، وَأَمَّا النَّقْدُ فَالْمَذْكُورُ رِوَايَةُ ابْنِ رُسْتَمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ النَّقْدَ يَكُونُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَكُونُ بَعْدَ الْوَزْنِ وَالْبَائِعُ هُوَ الْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِيَمَيِّزَ مَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ لِيَعْرِفَ الْمَعِيبَ لِيَرُدَّهُ .

وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ سَمَاعَةَ عَنْهُ عَلَى الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى تَسْلِيمِ الْجَيِّدِ الْمُقَدَّرِ، وَالْجُودَةِ تُعْرَفُ بِالنَّقْدِ كَمَا يُعْرَفُ الْقَدْرُ بِالْوَزْنِ فَيَكُونُ عَلَيْهِ . قَالَ (وَأَجْرَةُ وَزَانِ الثَّمَنِ عَلَى الْمُشْتَرِي) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ هُوَ الْمُحْتَاجُ إِلَى تَسْلِيمِ الثَّمَنِ وَبِالْوَزْنِ يَتَحَقَّقُ التَّسْلِيمُ .

اور جب کسی شخص نے کوئی مکان خرید تو مکان کے تالوں کی کنجیاں بھی بیچ میں داخل ہوں گی کیونکہ تالے باقی رہنے ہی کے لیے مکان میں جڑے جاتے ہیں اور تالے کی بیچ میں صراحت کے بغیر بھی کنجی داخل ہوتی ہے کیونکہ وہ تالے کہ جز کے درجے میں ہوتی ہے کیونکہ کنجی کے بغیر تالے سے اشتغال نہیں ہو سکتا۔

فرمایا: ناپنے اور ثمن پر کھنے والے کی اجرت بیچنے والا کے ذمہ ہے البتہ ناپنا تو وہ بیچ سپرد کرنے کے لئے ضروری ہے اور بیچ کی سپردگی بیچنے والے کی ذمہ داری ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بیچ کو پیمائش کے حساب سے بیچا گیا ہو اور ایسے وزن کرنے والے گزروں سے ناپنے والے اور شمار کنندگان کی اجرت بھی بیچنے والا پر واجب ہوگی رہا مسئلہ پر کھنے کا تو کتاب میں مذکورہ بیان حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے ابن رستم کی ایک روایت ہے اس لئے کہ پر کھنے کا مرحلہ سپردگی کے بعد ہوتا ہے کیا نہیں دیکھتے کہ وہ وزن کے بعد ہوتا ہے اور بیچنے والے کو اس کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے حق کو دوسرے کے حق سے علیحدہ کر لے یا عیب دار کی شناخت کر کے اسے واپس کر دے۔ اور امام محمد سے ابن سماعہ کی روایت کے مطابق ثمن پر کھنے کی اجرت خریدار پر ہے اس لیے کہ اسی کو مقرر کردہ عمدہ ثمن سپرد کرنے کی ضرورت ہے اور عمدگی کی معرفت پر کھنے سے ہوتی ہے جیسا کہ وزن سے مقدار کی معرفت ہوتی ہے لہذا اس کی اجرت بھی خریدار پر ہوگی۔ فرمایا: ثمن وزن کرنے والے کی اجرت خریدار پر ہوگی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ خریدار ہی کو سپردگی کے لئے اس کی ضرورت ہے اور وزن سے سپردگی ثابت ہو جاتی ہے۔

خریدار سے ثمن کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ مِلْعَةً بِثَمَنِ قِيلَ لِلْمُشْتَرِي ادْفَعْ الثَّمَنَ أَوَّلًا) ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْمُشْتَرِي تَعَيَّنَ فِي الْمَبِيعِ فَيَقْدَمُ دَفْعُ الثَّمَنِ لِتَعَيَّنِ حَقَّ الْبَائِعِ بِالْقَبْضِ لِمَا أَنَّهُ لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّغْيِيرِ تَحْقِيقًا لِلْمُسَاوَاةِ .

فرمایا اگر کسی نے ثمن کے عوض کوئی سامان بیچا تو خریدار سے کہا جائے گا کہ پہلے تم ثمن ادا کرو اس لیے کہ اس کا حق بیع پر متعین ہو چکا ہے لہذا ثمن کی ادائیگی کو مقدم کیا جائے گا تا کہ قبضہ سے بچنے والا کا حق بھی متعین ہو جائے اس لئے کہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا اور یہ حکم برابری ثابت کرنے کے لئے ہے۔ فرمایا: اگر کسی شخص نے سامان کے عوض سامان بیچا یا ثمن کے بدلے ثمن بیچا تو دونوں سے ایک ساتھ سپرد کرنے کو کہا جائے گا اس لئے کہ تعین اور عدم تعین میں دونوں برابر ہیں لہذا ادائیگی میں کسی ایک کو مقدم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔



بَابُ خِيَارِ الشَّرْطِ

﴿یہ باب خیار شرط کے بیان میں ہے﴾

باب خیار شرط کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس سے پہلے بیع کی علت معلوم ہو چکی ہے جو اپنے حکم کو لازم کرنے والی ہے۔ اور اس سے پہلے بیع وہ مسائل جن میں ایجاب و قبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اور دونوں عقد کرنے والوں پر بیع کا التزام اور باہم اموال کا تبادلہ لازم ہو جاتا ہے جبکہ ان میں سے کسی بھی فریق کو کسی قسم کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور حکم کی علت میں قاعدہ فقہیہ بھی یہی ہے۔ کہ وہ کسی متخلف بنانے والی نہیں ہے جس طرح کا پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ بیع کے مسائل میں اس بیع کا ذکر کریں گے جہاں علت اپنا خلیفہ پیچھے چھوڑنے والی ہے۔ اور ایسی بیع کو غیر لازم بھی کہتے ہیں۔ اور یہ مقید کے درجے میں ہے۔ اور قانون یہ ہے کہ مقید ہمیشہ مطلق کے بعد آتا ہے۔ پس اسی سبب کے پیش نظر عدم خیار والی بیع کو مقدم ذکر کیا ہے اور خیار والی بیع کے احکام کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۴، ص ۲۹۱، بیروت)

لفظ خیار کی تعریف و اقسام کا بیان

خیار، لفظ، اختیار، سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دو چیزوں میں سے کسی ایک اچھی چیز کا انتخاب کرنا چنانچہ کسی تجارتی معاملے کو نسخ کر دینے یا اس کو باقی رکھنے کا وہ اختیار جو خریدار اور تاجر کو حاصل ہوتا ہے اصطلاح فقہ میں خیار کہلاتا ہے تجارتی معاملات میں اس اختیار کی کئی قسمیں ہیں جن کے تفصیلی احکام اور فقہی اختلاف فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں تاہم اس موقع پر ان قسموں کے نام اور تعریفات ذکر کر دینا ضروری ہے۔

خیار شرط کا بیان

جو تجارتی معاملے طے ہو جانے کے بعد تاجر یا خریدار یا دونوں کو اس معاملے کے ختم کر دینے یا باقی رکھنے کا حق دیا جانا خیار شرط کہلاتا ہے مثلاً تاجر نے ایک چیز فروخت کی جسے خریدار نے خرید لی مگر اس خرید و فروخت کے بعد تاجر نے یا خریدار نے یہ کہا کہ باوجود بیع ہو جانے کے مجھے کو ایک روز یا دو روز یا تین روز تک یہ اختیار حاصل ہوگا کہ خواہ اس بیع کو باقی رکھا جائے خواہ ختم کر دیا جائے۔ خرید و فروخت میں یہ صورت جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدت اختیار میں بیع کو نسخ کیا جائے تو وہ نسخ ہو جائے گی اور اگر اس مدت کے ختم ہونے تک بیع کو برقرار رکھایا سکوت کیا تو بعد ختم مدت بیع بختہ ہو جائے گی یہ بات ذہن میں رہے کہ خیار شرط کی

مدت حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے۔

بیچنے والا خریدار میں خیار شرط کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ: (خِيَارُ الشَّرْطِ جَائِزٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي وَلَهُمَا الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَمَا دُونَهَا وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رَوَى: (أَنَّ حَبَّانَ بْنَ مُنْقِدٍ بْنُ عَمْرِو الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُغْنِي فِي السَّاعَاتِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) . (وَلَا يَجُوزُ أَكْثَرُ مِنْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ وَالشَّافِعِيِّ .

وَقَالَا (يَجُوزُ إِذَا سَمِيَ مَدَّةً مَعْلُومَةً لِحَدِيثِ ابْنِ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا " أَنَّهُ أَجَازَ الْخِيَارَ إِلَى شَهْرَيْنِ ") ؛ وَلَآنَ الْخِيَارَ إِنَّمَا شُرِعَ لِلْحَاجَةِ إِلَى التَّرْوِي لِيَنْدِفَعَ الْغَبْنُ، وَقَدْ تَمَسَّ الْحَاجَةُ إِلَى الْأَكْثَرِ فَصَارَ كَالْتَّأْجِيلِ فِي الثَّمَنِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ شَرْطَ الْخِيَارِ يُخَالِفُ مُقْتَضَى الْعَقْدِ وَهُوَ الزُّومُ، وَإِنَّمَا جَوَازُ نَاهُ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ لِمَا رَوَيْنَاهُ مِنَ النَّصِّ، فَيَقْتَصِرُ عَلَى الْمُدَّةِ الْمَذْكُورَةِ فِيهِ وَانْتَفَتْ الزِّيَادَةُ . (إِلَّا أَنَّهُ إِذَا أَجَازَ فِي الثَّلَاثِ) جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لِزُفَرٍ، هُوَ يَقُولُ: إِنَّهُ انْعَقَدَ فَاسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا .

وَلَهُ أَنَّهُ اسْقَطَ الْمُفْسِدَ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ فَيَعُودُ جَائِزًا كَمَا إِذَا بَاعَ بِالرَّقْمِ وَأَعْلَمَهُ فِي الْمَجْلِسِ . وَلَآنَ الْفَسَادَ بِاعْتِبَارِ الْيَوْمِ الرَّابِعِ، فَإِذَا أَجَازَ قَبْلَ ذَلِكَ لَمْ يَتَّصِلِ الْمُفْسِدُ بِالْعَقْدِ، وَلِهَذَا قِيلَ: إِنَّ الْعَقْدَ يَفْسُدُ بِمُضِيِّ جُزْءٍ مِنَ الْيَوْمِ الرَّابِعِ، وَقِيلَ يَنْقَلِبُ فَاسِدًا ثُمَّ يَرْتَفِعُ الْفَسَادُ بِحَذْفِ الشَّرْطِ، وَهَذَا عَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ .

بیچ میں بیچنے والا اور خریدار دونوں کے لئے خیار شرط جائز ہے اور انہیں تین دن یا اس سے کم کا خیار ملے گا اور اس

سلسلے میں اصل وہ حدیث ہے جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ حضرت حبان بن منقذ بن عمرو انصاری کو خرید و فروخت میں خسارہ ہو جاتا تھا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: بیچنے کے بعد لا خلا بہ کہ دیا کرو اور کہا کرو کہ مجھے تین دن کا خیار ہے اور امام مصاحب کے نزدیک تین دن سے زیادہ کا خیار جائز نہیں ہے یہی امام زفر اور امام شافعی کا بھی قول ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر متعین مدت بیان کر دی جائے تو تین دن سے زیادہ کا بھی جائز ہے حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے کہ آپ نے دو مہینے تک خیار کو جائز قرار دیا اور اس لیے بھی کہ خیار غور و فکر کی ضرورت کے پیش نظر دھوکہ دور کرنے کے لئے جائز ہوا ہے اور گنہی تین دن سے بھی زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے لہذا یہ ثمن میعاد مقرر کرنے کی طرح ہو گیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ خیار شرط عقد کے تقاضہ کے خلاف ہے اور وہ لزوم عقد ہے لیکن ماقبل میں بیان کردہ نص کی بنا پر خلاف قیاس ہم نے اسے جائز قرار دیا ہے لہذا نص میں بیان کردہ پر منحصر ہوگا اور اس

میں زیادتی نہیں ہوگی لیکن اگر من لہ خیاری نے تین دن میں اجازت دیدی تو بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے اور زفر کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بیع فاسد منعقد ہوئی ہے بہت ابدال کر جائز نہیں ہوتی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ من لہ خیاری نے مقصد کو جتنے اور قرار پکڑنے سے پہلے ملاحظہ کر دیا ہذا وہ عقد جائز ہو جائے گا جیسے اگر کسی نے لکھے ہوئے ثمن کے عوض کوئی چیز بیچی اور مجلس عقد ہی میں خریدار کو ثمن سے آگاہ کر دیا اور اس لئے کہ فساد یہ مبالغہ کے اعتبار سے ہے لیکن جب اس سے پہلے من لہ خیاری نے اجازت دے دی تو مقصد کا عقد سے اتصال نہ ہو سکا اس وجہ سے یہاں یہ کہ یوم رائج کا ایک جز گزرنے سے بھی عقد فاسد ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ عقد فاسد ہو کر منعقد ہو گا پھر شرط کو حذف کر دینے سے فساد ختم ہو جائے گا اور یہ قول پہلی تعلیل کی بنا پر ہے۔

خیار کی مدت کے تین دن ہونے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَنْقُذِ الثَّمَنَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَلَا يَبِيعُ بَيْنَهُمَا جَازًا إِلَى أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَجُوزُ إِلَى أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ، فَإِنْ نَقَذَ فِي الثَّلَاثِ جَازًا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ هَذَا فِي مَعْنَى اشْتِرَاطِ الْخِيَارِ إِذَا الْحَاجَةُ مَثَّتْ إِلَى الْإِنْفِسَاحِ عِنْدَ عَدَمِ النِّقْذِ تَحَرُّزًا عَنِ الْمُحَاطَلَةِ فِي الْفَسْخِ لِيَكُونَ مُلْحَقًا بِهِ وَقَدْ مَرَّ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى أَصْلِهِ فِي الْمُلْحَقِ بِهِ، وَنَقَى الزِّيَادَةَ عَلَى الثَّلَاثِ وَكَذَا مُحَمَّدٌ فِي تَجْوِيزِ الزِّيَادَةِ لِمَا أَبُو يُوسُفَ أَخَذَ فِي الْأَصْلِ بِالْأَثَرِ .

وَفِي هَذَا بِالْقِيَاسِ، وَفِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ قِيَاسٌ آخَرُ وَإِلَيْهِ مَالُ زُفَرٍ وَهُوَ أَنَّهُ يَبِيعُ شَرْطًا فِيهِ إِقَالَةٌ فَاسِدَةٌ لَتَعْلُقُهَا بِالشَّرْطِ، وَاشْتِرَاطُ الصَّحِيحِ مِنْهَا فِيهِ مُنْقِذٌ لِلْعَقْدِ، فَاشْتِرَاطُ الْفَاسِدِ أَوْلَى وَوَجْهُهُ الْإِسْتِحْسَانُ مَا بَيَّنَّا .

اور جب کسی نے اس شرط پر خریدا کہ اگر اس نے تین دن تک ثمن ادا نہ کیا تو ان کے درمیان کوئی بیع نہیں ہے تو بیع درست ہے اور اگر چار دن کی بات ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ چار دن یا اس سے زیادہ کی صورت میں بھی بیع جائز ہے پھر اگر خریدار نے تین دن میں ثمن ادا کر دیا تو سب کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اس سلسلے میں اصل یہ ہے کہ یہ خیاری شرط کے معنی میں ہے کیونکہ خریدار کے ثمن ادا نہ کرنے کے وقت نسخ میں ٹال مٹول سے بچنے کے لئے نسخ بیع کی ضرورت پڑے گی لہذا یہ شکل بھی خیاری شرط کیساتھ ملحق ہوگی اور امام اعظم رضی اللہ عنہ ملحق یہ میں اپنی اصل پر قائم رہے اور تین دن کی زیادتی کی نفی کر دی اور اسی طرح امام محمد زیادتی کو جائز قرار دینے میں اور امام ابو یوسف نے اصل میں اثر پر عمل کیا اور اس میں قیاس پر اور اس مسئلہ میں ایک دوسرا قیاس بھی ہے جس کی طرف امام زفر گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں اقالہ فاسدہ کی شرط لگائی ہے اس لئے کہ

اقالہ شرط کے ساتھ متعلق ہے حالانکہ عقد بیع میں صحیح اقالہ کی شرط لگانا مفسد عقد ہے لہذا اقالہ قاسدہ کی شرط تو بدرجہ اولیٰ مفسد ہوگی اور امتحان کی دلیل وہ ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے۔

خیار بیعنے والا کا مانع خروج بیع ہونے کا بیان

قَالَ (وَخِيَارُ الْبَائِعِ يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ عَنْ مِلْكِهِ) ؛ لِأَنَّ تَمَامَ هَذَا السَّبَبِ بِالْمُرَاضَةِ وَلَا يَتِمُّ مَعَ الْخِيَارِ وَلِهَذَا يَنْفُذُ عَقْدُهُ .

وَلَا يَمْلِكُ الْمُشْتَرِي التَّصَرُّفَ فِيهِ وَإِنْ قَبَضَهُ بِإِذْنِ الْبَائِعِ (وَلَوْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِي وَهَلَكَ فِي يَدِهِ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ ضَمِنَهُ بِالْقِيَمَةِ) ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ يَفْسَخُ بِالْهَلَاكِ ؛ لِأَنَّهُ كَانَ مُؤَقَّوفاً، وَلَا نَفَادَ بِدُونِ الْمَحَلِّ لَبَقِيَ مَقْبُوضاً فِي يَدِهِ عَلَى سَوَاءِ الشِّرَاءِ وَفِيهِ الْقِيَمَةُ، وَلَوْ هَلَكَ فِي يَدِ الْبَائِعِ انْفَسَخَ الْبَيْعُ وَلَا شَيْءَ عَلَى الْمُشْتَرِي اعْتِبَاراً بِالْبَيْعِ الصَّحِيحِ الْمُطْلَقِ .

فرمایا: بیعنے والا کا خیار اس کی ملکیت سے خروج بیع کے لئے مانع ہے اس لیے کہ اس سبب کا پورا ہونا دونوں کی رضا مندی سے ہوتا ہے اور خیار کیساتھ رضا مندی پوری نہیں ہوتی اسی وجہ سے بیعنے والا کا عتق نافذ ہو جاتا ہے اور خریدار بیع میں تصرف کا مالک نہیں ہوتا اگرچہ وہ بیعنے والے کی اجازت سے بیع پر قابض ہوا ہو اور اگر خریدار نے بیع پر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے دوران بیع اس کے قبضے میں ہلاک ہوگئی تو خریدار اس کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ بیع ہلاک ہونے سے بیع نسخ ہو جاتی ہے اس لیے کہ بیع موقوف تھی اور محل کے بغیر بیع کا نفاذ نہیں ہوتا لہذا بیع بھاؤ کرنے کی طرح خریدار کے قبضہ میں باقی تھی اور اس طرح کے قبضے میں قیمت کا ضمان ہوتا ہے اور اگر بیعنے والا کے قبضے میں بیع ہلاک ہوگئی تو بیع نسخ ہو جائے گی اور بیع صحیح مطلق پر قیاس کرتے ہوئے خریدار پر کوئی ضمان نہیں ہوگا۔

خیار خریدار کا مانع خروج بیع نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَخِيَارُ الْمُشْتَرِي لَا يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمَبِيعِ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ) ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ فِي جَانِبِ الْآخِرِ لَا زِمَ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ إِنَّمَا يَمْنَعُ خُرُوجَ الْبَدَلِ .

عَنْ مِلْكٍ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ ؛ لِأَنَّهُ شُرِعَ نَظَرًا لَهُ دُونَ الْآخِرِ . قَالَ : إِلَّا أَنَّ الْمُشْتَرِي لَا يَمْلِكُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يَمْلِكُهُ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا خَرَجَ عَنْ مِلْكِ الْبَائِعِ فَلَوْ لَمْ يَدْخُلْ فِي مِلْكِ الْمُشْتَرِي يَكُونُ زَائِلًا لَا إِلَى مَالِكٍ وَلَا عَهْدَ لَنَا بِهِ فِي الشَّرْعِ .

وَلَا بِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَخْرُجِ الثَّمَنُ عَنْ مِلْكِهِ فَلَوْ قُلْنَا بِأَنَّهُ يَدْخُلُ الْمَبِيعُ فِي مِلْكِهِ لَا جُتَمَعَ الْبَدَلَانِ فِي مِلْكِ رَجُلٍ وَاحِدٍ حُكْمًا لِلْمُعَاوَضَةِ، وَلَا أَصْلَ لَهُ فِي الشَّرْعِ ؛ لِأَنَّ الْمُعَاوَضَةَ

تَقْتَضِي الْمَسَاوَاةَ ؛ وَلَآئِ الْخِيَارِ شُرْعَ نَظَرًا لِلْمُشْتَرِي لِيَتَرَوِيَ فَيَقِفَ عَلَى الْمَصْلَحَةِ، وَلَوْ ثَبَتَ الْمِلْكُ رُبَّمَا يُعْتَقَى عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اخْتِيَارِهِ بَأَنَّ كَانَ قَرِيْبَهُ فَيَفُوتُ النَّظَرُ .

فرمایا: خریدار کا خیال بیچنے والے کی ملکیت سے خروج بیع میں مانع نہیں ہوتا اس لئے کہ دوسری طرف بیع لازم ہو چکی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ خیال جس کے لئے اختیار ہے کی ملکیت سے خروج بدل میں مانع ہے کیونکہ اسی پر شفقت کے پیش نظر خیال مشروع ہوا ہے دوسرے پر نہیں فرماتے ہیں لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خریدار اس بیع کا مالک نہیں ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ مالک ہو جائے گا اس لئے کہ جب بیع بیچنے والے کی ملک سے نکل گئی تو اگر اب خریدار کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی تو کسی مالک کے بغیر ختم ہو جائے گی حالانکہ شریعت میں ہمیں ایسا کوئی علم نہیں دیا گیا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب ثمن خریدار کی ملکیت سے نہیں نکلتا تو اب اگر ہم بیع کے بھی اس کی ملکیت میں دخول کے قائل ہو جائیں تو معاوضہ کی رو سے ایک ہی شخص کی ملکیت میں دو بدل جمع ہو جائیں گے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے کیونکہ معاوضہ مساوات کا مقتضی ہے اور اس لئے کہ خریدار کا خیال غور و فکر کرنے کے حوالے سے خریدار پر شفقت کے لئے مشروع ہوا ہے تاکہ وہ مصلحت پر واقف ہو سکے اور اگر خریدار کی ملکیت ثابت ہو جائے تو کبھی اس کے اختیار کے بغیر ہی اس پر بیع آزاد ہو جائے گی بایں طور کے بیع خریدار کا قریبی رشتہ دار ہو تو خریدار کے حق میں شفقت فوت ہو جائے گی۔

خریدار کے قبضہ میں ہلاکت بیع کا بیان

قَالَ (فَإِنْ هَلَكَ فِي يَدِهِ هَلَكَ بِالثَّمَنِ، وَكَذَا إِذَا دَخَلَهُ عَيْبٌ) بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْبَائِعِ. وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّهُ إِذَا دَخَلَهُ عَيْبٌ يَمْتَنِعُ الرَّدُّ، وَالْهَلَاكُ لَا يَعْرِى عَنْ مُقَدِّمَةِ عَيْبٍ فَيَهْلِكُ، وَالْعَقْدُ قَدْ انْبَرَمَ فَيَلْزِمُهُ الثَّمَنُ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ ؛ لِأَنَّ بِدُخُولِ الْعَيْبِ لَا يَمْتَنِعُ الرَّدُّ حُكْمًا بِخِيَارِ الْبَائِعِ فَيَهْلِكُ وَالْعَقْدُ مَوْقُوفٌ .

فرمایا: پھر اگر خریدار کے قبضے میں بیع ہلاک ہوگئی تو وہ ثمن کے عوض ہلاک ہوگی اور ایسے ہی جب اس میں عیب داخل ہو گیا برخلاف اس صورت کے جب بیچنے والا کے لئے خیال ہو اور اس فرق کی وجہ یہ ہے جب بیع میں عیب داخل ہو گیا تو اس کی واپسی ممتنع ہوگئی اور ہلاکت مقدمات عیب سے خالی نہیں ہوتی تو بیع اس حاک میں ہلاک ہوگی کہ عقد تام ہو چکا ہے لہذا خریدار پر ثمن لازم ہوگا برخلاف اس صورت کے جو گزر گئی اس لیے کہ محض دخول عیب سے خیال بیچنے والا کے پیش نظر حکم واپسی ناممکن نہیں ہوتی تو عقد موقوف ہونے کی حالت میں بیع حلاک ہوگی۔

خیال شرط پر عورت کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى امْرَأَتَهُ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَمْ يَفْسُدَ النِّكَاحُ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهَا لِمَا لَهُ مِنَ الْخِيَارِ (وَأَنَّ وَطَنَهَا لَهُ أَنْ يَرُدَّهَا) ؛ لِأَنَّ الْوَطْئَ بِحُكْمِ النِّكَاحِ (أَلَا إِذَا كَانَتْ بِكْرًا) ؛

لَا نَّ الْوُطَىٰ يُنْقِصُهَا، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ: يَفْسُدُ النِّكَاحُ)؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهَا (وَأِنْ وَطَّئَهَا لَمْ يَرُدَّهَا)؛ لِأَنَّ وَطْأَهَا بِمِلْكِ الْيَمِينِ قِيمَتُ الرَّدِّ وَإِنْ كَانَتْ ثِيًّا؛ وَلِهَذَا الْمَسْأَلَةُ أَخَوَاتٌ كُلُّهَا تَتَّبَعُ عَلَى وَقُوعِ الْمِلْكِ لِلْمُشْتَرِي بِشَرْطِ الْخِيَارِ وَعَدَمِهِ: مِنْهَا عِتْقُ الْمُشْتَرِي عَلَى الْمُشْتَرِي إِذَا كَانَ قَرِيبًا لَهُ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ، وَمِنْهَا: عِتْقُهُ إِذَا كَانَ الْمُشْتَرِي حَلَفَ إِنْ مَلَكَتْ عَبْدًا فَهُوَ حُرٌّ.

بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ: إِنْ اشْتَرَيْتَ فَهُوَ حُرٌّ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ كَالْمُنْشِئِ لِلْعِتْقِ بَعْدَ الشِّرَاءِ فَيَسْقُطُ الْخِيَارُ، وَمِنْهَا أَنَّ حَيْضَ الْمُشْتَرَاةِ فِي الْمُدَّةِ لَا يُجْتَزَأُ بِهِ عَنِ الْاِسْتِبْرَاءِ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا يُجْتَزَأُ؛ وَلَوْ رُدَّتْ بِحُكْمِ الْخِيَارِ إِلَى الْبَائِعِ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْاِسْتِبْرَاءُ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا يَجِبُ إِذَا رُدَّتْ بَعْدَ الْقَبْضِ.

وَمِنْهَا إِذَا وَلَدَتْ الْمُشْتَرَاةُ فِي الْمُدَّةِ بِالنِّكَاحِ لَا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ عِنْدَهُ خِلَافًا لَّهُمَا، وَمِنْهَا إِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيعَ بِإِذْنِ الْبَائِعِ ثُمَّ أَرَدَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ فَهَلْكَ فِي يَدِهِ فِي الْمُدَّةِ هَلْكَ مِنْ مَالِ الْبَائِعِ لَا رِفَاعَ الْقَبْضِ بِالرَّدِّ لِعَدَمِ الْمِلْكِ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِي لِصِحَّةِ الْاِیْدَاعِ بِاِغْتِبَارِ قِيَامِ الْمِلْكِ.

وَمِنْهَا لَوْ كَانَ الْمُشْتَرِي عَبْدًا مَأْذُونًا لَهُ فَابْرَآةُ الْبَائِعِ مِنَ الثَّمَنِ فِي الْمُدَّةِ بَقِيَ عَلَى خِيَارِهِ عِنْدَهُ؛ لِأَنَّ الرَّدَّ امْتِنَاعٌ عَنِ التَّمْلِكِ وَالْمَأْذُونُ لَهُ يَلْبِيهِ، وَعِنْدَهُمَا بَطْلُ خِيَارِهِ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا مَلَكَهُ كَانَ الرَّدُّ مِنْهُ تَمْلِكًا بِغَيْرِ عَوَضٍ وَهُوَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ.

وَمِنْهَا إِذَا اشْتَرَى ذِمِّيٌّ مِنْ ذِمِّيٍّ خَعْمَرًا عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ ثُمَّ أَسْلَمَ بَطْلَ الْخِيَارِ عِنْدَهُمَا؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهَا فَلَا يَمْلِكُ رَدَّهَا وَهُوَ مُسْلِمٌ. وَعِنْدَهُ يَبْطُلُ الْبَيْعُ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهَا فَلَا يَتَمَلَّكُهَا بِاسْقَاطِ الْخِيَارِ بَعْدَهُ وَهُوَ مُسْلِمٌ.

فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کو اس شرط پر خریدا کہ اسے تین دن کا خیار ہوگا تو اس کا نکاح فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ خیار کی وجہ سے وہ شخص عورت کا مالک نہیں ہو سکا ہے اور اگر اس کیساتھ وطی کر لی تو بھی اسے رجعت کا حق ہے کیونکہ وہ وطی نکاح کے حکم سے ہے مگر یہ کہ بیوی باکرہ ہو اس لیے کہ وطی باکرہ میں نقض کا ذریعہ ہے اور یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے صاحبین نے فرمایا: نکاح فاسد ہو جائے گا اس لئے شوہر بیوی کا مالک ہو چکا ہے اور اگر اس نے بیوی سے وطی کر لی تو اسے واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ اس نے عورت کیساتھ ملک رقبہ کی بنیاد پر وطی کی ہے لہذا واپسی ناممکن ہو جائے گی اگرچہ عورت ثیبہ ہو اور اس مسئلے کی بہت سی مثالیں ہیں اور سب اسی اصل پر مبنی ہیں کہ خیار شرط کیساتھ خریدار میں صاحبین کے نزدیک خریدار کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت نہیں ہوتی۔ انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی چیز خریدار کا ذورحم محرر ہے تو مدت خیار میں اس پر آزاد ہو جائے گا انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ جب خریدار نے یہ قسم اٹھا رکھی ہو کہ جب میں کسی غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے تو بھی خریدی ہوئی چیز آزاد ہو جائے گی برخلاف اس صورت کے جب خریدار نے اشتریت کہا ہو اس لئے کہ خریدار خریدنے کے بعد آزادی کا پانے والا ہوگا لہذا اس کا خیار ساقط ہو جائے گا۔

اور انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ خیار کی مدت میں خریدی ہوئی باندی کو آنے والا حیض امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استبراء میں کافی نہیں ہے اور صاحبین کے ہاں کافی ہو جائے گا اور اگر خیار شرط کی بنا پر باندی بیچنے والے کو واپس کر دی گئی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیچنے والا پر استبراء واجب نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک جب قبضہ کے بعد واپس کی گئی ہے تو استبراء واجب ہوگا اور ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی باندی نے مدت خیار میں نکاح کی وجہ سے بچہ جنا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خریدار کی ام ولد نہیں ہوگی صاحبین کا اختلاف ہے ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدار نے بیچنے والے کی اجازت سے بیچ پر قبضہ کر کے اس کو بیچنے والا کے پاس ودیت رکھ دیا پھر مدت خیار میں وہ بیچنے والا کے قبضے میں ہلاک ہو گئی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ بیچنے والا کے مال سے ہلاک ہوگی اس لئے کہ ان کے نزدیک خریدار کی ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے بیچنے والے کی طرف بیع کی واپسی سے خریدار کا قبضہ ختم ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک خریدار کے مال سے ہلاک ہوگی اس لئے کہ خریدار کے لئے قیام ملک کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا ودیت رکھنا صحیح تھا۔

اور انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدار عبد مازون تھا پھر بیچنے والے نے اسے مدت خیار میں ثمن سے بری کر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا خیار باقی رہے گا اس لئے کہ واپس کرنا مالک بننے سے رکنا ہے اور مازون لہ اس کا اہل ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کا خیار باطل ہو جائے گا اس لئے کہ جب وہ بیع کا مالک ہو گیا تو اس کی جانب سے واپسی تملیک بلا عوض ہوگی اور عبد مازون بلا عوض کسی کو مالک بنانے کا اہل نہیں ہے اور ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب کسی ذمی نے دوسرے ذمی سے تین دن کے خیار شرط کے ساتھ شراب خریدی پھر وہ اسلام لے آیا تو صاحبین کے نزدیک اس کا خیار باطل ہو جائے گا اس لئے کہ وہ اس کا مالک ہو گیا ہے لہذا مسلمان ہو کر وہ اسے واپس کرنے کا مالک نہیں ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی اس لئے کہ خریدار شراب کا مالک نہیں ہوا ہے لہذا اسلام لانے کے بعد بھی خیار ساقط کر کے وہ شراب کا مالک نہیں بن سکتا۔

مدت بیع میں فسخ و نفذ کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَرِطَ لَهُ الْخِيَارَ فَلَهُ أَنْ يَفْسَخَ فِي الْمُدَّةِ وَلَهُ أَنْ يُجِيزَ، فَإِنْ أَجَارَهُ بَعِيرٌ حَضْرَةً صَاحِبِهَا جَازَ. وَإِنْ فُسَخَ لَمْ يَجْزِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْآخِرُ حَاضِرًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَجُوزُ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَالشَّرْطُ هُوَ الْعِلْمُ، وَإِنَّمَا كُنِيَ بِالْحَضْرَةِ عَنْهُ لَهُ أَنَّهُ مُسَلِّطٌ عَلَى الْفَسْخِ مِنْ جِهَةِ صَاحِبِهِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى عِلْمِهِ كَالْإِجَارَةِ وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ رِضَاهُ وَصَارَ كَالْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ.

وَلَهُمَا أَنَّهُ تَصَرَّفَ فِي حَقِّ الْغَيْرِ وَهُوَ الْعَقْدُ بِالرَّفْعِ، وَلَا يَعْرِى عَنِ الْمَضَرَّةِ لِأَنَّهُ
عَسَاهُ يَغْنَمُهُ تَمَامَ الْبَيْعِ السَّابِقِ فَيَتَصَرَّفُ فِيهِ فَيَتَلَزَّمُهُ غَرَامَةُ الْقِيَمَةِ بِالْهَلَاكِ لِيَمَّا إِذَا كَانَ
الْخِيَارُ لِلْبَائِعِ، أَوْ لَا يَطْلُبُ لِيَسْلَعِيهِ مُشْتَرِيًا فِيمَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْمُشْتَرِي، وَهَذَا نَوْعٌ ضَرَرٍ
فَيَتَوَقَّفُ عَلَى عِلْمِهِ وَصَارَ كَعَزْلِ الْوَكِيلِ، بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ لِأَنَّهُ لَا إِزَامَ فِيهِ، وَلَا نَقُولُ أَنَّهُ
مُسَلَّطٌ، وَكَيْفَ يُقَالُ ذَلِكَ وَصَاحِبُهُ لَا يَمْلِكُ الْفَسْخَ وَلَا تَسْلِيْطًا فِي غَيْرِ مَا يَمْلِكُهُ
الْمُسَلَّطُ، وَلَوْ كَانَ فَسْخٌ فِي حَالِ غَيْبَةِ صَاحِبِهِ وَبَلَغَهُ فِي الْمُدَّةِ تَمَّ الْفَسْخُ لِحُصُولِ الْعِلْمِ
بِهِ، وَلَوْ بَلَغَهُ بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ تَمَّ الْعَقْدُ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ قَبْلَ الْفَسْخِ .

فرمایا: جس کے لئے خیار شرط ثابت ہو تو مدت خیار میں اسے بیع کو فسخ کرنے اور نافذ کرنے دونوں کا اختیار ہوگا پھر
اگر اس نے اپنے ساتھی کی عدم موجودگی میں بیع کو نافذ کر دیا تو جائز ہے اور اگر فسخ کیا تو طرفین کے نزدیک دوسرے کی موجودگی کے
بغیر فسخ جائز نہیں ہے امام ابو یوسف نے فرمایا: جائز ہے اور یہ ہی امام شافعی کا قول ہے اور فسخ کا علم شرط ہے لیکن اس سے کنا یہ
موجودگی مراد لی گئی ہے امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ صاحب خیار اپنے ساتھی کی جانب سے فسخ پر مسلط ہے لہذا فسخ کرنا اس کے
علم پر موقوف نہیں ہوگا جیسا کہ اجازت میں ہے اسی وجہ سے دوسرے کی رضامندی شرط نہیں ہوتی اور یہ بیع کا وکیل بنانے کی طرح
ہو گیا طرفین کی دلیل یہ کہ فسخ کرنا غیر کے حق میں تصرف ہے اور وہ عقد کا ختم کرنا ہے اور یہ مضرت سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ ہو
سکتا ہے دوسرا مالک بیع سابق پر اعتماد اس میں تصرف کر دے اور بیچنے والا کے لئے خیار ہونے کی صورت میں بیع ہلاک ہونے کی بنا
پر قیمت بیع کا تاوان لازم ہو یا خریدار کے لئے خیار ہونے کی صورت میں بیچنے والا اپنے سامان کا دوسرا خریدار تلاش نہیں کرے گا
اور یہ ایک طرح کا نقصان ہوگا لہذا فسخ کرنا دوسرے کے علم پر موقوف ہوگا اور یہ وکیل معزول کرنے کی طرح ہو گیا برخلاف اجازت
کے کیونکہ اس میں الزام نہیں ہوتا۔ اور ہم نہیں کہیں گے صاحب خیار فسخ کرنے پر مسلط ہے اور ایسا کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ اس کا
ساتھی فسخ کا مالک نہیں ہے اور جس چیز کا مسلط مالک نہیں ہے اس میں تسلیط بھی متصور نہیں ہے اور جب دوسرے ساتھی کی عدم
موجودگی میں فسخ ہوا اور مدت خیار میں اسے خبر پہنچ گئی تو اس کا علم ہو جائے گا بعد فسخ مکمل ہو جائے گا اور جب مدت گزرنے کے بعد خبر
پہنچی تو قبل الفسخ مدت گزرنے کی وجہ سے عقد پورا ہو جائے گا۔

موت کے سبب بطلان خیار کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ بَطَلَ خِيَارُهُ وَلَمْ يَنْتَقِلْ إِلَى وَرَثَتِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُورَثُ عَنْهُ
؛ لِأَنَّهُ حَقٌّ لَا زِمَ ثَابِتٌ فِي الْبَيْعِ فَيَجْرِي فِيهِ الْإِرْثُ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَالْتَعِينِ .
وَلَنَا أَنَّ الْخِيَارَ لَيْسَ إِلَّا مَشِيئَةً وَإِرَادَةً وَلَا يَتَصَوَّرُ انْتِقَالُهُ، وَالْإِرْثُ فِيمَا يَقْبَلُ الْإِنْتِقَالَ .
بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ ؛ لِأَنَّ الْمَوْرَثَ اسْتَحَقَّ الْمَبِيعَ سَلِيمًا فَكَذَا الْوَارِثُ، فَأَمَّا نَفْسُ الْخِيَارِ

لَا يُورَثُ، وَأَمَّا خِيَارُ التَّعِينِ يَبْتُ لِلْوَارِثِ ابْتِدَاءً لَا اخْتِلَاطَ مِلْكِهِ بِمِلْكِ الْغَيْرِ لَا أَنْ يُورَثَ الْخِيَارُ.

فرمایا: جب خیار والا فوت ہو جائے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا امام شافعی نے فرمایا: میت کی طرف سے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی اس لئے کہ خیار شرط بیع میں ایک لازم اور ثابت شدہ حق ہے لہذا خیار عیب اور خیار تعین کی طرح اس میں بھی وراثت جاری ہوگی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ چاہت اور ارادے کے علاوہ خیار کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہذا اس کا انتقال متصور نہیں ہوگا اور وراثت منتقل ہونے والی چیزوں میں چلتی ہے برخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ مورث غیر معیوب بیع کا مستحق تھا تو وارث بھی غیر معیوب بیع کا مستحق ہوگا لیکن نفس خیار میں وراثت نہیں چلتی اور وارث کی ملکیت کے دوسرے کی ملکیت سے مل جانے کی وجہ سے ابتداء وارث کے لئے خیار تعین ثابت ہوتا ہے ایسا نہیں ہے کہ خیار تعین اسے وراثت میں ملتا ہے۔

استحسان کے طور پر دوسرے کے لئے خیار ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا وَشَرَطَ الْخِيَارَ لِغَيْرِهِ فَإِنَّهُمَا أَجَازُ الْخِيَارِ وَإِنَّهُمَا نَقْضٌ انْتِقَاضَ) وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ اشْتِرَاطَ الْخِيَارِ لِغَيْرِهِ جَائِزٌ اسْتِحْسَانًا، وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ مِنْ مَوَاجِبِ الْعَقْدِ وَأَحْكَامِهِ، فَلَا يَجُوزُ اشْتِرَاؤُهُ لِغَيْرِهِ كَاشْتِرَاطِ الثَّمَنِ عَلَى غَيْرِ الْمُشْتَرَى.

وَلَمَّا أَنَّ الْخِيَارَ لِغَيْرِ الْعَاقِدِ لَا يَبْتُ إِلَّا بِطَرِيقِ النِّيَابَةِ عَنِ الْعَاقِدِ فَيَقْدَرُ الْخِيَارُ لَهُ اقْتِضَاءُ ثُمَّ يُجْعَلُ هُوَ نَائِبًا عَنْهُ تَصْحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ، وَعِنْدَ ذَلِكَ يَكُونُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْخِيَارُ، فَإِنَّهُمَا أَجَازُ جَازٍ، وَإِنَّهُمَا نَقْضٌ انْتِقَاضَ (وَلَوْ أَجَازَ أَحَدُهُمَا وَقَسَخَ الْآخَرُ يُعْتَبَرُ السَّابِقُ) لِوُجُودِهِ فِي زَمَانٍ لَا يُزَاحِمُهُ فِيهِ غَيْرُهُ، وَلَوْ خَرَجَ الْكَلَامَانِ مِنْهُمَا مَعًا يُعْتَبَرُ تَصَرُّفُ الْعَاقِدِ فِي رَوَايَةِ وَتَصَرُّفُ الْفَاسِيخِ فِي أُخْرَى. وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ تَصَرُّفَ الْعَاقِدِ أَقْوَى؛ لِأَنَّ النَّائِبَ يَسْتَفِيدُ الْوِلَايَةَ مِنْهُ.

وَجْهُ الثَّانِي أَنَّ الْقَسَخَ أَقْوَى؛ لِأَنَّ الْمَجَازَ يَلْحَقُهُ الْقَسَخُ وَالْمَقْسُوعُ لَا تَلْحَقُهُ الْإِجَازَةُ، وَلَمَّا مَلَكَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا التَّصَرُّفَ وَجَحْنَا بِحَالِ التَّصَرُّفِ.

رَقِيلُ الْأَوَّلُ قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَالثَّانِي قَوْلُ أَبِي يُونُسَ، وَاسْتِخْرَاحُ ذَلِكَ مِمَّا إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ مِنْ رَجُلٍ وَالْمُوَكَّلُ مِنْ غَيْرِهِ مَعًا؛ فَمُحَمَّدٌ يُعْتَبَرُ فِيهِ تَصَرُّفُ الْمُوَكَّلِ، وَأَبُو يُونُسَ يُعْتَبَرُ هُمَا.

فرمایا: جب کسی شخص نے کو چیز خریدی اور اپنے علاوہ کسی دوسرے کے لئے خیار کی شرط لگائی تو دونوں میں سے جو بھی بیع کو نافذ کے گنا نافذ ہو جائے گی اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ عقد کرنے والوں کے علاوہ کسی تیسرے کے لئے استحساناً خیار شرط لگانا جائز ہے اور قیاساً جائز نہیں ہے اور یہ ہی امام زفر کا قول ہے اس لئے کہ خیار عقد کے لوازم اور اس کے احکام میں سے ہے لہذا دوسرے کے لئے اس کی شرط لگانا جائز نہیں ہوگا جس طرح کے غیر خریدار پر ثمن کی شرط لگانا جائز نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر عاقد کے لئے عاقد کا نائب بن کر ہی خیار ثابت ہوتا ہے لہذا عاقد کے لئے اقتضائے خیار کو ثابت مان کر پھر دوسرے کو اس کا نائب بنایا جائے گا تاکہ عاقد کا تصرف صحیح ہو اور اس صورت میں دونوں کے لئے خیار ثابت ہوگا اور ان میں سے جو بھی بیع کو نافذ کریگا نافذ ہو جائے گی اور جو بھی اسے فسخ کرے گا فسخ ہو جائے گی اور جب ان میں سے ایک نے بیع کی اجازت دی اور دوسرے نے فسخ کر دیا تو پہلے کا اعتبار ہوگا کیونکہ وہ ایک ایسے زمانے میں پایا گیا جس میں دوسرے کی طرف سے مزاحمت نہیں تھی۔

اور جب دونوں کا تصرف ایک ساتھ صادر ہو تو ایک روایت میں عقد کرنے والے کا تصرف معتبر ہوگا اور دوسری روایت میں فسخ کا تصرف معتبر ہوگا پہلے کی دلیل یہ ہے کہ عاقد کا تصرف اقویٰ ہے اس لئے کہ نائب اسی عاقد سے تصرف ولایت حاصل کرتا ہے اور دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ فسخ کرنا زیادہ قویٰ ہے اس لئے کہ اجازت دیئے ہوئے عقد کو بھی فسخ لاحق ہو جاتا ہے مگر فسخ کر دہ عقد کو اجازت لاحق نہیں ہوتی اور جب ان دونوں میں سے ہر ایک تصرف کا مالک ہے تو ہم نے حالت تصرف کو ترجیح دے دی ایک قول یہ کہ پہلا امام محمد کا قول ہے اور دوسرا امام ابو یوسف کا اور یہ مسئلہ اس صورت سے مستبط ہے کہ جب وکیل نے ایک آدمی سے اور ساتھ ہی منوکل نے دوسرے آدمی سے کوئی چیز بیچی تو امام محمد اس میں منوکل کا تصرف معتبر مانتے ہیں اور امام ابو یوسف دونوں کے تصرف کا اعتبار کرتے ہیں۔

دو غلاموں سے ایک میں خیار کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدَيْنِ بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي أَحَدِهِمَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ، وَإِنْ بَاعَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِخَمْسِمِائَةٍ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي أَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ جَازَ الْبَيْعُ) وَالْمَسْأَلَةُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ: أَحَدُهَا أَنْ لَا يُفْصَلُ الثَّمَنَ وَلَا يُعَيَّنَ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَهُوَ الْوَجْهُ الْأَوَّلُ فِي الْكِتَابِ وَفَسَادُهُ لِبُجْهَالَةِ الثَّمَنِ وَالْمَبِيعِ؛ لِأَنَّ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ كَالْخَارِجِ عَنِ الْعَقْدِ، إِذَا الْعَقْدُ مَعَ الْخِيَارِ لَا يَنْعَقِدُ فِي حَقِّ الْحُكْمِ فَبَقِيَ الدَّخِلُ فِيهِ أَحَدُهُمَا وَهُوَ غَيْرُ مَعْلُومٍ.

وَالْوَجْهُ الثَّانِي أَنْ يُفْصَلُ الثَّمَنَ وَيُعَيَّنَ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ ثَانِيًا فِي الْكِتَابِ، وَإِنَّمَا جَازَ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ مَعْلُومٌ وَالثَّمَنَ مَعْلُومٌ، وَقَبُولُ الْعَقْدِ فِي الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَإِنْ كَانَ شَرْطًا لَا نَعْقَادَ الْعَقْدِ فِي الْآخِرِ وَلَكِنْ هَذَا غَيْرُ مُكْسِدٍ لِلْعَقْدِ لِكُونِهِ مَحَلًّا لِلْبَيْعِ كَمَا إِذَا جَمَعَ بَيْنَ قَيْنِ وَمُدَبَّرٍ. وَالثَّلَاثُ أَنْ يُفْصَلَ وَلَا يُعَيَّنَ. وَالرَّابِعُ أَنْ يُعَيَّنَ وَلَا يُفْصَلَ، فَالْعَقْدُ

فَاسِدٌ فِي الْوُجْهَيْنِ: أَمَّا لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ أَوْ لِجَهَالَةِ الثَّمَنِ .

فرمایا: جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے عوض دو غلاموں کو اس شرط پر بیچا کہ اسے دونوں میں سے ایک غلام میں تین دن کا اختیار ہے تو بیع فاسد ہے لیکن جب ان میں سے ہر ایک کو پانچ سو میں بیچا اس شرط پر کہ اسے ان میں سے ایک متعین غلام میں تین دن کا اختیار تو بیع جائز ہے اور یہ مسئلہ چار صورتوں پر ہے پہلی صورت یہ ہے کہ نہ تو بیچنے والا ثمن کی تفصیل بیان کرے اور نہ ہی اس غلام کی تعیین کرے جس میں اختیار لے گا اور یہ ہی پہلی صورت ہے جو کتاب میں مذکور ہے اور ثمن اور بیع دونوں مجہول ہونے کی وجہ سے یہ صورت فاسد ہے کیونکہ وہ غلام جس میں اختیار ہے وہ خارج عن العقد کی طرح ہے اس لئے کہ اختیار سے ہم آہنگ عقد ثبوت حکم کے حق میں منعقد نہیں ہوتا لہذا عقد میں دونوں غلاموں میں سے صرف ایک داخل ہوگا اور وہ ایک غیر معلوم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بیچنے والا ثمن کی بھی تفصیل کر دے اور جس میں اسے اختیار لینا ہے اس کی بھی تعیین کر دے کتاب میں دوسرے نمبر پر یہ ہی مذکور ہے اور اس صورت میں بیع اس لئے جائز ہے کہ بیع بھی معلوم ہے اور ثمن بھی معلوم ہے اور اختیار اسے غلام میں عقد قبول کرنا اگرچہ دوسرے کے لئے انعقاد عقد کے لئے شرط ہے لیکن یہ شرط مفسد عقد نہیں ہے اس لئے کہ جس غلام میں اسے اختیار ہے وہ بیع کا محل ہے جیسے اس صورت میں جب کوئی شخص قن اور مد برد دونوں کو بیع میں جمع کرے تیسری صورت یہ ہے کہ بیچنے والا ثمن کو الگ الگ بیان کر دے اور من فی الخیار کو متعین نہ کرے چوتھی صورت یہ ہے کہ جس میں اختیار کی تعیین کر دے لیکن ثمن الگ بیان نہ کرے اور دونوں صورتوں میں عقد فاسد ہے یا تو بیع مجہول ہونے کی وجہ سے یا پھر ثمن مجہول ہونے کے سبب ہوگا۔

مشروعیت خیار کا ازالہ نقصان ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ عَلَى أَنْ يَأْخُذَ أَيُّهُمَا شَاءَ بِعَشْرَةٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَكَذَا الثَّلَاثَةُ، فَإِنْ كَانَتْ أَرْبَعَةً أَثَوَابٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَفْسُدَ الْبَيْعُ فِي الْكُلِّ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ، وَهُوَ قَوْلُ زُقَيْرٍ وَالشَّافِعِيِّ .

وَجَهْلُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّ شَرْعَ الْخِيَارِ لِلْحَاجَةِ إِلَى دَفْعِ الْغَبَنِ لِخِتَارِ مَا هُوَ الْأَرْفَقُ وَالْأَوْفَقُ، وَالْحَاجَةُ إِلَى هَذَا النَّوعِ مِنَ الْبَيْعِ مُتَحَقِّقَةٌ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى اخْتِيَارٍ مَنْ يَثِقُ بِهِ أَوْ اخْتِيَارٍ مَنْ يَشْتَرِيهِ لِأَجَلِهِ، وَلَا يُمْكِنُهُ الْبَاقِعُ مِنَ الْحَمْلِ إِلَيْهِ إِلَّا بِالْبَيْعِ فَكَانَ فِي مَعْنَى مَا وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ، عِبَرَةٌ أَنَّ هَذِهِ الْحَاجَةَ تَنْدَفِعُ بِالثَّلَاثِ لِوُجُودِ الْجَدِيدِ وَالْوَسْطِ وَالرَّدِّ فِيهَا، وَالْجَهَالَةُ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ فِي الثَّلَاثَةِ لِتَعْيِينِ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ، وَكَذَا فِي الْأَرْبَعِ، إِلَّا أَنَّ الْحَاجَةَ إِلَيْهَا غَيْرُ مُتَحَقِّقَةٍ وَالرُّخْصَةُ ثُبُوتُهَا بِالْحَاجَةِ وَكَوْنُ الْجَهَالَةِ غَيْرَ مُفْضِيَةٍ إِلَى الْمُنَازَعَةِ فَلَا تَنْبُتُ بِأَحَدِهِمَا .

۱۔ فرمایا جس نے دو کپڑوں کو اس شرط پر خریدا کہ ان میں سے جسے چاہے گا دس درہم میں لے لے گا اور اسے تین دن کا خیار ہوگا تو بیع جائز ہے انہی تین کپڑوں میں بھی بیع جائز ہے لیکن اگر چار کپڑے ہوں تو بیع فاسد ہے اور قیاس یہ ہے کہ تمام صورتوں میں بیع فاسد ہو اس لئے کہ بیع مجہول ہے یہی امام زفر اور امام شافعی کا قول ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ خیار کی مشروعیت ہی خسار و دور کرنے کے لئے ہوئی ہے تاکہ صاحب خیار زیادہ نفع بخش اور موافقت کو اختیار کر سکے اور اس طرح کی بیع کی ضرورت ثابت ہے اس لئے کہ خریدار کبھی اپنے نزدیک قابل اعتماد شخص کو منتخب کرنے یا جس کے لئے کپڑا خرید رہا ہے اس کے پسند کرنے کا محتاج ہوتا ہے اور بیع کے بغیر بیچنے والا اسے خریدار کے پاس بیع نہیں لے جانے لہذا یہ بیع بھی اس بیع کے معنی میں ہوگئی جس پر شریعت وارد ہوئی ہے البتہ یہ ضرورت تین کپڑوں سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ تین میں عمدہ اوسط اور ردی شامل ہیں اور تین میں جہالت بھی جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہوگی اس لئے کہ جس کے لئے اختیار ہے کو انہی میں سے تعین کا حق ہے اور ایسے ہی چار کپڑوں میں لیکن اس کی طرف حاجت ثابت نہیں ہے حالانکہ رخصت کا ثبوت ہی حاجت اور جہالت کے جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہ ہونے کی وجہ سے ہے لہذا ان میں سے کسی ایک کے ہونے سے اجازت کا ثبوت نہیں ہوگا۔

خیار شرط کا خیاری تعین کے ساتھ ہونے کا بیان

ثُمَّ قِيلَ: يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ فِي هَذَا الْعَقْدِ خِيَارُ الشَّرْطِ مَعَ خِيَارِ التَّعْيِينِ، وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ.

(وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الْكَبِيرِ)، فَيَكُونُ ذِكْرُهُ عَلَى هَذَا الْإِغْتِبَارِ وَفَاقًا لَا شَرْطًا، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرْ خِيَارَ الشَّرْطِ لَا بُدَّ مِنْ تَوْقِيفِ خِيَارِ التَّعْيِينِ بِالثَّلَاثِ عِنْدَهُ وَبِمُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ آتَتْهَا كَانَتْ عِنْدَهُمَا.

ثُمَّ ذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسخِ: اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ وَفِي بَعْضِهَا اشْتَرَى أَحَدَ الثَّوْبَيْنِ وَهُوَ الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ فِي الْحَقِيقَةِ أَحَدُهُمَا وَالْآخَرُ أَمَانَةٌ، وَالْأَوَّلُ تَجَوُّزٌ وَاسْتِعَارَةٌ. وَلَوْ هَلَكَ أَحَدُهُمَا أَوْ تَعَيَّبَ لَزِمَهُ الْبَيْعُ فِيهِ بِشَمْنِهِ وَتَعَيَّنَ الْآخَرُ لِلْأَمَانَةِ لَا مُتَنَاعَ الرَّقِّ بِالتَّعْيِبِ، وَلَوْ هَلَكَ جَمِيعًا مَعَ أَنْ يَلْزَمَهُ نِصْفُ ثَمَنِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِشُيُوعِ الْبَيْعِ وَالْأَمَانَةِ فِيهِمَا.

پھر کہا گیا ہے کہ اس عقد میں خیاری تعین کے ساتھ خیار شرط کا ہونا ضروری ہے اور جامع صغیر میں یہی مذکور ہے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ خیار شرط کی معیت شرط نہیں ہے اور جامع کبیر میں یہی مذکور ہے تو جامع کبیر کے اعتبار پر خیار شرط کا ذکر اتفاقی ہوگا اور جب خیار شرط کا تذکرہ نہ ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خیاری تعین کو تین دن کے ساتھ موقوف کرنا ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک مدت سے اس کی توقیت ضروری ہے خواہ کوئی بھی مدت ہو پھر بعض نسخوں میں اشتری ثوبین ہے اور بعض میں اشتری احد الثوبین ہے اور یہی دوسرا صحیح ہے اس لئے کہ حقیقت میں بیع ان میں سے ایک ہی کپڑا ہے

اور دوسرا امانت ہے اور پہلا مجاز اور استعارہ ہے۔

اور جب دونوں چیزوں میں سے ایک ہلاک ہو گیا یا عیب دار ہو گیا تو اس چیز سے میں اس کے ثمن کے عوض بیع لازم ہو جائے گی اور دوسرا چیز امانت کے لئے متعین ہو جائے گا اس لئے کہ عیب دار ہونے کی وجہ سے پہلے چیز سے کی واپسی ناممکن ہو گئی اور جب دونوں چیز سے ایک ساتھ ضائع ہو جائیں تو خریدار پر ہر ایک کا ثمن لازم ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں بیع اور امانت شائع ہو چکی ہیں۔

خیار تعین میں اجرائے وراثت ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَ فِيهِ خِيَارُ الشَّرْطِ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُمَا جَمِيعًا وَلَوْ مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ فَلِوَارِثِهِ أَنْ يَرُدَّ أَحَدَهُمَا ؛ لِأَنَّ الْبَاقِيَ خِيَارُ التَّعْيِينِ لِلَاخْتِلَافِ ، وَلِهَذَا لَا يَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ الْوَارِثِ . وَأَمَّا خِيَارُ الشَّرْطِ لَا يُوَرِّثُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

اور اگر اس عقد میں خیار شرط بھی تھا تو خریدار کو دونوں چیز سے واپس کرنے کا حق ہے اور اگر جس کے لئے اختیار ہے مرجائے تو اس کے وارث کو ان میں سے چیز واپس کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ مخلوط ہونے کی وجہ سے صرف خیار تعین باقی ہے اسی وجہ سے وارث کے حق میں کوئی وقت متعین نہیں ہوتا ہا خیار شرط کا مسئلہ تو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور ہم نے اس سے پہلے اسے بیان کر دیا ہے۔

خیار شرط کے ساتھ مکان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى دَارًا عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فَبِعَتْ دَارَ أُخْرَى بِجَنْبِهَا فَآخَذَهَا بِالشَّفْعَةِ فَهُوَ رِضًا) ؛ لِأَنَّ طَلَبَ الشَّفْعَةِ يَدُلُّ عَلَى اخْتِيَارِهِ الْمَلِكِ فِيهَا ؛ لِأَنَّهُ مَا ثَبَتَ إِلَّا لِلدَّفْعِ ضَرَرِ الْجَوَارِ وَذَلِكَ بِالْإِسْتِدَامَةِ فَيَتَضَمَّنُ ذَلِكَ سُقُوطَ الْخِيَارِ سَابِقًا عَلَيْهِ فَيُثْبِتُ الْمَلِكُ مِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ فَيَتَبَيَّنُ أَنَّ الْجَوَارَ كَانَ ثَابِتًا ، وَهَذَا التَّقْوِيرُ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِمَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ خَاصَّةً .

جب کسی شخص نے خیار شرط کیساتھ کوئی مکان خریدا پھر اس مکان کے برابر میں دوسرا گھر بیچا ہوا اور اس نے شفعہ میں لے لیا تو یہ رضامندی ہوگی اس لئے کہ شفعہ کا طلب کرنا مکان میں اختیار ملکیت کا غماز ہے کیونکہ شفعہ کا ثبوت ہی نقصان جوار کو دور کرنے کے لئے ہوا ہے اور یہ مقصد دائمی ملکیت سے حاصل ہوگا لہذا طلب شفعہ اپنے سے پہلے سقوط خیار کو متضمن ہوگا اور وقت شراء سے خریدار کی ملکیت ثابت ہوگی اور یہ واضح ہو جائے گا کہ پڑوس ثابت تھا اور یہ بطور خاص امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب کے لئے اس تقریر کی ضرورت ہوگی۔

دو مشترکہ آدمیوں کو خیار شرط پر غلام کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الرَّجُلَانِ عَبْدًا عَلَى أَنَّهُمَا بِالْخِيَارِ فَرَضِي أَحَدُهُمَا فَلَيْسَ لِلْأُخْرَى أَنْ يَرُدَّهُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا : لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ خِيَارُ الْعَيْبِ وَخِيَارُ الرُّؤْيَةِ لَهُمَا أَنَّ

إثبات الخيار لهما إثباته لكل واحد منهما فلا يسقط بإسقاط صاحبه لهما فيه من إبطال حقه .
وله أن المبيع خرج عن ملكه غير معيب بعيب الشرية، فلو رده أحدهما رده معيباً به
وفيه الزام ضرر زائد، وليس من ضرورة إثبات الخيار لهما الرضا برده أحدهما لتصوّر
اجتماعهما على الرد .

فرمایا: جب دو آدمیوں نے مل کر خیار شرط کے ساتھ غلام خریدا پھر ان میں سے ایک عقد پر راضی ہو گیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو عقد رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا صاحبین نے فرمایا: اس تو خیار رد ہوگا اور خیار عیب اور خیار رویت بھی اسی اختلاف پر ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کے لئے ایک ساتھ خیار ثابت کرنا ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ خیار ثابت کرنے کی طرح ہے لہذا اس کے ساتھی کے خیار ساقط کرنے سے اس کا خیار ساقط نہیں ہوگا کیونکہ اس میں اس دوسرے کے حق کا ابطال ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ بیع بیچنے والے کی ملکیت سے شرکت کے عیب سے پاک ہو کر نکلی ہے اب اگر ان میں سے کوئی اسے واپس کرے گا تو وہ اسے عیب شرکت سے معیوب کر کے واپس کرے گا حالانکہ اس میں ایک زائد نقصان کو تھوپنا ہے اور دونوں کے لئے خیار ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے رد کرنے پر راضی ہو کیونکہ رد پر دونوں کا متفق ہونا بھی ممکن ہے۔

وصف معین کی شرط پر غلام خریدنے کا بیان

قال (ومن باع عبداً على أنه خباز أو كاتب وكان بخلافه فالمشتري بالخيار إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء ترك) ؛ لأن هذا وصف مرغوب فيه فيستحق في العقد بالشرط، ثم لواته يوجب التخيير ؛ لأنه ما رضى به ذنونه، وهذا يرجع إلى اختلاف النوع لقلّة التفاوت في الأغراض، فلا يفسد العقد بعلمه بمنزلة وصف الذكورة والأنوثة في الحيوانات وصار كفوات وصف السلامة، وإذا أخذه أخذه بجميع الثمن ؛ لأن الأوصاف لا يقابلها شيء من الثمن لكونها تابعة في العقد على ما عرفت .

فرمایا: جس شخص نے کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ وہ روٹی پکانے والا ہے یا لکھنے والا ہے جبکہ وہ اس کے برخلاف تھا تو خریدار کو اختیار ہے چاہے تو پورے ثمن کے عوض اسے لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے اس لئے یہ غلام میں ایک مرغوب وصف ہے لہذا شرط کی وجہ سے عقد میں اس کا استحقاق ہوگا پھر اس وصف کا فوت ہونا خیار خریدار کا سبب بنے گا اس لئے کہ خریدار اس وصف کے علاوہ بیع پر راضی نہیں ہوا ہے اور اغراض میں قلت تفاوت کی بنا پر یہ اختلاف نوع کی طرف راجع ہے لہذا اس کے نہ ہونے سے عقد فاسد نہیں ہوگا جیسا کہ حیوانات میں مذکور منوث ہونا وصف اور یہ وصف سلامت کے فوت ہونے کی طرح ہو گیا اور جب خریدار اس کو لے گا تو پورے ثمن کے عطف لے گا اس لئے کہ اوصاف کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں ہوتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

بَابُ خِيَارِ الرُّوْيَةِ

﴿یہ باب خیار رویت کے بیان میں ہے﴾

باب خیار رویت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: خیار رویت کو خیار عیب پر مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ خیار رویت حکم کو مکمل ہونے سے روکنے والا ہے جبکہ خیار عیب حکم کو لازم ہونے سے روکنے والا ہے۔ اور حکم کا لزوم اس کے اتمام کے بعد ہوتا ہے اور یہاں پر اضافت کی نسبت اضافت شئی بہ شرط کی جانب منسوب ہے۔ کیونکہ رویت خیار کے ثبوت کے لئے شرط ہے جبکہ عدم رویت سبب ہے ثبوت خیار کے لئے جو خیار کے وقت ہوگا۔ (فتح القدر، کتاب بیوع، ج ۱۲، ص ۳۶۵، بیروت)

خیار رویت کا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیز کو بغیر دیکھے بھالے خرید لیتے ہیں اور دیکھنے کے بعد وہ چیز ناپسند ہوتی ہے، ایسی حالت میں شرع مطہر نے خریدار کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر دیکھنے کے بعد چیز کو نہ لینا چاہے تو بیع کو فسخ کر دے، اس کو خیار رویت کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: ”جس نے ایسی چیز خریدی جس کو دیکھنا نہ ہو تو دیکھنے کے بعد اسے اختیار ہے لے یا چھوڑ دے۔“ (سنن الدار قطنی، کتاب البیوع)

جس مجلس میں بیع ہوئی اس میں بیع موجود ہے مگر خریدار نے دیکھی نہیں مثلاً پیپے میں گھی یا تیل تھا یا بور یوں میں غنہ تھا یا گٹھری میں کپڑا تھا اور کھول کر دیکھنے کی نوبت نہیں آئی یا وہاں بیع موجود نہ ہو اس وجہ سے نہیں دیکھی بہر حال دیکھنے کے بعد خریدار کو خیار حاصل ہے چاہے بیع کو جائز کرے یا فسخ کر دے۔ بیع کو بیچنے والے نے جیسا بتایا تھا ویسی ہی ہے یا اس کے خلاف دونوں صورتوں میں دیکھنے کے بعد بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔

اگر خریدار نے دیکھنے سے پہلے اپنی رضامندی کا اظہار کیا یا کہہ دیا کہ میں نے اپنا خیار باطل کر دیا جب بھی دیکھنے کے بعد فسخ کرنے کا حق حاصل ہے کہ یہ خیار ہی دیکھنے کے وقت ملتا ہے دیکھنے سے پہلے خیار تھا ہی نہیں لہذا اس کو باطل کرنے کے کوئی معنی نہیں۔

خیار رویت چار مواقع میں ثابت ہوتا ہے: 1۔ کسی شے معین کی خریداری۔ 2۔ اجارہ۔ 3۔ تقسیم۔ 4۔ مال کا دعویٰ تھا اور شے معین پر مصالحت ہو گئی۔ بے دیکھی ہوئی چیز خریدی ہے دیکھنے سے پہلے بھی اس کی بیع فسخ کر سکتا ہے کیونکہ یہ بیع خریدار کے ذمہ لازم نہیں۔

بے دیکھی ہوئی چیز کو خریدنے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے اختیار رؤیت کہتے ہیں مثلاً کسی خریدار نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہو جائے گی لیکن خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس چیز کو جس وقت دیکھے چاہے تو اسے رکھ لے اور چاہے تو بیچنے والے کو واپس کر دے۔

ان اقسام کے علاوہ اس باب میں خیار کی ایک اور قسم ذکر ہوگی جسے خیار مجلس کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایک مجلس میں تاجر و خریدار کے درمیان خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے ہو جانے کے بعد اس مجلس کے ختم ہونے تک تاجر اور خریدار دونوں کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس معاملہ کو ختم کر سکتا ہے مجلس ختم ہونے کے بعد یہ اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں رہتا لیکن خیار کی اس قسم میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام شافعی اور بعض دوسرے علماء اس خیار کے قائل ہیں جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ اور دوسرے علماء اس کے قائل نہیں ہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ جب بیع کا ایجاب و قبول ہو گیا یعنی معاملہ تکمیل پا گیا تو اب کسی کو بھی اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا اور یہ کہ معاملہ کے وقت خیار کی شرط طے پاگئی ہو جسے خیار شرط کہتے ہیں اور جس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے تین دن کے بعد خیار شرط کی صورت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

خیار رؤیت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَالْبَيْعُ بَاجِزٌ، وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَأَاهُ، إِنْ شَاءَ اخْتَدَهُ) بِجَمِيعِ الثَّمَنِ (وَإِنْ شَاءَ رَدُّهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَصِحُّ الْعَقْدُ أَصْلًا؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ مَجْهُولٌ. وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَأَاهُ)؛ وَلِأَنَّ الْجَهْلَ الْفُتُورَ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ، لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يُوَافِقْهُ يَرُدُّهُ، فَصَارَ كَجَهْلَةِ الْوَصْفِ فِي الْمَعَانِي الْمُشَارِ إِلَيْهِ.

اور جب کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو بیع جائز ہے اور دیکھنے کے بعد اسے خیار ملے گا اگر چاہے تو اسے پورے ثمن کے عوض میں لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے امام شافعی نے فرمایا: عقد بالکل صحیح نہیں ہوگا اس لئے کہ بیع مجہول ہے اور ہماری دلیل آپ کا وہ فرمان ہے: جس نے دیکھے بغیر کوئی چیز خرید لی تو دیکھنے کے بعد اسے خیار حاصل ہوگا اور اس لئے بھی کہ نہ دیکھنے کی جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے کیونکہ اگر خریدار کو بیع پسند نہ ہوگی تو وہ اسے واپس کر دے گا تو یہ معین مشار الیہ میں جہالت وصف کی طرح ہوگئی۔

بیع دیکھنے کے بعد خریدار کے اختیار کا بیان

(وَكَذَا إِذَا قَالَ رَضِيتُ ثُمَّ رَأَاهُ لَهُ أَنْ يَرُدُّهُ) لِأَنَّ الْخِيَارَ مُعَلَّقٌ بِالرُّؤْيَةِ لِمَا رَوَيْنَا فَلَا يَثْبُتُ قَبْلَهَا، وَحَقُّ الْفَسْخِ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ بِحُكْمِ أَنَّهُ عَقْدٌ غَيْرُ لَازِمٍ لَا بِمُقْتَضَى الْحَدِيثِ، وَلِأَنَّ الرِّضَا بِالشَّيْءِ قَبْلَ الْعِلْمِ بِأَوْصَافِهِ لَا يَتَحَقَّقُ فَلَا يُعْتَبَرُ قَوْلُهُ رَضِيتُ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ بِخِلَافِ قَوْلِهِ

رَدِّدَتْ .

اور ایسے ہی جب خریدار نے اپنی رضامندی کا اظہار کرنے کے بعد بیع کو دیکھا تو بھی اسے واپس کرنے کا اختیار ہوگا اس لئے کہ خیار کا تعلق رویت سے ہے اس دلیل کی بنا پر جسے ہم نے بیان کیا لہذا قبل الرویہ خیار ثابت نہیں ہوگا اور خریدار کو حق بیع عقد کے غیر لازم ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ مقتضائے حدیث سے اور اس لئے کہ کسی چیز کے اوصاف جاننے سے پہلے اس پر رضامندی ثابت نہیں ہوتی لہذا دیکھنے سے پہلے خریدار کا رضیت کہنا معتبر نہیں ہوگا برخلاف ردوت کہنے کے۔

بغیر دیکھے بیچنے والے کی بیع پر عدم اختیار کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ بَاعَ مَا لَمْ يَرَهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ) وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ: أَوَّلًا لَهُ الْخِيَارُ اخْتِيَارًا بِخِيَارِ الْعَيْبِ وَخِيَارِ الشَّرْطِ وَهَذَا؛ لِأَنَّ لِرُؤْمَ الْعَقْدِ بِتَمَامِ الرِّضَا زَوَالًا وَثُبُوتًا وَلَا يَتَحَقَّقُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْعِلْمِ بِأَوْصَافِ الْمَبِيعِ، وَذَلِكَ بِالرُّؤْيَةِ فَلَمْ يَكُنِ الْبَائِعُ رَاضِيًا بِالزَّوَالِ. وَوَجْهُ الْقَوْلِ الْمَرْجُوعِ إِلَيْهِ أَنَّهُ مُعَلَّقٌ بِالشَّرَاءِ لِمَا رَوَيْنَا فَلَا يَثْبُتُ ذُوْنَهُ .

وَرَوَى أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بَاعَ أَرْضًا لَهُ بِالْبَصْرَةِ مِنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ فَقِيلَ لَطَلْحَةَ: إِنَّكَ قَدْ غُبْتَ، فَقَالَ: لِي الْخِيَارُ؛ لِأَنِّي اشْتَرَيْتُ مَا لَمْ أَرَهُ. وَقِيلَ لِعُثْمَانَ: إِنَّكَ قَدْ غُبْتَ، فَقَالَ: لِي الْخِيَارُ؛ لِأَنِّي بَعْتُ مَا لَمْ أَرَهُ. فَحُكِّمَ بَيْنَهُمَا جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ. فَقَضَى بِالْخِيَارِ لَطَلْحَةَ، وَكَانَ ذَلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ .

فرمایا: جب کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز بیچ دی تو اسے خیار نہیں ملے گا امام اعظم رضی اللہ عنہ پہلے خیار عیب اور خیار شرط پر قیاس کرتے ہوئے بیچنے والا کے خیار کے لئے قائل تھے اور اس لئے تھے کہ عقد کا لازم ہونا ہے زوال عن ملک الیچنے والا اور ثبوت لملک الخریدار دونوں اعتبار سے تمامیت رضا پر موقوف ہے اور تمامیت رضا اوصاف بیع کو جاننے سے پہلے ثابت نہیں ہوگی اور بیع کے اوصاف کا علم اسے دیکھنے سے ہی ہوگا لہذا بیچنے والا زوال بیع پر راضی نہیں ہوگا اور مرجوع الیہ قول کی دلیل یہ ہے کہ سابق میں ہماری بیان کردہ حدیث کی وجہ سے خیار رویت شراء پر معلق ہے لہذا بغیر شراء کے اس کا ثبوت نہیں ہوگا اور منقول ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے اپنی بصرہ کی زمین بیچی تو حضرت طلحہ سے کہا گیا کہ تمہیں خسارہ ہو گیا اس پر طلحہ نے فرمایا: میں نے بن دیکھی چیز خریدی ہے اس لئے مجھے اختیار ہے پھر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا گیا کہ آپ کا نقصان ہو گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے اختیار ہے کیونکہ میں نے بغیر دیکھے بیچ دیا ہے تو ان حضرات نے حضرت جبیر بن مطعم کو اپنے درمیان فیصلہ بنایا چنانچہ انہوں نے حضرت طلحہ کے لئے خیار کا فیصلہ کیا اور یہ واقعہ حضرات صحابہ کی موجودگی میں پیش آیا تھا۔

خیار رویت کے موقت نہ ہونے کا بیان

ثُمَّ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ غَيْرُ مُؤَقَّتٍ بَلْ يَبْقَى إِلَى أَنْ يُوْجَدَ مَا يَبْطُلُهُ، وَمَا يَبْطُلُ خِيَارَ الشَّرْطِ مِنْ تَعَيُّبِ

أَوْ تَصَرَّفَ يُبْطِلُ خِيَارَ الرُّوْيَةِ، ثُمَّ إِنْ كَانَ تَصَرُّفًا لَا يُمَكِّنُ رَفْعَهُ كَالِإِغْتَاقِ وَالتَّذْيِيرِ أَوْ تَصَرُّفًا يُوجِبُ حَقًّا لِلْغَيْرِ كَالْبَيْعِ الْمُطْلَقِ وَالرَّهْنِ وَالْإِجَارَةَ يُبْطِلُهُ قَبْلَ الرُّوْيَةِ وَبَعْدَهَا ؛ لِأَنَّهُ لَسَا لَزِمَ تَعَذُّرُ الْفَسْخِ لِبُطْلَانِ الْخِيَارِ وَإِنْ كَانَ تَصَرُّفًا لَا يُوجِبُ حَقًّا لِلْغَيْرِ كَالْبَيْعِ بِشَرْطِ الْخِيَارِ، وَالْمُسَاوَمَةِ وَالْهَبَةِ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيمٍ لَا يُبْطِلُهُ قَبْلَ الرُّوْيَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَرْتَبِئُ عَلَى صَرِيحِ الرِّضَا وَيُبْطِلُهُ بَعْدَ الرُّوْيَةِ لِوُجُودِ دَلَالَةِ الرِّضَا .

پھر خیاری رویت موقت نہیں ہے بلکہ وجود مطلق تک وہ باقی رہے گا اور خیاری شرط کو باطل کرنے والا عیب یا تصرف خیاری رویت کو بھی باطل کر دیتا ہے پھر اگر کوئی ناقابل ارتقاع کوئی تصرف ہو جیسے آزاد کرنا یا کسی غیر کا حق ثابت کرنے والا تصرف ہو جیسے بیع مطلق رہن اور اجارہ تو ایسا تصرف رویت سے پہلے بھی خیاری رویت کو باطل کر دے گا اور رویت کے بعد بھی اس لئے کہ جب یہ تصرف لازم ہو گیا تو فسخ کرنا دشوار ہو گیا لہذا خیاری باطل ہو جائے گا اور اگر کوئی ایسا تصرف ہو جو دوسرے کے لئے حق ثابت نہ کرتا ہو جیسے خیاری شرط کیساتھ بیچنا بھاؤ شاد کرنا اور سپرد کیے بغیر بہ کرنا تو یہ تصرف رویت سے پہلے خیاری کو باطل نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ صریح رضا سے آگے نہیں بڑھ سکتا البتہ رویت کے بعد خیاری کو باطل کر دے گا اس لئے کہ دلالتہ رضا مندی موجود ہے۔

بیع کو دیکھنے کی میں حد بندی کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ نَظَرَ إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ، أَوْ إِلَى ظَاهِرِ الثَّوْبِ مَطْوِيًّا أَوْ إِلَى وَجْهِ الْجَارِيَةِ أَوْ إِلَى وَجْهِ الذَّائِبَةِ وَكَفْلَيْهَا فَلَا خِيَارَ لَهُ) وَالْأَصْلُ فِي هَذَا أَنَّ رُؤْيَةَ جَمِيعِ الْمَبِيعِ غَيْرُ مَشْرُوطٍ لَتَعَذُّرِهِ فَيَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى الْعِلْمِ بِالْمَقْصُودِ .

وَلَوْ دَخَلَ فِي الْبَيْعِ أَشْيَاءُ، فَإِنْ كَانَ لَا تَفَاوُثَ أَحَادُهَا كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، وَعَلَامَتُهُ أَنْ يُعْرَضَ بِالنَّمُودَجِ يَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ وَاحِدٍ مِنْهَا إِلَّا إِذَا كَانَ الْبَاقِي أَرْدَا مِمَّا رَأَى فَحِينَئِذٍ يَكُونُ لَهُ الْخِيَارُ .

وَإِنْ كَانَ تَفَاوُثَ أَحَادُهَا كَالثِّيَابِ وَالدَّوَابِّ لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا، وَالْجَوُزُ وَالْبَيْضُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ فِيمَا ذَكَرَهُ الْكُرْخِيُّ، وَكَانَ يَتَّبِعِي أَنْ يَكُونَ مِثْلَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ لِكُونِهَا مُتَقَارِبَةً .

إِذَا ثَبَتَ هَذَا فَنَقُولُ: النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ كَافٍ ؛ لِأَنَّهُ يَعْرِفُ وَصْفَ الْبَقِيَّةِ ؛ لِأَنَّهُ مَكِيلٌ يُعْرَضُ بِالنَّمُودَجِ، وَكَذَا النَّظَرُ إِلَى ظَاهِرِ الثَّوْبِ مِمَّا يَعْلَمُ بِهِ الْبَقِيَّةُ إِلَّا إِذَا كَانَ فِي طَيْهِ مَا يَكُونُ مَقْصُودًا كَمَوْضِعِ الْعِلْمِ، وَالْوَجْهُ هُوَ الْمَقْصُودُ فِي الْأَدَمِيِّ، وَهُوَ وَالْكَفْلُ فِي الدَّوَابِّ

فَيَغْتَسِرُ رُؤْيَا الْمَقْصُودِ وَلَا يُعْتَبَرُ رُؤْيَا غَيْرِهِ. وَشَرَطَ بَعْضُهُمْ رُؤْيَا الْقَوَائِمِ. وَالْأَوَّلُ هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَفِي شَاةِ اللَّحْمِ لَا بُدَّ مِنَ الْجَسَدِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ وَهُوَ اللَّحْمُ يُعْرَفُ بِهِ. وَفِي شَاةِ الْقِنِيِّ لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَا الصَّرْعِ. وَفِيمَا يُطْعَمُ لَا بُدَّ مِنَ الذَّوْقِ لِأَنَّ ذَلِكَ هُوَ الْمُعْرِفُ لِلْمَقْصُودِ.

فرمایا: جس نے ڈھیر کے اوپری حصے یا تہ شدہ تھان کے اوپری حصے کو دیکھ لیا یا باندی کے چہرے کو دیکھ لیا یا سواری کا چہرہ اور اس کی سرین دیکھ لی تو اس کو خیار رویت نہیں ملے گا اس میں اصل یہ ہے کہ تمام بیع کو دیکھنا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ تو ناممکن ہے لہذا اتنی رویت پر اکتفاء کیا جائے گا جس سے مقصود کا پتہ چل جائے اور جب بیع میں کئی چیزیں شامل ہوں تو اگر ان کے افراد متفاوت نہ ہوں جیسے مکملی اور موزوں چیزیں تو ان میں سے ایک کا دیکھنا کافی ہو جائے گا مگر جب کہ باقی دیکھی ہو چیز سے گھٹیا ہوں تو اس وقت خریدار کو خیار رویت حاصل ہوگا۔

اور جب اشیاء کے افراد مختلف ہوں جیسے چوپائے اور کپڑے تو ان میں سے ہر ایک کا دیکھنا ضروری ہوگا اور امام کرخی کے بیان کے مطابق اخوٹ اور انڈے بھی اسی قبیل سے ہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ انڈے وغیرہ گندم اور جو کے مثل ہوں اس لئے کہ ان کے افراد متقارب ہیں۔

جب یہ ضابطہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ غلے کے اوپری حصے کو دیکھنا کافی ہے کیونکہ وہ بقیہ بیع کے وصف کو بتا رہا ہے اس لئے کہ غلہ مکملی ہے اور بطور نمونہ پیش کیا جا رہا ہے اسی طرح کپڑے کے ظاہری حصے کو دیکھنا ایسا ہے جس سے باقی کا علم ہو جائے مگر جب کہ کپڑے کے تھان میں کوئی ایسی چیز ہو جو مقصود ہو جیسے نقش و نگار کی جگہ اور آدمی کا چہرہ ای مقصود ہوتا ہے اسی طرح جانور میں چہرہ اور اس کی سرین مقصود ہوتی ہے لہذا مقصود کا دیکھنا معتبر ہوگا اور غیر مقصود کے دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا بعض لوگوں نے جانور کے ہاتھ پیر دیکھنے کی شرط لگائی ہے اور پہلا قول امام ابو یوسف سے منقول ہے اور گوشت والی بکری کا ٹولنا ضروری ہے اس لئے کہ مقصود کا پتہ چلے گا اور پالتو بکری میں تھن کا دیکھنا ضروری ہے اور ماکولات میں چکھنا ضروری ہے کیونکہ چکھنے سے ہی مقصود کا علم ہوگا۔

گھر کا صحن دیکھنے میں رویت ہو جانے کا بیان

(قَالَ وَإِنْ رَأَى صَحْنَ الدَّارِ فَلَا خِيَارَ لَهُ وَإِنْ لَمْ يُشَاهِدْ بَيُوتَهَا، وَكَذَلِكَ إِذَا رَأَى خَارِجَ الدَّارِ أَوْ رَأَى أَشْجَارَ الْبُسْتَانِ مِنْ خَارِجٍ.

وَعِنْدَ زُفَرٍ لَا بُدَّ مِنْ دُخُولِ دَاخِلِ الْبُيُوتِ، وَالْأَصَحُّ أَنَّ جَوَابَ الْكِتَابِ عَلَى وَفَاقِ عَادَتِهِمْ فِي الْآبَنِیَّةِ، فَإِنَّ دَوْرَهُمْ لَمْ تَكُنْ مُتَفَارِقَةً يَوْمَئِذٍ، فَأَمَّا الْيَوْمُ فَلَا بُدَّ مِنَ الدُّخُولِ فِي دَاخِلِ الدَّارِ لِلتَّفَارُتِ، وَالنَّظَرُ إِلَى الظَّاهِرِ لَا يُوَقِّعُ الْعِلْمَ بِالدَّاخِلِ.

فرمایا: جب خریدار نے گھر کا صحن دیکھ لیا تو اسے خیار رویت نہیں حاصل ہوگا چاہے اس نے گھر کے لمروں کو نہ دیکھا

ہو اور ایسے جب گھر کے باہری حصہ کو دیکھ لیا یا باہر سے باغ کے درختوں کو دیکھ لیا امام زفر کے نزدیک کروں کے اندر داخل ہونا ضروری ہے صحیح بات یہ ہے کہ قدوری کا فیصلہ عمارتوں کے سلسلہ میں اہل کوفہ کی عادت کے موافق ہے کیونکہ اس زمانے میں ان کے مکانات میں تفاوت نہیں تھا لیکن آج کل تفاوت کی بنا پر گھر کے اندر داخل ہونا ضروری ہے اور اوپر سے دیکھنے سے اندر کا علم نہیں ہو سکتا۔

رویت وکیل کا رویت خریدار کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ (وَنَظَرُ الْوَكِيلِ كَنَظَرِ الْمُشْتَرِي حَتَّى لَا يَرُدَّهُ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ، وَلَا يَكُونُ نَظَرُ الرَّسُولِ كَنَظَرِ الْمُشْتَرِي، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا: هُمَا سَوَاءٌ، وَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ) قَالَ مَعْنَاهُ الْوَكِيلُ بِالْقَبْضِ، فَأَمَّا الْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ فَرُؤْيُهُ تَسْقِطُ الْخِيَارَ بِالْإِجْمَاعِ، لِهَذَا أَنَّهُ تَوَكَّلَ بِالْقَبْضِ دُونَ اسْقَاطِ الْخِيَارِ فَلَا يَمْلِكُ مَا لَمْ يَتَوَكَّلْ بِهِ وَصَارَ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَالشَّرْطِ وَالْإِسْقَاطِ قَضًا وَلَهُ أَنَّ الْقَبْضَ نَوْعَانِ: تَامٌّ وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَهُ وَهُوَ يَرَاهُ. وَنَاقِصٌ، وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَهُ مَسْتُورًا وَهَذَا؛ لِأَنَّهُ تَمَامُهُ بِتَمَامِ الصَّفَقَةِ وَلَا تَتِمُّ مَعَ بَقَاءِ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَالْمُوتَكِّلُ مَلِكُهُ بِنَوْعِيهِ، فَكَذَا الْوَكِيلُ. وَمَنْ قَبَضَ الْمُوتَكِّلُ وَهُوَ يَرَاهُ سَقَطَ الْخِيَارُ فَكَذَا الْوَكِيلُ لَا طَلَقَ التَّوَكُّلِ.

وَإِذَا قَبِضَهُ مَسْتُورًا انْتَهَى التَّوَكُّلُ بِالنَّاقِصِ مِنْهُ فَلَا يَمْلِكُ اسْقَاطَهُ قَضًا بَعْدَ ذَلِكَ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْنَعُ تَمَامِ الصَّفَقَةِ فَيَتِمُّ الْقَبْضُ مَعَ بَقَائِهِ، وَخِيَارُ الشَّرْطِ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ.

وَلَوْ سَلِمَ فَالْمُوتَكِّلُ لَا يَمْلِكُ التَّامُّ مِنْهُ فَإِنَّهُ لَا يَسْقُطُ بِقَبْضِهِ؛ لِأَنَّهُ لَا اخْتِيَارَ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِالْخِيَارِ يَكُونُ بَعْدَهُ، فَكَذَا لَا يَمْلِكُهُ وَكِيلُهُ، وَبِخِلَافِ الرَّسُولِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا وَإِنَّمَا إِلَيْهِ تَلْيِيقُ الرِّسَالَةِ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ الْقَبْضَ، وَالتَّسْلِيمَ إِذَا كَانَ رَسُولًا فِي الْبَيْعِ.

فرمایا: وکیل کا دیکھنا خریدار کے دیکھنے کی طرح ہے یہاں تک کہ خریدار عیب کے علاوہ کسی اور سبب سے مبیع کو واپس نہیں کر سکتا البتہ قاصد کا دیکھنا خریدار کے دیکھنے کی طرح نہیں ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے صاحبین نے فرمایا: وکیل اور قاصد دونوں برابر ہیں اور خریدار کو واپس کرنے کا اختیار ہے صاحب ہدایہ نے فرمایا: وکیل بالقبض ہے رہا وکیل بالشراء تو اس کے دیکھنے سے خیار رویت ساقط ہو جائے گا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وکیل نے قبضہ کرنے کی وکالت قبول کی ہے نہ کہ خیار ساقط کرنے کی لہذا جس چیز کی اس نے وکالت قبول نہیں کی ہے وہ اس کا مالک بھی نہیں ہوگا اور یہ خیار عیب خیار شرط اور قصد اسقاط خیار کی طرح ہو گیا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قبضے کی دو قسمیں ہیں (۱) قبضہ تام اور وہ یہ ہے کہ مبیع کو دیکھتا ہوا اس پر قبضہ کرے (۲) قبضہ ناقص اور وہ یہ ہے کہ مبیع کے پوشیدہ ہو کی حالت میں اس پر قبضہ کرے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ قبضہ کا تام ہونا تمام صفقتہ سے ہوتا ہے اور خیار رویت کے ہوتے ہوئے صفتہ تام نہیں ہوتا اور منوکل قبضے کی دونوں قسموں کا مالک ہوتا ہے لہذا وکیل بھی دونوں قسموں کا مالک ہوگا اور جب منوکل نے مبیع کو دیکھتے ہوئے مبیع پر قبضہ کیا تو خیار ساقط ہو جائے گا تو ایسا ہی وکیل کے ساتھ ہوگا کیونکہ توکیل مطلق ہے اور جب وکیل نے پوشیدہ مبیع پر قبضہ کیا تو قبضہ ناقصہ کی وجہ سے توکیل پوری ہوگئی لہذا اس کے بعد وکیل قصد خیار رویت ساقط کرنے کا مالک نہیں ہوگا۔ برخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ خیار عیب صفتہ تام ہونے سے مانع نہیں ہے لہذا خیار عیب کے ہوتے ہوئے بھی قبضہ تام ہو جائے گا اور خیار شرط اسی اختلاف پر ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی منوکل قبضہ تام کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ منوکل کے قبضہ کرنے سے خیار ساقط نہیں ہوتا اس لئے کہ خیار کا مقصد قبضہ کے بعد ہوگا لہذا اسی طرح منوکل کا وکیل بھی قبضہ تام کا مالک نہیں ہوگا اور برخلاف قاصد کے کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اس کا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول فی البیع ہونے کی صورت میں قاصد قبضہ کرنے اور سپرد کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

ناہینا کی خرید و فروخت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الْأَعْمَى وَبِشْرَاؤُهُ جَائِزٌ وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا اشْتَرَى) لِأَنَّهُ اشْتَرَى مَا لَمْ يَرَهُ وَقَدْ قَرَّرْنَا هَذَا مِنْ قَبْلُ (لَمْ يَسْقُطْ خِيَارُهُ بِجَبْتِهِ الْمَبِيعَ إِذَا كَانَ يُعْرِفُ بِالْحَسَنِ، وَيَشْتُمُهُ إِذَا كَانَ يُعْرِفُ بِالسُّمِّ، وَيَذُوقُهُ إِذَا كَانَ يُعْرِفُ بِالدُّوْقِ) كَمَا فِي الْبَصِيرِ (وَلَا يَسْقُطُ خِيَارُهُ فِي الْعَقَارِ حَتَّى يُوصَفَ لَهُ) لِأَنَّ الْوَصْفَ يُقَامُ مَقَامَ الرُّؤْيَا كَمَا فِي السَّلَامِ.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ إِذَا وَقَفَ فِي مَكَانٍ لَوْ كَانَ بَصِيرًا لَرَأَاهُ وَقَالَ: قَدْ رَضِيتُ سَقَطَ خِيَارُهُ، لِأَنَّ التَّشْبِيهَ يُقَامُ مَقَامَ الْحَقِيقَةِ فِي مَوْضِعِ الْعَجْزِ كَتَحْرِيبِكَ الشَّفَتَيْنِ يُقَامُ مَقَامُ الْقِرَاءَةِ فِي حَقِّ الْآخَرِينَ فِي الصَّلَاةِ، وَاجْرَاءُ الْمُوسَى مَقَامَ الْحَلْقِ فِي حَقِّ مَنْ لَا شَعْرَ لَهُ فِي الْحَجِّ.

وَقَالَ الْحَسَنُ: يُوَكِّلُ وَكَيْلًا بِقَبْضِهِ وَهُوَ يَرَاهُ وَهَذَا أَشْبَهُ بِقَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ رُؤْيَا الْوَكِيلِ كَرُؤْيَا الْمُوَكَّلِ عَلَى مَا مَرَّ آتِفًا.

فرمایا کہ اندھے کی خرید و فروخت جائز ہے اور خریدنے کے بعد اسے خیار حاصل ہوگا کیونکہ اس نے ایسی چیز خریدی ہے جسے دیکھا نہیں اور ہم اس سے پہلے اسے ثابت کر چکے ہیں پھر مبیع کو نکلنے سے اس کا خیار باطل ہو جائے گا جب مبیع نکلنے سے معلوم ہو سکتی ہے اور مبیع کو سونگھے سے اس کا خیار ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ مبیع کو سونگھنے سے اس کی شناخت ہو جائے اور مبیع کو جھکنے سے جب اس سے مبیع کی معرفت ممکن ہو جیسا کہ بیٹا کے حق میں ہوتا ہے اور زمین میں اس کا خیار ساقط نہیں ہوگا جب تک اس کا وصف

بیان نہ کر دیا جائے اس لئے کہ وصف رویت کے قائم مقام ہوتا ہے جیسا کہ بیع سلم میں ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب نابینا کسی ایسی جگہ کھڑا ہو کہ اگر وہ جینا ہوتا تو بیع کو دیکھ لیتا اور یوں کہے قدریت تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا اس لئے موضع عجز میں تشبیہ حقیقت کے قائم مقام ہوتی ہے جیسے نماز کے متعلق گونگے آدمی کے حق میں ہونوں کا ہلانا قراست کے قائم مقام ہے اور حج میں گنجه آدمی کے حق میں استرے کا پھیرنا طلق کے قائم مقام ہے۔

حضرت حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ نابینا ایک وکیل مقرر کرے جو بیع کو دیکھ کر اس پر قبضہ کر لیا اور یہ قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کے زیادہ مشابہ ہے اس لئے کہ وکیل کی رویت مؤکل کی رویت کے مثل ہے۔

ایک تھان کی رویت پر دو تھان کپڑے کے خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ رَأَى أَحَدَ الثَّوْبَيْنِ فَاشْتَرَاهُمَا ثُمَّ رَأَى الْآخَرَ جَازَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُمَا) لِأَنَّ رُؤْيَا أَحَدِهِمَا لَا تَكُونُ رُؤْيَا الْآخَرِ لِتَفَاوُتِ فِي الثَّيَابِ فَكَيْفَ الْخِيَارُ فِيمَا لَمْ يَرَهُ، ثُمَّ لَا يَرُدُّهُ وَحْدَهُ بَلْ يَرُدُّهُمَا كَمَا لَا يَكُونُ تَفْرِيقًا لِلصَّفَقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ، وَهَذَا لِأَنَّ الصَّفَقَةَ لَا تَعْمُ مَعَ خِيَارِ الرُّؤْيَا قَبْلَ الْقَبْضِ وَبَعْدَهُ، وَلِهَذَا يَتِمَّ كُنْ مِنَ الرَّدِّ بِغَيْرِ قَضَاءٍ وَلَا رِضَا وَيَكُونُ لَشُعَا مِنْ الْأَصْلِ. وَمَنْ مَاتَ وَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَا بَطَلَ خِيَارُهُ لِأَنَّهُ لَا يَجْرِي فِيهِ الْإِرْثُ عِنْدَنَا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي خِيَارِ الشَّرْطِ (وَمَنْ رَأَى شَيْئًا ثُمَّ اشْتَرَاهُ بَعْدَ مُدَّةٍ، فَإِنْ كَانَ عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي رَأَاهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ) لِأَنَّ الْعِلْمَ بِأَوْصَافِهِ حَاصِلٌ لَهُ بِالرُّؤْيَا السَّابِقَةِ، وَبِفَوَاتِهِ يَثْبُتُ الْخِيَارُ إِلَّا إِذَا كَانَ لَا يَعْلَمُهُ مَرِيئُهُ لِعَدَمِ الرِّضَا بِهِ (وَأَنْ وَجَدَهُ مُتَغَيِّرًا فَلَهُ الْخِيَارُ) لِأَنَّ تِلْكَ الرُّؤْيَا لَمْ تَقْعْ مُعْلِمَةً بِأَوْصَافِهِ فَكَانَتْ لَمْ يَرَهُ، وَإِنْ اخْتَلَفَا فِي التَّغْيِيرِ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ لِأَنَّ التَّغْيِيرَ حَادِثٌ وَسَبَبُ النَّزْوِمِ ظَاهِرٌ، إِلَّا إِذَا بَعْدَتْ الْمُدَّةُ عَلَى مَا قَالُوا لِأَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لِلْمُشْتَرِي، بِخِلَافِ مَا إِذَا اخْتَلَفَا فِي الرُّؤْيَا لِأَنَّهَا أَمْرٌ حَادِثٌ وَالْمُشْتَرِي يُنْكِرُهُ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ.

فرمایا: جب کسی نے کپڑے کے دو تھان میں سے ایک کو دیکھ کر دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھا تو اسے دونوں تھان واپس کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ کپڑوں میں تفاوت کی وجہ سے ایک تھان کا دیکھنا دوسرے کا دیکھنا شہ نہیں ہوگا لہذا نہ دیکھے ہوئے تھان میں خیار باقی رہے گا پھر خریدار صرف اسی تھان کو واپس نہیں کرے گا تا کہ تمامیت صفقہ سے پہلے تفریق صفقہ نہ ہو اور یہ اس لئے ہے کہ قبضہ کے پہلے اور قبضہ کے بعد دونوں صورتوں میں خیار رویت کے ہوتے ہوئے صفقہ تام نہیں ہوتا اسی وجہ سے خریدار قضاے قاضی اور رضائے خریدار کے بغیر بھی بیع واپس کر سکتا ہے اور یہ رواصل عقد سے نسخ مانا جاتا ہے اور جب جس کے لئے اختیار ہے مرجائے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک خیار میں وراثت نہیں چلتی اور خیار شرط میں ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔

جس شخص نے کوئی چیز دیکھی اور پھر ایک مدت کے بعد اسے خرید اتوا اگر وہ چیز اس کی دیکھی ہوئی صفت پر بحال ہو تو خریدار کو
خیار رویت نہیں ملے گا اس لئے کہ رویت سابقہ ہی سے خریدار کو اس کے اوصاف معلوم ہیں اور علم بالا اوصاف ہی کے فوت ہونے
سے خیار ثابت ہوتا ہے مگر جب کہ جب خریدار یہ یقین نہ کر سکے کہ بیع ہی اس کی دیکھی ہوئی چیز ہے کیونکہ اب اس کے ساتھ خریدار
کی رضامندی معدوم ہے اور جب خریدار اس چیز کو بدلی ہوئی پائے تو بھی اسے خیار حاصل ہوگا اس لئے کہ وہ رویت اوصاف بیع کی
مخبر نہ واقع ہو سکی تو گویا کہ خریدار نے اسے دیکھا ہی نہیں اور جب عقد کرنے والے تغیر کے متعلق اختلاف کریں تو بیچنے والے کی
بات معتبر ہوگی اس لئے کہ تغیر حادث ہے اور لزوم عقد کا سبب ظاہر ہے مگر جب کہ مدت دراز ہو جیسا کہ متاخرین فقہاء نے فرمایا
کیونکہ ظاہر خریدار کے لئے شاہد ہے برخلاف اس صورت کے جب عقد کرنے والے رویت کے سلسلے میں اختلاف کریں اس لئے
کہ رویت ایک امر جدید ہے اور خریدار اس کا منکر ہے لہذا اس کی قول معتبر ہوگا۔

بغیر دیکھے زطلی تھان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَدْلَ زُطْلَى وَلَمْ يَرَهُ فَبَاعَ مِنْهُ ثَوْبًا أَوْ وَهَبَهُ وَسَلَّمَهُ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا مِنْهَا إِلَّا مِنْ
عَيْبٍ، وَكَذَلِكَ خِيَارُ الشَّرْطِ) لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ الرَّدُّ لِمَا خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ، وَفِي رَدِّ مَا بَقِيَ تَفْرِيقُ
الصَّفَقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ لِأَنَّ خِيَارَ الرُّؤْيَةِ وَالشَّرْطِ يَمْنَعَانِ تَمَامَهَا، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ لِأَنَّ
الصَّفَقَةَ تَتِمُّ مَعَ خِيَارِ الْعَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ وَإِنْ كَانَتْ لَا تَتِمُّ قَبْلَهُ وَفِيهِ وَضْعُ الْمَسْأَلَةِ -
فَلَوْ عَادَ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ هُوَ فَسَخَّ فَهُوَ عَلَى خِيَارِ الرُّؤْيَةِ، كَذَا ذَكَرَهُ شَمْسُ الْأَلَمَةِ
السَّرْحِيْسِيُّ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَعُودُ بَعْدَ سُقُوطِهِ كَخِيَارِ الشَّرْطِ، وَعَلَيْهِ اعْتَمَدَ
الْقُدُورِيُّ.

فرمایا: جب کسی نے دیکھے بغیر زطلی تھانوں کی کوئی گھڑی خرید لی پھر اس میں سے ایک تھان بیچ دیا یا کسی کو ایک تھان
ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دیا تو بدون عیب کے خریدار اس میں سے کچھ واپس نہیں کر سکتا اور یہی حکم خیار شرط کا بھی ہے اس لئے کہ
جو بیع اس کی ملکیت سے نکل گئی اس کی واپسی ناممکن ہوگئی اور اور بقیہ بیع کو واپس کرنے میں تفریق صفقہ قبل التمام لازم آتا ہے اس
لئے کہ خیار رویت اور خیار شرط دونوں تمامیت صفقہ سے مانع ہیں۔ برخلاف خیار عیب کے کیونکہ قبضہ کے بعد خیار عیب کے ہوتے
ہوئے بھی صفقہ تام ہو جاتا ہے ہر چند کہ قبضہ سے پہلے تام نہیں ہوتا اور اسی میں مسئلہ کی وضع ہے پھر جب خریدار کے پاس کسی ایسے
سبب سے بیع لوٹ کے آئی جو فسخ ہو تو اپنے خیار رویت پر برقرار رہے گا حضرت سرخسی رحمہ اللہ نے اسی طرح بیان کیا ہے امام ابو یوسف
سے مروی ہے کہ خیار شرط کی طرح خیار رویت بھی ساقط ہونے کے بعد بحال نہیں ہوتا امام قدوری نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ

﴿یہ باب خیار عیب کے بیان میں ہے﴾

باب خیار عیب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: خیارات کے تقدم و تاخر کی وجوہات کو پہلے بیان کر دیا ہے اور یہاں پر کسی چیز کی اضافت اس کے سبب کی جانب ہے۔ (عام طور پر عرف میں جب بیچنے والا کسی بیچ کو پہنچتا ہے تو خریدار کا رد یہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی چیز کو خریدنے سے پہلے اس کی اچھے طریقے سے جانچ پڑتال کر لیتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی چیز عیب والی ہو تو خریدار خریدتا ہے ہی نہیں۔ اور اگر وہ خریدتا ہے تو بھی اس میں عیب کی ایک حد اس کے ذہن میں متعین ہوتی ہے کہ وہ اس قدر عیب کو برداشت کرنے والا ہے۔ اور بعض اوقات کسی چیز میں عیب بیچ ہو جانے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اس کی بھی کئی صورتیں ہیں یعنی اس کا عیب کا پہلے بیچنے والا کے سبب سے ہے یا خریدار کے سبب سے ہے یا دیگر آسانی و آفاقی اسباب کے سبب سے ہوا ہے یا دیگر کئی قرائن جو اس عیب کا سبب ہوئے ہیں اس طرح اس عیب میں فقہی مفاہیم میں بڑی وسعت ہے جس کے سبب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو باقی خیارات والے ابواب سے مؤخر ذکر کیا ہے تاکہ اس کی کثیر جزئیات کے بنیادی قواعد کو بیان کر دیا جائے۔ (رضوی عفی عنہ)۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۳، ص ۴۰۵، بیروت)

بیع میں خیار عیب ہونے کا فقہی مفہوم

بیع ہو جانے کے بعد خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب معلوم ہونے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خیار عیب کہتے ہیں مثلاً تاجر نے ایک چیز بیچی جسے خریدار نے خرید لی اب اس بیع کے بعد اگر خریدار واپس کر کے اپنی دی ہوئی قیمت لوٹا لے البتہ اگر بیچنے والے نے اس چیز کو بیچنے کے وقت خریدار سے یہ کہہ دیا تھا کہ اس چیز میں جو عیب ہو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں خواہ تم اس وقت اسے خریدو یا نہ خریدو اور اس کے باوجود بھی خریدار رضامند ہو گیا تھا تو خواہ کچھ ہی عیب اس میں نکلے خریدار کو واپس کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

خیار عیب والی بیع کے شرعی حکم کا بیان

اسلام کا معاشی و اقتصادی نظام فلاح دارین کے ساتھ انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن بھی ہے۔ اسلام کے مطابق عمل کیا جائے تو نہ تاجر کو خریدار کی جانب سے نقصان پہنچتا ہے اور نہ خریدار کو تاجر کی جانب سے کوئی ضرر لاحق ہوتا ہے۔ چنانچہ شریعت اسلامیہ کا یہ بنیادی قانون ہے کہ کوئی شخص نہ خود ضرر اٹھائے اور نہ دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ ارشاد باری تعالیٰ

ہے: لا تظلمون ولا تظلمون۔ ترجمہ: نہ تم کسی پر زیادتی کرو نہ تم پر کوئی زیادتی کرے (سورۃ البقرہ، آیت 279)

مسند امام احمد میں حدیث مبارک ہے۔ عن ابن عباس: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ضرر ولا ضرار في الاسلام (مسند امام احمد، مسند عبد الله بن عباس، حدیث نمبر 2921)۔ ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام میں نہ نقصان (اٹھانا) درست ہے اور نہ نقصان پہنچانا جائز ہے۔ اس ضرر و نقصان سے بچانے اور تجارت میں دھوکہ دہی سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعت مطہرہ میں تاجر کو یہ ہدایت دی گئی کہ کسی چیز میں عیب ہو تو فروخت کرتے وقت خریدار کو آگاہ کر دے، عیب کو چھپا کر چیز فروخت کرنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے ایسے تاجر کے حق میں وعید بیان فرمائی ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ شریف، کتاب التجارات، باب من باع عیالہ یبہ، ص 126 (حدیث نمبر: 2332) میں حدیث مبارک ہے: عن وائل بن الاسقع قال سمعت رسول الله -ﷺ- يقول من باع عیالہ یبہ لم یزل فی مقت من الله ولم یزل الملائكة تلعنہ۔ ترجمہ: سیدنا وائل بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی عیب والی چیز فروخت کی اور عیب کو ظاہر نہیں کیا، وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

نیز رد مختار ج 4 صفحہ 176 میں ہے: (قوله اما بیان نفس العیب فواجب) لان الغش حرام۔ ترجمہ: فروخت کرتے وقت عیب بیان کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ دھوکہ حرام ہے۔

صحیح مسلم شریف، ج 1، کتاب الایمان، باب قول النبی من غش فلیس منا، ص 70 (حدیث نمبر: 295) میں حدیث پاک ہے: عن ابی ہریرۃ۔ ان رسول الله -ﷺ- مر علی صبرة طعام فادخل یدہ فیہا فنالت اصابعہ بللا فقال ما هذا یا صاحب الطعام۔ قال اصابته السماء یا رسول الله۔ قال افلا جعلتہ فوق الطعام کی یراہ الناس من غش فلیس منی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ غلہ کے ڈھیر کے پاس تشریف لے گئے اور غلہ کے ڈھیر میں دست اقدس ڈالا تو اس میں کچھ نمی محسوس ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے غلہ والے یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ بارش کی وجہ سے غلہ بھیک چکا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پھر بھیکے ہوئے غلہ کو تم نے اوپر کیوں نہیں رکھا؟ تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں جس نے دھوکہ کا معاملہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔

ان نصوص سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی تاجر کو فروخت کی جانے والی اشیاء کے عیب و نقص کو خریدار پر ظاہر کئے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں، تاہم کسی تاجر نے کوئی عیب دار چیز عیب کی وضاحت کے بغیر فروخت کر دی اور خریدار کو خریدنے کے بعد اس میں موجود عیب کا علم ہوا اور اگر اس شے کو عیب کے ساتھ رکھ لینا ضروری قرار دیا جائے تو خریدار کا نقصان ہو جائے گا اس کو شرعاً یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اس عیب دار چیز کو واپس کر دے اور دی ہوئی قیمت اس سے واپس لے لے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ عیب خرید

فروخت کے معاملہ کے وقت موجود تھا۔ اس کے برخلاف خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب آگیا تو خریدار کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔

فروخت شدہ چیز میں عیب پائے جانے کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کے اختیار کو شریعت کی اصطلاح میں خیار عیب کہتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع ج 3 ص 66 میں ہے: واذا اشتری شیئاً لم یعلم بالعیب وقت الشراء ولا علمه قبله والعیب یسیر او فاحش فله الخيار ان شاء رضی بجمیع الثمن وان شاء رده۔ ترجمہ: جب کسی نے کوئی چیز خریدی اور خریدتے وقت یا اس سے پہلے اس کے عیب سے واقف نہیں تھا، خواہ عیب چھوٹا ہو یا بڑا بعد ازاں اسے عیب کا علم ہوا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو پوری قیمت کے بدلہ وہ عیب دار چیز لے لے اور اگر چاہے تو اس چیز کو لوٹا دے۔ نیز فتاویٰ فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع ج 3 کے اسی صفحہ پر خیار عیب کے شرائط میں ہے۔ فمعتها ثبوت العیب عند البیع و بعده قبل التسليم حتی لو حدث بعد ذلك لا یثبت الخيار۔

باب خیار عیب کے شرعی ماخذ کا بیان

اگر چیز میں کوئی عیب (خرابی) ہو تو وہ بھی بیان کر دے نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ سب سے پاکیزہ کمائی کونسی ہے فرمایا: بندے کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور دھوکے سے پاک خرید و فروخت کرنا۔ (سنن الکبریٰ، حدیث نمبر ۱۰۷۰)

وَاللَّهَ بْنَ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ نے کو فرماتے سنا کہ جس نے عیب والی چیز کو فروخت کیا اور عیب کو ظاہر نہ کیا وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں ہے یا فرمایا: ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۲۳۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور جب مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچے جس میں عیب ہو تو جب تک بیان نہ کرے اسے بیچنا حلال نہیں۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۳۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک غلہ کی ڈھیری کے پاس سے گزرے اس میں ہاتھ ڈال دیا حضور ﷺ کو انگلیوں میں تری محسوس ہوئی ارشاد فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا ہے اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اس پر بارش کا پانی پڑ گیا تھا ارشاد فرمایا: تو نے بھیگے ہوئے کو اوپر کیوں نہیں کر دیا کہ لوگ دیکھتے جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۹۵)

ملاوٹ کرنے والوں اور خراب مال بیچنے والوں کے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ جس سے رب العالمین ناراض ہو فرشتے اس پر لعنت کرنے والے ہوں نبی علیہ السلام اس سے دوری اختیار فرما رہے ہوں تو کس طرح اس کے کاروبار میں برکت ہوگی اور کس طرح وہ مصائب و آلام سے بچا ہوا ہوگا اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے لہذا اول تو کسی بھی طرح کی ملاوٹ نہ کریں اور اگر بالفرض مال خراب ہے یا کسی اور نے ملاوٹ والا مال آپ کو دیا ہے تو آپ حدیث پر عمل کرتے ہوئے خریدار کو وہ بتادیں ویسے بھی عموماً لوگوں کو علم ہوتا ہے کہ کس مال میں کیا ملاوٹ ہے اور کیا خرابی ہے کہ لوگوں سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے مثلاً دودھ میں پانی، لال مرچ میں کلر، چینی

میں چاول کے ٹکڑے، گوشت میں پانی کا پریش، دال میں کنکر وغیرہ لہذا جب لوگوں کے علم میں یہ بات ہے کہ دوکاندار زیادہ تر جھوٹ بولتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں تاکہ ان کا مال بکے تو حدیث پر عمل کریں اور بتادیں اس سے انشاء اللہ آپ کے کاروبار میں برکت ہوگی نیز وہ آپ کی سچائی کو دیکھ کر ہمیشہ آپ سے ہی چیز خریدے گا۔

خریدار کا عیب پر مطلع ہونے پر خیانت کا بیان

(وَإِذَا أَطْلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى عَيْبٍ فِي الْمَبِيعِ) فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ لِأَنَّ مُطْلَقَ الْعَقْدِ يَقْتَضِي وَصْفَ السَّلَامَةِ، فَعِنْدَ قُوَّتِهِ يَتَخَيَّرُ كَيْ لَا يَتَضَرَّرَ بِلُزُومِ مَا لَا يَرْضَى بِهِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُمْسِكَهُ وَيَأْخُذَ النُّقْصَانَ؛ لِأَنَّ الْأَوْصَافَ لَا يُقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ فِي مُجَرَّدِ الْعَقْدِ؛ وَلِأَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِزَوَالِهِ عَنْ مِلْكِهِ بِأَقْلٍ مِنَ الْمُسْتَمْتَلِ لِيَتَضَرَّرَ بِهِ، وَدَفْعُ الضَّرَرِ عَنِ الْمُشْتَرِي مُمَكِّنٌ بِالرَّدِّ بِذَوْنِ تَضَرُّرِهِ، وَالْمُرَادُ عَيْبٌ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ وَلَمْ يَرَهُ الْمُشْتَرِي عِنْدَ الْبَيْعِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْضِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ رِضَا بِهِ

اور جب خریدار بیع میں کسی عیب پر مطلع ہو تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو پورے ثمن کے عوض بیع کو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے کیونکہ مطلق عقد بیع کی سلامتی کا تقاضہ کرنے والا ہوتا ہے لہذا اس کے فوت ہونے کی صورت میں خریدار کو خیانت حاصل ہوگا تاکہ غیر پسندیدہ چیز کے لزوم سے خریدار کا نقصان نہ ہو اور خریدار کو یہ حق نہیں ہے کہ بیع کو روک کر نقصان کی بھرپائی لے لے اس لئے کہ مطلق عقد میں اوصاف کے مقابلہ میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتا اور اس لئے کہ بیچنے والا طے شدہ قیمت سے کم میں بیع کے اپنی ملکیت سے زائل ہونے پر راضی نہیں ہے لہذا اسے اس سے نقصان ہوگا اور رد کے ذریعے خریدار کے نقصان کے بغیر اس سے نقصان دور کرنا ممکن ہے اور عیب سے وہ عیب مراد ہے جو بیچنے والا کے پاس بھی موجود تھا اور عقد بیع اور قبضہ کے وقت اس پر خریدار کی نگاہ نہیں پڑی تھی کیونکہ عیب کو دیکھنا اس کی رضامندی کی علامت ہے۔

نقص ثمن والی چیز کے عیب ہونے کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (وَكُلُّ مَا أَوْجَبَ نُقْصَانُ الثَّمَنِ فِي عَادَةِ التَّجَارِ فَهُوَ عَيْبٌ)؛ لِأَنَّ التَّضَرُّرَ بِنُقْصَانِ الْمَالِيَّةِ، وَذَلِكَ بِانْتِقَاصِ الْقِيَمَةِ وَالْمَرْجِعُ فِي مَعْرِفَتِهِ عُرْفُ أَهْلِهِ.

(وَالْإِبَاقُ وَالْبُؤْلُ فِي الْفِرَاشِ وَالسَّرِقَةُ فِي الصَّغِيرِ عَيْبٌ مَا لَمْ يَتَلَفْ، فَإِذَا بَلَغَ فَلَيْسَ ذَلِكَ بِعَيْبٍ حَتَّى يُعَارِذَهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ) وَمَعْنَاهُ: إِذَا ظَهَرَتْ عِنْدَ الْبَائِعِ فِي صِغَرِهِ ثُمَّ حَدَّثَتْ عِنْدَ الْمُشْتَرِي فِي صِغَرِهِ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ؛ لِأَنَّهُ عَيْنُ ذَلِكَ، وَإِنْ حَدَّثَتْ بَعْدَ بُلُوغِهِ لَمْ يَرُدَّهُ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُهُ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ سَبَبَ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ يَخْتَلِفُ بِالصَّغَرِ وَالْكِبَرِ، فَالْبُؤْلُ فِي الْفِرَاشِ فِي

الصَّغِيرِ لِضَعْفِ الْمَشَانَةِ، وَبَعْدَ الْكَبْرِ لِدَاءٍ فِي بَاطِنِهِ، وَالْإِبَاقُ فِي الصَّغِيرِ لِحُبِّ اللَّعِبِ
وَالشَّرِيقَةُ لِقِلَّةِ الْمَبَالَاةِ، وَهُمَا بَعْدَ الْكَبْرِ لِحُبِّ فِي الْبَاطِنِ، وَالْمُرَادُ مِنَ الصَّغِيرِ مَنْ يَعْقِلُ،
فَإِنَّمَا الَّذِي لَا يَعْقِلُ فَهُوَ ضَالٌّ لَا آبِقَ فَلَا يَتَحَقَّقُ عَيْبًا.

فرمایا: ہر وہ چیز جس سے تجارت کی عادت میں ثمن میں کی واقع ہو وہ عیب ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ مالیت کی کمی کے سبب نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور قیمت کی کمی سے مالیت میں کمی آتی ہے اور اس کی معرفت کا دار و مدار تاجروں کے عرف پر ہے۔
فرمایا: غلام کا بھاگنا اور بستر پر پیشاپ کرنا بچے میں عیب ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے بالغ ہونے کے بعد یہ عیب نہیں ہے یہاں تک کہ بلوغت کے بعد بھی اسے دہرائے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بچپن میں چیزیں بیچنے والا کے پاس ظاہر ہوئیں پھر اس کے بچپن ہی میں خریدار کے پاس بھی انکا ظہور ہوا تو خریدار کو وہ غلام واپس کرنے کا اختیار ہے کیونکہ یہ بعینہ وہی ہے اور اگر بلوغت کے بعد یہ چیزیں ظاہر ہوں تو خریدار اس غلام کو واپس نہیں کر سکتا کیونکہ کہ یہ بیچنے والا کے پاس موجود عیب کے علاوہ دوسرا عیب ہے اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ بڑے اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان چیزوں کا سبب بدلتا رہتا ہے چنانچہ بچپن میں بستر پر پیشاپ کرنا مشانہ کی کمزوری سے ہوتا ہے اور بڑا ہونے کے بعد ایسا کرنا اندرونی بیماری کے سبب ہوتا ہے اسی طرح بچپن میں بھاگنا کھیل کود میں رغبت کی وجہ سے ہوتا ہے اور چوری کرنا لاپرواہی کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ بڑا ہونے کے بعد یہ چیزیں اندرونی خباثت کی وجہ سے ہوتی ہیں اور صغیر سے مراد وہ بچہ ہے جو سمجھ دار ہو رہا ہو یا سمجھ بچہ تو وہ بھٹکا ہوا ہوتا ہے بھگوڑا نہیں ہوتا لہذا وہ عیب نہیں ہوگا۔

جنون اور صغیر کی عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْجُنُونُ فِي الصَّغِيرِ عَيْبٌ أَبَدًا) وَمَعْنَاهُ: إِذَا جُنَّ فِي الصَّغِيرِ فِي يَدِ الْبَائِعِ ثُمَّ عَاوَدَهُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ أَوْ فِي الْكَبْرِ يَرُدُّهُ؛ لِأَنَّهُ عَيْنُ الْأَوَّلِ، إِذَا السَّبَبُ فِي الْحَالَيْنِ مُتَّحِدٌ وَهُوَ فَسَادُ الْبَاطِنِ، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَاوَدَةُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَادِرٌ عَلَى إِزَالَتِهِ وَإِنْ كَانَ قَلَمًا يَزُولُ فَلَا بُدَّ مِنَ الْمُعَاوَدَةِ لِلرَّدِّ.

فرمایا: بچپن کا جنون دائمی عیب شمار ہوگا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بچہ بچپن میں مجنون ہوا پھر بچپن ہی میں یا بڑا ہونے کے بعد خریدار کے قبضہ میں جنون طاری ہوا تو خریدار اسے واپس کر دے گا کیونکہ یہ بعینہ پہلا ہی ہے اس لئے کہ دونوں حالتوں میں سبب متحد ہے جامع صغیر کی اس عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خریدار کے قبضے میں جنون کا دوبارہ لوٹنا شرط نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو زائل کرنے پر قادر ہے ہر چند کہ وہ بہت کم ختم ہوتا ہے لہذا پھیرنے کے لئے اس کا لوٹنا ضروری ہے۔

باندی کے منہ و بخل کی بو کے عیب ہونے کا بیان

قَالَ: وَالْبَخَرُ وَالذَّفَرُ عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ قَدْ يَكُونُ الْإِسْتِفْرَاشَ وَطَلَبَ الْوَلَدِ وَهُمَا يُخْلَانِ بِهِ، وَلَيْسَ بِعَيْبٍ فِي الْغَلَامِ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الْإِسْتِخْدَامَ وَلَا يُخْلَانِ بِهِ،

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ دَاءٍ؛ لِأَنَّ الدَّاءَ عَيْبٌ (وَالزَّانَا وَوَلَدَ الزَّانَا عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ دُونَ الْغُلَامِ)؛ لِأَنَّهُ يُخْلُ بِالْمَقْصُودِ فِي الْجَارِيَةِ وَهُوَ الْإِسْتِفْرَاشُ وَطَلَبُ الْوَلَدِ، وَلَا يُخْلُ بِالْمَقْصُودِ فِي الْغُلَامِ وَهُوَ الْإِسْتِخْدَامُ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الزَّانَا عَامَّةً لَهُ عَلَى مَا قَالُوا؛ لِأَنَّ اتِّبَاعَهُنَّ يُخْلُ بِالْخِدْمَةِ.

فرمایا: باندی میں منہ اور بغل کی بو عیب ہے اس لئے کہ کبھی باندی کو قراش بنانا مقصود ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں استفراش میں غل میں اور غلام میں بد بو عیب نہیں ہے اس لئے کہ غلام سے خدمت لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ دونوں بد بو اس میں خل نہیں ہوتیں مگر جب کہ کسی بیماری کے سبب ہوں کیونکہ بیماری تو عیب ہے نہ کہ غلام کا اس لئے کہ باندی میں یہ چیزیں مقصود کے حوالے سے خل بنتی ہیں اور غلام میں یہ خل بالمقصد نہیں ہوتیں مگر جب کہ زنا کرنا غلام کی فطرت بن چکی ہو کیونکہ اس کے لڑکیوں کے پیچھے لگے رہنے سے خدمت کرنے میں خل واقع ہوگا۔

غلام و باندی میں کفر کے عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْكَفَرُ عَيْبٌ فِيهِمَا)؛ لِأَنَّ طَبَعَ الْمُسْلِمِ يَنْفِرُ عَنْ صُحْبَتِهِ؛ وَلِأَنَّهُ يَمْتَنِعُ صَرْفُهُ لِي بَعْضِ الْكُفَّارَاتِ فَتَخْتَلُ الرُّغْبَةُ، فَلَوْ اشْتَرَاهُ عَلَى أَنَّهُ كَافِرٌ لَوْ جَدَّهُ مُسْلِمًا لَا يَرُدُّهُ؛ لِأَنَّهُ زَوَالُ الْعَيْبِ.

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَرُدُّهُ؛ لِأَنَّ الْكَافِرَ يُسْتَعْمَلُ لِمَا لَا يُسْتَعْمَلُ فِيهِ الْمُسْلِمُ، وَقَوَاتُ الشَّرْطِ بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ.

(قَالَ: فَلَوْ كَانَتْ الْجَارِيَةُ بِالْغَةِ لَا تَحِيضُ أَوْ هِيَ مُسْتَحَاضَةٌ فَهُوَ عَيْبٌ)؛ لِأَنَّ ارْتِفَاعَ الدَّمِ وَاسْتِمْرَارَهُ عَلَامَةُ الدَّاءِ، وَيُتَعَبَّرُ فِي الِارْتِفَاعِ أَقْصَى غَايَةِ الْبُلُوغِ وَهُوَ سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً فِيهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَيَعْرِفُ ذَلِكَ بِقَوْلِ الْأَمَةِ فَتَرُدُّ إِذَا انْضَمَّ إِلَيْهِ نَكُولُ الْبَائِعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَبَعْدَهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ.

فرمایا: کفر غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اس لئے کہ مسلمان کی طبیعت کافر کی صحبت سے نفرت کرتی ہے اور اس لئے بھی کہ بعض کفارات میں کافر کو دینا تمتع ہے لہذا رغبت میں خل ہوگا پھر اگر غلام کو اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہے اور اسے مسلمان پایا تو خریدار اسے واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ عیب کا زائل ہوتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک واپس کر سکتا ہے کیونکہ کافر کو ان چیزوں صرف کیا جاسکتا ہے جن میں مسلمان کو نہیں کیا جاسکتا اور شرط کا فوت ہونا عیب کے درجے میں ہے۔

فرمایا: اگر باندی بالغ ہو مگر اسے حیض نہ آتا ہو یا وہ مستحاضہ رہتی ہو تو یہ عیب ہے کیونکہ خون کا بند ہونا اور اس کا مسلسل آنا دونوں بیماری کی علامت ہیں خون بند ہونے کے سلسلے میں بلوغ کی آخری حد کا اعتبار ہوگا اور باندی میں یہ غایت اہم اعظم چیزوں کے نزدیک

سترہ سال ہے اور خون کا بند ہونا ہانڈی ہی کی بات سے معلوم ہوگا لہذا اگر اس کی بات کیساتھ بیچنے والا کا انکار بھی مل جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا چاہے قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد یہی صحیح ہے۔

خریدار کے پاس بیع میں عیب پیدا ہونے کا بیان

(قَالَ: وَإِذَا حَدَّثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي عَيْبٌ فَاطْلَعَ عَلَى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِالنَّقْصَانِ وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيعَ)؛ لِأَنَّ فِي الرَّدِّ إِضْرَارًا بِالْبَائِعِ؛ لِأَنَّهُ خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ سَالِمًا، وَيَعُودُ مَعِيًّا فَاُمْتَنَعَ، وَلَا بُدَّ مِنْ دَفْعِ الضَّرَرِ عَنْهُ فَتَعَيَّنَ الرَّجُوعُ بِالنَّقْصَانِ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْبِهِ؛ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالضَّرَرِ.

فرمایا: جب خریدار کے پاس بیع میں عیب پیدا ہو گیا اور خریدار کسی ایسے عیب پر بھی مطلع ہوا جو بیچنے والا کے پاس تھا تو خریدار کو نقصان عیب کے ساتھ بیچنے والا پر رجوع کرنے کا اختیار ہوگا خریدار بیع نہیں بیچ واپس کر سکتا اس لئے کہ بیع واپس کرنے میں بیچنے والا کا نقصان ہے کیونکہ بیچنے والے کی ملکیت سے بیع صحیح سالم نکلی تھی اور رد کی صورت میں معیوب ہو کر لوٹے گی لہذا رد ممتنع ہوگا اور خریدار سے بھی نقصان دور کرنا ضروری ہے لہذا رجوع بالنقصان متعین ہے مگر جب کہ بیچنے والا عیب کیساتھ بیع واپس لینے پر راضی ہو کیونکہ وہ نقصان پر راضی ہے۔

خرید شدہ کپڑے کے کٹ جانے کے بعد عیب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَقَطَعَهُ فَوَجَدَ بِهِ عَيْبًا رَجَعَ بِالْعَيْبِ)؛ لِأَنَّهُ اُمْتَنَعَ الرَّدُّ بِالْقَطْعِ فَإِنَّهُ عَيْبٌ حَادِثٌ (فَإِنْ قَالَ الْبَائِعُ: أَنَا أَقْبَلُهُ كَذَلِكَ كَانَ لَهُ ذَلِكَ)؛ لِأَنَّ الْاُمْتِنَاعَ لِحَقِّهِ وَقَدْ رَضِيَ بِهِ (فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِي لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ)؛ لِأَنَّ الرَّدَّ غَيْرُ مُمْتَنِعٍ بِرِضَا الْبَائِعِ فَيَصِيرُ هُوَ بِالْبَيْعِ حَاسِبًا لِلْمَبِيعِ فَلَا يَرْجِعُ بِالنَّقْصَانِ (فَإِنْ قَطَعَ الثَّوْبَ وَخَاطَهُ أَوْ صَبَغَهُ أَحْمَرَ، أَوْ لَتَّ السَّوِيقَ بِسَمْنٍ ثُمَّ أَطْلَعَ عَلَى عَيْبٍ رَجَعَ بِنَقْصَانِهِ) لِامْتِنَاعِ الرَّدِّ بِسَبَبِ الزِّيَادَةِ؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى الْفَسْخِ فِي الْأَصْلِ بِذَوْنِهَا؛ لِأَنَّهُ لَا تَنَفُّكَ عَنْهُ، وَلَا وَجْهَ إِلَيْهِ مَعَهَا؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ لَيْسَتْ بِمَبِيعَةٍ فَاُمْتَنَعَ أَصْلًا (وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَأْخُذَهُ)؛ لِأَنَّ الْاُمْتِنَاعَ لِحَقِّ الشَّرْعِ لَا لِحَقِّهِ (فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِي بَعْدَ مَا رَأَى الْعَيْبَ رَجَعَ بِالنَّقْصَانِ) لِأَنَّ الرَّدَّ مُمْتَنِعٌ أَصْلًا قَبْلَهُ فَلَا يَكُونُ بِالْبَيْعِ حَاسِبًا لِلْمَبِيعِ، وَعَنْ هَذَا (قُلْنَا: إِنْ مَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَقَطَعَهُ لِبَاسًا لَوْلَدِهِ الصَّغِيرِ وَخَاطَهُ ثُمَّ أَطْلَعَ عَلَى عَيْبٍ لَا يَرْجِعُ بِالنَّقْصَانِ، وَلَوْ كَانَ الْوَلَدُ كَبِيرًا يَرْجِعُ؛ لِأَنَّ التَّمْلِيكَ حَصَلَ فِي الْأَوَّلِ قَبْلَ الْخِيَاطَةِ، وَفِي الثَّانِي بَعْدَهَا بِالتَّسْلِيمِ إِلَيْهِ).

فرمایا: جب کسی شخص نے کوئی کپڑا خرید کر اسے کاٹ دیا پھر اس میں عیب پایا تو وہ نقصان عیب کیساتھ رجوع کرے گا کیونکہ کانٹے کی وجہ سے واپس کرنا ناممکن ہو گیا اس لئے کہ قطع ایک نیا عیب ہے پھر اگر بیچنے والا یوں کہے کہ میں اسی طرح مقلوع مقبول کرتا ہوں تو اسے یہ حق ہوگا کیونکہ واپسی کا امتناع اسی کے حق کی وجہ سے تھا حالانکہ وہ معیوب کپڑا لینے پر راضی ہے لیکن جب خریدار نے اس کپڑے کو بیچ دیا تو بیچنے والا اسے کوئی چیز واپس نہیں لے سکتا اس لئے کہ بیچنے والے کی رضامندی سے رد غیر متمنع تھا لہذا بیچ کے ذریعے خریدار بیع کو رد کئے والا ہو گیا اس لئے وہ رجوع بالنقصان بھی نہیں کر سکتا پھر جب خریدار نے کپڑے کو کاٹ کر اسے سلا لیا یا سرخ رنگ میں رنگ لیا یا ستو کو گھی میں ملا لیا پھر کسی عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالنقصان کرے گا اس کہ زیادتی کے سبب واپس کرنا ناممکن ہے کیونکہ زیادتی کے بغیر اصل کو فتح کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ زیادتی بیع نہیں ہے لہذا واپس کرنا تو بالکل ہی محال ہے اور بیچنے والے کو زیادتی کیساتھ بیع لینے کا اختیار نہیں ہوگا اس لئے کہ واپسی کا ناممکن ہے تا حق شرع کی وجہ سے ہے نہ کہ اس کے حق کی وجہ سے پھر جب عیب دیکھنے کے بعد خریدار نے بیع کو بیچ دیا تو وہ رجوع بالنقصان کرے گا کیونکہ اس کے بیچنے سے پہلے ہی واپسی ناممکن تھی لہذا بیع کے ذریعے وہ بیع کو رد کئے والا نہیں ہوگا اور یہیں سے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے کپڑا خرید کر اسے اپنے چھوٹے بچے کے لئے لباس کاٹ دیا اور اس کو سلا لیا پھر کسی عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا اور اگر بچہ بڑا ہو تو رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں سلنے سے پہلے ہی تسلیم حاصل ہو گئی اور دوسری صورت میں سلائی اور لڑکے کو سپرد کرنے کے بعد تسلیم حاصل ہوئی ہے۔

خریدار کے پاس غلام کے فوت ہو جانے کے بعد عیب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ أَوْ مَاتَ عِنْدَهُ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلَى عَيْبٍ رَجَعَ بِنُقْصَانِهِ) أَمَّا الْمَوْتُ ؛ فَلَاَنَّ الْمِلْكَ يَنْتَهِي بِهِ وَالْإِمْتِنَاعُ حُكْمِي لَا يَفْعَلُهُ ، وَأَمَّا الْإِعْتَاقُ فَالْقِيَاسُ فِيهِ أَنْ لَا يَرْجَعَ ؛ لِأَنَّ الْإِمْتِنَاعَ يَفْعَلُهُ فَصَارَ كَالْقَتْلِ ، وَفِي الْإِسْتِحْسَانِ : يَرْجِعُ ؛ لِأَنَّ الْعِتْقَ انْهَاءُ الْمِلْكِ ؛ لِأَنَّ الْأَدَمِيَّ مَا خُلِقَ لِي الْأَصْلَ مَحَلًّا لِلْمِلْكِ ، وَأَمَّا يَثْبُتُ الْمِلْكُ فِيهِ مُوقَّتًا إِلَى الْإِعْتَاقِ فَكَانَ انْهَاءً فَصَارَتْ كَالْمَوْتِ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الشَّيْءَ يَتَقَرَّرُ بِانْتِهَائِهِ فَيَجْعَلُ كَانَ الْمِلْكُ بَاقٍ وَالرَّدُّ مُتَعَذِّرٌ .

وَالْتَدْبِيرُ وَالْإِسْتِيلَادُ بِمَنْزِلَتِهِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ النَّقْلُ مَعَ بَقَاءِ الْمَحَلِّ بِالْأَمْرِ الْحُكْمِيِّ (وَأَنْ أَعْتَقَهُ عَلَى مَالٍ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ) لِأَنَّهُ حَبَسَ بَدَلَهُ وَحَبَسَ الْبَدْلَ كَحَبْسِ الْمُبْدَلِ . وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : أَنَّهُ يَرْجِعُ ؛ لِأَنَّهُ انْهَاءُ لِلْمِلْكِ وَإِنْ كَانَ يَعْوِضُ .

فرمایا: جب کسی شخص نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا پھر خریدار کسی عیب پر مطلع ہوا

تو وہ رجوع بہ نقصان العیب کرے گا البتہ موت تو اس وجہ سے کہ ملکیت تام ہو جاتی ہے اور امتناع رد غیر اختیاری ہوتا ہے خریدار کے فعل سے نہیں ہوتا اور جہاں تک اعتاق کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ خریدار رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ امتناع رد خریدار کے فعل سے ہوتا ہے لہذا یہ قتل کے مشابہ ہو گیا اور استحسان میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ عتق میں بھی ملکیت تام ہو جاتی ہے کیونکہ اصل خلقت میں آدمی محل ملک نہیں ہے اور غلام صرف ایک محدود وقت یعنی اعتاق تک ملکیت ثابت ہوتی ہے لہذا اعتاق کمال ملک بن کر موت کے مشابہ ہو گیا اور یہ حکم اس لئے ہے کہ شے اپنی انتہاء کو پہنچ کر ثابت ہو جاتی ہے لہذا ایسا فرض کر لیا گیا کہ گویا ملکیت باقی ہے اور واپسی ناممکن ہے اور مدد پر بنانا اور ام ولد بنانا اعتاق کے درجے میں کیونکہ بقائے محل کیساتھ انتقال ملک دشوار ہوتا امر غیر اختیاری کی وجہ سے ہے اور اگر خریدار نے مال کے عوض غلام کو آزاد کیا تو وہ رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے بیع کا بدلہ روک لیا ہے اور بدلہ کا روکنا مبدل کو روکنے کی طرح ہے حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اس صورت میں بھی خریدار رجوع کر سکتا کیونکہ اعتاق ملکیت کو منتہی کرتا ہے ہر چند کہ عوض کیساتھ ہو۔

خریدار کا غلام کو قتل کر دینے کا بیان

(فَإِنْ قَتَلَ الْمُشْتَرِي الْعَبْدَ أَوْ كَانَ طَعَامًا فَكَذَلِكَ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَمَّا الْقَتْلُ فَالْمَذْكُورُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَعَنْ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَرْجِعُ) لِأَنَّ قَتْلَ الْمَوْلَى عَبْدُهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ حُكْمٌ دُنْيَاوِيٌّ فَصَارَ كَالْمَوْتِ حَتَّى أَنْفِهِ فَيَكُونُ انْتِهَاءً .

وَرَجْعُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْقَتْلَ لَا يُوجَدُ إِلَّا مَضْمُونًا، وَإِنَّمَا يَسْقُطُ الضَّمَانُ هَاهُنَا بِاعْتِبَارِ الْمِلْكِ فَيَصِيرُ كَالْمُسْتَفِيدِ بِهِ عَوْضًا، بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ؛ لِأَنَّهُ لَا يُوجِبُ الضَّمَانَ لَا مَحَالَةً كِإِعْتَاقِ الْمُفْعِلِ عَبْدًا مُشْتَرَكًا، وَأَمَّا الْأَكْلُ فَعَلَى الْخِلَافِ، فَعِنْدَهُمَا يَرْجِعُ وَعِنْدَهُ لَا يَرْجِعُ اسْتِحْسَانًا، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا لَبَسَ الثُّوبَ حَتَّى تَخْرُقَ لَهُمَا أَنَّهُ صَنَعَ فِي الْمَبِيعِ مَا يَقْصِدُ بِشِرَائِهِ وَيُعْتَادُ فِعْلُهُ فِيهِ فَاشْتَبَهَ الْإِعْتَاقَ .

وَلَهُ أَنَّهُ تَعَدَّى الرَّدَّ بِفِعْلِ مَضْمُونٍ مِنْهُ فِي الْمَبِيعِ فَاشْتَبَهَ الْبَيْعَ وَالْقَتْلَ، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِكُونِهِ مَفْصُودًا؛ أَلَا يَرَى أَنَّ الْبَيْعَ مِمَّا يَقْصَدُ بِالشِّرَاءِ ثُمَّ هُوَ يَمْنَعُ الرَّجُوعَ، فَإِنْ أَكَلَ بَعْضَ الطَّعَامِ ثُمَّ عَلِمَ بِالْعَيْبِ فَكَذَا الْجَوَابُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ؛ لِأَنَّ الطَّعَامَ كَشَى وَاحِدٌ فَصَارَ كَبَيْعِ الْبَعْضِ، وَعِنْدَهُمَا أَنَّهُ يَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ فِي الْكُلِّ، وَعَنْهُمَا أَنَّهُ يَرُدُّ مَا بَقِيَ؛ لِأَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّبْعِيضُ .

فرمایا جب خریدار نے غلام کو قتل کر دیا یا بیع کھانا تھا اسے کھالیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک خریدار کچھ بھی واپس نہیں

لے سکتا رہا قتل کرنا تو قدوری میں مذکور ظاہر الروایہ ہے لیکن امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ خریدار رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ آقا کا اپنے غلام کو قتل کرنے سے کوئی دنیاوی حکم متعلق نہیں ہوتا لہذا یہ اپنی موت مرنے کے مشابہ ہو گیا اس لئے یہ انہما ملک ہو جائے گا اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ ضمان کے بغیر قتل کا وجود ہی معدوم ہے اور یہاں صرف ملکیت کی وجہ سے ضمان ساقط ہو رہا ہے لہذا آقا عوض دیکر غلام سے استفادہ کرنے والے کی طرح ہو گیا برخلاف اعتاق کے اس لئے کہ اعتاق بالیقین موجب ضمان نہیں ہے جیسا کہ تنگ دست آدمی کا عبد مشترک کو آزاد کرنا ہر مسئلہ کھانے کا تو وہ بھی مختلف فیہ ہے صاحبین کے نزدیک خریدار کو رجوع کا حق حاصل ہو گا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک استحساناً حق رجوع حاصل نہیں ہو گا اور اسی اختلاف پر ہے کہ جب خریدار نے کپڑے کو پہنا اور وہ پھٹ گیا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خریدار نے بیع میں ایسا تصرف کر دیا ہے جو شراء کے قصد سے کیا جاتا ہے اور بیع میں اس کا کرنا معتاد ہوتا ہے لہذا یہ اعتاق کے مشابہ ہو گیا اور امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ خریدار کی جانب سے بیع میں موجب ضمان فعل کی وجہ سے اس کا واپس کرنا ناممکن ہو گیا لہذا یہ بیع کو بیچنے اور غلام کو قتل کرنے کے مشابہ ہو گیا اور اکل وغیرہ کے مقصود ہو کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں کہ بیع ان چیزوں میں سے ہے جن سے شراء مقصود ہوتا ہے پھر وہ رجوع بالنقصان سے مانع بن جاتی ہے پھر جب خریدار کو تھوڑا سا کھانے کے بعد عیب کی اطلاع ہوئی تو بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے یہاں یہی جواب ہے اس لئے کہ کھانا شے واحد کے درجے میں ہے لہذا یہ بعض کی بیع کی مانند ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک پورے طعام میں نقصان عیب لے گا اور انہی سے منقول ہے کہ خریدار بالقیہ واپس کر دے گا اس لئے کہ ٹکڑے ٹکڑے کرنا طعام کے لئے مضر نہیں ہے۔

سبزیوں وغیرہ کی بیع کے بطلان کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى بَيْضًا أَوْ بَطِيخًا أَوْ فِثَاءً أَوْ خِيَارًا أَوْ جَوْزًا فَكَسَرَهُ فَوَجَدَهُ فَاسِدًا فَإِنْ لَمْ يَنْتَفِعْ بِهِ رَجَعَ بِالثَّمَنِ كُلِّهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فَكَانَ الْبَيْعُ بَاطِلًا، وَلَا يُعْتَبَرُ فِي الْجَوْزِ صَلَاحُ قِشْرِهِ عَلَى مَا قِيلَ لَأَنَّ مَالِيَّتَهُ بِاعْتِبَارِ اللَّبِّ (وَأِنْ كَانَ يَنْتَفِعُ بِهِ مَعَ فَسَادِهِ لَمْ يَرُدُّهُ)؛ لِأَنَّ الْكَسْرَ غَيْبٌ حَدِثٌ (و) لَكِنَّهُ (يَرْجِعُ بِنَقْصَانِ الْعَيْبِ) دَفْعًا لِلضَّرَرِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَرُدُّهُ؛ لِأَنَّ الْكَسْرَ بِتَسْلِيطِهِ.

قُلْنَا: التَّسْلِيْطُ عَلَى الْكَسْرِ فِي مِلْكِ الْمُشْتَرِي لَا فِي مِلْكِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ ثَوْبًا فَقَطَعَهُ، وَلَوْ وَجَدَ الْبَعْضُ فَاسِدًا وَهُوَ قَلِيلٌ جَازَ الْبَيْعُ اسْتِحْسَانًا؛ لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو عَنْ قَلِيلٍ فَاسِدٍ. وَالْقَلِيلُ مَا لَا يَخْلُو عَنْهُ الْجَوْزُ عَادَةً كَالْوَاحِدِ وَالْإِثْنَيْنِ فِي الْمِائَةِ، وَإِنْ كَانَ الْفَاسِدُ كَثِيرًا لَا يَجُوزُ وَيَرْجِعُ بِكُلِّ الثَّمَنِ؛ لِأَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَالِ وَغَيْرِهِ فَصَارَ كَالْحَمْعِ بَيْنَ الْحَرِّ وَالْعَبْدِ.

فرمایا: جس شخص نے انڈا یا خر بوزہ یا گلزی یا کھیرا، یا اخروٹ خرید کر اسے توڑا اور خراب پایا تو جب قابل اشتغال نہ ہو تو

خریدار پورا ثمن واپس لے گا، کیونکہ وہ فاسد مال نہیں ہے لہذا بیع باطل ہوگی اور اخروٹ میں اس کے چھلکے کی درستگی کا کوئی اعتبار نہیں

ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اس لئے کہ اخروٹ کی مالیت میں مغز اور گودے کا اعتبار ہوتا ہے اور جب خراب ہونے کے باوجود وہ قابل انتفاع ہو تو خریدار اسے واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ توڑناٹ ایک عیب جدید ہے البتہ نقصان کو دور کرنے کے پیش نظر بقدر امکان خریدار جو عیب نقصان العیب کرے گا اور امام شافعی نے فرمایا: خریدار اسے واپس کر دے گا کیونکہ اس کا توڑنا بیچنے والے کی قدرت کی دینے سے ہوا ہے ہم کہتے ہیں کہ توڑنے پر قدرت دینا خریدار کی ملکیت میں ہے نہ کہ بیچنے والے کی تو یہ ایسا ہوگا کہ بیع کپڑا تھی اور خریدار نے اسے کاٹ دیا اور جب بیع کا کچھ حصہ خراب ہو اور وہ تھوڑا ہو تو استحساناً بیع درست ہے کیونکہ بیع معمولی خرابی سے خالی نہیں ہوتی اور قلیل وہ ہے جس سے عادتاً اخروٹ خالی نہیں ہوتے جیسے سوٹس اکا دکا اور جب خراب بیع زیادہ ہو تو بیع جائز نہیں ہے اور خریدار پورا ٹخن واپس لے گا کیونکہ بیچنے والے نے مال اور غیر مال دونوں کو جمع کر دیا لہذا یہ آزاد اور اپنے غلام کو جمع کرنے کی طرح ہو گیا۔

خریدار کا غلام کو فروخت کرنے بعد عیب کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بَعِيْبٌ فَإِنْ قَبِلَ بِقَضَاءِ الْقَاضِي بِإِقْرَارٍ أَوْ بَيِّنَةٍ أَوْ بِإِبَاءِ يَمِيْنٍ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ)؛ لِأَنَّهُ قَسَخَ مِنَ الْأَصْلِ فَجَعَلَ الْبَيْعَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّهُ أَنْكَرَ قِيَامَ الْعَيْبِ لِكُنْهَ صَارَ مُكْذَّبًا شَرْعًا بِالْقَضَاءِ، وَمَعْنَى الْقَضَاءِ بِالْإِقْرَارِ أَنَّهُ أَنْكَرَ الْإِقْرَارَ فَاتَّبَعَ بِالْبَيِّنَةِ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ إِذَا رُدَّ عَلَيْهِ بَعِيْبٌ بِالْبَيِّنَةِ حَيْثُ يَكُونُ رَدًّا عَلَى الْمُوَكَّلِ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ هُنَاكَ وَاحِدٌ وَالْمَوْجُودُ هَاهُنَا بَيْعَانِ، فَيُفْسَخُ الثَّانِي وَالْأَوَّلُ لَا يَنْفَسَخُ (وَأِنْ قَبِلَ بِغَيْرِ قَضَاءِ الْقَاضِي لَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ)؛ لِأَنَّهُ بَيَّعَ جَدِيدًا فِي حَقِّ ثَالِثٍ وَإِنْ كَانَ قَسَخًا فِي حَقِّهِمَا وَالْأَوَّلُ ثَالِثُهُمَا (وَفِي الْجَمَاعِ الصَّغِيرِ: وَإِنْ رُدَّ عَلَيْهِ بِإِقْرَارِهِ بِغَيْرِ قَضَاءِ بَعِيْبٍ لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَ الَّذِي بَاعَهُ) وَبِهَذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ الْجَوَابَ فِيمَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ وَفِيمَا لَا يَحْدُثُ سَوَاءٌ.

وَفِي بَعْضِ رَوَايَاتِ الْبُيُوعِ: إِنْ كَانَ فِيمَا لَا يَحْدُثُ مِثْلُهُ يَرْجِعُ بِالنُّقْصَانِ لِلتَّيَقُّنِ بِقِيَامِ الْعَيْبِ عِنْدَ الْبَائِعِ الْأَوَّلِ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے کسی غلام کو بیچا اس کے بعد خریدار نے بھی اس غلام کو آگے بیچ دیا اور اس کے بعد وہ غلام کسی عیب کی وجہ خریدار کو واپس کر دیا گیا اب اگر خریدار نے قاضی کے حکم سے اس غلام کی واپسی کو قبول کیا ہے اگرچہ وہ اقرار کے سبب ہو یا گواہی سے یا قسم سے انکار کی وجہ سے ہے تو پہلے خریدار کو اپنے بیچنے والے کو واپس کرنے کا اختیار ہے کیونکہ یہ اصل سے نسخ ہے۔ پس دوسری بیع ایسے سمجھ لیا جائے گا گویا وہ ہوئی ہی نہیں ہے۔ اور غالب طور پر یہ کہہ دیا جائے گا پہلے خریدار نے عیب کا انکار کیا ہے جبکہ قاضی کے فیصلے سے وہ شرعی طور پر جھوٹا ثابت ہو گیا ہے۔

اور قضاء بہ اقرار کا حکم یہ ہے کہ خریدار نے عیب کے اقرار سے انکار کیا ہے پس اس کو گواہی کے ذریعے ثابت کر دیا جائے گا۔ اور مسئلہ وکیل کے ساتھ والی بیع کے خلاف ہے کیونکہ جب عیب والی بیع کی گواہی سبب اس پر بیع کو واپس کر دیا جائے گا۔ انکار نہ ہو مگر وکیل پر رد کر دی جائے گی۔ کیونکہ وہ ایک ہی بیع پر ہے جبکہ یہاں پر دو بیع ہیں۔ پس دوسری بیع کو ختم کر دیا جائے گا بیع اول ختم نہ ہو گی اور جب خریدار اول نے دوسرے خریدار کے رد کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر قبول کر لیا ہے۔ تو اب اس کو اپنے بیچنے والا پر اس بیع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تیسرے کے حق میں بیع جدید ہو جائے گی جبکہ ان دونوں کے حق میں نسخ ہے پس پہلا بیچنے والا ان دونوں کے حق میں تیسرا ہوگا۔

جامع صغیر میں ہے جب قاضی کے فیصلہ کے مطابق کسی ایسی چیز کو عیب کے سبب واپس کیا گیا ہے جس کی نظیر نہ ہو تو خریدار کو اپنے بیچنے والا سے جھگڑا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے اس اصول کی وضاحت ہو گئی ہے کہ عیب کے معدوم الحدوث اور ممکن الحدوث دونوں صورتوں میں جواب ایک جیسا ہوگا۔ اور کتاب بیوع کی بعض روایات میں آیا ہے کہ جب عیب معدوم الحدوث ہے تو خریدار اپنے بیچنے والا سے عیب والا نقصان واپس لے گا۔ کیونکہ پہلے بیچنے والا کے پاس عیب کا ہونا یقینی ہے۔

خرید کردہ غلام پر قبضہ کر لینے کے بعد عیب پر مطلع ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَقَبْضَهُ فَادَّعَى عِيًّا لَمْ يُجَبَّرْ عَلَى دَفْعِ الثَّمَنِ حَتَّى يَخْلِفَ الْبَائِعُ أَوْ يُقِيمَ الْمُشْتَرِي بَيِّنَةً) لِأَنَّهُ أَنْكَرَ وَجُوبَ دَفْعِ الثَّمَنِ حَيْثُ أَنْكَرَ تَعَيَّنَ حَقُّهُ بِدَعْوَى الْعَيْبِ، وَدَفْعِ الثَّمَنِ أَوْ لَا لِيَتَعَيَّنَ حَقُّهُ بِإِزَاءِ تَعَيَّنِ الْمَبِيعِ؛ وَلِأَنَّهُ لَوْ قُضِيَ بِاللَّدْفَعِ فَلَعَلَّهُ يَظْهَرُ الْعَيْبُ فَيَنْتَقِضُ الْقَضَاءُ فَلَا يَقْضَى بِهِ صَوْنًا لِقَضَائِهِ (فَإِنْ قَالَ الْمُشْتَرِي شُهُودِي بِالْشَّامِ اسْتُخْلِفَ الْبَائِعُ وَدَفَعَ الثَّمَنَ) بِغَيْرِ إِذَا خَلَفَ وَلَا يُنْتَظَرُ حُضُورُ الشُّهُودِ؛ لِأَنَّ فِي الْإِنْتَظَارِ ضَرَرًا بِالْبَائِعِ، وَلَيْسَ فِي الدَّفْعِ كَثِيرُ ضَرَرٍ بِهِ؛ لِأَنَّهُ عَلَى حُجَّتِهِ، أَمَّا إِذَا نَكَلَ الزَّيْمُ الْعَيْبَ؛ لِأَنَّهُ حُجَّةٌ فِيهِ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے غلام خرید اور پھر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس نے کسی عیب کا دعویٰ کر دیا ہے تو خریدار کو قیمت ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا حتیٰ کہ بیچنے والا قسم اٹھائے یا خریدار کوئی گواہی کو پیش کر دے۔ کیونکہ خریدار نے جب عیب کو دعویٰ کر کے اپنا معین حق کا انکار کیا ہے تو وہ قیمت کی ادائیگی کے وجوب کا انکار کرنے والا ہے۔ اور ثمن کی ادائیگی کا وجوب اسی سبب سے پہلے ہوتا ہے کہ بیع معین کے قائل میں بیچنے والا کا حق متعلق ہو جائے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب قاضی کو ثمن کی ادائیگی کا فیصلہ کر دیا ہے تو ممکن عیب ظاہر ہونے کے سبب وہ ٹوٹ جائے۔ لہذا اپنے فیصلے کو حفاظت کے سبب قاضی قیمت دینے والا فیصلہ نہیں کرے گا۔

اور جب خریدار نے اس طرح کہا کہ میرے گواہ شام کے ملک میں ہیں تو اب بیچنے والا سے قسم لی جائے گی اور خریدار ثمن ادا

کرے گا اور یہ بیچنے والے کی قسم اٹھانے کے بعد ہوگا۔ اور خریدار کے گواہوں کی حاضری کا انتظار نہ کیا جائے گا کیونکہ ان کے انتظار میں بیچنے والا کا نقصان ہے جبکہ ثمن ادا کرنے میں خریدار کا کوئی زیادہ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی دلیل پر باقی ہے ہاں البتہ جب بیچنے والے نے انکار کیا ہے تو وہ عیب کو لازم کرے کیونکہ عیب کے ثبوت میں انکار حجت ہے۔

خریدار کا غلام پر بھگوڑا ہونے کا دعویٰ کرنے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَادَّعى اِبَاقًا لَمْ يُحْلَفْ الْبَائعُ حَتَّى يُقِيمَ الْمُشْتَرِي الْبَيِّنَةَ اَنَّهُ اَبَقَ عِنْدَهُ) وَالْمُرَادُ التَّحْلِيفُ عَلَى اَنَّهُ لَمْ يَأْبَقْ عِنْدَهُ؛ لِأَنَّ الْقَوْلَ وَإِنْ كَانَ قَوْلُهُ وَلَكِنْ اِنْكَارُهُ اِنَّمَا يُعْتَبَرُ بَعْدَ قِيَامِ الْعَيْبِ بِهِ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي وَمَعْرِفَتِهِ بِالْحُجَّةِ (فَإِذَا أَقَامَهَا حَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَسَلَّمَهُ إِلَيْهِ وَمَا أَبَقَ عِنْدَهُ قَطُّ) كَذَا قَالَ فِي الْكِتَابِ، وَإِنْ شَاءَ حَلَفَهُ بِاللَّهِ مَا لَهُ حَقُّ الرِّدَّةِ عَلَيْكَ مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي يَدَّعى أَوْ بِاللَّهِ مَا أَبَقَ عِنْدَكَ قَطُّ أَمَّا لَا يُحْلَفُهُ بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَمَا بِهِ هَذَا الْعَيْبُ وَلَا بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَسَلَّمَهُ وَمَا بِهِ هَذَا الْعَيْبُ؛ لِأَنَّ فِيهِ تَرْكُ النَّظَرِ لِلْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ الْعَيْبَ قَدْ يَحْدُثُ بَعْدَ الْبَيْعِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ وَهُوَ مُوجِبٌ لِلرِّدَّةِ، وَالْأَوَّلُ ذَهُولٌ عَنْهُ وَالثَّانِي يُوْهِمُ تَعَلُّقَهُ بِالشَّرْطَيْنِ فَيَتَأَوَّلُهُ فِي الْيَمِينِ عِنْدَ قِيَامِهِ وَقْتُ التَّسْلِيمِ دُونَ الْبَيْعِ،

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی غلام کو خرید اور پھر اس پر بھگوڑا ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے تو بیچنے والا سے قسم لی جائے گی۔ حتیٰ کہ خریدار اس دعویٰ پر گواہی پیش کرے کہ وہ غلام بیچنے والا کے پاس سے بھی بھاگ جایا کرتا تھا۔ اور بیچنے والے کی قسم سے مراد یہ ہے کہ وہ بیچنے والا کے پاس ہوتے ہوئے نہیں بھاگا کرتا تھا۔ کیونکہ بیچنے والا کا قول خواہ معتبر ہے مگر اس کا انکار خریدار کے قبضہ میں موجود غلام کے ساتھ عیب قائم ہونے کے بعد معتبر ہوگا جبکہ قیام عیب کی پہچان دلیل سے اعتبار کی جائے گی۔

اور اس کے بعد جب خریدار نے گواہی پیش کر دی تو قاضی بیچنے والا سے قسم لے گا کہ بہ خدا! اس نے یہ غلام بیچ کر خریدار کے سپرد کر دیا ہے اور وہ اس کے پاس کبھی بھی نہیں بھاگا تھا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں اسی طرح کہا ہے اور جب قاضی چاہے اس سے قسم لے کہ بہ خدا خریدار کو اسی طریقے پر بیچنے والا پر واپسی کا حق نہیں ہے جس کا وہ دعویٰ کرنے والا ہے یا اس طرح ”بہ خدا! بیچنے والا کے پاس غلام کبھی نہیں بھاگا“ مگر قاضی بیچنے والا سے اس طرح کی قسم کبھی نہ لے گا۔ کہ بہ خدا! اس نے غلام کو بے عیب بیچا ہے اور نہ ہی اس طرح قسم لے سکتا ہے کہ بہ خدا! بیچنے والے نے اس کو بیچ کر خریدار کے سپرد کیا ہے اور اس میں بھاگنے کا عیب نہ تھا۔ کیونکہ اس معاملہ میں خریدار کی جانب سے شفقت کو ترک کرنا ہے کیونکہ کبھی کبھی بیچ کے بعد سپرد کرنے سے پہلے بھی عیب پیدا ہو جاتا ہے جو واپسی کو واجب کرنے والا ہے اور پہلی صورت میں قسم نہ لینا یہ غفلت کے سبب سے ہے جبکہ دوسری صورت میں دونوں شرائط کے ساتھ عیب کے متعلق نہ ہونے کا وہم ہے لہذا بیچنے والا قسم میں یہ تاویل کرے گا کہ غلام سپرد کرتے وقت اس میں عیب تھا جبکہ بیچتے وقت اس میں عیب نہ تھا۔

خریدار کا قیام عیب پر گواہ پیش نہ کرنے کا بیان

وَلَوْ لَمْ يَجِدِ الْمُشْتَرِي بَيِّنَةً عَلَى قِيَامِ الْعَيْبِ عِنْدَهُ وَارَادَ تَحْلِيفَ الْبَائِعِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ أَبَقَ عِنْدَهُ يُحْلِفُ عَلَى قَوْلِهِمَا .

وَاخْتَلَفَ الْمَشَاحِجُ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لَهُمَا أَنَّ الدَّعْوَى مُعْتَبَرَةٌ حَتَّى يَتَرْتَّبَ عَلَيْهَا الْبَيِّنَةُ فَكَذَا يَتَرْتَّبُ التَّحْلِيفُ .

وَلَهُ عَلَى مَا قَالَهُ الْبَعْضُ أَنَّ الْحَلْفَ يَتَرْتَّبُ عَلَى دَعْوَى صَحِيحَةٍ، وَلَيْسَتْ تَصِحُّ إِلَّا مِنْ خَصْمٍ وَلَا يَصِيرُ خَصْمًا فِيهِ إِلَّا بَعْدَ قِيَامِ الْعَيْبِ . وَإِذَا نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ عِنْدَهُمَا يَحْلِفُ ثَانِيًا لِلرَّذَى عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي قَدَّمْنَاهُ .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِذَا كَانَتْ الدَّعْوَى فِي إِبَاقِ الْكَبِيرِ يَحْلِفُ مَا أَبَقَ مِنْهُ بَلَّغَ الرِّجَالِ لِأَنَّ الْإِبَاقَ فِي الصَّغِيرِ لَا يُوجِبُ رَدَّهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ .

اور جب خریدار نے عیب قائم ہو جانے پر گواہ نہ پائے تو وہ بیچنے والا سے اس طرح قسم اٹھوائے گا کہ یہ خدا! وہ نہیں جانتا کہ خریدار کے ہاں سے غلام بھاگ گیا ہے۔ صاحبین کے نزدیک خریدار سے اسی طرح کی قسم لی جائے گی۔ جبکہ مشائخ فقہاء کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر اختلاف ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خریدار کا دعویٰ معتبر ہے کیونکہ اس پر گواہی مرتب ہونے والی ہے پس قسم بھی اسی پر مرتب ہوگی۔ اور بعض مشائخ کے قول کے مطابق امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قسم کا ترتیب صحت دعویٰ پر ہوتا ہے اور دعویٰ صرف خصم کا درست ہوتا ہے جبکہ خریدار عیب قائم ہونے پہلے اس میں خصم بننے والا نہیں ہے۔

اور جب بیچنے والے نے قسم سے انکار کر دیا ہے تو اب صاحبین کے نزدیک بھی ہمارے پہلے بیان کردہ اصول کے مطابق واپسی کے لئے اس سے دوبارہ قسم لی جائے گی۔

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بڑے غلام کے بارے میں بھاگنے کا دعویٰ ہے تو اب بیچنے والا سے ایسے الفاظ میں قسم لی جائے گی۔ کہ جس وقت سے وہ غلام مردوں کی طرح حد بلوغت کو پہنچا ہے وہ کبھی بھاگا نہیں ہے کیونکہ بچپن میں بھگوار ہونا یہ بلوغت کے بعد واپسی کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔

اشترائے باندی پر بیچنے والا و خریدار کے اختلاف کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً وَتَقَابَضَا فَوَجَدَ بِهَا عَيْبًا فَقَالَ الْبَائِعُ: بِعْتُكَ هَذِهِ وَأُخْرَى مَعَهَا وَقَالَ الْمُشْتَرِي: بِعْتَنِيهَا وَخَذَهَا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي) لِأَنَّ الْإِخْتِلَافَ فِي مِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لِلْقَائِضِ كَمَا فِي الْغَضَبِ (وَكَذًا إِذَا اتَّفَقَا عَلَى مِقْدَارِ الْمُسَبَّحِ

وَ اِخْتَلَفَا فِي الْمَقْبُوضِ لِمَا بَيَّنَّا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کوئی باندی خریدی اور دونوں عقد کرنے والوں نے قیمت و بیع پر قبضہ بھی کر لیا اور اس کے بعد خریدار کو باندی میں کوئی عیب دیکھائی دیا تو بیچنے والا کہنے لگا کہ میں نے اس باندی کے ساتھ ایک دوسری باندی بھی تجھے بیچی تھی جبکہ خریدار کہنے لگا کہ تو نے صرف ایک ہی باندی بیچی تھی تو اب خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اختلاف قبضہ شدہ چیز میں ہے پس قابض کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح غصب میں ہوتا ہے اور اسی طرح جب دونوں عقد کرنے والوں نے بیع کی مقدار پر اتفاق کیا اور قبضہ والی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تب بھی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اکٹھے دو غلاموں کی خرید پر ایک میں عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدَيْنِ صَفْقَةً وَاحِدَةً فَقَبَضَ أَحَدَهُمَا وَوَجَدَ بِالْآخِرِ عَيْبًا فَإِنَّهُ يَأْخُذُهُمَا أَوْ يَدْعُهُمَا) لِأَنَّ الصَّفْقَةَ تَتِمُّ بِقَبْضِهِمَا فَيَكُونُ تَفْرِيقُهَا قَبْلَ التَّمَامِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ، وَهَذَا لِأَنَّ الْقَبْضَ لَهُ شَبَهٌ بِالْعَقْدِ فَالتَّفْرِيقُ فِيهِ كَالْتَّفْرِيقِ فِي الْعَقْدِ .

وَلَوْ وَجَدَ بِالْمَقْبُوضِ عَيْبًا اخْتَلَفُوا فِيهِ . وَيُرْوَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَرُدُّهُ خَاصَّةً، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَأْخُذُهُمَا أَوْ يَرُدُّهُمَا لِأَنَّ تَمَامَ الصَّفْقَةِ تَعَلَّقَ بِقَبْضِ الْمَبِيعِ وَهُوَ اسْمٌ لِلْكُلِّ فَصَارَ كَحَبْسِ الْمَبِيعِ لَمَّا تَعَلَّقَ زَوَالُهُ بِاسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ لَا يَزُولُ دُونَ قَبْضِ جَمِيعِهِ (وَلَوْ قَبَضَهُمَا ثُمَّ وَجَدَ) بِأَحَدِهِمَا عَيْبًا يَرُدُّهُ خَاصَّةً خِلَافًا لِلزُّفَرِّ .

هُوَ يَقُولُ: فِيهِ تَفْرِيقُ الصَّفْقَةِ وَلَا يَغْرَى عَنْ ضَرَرٍ لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ بِضَمِّ الْجَيِّدِ إِلَى الرَّدِيِّ فَاشْتَبَهَ مَا قَبْلَ الْقَبْضِ وَخِيَارَ الرُّوْيَةِ وَالشَّرْطِ . وَلَنَا أَنَّهُ تَفْرِيقُ الصَّفْقَةِ بَعْدَ التَّمَامِ لِأَنَّ بِالْقَبْضِ تَتِمُّ الصَّفْقَةُ فِي خِيَارِ الْعَيْبِ وَفِي خِيَارِ الرُّوْيَةِ وَالشَّرْطِ لَا تَتِمُّ بِهِ عَلَى مَا مَرَّ، وَلِهَذَا لَوْ أُسْتَحِقَّ أَحَدُهُمَا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّ الْآخَرَ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک ہی معاملہ میں دو غلاموں کو خرید اور ان میں سے ایک پر قبضہ بھی کر لیا اور اس نے دوسرے میں عیب پایا تو وہ دونوں کو اکٹھے یا تو خرید لے گا یا پھر دونوں کو یہ چھوڑ دے گا۔ کیونکہ معاملہ دونوں پر قبضہ کرنے سے ہی مکمل ہوگا۔ پس ایک چیز پر قبضہ کرنے کی وجہ سے معاملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی معاملے کی جدائی لازم آئی۔ اور اس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قبضہ عقد کے مشابہ ہے لہذا قبضہ کی جدائی عقد کی جدائی سمجھی جائے گی۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جب خریدار کو قبضہ والے غلام میں عیب دیکھائی دے تو اسکے حکم میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ خریدار اکیلا ہی اس کو واپس کر سکتا ہے جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ خریدار دونوں کو واپس کرے گا یا دونوں کو لینے والا ہوگا۔ کیونکہ معاملے کا مکمل ہونا یہ بیع پر قبضے سے متعلق ہے اور بیع دونوں غلام میں پس یہ بیع کو

روکنے کی طرح ہو جائے گا اور جب کہ ثمن پورا وصول کرنے سے بیع متعلق ہو۔ کیونکہ مکمل پر قبضہ کیے بغیر یہ حق ختم ہونے والا نہیں ہے۔

اور جب خریدار نے دونوں غلاموں پر قبضہ کیا اور اس کے بعد ان میں سے کسی ایک میں عیب دیکھائی دیا تو اب وہ اس اکیلے کو واپس کر سکتا ہے۔

حضرت امام زفر رحمہ اللہ کا اختلاف ہے انہوں نے فرمایا: اس حالت میں بھی معاملہ جدائی کا ہے کیونکہ عقد میں جدائی نقصان سے خالی نہیں ہے کیونکہ وہ اچھی چیز کو ادنیٰ چیز کے ساتھ بیچنے کا عرف عام ہے۔ پس یہ تفریق قبضے سے پہلے، اختیار رویت اور اختیار شرط کے مشابہ ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں مکمل ہونے کے بعد معاملے کی جدائی ہے کیونکہ اختیار عیب میں قبضہ سے تفریق مکمل ہو جاتی ہے جبکہ اختیار رویت اور اختیار شرط میں قبضہ سے تفریق مکمل ہونے والی نہیں ہے جس طرح اسکا بیان گزر گیا ہے یہی سبب ہے کہ جب دونوں میں سے کوئی مستحق نکل آئے تو خریدار کو دوسرا غلام واپس کرنے کا حق نہیں ہے۔

ملکی و موزونی اشیاء میں سے بعض میں عیب کے ظاہر ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا مِّمَّا يُكَالُ أَوْ يُوزَنُ فَوَجَدَ بَعْضَهُ عَيْبًا رَدَّهُ كُلَّهُ أَوْ أَخَذَهُ كُلَّهُ وَمُرَادُهُ بَعْدَ الْقَبْضِ ؛ لِأَنَّ الْمِكْيَلَ إِذَا كَانَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَهُوَ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يُسَمَّى بِاسْمٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الْكُرُّ وَنَحْوُهُ .

وَقِيلَ هَذَا إِذَا كَانَ لِي وَغَاءٍ وَاحِدٍ، فَإِذَا كَانَ فِي وَغَاءَيْنِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ عَبْدَيْنِ حَتَّى يَرُدَّ الْوِغَاءُ الَّذِي رَجَدَ فِيهِ الْعَيْبُ دُونَ الْآخَرِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ملکی و موزونی چیزوں میں کوئی چیز خریدی اور پھر اس کے بعض حصہ میں عیب پایا گیا تو وہ ساری چیز لے گا یا ساری چیز کو واپس کرے گا۔ اور صاحب کتاب کی مراد قبضہ ہو جانے کے بعد ہے کیونکہ جب ملکی چیزیں ایک جنس سے ہوں تو وہ ایک ہی چیز کے حکم میں ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک ہی نام رکھ دیا جاتا ہے۔ جس طرح بوری اور اس کی مثل ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ حکم اس وقت ہوگا جب بیع ایک برتن میں ہو مگر جب وہ دو برتنوں میں ہو تو وہ دو غلاموں کے حکم میں ہے حتیٰ کہ اسی برتن کو واپس کیا جائے گا جس میں عیب ہے جبکہ دوسرے کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

ملکی و موزونی چیز میں کسی کا حق ثابت ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ اسْتَحَقَّ بَعْضُهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ فِي رَدِّ مَا بَقِيَ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَصُرُّهُ التَّبْعِيضُ ، وَالْاِسْتِحْقَاقُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الصَّفَقَةِ ؛ لِأَنَّ تَمَامَهَا بِرِضَا الْعَاقِدِ لَا بِرِضَا الْمَالِكِ ، وَهَذَا إِذَا كَانَ بَعْدَ الْقَبْضِ ،

أَمَّا لَوْ كَانَ قَبْلَ الْقَبْضِ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ لِتَفْرِيقِ الصَّفَقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ .

قَالَ (وَأِنْ كَانَ ثَوْبًا فَلَهُ الْخِيَارُ) لِأَنَّ التَّشْقِيقَ فِيهِ غَيْبٌ وَقَدْ كَانَ وَقْتُ الْبَيْعِ حَيْثُ ظَهَرَ
الِاسْتِحْقَاقُ، بِخِلَافِ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ .

اور جب بیع کے کچھ حصہ میں کسی دوسرے کا حق نکل آیا تو خریدار کو بقیہ کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ مکیلی
دموزونی چیزیں بیع کے لئے نقصان دہ نہیں ہیں جبکہ حق کا نکل آنا یہ عقد کو مکمل ہونے سے روکنے والا نہیں ہے کیونکہ عقد عاقد کی رضا
مندی سے مکمل ہوتا ہے جبکہ مالک کی مرضی سے نہیں ہے۔ اور یہ حکم بھی اس وقت ہوگا جب کسی کا حق قبضہ ہو جانے کے بعد نکلنے وال
ہے۔ ہاں البتہ جب کوئی حقدار قبضہ سے پہلے نکل آیا ہے تو اب عقد مکمل ہونے سے پہلے عقد کی جدائی کے سبب خریدار کو بقیہ بیع کو
واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر بیع کپڑا ہے تب بھی خریدار کو خیار رد حاصل ہے کیونکہ ٹکڑے ٹکڑے کرنا یہ کپڑے میں عیب ہے اور بیع
کے وقت بھی یہی عیب موجود تھا پس حق ظاہر ہو چکا ہے جبکہ مکیلی دموزونی اشیاء میں ایسا نہیں ہے۔ (کیونکہ ان میں نقصان نہ ہوگا)

خریدنے کے بعد باندی میں عیب ظاہر ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَوَجَدَ بِهَا قَرْحًا فَدَارَاهُ أَوْ كَانَتْ دَابَّةً فَرَكِبَهَا فِي حَاجَةٍ فَهُوَ رِضًا
لِأَنَّ ذَلِكَ دَلِيلُ قَضِيهِ الْإِسْتِبْقَاءِ بِخِلَافِ خِيَارِ الشَّرْطِ ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ هُنَاكَ لِلِاخْتِيَارِ وَأَنَّهُ
بِالِاسْتِعْمَالِ فَلَا يَكُونُ الرُّكُوبُ مُسْقِطًا (وَأَنْ رَكِبَهَا لِيَرُدَّهَا عَلَى بَائِعِهَا أَوْ لِيُسْقِبَهَا أَوْ
لِيَشْتَرِيَ لَهَا عَلَفًا فَلَيْسَ بِرِضًا) أَمَّا الرُّكُوبُ لِلرَّذِ ؛ فَلِأَنَّهُ سَبَبُ الرَّذِ وَالْجَوَابُ فِي السَّقْفِ
وَالِاشْتِرَاءِ الْعَلَفِ مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا كَانَ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنْهُ، أَمَّا لِيُصْعَوِيَّتِهَا أَوْ لِيَعْجِزِهِ أَوْ لِيَكُونَ
الْعَلَفُ فِي عَذَلٍ وَاحِدٍ، وَأَمَّا إِذَا كَانَ يَجِدُ بُدًّا مِنْهُ لَا نَعْدَامَ مَا ذَكَرْنَاهُ يَكُونُ رِضًا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کوئی باندی خریدی پس اس نے اس میں زخم پایا اور اس نے اس کی دوائی کی یا بیع کوئی
سواری تھی اور خریدار اپنی ضرورت کے لئے اس پر سوار ہو گیا ہے تو یہ اعمال اس کی رضا مندی کی دلیل ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں بیع کو
باتی رکھنے کی دلیل ہیں۔ بہ خلاف خیار شرط کے کیونکہ وہاں آزمانے کے لئے اختیار ہے۔ اور امتحان استعمال سے ہی ممکن ہے پس
اس پر سوار ہونے سے خیار ساقط نہ ہوگا۔

اور جب وہ بیچنے والے کو واپس کرنے کی غرض سے سوار ہوا ہے یا سواری کو پانی پلانے یا اس کے لئے چارہ خریدنے کے لئے
اس پر سوار ہوا ہے تو اس میں اس کی رضا مندی نہ ہوگی۔ البتہ رد کرنے کی غرض سے سوار ہونا تو یہ بھی رد کا سبب ہے جبکہ چارہ لانے یا
پانی پلانے کو اس حالت پر محمول کیا جائے گا جب خریدار کے لئے اس کے سوا کوئی اور ذریعہ (پانی پلانے یا چارہ لانے) نہ ہو۔ اور اگر
چھوڑ کر بھٹکی کے سبب سے ہو یا خریدار کے عاجز آنے کے سبب سے ہو۔ یا چارے کی ایک ہی گندھ میں ہونے کے سبب سے
ہو۔ ہاں البتہ جب خریدار کے پاس موجودہ عذروں کے سوا بھی ذرائع حاصل ہیں تو اب سوار ہونا اس کی رضا مندی کی دلیل ہے۔

چور غلام کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا قَدْ سَرَقَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِهِ فَقُطِعَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ وَيَأْخُذَ الثَّمَنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ .

وَقَالَا: يَرْجِعُ بِمَا بَيْنَ قِيَمَتِهِ سَارِقًا إِلَى غَيْرِ سَارِقٍ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا قُتِلَ بِسَبَبٍ وَجَدَ فِي يَدِ الْبَائِعِ. وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْإِسْتِحْقَاقِ عِنْدَهُ وَبِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ عِنْدَهُمَا .
لَهُمَا أَنَّ الْمَوْجُودَ فِي يَدِ الْبَائِعِ سَبَبُ الْقَطْعِ وَالْقَتْلِ وَأَنَّهُ لَا يُنَافِي الْمَالِيَّةَ فَتَفْذَ الْعَقْدُ فِيهِ لِكُنْهِ مُتَعَيَّبٍ فَيَرْجِعُ بِنَقْصَانِهِ عِنْدَ تَعْلِيلِ رَدِّهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا اشْتَرَى جَارِيَةً حَامِلًا لَمَاتَتْ فِي يَدِهِ بِالْوِلَادَةِ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِفَضْلِ مَا بَيْنَ قِيَمَتِهَا حَامِلًا إِلَى غَيْرِ حَامِلٍ .

وَلَهُ أَنَّ سَبَبَ الْوُجُوبِ فِي يَدِ الْبَائِعِ وَالْوُجُوبُ يُفْضِي إِلَى الْوُجُودِ فَيَكُونُ الْوُجُودُ مُضَافًا إِلَى السَّبَبِ السَّابِقِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا قُتِلَ الْمَغْضُوبُ أَوْ قُطِعَ بَعْدَ الرَّدِّ بِجَنَاحِيَّةٍ وَجَدَتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ، وَمَا ذَكَرَ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَمْنُوعٌ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک غلام خریدا جس نے چوری کی ہوئی تھی اور خریدار کو اس کا پتہ ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد خریدار کے ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک خریدار کو پوری قیمت واپس کرتے ہوئے اس غلام کو لوٹانے کا اختیار ہے۔

صاحبین نے کہا ہے: خریدار اس چور غلام اور چوری نہ کرنے والے غلام میں جتنا فرق ہے وہ لے گا۔ اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے جب بیچنے والا کے قبضہ میں موجود کسی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے۔

اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کا یہ عیب استحقاق کی طرح ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی عیب کی طرح ہے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ بیچنے والا کے قبضہ میں ہاتھ کاٹنے اور قتل کرنے کا سبب موجود ہے اور یہ سبب مال ہونے کے منافی بھی نہیں ہے پس اس میں عقد بیع نافذ ہوگی۔ ہاں البتہ جب بیع عیب والی ہے پس بیع کی واپسی کے ناممکن ہونے کے سبب خریدار نقصان عیب میں رجوع کرنے والا ہوگا۔

اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے حاملہ باندی کو خریدا اس کے بعد ولادت کے بعد وہ خریدار کے قبضہ میں فوت ہوگئی تو اب خریدار حاملہ اور غیر حاملہ باندی کے درمیان جو قیمت زیادہ ہوگی اس کو واپس لے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا سبب وجوب یہ بیچنے والا کے قبضہ میں پیش آیا ہے اور وجوب کا سبب ہی وجود کا سبب بننے والا ہے پس وجود سابق سبب کی جانب مضاف ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی غصب شدہ غلام کو قتل کر دیا جائے یا کسی ایسی جنایت کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے جو غاصب کے قبضہ میں موجود ہو جبکہ صاحبین کی

جانب سے بیان کردہ حمل والا مسئلہ ہمیں منظور نہیں ہے۔

غلام کا بیچنے والا کے قبضہ میں چوری کرنے کا بیان

وَلَوْ سَرَقَ فِي يَدِ الْبَائِعِ ثُمَّ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَقُطِعَ بِهِمَا عِنْدَهُمَا يَرْجِعُ بِالنَّقْصَانِ كَمَا ذَكَرْنَا .

وَعِنْدَهُ لَا يَرُدُّهُ بِدُونِ رِضَا الْبَائِعِ لِلْعَيْبِ الْحَادِثِ وَيَرْجِعُ بِرُبْعِ الثَّمَنِ، وَإِنْ قَبِلَهُ الْبَائِعُ فَبِلَاثَةِ الْأَرْبَاعِ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ مِنَ الْأَدَمِيِّ نَصْفُهُ وَقَدْ تَلَفَتْ بِالْجَنَائَتَيْنِ وَفِي أَحَدَاهُمَا رُجُوعٌ فَيَتَنَصَّفُ، وَلَوْ تَدَاوَلَتْهُ الْأَيْدِي ثُمَّ قُطِعَ فِي يَدِ الْآخِرِ رَجَعَ الْبَايِعَةُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ عِنْدَهُ كَمَا فِي الْأَسْتَحْقَاقِ، وَعِنْدَهُمَا يَرْجِعُ الْآخِرُ عَلَى بَائِعِهِ وَلَا يَرْجِعُ بَائِعُهُ عَلَى بَائِعِهِ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ .

وَقَوْلُهُ (فِي الْكِتَابِ وَلَمْ يَعْلَمْ الْمُشْتَرِي) يُفِيدُ عَلَى مَذْهَبِهِمَا؛ لِأَنَّ الْعِلْمَ بِالْعَيْبِ رِضَا بِهِ، وَلَا يُفِيدُ عَلَى قَوْلِهِ فِي الصَّحِيحِ؛ لِأَنَّ الْعِلْمَ بِالْأَسْتَحْقَاقِ لَا يَمْنَعُ الرُّجُوعَ .

اور جب غلام نے بیچنے والا کے قبضہ میں ہوتے ہوئے چوری کی اور خریدار کے قبضہ میں ہوتے ہوئے بھی چوری کر ڈالی اور ان دونوں طرح جنایت کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو صاحبین کے نزدیک خریدار عیب والے نقصان کے ساتھ رجوع کرے گا۔ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نئے عیب ہونے کے سبب بیچنے والے کی رضا مندی کے بغیر خریدار اس کو واپس نہیں کر سکتا ہاں وہ چوتھائی قیمت واپس لے لے گا اور جب بیچنے والے نے اس غلام کو قبول کر لیا تو خریدار تین چوتھائی قیمت واپس کرے گا۔ کیونکہ ہاتھ انسان کا نصف حصہ ہے اور دو جرموں کے بدلے میں کاٹا گیا ہے اور ان میں سے ایک میں خریدار کو رجوع کرنے کا حق حاصل تھا پس اس نصف کے دو حصے کر دیئے جائیں گے۔

اور جب غلام کو کئی لوگوں نے خریدا ہے اور اسکے بعد سب سے آخر والے خریدار کے ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حقدار ہونے کی طرح سارے خریدار دوسرے پر رجوع بہ ثمن کرنے والے ہوں گے۔

صاحبین کے نزدیک صرف آخری خریدار اپنے بیچنے والا سے ثمن واپس لے گا اور اس کا بیچنے والا اپنے بیچنے والا سے رجوع کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ عیب کے حکم میں ہے۔

جامع مغیر میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول جب وہ نہ جانتا ہو "یہ صاحبین کے مذہب پر مفید ہے کیونکہ عیب پر مطلع ہونا یہ عیب پر راضی ہونا ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس قید کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ علم بہ استحقاق یہ رجوع سے روکنے والا نہیں ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

بیچنے والا کا غلام میں ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگانے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وَشَرَطَ الْبَرَاءَةَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّاهُ بِعَيْبٍ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ الْعُيُوبَ بَعْدَهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا تَصِحُّ الْبَرَاءَةُ بِنَاءً عَلَى مَذْهَبِهِ أَنَّ الْإِبْرَاءَ عَنِ الْحُقُوقِ الْمَجْهُولَةِ لَا يَصِحُّ.

هُوَ يَقُولُ: إِنَّ فِي الْإِبْرَاءِ مَعْنَى التَّمْلِيكِ حَتَّى يَرْتَدَّ بِالرَّدِّ، وَتَمْلِيكِ الْمَجْهُولِ لَا يَصِحُّ. وَلَنَا أَنَّ الْجَهَالََةَ فِي الْأَسْقَاطِ لَا تُقْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَإِنْ كَانَ فِي ضَمْنِهِ التَّمْلِيكِ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ إِلَى التَّسْلِيمِ فَلَا تَكُونُ مُفْسِدَةً، وَيَدْخُلُ فِي هَذِهِ الْبَرَاءَةُ الْعَيْبُ الْمَوْجُودُ وَالْحَادِثُ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي قَوْلِ أَبِي يُونُسَ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَدْخُلُ فِيهِ الْحَادِثُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: لِأَنَّ الْبَرَاءَةَ تَتَنَاوَلُ الثَّابِتَ.

وَلَا يَبَى يُونُسَ أَنَّ الْغَرَضَ الزَّمَامُ الْعَقْدَ بِاسْقَاطِ حَقِّهِ عَنْ صِفَةِ السَّلَامَةِ وَذَلِكَ بِالْبَرَاءَةِ عَنِ الْمَوْجُودِ وَالْحَادِثِ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے غلام کو بیچ دیا اور اس میں ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگائی تو خریدار کو کسی بھی قسم کے عیب کے سبب غلام کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ خواہ بیچنے والے نے تمام عیوب کی تعداد نہ بھی بیان کی ہو۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: بیچنے والے کی طرف سے یہ برأت صحیح نہیں ہے۔ اور آپ کا یہ قول آپ کے مذہب پر مبنی ہے کیونکہ حقوق مجہولہ میں برأت صحیح نہیں ہے (فقہ شافعی کے مطابق قاعدہ فقہیہ) امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ برأت میں تملیک کا حکم موجود ہے حتیٰ کہ مدیون کے رد کرنے کے سبب برأت ہو جاتی ہے اور مجہول چیز کا مالک بنانا درست نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حوالے کرنے کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے برأت کا ساقط ہونا یہ ایسی جہالت ہے جو جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے پس یہ جہالت عقد کو فاسد کرنے والی نہ ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والے عیب سے برأت اور اس برأت میں موجود عیب یہ دونوں شامل ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: نئے عیب کی برأت اس میں شامل نہ ہوگی اور امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ برأت موجود اور ثابت چیز دونوں کو شامل ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ برأت کا مقصد یہ ہے کہ بیچ میں موجود سلامتی کے وصف کے حوالے سے خریدار کے حق کو ساقط کرتے ہوئے عقد کو لازم کرنا ہے اور موجودہ اور نئے پیدا ہونے والے دونوں طرح کے عیوب سے برأت کے ذریعے عقد کو لازم کرنا حاصل ہو جائے گا۔

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ

﴿یہ باب بیع فاسد کے بیان میں ہے﴾

باب بیع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے بیع کی صحیح اقسام اور ان کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے بیع فاسد کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح نماز و روزہ و حج وغیرہ دیگر احکام شرعیہ میں بھی حکم فساد عبادت کو مشروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے جبکہ صحت تقدم یہ اس کا اصلی مقام و مرتبہ ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچانے والی ہے جبکہ فاسد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بننے والا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

صحیح اور فاسد کا فقہی مفہوم

صحیح: غت میں بیمار (سقیم) کے متضاد کو صحیح کہتے ہیں۔ اصطلاح میں صحیح اسے کہتے ہیں جس سے عبادت کا درست ہونا اور معاملات کا فائدہ ہونا متعلق ہو۔

مثال کے طور پر (شرعی) نماز اس وقت واقع (صحیح) ہوتی ہے جب اس میں شرائط مکمل طور پر پائی جائیں، ارکان مکمل طور پر ادا کیے جائیں اور موانع ختم ہو جائیں، اگرچہ یہ سب کچھ فاعل کے خیال میں ہی ہو، اسی طرح تجارت بھی ایسے شخص کی صحیح (واقع) ہوتی ہے جو مباح چیز پر اختیار رکھتا ہو اور اسے سپرد کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور وہ چیز حقیقت میں اس کی ملکیت ہو، تو اگر بیچنے والا (بیچنے والا) ایسی چیز کو بیچے جس کے بارے میں اس کا گمان یہ ہو کہ یہ چیز کسی اور کی ملکیت میں ہے، لیکن پھر اس پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ واقعی وہ چیز اسی (بیچنے والا) کی تھی تو بیع (تجارت) صحیح ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاملات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور عبادات فاعل کے اعتقاد پر۔

فساد غت میں فساد ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی خرابی ہو۔ اصطلاح میں ایسی چیز کو فاسد کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ عبادت کی ادائیگی اور معاملات کا نفاذ نہ ہو۔ عبادات کی مثال جیسا کہ نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھ لینا، اور معاملات کی مثال جیسا کہ ایسی چیز کو بیچنا جو بندہ کی ملکیت ہی نہ ہو۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں، ان کے نزدیک فاسد وہ ہے جو اصل میں تو جائز ہو لیکن کسی وصف کی وجہ سے ممنوع ہو جائے جیسا کہ ایک مدگندم کی بیج ایک مدگندم اور ایک درہم کے بدلے کرنا۔ ایک مدگندم کی تجارت ایک مد کے بدلے تو جائز ہے (مگر یہ فاسد اس وقت ہو جب دوسری طرف سے مد کے ساتھ ایک درہم بھی لیا گیا) پس اگر درہم و غیرہ کر دیا جائے تو اصل مشروعیت کو دیکھتے ہوئے سود اور مست (صحیح) ہوگا۔

فاسد و باطل میں فرق کا بیان

جس کے کرنے کے بعد بھی کوئی اثر مرتب نہ ہو، مثلاً عبادت کی ادائیگی کے باوجود انسان اپنی ذمہ داری سے عہدہ برائے ہو سکے، یا بیع کرنے کے باوجود ملکیت و تصرف کا فائدہ حاصل نہ ہو۔ فاسد و باطل میں اختلاف نے فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک ایسا عمل جو نہ اصلاً مشروع ہو اور نہ اصلاً باطل کہتے ہیں اور جو اصلاً مشروع ہو مگر کسی وصف کے سبب غیر مشروع ہو جائے اسے "فاسد" کہتے ہیں۔

فاسد وہ جس کی اصل حقیقت غلط سے خالی ہو مگر وصف یعنی ان تعلقات میں غلط ہو جو قواعد عقد میں داخل نہیں مثلاً مشروع فاسد اگر رکن محل سہم یا غلط ہوں تو بیع شرعی عقد تحقق ہوگا اگر وصف میں غلط ہے مثلاً بیع مقدمہ و تسلیم نہیں یا بھول ہے یا کوئی شرط فاسد منقوض، اصل یہ کہ بیع شرعی میں مبادلت مال بادل کا ہے ایجاب و قبول اس کے رکن اور مال متقوم محل اور اجل و قدرت تسلیم و شرط وغیرہ اوصاف اور انتقال ملک و تحمیل اثر ہے و جو شرعی میں صرف رکن محل کا محقق ہے کہ جان کے اس کے (تحقق کی کوئی ضرورت نہیں) جو غلط کہ ان میں ہوگا محقق بیع قرار پائے گا جس کے معنی یہ ہوں گے کہ عند الشروع بیع ہی نہیں غلط رکن محل بیع یعنی جس طرح بیع ہوئی ہی نہیں ہے۔

دونوں اعوانس یا ایک کے حرام ہونے کا بیان

(وَإِذَا كَانَ أَحَدُ الْعَوَظَيْنِ أَوْ كِلَاهُمَا مُعَرَّوفاً فَالْبَيْعُ قَائِدٌ كَالْبَيْعِ بِالْمَتْنَةِ وَالذَّمِّ وَالْخَزِيرِ وَالْخَمْرِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ غَيْرَ مَمْلُوكٍ كَالْحُرِّ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَذِهِ فُضُولُ جَمْعِهَا، وَفِيهَا تَفْصِيلٌ نَبِيْنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَنَقُولُ: الْبَيْعُ بِالْمَتْنَةِ وَالذَّمِّ بَاطِلٌ، وَكَذَا بِالْحَزْرِ لِأَنَّهُ دَامَ رُكْنُ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ، فَإِنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ لَا تُعَدُّ مَالاً عِنْدَ أَحَدٍ وَالْبَيْعُ بِالْخَمْرِ وَالْخَزِيرِ قَائِدٌ لِرُجُودِ حَقِيقَةِ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فَإِنَّهُ مَالٌ عِنْدَ التَّغْصُّ وَالْبَاطِلُ لَا يُفِيدُ مِلْكَ التَّصَرُّفِ .

اور جب دونوں اعوانس میں سے ایک یا دونوں حرام ہیں تو بیع فاسد ہے جس طرح مردار، خون، شراب اور خنزیر کے بدلے میں بیع کرنا ہے۔ اور اسی جب دو غیر ملکیت ہوں جس طرح آزاد کے بدلے میں بیع کرنا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا: امام قندوری حیدر رحمہ نے بیع ان تمام مسووتوں کو مکمل کرنا یا سبب بہتان میں تفصیل ہے ان دنوں

شاء اللہ ہم بیان کریں گے۔

ہم کہتے ہیں کہ مردار اور خون کے بدلے میں خرید و فروخت کرنا باطل ہے اور اسی طرح آزاد کے بدلے میں بیع باطل ہے کیونکہ اس میں بیع رکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہو یہ معدوم ہے کیونکہ ان اشیاء کو کسی کے پاس بھی مال نہیں سمجھا جاتا جبکہ شراب اور خنزیر کے بدلے میں خرید و فروخت فاسد ہے اگرچہ ان میں مال کا تبادلہ مال کے ساتھ حقیقی طور پر موجود ہے کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک شراب مال ہے۔ اور باطل بیع ملکیت تصرف کا فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

باطل بیع میں بیع کا خریدار کے پاس ہلاک ہونے کا بیان

وَلَوْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ لَيَكُونُ أَمَانَةً عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَايخِ لِأَنَّ الْعَقْدَ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ قَبْلَى الْقَبْضِ بِإِذْنِ الْمَالِكِ وَعِنْدَ الْبَعْضِ يَكُونُ مَضْمُونًا لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ أَذْنَى حَالًا مِنَ الْمُقْبُوضِ عَلَى سَوَمِ الشَّرَاءِ .

وَقِيلَ الْأَوَّلُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَالثَّانِي قَوْلُهُمَا كَمَا فِي بَيْعِ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمَدْبَرِ عَلَى مَا نَبَّيْنَاهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَالْفَاسِدُ يُفِيدُ الْمِلْكَ عِنْدَ اتِّصَالِ الْقَبْضِ بِهِ وَيَكُونُ الْمَبِيعُ مَضْمُونًا فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ . وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَسَبَّبْنَاهُ بَعْدَ هَذَا . وَكَذَا بَيْعُ الْمَيْتَةِ وَالْدَّمِ وَالْحَرِّ بَاطِلٌ لِأَنَّهُمَا لَيْسَتْ أَمْوَالًا فَلَا تَكُونُ مَحَلًّا لِلْبَيْعِ . .

اور جب کسی نے باطل بیع کی اور بیع خریدار کے پاس ہلاک ہو گئی تو بعض مشائخ فقہاء کے نزدیک بیع امانت ہو جائے گی کیونکہ عقد کا اعتبار نہیں ہے پس مالک کی اجازت کے سبب صرف قبضہ باقی رہ گیا ہے جبکہ دوسرے بعض مشائخ فقہاء کے نزدیک بیع ضمانت والی ہے کیونکہ یہ بیع خرید و فروخت کر کے قبضہ میں لینے والی بیع سے کم حالت کی نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پہلا قول حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے جبکہ دوسرا قول صاحبین کا ہے۔ جس طرح ام ولد اور مدبر کی بیع میں ان فقہاء کے اقوال میں اختلاف ہے اسی تفصیل کے موافق جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ بیع فاسد وقت اتصال ملکیت کا فائدہ دینے والی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور بیع فاسد میں بیع خریدار کے قبضہ میں بطور ضمان ہو۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان شاء اللہ ہم عنقریب اس مسئلہ کے بعد اس کو بیان کر رہے ہیں۔ اور اسی مردار، خون اور شراب کی بیع باطل ہے کیونکہ یہ مال نہیں ہے پس بیع کا محل بھی نہ ہوں گے۔

دین کے بدلے میں خنزیر و شراب کی بیع کے باطل ہونے کا بیان

وَأَمَّا بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ إِنْ كَانَ قَوْلًا بِالذِّينِ كَالدَّرَاهِمِ وَالذَّنَابِيرِ فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ قَوْلًا بِعَيْنٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ حَتَّى يَمْلِكَ مَا يَقَابِلُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يَمْلِكُ عَيْنَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ . وَوَجْهُ الصَّرْفِ أَنَّ الْخَمْرَ مَالٌ وَكَذَا الْخِنْزِيرُ مَالٌ عِنْدَ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِلَّا أَنَّهُ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ لِمَا أَنْ

الشَّرْعُ أَمْرٌ بِإِهَانَتِهِ وَتَرْكِ إِعْزَازِهِ، وَفِي تَمَلُّكِهِ بِالْعَقْدِ مَقْصُودًا إِعْزَازٌ لَهُ، وَهَذَا لِأَنَّهُ مَنَى
اِشْتَرَاهُمَا بِالذَّرَاهِمِ فَالذَّرَاهِمُ غَيْرُ مَقْصُودَةٍ؛ لِكُونِهَا وَسِيلَةً لِمَا أَنهَا تَجِبُ فِي الدِّمَةِ، وَإِنَّمَا
الْمَقْصُودُ الْخَمْرُ فَسَقَطَ التَّقْوُمُ أَصْلًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَى الثُّوبَ بِالْخَمْرِ لِأَنَّ الْمُشْتَرَى
لِلثُّوبِ إِنَّمَا يَقْصِدُ تَمَلُّكَ الثُّوبِ بِالْخَمْرِ.

وَفِيهِ إِعْزَازٌ لِلثُّوبِ دُونَ الْخَمْرِ فَبَقِيَ ذِكْرُ الْخَمْرِ مُعْتَبَرًا فِي تَمَلُّكِ الثُّوبِ لَا فِي حَقِّ نَفْسِ
الْخَمْرِ حَتَّى فَسَدَتْ التَّسْمِيَةُ وَرَجَبَتْ قِيمَةُ الثُّوبِ دُونَ الْخَمْرِ، وَكَذَا إِذَا بَاعَ الْخَمْرُ
بِالثُّوبِ لِأَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ شِرَاءُ الثُّوبِ بِالْخَمْرِ لِكُونِهِ مُقَابِضَةً.

اور بہر حال جب اس نے شراب اور خنزیر کی بیع کی اور ان کے مقابلے میں دین ہو جس طرح دراہم و دنانیر ہیں تو بیع باطل ہے اور جب ان کے مقابلے میں عین ہے تو بیع فاسد ہے حتیٰ کہ ان کے مقابلہ میں مملوک ہو خواہ شراب و خنزیر کا عین مملوک نہیں ہوتا۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ شراب مال ہے اور اسی طرح اہل ذمہ کے نزدیک خنزیر مال ہے مگر وہ غیر مقوم مال ہے کیونکہ شریعت نے اس کی توہین و ذلت کا حکم دیا ہے۔ اور اس کو معزز بنانے سے منع کیا ہے جبکہ ارادے کے ساتھ اس کا عقد کرنا یہ اس کو معزز بنانا ہے اور یہ حکم تب ہوگا جب خریدار ان کو دراہم کے بدلے میں خریدنے والا ہے۔ تو اب دراہم بھی غیر مقصود ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کے حاصل کرنے کا وسیلہ دراہم ہیں اسی دلیل کے سبب وہ ذمہ پر واجب ہوتے ہیں جبکہ مقصود شراب ہوگی پس مال مقوم کا ہونا ساقط ہو جائے گا۔

بہ خلاف اس کے کہ جب کسی شخص نے شراب کے بدلے میں کپڑا خریدا ہے کیونکہ کپڑے کو خریدنے والا شراب کے بدلے میں کپڑے کا مالک بن رہا ہے اور اس میں معزز ہونا یہ کپڑے کے لئے ہے لہذا شراب کا اعزاز نہ ہوا۔ پس شراب کا ذکر محض ملکیت ثوب کے طور پر اعتبار کیا گیا ہے جبکہ نفس شراب کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پس اس شخص مقرر کرنا فاسد ہو جائے گا۔ اور کپڑے کی قیمت واجب ہوگی جبکہ شراب کی قیمت واجب نہ ہوگی اور اسی طرح جب کسی شخص نے کپڑے کو شراب کے بدلے میں بیچ دیا ہے کیونکہ یہاں شراب کے بدلے میں کپڑے کو بیچنے کا اعتبار ہوگا۔ پس یہ بیع، بیع مقایضہ ہے۔

ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع کے فاسد ہونے کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبِّرِ وَالْمُكَاتِبِ فَاسِدٌ) وَمَعْنَاهُ بَاطِلٌ لِأَنَّ اسْتِحْقَاقَ الْعِتْقِ قَدْ ثَبَتَ لِأُمِّ الْوَلَدِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْتَقَهَا وَلَدَهَا) وَسَبَبُ الْحُرِّيَّةِ انْعَقَادُ فِي الْمُدَبِّرِ فِي الْحَالِ لِطَلَانِ الْأَهْلِيَّةِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْمُكَاتِبُ اسْتَحَقَّ يَدًا عَلَى نَفْسِهِ لَا زِمَةً فِي حَقِّ الْمَوْلَى، وَلَوْ ثَبَتَ الْمِلْكُ بِالْبَيْعِ لَبَطَلَ ذَلِكَ كُلُّهُ فَلَا يَجُوزُ، وَلَوْ رَضِيَ الْمُكَاتِبُ بِالْبَيْعِ فَفِيهِ

وَابْتِئَانِ، وَالْأَظْهَرُ الْجَوَازُ، وَالْمُرَادُ الْمُذَبَّرُ الْمُطْلَقُ دُونَ الْمُقَيَّدِ، وَفِي الْمُطْلَقِ خِلَافُ الشَّالِيحِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْعَتَاقِ .

فرمایا: ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع قاسد ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ باطل ہے کیونکہ ام ولد کے لئے حق ثابت ہو گیا ہے جس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: جو آپ ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو اس کے بیٹے نے آزاد کر دیا ہے۔ اور مدبر میں آزادی کا سبب منعقد ہو چکا ہے کیونکہ موت کے بعد آقا کی اہلیت باطل ہو جائے گی اور مکاتب اپنے آپ پر تصرف کا حق رکھنے والا ہے۔ جو آقا کے حق میں لازم تھا۔ اور اب جب بیع کے سبب سے ملکیت ثابت ہوئی تو یہ سب باطل ہو جائے گا پس بیع جائز نہ ہوگی۔

اور جب مکاتب بیع پر راضی ہو جائے تو اس میں دو روایات ہیں جبکہ ان میں زیادہ ظاہر روایت جواز کی ہے اور متن میں مدبر سے مراد علی الاطلاق مدبر ہے نہ کہ اس میں کوئی قید ہو۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے مطلق کے بارے میں اختلاف کیا ہے جس کو ہم کتاب العتاق میں بیان کر آئے ہیں۔

ام ولد یا مدبر کے خریدار کے پاس فوت ہو جانے پر عدم ضمان کا بیان

قَالَ (وَدَانُ مَاتَتْ أُمُّ الْوَلَدِ أَوْ الْمُذَبَّرُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ حِينَئِذٍ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: عَلَيْهِ قِيمَتُهُمَا) وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْهُمَا أَنَّهُ مَقْبُوضٌ بِجِهَةِ الْبَيْعِ فَيَكُونُ مَضْمُونًا عَلَيْهِ كَسَائِرِ الْأَمْوَالِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُذَبَّرَ وَأُمُّ الْوَلَدِ يَدْخُلَانِ تَحْتَ الْبَيْعِ حَتَّى يَمْلِكَ مَا يُضَمُّ إِلَيْهِمَا فِي الْبَيْعِ، بِخِلَافِ الْمُكَاتَبِ لِأَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ فِي حَقِّهِ الْقَبْضُ وَهَذَا الضَّمَانُ بِهِ وَلَهُ أَنَّ جِهَةَ الْبَيْعِ إِنَّمَا تَلْحَقُ بِحَقِيقَةٍ فِي مَحَلٍّ يَقْبَلُ الْحَقِيقَةَ وَهُمَا لَا يَقْبَلَانِ حَقِيقَةَ الْبَيْعِ فَصَارَا كَالْمُكَاتَبِ، وَلَيْسَ دُخُولُهُمَا فِي الْبَيْعِ فِي حَقِّ أَنْفُسِهِمَا، وَإِنَّمَا ذَلِكَ لِيُثَبَّتَ حُكْمُ الْبَيْعِ لِيَمَّا ضَمَّ إِلَيْهِمَا فَصَارَ كَمَالِ الْمُشْتَرِي لَا يَدْخُلُ فِي حُكْمِ عَقْدِهِ بِأَنْفِرَادِهِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ حُكْمُ الدُّخُولِ فِيْمَا ضَمَّهُ إِلَيْهِ، كَذَا هَذَا

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر ام ولد یا مدبر خریدار کے پاس فوت ہو جائیں تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے: خریدار پر اس کی قیمت واجب ہے۔ اور ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ بیع پر بیع کے طریقے پر قبضہ کیا گیا ہے پس دوسرے اموال کی طرح اس میں بھی ضمان واجب ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ام ولد اور مدبر بیع کے حکم میں آنے والے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ بیع میں ملائی ہوئی چیزیں میں بھی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے بخلاف مکاتب کے کیونکہ وہ اپنے ہی قبضہ میں ہوتا ہے پس اس کے حق میں قبضہ ثابت نہ ہوگا حالانکہ یہ ضمان قبضہ ہی کے سبب سے واجب ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کو بیع کے طریقے پر بیع کی ایسی حقیقت کے ساتھ ملایا جائے گا جو محل حقیقت کو قبول کرنے والا ہو جبکہ یہ دونوں یعنی ام ولد و مدبر حقیقت بیع کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ پس یہ مکاتب کی طرح ہو جائیں گے جبکہ بیع میں ان کا داخل ہونا یہ اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ان میں ملنے والی اشیاء میں بیع کا حکم ثابت ہونے کے لئے ہوتا ہے پس یہ ان کا دخول خریدار کے مال کی طرح ہو جائے گا جو اکیلا اس کی بیع کے حکم میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کی جانب سے ملائی گئی چیزوں میں داخل ہونے کا حکم ثابت ہو جاتا ہے لہذا ایسے ہی اس میں ثابت ہو جائے گا۔

شکار سے پہلے مچھلی کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ السَّمَكِ قَبْلَ أَنْ يُصْطَادَ) لِأَنَّهُ بَاعَ مَا لَا يَمْلِكُهُ (وَلَا فِي حَظِيرَةٍ إِذَا كَانَ لَا يُؤْخَذُ إِلَّا بِصَيْدٍ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُورٍ التَّسْلِيمِ، وَمَعْنَاهُ إِذَا أَخَذَهُ ثُمَّ أَلْقَاهُ فِيهَا لَوْ كَانَ يُؤْخَذُ مِنْ غَيْرِ حِيلَةٍ جَازًا، إِلَّا إِذَا اجْتَمَعَتْ فِيهَا بِأَنْفُسِهَا وَلَمْ يَسُدَّ عَلَيْهَا الْمَدْخَلُ لِعَدَمِ الْمِلْكِ .
قَالَ (وَلَا يَبْعُ الطَّيْرُ فِي الْهَوَاءِ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مَمْلُوكٍ قَبْلَ الْإِخْدِ، وَكَذَا لَوْ أَرْسَلَهُ مِنْ يَدِهِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُورٍ التَّسْلِيمِ

فرمایا: اور شکار کرنے سے پہلے مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ایسی چیز کو بیچنے والا ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے۔ اور تالاب میں بھی مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے جبکہ شکار کے بغیر اس کو پکڑنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس کو سپرد نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب مچھلی کو پکڑ کر تالاب میں ڈال دیا ہے اور اب اگر بغیر کسی ذریعے کے ان کو پکڑا جاسکتا ہے تو ان کی بیع جائز ہے مگر جب مچھلیاں خود بہ خود تالاب میں جمع ہوئی ہیں اور اندر جانے کا راستہ بھی بند نہیں کیا ہے تو ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی بیع جائز نہیں ہے۔

اور ہوا میں پرندے کی بیع بھی جائز نہیں ہے کیونکہ پکڑنے سے پہلے وہ ملکیت میں نہیں ہے اور اسی طرح جب بیچنے والے نے اس کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے کیونکہ اب اس کو بھی حوالے نہیں کیا جاسکتا۔

حمل کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَبْعُ الْحَمْلُ وَلَا التَّاجِ) (لِنَهْيِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الْحَبْلِ وَحَبْلِ الْحَبْلَةِ) وَلَآنَ فِيهِ غَرَرًا .
(وَلَا اللَّبَنُ فِي الصَّرْعِ لِلْغَرَرِ) فَعَسَاهُ انْتِفَاحٌ، وَلَآنَ يُنَازَعُ فِي كَيْفِيَةِ الْحَلَبِ، وَرُبَّمَا يَزْدَادُ فَيَخْتَلِطُ الْمَبِيعُ بغيرِهِ .

فرمایا: اور حمل کی بیع اور حمل در حمل کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حمل اور حمل در حمل کی بیع سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔

اور دودھ کی بیچ تھنوں میں دھوکہ کے سبب سے جائز نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے تھن محض پھول گئے ہوں کیونکہ خریدار دودھ دوہتے وقت بیچنے والا سے جھگڑا کرے گا اور کبھی کبھی دودھ بڑھتا رہتا ہے پس بیچ غیر بیچ سے ملنے والی ہے۔

بکریوں کی پشتوں پر اون کی بیچ کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا الصُّوفَ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ) لِأَنَّهُ مِنْ أَوْصَافِ الْحَيَوَانِ، وَلِأَنَّهُ يَنْبُتُ مِنْ أَسْفَلِ فَيَخْتَلِطُ الْمَبِيعُ بِغَيْرِهِ، بِخِلَافِ الْقَوَائِمِ؛ لِأَنَّهَا تَزِيدُ مِنْ أَعْلَى، وَبِخِلَافِ الْقَصِيلِ لِأَنَّهُ يُمَكِّنُ قَلْعَهُ، وَالْقَطْعُ فِي الصُّوفِ مُتَعَيَّنٌ فَيَقَعُ التَّنَازُعُ فِي مَوْضِعِ الْقَطْعِ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ، وَعَنْ لَبَنِ فِي ضَرْعٍ، وَعَنْ سَمَنِ فِي لَبَنِ) وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي هَذَا الصُّوفِ حَيْثُ جَوَزَ بَيْعَهُ فِيمَا يُرْوَى عَنْهُ.

فرمایا: اور بکری کی پشت پر اون کی بیچ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اون حیوان کے اوصاف میں سے ہے کیونکہ اون نیچے سے اگنے والی ہے پس بیچ غیر بیچ کے ساتھ ملنے والی ہے بہ خلاف درختوں کے شاخوں کے کیونکہ وہ اوپر کی جانب سے بڑھنے والی ہیں بہ خلاف سبز کھیتی کے کیونکہ اس کو اکھاڑنا ممکن ہے جبکہ اون میں کاٹنا معین ہے۔ پس کاٹنے کی جگہ میں اختلاف ہو جائے گا اور یہ حکم صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بکری کی پشت پر اون کی بیچ، تھن میں دودھ کی بیچ اور دودھ میں گھی کی بیچ سے منع کیا ہے اور اون کے بارے میں یہ حدیث حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ ان سے روایت کردہ ایک روایت کے مطابق اس بیچ کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

چھت پر چھتہ کی بیچ کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَجَذْعٌ فِي سَقْفٍ وَذِرَاعٌ مِنْ ثَوْبٍ ذَكَرَا الْقَطْعَ أَوْ لَمْ يَذْكُرَاهُ) لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ التَّسْلِيمُ إِلَّا بِضَرَرٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ مِنْ نَقْرَةٍ فِضَّةً لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ فِي تَبْعِيضِهِ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مُعَيَّنًا لَا يَجُوزُ لِمَا ذَكَرْنَا وَلِلْجَهَالَةِ أَيْضًا، وَلَوْ قَطَعَ الْبَائِعُ الذِّرَاعَ أَوْ قَلَعَ الْجَذْعَ قَبْلَ أَنْ يَفْسَخَ الْمُشْتَرِي يَعُودُ صَحِيحًا لِزَوَالِ الْمُفْسِدِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ النَّوِي فِي الثَّمَرِ أَوْ الْبَذَرَ فِي الْبَطِيخِ حَيْثُ لَا يَكُونُ صَحِيحًا.

وَأَنَّ شَبَقَهُمَا وَآخَرَ جِ الْمَبِيعِ لِأَنَّ فِي وَجُودِهِمَا اخْتِمَالًا، أَمَّا الْجَذْعُ فَعَيَّنَ وَجُودَهُ. قَالَ (وَضَرْبَةُ الْقَانِصِ) وَهُوَ مَا يَخْرُجُ مِنَ الصَّيْدِ بِضَرْبِ الشَّيْكَةِ مَرَّةً لِأَنَّهُ مَجْهُولٌ وَلِأَنَّهُ فِيهِ غَرَرٌ.

فرمایا: چھت پر موجود چھتہ کی بیچ اور کپڑے میں سے صرف ایک گز کی بیچ جائز نہیں ہے خواہ عقد کرنے والوں نے

کپڑے کے کاٹنے کی جگہ کو بیان کیا ہے یا نہیں بیان کیا۔ کیونکہ نقصان کے بغیر اس کو حوالے کرنا ممکن نہیں ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب چاندی کی ڈلی سے دس دراہم چاندی کو بیچ دیا ہے، کیونکہ ڈلی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور اگر چھتیر اور گز معین نہ ہوں تب بھی ان کی بیع جائز نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ ہاں جہات کے سبب سے بھی منع ہے۔ اور جب خریدار کے بیع کرنے سے پہلے ہی بیچنے والے نے گز کاٹ دیا ہے یا چھتیر کو نکال لیا ہے تو بیع صحیح ہو کر لوٹنے والی ہے، کیونکہ فساد ہی ختم ہو گیا ہے۔ بہ خلاف اس حالت کے کہ جب چھوہاروں میں موجود گٹھلیوں کو فروخت کیا یا فروزے میں موجود بیج کو فروخت کیا ہے تو بیع صحیح نہ ہوگی خواہ وہ چھوہاروں اور فروزوں کو پھاڑ کر ان سے بیج کو نکال دے۔ کیونکہ ان میں گٹھلی اور بیج کے موجود ہونے کا احتمال ہے جبکہ چھتیر تو معین و موجود ہے۔

شکاری کے ایک وار کی بیع بھی جائز نہیں ہے اور یہ وہ شکار ہے جو ایک بار جال کو پھینکنے سے حاصل ہو کیونکہ ایسا شکار مجہول ہے اور اس میں دھوکہ بھی موجود ہے۔

بیع مزبہ و محافلہ کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الْمَزَابِنَةِ، وَهُوَ بَيْعُ الشَّعْرِ عَلَى النَّخِيلِ بِتَمْرِ مَجْدُوذٍ مِثْلٍ كَيْلِهِ خَرَصًا) (لَأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ الْمَزَابِنَةِ وَالْمُحَافَلَةِ) فَالْمَزَابِنَةُ مَا ذَكَرْنَا، وَالْمُحَافَلَةُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِي سُنْبُلِهَا بِحِنْطَةٍ مِثْلٍ كَيْلِهَا خَرَصًا، وَلَأَنَّهُ بَاعَ مَكِيلًا بِمَكِيلٍ مِنْ جَنْسِهِ فَلَا تَجُوزُ بِطَرِيقِ الْخَرَصِ كَمَا إِذَا كَانَا مَوْضُوعَيْنِ عَلَى الْأَرْضِ، وَكَذَا الْغَنَبُ بِالزَّبِيبِ عَلَى هَذَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ فِيمَا دُونَ خُمْسَةِ أَوْسُقٍ (لَأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ الْمَزَابِنَةِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا وَهُوَ أَنْ يُبَاعَ بِخَرَصِهَا تَمْرًا فِيمَا دُونَ خُمْسَةِ أَوْسُقٍ) " قُلْنَا: الْعَرَبِيَّةُ: الْعَطِيَّةُ لُغَةً، وَتَأْوِيلُهُ أَنْ يَبِيعَ الْمُعْرَى لَهُ مَا عَلَى النَّخِيلِ مِنَ الْمُعْرَى بِتَمْرِ مَجْدُوذٍ، وَهُوَ بَيْعٌ مَجَازٍ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ فَيَكُونُ بَرًّا مُبْتَدَأً.

فرمایا: اور بیع مزبہ جائز نہیں ہے اور حراہ یہ ہے کہ درختوں پر موجود کھجور کو ٹوٹے ہوئے چھوہاروں کے بدلے میں ان کے وزن کے برابر اندازے سے بیچا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بیع مزبہ اور محافلہ سے منع کیا ہے۔ مزبہ وہی بیع ہے جس ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور محافلہ یہ ہے کہ گندم کو ان کی بالیوں میں ان کے ہم وزن گندم کے بدلے میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔ پس اندازے سے یہ بیع جائز نہ ہوگی جس طرح اس حالت میں جائز نہیں ہے کہ جب وہ دونوں زمین پر رکھی ہوئی ہوں۔ اور اسی طرح انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے: مزبہ پانچ اوسق سے کم کے اندر جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مزبہ سے منع کیا

ہے مگر عرایا کی اجازت دی ہے اور عرایا یہ ہے کہ کھجور کے پانچ وسق سے کم میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔
ہم کہتے ہیں کہ لغت میں عطیہ کو عریہ کہتے ہیں اور حدیث مبارکہ کی تاویل یہ ہے کہ عطیہ لینے والا درختوں پر موجود کھجور کے
عطیہ دینے سے کاٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں بیچ دے۔ اور یہ بیچ بطور مجاز ہے۔ کیونکہ معریٰ لہ ان پھلوں کا مالک نہیں ہے پس
معری کا اس کو پھل دے دینا یہ ایک جدید احسان ہوگا۔

بیع ملامہ و منابزہ سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ بِالْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْمَلَامَةِ وَالْمُنَابَزَةِ) وَهَذِهِ بَيُوعٌ كَانَتْ فِي
الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ أَنْ يَتَرَاوَضَ الرَّجُلَانِ عَلَى سِلْعَةٍ: أَيِ يَتَسَاوَمَانِ، فَإِذَا لَمَسَهَا الْمُشْتَرِي أَوْ
نَبَذَهَا إِلَيْهِ الْبَائِعُ أَوْ وَضَعَ الْمُشْتَرِي عَلَيْهَا حَصَاةً لَزِمَ الْبَيْعُ؛ فَالْأَوَّلُ بَيْعُ الْمَلَامَةِ وَالثَّانِي
الْمُنَابَزَةُ، وَالثَّلَاثُ الْقَاءُ الْحَجَرِ، (وَقَدْ نَهَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الْمَلَامَةِ
وَالْمُنَابَزَةِ) وَلَآنَ فِيهِ تَغْلِيْقًا بِالْخَطَرِ.

فرمایا: اور القاء حجر اور ملامہ اور منابزہ کی بیچ جائز نہیں ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ اور اس کا طریقہ یہ
ہوتا تھا کہ یہ دو آدمی کسی سامان کے بارے میں باہمی گفتگو کرتے پھر جب خریدار اس سامان کو چھوڑ دیتا اور بیچنے والا خریدار کی طرف
اس سامان کو پھینک دیتا اور خریدار اس پر کنکری ڈال دیتا تو بیع لازم ہو جاتی لہذا پہلی بیع ملامہ اور دوسری منابزہ جبکہ تیسری القاء حجر
کہلاتی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے بیع ملامہ اور منابزہ سے منع کیا ہے کیونکہ ان میں ملکیت کو خطرے میں معلق کرنا ہے۔

ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں کے ساتھ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ) لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ؛ وَلَوْ قَالَ: عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي أَنْ يَأْخُذَ
أَيُّهُمَا شَاءَ جَازَ الْبَيْعُ اسْتِحْسَانًا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ بِفُرُوعِهِ.
قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْمَرَاغِيِّ وَلَا إِجَارَتُهَا) الْمُرَادُ الْكَلَّا، أَمَّا الْبَيْعُ فَلِأَنَّهُ وَرَدَ عَلَى مَا لَا
يَمْلِكُهُ لِاشْتِرَاكِ النَّاسِ فِيهِ بِالْحَدِيثِ، وَأَمَّا الْإِجَارَةُ فَلِأَنَّهُ عَقْدٌ عَلَى اسْتِهْلَاكِ عَيْنٍ مُبَاحٍ،
وَلَوْ عَقَدَ عَلَى اسْتِهْلَاكِ عَيْنٍ مَمْلُوكٍ بَانَ اسْتِجَارَ بَقَرَةٍ لِيَشْرَبَ لَبَنَهَا لَا يَجُوزُ فَهَذَا أَوَّلَى.

فرمایا: اور ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں کے ساتھ جائز نہیں ہے کیونکہ بیع مجہول ہے اور اگر اس نے کہا: میں نے اس
شرط کے ساتھ بیچ دیا ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ وہ دونوں میں سے جس کو چاہے اس کو لے لے گا۔ تو یہ بطور استحسان بیع جائز ہو
جائے گی اور اس کی فروعات کے ساتھ اس مسئلہ کو بھی بیان کر آئے ہیں۔

اور چراگاہ کو بیچنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ اور چراگاہ سے مراد اس کی گھاس ہے جہاں تک بیع کا تعلق ہے تو وہ

اس سبب سے ناجائز ہے کہ بیع ایک ایسی چیز پر واقع ہوئی ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے کیونکہ حدیث پاک کے مطابق اس میں سارے لوگ مشترک ہیں اور کرائے کا عدم جواز اس دلیل کی وجہ سے ہے کہ اجارہ ایک مباح مال کو ہلاک کرنے پر واقع ہونے والا ہے اور جب اجارہ مال مملوک کو ہلاک کرنے پر منعقد ہو جائے تو ناجائز ہے پس وہ یہاں تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔

شہد کی مکھوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ النَّحْلِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ إِذَا كَانَ مُحَرَّرًا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ حَيَوَانٌ مُنْتَفِعٌ بِهِ حَقِيقَةً وَشَرْعًا فَيَجُوزُ بَيْعُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يُؤْكَلُ كَالْبَغْلِ وَالْحِمَارِ .

وَلَهُمَا أَنَّهُمَا مِنَ الْهَوَامِّ فَلَا يَجُوزُ بَيْعُهُ كَالزَّنَابِيرِ وَالْإِنْفَاعِ بِمَا يَخْرُجُ مِنْهُ لَا بِعَيْنِهِ فَلَا يَكُونُ مُنْتَفَعًا بِهِ قَبْلَ الْخُرُوجِ، حَتَّى لَوْ بَاعَ كُوَادَةً فِيهَا عَسَلٌ بِمَا فِيهَا مِنَ النَّحْلِ يَجُوزُ تَبَعًا لَهُ، كَذَا ذَكَرَهُ الْكُورَنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ .

اور شہد کی مکھوں کو بیچنا جائز نہیں ہے اور شیخین کے نزدیک حکم ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب مکھیاں بیچنے والے کی ملکیت میں ہوں تو ان کی بیع جائز ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ شہد کی مکھی ایک ایسا جانور ہے جس سے حقیقی طور پر اور شرعی طور پر دونوں اعتبار سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہے۔ پس اس کی بیع جائز ہوگی۔ اگرچہ وہ کھائے جانے والی نہیں ہے۔ جس طرح خچر اور گدھا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شہد کی مکھی زمینی کیڑے مکوڑوں کی طرح ہے پس بھڑ کی طرح اس کی بیع بھی جائز نہ ہوگی۔ البتہ فائدہ اس مکھی سے نکلنے والے شہد سے حاصل کیا جاتا ہے نہ مکھی کے عین سے نفع ہوتا ہے پس وہ شہد کے خروج سے پہلے وہ کسی قسم کے فائدے کی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی نے شہد کا کوئی حصہ اور اس چھتے میں موجود مکھیوں کے ساتھ فروخت کیا تو شہد کے تابع ہونے ہوئے ان مکھیوں کی بیع جائز ہوگی اور حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

ریشم کے کیڑوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ دُودِ الْقَرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) لِأَنَّهُ مِنَ الْهَوَامِّ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ إِذَا ظَهَرَ فِيهِ الْقَرُّ تَبَعًا لَهُ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ كَيْفَمَا كَانَ لِكُونِهِ مُنْتَفَعًا بِهِ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ بَيْضَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ) لِمَكَانِ الضَّرُورَةِ .

وَقِيلَ أَبُو يُوسُفَ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَمَا فِي دُودِ الْقَرِّ وَالْحَمَامِ إِذَا عَلِمَ عَدَدُهَا وَآمَنَ تَسْلِيمُهَا جَازَ بَيْعُهَا لِأَنَّهُ مَالٌ مَقْلُورٌ تَسْلِيمًا .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ریشم کے کیڑوں کی بیج جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حشرات الارض ہیں۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب ریشم ظاہر ہو جائے تو اس کے تابع کرتے ہوئے ان کی بیج جائز ہے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کی بیج جائز ہے خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہوں کیونکہ وہ فائدے کے قابل ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ریشم کے کیڑے کا انڈہ بیچنا جائز نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک ضرورت کے سبب سے جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ریشم کے کیڑوں کی طرح اس مسئلہ میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں اور جب کبوتروں کی تعداد معلوم ہو اور ان کو حوالے کرنا بھی ممکن ہو تو ان کی بیج جائز ہے کیونکہ ان کو سپرد کرنا ممکن ہے۔

بھاگے ہوئے غلام کی بیج کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْآبِقِ) لِنَهْيِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْهُ وَلَا أَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ (أَلَا أَنَّ بَيْعَهُ مِنْ رَجُلٍ رَعِمَ أَنَّهُ عِنْدَهُ) لِأَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ بَيْعُ آبِقٍ مُطْلَقٍ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ آبِقًا فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَهَذَا غَيْرُ آبِقٍ فِي حَقِّ الْمُشْتَرِي؛ وَلَا أَنَّهُ إِذَا كَانَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي انْتَفَى الْعَجْزُ عَنِ التَّسْلِيمِ وَهُوَ الْمَانِعُ، ثُمَّ لَا يَصِيرُ قَابِضًا بِمَجَرَّدِ الْعَقْدِ إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ وَكَانَ أَشْهَدَ عِنْدَهُ أَخَذَهُ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ عِنْدَهُ وَقَبْضُ الْأَمَانَةِ لَا يَتَوَبُّ عَنْ قَبْضِ الْبَيْعِ، وَلَوْ كَانَ لَمْ يُشْهَدَ يَجِبُ أَنْ يَصِيرَ قَابِضًا لِأَنَّهُ قَبْضُ غَضَبٍ، لَوْ قَالَ هُوَ عِنْدَ فُلَانٍ لَبِعَهُ مِنِّي فَبَاعَهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ آبِقٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَلَا أَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ۔

وَلَوْ بَاعَ الْآبِقُ ثُمَّ عَادَ مِنَ الْإِبَاقِ لَا يَتِمُّ ذَلِكَ الْعَقْدُ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ بَاطِلًا لِانْعِدَامِ الْمَحَلِّيَةِ كَبَيْعِ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ۔

رَعْنُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَتِمُّ الْعَقْدُ إِذَا لَمْ يُفْسَخْ لِأَنَّ الْعَقْدَ انْعَقَدَ لِقِيَامِ الْمَالِيَةِ وَالْمَانِعِ قَدْ اِرْتَفَعَ وَهُوَ الْعَجْزُ عَنِ التَّسْلِيمِ، كَمَا إِذَا أَبَقَ بَعْدَ الْبَيْعِ، وَهَكَذَا يُرْوَى عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ۔

فرمایا: اور بھاگے ہوئے غلام کی بیج کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیج سے منع کیا ہے اور اس دلیل کی وجہ سے بھی منع ہے کہ بیچنے والا اس کو سپرد کرنے پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے۔ ہاں جب اس نے کسی ایسے شخص کو بیچنا ہو جو یہ دعوئی کرے کہ وہ غلام میرے پاس ہے۔ کیونکہ علی الاطلاق بھاگا ہوا غلام وہ ہے جو خریدار اور بیچنے والا دونوں کے ہاں سے بھاگنے والا ہے جبکہ یہ خریدار کے حق میں بھاگنے والا نہ ہوگا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب وہ غلام خریدار کے قبضہ میں ہوگا تو سپرد کرنے والا مجزئہ ہو چکا ہے اور بیج کو مانع بھی یہی تھا۔

اور جب غلام خریدار کے قبضہ میں ہو اور اس نے اس کو پکڑتے وقت گواہ بنا لئے ہیں تب بھی صرف عقد کے سبب وہ قابض نہ ہوگا بلکہ یہ غلام اس کے پاس بطور امانت ہے اور امانت کا قبضہ بیع کے قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوتا اور اگر خریدار نے پکڑتے وقت گواہ نہیں بنائے تھے تو خریدار کا قبضہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ یہ غصب کا قبضہ ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا وہ جو غلام فلاں آدمی کے قبضہ میں ہے اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اور بیچنے والے نے اس کو بیچ دیا تو یہ بیع بھی جائز نہ ہوگی کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں کے حق میں غلام بھاگتا ہے کیونکہ بیچنے والا اس کو حوالے کرنے سے عاجز ہے۔ اور جب بھاگے ہوئے غلام کو بیچ دیا اور اس کے بعد وہ واپس آ گیا تو یہ عقد مکمل نہ ہوگا کیونکہ یہاں محل عقد کے معدوم ہونے کے سبب یہ عقد باطل ہو چکا تھا جس طرح ہوا میں پرندے کا مسئلہ ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جب عقد فسخ نہ ہوا ہو تو وہ پورا ہو جائے گا کیونکہ عقد مال کے قائم ہونے کی وجہ سے منعقد ہونے والا ہے اور اب مانع ختم ہو گیا ہے جس طرح اس حالت میں ہے کہ جب بیع کے بعد غلام بھاگ جائے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

پیالے میں عورت کے دودھ کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَبْعُ لَبَنٍ امْرَأَةٌ لَبِي قَدْ ح) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ بَيْعُهُ لِأَنَّهُ مَشْرُوبٌ ظَاهِرٌ وَلَنَا أَنَّهُ جُزْءُ الْأَدَمِيِّ وَهُوَ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ مُكْرَمٌ مَصُونٌ عَنِ الْإِثْدَالِ بِالسَّيْعِ، وَلَا فَرْقَ لَبِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ بَيْنَ لَبَنِ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَجُوزُ بَيْعُ لَبَنِ الْأَمَةِ لِأَنَّهُ يَجُوزُ إِبْرَازُ الْعَقْدِ عَلَى نَفْسِهَا فَكَلَّمَا عَلَى جُزْئِهَا .

فَلَنَسَا: الرِّقُّ قَدْ حَلَّ نَفْسَهَا، فَأَمَّا اللَّبَنُ فَلَا رِقَّ فِيهِ لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِمَحَلِّ يَتَحَقَّقُ فِيهِ الْقُوَّةُ الَّتِي هِيَ حِذُّهُ وَهُوَ الْحَيُّ وَلَا حَيَاةَ لَبِي اللَّبَنِ .

اور پیالے میں عورت کے دودھ کی بیع جائز نہیں ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: یہ بیع جائز ہے کیونکہ وہ پاکیزہ شراب ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ دودھ انسان کا حصہ ہے اور انسان اپنے سارے اجزاء سمیت معزز ہے اور وہ بیع کی توہین سے محفوظ ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق آزاد عورت اور باندی کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ باندی کے دودھ کی بیع جائز ہے کیونکہ باندی کی ذات پر عقد کرنا جائز ہے پس اس کے جز پر بھی عقد کرنا جائز ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ باندی کی ذات میں غلامی حرایت کرنے والی ہے جبکہ دودھ میں کوئی رقیقیت نہیں ہے کیونکہ ایسے محل کے ساتھ خاص ہے جس میں ایسی طاقت ثابت ہے جو رقیقیت کی ضد یعنی زعمہ ہوتا ہے جبکہ دودھ زندگی سے خالی ہے۔

خنزیر کے بالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ شَعْرِ الْخِنْزِيرِ) لِأَنَّهُ نَجِسٌ الْعَيْنِ فَلَا يَجُوزُ بَيْعُهُ إِهَانَةً لَهُ، وَيَجُوزُ الْإِنْتِفَاعُ بِهِ لِلْخِنْزِيرِ لِلضَّرُورَةِ فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَمَلُ لَا يَتَأْتِي بِذُنُوبِهِ، وَيُوجَدُ مُبَاحٌ الْأَصْلُ فَلَا ضَرُورَةَ إِلَى الْبَيْعِ، وَلَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ الْقَلِيلِ أَلْفَسَدُهُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَفْسِدُهُ لِأَنَّهُ أَطْلَقَ الْإِنْتِفَاعُ بِهِ دَلِيلُ طَهَارَتِهِ وَلَا يَبِيُّ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِطْلَاقَ لِلضَّرُورَةِ فَلَا يَظْهَرُ إِلَّا فِي حَالَةِ الْإِسْتِعْمَالِ وَحَالَةِ الْوُقُوعِ تَغَايُرُهَا .

فرمایا: اور خنزیر کے بالوں کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ وہ نجس العین ہے پس اس کی توہین کے سبب اس کے بالوں کی بیع جائز نہ ہوگی۔ مگر ضرورت کی وجہ سے سلائی کے طور پر ان کے بالوں سے فائدہ اٹھانا جائز ہے کیونکہ سلائی کا کام اس کے بغیر حاصل نہ ہو سکے گا اور جب مباح الاصل مل جائیں تو تب ان کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب قلیل پانی میں خنزیر کا بال گر جائے تو اس کو فاسد کر دیتا ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ پانی کو فاسد کرنے والا نہیں ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانے کا اطلاق اس کے پاک ہونے کی دلیل ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اطلاق نفع ضرورت کی وجہ سے ہے پس ضرورت صرف استعمال کی حالت میں ظاہر ہوگی جبکہ کرنے کی حالت اور استعمال کی حالت یہ دونوں الگ الگ ہیں۔

انسان کے بالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ شُعُورِ الْإِنْسَانِ وَلَا الْإِنْتِفَاعُ بِهَا) لِأَنَّ الْإِنْسَانَ مُكْرَمٌ لَا مُبْتَدَلٌ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ أَجْزَائِهِ مُهَانًا وَمُبْتَدَلًا وَقَدْ قَالَ: عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ) الْحَدِيثُ، وَإِنَّمَا يُرَخَّصُ فِيمَا يُتَّخَذُ مِنَ الْوَبَرِ فَيَزِيدُ فِي قُرُونِ النِّسَاءِ وَذَوَالْبَهْنِ .

اور انسان کے بالوں کی بیع اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان مکرم ہے۔ اور وہ حقیر نہیں ہے پس اس کے اجزاء میں سے کسی جز کی بھی توہین و ذلت جائز نہ ہوگی۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بال جوڑنے والی اور بالوں جڑوانے والی دونوں عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے اور رخصت صرف ان بالوں میں ہے جو اونٹوں وغیرہ سے لیتے ہوئے لگائے جاتے ہیں اور اس سے عورتوں کی مینڈھیوں اور چونیوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

مردار کی کھالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَبْعُ جُلُودَ الْمَيِّتَةِ قَبْلَ أَنْ تُذْبَحَ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا

تَسْتَفْعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ يَاهَابٍ) وَهُوَ اسْمٌ لِغَيْرِ الْمَذْبُوحِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِهَا وَالْإِنْتِفَاعِ بِهَا بَعْدَ الذَّبَاغِ) لِأَنَّهَا قَدْ طَهِّرَتْ بِالذَّبَاغِ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ عِظَامِ الْمَيْتَةِ وَعَصَبِهَا وَصُوفِهَا وَقَرْنِهَا وَشَعْرِهَا وَوَبَرِّهَا وَالْإِنْتِفَاعِ بِذَلِكَ كُلِّهِ) لِأَنَّهَا طَاهِرَةٌ لَا يَحِلُّهَا الْمَوْتُ؛ لِعَدَمِ الْحَيَاةِ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ. وَالْفِيلُ كَالْخَنَزِيرِ نَجِسٌ الْعَيْنُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا بِمَنْزِلَةِ السِّبَاعِ حَتَّى يُبَاعَ عَظْمُهُ وَيَنْتَفَعَ بِهِ.

فرمایا: دباغت سے پہلے مردار کی کھال کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ دباغت سے پہلے وہ نفع والی نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردار کی کھال سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔ اور اہاب غیر مذکور کھال کو کہتے ہیں۔ جس طرح کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے۔ دباغت کے بعد ان کو بیچنے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دباغت کے بعد وہ پاک ہو جانے والی ہے اور اس کو ہم کتاب صلوٰۃ میں بیان کر آئے ہیں۔

مردار کی ہڈیاں، پٹھے، اون، سینک، بال اور مردار کی اون کے بال وغیرہ کو بیچنے اور ان تمام چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں پاک ہوتی ہیں اور زندگی نہ ہونے کے سبب ان میں موت سرایت کرنے والی نہیں ہے۔ اور اس سے پہلے بھی ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک خنزیر کی طرح ہاتھی بھی نجس العین ہے جبکہ شیخین کے نزدیک ہاتھی درندوں کے حکم میں ہے اور اس کی دلیل یہی ہے کہ اس کی ہڈی کو بیچا جاتا ہے اور اس سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے۔

جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے

لَمْ يَطْهَرُ جِلْدُهُ بِالذَّبَاغِ يَطْهَرُ بِالذَّكَاءِ لِأَنَّهَا تَعْمَلُ عَمَلَ الذَّبَاغِ فِي إِزَالَةِ الرُّطُوبَةِ النَّجَسِيَّةِ، وَكَذَلِكَ يَطْهَرُ لَحْمُهُ هُوَ الصَّحِيحُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَا كُوِلًا.

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اس کی کھال ذبح سے پاک ہو جائے گی کیونکہ جس طرح دباغت رطوبات نجس کو دور کرنے کا عمل کرتی ہے اسی طرح ذبح بھی اس جانور کے گوشت کو پاک کر دیتا ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے اگرچہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

مشترکہ ملکہ بیچنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ السُّفْلُ لِلرَّجُلِ وَعُلُوُّهُ لِآخَرَ فَسَقَطَا أَوْ سَقَطَ الْعُلُوُّ وَحَدَهُ فَبَاعَ صَاحِبُ الْعُلُوِّ عُلُوُّهُ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ حَقَّ التَّعَلُّي لَيْسَ بِمَالٍ لِأَنَّ الْمَالَ مَا يُمَكِّنُ إِخْرَازَهُ وَالْمَالُ هُوَ الْمَوْجِلُ

لِتُبَّعَ، بِخِلَافِ الشَّرْبِ حَيْثُ يَجُوزُ بَيْعُهُ تَبَعًا لِلْأَرْضِ بِاتِّفَاقِ الرِّوَايَاتِ وَمُفْرَدًا فِي رِوَايَةٍ، وَهُوَ اخْتِيَارُ مَشَايِخِ بَلْخِي رَحِمَهُمُ اللَّهُ لِأَنَّهُ حَظٌّ مِنَ الْمَاءِ وَلِهَذَا يُضْمَنُ بِالْإِتْلَافِ وَلَهُ قِسْطٌ مِنَ الثَّمَنِ عَلَى مَا نَذَرُوهُ فِي كِتَابِ الشَّرْبِ .

فرمایا: اور جب گھر کا فٹ فلور کسی ایک آدمی کا ہے جبکہ سیکنڈ فلور کسی دوسرے شخص کا ہے پھر وہ دونوں گھر گئے یا صرف سیکنڈ فلور گرا گیا ہے اور اس کے مالک نے اپنا فٹ فلور والا حق بیچ دیا ہے تو اس طرح جائز نہ ہوگا کیونکہ بلند ہونا مال نہیں ہے اس لئے کہ مال وہ چیز کہلاتی ہے جس کو جمع کیا جاسکے اور مال ہی محل بیچ ہوتا ہے یہ خلاف شرب کے کیونکہ وہ زمین کے تابع کر کے اس کو بیچنا تو ساری روایات کے مطابق جائز ہے اور ایک روایت کے مطابق اس کو بھی اکیلے بیچنا جائز ہے اور مشائخ بلخ فقہاء کا یہ پسند کردہ قول ہے کیونکہ شرب پانی کا حصہ ہے اسی دلیل کے سبب وہ تلف ہونے کی صورت میں ضمان والا ہے۔ اور ثمن سے بھی اس کا حصہ لگنے والا ہے جس طرح ہم اس کو کتاب الشرب میں بیان کر دیں گے۔

راستے کی بیع و ہبہ کے جواز کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الطَّرِيقِ وَهَبُهُ جَائِزٌ وَبَيْعُ مَسِيلِ الْمَاءِ وَهَبُهُ بَاطِلٌ) وَالْمَسْأَلَةُ تَحْتِمِلُ وَجْهَيْنِ: بَيْعُ رَقِيعَةِ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ، وَبَيْعُ حَقِّ الْمُرُورِ وَالتَّسْيِيلِ .
فَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ فَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْمَسْأَلَتَيْنِ أَنَّ الطَّرِيقَ مَعْلُومٌ لِأَنَّهُ لَهُ طُولٌ وَعَرْضٌ مَعْلُومٌ، وَأَمَّا الْمَسِيلُ فَمَجْهُولٌ لِأَنَّهُ لَا يُدْرَى قَدْرُ مَا يَشْغَلُهُ مِنَ الْمَاءِ وَإِنْ كَانَ الثَّانِي فَقَبْلِي بَيْعُ حَقِّ الْمُرُورِ رِوَايَتَانِ وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى إِحْدَاهُمَا بَيْنُهُ وَبَيْنَ حَقِّ التَّسْيِيلِ أَنَّ حَقَّ الْمُرُورِ مَعْلُومٌ لِتَعَلُّقِهِ بِمَحَلٍّ مَعْلُومٍ وَهُوَ الطَّرِيقُ، أَمَّا الْمَسِيلُ عَلَى السَّطْحِ فَهُوَ نَظِيرُ حَقِّ التَّعْلِي وَاعْلَى الْأَرْضِ مَجْهُولٌ لِجَهَالَةِ مَحَلِّهِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ حَقِّ الْمُرُورِ وَحَقِّ التَّعْلِي عَلَى إِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ أَنَّ حَقَّ التَّعْلِي يَتَعَلَّقُ بِعَيْنٍ لَا تَبْقَى وَهُوَ الْبِنَاءُ فَاشْبَهَ الْمَنَافِعَ، أَمَّا حَقُّ الْمُرُورِ يَتَعَلَّقُ بِعَيْنٍ تَبْقَى وَهُوَ الْأَرْضُ فَاشْبَهَ الْأَعْيَانَ .

فرمایا: اور راستے کی بیع و ہبہ جائز ہے اور پانی گزارنے کے راستے کی بیع اور اس کا ہبہ باطل ہے اور اس مسئلہ میں دو احتمال ہیں (۱) عین راستے اور عین مسیل کو فروخت کرنا (۲) گزرنے کے حق اور پانی بہانے کے راستے کو فروخت کرنا۔
پہلی صورت میں دونوں مسائل کے درمیان فرق یہ ہے کہ راستہ معلوم ہے کیونکہ اس کی لمبائی و چوڑائی معین ہے جبکہ مسیل مجہول ہے کیونکہ پتہ ہی نہیں ہے کہ پانی کتنے مسیل کو شامل کرنے والا ہے۔

دوسری صورت میں یعنی گزرنے کے حق کی بیع میں دو روایات ہیں۔ ان میں سے ایک روایت کے مطابق گزرنے کے حق اور پانی گزرنے کے درمیان فرق یہ ہے کہ گزرنے کا حق معلوم ہے کیونکہ اس کا تعلق معین جگہ کے ساتھ ہے اور وہ راستہ ہی ہے اور جہاں تک چھت سے پانی گزرنے کا تعلق ہے تو وہ بلندی والے حق کی مثل ہے جبکہ میل علی الارض اپنے مقام کی جہالت کے سبب مجہول ہے اور بلندی حق اور حق مرور کے درمیان دوسری فرق کرنے والی روایت یہ ہے کہ بلندی والے کا حق ایسے عین کی بناء سے متعلق ہے جو باقی رہنے والا نہیں ہے پس یہ منافع کے مشابہ ہو جائے گا البتہ حق مرور تو اس کا تعلق ایسے عین کے ساتھ ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی زمین ہے تو یہ اعیان کے مشابہ ہو جائے گا۔

باندی کو بیچنے کے بعد غلام ہو جانے کی صورت میں ممانعت بیع کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً فَإِذَا هُوَ غُلَامٌ) فَلَا يَبِيعُ بَيْنَهُمَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ كَبْشًا فَإِذَا هُوَ نَعَجَةٌ حَيْثُ يَنْعَقِدُ الْبَيْعُ وَيَتَخَيَّرُ.

وَالْفَرْقُ يَنْبَغِي عَلَى الْأَصْلِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي النِّكَاحِ لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ أَنَّ الْإِشَارَةَ مَعَ التَّسْمِيَةِ إِذَا اجْتَمَعَتَا فِي مُخْتَلَفِي الْجِنْسِ يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِالتَّسْمِيَةِ وَيَبْطُلُ لَانْعِدَامِهِ، وَفِي مُتَّحِدِي الْجِنْسِ يَتَعَلَّقُ بِالْمُشَارِ إِلَيْهِ وَيَنْعَقِدُ لَوْ جُودِهِ وَيَتَخَيَّرُ لِفَوَاتِ الْوَصْفِ كَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا عَلَى أَنَّهُ خَبَّازٌ فَإِذَا هُوَ كَاتِبٌ، وَفِي مَسَائِلِنَا الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى مِنْ بَنِي آدَمَ جِنْسَانِ لِسَفَارَتٍ فِي الْأَغْرَاضِ، وَفِي الْحَيَوَانَاتِ جِنْسٌ وَاحِدٌ لِلتَّقَارُبِ فِيهَا وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي هَذَا دُونَ الْأَصْلِ كَالْخَلِّ وَالذَّبْسِ جِنْسَانِ بِالْوَذَارَى وَالزُّنْدِجِي عَلَى مَا قَالُوا جِنْسَانِ مَعَ اتِّحَادِ أَصْلِهِمَا.

اور جب کسی شخص نے باندی کو بیچ دیا ہے اس کے بعد وہ غلام نکلی تو عقد کرنے والوں کے درمیان کوئی عقد بیع نہ ہو گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی نے مینڈھا بیچا اور وہ بیع بھیڑ نکلی تو بیع منعقد ہو جائے گی۔ اور خریدار کو اختیار حاصل ہو گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں فرق اسی اصل کے مطابق ہے جس ہم کتاب نکاح میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے بیان کرائے ہیں۔

اور وہ یہ ہے کہ جب اشارہ اور تسمیہ دونوں کی مسئلہ میں جمع ہو جائیں تو اختلاف جنس کی صورت میں عقد مسمی سے متعلق ہوگا اور تسمیہ کے معدوم ہونے کے سبب عقد باطل ہو جائے گا۔ اور اتحاد جنس کی صورت میں عقد مشارالیه سے متعلق ہوگا۔ اور اس میں موجود ہونے کے سبب سے منعقد ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ)

البتہ وصف کے باقی رہنے کے سبب خریدار کو اختیار کا حق حاصل ہے جس طرح جب کسی نے اس شرط پر غلام کو خریدا کہ روٹی پکانے والا ہے پھر وہ کاتب لکھا۔ اور ہمارے اس مسئلہ میں اختلاف اغراض کے سبب ابن آدم کے مذکور مومنٹ دو علیحدہ علیحدہ

ہیں ہیں جبکہ قلیل فرق کے سبب حیوانات میں مذکور دو نمٹ دونوں کو ایک ہی جنس شمار کیا جاتا ہے اور اختلاف جنس اور اتحاد جنس دونوں میں یہی چیز معتبر ہے لہذا اصل ماہیت کا اعتبار نہ ہوگا جس طرح سرکہ اور انگور دو جنس ہیں اور اسی طرح وڑی اور زندقہ بھی کپڑے فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق اصلیت کے متحد ہونے کے باوجود علیحدہ علیحدہ جنس کے ہیں۔

خریداری کے بعد اسی بیع کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ حَالَةً أَوْ نَسِيئَةً لَقَبَضَهَا ثُمَّ بَاعَهَا مِنَ الْبَائِعِ بِخَمْسِمَائَةٍ قَبْلَ أَنْ يَنْقُذَ الثَّمَنَ الْأَوَّلَ لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ الثَّانِي) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ لِأَنَّ الْمَلِكَ لَمْ تَمْ لِيْهَا بِالْقَبْضِ فَصَارَ الْبَيْعُ مِنَ الْبَائِعِ وَمِنْ غَيْرِهِ سَوَاءٌ وَصَارَ كَمَا لَوْ بَاعَ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ أَوْ بِالزِّيَادَةِ أَوْ بِالْعَرَضِ .

وَلَنَا قَوْلُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَيْسَ لَكَ الْمَرْأَةُ وَقَدْ بَاعَتْ بِسِتِّ مِائَةٍ بَعْدَ مَا اشْتَرَتْ بِخَمْسِمِائَةٍ: يَنْسَأُ شَرَيْتَ وَاشْتَرَيْتَ، أَبْلَغِي زَيْدًا مِنْ أَرْقَمَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَبْطَلَ حَجَّهُ وَجِهَادَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَمْ يَتُبْ؛ وَلِأَنَّ الثَّمَنَ لَمْ يَدْخُلْ فِي ضَمَانِهِ فَإِذَا وَصَلَ إِلَيْهِ الْمَبِيعُ وَرَفَعَتْ الْمُقَاصَّةُ بَقِيَ لَهُ فَضْلُ خَمْسِمِائَةٍ وَذَلِكَ بِإِلَاعِوَضٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ بِالْعَرَضِ لِأَنَّ الْفَضْلَ إِنَّمَا يَطْهَرُ عِنْدَ الْمُجَانَسَةِ .

اور جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم نقد یا ادھار کے بدلے میں کوئی باندی خرید لی اور اس پر قبضہ بھی کر لیا اس کے قیمت ادا کرنے سے پہلے ہی اسی باندی کو بیچنے والا سے پانچ سو درہم میں فروخت کر دیا تو دوسری صورت میں بیع جائز نہ ہوگی۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ قبضہ کے ذریعے بیع میں ملکیت مکمل ہو چکی ہے پس بیچنے والا اور غیر بیچنے والا دونوں کو فروخت کرنا برابر ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح خریدار نے اس کو پہلی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ یا کسی سامان کے بدلے میں بیچ دیا ہے۔

ہماری دلیل حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے: انہوں نے اس عورت سے کہا تھا جس نے آٹھ سو درہم میں ایک باندی خرید کر اس کو چھ سو درہم میں بیچ دیا تھا۔ کہ تو نے بہت بری خرید و فروخت کی ہے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو مطلع کر دو کہ انہوں نے تو بہت بدی تو اللہ تعالیٰ ان کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے حج اور جہاد سب کو ضائع کر دے گا اور یہ بھی دلیل ہے کہ قیمت بیچنے والے کی ضمان میں داخل نہیں ہوئی ہے اور اس کے بعد جب بیع اس کے پاس پہنچ گئی ہے تو یہ مقاصد واقع ہوا ہے۔ بیچنے والے کو پانچ سو زائد ملے ہیں جو بغیر کسی بدلے کے ہیں یہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے سامان کے بدلے میں بیچ دیا ہو کیونکہ اب زیادتی کا ظاہر ہونا اتحاد جنس کے ساتھ ہوا ہے۔

خرید کردہ بیع کے ساتھ کوئی چیز ملا کر بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِخُمْسِمَائَةٍ ثُمَّ بَاعَهَا وَأُخْرَى مَعَهَا مِنَ الْبَائِعِ قَبْلَ أَنْ يَنْقُذَ الثَّمَنَ بِخُمْسِمَائَةٍ فَلِالْبَيْعِ جَائِزٌ فِي الَّتِي لَمْ يَشْتَرِهَا مِنَ الْبَائِعِ وَيَبْطُلُ فِي الْأُخْرَى) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ أَنْ يَجْعَلَ بَعْضَ الثَّمَنِ بِمُقَابَلَةِ الَّتِي لَمْ يَشْتَرِهَا مِنْهُ فَيَكُونُ مُشْتَرِيًا لِلْأُخْرَى بِأَقْلٍ مِمَّا بَاعَ وَهُوَ فَاسِدٌ عِنْدَنَا، وَلَمْ يُوَجِّدْ هَذَا الْمَعْنَى فِي صَاحِبَتِهَا وَلَا يَشِيعُ الْفَسَادُ لِأَنَّهُ ضَعِيفٌ فِيهَا لِكُرْبِهِ مُجْتَهِدًا إِلَيْهِ أَوْ لِأَنَّهُ بِاعْتِبَارِ شُبْهَةِ الرِّبَا، أَوْ لِأَنَّهُ طَارِءٌ؛ لِأَنَّهُ يَظْهَرُ بِانْقِسَامِ الثَّمَنِ أَوْ الْمُقَاصَّةِ فَلَا يَسْرَى إِلَى غَيْرِهَا.

فرمایا: جب کسی شخص نے پانچ سو دراهم میں باندی خریدی اور اس کے ساتھ ایک دوسری باندی کو ملا کر دونوں کو ثمن کی ادائیگی سے بیچنے والے کو پانچ سو دراهم میں فروخت کر دی تو جس باندی کو اس نے بیچنے والے نے خریدا تھا اس میں بیع جائز ہے اور دوسری میں بیع باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ خریدار کے لئے ضروری ہے کہ اس نے جس نے باندی کو بیچنے والا خریدا نہیں ہے اس کے مقابل کچھ قیمت مقرر کرے ورنہ بیچنے والا دوسری باندی کو اس کی خرید سے کم قیمت پر خریدنے والا ہوگا جو ہمارے نزدیک فاسد ہے جبکہ دوسری باندی میں یہ حکم نہ ہوگا کیونکہ اس میں فساد بڑھنے والا نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اختلاف کے سبب خریدی ہوئی باندی میں فساد کم ہے یا یہ سبب ہے کہ فساد سود کے اشتباہ کی وجہ سے ہے یا اس لئے کہ فساد طاری ہونے والا ہے یا اس لئے کہ فساد کا ظاہر ہونا قیمت کی تقسیم یا مقاصد سے ہو جائے گا۔ پس یہ امور دوسری باندی میں سرایت کرنے والے نہیں ہیں۔

خریدار کا پیمانے میں شرط لگانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى زَيْتًا عَلَى أَنْ يَزِنَهُ بِظَرْفِهِ فَيَطْرَحَ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ ظَرْفٍ خُمْسِينَ زَطْلًا فَهُوَ فَاسِدٌ، وَلَوْ اشْتَرَى عَلَى أَنْ يَطْرَحَ عَنْهُ بِوَزْنِ الظَّرْفِ جَارٍ) لِأَنَّ الشَّرْطَ الْأَوَّلَ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَالثَّانِي يَقْتَضِيهِ.

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى سَمْنًا فِي زِقٍ قَرَدَ الظَّرْفِ وَهُوَ عَشْرَةُ أَرْطَالٍ) فَقَالَ الْبَائِعُ الزِّقُّ غَيْرُ هَذَا وَهُوَ خُمْسَةُ أَرْطَالٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرَى، لِأَنَّهُ إِنْ أُعْتَبِرَ اخْتِلَافًا فِي تَعْيِينِ الزِّقِّ الْمَقْبُوضِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْقَائِضِ ضَمِيمًا كَانَ أَوْ أَمِينًا، وَإِنْ أُعْتَبِرَ اخْتِلَافًا فِي الثَّمَنِ فَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ اخْتِلَافٌ فِي الثَّمَنِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُشْتَرَى؛ لِأَنَّهُ يُنْكَرُ الزِّيَادَةُ.

اور جس شخص نے زیتون کا تیل اس شرط کے ساتھ بیچنے والا سے خریدا کہ وہ خریدار کے پیمانے سے وزن کرے گا مگر ہر برتن کے بدلے خریدار سے پچاس رطل کم کرتا ہے تو یہ بیع فاسد ہے۔ اور جب اس شرط پر خریدا کہ بیچنے والا خریدار سے برتن کے

وزن کے برابر کم کرے گا تو یہ جائز ہے کیونکہ پہلی شرط کا عقد تقاضہ کرنے والا نہیں ہے جبکہ شرط ثانی کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ اور جس شخص نے ایک مشک میں گھی خریدا اور برتن کو واپس کر دیا اور وہ دس رطل ہے اس کے بعد بیچنے والے نے کہا: مشک اس کے سوا ہے وہ پانچ رطل کا تھا تو اب خریدار کا قول معتبر ہوگا کیونکہ جب اس کو قبضہ والے مشک کے تعین میں مختلف مان لیا جائے تو قابض کا قول معتبر ہوگا اگرچہ وہ ضامن ہو یا امانت کے طور پر ہو۔ اور جب گھی کی مقدار میں اختلاف مان لیا گیا تو وہ اصل میں ثمن میں اختلاف ہوگا اور خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہی زیادتی کا انکار کرنے والا ہے۔

مسلمان کا نصرانی کو شراب کی بیع میں وکیل بنانے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا أَمَرَ الْمُسْلِمُ نَصْرَانِيًّا بِبَيْعِ خَمْرٍ أَوْ شِرَائِهَا ففَعَلَ جَوَّازٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا يَجُوزُ: عَلَى الْمُسْلِمِ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْخُزَيْرِيُّ، وَعَلَى هَذَا تَوْكِيلُ الْمُحْرِمِ غَيْرُهُ بِبَيْعِ صَبَدِهِ.

لَهُمَا أَنَّ الْمُوَكَّلَ لَا يَلِيهِ فَلَا يُؤْتِيهِ غَيْرُهُ، وَلَآنَ مَا يَثْبُتُ لِلْوَكِيلِ يَنْتَقِلُ إِلَى الْمُوَكَّلِ فَصَارَ كَأَنَّهُ بَاشَرَهُ بِنَفْسِهِ فَلَا يَجُوزُ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْعَاقِلَ هُوَ الْوَكِيلُ بِأَهْلِيَّتِهِ وَوِلَايَتِهِ، وَانْتَقَالَ الْمَلِكُ إِلَى الْأَمِيرِ أَمْرٌ حُكْمِيٌّ فَلَا يَمْتَنِعُ بِسَبَبِ الْإِسْلَامِ كَمَا إِذَا وَرِثَهُمَا، ثُمَّ إِنْ كَانَ خَمْرًا يُخْلِلُهَا وَإِنْ كَانَ خُزَيْرِيًّا يُسَيِّئُهُ.

فرمایا: اور جب کسی مسلمان نے نصرانی کو شراب کی خرید و فروخت میں وکیل بنا دیا اور اس نے یہ کام کر دیا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک مسلمان کو اس طرح کا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ اور خنزیر کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ اور احرام والے کا اپنا شکار بیچنے میں کسی کو وکیل بنانے کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب خود موکل اس کا اہل نہیں ہے تو دوسرے کو وکیل بھی نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ وکیل کے لئے ثابت ہونے والی چیز موکل کی جانب منتقل ہونے والی ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح موکل نے خود یہ کام کیا ہو حالانکہ اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ وکیل اپنی اہلیت و ولایت سے خود عقد کرنے والا ہے جبکہ حکم دینے والے کی جانب ملکیت کا انتقال ایک غیر اختیاری معاملہ ہے پس اسلام کے سبب یہ منع نہ ہوگا جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب شراب اور خنزیر مسلمان کو دراشت میں مل جائیں۔ اور اب جبکہ ما مور بہ شراب ہے تو وہ مسلمان اس کا سرکہ بنائے اور خنزیر ہو تو اس کو چھوڑ دے۔

غلام کو شرط مکاتبت یا تدبیر پر بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يُعْتِقَهُ الْمُشْتَرِي أَوْ يُدَبِّرَهُ أَوْ يُكَاتِبَهُ أَوْ أَمَةً عَلَى أَنْ يَسْتَوْلِدَهَا

فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ، لِأَنَّ هَذَا بَيْعٌ وَشَرْطٌ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ. ثُمَّ جُمِلَةُ الْمَذْهَبِ فِيهِ أَنْ يَقَالَ: كُلُّ شَرْطٍ يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ كَشَرْطِ الْمَلِكِ لِلْمُشْتَرِي لَا يُفْسِدُ الْعَقْدَ لِثُبُوتِهِ بِذَوْنِ الشَّرْطِ، وَكُلُّ شَرْطٍ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنَفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِلَيْنِ أَوْ لِلْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْتِحْقَاقِ يُفْسِدُهُ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ الْمُشْتَرِي الْعَبْدَ الْمَبِيعَ، لِأَنَّ فِيهِ زِيَادَةً عَارِيَّةً عَنِ الْعَوِضِ فَيُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا، أَوْ لِأَنَّهُ يَقَعُ بِسَبَبِهِ الْمُنَازَعَةُ فَيُعْرَى الْعَقْدُ عَنْ مَقْصُودِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُتَعَارَفًا، لِأَنَّ الْعُرْفَ قَاضٍ عَلَى الْقِيَاسِ، وَلَوْ كَانَ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَلَا مَنَفَعَةٌ فِيهِ لِأَحَدٍ لَا يُفْسِدُهُ وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْمَذْهَبِ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ الْمُشْتَرِي الذَّابَّةَ الْمَبِيعَةَ لِأَنَّهُ انْعَدَمَتِ الْمُطَابَقَةُ فَلَا يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا، وَلَا إِلَى الْمُنَازَعَةِ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر غلام کو بیچا کہ وہ اس کو مدد برہنائے یا اس کو مکاتب بنائے یا اس کو آزاد کرے یا اس نے باندی اس شرط پر فروخت کی کہ خریدار اس کو ام ولد بنائے گا۔ تو ان تمام احوال میں بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ یہ بیع بھی ہے اور شرط بھی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بیع کو شرط کے ساتھ کرنے سے منع کیا ہے اس بارے میں مذہب کا حاصل یہ ہے ہر وہ چیز جو عقد کا تقاضہ کرنے کے مطابق ہو وہ عقد کو فاسد کرنے والی نہیں ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ وہ شرط کے بغیر بھی ثابت ہے۔

اور ہر وہ چیز جو عقد کے تقاضہ کے خلاف ہو اور اس میں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کا یا معقود علیہ کا فائدہ بھی ہے تو معقود علیہ حقدار ہونے کا اہل ہوا تو وہ شرط عقد کو فاسد کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح یہ شرط لگانا کہ خریدار بیع غلام کو فروخت نہ کرے گا، کیونکہ اس میں ایک ایسی زبردستی ہے جو بدلے سے مجرد ہے پس یہ سود کا سبب بننے والی ہے۔ یا اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ جھگڑے کا ذریعہ بننے والی ہے جبکہ عقد اپنے مقصد سے خالی رہ جائے گا۔

ہاں البتہ جب وہ شرط معروف ہے، کیونکہ قیاس پر غالب رہنے والا عرف ہے۔ اور جب شرط تقاضہ عقد کے خلاف نہ ہو اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہ ہو تو ایسی شرط عقد کو فاسد کرنے والی نہیں ہے۔ ظاہر مذہب یہی ہے جس طرح یہ شرط لگانا کہ خریدار بیع میں ٹھہرائی ہوئی سواری کو فروخت نہ کرے گا۔ کیونکہ طلب کرنا معدوم ہے پس ایسی شرط سود اور جھگڑے کا سبب نہ بنے گی۔

عقد کا تقاضہ تصرف میں آزادی و اختیار ہونے کا بیان

إِذَا ثَبَتَ هَذَا فَنَقُولُ: إِنَّ هَذِهِ الشُّرُوطَ لَا يَقْتَضِيهَا الْعَقْدُ، لِأَنَّ قَضِيَّتَهُ الْإِطْلَاقُ فِي التَّصَرُّفِ وَالتَّخْيِيرُ لَا الْإِلْزَامَ خَتْمًا، وَالشَّرْطُ يَقْتَضِي ذَلِكَ وَفِيهِ مَنَفَعَةٌ لِلْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَإِنْ كَانَ يُخَالِفُنَا فِي الْعِتْقِ وَيَقْيِسُهُ عَلَى بَيْعِ الْعَبْدِ نَسَمَةً فَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَتَفْسِيرُ الْمَبِيعِ نَسَمَةً أَنْ يَبَاعَ مِمَّنْ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ لَا أَنْ يَشْتَرِطَ فِيهِ، فَلَوْ أَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي بَعْدَ مَا اشْتَرَاهُ بِشَرْطِ الْعِتْقِ صَحَّ الْبَيْعُ حَتَّى يَجِبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ: يَبْقَى فَاسِدًا حَتَّى يَجِبَ عَلَيْهِ الْفِيْعَةُ ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ قَدْ وَقَعَ فَاسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا كَمَا إِذَا تَلَفَ بِوَجْهِ آخَرَ .

وَلَا يَبِيْ حَنْبَلَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ شَرْطَ الْعِتْقِ مِنْ حَيْثُ ذَاتِهِ لَا يُلَاحِظُ الْعَقْدَ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ، وَلَكِنْ مِنْ حَيْثُ حُكْمِهِ يُلَاحِظُهُ ؛ لِأَنَّهُ مِنْهُ لِلْمَلِكِ وَالشَّيْءُ بِانْتِهَائِهِ يَتَقَرَّرُ، وَلِهَذَا لَا يَمْنَعُ الْعِتْقُ الرَّجُوعَ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ، فَإِذَا تَلَفَ مِنْ وَجْهِ آخَرَ لَمْ تَتَحَقَّقْ الْمَلَاءَمَةُ فَيَتَقَرَّرُ الْفَسَادُ، وَإِذَا رُجِدَ الْعِتْقُ تَحَقَّقَتْ الْمَلَاءَمَةُ فَيَرْجِعُ جَانِبُ الْجَوَازِ فَكَانَ الْحَالُ قَبْلَ ذَلِكَ مَوْقُوفًا .

اور جب شرط کے بارے میں یہ اصول ثابت ہو چکا ہے تو ہم نے کہا: یہ تمام شرائط تقاضہ عقد کے خلاف ہیں۔ کیونکہ مقتصر میں آزادی اور اختیار کا تقاضہ کرنے والا ہے نہ کہ الزام کو لازم کرنے والا ہے جبکہ شرط اسی لزوم کا تقاضہ کرنے والی ہے اور اس میں معقود علیہ کا نفع بھی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اگرچہ شرط محقق میں ہمارے خلاف ہیں اور غلام کی بیع نسہ پر اس کو قیاس کرنے والے ہیں مگر انہی کے خلاف وہ حدیث دلیل ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور بیع نسہ کا مطلب یہ ہے کہ عقد میں مشروع کیے بغیر ایسے آدمی کو غلام بیچا جس کے بارے میں پتہ ہو کہ وہ اس کو آزاد کرے گا۔ اس کے بعد جب آزادی کی شرط سے خریدنے کے بعد خریدار نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو بیع درست ہو جائے گی اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر ثمن واجب ہو جائے گی۔

صاحبین نے کہا: بیع باقی رہے گی حتیٰ کہ خریدار پر قیمت واجب ہو جائے گی کیونکہ بیع فاسدہ بھی واقع ہونے والی ہے پس وہ جواز میں تبدیل نہ ہوگی۔ جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب غلام کسی دوسرے سبب کے پیش نظر ہلاک ہو گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ آزادی کی شرط اپنی ذات کے اعتبار سے عقد کے مطابق نہیں ہے جس طرح ہم نے ذکر کر دیا ہے جبکہ بطور حکم وہ عقد کے مطابق ہے کیونکہ وہ ملکیت کو پورا کرنے والی ہے کیونکہ کوئی بھی چیز مکمل اور انجام کو پہنچ جانے کے بعد کچی ہو جاتی ہے اسی دلیل کے سبب آزادی سے رجوع نقصان عیب کے ساتھ مانع نہ ہوگا۔ اور اگر غلام کسی دوسرے سبب سے ہلاک ہوا ہے تو مناسبت ثابت نہ ہوئی پس فساد مستحکم ہونے والا ہے اور جب آزادی پائی گئی تو مناسبت بھی ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ جواز کی جانب راجع ہو چکی ہے پس عقد کی حالت اس سے پہلے پر موقوف رہے گی۔

ایک ماہ کی مدت تک خدمت پر غلام بیچنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ لَوْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يَسْتَعْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا أَوْ دَارًا عَلَى أَنْ يَسْكُنَهَا أَوْ عَلَى أَنْ يُقْرِضَهُ الْمُشْتَرِيَ دِرْهَمًا أَوْ عَلَى أَنْ يُهْدِيَ لَهُ هَدِيَّةً) ؛ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنُفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ ؛ وَلِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ وَسَلَفٍ ؛ وَلِأَنَّهُ لَوْ كَانَ الْخِدْمَةُ وَالسُّكْنَى يُقَابِلُهُمَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ يَكُونُ إِجَارَةً فِي بَيْعٍ، وَلَوْ كَانَ لَا يُقَابِلُهُمَا يَكُونُ

إِعَارَةٌ فِي بَيْعٍ. (وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ صَفَقَتَيْنِ فِي صَفَقَةٍ)
 قَالَ (وَمَنْ بَاعَ غَنًا عَلَى أَنْ لَا يُسَلِّمَهُ إِلَى رَأْسِ الشَّهْرِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ)؛ لِأَنَّ الْأَجَلَ فِي الْمَبِيعِ
 الْعَيْنِ بَاطِلٌ لِيَكُونَ شَرْطًا فَاسِدًا، وَهَذَا؛ لِأَنَّ الْأَجَلَ شَرْعٌ تَرْفِيهَا فَيَلِيقُ بِالذُّيُونِ دُونَ
 الْأَعْيَانِ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر غلام کو فروخت کیا کہ وہ ایک ماہ تک بیچنے والے کی خدمت کرے گا یا اس نے کسی گھر کو اس شرط پر بیچا کہ ایک ماہ تک اس میں رہائش رکھے گا یا اس شرط پر کسی چیز کو بیچا کہ خریدار اس کو ایک درہم قرض دے گا یا خریدار اس کو کچھ ہدیہ دے گا تو ان تمام احوال میں یہ بیع فاسد ہے کیونکہ یہ شرائط تقاضہ عقد کے خلاف ہیں۔ اور ان میں ایک میں عقد کرنے والوں کا فائدہ بھی ہے اور وہ اس لئے منع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع اور قرض سے منع کیا ہے۔ ہاں البتہ جب خدمت اور رہائش میں کچھ قیمت ہو تو یہ بیع اجارہ میں تبدیل ہو جائے گی اور جب ان کے مقابلے میں کوئی ثمن نہ ہو تو یہ بیع اعارہ ہو جائے گی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کو دو عقدوں میں جمع کرنے سے منع کیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کسی چیز کا عین اس شرط پر بیچا کہ چاند رات وہ بیع کو خریدار کے حوالے نہ کرے گا تو بیع فاسد ہے کیونکہ بیع عین میں مدت باطل ہے پس یہ شرط فاسد ہوگی اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ مدت کو آسانی کے لئے مشروع کیا گیا ہے پس وہ دیون کے مناسب ہوگی اعیان کے مناسب نہ ہوگی۔

باندی کا حمل ترک کرتے ہوئے صرف باندی کی بیع کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً إِلَّا حَمْلَهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) وَالْأَصْلُ أَنَّ مَا لَا يَصِحُّ إِفْرَادُهُ بِالْعَقْدِ لَا يَصِحُّ اسْتِثْنَاؤُهُ مِنَ الْعَقْدِ، وَالْحَمْلُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ أَطْرَافِ الْحَيَوَانِ لَا يَتَصَالِيهِ بِهِ خِلْقَةٌ وَيَبْعُ الْأَصْلُ يَتَنَاوَلُهُمَا فَلَا اسْتِثْنَاءَ يَكُونُ عَلَى خِلَافِ الْمَوْجِبِ فَلَا يَصِحُّ فَيَصِيرُ شَرْطًا فَاسِدًا، وَالْبَيْعُ يَبْطُلُ بِهِ وَالْكِتَابَةُ وَالْإِجَارَةُ وَالرَّهْنُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهَا تُبْطَلُ الشُّرُوطُ الْفَاسِدَةُ، غَيْرَ أَنَّ الْمُفْسِدَ فِي الْكِتَابَةِ مَا يَتِمَّكُنُ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ مِنْهَا، وَالْهَبَةُ وَالصَّدَقَةُ وَالنِّكَاحُ وَالْخُلْعُ وَالصُّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ لَا تُبْطَلُ بِاسْتِثْنَاءِ الْحَمْلِ، بَلْ يَبْطُلُ الْاسْتِثْنَاءُ؛ لِأَنَّ هَذِهِ الْعُقُودَ لَا تُبْطَلُ الشُّرُوطُ الْفَاسِدَةُ، وَكَذَا الْوَصِيَّةُ لَا تُبْطَلُ بِهِ، لَكِنْ يَصِحُّ الْاسْتِثْنَاءُ حَتَّى يَكُونَ الْحَمْلُ مِيرَاثًا وَالْجَارِيَةُ وَصِيَّةً؛ لِأَنَّ الْوَصِيَّةَ أُخْتُ الْمِيرَاثِ وَالْمِيرَاثُ يَجْرِي فِيمَا فِي الْبَطْنِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اسْتَنْتَى خِدْمَتَهَا؛ لِأَنَّ الْمِيرَاثَ لَا يَجْرِي فِيهَا.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے باندی کے حمل کو ترک کرتے ہوئے صرف باندی کو خرید اتو یہ بیع فاسد ہے اور اس کی دلیل یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ جس چیز کا اکیلے عقد درست نہیں ہے اس عقد سے استثناء بھی درست نہیں ہے اور حمل اسی حکم سے ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حمل پیدائشی طور پر مادہ کے اتصال کے سبب حیوان کے اعضاء کے حکم میں ہے۔ اور اصل کی بیع اطراف کی بیع کو شامل ہوتی ہے۔ پس یہ استثناء عقد کے موجب کے خلاف ہے اور درست نہ ہوگا اور اسی طرح یہ استثناء شرط فاسد بن جائے گا اور شرط فاسد سے بیع باطل ہو جاتی ہے۔

اور اسی طرح کتابت، اجارہ اور رہن بھی بیع کے حکم میں ہیں کیونکہ یہ اشیاء بھی شرائط فاسدہ کے سبب باطل ہو جاتی ہیں جبکہ کتابت کے لئے مفید کا صلب عقد میں موجود ہونا لازم ہے۔

اور ہبہ، صدقہ، نکاح، خلع اور قتل عمد سے صلح کرنے میں یہ چیزیں حمل کا استثناء کرنے سے باطل نہ ہوں گی بلکہ استثناء خود باطل ہونے والا ہے۔ کیونکہ یہ عقود شرائط فاسدہ کے سبب باطل ہونے والے نہیں ہیں۔ اور وصیت بھی استثناء حمل سے باطل نہ ہوگی جبکہ استثناء درست ہو جائے گا اور میراث حمل میں بھی جاری ہو جائے گی۔ اور باندی وصیت میں ہو جائے گی کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے اور جو کچھ پیٹ میں ہے اس میں میراث جاری ہو جائے گی بہ خلاف اس صورت کے کہ جب باندی کی خدمت کا استثناء کیا ہے کیونکہ خدمت میں میراث جاری نہ ہوگی۔

سلوانے کی شرط پر کپڑا خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَى أَنْ يَقْطَعَهُ الْبَائِعُ وَيَخِيطَهُ قَمِيصًا أَوْ قَبَاءً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) ؛ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنَفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ ؛ وَلِأَنَّهُ يَصِيرُ صَفْقَةً فِي صَفْقَةٍ عَلَى مَا مَرَّ (وَمَنْ اشْتَرَى نَعْلًا عَلَى أَنْ يَحْذُوَهَا الْبَائِعُ قَالَ أَوْ يُشْرِكْهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا ذَكَرَهُ جَوَابُ الْقِيَاسِ، وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا، وَفِي الْإِسْتِحْسَانِ: يَجُوزُ لِلتَّعَامُلِ فِيهِ فَصَارَ كَصَيْغِ الثَّوْبِ، وَلِلتَّعَامُلِ جَوَازًا لِإِسْتِصْنَاعِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر کپڑے کو خریدا کہ بیچنے والا اس کو سلوا کر یا قمیص بنوا کر دے گا یا جبہ بنوا دے گا تو بیع فاسد ہے کیونکہ یہ شرط تقاضہ عقد کے خلاف ہے اگرچہ اس میں عاقدین میں سے ایک فائدہ بھی ہے اور اسکے منع ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ یہ ایک عقد میں ایک دوسرا عقد ہے جس طرح کہ پہلے اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے اس شرط پر چمڑے کو خریدا کہ بیچنے والا اس کا جوتا بنوا کر دے گا یا وہ اس میں تسمیہ لگوا دے گا تو یہ بیع فاسد ہے مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: متن میں ذکر کردہ حکم قیاسی ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں مگر لوگوں کے تعامل کے سبب بطور استحسان یہ صورت جائز ہے پس یہ کپڑے کو رنگ دینے کے مشابہ ہو جائے گا اور قتل کی دلیل وہی ہے جس کو ہم استصناع میں جائز قرار دے آئے ہیں۔

نیروز و مہرجان کے عہد پر بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَالْبَيْعُ إِلَى النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ وَصَوْمِ النَّصَارَى وَفِطْرِ الْيَهُودِ إِذَا لَمْ يَعْرِفِ الْمُتَبَايعَانِ ذَلِكَ فَاسِدٌ لِجَهَالَةِ الْأَجَلِ) وَهِيَ مُفْضِيَةٌ إِلَى الْمُنَازَعَةِ فِي الْبَيْعِ لَا تَتَلَفَأُ عَلَى الْمُمَاكَسَةِ إِلَّا إِذَا كَانَا يَعْرِفَانِهِ لِكَوْنِهِ مَعْلُومًا عِنْدَهُمَا، أَوْ كَانَ التَّأْجِيلُ إِلَى فِطْرِ النَّصَارَى بَعْدَ مَا شَرَعُوا فِي صَوْمِهِمْ، لِأَنَّ مُدَّةَ صَوْمِهِمْ مَعْلُومَةٌ بِالْأَيَّامِ فَلَا جَهَالََةَ فِيهِ.

فرمایا: نیروز، مہرجان، صوم نصاریٰ اور عید یہود کے وعدے پر بیع کرنا فاسد ہے جبکہ عقد کرنے والوں کو ان کی مدت معلوم نہ ہو لہذا یہ فساد جہالت کے سبب ہوگا۔ اور یہ جہالت نزاع کی طرف لے جانے والی ہے کیونکہ یہ ٹال مٹول کرنے پر مبنی ہے ہاں البتہ جب عقد کرنے والوں کو مدت معلوم ہو کیونکہ اب میعاد کا علم ہوگا یا پھر نصاریٰ کا روزہ شروع ہونے کے بعد ان کی عید کی میعاد ہوگی کیونکہ ایام ہی ذریعے ان کے روزوں کی مدت معلوم ہوتی ہے پس یہ صورت جہالت سے بری ہے۔

ہاڑی ساوئی کے وعدے پر بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ إِلَى قُدُومِ الْحَاجِّ)، وَكَذَلِكَ إِلَى الْحَصَادِ وَالِدِّيَّاسِ وَالْقَطَافِ وَالْجِزَارِ، لِأَنَّهَا تَتَقَدَّمُ وَتَتَأَخَّرُ، وَلَوْ كُفِّلَ إِلَى هَذِهِ الْأَوْقَاتِ جَازٌ، لِأَنَّ الْجَهَالََةَ الْبَسِيرَةَ مُتَحَمِّلَةً فِي الْكِفَالَةِ وَهَذِهِ الْجَهَالََةُ بَسِيرَةٌ مُسْتَذْرَكَةٌ لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فِيهَا وَلِأَنَّهُ مَعْلُومٌ الْأَصْلُ، أَلَا يُرَى أَنَّهَا تَحْتَمِلُ الْجَهَالََةَ فِي أَصْلِ الَّذِينَ بَانَ تَكْفُلُ بِمَا ذَابَ عَلَى فَلَانٍ لَفِيهِ الْوَصْفُ أَوَّلَى، بِخِلَافِ الْبَيْعِ فَإِنَّهُ لَا يَحْتَمِلُهَا فِي أَصْلِ الثَّمَنِ، فَكَذًا فِي وَصْفِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ مُطْلَقًا ثُمَّ أَجَلَ الثَّمَنَ إِلَى هَذِهِ الْأَوْقَاتِ حَيْثُ جَازٌ، لِأَنَّ هَذَا تَأْجِيلٌ فِي الَّذِينَ وَهَذِهِ الْجَهَالََةُ فِيهِ مُتَحَمِّلَةٌ بِمَنْزِلَةِ الْكِفَالَةِ، وَلَا كَذَلِكَ اشْتِرَاطُهُ فِي أَصْلِ الْعَقْدِ، لِأَنَّهُ يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ.

فرمایا: حاج کی آمد، کھیتی کے کاٹنے، گاہ لینے، انگور توڑنے، اور اون وغیرہ کاٹ لینے کے اوقات کے وعدوں پر بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں وقت آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے اور اگر اس نے انہی اوقات تک قرض کی کفالت لی ہے تو جائز ہے کیونکہ کفالت میں معمولی جہالت کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ اور یہ جہالت بھی معمولی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے سبب اس کا ازالہ بھی ممکن ہے کیونکہ قرض کی اصل معلوم ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ کفالت اصل قرض میں جہالت کو برداشت کرنے والی ہے۔ اس لئے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کے قرض کا کفیل بن جائے۔ پس وصف میں بدرجہ اولیٰ جہالت کو برداشت کر لیا جائے گا۔

البتہ بیع میں برداشت نہیں ہوتی کیونکہ بیع اصل ثمن میں جہالت کو برداشت نہیں کرتی پس وہ وصف ثمن میں برداشت نہ کرے

کی۔ (قاعدہ فقہیہ) بہ خلاف اس کے کہ جب کسی مطلق طور پر بیچنے کے بعد انہی اوقات تک ثمن کی مدت کو مقرر کر دیا تو وہ جائز ہے کیونکہ یہ قرض میں مدت کی مہلت ہے اور کفالت کی طرح قرض میں بھی اس طرح کی جہالت کو برداشت کر لیا جائے گا جبکہ اصل عقد میں مدت کی شرط اس طریقے سے لگانا نہیں ہے کیونکہ عقد شرط فاسد سے باطل ہونے والا ہے۔

مقررہ مدت سے پہلے اسقاط مدت پر رضا مند ہونے کا بیان

(وَلَوْ بَاعَ إِلَى هَذِهِ الْأَجَالِ ثُمَّ تَرَضِيَ بِاسْقَاطِ الْأَجَلِ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّاسُ فِي الْحَصَادِ وَالذِّيَاسِ وَقَبْلَ قُدُومِ الْحَاجِّ جَارِ الْبَيْعِ أَيْضًا .

وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهُ وَقَعَ فَاسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا وَصَارَ كِاسْقَاطِ الْأَجَلِ فِي النِّكَاحِ إِلَى أَجَلٍ) وَلَنَا أَنَّ الْفَسَادَ لِلْمُنَازَعَةِ وَقَدْ ارْتَفَعَ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ وَهَذِهِ الْجَهَالَةُ فِي شَرْطِ زَائِدٍ لَا فِي صُلْبِ الْعَقْدِ فَيُمْكِنُ اسْقَاطُهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ الذَّرْهَمَ بِالذَّرْهَمَيْنِ ثُمَّ اسْقَطَا الذَّرْهَمَ الزَّائِدَ، لِأَنَّ الْفَسَادَ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ، وَبِخِلَافِ النِّكَاحِ إِلَى أَجَلٍ، لِأَنَّهُ مُتَعَةٌ وَهُوَ عَقْدٌ غَيْرُ عَقْدِ النِّكَاحِ، وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ ثُمَّ تَرَضِيَ خَرَجَ وَفَاقًا، لِأَنَّ مَنْ لَهُ الْأَجَلُ يَسْتَبْدُ بِاسْقَاطِهِ، لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّهِ .

اور جب کسی شخص نے مذکورہ مدتوں (ہاڑی، سادنی) کو میعاد بناتے ہوئے کوئی چیز بیچ دی اس کے بعد لوگوں کے کٹائی کرنے اور اس کو گاہ دینے میں معروف ہونے سے پہلے اور حجاج کے آمد سے قبل دونوں عقد کرنے والے اسقاط مدت پر راضی ہوئے تو یہ بیچ جائز ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے: بیچ جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا وقوع ہی بطور فاسد تھا پس وہ جواز میں تبدیل ہونے والی نہ ہوگی اور یہ نکاح متعہ میں اسقاط مدت کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فساد بیچ کا سبب نزاع کی وجہ سے تھا جبکہ نزاع اٹھنے سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے جبکہ جہالت ایک زیادہ شرط میں تھی جبکہ وہ نفس عقد میں نہ تھی پس اس کو ساقط کرنا ممکن ہوگا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں فروخت کیا ہے اس کے بعد عقد کرنے والوں نے زائد درہم کو ساقط کر دیا ہے کیونکہ فساد نفس عقد میں تھا بہ خلاف کسی مدت تک نکاح کرنے کے کیونکہ وہ متعہ ہے اور متعہ عقد نکاح کے سوا دوسرا عقد ہے۔

اور قدوری میں ماتن علیہ الرحمہ کا قول ”پھر وہ دونوں راضی ہوئے“ یہ اتفاق ہے کیونکہ صاحب میعاد اکیلا اس کو ساقط کر سکتا ہے کیونکہ میعاد کا تقرر اسی کا حق ہے۔

بیچ میں آزاد و غلام وغیرہ کو جمع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ حُرٍّ وَعَبْدٍ أَوْ شَاةٍ ذَكِيَّةٍ وَمَيْتَةٍ بَطْلُ الْبَيْعِ فِيهِمَا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِنْ سَمِيَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ثَمَنًا جَازَ فِي الْعَبْدِ وَالشَّاهِ الذَّكِيَّةُ (وَإِنْ جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَمُدَبِّرٍ أَوْ بَيْنَ عَبْدٍ وَغَيْرِهِ صَحَّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ بِحَصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ) عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ، وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: فَسَدَ فِيهِمَا، وَمَتْرُوكُ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا كَالْمَيْتَةِ، وَالْمُكَاتَبُ وَأُمُّ الْوَلَدِ كَالْمُدَبِّرِ لَهُ الْإِعْتِبَارُ بِالْفَضْلِ الْأَوَّلِ، إِذَا مَحَلَّتْهُ الْبَيْعُ مُتَنَفِيَةً بِالْإِضَافَةِ إِلَى الْكُلِّ وَلَهُمَا أَنَّ الْفَسَادَ يَقْدِرُ الْمُفْسِدُ فَلَا يَتَعَدَّى إِلَى الْفَنِ، كَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْأَجْنَبِيَّةِ وَأُخْتِهِ فِي النِّكَاحِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يُسَمَّ ثَمَنٌ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا؛ لِأَنَّهُ مَجْهُولٌ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْفَضْلَيْنِ أَنَّ الْخُرَّ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْعَقْدِ أَصْلًا؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ وَالْبَيْعُ صَفْقَةٌ وَاحِدَةٌ فَكَانَ الْقَبُولُ فِي الْخُرِّ شَرْطًا لِلْبَيْعِ فِي الْعَبْدِ وَهَذَا شَرْطٌ فَاسِدٌ، بِخِلَافِ النِّكَاحِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَطُلُّ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدَةِ، وَأَمَّا الْبَيْعُ فِي هَؤُلَاءِ مَوْفُوقٌ وَقَدْ دَخَلُوا تَحْتَ الْعَقْدِ لِقِيَامِ الْمَالِيَّةِ وَلِهَذَا يَنْفُذُ فِي عَبْدٍ الْغَيْرِ بِاجْزَائِهِ، وَفِي الْمُكَاتَبِ بِرِضَاةٍ فِي الْأَصَحِّ، وَفِي الْمُدَبِّرِ بِقَضَاءِ الْقَاضِي، وَكَذَا فِي أُمِّ الْوَلَدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، إِلَّا أَنَّ الْمَالِكَ بِاسْتِحْقَاقِهِ الْمَبِيعَ وَهَؤُلَاءِ بِاسْتِحْقَاقِهِمْ أَنْفُسَهُمْ رَدُّوا الْبَيْعَ لَكَانَ هَذَا إِشَارَةً إِلَى الْبَقَاءِ، كَمَا إِذَا اشْتَرَى عَبْدَيْنِ وَهَلَكَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ الْقَبْضِ، وَهَذَا لَا يَكُونُ شَرْطُ الْقَبُولِ فِي غَيْرِ الْمَبِيعِ وَلَا بَيْعًا بِالْحَصَّةِ ابْتِدَاءً وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ بَيَانُ ثَمَنِ كُلِّ وَاحِدٍ فِيهِ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے غلام، آزاد کو بیع میں جمع کیا ہے یا اس نے ذبح شدہ اور مردار بکری کو جمع کر کے بیچ دیا ہے تو ان دونوں میں بیع باطل ہو جائے گی۔ یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا: جب بیچنے والے نے ہر ایک کی قیمت کو بیان کر دیا ہے تو غلام اور مرد بوحہ بکری میں بیع جائز ہے اور جب اس نے غلام اور مرد بکر کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے ایک ساتھ بی فروخت کر دیا ہے تو ہمارے فقہاء و علماء کے نزدیک غلام میں اس کے حصہ کی قیمت کے برابر بیع درست ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا: دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اور ہر وہ جانور جس پر ارادے کے ساتھ وقت ذبح اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ مردار کے حکم میں ہے اور مکاتب اور ام ولد یہ دونوں مدبر کے حکم میں ہیں۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ پہلی صورت پر قیاس کرنا ہے کیونکہ سب کی جانب نسبت کرتے ہوئے بیع کا محض ختم ہو چکا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ فساد مفسد کی طاقت کے برابر ہوا کرتا ہے پس کامل غلام کی طرف فساد کی نسبت نہ ہوگی، جس طرح

اس صورت میں ہے کہ جب کسی شخص نے اجنبی عورت اور اپنی بہن کو نکاح میں جمع کر دیا ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ہر ایک کی قیمت بیان نہ کی ہو کیونکہ قیمت مجہول ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل مذکورہ دونوں مسائل میں یہ ہے کہ آزاد عقد میں داخل نہیں ہے لہذا وہ مال نہ ہوا اور بیع ایک معاملہ ہے لہذا آزاد میں بیع کو قبول کرنا یہ غلام میں بیع کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے اور یہ شرط، فاسد شرط ہے۔ بہ خلاف نکاح کے کیونکہ نکاح شرائط فاسدہ سے باطل نہیں ہوا کرتا۔

اور مذکورہ اشیاء میں بیع موقوف ہے اور مالیت کے قائم ہو جانے کے سبب یہ لوگ بھی عقد میں داخل ہوں گے۔ یہی دلیل ہے کہ دوسرے کے غلام میں اس کی اجازت سے بیع نافذ ہو جائے گی۔ اور قول صحیح کے مطابق مکاتب میں اس کی رضا کے ساتھ بیع نافذ ہو جاتی ہے اور مدبر میں قاضی کے فیصلہ کے مطابق بیع نافذ ہو جاتی ہے۔

اور شیخین کے نزدیک اسی طرح ام ولد میں قضائے قاضی کے سبب بیع منعقد ہو جائے گی۔ البتہ مالک نے بیع میں حقدار ہونے کی وجہ سے اور مذکورہ لوگوں یعنی مکاتب وغیرہ نے ذاتی حقدار ہونے کی وجہ سے بیع کو رد کر دیا ہے کیونکہ اس میں بیع کی بقاء کا اشارہ ہے۔

اسی طرح جب کسی شخص نے دو غلاموں کو خریدا اور ان میں سے ایک غلام ہلاک ہو گیا ہے جبکہ غیر بیع میں ابھی قبولیت کی شرط بھی نہ تھی اور ابتدائی طور پر بیع بہ حصہ بھی نہیں ہے اسی دلیل کے سبب اس میں ہر ایک کی قیمت کو بیان کرنا شرط نہیں ہے۔



فصل فی احکامہ

﴿یہ فصل بیع فاسد کے احکام کے بیان میں ہے﴾

فصل احکام بیع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب خریدار نے بیع پر قبضہ کر لیا ہے تو اس وقت اس چیز کا حکم مؤثر ہوتے ہوئے ثابت ہو جائے گا۔ لہذا اسی سبب سے مصنف علیہ الرحمہ نے بیع فاسد کے ساتھ ہی اس کے احکام کو بیان کیا ہے۔ کہ بیع فاسد پر جب خریدار کا قبضہ ہو جائے تو اب عائدین کے لئے حکم شرعی کیا ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک بیع کی چار اقسام ہیں۔ (۱) صحیح (۲) فاسد (۳) باطل (۴) موقوف جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسد و باطل کے سوا اس کی کوئی اقسام نہیں ہیں۔

(عناہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۱۸۹، بیروت)

فاسد بیع کے حکم کا بیان

ہر وہ شرط جو ایسی ہو فاسد ہے اور جو شرط فاسد ہو وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور ہر فاسد بیع حرام ہے جس کا فسخ کرنا بیچنے والا اور خریدار میں سے ہر ایک پر واجب ہے اگر وہ فسخ نہ کریں تو دونوں گنہگار ہوں گے اور قاضی جبر اس بیع کو فسخ کرائے۔

صحیح، باطل اور فاسد کی تعریفات کا بیان

صحیح کی تعریف یہ ہے۔

ہی موافقة أمر الشارع و يطلق و يراد بها ترتب آثار العمل في الدنيا كما تطلق و يراد بها

ترتب آثار العمل في الآخرة

وہ جو شارع کے حکم کے موافق ہو اور اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے مراد اس دنیا میں عمل کے آثار مرتب ہوتا ہے، اسی طرح اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے مراد آخرت میں عمل کے آثار کا مرتب ہونا ہے۔

مثال کے طور پر نماز کی تکمیل اس کے ارکان اور شرائط کو پورا کرنے سے صحیح ہوگی یعنی اس کی سزا اور اس کے ذمہ سے بری ہوا جائے گا اور اس کی قضا ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح بیع اپنے تمام ارکان اور شرائط سے پورا کرنے سے صحیح ہوگا، یعنی شرعی طور پر اسے ملکیت حاصل ہوگی اور اس کے لئے اس سے نفع اٹھانا اور اس کا تصرف مباح ہو جائے گا۔ آخرت میں آثار مرتب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسے اس عمل کا آخرت میں ثواب ملے گا۔

باطل کی تعریف

هو عدم موافقة أمر الشارع و يراد بها عدم ترتب آثار العمل في الدنيا و العقاب عليه في

الآخرة بمعنى أن يكون العمل غير مجز و لا مبريء

وہ جو شارع کے حکم کے موافق نہ ہو جس سے مراد اس دنیا میں عمل کے آثار مرتب نہ ہونا ہے اور آخرت میں اس پر سزا ہے یعنی عمل پورا نہیں ہوا اور نہ ہی اس سے بری ہوا گیا ہے۔

مثال کے طور پر اگر نماز کو اس کے ارکان اور شرائط کے ساتھ ادا نہیں کیا گیا، تو یہ نماز باطل ہوگی اور اس وقت تک اس کا ذمہ باقی رہے گا، جب تک اس کی صحیح ادائیگی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر بیع کو اس کے ارکان کے ساتھ ادا نہیں کیا گیا تو یہ بیع باطل ہوگی، نتیجتاً اس چیز کا مالک نہیں بنایا اور اس لئے اس سے نفع اٹھانا اور اس کا تصرف حرام ہوگا اور آخرت میں وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ مثلاً بیع الملائق بلا اطلاع حاملہ جانور کی فروخت اپنی اساس میں ہی باطل ہے کیونکہ یہ اپنی اصل میں ممنوع ہے۔ پس یہ بیع معقود علیہ کی اصل میں مجہول ہے یعنی یہ بیع غرر ہے۔

فساد کی تعریف

هو يختلف عن البطلان لأن البطلان عدم موافقة أمر الشرع من حيث أصله أي أن الخلل

في أركانه أو ما هو حكمها أو أن الشرط الذي لم يستوفه مغل بأصل الفعل، بخلاف

الفساد فإنه في أصله موافق لأمر الشرع و لكن وصفه غير المخل بالأصل هو المخالف

لأمر الشارع و لذلك يزول الفساد بإزالة سببه

وہ جو بطلان سے مختلف ہے کیونکہ بطلان اپنی اصل کے اعتبار سے شرع کے حکم کے موافق نہیں ہے یعنی اس کے ارکان میں خلل ہے یا اس میں جو اس کے حکم میں ہے، یا وہ شرط جس کے بغیر فعل پورا نہیں ہوتا تو اس سے بھی عمل کی اصل میں خرابی آتی ہے، برعکس فساد کے، کیونکہ اس کی اصل حکم شرع کے موافق ہے لیکن اس کی کوئی ایسی وصف جو اصل کے لئے نہیں ہے، شارع کے حکم کے خلاف ہے اور اس لئے اس کے سبب کو زائل کرنے سے فساد بھی زائل ہو جاتا ہے

عبادات میں فساد کا تصور نہیں ہے کیونکہ ان میں سارے ارکان اور شرائط اصل سے متعلق ہیں اور اگر ان میں کوئی بھی رہ جائے، تو عبادت باطل ہوگی۔ اس کے برعکس عقود میں فساد پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بیع جس میں سامان کی قیمت کے بارے میں لاعلمی ہو، تو چونکہ یہ لاعلمی اس کی اصل کے بارے میں نہیں ہے، اس لئے یہ بیع فاسد ہوگا نہ کہ باطل۔ پس اگر سامان کی قیمت کی لاعلمی دور ہو جائے یعنی قیمت معلوم ہو جائے، تو یہ عقد صحیح ہو جائے گا۔ البتہ شرکت المساهمة company joint-stock اپنی اساس سے باطل ہے کیونکہ یہ کسی شریک بدن سے خالی ہے جو اس کی اصل کے متعلق ایک شرط ہے۔ اس کے برعکس اگر شرکت میں مال

مجهول ہو تو یہ عقد فاسد ہوگا اور اگر یہ جہالت لاعلمی دور ہو جائے غرض فی الوصف یعنی مال معروف ہو جائے، تو یہ عقد شرکت صحیح ہو جائے گا۔

عقد میں دونوں اعواض کے مال ہونے کا بیان

(وَإِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيعَ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ بِأَمْرِ الْبَائِعِ وَلِی الْعَقْدِ عَوَضَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ مَلَكَ الْمَبِيعَ وَلِزِمَتْهُ قِيَمَتُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَمْلِكُهُ وَإِنْ قَبَضَهُ؛ لِأَنَّهُ مَعْظُورٌ فَلَا يَنْالُ بِهِ نِعْمَةَ الْمَلِكِ؛ وَلِأَنَّ النَّهْيَ نَسْخٌ لِلْمَشْرُوعَةِ لِلتَّضَادِّ، وَلِهَذَا لَا يُفِيدُهُ قَبْضُ الْقَبْضِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا بَاعَ بِالْمَيْتَةِ أَوْ بَاعَ الْخَمْرَ بِالذَّرَاهِمِ.

وَلَنَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ ضَرْبٌ مِنْ أَهْلِهِ مُضَافًا إِلَى مَحِلِّهِ فَوَجِبَ الْقَوْلُ بِإِنْعِقَادِهِ، وَلَا خَفَاءَ لِي الْأَهْلِيَّةِ وَالْمَحَلِّيَّةِ.

وَرُكْنُهُ: مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ، وَفِيهِ الْكَلَامُ وَالنَّهْيُ يَقْرِرُ الْمَشْرُوعَةَ عِنْدَنَا لَا قِتْضَائِهِ التَّصَوُّرُ لِنَفْسِ الْبَيْعِ مَشْرُوعٌ، وَبِهِ تُنَالُ نِعْمَةُ الْمَلِكِ وَإِنَّمَا الْمَعْظُورُ مَا يُجَارِرُهُ كَمَا فِي الْبَيْعِ وَقَدْ أَلْتِ الْبَيْعَ، وَإِنَّمَا لَا يَنْبُتُ الْمَلِكُ قَبْلَ الْقَبْضِ كَيْ لَا يُؤْدِيَ إِلَى تَقْرِيرِ الْفَسَادِ الْمُجَارِرِ إِذَا هُوَ وَاجِبُ الرَّفْعِ بِإِلَاسْتِرْدَادٍ قَبْلَ امْتِنَاعٍ عَنِ الْمَطَالَبَةِ أَوَّلَى؛ وَلِأَنَّ السَّبَبَ قَدْ ضَعُفَ لِمَكَانِ اقْتِرَانِهِ بِالْقَبْضِ فَبَشَّرْتُ بِإِعْضَادِهِ بِالْقَبْضِ فِي إِفَادَةِ الْحُكْمِ بِمَنْزِلَةِ الْهَبَةِ، وَالْمَيْتَةِ لَيْسَتْ بِمَالٍ فَانْعَدَمَ الرُّكْنُ، وَلَوْ كَانَ الْخَمْرُ مُشْتَمًا فَقَدْ خَرَجَ عَنْهُ وَشَيْءٌ آخَرُ وَهُوَ أَنَّ لِي الْخَمْرُ الْوَاجِبَ هُوَ الْقِيَمَةُ وَهِيَ تَصْلُحُ لَنَا لَا مُشْتَمًا

اور جب بیچنے والا کے حکم سے خریدار نے فاسد بیچ میں بیچ پر قبضہ کر لیا ہے اور عقد میں دونوں اعواض مال ہیں تو وہ بیچ کا مالک ہو جائے گا۔ اور اس پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے: وہ بیچ کا مالک نہ بنے گا خواہ اس نے قبضہ بھی کر لیا ہے۔ کیونکہ فاسد بیچ منع ہے پس اس سے ملکیت کی نعمت حاصل نہیں کی جاسکتی، کیونکہ تضاد کے سبب یہ نئی مشروعیت کو منسوخ کرنے والی ہے اسی دلیل کے سبب قبضہ سے پہلے یہ بیچ مفید ملکیت نہیں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کسی نے مردار کو فروخت کیا یا شراب کو دراہم کے بدلے میں بیچ دیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بیچ کا رکن اپنے مال سے صادر ہوتے ہوئے اپنے محل کی جانب منسوب ہو چکا ہے پس اس کے انعقاد کو ماننا لازم ہوگا جبکہ مال ہونے اور محل ہونے میں کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی ہے اور بیچ کو رکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہے اور ہماری بیان کردہ دلائل بھی اسی بارے میں ہیں۔ ہمارے نزدیک بھی عنہ کی مشروعیت اس کو مستحکم کرنے والی ہے کیونکہ نئی منہی عنہ کے وجود

ہونے کا تقاضہ کرنے والی ہے۔ پس نفس بیع مشروع ہے اور بیع ہی کے سبب سے ملکیت کی نعمت کو حاصل کیا جاتا ہے جبکہ ممنوع تو وہ چیز ہے جو بیع سے متصل ہے جس طرح اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرنا ہے۔

اور قبضہ سے پہلے ملکیت اس وجہ سے ثابت نہیں ہوا کرتی کہ کہیں متصل آنے والے فساد کو مستحکم کرنے کا سبب نہ بن جائے۔ اس لئے کہ خریدار سے بیع کو واپس لیتے ہوئے فساد کو دور کرنا لازم ہے تو خریدار کے مطالبہ سے رکنے کی صورت میں بدرجہ اولیٰ اس کو دور کرنا لازم ہے کیونکہ سبب کے قبیح ہونے کے سبب سے اتصال ہونے کی وجہ سے اس میں نقص آچکا ہے۔ پس حکم کی افادیت کے پیش نظر اس میں قبضہ کے ذریعے اسی سبب کو قوت کے ساتھ شروط کر دیا گیا ہے جس طرح ہبہ میں ہوتا ہے۔ اور مردار مال نہیں ہے کیونکہ وہاں بیع کا رکن معدوم ہے اور جب بیع شراب ہے تو اس کی تخریج ہم کرائے ہیں ہاں البتہ دوسرا معاملہ یہ ہے کہ شراب میں قیمت واجب ہوا کرتی ہے اور قیمت ٹمن تو بن سکتی ہے بیع بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

بیع فاسد میں قبضے کا بیچنے والے کی اجازت سے ہونے کا بیان

ثُمَّ شَرَطَ أَنْ يَكُونَ الْقَبْضُ بِإِذْنِ الْبَائِعِ وَهُوَ الظَّاهِرُ، إِلَّا أَنَّهُ يَكْتَفِي بِهِ دَلَالَةٌ كَمَا إِذَا قَبِضَهُ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ اسْتِحْسَانًا، وَهُوَ الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ تَسْلِيْطٌ مِنْهُ عَلَى الْقَبْضِ، فَإِذَا قَبِضَهُ بِحَضْرَتِهِ قَبْلَ الْإِفْتِرَاقِ وَلَمْ يَنْهَهُ كَانَ بِحُكْمِ التَّسْلِيْطِ السَّابِقِ، وَكَذَا الْقَبْضُ فِي الْهَبَةِ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ يَصِحُّ اسْتِحْسَانًا، وَشَرَطَ أَنْ يَكُونَ فِي الْعَقْدِ عَوْضَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ لِيَتَحَقَّقَ رُكْنُ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ فَيَخْرُجَ عَلَيْهِ الْبَيْعُ بِالْمِئَنَةِ وَالْدَّمِ وَالْحَرِّ وَالرِّيحِ وَالْبَيْعُ مَعَ نَفْسِ الثَّمَنِ، وَقَوْلُهُ لَزِمَتْهُ قِيَمَتُهُ، فِي ذَوَاتِ الْقِيَمِ، فَأَمَّا فِي ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ فَيَلْزَمُهُ الْمِثْلُ؛ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ بِنَفْسِهِ بِالْقَبْضِ فَشَابَهُ الْغَضَبُ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ الْمِثْلَ صُورَةٌ وَمَعْنَى أَعْدَلُ مِنَ الْمِثْلِ مَعْنَى .

اس کے بعد امام قدوری قدس سرہ نے یہ شرط بیان کی ہے کہ قبضہ بیچنے والے کی اجازت سے ہو اور ظاہر الروایت سے اسی طرح ہے اور بطور دلالت بھی اجازت کافی ہو جائے گی۔ جس طرح بطور استحسان اس صورت میں تسلیم کر لیا جاتا ہے جبکہ خریدار مجلس عقد میں قبضہ کرتا ہے اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ فروخت کرنا یہ بیچنے والے کی جانب سے قبضہ پر اختیار دینے کے حکم میں ہے پس جب الگ ہونے سے پہلے بیچنے والے کی موجودگی میں خریدار نے بیع پر قبضہ کیا ہے اور بیچنے والے نے اس کو منع نہ کیا تو یہ قبضہ سبقت پروردگی کے حکم میں ہوگا اسی طرح مجلس عقد میں ہبہ کا قبضہ بھی بطور استحسان درست ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ عقد میں دونوں اعواض ہوں اور وہ دونوں مال ہوں تاکہ بیع کا رکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ثابت ہو جائے پس اس شرط کے سبب سے مردار، خون، آزاد، ہوا، اور ٹمن کی نفی کے ساتھ والی بیع سب صورتیں اس سے خارج ہو جائیں گی۔

امام قدوری علیہ الرحمہ کا قول ”لزمتہ قیمتہ“ یہ ذوات قیم میں ہے مگر ذوات امثال میں خریدار پر مثلی دینا لازم ہوگا، کیونکہ مثلی چیز قبضہ سے بذات خود ضمان والی ہے پس یہ غصب کے مشابہ ہو جائے گا اور یہ حکم اس لئے بھی ہے کہ مثلی صورت اور معنوی دونوں اعتبار سے صرف معنوی قیمت سے زیادہ برابری کو ثابت کرنے والی ہے۔

دونوں عقد کرنے والوں کے لئے ثبوت اختیار کا بیان

قَالَ (وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَعَاذِلَيْنِ فُسْخُهُ) رَفْعًا لِلْفَسَادِ، وَهَذَا قَبْلَ الْقَبْضِ ظَاهِرٌ، لِأَنَّهُ لَمْ يُفْسِدْ حُكْمَهُ فَيَكُونُ الْفُسْخُ امْتِنَاعًا مِنْهُ، وَكَذَا بَعْدَ الْقَبْضِ إِذَا كَانَ الْفَسَادُ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ لِقُوَّتِهِ، وَإِنْ كَانَ الْفَسَادُ بِشَرْطٍ زَائِدٍ فَلَيْسَ لَهُ الشَّرْطُ ذَلِكَ دُونَ مَنْ عَلَيْهِ لِقُوَّةُ الْعَقْدِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ تَتَحَقَّقْ الْمَرَاضَاةُ فِي حَقِّ مَنْ لَهُ الشَّرْطُ.

فرمایا: عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ وہ فساد کو ختم کرنے کے لئے بیع فسخ کر دے اور قبضہ سے پہلے تو یہ حکم ظاہر ہے کیونکہ قبضہ سے پہلے اس بیع میں حکم کا کوئی فائدہ نہیں ہے پس فسخ کرنا حکم سے رکنا ہے اور اسی طرح قبضہ کے بعد ہے مگر شرط یہ ہے فساد عقد کی صلب میں ہو کیونکہ وہی قوی ہے اور جب فساد شرط زائد میں ہے تو جس کے لئے شرط لگائی گئی ہے اس کو فسخ کرنے کا اختیار ہے اور جس پر شرط لگائی گئی ہے اس کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس حالت میں عقد قوی ہے ہاں البتہ جب وہ شخص جس کے لئے شرط لگائی گئی ہے اس کے حق رضامندی ثابت نہ ہوگی۔

بیچنے والا کا بیع کو بیچنے سے انعقاد بیع کا بیان

قَالَ (فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرَى نَهْدَ بَيْعِهِ) لِأَنَّهُ مَلَكَهُ فَمَلَكَ التَّصَرُّفَ فِيهِ وَسَقَطَ حَقُّ الْإِسْتِزَادِ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْعَبْدِ بِالثَّانِي وَنُقُضَ الْأَوَّلُ لِحَقِّ الشَّرْعِ وَحَقُّ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ وَلِأَنَّ الْأَوَّلَ مَشْرُوعٌ بِأَصْلِهِ دُونَ وَصْفِهِ، وَالثَّانِي مَشْرُوعٌ بِأَصْلِهِ وَوَصْفِهِ فَلَا يُعَارِضُهُ مَجْرُودُ الْوَصْفِ، وَلِأَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ، بِخِلَافِ تَصَرُّفِ الْمُشْتَرَى فِي الدَّارِ الْمَشْفُوعَةِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَقُّ الْعَبْدِ وَيَسْتَوِيَانِ فِي الْمَشْرُوعِيَّةِ وَمَا حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنَ الشَّافِعِ.

فرمایا: اور جب بیچنے والے نے بیع کو بیچ دیا ہے تو بیع نافذ ہو جائے گی کیونکہ وہی اس کا مالک ہے اور اس میں تصرف کرنے کا مالک بھی وہی ہے۔ اور دوسری بیع کے سبب بیع کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے پہلے بیچنے والا کے لئے رد کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ پہلی بیع کو ساقط کرنا شرعی حق کے سبب سے تھا کیونکہ بندے کی ضرورت کے سبب سے اس کا حق مقدم ہوتا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ بیع اول صرف اپنی اصل کی وجہ سے مشروع ہوئی تھی نہ کہ وصف سے مشروع ہوئی جبکہ بیع ثانی اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے مشروع ہوئی ہے پس صرف وصف کی مشروعیت اس سے معارضہ کرنے والی نہ ہوگی کیونکہ پہلی بیع بیچنے والے کی جانب سے طاقت کے واسطے سے حاصل ہوئی ہے یہ خلاف شفعہ والے گھر میں خریدار کے تصرف کے کیونکہ

ان میں سے ہر ایک میں بندے کا حق ہے اور شریعت میں بھی دونوں برابر ہیں اور یہ شفع کی طرف سے تسلیط کے سبب حاصل نہ ہوئی ہے۔

شراب یا خنزیر کے بدلے میں غلام خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ لَقَبْضُهُ وَأَعْتَقَهُ أَوْ بَاعَهُ أَوْ وَهَبَهُ وَسَلَّمَهُ فَهُوَ جَائِزٌ وَعَلَيْهِ الْقِيَمَةُ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ مَلَكُهُ بِالْقَبْضِ لَتَقْبُذُ تَصَرُّفَاتِهِ، وَبِالْإِعْتَاقِ قَدْ هَلَكَ لَتَلَزُمَهُ الْقِيَمَةُ، وَبِالْبَيْعِ وَالْهَبَةِ انْقَطَعَ الْاِسْتِرْدَادُ عَلَى مَا مَرَّ، وَالْكِتَابَةُ وَالرَّهْنُ نَظِيرُ الْبَيْعِ، لِأَنَّهُمَا لَا زِمَانٍ إِلَّا أَنَّهُ يَعُودُ حَقُّ الْاِسْتِرْدَادِ بِعَجْزِ الْمُكَاتِبِ وَلَيْكِ الرَّهْنُ لِرُزَالِ الْمَانِعِ. وَهَذَا بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ، لِأَنَّهَا تُفْسَخُ بِالْأَعْدَارِ، وَرَفْعِ الْفَسَادِ عُدْرًا، وَلِأَنَّهَا تَتَعَقَّدُ شَيْئًا فَشَيْئًا لِيَكُونَ الرَّدُّ امْتِنَاعًا.

فرمایا: اور جس شخص نے شراب یا خنزیر کے بدلے میں غلام خرید لیا پھر اس پر قبضہ کیا اور اس کو آزاد کر دیا یا اس نے بیچ دیا یا اس نے ہبہ کرتے ہوئے موہوب لہ کے حوالے کر دیا تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ جب خریدار اس کا مالک بن جائے۔ تو اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔ اور آزادی کے ساتھ غلام ہلاک ہو تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔ اور بیچ اور ہبہ سے حق رجوع ختم ہو جائے گا جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ اور کتابت و رہن بھی بیچ کی مثل ہیں کیونکہ یہ دونوں بھی لازم ہونے والے ہیں۔ مگر مکاتب کے عاجز ہونے اور رہن چھڑوانے کی صورت میں مانع ختم ہو جانے کی وجہ مسترد کرنے کا حق لوٹ کر آ جاتا ہے جبکہ یہ حکم اجارہ کے خلاف ہے کیونکہ عذروں کے سبب اس کو شفع کر دیا جاتا ہے اور فساد کو دور کرنا یہ بھی ایک عذر ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اجارہ تھوڑا تھوڑا منعقد ہو جاتا ہے پس اجارے میں واپسی منع ہوگی۔

بیع فاسد میں ثمن واپس کرنے سے پہلے بیع لینے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ أَنْ يَأْخُذَ الْمَبِيعَ حَتَّى يَرُدَّ الثَّمَنُ) لِأَنَّ الْمَبِيعَ مُقَابِلُ بِهِ فَيَصِيرُ مَحْبُوسًا بِهِ كَالرَّهْنِ (وَأَنْ مَاتَ الْبَائِعُ فَلَا مُشْتَرِيَ أَحَقُّ بِهِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنُ) لِأَنَّهُ يُقَدِّمُ عَلَيْهِ فِي حَيَاتِهِ، فَكَذَا عَلَى وَرَثَتِهِ وَغُرَمَائِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ كَالرَّاهِنِ ثُمَّ إِنْ كَانَتْ دَرَاهِمُ الثَّمَنِ قَائِمَةً يَأْخُذُهَا بِعَيْنِهَا، لِأَنَّهَا تَتَعَيَّنُ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، وَهُوَ الْأَصَحُّ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْفُضْبِ، وَإِنْ كَانَتْ مُسْتَهْلَكَةً أَخَذَ مِثْلَهَا لِمَا بَيَّنَّا.

فرمایا اور بیچنے والا کے لئے یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیع فاسد میں ثمن کی واپسی سے پہلے بیچ کو پکڑے حتیٰ کہ ثمن کو لوٹا دیا

جائے۔ کیونکہ بیع ثمن کے مقابلے میں ہے پس رہن کی طرح بیع ثمن کی وجہ سے محسوس ہوگی۔ اور جب بیچنے والا فوت ہو جائے تو پورا ثمن وصول کرنے سے پہلے خریدار بیع کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ خریدار بیچنے والے کی زندگی میں بیع پر سب سے زیادہ مقدم تھا۔ پس بیچنے والے کی موت کے بعد وہ اس کے وارثوں اور قرض خواہوں پر مقدم ہوگا۔ جس طرح راہن ہوتا ہے اور اگر ثمن کے دراہم موجود ہیں تو خریدار وہی وصول کرے گا۔ اس لئے کہ فاسد بیع میں دراہم کا ہی تعین ہو جایا کرتا ہے۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے کیونکہ فاسد بیع غصب کی مثل ہے اور جب ثمن کے دراہم خرچ ہو چکے ہوں تو خریدار ان کی مثل وصول کرے گا اسی دلیل کے سبب جو پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

بیع فاسد ہونے کے بعد گھر بنالینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا بَيْعًا فَاسِدًا فَبَنَاهَا الْمُشْتَرِي فَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَرَوَاهُ يَعْقُوبُ عَنْهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ ثُمَّ شَكَّ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الرَّوَايَةِ .

(وَقَالَا: يُنْقَضُ الْبِنَاءُ وَتُرْذُّ الدَّارُ) وَالْفَرَسُ عَلَى هَذَا الْاِخْتِلَافِ. لِهَمَّا أَنَّ حَقَّ الشَّفِيعِ أَوْضَعُ مِنْ حَقِّ الْبَائِعِ حَتَّى يَحْتَاجَ فِيهِ إِلَى الْقَضَاءِ وَيُطْلُ بِالتَّأْخِيرِ، بِخِلَافِ حَقِّ الْبَائِعِ، ثُمَّ أَوْضَعُ الْحَقِّينِ لَا يُطْلُ بِالْبِنَاءِ فَأَقْوَاهُمَا أَوَّلَى، وَلَهُ أَنَّ الْبِنَاءَ وَالْفَرَسَ مِمَّا يُقْصَدُ بِهِ الدَّرَامُ وَقَدْ حَصَلَ بِتَسْلِيْطٍ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ فَيَنْقَطِعُ حَقُّ الْاِسْتِرْدَادِ كَالْبَيْعِ، بِخِلَافِ حَقِّ الشَّفِيعِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُوْجَدْ مِنْهُ التَّسْلِيْطُ وَلِهَذَا لَا يُطْلُ بِهِيَ الْمُشْتَرِي وَبَيْعُهُ فَكَذَا بِنَائِهِ وَشَكَّ يَعْقُوبُ فِي حِفْظِ الرَّوَايَةِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَدْ نَصَّ مُحَمَّدٌ عَلَى الْاِخْتِلَافِ فِي كِتَابِ الشُّفْعَةِ فَإِنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ مَبْنِيٌّ عَلَى انْقِطَاعِ حَقِّ الْبَائِعِ بِالْبِنَاءِ وَثُبُوتِهِ عَلَى الْاِخْتِلَافِ .

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس شخص پر قیمت واجب ہوگی جس نے بیع فاسد کے طور کوئی گھر خریدا اور اس کے بعد خریدار نے اس میں گھر کی عمارت بنا ڈالی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت بیان کی ہے اس کے بعد ان کو حفظ روایت میں شک واقع ہوا۔

صاحبین نے کہا: عمارت کو توڑتے ہوئے بیچنے والے کو گھر واپس کر دیا جائے گا اور درخت لگانا بھی اس اختلاف کے مطابق ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کا حق بیچنے والا کے حق سے کمزور ہوا کرتا ہے کیونکہ شفیع میں قضاء کی ضرورت ہوتی ہے اور تاخیر سے وہ حق باطل بھی ہو جاتا ہے یہ خلاف حق بیچنے والا کے کیونکہ جب ان میں سے کمزور حق عمارت بنوانے کے سبب باطل نہ ہوا تو دونوں حقوق میں سے زیادہ مضبوط حق بدرجہ اولیٰ باطل نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عمارت بنوانے اور درخت لگانے سے مقصد دوام ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں بیچنے والے کی جانب سے دیئے گئے اختیار کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ بیچنے والے کو مسترد کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔ جس طرح کہ جب

خریدار بیع کو فروخت کر دے تو بھی حق بیچنے والا ختم ہو جاتا ہے۔ یہ خلاف حق شفع کے کیونکہ شفع کی طرف تسلط نہیں پائی گئی اسی سبب سے خریدار کے ہبہ کرنے اور بیع کو بیچ ڈالنے سے شفع کا حق باطل نہیں ہوتا پس اس عمارت بنوانے میں بھی شفع کا حق باطل نہ ہوگا۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کو امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کے متعلق حفظ میں شک ہے حالانکہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب شفعہ میں اختلاف کی توضیح کر دی ہے کیونکہ شفع کا حق عمارت سے بیچنے والا کے حق کے ختم ہونے پر مبنی ہے جبکہ اس کے ثبوت میں اختلاف ہے۔

بیع فاسد میں باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بَيْعًا فَاسِدًا وَتَقَابَضَا فَبَاعَهَا وَرَبِحَ فِيهَا تَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ وَيَطِيبُ لِلْبَائِعِ مَا رِبِحَ لِي الشَّمَنِ) وَالْفَرْقُ أَنَّ الْجَارِيَةَ مِمَّا يَتَعَيَّنُ فَيَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِهَا فَيَتِمَّ كُنُ الْخُبِّ فِي الرِّبْحِ، وَالذَّرَاهِمُ وَالذَّنَائِيرُ لَا يَتَعَيَّنَانِ عَلَى الْعُقُودِ فَلَمْ يَتَعَلَّقِ الْعَقْدُ الثَّانِي بِعَيْنِهَا فَلَمْ يَتِمَّ كُنُ الْخُبِّ فَلَا يَجِبُ التَّصَدُّقُ، وَهَذَا فِي الْخُبِّ الَّذِي سَبَبُهُ فَسَادُ الْمِلْكِ، أَمَّا الْخُبُّ لِعَدَمِ الْمِلْكِ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ يَشْمَلُ التَّوَعُّنَ لِعَتَقِ الْعَقْدِ فِيمَا يَتَعَيَّنُ حَقِيقَةً، وَلَيْسَ لَا يَتَعَيَّنُ شُبْهَةً مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَتَعَلَّقُ بِهِ سَلَامَةُ الْمَبِيعِ أَوْ تَقْدِيرُ الشَّمَنِ، وَعِنْدَ فَسَادِ الْمِلْكِ تَنْقَلِبُ الْحَقِيقَةُ شُبْهَةً وَالشُّبْهَةُ تَنْزِلُ إِلَى شُبْهَةِ الشُّبْهَةِ، وَالشُّبْهَةُ هِيَ الْمُعْتَبَرَةُ دُونَ النَّازِلِ عَنْهَا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے بیع فاسد میں کوئی باندی خریدی اور ان دونوں نے اعواض پر قبضہ بھی کر لیا ہے اس کے بعد خریدار نے اس باندی کو بیچ کر نفع کما لیا تو وہ نفع کو صدقہ کر دے جبکہ بیچنے والا کے لئے شمن میں حاصل ہونے والا نفع حلال ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ باندی متعین ہونے والی اشیاء میں سے ہے پس عقد اسی سے متعلق ہوگا جبکہ نفع میں خیانت سرایت کرنے والی ہے۔

دراہم و دنانیر یہ عقود میں متعین نہیں ہوا کرتے پس دوسرا قطعی طور پر ان دراہم سے متعلق نہ ہوگا اور ان میں خیانت بھی سرایت کرنے نہ ہوگی۔ لہذا نفع کو صدقہ کرنا واجب نہ ہوگا۔ اور یہ فرق اس خیانت میں ہے جس کے سبب سے ملکیت میں فساد ہوتا ہے البتہ وہ خیانت جو عدم ملکیت کی وجہ سے ہوتا ہے طرفین کے نزدیک وہ دونوں اقسام کو شامل ہے۔ کیونکہ عقد کا تعلق حقیقت میں انہی سے متعین ہو چکا ہے جبکہ غیر متعین میں بطور شبہہ متعلق ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کی سلامتی یا پھر شمن کا اندازہ کرنا متعلق ہوا کرتا ہے اور ملکیت میں فساد کے سبب حقیقت شبہہ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اب یہ شبہہ، شبہہ در شبہہ میں پہنچ چکا ہے۔ اور شبہہ کا اعتبار کر لیا جاتا ہے جبکہ شبہہ در شبہہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔

محض دوسرے کے مال پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ إِذَا ادَّعَى عَلَى آخَرَ مَالًا فَقَضَاهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ تَصَادَقَا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَدْ

رَبِّهِ الْمُدْمِي فِي التَّرَاهِيمِ يَطِيبُ لَهُ الرِّيحُ ، لِأَنَّ الْعُثْبَ لِفَسَادِ الْمَلِكِ قَاهُنَا ، لِأَنَّ الدَّيْنَ
وَعَثَ بِالتَّسْمِيَةِ ثُمَّ انْتَحَقَ بِالتَّصَادُقِ ، وَبَدَلَ الْمُسْتَحِقِّ مَمْلُوكًا فَلَا يَعْمَلُ لِيَمَّا لَا يَتَعَمَّلُ .

لایتنہ فرمایا اور جب کسی شخص نے دیسے دوسرے کے مال پر دعوئی کیا اور مدعی علیہ نے وہ مال اس مدعی کو دے دیا اس
کے بعد دوسرے نے سچائی کو واضح کیا کہ مدعی علیہ پر تو کوئی مال ہی نہ تھا۔ اور مدعی نے ان دراہم سے فائدہ کمالیا ہے تو اس کے لئے نفع
مداں ہوگا کیونکہ یہاں حباثت فساد ملکیت کی وجہ سے ہے کیونکہ مدعی کے دعوئی سے قرض واجب ہوا ہے اس کے بعد آپس کی
سچائی سے وہ مستحق ٹھہرا ہے اور اس کا بدلہ ملکیت ہونا ہے پس غیر معین دراہم میں حباثت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

فصل فیما یُکرَّہُ

﴿یہ فصل بیع میں مکروہ اشیاء کے بیان میں ہے﴾

فصل بیع میں کراہت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگیا ہے کہ مکروہ فاسد سے درجے میں کم تر ہوتا ہے۔ لیکن مکروہ ہوتا فاسد کے شعبہ سے ہے۔ پس اس کو فاسد کے ساتھ ہی ملا دیا گیا ہے اور اس سے مؤخر کیا گیا ہے۔ اور غالباً اس کی تحقیق یہ بھی ہے کہ اصول فقہ میں یہ اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ جب قباحت امر مجاور میں ہو اس کو مکروہ کہتے ہیں اور جب وہ وصف اتصالی کے ساتھ ہو تو وہ فاسد ہے اور اس کی ہم بیان کر چکے ہیں۔ (معنا یہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۲۸۰، بروت)

بیع نجش کا فقہی مفہوم اور اس کی حرمت پر اجماع

۱۔ 'نجش' سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو بلکہ ہوا دیکھے تو خواہ مخواہ اس کی قیمت بڑھا دے۔ اُس قیمت بڑھانے والے کا مقصد اُس چیز کو خریدنا نہ ہو بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہو کہ یہ چیز مہنگے داموں بک جائے۔ بعض اوقات یہ قیمت بڑھانے والے دکان دار کے ساتھ مل کر گاہک کو پھنسانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں دکان دار اور ایسی بولی لگانے والا دونوں اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ بعض اوقات دکان دار تو اس فعل میں شریک نہیں ہوتا لیکن قیمت بڑھانے والا اس نیت سے قیمت بڑھاتا رہتا ہے کہ خریدار کو نقصان ہو۔ ایسی صورت میں صرف قیمت بڑھانے والا ہی گناہ گار ہوگا۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هَذَا حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ 'وَالْبَيْعُ صَحِيحٌ' وَالْإِثْمُ مَخْتَصٌ بِالنَّجْشِ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ الْبَيْعِيُّ وَالْإِثْمُ وَالْإِثْمُ عَلَى ذَلِكَ إِنْمَا جَمِيعًا (شرح مسلم)

بیع نجش کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے، لیکن یہ بیع ہو جاتی ہے اگرچہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا اور گناہ اس کو ہوگا جس نے قیمت بڑھائی بشرطیکہ دکان دار کو اس کا علم نہ ہو اگر دکان دار بھی ساتھ ملا ہوا ہو تو دونوں گناہ گار ہوں گے۔ اس بیع کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اور دھوکے کی اسلام میں قطعی ممانعت ہے۔

بیع نجش سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ) وَهُوَ أَنْ يَزِيدَ فِي الثَّمَنِ وَلَا يُرِيدُ

الشِّرَاءُ لِيُرَغَبَ غَيْرُهُ وَقَالَ " (لَا تَنَاجَشُوا) "

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیع نجش سے منع کیا ہے اور نجش یہ ہے کہ انسان خرید و فروخت کے بغیر دوسرے کو راغب کرنے کے لئے قیمت میں اضافہ کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نجش نہ کرو۔

دوسرے کے ریٹ پر ریٹ لگانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَعَنِ السَّوْمِ عَلَى سَوْمِ غَيْرِهِ) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: (لَا يَسْتَمِ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ) "؛ وَلَآنَ فِي ذَلِكَ إِيْحَاشًا وَاضْرَارًا، وَهَذَا إِذَا تَرَاضَى الْمُتَعَاقِدَانِ عَلَى مَبْلَغٍ ثَمَنًا فِي الْمُسَاوَمَةِ، فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَرْكَنْ أَحَدُهُمَا إِلَى الْآخَرِ فَهُوَ بَيْعٌ مَنْ يَزِيدُ وَلَا بَأْسَ بِهِ عَلَى مَا نَذَرُوهُ، وَمَا ذَكَرْنَاهُ مُحْمَلُ النَّهْيِ فِي النِّكَاحِ أَيْضًا.

فرمایا: اور کوئی شخص دوسرے کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی انسان اپنے بھائی کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے اور نہ ہی اس کے پیغام پر اپنا پیغام نکاح دے۔ کیونکہ اس میں وحشت اور تکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں عقد کرنے والے ثمن کی مقدار پر ریٹ کرنے میں باہم راضی ہوں۔ مگر جب عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو یہ بیع میں نیلای ہے اور بیع میں نیلای کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر دیں گے۔ اور جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ نکاح میں بھی اس نئی کا وہی حل ہے۔

بیع تلقی جلب کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَعَنْ تَلْقَى الْجَلْبِ) وَهَذَا إِذَا كَانَ يَضُرُّ بِأَهْلِ الْبَلَدِ فَإِنْ كَانَ لَا يَضُرُّ فَلَا بَأْسَ بِهِ، إِلَّا إِذَا لَبَسَ السَّعَرُ عَلَى الْوَارِدِينَ فَحِينَئِذٍ يُكْرَهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْغُرُورِ وَالضَّرَرِ.

فرمایا: اور بیع تلقی جلب سے منع کیا گیا ہے اور یہ حکم تب ہے جب تلقی اہل مصر کے لئے نقصان دہ ہو اور اگر وہ نقصان دہ نہیں ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں البتہ جب تلقی آنے پر ریٹ کو چھپانے والا ہو تو وہ مکروہ ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں دھوکہ اور نقصان ہے۔

شہری کا دیہاتی سے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَعَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي) فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَبِيعُ الْحَاضِرُ لِلْبَادِي) وَهَذَا إِذَا كَانَ أَهْلُ الْبَلَدِ فِي قَحْطٍ وَعَوَزٍ، وَهُوَ أَنْ يَبِيعَ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ طَمَعًا فِي الثَّمَنِ الْغَالِي لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِضْرَارِ بِهِمْ أَمَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ لَا تَعْدَامُ الضَّرَرِ.

فرمایا: اور شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا منع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شہری دیہاتی کے لئے فروخت نہ

کرے۔ اور یہ مسلم تب ہے جب شہر والے قتلہ اور قتل میں متلاء ہیں اور شہری بندہ اور یہانی کو لڑاؤ ہے۔ یہ اس کی میں ہے
والے۔ کیونکہ اس کے سب سے اہل بلد کو تکلیف دہ کی مکر ہے اس طرح کی صورت سے سال و دو تو اس طرح میں ہوتی ہے۔ انہوں نے
کیونکہ نقصان ختم ہو چکا ہے۔

اذا ان چہ کے وقت لیجئے ممانعت کا بیان

قَالَ: (وَالْبَيْعُ عِنْدَ أَذَانِ الْمُحْتَمَةِ) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَذَرُوا الْبَيْعَ) ثُمَّ لَهُ إِعْلَالٌ، وَاحِبُ الشَّيْ
عَلَى بَعْضِ التَّوَجُّهِ، وَلَقَدْ ذَكَّرْنَا الْأَذَانَ الْمُغْتَبَرُ بِهِ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ .
قَالَ (وَكُلُّ ذَلِكَ يُكْرَهُ) لِمَا ذَكَّرْنَا، وَلَا يَفْسُدُ بِهِ الْبَيْعُ لِأَنَّ الْمَسَادَ فِي مَعْنَى خَارِجٍ (الْيَدِ لَا
فِي صُلْبِ الْعَقْدِ وَلَا فِي شَرَائِطِ الصَّحَةِ) قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعٍ مِنْ يَزِيدَ) وَتَفْسِيرُهُ مَا ذَكَّرْنَا .
وَلَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَاعَ لَدَعَا وَجَلَسَا بِبَيْعٍ مِنْ يَزِيدَ) ، وَلَوْلَا تَبَيُّعُ
الْفُقَرَاءِ وَالْحَاجَةِ مَاسَّةً إِلَى تَوْعِ مِنْهُ .

فرمایا: اور اذان جمعہ کے وقت کھینچ کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور تم حج کو بھی پہنچ دو۔ یہاں تک بعض اوقات اس کی وجہ سے سعی میں خلل اندازی ہوتی ہے اور کتاب مسلوٰۃ میں ہم اذان کے اکتہار کو بیان کر آئے ہیں۔

ہماری بیان کردہ سابقہ تمام صورتوں میں بیج مکروہ ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور اس سے بیج فاسد نہیں ہوگی کیونکہ فساد ایک عقد سے خارج اور زائد چیز ہے جو صلب عقد اور صحت عقد کی شرائط میں نہیں ہے۔

بیع میں فیلامی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی وضاحت ہم بیان کر آئے ہیں اور صحیح حکم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اور ایک کبھل کو نیدمی کے طور فروخت کیا اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ خریبوں کی بیع ہے اور اس سے ضرورت ثابت ہے۔

ذی رحم محرم دو چھوٹے غلاموں کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ مَلَكَ مَمْلُوكَيْنِ صَغِيرَيْنِ أَحَدُهُمَا ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْأُخْرَى لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُمَا، وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا كَبِيرًا) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلِيدِهَا فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحَبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ).

(وَرَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عُلَمَاءُ مَنِ أَخَوَيْنِ صَغِيرَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا فَعَلَ الْعُلَمَاءُ؟ فَقَالَ: بَغْتِ أَحَدَهُمَا، فَقَالَ: أَذْرِكَ أَذْرِكَ، وَيُرَوِّى: رُدَّهٗ رُدَّهٗ) ١
وَلَا أَنَّ الصَّغِيرَ يَسْتَأْنِسُ بِالصَّغِيرِ وَبِالْكَبِيرِ وَالْكَبِيرُ يَتَعَاهَدُهُ فَكَانَ لِي بَيْعُ أَحَدِهِمَا قَطْعُ
الِاسْتِئْنَاسِ، وَالْمَنْعُ مِنَ التَّعَاهُدِ وَلِهِيَ تَرْكُ الْمَرْحَمَةِ عَلَى الصِّغَارِ، وَقَدْ أَوْعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ الْمَنْعُ

مَعْلُولٌ بِالنِّقَابَةِ الْمُحَرَّمَةِ لِلنِّكَاحِ حَتَّى لَا يَدْخُلَ فِيهِ مَحْرَمٌ غَيْرُ قَرِيبٍ وَلَا قَرِيبٌ غَيْرُ
مَحْرَمٍ، وَلَا يَدْخُلَ فِيهِ الزَّوْجَانِ حَتَّى جَازَ التَّفْرِيقُ بَيْنَهُمَا؛ لِأَنَّ النَّصَّ وَرَدَ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ
فَيَقْتَضِرُ عَلَى مَوْرَدِهِ، وَلَا يُلْزَمُ مَنْ اجْتَمَعَ فِيهِمَا فِي مِلْكِهِ لِمَا ذَكَرْنَا، حَتَّى لَوْ كَانَ أَحَدُ
الصَّغِيرَيْنِ لَهُ وَالْآخَرُ لغيرِهِ لَا بَأْسَ بِبَيْعِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، وَلَوْ كَانَ التَّفْرِيقُ بِحَقِّ مُسْتَحِقٍّ لَا
بَأْسَ بِهِ كَدَفْعِ أَحَدِهِمَا بِالْجَنَائَةِ وَبَيْعِهِ بِالذَّيْنِ وَرَدِّهِ بِالْعَيْبِ؛ لِأَنَّ الْمَنْظُورَ إِلَيْهِ دَفْعُ الضَّرَرِ
عَنْ غَيْرِهِ لَا الْإِضْرَارُ بِهِ.

فرمایا: اور جب کوئی بندہ ایسے دو چھوٹے غلاموں کا مالک ہو کہ ان میں سے ایک دوسرے کا ذی رحم محرم ہے تو مالک
ان کے درمیان علیحدگی نہ کرائے۔ اور اگر ان میں سے ایک بڑا ہے تب بھی جدائی نہ کرائے اور اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی
حدیث دلیل ہے کہ جس نے شخص نے ماں اور اس کے بیٹے میں جدائی کرائی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس کے دوستوں سے
جدا کر دے گا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دو چھوٹے غلام بھائی ہدیہ کے طور عنایت فرمائے اور پھر ان سے
دریافت فرمایا: ان دونوں کا کیا کیا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا ہے تو آپ ﷺ نے
فرمایا: اس کو واپس لے آؤ، اس کو واپس لے آؤ جبکہ دوسری روایت میں بھی اس کو واپس لے آؤ، اس کو واپس لے آؤ کے الفاظ
ہیں۔ کیونکہ چھوٹا، چھوٹے، اور بڑا دونوں سے محبت کرتا ہے اور بڑا اس کی نگرانی کرتا ہے۔ پس ان میں سے کسی ایک کو فروخت کرنے
کی وجہ سے محبت ختم ہو جاتی ہے جس سے نگرانی سے روکنا اور چھوٹوں پر رحم نہ کرنا لازم آئے گا جبکہ ترک رحم پر وعید بیان ہوئی
ہے۔ اسی طرح جدائی کی ممانعت کی علت وہ قرابت ہے جو نکاح کحرام کرنے والی ہے حتیٰ کہ اس ممانعت میں محرم کے غیر قریبی اور
غیر محرم قریبی شخص شامل نہ ہوگا اور اس میں شوہر و زوجہ بھی داخل نہ ہوں گے کیونکہ ان کے درمیان تفریق جائز ہے کیونکہ نص خلاف
قیاس ہے۔ پس وہ نص اپنے درود پر رہے گی۔

آقا کی ملکیت میں دونوں کا اکٹھا ہونا لازم ہے حتیٰ کہ جب وہ صغیرین میں کسی ایک کا مالک بنا جبکہ دوسرے کا کوئی اور مالک بنا
ہے تو ان میں سے کسی ایک کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب تفریق کسی ثابت شدہ حق کے سبب سے ہے تو بھی اس
میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح صغیرین میں سے کسی ایک کو جنایت میں دینا ہے، یا قرض میں اس کو بیچنا ہے یا عیب کے سبب اس
کو واپس کرنا ہے کیونکہ تفریق روکنے کا مقصد دوسرے سے نقصان کو دور کرنا ہے نقصان دینا نہیں ہے۔

غلاموں کے درمیان تفریق کی کراہت کا بیان

قَالَ (فَإِنْ فَرَّقَ كُفْرًا لَهُ ذَلِكَ وَجَازَ الْعَقْدُ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي قَرَابَةِ
الْوِلَادِ وَيَجُوزُ فِي غَيْرِهَا. وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِمَا رَوَيْنَا، فَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْإِدْرَاكِ
وَالرَّذَى لَا يَكُونُ إِلَّا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ.

وَلَهُمَا أَنْ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ أَقْلِهِ فِي مَحَلِّهِ، وَالْمَا الْكَرَاهَةُ لِمَعْنَى مُجَاوِرٍ لَشَابَهُ كَرَاهَةِ
الْإِسْتِيَامِ (وَأَنْ كَانَا كَبِيرَيْنِ فَلَا بَأْسَ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى مَا وَرَدَ بِهِ النَّصُّ،
وَقَدْ صَحَّ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَفَرَّقَ بَيْنَ مَارِيَّةَ وَسِيرِينَ وَكَانَا أَمَتَيْنِ اخْتَيْنِ).

فرمایا۔ اور اگر اس نے ان میں تفریق کرادی تو یہ مکروہ ہے لیکن عقد جائز ہوگا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ولادت والی قرابت میں عقد جائز نہیں ہے۔ اور اسکے غیر میں جائز ہے۔ اور آپ علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ کسی میں بھی عقد جائز نہیں ہے۔ اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ حصول کا حکم اور واپسی کو حکم صرف بیع فاسد میں ہوتا ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اس کے اہل سے صادر ہوا ہے اور وہ اپنے محل میں منسوب بھی ہے جبکہ کراہت ایک ایسے حکم کی وجہ سے ہے جو عقد سے متصل ہے پس یہ ریث پر ریث کرنے والی کراہت کے مشابہ ہو جائے گی۔ اور جب مملوک غلام بڑے ہیں تو ان کے درمیان تفریق کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ نص میں وارد ہونے والے حکم میں آنے والے نہیں ہیں۔ اور یہ حکم درست ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماریہ بنت سیرین کے درمیان تفریق کی تھی۔ اور یہ دونوں باندیاں نہیں تھیں۔

بَابُ الْاِقَالَةِ

﴿یہ باب اقالہ کے بیان میں ہے﴾

باب اقالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اقالہ فاسد بیع اور مکروہ بیع کی خباثت سے بچنا ہے۔ اور یہ فسخ بیع فاسد و مکروہ کے ساتھ خاص ہے لہذا اس باب کو بیع فاسد اور بیع مکروہ کے باب کے ساتھ ہی ذکر کیا ہے کیونکہ یہ اقالہ قیل سے ہے نہ کہ قول سے ہے۔ اور اس میں ہمزہ سلب کا ہے جس طرف اہل لغت گئے ہیں کہ بیع کو قاف کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ (اقالہ یہ ایک طرح بیع فاسد و بیع مکروہ سے بچانے کا سبب یا ذریعہ ہے اس لئے اس حیلے کو محیل علیہ کے بعد ذکر کیا گیا ہے کیونکہ حیلہ ہمیشہ محیل علیہ کے بعد ذکر کیا جاتا ہے۔ رضوی غنی عنہ)۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۲۲۹، بیروت)

اقالہ کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اقالہ ایک خاص شرعی طریقے سے معاملہ فسخ کرنے کو اقالہ کہتے ہیں جس میں دونوں خریدار اور بیچنے والے اتفاق کر لیں۔ دو شخصوں کے مابین جو عقد ہوا ہے اس کے اٹھا دینے کو اقالہ کہتے ہیں یہ لفظ کہ میں نے اقالہ کیا، چھوڑ دیا، فسخ کیا یا دوسرے کے کہنے پر بیع یا ثمن کا پھیر دینا اور دوسرے کا لے لینا اقالہ ہے۔ نکاح، طلاق، عتاق، ابراء کا اقالہ نہیں ہو سکتا۔ دونوں میں سے ایک اقالہ چاہتا ہے تو دوسرے کو منظور کر لینا، اقالہ کر دینا مستحب ہے اور یہ مستحق ثواب ہے۔ اقالہ میں دوسرے کا قبول کرنا ضروری ہے یعنی تنہا ایک شخص اقالہ نہیں کر سکتا اور یہ بھی ضرور ہے کہ قبول اسی مجلس میں ہو لہذا اگر ایک نے اقالہ کے الفاظ کہے مگر دوسرے نے قبول نہیں کیا یا مجلس کے بعد کیا اقالہ نہ ہوا۔ مثلاً خریدار بیع کو بیچنے والا کے پاس واپس کرنے کے لیے لایا اس نے انکار کر دیا اقالہ نہ ہوا پھر اگر خریدار نے بیع کو بیچنے والے نے اس چیز کو استعمال بھی کر لیا اب بھی اقالہ نہ ہوا یعنی اگر خریدار ثمن واپس مانگتا ہے یہ ثمن واپس کرنے سے انکار کر سکتا ہے کیونکہ جب صاف طور پر انکار کر چکا ہے تو اقالہ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر ایک نے اقالہ کی درخواست کی دوسرے نے کچھ نہ کہا اور مجلس کے بعد اقالہ کو قبول کرتا ہے یا پہلے کوئی ایسا فعل کر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے منظور نہیں اس کے بعد قبول کرتا ہے تو قبول صحیح نہیں۔ (رد مختار، کتاب بیوع)

اقالہ کے جواز کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمان کی بیع کو واپس کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے

دن اس کے گناہ بخش دے گا (ابوداؤد ابن ماجہ) اور شرح السنۃ میں یہ روایت ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے جو مصابیح میں شریعہ شامی سے بطریق ارسال اقالہ جائز ہے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد سوم حدیث نمبر 106)

اقالہ کا مطلب ہے بیع کو واپس کر دینا یعنی فسخ کر دینا شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ بیع اور سلم میں قبل قبضہ بھی اور بعد قبضہ بھی اقالہ جائز ہے۔

اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے متصل نقل کیا ہے اسی طرح حاکم نے بھی اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ سے متصل ہی نقل کیا ہے، لیکن مصابیح میں یہ روای بطریق ارسال ان الفاظ میں منقول ہے حدیث (من اقال اخاه المسلم صفقة کرہا اقال اللہ عشرتہ یوم القیامۃ) جو شخص مسلمان کی کسی ناپسندیدہ بیع کو واپس کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا چنانچہ مؤلف مشکوٰۃ نے روایت کے آخری الفاظ کے ذریعہ گویا مصابیح کے مصنف علامہ بغوی پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب مصابیح میں اولیٰ کو ترک کیا ہے بایں طور کہ ابوداؤد و ابن ماجہ کی نقل کردہ یہ متصل روایت تو نقل نہیں کی بلکہ حدیث مرسل نقل کی ہے۔

ثمن اول پر اقالہ کے جواز کا بیان

(الْأَقَالَةُ جَائِزَةٌ فِي الْبَيْعِ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ أَقَالَ نَادِمًا بَيْعَتَهُ أَقَالَ اللَّهُ عَشْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) وَلَآنَ الْعَقْدَ حَقُّهُمَا فَيَمْلِكَانِ رَفْعَهُ دَفْعًا لِحَاجَتَيْهِمَا (فَإِنْ شَرَطَا أَكْثَرَ مِنْهُ أَوْ أَقَلَّ فَالْشَّرْطُ بَاطِلٌ وَبَرْدٌ مِثْلَ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ) .

وَالْأَصْلُ أَنَّ الْأَقَالَةَ فُسْخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ غَيْرِهِمَا إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَ جَعْلُهُ فُسْخًا فَيَبْطُلُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ بَيْعٌ إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَ جَعْلُهُ بَيْعًا فَيَجْعَلُ فُسْخًا إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَ فَيَبْطُلُ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ فُسْخٌ إِلَّا إِذَا تَعَدَّرَ جَعْلُهُ فُسْخًا فَيَجْعَلُ بَيْعًا إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَ فَيَبْطُلُ.

اور ثمن اول کی مثل پر بیع میں اقالہ کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی ندامت والے کی بیع کا اقالہ کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو دور کر دے گا۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ عقد عاقدین کا حق ہے پس وہ اپنی ضرورت کو دور کرنے کے لئے عقد کو ختم کرنے کے مالک بھی ہیں۔ اور اگر پہلی ثمن سے زیادہ یا اس سے کم کی شرط لگائی تو یہ شرط لگانا باطل ہوگا۔ اور بیچنے والا ثمن اول کی مثل کو واپس کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے بارے میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عاقدین کے حق میں اقالہ فسخ ہے اور ان کے سوا میں نئی بیع ہے مگر جب اس کو فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور یہ وضاحت حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ بیع ہے جبکہ اس کو بیع قرار دینا ممکن نہ ہو تو فسخ ہے مگر جب فسخ بھی ممکن نہ ہو

تو بیع باطل ہو جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ فسخ ہے اور اگر اس کو فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ بیع ہے مگر جب بیع قرار دینا بھی ممکن نہ ہو تو وہ باطل ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقالہ کی توضیح کا بیان

لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ اللَّفْظَ لِلْفَسْخِ وَالرَّفْعِ وَمِنْهُ يُقَالُ: أَقْلَيْتُ عَشْرَتِي فَتَوَقَّرَ عَلَيْهِ قَضِيَّتُهُ. وَإِذَا تَعَذَّرَ يُحْمَلُ عَلَى مُحْتَمَلِهِ وَهُوَ الْبَيْعُ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ بَيَّعَ فِي حَقِّ الثَّالِثِ: وَلَا بِيَّ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضَى.

وَهَذَا هُوَ حَدُّ الْبَيْعِ وَلِهَذَا يَبْطُلُ بِهَلَاكِ السِّلْعَةِ وَيُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَتَثْبُتُ بِهِ الشُّفْعَةُ وَهَذِهِ أَحْكَامُ الْبَيْعِ.

وَلَا بِيَّ حَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ اللَّفْظَ يُبَيِّنُ عَنِ الرَّفْعِ وَالْفَسْخِ كَمَا قُلْنَا، وَالْأَصْلُ إِعْمَالُ الْأَلْفَافِ فِي مُقْتَضَيَاتِهَا الْحَقِيقِيَّةِ، وَلَا يُحْتَمَلُ ابْتِدَاءُ الْعَقْدِ لِیُحْمَلَ عَلَيْهِ عِنْدَ تَعَذُّرِهِ؛ لِأَنَّهُ ضِدُّهُ وَاللَّفْظُ لَا يُحْتَمَلُ ضِدُّهُ فَتَعَيَّنَ الْبُطْلَانُ، وَكَوْنُهُ بَيَّعًا فِي حَقِّ الثَّالِثِ أَمْرٌ ضَرُورِيٌّ؛ لِأَنَّهُ يَثْبُتُ بِهِ مِثْلُ حُكْمِ الْبَيْعِ وَهُوَ الْمِلْكُ لَا مُقْتَضَى الصِّغَةِ، إِذْ لَا وَلايَةَ لَهُمَا عَلَى غَيْرِهِمَا،

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ لغت میں فسخ اور رفع دونوں کے لئے آتا ہے اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ میری لغزش کو دور کر دے۔ پس اقالہ کو لغوی معنی جو تقاضہ کر رہا ہے وہی دیا جائے گا۔ اور جب یہ معنی ناممکن ہو تو پھر اس کو احتمال والے معانی پر محمول کیا جائے گا۔ اور اس کا احتمال بیع ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ اقالہ تیسرے آدمی کے حق میں بیع ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ باہمی رضا کے ساتھ مال کے بدلے مال کے تبادلہ کا نام اقالہ ہے اور بیع کی تعریف بھی یہی ہے اور اسی دلیل کے سبب سامان کے ہلاک ہونے سے اقالہ باطل ہو جاتا ہے اور عیب کے سبب واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہ سب بیع کے احکام ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ رفع و فسخ دونوں کی خبر دینے والا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور قانون یہ ہے الفاظ کو ان کے معانی کا لباس پہنایا جائے۔ اور لفظ اقالہ ابتداءً عقد کا احتمال رکھنے والا نہیں ہے اس کو تو فسخ کے ناممکن ہونے کے وقت اپنایا جاتا ہے کیونکہ عقد کا فسخ ہونا یہ بیع کی ضد ہے اور لفظ اپنی ضد کا احتمال رکھنے والا نہیں ہوتا پس اقالہ کا باطل ہونا معین ہو چکا جبکہ اس کا تیسرے آدمی کے حق میں بیع ہونا ایک امر ضروری ہے کیونکہ اقالہ سے مثل بیع یعنی ملکیت ثابت ہوتی ہے جبکہ صیغہ اقالہ کا تقاضہ کرنے والا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ عاقبتین کو اپنے غیر پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔

ثبوت اقالہ کے بعد شرائط کا بیان

إِذَا بَكَتْ هَذَا لِقَوْلٍ: إِذَا شَرَطَ الْكَاتِبُ لِقَوْلِهِ عَلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ لِنَعْدْرِ الْفَسْخِ عَلَى الزِّيَادَةِ، إِذْ رَفَعَ مَا لَمْ يَكُنْ ثَابِتًا مُحَالٌ فَيَبْطُلُ الشَّرْطُ، لِأَنَّ الْإِقَالََةَ لَا تَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَائِدَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ، لِأَنَّ الزِّيَادَةَ يُمَكِّنُ اثْبَاتَهَا فِي الْعَقْدِ فَيَتَحَقَّقُ الرِّبَا أَوْ لَا يُمَكِّنُ اثْبَاتَهَا فِي الرِّفْعِ، وَكَذَا إِذَا شَرَطَ الْأَقْلَ لِمَا بَيْنَاهُ إِلَّا أَنْ يَحْدُثَ فِي الْمَبِيعِ عَيْبٌ فَحِينَئِذٍ جَازَتْ الْإِقَالََةُ بِالْأَقْلِ، لِأَنَّ الْحَظَّ يُجْعَلُ بِإِزَاءِ مَا قَاتَ بِالْعَيْبِ، وَعِنْدَهُمَا فِي شَرْطِ الزِّيَادَةِ يَكُونُ بَيْعًا، لِأَنَّ الْأَصْلَ هُوَ الْبَيْعُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ جَعَلَهُ بَيْعًا مُمَكِّنًا فَإِذَا زَادَ كَانَ قَاصِدًا بِهَذَا ابْتِدَاءَ الْبَيْعِ، وَكَذَا فِي شَرْطِ الْأَقْلِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ، لِأَنَّهُ هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ فُسْخٌ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ لَا سُكُوتٌ عَنْ بَعْضِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ، وَلَوْ سَكَتَ عَنِ الْكُلِّ وَقَالَ يَكُونُ فَسْخًا فَهَذَا أَوْلَى، بِخِلَافِ مَا إِذَا زَادَ، وَإِذَا دَخَلَهُ عَيْبٌ فَهُوَ فُسْخٌ بِالْأَقْلِ لِمَا بَيْنَاهُ.

اور جب اقالہ کی اصل ثابت ہو چکی ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب اس نے ثمن اول سے زائد کی شرط لگائی تو اقالہ ثمن اول پر ہوگا کیونکہ زیادتی پر فسخ ناممکن ہے۔ اور غیر ثابت شدہ چیز کو فسخ کرنا بھی ناممکن ہے پس شرط باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اقالہ شرائط فاسد کے سبب باطل ہونے والا نہیں ہے۔ بہ خلاف بیع کے۔ کیونکہ بیع کے عقد میں زیادتی کا ثابت ممکن ہے جس سے سود ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ بیع کو فسخ کرنے میں زیادتی کا ثبوت ممکن نہیں ہے۔ اور اسی طرح کا حکم ہے جب ثمن اول سے کم قیمت لگائی گئی اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہاں البتہ جب بیع میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اب ثمن اول سے کم پر اقالہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ کمی عیب کے سبب سے فوت شدہ بیع کے مقابلے میں ہوئی ہے۔

صاحبین کے نزدیک زیادتی کی شرط میں اقالہ بیع بن جائے گا۔ کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اصل بیع ہی ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کو بیع قرار دینا ممکن ہے پس جب ثمن اول پر اضافہ کیا ہے تو اضافے کے سبب وہ بیع کا ارادہ کرنے والا ہے۔ اور اسی طرح امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کم قیمت کی شرط پر بھی اقالہ بیع درست ہو جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک اصل بیع ہی ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ثمن اول سے کم کرنا یہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ اس ثمن کی بعض مقدار سے سکوت ہے کیونکہ ثمن اول ہی اس کی اصل تھی۔ اور جب سارے سکوت کرتے ہوئے کسی نے اقالہ کیا تو یہ فسخ ہوگا تو یہ بدرجہ اولیٰ فسخ ہوگا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ زیادتی کرے اور جب بیع میں کوئی عیب پیدا ہو تو یہ اقل کے ساتھ فسخ ہوگا اسی دلیل کے سبب

جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ثمن اول کے خلاف جنس پر اقالہ کرنے کا بیان

وَلَوْ أَقَالَ بِغَيْرِ جِنْسٍ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ فَهُوَ فَسَخٌ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَيَجْعَلُ التَّسْمِيَةَ لِفُرَاغِهِمَا بَيْعٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَلَوْ وَلَدَتْ الْمَبِيعَةَ وَلَدًا ثُمَّ تَقَايَلَا فَأَلَا قَالَهُ بَاطِلَةٌ عِنْدَهُ لِأَنَّ الْوَلَدَ مَانِعٌ مِنَ الْفَسَخِ، وَعِنْدَهُمَا تَكُونُ بَيْعًا وَإِلَا قَالَهُ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي الْمَنْقُولِ، وَغَيْرِهِ فَسَخٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ كَذَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْمَنْقُولِ لِتَعَدُّرِ الْبَيْعِ، وَفِي الْعَقَارِ يَكُونُ بَيْعًا عِنْدَهُ لِامْتِكَانِ الْبَيْعِ، فَإِنَّ بَيْعَ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ عِنْدَهُ.

اور جب کسی شخص نے ثمن اول کے خلاف جنس کے ساتھ اقالہ کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثمن اول پر نسخ ہو جائے گا جبکہ تسمیہ کو لغو قرار دیں گے، اور صاحبین کے نزدیک بیع ہو جائے گی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے۔

اور جب بیع باندی نے بیچے کو جنم دیا اس کے بعد عاتقین نے اقالہ کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اقالہ باطل ہے کیونکہ یہ بیع نسخ کو رد کرنے والا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اقالہ بیع ہے۔

منقولہ اور غیر منقولہ دونوں میں قبضہ سے پہلے اقالہ کرنا طرفین کے نزدیک نسخ ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک منقول میں نسخ ہے کیونکہ اس میں بیع ناممکن ہے جبکہ ان کے نزدیک عقار میں اقالہ بیع ہوگا کیونکہ بیع ممکن ہے کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک قبضہ سے پہلے زمین کی بیع کرنا جائز ہے۔

ہلاکت ثمن کا صحت اقالہ کے مانع نہ ہونے کا بیان

(قَالَ وَهَلَكَ الثَّمَنِ لَا يَمْنَعُ صِحَّةُ الْإِقَالَةِ وَهَلَكَ الْمَبِيعُ يَمْنَعُ مِنْهَا) لِأَنَّ رَفْعَ الْبَيْعِ يَسْتَدْعِي قِيَامَهُ وَهُوَ قَائِمٌ بِالْبَيْعِ دُونَ الثَّمَنِ (فَإِنْ هَلَكَ بَعْضُ الْمَبِيعِ جَارَتْ الْإِقَالَةُ فِي الْبَاقِي) ؛ لِقِيَامِ الْبَيْعِ فِيهِ، وَإِنْ تَقَايَضَا تَجُوزُ الْإِقَالَةُ بَعْدَ هَلَكَ أَحَدِهِمَا وَلَا تَبْطُلُ بِهِلَاكِ أَحَدِهِمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَبِيعٌ فَكَانَ الْمَبِيعُ بَاقِيًا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

فرمایا: ثمن کا ہلاک ہو جانا یہ صحت اقالہ کو رد کرنے والا نہیں ہے جبکہ بیع کی ہلاکت صحت اقالہ کو رد کرنے والی ہے کیونکہ بیع کو رفع کرنا یہ بیع کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ بیع، بیع سے قائم ہونے والی ہے ثمن سے قائم ہونے والی نہیں ہے۔ اور جب کچھ بیع ہلاک ہوئی تو بقیہ میں اقالہ جائز ہے کیونکہ بیع کا نسخ قیام اس میں بیع کو قائم کرنا ہے اور جب عقد کرنے والوں نے بیع مقایضہ کی تو دونوں اعواض میں کسی ایک کے ہلاک ہونے کے بعد اقالہ جائز ہوگا اور ان میں سے کسی ایک کی ہلاکت کے سبب اقالہ باطل نہ ہوگا کیونکہ ان میں سے ہر ایک بیع ہے پس بیع باقی رہنے والی ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔

بَابُ الْمُرَابَحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ

﴿یہ باب بیع مرابحہ و تولیہ کے بیان میں ہے﴾

باب مرابحہ و تولیہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب اصل سے فارغ ہوئے ہیں اور اصل ایسی بیع ہے جو بیوع لازمہ اور بیوع غیر لازمہ سے ہو۔ اب اس کے بعد ان دونوں کی انواع کو شروع کیا ہے جو ثمن سے متعلق ہیں اور وہ مرابحہ و تولیہ وغیرہ ہیں۔ پس اس کو ہم بیوع کے شروع میں ذکر کر آئے ہیں اور وہاں ہم نے اس کی تفصیل کا وعدہ کیا تھا اور اب یہ وہی مقام آ گیا ہے کہ جہاں کی تفصیل کو ذکر کر رہے ہیں۔ (مناہ شریعۃ الہدایہ، کتاب بیع، ج ۹، ص ۱۳۱، بیروت)

بیع مرابحہ و تولیہ کا مفہوم

تولیہ یہ ہے کہ جس قیمت میں کوئی چیز خریدی جائے اسی میں بیچ دی جائے۔ مرابحہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ جس میں اپنی قیمت خرید پر نفع لے کر فروخت کیا جائے، مثلاً ایک چیز دس روپے میں لے اور پندرہ روپے میں فروخت کر دے۔ مرابحہ، ایک مخصوص قسم کی تجارت ہے، جو تابع شریعت ہے۔ اس میں ایک فروخت کنندہ اپنا مال بیچنے سے پہلے صاف طور پر یہ کہہ دیتا ہے کہ اس نے اس شے کو کس قیمت پر خریدا تھا اور یہ فروخت کنندہ اس شے پر اس کو حاصل ہونے والے منافع کا اظہار بھی خریدنے والے پر کر دیتا ہے۔ اسلامی مالیاتی اداروں کے زیر عمل ایک انتہائی مقبول طریقہ ہے جس کے ذریعہ سود سے پاک رتنی لین دین کو فروغ دیا جاتا ہے اس طریقہ کو بالعموم، اثاثہ جات و جائیداد کے لیے مالیہ کی فراہمی، مائیکرو فنانس اور اشیاء کی درآمد و برآمد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ زائد از 100 کھرب ڈالر مالیاتی اشیاء کا مرابحہ بحالت موجودہ خلیج اور دیگر علاقوں میں سب سے زیادہ مقبول اور زبردست استعمال اسلامک رتنی مارکیٹ پر اڈکٹ ہے

بیع مرابحہ و تولیہ کے جواز کا بیان

قَالَ (الْمُرَابَحَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ، وَالتَّوْلِيَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ) وَالْبَيْعَانِ جَائِزَانِ؛ لِأَسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ الْجَوَازِ، وَالْحَاجَةُ مَأْسَّةً إِلَى هَذَا النَّوعِ مِنَ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الْغَبِيَّ الَّذِي لَا يَهْتَدِي فِي التِّجَارَةِ يَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يَعْتَمِدَ فِعْلَ الذَّكِيِّ الْمُهْتَدِي وَتَطْيِبُ نَفْسُهُ بِمِثْلِ مَا اشْتَرَى وَبِزِيَادَةِ رِبْحٍ

فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِجَوَازِهِمَا، وَلِهَذَا كَانَ مَبْنَاهُمَا عَلَى الْأَمَانَةِ وَالْإِخْتِرَازِ عَنِ الْبَيِّنَاتِ وَعَنْ شُبُهَتِهَا، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ الْهِجْرَةَ ابْتِغَاءَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعِيرَيْنِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَيْسَ أَحَدُهُمَا، فَقَالَ: هُوَ لَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: أَمَا بِغَيْرِ ثَمَنِ فَلَا).

فرمایا: اور بیع مرا بچہ یہ ہے کہ پہلے عقد کے ساتھ کسی ملکیت والی چیز کو ثمن اول پر اضافہ کے ساتھ منتقل کر دینا ہے۔ اور تولیہ یہ ہے کہ اپنی ملکیت والی چیز کو ثمن اول پر اضافہ کے بغیر منتقل کر دینا ہے۔ ان کے جواز کی شرائط جامع ہیں اس لئے یہ بیع جائز ہے۔ اور اس میں ہر قسم کی بیع کی ضرورت بھی ثابت ہے۔ کیونکہ وہ جاہل سے تجارت سے واقف نہیں ہے اس کو اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ عقل مند تاجر کے عمل پر بھروسہ کرے۔ کیونکہ جاہل کا دل ثمن اول اور اس میں زیادتی دونوں پر خوش ہونے والا ہے پس ان کے جائز ہونے کو تسلیم کرنا ضروری ہوا۔

اور یہی وجہ ہے کہ بیع مرا بچہ تولیہ ان دونوں کا دار و مدار امانت، خیانت اور شبہ خیانت سے بچنے کے لئے ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دواوت خریدے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے ایک اونٹ مجھے بطور تولیہ دے دو تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے لئے تو وہ بغیر کسی قیمت کے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: قیمت کے بغیر میں اس کو نہ لوں گا۔

مرا بچہ تولیہ کے صحیح ہونے کے لئے ثمن مثلی کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ الْمُرَابَحَةُ وَالْتَوَلِيَةُ حَتَّى يَكُونَ الْيَوْضُ مِمَّا لَهُ مِثْلٌ) لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مِثْلٌ لَوْ مَلَكَهُ مَلَكَهُ بِالْقِيَمَةِ وَهِيَ مَجْهُولَةٌ (وَلَوْ كَانَ الْمُشْتَرِي بَاعَهُ مُرَابَحَةً مِمَّنْ يَمْلِكُ ذَلِكَ الْبَدَلُ وَقَدْ بَاعَهُ بِرَبْحٍ دَرَاهِمٍ أَوْ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَكِيلِ مَوْصُوفٍ جَازٍ) لِأَنَّهُ يَقْدَرُ عَلَى الْوُقُوفِ بِمَا التَّزَمَ (وَأِنْ بَاعَهُ بِرَبْحٍ إِلَّا يَزِدُّهُ لَا يَجُوزُ) لِأَنَّهُ بَاعَهُ بِرَأْسِ الْمَالِ وَبِبَعْضِ قِيَمَتِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ، (وَيَجُوزُ أَنْ يُضِيفَ إِلَى رَأْسِ الْمَالِ أَجْرَةَ الْقَصَارِ وَالطَّرَازِ وَالصَّبْغِ وَالْقَتْلِ وَأَجْرَةَ حَمْلِ الطَّعَامِ) لِأَنَّ الْعُرْفَ جَارٍ بِالْحَاقِ هَذِهِ الْأَشْيَاءُ بِرَأْسِ الْمَالِ فِي عَادَةِ التَّجَارِ؛ وَلِأَنَّ كُلَّ مَا يَزِيدُ فِي الْمَبِيعِ أَوْ فِي قِيَمَتِهِ يَلْحَقُ بِهِ هَذَا هُوَ الْأَصْلُ، وَمَا عَدَدُنَاهُ بِهَذِهِ الصِّفَةِ؛ لِأَنَّ الصَّبْغَ وَأَخْوَابَهُ يَزِيدُ فِي الْعَيْنِ وَالْحَمْلُ يَزِيدُ فِي الْقِيَمَةِ إِذَا الْقِيَمَةُ تَخْتَلَفُ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ (وَيَقُولُ قَامَ عَلَى بَيْعِهِ كَذَا وَلَمْ يَقُلْ اشْتَرَيْتَهُ بِكَذَا) كَيْ لَا يَكُونَ كَاذِبًا وَسَوْفُ الْقَنَمِ بِمَنْزِلَةِ الْحَمْلِ، بِخِلَافِ أَجْرَةِ الرَّاعِي وَكَرَاءَةِ بَيْتِ الْحِفْظِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَزِيدُ فِي الْعَيْنِ وَالْمَعْنَى، وَبِخِلَافِ أَجْرَةِ التَّغْلِيمِ لِأَنَّ ثُبُوتَ الزِّيَادَةِ لِمَعْنَى فِيهِ وَهُوَ خَدَافَتُهُ.

فرمایا اور بیع مراہیہ وتولیہ درست نہیں ہے حتیٰ کہ ثمن مثلی ہو کیونکہ جب ثمن مثلی نہ ہو تو اب اگر کوئی شخص اس مال کا مالک بننا ہے تو وہ قیمت کے ذریعے سے ہوگا اور قیمت مجہول ہے اور جب خریدار نے بیع کو ایسے آدمی سے بطور مراہیہ خرید لیا جو اس بدل کا مالک ہے۔ اور وہ اس کو ایک درہم یا کسی معین کیل والی چیز سے نفع پر اس کو بیچ چکا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ وہ چیز کو پورا کرنے کی قدرت رکھنے والا ہے جو اس نے لازم کیا تھا۔

اور جب اس نے اسی نفع یا زیادہ نفع میں بیچا تو جائز نہیں ہے کیونکہ بیچنے والے نے رأس المال اور اس کے کچھ قیمت کے بدلے میں بیچ دیا ہے اس لئے کہ وہ ذوات امثال میں سے نہیں ہے۔ اور رأس المال کے ساتھ دھوبی کی اجرت، ڈرائنگ بنانے والے کی اجرت، پینٹنگ کرنے والے کی اجرت، رسی بنانے کی اجرت اور اناج کو پہنچانے کی اجرت ملا دینا جائز ہے کیونکہ اہل تجارت کے عرف میں ان چیزوں کی اجرت کو رأس المال کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو بیع یا اس کی قیمت میں زیادتی کرے اس کو رأس المال کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور ہماری بیان کردہ اشیاء اس صفت میں واقع ہیں کیونکہ رنگ اور اس کی ہم مثل اشیاء کے سبب میں اضافہ ہوتا ہے اور بوجھ اٹھانے سے بھی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ مکان کے تبدیلی کے سبب قیمت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

اور خریدار اس کہے گا کہ مجھے یہ چیز اتنے میں پڑ گئی ہے اور وہ اس طرح نہ کہے کہ میں نے یہ چیز اتنے کی خریدی ہے اس لئے کہ وہ جھوٹا نہ بنے۔ اور بکریوں کو ہانک کر لے جانا یہ نفلہ اٹھانے کے حکم میں ہے بہ خلاف چرواہے کی اجرت اور سیکورٹی گارڈ کے کرائے کے کیونکہ ان میں ہر ایک نہ عین بیع میں اضافہ کرنے والا ہے اور نہ ہی قیمت میں اضافہ کرتا ہے۔ اور بہ خلاف سپرد کرنے کی اجرت کے کیونکہ زیادتی کا حکم ایسے مفہوم کے سبب سے ہے جو بیع میں ہے یعنی اس کا ذہن ہوتا ہے۔

مراہیہ میں خریدار کا کسی خیانت پر مطلع ہونے کا بیان

(فَإِنْ أَطْلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى خِيَانَةٍ فِي الْمُرَابَحَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ وَإِنْ أَطْلَعَ عَلَى خِيَانَةٍ فِي التَّوْلِيَةِ أَسْقَطَهَا مِنَ الثَّمَنِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُحْطُ فِيهِمَا، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُخَيَّرُ فِيهِمَا) لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِغْتِبَارَ لِلتَّسْمِيَةِ؛ لِكَوْنِهِ مَعْلُومًا، وَالتَّوْلِيَةُ وَالْمُرَابَحَةُ تَرْوِيحٌ وَتَرْغِيبٌ فَيَكُونُ وَضْعًا مَرْغُوبًا فِيهِ كَوَضْعِ السَّلَامَةِ فَيَتَخَيَّرُ بِفَوَائِدِهِ، وَلَا يَبِيُّ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ كَوْنُهُ تَوْلِيَةً وَمُرَابَحَةً وَلِهَذَا يَنْعَقِدُ بِقَوْلِهِ وَلَيْتَكَ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ أَوْ بَعَثْتَ مُرَابَحَةً عَلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ إِذَا كَانَ ذَلِكَ مَعْلُومًا فَلَا بُدَّ مِنَ الْبِنَاءِ عَلَى الْأَوَّلِ وَذَلِكَ بِالْحِطِّ، غَيْرَ أَنَّهُ يُحْطُ فِي التَّوْلِيَةِ قَدْرُ الْخِيَانَةِ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ وَفِي الْمُرَابَحَةِ مِنْهُ وَمِنْ الرِّبْحِ، وَلَا يَبِيُّ حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يُحْطْ فِي التَّوْلِيَةِ لَا تَبْقَى تَوْلِيَةٌ؛ لِأَنَّهُ يَزِيدُ عَلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ فَيَتَغَيَّرُ

التَّصَرُّفُ فَتَعَيَّنَ الْحَقُّ وَلِي الْمُرَابَّحَةِ لَوْ لَمْ يُحِطْ تَبْقَى مُرَابَّحَةٌ وَإِنْ كَانَ يَتَفَاوَتْ الرِّبْحُ فَلَا
يَتَغَيَّرُ التَّصَرُّفُ لِأَمَكْنِ الْقَوْلِ بِالتَّخْيِيرِ، فَلَوْ هَلَكَ قَبْلَ أَنْ يَرُدَّهٗ أَوْ حَدَثَ فِيهِ مَا يَمْنَعُ الْفَسْخَ
يَلْزَمُهُ جَمِيعُ الثَّمَنِ لِي الرِّوَايَاتِ الظَّاهِرَةِ؛ لِأَنَّهُ مُجَرَّدُ خِيَارٍ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ كَخِيَارِ
الرُّوْيَةِ وَالشَّرْطِ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ؛ لِأَنَّهُ الْمُطَابَقَةُ بِتَسْلِيمِ الْفَائِتِ فَيَسْقُطُ مَا يُقَابِلُهُ عِنْدَ
عَجْزِهِ.

اور بیع مباح میں جب خریدار کسی خیانت پر مطلع ہوا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو
پوری قیمت کے بدلے میں اس کو حاصل کر لے اور اگر وہ چاہے تو اس کو ترک کر دے۔ اور جب وہ بیع تولیہ میں کسی خیانت پر مطلع ہوا
ہے تو وہ خیانت کی مقدار کے برابر قیمت کو ساقط کر دے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے: وہ دونوں بیوع میں خیانت کی مقدار کے برابر قیمت کو ساقط کر دے جبکہ امام محمد
علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں اس کو بیع لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قیمت اسی کا اعتبار کیا جائے گا جو بیان
ہوئی ہے۔ اس لئے کہ وہ معدوم ہے جبکہ تولیہ و مباح کا مقصد رغبت دلانا ہے پس ان کو ذکر کرنا یہ سلامتی کے وصف کے ساتھ مرغوب
فیہ میں ہوگا جس کے فوت ہونے پر خریدار کو اختیار مل سکتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں بیوع کا ذکر کرنا یہ ان کی اصل ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب
قیمت معلوم ہو تو بیچنے والا کا قول ”میں نے ثمن اول کے ساتھ تیرے ساتھ تولیہ کیا“ سے تولیہ اور میں نے تجھے بیچ دیا ہے سے مباح
منعقد ہو جائے گی۔ پس پہلے عقد پر دوسرے عقد کی بناء لازم ہوئی اور ایسا کم کرنے سے ہی ہوتا ہے جبکہ بیع تولیہ میں رأس المال
سے مقدار خیانت کم کی جائے گی اور بیع مباح میں رأس المال اور نفع دونوں میں کم کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب بیع تولیہ میں خیانت کی مقدار کم نہ کیا جائے تو وہ بیع تولیہ نہ رہے گی کیونکہ یہ
مقدار ثمن اول سے بڑھ جائے گی اور اس کا تصرف بھی بدل جائے گا پس کم کرنا معین ہو جائے گا اور بیع مباح میں جب مقدار کو تھوڑا
نہ کیا گیا تو وہ پھر بھی مباح باقی رہے گی خواہ اس کے نفع میں فرق ہے مگر پھر بھی تصرف نہیں بدلے گا۔ پس اس میں خریدار کو اختیار
دینا ممکن ہے۔

اور جب وہ واپس کرنے سے پہلے بیع ہلاک ہو جائے یا اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جو مانع فسخ ہے تو ظہر روایات کے
مطابق خریدار کو ساری ثمن ادا کرنا ضروری ہوگی۔ کیونکہ وہ فوت ہونے والی چیز کے حصے کو حوالے کرنے کا مطالبہ کرنے والا ہے پس
فوت ہونے والے حصے کو حوالے کرنے سے عاجز آنے کے وقت اس کے بدلے کی قیمت ساقط ہو جائے گی۔

کیڑے کو خرید کر نفع میں بیچ کر پھر خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَبَاعَهُ بِرِبْحٍ ثُمَّ اشْتَرَاهُ، فَإِنْ بَاعَهُ مُرَابَّحَةً طَرَحَ عَنْهُ كُلَّ رِبْحٍ كَانَ قَبْلَ

ذَلِكَ، فَإِنْ كَانَ اسْتَفْرَقَ الثَّمَنَ لَمْ يَبِعْهُ مُرَابَحَةً، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ: يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى الثَّمَنِ الْآخِرِ)۔

صُورَتُهُ: إِذَا اشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشْرَةٍ وَبَاعَهُ بِخَمْسَةِ عَشَرَ ثُمَّ اشْتَرَاهُ بِعَشْرَةٍ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً بِخَمْسَةِ وَيَقُولُ قَامَ عَلَى بِخَمْسَةِ، وَلَوْ اشْتَرَاهُ بِعَشْرَةٍ وَبَاعَهُ بِعِشْرِينَ مُرَابَحَةً ثُمَّ اشْتَرَاهُ بِعَشْرَةٍ لَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً أَصْلًا، وَعِنْدَهُمَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى الْعَشْرَةِ فِي الْفَضْلَيْنِ، لَهُمَا أَنَّ الْعَقْدَ الثَّانِيَّ عَقْدٌ مُتَجَدِّدٌ مُنْقَطِعٌ الْأَحْكَامِ عَنِ الْأَوَّلِ فَيَجُوزُ بِنَاءُ الْمُرَابَحَةِ عَلَيْهِ، كَمَا إِذَا تَخَلَّلَ ثَالِثٌ، وَلَا يَبِى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ شُبْهَةَ حُصُولِ الرَّبْحِ بِالْعَقْدِ الثَّانِي ثَابِتَةٌ، لِأَنَّهُ يَتَأَكَّدُ بِهِ بَعْدَ مَا كَانَ عَلَى شَرَفِ السَّقُوطِ بِالظُّهُورِ عَلَى غَيْبِ الشُّبْهَةِ كَالْحَقِيقَةِ فِي بَيْعِ الْمُرَابَحَةِ اخْتِيَاطًا وَلِهَذَا لَمْ تَجْزِ الْمُرَابَحَةُ فِيمَا أُخِذَ بِالصُّلْحِ لِشُبْهَةِ الْحَطِيطَةِ فَيَصِيرُ كَأَنَّهُ اشْتَرَى خَمْسَةَ وَثَوْبًا بِعَشْرَةٍ فَيُطْرَحُ عَنْهُ خَمْسَةٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا تَخَلَّلَ ثَالِثٌ، لِأَنَّ التَّأَكُّدَ حَصَلَ بِغَيْرِهِ۔

اور جب کسی شخص نے کوئی چیز خرید کر پھر اس کو نفع کے ساتھ بیچ دیا اور پھر اسی چیز کو خرید تو اب اگر اس کو مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو اس سے پہلے لیے گئے سارے منافع کو ثمن سے ساقط کر دے اور جب نفع ثمن کو گھیرنے والا ہے تو اب وہ اس کو بیع مرابحہ کے طور نہیں بیچ سکتا۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے: بیچنے والا اول کو دوسری قیمت پر بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی جب کسی شخص نے دس دراهم میں کوئی چیز خرید کر اس کو پندرہ دراهم میں بیچ دیا اور اس نے دوبارہ اسی چیز کو دس دراهم میں خرید لیا تو وہ اس چیز کو دوبارہ پانچ دراهم کے مرابحہ کے ساتھ بیچ سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہے گا کہ مجھے پانچ دراهم میں پڑا ہے۔

اور جب کسی دس دراهم میں چیز خرید کر اس کو بیس دراهم میں بیچ دیا اور اس کے بعد پھر اسی کو دس دراهم میں خرید لیا تو وہ اب اس چیز کو بیع مرابحہ کے طور نہیں فروخت کر سکتا۔ صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں پہلے بیچنے والا اس چیز کو دس دراهم پر بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے۔ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسرا عقد ایک نیا عقد ہے اور پہلے عقد سے الگ حکم رکھنے والا ہے۔ پس اس عقد پر بیع مرابحہ کی بناء کرنا جائز ہے جس طرح اس صورت میں ہوگا جب کوئی تیسرا شخص درمیان میں آجائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے عقد کے سبب نفع حاصل کرنے میں شبہ ظاہر ہو چکا ہے کیونکہ دوسرے عقد کے سبب وہ نفع ہو چکا ہے جبکہ عیب ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ نفع گرنے کے قریب تھا۔ پس احتیاط کے پیش نظر بیع مرابحہ میں شبہ کو حقیقت کا حکم دیا جائے گا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ قیمت کم کرنے کے شبہ کے سبب صلح میں لی جانے والی چیز میں بیع مرابحہ جائز نہیں ہے۔

پس پہلا بیچ والا تو اس طرح ہو جائے گا کہ گویا اس نے دس دراهم کے بدلے میں پانچ دراهم اور کپڑا دونوں چیزوں کو خرید لیا ہے کیونکہ اس سے پانچ دراهم ساقط کر دیئے گئے ہیں۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب کوئی تیسرا آدمی درمیان میں آگیا ہے کیونکہ اب نفع عقد ثانی کے سوا سے مؤکد ہونے والا ہے۔

عبد ماذون سے مراہجہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْعَبْدُ الْمَآذُونَ لَهُ فِي التِّجَارَةِ ثَوْبًا بِعَشْرَةٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِرَقَبَتِهِ فَبَاعَهُ مِنَ الْمَوْلَى بِخَمْسَةِ عَشَرَ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى عَشْرَةٍ، وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ الْمَوْلَى اشْتَرَاهُ فَبَاعَهُ مِنَ الْعَبْدِ) لَأَنَّ فِي هَذَا الْعَقْدِ شُبْهَةَ الْعَدَمِ بِجَوَازِهِ مَعَ الْمُنَافَى فَاعْتَبِرَ عَدَمًا فِي حُكْمِ الْمُرَابَحَةِ وَبَقِيَ الْإِعْتِبَارُ لِلأَوَّلِ فَصِيرٌ كَانَ الْعَبْدُ اشْتَرَاهُ لِلْمَوْلَى بِعَشْرَةٍ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ، وَكَانَتْهُ يَبِيعُهُ لِلْمَوْلَى فِي الْفَصْلِ الثَّانِي فَيَعْتَبَرُ الثَّمَنُ الْأَوَّلُ.

فرمایا: اور تجارت میں اذن دیئے گئے غلام نے جب دس دراهم میں کوئی کپڑا خریدا جبکہ اس پر اتنا قرض ہے جو اس کی ذات کو گھیرے ہوئے ہے اس کے بعد اس نے یہ کپڑا اپنے آقا کو پندرہ دراهم کے بدلے میں بیچ دیا تو آقا اس کو کپڑے کو دس دراهم پر بطور مراہجہ بیچ سکتا ہے۔ اور اسی طرح جب آقا نے دس دراهم میں کپڑا خریدا کہ اس کو اپنے عبد ماذون کو پندرہ دراهم میں بیچ دیا۔ منافہ بیچ کے ہوتے ہوئے بھی اس عقد کے جائز ہونے میں عدم جواز شبہ کا حکم ہے۔ پس مراہجہ کے حکم میں اس کو معدوم سمجھا جائے گا۔ پس پہلے عقد کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ پس یہ اسی طرح ہو چکا ہے کہ جب پہلی صورت میں غلام نے دس دراهم کے بدلے آقا کے لئے خریداری کی ہے اور دوسری صورت میں وہ دس دراهم پر آقا کو بیچ رہا ہے پس پہلی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

مضارب کے نصف منافع پر اقالہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ عَشْرَةٌ دَرَاهِمَ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشْرَةٍ وَبَاعَهُ مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِخَمْسَةِ عَشَرَ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً بِأَنْشَى عَشْرًا وَنِصْفٍ) لَأَنَّ هَذَا الْبَيْعَ وَإِنْ قُضِيَ بِجَوَازِهِ عِنْدَنَا عِنْدَ عَدَمِ الرِّبْحِ خِلَافًا لِزُفَرٍ وَرَحْمَةُ اللَّهِ مَعَ أَنَّهُ اشْتَرَى مَالَهُ بِمَالِهِ لِمَا فِيهِ مِنْ اسْتِفَادَةٍ وَلَا يَتَصَرَّفُ وَهُوَ مَقْصُودٌ وَالْإِنْعِقَادُ يَتَّبِعُ الْفَائِدَةَ فِيهِ شُبْهَةُ الْعَدَمِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ وَكَيْلٌ عَنْهُ فِي الْبَيْعِ الْأَوَّلِ مِنْ وَجْهِ فَاعْتَبِرَ الْبَيْعَ الثَّانِي عَدَمًا فِي حَقِّ نِصْفِ الرِّبْحِ.

فرمایا: اور جب مضارب کے پاس آدھا نفع پندرہ دراهم ہوں اور اس نے دس دراهم سے کوئی کپڑا خریدا کہ رب المال سے پندرہ دراهم میں اس کو فروخت کر دیا ہے تو رب المال اس کپڑے کو ساڑھے بارہ دراهم میں بطور مراہجہ بیچ سکتا ہے کیونکہ نفع ہونے کی حالت اگرچہ اس کو ہمارے نزدیک بیچ قرار دیا گیا ہے جبکہ امام زفر کا وہی اختلاف ہے۔

اور جب رب المال مال کے بدلے میں اپنا ہی مال خریدنے والا ہے کیونکہ اس میں ولایت تصرف کا فائدہ دینے والی ہے اور بیع میں مقصد یہی ہوتا ہے اور فائدہ انعقاد بیع کے بعد ہوتا ہے مگر اس میں بھی عدم جواز کا شبہ ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ مضر رب پہلی بیع میں ایک طرح رب المال کا وکیل ہوتا ہے کیونکہ آدھے نفع کے حق میں دوسرے بیع کو کا اعدم سمجھا گیا ہے۔

باندی کا خرید کے بعد کا نا ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَاعْوَرَّتْ أَوْ وَطِنَهَا وَهِيَ تَيْبٌ يَبِيعُهَا مُرَابَحَةً وَلَا يُبَيِّنُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَخْتَبِئْ عِنْدَهُ شَيْئًا يُقَابِلُهُ الثَّمَنُ؛ لِأَنَّ الْأَوْصَافَ تَابِعَةً لَا يُقَابِلُهَا الثَّمَنُ، وَلِهَذَا لَوْ فَاتَتْ قَبْلَ التَّسْلِيمِ لَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، وَكَذَا مَنَافِعُ الْبُضْعِ لَا يُقَابِلُهَا الثَّمَنُ، وَالْمَسْأَلَةُ فِيمَا إِذَا لَمْ يُنْقِضْهَا الْوَطْءُ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ أَنَّهُ لَا يَبِيعُ مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ، كَمَا إِذَا اخْتَبَسَ بِفِعْلِهِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ (فَأَمَّا إِذَا فَقَا عَيْنَهَا بِنَفْسِهِ أَوْ فَقَاَهَا أَجْنَبِيٌّ فَأَخَذَ أَرْضَهَا لَمْ يَبِيعْهَا مُرَابَحَةً حَتَّى يُبَيِّنَ) لِأَنَّهُ صَارَ مَقْصُودًا بِالْإِتْلَافِ لِقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، وَكَذَا إِذَا وَطِنَهَا وَهِيَ بَكْرٌ لِأَنَّ الْعُذْرَةَ جُزْءٌ مِنَ الْعَيْنِ يُقَابِلُهَا الثَّمَنُ وَقَدْ حَبَسَهَا

فرمایا: اور جب کسی شخص نے باندی کو خرید اور اس کے بعد کانی ہو گئی یا اس نے اس سے وطی کی جبکہ وہ شیبہ تھی تو وہ اس کو بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز رکھنے والی نہیں ہے جس کے بدلے میں قیمت ہو کیونکہ اوصاف تابع ہوتے ہیں اور ان کے بدلے میں ثمن نہیں آتا۔ اسی دلیل کے سبب سے ہے کہ جب خریدار کی طرف حوالے کرنے سے پہلے ہی اس کی آنکھ ختم ہو جائے تو ثمن سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا۔ اور اسی طرح نفع بضع کے بدلے میں بھی ثمن نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب باندی سے وطی کرنے کے سبب اس میں کوئی نقص نہ آیا ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے پہلے مسئلہ میں نقل کیا گیا ہے کہ خریدار وضاحت کرنے کے بغیر اس کو نہ بیچے جس طرح اس صورت میں ہے جب اسی عمل سے کوئی چیز مجبوس ہو گئی ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ہاں البتہ جب خریدار نے خود باندی کی آنکھ نکال دی یا کسی دوسرے نے پھوڑی اور خریدار نے اس سے جرمانہ وصول کر لیا تو اب بغیر وضاحت خریدار اس کو بطور مرابحہ نہیں بیچ سکتا کیونکہ تلف کے سبب ایسا مقصود آ گیا ہے جس کے بدلے میں قیمت ہے۔ اور اسی طرح جب خریدار نے باندی سے وطی کی حالانکہ وہ باکرہ تھی کیونکہ دوشیزہ ہونا یہ باندی کی ذات کا ایک حصہ ہے جس کے بدلے میں قیمت ہے جبکہ خریدار نے اس کو روک رکھا ہے۔

کپڑے کے جلنے کے بعد مرابحہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَأَصَابَهُ قَرَضٌ فَأَرِ أَوْ حَرَقَ نَارٌ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ، وَلَوْ تَكَسَّرَ بِنَشْرِهِ وَطْنِهِ لَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً حَتَّى يُبَيِّنَ) وَالْمَعْنَى مَا بَيَّنَّاهُ.

لے لے اور جب کسی شخص نے کپڑا خریدا تو اس کو چوہے نے کاٹ دیا یا اس کو آگ نے جلا دیا تو خریدار بغیر کسی وضاحت اس کو بیچ سکتا ہے اور جب خریدار کے کھولنے اور تہہ لگانے کے سبب کپڑا پھٹ جائے تو بغیر کسی وضاحت کے اس بطور مراہجہ بیچنا درست نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ادھار غلام خرید کر اس میں مراہجہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى غُلَامًا بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ نَسِيئَةً فَبَاعَهُ بِرُبْحٍ مِائَةٍ وَلَمْ يَبَيِّنْ فَعَلِمَ الْمُشْتَرِي، فَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ، وَإِنْ شَاءَ قَبِلَ)؛ لِأَنَّ لِلْأَجَلِ شَبَهًا بِالسَّمِيعِ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يُزَادُ فِي الثَّمَنِ لِأَجْلِ الْأَجَلِ، وَالشُّبُهَةُ فِي هَذَا مُلْحَقَةٌ بِالْحَقِيقَةِ فَصَارَ كَأَنَّهُ اشْتَرَى شَيْئَيْنِ وَبَاعَ أَحَدَهُمَا مُرَابَحَةً بِثَمَنِهِمَا، وَالْإِقْدَامُ عَلَى الْمُرَابَحَةِ يُوجِبُ السَّلَامَةَ عَنْ مِثْلِ هَذِهِ الْخِيَانَةِ، فَإِذَا ظَهَرَتْ يُخَيَّرُ كَمَا فِي الْعَيْبِ (وَإِنْ اسْتَهْلَكَهُ ثُمَّ عَلِمَ لَزِمَهُ بِأَلْفٍ وَمِائَةٍ)؛ لِأَنَّ الْأَجَلَ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، قَالَ: (فَإِنْ كَانَ وَلَاهُ إِيَّاهُ وَلَمْ يَبَيِّنْ رَدَّهُ إِنْ شَاءَ، لِأَنَّ الْخِيَانَةَ فِي التَّوْلِيَةِ مِثْلُهَا فِي الْمُرَابَحَةِ؛ لِأَنَّهُ بِنَاءٌ عَلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ) (وَإِنْ كَانَ اسْتَهْلَكَهُ ثُمَّ عَلِمَ لَزِمَهُ بِأَلْفٍ حَالِيَةً) لِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَرُدُّ الْقِيَمَةَ وَيَسْتَرِدُّ كُلَّ الثَّمَنِ، وَهُوَ نَظِيرُ مَا إِذَا اسْتَوْفَى الزُّيُوفَ مَكَانَ الْجِيَادِ وَعَلِمَ بَعْدَ الْإِتْفَاقِ، وَسَيَأْتِيكَ مِنْ بَعْدِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَقَبْلَ يُقْرَمُ بِثَمَنِ حَالٍ وَبِثَمَنِ مُؤَجَّلٍ فَيَرْجِعُ بِفَضْلِ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ الْأَجَلُ مَشْرُوطًا فِي الْعَقْدِ وَلَكِنَّهُ مُنْجَمٌ مُعْتَادٌ قَبْلَ لَا بُدَّ مِنْ بَيَانِهِ؛ لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ كَالْمَشْرُوطِ، وَقَبْلَ يَبِيعُهُ وَلَا يَبِينُهُ؛ لِأَنَّ الثَّمَنَ حَالٌ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے بدلے میں ادھار غلام خریدا تو اس کو وضاحت کیے بغیر سو درہم کے نفع پر اس کو بیچ دیا اس کے بعد خریدار کو پتہ چل گیا تو اس کو اختیار وہ چاہے تو بیع کو واپس کرے اور چاہے تو اس کو قبول کرے۔ کیونکہ میعاد بیع کے مشابہ ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ میعاد کے سبب ثمن میں زیادتی کردی جاتی ہے اور اس باب میں شبہ حقیقت کے ساتھ ملنے والا ہے۔ تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ خریدار نے دو چیزوں کو خرید کر ان میں سے ایک کو دونوں کی قیمت پر مراہجہ کرتے ہوئے بیچ دیا اور مراہجہ پر اقدام کرنا ایسی سلامتی کو واجب کرنے والا ہے جو اس کی مثل خیانت سے بچانے والا ہے اور خیانت ظاہر ہو جائے تو خریدار کو اختیار دیا جائے گا جس طرح عیب میں ہوتا ہے اور جب دوسرے خریدار نے بیع کو ہلاک کیا اس کے بعد اس کو پتہ چلا تو اس پر گیارہ سو درہم لازم ہوں گے۔ کیونکہ میعاد کے بدلے میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتی۔

اور جب پہلے خریدار نے دوسرے خریدار کو وہ غلام بطور تولیہ دیا اور اس کی وضاحت نہ کی تو اب اگر دوسرا خریدار چاہے تو رد کر دے۔ کیونکہ تولیہ کی خیانت مراہجہ کی طرح ہے اور تولیہ بھی پہلی قیمت پر مبنی ہے اور جب بیع کو ہلاک کر دینے کے بعد دوسرے

خریدار کو خیانت کا پتہ چلا تو اس پر ایک ہزار نقد واجب ہوں گے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ دوسرا خریدار پوری قیمت لیکر اس غلام کی قیمت دیدے۔ اور یہ حکم اس
مسئلہ کی مثل ہے جب قرض خواہ نے اپنے مدیون کھرے دراہم کی جگہ پر کھوٹے دراہم وصول کر لیے ہوں اور خرچ کرنے کے بعد
اس کو پتہ چلا ہے اور غم قریب ان شاء اللہ یہ مسئلہ بھی آجائے گا۔

ایک قول کے مطابق نقد اور ادھار ثمن پر بیع کا اندازہ کیا جائے گا اور جب دوسرا خریدار ان کے درمیان فرق کو واپس لے لیتا
ہے۔ اور جب میعاد عقد میں بطور شرط نہ ہو اور بطور قسط ادا کرنا بھی معاد ہے تو کہا گیا ہے کہ اس صورت میں وضاحت ضروری ہے
اور ایک دوسرے قول کے مطابق بغیر کسی وضاحت کے اس کو فروخت کر سکتا ہے کیونکہ ثمن نقد ہے۔

ثمن مجہول ہونے کے سبب بیع فاسد ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَلَّى رَجُلًا شَيْئًا بِمَا قَامَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَعْلَمْ الْمُشْتَرِي بِكُم قَامَ عَلَيْهِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ)
لِجَهَالَةِ الثَّمَنِ (فَإِنْ أَعْلَمَهُ الْبَائِعُ، يَعْنِي فِي الْمَجْلِسِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَإِنْ شَاءَ
تَرَكَهُ) لِأَنَّ الْفَسَادَ لَمْ يَتَقَرَّرْ، فَإِذَا حَصَلَ الْعِلْمُ فِي الْمَجْلِسِ جُعِلَ كَأَيْتِدَاءِ الْعَقْدِ وَصَارَ
كَتَأْخِيرِ الْقَبُولِ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ وَبَعْدَ الْإِفْتِرَاقِ قَدْ تَقَرَّرَ فَلَا يُقْبَلُ إِلَّا صُلَاحٌ، وَنَظِيرُهُ بَيْعُ
الشَّيْءِ بِرَقْمِهِ إِذَا عَلِمَ فِي الْمَجْلِسِ، وَأَمَّا يَتَخَيَّرُ لِأَنَّ الرِّضَا لَمْ يَتِمَّ قَبْلَهُ لِعَدَمِ الْعِلْمِ
فَيَتَخَيَّرُ كَمَا فِي خِيَارِ الرُّوْيَةِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی سے اس قیمت پر کوئی چیز تولیہ کے طور پر فروخت کی جتنے کی وہ اس کو
پڑی تھی۔ اور خریدار کا اس علم نہیں ہے کہ وہ چیز بیچنے والے کو کتنے میں پڑی تھی تو ثمن کی جہالت کے سبب بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر
بیچنے والا خریدار کو ثمن عقد میں باخبر کرنے والا ہے تو خریدار کو اختیار ہوگا خواہ وہ اس کو لے یا چھوڑ دے۔ کیونکہ ابھی تک فساد پکا نہیں
ہوا۔

اور جب مجلس عقد میں ثمن کا پتہ چل گیا تو یہ ابتدائے عقد میں علم کی طرح ہے اور آخر مجلس تک قبولیت میں تاخیر کرنے کی طرح
ہو جائے گا اور مجلس سے الگ ہونے کے بعد فساد پکا ہو چکا ہے کیونکہ اب وہ اصلاح کو قبول کرنے والا نہیں ہے اور اس کی مثال لکھ
دی گئی قیمت کسی چیز کو بیچنا ہے مگر شرط یہ ہے کہ مجلس عقد میں ہی قیمت کا علم ہو اور خریدار کو اختیار اس لئے دیا جائے گا کہ ثمن کی مقدار
جاننے سے پہلے علم نہ ہونے کی وجہ سے رضامندی مکمل ہونے والی نہ تھی۔ پس خیار رویت کی طرح اس میں اختیار دے دیا جائے
گا۔

فصل

﴿یہ فصل مراجمہ و تولیہ کے مسائل متفرقہ کے بیان میں ہے﴾

فصل مراجمہ و تولیہ کے مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس فصل کو الگ ذکر کرنے کا سبب ظاہر ہے اور وہ یہ ہے بعض مسائل ایسے ہیں جو مراجمہ کے باب میں سے نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ مسائل مراجمہ سے مطرد ہیں کیونکہ وہ تعریف مراجمہ سے باہر ہیں اور وہ کسی قید کے ساتھ مقید ہیں۔ لہذا وہ ان اوصاف سے خالی ہوئے ہیں جو مراجمہ و تولیہ میں ہوتے ہیں پس اسی سبب سے ان مسائل کو مصنف علیہ الرحمہ نے ایک الگ فصل میں ذکر کیا ہے اور ان مسائل کو بیع مراجمہ و تولیہ سے مؤخر ذکر کرنے کا سبب مسائل شنی کی طرح بعض قیود کے ساتھ یہ بھی مراجمہ و تولیہ میں ملنے والے ہیں۔ (عناہ شرح الہدایہ، بشرف، کتاب بیع، ج ۹، ص ۲۶۷، بیروت)

منقولات و محولات کو قبضہ سے پہلے بیچنے کی ممانعت کا بیان

وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا مِنْهُمَا يُنْقَلُ وَيَحْوَلُ لَمْ يَجْزْ لَهُ بَيْعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ مَا لَمْ يَقْبِضْ وَلَآنَ فِيهِ غَرَرٌ أَنْفَسَاخِ الْعَقْدِ عَلَى اعْتِبَارِ الْهَلَاكِ .

اور جس شخص نے منقولات اور محولات میں سے کسی چیز کو خریدا تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا منع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قبضہ میں نہ ہونے والی اشیاء کی بیع سے منع کیا ہے۔ اور اس دلیل سے بھی منع ہے کہ ہلاکت کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں منع عقد کا دھوکہ ہے۔

قبضہ سے پہلے زمین بیچنے کا بیان

(وَيَجُوزُ بَيْعُ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ) رُجُوعًا إِلَى إِطْلَاقِ الْحَدِيثِ وَاعْتِبَارًا بِالْمَنْقُولِ وَصَارَ كَالْإِجَارَةِ، وَلَهُمَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدْرَ مَنْ أَهْلِيهِ فِي مَجْلِيهِ، وَلَا غَرَرُ فِيهِ؛ لِأَنَّ الْهَلَاكَ فِي الْعَقَارِ نَادِرٌ، بِخِلَافِ الْمَنْقُولِ، وَالْغَرَرُ الْمَنْهَى عَنْهُ غَرَرُ أَنْفَسَاخِ الْعَقْدِ، وَالْحَدِيثُ مَعْلُومٌ بِهِ عَمَلًا بِدَلَالِ الْجَوَازِ وَالْإِجَارَةِ، قِيلَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ؛ وَلَوْ سَلَّمَ قَالَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ فِي الْإِجَارَةِ الْمَنَافِعُ وَهَلَاكُهَا غَيْرُ نَادِرٍ .

شیخین کے نزدیک قبضہ سے پہلے زمین کو بیچنا جائز ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث کے مطلق ہونے اور اس کو منقول پر اعتبار کرتے ہوئے کہا ہے۔ اور یہ اجارہ کی طرح ہو جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اپنے اہل سے صادر ہوا ہے اور اپنے محل کی جانب منسوب ہوا ہے اور اس میں دھوکہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ زمین کا ہلاک ہونا شاذ و نادر ہے بہ خلاف منقول کے اور ایسا دھوکہ سے منع کیا گیا ہے اور وہ عقد کے نسخ ہونے کا دھوکہ ہے پس جواز بیع کے دلائل پر عمل کرتے ہوئے حدیث کو مذکورہ دھوکہ کے ساتھ ہی منحصر کر دیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اجارہ کا اختلاف بھی اسی طرح ہے اور جب تسلیم کر لیا جائے تو اجارہ کا نفع معقود علیہ ہوتے ہیں اور ان کی ہلاکت بھی شاذ ہے۔

دوسرے کے مال میں تصرف کی حرمت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى مَكِيلًا مَكَايِلَةً أَوْ مَوْزُونًا مَوَازِنَةً فَأَكْتَالَهُ أَوْ أَتَزَنَهُ ثُمَّ بَاعَهُ مَكَايِلَةً أَوْ مَوَازِنَةً لَمْ يَجْزِ لِلْمُشْتَرِي مِنْهُ أَنْ يَبْعَهُ وَلَا أَنْ يَأْكُلَهُ حَتَّى يُعِيدَ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ) (لَا النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ صَاعَانِ: صَاعُ الْبَائِعِ، وَصَاعُ الْمُشْتَرِي)؛ وَلَئِنْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَزِيدَ عَلَى الْمَشْرُوطِ وَذَلِكَ لِلْبَائِعِ وَالتَّصَرُّفُ فِي مَالِ الْغَيْرِ حَرَامٌ فَلْيَجِبُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَهُ مُجَازِفَةً؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ لَهُ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ الثُّوبَ مُذَارَعَةً؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ لَهُ إِذَا الذَّرْعُ وَصَفَ فِي الثُّوبِ، بِخِلَافِ الْقَدْرِ، وَلَا مُعْتَبَرُ بِكَيْلِ الْبَائِعِ قَبْلَ الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ بِحَضْرَةِ الْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ صَاعُ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي وَهُوَ الشَّرْطُ، وَلَا بِكَيْلِهِ بَعْدَ الْبَيْعِ بِغِيَةِ الْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ الْكَيْلَ مِنْ بَابِ التَّسْلِيمِ؛ لِأَنَّ بَصِيرَتَهُ الْمَبِيعُ مَعْلُومًا وَلَا تَسْلِيمَ إِلَّا بِحَضْرَتِهِ، وَلَوْ كَالَهُ الْبَائِعُ بَعْدَ الْبَيْعِ بِحَضْرَةِ الْمُشْتَرِي فَقَدْ قِيلَ لَا يُكْتَفَى بِهِ لِظَاهِرِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّهُ أُعْطِيَ صَاعَيْنِ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يُكْتَفَى بِهِ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ صَارَ مَعْلُومًا بِكَيْلِ وَاحِدٍ وَتَحَقَّقَ مَعْنَى التَّسْلِيمِ، وَمَحْمَلُ الْحَدِيثِ اجْتِمَاعُ الصَّفَقَتَيْنِ عَلَى مَا نَبَّيْنُ فِي بَابِ السَّلَامِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَلَوْ اشْتَرَى الْمَعْدُودَ عَدًّا فَهُوَ كَالْمَذْرُوعِ فِيمَا يُرَوَّى عَنْهُمَا لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالِ الرِّبَا، وَكَالْمَوْزُونِ فِيمَا يُرَوَّى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ لَا تَحِلُّ لَهُ الزِّيَادَةُ عَلَى الْمَشْرُوطِ.

اور جس شخص نے کوئی کیل والی چیز تاپ کر خریدی یا اس نے کوئی موزونی چیز کو وزن کر کے خرید لیا پھر اس نے اس کو تاپ لیا یا اس کا وزن کر لیا اور اس کے بعد تاپ یا وزن کے مطابق اس کو بیچ دیا تو اس کو خریدنے والے کے لئے تاپ کرنے یا وزن کرنے کا اعادہ کیے بغیر اس چیز کی فروخت یا اس کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے غلہ کی بیع سے منع کیا ہے حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری ہوں ایک صاع بیچنے والا کا جبکہ دوسرا خریدار کا ہے۔ اور اس لئے بھی ہے کہ مکملی و موزونی چیز میں مشروط سے

مقدار کے بڑھ جانے کا احتمال ہے اور یہ زیادہ چیز بیچنے والے کی ہے کیونکہ دوسرے کے مال میں تصرف کرنا حرام ہے۔ پس اس سے اجتناب ضروری ہوگا۔ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے اندازے کے ساتھ بیچ دیا ہو کیونکہ اب زیادتی خریدار کی ہے۔ یہ خلاف اس کے کہ جب کسی نے کپڑے کو گز کے ساتھ بیچا ہے کیونکہ اب بھی زیادتی خریدار کی ہے کیونکہ گز کپڑے کا وصف ہے۔ یہ خلاف مقدار کے، اور بیع سے پہلے بیچنے والا کاناپ کرنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ خواہ دوسرے خریدار کی موجودگی میں ایسا کیا ہے کیونکہ یہ بیچنے والا اور خریدار کا صاع نہیں ہے جبکہ شرط بھی یہی ہے۔

اور بیع کے بعد خریدار کے موجود نہ ہونے کے وقت میں کیل کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ کیل یہ سپرد کرنے کے حکم سے ہے کیونکہ اسی سے بیع کا پتہ چلتا ہے جبکہ خریدار کے موجود نہ ہونے کی صورت میں سپرد کرنا ممکن نہیں ہے اور جب بیع کے بعد بیچنے والے نے خریدار کی موجودگی میں بیع کا ناپ کیا ہے تو کہا گیا ہے کہ حدیث کے ظاہری حکم کے مطابق یہ کیل کرنا کافی نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو صاع کا اعتبار کیا ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ یہی کافی ہو جائے گا کیونکہ ایک ہی کیل سے بیع کا پتہ چل چکا ہے اور سپرد کرنے کا حکم بھی ثابت ہو چکا ہے اور حدیث کا محمل دو عقدوں کا اجتماع ہے جس طرح ہم باب سلم میں ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور جب کسی شخص نے عدد والی چیز کو گنتی کے ساتھ خرید لیا تو صاحبین کے نزدیک وہ مذروع کی طرح ہے کیونکہ یہ مال سود نہیں ہے جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ چیز موزون کی طرح ہے کیونکہ مشروط پر زیادتی خریدار کے لئے حلال نہیں ہے۔

قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کا بیان

قَالَ (وَالْتَصَرُّفُ فِي الثَّمَنِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ لِقِيَامِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلَيْسَ فِيهِ غَرَرُ الْإِنْفِسَاخِ بِالْهَلَاكِ لِعَدَمِ تَعَيُّنِهَا بِالتَّعْيِينِ، بِخِلَافِ الْمَبِيعِ، قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمُشْتَرِي أَنْ يَزِيدَ لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ وَيَجُوزُ لِلْبَائِعِ أَنْ يَزِيدَ لِلْمُشْتَرِي فِي الْمَبِيعِ، وَيَجُوزُ أَنْ يَحْطَّ مِنَ الثَّمَنِ وَيَتَعَلَّقُ إِلَّا سِتْحَقَاقُ بِجَمِيعِ ذَلِكَ) فَالزِّيَادَةُ وَالْحَطُّ يُلْتَحِقَانِ بِأَصْلِ الْعَقْدِ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ زُفَرٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمُ اللَّهُ لَا يَصَحَّانِ عَلَى اعْتِبَارِ الْإِلْتِحَاقِ، بَلْ عَلَى اعْتِبَارِ ابْتِدَاءِ الصِّلَةِ، لَهُمَا أَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ تَصْحِيحُ الزِّيَادَةِ ثَمَنًا؛ لِأَنَّهُ يُصَيِّرُ مِلْكَهُ عَوَضَ مِلْكِهِ فَلَا يُلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ، وَكَذَا الْحَطُّ؛ لِأَنَّ كُلَّ الثَّمَنِ صَارَ مُقَابِلًا بِكُلِّ الْمَبِيعِ فَلَا يُمَكِّنُ اخْرَاجَهُ فَصَارَ بَرًّا مُبْتَدَأً، وَلَنَا أَنَّهُمَا بِالْحَطِّ وَالزِّيَادَةِ يُغَيِّرَانِ الْعَقْدَ مِنْ وَصْفِ مَشْرُوعٍ إِلَى وَصْفِ مَشْرُوعٍ وَهُوَ كَوْنُهُ رَابِعًا أَوْ خَاسِرًا أَوْ عَدْلًا، وَلَهُمَا وَلَا يَبُذَلُ الرُّفْعُ فَأَوْلَى أَنْ يَكُونَ لَهُمَا وَلَا يَبُذَلُ التَّغْيِيرُ، وَصَارَ كَمَا إِذَا أَسْقَطَا الْخِيَارَ أَوْ شَرَطَاهُ بَعْدَ الْعَقْدِ، ثُمَّ إِذَا صَحَّ يُلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ؛ لِأَنَّ وَصْفَ الشَّيْءِ يَقُومُ بِهِ لَا بِنَفْسِهِ، بِخِلَافِ حَطِّ الْكُلِّ؛ لِأَنَّهُ تَبْدِيلٌ لَا ضَلِيلٌ لَا تَغْيِيرٌ لَوْ صُفِيَ فَلَا يُلْتَحِقُ بِهِ،

وَعَلَىٰ اِغْتِبَارِ اِلَالْتِمَاقِ لَا تَكُونُ الزِّيَادَةُ عَوَضًا عَنْ مِلْكِهِ. وَيُظْهَرُ حُكْمُ اِلَالْتِمَاقِ فِي التَّوَلِيَةِ
وَالْمُرَابَحَةِ حَتَّىٰ يَجُوزَ عَلَى الْكُلِّ فِي الزِّيَادَةِ وَيَتَأَيَّرُ عَلَى التَّالِي فِي الْحَبْطِ وَفِي الشُّفْعَةِ
حَتَّىٰ يَأْخُذَ بِمَا تَقَىٰ فِي الْحَبْطِ. وَانَّمَا كَانَ لِلشُّفْعِ أَنْ يَأْخُذَ بِذَوْنِ الزِّيَادَةِ لِمَا فِي الزِّيَادَةِ مِنْ
اِبْطَالِ حَقِّهِ الثَّابِتِ فَلَا يَمْلِكُ اِيَّاهُ. ثُمَّ الزِّيَادَةُ لَا تَصِحُّ بَعْدَ هَلَاكِ الْمَبِيعِ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ
وَلَا أَنَّ الْمَبِيعَ لَمْ يَبْقَ عَلَى حَالِهِ يَصِحُّ اِلَاغْتِيَاظُ عَنْهُ وَالشَّيْءُ يَثْبُتُ ثُمَّ يُسْتَنْدُ بِخِلَافِ الْحَبْطِ
لِأَنَّهُ بِحَالٍ يُمَكِّنُ اخْرَاجَ الْبَدَلِ عَمَّا يُقَابِلُهُ فَيُلْتَحَقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ اسْتِنَادًا.

فرمایا: قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ تصرف کو جائز قرار دینے والی چیز ملکیت موجود ہے اور اس میں ہلاکت ثمن کے سبب فسخ کا دھوکہ بھی نہیں ہے کیونکہ اثمان کو متعین کرنے سے متعین نہیں کیا جاسکتا۔ بیع میں ایسا نہیں ہے۔ خریدار کے لئے جائز ہے کہ بیچنے والا کے لئے ثمن میں اضافہ کر دے بیچنے والا کے لئے بھی خریدار کے لئے بیع میں اضافہ کرنا جائز ہے اور قیمت میں سے کچھ کم کرنا بھی جائز ہے ان سب میں حقدار ہونا متعلق ہو جائے گا اگرچہ زیادتی اور کمی ہمارے نزدیک دونوں اصل عقد کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک الحاق کے اعتبار سے دونوں درست نہ ہوں گے ہاں البتہ ابتدائے صلہ کے اعتبار سے صحیح ہوں گے اور ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ زیادتی کو بطور ثمن قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح خریدار کی ملکیت اس کے ملک ہونے کے بدلے ہو جائے گی کیونکہ یہ اصل عقد کے ساتھ تولا حق نہیں ہے اور اسی طرح کم کرنا یہ بھی اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگا کیونکہ مکمل ثمن مکمل بیع کے بدلے میں ہے پس اس کا خروج ممکن نہ ہوگا اور یہ ابتدائی طور پر احسان ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والے کی اور زیادتی کو ایک مشروع وصف سے دوسرے مشروع وصف کی طرف تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور وہ وصف بیع میں نفع ہونا یا نقصان دہ ہونا یا برابر ہونا ہے اور عاقدین کو عقد فسخ کرنے کی ولایت حاصل ہے۔ پس تبدیلی کی ولایت تو بدرجہ اولیٰ ان کے لئے ہوگی۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح عاقدین نے اختیار کو ساقط کر دیا ہو یا انہوں نے عقد کے بعد اختیار مشروط کر دیا ہے۔

اور کمی بیشی درست ہے تو وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوگی کیونکہ کسی چیز کے وصف کا قیام چیز کے قائم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وصف بہ ذات خود قائم ہونے نہیں ہے۔ بہ خلاف مکمل ثمن کے کیونکہ وہ اصل عقد میں تبدیلی ہے وصف میں تبدیلی نہیں ہے۔ پس وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی۔

اور اگر الحاق کا اعتبار کر لیا جائے تب بھی زیادتی خریدار کی ملکیت کا بدلہ نہ ہوگی اور بیع مرابحہ و تولیہ میں الحاق کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ زیادتی کی صورت میں کل قیمت پر مرابحہ اور تولیہ جائز ہے جبکہ کمی کی صورت میں بقیہ پر ہوگا۔ اور شفیعہ میں بھی الحاق کے ظاہر ہونے کا حکم واضح ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ شفیعہ کمی کی صورت میں بقیہ پر لے گا جبکہ زیادتی کی صورت میں شفیعہ کے لئے زیادتی کے بغیر لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ زیادتی کی صورت میں شفیعہ کے لئے ثابت شدہ حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس عقد

کرنے والے اس کے مالک نہ ہوں گے۔

ظاہر الروایت کے مطابق ہلاکت بیع کے بعد ثمن میں زیادتی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہلاک ہونے کے بعد بیع ایسی صورت میں ہوگی ہے کہ اس کا بدلہ لینا درست ہو۔ کیونکہ چیز پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے یہ خلاف کی کے کیونکہ کی ایسی حالت پر ہوتی ہے اس کے بدلے میں مقابل کا خروج ممکن ہے پس وہ اصل میں عقد کی جانب منسوب ہو کر اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گی۔

نقد ثمن کے بدلے کسی چیز کو بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ بِثَمَنِ حَالٍ ثُمَّ أَجَلَهُ أَجَلًا مَعْلُومًا صَارَ مُؤَجَّلًا) ؛ لِأَنَّ الثَّمَنَ حَقُّهُ فَلَهُ أَنْ يُؤَخِّرَهُ تَبَيُّرًا عَلَى مَنْ عَلَيْهِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَمْلِكُ إِبْرَاءَهُ مُطْلَقًا فَكَيْدًا مُؤَقَّتًا، وَلَوْ أَجَلَهُ إِلَى أَجَلٍ مَجْهُولٍ إِنْ كَانَتْ الْجَهَالَةُ مُتَّفَاحِشَةً كَهَبُوبِ الرِّيحِ لَا يَجُوزُ، وَإِنْ كَانَتْ مُتَقَارِبَةً كَالْحَصَادِ وَالِدِيَّاسُ يَجُوزُ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْكِفَالَةِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے نقد ثمن کے ساتھ کسی چیز کو بیچا اور اس نے معلوم مدت تک اس کا ادھار کر دیا ہے تو ثمن ادھار ہو جائے گی کیونکہ ثمن بیچنے والا کا حق ہے پس خریدار کی سہولت کے سبب اس کو ثمن موخر کرنے کا اختیار دیا جائے گا کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ بیچنے والا خریدار کو ساری ثمن سے بری کرنے کا بھی مالک ہے اسی طرح وہ ثمن کو ادھار کرنے کا بھی مالک ہوگا اور جب بیچنے والا کسی مجہول مدت تک ادھار کی اور اب اگر جہالت فاحش ہے جس طرح ہوا چلنا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر جہالت قریبی ہے جس کھیتی کا کاٹنا ہے یا گا ہنا ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ کفالہ کے حکم میں ہوگا اور اس کو اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

قرض کے سوا دین کو مؤجل کرنے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ دَيْنٍ حَالٍ إِذَا أَجَلَهُ صَاحِبُهُ صَارَ مُؤَجَّلًا) ؛ لِمَا ذَكَرْنَا (أَلَا الْقَرْضُ) فَإِنَّ تَأْجِيلَهُ لَا يَصِحُّ ؛ لِأَنَّهُ إِعَارَةٌ وَصِلَةٌ فِي الْإِبْتِدَاءِ حَتَّى يَصِحَّ بِلَفْظَةِ الْإِعَارَةِ، وَلَا يَمْلِكُهُ مَنْ لَا يَمْلِكُ التَّبَرُّعَ كَالْوَصِيِّ وَالصَّبِيِّ وَمُعَاوَضَةً فِي الْإِنْتِهَاءِ، فَعَلَى اعْتِبَارِ الْإِبْتِدَاءِ لَا يَلْزَمُ التَّأْجِيلُ فِيهِ كَمَا فِي الْإِعَارَةِ، إِذْ لَا جَبْرَ فِي التَّبَرُّعِ، وَعَلَى اعْتِبَارِ الْإِنْتِهَاءِ لَا يَصِحُّ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ بَيْعَ الدَّرَاهِمِ بِالدَّرَاهِمِ نَسِئَةً وَهُوَ رَبًّا، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا أَوْصَى أَنْ يُقْرِضَ مِنْ مَالِهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَنَا إِلَى سَنَةِ حَيْثُ يَلْزَمُ الْوَرَقَةُ مِنْ ثَلَاثِهِ أَنْ يُقْرِضُوهُ وَلَا يُطَالُوهُ قَبْلَ الْمُدَّةِ ؛ لِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِالتَّبَرُّعِ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ بِالْخِدْمَةِ وَالسُّكْنَى فَيَلْزَمُ حَقًّا لِلْمُوصِي، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

فرمایا: ہر دین جس کو صاحب دین مؤجل کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے جس طرح ہم ذکر کر آئے ہیں جبکہ قرض میں ایسا

نہیں کر سکتا کیونکہ قرض کو مؤجل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قرض ابتداء میں اعادہ اور صلہ رچی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اعادہ کے لفظ سے

درست ہو جاتا ہے۔ اور جو احسان کا مالک نہیں ہے وہ قرض کا مالک بھی نہ ہوگا جس طرح وصی اور وصی ہے اور قرض انتہاء کے اعتبار سے معاوضہ ہے پس ابتدائے کی وجہ سے اس میں تاخیر لازم نہ ہوگی جس طرح اعادہ میں ہوتا ہے کیونکہ احسان میں جبر نہیں ہے۔ اور انتہاء کے اعتبار سے بھی اس میں تاخیر درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح وراثہ کے بدلے میں وراثہ کی بیع ادھار کے ساتھ ہو جائے گی جو سود ہے اور یہ حکم اس حکم کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کے مال سے فلاں آدمی کو ایک سال کے لئے ایک ہزار وراثہ بطور قرض دیئے جائیں پس وراثہ کے لئے حکم ہوگا کہ وہ وصی کے قبائلی مال سے وصی لے کر قرض دے دیں اور مدت سے قبل اس کو طلب بھی نہ کریں کیونکہ خدمت اور رہائش کی طرح یہ وصیت بھی احسان ہے پس وصی کے لئے بطور حق یہ لازم ہو جائے گی۔



بَابُ الرِّبَا

﴿یہ باب سود کے بیان میں ہے﴾

سود کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر تہی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ ان بیوع کے ابواب سے فارغ ہوئے ہیں جن کی اباحت یا جن کی خرید و فروخت کی شارع نے اجازت دی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”تم اللہ کا فضل تلاش کرو“ تو اب مصنف علیہ الرحمہ نے ان ابواب کو شروع کیا ہے جن سے شارع نے منع کیا ہے۔ (مناہی شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۲۹۰، حیرت)

فقہاء کرام عام طور پر بیع اور تجارت کے مسائل کے ساتھ رو یعنی سود کے مسائل بھی ذکر کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ سطحی نگاہ سے دیکھنے والا شخص رو کو بھی تجارت ہی سمجھتا ہے۔ قرآن کریم نے جب سود کے حرام ہونیکا حکم سنایا تو اس دور کے ظاہر بین لوگوں نے یہی اعتراض اٹھایا تھا۔ انما البیع مثل الربو یعنی تجارت اور سود ایک ہی جیسے ہیں لہذا اگر تجارت کو اسلام نے حلال قرار دیا ہے تو سود کو بھی حلال قرار دینا چاہئے اسے حرام کیوں کہا ہے؟

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں تجارت (بیع) کے ذریعہ عام طور پر مال میں اضافہ ہوتا ہے جسے نفع یا ربح کہتے ہیں اور سود کے ذریعہ بھی مال میں اضافہ ہوتا ہے جسے رو کہتے ہیں مگر دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ تجارت کی شکل میں حاصل ہونے والا منافع ربح حلال ہے اور سود کی شکل میں حاصل ہونے والا رو حرام ہے۔ لہذا فقہاء کرام رحمہم اللہ جب تجارت کی حلال صورت کو بیان کر کے اس کے مسائل ذکر کرتے ہیں تو اس کی حرام صورت اور اس کے مسائل بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ چونکہ اصل صلت ہے اس لئے حلال کا پہلے ذکر کیا جاتا ہے اور حرام کا ذکر بعد میں کیا جاتا ہے۔ (فتح القدیر شرح الہدایہ، باب ربو)

سود کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کے اعتبار سے ربا کے معنی زیادتی بڑھوتری بلندی کے اتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو کسی مالی معاوضہ کے بغیر حاصل ہو۔

سود کو عربی زبان میں ربا کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی زیادہ ہونا، پروان چڑھنا، اور بلندی کی طرف جانا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں ربا (سود) کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو اس شرط کے ساتھ رقم ادھار دینا کہ واپسی کے وقت وہ کچھ رقم زیادہ لے گا۔ مثلاً کسی کو سال یا چھ ماہ کے لیے 100 روپے قرض دئے، تو اس سے یہ شرط کر لی کہ وہ 100 روپے کے 120 روپے لے گا، مہلت کے عوض یہ جو 20 روپے زیادہ لیے گئے ہیں، یہ سود ہے۔

سود کی حرمت کا بیان

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقْوَمُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ، ۲۷۵)

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر، جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسب نے چھو کر مجبوظ بنا دیا ہو اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے۔ اور جواب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔ (کنز الایمان)

علامہ مناوی لکھتے ہیں: ربوا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں اور شریعت میں اس کا اطلاق ربنا الفضل اور ربنا النسبة پر ہوتا ہے۔ ربنا الفضل اس سود کو کہتے ہیں جو چھ اشیا میں کی بیشی یا نقد ادھار کی وجہ سے ہوتا ہے (جس کی تفصیل حدیث میں ہے) مثلاً گندم کا تبادلہ گندم سے کرنا ہے تو فرمایا گیا ہے کہ ایک تو برابر برابر ہو۔ دوسرے ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اس میں کی بیشی ہوگی جب بھی اور ہاتھوں ہاتھ ہونے کے بجائے ایک نقد اور دوسرا ادھار یا دونوں ہی ادھار ہوں تب بھی سود ہے (ربنا النسبة کا مطلب ہے کسی کو (مثلاً) چھ مہینے کے لیے اس شرط پر سو روپے دینا کہ واپسی روپے ہوگی۔ روپے چھ مہینے کی مہلت کے لیے دیے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے "کل قرض جو منفعة فیہ رہا۔"

(فیض اللہ پر شرح الجامع الصغیر ج ۵ ص ۲۸)

(قرض پر لیا گیا نفع سود ہے)۔ یہ قرض ذاتی ضرورت کے لیے لیا گیا ہو یا کاروبار کے لئے دونوں قسم کے قرضوں پر سود حرام ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں بھی دونوں قسم کے قرضوں کا رواج تھا شریعت نے بغیر کسی قسم کی تفریق کے دونوں کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اس لیے بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تجارتی قرضہ جو عام طور پر بینک سے لیا جاتا ہے اس پر اضافہ سود نہیں ہے اس لیے کہ قرض لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے جس کا کچھ حصہ وہ بینک کو یا قرض دہندہ کو لوٹا دیتا ہے تو اس میں قباحت کیا ہے؟ اس کی قباحت ان متجددین کو نظر نہیں آتی جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تو اس میں بڑی قباحتیں ہیں۔ مثلاً قرض لے کر کاروبار کرنے والے کا منافع تو یقینی نہیں ہے بلکہ منافع تو کجا اصل رقم کی حفاظت کی بھی ضمانت نہیں ہے بعض دفعہ کاروبار میں ساری رقم ہی ڈوب جاتی ہے۔

جب کہ اس کے برعکس قرض دہندہ (چاہے وہ بینک ہو یا کوئی ساہوکار ہو) کا منافع متعین ہے جس کی ادائیگی ہر صورت میں لازمی ہے یہ ظلم کی ایک واضح صورت ہے جسے شریعت اسلامیہ کس طرح جائز قرار دے سکتی ہے؟ علاوہ ازیں شریعت تو اہل ایمان کو معاشرے کے ضرورت مندوں پر بغیر کسی دنیادی غرض و منفعت کے خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے جس سے معاشرے میں اخوت بھائی چارے، ہمدردی، تعاون اور شفقت و محبت کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ اس کے برعکس سودی نظام سے سنگ دلی اور خود

غرضی کو فروغ ملتا ہے۔ ایک سرمائے دار کو اپنے سرمائے کے نفع سے غرض ہوتی ہے چاہے معاشرے میں ضرورت مند، بیمار، بھوک، افلاس سے کرا رہے ہوں یا بیروزگار اپنی زندگی سے بیزار ہوں۔ شریعت اس شقاوت و سنگدلی کو کس طرح پسند کر سکتی ہے؟ اس کے اور بہت سے نقصانات ہیں۔ بہر حال سود مطلقاً حرام ہے چاہے ذاتی ضرورت کے لیے لیے گئے قرضے کا سود ہو یا تجارتی قرضے پر ہو۔

تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے کم علم لوگوں کے لئے نصیحت

چونکہ پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو نیک کا (صدقہ خیرات کرنے والے زکوٰۃ دینے والے حاجت مندوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنے والے غرض ہر حال میں اور ہر وقت دوسروں کے کام آنے والے تھے تو ان کا بیان ہو رہا ہے جو کسی کو دینا تو ایک طرف رہا دوسروں سے چھیننے ظلم کرنے اور ناحق اپنے پرایوں کا مال ہضم کرنے والے ہیں، تو فرمایا: یہ سود خور لوگ اپنی قبروں سے ان کے بارے میں دیوانوں اور پاگلوں خبیثوں اور بیہوشوں کی طرح انھیں گے، پاگل ہوں گے، کھڑے بھی نہ ہو سکتے ہوں گے، ایک قرأت میں من المس کے بعد یوم القیامت کا لفظ بھی ہے، ان سے کہا جائے گا کہ لو اب ہتھیار تھام لو اور اپنے رب سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ، شب معراج میں حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو دکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھروں کی مانند تھے، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا سود اور بیاج لینے والے ہیں، اور روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ڈستے رہتے تھے اور ایک مطول حدیث میں ہے کہ ہم جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی مثل خون کے سرخ تھا تو میں نے دیکھا اس میں کچھ لوگ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں تو ایک فرشتہ بہت سے پتھر لئے بیٹھا ہے، وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر ان کے منہ میں اتار دیتا ہے، وہ پھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے، پوچھا تو معلوم ہوا یہ سو خوردوں کا گروہ ہے، ان پر یہ وبال اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی ہے ان کا یہ اعتراض شریعت اور احکام الہی پر تھا وہ سود کو تجارت کی طرح حلال جانتے تھے، جبکہ بیع پر سود کا قیاس کرنا ہی غلط ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مشرکین تو تجارت کا شرعاً جائز ہونے کے قائل نہیں در نہ یوں کہتے کہ سود مثل بیع ہے، ان کا کہنا یہ تھا کہ تجارت اور سود دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام؟ پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ حلت و حرمت اللہ کے حکم کی بنا پر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو، تو بھی انتہائی اچھے انداز سے جواب کہا گیا اس میں مصلحت الہیہ کہ ایک کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اور دوسرے کو حلال پھر اعتراض کیا؟ علیم و حکیم اللہ کے حکموں پر اعتراض کرنے والے تم کون؟ کس کی ہستی ہے؟ اس سے باز پرس کرنے کی تمام کاموں کی حقیقت کو ماننے والا تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ میرے بندوں کا حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے، تو نفع الی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان پہنچانے والی چیزیں حرام کرتا ہے، کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر اتنی مہربان نہ ہوگی جتنا اللہ اپنے بندوں پر ہے، وہ روکتا ہے تو بھی مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو مصلحت سے، اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آ جائے اس کے پہلے کئے ہوئے تمام گناہ معاف ہیں، جیسا فرمایا عفا اللہ عما سلف اور جیسے حضور ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود آج میرے ان قدموں تلے دفن کر دیے

مئے ہیں، چنانچہ سب سے پہلا سود جس سے میں دست بردار ہوتا ہوں وہ عباس کا سود ہے، پس جاہلیت میں جو سود لے چکے تھے ان کو لوٹنے کا حکم نہیں ہوا،

ایک روایت میں ہے کہ ام بنہ حضرت زید بن ارقم کی ام ولد تھیں، حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زید کے ہاتھوں آٹھ سو کا اس شرط پر بیچا کہ جب ان کے پاس رقم آئے تو وہ ادا کر دیں، اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت پڑی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے، میں نے چھ سو کا خرید لیا، حضرت صدیقہ نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بالکل خلاف شرع کیا، بہت برا کیا، جاؤ زید سے کہہ دو اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کا جہاد بھی غارت جائے گا جو اس نے حضور ﷺ کے ساتھ کیا ہے، میں نے کہا اگر وہ دو سو جو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تاکہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں، پھر آپ نے (فن جاء موعظۃ والی آیت پڑھ کر سنائی) (ابن ابی حاتم) یہ اثر بھی مشہور ہے اور ان لوگوں کی دلیل ہے جو عینہ کے مسئلے کو حرام بتاتے ہیں اس کی تفصیل کتاب الاحکام میں ہے اور احادیث بھی ہیں، والحمد للہ۔

پھر فرمایا: حرمت کا مسئلہ کانوں میں پڑنے کے بعد بھی سود لے تو وہ سزا کا مستحق ہے ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے، جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا جو مخا برہ کو اب بھی نہ چھوڑے وہ اللہ کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے (ابوداؤد)

"مخا برہ" اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسروں کی زمین میں کھیتی بوئے اور اس سے یہ طے ہو کہ زمین کے اس محدود ٹکڑے سے جتنا اناج نکلے وہ میرا باقی تیرا اور "مزبانہ" اسے کہتے ہیں کہ درخت میں جو کھجوریں ہیں وہ میری ہیں اور میں اس کے بدلے اپنے پاس سے تجھے اتنی اتنی کھجوریں تیار دیتا ہوں، اور "مخالقہ" اسے کہتے ہیں کہ کھیت میں جو اناج خوشوں میں ہے اسے اپنے پاس سے کچھ اناج دے کر خریدنا، ان تمام صورتوں کو شریعت نے حرام قرار دیا تاکہ سود کی جڑیں کٹ جائیں، اس لئے کہ ان صورتوں میں صحیح طور پر کیفیت تبادلہ کا اندازہ نہیں ہو سکتا، پس بعض علماء نے اس کی کچھ علت نکالی، بعض نے کچھ، ایک جماعت نے اسی قیاس پر ایسے تمام کاروبار کو منع کیا، دوسری جماعت نے برعکس کیا، لیکن دوسری علت کی بنا پر، حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے۔

یہاں تک کہ حضرت عمر فرماتے ہیں افسوس کہ تین مسئلے پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئے دادا کی میراث کا کلالہ اور سود کی صورتوں کا یعنی بعض کاروبار کی ایسی صورتیں جن پر سود کا شبہ ہوتا ہے، اور وہ ذرائع جو سود کی مماثلت تک لے جاتے ہوں جب یہ حرام ہیں تو وہ بھی حرام ہی ٹھہریں گے، جیسا کہ وہ چیز واجب ہو جاتی ہے جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو،

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس طرح حلال ظاہر ہے، اسی طرح حرام بھی ظاہر ہے، لیکن کچھ کام درمیانی شبہ والے بھی ہیں، ان شبہات والے کاموں سے بچنے والے نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں بھی ہند ہو سکتا ہے۔ اس چرہا ہے کی طرح جو کسی کی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چراتا ہو، تو ممکن ہے کوئی جانور اس چراگاہ میں بھی منہ مارے،

سنن میں حدیث ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لے لو جو شک شبہ سے پاک ہے، دوسری حدیث

میں ہے گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے طبیعت میں تردد ہو اور اس کے بارے میں لوگوں کا واقف ہونا اسے برا لگتا ہو، ایک اور روایت میں ہے اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لو لوگ چاہے کچھ بھی فتویٰ دیتے ہوں، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں سود کی حرمت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ (بخاری)

حضرت عمر یہ فرما کر کہتے ہیں افسوس کہ اس کی پوری تفسیر بھی مجھ تک نہ پہنچ سکی اور حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ لوگو سود کو بھی چھوڑ دو اور ہر اس چیز کو بھی جس میں سود کا بھی شائبہ ہو (مسند احمد) حضرت عمر نے ایک خطبہ میں فرمایا شاید میں تمہیں بعض ان چیزوں سے روک دوں جو تمہارے لئے نفع والی ہوں اور ممکن ہے میں تمہیں کچھ ایسے احکام بھی دوں جو تمہاری مصلحت بخلاف ہوں، سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری، حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا اور افسوس کہ اسے کھول کر ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا پس تم ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہو۔ (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تہتر گناہ ہیں جن میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے، سب سے بڑا سود مسلمان کی ہتک عزت کرنا ہے (مستدرک حاکم)

فرماتے ہیں ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ سود کھائیں گے، صحابہ نے پوچھا کیا سب کے سب؟ فرمایا جو نہ کھائے گا اسے بھی غبار تو پہنچے گا ہی۔ (مسند احمد)

پس غبار سے بچنے کے لئے ان اسباب کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے جو ان حرام کاموں کی طرف پہنچانے والے ہوں، حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیت حرمت سود میں نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مسجد میں آ کر اس کی تلاوت کی اور سودی کا روپار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیا،

بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شراب اور اس طرح کی تمام خرید و فروخت وغیرہ وہ وسائل (ذرائع) ہیں جو اس تک پہنچانے والے ہیں سب حضور ﷺ نے حرام کئے ہیں، صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت اس لئے کی کہ جب ان پر جہلی حرام ہوئی تو انہوں نے حیلہ سازی کر کے حلال بنانے کی کوشش کی چنانچہ یہ کوشش کرنا بھی حرام ہے اور موجب لعنت ہے، اسی طرح پہلے وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص دوسرے کی تین طلاق والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ پہلے خاندان کے لئے حلال ہو جائے اس پر اور اس خاندان پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت ہے، آیت حنسی تنکح زوجا غیرہ کی تفسیر میں دیکھ لیجئے، حدیث شریف میں ہے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر شہادت دینے والوں پر گواہ بننے والوں پر لکھنے والے پر، سب پر اللہ کی لعنت ہے، ظاہر ہے کاتب و شاہد کو کیا ضرورت پڑی ہے جو وہ خواہ مخواہ اللہ کی لعنت اپنے اوپر لے لے، اسی طرح بظاہر عقد شرعی کی صورت کا اظہار اور نیت میں فساد رکھنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

سود کے سبب معیشت کی تباہی کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو برباد کرتا ہے یعنی یا تو اسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا سودی کاروبار سے خیر و برکت ہٹا دیتا ہے

علاوہ ازیں دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب، جیسے ہے آیت قل لا یستوی الخبیث والطیب الخ، یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا گو تمہیں ناپاک کی زیادتی تعجب میں ڈالے۔ ارشاد فرمایا آیت ویجعل الخبیث بعضہ علی بعض فیرکم لیجعلہ فی جہنم۔ مگر جب خباثت والی چیزوں کو تہ وبالاکر کے وہ جہنم میں جھونک دے گا اور جگہ ہے آیت (وَمَا آتِیْتُمْ مِنْ رِّبَا لَیَبْرُوْا فِیْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ 30۔ الروم: 39) یعنی سود دے کر جو مال تم بڑھانا چاہتے ہو وہ دراصل بڑھتا نہیں،

اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت میں ہے کہ سود سے اگر مال میں اضافہ ہو بھی جائے لیکن انجام کار کی ہوتی ہے (منداحم)

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ مسجد سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھ کر پوچھا یہ غلہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا بکنے کے لئے آیا ہے، آپ نے دعا کی کہ اللہ اس میں برکت دے، لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے ہے ہی جمع کر لیا تھا، پوچھا کس نے جمع کیا تھا، لوگوں نے کہا ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان کے مولیٰ ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے، آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا: ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچیں، ہمیں اختیار ہے، آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اسے اللہ مفلس کر دے گا، یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے میں اللہ سے اور پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟

راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی (کوڑھ) بنا پھرتا تھا، ابن ماجہ میں ہے جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذامی۔ پھر فرماتا ہے وہ صدقہ کو بڑھاتا ہے۔

یربی کی دوسری قرأت یربی بھی ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اسے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی دانہ بنے ہاتھ لیتا ہے پھر اسے پال کر بڑا کرتا ہے (جس طرح تم لوگ اپنے پھٹروں کو پالتے ہو) اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنادیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا، ایک اور روایت میں ہے کہ ایک کھجور کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ملتا ہے، اور روایت میں ہے کہ ایک لقمہ مثل احد کے ہو کر ملتا ہے، پس تم صدقہ خیرات کیا کرو، پھر فرمایا ناپسندیدہ کافروں، نافرمان زبان زور اور نافرمان فعل والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صدقہ خیرات نہ کریں اور اللہ کی طرف سے صدقہ خیرات کے سبب مال میں اضافہ کے وعدہ کی پرواہ کئے بغیر دنیا کا مال دینا جمع کرتے پھریں اور بدترین اور خلاف شرع طریقوں سے کمائیاں کریں لوگوں کے مال باطل اور ناحق طریقوں سے کھا جائیں، یہ اللہ کے دشمن ہیں ان ناشکروں اور گنہگاروں سے اللہ کا پیار ممکن نہیں۔ پھر ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں، مخلوق کے

ساتھ سلوک و احسان قائم کریں، نمازیں قائم کریں، زکوٰۃ دیتے رہیں، یہ قیامت کے دن تمام دکھ درد سے امن میں رہیں گے۔
کھنکا بھی ان کے دل پر نہ گزرے گا بلکہ رب العالمین اپنے انعام و اکرام سے انہیں سرفراز فرمائے گا۔

علم معیشت کے اصول کے مطابق سود سے مال کم ہونے کا بیان

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں دولت مندوں کی تعداد غریبوں کی تعداد کی نسبت بہت قلیل ہوتی ہے اور سود لینے والے دولت مند ہوتے ہیں اور دینے والے غریب اور محتاج۔ اب سود سے فائدہ تو ایک شخص اٹھاتا ہے اور نقصان سینکڑوں غریبوں کا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی نظروں میں اس کی سب مخلوق یکساں ہے بلکہ اسے دو قسمندوں کے مفاد سے غریبوں کے مفادات زیادہ عزیز ہیں۔ اور سود خور سود کے ذریعہ بے شمار غریبوں کا مال کھینچ کر انہیں مزید مفلس اور کنکال بنانے کا ذریعہ بناتا ہے۔ تو اسی حقیقت کو اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: سود کے ذریعہ مال بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے۔

یہ اس مسئلہ کا ایک پہلو ہوا اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ علم معیشت کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ جس معاشرہ میں دولت کی گردش جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی وہ معاشرہ خوشحال ہوگا اور اس کی قومی دولت میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر دولت کا بہاؤ غریب سے امیر کی طرف ہوگا تو یہ گردش بہت کم ہو جائے گی کیونکہ امیر طبقہ کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی سود قومی معیشت پر تباہ کن اثر ڈالتا ہے۔ اور اگر دولت کا بہاؤ امیر سے غریب کی طرف ہو اور یہ بات صرف زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں ہی ممکن ہوتی ہے، تو دولت کی گردش میں تیز ہو جائے گی کیونکہ ایک تو غریبوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے دوسرے ان کی ضروریات محض پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے انگی ہوتی ہیں۔

ہر ملک میں موزونی چیز میں سود کا بیان

قَالَ الرَّبَّاءُ مُحَرَّمٌ فِي كُلِّ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ إِذَا بَاعَ بِجِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا فَإِلَعْلَةٌ عِنْدَنَا الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ وَالْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ. قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَيُقَالُ الْقَدْرُ مَعَ الْجِنْسِ وَهُوَ أَشْمَلُ. وَالْأَصْلُ فِيهِ الْحَدِيثُ الْمَشْهُورُ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلِ يَدَا يَدٍ، وَالْقَضْلُ رِبًّا) وَعَدَّ الْأَشْيَاءَ السِّتَةَ: الْحِنْطَةُ وَالشَّعِيرَ وَالتَّمْرَ وَالْمِلْحَ وَالذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ عَلَى هَذَا الْمِثَالِ. وَيُرْوَى بِرَوَاتَيْنِ بِالرَّفْعِ مِثْلٌ وَبِالنَّصْبِ مِثْلًا.

وَمَعْنَى الْأَوَّلِ بَيْعُ التَّمْرِ، وَمَعْنَى الثَّانِي بَيْعُ التَّمْرِ، وَالْحُكْمُ مَعْلُومٌ بِاجْتِمَاعِ الْقَائِسِينَ لِكُرِّ الْعِلَّةِ عِنْدَنَا مَا ذَكَرْنَاهُ بِرِوَاغَةِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ: الطَّعْمُ فِي الْمَطْعُومَاتِ وَالثَّمْنِيَّةُ فِي الْأَثْمَانِ، وَالْجِنْسِيَّةُ شَرْطٌ، وَالْمَسَاوَاةُ مُخْلِصٌ.

وَالْأَصْلُ هُوَ الْحُرْمَةُ عِنْدَهُ لِأَنَّهُ نَصَّ عَلَى شَرْطَيْنِ التَّقَابُضِ وَالْمُمَاثَلَةِ وَكُلُّ ذَلِكَ يُشْعِرُ

بِالْعِزَّةِ وَالْخَطَرِ كَاشْتِرَاطِ الشَّهَادَةِ فِي النِّكَاحِ، فَعَلَّلَ بِعَلَّةٍ تُنَاسِبُ إِظْهَارَ الْخَطَرِ وَالْعِزَّةِ وَهُوَ الطَّعْمُ لِبَقَاءِ الْإِنْسَانِ بِهِ وَالشَّمِيَّةُ لِبَقَاءِ الْأَمْوَالِ الَّتِي هِيَ مَنَاطُ الْمَصَالِحِ بِهَا، وَلَا آثَرَ لِلْجَنَسِيَّةِ فِي ذَلِكَ فَجَعَلْنَاهُ شَرْطًا وَالْحُكْمُ قَدْ يَدُورُ مَعَ الشَّرْطِ .

وَلَنَا أَنَّهُ أَوْجَبَ الْمُمَائِلَةَ شَرْطًا فِي الْبَيْعِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِسَوْفِهِ تَحْقِيقًا لِمَعْنَى الْبَيْعِ، إِذْ هُوَ يُنْسَبُ عَنِ التَّقَابُلِ وَذَلِكَ بِالتَّمَاثُلِ، أَوْ صِيَانَةِ الْأَمْوَالِ النَّاسِ عَنِ التَّوَيُّ، أَوْ تَحْمِيْمًا لِلْعَائِدَةِ بِاتِّصَالِ التَّسْلِيمِ بِهِ، ثُمَّ يُلْزَمُ عِنْدَ قُوَّتِهِ حُرْمَةُ الرِّبَا وَالْمُمَائِلَةُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ بِاِغْتِيَارِ الصُّورَةِ وَالْمَعْنَى، وَالْجَعْفَارُ يَسُوِي الدَّاتِ، وَالْجَنَسِيَّةُ تَسُوِي الْمَعْنَى فَيُظْهِرُ الْفَضْلُ عَلَى ذَلِكَ فَيَتَحَقَّقُ الرِّبَا، لِأَنَّ الرِّبَا هُوَ الْفَضْلُ الْمُسْتَحَقُّ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فِي الْمُعَاوَضَةِ الْخَالِيَةِ عَنْ عَوَضٍ شَرْطٍ فِيهِ، وَلَا يُعْتَبَرُ الْوَصْفُ لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ تَفَاوُثًا عُرْفًا، أَوْ لِأَنَّهُ فِي اِغْتِيَارِهِ مَدَّ بَابِ الْبَيَاعَاتِ، أَوْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (جَبَلْنَاهَا وَرَدَيْنَاهَا مَوَاءً) وَالطَّعْمُ وَالشَّمِيَّةُ مِنْ أَكْظَمِ وَجُوهِ الْمَنَافِعِ، وَالسَّبِيلُ فِي مِثْلِهَا الْإِطْلَاقُ بِإِبْلَغِ الْوُجُوهِ لِشِدَّةِ الْاِخْتِيَاجِ إِلَيْهَا دُونَ التَّضْيِيقِ فِيهِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِمَا ذَكَرَهُ .

فرمایا: ہر کیل و موزونی چیز میں سود حرام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو اس کی ہم جنس کے بدلے زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے کیونکہ ہمارے نزدیک سود کی علت کیل مع جنس ہے یا وزن مع جنس ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمہ نے قدرت مع جنس کو علت قرار دیا ہے اور یہ زائد شامل کرنا ہے اس کے بارے میں دلیل و ہی حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے چھ اشیاء کو شمار کیا (۱) گندم (۲) جو (۳) چھوہارہ (۴) نمک (۵) سونا (۶) چاندی۔ اور نبی کریم ﷺ سے دو طرح روایت کیا گیا ہے ایک میں مثل کو رفع سے بیان کیا ہے اور دوسری روایت میں لام کے نصب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق کھجور کی بیج جبکہ دوسرے روایت کے مطابق تم کھجور کو فروخت کرو۔

حدیث میں بیان کردہ حکم ائمہ کے اتفاق کے مطابق علت پر مبنی ہے جبکہ ہمارے نزدیک علت وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک کھانے کی چیزوں میں طعم اور اثمان میں شمنیت علت ہے جبکہ جنس کا ہونا شرط ہے اور برابری کا ہونا سود سے بچنے کا سبب ہے اور ان کے نزدیک حرمت اصل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو اشیاء کی وضاحت فرمائی ایک قبضہ اور دوسری مماثلت ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک معزز ہونے کی خبر دینے والی ہے جس طرح نکاح کو ایسی کا ہونا شرط ہے پس سود کو بھی ایسی علت کے ساتھ متعلق کیا جائے گا جو معزز و حرمت کو ظاہر کرنے میں مناسب ہو اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز طعم ہے کیونکہ اس سے انسان کا باقی رہنا متعلق ہے اور اثمان میں شمن کا ہونا ہے کیونکہ وہ اسوال جن پر مصالح کا مدار ہے ان کی بقاء

نہن پر ہے پس جس اس کامیں کوئی دخل نہیں ہے پس ہم نے اس کو شرط بنا دیا ہے۔ کیونکہ حکم شرط کے ساتھ لاگو ہوا کرتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بیع میں مماثلت کو شرط کے طور پر ذکر کیا ہے اور بیع کا حکم ثابت کرنے کے لئے حدیث شریف کے بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کیونکہ بیع برابر کی خبر دینے والی ہے اور مقابلہ برابری سے ہوتا ہے یا پھر حدیث وگوں کے اموال کو ہلاکت سے بچانے کی غرض سے ہے یا پھر بیع کو حوالے کرنے کے ساتھ اتصال کے سبب نفع کے لئے بیان ہوئی ہے۔ پس مماثلت کے ختم ہو جانے کی صورت میں سود حرام لازم آئے گی۔ اور دو چیزوں کے درمیان صوری و معنوی دونوں طرح مماثلت ہوا کرتی ہے۔

معیار ذات میں برابری کا ہے جبکہ جنس کے سبب معنی میں برابری ہوتی ہے پس معنی اور صورت دونوں کے اعتبار سے مماثلت کی صورت میں زیادتی ظاہر ہو جائے گی اور سود ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ سود اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عائدین میں سے کسی ایک کے لئے معاوضہ کے حق کے طور ہو اور بدل سے خالی ہو اور عقد میں بطور شرط کے ہو۔

اور وصف کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ عرف میں وصف کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یا پھر اس کے لئے وصف کو متفاوت تسلیم کر لینے کی صورت میں بیوع کے احکام کو روکنا لازم آئے گا۔ یہ اس حدیث کی وجہ سے ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: سودی اموال میں کھراکھوٹا برابر ہے اور طعم اور نشہ ہونا یہ نفع کے بڑے اسباب میں سے ہے اور ان اشیاء میں ضرورت کے سبب عام طور پر اطلاق کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان میں تنگی درست نہیں ہے۔ پس امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ علت و تفصیل کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

شرط جواز کے سبب بیع کے جائز ہونے کا بیان

إِذَا ثَبَتَ هَذَا نَقُولُ إِذَا: بَيْعُ الْمَكِيلِ أَوْ الْمَوْزُونِ بِجَنْسِهِ مِثْلًا بِمِثْلٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيهِ لَوْ جُوبِ شَرْطُ الْجَوَازِ، وَهُوَ الْمُمَاثَلَةُ فِي الْمَعْيَارِ؛ أَلَا تَرَى إِلَى مَا يُرْوَى مَكَانَ قَوْلِهِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ كَيْلًا بِكَيْلٍ، وَفِي الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَزَنًا بِوزنٍ (وَأَنْ تَقَاضَا لَمْ يَجُزْ) لِتَحَقُّقِ الرِّبَا وَلَا يَجُوزُ (بَيْعُ الْجَدِيدِ بِالرَّيْدِ) مِمَّا فِيهِ الرِّبَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ (لِإِهْدَارِ التَّفَاوُتِ فِي الْوَصْفِ) (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْحَفَنَةِ بِالْحَفَنَتَيْنِ وَالتَّفَاحَةِ بِالتَّفَاحَتَيْنِ) لِأَنَّ الْمُسَاوَاةَ بِالْمَعْيَارِ وَلَمْ يَوْجَدْ فَلَمْ يَتَحَقَّقِ الْفَضْلُ، وَلِهَذَا كَانَ مَضْمُونًا بِالْقِيَمَةِ عِنْدَ الْإِتْلَافِ.

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ الْعِلَّةُ هِيَ الطَّعْمُ وَلَا مُخْلَصَ وَهُوَ الْمُسَاوَاةُ فَيَحْرُمُ، وَمَا دُونَ نِصْفِ الصَّاعِ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْحَفَنَةِ لِأَنَّهُ لَا تَقْدِيرَ فِي الشَّرْعِ بِمَا دُونَهُ، وَلَوْ تَبَايَعَا مَكِيلًا أَوْ مَوْزُونًا غَيْرَ مَطْعُومٍ بِجَنْسِهِ مُتَقَاضَا كَالْحِصِّ وَالْحَدِيدِ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا لَوْ جُودَ الْقَدَرُ وَالْجَنْسُ. وَعِنْدَهُ يَجُوزُ لِعَدَمِ الطَّعْمِ وَالشَّمْنَةِ.

اور جب یہ حکم ثابت ہو چکا ہے تو ہم کہیں گے کہ جب کیل والی چیز یا سودنی چیز اس کے ہم جنس کے بدلے میں نقد یا نقد اور برابر برابر بیچ دیا جائے تو شرط جواز کے پائے جانے کے سبب یہ بیع جائز ہے۔ اور وہ شرط جواز مماثلت کا معیار ہے۔ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ ایک روایت میں مثلاً بمثل کہ جگہ پر کیلا بکیل اور سونے کا سونے کے بدلے فروخت کرنے میں وزن یا وزن آیا ہے اور سودی چیزوں کو خراب کے بدلے میں برابر ہی بیچنا جائز ہے کیونکہ وصف میں فرق ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اور اناج کی بھری ایک مٹھی کو دو مٹھیوں کے بدلے میں فروخت کرنا اور ایک سیب کو دو سیبوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ برابر کا مدار پیمانے پر ہے اور وہ موجود نہیں ہے۔ پس زیادتی ثابت نہ ہوگی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ہلاک ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضمان بھی ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سود کی علت طعم اور حرمت کے ذریعے سے برأت یعنی برابری موجود نہیں ہے کیونکہ زیادتی حرام ہے اور ایک صاع سے کم مقدار بھی مٹھی کے حکم میں ہوگی کیونکہ شریعت کے مطابق ایک صاع سے کم تو کوئی پیمانہ ہی نہیں ہوتا۔

اور جب عقد کرنے والوں نے غیر مطعوم چیز کو اسی ہم جنس سے کی یا زیادتی کے ساتھ خرید یا پھر اس کو فروخت کیا جس طرح چونا اور لوہا ہے تو ہمارے نزدیک قدر اور جنس کے پائے جانے کے سبب یہ بیع جائز نہ ہوگی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ نہ طعم ہے اور نہ ہی ٹھن ہے۔

دونوں اوصاف سود نہ ہونے پر جواز بیع کا بیان

قَالَ (وَإِذَا غُيِمَ الْوُصْفَانِ الْجِنْسُ وَالْمَعْنَى الْمَضْمُونُ إِلَيْهِ حَلَّ التَّفَاضُلُ وَالنِّسَاءُ) لِعَدَمِ الْعِلَّةِ الْمُحَرِّمَةِ وَالْأَصْلُ فِيهِ الْإِبَاحَةُ. وَإِذَا وَجِدَا حُرْمَ التَّفَاضُلِ وَالنِّسَاءِ لَوْ جُودَ الْعِلَّةُ.

وَإِذَا وَجِدَا أَحَدَهُمَا وَغُيِمَ الْآخَرُ حَلَّ التَّفَاضُلُ وَحُرْمَ النِّسَاءِ مِثْلُ أَنْ يُسَلَّمَ هَرَوِيًّا فِي هَرَوِيٍّ أَوْ حِنْطَةً فِي شَعِيرٍ، فَحُرْمَةُ رَبَا الْفَضْلِ بِالْوُصْفَيْنِ وَحُرْمَةُ النِّسَاءِ بِأَحَدِهِمَا.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْجِنْسُ بِانْفِرَادِهِ لَا يُحَرِّمُ النِّسَاءَ لِأَنَّ النَّقْدِيَّةَ وَعَدَمَهَا لَا يَثْبُتُ إِلَّا شُبْهَةُ الْفَضْلِ، وَحَقِيقَةُ الْفَضْلِ غَيْرُ مَانِعٍ فِيهِ حَتَّى يَجُوزَ بَيْعُ الْوَاحِدِ بِالْآخَرِ قَالِ الشُّبْهَةُ أُولَى.

وَلَنَا أَنَّهُ مَالُ الرَّبَا مِنْ وَجْهِ نَظَرٍ إِلَى الْقَلْبِ أَوْ الْجِنْسِ وَالنَّقْدِيَّةُ أَوْجَبَتْ فَضْلًا فِي الْمَالِيَّةِ فَتَحَقَّقَ شُبْهَةُ الرَّبَا وَهِيَ مَانِعَةٌ كَالْحَقِيقَةِ، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا اسْلَمَ النَّقُودَ فِي الزَّعْفَرَانِ وَنَحْوِهِ

يَجُوزُ، وَإِنْ جَمَعَهُمَا الْوِزْنُ لَا يَنْهَى لَاحِقًا لَا يَتَّفِقَانِ فِي صِفَةِ الْوِزْنِ، فَإِنَّ الزَّعْفَرَانَ يُوزَنُ بِالْأَمَاءِ وَهُوَ مُثَمَّنٌ يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، وَالنَّقُودُ تُوزَنُ بِالسَّنَجَاتِ وَهُوَ ثَمَنٌ لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ.

وَلَوْ بَاعَ بِالنَّقُودِ مُوَازَنَةً وَقَبَضَهَا صَحَّ التَّصَرُّفُ فِيهَا قَبْلَ الْوِزْنِ، وَفِي الزَّعْفَرَانِ وَأَشْبَاهِهِ لَا

يَجُوزُ، فَإِذَا اختلفا فِيهِ صُورَةً وَمَعْنَى وَحُكْمًا لَمْ يَجْمَعُهُمَا الْقَدَرُ مِنْ كُلِّ وَجْهِ فَتَنْزِلُ الشُّبْهَةُ فِيهِ إِلَى شُبْهَةِ الشُّبْهَةِ وَهِيَ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ .

فرمایا: اور جب دونوں اوصاف سود یعنی جنس و قدر نہ پائے جائیں تو حرام کرنے والی علت کے نہ پائے کی وجہ سے کسی بیشی کے ساتھ اور ادھار کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔ کیونکہ بیع میں اصل اباحت ہے (قاعدہ فقہیہ) اور جب دونوں اوصاف پائے جائیں تو کسی بیشی یا ادھار سب طرح سے بیع حرام ہے کیونکہ حرمت کی علت موجود ہے اور جب ان میں سے ایک وصف پایا جائے اور دوسرا وصف نہ پایا گیا تو کسی بیشی حلال ہو جائے گی اور ادھار حرام رہے گا جس طرح کسی آدمی نے ہروی کپڑے کو دو ہروی کپڑوں میں بیع سلم کی یا گندم کا جو کے ساتھ سلم کرے۔ سود کی حرمت دونوں اوصاف کے ساتھ ہوگی جبکہ ادھار کی حرمت ایک وصف کے ساتھ ثابت ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا: محض اکیلی جنس ادھار کو حرام کرنے والی نہیں ہے کیونکہ من وجہ نقدی ہونے اور من وجہ نقدی نہ ہونے کی وجہ سے صرف زیادتی کا شبہ ثابت ہو سکتا ہے حالانکہ جنس کا پایا جانا یہ حقیقت میں اضافہ کے مانع نہ ہے۔ کیونکہ جب ایک ہروی کپڑے کو دو ہروی کپڑوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے تو شبہ اضافہ میں بدرجہ اولی مانع نہ ہوگا اور ادھار فروخت کرنا صحیح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ادھار فروخت کرنا یہ اکیلے ہی قدر یا جنس کے سبب سے سود ہے جبکہ نقدی سے مال میں اضافہ ہوتا ہے پس سود کا شبہ ثابت ہو جائے گا اور حقیقت سود کی طرح شبہ سود بھی جواز کے مانع ہے ہاں البتہ جب کسی شخص نے زعفران وغیرہ میں نقدی کے ساتھ بیع سلم کی تو یہ جائز ہے خواہ ان دونوں کا وزن ایک ہی ہو۔ کیونکہ یہ دونوں وصف وزن کے متحد نہ ہوئے کیونکہ زعفران کا وزن من کے اعتبار کیا جاتا ہے اور من بھی ثمن والا ہوتا ہے اور معین کرنے سے معین بھی ہو جاتا ہے اور نقدی سنگ ترازو سے وزن کیے جاتے ہیں اور نقدیاں ثمن ہوتی ہیں جو معین کرنے سے معین نہیں ہوتیں۔

اور جب کسی شخص نے نقدی کے بدلے میں وزن کر کے زعفران کو بیچ دیا تو نقدی میں وزن سے پہلے تصرف صحیح ہے جبکہ زعفران میں وزن سے پہلے خریدار کے لئے تصرف کرنا درست نہیں ہے کیونکہ جب زعفران اور نقدی کا وزن کے بارے میں صورت، معنی اور حکم سب مختلف ہیں تو قدر ان کو ہر طرح جمع کرنے والی نہیں ہے لہذا ان میں شبہ یہ شبہ در شبہ کے حکم میں پہنچا دینے والا ہے اور شبہ در شبہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

منصوص علیہ اشیاء کی حرمت کے دائمی ہونے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ كَيْلًا فَهُوَ مَكِيلٌ أَبَدًا، وَإِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْكَيْلَ فِيهِ مِثْلَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْتَّمْرِ وَالْمِلْحِ وَكُلِّ مَا نَصَّ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ وَزَنًا فَهُوَ مَوْزُونٌ أَبَدًا، وَإِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْوَزْنَ فِيهِ مِثْلَ الذَّهَبِ

وَالْفِضَّةُ لِأَنَّ النَّصَّ أَقْوَى مِنَ الْعُرْفِ وَالْأَقْوَى لَا يُتْرَكُ بِالْأَذْنَى (وَمَا لَمْ يَنْصُ عَلَيْهِ فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى عَادَاتِ النَّاسِ) لِأَنَّهَا دَلَالَةٌ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ الْعُرْفُ عَلَى خِلَافِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ أَيْضًا لِأَنَّ النَّصَّ عَلَى ذَلِكَ لِمَكَانِ الْعَادَةِ لَكَانَتْ هِيَ الْمَنْظُورُ إِلَيْهَا وَقَدْ تَبَدَّلَتْ، فَعَلَى هَذَا لَوْ بَاعَ الْحِنْطَةَ بِجِنْسِهَا مُتَسَاوِيًا وَزَنًا، أَوْ الذَّهَبَ بِجِنْسِهِ مُتَمَاثِلًا كَيْلًا لَا يَجُوزُ عَنْهُمَا، وَإِنْ تَعَارَفُوا ذَلِكَ لِتَوَهُمِ الْقَضَلِ عَلَى مَا هُوَ الْمَعْيَارُ فِيهِ، كَمَا إِذَا بَاعَ مُجَازَفَةً إِلَّا أَنَّهُ يَجُوزُ الْإِسْلَامُ فِي الْحِنْطَةِ وَتَحْوِهَا وَزَنًا لَوْ جُودَ الْإِسْلَامُ فِي مَعْلُومٍ .

اور ہر وہ چیز جس میں زیادتی کی حرمت رسول اللہ ﷺ نے بیان کر دی ہے وہ مکملی چیز ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے خواہ لوگوں نے اس میں کیل کرنا ترک کر دیا ہو جس طرح گندم، جو، نمک اور چھو ہارہ ہے اور ہر وہ چیز جس میں وزن کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ نے حرمت تفاضل کو بیان کر دیا ہے تو وہ ہمیشہ موزونی رہے گی خواہ لوگوں نے اس کے وزن کو چھوڑ دیا ہو جس طرح سونا چاندی ہے کیونکہ نص عرف سے قوی ہے اور ادنیٰ کے سبب زیادہ قوی کو ترک نہیں کیا جاسکتا ہے اور جس چیز کے بارے میں حدیث میں کوئی صراحت بیان نہیں ہوئی ہے وہ لوگوں کی عادت پر محمول کی جائے گی کیونکہ جواز حکم کے لئے عادت دلیل ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے منصوص علیہ کے خلاف بھی عرف کا اعتبار کیا ہے کیونکہ مکملی و موزونی میں کیل و وزن کی تصریح عرف کے سبب سے ہے پس اس بارے میں عادت کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور عادت کبھی کبھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ لہذا اس اصول کے مطابق جب کسی نے گندم کو گندم کے بدلے میں وزن کر کے برابر فروخت کیا یا سونے کو سونے بدلے میں ناپ کر بیچ دیا تو طرفین کے نزدیک بیع درست نہ ہوگی خواہ لوگوں میں اسی کا عرف ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس میں جو معیار ہے وہ اس پر زیادتی کا وہم ہے جس طرح اس صورت میں ہے جب کسی نے اندازے سے بیچ دیا ہے جبکہ گندم وغیرہ کو بیع سلم کر کے بیچنا درست ہے کیونکہ بیع سلم معلوم چیز میں پائی جا رہی ہے۔

رطل سے فروخت ہونے والی چیز کے وزنی ہونے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ مَا يُنْسَبُ إِلَى الرَّطْلِ فَهُوَ وَزْنِي) مَعْنَاهُ مَا يُبَاعُ بِالْأَوَاقِي لِأَنَّهَا قُدِّرَتْ بِطَرِيقِ الْوِزْنِ حَتَّى يُحْتَسَبَ مَا يُبَاعُ بِهَا وَزَنًا، بِخِلَافِ سَائِرِ الْمَكَايِلِ، وَإِذَا كَانَ مَوْزُونًا فَلَوْ بَاعَ بِمِثَالٍ لَا يُعْرَفُ وَزَنُهُ بِمِثَالٍ مِثْلِهِ لَا يَجُوزُ لِتَوَهُمِ الْقَضَلِ فِي الْوِزْنِ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَازَفَةِ .

فرمایا۔ اور ہر وہ چیز جس کو رطل کی منسوب کیا جائے تو وہ وزن والی ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کو اوقیہ کے ساتھ فروخت کیا جاتا ہو۔ وہ وزنی ہے کیونکہ اوقیہ کا اندازہ وزن سے کیا جاتا ہے لہذا اوقیہ سے فروخت ہونے والی چیزوں کو وزنی

شمار کیا جائے گا۔ یہ خلاف تمام پیمانوں کے، اور جب رطل کی جانب منسوب ہونے والی چیز موزونی ہوئی تو اس چیز کو ایسے پیمانے سے جس کا وزن معلوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہوگی یا اسی جیسے پیمانے کے بدلے میں بیجا گیا تو بھی جائز نہ ہوگی۔ بیوکہ انداز سے فروخت کرنے کی طرح وزن میں بھی زیادتی کا احتمال رہ جاتا ہے۔

عقد صرف کے سوا میں تعین رطل کا بیان

قَالَ (وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَا وَقَعَ عَلَى جِنْسٍ الْأَثْمَانِ يُعْتَبَرُ فِيهِ قَبْضُ عَوَضِيهِ فِي الْمَجْلِسِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ هَاءٌ وَهَاءٌ) " مَعْنَاهُ يَدًا بِيَدٍ، وَتُسَبِّحُ الْفِقَّةُ فِي الصَّرْفِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

قَالَ (وَمَا سِوَاهُ مِمَّا فِيهِ الرِّبَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّعْيِينُ وَلَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّقَابُضُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ) . لَقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ (يَدًا بِيَدٍ) وَلِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يُقْبَضْ فِي الْمَجْلِسِ فَيَتَعَاقَبُ الْقَبْضُ وَلِلنَّقْدِ مَزِيَّةٌ فَتَثْبُتُ شِبْهُةُ الرِّبَا .

وَلَنَا أَنَّهُ مَبِيعٌ مُتَعَيَّنٌ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْقَبْضُ كَالثَوْبِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْفَائِدَةَ الْمَطْلُوبَةَ إِنَّمَا هُوَ التَّمَكُّنُ مِنَ التَّصَرُّفِ وَيَتَرْتَّبُ ذَلِكَ عَلَى التَّعْيِينِ، بِخِلَافِ الصَّرْفِ لِأَنَّ الْقَبْضَ فِيهِ لِيَتَعَيَّنَ بِهِ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (يَدًا بِيَدٍ) " عَيْنًا بِعَيْنٍ، وَكَذَا رَوَاهُ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَتَعَاقَبُ الْقَبْضِ لَا يُعْتَبَرُ تَفَاوُتًا فِي الْمَالِ عُرْفًا، بِخِلَافِ النَّقْدِ وَالْمَوْجَلِ .

فرمایا: عقد صرف کے سوا وہ اموال جن میں سود ہے ان میں تعین کرنے کا اعتبار ہوگا جبکہ باہم قبضے کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔ اور اتاج کی بیع اتاج کے بارے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ اور ان کی دلیل حدیث مشہور جس میں ید ابید فرمایا گیا ہے کیونکہ قبضہ جب مجلس میں نہ ہوگا تو وہ اس کے بعد واقع ہوگا جبکہ نقد کو ایک طرح سے فرق حاصل ہے پس سود کا شبہ ثابت ہو جائیگا

ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد صرف کے سوا جو چیز بھی بیع ہے وہ متعین ہے پس اس میں قبضہ شرط نہیں ہے جس طرح کپڑے میں ہے اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ بیع سے جو فائدہ مطلوب ہے وہ تصرف پر قدرت رکھنا ہے اور یہ تصرف متعین کرنے کی وجہ سے متعین ہو جائے گا۔ یہ خلاف بیع صرف کے کیونکہ عقد صرف میں قبضہ اسی لئے ہوتا ہے کہ اس سے جنس متعین ہو جائے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ید ابید کا معنی عینا بعین ہے اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح روایت کیا ہے اور قبضہ کو بعد میں واقع ہونا یہ عرف کے مطابق مال میں کسی قسم کا فرق ثابت کرنے والا نہیں ہے جبکہ نقد اور موجدل میں ایسا نہیں ہے۔

ایک انڈے کی بیج دو انڈوں سے کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْبَيْضَةِ بِالْبَيْضَتَيْنِ وَالتَّمْرَةِ بِالتَّمْرَتَيْنِ وَالْجَوْزَةِ بِالْجَوْزَتَيْنِ) لَا نَعْدَامِ

الْمُعْتَارِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الرِّبَا وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيهِ لَوْ جُودَ الطَّعْمُ عَلَى مَا عَرَفَ .

۱۶۷ / فرمایا اور ایک اندے کی بیج دو اندوں کے ساتھ کرنا، ایک چھوہارے کو دو چھوہاروں کے اور ایک اخروٹ ۱۱۲ اخروٹوں کے بدلے میں بیچنا جائز ہے کیونکہ ان میں معیار نہیں پایا گیا پس سود ثابت نہ ہوگا جبکہ امام شافعی مایہ الرحمہ نے طعم پانے جانے کا اعتبار کیا ہے اور ہمارے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ جس طرح اسکا بیان گزر چکا ہے۔

معین پیسہ کی دو معین پیسوں کے بدلے میں بیج کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْفَلَسِ بِالْفَلَسَيْنِ بِأَعْيَانِهِمَا) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجُوزُ لِأَنَّ الشَّمِيَّةَ تَثْبُتُ بِاصْطِلَاحِ الْكُلِّ فَلَا تَبْطُلُ بِاصْطِلَاحِيهِمَا، وَإِذَا بَقِيَ الثَّمَانُ لَا تَتَعَيَّنُ فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَا بِغَيْرِ أَعْيَانِهِمَا وَكَبِيَحِ الدِّرْهَمِ بِالذَّرْهَمَيْنِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الشَّمِيَّةَ لِي حَقِّهِمَا تَثْبُتُ بِاصْطِلَاحِيهِمَا إِذَا لَا وِلَايَةَ لِلغَيْرِ عَلَيْهِمَا فَتَبْطُلُ بِاصْطِلَاحِيهِمَا وَإِذَا بَطَلَتْ الشَّمِيَّةُ تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ وَلَا يَمُودُ وَزَيْنًا لِبَقَاءِ الْإِصْطِلَاحِ عَلَى الْعِدَّةِ إِذَا لِي نَفْصِهِ فِي حَقِّ الْعِدَّةِ فَسَادُ الْعَقْدِ فَصَارَ كَالْجُوزَةِ بِالْجُوزَتَيْنِ بِخِلَافِ النُّقُودِ لِأَنَّهَا لِلشَّمِيَّةِ خُلُقَةٌ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَا بِغَيْرِ أَعْيَانِهِمَا لِأَنَّهُ كَالِءٍ بِالْكَالِءِ وَقَدْ لُهِىَ عَنْهُ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا بِغَيْرِ عَيْنِهِ لِأَنَّ الْجِنْسَ بِإِنْفِرَادِهِ يُحَرِّمُ النِّسَاءَ .

۱۶۸ شیخین کے نزدیک ایک معین پیسے کی بیج دو معین پیسوں کے بدلے میں کرنا جائز ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پیسوں کا ثمن ہونا یہ سب لوگوں کی اصطلاح سے ثابت ہو چکا ہے پس عقد کرنے والوں کی اصطلاح سے وہ باطل نہ ہوگی۔ پس جب فلس ثمن باقی رہے تو وہ متعین نہ ہوں گے جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں ہی غیر معین ہوں جس طرح ایک درہم کا دو درہم کے بدلے میں فروخت کرنا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عائدین کے حق میں فلس کا ثمن ہونا ان کے اپنے اتفاق سے ہے کیونکہ دوسرے کو ان پر ولایت حاصل نہیں ہے۔ پس یہ ثمنیت ان کے اتفاق کے سبب باطل ہو چکی ہے تو فلس معین کرنے سے معین ہو جائیں گے۔ اور یہ موزونی ہو کر لوٹ کر آنے والی نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کے عددی ہونے کا اتفاق باقی ہے کیونکہ عددی ہونے سے اتفاق ٹوٹنے کی صورت میں عقد میں نسب لازم آئے گا پس یہ ایک اخروٹ کو دو اخروٹوں کے بدلے میں بیچنے کی طرح ہو جائے گا بہ خلاف نقود کے، کیونکہ نقدیاں تو پیدائشی اعتبار سے بنائی ہی ثمنیت کے لئے گئی ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب فلس کے دونوں اعواض غیر معین ہوں کیونکہ یہ ادھار کے بدلے میں بیج ہے جبکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور بہ خلاف اس کے کہ جب ایک عوض معین نہ ہو کیونکہ اکیلا جنس ہونا بھی ادھار کو حرام کر دیتا ہے۔

گندم کو آٹے کے بدلے بیچنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ بِالذَّقِيقِ وَلَا بِالسَّوِيقِ) لِأَنَّ الْمُجَانَسَةَ بَاقِيَةٌ مِنْ وَجْهِ لَا نَهْمَا مِنْ أَجْزَاءِ الْحِنْطَةِ وَالْمِيعَارُ لِهَيْمَا الْكَيْلِ، لَكِنَّ الْكَيْلَ غَيْرُ مُسَوِّدٍ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْحِنْطَةِ لَا كِتَارَ هُمَا فِيهِ وَتَخْلُجِلِ حَبَاتِ الْحِنْطَةِ فَلَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ كَيْلًا بِكَيْلٍ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الذَّقِيقِ بِالسَّوِيقِ مُتَسَاوِيًا كَيْلًا) لِتَحْقِيقِ الشَّرْطِ (وَبَيْعُ الذَّقِيقِ بِالسَّوِيقِ لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ مُتَفَاضِلًا وَلَا مُتَسَاوِيًا) لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُ الذَّقِيقِ بِالْمَقْلِيَّةِ وَلَا بَيْعُ السَّوِيقِ بِالْحِنْطَةِ، فَكَذَا بَيْعُ أَجْزَائِهِمَا لِقِيَامِ الْمُجَانَسَةِ مِنْ وَجْهِ. وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ لَا نَهْمَا جَنْسَانِ مُخْتَلِفَانِ لِاخْتِلَافِ الْمَقْصُودِ.

قُلْنَا: مُعْظَمُ الْمَقْصُودِ وَهُوَ التَّغْذَى يَشْمَلُهُمَا فَلَا يَتَالَى بِفَوَاتِ الْبَعْضِ كَالْمَقْلِيَّةِ مَعَ غَيْرِ الْمَقْلِيَّةِ وَالْعِلَاقَةِ بِالسَّوِيقِ.

فرمایا: اور گندم کو آٹے کو بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ستو کے بدلے میں جائز ہے، کیونکہ ایک طرح جنس ہوتا پایا جا رہا ہے، کیونکہ آٹا اور ستویہ دونوں گندم کے اجزاء میں سے ہے جبکہ ان میں مماثلت کا معیار کیل کرنا ہے مگر کیل ان دونوں میں اور گندم میں برابری کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ ستو اور آٹا کیل میں ٹھک کر بھر جاتے ہیں جبکہ گندم کے دانہ جات میں خلاء باقی رہنے والا ہے پس ان کی بیچ جائز نہ ہوگی خواہ یہ کیل بہ کیل ہی کیوں نہ ہو۔

آٹے کو آٹے کو بدلے میں کیل کر کے بیچنا جائز ہے جبکہ وہ برابر ہو کیونکہ شرط ثابت ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آٹے کو ستو کے بدلے میں کیل کر کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی برابر کر کے بیچنا جائز ہے اور آٹے کو بھی ہوئی گندم کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ستو کو گندم کے بدلے میں بیچنا جائز ہے لہذا اسی طرح ان کے اجزاء کو بیچنا بھی جائز نہ ہوگا، کیونکہ ایک طرح سے جنس موجود ہے۔

ماہرین کے نزدیک ان کی بیچ جائز ہے، کیونکہ ستو اور آٹا مقصود کے اختلاف کے سبب دو مختلف اجناس میں سے ہوئے ہم جواب دیتے ہیں کہ سب سے عظیم مقصد تو دونوں سے غذا حاصل کرنا ہے جو دونوں کو شامل ہے اور مقصد کے کچھ حصہ کے نہ ہونے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا، جس طرح بھی ہوئی گندم کو بغیر بھی ہوئی گندم کے بدلے میں فروخت کرنا ہے اور اچھی گندم کو کیزا لگی گندم کے بدلے میں فروخت کرنا ہے۔

گوشت کو حیوان کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: إِذَا بَاعَهُ بِلَحْمٍ مِنْ جَنْسِهِ لَا يَجُوزُ إِلَّا إِذَا كَانَ اللَّحْمُ الْمَفْرُزُ أَكْثَرَ لِيَكُونَ اللَّحْمُ بِمُقَابَلَةِ مَا فِيهِ مِنْ

اللَّحْمِ وَالْبَاقِي بِمُقَابَلَةِ السَّقِطِ، إِذْ لَوْ لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ الرِّبَا مِنْ حَيْثُ زِيَادَةُ السَّقِطِ أَوْ مِنْ حَيْثُ زِيَادَةُ اللَّحْمِ لَصَارَ كَالْعَلَى بِالتَّسْمِيمِ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ بَاعَ الْمَوْزُونَ بِمَا لَيْسَ بِمَوْزُونَ، لِأَنَّ الْحَيَوَانَ لَا يُوزَنُ عَادَةً وَلَا يُمَكِّنُ مَعْرِفَةَ ثِقَلِهِ بِالْوِزْنِ لِأَنَّهُ يُخَفِّفُ نَفْسَهُ مَرَّةً بِصَلَاتِهِ وَيَتَقَلُّ أُخْرَى، بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ لِأَنَّ الْوِزْنَ فِي الْحَالِ يُعَرَّفُ قَدْرَ الدُّهْنِ إِذَا مِيزَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّجِيرِ، وَيُوزَنُ الشَّجِيرُ .

فرمایا: شیخین کے نزدیک گوشت کی بیج حیوان کے ساتھ جائز ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے: جب گوشت حیوان کی جنس سے بدلے میں بیچا ہے تو جائز نہ ہوگا مگر جب یہ الگ کردہ گوشت زیادہ ہے تاکہ کچھ گوشت حیوان پر موجود گوشت کے بدلے میں ہو جائے اور باقی غیر گوشت کا بدل بن جائے کیونکہ جب اس طرح نہ ہو تو غیر گوشت یا پھر حیوان میں زیادہ گوشت زیادتی کے اعتبار سے سود کو ثابت کرنے والا ہے۔ پس یہ تل کے بدلے میں تیل بیچنے کی مشابہ ہو جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بیچنے والے نے موزونی چیز کو غیر موزونی چیز کے بدلے میں بیچا ہے کیونکہ عرف کے مطابق حیوان کا وزن نہیں کیا جاتا اور وزن سے اس کے بھاری ہونے کی پہچان بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ کبھی حیوان اپنے آپ کو ہلکا کرنے والا ہے اور کبھی بھاری کرنے والا ہے یہ خلاف مسئلہ تل کے کیونکہ جب کھلی اور خیل میں علیحدگی کر کے وزن کیا جائے تو اس حالت میں تیل کی مقدار معلوم ہو جاتی ہے۔

ترکھجور کی خشک کھجور کے ساتھ بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَالَا: لَا يَجُوزُ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ سُئِلَ عَنْهُ أَوْ يَنْقُصُ إِذَا جَفَّ؟ فَقِيلَ نَعَمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: لَا إِذَا) "وَلَهُ أَنَّ الرُّطْبَ تَمْرٌ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ أَهْدَى إِلَيْهِ رُطْبًا أَوْ كُلَّ تَمْرٍ خَيْرٌ هَكَذَا) " سَمَاءُ تَمْرًا .

وَبَيْعُ التَّمْرِ بِمِثْلِهِ جَائِزٌ لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ لَوْ كَانَ تَمْرًا جَازَ الْبَيْعُ بِأَوَّلِ الْحَدِيثِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ تَمْرٍ فَبِأَخِيرِهِ، وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ وَمَذَارُ مَا رَوَيْنَاهُ عَلَى زَيْدِ بْنِ عِيَّاشٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ النُّقَلَةِ .

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترکھجور کی بیج خشک کھجور کے ساتھ برابر کرنا جائز ہے جبکہ صاحبین نے کہا: جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ تر خشک ہو جانے کے بعد کم ہو جاتی ہے یا وہ خشک ہونے پر کم ہو جاتی ہے کہا گیا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو جائز نہیں ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ تر بھی کھجور ہے کیونکہ آپ ﷺ کی خدمت میں رطب تحفہ کے طور پر بھیجی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا خیبر کی ہر کھجور اسی طرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہاں رطب

کا نام تمر بیان کیا ہے اور تمر کو تمر کے بدلے میں بیچنا جائز ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔ اور یہ بھی مثال ہے کہ جب رطب تر ہے تو پہلی حدیث کے مطابق اس کی بیع جائز ہوگی اور جب یہ تمر نہ ہوگی تو دوسری حدیث کے مطابق آپ ﷺ ارشاد فرمائی ادا اختلاف سے بیع جائز ہوگی جبکہ صاحبین کی بیان کردہ حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے جو حدیث نقل کرنے والوں کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَا الْعِنَبُ بِالزَّيْبِ) يَعْنِي عَلَى الْخِلَافِ وَالْوَجْهَ مَا بَيْنَهُمَا وَقِيلَ لَا يَجُوزُ بِالِاتِّفَاقِ اِعْتِبَارًا بِالْحِنْطَةِ الْمَقْلِيَّةِ بِغَيْرِ الْمَقْلِيَّةِ، وَالرُّطْبُ بِالرُّطْبِ يَجُوزُ مُتَمَازِلًا كَيْلًا عِنْدَنَا لِأَنَّهُ بَيْعُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَكَذَا بَيْعُ الْحِنْطَةِ الرُّطْبِيَّةِ أَوْ الْمَبْلُولَةِ بِمِثْلِهَا أَوْ بِالنَّيْسَةِ، أَوْ التَّمْرِ أَوْ الزَّيْبِ الْمُنْقَعِ بِالْمُنْقَعِ مِنْهُمَا مُتَمَازِلًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ جَمِيعُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ يُعْتَبَرُ الْمَسَاوَاةُ فِي أَغْذَالِ الْأَحْوَالِ وَهُوَ الْمَالُ، وَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يُعْتَبِرُهُ فِي الْحَالِ، وَكَذَا أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَمَلًا بِإِطْلَاقِ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّهُ تَرَكَ هَذَا الْأَصْلَ فِي بَيْعِ الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ لِمَا رَوَيْنَاهُ لَهُمَا.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ بَيْنَ هَذِهِ الْفُصُولِ وَبَيْنَ الرُّطْبِ بِالرُّطْبِ أَنَّ التَّفَاوُتَ فِيمَا يَظْهَرُ مَعَ بَقَاءِ الْبَدَلَيْنِ عَلَى الْإِسْمِ الَّذِي عُقِدَ عَلَيْهِ الْعَقْدُ، وَفِي الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ مَعَ بَقَاءِ أَحَدِهِمَا عَلَى ذَلِكَ فَكَوْنُ تَفَاوُتًا فِي عَيْنِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَفِي الرُّطْبِ بِالرُّطْبِ التَّفَاوُتُ بَعْدَ زَوَالِ ذَلِكَ إِلَّا سَمِ فَلَمْ يَكُنْ تَفَاوُتًا فِي الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَلَا يُعْتَبَرُ.

اور انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنا اسی اختلاف پر ہے اور اس کی دلیل بھی وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جس طرح بھی ہوئی گندم بغیر بھی ہوئی گندم کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی بہ اتفاق جائز نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک رطب کو رطب کے بدلے میں کیل کرتے ہوئے برابر کر کے بیچنا جائز ہے کیونکہ یہ بیع تمر بہ تمر ہے اور اسی طرح تازہ گندم کو بھیگی ہوئی گندم کے ساتھ اسی کی مثل یا خشک گندم کو بیچنا جائز ہے یا خشک بھیگے ہوئے چھوہاروں کو چھوہاروں کے بدلے میں یا خشک کشمش کو تو چھوہاروں اور تر کشمش کے بدلے میں برابری کے ساتھ بیچنا جائز ہے یہ شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا یہ سب ناجائز ہیں۔ کیونکہ وہ احوال میں پھرنے کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور وہ انجام کی حالت ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ اسی حالت میں برابری کا اعتبار کرتے ہیں اور حدیث کے اطلاق کے مطابق امام ابو یوسف علیہ الرحمہ بھی فی الحال برابری کا اعتبار کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے بیع رطب بہ تمر والے مسئلہ میں صاحبین کے استدلال میں ہماری بیان کردہ روایت

سے اس اصول کو ترک کر دیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بیج رطب بہ رطب اور ان مسائل میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ ان صورتوں میں معقود علیہ پر اعواض کی بقاء ہوتے ہوئے بھی فرق ظاہر ہونے والا ہے پس یہ معقود علیہ کے عین میں فرق ہو جائے گا جبکہ رطب بہ رطب کے مسئلہ میں زائل ہو جانے کے بعد فرق ظاہر ہونے والا ہے پس یہ معقود علیہ کا فرق نہ ہوگا پس اس کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا۔

گدارے ہوئے چھوہاروں کی کفری چھوہاروں سے بیع کرنے کا بیان

وَلَوْ بَاعَ الْبُسْرَ بِالتَّمْرِ مُتَفَاضِلًا لَا يَجُوزُ لِأَنَّ الْبُسْرَ تَمْرٌ، بِخِلَافِ الْكُفْرَى حَيْثُ يَجُوزُ بَيْعُهُ بِمَا شَاءَ مِنَ التَّمْرِ اِثْنَانِ يَوْاحِدٍ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَمْرٍ، فَإِنَّ هَذَا اِلِاسْمَ لَهُ مِنْ أَوَّلِ مَا تَنْقَعُ صُورَتُهُ لَا قَبْلَهُ، وَالْكُفْرَى عَدَدِيٌّ مُتَفَاوِتٌ، حَتَّى لَوْ بَاعَ التَّمْرَ بِهِ نَيْسِنَةً لَا يَجُوزُ لِلْجَهَالَةِ .

اور جب کسی شخص نے گدارے ہوئے چھوہاروں کی بیع خشک چھوہاروں کے ساتھ کی بیشی سے کی تو جائز نہیں ہے کیونکہ بسر بھی تمر ہے بہ خلاف غنچہ کے کیونکہ اس کو بیع جس طرح چاہیں چھوہاروں کے بدلے میں جائز ہے۔ خواہ ایک کے بدلے میں دو ہوں کیونکہ غنچہ تمر نہیں ہے اس لئے کہ اس کا یہ نام اس کی ابتدائی صورت پر ہے جبکہ اس سے پہلے نہیں ہے اور غنچہ عددی میں فرق ہے یہاں تک کہ جب چھوہاروں کو غنچے کے بدلے میں ادھار فروخت کیا تو جہالت کے سبب بیع جائز نہ ہوگی۔

زیتون کوزیتون کے بدلے میں فروخت کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الزَّيْتُونِ بِالزَّيْتِ وَالتَّسْمِيمُ بِالتَّيْرِجِ حَتَّى يَكُونَ الزَّيْتُ وَالشَّيْرَجُ أَكْثَرَ مِمَّا فِي الزَّيْتُونِ وَالتَّسْمِيمِ فَيَكُونُ الدُّهْنُ بِمِثْلِهِ وَالزِّيَادَةُ بِالشَّجِيرِ) لِأَنَّ عِنْدَ ذَلِكَ يَغْرَى عَنْ الرِّبَا إِذَا مَا فِيهِ مِنَ الدُّهْنِ مَوْزُونٌ، وَهَذَا لِأَنَّ مَا فِيهِ لَوْ كَانَ أَكْثَرَ أَوْ مُسَاوِيًا لَهُ، فَالشَّجِيرُ وَبَعْضُ الدُّهْنِ أَوْ الشَّجِيرُ وَحْدَهُ فَضْلٌ، وَلَوْ لَمْ يُعْلَمْ مِقْدَارُ مَا فِيهِ لَا يَجُوزُ لِاحْتِمَالِ الرِّبَا، وَالشُّبْهَةُ فِيهِ كَالْحَقِيقَةِ، وَالْجَوْزُ بِدُهْنِهِ وَاللَّبَنُ بِسَمْنِهِ وَالْعَنْبُ بِعَصِيرِهِ وَالتَّمْرُ بِدُبْسِهِ عَلَى هَذَا اِلِاغْتِبَارِ. وَاخْتَلَفُوا فِي الْقُطْنِ بِغَزَلِهِ، وَالْكَرْبَاسُ بِالْقُطْنِ يَجُوزُ كَيْفَمَا كَانَ بِالْإِجْمَاعِ

فرمایا: زیتون کوزیت کے بدلے میں بیچنا اور تل کو اس کے تیل کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ روغن زیتون اور تل کا تیل میں موجود تیل سے زائد ہوتا کہ تیل کا بدلہ بن جائے اور زیادتی کھل کے بدلے میں ہو جائے کیونکہ اب عقد سود سے بیع جائے گا کیونکہ زیتون میں موجود تیل بھاری ہے اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ جب زیتون وغیرہ میں موجود تیل، خارج تیل سے زیادہ یا اس کے برابر ہے تو کھل اور کچھ تیل یا کیلی کھل زائد ہوگی۔ اور جب زیتون وغیرہ میں موجود تیل کی مقدار معلوم نہ ہو تب بھی سود کے احتمال کے سبب بیع جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ سود کے باب میں شبہ حقیقت کی طرح ہوتا ہے۔ اور اخروٹ کو اس کے روغن کے بدلے میں بیچنا، دودھ کو اس کے گھی کے بدلے میں بیچنا، انگور کو اس کے شیرہ کے بدلے میں بیچنا اور چھوہارے کو اس کے

خاص شیرہ کے ساتھ بیچنا بھی اسی اعتبار پر ہے اور روئی کو سوت کے بدلے میں بیچنے میں ائمہ کا اختلاف ہے جبکہ سوتی کپڑے کو روئی کے بدلے میں بیچنا بالجماع جائز ہے چاہے کس طرح بھی ہو۔

مختلف انواع کے گوشت کی ایک دوسرے سے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا) وَمُرَادُهُ لَحْمُ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ؛ فَأَمَّا الْبَقَرُ وَالْجَوَامِيسُ جِنْسٌ وَاحِدٌ، وَكَذَا الْمَعَزُ مَعَ الضَّانِ وَكَذَا الْعِرَابُ مَعَ الْبُخَاتِيِّ. قَالَ (وَكَذَلِكَ الْبَاقُ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ) وَعَنْ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهَا جِنْسٌ وَاحِدٌ لَا تَبَدُّلَ الْمَقْصُودِ.

وَلَنَا أَنَّ الْأَصُولَ مُخْتَلِفَةٌ حَتَّى لَا يَكْمُلُ نَصَابُ أَحَدِهِمَا بِالْآخَرِ فِي الزَّكَاةِ، فَكَذَا أَجْزَاؤُهَا إِذَا لَمْ تَبَدَّلْ بِالصَّنْعَةِ.

قَالَ (وَكَذَا خَلُّ الدَّقْلِ بِخَلِّ الْعِنَبِ) لِاخْتِلَافِ بَيْنَ أَصْلَيْهِمَا، فَكَذَا بَيْنَ مَاءِ يَهُمَّا وَلِهَذَا كَانَ عَصِيرَاهُمَا جِنْسَيْنِ. وَشَعْرُ الْمَعَزِ وَصُوفُ الْغَنَمِ جِنْسَانِ لِاخْتِلَافِ الْمَقَاصِدِ. قَالَ (وَكَذَا شَحْمُ الْبُطْنِ بِالْأَلْيَةِ أَوْ بِاللَّحْمِ) لِأَنَّهَا أَجْنَاسٌ مُخْتَلِفَةٌ لِاخْتِلَافِ الصُّورِ وَالْمَعَالِي وَالْمَنَافِعِ اخْتِلَافًا قَاطِعًا.

مختلف انواع کے گوشت کی بعض کے بعض کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے اور امام قدوری علیہ الرحمہ کی مراد یہاں سے ادنٹ، گائے، بکری کا گوشت ہے جبکہ گائے اور بھینس یہ دونوں ایک ہی جنس سے ہیں۔ اسی طرح بکری اور بھیڑ بھی ایک جنس سے ہیں اور اسی طرح عربی اور نجاتی بھی ایک جنس سے ہیں۔ اسی طرح گائے اور بکری کا دودھ ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ مقصود کے اتحاد کے سبب دودھ ایک ہی جنس کے ہوں گے۔

ہماری دلیل یہ ہے دودھ کے اصول میں اختلاف ہے اسی دلیل کے سبب زکوٰۃ کے اندر ان میں سے ایک دوسرے کا نصاب دوسرے کے ذریعے سے پورا نہیں کیا جاتا۔ پس ان کے اجزاء بھی مختلف ہوں گے۔ ہاں البتہ کسی مصنوعی طریقہ کار سے میں ان تغیر تبدیل نہ کیا گیا ہو۔

اسی طرح کھجور کے سرکہ کو انگور کے سرکہ کے ساتھ بیچنا جائز ہے کیونکہ ان اصل میں اختلاف ہے پس ان کے پانی میں اختلاف ہوگا اسی دلیل کے سبب ان دونوں کے شیرے الگ الگ جنس ہیں اور مقاصد کے اختلاف کے سبب بھیڑ کی اون اور بکری کے باقی دوا لگ جنس ہیں۔

اسی طرح پیٹ کی چربی کو سرین کے گوشت یا مطلق طور پر گوشت کے بدلے میں بیع کی بھی ہے ساتھ بیچنا جائز ہے کیونکہ شکل

یعنی اور نفع میں بہت زیادہ اختلاف کے ان کی جنس بھی مختلف ہو چکی ہے۔

روٹی کو گندم کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْخُبْزِ بِالْحِنْطَةِ وَالذَّقِيقِ مُتَفَاضِلًا لِأَنَّ الْخُبْزَ صَارَ عَدْدِيًّا أَوْ مَوْزُونًا فَخَرَجَ مِنْ أَنْ يَكُونَ مِكْيَلًا مِنْ كُلِّ وَجْهِ وَالْحِنْطَةُ مَكِيلَةٌ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِيهِ، وَالْفَتْوَى عَلَى الْأَوَّلِ، وَهَذَا إِذَا كَانَا نَقْدَيْنِ؛ فَإِنْ كَانَتْ الْحِنْطَةُ نَسَبَةً جَازًا أَيْضًا، وَإِنْ كَانَ الْخُبْزُ نَسَبَةً يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، وَكَذَا السَّلَمُ فِي الْخُبْزِ جَائِزٌ فِي الصَّحِيحِ، وَلَا خَيْرَ فِي اسْتِقْرَاضِهِ عَدَدًا أَوْ وَزْنًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ يَتَفَاوَتُ بِالْخُبْزِ وَالْخَبَازِ وَالتُّورِ وَالتَّقْدِيمِ وَالتَّأَخِيرِ .
وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ بِهِمَا لِلتَّعَامُلِ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ وَزْنًا وَلَا يَجُوزُ عَدَدًا لِلتَّفَاوُتِ فِي أَحَادِهِ .

روٹی کو گندم اور آٹے کے بدلے میں کسی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے کیونکہ روٹی عددی اور موزونی ہے پس یہ بھی ایک طرح کیل والی ہونے سے خارج ہو گئی ہے جبکہ گندم مکیلی ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے جبکہ فتویٰ پہلے قول کے مطابق ہے۔ اور یہ جواز اس حالت میں ہے جب دونوں اعواض نقد ہوں۔ اور جب گندم ادھار ہے تب بھی جائز ہے۔

اور اسی طرح صحیح روایت کے مطابق روٹی میں بیع سلم جائز ہے جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عدد یا وزن کے ذریعے روٹی کو قرض پر لینے میں کوئی خیر نہیں ہے کیونکہ پکانے، پکانے والے، تنور اور تقدیم تاخر کے سبب روٹی مختلف ہو جاتی ہے۔
حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک لوگوں معمول کے سبب روٹی کو قرض پر لینا جائز ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وزن سے جائز ہے عدد سے جائز نہیں ہے کیونکہ افراد میں فرق ہوا کرتا ہے۔

آقا اور غلام کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا رَبَا بَيْنَ الْمَوْلَى وَعَبْدِهِ) لِأَنَّ الْعَبْدَ وَمَا فِي يَدِهِ مِلْكٌ لِمَوْلَاهُ فَلَا يَتَحَقَّقُ الرِّبَا، وَهَذَا إِذَا كَانَ مَا ذُونًا لَهُ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَجُوزُ لِأَنَّ مَا فِي يَدِهِ لَيْسَ مِلْكُ الْمَوْلَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا تَعَلُّقُ بِهِ حَقُّ الْغُرَمَاءِ فَصَارَ كَالْأَجْنَبِيِّ فَيَتَحَقَّقُ الرِّبَا كَمَا يَتَحَقَّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُكَاتِبِهِ .

فرمایا: غلام اور آقا کے درمیان سود ثابت نہ ہوگا کیونکہ غلام اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے وہ سارے کا سارا اس

کے مالک کا ہے۔ پس ان کے درمیان سود ثابت نہ ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہے جب غلام تجارت میں ماذون ہو اور اس پر دین محیط بھی نہ ہو اور جب اس پر دین ہے تو درست نہیں ہے کیونکہ جو مال اس کے قبضہ میں ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وہ مال مالک کا نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کا حق غراء سے متعلق ہے پس یہ غلام اجنبی کی طرح ہو جائے گا اس سود ثابت ہو جائے گا جس طرح مکاتب اور آقا کے درمیان سود ثابت ہو جاتا ہے۔

دار الحرب میں مسلم و حربی کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ) بِخِلَافِ لَا بَيْنَ يُونُسَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. لِهَمَّا إِيغَابُ بِالْمُسْتَأْمِنِ مِنْهُمْ فِي دَارِنَا.

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا رِبَا بَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ) " وَلَا نَ مَالَهُمْ مُبَاحٌ فِي دَارِهِمْ قِبَاطِي طَرِيقِ أَخَذَهُ الْمُسْلِمُ أَخَذَ مَالًا مُبَاحًا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ عَذْرٌ، بِخِلَافِ الْمُسْتَأْمِنِ مِنْهُمْ لِأَنَّ مَالَهُ صَارَ مَحْظُورًا بِعَقْدِ الْإِيمَانِ.

فرمایا: دار الحرب میں مسلمان اور حربی میں سود ثابت نہ ہوگا جبکہ اس میں امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے اختلاف کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ امن لیتے ہوئے دار الاسلام میں آنے والے حربی قیاس کرتے ہیں جبکہ ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں ہے کیونکہ دار الحرب میں اہل حرب کا مال مباح ہے۔ پس مسلمان اس کو جس طرح بھی حاصل کرے گا وہ مباح ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی عذر نہ ہو جبکہ مستامن حربیوں کے بارے میں ایسا حکم نہیں ہے کیونکہ ان عہد امن کے سبب ان کا مال منع قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ الْحُقُوقِ

﴿یہ باب حقوق کے بیان میں ہے﴾

باب حقوق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب مسائل کے حق میں یہ مرتبہ رکھتا ہے کہ اس کو شروع ہی کتاب بیوع کے ساتھ ذکر کیا جائے مگر مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی ترتیب میں جامع صغیر والی ترتیب کا التزام کیا ہے، کیونکہ جامع صغیر میں اسی طرح یہ باب ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ حقوق توابع ہوتے ہیں پس ان کو متبوع کے مسائل ذکر کرنے کے بعد ملایا گیا ہے۔ (کیونکہ توابع متبوع سے مؤخر ہوا کرتے ہیں)۔ عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۳۳۵، بیروت

حقوق کا فقہی مفہوم

حقوق جمع ہے حق کی جس کا مطلب ہے لازمی اور ضروری۔ حقوق دو قسموں کے ہوتے ہیں۔ (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد

(۱) حقوق اللہ

اللہ نے حضور ﷺ اور قرآن مجید کے ذریعے اپنے سارے حقوق بندوں کو بتا دیے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور تمام وہ کام کرو جس کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم دیا۔

(۲) حقوق العباد

عباد جمع ہے عبد کی جس سے مراد ہے انسان یا بندہ۔ اس طرح حقوق العباد کا مطلب ہے بندوں کے لئے ضروری یعنی حقوق۔ حقوق العباد میں دنیا کے ہر مذہب، ہر ذات و نسل، ہر درجے اور ہر حیثیت کے انسانوں کے حقوق آ جاتے ہیں۔ اگر ہم عزیزوں کے حقوق ادا کریں تو اس کے ساتھ غیروں کے حقوق بھی ادا کریں۔ غلام اگر مالک کی خدمت کرے تو مالک بھی غلام کا پورا پورا خیال رکھے۔ والدین اگر اولاد کے لئے اپنی زندگی کی ہر آسائش ترک کر دیں تو اولاد بھی ان کی خدمت اور عزت میں کمی نہ کرے یہی اسلام کی تعلیم ہے پوری انسانیت کے لئے۔ حقوق العباد میں مختلف حیثیت اور درجات کے لوگوں کے حقوق آ جاتے ہیں۔

گھر کی خرید پر دوسری منزل شامل نہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ اشْتَرَى مَنْزِلًا فَوْقَهُ مَنْزِلٌ فَلَيْسَ لَهُ الْأَعْلَى إِلَّا أَنْ يَشْتَرِيَهُ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهُ أَوْ بِصَوِّفِيهِ أَوْ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ فِيهِ أَوْ مِنْهُ)

وَمَنْ اشْتَرَى بَيْتًا فَوْقَهُ بَيْتٌ بِكُلِّ حَقٍّ لَمْ يَكُنْ لَهُ الْآغْلَى، وَمَنْ اشْتَرَى دَارًا بِحُدُودِهَا فَلَهُ الْعُلُوُّ وَالْكَثِيفُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَنْزِلِ وَالْبَيْتِ وَالْدَّارِ، فَاسْمُ الدَّارِ يَنْتَظِمُ الْعُلُوَّ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا أُدِيرَ عَلَيْهِ الْحُدُودُ، وَالْعُلُوُّ مِنْ تَوَابِعِ الْأَصْلِ وَأَجْزَائِهِ فَيَدْخُلُ فِيهِ .

وَالْبَيْتُ اسْمٌ لِمَا يَبْتَاطُ فِيهِ، وَالْعُلُوُّ مِثْلُهُ، وَالشَّيْءُ لَا يَكُونُ تَبَعًا لِمِثْلِهِ فَلَا يَدْخُلُ فِيهِ إِلَّا بِالتَّنْصِصِ عَلَيْهِ، وَالْمَنْزِلُ بَيْنَ الدَّارِ وَالْبَيْتِ لِأَنَّهُ يَتَأْتِي فِيهِ مَرَاتِقُ الشُّكْنَى مَعَ ضَرْبِ قُصُورٍ إِذَا لَا يَكُونُ فِيهِ مَنْزِلُ الدَّوَابِّ، فَلِشَبْهِهِ بِالدَّارِ يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِيهِ تَبَعًا عِنْدَ ذِكْرِ التَّوَابِعِ، وَلِشَبْهِهِ بِالْبَيْتِ لَا يَدْخُلُ فِيهِ بِذَوْنِهِ .

وَقَبِلَ فِي عُرْفِنَا يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِأَنَّ كُلَّ مَسْكَنِ يُسَمَّى بِالْفَارِسِيَّةِ خَانَهُ وَلَا يَخْلُو عَنْ عُلُوٍّ، وَكَذَا يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِي اسْمِ الدَّارِ يَدْخُلُ الْكَثِيفُ لِأَنَّهُ مِنْ تَوَابِعِهِ، وَلَا تَدْخُلُ الظُّلَّةُ إِلَّا بِذِكْرِ مَا ذَكَرْنَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ مَبْنِيٌّ عَلَى هَوَاءِ الطَّرِيقِ فَآخَذَ حُكْمَهُ .

وَعِنْدَهُمَا إِنْ كَانَ مِفْتَاحُهُ فِي الدَّارِ يَدْخُلُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرْنَا لِأَنَّهُ مِنْ تَوَابِعِهِ فَشَبَابَةُ الْكَثِيفِ .

اور جب کسی شخص نے کوئی ایسا مکان خریدا جس کے اوپر بھی کوئی منزل ہے تو وہ منزل اس کی نہ ہوگی ہاں البتہ جب وہ منزل اس کے حق کے ساتھ ملی ہوئی ہے یا اس کے ساتھ ہے یا اس نے ہر قلیل و کثیر کو خریدا ہے یا جو کچھ قلیل و کثیر میں ہے اس نے کو خریدا ہے۔ اور جب کسی نے ایسا مکان خریدا جس کے اوپر بھی کوئی مکان ہے اور ہر حق کے ساتھ اس کو خریدا ہے تو خریدار کو اوپر والا گھر نہ ملے گا اور جب کسی نے حدود سمیت کسی گھر کو خریدا تو میں بلندی اور بیت الخلاء دونوں دیئے جائیں گے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے بیت، منزل اور دار خنوں کا اکٹھا کر دیا ہے پس در اوپر والے پورشن کو شامل ہے۔ کیونکہ دار اس چیز کا نام ہے جس کو حدود نے گھیرا ہوا ہے اور بلندی اصل کے تابع اور اس کے حصوں میں سے ہے پس اصل میں وہ داخل ہو جائے گا اور بیت ایسے گھر کو کہتے ہیں جس میں رات بسر کی جاسکتی ہو اور بلندی گھر کی طرح ہے۔ اور کوئی چیز اپنی ہم مثل کے تابع نہیں ہوا کرتی پس بغیر کسی وضاحت کے بلندی بیت میں داخل نہ ہوگی۔ جبکہ منزل بیت اور دار کے درمیان کو چیز کو کہتے ہیں۔ کیونکہ منزل میں تمام رہائشی سہولیات میسر ہوتی ہیں البتہ کسی کے ساتھ ہوتی ہیں کیونکہ اس میں جانوروں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی تو منزل دار کے مشابہ ہونے کے سبب سے توابع کے ذکر کے بغیر بلندی والی جگہ اس میں داخل ہوگی اور منزل بیت کے مشابہ ہونے کے سبب سے ذکر کرنے کے بغیر اوپر والا حصہ اس میں داخل نہ ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہمارے عرف کے مطابق ان تمام صورتوں میں بلندی داخل ہوگی کیونکہ فارسی زبان میں ہر گھر کو خانہ کہا جاتا

ہے جبکہ خانہ بلندی سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ جس طرح بلندی والی جگہ ان تمام احوال میں داخل ہے اسی طرح بیت الخلاء بھی اس میں داخل ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی گھر کے توابع میں سے ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ان تمام صورتوں میں بغیر کسی وضاحت کے سائبان بیچ میں داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ہوا کی راہ میں بنا یا گیا ہے پس اس پر راستے والا حکم ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک جب سائبان کا راستہ دار میں ہے تو مذکورہ بالا اشیاء میں ذکر کے بغیر داخل ہو جائے گا کیونکہ وہ دار توابع میں سے ہے پس وہ بیت الخلاء کے مشابہ ہو جائے گا۔

دار میں کسی بیت کو خریدنے کا بیان

قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى بَيْتًا فِي دَارٍ أَوْ مَنْزِلًا أَوْ مَسْكَنًا لَمْ يَكُنْ لَهُ الطَّرِيقُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِيَهُ بِكُلِّ حَقِّ هَوْلِهِ أَوْ بِمَرَافِقِهِ أَوْ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ، (وَكَذَا الشَّرْبُ وَالْمَسِيلُ) لِأَنَّهُ خَارِجُ الْحُدُودِ إِلَّا أَنَّهُ مِنَ التَّوَابِعِ فَيَدْخُلُ بِذِكْرِ التَّوَابِعِ، بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ لِأَنَّهَا تُعَقَّدُ لِلِانْتِفَاعِ فَلَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِهِ، إِذَا الْمُسْتَأْجِرُ لَا يَشْتَرِي الطَّرِيقَ عَادَةً وَلَا يَسْتَأْجِرُهُ فَيَدْخُلُ تَخَصُّبًا لِلْفَائِدَةِ الْمَطْلُوبَةِ مِنْهُ، أَمَّا الْإِنْتِفَاعُ بِالسَّمِيعِ مُمَكِّنٌ بِذَوْنِهِ لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَّ عَادَةً يَشْتَرِيهِ، وَقَدْ يَتَجَرُّ فِيهِ فَيَبِيعُهُ مِنْ غَيْرِهِ فَحَصَلَتِ الْفَائِدَةُ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے دار میں کسی بیت کو خرید لیا یا منزل خریدی یا کوئی رہنے کی جگہ خریدی تو خریدار کو راستہ نہ ملے گا۔ ہاں البتہ جب وہ بیت کے اس کو ہر حق، یا ہر فائدے، ہر قلیل و کثیر کے ساتھ خریدے اور یہی حال پانی اور اس کے بہنے کا حکم ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک حدود سے باہر ہیں مگر یہ توابع میں سے ہیں۔ کیونکہ توابع کے ذکر سے یہ بیچ میں داخل ہو جائیں گے بہ خلاف اجارہ کے۔ کیونکہ وہ فائدے کے لئے منعقد ہوتا ہے پس وہ راستے کے بغیر حاصل نہ ہوگا کیونکہ عام طور پر خریدار راستے کو نہ ہی خریدتا ہے اور نہ اس کو اجرت پر لینے والا ہے پس اجارہ کے فائدے کی وجہ سے راستہ اس میں داخل ہوگا مگر راستے کے بغیر بھی بیچ میں نفع اٹھانا ممکن ہے کیونکہ عرف کے مطابق خریدار اس کو خرید لیتا ہے اور کبھی خریدار تجارت کرتے ہوئے اس کو دوسرے کے ہاں بیچ بھی دیتا ہے پس یہاں فائدہ حاصل ہو جائے گا۔

بَابُ الاسْتِحْقَاقِ

﴿یہ باب استحقاق کے بیان میں ہے﴾

باب استحقاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس باب کا حق تو یہ تھا کہ اس کو یوغ کے بعد ذکر کیا جاتا لیکن اس سے پہلے باب حقوق کو ذکر کر دیا گیا ہے لہذا اس کی مناسبت کے سبب اس کو بھی اسی کے ساتھ یعنی عقب میں ہی ذکر کر دیا ہے تاکہ مناسبت و موافقت ترتیب میں رہ جائے۔ (فتح القدیر، کتاب یوغ، ج ۱۵، ص ۳۴۷، بیروت)

باندی کا خریدار کے ہاں بچے کو جنم دینے کا بیان

(وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَوَلَدَتْ عِنْدَهُ فَاسْتَحَقَّهَا رَجُلٌ بَيِّنَةٌ فَإِنَّهُ يَأْخُذُهَا وَوَلَدُهَا، وَإِنْ أَقَرَّ بِهَا لِرَجُلٍ لَمْ يَتَّبِعْهَا وَلَدُهَا) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الْبَيِّنَةَ حُجَّةٌ مُطْلَقَةٌ فَإِنَّهَا كَأَسْمِهَا مُبَيِّنَةٌ فَيُظْهِرُ بِهَا مِلْكُهُ مِنَ الْأَصْلِ وَالْوَلَدُ كَانَ مُتَّصِلًا بِهَا فَيَكُونُ لَهُ، أَمَّا الْإِقْرَارُ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ يُثْبِتُ الْمِلْكَ فِي الْمُخْبَرِ بِهِ ضَرُورَةً صَحِيحَةَ الْإِخْبَارِ، وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِإِثْبَاتِهِ بَعْدَ الْإِنْفِصَالِ فَلَا يَكُونُ الْوَلَدُ لَهُ.

لَمْ يَقُلْ: يَدْخُلُ الْوَلَدُ فِي الْقَضَاءِ بِالْأَمِّ تَبَعًا، وَقِيلَ يُشْرَطُ الْقَضَاءُ بِالْوَلَدِ وَالْيَهُ تَشِيرُ الْمَسَائِلُ، فَإِنَّ الْقَاضِيَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِالزَّوَائِدِ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا تَدْخُلُ الرِّوَايَةُ فِي الْحُكْمِ، فَكَذَا الْوَلَدُ إِذَا كَانَ فِي يَدِ غَيْرِهِ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ بِالْأَمِّ تَبَعًا

فرمایا جب کسی شخص نے باندی کو خریدا اور اس نے خریدار کے ہاں بچے کو جنم دے دیا اس کے بعد کوئی دوسرا شخص گواہی پیش کرتے ہوئے اس باندی کا حقدار نکل آیا تو وہ باندی کے ساتھ اس بچے کو بھی حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔ اور جب خریدار نے کسی آدمی سے اسی باندی کے بارے میں اقرار کر لیا تو بچہ اس کے تابع نہ ہوگا اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ گواہی مطلق دلیل سے کہ وہ اپنے نام کی طرح ظاہر ہے پس گواہی کے سبب سے اصل سے حقدار میں آدمی کی ملکیت ظاہر ہو جائے گی اور بچہ جو اس سے متصل ہے لہذا وہ بھی حقدار کا ہوگا۔

اور اقرار کا مسئلہ تو وہ حجت قاصر ہے۔ اور وہ خبر کے صحیح ہونے کی صورت میں صرف مخبر بہ میں ملکیت کو ثابت کرنے والا ہے اور

ایک کے مطابق قضاء کے حکم کے مطابق بچہ ماں کے تابع ہو کر حقدار کے لئے ہوگا جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ بچے کے لئے الٹ فیصلہ شرط ہے۔ اور جامع صغیر میں اسی کا اشارہ دیا گیا ہے کیونکہ کوز وائد کا پتہ ہی نہ ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا زوائد حکم میں داخل نہیں ہوا کرتے اور اسی طرح جب بچہ کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے تب بھی ماں کے تابع ہوتے ہوئے وہ حکم میں داخل نہ ہو گا۔

خریداری کے بعد غلام کے آزاد نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَإِذَا هُوَ حُرٌّ وَقَدْ قَالَ الْعَبْدُ لِلْمُشْتَرِي اشْتَرِنِي فَأَيُّ عَبْدٍ لَهُ)، فَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ حَاضِرًا أَوْ غَائِبًا غِيَّةً مَعْرُوفَةً لَمْ يَكُنْ عَلَى الْعَبْدِ شَيْءٌ، وَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ لَا يُذَرَى أَيْنَ هُوَ رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْعَبْدِ وَرَجَعَ هُوَ عَلَى الْبَائِعِ وَإِنْ ارْتَهَنَ عَبْدًا مُفْرًا بِالْعُبُودِيَّةِ فَوَجَدَهُ حُرًّا لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ فِيهِمَا لِأَنَّ الرُّجُوعَ بِالْمُعَاوَضَةِ أَوْ بِالْكَفَالَةِ وَالْمَوْجُودُ لَيْسَ إِلَّا الْإِخْبَارُ كَاذِبًا لَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ الْأَجَنَبِيُّ ذَلِكَ أَوْ قَالَ الْعَبْدُ ارْتَهَنِي فَأَيُّ عَبْدٍ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَّةُ. وَلَهُمَا أَنْ الْمُشْتَرِي شَرَعَ فِي الشِّرَاءِ مُعْتَمِدًا عَلَى مَا أَمَرَهُ وَاقْرَارِهِ إِنِّي عَبْدٌ، إِذَا الْقَوْلُ لَهُ فِي الْحُرِّيَّةِ فَيُجْعَلُ الْعَبْدُ بِالْأَمْرِ بِالشِّرَاءِ ضَامِنًا لِلشَّمَنِ لَهُ عِنْدَ تَعَذُّرِ رُجُوعِهِ عَلَى الْبَائِعِ دَفْعًا لِلغُرُورِ وَالضَّرَرِ، وَلَا تَعَذُّرٌ إِلَّا فِيمَا لَا يُعْرَفُ مَكَانُهُ، وَالْبَيْعُ عَقْدٌ مُعَاوَضَةٌ فَأَمَّا أَنْ يُجْعَلَ الْأَمْرُ بِهِ ضَامِنًا لِلسَّلَامَةِ كَمَا هُوَ مُوجِبُهُ، بِإِخْلَافِ الرَّهْنِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُعَاوَضَةٍ بَلْ هُوَ وَثِيقَةٌ لَا سِتِفَاءَ عَيْنِ حَقِّهِ حَتَّى يَجُوزَ الرَّهْنُ بِبَدْلِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلِمُ فِيهِ مَعَ حُرْمَةِ الْإِسْتِبدَالِ فَلَا يُجْعَلُ الْأَمْرُ بِهِ ضَمَانًا لِلسَّلَامَةِ، وَبِإِخْلَافِ الْأَجَنَبِيِّ لِأَنَّهُ لَا يُعْبَأُ بِقَوْلِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْغُرُورُ. وَنَظِيرُ مَسْأَلَتِنَا قَوْلُ الْمَوْلَى بَايَعُوا عَبْدِي هَذَا فَأَيُّ هَذَا قَدْ أَذِنْتُ لَهُ ثُمَّ ظَهَرَ الْإِسْتِحْقَاقُ فَإِنَّهُمْ يَرْجِعُونَ عَلَيْهِ بِقِيَمَتِهِ،

فرمایا اور جب کسی شخص نے غلام خریدا تو وہ غلام آزاد نکل آیا جبکہ غلام نے خریدار سے کہا تھا کہ مجھ کو بھی خرید لو میں اس بیچنے والا کا غلام ہوں۔ اگر بیچنے والا موجود ہے یا معروف طریقے پر گوشہ نشین ہے۔ تو غلام پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا اور جب بیچنے وال کا ٹھکانے کا پتہ ہے تو خریدار غلام سے قیمت واپس لے گا اور غلام بیچنے والا سے واپس لے گا۔ اور جب کسی شخص نے ایسے غلام کو رہن میں رکھا جس نے غلامی اقرار کیا ہے مگر مرتہاں نے اس کا آزاد پایا تو وہ غلام سے کسی حالت میں بھی کچھ واپس نہ لے گا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ خریدار وغیرہ دونوں احوال میں اس غلام سے کچھ واپس نہ لیں گے کیونکہ رجوع معاوضہ یا کفالہ سے ہوا کرتا ہے جبکہ یہاں صرف جھوٹ والی خبر ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کسی

اجنبی نے خریدار سے وہ جملہ کہایا غلام نے یہ کہا کہ مجھے رہن میں رکھ لو میں غلام ہوں اور دوسری مسئلہ بھی یہی ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ خریدار نے غلام کے کہنے اور اس کے قول کہ میں غلام ہوں کے اقرار پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کو خرید لیا ہے کیونکہ حریت کے بارے میں غلام کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ پس بیچنے والا پر رجوع ناممکن ہونے کی وجہ سے اور خریدار سے دھوکہ و نقصان دور کرنے کے لئے شراہ کے حکم کے سبب غلام ثمن کا ضامن ہوگا۔ اور رجوع تب ناممکن ہے جب بیچنے والا کا ٹھکانے کا پتہ ہو اور بیع عقد معاوضہ ہے کیونکہ شراہ کا حکم سلامتی کا ضامن ہے جس طرح سلامتی ہی بیع کو واجب کرنے والی ہے۔

بہ خلاف رہن کے کیونکہ رہن میں کوئی معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ رہن عین حق کو حاصل کرنے کا وثیقہ ہے حتیٰ کہ حرمت استبدال کے باوجود بدل صرف اور مسلم فیہ کے بدلے رہن جائز ہے پس رہن کے حکم کو سلامتی کے لئے ضامن نہیں بنایا جاسکتا۔ بہ خلاف اجنبی کے کیونکہ وہ اپنے معاملے کی پرواہ کرنے والا نہیں ہے۔ پس اس کی جانب سے دھوکہ ثابت نہ ہوگا اور اس مسئلہ کی مثال یہ ہے کہ جب آقا کا لوگوں سے کہنا کہ میرے اس غلام سے خرید و فروخت کرو۔ کیونکہ میں نے اس کو خرید و فروخت کی اجازت دے رکھی ہے اور استحقاق ظاہر ہونے کی صورت میں تاجر لوگ آقا سے اس کی قیمت کے برابر اپنا مال واپس لیں گے۔

غلام کی آزادی میں دعویٰ شرط پر اشکال کا بیان

ثُمَّ لِي وَضِعَ الْمَسْأَلَةُ ضَرْبُ اشْكَالٍ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الدَّعْوَى شَرْطٌ فِي حُرِّيَةِ الْعَبْدِ عِنْدَهُ، وَالتَّنَاقُضُ يُفْسِدُ الدَّعْوَى .

وَقِيلَ إِذَا كَانَ الْوَضْعُ فِي حُرِّيَةِ الْأَصْلِ فَالدَّعْوَى فِيهَا لَيْسَ بِشَرْطٍ عِنْدَهُ لِتَضَمُّنِهِ تَحْرِيمَ فَرْجِ الْأَمِّ .

وَقِيلَ هُوَ شَرْطٌ لِكِنَّ التَّنَاقُضَ غَيْرُ مَانِعٍ لِخَفَاءِ الْعُلُوقِ وَإِنْ كَانَ الْوَضْعُ فِي الْإِعْتَاقِ فَالتَّنَاقُضُ لَا يَمْنَعُ لِمُتَبَدِّدِ الْمَوْلَى بِهِ فَصَارَ كَالْمُخْتَلِعَةِ يُقِيمُ الْبَيْتَةَ عَلَى الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ قَبْلَ الْخُلْعِ وَالْمُكَاتَبِ يُقِيمُهَا عَلَى الْإِعْتَاقِ قَبْلَ الْكِتَابَةِ .

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس مسئلہ میں ایک اشکال ہے کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک غلام کی آزادی میں دعویٰ شرط ہے۔ حالانکہ تناقض دعویٰ کو فاسد کرنے والا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت حریت کے اصل ہونے میں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس میں دعویٰ شرط نہ ہوگا کیونکہ اصل میں حریت کا دعویٰ فرج ام کی حرمت کو لازم کیے ہوئے ہے۔ اور ایک قول کے مطابق دعویٰ شرط ہے مگر علوق کے پوشیدہ ہونے کے سبب تناقض مانع نہ ہوگا اور جب مسئلہ کی وضع آزادی میں ہو تو تناقض مانع نہ ہوگا کیونکہ آقا آزادی میں مستقل ہوتا ہے۔ تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح خلع لینے والی عورت خلع سے پہلے طلاق ملاح پر گواہی قائم کر دے اور کتابت سے پہلے مکاتب آزادی پر گواہی قائم کر دے۔

فصل فی بیع الفضولی

﴿یہ فصل فضولی کی بیع کے بیان میں ہے﴾

فصل فضولی کی بیع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس باب کی فقہی مطابقت استحقاق والے باب کے ساتھ ظاہر ہے کیونکہ فضولی بھی استحقاق صورتوں میں سے ہی ایک صورت ہے۔ کیونکہ مستحق جس طرح دعویٰ کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ملکیت میں تھی اور اس نے بغیر میری اجازت کے فروخت کی ہے اور اسی طرح فضولی بھی اجازت مالک کے بغیر فروخت کرنے والا ہے۔ اور فضولی کو فاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا کیونکہ وہ وکیل نہیں ہوتا جبکہ اس کو فاء کے فتح کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔]

(عناہ شرح الہدایہ، کتاب بیع، ج ۹، ص ۳۶۲، بیروت)

فضولی کی بیع کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عروہ بن ابی الجعد باری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک دینار دیا تھا کہ حضور (ﷺ) کے لیے بکری خرید لائیں۔ انہوں نے ایک دینار کی دو بکریاں خرید کر ایک کو ایک دینار میں بیچ ڈالا اور حضور (ﷺ) کی خدمت میں ایک بکری اور ایک دینار لا کر پیش کیا، ان کے لیے حضور (ﷺ) نے دعا کی، کہ ان کی بیع میں برکت ہو۔ اس دعا کا یہ اثر تھا کہ مٹی بھی خریدتے تو اُس میں نفع ہوتا۔ (صحیح بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۶۴۲)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ حضور (ﷺ) کے لیے قربانی کا جانور خرید لائیں۔ انہوں نے ایک دینار میں مینڈھا خرید کر دو دینار میں بیچ ڈالا پھر ایک دینار میں ایک جانور خرید کر یہ جانور اور ایک دینار لا کر پیش کیا۔ دینار کو حضور (ﷺ) نے صدقہ کرنے کا حکم دیا (کیونکہ یہ قربانی کے جانور کی قیمت تھی) اور ان کی تجارت میں برکت کی دعا کی۔ (جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۲۸۶، کتب بیوع)

فضولی کے فقہی مفہوم کا بیان

علامہ ملا والدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: فضولی اُس کو کہتے ہیں، جو دوسرے کے حق میں بغیر اجازت تصرف کرے۔ فضولی نے جو کچھ تصرف کیا اگر بوقت عقد اس کا مجیز ہو یعنی ایسا شخص ہو جو جائز کر دینے پر قادر ہو تو عقد منعقد ہو جاتا ہے مگر مجیز کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور اگر بوقت عقد مجیز نہ ہو تو عقد منعقد ہی نہیں ہوتا۔ فضولی کا تصرف کبھی از قسم تملیک ہوتا ہے جیسے بیع نکاح اور کبھی اسقاط ہوتا ہے جیسے طلاق عتاق مثلاً اُس نے کسی کی عورت کو طلاق دیدی غلام کو آزاد کر دیا دین کو معاف کر دیا اُس نے اس کے

تصرفات جائز کر دیئے ناذ ہو جائیں گے۔ (در مختار، کتاب بیع)

فضولی کی بیع کے فقہی حکم کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فضولی کی بیع کا حکم مالک کی اجازت کو قبول کرنا ہے جبکہ بیچنے والا، خریدار اور بیع قائم ہو اور اسی طرح ثمن بھی جبکہ بصورت سامان ہوں اور ثمن سامان نہ ہوں تو وہ مالک مجیز کی ملک ہیں اور فضولی کے قبضہ میں بطور امانت ہیں، ملتی، اگر مالک ثمن وصول کرے یا خریدار سے ثمن طلب کرے تو یہ اجازت ہے، عمادیہ، اور مالک کا یہ کہنا کہ تو نے نہ کیا، نہر، یا جو تو نے کیا برا ہے یا تو نے اچھا کیا یا تو نے درست کیا قول مختار کے مطابق، فتح القدیر، اور خریدار کو ثمن ہبہ کر دینا یا اس پر صدقہ کر دینا اجازت ہے۔ (در مختار، کتاب بیع)

فضولی کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ مِلْكًا غَيْرَهُ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَلَا مَالِكَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَجَارَ الْبَيْعِ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَنْعَقِدُ لِأَنَّهُ لَمْ يَصُدَّرْ عَنْ وَلَايَةِ شَرْعِيَّةٍ لِأَنَّهَا بِالْمِلْكِ أَوْ بِإِذْنِ الْمَالِكِ وَقَدْ فُقِدَا، وَلَا انْعِقَادَ إِلَّا بِالْقُدْرَةِ الشَّرْعِيَّةِ.

وَلَمَّا أَنَّهُ تَصَرَّفَ تَمْلِيكًا وَقَدْ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِانْعِقَادِهِ، إِذَا لَا ضَرَرَ فِيهِ لِلْمَالِكِ مَعَ تَخْيِيرِهِ، بَلْ فِيهِ نَفْعٌ حَيْثُ يَكْفِي مُؤْنَةُ طَلَبِ الْمُشْتَرِي وَقَزَارُ الثَّمَنِ وَغَيْرِهِ، وَفِيهِ نَفْعُ الْعَاقِدِ لِصَوْنِ كَلَامِهِ عَنِ الْإِلْغَاءِ، وَفِيهِ نَفْعُ الْمُشْتَرِي فَتَبَيَّنَ لِلْقُدْرَةِ الشَّرْعِيَّةِ تَحْصِيلًا لِهَدْيِهِ الْوُجُوهَ، كَيْفَ وَإِنْ الْإِذْنَ ثَابِتٌ دَلَالَةً لِأَنَّ الْعَاقِلَ يَأْذَنُ فِي التَّصَرُّفِ النَّافِعِ، قَالَ (وَلَهُ الْإِجَارَةُ إِذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ بَاقِيًا وَالْمُتَعَاقِدَانِ بِحَالِهِمَا) لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تَصَرُّفٌ فِي الْعَقْدِ فَلَا بُدَّ مِنْ قِيَامِهِ وَذَلِكَ بِقِيَامِ الْعَاقِدَيْنِ وَالْمَعْقُودِ عَلَيْهِ.

فرمایا: اور جب کسی بندے نے دوسرے کی ملکیت میں اس کے حکم کے بغیر بیچ دیا ہے تو اب کو مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بیع کا ناذ کرے یا وہ چاہے تو بیع کو ختم کر دے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ایسی بیع کا انعقاد ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ شرعی ولایت کے ساتھ یہ بیع صادر نہیں ہوئی ہے کیونکہ شرعی ولایت، ملک سے یا اس کی اجازت سے ثابت ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور یہاں پر دونوں طرح سے ولایت کا واقع ہونا معدوم ہے جبکہ قدرت شرعیہ کے بیع منعقد ہی نہیں ہوا کرتی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فضولی کی بیع کرنا یہ مالک بنانے کا تصرف ہے اور یہ ایسا تصرف ہے جو اپنے اہل سے اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ پس کے انعقاد کو ماننا ضروری ہوگا کیونکہ مالک کے اختیار ہونے کے سبب اس کے لئے کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ اس عقد میں مالک کے لئے فائدہ ہے۔ کیونکہ یہ عقد کو خریدار کو تلاش کرنے اور اس کے ساتھ ثمن معین کرنے کی محنت سے بچانے والا

ہے۔ اور اس میں عقد کرنے والے کے لئے بھی فائدہ ہے کیونکہ اس کے کلام کو بطلان سے بچایا جا رہا ہے اور اس میں خریدار کے لئے بھی فائدہ ہے پس ان اسباب کے حصول کی وجہ سے شرعی قدرت حاصل ہو چکی ہے اور ایسی بیع کیونکر نافذ نہ ہوگی جبکہ اس کی دلالت سے اجازت ثابت ہے۔ کیونکہ ایک عقل مند آدمی فائدہ بخش تصرف کی اجازت دینے والا ہے۔

فرمایا: اور مالک کے لئے بیع کے اختیار کا حق باقی ہے جب تک معتود علیہ باقی ہے۔ اور عقد کرنے والے اپنی حالت پر باقی رہیں گے کیونکہ اجازت دینا یہ عقد میں تصرف ہے پس اس عقد کو قائم کرنا ضروری ہے جبکہ قیام عقد یہ عائدین اور معتود علیہ کے قیام کے سبب ہوگا۔

فضولی کی بیع میں مالک کی اجازت کا بیان

وَإِذَا أَجَارَ الْمَالِكُ كَانَ الثَّمَنُ مَمْلُوكًا لَهُ أَمَانَةً فِي يَدِهِ بِمَنْزِلَةِ الْوَكِيلِ، لِأَنَّ الْإِجَارَةَ اللَّاحِقَةَ بِمَنْزِلَةِ الْوَكَالَةِ السَّابِقَةِ، وَلِلْفُضُولِيِّ أَنْ يَفْسَخَ قَبْلَ الْإِجَارَةِ دَفْعًا لِلْحَقُوقِ عَنْ نَفْسِهِ، بِخِلَافِ الْفُضُولِيِّ فِي النِّكَاحِ لِأَنَّهُ مُعَبَّرٌ مَحْضٌ، هَذَا إِذَا كَانَ الثَّمَنُ دَيْنًا، فَإِنْ كَانَ عَرْضًا مُعَبَّرًا إِنَّمَا تَصِحُّ الْإِجَارَةُ إِذَا كَانَ الْعَرَضُ بَاقِيًا أَيْضًا.

ثُمَّ الْإِجَارَةُ إِجَارَةٌ نَقْدٍ لَا إِجَارَةُ عَقْدٍ حَتَّى يَكُونَ الْعَرَضُ الثَّمَنُ مَمْلُوكًا لِلْفُضُولِيِّ، وَعَلَيْهِ مِثْلُ الْمَبِيعِ إِنْ كَانَ مِثْلًا أَوْ قِيَمَتُهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِثْلًا، لِأَنَّهُ شِرَاءٌ مِنْ وَجْهِ وَالشِّرَاءُ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْإِجَارَةِ.

(وَلَوْ هَلَكَ الْمَالِكُ) لَا يَنْفُذُ بِإِجَارَةِ الْوَارِثِ فِي الْفَضْلِيِّ لِأَنَّهُ تَوَقَّفَ عَلَى إِجَارَةِ الْمُوَرِّثِ لِنَفْسِهِ فَلَا يَجُوزُ بِإِجَارَةِ غَيْرِهِ.

وَلَوْ أَجَارَ الْمَالِكُ فِي حَيَاتِهِ وَلَا يَعْلَمُ حَالِ الْمَبِيعِ جَارَ الْمَبِيعِ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَوَّلًا، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْأَصْلَ بَقَاؤُهُ، ثُمَّ رَجَعَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ: لَا يَصِحُّ حَتَّى يَعْلَمَ قِيَامَهُ عِنْدَ الْإِجَارَةِ لِأَنَّ الشُّكَّ وَقَعَ فِي شَرْطِ الْإِجَارَةِ فَلَا يَثْبُتُ مَعَ الشُّكِّ

اور جب مالک نے بیع کی اجازت دے دی ہے تو اب ثمن اس کی ملکیت ہو کر فضولی کے قبضہ میں وکیل کی طرح بطور

امانت ہو جائے گی۔ کیونکہ اجازت لاحقہ کالت سابقہ کی طرح ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب مالک کی اجازت سے پہلے ہی فضولی اپنے آپ سے حق کو دور کرنے کے لئے بیع کو ختم کرنے کا اختیار رکھتا ہے جبکہ فضولی نکاح میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف تعبیر کرنے والا اور بطور ترجمان ہوتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب ثمن قرض ہو۔ ہاں البتہ جب ثمن کوئی معین سامان ہے تب بھی اس وقت اجازت صحیح ہوگی۔ جب سامان باقی ہے اس کے یہ اجازت نقد کی اجازت ہوگی یہ عقد کی اجازت نہ ہوگی یہاں تک کہ ثمن والا سامان فضولی کی ملکیت میں چلا جائے۔ اور فضولی پر بیع کی طرح (مثل) لازم ہو جائے

گی یا اس کی قیمت لازم ہو جائے گی جبکہ وہ مثلی ہو یا پھر اس کی قیمت لازم ہوگی جب وہ چیز مثلی نہ ہو۔ کیونکہ یہ بیع ایک طرح کا شراء ہے اور فضولی کا شراء کرنا یہ اجازت پر موقوف نہ ہوگا۔ اور جب مالک فوت ہو گیا ہے تو اب دونوں صورتوں میں وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی کیونکہ یہ بیع خود ہی مورث کی اجازت پر موقوف تھی پس اس کے سوا کسی کی اجازت وہ جائز نہ ہوگی۔ اور جب مالک اپنی زندگی میں بیع کی اجازت دے دی ہے حالانکہ بیع کی حالت بھی معلوم نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول اول کے مطابق بیع جائز ہے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ بیع کا باقی رہنا ہی اس کی اصل ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اسی طرح فرمایا: جب تک قیام کے وقت بیع کا علم نہ ہوگا اس وقت تک بیع درست نہ ہوگی کیونکہ اجازت کی شرط میں شک واقع ہو چکا ہے۔ کیونکہ شک کے ساتھ اجازت ثابت نہیں ہوا کرتی

غلام کو غصب کر کے بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَبَاعَهُ وَأَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ أَجَارَ الْمَوْلَى الْبَيْعَ فَالْعِتْقُ جَائِزٌ) اسْتِحْسَانًا، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ لَا عِتْقَ بِدُونِ الْمَلِكِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا عِتْقَ لِمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ) وَالْمَوْقُوفُ لَا يُفِيدُ الْمَلِكَ، وَلَوْ ثَبَتَ فِي الْآخِرَةِ يَثْبُتُ مُسْتَبَدًّا وَهُوَ ثَابِتٌ مِنْ وَجْهِ دُونَ وَجْهِ، وَالْمُصْطَحُّ لِلْإِعْتَاقِ الْمَلِكُ الْكَامِلُ لِمَا رَوَيْنَا، وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ أَنْ يُعْتَقَ الْغَاصِبُ ثُمَّ يُؤَدَّى الضَّمَانُ، وَلَا أَنْ يُعْتَقَ الْمُشْتَرِي وَالْخِيَارُ لِلْبَائِعِ ثُمَّ يُجِيزُ الْبَائِعُ ذَلِكَ، وَكَذَا لَا يَصِحُّ بَيْعُ الْمُشْتَرِي مِنَ الْغَاصِبِ فِيمَا نَحْنُ فِيهِ مَعَ أَنَّهُ أَسْرَعُ لِفَادَا حَتَّى تَفَدَّ مِنَ الْغَاصِبِ إِذَا آدَى الضَّمَانُ، وَكَذَا لَا يَصِحُّ إِعْتَاقُ الْمُشْتَرِي مِنَ الْغَاصِبِ إِذَا آدَى الْغَاصِبِ الضَّمَانُ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْمَلِكَ ثَبَتَ مَوْقُوفًا بِتَصَرُّفٍ مُطْلَقٍ مَوْضُوعٍ لِإِفَادَةِ الْمَلِكِ، وَلَا ضَرَرَ فِيهِ عَلَى مَا مَرَّرْنَا قَوَفَ الْإِعْتَاقِ مُرْتَبًا عَلَيْهِ وَيَنْفَذُ بِتَفَادِهِ فَصَارَ كِإِعْتَاقِ الْمُشْتَرِي مِنَ الرَّاهِنِ وَكَإِعْتَاقِ الْوَارِثِ عَبْدًا مِنَ التَّرِكَةِ وَهِيَ مُسْتَعْرِقَةٌ بِالذُّيُونِ يَصِحُّ، وَيَنْفَذُ إِذَا قَضَى الدُّيُونُ بَعْدَ ذَلِكَ، بِخِلَافِ إِعْتَاقِ الْغَاصِبِ بِنَفْسِهِ لِأَنَّ الْغَصْبَ غَيْرُ مَوْضُوعٍ لِإِفَادَةِ الْمَلِكِ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ فِي الْبَيْعِ خِيَارُ الْبَائِعِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُطْلَقٍ، وَقِرَانُ الشَّرْطِ بِهِ يَمْنَعُ انْعِقَادَهُ فِي حَقِّ الْحُكْمِ أَصْلًا، وَبِخِلَافِ بَيْعِ الْمُشْتَرِي مِنَ الْغَاصِبِ إِذَا بَاعَ لِأَنَّ بِلَا جَاوِزَةٍ يَثْبُتُ لِلْبَائِعِ مِلْكُ بَاتٍ،

فَإِذَا طَرَأَ عَلَى مَلِكٍ مَوْقُوفٍ لِغَيْرِهِ أَبْطَلَهُ، وَأَمَّا إِذَا آذَى الْغَاصِبُ الضَّمَانَ يَنْفُذَ اِعْتِقَاقُ الْمُشْتَرَى مِنْهُ كَذًا ذَكَرَهُ هَلَالٌ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الْأَصَحُّ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے کسی غلام کو غصب کر کے بیچ دیا اور خریدار نے اس کو آزاد کر دیا اس کے بعد آقا نے بیچ کی اجازت دیدی۔ تو بطور استحسان آزاد کرنا جائز ہے۔ یہ شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے: آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ملکیت کے بغیر آزادی ثابت نہیں ہوتی اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: انسان جس چیز کا مالک نہیں ہے اس میں آزاد کرنا نہیں ہے جبکہ موقوف بیع ملکیت کا فائدہ دینے والی نہیں ہے۔ اور جب آخر میں ملکیت ثابت ہوئی بھی ہے تو وہ (سبب) کی طرف منسوب ہو کر ثابت ہونے والی چیز ایک طرح تو ثابت ہوتی ہے جبکہ ایک وہ طرح وہ ثابت نہیں ہوا کرتی جبکہ اعتاق کے صحیح ہونے کے لئے ملکیت کا کامل ہونا ضروری ہے اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اسی وجہ سے غاصب کا آزاد کرنا اور اس کے ضمان کو ادا کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی بیچنے والا کے لئے اختیار ہونے کی حالت میں خریدار کے لئے اعتاق درست ہے۔ البتہ جب بیچنے والا اعتاق کے بعد بیچ کی اجازت دے۔ اسی طرح غاصب سے خرید کردہ غلام کو آزاد کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ بیع حق سے زیادہ جلدی نافذ ہونے والی ہے حتیٰ کہ ضمان کو ادا کرنے کے بعد ہی غاصب کی بیع نافذ ہو جائے گی اور اسی طرح غاصب سے خرید کیے ہوئے کا اعتاق بھی صحیح نہ ہوگا جبکہ وہ ضمان ادا کر دے۔ شیخین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ خریدار کی ملکیت ایسے تصرف کے سبب سے موقوف ہو کر ثابت ہوئی ہے جو مطلق ہے۔ اور ملکیت کے فائدے کے لئے ہٹائی گئی ہے اور اس میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ جس طرح بیان کیا جا چکا ہے۔

پس ملک موقوف پر مرتب ہو کر اعتاق کی بھی موقوف ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور ملکیت کے نفاذ سے اس کا نفاذ بھی ہو جائے گا۔ اور یہ راہن سے خریداری کرنے والے اعتاق کی مانند ہو جائے گا اور ایسے جب ترکہ میں سے وارث کی طرف سے کسی غلام کو آزاد کیا ہے جبکہ ترکہ مدیون کے گھر سے ہو یہ اعتاق بھی موقوف ہو کر صحیح ہو جائے گا۔ اور اعتاق کے بعد بھی ادائے قرض کی صورت میں یہ اعتاق موقوف نافذ ہو جائے گا جبکہ خود غاصب کے اعتاق میں اس طرح نہ ہوگا کیونکہ غصب ملکیت کے فائدے کے لئے نہیں بنایا گیا اور یہ خلاف اس صورت کے کہ جب بیچ میں بیچنے والا کے لئے اختیار ہو کیونکہ بیچنے والا کا اختیار مطلق نہیں ہوتا اور اس بیچ سے کا حکم کو ملانے کے حق میں انعقاد بیع سے مانع ہے یہ خلاف غصب کے کیونکہ غاصب جب مخصو بہ چیز کو بیچ دے کیونکہ مالک کی اجازت سے بیچنے والا کے لئے یقینی طور ملکیت ثابت ہو جائے گی اور جب یہ قطعی ملکیت طاری ہونے والے ملکیت لغیرہ پر طاری ہو جائے گی تو یہ اس کو باطل کر دے گی اور البتہ یہ مسئلہ کہ جب غاصب نے ضمان ادا کر دیا ہے تو اس سے خریدنے والے کا اعتاق نافذ ہو جائے گا۔ حضرت ہلال بن یحییٰ نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

خریداری کے وقت ملکیت خریدار کے تام ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ قُطِعَتْ يَدُ الْعَبْدِ فَأَخَذَ أَرْضَهَا ثُمَّ أَجَازَ الْمَوْلَى الْبَيْعَ فَلَا رُدَّ لِلْمُشْتَرَى) لِأَنَّ الْمَلِكَ

قَدْ تَمَّ لَهُ مِنْ وَفِّتِ الشِّرَاءِ، فَتَبَيَّنَ أَنَّ الْقَطْعَ حَصَلَ عَلَى مِلْكِهِ وَهَذِهِ حُجَّةٌ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَالْعُذْرُ لَهُ أَنَّ الْمِلْكَ مِنْ وَجْهِ يَكْفِي لاسْتِحْقَاقِ الْأَرْضِ كَالْمُكَاتِبِ إِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ وَاتَّخَذَ الْأَرْضَ ثُمَّ رُدَّ فِي الرِّقِّ يَكُونُ الْأَرْضُ لِلْمَوْلَى، فَكَذَا إِذَا قُطِعَتْ يَدُ الْمُشْتَرِي فِي يَدِ الْمُشْتَرِي وَالْخِيَارُ لِلْبَائِعِ ثُمَّ أُجِيزَ الْبَيْعُ فَالْأَرْضُ لِلْمُشْتَرِي، بِخِلَافِ الْإِعْتِاقِ عَلَى مَا مَرَّ .
(وَيَتَصَدَّقُ بِمَا زَادَ عَلَى نِصْفِ الثَّمَنِ) لِأَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي ضَمَانِهِ أَوْ فِيهِ شُبْهَةٌ عَدَمِ الْمِلْكِ .

فرمایا: اور جب غلام کا ہاتھ کاٹ گیا اور خریدار نے اس کا تاوان بھی وصول کر لیا اس کے آقائے بیع کی اجازت دے دی تو تاوان خریدار کا ہی ہوگا کیونکہ خریداری کے وقت سے خریدار کی ملکیت مکمل ہو چکی ہے اور یہ معاملہ ظاہر ہو گیا ہے کہ ہاتھ کاٹنا یہ خریدار کی ملکیت میں واقع ہوا ہے۔ اور یہ امام محمد علیہ الرحمہ کے خلاف حجت ہے لیکن ان کا عذر یہ ہے کہ ایک طرح تو ملکیت بھی جرمائے کے حق میں کافی ہوتی ہے۔ جس طرح مکاتب ہے کہ جب اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہو اور اس نے تاوان لے لیا ہے اس کے بعد رقیق میں اس کو بھیج دیا گیا ہو تو تاوان آقا کا ہوگا اور اسی طرح جب بیچنے والا کے اختیار کی صورت میں خریدار کے ہاں خریدی ہوئی چیز کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے اور اب اگر بیع کی اجازت ہوگی تو تاوان خریدار کا ہوگا بہ خلاف اعتاق کے جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور خریدار آدمی تاوان سے زائد کو صدقہ کر دے کیونکہ زائد حصہ اس کے ضمان میں شامل نہیں ہے یا پھر اس میں ملکیت نہ ہونے کا شبہ ہے۔

دوسرے شخص کو غلام بیچنے کے بعد بیع اول کی اجازت کا بیان

قَالَ: فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِي مِنْ آخَرٍ ثُمَّ أجازَ الْمَوْلَى الْبَيْعَ الْأَوَّلَ لَمْ يَجُزْ الْبَيْعُ الثَّانِي لِمَا ذَكَرْنَا، وَلَئِنْ فِيهِ غَرَرٌ إِلَّا نِفْسًا خ عَلَى اخْتِيارٍ عَدَمِ الْإِجَازَةِ فِي الْبَيْعِ الْأَوَّلِ وَالْبَيْعُ يَفْسُدُ بِهِ، بِخِلَافِ الْإِعْتِاقِ عِنْدَهُمَا لِأَنَّهُ لَا يُؤْتَرَفِيهِ الْغَرَرُ .

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَبْعَهُ الْمُشْتَرِي فَمَاتَ فِي يَدِهِ أَوْ قُتِلَ ثُمَّ أجازَ الْبَيْعَ لَمْ يَجُزْ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْإِجَازَةَ مِنْ شُرُوطِهَا قِيَامُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَاتَ بِالْمَوْتِ وَكَذَا بِالْقَتْلِ، إِذْ لَا يُمَكِّنُ إِيْجَابُ الْبَدْلِ لِلْمُشْتَرِي بِالْقَتْلِ حَتَّى يُعَدَّ بَاقِيًا بَقَاءِ الْبَدْلِ لِأَنَّهُ لَا مِلْكَ لِلْمُشْتَرِي عِنْدَ الْقَتْلِ مِلْكًا يُقَابَلُ بِالْبَدْلِ فَتَحَقَّقَ الْفَوَاتُ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ الصَّحِيحِ لِأَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِي ثَابِتٌ فَأَمَّا إِيْجَابُ الْبَدْلِ لَهُ فَيَكُونُ الْمَبِيعُ قَائِمًا بِقِيَامِ خَلْفِهِ .

فرمایا: اور جب کسی نے شخص کسی دوسرے آدمی کے غلام کو بیچ دیا اور اس کے بعد آقائے بیع اول کی اجازت دے دی تو بیع ثانی جائز نہ ہوگی۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بیع اول میں اجازت کا نہ ہونا فتح عقد میں دھوکہ بھی تو ہے اور بیع اس قسم کے دھوکے سے فاسد ہو جاتی ہے بہ خلاف اعتاق کے کیونکہ شیخین کے نزدیک اعتاق میں دھوکہ

موثر ہی نہیں ہے۔

اور جب خریدار نے غلام کو بیچا نہیں بلکہ وہ اس کے ہاں سے فوت ہو گیا یا قتل کر دیا گیا اس کے بعد آقا نے بیع اول کی اجازت دی تو یہ بیع جائز نہ ہوگی اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ معقود علیہ کا قیام اجازت کے لئے شرط ہے جبکہ موت سے معقود علیہ ہی ختم ہو چکا ہے اور اسی طرح قتل سے بھی ختم ہو گیا ہے کیونکہ قتل کے سبب سے خریدار کے لئے بدل کو ثابت کرنا ممکن نہ رہا ہے کہ بقائے بدل کی وجہ سے معقود علیہ کو باقی سمجھ لیا جائے کیونکہ قتل کے وقت خریدار کی ملکیت اس قسم کی نہ تھی جو بدل کا مقابل بن جاتی پس فوت ہونا ثابت ہو جائے گا بہ خلاف بیع صحیح کے کیونکہ اس میں خریدار کی ملکیت ثابت ہے اور خریدار کو بدل ثابت کرنا بھی ممکن ہے پس خلیفہ کے قائم ہو جانے کی وجہ سے بیچنے والا کا قیام بھی تسلیم کر لیا جائے گا۔

آقا کی اجازت کے بغیر کسی کے غلام کو بیچ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ وَأَقَامَ الْمُشْتَرِي الْبَيْتَةَ عَلَى إِقْرَارِ الْبَائِعِ أَوْ رَبِّ الْعَبْدِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْبَيْعِ وَأَرَادَ رَدَّ الْمَبِيعِ لَمْ تُقْبَلْ بَيْتُهُ) لِلتَّائِقِ فِي الدَّعْوَى، إِذَا الْإِقْدَامُ عَلَى الشِّرَاءِ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِصِحَّتِهِ، وَالْبَيْتَةُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى صِحَّةِ الدَّعْوَى (وَأِنْ أَقَرَّ الْبَائِعُ بِذَلِكَ عِنْدَ الْقَاضِي) بَطُلَ الْبَيْعُ إِنْ طَلَبَ الْمُشْتَرِي ذَلِكَ، لِأَنَّ التَّائِقَ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ، وَلِلْمُشْتَرِي أَنْ يُسَاعِدَهُ عَلَى ذَلِكَ فَيَتَحَقَّقُ الْإِتِّفَاقُ بَيْنَهُمَا، فَلِهَذَا شَرَطَ طَلَبَ الْمُشْتَرِي . قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَذَكَرَ فِي الزِّيَادَاتِ أَنَّ الْمُشْتَرِي إِذَا صَدَّقَ مُدَّعِيَهُ ثُمَّ أَقَامَ الْبَيْتَةَ عَلَى إِقْرَارِ الْبَائِعِ أَنَّهُ لِلْمُسْتَحَقِّ تَقَبُّلٌ . وَلَقَرُّوا أَنَّ الْعَبْدَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي . وَلَيْسَ تِلْكَ الْمَسْأَلَةُ فِي يَدِ غَيْرِهِ وَهُوَ الْمُسْتَحَقُّ، وَشَرَطُ الرُّجُوعِ بِالْثَمَنِ أَنْ لَا يَكُونَ الْعَيْنُ مَسَالِمًا لِلْمُشْتَرِي .

فرمایا: اور جب کسی شخص کسی آدمی کے غلام کو اس کی اجازت کے بغیر بیچ دیا اور خریدار نے بیچنے والا کے اقرار پر یا غلام کے مالک کے اقرار پر گواہی قائم کر دی۔ کہ اس نے بیچنے والے کو بیچنے کا حکم دیا ہے جبکہ خریدار نے بیع کو واپس کرنا چاہا تو دعویٰ میں نقض کے سبب اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ خریدار کی طرف سے خریدنے پر اقدام کرنا صحت بیع کا اقرار ہے جبکہ گواہی کی بناء صحت دعویٰ پر ہے۔ اور جب بیچنے والا قاضی کے پاس بھی اسی چیز کا اقرار کیا تو اب اگر خریدار چاہے تو بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ تناقض اقرار کی صحت کو روکنے والا نہیں ہے جبکہ خریدار کو اس میں بیچنے والے کی جانب سے مطابقت کرنے کا اختیار ہے تاکہ دونوں میں اتفاق ہو جائے اسی سبب سے طلب خریدار کی شرط کو بیان کیا گیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے: زیادات میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ خریدار نے اگر اپنے مدعی کی تصدیق کی اس کے بعد اس نے بیچنے والا کے اقرار پر گواہی قائم کی کہ بیع حقدار کی ہے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ جبکہ مشائخ فقہاء نے ان

دونوں میں فرق واضح کیا ہے کہ غلام خریدار کے قبضہ میں ہے جبکہ زیادات والے مسئلہ میں غلام خریدار کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ میں ہے اور وہ دوسرا حقدار ہے اور ثمن سے رجوع کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ خریدار کے لئے عین سالم نہ رہے۔

دوسرے آدمی کا گھر بیچ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا لِرَجُلٍ وَأَدْخَلَهَا الْمُشْتَرِي فِي بَنَائِهِ لَمْ يَضْمَنْ الْبَائِعُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ آخِرًا، وَكَانَ يَقُولُ أَوَّلًا: يَضْمَنْ الْبَائِعُ، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهِيَ مَسْأَلَةُ غَضَبِ الْعَقَارِ وَسَبَبُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کا گھر بیچ دیا اور خریدار نے اس کو اپنی دیواروں میں داخل کر لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیچنے والا اس کا ضامن نہ ہوگا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا دوسرا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ پہلے قول میں کہتے ہیں کہ بیچنے والا ضامن ہوگا اور امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے اور زمین غصب کرنے کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے جس کو ہم ان شاء اللہ باب غصب میں بیان کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ السَّلَمِ

﴿یہ باب بیع سلم کے بیان میں ہے﴾

باب بیع سلم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب جب بیع مختلف اقسام و انواع کو بیان کر دیا ہے جن میں عوضین یا دونوں میں سے کسی ایک پر قبضہ شرط نہیں ہے۔ تو اس کے بعد اب بیع سے متعلق ایسا باب بیان کر رہے ہیں جو یہ قبضہ شرط ہے۔ اور باب بیع سلم کو باب بیع صرف پر مقدم کرنے کا سبب یہ ہے۔ کیونکہ اس میں عوضین میں سے کسی ایک پر قبضہ شرط ہے اور یہ مفرد ہے اور مفرد ہمیشہ مرکب سے مقدم ہوا کرتا ہے۔ لغت میں سلم بیع کی وہ قسم ہے جس میں ثمن جلدی وصول کر لی جاتی ہے جبکہ فقہاء کی اصطلاح میں عاجل سے عجلت کے ساتھ اخذ کرنا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۳۸۶، بیروت)

بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عبداللہ بن ابی الجالد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن شداد بن ہاد اور ابو بردہ بیع سلم کے متعلق اختلاف کرنے لگے تو ان لوگوں نے کہا ہم لوگ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں گیبوں جو منقی اور کھجور میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور میں نے ابن ابی زئی سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح بیان کیا۔ (صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 2121)

بیع سلم کا فقہی مفہوم و شرائط

بیع سلم اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کہے کہ اتنی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپوں کے بدل میں اتنا غنہ یا چادل فلاں قسم والے دینا۔ یہ بالا جماع شروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بدھنی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اس کو رب المسلم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دینا ٹھہرائے اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع سلم پر لفظ سلف کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا: لفظ سلف اہل عراق کی لغت ہے اور لفظ سلم اہل حجاز کی لغت ہے ایسی بیع کو عام محاوروں میں لفظ بدھنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سلم ایک بیع کا نام ہے جس میں بیع مؤجل اور ثمن معجل ہوتا ہے یعنی خریدی جانے والی چیز بعد میں لی جاتی ہے اور اس کی قیمت پہلے ہی دی جاتی ہے۔

اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ زید نے بکر سے مثلاً ایک سو 100 روپے کے عوض دو من گیبوں کی خریداری کا معاملہ کیا بائیں

طور کہ زید نے بکر کو ایک سو روپے دے دیئے اور اسے طے کر دیا کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کے عوض فلاں قسم کے دو من گیہوں تم سے لے لوں گا اس بیع و معاملہ کو عربی میں مسلم کہتے ہیں بعض مواقع پر سلف بھی کہا جاتا ہے اپنی زبان میں اسے بدھنی سے موسوم کیا جاتا ہے اس بیع کے خریدار یعنی خریدار کو عربی میں رب سلم ثمن یعنی قیمت کو راس المال بیع یعنی بیچنے والے کو مسلم الیہ اور بیع یعنی خریدی جانے والی چیز کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

یہ بیع شرعی طور پر جائز و درست ہے بشرطیکہ اس کی تمام شرائط پائی جائیں اور تمام شرائط کی تعداد سولہ ہے اس طرح کہ چھ شرطوں کا تعلق تو راس المال یعنی قیمت سے ہے اور دس شرطوں کا تعلق مسلم فیہ یعنی بیع سے ہے۔

راس المال کی شرائط کا بیان

راس المال سے متعلق چھ شرطیں یہ ہیں۔

- 1- جنس کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ درہم ہیں یا دینار ہیں یا اشرفیاں ہیں اور یاروپے ہیں۔
- 2- نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے چاندی کے ہیں یا گلت کے ہیں یا لوٹ ہیں۔
- 3- صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ روپے کھرے ہیں یا کھوٹے ہیں۔
- 4- مقدار کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے سو ہیں یا دسویں ہیں۔
- 5- روپے نقد دینا وعدہ پر نہ رکھنا۔
- 6- اور جس مجلس میں معاملہ طے ہوا اس مجلس میں بیچنے والے کا راس المال پر قبضہ کر لینا۔

مسلم فیہ کی شرائط کا بیان

مسلم فیہ سے متعلق دس شرطیں یہ ہیں۔

- 1- جنس کو بیان کرنا مثلاً یہ واضح کر دینا کہ مسلم فیہ گیہوں ہے یا جو ہے اور یا چنا ہے۔
- 2- نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ گیہوں فلاں قسم یا فلاں جگہ کے ہیں۔
- 3- صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ مثلاً گیہوں اچھے ہیں یا خراب ہیں۔
- 4- مسلم کی مقدار کو بیان کر دینا کہ مثلاً ایک من ہیں یا دو من ہیں۔
- 5- مسلم فیہ کا وزنی یا کیلی یا ذری یا عددی ہونا تاکہ اس کا تعین و اندازہ کیا جاسکے۔
- 6- مدت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ چیز اتنی مدت کے بعد مثلاً ایک مہینہ یا دو مہینہ میں یا چار مہینے میں لیں گے لیکن یہ بات ٹیو ظاہر ہے کہ مدت ایک مہینہ ہونی چاہیے۔
- 7- مسلم فیہ کا موقوف و معدوم نہ ہونا یعنی یہ ضروری ہے کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے ادا کئے گئے وقت تک بازار میں برابر مل سکے تاکہ معدوم نہ بن جائے۔

8- بیع سلم کا معاملہ بغیر شرط خیار کے طے ہونا یعنی اس بیع میں خیار بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کر دینے کے اختیار کی شرط نہیں ہونی چاہئے۔

9- اگر مسلم فیہ ایسی وزن دار چیز ہے جس کی بار برداری دینا پڑے تو اس کے دینے کی جگہ کو متعین کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ میں یہ چیز فلاں جگہ یا فلاں مقام پر دوں گا۔

10- مسلم فیہ کا ایسی چیز ہونا جو جنس نوع اور صفت بیان کرنے سے متعین نہ ہوتی ہو جیسے حیوان یا بعض قسم کے کپڑے تو اس میں بیع سلم جائز نہیں۔

اہل حجاز و عراق کی لغت میں سلم و سلف کا بیان

السلم: لغة أهل الحجاز، والسلف: لغة أهل العراق. سمي سلماً لتسليم رأس ماله في المجلس، وسلفاً لتقدمه، ويقال السلف للقرض. وهو جائز بالاجماع. قال ابن المنذر: أجمع كل من نحفظ عنه أن السلم جائز. وقال ابن عباس أشهد أن السلف المضمون إلى أجل مسمى أحله الله في كتابه، وأذن فيه، ثم قرأ يا أيها الذين آمنوا إذا تداینتم بدين إلى أجل مسمى (البقرة: 282) رواه سعيد. ينعقد بكل ما بدل عليهم سلم وسلف ونحوه.

بیع سلم کی مشروعیت کا بیان

السَّلَمُ عَقْدٌ مَشْرُوعٌ بِالْكِتَابِ وَهُوَ آيَةُ الْمَدَائِنَةِ، فَقَدْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَحَلَّ السَّلَفَ الْمَضْمُونِ وَأَنْزَلَ فِيهَا أَطْوَلَ آيَةٍ لِي كِتَابِهِ، وَتَلَا قَوْلَهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ) الْآيَةُ. وَبِالسُّنَّةِ وَهُوَ مَا رَوَى " (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْإِنْسَانِ وَرَخَّصَ فِي السَّلَمِ) وَالْقِيَاسُ وَإِنْ كَانَ يَأْبَاهُ وَلَكِنَّا تَرَكْنَاهُ بِمَا رَوَيْنَاهُ. وَوَجْهُ الْقِيَاسِ أَنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ إِذَا الْمَبِيعُ هُوَ الْمُسْلِمُ فِيهِ.

سلم وہ عقد ہے جو کتاب اللہ کے ساتھ مشروع ہے۔ اور وہ آیت مدائنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مضمون سلف کو حلال کیا ہے اور اس نے اپنی کتاب میں اس کے بارے میں طویل آیت نازل فرمائی ہے۔ اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ" اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو۔ اور بیع سلم کی مشروعیت سنت سے بھی

ثابت ہے۔ جو روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی چیز کی بیع سے منع کیا ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہو اور سلم کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ قیاس سلم کا انکار کرنے والا ہے لیکن ہم نے روایت کردہ حدیث کے سبب قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ یہ معدوم کی بیع ہے جبکہ مسلم فی بیع ہی ہے۔

بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمْلِلَ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ بِجَارَةٍ حَاضِرَةٍ تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفَعَّلُوا فَإِنَّهُ لَسَوْفَ يَكُفُّ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَبِعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (البقرة: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو، اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے۔ تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھا جاتا ہے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھنا نہ سکے، تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے، اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کر دے، کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری یاد دلا دے، اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کر لو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سر دست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لو، اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے، نہ گواہ کو (یہ، نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا، اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے، (کنز الایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

خواہ وہ دین بیع ہو یا ثمن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے بیع سلم مراد ہے بیع سلم یہ ہے کہ کسی چیز کو پیشگی قیمت لے

کے فروخت کیا جائے اور بیع خریدار کو سپرد کرنے کے لئے ایک مدت معین کر لی جائے اس بیع کے جواز کے لئے جنس، نوع، صفت، مقدار مدت اور مکان ادا اور مقدار اس المال ان چیزوں کا معلوم ہونا شرط ہے۔

لکھنا مستحب ہے، فائدہ اس کا یہ ہے کہ بھول چوک اور مدیون کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرے نہ فریقین میں سے کسی کی رو رعایت۔

حاصل معنی یہ کہ کوئی کاتب لکھنے سے منع نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ شیعہ نویسی کا علم دیا بتغییر و تبدیل دیانت و امانت کے ساتھ لکھے یہ کتابت ایک قول پر فرض کفایہ ہے اور ایک قول پر فرض عین بشرط فراغ کاتب جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا جائے اور ایک قول پر مستحب کیونکہ اس میں مسلمانوں کی حاجت برآری اور نعمت علم کا شکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت فرض تھی پھر "لَا يُضَارُّ كَاتِبٌ" سے منسوخ ہوئی۔

یعنی اگر مدیون مجنون و ناقص العقل یا بچہ یا شیخ فانی ہو یا گونگا ہونے یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے اپنے مدعا کا بیان نہ کر سکتا ہو۔ گواہ کے لئے حریت و بلوغ مع اسلام شرط ہے کفار کی گواہی صرف کفار پر مقبول ہے۔ مسئلہ: تنہا عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ وہ چار کیوں نہ ہوں مگر جن امور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسے کہ بچہ جنابا کرہ ہونا اور نسائی عیوب اس میں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے مسئلہ: حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادت بالکل معتبر نہیں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت بھی مقبول ہے۔ (مدارک و احمدی) جن کا عادل ہونا تمہیں معلوم ہو اور جن کے صالح ہونے پر تم اعتماد رکھتے ہو۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ادائے شہادت فرض ہے جب مدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپانا جائز نہیں یہ حکم حدود کے سوا اور امور میں ہے لیکن حدود میں گواہ کو اظہار و اخفاء کا اختیار ہے بلکہ اخفاء افضل ہے حدیث شریف میں ہے سپید عالم ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی ستاری کرے گا لیکن چوری میں مال لینے کی شہادت دینا واجب ہے تاکہ جس کا مال چوری کیا گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو گواہ اتنی احتیاط کر سکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے گواہی میں یہ کہنے پر اکتفا کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا۔

چونکہ اس صورت میں لین دین ہو کر معاملہ ختم ہو گیا اور کوئی اندیشہ باقی نہ رہا نیز ایسی تجارت اور خرید و فروخت بکثرت جاری رہتی ہے اس میں کتابت و شہاد کی پابندی شاق و گراں ہوگی۔

یہ مستحب ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

"يُضَارُّ" میں دو احتمال ہیں مجہول و معروف ہونے کے قراءۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما قول کی اور قراءۃ عمر رضی اللہ عنہ ثانی کی مؤید ہے پہلی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ اہل معاملہ کاتبوں اور گواہوں کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ وہ اگر اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں تو انہیں مجبور کریں اور ان کے کام چھڑائیں یا حق کتابت نہ دیں یا گواہ کو سفر خرچ نہ دیں اگر وہ دوسرے شہر سے آیا ہو دوسری تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ کاتب و شاہد اہل معاملہ کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ باوجود فرصت و فراغت کے نہ آئیں یا کتابت میں تحریف و تبدیل زیادتی و

کی کریں۔ (تفسیر قرآن العرفان)

بیع سلم و متعلقات کے بیان میں فقہی تصریحات

یہ قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے جس میں ادھار سے تعلق رکھنے والے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کی ہدایات دی جا رہی ہے۔ مثلاً جائیدادوں کے بیع نامے، بیع سلم کی تحریر یا ایسے تجارتی لین دین کی تحریر جس میں پوری رقم یا اس کا کچھ حصہ بھی قابل ادائیگی ہو۔ تاکہ بعد میں اگر کوئی نزاع پیدا ہو تو یہ تحریر شہادت کا کام دے سکے اور یہ حکم استنباطی ہے واجب نہیں۔ چنانچہ اگر فریقین میں باہمی اعتماد و اتنا زیادہ ہو کہ باہمی نزاع کی صورت کا امکان ہی نہ ہو یا محض قرض کا معاملہ ہو اور اس طرح موثق تحریر سے کسی فریق کے اعتماد کو نہیں پہنچتی ہو تو محض یادداشت کے لئے کوئی فریق اپنے پاس ہی لکھ لے تو یہ بھی کافی ہو سکتا ہے۔

ہمارے ہاں آج کل ایسی تحریروں کے سند یافتہ ماہرین موجود ہیں جنہیں وثیقہ نویس کہا جاتا ہے۔ وثیقہ نویس تقریباً انہی اصولوں کے تحت سرکاری کاغذات پر ایسے معاہدات لکھ دیتے ہیں اور چونکہ یہ ایک مستقل فن اور پیشہ بن چکا ہے۔ لہذا ان کے انکار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر جب کہ معاملہ میں کوئی قانونی سقم ہو۔

یعنی معاہدہ کی املا اس شخص کو کروانی چاہئے جو مقروض ہو کیونکہ ادائیگی کا بار اس کے سر پر ہے۔ ہاں اگر وہ لکھوانے کی پوری سمجھ نہیں رکھتا تو اس کا ولی (سرپرست) اس کے وکیل کی حیثیت سے اس کی طرف سے لکھوا سکتا ہے۔ یہ ولی اس کا کوئی رشتہ دار بھی ہو سکتا ہے اور غیر رشتہ دار بھی۔ جو سمجھدار ہو اور مقروض کا خیر خواہ ہو یا معروف معنوں میں وکیل بھی ولی کی حیثیت سے املا کروا سکتا ہے۔

تحریر کے بعد اس تحریر پر دو ایسے مسلمان مردوں کی گواہی ہونا چاہئے جو معاشرہ میں قابل اعتماد سمجھے جاتے ہوں۔ اور اگر معاملہ ذمیوں کے درمیان ہو تو گواہ ذمی بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اگر بوقت تحریر دو مسلمان قابل اعتماد گواہ میسر نہ آئیں تو ایک مرد اور دو عورتیں بھی گواہ بن سکتی ہیں۔ اور اگر ایک بھی مرد میسر نہ آئے تو چار عورتیں گواہ نہیں بن سکتیں۔ اور گواہی کا یہ نصاب صرف مالی معاملات کے لئے ہے۔ مثلاً زنا اور قذف کے لئے چار مردوں ہی کی گواہی ضروری ہے۔ چوری اور نکاح و طلاق کے لئے دو مردوں ہی کی گواہی ہوگی۔ انہما (دیوالیہ) کے لئے اس قبیلے کے تین مردوں کی، رویت ہلال کے لئے صرف ایک مسلمان کی اور رضاعت کے ثبوت کے لئے صرف ایک متعلقہ عورت (دایہ) ہی گواہی کے لئے کافی ہوتی ہے۔

اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے اور حدیث کی رو سے یہ عورتوں کے نقصان عقل کی بنا پر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ زبانی گواہی کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب اس معاملہ کی ایسی جزئیات میں نزاع پیدا ہو جائے جنہیں تحریر میں نہ لایا جاسکا ہو اور معاملہ عدالت میں چلا جائے۔ ورنہ تحریر تو کی ہی اس لئے جاتی ہے کہ بعد میں نزاع پیدا نہ ہو۔ اور شہادتیں پہلے سے ہی اس تحریر پر ثبت کی جاتی ہے۔

جب سے اہل مغرب نے مساوات مرد و زن کا نعرہ لگایا ہے اور جمہوری نظام نے عورت کو ہر معاملہ میں مرد کے برابر حقوق عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت سے اس آیت کے اس جملہ کو بھی مسلمانوں ہی کی طرف سے تاویل و تضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا

ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر کر کے اسلام نے عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کی ہے۔ پاکستان میں اپوا کی مغرب زدہ بہذب خواتین نے بڑی دریدہ دہنی سے کام لیا اور اس کے خلاف ان عورتوں نے جلوس نکالے اور بینر نکھوائے گئے کہ اگر عورت کا حق مرد سے نصف ہے تو فرائض بھی نصف ہونے چاہئیں عورتوں پر اڑھائی نمازیں، پندرہ روزے اور نصف حج فرض ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ طبقہ اڑھائی نمازیں تو درکنار ایک نماز بھی پڑھنے کا روادار نہیں۔ وہ خود اسلام سے بیزار ہیں ہی، ایسے پراپیگنڈے سے ایک تو وہ حکومت کو مرعوب کرنا چاہتی ہیں کہ وہ ایسا کوئی قانون نہ بنائے جس سے عورت کی حق تلفی ہوتی ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ دوسری سادہ لوح مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کر سکیں۔

حالانکہ یہاں حقوق و فرائض کی بحث ہے ہی نہیں۔ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلادے۔ اس میں نہ عورت کے کسی حق کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ اس کی تحقیر ہوتی ہے۔ بات صرف نسیان کی ہے اور وہ بھی اس جزئیات میں جو تحریر میں آنے سے رہ گئی ہوں۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عورت بھول سکتی ہے تو کیا مرد نہیں بھول سکتا۔ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون عام حالات کے مطابق وضع کئے گئے ہیں اور ان کا وضع خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جو اپنی مخلوق کی خامیوں اور خوبیوں سے پوری طرح واقف ہے۔ عورت پر حیض، نفاس اور حمل اور وضع حمل کے دوران کچھ ایسے اوقات آتے ہیں جب اس کا دماغی توازن برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور حکمائے قدیم و جدید سب عورت کی ایسی حالت کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔ ان مغرب زدہ خواتین کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ مرد اپنی جسمانی ساخت اور قوت کے لحاظ سے عورت سے مضبوط ہوتا ہے۔ لہذا حمل اور وضع حمل کی ذمہ داریاں مرد پر ڈالنا چاہئے تھیں نہ کہ عورت پر جو پہلے ہی مرد سے کمزور ہے۔

اور اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عورت اپنی اصل کے لحاظ سے ایسی عدالتی کاروائیوں سے سبکدوش قرار دی گئی ہے۔ اب یہ اسلام کا اپنا مزاج ہے کہ وہ عورت کو گھر سے باہر کھینچ لانے کو پسند نہیں کرتا۔ جبکہ موجودہ مغربی تہذیب اور نظام جمہوریت اسلام کے اس کلیہ کی عین ضد ہے۔ عورت کی گواہی کو صرف اس صورت میں قبول کیا گیا ہے جب کوئی دوسرا گواہ میسر نہ آ سکے اور اگر دوسرا گواہ میسر آ جائے تو اسلام عورت کو شہادت کی ہرگز زحمت نہیں دیتا۔

عورت کے اسی نسیان کی بنا پر فوجداری مقدمات میں اس کی شہادت قائل قبول نہیں کیونکہ ایسے مقدمات میں معاملہ کی نوعیت سنگین ہوتی ہے۔ مالی معاملات میں عورت کی گواہی قبول تو ہے لیکن دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر رکھا گیا ہے۔ اور عائلی مقدمات میں چونکہ زوجین ملوث ہوتے ہیں اور وہ ان کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ جہاں نسیان کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔ لہذا ایسے مقدمات میں میاں بیوی دونوں کی گواہی برابر نوعیت کی ہوگی اور وہ معاملات جو بالخصوص عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہاں عورت کی گواہی کو مرد کے برابر ہی نہیں بلکہ معتبر قرار دیا گیا ہے مثلاً مرضعہ اگر رضاعت کے متعلق گواہی دے تو وہ دوسروں سے معتبر سمجھی جائے گی۔ خواہ یہ دوسرے کوئی عورت ہو یا مرد ہو۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں نہ عورت کی تحقیر بیان ہوئی ہے اور نہ کسی حق کی حق تلفی کی گئی ہے بلکہ رزاق

عالم نے جو بھی قانون عطا فرمایا ہے وہ کسی خاص مصلحت اور اپنی حکمت کاملہ سے ہی عطا فرمایا ہے اور جو مسلمان اللہ کی کسی آیت کی تفسیر کرتا یا مذاق اڑاتا ہے اسے اپنے ایمان کی خیر منانا چاہئے۔ اور ایسے لوگوں کو اسلام سے منسلک رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دل سے تو وہ پہلے ہی اللہ کے باغی بن چکے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کو کافروں سے بھی زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یعنی جب نزاع کی صورت پیدا ہو کر معاملہ عدالت میں چلا جائے اور انہیں زبانی گواہی دینے کے لئے باایہ بٹے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ بات کتمان شہادت کے ذیل میں آتی ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

اس جملہ میں انسان کی ایک فطری کمزوری کو واضح کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ فریقین خواہ کس قدر قابل افتادہ ہوں اور ان میں نزاع کی توقع بھی نہ ہو اور معاملہ بھی خواہ کوئی چھوٹا سا ہوتا ہم بھول چوک اور نسیان کی بنا پر فریقین میں نزاع یا بدظنی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہذا باقاعدہ دستاویز نہ ہی فریقین کو یا فریقین میں سے کسی کو یا دداشت کے طور پر ضرور لکھ لینا چاہئے۔ یہ حکم صرف اس صورت میں ہے جبکہ لین دین کا کوئی اہم معاملہ ہو اور لین دین کرنے کے بعد بھی اس میں نزاع کا احتمال موجود ہو۔

اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں مثلاً ایک یہ کہ کسی شخص کو کاتب بننے یا گواہ بننے پر مجبور نہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ کاتب یا گواہ کی گواہی اگر کسی فریق کے خلاف جاتی ہے تو انہیں تکلیف نہ پہنچائے جیسا کہ آج کل مقدمات میں اکثر ایسا ہوتا ہے اور فریق مخالف گواہوں کو یا وثیقہ نویس کو اس قدر دھمکیاں اور تکلیفیں دینا شروع کر دیتا ہے کہ وہ گواہی نہ دینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں یا پھر غلط گواہی دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور تیسری صورت انہیں نقصان پہنچانے کی یہ ہے کہ انہیں عدالت میں بلایا تو جائے لیکن انہیں آمد و رفت اور کھانے پینے کا خرچہ تک نہ دیا جائے۔

بیع سلم کے تعین مدت میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال دو سال تین سال کی بیع سلم کیا کرتے تھے یعنی بیشکی قیمت دیکر کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کے بعد پھل پہنچا دینا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کی بیع سلم کرے اسے چاہئے کہ معین پیمانہ وزن اور معین مدت کے ساتھ سلم کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور لوگ پھلوں میں ایک سال اور دو سال کے لئے سلف کرتے تھے (یعنی ادھار بیع کرتے تھے) تب آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی کھجور میں سلف کرے تو مقرر ماپ میں یا مقرر تول میں ایک مقررہ میعاد تک سلف کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب بیوع)

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی بیع جاری ہو اگر وہ پیمانہ سے ماپ کر لی دی جاتی ہے تو اس کا پیمانہ متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس پیمانے ہوگی یا پندرہ پیمانے اور اگر وہ چیز وزن کے ذریعہ لی دی جاتی ہے تو اس کا وزن متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس سیر ہوگی یا پندرہ سیر اسی طرح سلم میں خریدی جانے والی چیز کی ادائے کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے کہ یہ چیز مثلاً ایک ماہ بعد دی

جائے گی یا ایک سال بعد۔

اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع سلم میں مدت کا تعین بیع کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک تعین مدت ضروری اور شرط نہیں ہے۔

ملکی و موزونی اشیاء میں بیع سلم کے جواز کا بیان

قَالَ (وَهُوَ جَائِزٌ فِي الْمَكِيلَاتِ وَالْمَوْزُونَاتِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ أَسْلَمَ مِنْكُمْ فَلَيْسَ سِلْمٌ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ) وَالْمُرَادُ بِالْمَوْزُونَاتِ غَيْرُ الذَّرَاهِمِ وَالذَّنَائِيرِ لِأَنَّهُمَا أَثْمَانٌ، وَالْمُسْلَمُ فِيهِ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مُتَمَنَّا فَلَا يَصِحُّ السَّلْمُ لِيَهُمَا ثُمَّ قِيلَ يَكُونُ بَاطِلًا، وَقِيلَ يَنْعَقِدُ بَيْعًا بِشَمْنٍ مُؤَجَّلٍ تَحْصِيلًا لِمَقْصُودِ الْمُتَعَاقِدِينَ بِحَسَبِ الْإِمْكَانِ، وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعْنَى وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ لِأَنَّ التَّصَحُّحَ إِنَّمَا يَجِبُ فِي مَحَلٍّ أَوْجَبَ الْعَقْدَ فِيهِ وَلَا يُمَكِّنُ ذَلِكَ .

فرمایا: بیع سلم ملکی و موزونی اشیاء میں جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو بیع سلم کرے اسے چاہے کہ معین پیمانے اور معین وزن میں مقررہ مدت تک کرے جبکہ موزونات سے مراد ذراہم و دنانیر کے سوا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں شمن ہیں۔ حالانکہ مسلم نیہ کے لئے بیع ہونا لازم ہے۔ لہذا ذراہم و دنانیر میں بیع سلم درست نہ ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں بیع سلم باطل ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ممکن حد تک دونوں عقد کرنے والوں کے مقصد کے حصول کے لئے ادھاری شمن کے بدلے بیع کا انعقاد ہو جائے گا کیونکہ عقود میں معانی کا اعتبار ہی کیا جاتا ہے۔ البتہ پہلا قول صحیح ہے کیونکہ عقد کو درست قرار دینا اسی محل میں واجب ہوگا جس میں عقد کرنے والوں نے عقد کو لازم کیا ہے اور وہ یہاں ممکن ہی نہیں ہے۔

شمار کی گئی اور گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم کا بیان

قَالَ (وَكَذَا فِي الْمَذْرُوعَاتِ) لِأَنَّهُ يُمَكِّنُ ضَبْطَهَا بِذِكْرِ الذَّرْعِ وَالصِّفَةِ وَالصَّنْعَةِ، وَلَا بُدَّ مِنْهَا لِتَرْتِفَعَ الْجِهَالَةُ فَيَتَحَقَّقُ شَرْطُ صِحَّةِ السَّلْمِ، وَكَذَا فِي الْمَعْدُودَاتِ الَّتِي لَا تَتَفَاوَتْ كَالْجُوزِ وَالْبَيْضِ، لِأَنَّ الْعَدَدِيَّ الْمُتَقَارِبَ مَعْلُومُ الْقَدْرِ مَضْبُوطُ الْوَصْفِ مَقْدُورُ التَّسْلِيمِ فَيَجُوزُ السَّلْمُ فِيهِ، وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ فِيهِ سَوَاءٌ لِاصْطِلَاحِ النَّاسِ عَلَى إِهْدَارِ التَّفَاوُتِ، بِخِلَافِ الْبَطِيخِ وَالرُّمَّانِ لِأَنَّهُ يَتَفَاوَتْ أَحَادُهُ تَفَاوُتًا فَاحِشًا، وَبَتَفَاوُتِ الْأَحَادِ فِي الْمَالِيَّةِ يُعَرَّفُ الْعَدَدِيُّ الْمُتَقَارِبُ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي بَيْضِ النِّعَامَةِ لِأَنَّهُ يَتَفَاوَتْ أَحَادُهُ فِي الْمَالِيَّةِ، ثُمَّ

كَمَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهَا عَدَدًا يَجُوزُ كَيْلًا وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ كَيْلًا لِأَنَّهُ عَدَدِي
وَلَيْسَ بِمَكِيلٍ. وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ عَدَدًا أَيْضًا لِلتَّفَاوُتِ.

وَلَنَا أَنَّ الْمِقْدَارَ مَرَّةً يُعْرَفُ بِالْعَدَدِ وَتَارَةً بِالْكَيْلِ، وَإِنَّمَا صَارَ مَعْدُودًا بِإِلَاضِطْلَاحٍ فَيَصِيرُ
مَكِيلًا بِإِضْطِلَاحِهِمَا وَكَذَا فِي الْفُلُوسِ عَدَدًا. وَقِيلَ هَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ
اللَّهُ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهَا أَثْمَانٌ.

وَلَهُمَا أَنَّ الثَّمَنِيَّةَ فِي حَقِّهِمَا بِإِضْطِلَاحِهِمَا فَتَبْطُلُ بِإِضْطِلَاحِهِمَا وَلَا تَعُودُ وَزَيْنًا وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ
مِنْ قَبْلُ.

فرمایا: اور اسی طرح گز کے ذریعے ناپنے والی اشیاء میں بیع سلم جائز ہے کیونکہ ناپنے کے ذریعے صفت و بناوٹ کو
بیان کر کے دینا ممکن ہے۔ اور ان امور کو بیان کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ جہالت دور ہو جائے۔ اور بیع سلم کی درستگی کی شرط ثابت
ہو جائے۔ اور اسی طرح شمار کی گئی اشیاء میں بھی بیع سلم جائز ہے۔ کیونکہ ان میں فرق نہیں ہوتا۔ جس طرح اخروٹ اور انڈے
ہیں۔ کیونکہ عدد والی اشیاء مقدار معلوم کے قریب، وصف میں مضبوط اور سپرد کرنے کے اہل ہوتی ہیں۔ لہذا ان میں بیع سلم جائز ہے
اور عدم تفاوت کے اعتبار سے اور لوگوں کے اتفاق کے سبب ان میں چھوٹا بڑا برابر ہیں یہ خلاف انار و خر بوزہ کے کیونکہ ان کے افراد
میں بڑا فرق ہے جبکہ مالیت میں احادی کی تفریق کے سبب عددی مختلف ہوتی ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ شتر مرغ کے انڈوں میں بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے افراد کی مالیت میں بڑا
فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ عددی جن کو شمار کر کے سلم جائز ہے اسی طرح ناپ کر بھی بیع سلم جائز ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ناپ کر بھی بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ یہ عدد والی ہے۔ اور ناپنے والی نہیں ہے اور ان
سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ شمار کردہ میں بھی بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں فرق ہے جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ عدد
کبھی کبھی مقدار کی پہچان کے لئے ہوتا ہے اور کبھی کیل کے لئے بھی ہوتا ہے اور یہ چیز لوگوں کے اتفاق کے سبب عددی ہوئی ہے پس
عقدین کے اتفاق کے سبب کیلی بھی بن جائے گی۔

اور اسی طرح عدد کا اعتبار کرتے ہوئے فلوں میں بھی بیع سلم جائز ہے۔ اور ایک قول کے مطابق یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے
جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ فلوں ثمن ہیں۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والوں کے حق میں فلوں کا ثمن ہونا ان کے اتفاق کے سبب ہے۔ پس ان کے اتفاق کے
سبب اس کا ثمن ہونا باطل ہو جائے گا۔ اور نہ ہی وہ وزنی بن کر لوٹنے والی ہوگی۔ جس طرح اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

حیوان میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَعْلُومًا بَيِّنًا

الْجَنَسِ وَالسِّنِّ وَالنَّوْعِ وَالصِّفَةِ، وَالتَّفَاوُثُ بَعْدَ ذَلِكَ يَسِيرٌ فَأُثْبِتَ الثِّيَابَ .
وَلَنَا أَنَّهُ بَعْدَ ذِكْرِ مَا ذَكَرَ يَبْقَى فِيهِ تَفَاوُثٌ فَاحْشُ فِي الْمَالِيَةِ بِاعْتِبَارِ الْمَعَانِي الْبَاطِنَةِ فَيُقْضَى
إِلَى الْمُنَازَعَةِ، بِخِلَافِ الثِّيَابِ لِأَنَّهُ مَصْنُوعُ الْعِبَادِ لَقَلَّمَا يَتَفَاوُثُ الثُّوبَانِ إِذَا نُسِجَا عَلَى
مِنْوَالٍ وَاحِدٍ .

وَقَدْ صَحَّ " (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ السَّلَامِ فِي الْحَيَوَانِ) وَيَدْخُلُ فِيهِ جَمِيعُ
أَجْنَاسِهِ حَتَّى الْعَصَافِيرُ .

قَالَ (وَلَا فِي أَطْرَافِهِ كَالرُّءُوسِ وَالْأَكْرَاعِ) لِلتَّفَاوُثِ فِيهَا إِذْ هُوَ عَدَدِيٌّ مُتَفَاوُثٌ لَا مُقَدَّرٌ
لَهَا .

قَالَ (وَلَا فِي الْجُلُودِ عَدَدًا وَلَا فِي الْحَطَبِ حُزْمًا وَلَا فِي الرُّطْبَةِ جُرُزًا) لِلتَّفَاوُثِ فِيهَا، إِلَّا
إِذَا عُرِفَ ذَلِكَ بِأَن يَكُنْ لَهُ طَوْلٌ مَا يَشُدُّ بِهِ الْحُزْمَةُ أَنَّهُ شِبْرٌ أَوْ ذِرَاعٌ فَحِينَئِذٍ يَجُوزُ إِذَا كَانَ
عَلَى وَجْهِهِ لَا يَتَفَاوُثُ .

حیوان میں بیع مسلم جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: جائز ہے اس لئے کہ جنس، عمر، نوع اور
صفت کو بیان کرنے کے سبب حیوان معین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد معمولی فرق ہوتا ہے پس یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد بھی باطن کے اعتبار سے حیوان کی مائیت میں فرق فحش رکھتی
ہیں۔ پس یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ بہ خلاف کپڑوں کے کیونکہ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جب
دو کپڑوں کو ایک طریقے سے بنایا جائے تو ان میں تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان میں بیع مسلم
کرنے سے منع کیا ہے اور اس میں حیوان کی ہر قسم شامل ہے حتیٰ کہ گور یا بھی شامل ہے۔

فرمایا اور حیوان کے اعضاء میں بیع مسلم جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے کیونکہ وہ فرق والی عددی اشیاء ہیں لہذا ان کا
کوئی اندازہ نہیں کیا جاتا۔

فرمایا کھالوں میں عدد سے اور نہ ہی لکڑیوں کی گھڑی میں بیع مسلم جائز ہے۔ اور نہ گھاس میں گٹھوں کے ساتھ بیع مسلم جائز ہے
کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے۔ ہاں البتہ جب ان کی لبائی و چوڑائی معلوم ہو جائے (تو تب جائز ہے)۔ وہ بھی اس طرح کہ جس
سے گھڑی باندی جائے وہ بیان کر دے کہ وہ ایک بہ لشت ہے یا ایک ہاتھ ہے تب بیع مسلم جائز ہوگی البتہ شرط یہ ہوگی کہ اس میں
تفاوت نہیں ہونا چاہیے۔

وقت عقد مسلم فیہ کے موجود ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ السَّلَامُ حَتَّى يَكُونَ الْمُسْلِمُ فِيهِ مَوْجُودًا مِنْ حِينِ الْعَقْدِ إِلَى حِينِ الْمَحِلِّ،

حَتَّىٰ لَوْ كَانَ مُنْقَطِعًا عِنْدَ الْعَقْدِ مَوْجُودًا عِنْدَ الْمَحِلِّ أَوْ عَلَى الْعَكْسِ أَوْ مُنْقَطِعًا لَيْمًا بَيْنَ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ إِذَا كَانَ مَوْجُودًا وَقَتَ الْمَحِلِّ لَوْ جُودِ الْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ حَالٍ وَجُوبِهِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تُسَلِّقُوا فِي الثَّمَارِ حَتَّى يَتَذَوَّعَهَا) وَلَآنَ الْقُدْرَةُ عَلَى التَّسْلِيمِ بِالتَّخَصُّصِ فَلَا بُدَّ مِنْ اسْتِمْرَارِ الوجودِ فِي مُدَّةِ الْآجَلِ لِتَمَكُّنِ مِنَ التَّخَصُّصِ .

فرمایا بیع سلم جائز نہیں ہے حتیٰ کہ مسلم فیہ عقد سے لیکر وقت ادائیگی تک موجود ہو اور اسی دلیل کے سبب سے یہ مسئلہ ہے کہ جب مسلم فیہ عقد کے وقت معدوم ہو اور ادائیگی کے وقت موجود ہو یا اس کا برعکس ہو یا اسی دوران وہ معدوم ہو جائے تو بیع سلم جائز نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسلم فیہ اگر ادائیگی کے وقت موجود ہے تو اب بیع سلم جائز ہے کیونکہ اب مسلم فیہ کی ادائیگی کے سبب سپرد کرنے کی طاقت پائی جا رہی ہے۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: پھل کو پکنے سے قبل اس میں بیع سلم نہ کرو کیونکہ سپرد کرنے کی طاقت حاصل کرنے سے حاصل ہوگی پس معیاد کی مدت میں مسلم فیہ کا موجود ہونا برابر طور پر لازم ہے تاکہ قدرت کا حصول ہو جائے۔

ادائیگی کے بعد مسلم فیہ کے معدوم ہونے کا بیان

(وَلَوْ انْقَطَعَ بَعْدَ الْمَحِلِّ قَرَبُ السَّلَمِ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ فَسَخَّ السَّلَمُ، وَإِنْ شَاءَ انْتَهَرَ وَجُودَهُ) لِأَنَّ السَّلَمَ قَدْ صَحَّ وَالْعَجْزُ الطَّارِئُ عَلَى شَرَفِ الزَّوَالِ فَصَارَ كِبَاقِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَضِي .

اور جب ادائیگی کے بعد مسلم فیہ معدوم ہو جائے تو اب رب سلم کو اختیار ہے خواہ وہ بیع کو فسخ کرے یا پھر وہ اس کے بازار میں آنے کا انتظار کرے۔ کیونکہ سلم کا عقد ہو چکا ہے اور مسلم فیہ پر طاری ہونے والا عجز بھی ختم ہونے والا ہے۔ پس یہ قبضہ سے قبل غلام کے بھگ جانے کی طرح ہو جائے گا۔

نمک آلود مچھلی میں بیع سلم ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ السَّلَمُ فِي السَّمَكِ الْمَالِحِ وَزَنًا مَعْلُومًا وَضَرْبًا مَعْلُومًا) لِأَنَّهُ مَعْلُومُ الْقَدْرِ مَضْبُوطُ الْوَضْفِ مَقْدُورُ التَّسْلِيمِ إِذْ هُوَ غَيْرُ مُنْقَطِعٍ (وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ عِدَدًا) لِلتَّفَاوُتِ قَالَ (وَلَا خَيْرَ فِي السَّلَمِ فِي السَّمَكِ الطَّرِيقِيِّ إِلَّا فِي حِينِهِ وَزَنًا مَعْلُومًا وَضَرْبًا مَعْلُومًا) لِأَنَّهُ يَنْقَطِعُ فِي زَمَانِ الشَّتَاءِ، حَتَّىٰ لَوْ كَانَ فِي بَلَدٍ لَا يَنْقَطِعُ يَجُوزُ مُطْلَقًا، وَإِنَّمَا يَجُوزُ وَزَنًا لَا

عَدَدًا لِمَا ذَكَرْنَا .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي لَحْمِ الْكِبَارِ مِنْهَا وَهِيَ الَّتِي تُقَطَّعُ اخْتِبَارًا بِالسَّلَامِ
سُفَى اللَّحْمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

فرمایا: نمک سے آلود شدہ مچھلی میں بیع سلم معلوم وزن اور معلوم قسم کے ساتھ جائز ہے۔ کیونکہ مچھلی کی مقدار معلوم، وصف معلوم اور سپرد کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ غیر معدوم ہے ہاں نمک سے آلود شدہ مچھلی کی بیع سلم عدد کے حساب سے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں فرق ہوتا ہے۔

فرمایا اور تازہ مچھلی کی بیع سلم میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ہاں جب وہ وقت معلوم اور قسم معلوم کے ساتھ ہو۔ کیونکہ تازہ مچھلی سردی کے موسم میں ختم ہو جاتی ہے اور اسی دلیل کے سبب جب وہ کسی شہر میں ختم ہوتی ہو تو علی الطلاق بیع سلم جائز ہے اور وہ وزن سے جائز ہے عدد سے جائز نہیں ہے اور بڑی مچھلیاں وہ ہیں جن کو کانا جاتا ہے۔ اور اسی مسئلہ کو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک گوشت کی بیع سلم پر قیاس کیا گیا ہے۔

گوشت کی بیع سلم میں فائدہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا خَيْرَ فِي السَّلَامِ فِي اللَّحْمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ: إِذَا وَصَفَ مِنَ اللَّحْمِ مَوْضِعًا مَعْلُومًا بِصِفَةٍ مَعْلُومَةٍ جَازَ) لِأَنَّهُ مَوْزُونٌ مَضْبُوطٌ الْوَصْفِ وَلِهَذَا يَضْمَنُ بِالْمِثْلِ .
وَيَجُوزُ اسْتِقْرَاضُهُ وَزَنُّهُ وَيَجْرِي فِيهِ رَبَا الْفَضْلِ، بِخِلَافِ لَحْمِ الطُّيُورِ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ وَصْفُ مَوْضِعٍ مِنْهُ . وَلَهُ أَنَّهُ مَجْهُولٌ لِلتَّفَاوُتِ فِي قِلَّةِ الْعَظْمِ وَكَثْرَتِهِ أَوْ فِي سَمْنِهِ وَهَزَالِهِ عَلَى اخْتِلَافِ فُصُولِ السَّنَةِ، وَهَذِهِ الْجِهَالَةُ مُفْضِيَةٌ إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

وَفِي مَخْلُوعِ الْعَظْمِ لَا يَجُوزُ عَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي وَهُوَ الْأَصَحُّ، وَالتَّضْمِينُ بِالْمِثْلِ مَمْنُوعٌ . وَكَذَا الْإِسْتِقْرَاضُ، وَبَعْدَ التَّسْلِيمِ فَالْمِثْلُ أَعْدَلُ مِنَ الْقِيَمَةِ، وَلِأَنَّ الْقَبْضَ يُعَايِنُ فَيَعْرِفُ مِثْلَ الْمَقْبُوضِ بِهِ فِي وَقْتِهِ، أَمَّا الْوَصْفُ فَلَا يُكْتَفَى بِهِ .

فرمایا: اور گوشت کی بیع سلم میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے جب مفت معلومہ کے ساتھ گوشت کی جگہ کو بیان کر دیا جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ گوشت کا وزن کیا جاتا ہے اور وزن کے ساتھ انضباط بھی ہے لہذا وہ مضمون مثلی ہوگا۔ اور وزن سے اس کا قرض لینا جائز ہوتا ہے۔ اور اس میں ربو فضل بھی جاری ہوتا ہے جبکہ پرندوں کے گوشت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کے کسی خاص عضو کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ ہڈی کے زیادہ یا تھوڑا ہونے یا سال موسموں کے اختلاف کے سبب گوشت کے موٹا یا پتلا ہونے کے سبب تفاوت ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی

ہے۔ اور ہڈی لکالے گئے گوشت میں دوسرے سبب کے پیش نظر بیع سلم جائز نہیں ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے۔ اور اسی طرح گوشت کا مضمون مثلی ہونا بھی ممنوع ہے اور اسی طرح وزن سے قرض بھی منع ہے کیونکہ وہ اس کو سپرد کرنے کے بعد مثلی قیمت کے مقابلے میں زیادہ برابری کرنے والا ہے کیونکہ قبضہ موجود ہے پس قبضہ کے وقت قبضہ شدہ مثلی کی پہچان ہو جائے گی۔ البتہ وصف رہ گیا ہے تو اس کا اختصار نہیں کیا جاتا۔

مقرر کردہ میعاد میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ السَّلْمُ إِلَّا مُوَجَّلاً) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ حَالًا لَا طَلَاقَ الْخَدِيثِ وَرَخَّصَ فِي السَّلْمِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ) فِيمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ شَرِيعَ رُخْصَةٍ دَفَعْنَا بِحَاجَةِ الْمُتَقَالِبِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْأَجَلِ لِيَقْدَرَ عَلَى التَّخَصُّلِ فِيهِ فَيَسْلِمَ، وَلَوْ كَانَ قَادِرًا عَلَى التَّسْلِيمِ لَمْ يَوْجَدِ الْمُرْتَخِصُ فَبَقِيَ عَلَى النَّافِي .

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ إِلَّا بِأَجَلٍ مَعْلُومٍ) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ الْجَهْلَ فِيهِ مُفْضِيَةٌ إِلَى الْمُنَازَعَةِ كَمَا فِي التَّبَعِ، وَالْأَجَلُ أَذْنَاهُ شَهْرٌ وَقِيلَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَقِيلَ أَكْثَرُ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ . وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ

فرمایا اور مقرر کردہ میعاد میں بیع سلم جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: بیع سلم حال میں جائز ہے کیونکہ حدیث "وَرَخَّصَ فِي السَّلْمِ" مطلق ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک معلوم مدت تک اسی حدیث کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور مقرر کرنا اس لئے لازم ہے کہ سلم الیہ اس میعاد میں مسلم فیہ کے حصول پر قدرت حاصل کر سکے۔ اور اس کو رب سلم کے حوالے کر سکتا ہو۔ اور جب تسلیم پر قادر ہے تو اب اجازت نہ پائی گئی پس بیع سلم نافی پر باقی رہے گی۔

فرمایا بیع سلم جائز ہے جبکہ اس کی مدت معلوم ہو اسی روایت کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی تھی جس طرح بیع میں ہوتا ہے اور کم از کم مدت ایک ماہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین دن ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ نصف دن کا اکثر ہے جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

معین شخص کے پیانوں سے بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ السَّلْمُ بِمَكِّيَالٍ رَجُلٍ بَعَيْنِهِ وَلَا بِدِرَاعِ رَجُلٍ بَعَيْنِهِ) مَعْنَاهُ إِذَا لَمْ يُعْرِفْ مِقْدَارَهُ لِأَنَّهُ تَأَخَّرَ فِيهِ التَّسْلِيمُ فَرُبَّمَا يَضِيعُ فَيُودَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ

الْمَكْنَانِ مِمَّا لَا يَقْبِضُ وَلَا يَنْسِيطُ كَالْقَصَاعِ مَثَلًا، فَإِنْ كَانَ مِمَّا يَنْكَبِسُ بِالْكَبْسِ كَالزَّبِيلِ
وَالْجِرَابِ لَا يَجُوزُ لِلْمَنَازَعَةِ إِلَّا فِي قُرْبِ الْمَاءِ لِلتَّعَامُلِ بِهِ، كَذَا رَوَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ
رَحِمَهُ اللَّهُ.

قَالَ (وَلَا فِي طَعَامِ قَرْيَةٍ بَعِيْنِيهَا) أَوْ ثَمَرَةٍ نَخْلَةٍ بَعِيْنِيهَا لِأَنَّهُ قَدْ يَغْتَرِبُهُ آفَةٌ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى
التَّسْلِيمِ وَاللَّهِ أَشَارَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ قَالَ " (أَرَأَيْتَ لَوْ أَذْهَبَ اللَّهُ تَعَالَى الثَّمَرِ بِهِ
يَسْتَحِلُّ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟) وَلَوْ كَانَتْ النِّسْبَةُ إِلَى قَرْيَةٍ لَبَيَّنَ الصِّفَةَ لَا بَأْسَ بِهِ عَلَى مَا
قَالُوا كَالْخِشْمِ رَانِي بِبُخَارَى وَابْسَاخِي بِفَرْغَانَةِ.

کسی بھی معین شخص کے پیمانوں اور گزروں کے بیچ سلم جائز نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی مقدار معلوم نہ ہو
کیونکہ بیچ سلم میں سپرد کرنا موخر ہوتا ہے اور کبھی وہ پیمانہ یا گز ضائع ہو جایا کرتا ہے تو یہ جھگڑے کی طرف لے جانے کا سبب ہوگا اور
اس کا حکم پہلے نزع چکا ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ پیمانہ سکنے یا پھیلنے والا نہ ہو۔ جس طرح کا سہ ہوتا ہے مگر جب وہ دبانے سے
دب جاتا ہے جس طرح زنبیل اور تھیلا ہے تب بھی جھگڑے کے سبب ناجائز ہے جبکہ تعامل ناس کے سبب پانی کے مشکیزے میں جائز
ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

اور کسی معین گاؤں کی گندم یا معین درختوں کے پھلوں میں بیچ سلم جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب کبھی اس پر کوئی مصیبت
طاری ہو تو وہ اس کو سپرد کرنے پر قدرت رکھنے والا نہ ہوگا۔ اور اسی جانب نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا کہ دیکھو جب اللہ تعالیٰ
پھلوں کو ضائع کر دے تو تم کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی کو مال کو طلال کرو گے۔ ہاں جب کسی ہستی کی جانب نسب محض بیان
وصف کے لئے ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس طرح فقہاء نے کہا ہے جس طرح بخارہ میں خمرانی گندم ہے اور فرغانہ میں
بساکھی گندم ہے۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک بیچ سلم میں شرائط سبعہ کا بیان

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ السَّلْمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِلَّا بِسَبْعِ شَرَائِطٍ: حُسْنُ مَعْلُومٍ) كَقَوْلِنَا
حِنْطَةٌ أَوْ شَعِيرٌ (وَنَوْعٌ مَعْلُومٌ) كَقَوْلِنَا سَقِيَّةٌ أَوْ بَخِيسِيَّةٌ (وَصِفَةٌ مَعْلُومَةٌ) كَقَوْلِنَا جَيْدٌ أَوْ
رَدِيٌّ (وَمِقْدَارٌ مَعْلُومٌ) كَقَوْلِنَا كَذَا كَيْلًا بِمَكْيَالٍ مَعْرُوفٍ وَكَذَا وَزَنًا (وَأَجَلٌ مَعْلُومٌ)
وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رَوَيْنَا وَالْفَقْهُ فِيهِ مَا بَيَّنَّا (وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِ رَأْسِ الْمَالِ إِذَا كَانَ يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلَى
مِقْدَارِهِ) كَالْمَكِيلِ وَالْمُوزُونِ وَالْمَعْلُودِ (وَتَسْمِيَةُ الْمَكَانِ الَّذِي يُوفِيهِ فِيهِ إِذَا كَانَ لَهُ حَمْلٌ
وَمُؤْنَةٌ) وَقَالَا: لَا يَحْتَاجُ إِلَى تَسْمِيَةِ رَأْسِ الْمَالِ إِذَا كَانَ مُعَيَّنًا وَلَا إِلَى مَكَانِ التَّسْلِيمِ
وَيُسَلِّمُهُ فِي مَوْضِعِ الْعَقْدِ، فَهَاتَانِ مَسْأَلَتَانِ. وَلَهُمَا فِي الْأُولَى أَنَّ الْمَقْصُودَ يَحْصُلُ

بِإِلْشَارَةِ فَاشْتَبَهَ الثَّمَنَ وَالْأَجْرَةَ وَصَارَ كَالثَوْبِ وَلَا بِنِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ رَبَّمَا يَوْجَدُ بَعْضُهَا زُيُوفًا وَلَا يَسْتَبْدِلُ فِي الْمَجْلِسِ، فَلَوْ لَمْ يَعْلَمْ قَدْرَهُ لَا يَنْدِرِي فِي كَيْفِ أَوْ رَبَّمَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَخْصِيلِ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ فَيَحْتَاجُ إِلَى رَدِّ رَأْسِ الْمَالِ، وَالْمَوْهُومُ فِي هَذَا الْعَقْدِ كَالْمُتَحَقِّقِ لِشَرْعِهِ مَعَ الْمُنَافِي، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ رَأْسُ الْمَالِ ثَوْبًا لِأَنَّ الذَّرْعَ وَصَفَ فِيهِ لَا يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلَى مِقْدَارِهِ .

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع سلم سات شرائط کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ (۱) اس کی جنس معلوم ہو۔ جس طرح ہمارا قول گندم یا جو ہے (۲) اس کی نوع کا معلوم ہونا ہے جس طرح ہمارا قول سنی یا نحس ہے (۳) اس کی صفت کا معلوم ہونا ہے جس طرح ہمارا قول اچھا یا ناقص ہے (۴) اور اس کی مقدار کا معلوم ہونا ہے جس طرح ہمارا قول مشہور ہے کہ اتنے پینے یا اتنے وزن میں ہو۔ (۵) اس کی مدت کا معلوم ہونا ہے اور اس کے بارے میں وہ حدیث دلیل ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اس کی حکمت بھی وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (۶) رأس المال کی مقدار کا معلوم ہونا ہے البتہ شرط یہ ہے کہ سلم کا عقد اس کی مقدار کے مطابق ہو جس طرح مکملی و موزونی اور عددی چیز کا ہونا ہے۔ (۷) اس جگہ کو بیان کرنا ہے جس جگہ مسلم الیہ مسلم فیہ کو ادا کرے گا جبکہ مسلم فیہ کو کوئی اٹھانے والا ہو اور اس میں خرچ بھی ہو۔

صاحبین عیہما الرحمہ نے کہا: جب رأس المال معین ہو تو پھر اس کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ سپرد کرنے والی جگہ کے بیان کی ضرورت ہے اور مسلم الیہ عقد کی جگہ پر ہی مسلم فیہ کو سپرد کرنے والا ہوگا۔ پس ان دونوں مسائل اور پہلے مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اشارہ کرنے سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے پس یہ مزدوری اور ثمن کے مشابہ ہو جائے گا اور کپڑے کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ بعض دراہم کھوٹے بھی نکل آیا کرتے ہیں جو کہ مجلس عقد میں تبدیل نہیں کیے جاتے۔ کیونکہ جب رأس المال کی مقدار معلوم نہ ہوگی تو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ کتنی مقدار بقیہ ہے یا کبھی کبھی مسلم الیہ مسلم فیہ کو سپرد کرنے سے عاجز آ جاتا ہے اور وہ رأس المال کو واپس کرنے کا محتاج ہوتا ہے۔ اور ایسے عقد میں وہم شدہ چیز ثابت کی طرح ہوتا ہے (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ نفی کے باوجود اس کی مشروعیت ہے یہ خلاف اس کے کہ جب رأس المال کپڑا ہے اس لئے کپڑے میں گڑبگ ہوتا ہے اور عقد کی مقدار سے متعلق ہونے والا نہیں ہے۔

دو اجناس میں بیع سلم کرنے کا بیان

وَمِنْ فُرُوعِهِ إِذَا أَسْلَمَ فِي جَنْسَيْنِ وَلَمْ يُبَيِّنْ رَأْسَ مَالٍ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، أَوْ أَسْلَمَ جَنْسَيْنِ وَلَمْ يُبَيِّنْ مِقْدَارَ أَحَدِهِمَا .

وَلَهُمَا فِي الثَّانِيَةِ أَنَّ مَكَانَ الْعَقْدِ يَتَعَيَّنُ لَوْ جُودَ الْعَقْدِ الْمَوْجِبُ لِلتَّسْلِيمِ، وَلَآئِنَّهُ لَا يُزَاحِمُهُ

مَكَانٍ آخَرٍ فِيهِ قَبِيرٌ نَظِيرُ أَوَّلِ أَوْقَاتِ الْإِمْكَانِ فِي الْأَوَامِرِ فَصَارَ كَالْقَرْضِ وَالْغَضَبِ .
وَلَا يَسِي حَنِيفَةً رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ التَّسْلِيمَ غَيْرُ وَاجِبٍ فِي الْحَالِ فَلَا يَتَعَيَّنُ، بِخِلَافِ الْقَرْضِ
وَالْغَضَبِ، وَإِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ فَالْجَهَالَةُ فِيهِ تُقْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ، لِأَنَّ قِيَمَ الْأَشْيَاءِ تَخْتَلِفُ
بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَيَانِ، وَصَارَ كَجَهَالَةِ الصِّفَةِ، وَعَنْ هَذَا قَالَ مَنْ قَالَ مِنْ
الْمَشَائِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ إِنَّ الْإِخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَهُ يُوجِبُ التَّخَالَفَ كَمَا فِي الصِّفَةِ .
وَقِيلَ عَلَى عَكْسِهِ لِأَنَّ تَعَيَّنَ الْمَكَانِ قِضِيَّةُ الْعَقْدِ عِنْدَهُمَا، وَعَلَى هَذَا الْإِخْلَافِ الثَّمَنُ
وَالْأَجْرَةُ وَالْقِسْمَةُ، وَصُورَتُهَا إِذَا اقْتَسَمَا دَارًا وَجَعَلَا مَعَ نَصِيبِ أَحَدِهِمَا شَيْئًا لَهُ حَمْلٌ
وَمُؤْنَةٌ . وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ فِي الثَّمَنِ .

وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ إِذَا كَانَ مُؤَجَّلًا، وَهُوَ اخْتِيَارُ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ السَّرْحِسي رَحِمَهُ
اللَّهُ . وَعِنْدَهُمَا يَتَعَيَّنُ مَكَانُ الدَّارِ وَمَكَانُ التَّسْلِيمِ الدَّائِمَةُ لِلِإِيفَاءِ .

اور اس کی فروعات میں سے یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے دواجناس میں بیع سلم کی ہے اور ان میں سے کسی ایک کا
بھی راس المال بیان نہیں کیا ہے یا اس نے دواجناس میں بیع سلم کا عقد کیا اور ان میں سے کسی ایک کی مقدار کو بیان نہیں کیا ہے۔
دوسرے مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عقد کی جگہ معین ہوتی ہے کیونکہ وہ عقد جو سپردگی کو واجب کرنے والا ہے وہ اس میں پایا
جا رہا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ کوئی دوسری جگہ اس جگہ سے مزاحمت کرنے والی نہیں ہے۔ پس یہ امکان اوقات کے اول میں اوامر کی
بحث میں ہو جائے گا۔ اور یہ قرض و غصب کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مسلم فیہ کو سپرد کرنا فی حالہ تو واجب نہیں ہے کیونکہ عقد کی جگہ معین نہیں ہے بہ خلاف
قرض و غصب کے ہے اور جب جگہ معین نہیں ہے تو یہ جہالت جھگڑے کی طرف بل جانے والی ہے کیونکہ جگہ کی تبدیلی کے سبب
اشیاء کی قیمتیں بدلتی رہتی ہیں پس جگہ کی وضاحت سپردگی میں ضروری ہوگی۔ اور یہ صفت تو مجہول ہونے کی طرح ہو جائے گا۔ اور
اسی مسئلہ سے بعض مشائخ فقہاء نے کہا ہے: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلم فیہ کی ادائیگی کی جگہ کا اختلاف قسم کو واجب کرنے والا
ہے۔ جس طرح صفت میں ہوا کرتا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق یہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اس کا تعین صاحبین کے نزدیک
عقد کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ اور اسی اختلاف کے مطابق ثمن، ہزدوری اور ہزارہ ہے۔ اور اس کی صورت مسئلہ اس طرح
ہے۔ جب دو بندوں نے گھر کو تقسیم کیا اور ایک کے لئے کوئی ایسی چیز حصہ میں آئی جس کو اٹھانا اور مدد کی ضرورت ہے اور یہ بھی کہا گیا
ہے ثمن میں یہ شرط نہیں ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ جب ثمن مؤجل ہو تو اس میں یہ شرط ہے۔

امام شمس الائمہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ نے اسی قول کو اپنایا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ادائیگی کے لئے جگہ اور چ نور کو سپرد
کرنے کے لئے مقام معین ہے۔

حمل و صرفہ والی اشیاء کی بیع سلم کا بیان

قَالَ (وَمَا لَمْ يَكُنْ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ لَا يَخْتَارُ فِيهِ إِلَى بَيَانِ مَكَانِ الْإِيفَاءِ بِالْإِجْمَاعِ) لِأَنَّهُ لَا يَخْتَلِفُ قِيَمَتُهُ (وَيُوفِيهِ فِي الْمَكَانِ الَّذِي أَسْلَمَ فِيهِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذِهِ رِوَايَةُ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَالْبُيُوعِ -

وَذَكَرَ فِي الْأَجَارَاتِ أَنَّهُ يُوفِيهِ فِي أَيِّ مَكَانٍ شَاءَ، وَهُوَ الْأَصَحُّ لِأَنَّ الْأَمَاكِينَ كُلَّهَا سَوَاءٌ، وَلَا وَجُوبَ فِي الْحَالِ -

وَلَوْ عَيْنًا مَكَانًا، قِيلَ لَا يَتَعَيَّنُ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ، وَقِيلَ يَتَعَيَّنُ لِأَنَّهُ يُفِيدُ سُقُوطَ خَطَرِ الطَّرِيقِ، وَلَوْ عَيْنَ الْمَضَرِّ فِيمَا لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ يَكْتَفِي بِهِ لِأَنَّهُ مَعَ تَبَايُنِ أَطْرَافِهِ كَبْفَعَةٌ وَاحِدَةٌ فِيمَا ذَكَرْنَا -

فرمایا: اور جس چیز میں بار برداری اور اخراجات نہ ہوں تو اجماع کے مطابق اس کے لئے مکان ادا کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی قیمت بدلنے والی نہیں ہے اور اس کو سلم الیہ اسی جگہ سے ادا کرے جہاں عقد سلم ہوا ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت جامع صغیر اور بیوع (مبسوط) سے ہے۔ حالانکہ مبسوط کی کتاب الاجارات میں ذکر کیا گیا ہے کہ سلم الیہ جس جگہ چاہے وہ مسلم فیہ کو ادا کرے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے اس لئے کہ سارے مقامات برابر ہیں۔ اور ادا کی فوری طور پر واجب بھی نہیں ہے۔ اور جب ان دونوں نے کسی ایک جگہ کو معین کیا ہے تو وہ جگہ معین نہ ہوگی کیونکہ معین کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ معین ہو جائے گی۔ کیونکہ اس معین کرنے کے سبب راستے میں آنے والے اندیشوں سے بچانے میں مفید ہے۔ اور جب اس نے ایسی چیز جس کے لئے حمل و صرفہ ہے اس کے لئے شہر کو معین کر دیا ہے تو وہ کافی سمجھا جائے گا اس لئے کہ شہر اپنے تمام علاقوں سے علیحدہ ہونے کے باوجود ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں ایک ہی جگہ کی طرح ہے۔

رأس المال پر مجلس عقد میں قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ حَتَّى يَقْبِضَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهُ فِيهِ) أَمَّا إِذَا كَانَ مِنَ النُّقُودِ فَلِأَنَّهُ افْتِرَاقٌ عَنْ ذَيْنِ بَدَيْنٍ، وَقَدْ (نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَالِ بِالْكَالِ) وَإِنْ كَانَ عَيْنًا، فَلِأَنَّ السَّلَمَ أَخَذَ عَاجِلٍ بِأَجَلٍ، إِذَا الْإِسْلَامُ وَالْإِسْلَافُ يُبَيِّنَانِ عَنِ التَّعْجِيلِ فَلَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ أَحَدِ الْعَوَظَيْنِ لِيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الْإِسْلَامِ، وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ تَسْلِيمِ رَأْسِ الْمَالِ لِيَتَقَلَّبَ الْمُسْلَمُ إِلَيْهِ فِيهِ فَيَقْدِرُ عَلَى التَّسْلِيمِ، وَلِهَذَا قُلْنَا: لَا يَصِحُّ السَّلَمُ إِذَا كَانَ فِيهِ خِيَارُ الشَّرْطِ لَهُمَا أَوْ لِأَحَدِهِمَا لِأَنَّهُ يَمْنَعُ تَمَامَ الْقَبْضِ لِكَوْنِهِ مَانِعًا مِنَ الْإِنْعِقَادِ فِي حَقِّ الْحُكْمِ، وَكَذَا لَا يَثْبُتُ فِيهِ خِيَارُ الرُّوْيَةِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُفِيدٍ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ لِأَنَّهُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الْقَبْضِ

وَلَوْ أُسْقِطَ خِيَارُ الشَّرْطِ قَبْلَ الْإِفْتِرَاقِ وَرَأْسُ الْمَالِ قَائِمٌ جَازٍ خِلَافًا لَوُفَّرَ، وَقَدْ مَرَّ نَظِيرُهُ

فرمایا: بیع سلم درست نہیں ہے حتیٰ کہ مجلس عقد سے الگ ہونے سے پہلے مسلم الیہ رأس المال پر قبضہ کر لے۔ پس جب رأس المال نقدی سے ہے تو اس لئے قبضہ ضروری ہے کہ یہ قرض بہ قرض الگ ہوتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ادھار کے بدلے میں ادھار کا معاملہ کرنے سے منع کیا ہے اور جب رأس المال عین ہے تو اس کو سلم مقبل کو مؤجل کے بدلے میں لینا لازم آئے گا ہاں البتہ سلم و سلف کرنے میں جلدی کی خبر دینا ضروری ہے۔ پس دونوں اعواض میں کسی ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ سلم و سلف کا حکم ثابت ہو جائے۔ اور رأس المال کو سپرد کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مسلم الیہ اس میں تصرف کرتے ہوئے مسلم فیہ میں سپرد کرنے پر قدرت پانے والا ہو جائے۔

اسی دلیل کے سبب ہم نے کہا ہے: جب بیع سلم میں دونوں کے لئے یا ان میں سے کسی ایک کے لئے خیار شرط ہو تو اس میں سلم کا عقد درست نہ ہوگا کیونکہ خیار شرط قبضہ کو مکمل کرنے سے مانع ہے کیونکہ وہ حکم کے حق میں عقد منعقد ہونے کو روکنے والا ہے۔ اور اسی طرح سلم کے عقد میں خیار رویت ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کا فائدہ نہیں ہے بہ خلاف خیار عیب کے کیونکہ وہ قبضہ مکمل ہونے کے مانع نہیں ہے۔ اور جب کسی نے مجلس سے الگ ہونے سے پہلے خیار والے نے خیار کو ساقط کر دیا ہے اور رأس المال بھی موجود ہے تو اب عقد جائز ہے جبکہ اس میں امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور اس کی مثال گزر چکی ہے۔

بیع سلم کی شرائط کے خلاصہ کا بیان

(وَجُمْلَةُ الشُّرُوطِ جَمْعُوهَا فِي قَوْلِهِمْ إِعْلَامُ رَأْسِ الْمَالِ وَتَعْجِيلُهُ وَإِعْلَامُ الْمُسْلِمِ فِيهِ وَتَأْجِيلُهُ وَبَيَانُ مَكَانِ الْإِبْقَاءِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى تَحْصِيلِهِ، فَإِنْ أَسْلَمَ مَائَتِي دِرْهَمٍ فِي كُتْرٍ حِنْطِيَّةٍ مِائَةً مِنْهَا دِينَارٌ عَلَى الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ وَمِائَةٌ نَقْدٌ فَالْسَّلَمُ فِي حِصَّةِ الدَّيْنِ بَاطِلٌ لِفَوَاتِ الْقَبْضِ وَيَجُوزُ فِي حِصَّةِ النَّقْدِ لَا مُتَجَمَّعٍ شَرَائِطُهُ وَلَا يُشِيعُ الْفَسَادُ لِأَنَّ الْفَسَادَ طَارِئًا، إِذَا السَّلَمُ وَقَعَ صَحِيحًا، وَلِهَذَا لَوْ نَقَدَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ الْإِفْتِرَاقِ صَحَّ إِلَّا أَنَّهُ يُطْلُ بِإِلْفِ تَرَاقٍ لِمَا بَيَّنَّا، وَهَذَا لِأَنَّ الدَّيْنَ لَا يَتَعَيَّنُ فِي الْبَيْعِ، إِلَّا تَرَى أَنَّهُمَا لَوْ تَبَايَعَا عَيْنًا بَدَيْنِ ثُمَّ تَصَادَقَا أَنَّ لَا دَيْنَ لَا يُطْلُ الْبَيْعُ فَيَنْعَقِدُ صَحِيحًا۔

اور مشائخ فقہاء نے بیع سلم کی جملہ شرائط کو اس عبارت میں جمع کر دیا ہے۔ رأس المال سے خبردار کرنا، اس کو فوری طور پر ادا کرنا، مسلم فیہ کو معین کرنا، اس کو ادھار دینا، ادائیگی کی جگہ کو بیان کرنا، اور حصول کی قدرت کو بیان کر دینا ہے۔

جب کسی نے دو سو درہم کی گندم کی ایک بوری میں عقد سلم کیا جن میں سے ایک سو درہم مسلم الیہ کے ذمہ پر قرض ہیں اور سو درہم نقد ہیں تو قرض والے حصے میں عقد باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قبضہ نہیں ہے اور نقد والے میں عقد صحیح ہے کیونکہ اس میں عقد کی جملہ شرائط پائی جا رہی ہیں۔ اور اس سے کوئی فساد بھی پھیلنے والا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ طاری ہے اور اس لئے بھی سلم کا عقد صحیح ہو کر

واقع ہوا ہے۔ کیونکہ رب سلم نے الگ ہونے سے پہلے رأس المال نقد طور پر دے دیا ہے تو عقد صحیح ہو جائے گا۔ ہاں البتہ ہدائی کے سبب عقد باطل ہو جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ بیع میں دین معین نہیں ہوا کرتا کیا آپ نہیں جانتے کہ جب عاقدین نے عین کو دین کے بدلے میں بیچ دیا اور اسکے بعد دونوں نے اتفاق کر لیا ہے کہ دین نہ تھا تو بیع باطل نہ ہوگی اور انعقاد صحیح ہو جائے گا۔

قبضہ سے پہلے رأس المال میں عدم تصرف کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي رَأْسِ مَالِ السَّلَامِ وَالْمُسْلِمِ فِيهِ قَبْلَ الْقَبْضِ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِمَا فِيهِ مِنْ تَفْوِيتِ الْقَبْضِ الْمُسْتَحَقِّ بِالْعَقْدِ .

وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْمُسْلِمَ فِيهِ مَبِيعٌ وَالتَّصَرُّفُ فِي الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يَجُوزُ (وَلَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَالتَّوَلِيَةُ فِي الْمُسْلِمِ فِيهِ) لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ فِيهِ

فرمایا: قبضہ کرنے سے پہلے بیع سلم کے رأس المال اور مسلم فیہ میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور رأس المال کا تصرف اس وجہ سے منع ہے کہ اس قبضہ کو فوت کرنا ہے جو عقد کے سبب واجب ہوا ہے اور مسلم فیہ میں تصرف اس سبب سے منع ہے کہ عقد میں مسلم فیہ بیع ہوا کرتی ہے اور قبضہ سے پہلے بیع میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور مسلم فیہ شرکت و تولیہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مسلم فیہ تصرف کراتی ہیں۔

بیع سلم میں اقالہ کرنے کا بیان

(فَإِنْ تَقَابَلَا السَّلَامَ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ مِنَ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ بِرَأْسِ الْمَالِ شَيْئًا حَتَّى يَقْبِضَهُ كَلَّمَهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تَأْخُذْ إِلَّا بِسَلَمِكَ أَوْ رَأْسِ مَالِكَ) أَيْ عِنْدَ الْقَبْضِ، وَلِأَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا بِالْمَبِيعِ فَلَا يَحِلُّ التَّصَرُّفُ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْإِقَالََةَ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ ثَالِثٍ، وَلَا يُمَكِّنُ جَعْلَ الْمُسْلِمِ فِيهِ مَبِيعًا لِسُقُوطِهِ فَجَعَلَ رَأْسَ الْمَالِ مَبِيعًا لِأَنَّهُ دَيْنٌ مِثْلُهُ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ قَبْضُهُ فِي الْمَجْلِسِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي حُكْمِ الْإِثْدَاءِ مِنْ كُلِّ وَجْهِ، وَفِيهِ خِلَافٌ زُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ .

اور جب عقد کرنے والوں نے بیع سلم کا اقالہ کیا تو اب رب سلم والے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ رأس المال کے بدلے مسلم ایہ سے کوئی چیز خرید لے۔ حتیٰ کہ رأس المال پر قبضہ کر لے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے رأس المال یا اپنے سلم کے سوا کچھ مت لے یعنی کہ نسخ ہوتے وقت اور اس یہ بھی دلیل ہے کہ رأس المال نے بیع کے ساتھ مشابہت اختیار کی ہوئی ہے پس قبضہ کرنے سے قبل اس میں تصرف جائز نہیں ہے۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ اقالہ تیسرے شخص کے حق میں ایک نئی بیع ہے اور مسلم فیہ کے ساتھ ہونے کے سبب اس کو بیع بنانا ممکن نہیں ہے کیونکہ بیع رأس المال کو قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ مسلم فیہ کی طرح دین ہے ہاں

مجلس میں اس پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ کلی طور پر ابتداء کے حکم میں نہیں ہے اور اس میں زلف علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور ان کے خلاف ہماری بیان کردہ دلیل بطور حجت ہے۔

مسلم فیہ کی ادائیگی کی میعاد آنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ فِي كَرْ حَنْطِيَةٍ فَلَمَّا حَلَّ الْأَجَلُ اشْتَرَى الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ مِنْ رَجُلٍ كُرًّا وَأَمَرَ رَبَّ السَّلَمِ بِقَبْضِهِ قَضَاءً لَمْ يَكُنْ قَضَاءً، وَإِنْ أَمَرَهُ أَنْ يَقْبِضَهُ لَهُ ثُمَّ يَقْبِضَهُ لِنَفْسِهِ فَاتَّكَالَهُ لَهُ ثُمَّ اتَّكَالَهُ لِنَفْسِهِ جَائِزٌ) لِأَنَّهُ اجْتَمَعَتِ الصَّفَقَتَانِ بِشَرْطِ الْكَيْلِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْكَيْلِ مَرَّتَيْنِ لِنَهْيِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ صَاعَانِ، وَهَذَا هُوَ مُحْمَلُ الْحَدِيثِ عَلَى مَا مَرَّ وَالسَّلَامُ وَإِنْ كَانَ سَابِقًا لَكِنْ قَبْضُ الْمُسْلِمِ فِيهِ لَا حَقَّ وَأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ ابْتِدَاءِ الْبَيْعِ لِأَنَّ الْعَيْنَ غَيْرُ الدِّينِ حَقِيقَةً.

وَأِنْ جَعَلَ عَيْنَهُ فِي حَقِّ حُكْمٍ خَاصٍّ وَهُوَ حُرْمَةُ الْإِسْتِبْدَالِ فَيَتَحَقَّقُ الْبَيْعُ بَعْدَ الشِّرَاءِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ سَلَمًا وَكَانَ قَرْضًا فَأَمَرَهُ بِقَبْضِ الْكُرِّ جَائِزًا لِأَنَّ الْقَرْضَ إِعَارَةً وَلِهَذَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْإِعَارَةِ لَكَانَ الْمُرْدُودُ عَيْنَ الْمَاخُودِ مُطْلَقًا حُكْمًا فَلَا تَجْتَمِعُ الصَّفَقَتَانِ.

اور جس شخص نے ایک بوری گندم میں بیع سلم کا عقد کیا اور اس کے بعد جب مسلم فیہ کی ادائیگی کی میعاد آگئی تو مسلم الیہ نے کسی شخص سے ایک بوری گندم خریدی اور رب سلم کو قبضہ کرنے کے لئے اس کا حکم دیا تو یہ ادا نہ ہوگا اور جب اس نے یہ حکم دیا ہے کہ پہلے مسلم الیہ قبضہ کرے اس کے بعد وہ اپنے قبضہ میں لے گا کیونکہ رب سلم نے اس کو مسلم الیہ کے لئے تولہ ہے اور پھر اس نے اپنے لئے کیل کیا ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ کیل کی شرط کے سبب دو صفحے جمع ہو گئے ہیں کیونکہ دوبار کیل کرنا لازم تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اناج کی بیع سے منع کیا ہے حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں اور حدیث کا محمل بھی یہی ہے جس طرح بیان گزر چکا ہے۔

اور بیع سلم سابق ہے مگر مسلم پر قبضہ بعد میں ہوا ہے پس یہ بیع کی ابتداء کے درجے میں ہوگی کیونکہ یہ دین کے عین کے خلاف ہے خواہ ایک حکم خاص یعنی استبدال کے حرام ہونے میں عین کو قرض قرار دیا گیا ہو پس خریدنے کے بعد بیچنا ثابت ہو جائے گا اور جب وہ سلم نہ ہو بلکہ قرض ہو اور اس کے بعد قرض والے نے گندم کی بوری خرید کر قبضہ کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ قرض اعارہ ہے پس اسی سبب سے اعارہ کے لفظ سے قرض کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ پس وہ واپس کیا گیا ہے وہ حکم شرعی کے مطابق وہی ہے جس کو لیا گیا تھا پس اس میں دو صفقات (بیع کے دو معاملات) جمع نہ ہوں گے۔

رب سلم کے غائب پر عدم ادائے وجوب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ فِي كُرٍّ فَأَمَرَ رَبُّ السَّلَمِ أَنْ يَكِيلَهُ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ فِي غَوَائِرِ رَبِّ السَّلَمِ فَقَعَلَ

وَهُوَ غَائِبٌ لَمْ يَكُنْ قَضَاءً لَّأَنَّ الْأَمْرَ بِالْكَيْلِ لَمْ يَصَحَّ لِأَنَّهُ لَمْ يُصَادَقْ بِمِلْكِ الْأَمْرِ، (لَا نَ)
حَقُّهُ فِي الَّذِينَ دُونَ الْعَيْنِ فَصَارَ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ مُسْتَعِيرًا لِلْغَرَائِرِ مِنْهُ وَقَدْ جَعَلَ مِلْكَ نَفْسِهِ
لِهَا فَصَارَ كَمَا لَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَرَاهِمُ دِينَ فَدَفَعَ إِلَيْهِ كَيْسًا لِيَزِنَهَا الْمَذْبُورُونَ فِيهِ لَمْ يَصِرْ قَابِضًا
فرمایا: جب کسی شخص نے ایک بوری گندم میں بیج مسلم کی اس کے بعد رب مسلم نے مسلم الیہ کو حکم دیا کہ وہ مسلم فیہ کو رب
مسلم کی تھیلیوں میں ناپ کر دیدے۔ تو مسلم الیہ نے یہ کام اس حالت میں کیا کہ رب مسلم غائب تھا تو اس کا یہ ادائیگی واجب نہ ہوگی
کیونکہ اس طرح کیل کا حکم درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کام نے آمر کی ملکیت نہ پایا اور آمر کا حق دین میں ہے عین میں نہیں ہے
کیونکہ اس طرح مسلم الیہ رب مسلم سے تھیلیوں کو بطور ادھار لینے والا ہو جائے گا۔ حالانکہ ان تھیلیوں میں وہ اپنی ملکیت کو بھرنے والا
ہے۔ پس یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح جب اس پر دس دراہم قرض ہوں اور اس کے بعد قرض خواہ نے اس کو اپنی تھیلی
دیدی۔ تاکہ مقروض ان دراہم مقروضہ کا اس میں وزن کر لے تو قرض خواہ اپنے قرض پر قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

بیع کے سبب خریدار کے عین کا مالک ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَتْ الْحِنْطَةُ مُشْتَرَاةً وَالْمَسَالَةُ بِجَالِهَا صَارَ قَابِضًا لِأَنَّ الْأَمْرَ قَدْ صَحَّ حَيْثُ صَادَقَ
مِلْكُهُ لِأَنَّهُ مِلْكُ الْعَيْنِ بِالْبَيْعِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ أَمَرَهُ بِالطَّحْنِ كَانَ الطَّحِينُ فِي السَّلْمِ لِلْمُسْلِمِ
إِلَيْهِ وَفِي الشِّرَاءِ لِلْمُشْتَرِي لِصِحَّةِ الْأَمْرِ، وَكَذَا إِذَا أَمَرَهُ أَنْ يَصُبَّهُ فِي الْبَحْرِ فِي السَّلْمِ
يَهْلِكُ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ وَفِي الشِّرَاءِ مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِي، وَيَتَقَرَّرُ الثَّمَنُ عَلَيْهِ لِمَا قُلْنَا،
وَلِهَذَا يُكْتَفَى بِذَلِكَ الْكَيْلِ فِي الشِّرَاءِ فِي الصَّحِيحِ لِأَنَّهُ نَائِبٌ عَنْهُ فِي الْكَيْلِ وَالْقَبْضِ
بِالْوُقُوعِ فِي غَرَائِرِ الْمُشْتَرِي، وَلَوْ أَمَرَهُ فِي الشِّرَاءِ أَنْ يَكِيلَهُ فِي غَرَائِرِ الْبَائِعِ فَقَعَلَ لَمْ يَصِرْ
قَابِضًا لِأَنَّهُ اسْتَعَارَ غَرَائِرَهُ وَلَمْ يَقْبِضْهَا فَلَا تَصِيرُ الْغَرَائِرُ فِي يَدِهِ، فَكَذَا مَا يَقَعُ فِيهَا، وَصَارَ
كَمَا لَوْ أَمَرَهُ أَنْ يَكِيلَهُ وَيَعْزِلَهُ فِي نَاحِيَةٍ مِنْ بَيْتِ الْبَائِعِ لِأَنَّ الْبَيْتَ بِنَوَاحِيهِ فِي يَدِهِ فَلَمْ يَصِرْ
الْمُشْتَرِي قَابِضًا.

اور جب خریدار نے گندم کو خرید اور مسلمہ کی صورت حال اسی حالت میں ہے تو خریدار قبضہ کرنے والا بن جائے گا
کیونکہ اس طرح امر بہ کیل درست ہے۔ اس لئے کہ خریدار نے ملکیت کو پالیا ہے اور اس لئے بھی خریدار بیع کے سبب عین کا مالک ہو
جائے گا کیا آپ نہیں غور کرتے کہ جب اس نے گندم کو پیسنے کا حکم دیا ہے تو اب بیع مسلم میں مسلم الیہ کا آنا ہوگا اور خرید کرنے کی
صورت میں خریدار کا ہوگا کیونکہ یہ امر درست ہے اور اسی طرح جب کسی خریدار نے بیچنے والے کو حکم دیا کہ اس مال کو سمندر
میں پھینک دو تو بیع مسلم کی صورت میں وہ مال مسلم الیہ کے مال سے ہلاک ہوگا جبکہ خریداری کی صورت میں وہ مال خریدار کے مال
سے ہلاک ہوگا اور اس پر غم واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اسی سبب سے خریداری میں اس

کے تولنے پر اکتفاء کیا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں کیل میں بیچنے والا خریدار کا نائب ہے اور خریدار کی تھیلیوں میں سے بھرنے کے سبب قبضہ بھی ہو چکا ہے۔

اور خریداری کی صورت میں جب خریدار نے بیچنے والے کو حکم دیا اور وہ بیچ کو اپنی تھیلیوں سے ناپ لے تو اس نے اسی طرح کر دیا تو اب خریدار قبضہ کرنے والا نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں خریدار نے بیچنے والے کی تھیلیوں کو ادھار لیا ہے اور ان پر قبضہ نہیں کیا ہے پس تھیلیاں اس کے قبضہ میں نہ ہوں گی لہذا وہ چیز بھی اس کے قبضہ میں نہ ہوگی جو ان تھیلیوں میں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا، جس خریدار نے بیچنے والے کو حکم دیا ہے کہ گندم کو تول کر اپنے گھر کے کسی کارز میں رکھ دے کیونکہ گھر اپنی اطراف سمیت بیچنے والا کے قبضہ میں ہے پس اس طرح خریدار قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

دین و عین کے اجتماع میں قبضہ ہو جانے کا بیان

وَلَوْ اجْتَمَعَ الدَّيْنُ وَالْعَيْنُ وَالْغَرَائِرُ لِلْمُشْتَرِي، اِنْ بَدَأَ بِالْعَيْنِ صَارَ قَابِضًا، اَمَّا الْعَيْنُ فَلِصْحَةِ الْاَمْرِ لِيهِ، وَاَمَّا الدَّيْنُ فَلِاتِّصَالِهِ بِمِلْكِهِ وَبِمِثْلِهِ يَصِيرُ قَابِضًا، كَمَنْ اسْتَقْرَضَ حِنْطَةً وَاَمْرَهُ اَنْ يَزْرَعَهَا فِي اَرْضِهِ، وَكَمَنْ دَفَعَ اِلَى صَانِعٍ خَاتَمًا وَاَمْرَهُ اَنْ يَزِيدَهُ مِنْ عِنْدِهِ نِصْفَ دِينَارٍ، وَاِنْ بَدَأَ بِالذَّيْنِ لَمْ يَصِرْ قَابِضًا، اَمَّا الدَّيْنُ فَلِعَدَمِ صِحَّةِ الْاَمْرِ، وَاَمَّا الْعَيْنُ فَلِاَنَّهٗ خَلَطَهُ بِمِلْكِهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ لَصَارَ مُسْتَهْلِكًا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ فَيَنْقُضُ الْبَيْعَ، وَهَذَا الْخُلُطُ غَيْرُ مَرْضِيٍّ بِهِ مِنْ جِهَتِهِ لِجَوَازِ اَنْ يَكُونَ مُرَادُهُ الْبَدَاءُ بِالْعَيْنِ وَعِنْدَهُمَا هُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ لَقَضِ الْبَيْعَ وَاِنْ شَاءَ شَارَكَهُ فِي الْمَخْلُوطِ لِاَنَّ الْخُلُطَ لَيْسَ بِاسْتِهْلَاكِ عِنْدَهُمَا .

اور جب دین و عین میں اجتماع ہو گیا ہے اور وہ تھیلیاں خریدار کی ہیں اور جب عین مال سے شروع کیا ہے تو خریدار کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور یہ مال عین میں اس لئے ہوا ہے کہ اس میں امر بہ کیل درست ہے، جبکہ دین میں اس لئے ہے کہ وہ خریدار کی ملکیت کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے جس طرح اتصال کے سبب خریدار قبضہ کرنے والا ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی نے گندم کو قرض پر لیکر قرض خواہ کو حکم دیا کہ اس سے زمین میں بیجائی کر لے۔ اور جس طرح کسی سارے نے انگوٹھی دی اور اس کو حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے اس میں نصف دینار کا اضافہ کر دے۔

اور جب کسی بیچنے والے نے دین سے شروع کیا تو اب خریدار قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔ دین پر قبضہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں امر بہ کیل درست نہیں ہے اور مال عین میں قابض نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بیچنے والے نے سپرد کرنے سے پہلے ہی اس کو اپنی ملکیت کے ساتھ ملا دیا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ہلاک ہو چکا ہے کیونکہ بیع ختم ہو چکی ہے اور اس طرح ملا لینا یہ خریدار کی جانب سے پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ خریدار کی مراد عین سے ابتداء کرنا ہو۔

صاحبین کے نزدیک خریدار کو اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو بیع کو ختم کر دے اور اگر وہ چاہے تو ملی ہوئی بیع میں بیچنے والے کو شامل کر لے کیونکہ صاحبین کے نزدیک اتعال کرنا یہ ہلاک کرنے میں نہیں آتا۔

ایک بوری گندم کے بدلے باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ جَارِيَةً فِي كَثْرَةِ حِنْطَةٍ وَقَبَضَهَا الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ ثُمَّ تَقَايَلَا فَمَاتَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا يَوْمَ قَبْضِهَا، وَلَوْ تَقَايَلَا بَعْدَ هَلَاكِ الْجَارِيَةِ جَازًا لِأَنَّ صِحَّةَ الْإِقَالَةِ تَعْتَمِدُ بَقَاءَ الْعَقْدِ وَذَلِكَ بِقِيَامِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَفِي السَّلَمِ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ إِنَّمَا هُوَ الْمُسْلِمُ فِيهِ فَصَحَّحَ الْإِقَالَةَ حَالَ بَقَائِهِ، وَإِذَا جَازَ ابْتِدَاءُ قَوْلِي أَنْ يَبْقَى انْتِهَاءُ، لِأَنَّ الْبَقَاءَ أَسْهَلُ، وَإِذَا انْقَسَخَ الْعَقْدُ فِي الْمُسْلِمِ فِيهِ انْقَسَخَ فِي الْجَارِيَةِ تَبَعًا فَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّهَا وَقَدْ عَجَزَ فَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّ قِيمَتِهَا.

فرمایا: اور جس شخص نے ایک بوری گندم کے بدلے میں ایک باندی میں بیع مسلم کی اور مسلم الیہ نے اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد دونوں نے اقالہ کر لیا اس کے بعد وہ باندی خریدار کے قبضہ سے فوت ہو گئی تب بھی مسلم الیہ پر اس باندی کی قیمت واجب ہوگی جو اس کے قبضہ والے دن (قیمت) تھی۔ اور باندی کے ہلاک ہو جانے کے بعد انہوں نے اقالہ کیا تو جائز ہے کیونکہ اقالہ کا درست ہونا یہ عقد کے باقی ہونے پر موقوف ہوا کرتا ہے۔ عقد کی بقاء معقود علیہ کی موجودگی سے ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور مسلم میں معقود علیہ مسلم فیہ ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس مسلم فیہ کی بقاء میں اقالہ درست ہوگا اور اقالہ جب ابتدائی طور پر جائز ہے تو انتہائی طور پر بھی بدرجہ والی درست ہوگا کیونکہ بقاء آسان ہے اور جب مسلم فیہ میں عقد ختم ہو چکا ہے تو باندی میں بھی عقد ختم ہو جائے گا پس مسل الیہ پر باندی کو واپس کرنا واجب ہو جائے گا ہاں البتہ جب وہ اس سے عاجز ہے تو اب اس پر اس کی قیمت کو لوٹانا واجب ہے۔

باندی کو خریدنے کے بعد اقالہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِالْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَقَايَلَا فَمَاتَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي بَطَلَتْ الْإِقَالَةُ، وَلَوْ تَقَايَلَا بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَلْقَا بَاطِلَةً لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ فِي الْبَيْعِ إِنَّمَا هُوَ الْجَارِيَةُ فَلَا يَبْقَى الْعَقْدُ بَعْدَ هَلَاكِهَا فَلَا تَصِحُّ الْإِقَالَةُ ابْتِدَاءً وَلَا تَبْقَى انْتِهَاءً لِانْعِدَامِ مَحَلِّهِ، وَهَذَا بِخِلَافِ بَيْعِ الْمُقَابَضَةِ حَيْثُ تَصِحُّ الْإِقَالَةُ وَتَبْقَى بَعْدَ هَلَاكِ أَحَدِ الْعَوَاضِينَ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَبِيعٌ فِيهِ.

اور جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے بدلے میں ایک باندی کو خرید اس کے بعد عقد کرنے والوں نے اقالہ کر

لیا اور پھر خریدار کے ہاتھ میں وہ باندی فوت ہو گئی تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور جب باندی کے فوت ہو جانے کے بعد انہوں نے اقالہ کیا تو بھی اقالہ باطل ہو جائے گا کیونکہ بیع میں معقود علیہ باندی ہے پس اس کی ہلاکت کے بعد عقد باقی نہ رہے گا کیونکہ ابتداء میں اقالہ صحیح نہ ہوا لہذا وہ انتہاء کے اعتبار سے بھی درست نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا کل معدوم ہے اور یہ بیع مقایضہ کے خلاف ہے یہاں تک کہ اقالہ درست ہو کیونکہ وہ دونوں اعواض میں سے کسی ایک کی ہلاکت کے بعد بھی درست رہنے والا ہے کیونکہ بیع مقایضہ میں دونوں اعواض بیع ہوا کرتے ہیں۔

بیع سلم میں سے کسی کو دراہم دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ إِلَى رَجُلٍ ذَوَاهِمَ فِي كَرِّ حِنْطَةٍ فَقَالَ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ شَرَطْتُ رَدِينًا وَقَالَ رَبُّ السَّلَمِ لَمْ تَشْطَرِطْ شَيْئًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ) لِأَنَّ رَبَّ السَّلَمِ مُتَعَيِّنٌ فِي انْكَارِهِ الصِّحَّةَ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ فِيهِ يَرْبُو عَلَى رَأْسِ الْمَالِ فِي الْعَادَةِ، وَفِي عَكْسِهِ قَالُوا: يَجِبُ أَنْ يَكُونَ الْقَوْلُ لِرَبِّ السَّلَمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ يَدَّعِي الصِّحَّةَ وَإِنْ كَانَ صَاحِبُهُ مُنْكَرًا. وَعِنْدَهُمَا الْقَوْلُ لِلْمُسْلِمِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ وَإِنْ أَنْكَرَ الصِّحَّةَ، وَسَقَرْدُهُ مِنْ بَعْدِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

فرمایا: اور جس شخص نے بیع سلم کی ایک بوری گندم میں سے کسی کو دراہم دیئے پس مسلم الیہ نے کہا: میں نے توروی کی شرط لگائی تھی جبکہ رب سلم نے کہا: تم نے کوئی شرط نہ لگائی تھی تو مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ سلم کے صحیح ہونے کا انکار کرنے والا رب سلم ہے کیونکہ عرف میں مسلم فیہ راس المال سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔

جبکہ مشائخ فقہاء نے اسی کے خلاف کہا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک رب سلم کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہ صحت کا دعویٰ کرنے والا ہے خواہ اس کا ساتھی انکار کرنے والا ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ انکار کرنے والا ہے اور اس نے خواہ سلم کی صحت کا انکار کیا ہے۔ اور ان شاء اللہ اس کو ہم اس کے بعد بیان کر دیں گے۔

مسلم الیہ اور رب سلم میں میعاد کے اختلاف کا بیان

(وَلَوْ قَالَ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَجَلٌ وَقَالَ رَبُّ السَّلَمِ بَلْ كَانَ لَهُ أَجَلٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ رَبِّ السَّلَمِ) لِأَنَّ الْمُسْلِمَ إِلَيْهِ مُتَعَيِّنٌ فِي انْكَارِهِ حَقًّا لَهُ وَهُوَ الْأَجَلُ، وَالْفَسَادُ لِعَدَمِ الْأَجَلِ غَيْرُ مُتَيَقِّنٍ لِمَمْكَانِ الْاجْتِهَادِ فَلَا يُعْتَبَرُ النَّفْعُ فِي رَدِّ رَأْسِ الْمَالِ، بِخِلَافِ عَدَمِ الْوَصْفِ، وَفِي عَكْسِهِ الْقَوْلُ لِرَبِّ السَّلَمِ عِنْدَهُمَا لِأَنَّهُ يُنْكَرُ حَقًّا لَهُ عَلَيْهِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلُهُ وَإِنْ أَنْكَرَ الصِّحَّةَ كَرَبِّ الْمَالِ إِذَا قَالَ لِلْمُضَارِبِ شَرَطْتُ لَكَ نِصْفَ الرِّبْحِ إِلَّا عَشْرَةَ وَقَالَ الْمُضَارِبُ لَا بَلْ شَرَطْتُ لِي نِصْفَ الرِّبْحِ فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ يُنْكَرُ اسْتِحْقَاقَ الرِّبْحِ

وَأَنَّ أَنْكَرَ الصِّحَّةِ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ الْقَوْلُ لِلْمُسْلِمِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ يَدْعِي الصِّحَّةَ وَقَدْ اتَّفَقَا عَلَى عَقْدِ وَاحِدٍ فَكَانَا مُتَّفِقِينَ عَلَى الصِّحَّةِ ظَاهِرًا، بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْمُضَارَبَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِلَازِمٍ فَلَا يُغْتَبَرُ الْإِخْتِلَافُ فِيهِ فَيَبْقَى مُجَرَّدُ دَعْوَى اسْتِحْقَاقِ الرِّبْحِ، أَمَّا السَّلْمُ فَلَازِمٌ فَصَارَ الْأَصْلُ أَنَّ مَنْ خَرَجَ كَلَامُهُ تَعَنُّتًا فَالْقَوْلُ لِصَاحِبِهِ بِالِاتِّفَاقِ، وَأَنَّ خَرَجَ خُصُومَةً وَوَقَعَ الْإِتِفَاقُ عَلَى عَقْدِ وَاحِدٍ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الصِّحَّةِ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا لِلْمُنْكَرِ وَأَنَّ أَنْكَرَ الصِّحَّةِ .

اور جب مسلم الیہ نے کہا: ادائیگی کی کوئی میعاد نہ تھی جبکہ رب سلم نے کہا: میعاد تھی تو اب رب سلم کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ کیونکہ مسلم الیہ اپنے حق یعنی میعاد کے انکار کرنے میں زیادتی کرنے والا ہے جبکہ میعاد نہ ہونے کی صورت یقیناً فساد ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد ہے اس لئے کہ رأس المال واپس کرنے میں فائدے کا اعتبار نہیں ہے جبکہ معدوم وصف میں ایسا نہیں ہے۔ صاحبین کے نزدیک تو اس کے خلاف میں بھی رب سلم کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے ذمہ سے ایک حق کے لزوم سے انکار کرنے والا ہے لہذا اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہاں البتہ جب وہ سلم کی صحت کا یہ انکار کرنے والا ہو۔ جس طرح رب المال نے مضارب سے کہا کہ میں دس درہم کے سوا تیرے لئے آدھے فائدے کی شرط لگائی ہے جبکہ مضارب نے کہا: نہیں بلکہ تم نے آدھے نفع کی شرط لگائی ہے تو اب رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہی فائدے کے حق کا انکار کرنے والا ہے اگرچہ وہ مضاربیت کے صحیح ہونے کا بھی انکار کرنے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہ عقد کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہے اور وہ دونوں ایک ہی عقد پر اتفاق کرنے والے بھی ہیں۔ پس وہ دونوں ظاہر کے اعتبار سے بھی عقد کے صحیح ہونے پر اتفاق کرنے والے ہوں گے۔

ہاں البتہ مضاربیت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ مضاربیت لازم ہوتے والی نہیں ہے۔ پس اس میں اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا پس صرف حق نفع کا دعویٰ باقی رہنے والا ہے لیکن عقد سلم تو وہ لازم ہے۔ پس اصول یہ ثابت ہوا کہ جس کے کلام میں زیادتی ہوئی اس کے ساتھی کے قول کا اعتبار بہ اتفاق کر لیا جائے گا اور اگر بات جھگڑے کی راہ سے نکلی اور ایک عقد پر اتفاق بھی ہو چکا تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک مدعی صحت کے قول کا اعتبار ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک انکار کرنے والے قول کا اعتبار کیا جائے گا خواہ وہ صحت کا انکار کرنے والا ہی نہ ہو۔

کپڑوں میں بیع سلم کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ السَّلْمُ فِي الثِّيَابِ إِذَا بَيَّنَّ طُولًا وَعَرْضًا وَرُقْعَةً) لِأَنَّهُ أَسْلَمَ فِي مَعْلُومٍ مَقْدُورِ التَّسْلِيمِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَإِنْ كَانَ ثَوْبٌ حَرِيرٍ لَا بَدَّ مِنْ بَيَانِ وَزْنِهِ أَيْضًا لِأَنَّهُ مَقْصُودٌ فِيهِ .

(وَلَا يَجُوزُ السَّلْمُ لِي الْجَوَاهِرِ وَلَا فِي الْخَوَزِ) لِأَنَّ آخِذَهَا مُتَفَاوِئَةً تَفَاوُتًا فَاحِشًا وَفِي صِغَارِ اللَّوْلُوِ الَّتِي تَبَاعُ وَزَنَّا يَجُوزُ السَّلْمُ لِأَنَّهُ مِمَّا يُعْلَمُ بِالْوَزْنِ

فرمایا اور کپڑوں میں بیع سلم جائز ہے جبکہ ان کی لمبائی و چوڑائی اور موٹائی بیان کر دی جائے۔ کیونکہ عقد کرنے والے نے معلوم اور مقدور تسلیم شدہ چیز کا عقد کیا ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب کپڑا ریشمی ہو تو اس کے وزن کو بیان کرنا بھی لازم ہے۔ کیونکہ ریشم میں وزن بھی مقصود ہوتا ہے۔

اور یا قوت اور سوتی کپڑے میں سلم جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے احاد میں فرق بہت زیادہ ہوتا ہے جبکہ چھوٹے سوتی جو وزن فروخت کیے جاتے ہیں ان میں بیع سلم جائز ہے کیونکہ ان کا وزن معلوم ہوتا ہے۔

چکی کی اینٹوں میں بیع سلم کرنے کا بیان

(وَلَا بَأْسَ بِالسَّلْمِ فِي اللَّبَنِ وَالْأَجْوِرِ إِذَا سُمِّيَ مَلْبَنًا مَعْلُومًا) لِأَنَّهُ عَدَدِيٌّ مُتَقَارِبٌ لَا سِيَّمَا إِذَا سُمِّيَ الْمَلْبَنُ .

اور چکی کی اینٹوں میں سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ ان کا سچہ معلوم ہو کیونکہ اینٹ بھی عددی متقارب ہے۔ اور خصوصی طور پر جب ان کا سچہ معلوم ہو جائے۔

ضبط وصف و معرفت مقدار میں سلم جائز ہونے کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (وَكُلُّ مَا امْكَنَ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ جَازَ السَّلْمُ فِيهِ) لِأَنَّهُ لَا يُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ (وَمَا لَا يُضَبَّطُ صِفَتُهُ وَلَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ لَا يَجُوزُ السَّلْمُ فِيهِ) لِأَنَّهُ دَيْنٌ، وَبِذَوْنِ الْوَصْفِ يَبْقَى مَجْهُولًا جَهَالَةً تُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

فرمایا اور ہر وہ چیز جس کی صفت کا انضباط اور مقدار کو جان لینا ممکن ہو اور اس میں بیع سلم جائز ہے کیونکہ وہ جھگڑے کی طرف یجانے والی نہیں ہے۔ اور جس چیز کی صفت کا انضباط نہ کیا جاسکے اور نہ ہی اس کی مقدار کو پہچانا جاسکے تو اس میں بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دین ہے۔ اور وہ بغیر وصف کے جہالت کے ساتھ باقی رہے گا جو جھگڑے کی طرف لے جانے کا سبب ہے۔

دین مجہول میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا بَأْسَ بِالسَّلْمِ فِي طَشْتٍ أَوْ قُمْقُمَةٍ أَوْ خُفَيْنٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ إِذَا كَانَ يُعْرَفُ) لَا سِيَّجُمَاعِ شَرَائِطِ السَّلْمِ (وَأِنْ لَمْ يَكُنْ لَا يُعْرَفُ فَلَا خَيْرَ فِيهِ) لِأَنَّهُ دَيْنٌ مَجْهُولٌ .

قمقمہ، طشت اور موزوں یا ان جیسی چیزوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہ معلوم ہوں۔ کیونکہ ان میں بھی سلم کی شرائط جمع ہیں اور جب کوئی چیز غیر معلوم ہو تو اس میں بیع سلم کی کوئی خیر نہیں ہے کیونکہ وہ دین مجہول ہے۔

استصناع کے جواز میں تعامل ناس کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اسْتَصْنَعَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ بِغَيْرِ أَجَلٍ جَازٍ اسْتَحْسَنًا) لِلْإِجْمَاعِ الثَّابِتِ بِالْتَّعَامُلِ .
وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَبْعُ الْمَعْدُومَ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ بَيْعًا لَا عِدَّةً، وَالْمَعْدُومُ قَدْ
يُغْتَبَرُ مَوْجُودًا حُكْمًا، وَالْمَعْقُودُ عَلَيْهِ الْعَيْنُ دُونَ الْعَمَلِ، حَتَّى لَوْ جَاءَ بِهِ مَفْرُوعًا لَا مِنْ
صَنْعَتِهِ أَوْ مِنْ صَنْعَتِهِ قَبْلَ الْعَقْدِ فَآخِذَهُ جَازٌ، وَلَا يَتَعَيَّنُ إِلَّا بِالْإِخْتِيَارِ، حَتَّى لَوْ بَاعَهُ الصَّانِعُ
قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ الْمُسْتَصْنِعُ جَازًا، وَهَذَا كُلُّهُ هُوَ الصَّحِيحُ .

فرمایا اور جب کسی نے ان اشیاء میں سے کوئی چیز بنوائی تو بطور استحسان یہ جائز ہے۔ اور اس کی دلیل وہ اجماع ہے جو لوگوں کے تعامل سے ثابت ہے جبکہ قیاس کے مطابق جائز نہیں ہے کیونکہ معدوم کی بیع ہے اور صحیح یہی ہے کہ استصناع بطور بیع جائز ہے بطور وعدہ نہیں ہے۔

معدوم کو کبھی کبھی حکمی طور پر موجود بھی مان لیا جاتا ہے اور معقود علیہ عین شئی ہے جبکہ عمل نہیں ہے یہاں تک کہ کاری گر کوئی ایسی چیز لائے جو اسکی بنائی ہوئی نہ ہو یا پھر وہ عقد سے پہلے اس کی بنائی ہوئی ہو اور بنوانے والا وہی لے لیتا ہے تو جائز ہے اور وہ چیز بنوانے والے کی پسندیدگی سے معین ہو جائے گی حتیٰ کہ بنوانے والے کے دیکھنے سے پہلے کاری کرنے اگر اس کو بیچ دیا تو یہ بیع بھی جائز ہے اور یہ تمام صورتیں صحیح ہیں۔

بیع میں استصناع والے کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَهُوَ بِالْإِخْتِيَارِ إِذَا رَأَاهُ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ) لِأَنَّهُ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ وَلَا خِيَارَ
لِلصَّانِعِ، كَذَا ذِكْرُهُ فِي الْمَبْسُوطِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، لِأَنَّهُ بَاعَ مَا لَمْ يَرَهُ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ لَهُ الْإِخْيَارَ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ تَسْلِيمُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ إِلَّا بَضْرَرٍ
وَهُوَ قَطْعُ الصَّرْمِ وَغَيْرِهِ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا خِيَارَ لَهُمَا . أَمَّا الصَّانِعُ فَلَمَّا ذَكَرْنَا .

فرمایا اور بنوانے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو پکڑ لے اور وہ چاہے تو چھوڑ دے۔ اس لئے کہ اس نے ایسی چیز کو خریدا ہے جس کو اس نے دیکھا نہیں ہے جبکہ کاری گر کے لئے کوئی اختیار نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اسی طرح لکھا ہے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے کیونکہ وہ ایسی چیز کو بیچنے والا ہے جس کو اس نے دیکھا ہی نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے کہ بنانے والے کو بھی اختیار ہوگا کیونکہ نقصان کے بغیر اس کے لئے معقود علیہ کو سپرد کرنا ممکن نہیں ہے اور جس طرح وہ چیز اور غیرہ کو کاٹ دیتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت اس طرح ہے کہ بنانے اور بنوانے والے دونوں کو اختیار نہ ہوگا صانع کو

اختیار نہ ہونے کی دلیل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ بنوانے کے عدم اختیار کی دلیل یہ ہے کہ اس کے لئے اختیار ثابت کرنا صانع کو کے لئے نقصان کو ثابت کرنا ہے کیونکہ بنوانے والے کے سوا کوئی بھی اس سے اس قیمت پر خریدنے والا نہیں ہے۔

استصناع کے جواز و عدم جواز میں فقہی معیار کا بیان

وَأَمَّا الْمُسْتَصْنَعُ فَلَا نَفِي إِبْطَالِ الْخِيَارِ لَهُ إِضْرَارًا بِالصَّانِعِ لِأَنَّهُ رُبَّمَا لَا يَشْتَرِيهِ غَيْرُهُ بِمِثْلِهِ وَلَا يَجُوزُ فِيْمَا لَا تَعَامَلُ فِيهِ لِلنَّاسِ كَالْثِيَابِ لَعَلَّ الْمَجُوزَ وَفِيْمَا فِيهِ تَعَامَلُ إِنَّمَا يَجُوزُ إِذَا امْكَنَ إِعْلَامُهُ بِالْوُصْفِ لِيُمْكِنَ التَّسْلِيمُ، وَإِنَّمَا قَالَ بِغَيْرِ أَجَلٍ لِأَنَّهُ لَوْ ضَرَبَ الْأَجَلَ فِيْمَا فِيهِ تَعَامَلُ يَصِيرُ سَلَمًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا، وَلَوْ ضَرَبَهُ فِيْمَا لَا تَعَامَلُ فِيهِ يَصِيرُ سَلَمًا بِالِاتِّفَاقِ .

لَهُمَا أَنَّ اللَّفْظَ حَقِيقَةً لِلْمُسْتَصْنَاعِ فَيَحَافِظُ عَلَى قَضِيَّتِهِ وَيُحْمَلُ الْأَجَلُ عَلَى التَّعْجِيلِ، بِخِلَافِ مَا لَا تَعَامَلُ فِيهِ لِأَنَّهُ اسْتِصْنَاعٌ فَاسِدٌ فَيُحْمَلُ عَلَى السَّلَمِ الصَّحِيحِ . وَلَا يَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ دَيْنٌ يُحْمَلُ السَّلَمُ، وَجَوَازُ السَّلَمِ بِاجْتِمَاعٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ وَفِي تَعَامُلِهِمْ إِلَّا اسْتِصْنَاعُ نَوْعٍ شُبْهَةٍ فَكَانَ الْحَمْلُ عَلَى السَّلَمِ أَوْلَى، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور وہ اشیاء جن کے خریدنے میں لوگوں کا عرف نہیں ہے ان میں استصناع جائز نہیں ہے جس طرح کپڑے کو جائز قرار دینے والا سبب نہیں ہے اور جن چیزوں میں لوگوں کا عرف ہے اور ان میں ایسی ہی صورت میں لوگوں کے لئے استصناع جائز ہے جبکہ وصف کے ساتھ لوگوں کا باخبر کرنا ممکن ہو کیونکہ تب ہی سپردگی ممکن ہو سکے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مدت کے سوا اس لئے کہا ہے کیونکہ ان اشیاء میں جن میں لوگوں کا عرف ہے اگر میعاد معین کر دی جائے تو یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع سلم بن جائے گی جبکہ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور اگر ان اشیاء میں میعاد معین کی جائے جن میں لوگوں کا عرف نہیں ہے تو وہ بیع اتفاق سلم ہو جائے گی۔

صاحبین عیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ استصناع کا لفظ، استصناع کے لئے بطور حقیقت ہے پس اس لفظ کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور میعاد کو غفلت پر محمول کیا جائے یہ خلاف ان اشیاء کے جن میں لوگوں کا عرف نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کا استصناع فاسد ہے پس اس کو بیع سلم کے صحیح ہونے پر محمول کر لیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا قرض ہے جو سلم کا احتمال رکھنے والا ہے اور بیع سلم کا جواز اس طرح کے اجماع سے ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے جبکہ لوگوں کے عرف پر عمل کرنے میں ایک طرح سے شک واقع ہے پس اس کو بیع سلم پر محمول کرنا افضل ہوگا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

مَسَائِلُ مَنْثُورَةٌ

﴿یہاں مسائل منشورہ کو بیان کیا جائے گا﴾

مسائل منشورہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ مسائل منشورہ ہیں یا مشتبی ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے، ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں، کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منشورہ، متفرقہ یا مشتبی کہا جاتا ہے۔ (البنائۃ شرح الہدایہ، ۵، ص ۴۲۸، حتمانیہ ملتان)

درندوں کی بیع کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسَّبَاعِ، الْمُعَلَّمُ وَغَيْرُ الْمُعَلَّمِ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ الْعَقُورِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ مِنَ الشَّحْتِ مَهْرَ الْبَيْتِ وَتَمَنَ الْكَلْبِ) وَلِأَنَّهُ نَجِسٌ الْعَيْنِ وَالنَّجَاسَةُ تُشْعِرُ بِهَوَانِ الْمَحَلِّ وَجَوَازُ الْبَيْعِ يُشْعِرُ بِإِعْزَازِهِ فَكَانَ مُنْتَفِعًا .

وَلَنَا (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَلْبِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ) وَلِأَنَّهُ مُنْتَفِعٌ بِهِ جِرَاسَةً وَاصْطِبَادًا فَكَانَ مَا لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ، بِخِلَافِ الْهُوَامِ الْمُؤَذِيَةِ؛ لِأَنَّهُ لَا يُنْتَفَعُ بِهَا، وَالْحَدِيثُ مَحْضُولٌ عَلَى الْإِيتِدَاءِ قَلْعًا لَهُمْ عَنِ الْإِقْتِنَاءِ وَلَا نُسَلِّمُ نَجَاسَةَ الْعَيْنِ، وَلَوْ سَلِمَ فَيَحْرُمُ التَّأْوِيلُ دُونَ الْبَيْعِ .

فرمایا۔ کہتے، چیتے اور درندے کی بیع کرنا جائز ہے اور وہ اس حکم میں سکھایا ہوا اور غیر سکھایا ہوا دونوں برابر ہیں۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ باؤلے (ہلکے) کتے کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں نکالایا جاسکتا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کتے کی بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زانیہ کی اجرت اور کتے کی قیمت حرام ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ کتا نجس العین ہے جبکہ نجاست محل کے ذلیل ہونے کا حکم بیان کرنے والی ہے حالانکہ جواز بیع تو کسی چیز کے معزز ہونے کی خبر دینے والا ہے۔ پس اسکی بیع ختم ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شکاری اور حفاظت کرنے والے کتوں کے علاوہ کی بیع سے منع کیا ہے، کیونکہ حفاظت اور شکار کے کتے سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، کیونکہ وہ مال ہے اور اس کی بیع بھی جائز ہے۔ یہ خلاف ایذا دینے والے کیڑوں مکوڑوں کے کیونکہ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا کرتا۔ اور وہ حدیث جو بالکل کتوں سے الگ کرنے کا حکم دیتی ہے اس کو ابتدائے اسلام پر محمول کیا جائے گا اور اسی طرح اسکا نجس عین ہونا بھی ہمارے نزدیک درست نہیں ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تب بھی اس کا کھانا حرام ہوگا اس کی بیع کرنا حرام نہ ہوگا۔

شراب اور خنزیر کی بیع کے عدم جواز کا بیان

وَقَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ الْإِذَى حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا وَآكَلَ ثَمَرَهَا وَلَئِنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فِي حَقِّهَا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ .

فرمایا: شراب اور خنزیر کی بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس ذات نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کو فروخت کرنا بھی حرام کیا اور اس کی قیمت کا کھانا بھی حرام کیا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ مال نہیں ہے اور تحقیق ہم اس کی ذکر کر چکے ہیں۔ (شرح ہدایہ پانچویں، آٹھویں جلد کا مطالعہ کریں کہ حرام اشیاء کی خرید و فروخت کا شرعی حکم کیا ہے، رضوی)

اہل ذمہ کی خرید و فروخت کے احکام

قَالَ (وَأَهْلُ الذِّمَّةِ فِي الْبَيَاعَاتِ كَالْمُسْلِمِينَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي ذَلِكَ الْحَدِيثِ (فَاعْلَمُوهُمْ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ) وَلَا تَهُمُ مُكَلَّفُونَ مُحْتَاجُونَ كَالْمُسْلِمِينَ .

قَالَ (وَالْأَمْرُ فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ خَاصَّةً) فَإِنَّ عَقْدَهُمْ عَلَى الْخَمْرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْعَصِيرِ، وَعَقْدُهُمْ عَلَى الْخِنْزِيرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الشَّاةِ؛ لِأَنَّهَا أَمْوَالٌ فِي اعْتِقَادِهِمْ؛ وَنَحْنُ أَمْرُنَا بِأَنْ تَشْرِكَهُمْ وَمَا يَعْتَقِدُونَ. ذَلِكَ عَلَيْهِ قَوْلُ عُمَرَ: وَلَوْ هُمْ بَيْعَهَا وَخَذُوا الْعَشْرَ مِنْ أَمْنَانِهَا .

فرمایا: اور اہل ذمہ خرید و فروخت کے احکام میں مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں اس طرح ہے کہ اہل ذمہ کو بتلادو کہ ان کے لئے وہی ہوگا جو مسلمانوں کے لئے ہے۔ اور جو مسلمانوں پر لازم ہے وہی ان پر لازم ہوگا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح مکلف و محتاج ہیں جبکہ شراب و خنزیر میں خاص طور ہوں گے۔

شراب کا عقد کرنا ان کے لئے مسلمانوں پر شیعہ انکار کے عقد کی طرح ہو جائے گا اور خنزیر پر ان سے عقد کرنا مسلمانوں کے

ہاں بکری کے عقد کی طرح ہو جائے گا، کیونکہ اہل ذمہ کے عقیدے کے مطابق شراب اور خنزیر مان ہے جبکہ ہمیں اہل ذمہ کو ان کے عقائد سمیت چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی پر دلالت کرنے والا ہے کہ اہل ذمہ کو خمر و خنزیر کی بیع کرنے دو اور ان کی قیمت سے عشر وصول کر لو۔

ثمن کی ضمانت پر بیع کا حکم دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ بَعْ عَبْدَكَ مِنْ فَلَانٍ بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ عَلَى آتِي ضَامِنٌ لَكَ خَمْسِمِائَةٍ مِنَ الثَّمَنِ يَسَوِي أَلْفًا فَفَعَلَ فَهُوَ جَائِزٌ وَبِأَخَذِ أَلْفٍ مِنَ الْمُشْتَرِي وَالْخَمْسِمِائَةِ مِنَ الضَّامِنِ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يَقُلْ مِنَ الثَّمَنِ جَاَزَ الْبَيْعُ بِأَلْفٍ وَلَا شَيْءَ عَلَى الضَّامِنِ) وَأَصْلُهُ أَنَّ الزِّيَادَةَ فِي الثَّمَنِ وَالْمُثَمَّنِ جَائِزٌ عِنْدَنَا، وَتَلْتَحِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ خِلَافًا لِزُفَرٍ وَالشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ تَغْيِيرٌ لِلْعَقْدِ مِنْ وَصْفٍ مَشْرُوعٍ إِلَى وَصْفٍ مَشْرُوعٍ وَهُوَ كَوْنُهُ عَدْلًا أَوْ خَاسِرًا أَوْ رَابِعًا، ثُمَّ قَدْ لَا يَسْتَفِيدُ الْمُشْتَرِي بِهَا شَيْئًا بَانَ زَادَ فِي الثَّمَنِ وَهُوَ يُسَوِّي الْمَبِيعَ بِذَوْنِهَا فَيَصِحُّ اشْتِرَاؤها عَلَى الْأَجْنَبِيِّ كَبَدَلِ الْخُلْعِ لَكِنْ مِنْ شَرْطِهَا الْمُقَابَلَةُ تَسْمِيَةً وَصُورَةً، فَإِذَا قَالَ مِنَ الثَّمَنِ وَجَدَ شَرْطَهَا فَيَصِحُّ، وَإِذَا لَمْ يَقُلْ لَمْ يَوْجَدْ فَلَمْ يَصَحَّ.

فرمایا: اور جب کسی بندے نے کہا: اپنے غلام کو فلاں بندے کو ایک ہزار درہم کے بدلے بیچ دو اور اس ہزار کے سوا میں سے پانچ سو درہم کا میں ضامن ہوں گا۔ اور اس بندے ویسے ہی کر دیا تو یہ بیع جائز ہے۔ اور بیچنے والا ایک ہزار درہم خریدار سے وصول کرے گا اور پانچ سو ضامن سے وصول کرے گا اور جب اس نے ثمن سے کہا ہے تو ایک ہزار درہم کے بدلے بیچ جائز ہے۔ خریدار سے وہ ایک ہزار لے گا اور ضامن پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

اور اس کی دلیل یہ ہے ہمارے نزدیک قیمت اور بیع میں زیادتی کرنا جائز ہے اور یہ زیادتی اصل عقد کے ملنے والی ہے اور اس میں امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا اختلاف ہے، کیونکہ اس طرح عقد کو ایک مشروع وصف سے دوسرے مشروع وصف کے ساتھ تبدیل کرنے والی بات ہے اور وہ عقد کا برابر ہونا یا نقصان والا ہونا یا فائدے مند ہونا ہے۔ اور اسی طرح کبھی خریدار کو اس تبدیلی کے سبب فائدہ نہیں بھی ہوتا اور وہ اس لئے اس نے قیمت میں کچھ اضافہ کر دیا ہے حالانکہ قیمت زیادتی کے سوا ہی بیع کے برابر ہے پس اجنبی پر زیادتی کی شرط لگانا درست نہیں ہے جس طرح خلع کا بدلہ ہے۔

ہاں ابستہ زیادتی میں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ ذکر کرنے اور صورت میں برابری پر ہو ہاں جب اس نے ثمن سے کہا ہے تو اس میں زیادتی پائی جا رہی ہے لہذا وہ درست ہے اور جب اس نے ثمن سے یہ نہ کہا تو شرط نہ پائی گئی لہذا اب زیادتی درست نہ ہو گی۔

قبضہ سے پہلے باندی کے نکاح ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً وَلَمْ يَقْبِضْهَا حَتَّى زَوَّجَهَا فَوَطَّنَهَا الزَّوْجَ فَالِنِكَاحِ جَائِزٌ) لَوْ جُودَ سَبَبُ الْوِلَايَةِ، وَهُوَ الْمَلِكُ فِي الرِّقَّةِ عَلَى الْكَمَالِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ .
(وَهَذَا قَبْضٌ) لِأَنَّ وَطْئَ الزَّوْجِ حَصَلَ بِتَسْلِيْطٍ مِنْ جِهَتِهِ فَصَارَ فِعْلُهُ كِفْعَلِهِ (إِنْ لَمْ يَطَّأَهَا فَلَيْسَ بِقَبْضٍ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَصِيرَ قَابِضًا ؛ لِأَنَّهُ تَغَيَّبَ حُكْمِيٌّ فَيُعْتَبَرُ بِالتَّغْيِيبِ الْحَقِيقِيِّ .
وَجْهٌ لِإِسْتِحْسَانِ أَنْ فِي الْحَقِيقِيِّ اسْتِثْلَاءٌ عَلَى الْمَحَلِّ وَبِهِ يَصِيرُ قَابِضًا وَلَا كَذَلِكَ الْحُكْمِيُّ فَافْتَرَقَا .

فرمایا: اور جب بندے نے کوئی باندی خریدی اور ابھی تک اس پر کوئی قبضہ بھی نہ کیا تھا کہ اس سے نکاح کیا اور شوہر نے اس سے وطی کی تو اس کا نکاح جائز ہے۔ کیونکہ ولایت کا سبب پایا جا رہا ہے اور مکمل طور پر رقبہ پر ملکیت پانا ہے اور اس پر مہر واجب ہے۔ اور یہی قبضہ ہے کیونکہ اس بندے کا وطی کر لینا یہ خریدار کی طرف سے دینا ہے پس شوہر کا عمل خریدار کی طرح ہو جائے گا اور اگر اس نے وطی نہیں کی تو اس کا قبضہ نہ ہوا جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا قبضہ ہو چکا ہے کیونکہ نکاح کرنا یہ حکمی طور پر عیب دار بنانا ہے پس اس حکمی طور پر عیب دار ہونے کا حقیقی طور پر عیب دار ہونے پر قیاس کیا جائے گا۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی عیب دار ہونا یہ محل پر غالب ہونا ہے۔ اور اسی سبب سے خریدار غالب آنے والا ہے جبکہ حکمی عیب میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ لہذا دونوں میں حکم علیحدہ علیحدہ ہوگا۔

خریدار کا غلام کو خرید کر غائب ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَغَابَ فَاقَامَ الْبَائِعُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ بَاعَهَا إِيَّاهُ، فَإِنْ كَانَتْ غَيْبَتُهُ مَعْرُوفَةً لَمْ يَبْعَ فِي دَيْنِ الْبَائِعِ) لِأَنَّهُ يُمَكِّنُ ابْتِصَالُ الْبَائِعِ إِلَى حَقِّهِ بِدُونِ الْبَيْعِ، وَفِيهِ إِبْطَالُ حَقِّ الْمُشْتَرِي (وَأِنْ لَمْ يَذَرِ آيْنَ هُوَ بَيْعَ الْعَبْدِ وَأَوْفَى الثَّمَنِ) لِأَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِي ظَهَرَ بِإِقْرَارِهِ فَيُظْهِرُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي أَقْرَبَ بِهِ مَشْغُولًا بِحَقِّهِ، وَإِذَا تَعَلَّرَ اسْتِيفَاؤُهُ مِنَ الْمُشْتَرِي يَبْعُهُ الْقَاضِي فِيهِ كَالرَّاهِنِ إِذَا مَاتَ وَالْمُشْتَرِي إِذَا مَاتَ مُقْلَسًا وَالْمِصْبُحُ لَمْ يَقْبِضْ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْقَبْضِ ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ لَمْ يَبْقَ مُتَعَلِّقًا بِهِ، ثُمَّ إِنْ فَضَلَ شَيْءٌ يُمْسِكُ لِلْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ بَدَلُ حَقِّهِ وَإِنْ نَقَصَ يَتَّعُ هُوَ أَيْضًا .

فرمایا: اور جب کوئی خریدار غلام کو خرید کر غائب ہو گیا اور وہ غلام کے بیچنے والا کے قبضہ میں ہی ہے اور بیچنے والا اس معاملہ پر شہادت قائم کی کہ اس نے یہ غلام بیچا ہے اور اگر اس خریدار کا غائب ہونا مشہور ہے تو اس غلام کو بیچنے والا کے قرض میں

فروخت نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس کو بیچنے کے بغیر بیچنے والا کا اپنے حق تک پہنچ جانا ممکن ہے جبکہ اس میں خریدار کے حق کو باطل کرنا لازم آ رہا ہے اور جب یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ خریدار کہاں ہے تو غلام کو فروخت کر کے بیچنے والا کا ثمن ادا کر دیا جائے گا۔ کیونکہ خریدار کی ملکیت بیچنے والا کے اقرار کے سبب ظاہر ہوئی ہے پس اس کا ظہور اسی طرح کا ہوگا جس طرح بیچنے والا کا اقرار ہوتا ہے یعنی اسی کے حق کے ساتھ مصروف ہو کر ہوا ہے۔ اور جب خریدار سے بیچنے والا کے حق کو وصول کرنا ممکن نہ رہا ہو تو قاضی غلام کو بیچ کر اس کے حق کو راکر دے گا جس طرح راہن جب وہ فوت ہو جاتا ہے اور خریدار جب مفلس ہو کر فوت ہو جاتا ہے جبکہ بیع پر اس کا قبضہ نہ ہو سکا ہو۔

جبکہ قبضہ ہو جانے کے بعد میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اب بیچنے والا کا حق بیع کے ساتھ نہ رہا ہاں جب اس کے بعد کچھ باقی رہ گیا ہے تو اس کو خریدار کے لئے روک لیا جائے گا کیونکہ وہ اسی کے حق کا بدلہ ہے اور اگر وہ تھوڑا ہو جائے تو وہ خریدار کے ہی پیچھے پڑ جائے گا۔

دو خریداروں میں ایک کے غائب ہونے پر دوسرے کے اختیار کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي اثْنَيْنِ فَلَمَّا أَخَذَهُمَا فَلِلْحَاضِرِ أَنْ يَذْفَعَ الثَّمَنَ كُلَّهُ وَيَقْبِضَهُ، وَإِذَا حَضَرَ الْآخَرَ لَمْ يَأْخُذْ نَصِيبَهُ حَتَّى يَنْقُذَ شَرِيكَهُ الثَّمَنَ كُلَّهُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .
وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: إِذَا ذَفَعَ الْحَاضِرُ الثَّمَنَ كُلَّهُ لَمْ يَقْبِضْ إِلَّا نَصِيبَهُ وَكَانَ مُتَطَوِّرًا بِمَا آذَى عَنْ صَاحِبِهِ) لِأَنَّهُ قَضَى دَيْنَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَلَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ وَهُوَ أَجْنَبِيٌّ عَنْ نَصِيبِ صَاحِبِهِ فَلَا يَقْبِضُهُ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ مُضْطَرٌّ فِيهِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الْإِنْتِفَاعُ بِنَصِيبِهِ إِلَّا بِإِذَاءِ جَمِيعِ الثَّمَنِ لِأَنَّ الْبَيْعَ صَفْقَةً وَاحِدَةً، وَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ مَا بَقِيَ شَيْءٌ مِنْهُ، وَالْمُضْطَرُّ يَرْجِعُ كَمُعِيرِ الرَّهْنِ، وَإِذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ عَلَيْهِ كَانَ لَهُ حَقُّ الْحَبْسِ عَنْهُ إِلَى أَنْ يَسْتَوْفَى حَقَّهُ كَالْوَكِيلِ بِالشِّرَاءِ إِذَا قَضَى الثَّمَنَ مِنْ مَالٍ نَفْسِهِ .

فرمایا: اور جب خریدار دو ہیں اور ان میں سے ایک غائب ہو گیا ہے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وہ پوری قیمت دیتے ہوئے غلام پر قبضہ کر لے لیکن جب دوسرا خریدار حاضر ہو گیا تو وہ اپنے شریک کو اپنے حصے کی قیمت دینے سے پہلے اپنا حصہ نہیں دے گا اور طرفین کی قول ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب موجود خریدار پوری قیمت ادا کر دے تب بھی وہ صرف اپنے حصے پر قبضہ کرے گا اور اپنے ساتھی کی جانب سے ادا کردہ قیمت پر وہ احسان کرنے والا ہوگا اور وہ اس طرح ہوگا کہ اس نے اپنے ساتھی کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا ہے لہذا وہ اس سے واپس نہ لے گا اور وہ اپنے ساتھی کے حصے کے حق میں اجنبی ہے پس وہ اس پر

قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حاضر ہونے والا شریک یہ پوری قیمت ادا کرنے پر مجبور ہے کیونکہ پوری قیمت ادا کیے بغیر اس کو اپنے حصے سے بھی فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے کیونکہ بیع ایک ہی معاملہ ہے۔ اور جب تک قیمت میں سے کچھ باقی ہے تب تک بیچنے والا بیع روکنے کا حق حاصل ہے جبکہ مجبور شخص واپس لے سکتا ہے جس طرح بطور ادھار رہن دینے والا ہے اور جب شریک حاضر کو غائب سے واپس لینے کا حق ہے تو اس کو اپنا پورا حق لینے تک غائب شریک سے بیع روکنے کا حق بھی رہے گا۔ جس طرح وکیل بہ ثراء جب اپنے ہی مال قیمت ادا کرنے والا ہو۔

ایک ہزار سونے چاندی سے باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِأَلْفٍ مِثْقَالٍ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ فَهُمَا نِصْفَانِ) لِأَنَّهُ أَضَافَ الْمِثْقَالَ إِلَيْهِمَا عَلَى السَّوَاءِ فَيَجِبُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خُمُسُ مِائَةِ مِثْقَالٍ لِعَدَمِ الْأَوَّلِيَّةِ، وَبِمِثْلِهِ لَوْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِأَلْفٍ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ يَجِبُ مِنَ الذَّهَبِ مِثْقَالٌ وَفِي الْفِضَّةِ دَرَاهِمُ سَبْعَةٌ لِأَنَّهُ أَضَافَ الْأَلْفَ إِلَيْهِمَا فَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوِزْنِ الْمَعْهُودِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا .

فرمایا اور جب کسی بندے کے لئے ایک ہزار مثقال سونے اور چاندی کے بدلے میں باندی کو خریدا تو وہ دونوں نصف نصف واجب ہو جائیں گے کیونکہ خریدار سو پنے اور چاندی دونوں کی جانب برابری کے ساتھ مثقال کی نسبت کرنے والا ہے پس ان میں سے ہر ایک میں سے پانچ پانچ سو مثقال واجب ہو جائیں گے۔ کیونکہ اولویت نہیں ہے اور مسئلہ کی طرح یہ بھی ہے کہ جب کسی نے ایک ہزار سونے چاندی کے بدلے باندی کو خریدا تو سونے میں سے مثقال واجب ہو جائیں گے جبکہ چاندی میں سے وزن سب سے والے درہم واجب ہوں گے کیونکہ خریدار ایک ہزار کو دونوں کی جانب مضاف کیا ہے پس ان دونوں میں سے ہر ایک کی جانب بیان کردہ وزن مشہور کی طرف مضاف ہوگا۔

اصلی درہم والے قرض خواہ کو نفلی درہم ملنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهٗ عَلَى آخِرِ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ جِبَادٌ لِقَضَاءِ زَيْوْفٍ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَانْفَقَهَا أَوْ هَلَكَتْ فَهُوَ قَضَاءٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَرُدُّ مِثْلَ زَيْوْفِهِ وَيَرْجِعُ بِدَرَاهِمِهِ) لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْوَصْفِ مَرْعَى كَهَوِّ فِي الْأَصْلِ، وَلَا يُمَكِّنُ رِعَايَتُهُ بِإِجَابِ ضَمَانِ الْوَصْفِ لِأَنَّهُ لَا قِيمَةَ لَهُ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجَنْسِهِ فَوَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَى مَا قُلْنَا . وَلَهُمَا أَنَّهُ مِنْ جَنْسِ حَقِّهِ .

حَتَّىٰ لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ فِيمَا لَا يَجُوزُ إِلَّا سِتْدَالُ جَاَزَ فَيَقَعُ بِهِ إِلَّا سِتْبَقَاءُ وَلَا يَبْقَى حَقُّهُ إِلَّا فِي
الْجَوْدَةِ، وَلَا يُمَكِّنُ تَدَارُكُهَا بِإِيجَابِ ضَمَانِهَا لِمَا ذَكَرْنَا، وَكَذَا بِإِيجَابِ ضَمَانِ الْأَصْلِ لِأَنَّهُ
إِيجَابٌ لَهُ عَلَيْهِ وَلَا نَظِيرَ لَهُ.

فرمایا اور جب کسی بندے کے کسی پردس اصلی دراہم ہیں جبکہ قرض دار نے اس کو نقلی دراہم دے دیئے ہیں اور قرض
خواہ کو اس کا پتہ بھی نہ چلا اور اس نے ان کو خرچ کر دیا ہے یا وہ ضائع ہو گئے تو طرفین کے نزدیک یہ ادا ہو جائے گا۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا: قرض خواہ اس قرض دار کو انہی جیسے نقلی دراہم واپس کر کے اس سے اپنے دراہم
وصول کرے کیونکہ جس طرح اصل میں قرض خواہ کے حق کا تحفظ کیا گیا ہے اسی طرح وصف میں قرض خواہ کے حق کا تحفظ کیا جائے گا
جبکہ وصف کا ضمان واجب کو ادا کیے بغیر ممکن نہیں ہے کیونکہ ہم جنس کے مقابلہ کے وقت اس کی کوئی قیمت باقی رہنے والی نہیں ہے۔
پس ہماری بیان کردہ علت کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نقلی دراہم بھی اس کے حق میں جنس میں سے ہیں حتیٰ کہ اس نے جب اس عقد میں چشم پوشی سے کام
لیتے ہوئے ان کو رکھ لیا ہے تو اب ان دراہم کو بدلنا جائز نہیں ہے تو جائز یہ ہو جائے گا کہ اس کی وصولی ثابت ہو جائے گی ہاں البتہ
قرض خواہ کا حق صرف ان کے عمدہ ہونے میں باقی رہے گا اور عمدہ ہونے میں ضمان واجب کرتے ہوئے اس کا ازالہ ممکن نہیں ہے
اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اصل میں ضمان واجب کر کے بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ تو خود قرض پر واجب کرنا
لازم آئے گا اور اس کی کوئی مثال تک بھی نہیں ہے۔

کسی شخص کی زمین پر جنم لینے والے بچے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَفْرَخَ طَيْرٌ فِي أَرْضٍ رَجُلٍ فَهُوَ لِمَنْ أَخَذَهُ) وَكَذَا إِذَا بَاضَ فِيهَا (وَكَذَا إِذَا تَكَنَسَ
فِيهَا ظَبْيٌ) لِأَنَّهُ مُبَاحٌ سَبَقَتْ يَدُهُ إِلَيْهِ وَلِأَنَّهُ صَيْدٌ وَإِنْ كَانَ يُؤْخَذُ بِغَيْرِ حِيلَةٍ وَالصَّيْدُ لِمَنْ
أَخَذَهُ، وَكَذَا الْبَيْضُ لِأَنَّهُ أَصْلُ الصَّيْدِ وَلِهَذَا يَجِبُ الْجَزَاءُ عَلَى الْمُحْرِمِ بِكُسْرِهِ أَوْ شَيْءٍ،
وَصَاحِبُ الْأَرْضِ لَمْ يُعَدَّ أَرْضَهُ فَصَارَ كَنَصَبٍ شَبَكَةٍ لِلْجَفَافِ وَكَذَا إِذَا دَخَلَ الصَّيْدُ دَارَهُ
أَوْ وَقَعَ مَا نُشِرَ مِنَ الشَّكْرِ وَالْدَّرَاهِمِ فِي ثِيَابِهِ مَا لَمْ يَكْفُهُ أَوْ كَانَ مُسْتَعِدًّا لَهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا
عَسَلَ النَّحْلُ فِي أَرْضِهِ لِأَنَّهُ عُدٌّ مِنْ أَنْزَالِهِ فَيَمْلِكُهُ تَبَعًا لِأَرْضِهِ كَالشَّجَرِ النَّابِتِ فِيهَا
وَالْتُّرَابِ الْمُحْتَمِعِ فِي أَرْضِهِ بِجَرَيَانِ الْمَاءِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا اور جب کسی شخص کی زمین میں کسی پرندے نے بچے کو جنم دیا تو وہ پکڑنے والا کا ہوگا اور اسی طرح جب پرندے
نے زمین میں انڈا دیا ہے اور اسی طرح جب اس میں ہرن نے گھر بنایا ہے کیونکہ یہ مباح شے ہے اور پکڑنے والا کا ہاتھ سب سے
پہلے اس تک پہنچنے والا ہے۔ کیونکہ یہ بھی شکار ہے اگرچہ وہ کسی ذریعے کے بغیر پکڑا گیا ہے اور شکار تو پکڑنے والا کا ہی ہوا کرتا

ہے۔ اور انڈوں کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ وہ شکار کی اصل ہے۔

اسی دلیل کے سبب انڈا توڑنے یا ابالنے کے سبب محرم پر جزا واجب ہو جاتی ہے جبکہ زمین والے نے اس کام کے لئے تھوڑا اپنی زمین کو بنارکھا ہے؟ پس یہ سکھانے کے لئے جال پھیلانے کی مانند ہو جائے گا۔

اسی طرح جب کسی بندے کے گھر میں شکار داخل ہو گیا ہے یا بکھری ہوئی شکاریہ دراہم کسی کے کپڑوں میں گر گئے ہیں تو کپڑوں والا اس وقت ان کا مالک نہ ہوگا جب تک وہ ان کو روک نہ لے یا وہ اسی مقصد کے لئے کپڑوں کو پھیلانے۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب کسی شخص کی زمین میں شہد کی مکھیوں نے شہد کا تھتہ لگایا ہے کیونکہ شہد زمین کی پیداوار میں شمار کیا جاتا ہے پس زمین وار اپنی زمین کے تابع کرتے ہوئے وہ اس کا شہد کا مالک بھی بن جائے گا جس طرح درخت جو اس کی زمین میں اگنے والا ہے اور وہ مٹی جو بہاؤ کے سبب بہہ کر اس کی زمین میں آچکی ہے۔



کِتَابُ الصَّرْفِ

﴿یہ کتاب بیع صرف کے بیان میں ہے﴾

کتاب بیع صرف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب صرف میں ان بیوع کا ذکر ہے جن میں قیود زیادہ ہیں جبکہ ان کا وقوع کم ہے لہذا جن بیوع کا وقوع زیادہ ہوتا ہے ان کو مقدم ذکر کیا ہے اور جن کا وقوع کم ہوتا ہے ان کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح جب بیع دو اثمان کی ہو تو وہ ثمن بیع میں دوسری بیع کے مقاصد اصلیہ کو محضمن ہوگی۔ اس سے ہماری مراد مبیعات ہیں۔ جس کا ذکر مصنف علیہ الرحمہ نے بطور لغت و شرع بیان کر دیا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب صرف، ج ۱۶، ص ۵۸، بیروت)

علامہ ابن محمود ہابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو بیع سلم سے مؤخر ذکر کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سلم میں بیع صرف کا معنی بطور اول پایا جا رہا ہے جبکہ سلم کے معانی میں سے کوئی ایک اعتبار سے اس میں معنی پایا جاتا ہے اسی مناسبت کے سبب اس کو بیع سلم سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ، کتاب صرف، ج ۹، ص ۲۸۸، بیروت)

بیع صرف کی تعریف کا بیان

اور بیع صرف یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلاً چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے، یا روپے کا نوٹ اور سکے اسی کے بدلہ، بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور بیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہو جائے کسی کی طرف سے ادھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہو۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع صرف کے ارکان وہی ہیں جو ہر بیع کے ہیں۔

(فتح القدیر، کتاب صرف، بیروت)

بیع صرف کے شرعی مآخذ کا بیان

(۱) حضرت عمرو بن دینار، ابو المنہال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں صرف کی بیع کرتا تھا، میں نے زید بن ارقم سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بواسطہ حجاج بن محمد، ابن جریج، عمرو بن دینار، اور عامر بن معصب نے بیان کیا کہ ان دونوں نے ابو المنہال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے آپ

ﷺ سے بیع صرف کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہے تو بہتر نہیں۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1949)

(۲) حضرت ابو نصرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی میں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا انہوں نے اسی طرح فرمایا ہے؟ ہم نے ان کی طرف لکھیں گے تو وہ تم کو ایسا فتویٰ نہ دیں گے اور کہا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے پاس بعض جوان کھجور لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اس پر تعجب کیا اور فرمایا ہماری زمینوں کی کھجوریں تو ایسی نہیں ہیں اس نے کہا ہماری زمین کی کھجوروں یا ہمارے اس سال کی کھجوروں کو کچھ عیب آگیا تھا میں نے یہ کھجوریں لیں اور اس کے عوض میں کچھ زیادہ کھجوریں دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے زیادہ دیا اور سود دیا اب ان کے قریب نہ جانا جب تجھے اپنی کھجوروں میں کچھ عیب معلوم ہو تو ان کو بیچ ڈال پھر کھجور میں سے جس کا تو ارادہ کرے خرید لے۔

(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1593)

(۳) حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر، حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے۔ اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابو ہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبیدہ، ابوبکر، ابن عمر، ابو درداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے ہیں کہ یہ ربا تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہذا پہلا قول ہی صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کاہکی قول ہے۔ عبد اللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ بیع صرف میں کوئی اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1258)

(۴) حضرت مالک بن انس حدیثان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں یہ کہتا ہوا آیا کہ کون دراہم کی بیع صرف کرے گا طلحہ بن عبید اللہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے اپنا سونا ہمیں دکھاؤ پھر ٹھہر کر آنا جب ہمارا خزانچی آئے گا تو ہم دراہم دیدیں گے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں بخدایا تم اس کو چاندی ابھی دو یا اس کا سونا اسے واپس کر دو اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا چاندی سونے کے عوض فروخت کرنا سود ہے الا یہ کہ نقد در نقد ہو۔

(سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 418)

بیع صرف کا معنی و فقہی مفہوم

قَالَ (الصَّرْفُ هُوَ الْبَيْعُ إِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ عَوَضَيْهِ مِنْ جِنْسِ الْإِثْمَانِ) سُمِّيَ بِهِ لِلْحَاجَةِ إِلَى النَّقْلِ فِي بَدَلِهِ مِنْ يَدٍ إِلَى يَدٍ. وَالصَّرْفُ هُوَ النَّقْلُ وَالرَّدُّ لُغَةً، أَوْ لِأَنَّهُ لَا يُطْلَبُ مِنْهُ إِلَّا الزِّيَادَةُ إِذَا لَا يُسْتَفَعُ بِعَيْنِهِ، وَالصَّرْفُ هُوَ الزِّيَادَةُ لُغَةً كَذَا قَالَه الْخَلِيلُ وَمِنْهُ سُمِّيَتْ الْعِبَادَةُ النَّافِلَةُ صَرْفًا.

قَالَ (فَإِنْ بَاعَ فِضَّةً بِفِضَّةٍ أَوْ ذَهَبًا بِذَهَبٍ لَا يَجُوزُ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَإِنْ اِخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزَنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفِضَّةُ بِرَبَا) الْحَدِيثُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (جَبَدُهَا وَرَدِيْنُهَا سَوَاءٌ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْبَيُوعِ.

فرمایا: صرف یہ ہے کہ اس کے دونوں اعواض میں سے ہر ایک ٹمن کی جنس میں سے ہو۔ اور اس کا نام صرف اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرح بدل میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ لغت میں منتقل کرنے اور پھیر دینے کو صرف کہا جاتا ہے۔ اور وہ اس سبب سے کہ اس میں محض زیادتی مقصود ہوا کرتی ہے اس لئے کہ اس کے عین سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ اور لغت میں زیادتی کو صرف کہتے ہیں اور امام النخو غلیل نحوی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور دلیل کے سبب نقلی عبادات کو بھی صرف کہا جاتا ہے۔

فرمایا اور جب کسی نے چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے بیچا تو یہ جائز نہیں ہے ہاں البتہ جب برابر برابر ہو خواہ وہ عمدہ ہونے اور ڈھلائی میں مختلف ہوں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے برابر برابر، وزن بہ وزن اور ہاتھ بہ ہاتھ فروخت کیا جائے اور زیادتی سود ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اموال اچھا یا روی ہونا برابر ہے اور کتاب بیوع میں ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔

افتراق سے پہلے دونوں اعواض پر قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ الْعَوَضَيْنِ قَبْلَ الْإِفْتِرَاقِ) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَإِنْ اسْتَظَرَكَ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتُهُ فَلَا تَنْظُرُهُ، وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ أَحَدِهِمَا لِيَخْرُجَ الْعَقْدُ عَنِ الْكَالِ بِالْكَالِ ثُمَّ لَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ الْآخَرِ تَحْقِيقًا لِلْمَسَاوَاةِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الرِّبَا، وَلِأَنَّ أَحَدَهُمَا لَيْسَ بِأَوَّلَى مِنَ الْآخَرِ فَوَجِبَ قَبْضُهُمَا سَوَاءً كَانَا يَتَعَيَّنَانِ كَالْمَصُوغِ أَوْ لَا يَتَعَيَّنَانِ كَالْمَضْرُوبِ أَوْ يَتَعَيَّنَانِ أَحَدُهُمَا وَلَا يَتَعَيَّنُ الْآخَرُ لِاطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ إِنْ كَانَ يَتَعَيَّنُ فِيهِ شُبْهَةٌ عَدَمِ

التَّعْيِينَ لِكُونِهِ ثَمًّا خِلْقَةً فَيُشْرَطُ قَبْضُهُ اِعْتِبَارًا لِلشُّبْهَةِ فِي الرِّبَا، وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْاِفْتِرَاقُ بِاَلْاُبْدَانِ، حَتَّى لَوْ ذَهَبَا عَنْ الْمَجْلِسِ يَمْشِيَانِ مَعًا فِي جِهَةٍ وَاحِدَةٍ أَوْ نَامَا فِي الْمَجْلِسِ أَوْ اُغْمِيَ عَلَيْهِمَا لَا يَبْطُلُ الصَّرْفُ لِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَإِنْ وَثَبَ مِنْ سَطْحٍ فِثْبَ مَعَهُ، وَكَذَا الْمُعْتَرُ مَا ذَكَرْنَاهُ فِي قَبْضِ رَأْسِ مَالِ السَّلَمِ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْمُخَيَّرَةِ لِأَنَّهُ يَبْطُلُ بِاَلْاَعْرَاضِ فِيهِ.

فرمایا: الگ ہونے سے پہلے ہی دونوں اعواض پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اسی حدیث کے سبب جس کو ہم روایت کر چکے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب کہ اگر وہ تم سے اپنے گھر میں داخل ہونے کی بھی مہلت طلب کرے تو اس کو مہلت نہ دو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ دونوں اعواض میں سے کسی ایک عوض پر تو قبضہ ضروری ہے تاکہ یہ عقد کالی بہ کالی ہونے سے بچ جائے اور البتہ برابری کرنے کے لئے بھی قبضہ ضروری ہے تاکہ سود نہ بنے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ دونوں اعواض میں سے کوئی بھی دوسرے سے افضل نہیں ہے پس دونوں پر قبضہ ضروری ہے اگر وہ دونوں معین ہو جانے والے ہوں جس طرح ڈھل جانے والی چیز ہے یا وہ معین ہونے والے نہ ہوں جس طرح ڈھلے ہوا اسکے ہے یا ان میں سے ایک معین ہونے والا ہے جبکہ دوسرا معین ہونے والا نہیں ہے۔ اسی حدیث کے مطلق ہونے کے سبب جس کو روایت کر چکے ہیں۔

اور جب وہ معین ہو جاتا ہے تو بھی اس میں عدم تعین کا شبہ ہے کیونکہ وہ پیدائشی طور پر ثمن ہے پس شبہ بربرو کرتے ہوئے اس پر قبضہ کرنا شرط ہوگا۔ اور جدا ہونے سے مراد اجسام کی جدائی ہے حتیٰ کہ جب عقد کرنے والے دونوں اٹھ کر مجلس سے ایک جانب چلے گئے یا وہ دونوں مجلس میں سو گئے یا دونوں پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے تو ان صورتوں میں بیع صرف کا عقد باطل نہ ہوگا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب ایک عقد کرنے والا چھت سے چھلانگ لگائے تو تم سے چھلانگ لگا دو اور جس طرح ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ بیع مسلم کے عقد کے رأس المال پر قبضہ کرنے میں اعتبار کر لیا جاتا ہے بہ خلاف اختیار دیئے گئے کے اختیار کے کیونکہ وہ اعراض کے سبب باطل ہونے والا ہے۔

سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان

(وَإِنْ بَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ جَارَ التَّفَاضُلِ) لِعَدَمِ الْمُجَانَسَةِ (وَوَجِبَ التَّقَابُضُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رَبًّا الْأَهَاءُ وَهَاءُ) (فَإِنْ افْتَرَقَا فِي الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِ الْعَوَظَيْنِ أَوْ أَحَدِهِمَا بَطُلَ الْعَقْدُ) لِقَوَاتِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْقَبْضُ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ شَرْطُ الْخِيَارِ فِيهِ وَلَا الْاَجَلُ لِأَنَّ بَاَحَدِهِمَا لَا يَبْقَى الْقَبْضُ مُسْتَحَقًّا وَبِالثَّانِي يَفُوتُ الْقَبْضُ الْمُسْتَحَقُّ، إِلَّا إِذَا أُسْقِطَ الْخِيَارُ فِي الْمَجْلِسِ فَيَعُودُ إِلَى الْجَوَازِ لَا رَفْعَ فِيهِ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ وَفِيهِ خِلَافٌ زُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ.

اور جب سونے کو چاندی کے بدلے فروخت کیا تو اس میں زیادتی جائز ہے کیونکہ ہم جنس ہونا معدوم ہے اور باہم قبضہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سونا چاندی کے بدلے سود ہیں لیکن جب وہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اس کے بعد جب عقد کرنے والے دونوں اعواض یا ایک عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے الگ ہو گئے تو یہ عقد باطل ہو جائے گا کیونکہ شرط قبضہ فوت ہو گئی ہے اور اسی سبب سے اس میں خیاری کی شرط لگانی جائز نہیں ہے اور نہ ہی میعاد کی شرط جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک میں قبضہ کا حق نہیں رہتا اور دوسرے سے قبضہ کا حق بھی فوت ہونے والا ہے ہاں جب عقد مجلس میں خیاری کو ساقط کرنے والا ہے تو وہ عقد جواز کی طرف لوٹنے والا ہے کیونکہ فساد پکا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا ہے اور اس میں امام زفر علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔

ثمن صرف میں قبضہ سے پہلے عدم تصرف کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي ثَمَنِ الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِهِ، حَتَّى لَوْ بَاعَ دِينَارًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَلَمْ يَقْبِضْ الْعَشْرَةَ حَتَّى اشْتَرَى بِهَا ثَوْبًا فَالْبَيْعُ فِي الثَّوْبِ فَاسِدٌ) لِأَنَّ الْقَبْضَ مُسْتَحَقٌّ بِالْعَقْدِ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى، وَفِي تَجْوِيزِهِ فَوَاتُهُ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَجُوزَ الْعَقْدُ فِي الثَّوْبِ كَمَا نُقِلَ عَنْ زُفَرٍ، لِأَنَّ الدَّرَاهِمَ لَا تَتَعَيَّنُ فَيَنْصَرِفُ الْعَقْدُ إِلَى مُطْلَقِهَا، وَلَكِنَّا نَقُولُ: الثَّمَنُ فِي بَابِ الصَّرْفِ مَبِيعٌ لِأَنَّ الْبَيْعَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ وَلَا شَيْءَ سِوَى الثَّمَنِ فَيَجْعَلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَبِيعًا لِعَدَمِ الْأَرْثَوِيَّةِ وَبَيْعِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يَجُوزُ، وَلَيْسَ مِنْ ضَرُورَةٍ كَوْنِهِ مَبِيعًا أَنْ يَكُونَ مُتَعَيَّنًا كَمَا فِي الْمُسْلَمِ فِيهِ.

فرمایا: اور صرف کی ثمن میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ جب کسی شخص نے ایک دینار دس دراہم کے بدلے میں بیچا اور دس دراہم پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ ان کے بدلے میں کوئی کپڑا خرید لیا تو کپڑے میں بیع فاسد ہے کیونکہ عقد کے سبب قبضہ اللہ کے حق کے سبب واجب ہونے والا ہے جبکہ اس بیع کو جائز قرار دینے کی وجہ سے اس کے حق کا فوت ہونا ضروری آئے گا جبکہ مناسب تو یہ تھا کپڑے میں بیع جائز ہو جاتی۔ جس طرح امام زفر علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کیونکہ دراہم معین نہیں ہوا کرتے پس مطلق عقد دراہم کی طرف لوٹنے والا ہے۔

مگر ہم کہیں گے کہ صرف کے باب میں ثمن مبیع ہوتی ہے اس لئے بیع کے لئے مبیع ہونا ضروری ہے۔ جبکہ دونوں اثمان کے سوا تو وہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ پس ادلیت کے معدوم ہونے کے سبب ہر ایک ثمن کو مبیع قرار دیں گے۔ اور قبضہ کرنے سے پہلے بیع کی بیع جائز نہیں ہے جبکہ اس کے مبیع ہونے کے سبب اس کا معین ہونا ضروری نہ آئے گا جس طرح مسلم الیہ میں ہوتا ہے۔

سونے کو چاندی کے بدلے اندازے سے بیچنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ مُجَازَفَةً) لِأَنَّ الْمُسَاوَاةَ غَيْرُ مَشْرُوطَةٍ فِيهِ وَلَكِنْ يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ لِمَا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ بَيْعِهِ بِجَنْسِهِ مُجَازَفَةً لِمَا فِيهِ مِنْ اِحْتِمَالِ الرِّبَا.

لے سکے فرمایا اور سونے کو چاندی کے بدلے میں اندازے سے بیچنا جائز ہے کیونکہ اس میں برابری کی شرط نہیں ہے جبکہ
بھس عقد میں قبضہ شرط ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں جبکہ اسی کے برخلاف کہ ہم جنس کو اندازے سے بیچنا جائز
نہیں ہے کیونکہ اس میں سود کا احتمال ہے۔

بیچنے والا کے ظاہری حال کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً قِيمَتَهَا أَلْفَ مِثْقَالٍ فِضَّةٍ وَفِي غُفْمَا ظَوُوقٍ فِضَّةٍ قِيمَتُهُ أَلْفُ مِثْقَالٍ بِالْفَنَى
مِثْقَالٍ فِضَّةٍ وَنَقْدًا مِنَ الثَّمَنِ أَلْفَ مِثْقَالٍ ثُمَّ افْتَرَقَا فَالَّذِي نَقَدَ ثَمَنَ الْفِضَّةِ) لِأَنَّ قَبْضَ حِصَّةِ
الطَّووقِ وَاجِبٌ فِي الْمَجْلِسِ لِكُونِهِ بَدَلُ الصَّرْفِ، وَالظَّاهِرُ مِنْهُ الْإِتْيَانُ بِالْوَاجِبِ (وَكَذَا لَوْ
اشْتَرَاهَا بِالْفَنَى مِثْقَالِ أَلْفِ نَيْسَنَةٍ وَالْفَنَى نَقْدًا فَالْقَبْضُ ثَمَنُ الطَّووقِ) لِأَنَّ الْأَجَلَ بَاطِلٌ فِي
الصَّرْفِ جَائِزٌ فِي بَيْعِ الْجَارِيَةِ، وَالْمُبَاشَرَةُ عَلَى وَجْهِ الْجَوَازِ وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنْهُمَا (وَكَذَلِكَ
إِنْ بَاعَ سَيْفًا مُحَلًى بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَحَلِيَّتُهُ خَمْسُونَ فَدَفَعَ مِنَ الثَّمَنِ خَمْسِينَ جَازَ الْبَيْعُ وَكَانَ
الْمَقْبُوضُ حِصَّةَ الْفِضَّةِ وَإِنْ لَمْ يُبَيَّنْ ذَلِكَ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذَلِكَ إِنْ قَالَ: خُذْ هَذِهِ الْخَمْسِينَ مِنْ
تَبَيَّنِيهِمَا) لِأَنَّ الْإِتْيَانَ قَدْ بُرَّادُ بِذِكْرِهِمَا الْوَاحِدُ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوْلُو
وَالْمَرْجَانُ) وَالْمُرَادُ أَحَدُهُمَا فَيَحْمِلُ عَلَيْهِ لِظَاهِرِ حَالِهِ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے دو ہزار مثقال چاندی کی ایسی باندی کو خریدا کہ جس کی قیمت ایک ہزار مثقال چاندی
ہے اور اس کی گلے میں چاندی کا لاکھ ہے جس کی قیمت بھی ایک ہزار مثقال ہے اور خریدنے والے ایک ہزار ٹمن نقد ادا کر دی ہے
اس کے دونوں مجلس سے الگ ہو گئے تو خریدار کو قیمت دی تھی دو لاکھ کی قیمت ہے کیونکہ حصہ لاکھ پر قبضہ کرنا مجلس عقد میں
واجب ہے کیونکہ دینی صرف کا بدل ہے اور بیچنے والا کا ظاہری حال بھی یہی ہے کیونکہ اس نے واجب کو ادا کر دیا ہے اور اسی طرح
جب خریدار نے باندی اور لاکھ دونوں کو دو ہزار مثقال کے بدلے میں خریدا اور اس نے ہزار نقد جبکہ ایک ہزار ادھار کیا اور جب
ایک ہزار نقد ہے تو یہ لاکھ کی قیمت ہے کیونکہ صرف میں میعاد باطل ہے اور باندی کی بیع جائز ہے اور عاقدین کا ظاہری حال بھی
اسی طرح کا ہے کیونکہ دو جائز طریقے پر عقد کا ارتکاب کریں گے۔

اور اسی طرح جب کسی نے چاندی سے مرصع ایک سو درہم کے بدلے میں ایک تلواری کو بیچا جبکہ اس کا حلیہ پچاس درہم کا ہے
اور خریدار نے ثمن میں سے پچاس درہم ادا کر دیئے تو بیع جائز ہے اور قبضہ میں آنے والی چاندی حلیہ کا حصہ ہے خواہ اس نے اس کو
بیان بھی نہ کیا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور اسی طرح جب خریدار نے یہ کہا کہ یہ پچاس درہم دونوں کی قیمت میں سے وصول کر لو کیونکہ کبھی کبھی دو کو ذکر کرنے سے
مراد ایک بھی ہوا کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ان دونوں سمندروں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں اور ان میں سے ایک

یہ مراد ہے پس ظاہری حالت کے سبب ایک ہی پر محمول کیا جائے گا۔

قبضہ سے پہلے افتراق سبب ابطال عقد ہے

(فَإِنْ لَمْ يَتَقَابَضَا حَتَّى افْتَرَقَا بَطَلَ الْعَقْدُ فِي الْحِلْيَةِ) لِأَنَّهُ صُرِفَ فِيهَا (وَكَذَا فِي السَّيْفِ إِنْ كَانَ لَا يَتَخَلَّصُ إِلَّا بِضَرْ) لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ تَسْلِيمَهُ بِذَوْنِ الضَّرَرِ وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ إِفْرَادُهُ بِالْبَيْعِ كَالْجِدْعِ فِي السَّقْفِ (وَإِنْ كَانَ يَتَخَلَّصُ بِغَيْرِ ضَرْرٍ جَازَ الْبَيْعُ فِي السَّيْفِ وَبَطَلَ فِي الْحِلْيَةِ) لِأَنَّهُ أَمَكَّنَ إِفْرَادَهُ بِالْبَيْعِ فَصَارَ كَالطُّوقِ وَالْجَارِيَةِ، وَهَذَا إِذَا كَانَتْ الْفِضَّةُ الْمُفْرَدَةُ أَرِيدَ مِمَّا فِيهِ، فَإِنْ كَانَتْ مِثْلَهُ أَوْ أَقَلَّ مِنْهُ أَوْ لَا يَذَرِي لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ لِلرِّبَا أَوْ لِاخْتِمَالِهِ، وَجِهَةُ الصَّحِيحَةِ مِنْ وَجْهِ وَجِهَةِ الْفَسَادِ مِنْ وَجْهَيْنِ فَتَرَجَّحَتْ.

پس جب وہ دونوں قبضہ کرنے سے پہلے ہی الگ ہو گئے تو علیہ میں عقد باطل ہو جائے گا کیونکہ علیہ میں یہ بیع صرف ہے اور اسی طرح تلوار میں بھی یہ عقد باطل ہو جائے گا جبکہ وہ نقصان کے بغیر وہ الگ نہ ہو سکے ہوں کیونکہ نقصان کے سوا تلوار کو سپرد کرنا ممکن نہیں ہے اسی سبب سے اکیلی تلوار کو بیچنا جائز نہیں ہے جس طرح چھت کا جھتیر ہے ہاں جب بغیر کسی نقصان کے تلوار سے اس کا علیہ الگ ہو جاتا ہے تو اب تلوار کی بیع بھی جائز ہے اور علیہ میں باطل ہوگی کیونکہ اب اکیلی تلوار کو بیچنا ممکن ہے پس یہ لاکٹ اور باندی کی طرح ہو جائے گا۔ اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب علیحدہ چاندی جو کہ بیچ میں لگی ہوئی چاندی کے سوا ہو۔ پس جب وہ اس کے برابر یا اس سے کم ہے یا اس کی مقدار معلوم نہیں ہے تو سود یا سود کے احتمال کے سبب بیع جائز نہ ہوگی۔ جبکہ صحیح ہونے کا ایک ہی راستہ ہے اور فساد کے دور استے ہیں پس فساد کو ترجیح دی جائے گی۔

بیع صرف میں چاندی کے برتن بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ إِنَاءً فِضِّيَةً ثُمَّ افْتَرَقَا وَقَدْ قَبِضَ بَعْضُ ثَمَنِهِ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيمَا لَمْ يُقْبَضْ وَصَحَّ فِيمَا قَبِضَ وَكَانَ الْإِنَاءُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا) لِأَنَّهُ صُرِفَ كُلُّهُ فَصَحَّ فِيمَا وَجَدَ شَرْطُهُ وَبَطَلَ فِيمَا لَمْ يُوْجَدْ وَالْفَسَادُ طَارِئٌ لِأَنَّهُ يَصِحُّ ثُمَّ يَبْطُلُ بِالْإِفْتِرَاقِ فَلَا يَشِيعُ.

قَالَ (وَلَوْ أُسْتَحِقَّ بَعْضُ الْإِنَاءِ فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْبَاقِيَ بِحَصَّتِهِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ) لِأَنَّ الشَّرَكَةَ عَيْبٌ فِي الْإِنَاءِ.

(وَمَنْ بَاعَ قِطْعَةً نَقْرَةً ثُمَّ أُسْتَحِقَّ بَعْضُهَا أَخَذَ مَا بَقِيَ بِحَصَّتِهَا وَلَا خِيَارَ لَهُ) لِأَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّيَعُّضُ.

فرمایا: اور جب کسی بندے نے چاندی کا برتن بیچا اس کے بعد عقد کرنے والے الگ ہو گئے اور بیچنے والا بعض شمن پر

قبضہ کر چکا ہے اور جس میں قبضہ نہ ہو اس میں بیع باطل ہو جائے گی اور قبضہ والے حصے میں درست ہوگی اور وہ برتن ان دونوں کے درمیان مشترک رہے گا کیونکہ یہی پورا عقد صرف ہے پس جس مقدار میں صرف کی شرط پائی جا رہی ہے اس میں عقد درست ہوگا اور جس میں شرط نہ پائی گئی اس سے عقد صرف باطل ہو جائے گا اور یہ طاری ہونے والا فساد ہے کیونکہ عقد صحیح ہونے کے بعد افتراق کے سبب باطل ہونے والا ہے لہذا یہ فساد پھیلنے والا نہیں ہے اور جب برتن کا بعض حصہ مستحق نکلا تو اب خریدار کو اختیار ہے اب وہ چاہے تو بقیہ کو اس کے حصہ ثمن کے بدلے وصول کر لے اور وہ چاہے تو اس کو واپس کر دے کیونکہ برتن میں شرکت عیب ہوا کرتی ہے۔

اور جس بندے نے چاندی کا کوئی ٹکڑا بیچا اس کے بعد کچھ حصہ مستحق کا نکل آیا ہے تو وہ بقیہ کو اس کی ثمن کے بدلے میں وصول کرے اور اس کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ ٹکڑے کرنا اس کے نقصان دہ ہونے والا نہ ہوگا۔

دو دراهم و دینار کی مساوی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دِرْهَمَيْنِ وَدِينَارًا بِدِرْهَمٍ وَجَعَلَ كُلَّ جِنْسٍ بِخِلَافِهِ) وَقَالَ زُفَرٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : لَا يَجُوزُ وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا بَاعَ كُرًّا شَعِيرٍ وَكُرًّا حِنْطَةٍ بِكُرِّيٍّ شَعِيرٍ وَكُرِّيٍّ حِنْطَةٍ : وَلَهُمَا أَنْ فِي الصَّرْفِ إِلَى خِلَافِ الْجِنْسِ تَغْيِيرٌ تَصَرُّفُهُ لِأَنَّهُ قَابِلُ الْجُمْلَةِ بِالْجُمْلَةِ، وَمِنْ قَضِيَّتِهِ الْإِنْقِسَامُ عَلَى الشُّبُوحِ لَا عَلَى التَّغْيِيرِ، وَالتَّغْيِيرُ لَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ فِيهِ تَصَحُّحُ التَّصَرُّفِ، كَمَا إِذَا اشْتَرَى قَلْبًا بِعَشْرَةٍ وَثَوْبًا بِعَشْرَةٍ ثُمَّ بَاعَهُمَا مُرَابَحَةً لَا يَجُوزُ وَإِنْ أَمَكَّنَ صَرْفَ الرِّبْحِ إِلَى الثَّوْبِ، وَكَذَا إِذَا اشْتَرَى عَبْدًا بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ ثُمَّ بَاعَهُ قَبْلَ نَقْدِ الثَّمَنِ مِنَ الْبَايِعِ مَعَ عَبْدٍ آخَرَ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ لَا يَجُوزُ فِي الْمُشْتَرَى بِأَلْفٍ وَإِنْ أَمَكَّنَ تَصَحُّحُهُ بِصَرْفِ الْأَلْفِ إِلَيْهِ.

وَكَذَا إِذَا جَمَعَ بَيْنَ عَبْدِهِ وَعَبْدٍ غَيْرِهِ وَقَالَ بِعْتُكَ أَحَدَهُمَا لَا يَجُوزُ وَإِنْ أَمَكَّنَ تَصَحُّحُهُ بِصَرْفِهِ إِلَى عَبْدِهِ.

فرمایا اور جب کسی بندے نے دو دراهم اور ایک دینار کی بیع ایک درہم اور دو دینار کے بدلے کی تو جائز ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے خلاف جنس ہونے کا بدلہ قرار دیا جائے گا۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ یہ بیع جائز نہیں ہے اور ان کا یہ اختلاف اسی طرح ہے جب کسی شخص نے ایک بوری جو اور ایک بوری گندم دو بوری جو کے بدلے میں بیچ دی ہے۔ ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ خلاف جنس کی جانب پھرنے سے اس کے تصرف کو تبدیل کرنا ہے کیونکہ اس نے اسکے مجموعہ کے ساتھ تقابل کیا ہے اور اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ تقسیم مشترکہ طور کی جائے نہ معین طریقے سے ہو جبکہ تصرف کا بدلنا جائز نہیں ہے خواہ اس میں تصرف صحیح کرنا ہی کیوں نہ ہو جس طرح جب کسی شخص نے ایک گنہن دس دراهم میں خریدا ہے اور ایک کپڑا دس دراهم کے بدلے خریدا ہے اور پھر اس نے بیع مراہمہ کے طریقے پر دونوں کو بیچ دیا

ہے تو جائز نہ ہوگا اگرچہ اس میں فائدے کو کپڑے کی جانب پھیر لینا ممکن بھی ہے۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے بدلے میں غلام کو خرید لیا اس کے بعد اس نے بیچنے والے کو ثمن ادا کرنے سے انہی پیسے اسی کے ہاتھ دوسرے غلام کے ساتھ پندرہ سو درہم میں بیچ دیا تو ایک ہزار میں خریدے گئے غلام کی بیچ درست نہ ہوگی مگر چہ ایک ہزار اس کی جانب پھیرتے ہوئے عقد کو صحیح کرنا ممکن بھی ہے۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے اپنے غلام اور کسی دوسرے کے غلام کو اکٹھا کرتے ہوئے اس طرح کہا کہ میں ان میں سے ایک غلام کو تیرے ہاتھ بیچتا ہوں تو بھی جائز نہ ہوگا اگرچہ اس کو اپنے غلام کی جانب پھیرتے ہوئے عقد کو درست کرنا ممکن بھی ہے۔

بیع کے تصرف و عدم تصرف میں فقہاء احناف کا موقف

وَكَمَّا إِذَا بَاعَ دِرْهَمًا وَثَوْبًا بِدِرْهَمٍ وَثَوْبٍ وَافْتَرَقَا مِنْ غَيْرِ قَبْضٍ فَسَدَ الْعَقْدُ فِي الذَّرْهَمَيْنِ وَلَا يُصَرِّفُ الذَّرْهَمُ إِلَى الثَّوْبِ لِمَا ذَكَرْنَا .

وَلَمَّا أَنَّ الْمُقَابَلَةَ الْمُطْلَقَةَ تَحْتَمِلُ مُقَابَلَةَ الْفَرْدِ بِالْفَرْدِ كَمَا فِي مُقَابَلَةِ الْجِنْسِ بِالْجِنْسِ، وَأَنَّهُ طَرِيقٌ مُتَعَيِّنٌ لِتَصْحِيحِهِ فَيَعْمَلُ عَلَيْهِ تَصْحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ، وَفِيهِ تَغْيِيرٌ وَصِفِهِ لَا أَصْلِيهِ لِأَنَّهُ يَبْقَى مُوجِبُهُ الْأَصْلِيُّ وَهُوَ ثُبُوتُ الْمِلْكِ فِي الْكُلِّ بِمُقَابَلَةِ الْكُلِّ، وَصَارَ هَذَا كَمَا إِذَا بَاعَ نِصْفَ عَبْدٍ مُشْتَرِكٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ يَنْصَرِفُ إِلَى نِصْبِهِ تَصْحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ بِخِلَافِ مَا عُذَّ مِنْ الْمَسَائِلِ .

أَمَّا مَسْأَلَةُ الْمُرَابَحَةِ فَلِأَنَّهُ يَصِيرُ تَوَلِيَّةٌ فِي الْقَلْبِ بِصَرَفِ الرِّبْحِ كُلِّهِ إِلَى الثَّوْبِ .
وَالطَّرِيقُ فِي الْمَسْأَلَةِ . الثَّانِيَّةِ غَيْرُ مُتَعَيِّنٍ لِأَنَّهُ يُمَكِّنُ صَرَفَ الزِّيَادَةِ عَلَى الْأَلْفِ إِلَى الْمُشْتَرَى . وَفِي الثَّالِثَةِ أُضِيفَ الْبَيْعُ إِلَى الْمُنْكَرِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْبَيْعِ وَالْمُعَيَّنُ ضِدُّهُ . وَفِي الْآخِرَةِ الْعَقْدُ انْعَقَدَ صَحِيحًا وَالْفَسَادُ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ وَكَلَامُنَا فِي الْإِيتِذَاءِ .

اور جب کسی شخص نے ایک درہم اور ایک کپڑا ایک درہم اور ایک کپڑے کے بدلے میں بیچ دیا اور پھر قبضہ کیے بغیر دونوں الگ ہو گئے تو ان دونوں درہم میں عقد فاسد ہو جائے گا جبکہ درہم کو کپڑے کی جانب نہ پھیرا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مطلق طور پر جو مقابلہ ہے یہ مقابلہ فرد بہ فرد کا احتمال رکھنے والا ہے۔ جس طرح جنس کا تقابل جنس کے ساتھ ہوا اور یہی یعنی تقابل فرد بہ فرد ہی اس عقد کو درست کرنے کا مضبوط راستہ ہے پس عقد کرنے والے کے تصرف کو درست کرنے کے لئے اسی طرح کے تقابل پر محمول کیا جائے گا اور اس طرح کرنے میں عقد کو وصف بھی بدلنے والا ہے جبکہ اس کی اصل نہیں بدلے گی کیونکہ اس کا اصلی موجب باقی رہتا ہے اور وہی کل کے مقابلہ میں کل میں ملکیت کو ثابت کرنے والا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا

جس طرح کسی نے ایسے غلام کا نصف بیچ دیا جو اس کے درمیان اور دوسرے بندے کے درمیان مشترک تھا پس اس کے تصرف کو درست کرنے کے لئے اس کو اس کے حصے کی جانب پھیر دیا جائے گا۔

البتہ یہ خلاف ان کے مسائل کے جن کو شمار کیا گیا ہے اور مسئلہ مراہم تو وہ اس وجہ سے ہے کہ پورے کپڑے کو فائدے کی طرف پھیر دیے جانے سے نکلن میں مراہم تبدیل ہو کر تولیہ بن جائے گا۔ جبکہ دوسرے مسئلہ میں جواز کا طریقہ معین نہیں ہے کیونکہ ایک ہزار زیادہ خریدے گئے غلاموں کو بھی پھیرنا ممکن ہے اور تیسرے مسئلہ میں بیچ کو غیر معین غلام کی جانب منسوب کیا گیا ہے جبکہ وہ تو مکمل بیچ ہی نہیں ہے اور معین اس کی ضد ہے اور آخری مسئلہ میں عقد درست ہو کو منعقد ہو گیا ہے جبکہ فساد حالت بقاء میں ہے جبکہ ہماری دلیل و مسئلہ کا بیان عقد کی ابتداء سے متعلق ہے۔

دراہم کی مساویانہ بیچ کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ أَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمٍ وَدِينَارٍ جَاَزَ الْبَيْعُ وَتَكُونُ الْعَشْرَةُ بِمِثْلِهَا وَالْدِينَارُ بِدِرْهَمٍ) لِأَنَّ شَرْطَ الْبَيْعِ فِي الدَّرَاهِمِ التَّمَاثُلُ عَلَى مَا رَوَيْنَا، فَالظَّاهِرُ أَنَّهُ أَرَادَ بِهِ ذَلِكَ لِبَقِي الدَّرْهَمِ بِالْدِينَارِ وَهُمَا جَنْسَانِ وَلَا يُعْتَبَرُ التَّسَاوِي فِيهِمَا.

فرمایا اور جب کسی شخص نے گیارہ درہم کو دس درہم اور ایک دینار کے بدلے میں بیچ دیا تو یہ بیچ جائز ہے اس میں دس درہم دس درہم کے بدلے میں ہو گئے جبکہ ایک درہم ایک دینار کے بدلے میں ہو جائے گا کیونکہ درہم میں برابری شرط پائی گئی ہے جس طرح کہ ہم روایت بیان کر چکے ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کہ بیچنے والے نے اس سے اسی طرح مراد لیا ہوگا کیونکہ ایک درہم کے مقابلے میں ایک دینار ہی باقی رہنے والا ہے اور وہ دونوں دو الگ الگ جنس ہیں لہذا ان میں برابری کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔

سونے چاندی کی برابر بیچ میں کمی و زیادتی کو پورا کرنے کا بیان

(وَلَوْ تَبَاعَدَا بِفِضَّةٍ أَوْ ذَهَبًا بِلَهَبٍ وَأَحَدُهُمَا أَقْلٌ وَمَعَ أَقْلِهِمَا شَيْءٌ آخَرُ تَبْلُغُ قِيَمَتُهُ بَاقِيَ الْفِضَّةِ جَاَزَ الْبَيْعُ مِنْ غَيْرِ كَرَاهِيَةٍ، وَإِنْ لَمْ تَبْلُغْ فَمَعَ الْكَرَاهِيَةِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ قِيَمَةٌ كَالشَّرَابِ لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ) لِتَحَقُّقِ الرِّبَا إِذَا الزِّيَادَةُ لَا يُقَابِلُهَا عَوْضٌ فَيَكُونُ رِبَاً.

اور جب عقد کرنے والوں نے چاندی کو چاندی کے بدلے میں اور سونے کو سونے کے بدلے میں بیچ دیا اور ان میں سے ایک چیز کم ہو گئی ہے لیکن کمی والے نے کسی دوسرے چیز کے ذریعے جس کی قیمت چاندی مطلوبہ کو پہنچنے والی ہے دے دی ہے تو بغیر کسی کراہت کے یہ بیچ جائز ہے۔ اور جب وہ قیمت چاندی کو پہنچنے والی نہ ہو تو یہ بیچ کراہت کے ساتھ جائز ہوگی اور اگر اس کی قیمت ہی نہیں ہے جس طرح شی ہے تو بیچ جائز نہ ہوگی کیونکہ اس میں سود ثابت ہو گیا ہے کیونکہ وہ زیادتی جس کے مقابلے میں کوئی بدلہ نہ ہو وہ سود ہے۔

عقد کے سبب وجوب ثمن کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ لَهُ عَلَى آخَرٍ عَشْرَةٌ دَرَاهِمَ فَبَاعَهُ الَّذِي عَلَيْهِ الْعَشْرَةُ دِينَارًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمٍ وَدَفَعَ الدِّينَارَ وَتَقَاَصَا الْعَشْرَةُ بِالْعَشْرَةِ فَهُوَ جَائِزٌ) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا بَاعَ بِعَشْرَةِ مُطْلَقَةٍ وَوَجْهُهُ أَنَّهُ يَجِبُ بِهَذَا الْعَقْدِ ثَمَنٌ يَجِبُ عَلَيْهِ تَعْيِينُهُ بِالْقَبْضِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَالَّذِينَ لَيْسَ بِهِذِهِ الصِّفَةِ فَلَا تَقَعُ الْمُقَاَصَةُ بِنَفْسِ الْمُبِيعِ لِعَدَمِ الْمُجَانَسَةِ، فَإِذَا تَقَاَصَا يَتَضَمَّنُ ذَلِكَ قَسَخَ الْأَوَّلِ وَالْإِضَافَةِ إِلَى الدَّيْنِ، إِذْ لَوْلَا ذَلِكَ يَكُونُ امْتِثَالًا بِبَدَلِ الصَّرْفِ، وَفِي الْإِضَافَةِ إِلَى الدَّيْنِ تَقَعُ الْمُقَاَصَةُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ عَلَى مَا نَبَّيْنَاهُ، وَالْقَسَخُ قَدْ يَثْبُتُ بِطَرِيقِ الْإِقْتِصَاءِ كَمَا إِذَا تَبَايَعَا بِأَلْفٍ ثُمَّ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ، وَزُفِرَ يُخَالِفُنَا فِيهِ لِأَنَّهُ لَا يَقُولُ بِالْإِقْتِصَاءِ، وَهَذَا إِذَا كَانَ الدَّيْنُ سَابِقًا.

فَإِنْ كَانَ لَا حَقًّا فَكَذَلِكَ فِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ لَتَضَمَّنِيهِ انْفِسَاخُ الْأَوَّلِ وَالْإِضَافَةُ إِلَى دَيْنٍ قَائِمٍ وَفَتْ تَحْوِيلِ الْعَقْدِ فَكَفَى ذَلِكَ لِلْجَوَازِ.

اور جب کسی شخص کے کسی دوسرے آدمی پر دس دراهم قرض ہوں اور مقروض نے قرض خواہ سے دس دراهم کے بدلے میں ایک دینار بیچ دیا اور وہ دینار اس کو دے دیا اور پھر اس نے دس دراهم کا دس دراهم سے ادلی بدلی کر لی تو یہ جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس نے مطلق طور پر بیچنے کو دس کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور اسکے جواز کی دلیل یہ ہے کہ اس عقد کے سبب ثمن واجب ہوئی ہے جس کو قبضہ کے ساتھ معین کرنا ضروری ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور قرض اس مفت پر نہیں ہے پس محض بیع سے مقاصد (دونوں کا تبادلہ) واقع نہ ہوگا۔ کیونکہ جنس معدوم ہے اس کے بعد جب عقد کرنے والوں نے آپس میں مقاصد کر لیا ہے تو یہ عقد اول کو ختم کرنے اور دین کی طرف مشاف ہونے کو ضروری ہوگا کیونکہ جب یہ نہ ہو تو عقد صرف کے بدلے کے ساتھ تبدیل ہو جائے گا۔ اور قرض کی جانب منسوب کرنے کے سبب نفس عقد کے ساتھ مقاصد ہو جائے گا جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور فتح کبھی تقاضے کے طور پر ثابت ہوا کرتا ہے جس طرح عقد کرنے والوں نے ایک ہزار کے بدلے میں بیع کا عقد کیا اس کے بعد پندرہ سو کا عقد کر لیا ہے جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے ہم سے اختلاف کیا ہے کیونکہ وہ اس میں تقاضہ کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہ حکم اسی صورت میں ہوگا جب قرض سابقہ ہو ہاں جب وہ بعد میں لاحق ہونے والا ہے تو دونوں روایات میں سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ یہ پہلے عقد کو ختم کرنے اور ایسے قرض کی جانب حکم کو ضروری ہے جو تبدیل عقد کے وقت موجود ہے جبکہ جواز کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔

کھرے کھوٹے دراہم کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ دِرْهَمٍ صَحِيحٍ وَدِرْهَمِي غَلِيٍّ بِدِرْهَمَيْنِ صَحِيحَيْنِ وَدِرْهَمٍ شَلْتِيٍّ وَالْعَلَّةُ مَا يَرُدُّهُ بَيْتُ الْمَالِ وَيَأْخُذُهُ التُّجَّارُ. وَوَجْهُهُ تَحَقُّقُ الْمُسَاوَاةِ فِي الْوِزْنِ وَمَا عُرِفَ مِنْ سُقُوطِ اعْتِبَارِ الْجَوْدَةِ.

فرمایا اور ایک صحیح اور دو ٹوٹے دراہم کی بیع دو صحیح اور ایک ٹوٹے دراہم بدلے میں کرنا جائز ہے اور غلہ دراہم وہ جس کو بیت المال (حکومت وقت) نے رجیکٹ کر دیا ہے۔ اور تاجر اس کو لیتے ہوں جبکہ جواز بیع کی دلیل وزن میں برابری کا ہونا ہے جبکہ عمدگی کے اعتبار سے ساقط ہونا معلوم ہو گیا ہے۔

دراہم و دنانیر میں سونے چاندی کے ثلہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّرَاهِمِ الْفِضَّةُ فَهِيَ فِضَّةٌ، وَإِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّنَائِيرِ الذَّهَبُ فَهِيَ ذَهَبٌ، وَيُعْتَبَرُ فِيهِمَا مِنْ تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْجِيَادِ حَتَّى لَا يَجُوزَ بَيْعُ الْخَالِصَةِ بِهَا وَلَا يَبْعُ بَعْضُهَا بَعْضًا إِلَّا مُتَسَاوِيًا فِي الْوِزْنِ. وَكَذَا لَا يَجُوزُ إِلَّا سِتْقَرَاضُ بِهَا إِلَّا وَزْنًا) لِأَنَّ الثَّقُودَ لَا تَخْلُو عَنْ قَلِيلٍ غِشٍّ عَادَةً لِأَنَّهَا لَا تَنْطَبِعُ إِلَّا مَعَ الْغِشِّ، وَقَدْ يَكُونُ الْغِشُّ خَلِيقًا كَمَا فِي الرَّدِّ مِنْهُ فَيُلْحَقُ الْقَلِيلُ بِالرَّذَاءَةِ، وَالْجَيِّدُ وَالرَّدِيُّ سَوَاءٌ (وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِمَا الْغِشُّ فَلَيْسَ فِي حُكْمِ الدَّرَاهِمِ وَالْدَّنَائِيرِ) اعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ، فَإِنْ اشْتَرَى بِهَا فِضَّةً خَالِصَةً فَهُوَ عَلَى الْوُجُوهِ الَّتِي ذَكَرْنَا فِي حِلِّيَةِ السَّيْفِ.

فرمایا: اور جب دراہم میں چاندی غالب ہے تو وہ چاندی کے حکم میں ہوں گے اور جب دنانیر میں سونا غالب ہو تو وہ سونے کے حکم میں ہوں گے اور زیادتی کے حرام ہونے میں ان میں اسی چیز کا اعتبار کیا جائے گا جو کھرے سونے میں اعتبار کی جاتی ہے حتیٰ کہ خالص دراہم یا دنانیر کو کھوٹے دراہم و دنانیر کے بدلے میں بیچنا یا بعض کو بعض کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے ہاں البتہ وہ وزن میں برابر ہوں اور اسی طرح وزن کے بغیر انہیں قرض کے طور پر لینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ نقدیاں عام طور پر تھوڑی بہتی کھوٹ سے خالی نہیں ہوتیں۔ کیونکہ کھوٹ کے بغیر تو وہ ڈھلنے والے ہی نہیں ہے۔ اور یہ کھوٹ کبھی پیدائشی طور پر ہوتی ہے جس طرح ردی سونے چاندی میں ہوتی ہے پس تھوڑی مقدار کو ردی سونے چاندی کے ساتھ ملا دیا جائے گا حالانکہ عمدہ و ردی دونوں برابر ہیں اور جب سونے چاندی پر کھوٹ غالب ہے تو غالب کا اعتبار کرتے ہوئے وہ دراہم و دنانیر کے حکم میں نہ ہوں گے۔ اور جب کسی شخص نے ان کے بدلے میں خالص چاندی خریدی تو وہ انہی سورتوں کو شامل ہوگی جن کو سیف نے حلیہ کے متعلق ہم بیان کر آئے ہیں۔

ملاوٹ والے دراہم کی دراہم کے ساتھ بیع کرنے کا بیان

(وَإِنْ بَاعَتْ بِجِنْسِهَا مُتَفَاضِلًا جَازَ صَرَفًا لِلْجِنْسِ إِلَى خِلَافِ الْجِنْسِ) فَهِيَ فِي حُكْمِ شَيْئَيْنِ
فِضَّةٍ وَصُفْرِ وَلَكِنَّهُ صُرِفَ حَتَّى يُشْتَرَطَ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ لَوْجُودِ الْفِضَّةِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ،
فَإِذَا شَرِطَ الْقَبْضُ فِي الْفِضَّةِ يُشْتَرَطُ فِي الصُّفْرِ لِأَنَّهُ لَا يَتَمَيَّزُ عَنْهُ إِلَّا بِضَرَرٍ. قَالَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ: وَمَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ لَمْ يُفْتَوْا بِجَوَازِ ذَلِكَ فِي الْعَدَالِي وَالْعَطَارِفَةِ لِأَنَّهَا أَعَزُّ الْأَمْوَالِ
لِي دِيَارِنَا، فَلَوْ أُبْسِحَ التَّفَاضُلُ فِيهِ يَنْفَتَحُ بَابُ الرِّبَا، ثُمَّ إِنْ كَانَتْ تَرُوحُ بِالْوَزْنِ فَالْتَّبَاعُ
وَالِاسْتِقْرَاضُ فِيهَا بِالْوَزْنِ، وَإِنْ كَانَتْ تَرُوحُ بِالْعَدِّ فَبِالْعَدِّ، وَإِنْ كَانَتْ تَرُوحُ بِهِمَا فَبِكُلِّ
وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْمُعْتَادُ فِيهِمَا إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِمَا نَصٌّ، ثُمَّ هِيَ مَا دَامَتْ تَرُوحُ
تَكُونُ ائْتِمَانًا لَا تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، وَإِذَا كَانَتْ لَا تَرُوحُ فَهِيَ بَسْلَعَةٌ تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، وَإِذَا كَانَتْ
يَتَقَبَّلُهَا الْبَعْضُ دُونَ الْبَعْضِ فَهِيَ كَالزُّيُوفِ لَا يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِعَيْنِهَا بَلْ بِجِنْسِهَا زُيُوفًا إِنْ كَانَ
الْبَائِعُ يَعْلَمُ بِحَالِهَا لِتَحْقِيقِ الرِّضَا مِنْهُ، وَبِجِنْسِهَا مِنَ الْجِبَادِ إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ لِعَدَمِ الرِّضَا مِنْهُ.

پس جب کسی شخص نے ملاوٹ والے دراہم کو ان کے ہم جنس دراہم کے بدلے میں کی یا زیادتی کے ساتھ بیچ دیا تو یہ
بیع جائز ہے کیونکہ جنس کو خلاف جنس کی جانب پھیر دیا گیا ہے اور یہ دو چیزوں کے حکم میں ہے ایک چاندی اور دوسرا پتیل ہے۔ حتیٰ
کہ وہ مجلس عقد میں قبضہ کرنا شرط ہے کیونکہ دونوں جانب سے چاندی موجود ہے جبکہ چاندی میں قبضہ شرط ہے لہذا پتیل میں بھی قبضہ
شرط ہوگا کیونکہ نقصان کے بغیر وہ چاندی سے الگ ہونے والا نہیں ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ فقہاء نے عدالی اور عطارفہ میں اس کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا کیونکہ وہ
ہمارے عدقوں کے پیارے اموال میں سے ہیں۔ اور جب ان میں کی یا زیادتی کو جائز قرار دے دیا گیا تو سود کا دروازہ کھل جائے گا۔
اور جب کہیں ملاوٹ والوں میں وزن سے لین دین کا رواج ہے تو ان میں خرید و فروخت اور قرض لینا وزن سے ہوگا خواہ شمار
کرنے سے رواج ہو تو عدد کے حساب سے ہوگا اور جب دونوں کا رواج ہے تو دونوں کا اعتبار ہوگا کیونکہ جب ان میں کوئی نص نہیں
ہے تو ان میں لوگوں کا عرف معتبر ہوگا۔ ہاں جب تک وہ رائج ہوں گے اس وقت تک وہ ثمن ہوں گے اور وہ متعین کیے جانے سے
متعین نہ ہوں گے اور جب ان کا رواج نہ ہو تو وہ سامان ہو جائیں گے اور متعین کرنے سے متعین بھی ہو جائیں گے۔

اور جب ملاوٹ والے دراہم کی حالت یہ ہو بعض لوگ تو ان کو قبول کرتے ہیں لیکن بعض لوگ ان کو قبول نہیں کرتے تو وہ
کھوٹے دراہم کی طرح ہو جائیں گے جن کے عین سے عقد متعلق نہ ہوگا بلکہ عقد ان کی جنس سے متعلق ہوگا ہاں البتہ شرط یہ ہے کہ
بیچنے والا ان کی حالت کو جاننے والا ہو تو عقد ان کی جنس کے کھرے دراہم سے متعلق ہوگا کیونکہ اب ان جانب اس کی رضا مندی
معدوم ہے۔

ملاوٹ والے دراہم سے سامان خریدنے کا بیان

(وَإِذَا اشْتَرَى بِهَا سِلْعَةً فَكَسَدَتْ وَتَرَكَ النَّاسُ الْمُعَامَلَةَ بِهَا بَطْلَ الْبَيْعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: عَلَيْهِ قِيمَتُهَا يَوْمَ الْبَيْعِ. وَكَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: قِيمَتُهَا آخِرُ مَا تَعَامَلَ النَّاسُ بِهَا) لَهُمَا أَنَّ الْعَقْدَ قَدْ صَحَّ إِلَّا أَنَّهُ تَعَدَّرَ التَّسْلِيمُ بِالْكَسَادِ وَأَنَّهُ لَا يُوجِبُ الْفُسَادَ، كَمَا إِذَا اشْتَرَى بِالرُّطْبِ فَأَنْقَطَعَ أَوْ أَنَّهُ وَإِذَا بَقِيَ الْعَقْدُ وَجَبَتْ الْقِيَمَةُ، لَكِنْ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقْتُ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ مَصْمُونٌ بِهِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْإِنْقِطَاعِ لِأَنَّهُ أَوْ أَنَّ الْإِنْقِطَاعَ إِلَى الْقِيَمَةِ. وَلَا يَبْقَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الثَّمَنَ يَهْلِكُ بِالْكَسَادِ؛ لِأَنَّ الثَّمَنِيَّةَ بِالْأَصْطِلَاحِ وَمَا بَقِيَ فَيَبْقَى بَيْعًا بِلا ثَمَنِ فَيَبْطُلُ، وَإِذَا بَطَلَ الْبَيْعُ يَجِبُ رَدُّ الْمَبْعُورِ إِنْ كَانَ قَائِمًا وَقِيمَتُهُ إِنْ كَانَ هَالِكًا كَمَا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ.

اور جب کسی شخص نے ملاوٹ والے دراہم سے کوئی سامان خرید لیا اور اس کے بعد ان کا رواج ختم ہو گیا اور لوگوں نے ان کا لین دین بند کر دیا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا کہ خریدار پر قیمت واجب ہوگی اس دن کی جس دن دراہم کا سودا کیا تھا۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا کہ اس آخری دن جس میں لوگوں ملاوٹ شدہ دراہم کو لین دین کیا تھا وہ قیمت واجب ہوگی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عقد تو درست ہو گیا ہے لیکن دراہم کا رواج بند ہونے کے سبب قیمت کی ادائیگی میں مشکل پیش آئی ہے اور یہ چیز بیع کو فاسد کرنے والی نہیں ہے جس طرح کسی شخص نے تازہ کھجوروں کے بدلے میں کوئی چیز خریدی اس کے بعد وہ ختم ہوگی تو عقد کے باقی ہونے کے سبب قیمت واجب ہوگی۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نزدیک قیمت وقت بیع والی واجب ہوگی کیونکہ بیع ہی کے سبب قیمت کی ضروری ہوئی ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ختم ہونے والے دن والی قیمت واجب ہوگی کیونکہ ثمن کا منتقل ہونے کا دن وہی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ رواج ختم ہونے کے سبب ثمن ہلاک ہو چکی ہے اور اسی ثمن کا اتفاق آپس میں تھا اور وہ اب باقی نہیں رہی ہے لہذا اب بیع بغیر ثمن کے باقی رہی اور وہ باطل ہے اور جب بیع باطل ہوگئی ہے تو اگر اب وہ موجود ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے اور اگر وہ ہلاک ہوگئی ہے تو اس کی قیمت واجب ہے جس طرح بیع فاسد میں ہوا کرتا ہے۔

پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوسِ) لِأَنَّهَا مَالٌ مَعْلُومٌ، فَإِنْ كَانَتْ نَافِقَةً جَازَ الْبَيْعُ بِهَا وَإِنْ لَمْ تَتَّعِينَ لِأَنَّهَا ائْتِمَانٌ بِالْأَصْطِلَاحِ، وَإِنْ كَانَتْ كَاسِدَةً لَمْ يَجْزِ الْبَيْعُ بِهَا حَتَّى يُعِينَهَا لِأَنَّهَا سِلْعٌ فَلَا بُدَّ

مِنْ تَغْيِينِهَا (وَإِذَا بَاعَ بِالْفُلُوسِ النَّافِقَةُ ثُمَّ كَسَدَتْ بَطَلَ الْبَيْعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ خِلَافًا لَهُمَا) وَهُوَ نَظِيرُ الْاِخْتِلَافِ الَّذِي بَيْنَاهُ.

فرمایا: اور سکوں کے بدلے میں بیع کرنا جائز ہے کیونکہ وہ معلوم مال ہے اور جب وہ رائج ہیں تو ان کے بدلے بیع جائز ہے خواہ معین نہ ہوں کیونکہ اصطلاح میں اثمان ہیں۔ اور اگر وہ بند کر دیئے گئے ہیں تو معین کیے بغیر ان کے بدلے بیع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب وہ سامان ہیں لہذا ان کو معین کیا جائے گا اور جب کسی نے رائج سکوں کے بدلے میں کوئی چیز بیچ دی اس کے بعد ان کا رواج ختم ہو گیا ہے تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی جبکہ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور یہ اسی اختلاف کی مثال ہے جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

رائج سکوں کا قرضہ لینے بعد ان کے بند ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ اسْتَقْرَضَ فُلُوسًا نَافِقَةً فَكَسَدَتْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ مِثْلُهَا لِأَنَّهُ إِعَارَةٌ، وَمُوجِبُهُ رَدُّ الْعَيْنِ مَعْنَى وَالشَّمْنِيَّةِ فَضْلٌ فِيهِ إِذَا الْقَرْضُ لَا يَخْتَصُّ بِهِ. وَعِنْدَهُمَا تَجِبُ قِيمَتُهَا لِأَنَّهُ لَمَّا بَطَلَ وَصْفُ الشَّمْنِيَّةِ تَعَدَّرَ رَدُّهَا كَمَا قُبِضَ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهَا، كَمَا إِذَا اسْتَقْرَضَ مِثْلِيًّا فَانْقَطَعَ، لَكِنْ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقَبْضِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْكَسَادِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَأَصْلُ الْاِخْتِلَافِ فِيمَنْ غَضِبَ مِثْلِيًّا فَلَنَقْطَعَ، وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْظَرُ لِلْجَانِبَيْنِ، وَقَوْلُ أَبِي يُوسُفَ أَيْسَرُ

اور جب کسی شخص نے مروجہ فلوس کا قرض لیا اس کے بعد ان کا رواج ختم ہو گیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرض لینے والے پر ان کی مثل واجب ہوگا کیونکہ یہ اعارہ ہے۔ اور اس کا حکم معنوی طور پر عین ہی کو واپس کرنا ہے جبکہ ثمن ہونا اس میں ایک زائد معاملہ ہے کیونکہ قرض ثمن کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک ان کی قیمت واجب ہے کیونکہ جب ثمن ہونے کا وصف باطل ہو چکا ہے تو جیسے ہی اس نے فلوس پر قبضہ کیا تھا اسی طرح تو اس کو واپس کرنا ممکن نہیں رہا پس اس کی قیمت واپس کرنا واجب ہوگا جس طرح جب کسی شخص نے کوئی مثلی چیز بطور قرض لی اس کے بعد وہ ختم ہو گئی ہاں البتہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک قبضہ والے دن کی قیمت واجب ہوگی جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک رواج ختم ہونے والے دن کی قیمت واجب ہوگی جس طرح اس سے بیان کیا جا چکا ہے اور اصل اختلاف اس طرح ہے کہ جب کسی نے کوئی مثلی چیز غصب کر لی اس کے بعد وہ ختم ہو گئی اور اب امام محمد علیہ الرحمہ کا قول دونوں کے لئے باعث رعایت ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول زیادہ آسان ہے۔

نصف درہم کے بدلے خریداری کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ فُلُوسٍ جَازَ وَعَلَيْهِ مَا يَبِيعُ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِنَ الْفُلُوسِ)

وَكَذَا إِذَا قَالَ بِدَائِقِ فُلُوسٍ أَوْ بِقِيرَاطِ فُلُوسٍ جَاَزَ .

وَقَالَ زُفَرٌ : لَا يَجُوزُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِأَنَّهُ اشْتَرَى بِالْفُلُوسِ وَأَنَّهَا تُقَدَّرُ بِالْعَدَدِ لَا بِالدَّائِقِ
وَالدِّرْهَمِ فَلَا بُدَّ مِنْ بَيَانِ عَدَدِهَا، وَنَحْنُ نَقُولُ : مَا يَتَّاعُ بِالدَّائِقِ وَنِصْفِ الدِّرْهَمِ مِنَ الْفُلُوسِ
مَعْلُومٌ عِنْدَ النَّاسِ وَالْكَلَامُ فِيهِ لَمَّا غَنَى عَنْ بَيَانِ الْعَدَدِ .

وَلَوْ قَالَ بِدِرْهَمِ فُلُوسٍ أَوْ بِدِرْهَمِي فُلُوسٍ فَكَذَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ مَا يَتَّاعُ
بِالدِّرْهَمِ مِنَ الْفُلُوسِ مَعْلُومٌ وَهُوَ الْمُرَادُ لَا وَزَنَ الدِّرْهَمِ مِنَ الْفُلُوسِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بِالدِّرْهَمِ وَيَجُوزُ فِيمَا دُونَ الدِّرْهَمِ، لِأَنَّ فِي الْعَادَةِ
الْمُبَايَعَةَ بِالْفُلُوسِ فِيمَا دُونَ الدِّرْهَمِ فَصَارَ مَعْلُومًا بِحُكْمِ الْعَادَةِ، وَلَا كَذَلِكَ الدِّرْهَمِ قَالُوا :
وَقَوْلُ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَصَحُّ لَا سِيَّمَا فِي دِيَارِنَا .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے آدھے فلوس کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو یہ جائز ہے اور خریدار پر نصف درہم کے بدلے میں نیچے گئے فلوس واجب ہوں گے اور اسی طرح جب اس نے ایک دانق یا ایک قیراط فلوس کے بدلے میں کہا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا کہ ان تمام صورتوں میں جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے فلوس کے بدلے میں خریدنا ہے اور فلوس کا اندازہ عدد سے لگایا جاتا ہے۔ جبکہ دانق اور نصف سے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا پس فلوس کا عدد بیان کرنا ضروری ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ دانق اور فلوس لوگوں کو معلوم ہے اور کلام بھی اسی میں ہے لہذا یہ عدد کے بیان سے بے پرواہ کرنے والا ہے اور جب کسی بندے نے کہا ایک درہم فلوس کے ساتھ یا دو درہم فلوس کے ساتھ تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ وہ فلوس جن کو درہم کے بدلے میں فروخت کیا جاتا ہے وہ معلوم ہوتے ہیں اور مراد بھی یہی ہے جبکہ فلوس میں درہم سے وزن مراد نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ درہم کے بدلے لینا جائز نہیں ہے اور درہم سے کم کے اندر جائز ہے کیونکہ درہم سے تھوڑے میں فلوس کی خرید و فروخت کا رواج ہے پس رواج کے سبب یہ معلوم ہو جائے گا جبکہ درہم ایسا نہیں ہے اور مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول زیادہ صحیح ہے اور خاص طور پر ہمارے شہروں کے لئے ہے۔

نصف فلوس کے بدلے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَعْطَى صَبْرِيًّا دِرْهَمًا وَقَالَ أَعْطَيْتَنِي نِصْفِيهِ فُلُوسًا وَنِصْفِيهِ نِصْفًا إِلَّا حَبَّةً جَاَزَ الْبَيْعُ
فِي الْفُلُوسِ وَبَطُلَ فِيمَا بَقِيَ عَنْهُمَا) لِأَنَّ بَيْعَ نِصْفِ دِرْهَمٍ بِالْفُلُوسِ جَائِزٌ وَبَيْعُ النِّصْفِ
بِنِصْفِ إِلَّا حَبَّةً رَبًّا فَلَا يَجُوزُ (وَعَلَى قِيَاسِ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ بَطُلَ فِي الْكُلِّ) لِأَنَّ
الصَّفَقَةَ مُتَّحِدَةً وَالْفَسَادُ قَوِيٌّ فَيُشْبِعُ وَقَدْ مَرَّ نَظِيرُهُ، وَلَوْ كَرَّرَ لَفُظَ الْإِعْطَاءِ كَانَ جَوَابُهُ

تَجَوَّاهِمَا هُوَ الصَّحِيحُ لَا تَيْمَنَانِ (وَلَوْ قَالَ أَعْطَيْتِي نِصْفَ دِرْهَمٍ فَلَوْ مَا وَضَعَا إِلَّا حَتَّةَ
جَارٍ) لِأَنَّهُ قَابِلُ الدِّرْهَمِ بِمَا يَبَاقُ مِنَ الْفُلُوسِ يَنْصَفُ دِرْهَمٍ وَيَنْصَفُ دِرْهَمٍ إِلَّا حَتَّةَ فَيَكُونُ
نِصْفُ دِرْهَمٍ إِلَّا حَتَّةَ بِمِثْلِهِ وَمَا وَرَاءَهُ بِإِزَاءِ الْفُلُوسِ .
قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَفِي أَكْثَرِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ ذِكْرُ الْمَسْأَلَةِ الثَّانِيَةِ ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ
بِالصَّوَابِ .

اور جب کسی شخص نے کسی سارے و ایک درہم دیا اور اس دس طرح کہا کہ مجھے اس کے دس کے بدلے فلوں اور
دوسرے آدھے کے بدلے میں ایک دانہ کم نصف درہم دیدو۔ صاحبین کے نزدیک فلوں کے بدلے میں نصف درہم کی بیع جائز ہے
جبکہ ایک دانہ کم نصف درہم کے بدلے سود ہے لہذا یہ جائز نہیں ہے اور امام صاحب کے قول پر قیاس کرتے ہوئے کل بیع باطل ہو
جائے گی کیونکہ صفتہ ایک ہے اور فساد قوی ہے اور یہ فساد پھیل بھی جائے گا اور اس کی مثال پہلے بیان کر دی گئی ہے۔
اور جب اس نے اعطاء کے لفظ کا تکرار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کا جواب بھی صاحبین کے جواب کی طرح ہو گا اور صحیح بھی یہی ہے
کیونکہ یہ دونوں دو طرح کی بیوع ہیں اور جب اس نے اس طرح کہا کہ مجھ کو نصف درہم فلوں اور دانہ کم نصف درہم دیدو تو جائز ہے
کیونکہ اب وہ درہم کا مقابلہ اس فلوں کے ساتھ کرنے والا ہے جس نصف درہم میں بکنے والا ہے اور دانہ نصف درہم سے تجاوز ہے
پس دانہ نصف درہم اس کے بدلہ میں ہو جائے گا اور اس کے سوا میں فلوں کے مقابلہ میں ہو جائے گا مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ
تدویری کے اکثر نسخوں میں مسئلہ دوسرا ذکر کیا گیا ہے۔

کِتَابُ الْكَفَالَةِ

﴿یہ کتاب کفالت کے بیان میں ہے﴾

کتاب کفالت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب بیوع کے بعد کتاب کفالت کو بیان کیا ہے کیونکہ عام طور پر کفالت بیوع میں ہوتی ہے۔ اور اس کے کثرت وقوع کے سبب بیوع کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کو بیوع کے بعد ذکر کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ اس میں معاوضہ کا معنی پایا جاتا ہے لہذا مناسب ہوا کہ اس کو بیوع کے بعد ذکر کیا جائے۔ اور کفالت کا لغوی معنی ملانا ہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۴۰، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں کفالت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضم کر دے یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا خواہ وہ مطالبہ نفس کا ہو یا دینیا عین کا۔ جس کا مطالبہ ہے اس کو طالب و مکفول کہتے ہیں اور جس پر مطالبہ ہے وہ امیل و مکفول عنہ ہے اور جس نے ذمہ داری کی وہ کفیل ہے اور جس چیز کی کفالت کی وہ مکفول بہ ہے۔ (در مختار، کتاب کفالہ)

کفالت کے لغوی معانی کا بیان

1. اپنے ذمے کوئی باریا کام لینا، ذمہ داری وکالت، (عموماً) کفیل ہونا، نان نفقہ، خرچ وغیرہ کا۔ "کارکنوں کی گرفتاری کی صورت میں ان کے متعلقین کی کفالت کے لیے فنڈ نہیں تھے۔ 2. شے مکفولہ یا مرہونہ، جو چیز رہن رکھی جائے، جو شے گروی رکھی جائے نیز تحفظ۔ 3. ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا۔ 4. (شرع) ملانا، ذمہ کفیل سے طرف ذمہ امیل کے مطابہ میں۔ (نور الہدایہ، 51:3) 5. ضمانت، زر ضمانت، سیکورٹی۔

کفالت کے شرعی معنی کا بیان

الْكَفَالَةُ : هِيَ الضَّمُّ لُغَةً، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا) ثُمَّ قِيلَ : هِيَ ضَمُّ الدِّمَةِ إِلَى الدِّمَةِ فِي الْمُطَالَبَةِ، وَقِيلَ فِي الدِّينِ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

کفالہ کا معنی ملانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ملا لیا۔ اس کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ مطالبہ میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا کفالہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے دین میں ملانے کا نام کفالہ ہے جبکہ پہلا

قول زیادہ صحیح ہے۔

کفالت کی فقہی تعریف کا بیان

علامہ محمد بن محمد بن شہاب المعروف ابن بزار حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کفالت لغت میں ملانے کو کہتے ہیں اور وہ کبھی مطالبہ میں ہوتا ہے اصل دین میں نہیں ہوتا جیسے مؤکل کے ساتھ وکیل کہ دین مؤکل کے لئے ہے اور مطالبہ وکیل کے لئے ہے۔

(فتاویٰ بزار، کتاب کفالت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں کفالت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضم کر دے یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا خواہ وہ مطالبہ نفس کا ہو یا دین یا عین کا ہو جس کا مطالبہ ہے اس کو طالب و مکفول کہتے ہیں اور جس پر مطالبہ ہے وہ امیل و مکفول عنہ ہے اور جس نے ذمہ داری کی وہ کفیل ہے اور جس چیز کی کفالت کی وہ مکفول بہ ہے۔ (در مختار، کتاب کفالت)

کفالت دین میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مطالبہ میں ذمہ کو ذمہ کے ساتھ ملانا ہے اور قول اول زیادہ صحیح ہے۔ مطالبہ سے مراد عام ہے چاہے حاضر ہو جیسے مدیون پر یا متوقع ہو جیسے ضمان درک وغیرہ میں، ہند یہ میں محیط سرخی کے حوالے سے ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا جو تم فلاں پر بیچو وہ مجھ پر ضروری ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ کفالت کی سبب وجوب یعنی مبیعت کی طرف اضافت ہے اور وہ کفالت جس کو مستقبل کے کسی وقت کی طرف منسوب کیا جائے جائز ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کا تعامل جاری ہے اھ، اور اسی میں کافی سے منقول ہے کہ کفالت کو شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح ہے جیسے کہا کہ جو تم فلاں کے ساتھ بیچ کر دو وہ مجھ پر ضروری ہے اور تیرا جو حق اس پر ثابت ہو وہ مجھ پر ضروری ہے اور جو فلاں نے تجھ سے غصب کیا وہ مجھ پر ضروری ہے۔

کفالت کے حکم کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کفالت کا حکم یہ ہے کہ امیل کی طرف سے اس نے جس چیز کی کفالت کی ہے اس کا مطالبہ اس کے ذمہ ضروری ہو گیا یعنی طالب کے لیے حق مطالبہ ثابت ہو گیا وہ جب چاہے اس سے مطالبہ کر سکتا ہے اس کو انکار کی گنجائش نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اس سے مطالبہ اسی وقت کرے جب امیل سے مطالبہ نہ کر سکے بلکہ امیل سے مطالبہ کر سکتا ہو۔ جب بھی کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور امیل سے مطالبہ شروع کر دیا جب بھی کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ ہاں اگر امیل سے اس نے اپنا حق وصول کر لیا تو کفالت ختم ہو گئی اب کفیل بری ہو گیا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب بیوع، کتاب کفالت)

کفالت کے شرعی ماخذ کا بیان

کفالت کا جواز اور اس کی مشروعیت قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اس کے جواز پر اجماع منعقد ہے۔ قرآن مجید سورہ یوسف میں ہے۔ (وَأَنَّا بِهٖ ذٰعِمٰمٌ) (سورۃ یوسف، ۷۲) میں اس کا کفیل وضامن ہوں۔ حدیث میں ہے جس کو ابوداؤد و ترمذی نے

روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کفیل ضامن ہے۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۵۶۵)

کفالہ کی اقسام کا بیان

قَالَ (الْكَفَالَةُ ضَرْبَانِ : كَفَالَةٌ بِالنَّفْسِ، وَكَفَالَةٌ بِالْمَالِ. فَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ جَائِزَةٌ وَالْمَضْمُونُ بِهَا اخْتِصَارُ الْمَكْفُولِ بِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ كَفَلَ بِمَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ، إِذْ لَا قُدْرَةَ لَهُ عَلَى نَفْسِ الْمَكْفُولِ بِهِ، بِخِلَافِ الْكَفَالَةِ بِالْمَالِ لِأَنَّ لَهُ وَلَايَةً عَلَى مَالِ نَفْسِهِ.

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الزَّعِيمُ غَارِمٌ) وَهَذَا يُفِيدُ مَشْرُوعِيَّةَ الْكَفَالَةِ بِنَوْعِهِ، وَلَآئِنِ يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ بِطَرِيقِهِ بَانَ يَعْلَمُ الطَّالِبُ مَكَانَهُ فَيَخْلِي بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ أَوْ يَسْتَعِينُ بِأَعْوَانِ الْقَاضِي فِي ذَلِكَ وَالْحَاجَةُ مَأْسَاةً إِلَيْهِ، وَقَدْ أَمَكَّنَ تَحَقُّقُ مَعْنَى الْكَفَالَةِ وَهُوَ الضَّمُّ فِي الْمَطَالَبَةِ فِيهِ.

فرمایا: کفالہ کی دو اقسام ہیں۔ (۱) کفالہ بہ نفس (۲) کفالہ بہ مال۔ کفالہ بہ نفس کی جائز ہے اسی کے سبب سے مقلول بہ کو حاضر کرنا ضروری ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کفالہ بہ نفس جائز نہیں ہے کیونکہ کفیل اس چیز کی کفالت کو قبول کرنے والا ہے جس کو سپرد کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ مقلول بہ کے نفس اس کو طاقت حاصل نہیں ہے بہ خلاف کفالہ بہ مال کے کیونکہ کفیل کو اپنے مال پر ولایت حاصل ہوتی ہے۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ کفیل ضامن ہے اور یہ ارشاد گرامی کفالہ کی دونوں اقسام کے مشروع ہونے کا قاعدہ دینے والا ہے کیونکہ اس طرح کفیل مقلول بہ کو سپرد کرنے کی طاقت رکھنے والا ہے کہ مقلول لہ کو اس کا بتادے اور وہ مقلول بہ اور مقلول لہ کے درمیان تصفیہ کرادے یا پھر اسکے بارے میں قاضی کے مدگاروں سے مدد حاصل کر لے۔ اور اسی طرح کفالہ بہ نفس کی تو ضرورت پڑتی ہے اور میں کفالہ کو ثابت کرنے کا معنی بھی پایا جا رہا ہے اور وہ مطالبے میں ذمہ کو ملانا ہے۔

کفالت کے الفاظ کا بیان

قَالَ (وَتَسْعَقُ إِذَا قَالَ تَكْفَلْتُ بِنَفْسِ فُلَانٍ أَوْ بِرُقِيَّتِهِ أَوْ بِرُوحِهِ أَوْ بِجَسَدِهِ أَوْ بِرَأْسِهِ وَكَذَا بَبَدْنِهِ وَبِوَجْهِهِ) لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَافَ يُعْبَرُ بِهَا عَنِ الْبَدَنِ إِمَّا حَقِيقَةً أَوْ عُرْفًا عَلَى مَا مَرَّ فِي الطَّلَاقِ، كَذَا إِذَا قَالَ يَنْصِفُهُ أَوْ بِثُلَاثِهِ أَوْ بِجُزْءٍ مِنْهُ لِأَنَّ النَّفْسَ الْوَاحِدَةَ فِي حَقِّ الْكَفَالَةِ لَا تَتَجَزَّأُ فَكَانَ ذِكْرُ بَعْضِهَا شَائِعًا كَذِكْرِ كُلِّهَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ تَكْفَلْتُ بِبَدَنِ فُلَانٍ أَوْ بِرُجُلِهِ لِأَنَّهُ لَا يُعْبَرُ بِهِمَا عَنِ الْبَدَنِ حَتَّى لَا تَصِحَّ إِضَافَةُ الطَّلَاقِ إِلَيْهِمَا وَفِيمَا تَقَدَّمَ تَصَحُّحُ (وَكَذَا إِذَا

قَالَ ضَمِنْتَهُ لَأَنَّهُ تَصْرِیحٌ بِمُوجِبِهِ (أَوْ قَالَ) هُوَ (عَلَى) لَأَنَّهُ صِفَةُ الْإِتِزَامِ (أَوْ قَالَ إِلَى) لَأَنَّهُ لِي مَعْنَى عَلَى فِي هَذَا الْمَقَامِ.

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ((وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كِتَابًا أَوْ عِيَالًا فَلِأَتَى)) (وَكَذَا إِذَا قَالَ أَنَا زَعِيمٌ بِهِ أَوْ قَبِيلٌ بِهِ) لِأَنَّ الزَّعَامَةَ هِيَ الْكَفَالَةُ وَقَدْ رَوَيْنَا فِيهِ .
وَالْقَبِيلُ هُوَ الْكَفِيلُ، وَلِهَذَا سُمِّيَ الصَّكُّ قَبَالَةً، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ أَنَا ضَامِنٌ لِمَعْرِفَتِهِ لَأَنَّهُ التَّزَمَ الْمَعْرِفَةَ دُونَ الْمَطَالِبَةِ .

فرمایا: اور جب کفیل نے اس طرح کہا کہ میں نے فلاں شخص کے نفس کا یا اس کی گردن کا یا اس کی روح کا یا اس کے جسم کا یا اس کے سر کا کفیل ہو گیا ہوں تو کفالہ منعقد ہو جائے گا اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ میں اس کے بدن یا چہرے کا کفیل ہوں تو کفیل ہو جائے کیونکہ انہی الفاظ کے ساتھ پورے جسم کو تعبیر کیا جاتا ہے خواہ یہ بطور حقیقت ہو یا بطور عرف ہو جس طرح کتاب طلاق میں بیان کر دیا گیا ہے اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ میں اس کے نصف یا اس کے ٹکٹ یا اس کے کسی حصے کا کفیل ہوا۔ اسلئے کہ نفس واحد کے حق میں کفالہ کے اجزاء نہیں ہوا کرتے پس نفس کے جزء شائع کو ذکر کرنا یہ پورے نفس کو ذکر کرنے کی طرح ہو جائے گا۔ یہ خلاف اس کے کہ جب اس نے کہا کہ میں فلاں کے ہاتھ یا اس کے پاؤں کا کفیل ہوا کیونکہ ان دونوں سے انسان کے پورے جسم کو تعبیر نہیں کیا جاتا کیونکہ انہی کی جانب طلاق کی نسبت کرنا درست نہیں ہے جبکہ پہلے بیان کردہ اعضاء میں درست ہے۔

اور اسی طرح جب کفیل نے کہا کہ میں اس کا ضامن ہوں کیونکہ جب کفالہ کو واجب کرنے والے کی تصریح کی ہے کہ اس طرح کہا کہ وہ مجھ پر ہے کیونکہ یہ صیغہ ضروری کرنے والا ہے یا اس نے کہا کہ میری طرف ہے کیونکہ یہاں الی علی کے معنی میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کا ہے اور جس نے یتیم یا بچے چھوڑے وہ میری طرف ہیں۔ اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ میں اس کا زعیم ہوں یا قبیل ہوں اس لئے زعامت ہی کفالت ہے اور اس کے بارے میں حدیث ہم بیان کر آئے ہیں اور قبیل یہ کفیل ہے اسی سبب سے چک کو قبالہ کہتے ہیں یہ خلاف اس کے کہ جب اس نے کہا کہ میں اس کی پہچان کا ضامن ہوں کیونکہ وہ شناخت کو ضروری کرنے والا ہے مطالبے کو ضروری کرنے والا نہیں ہے۔

کفالہ میں کقول بہ کو معین وقت میں حاضر کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ شَرَطَ فِي الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ تَسْلِيمَ الْمَكْفُولِ بِهِ فِي وَقْتٍ بَعَيْنِهِ لَزِمَهُ إِحْضَارُهُ إِذَا طَالَبَهُ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ) وَلَفَاءٌ بِمَا التَّزَمَهُ، فَإِنْ أَحْضَرَهُ وَإِلَّا حَبَسَهُ الْحَاكِمُ لَا مِتْنَاعَ عَنْ إِيْقَاءِ حَقِّ مُسْتَحِقِّ عَلَيْهِ، وَلَكِنْ لَا يَحْبِسُهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ لَعَلَّهُ مَا دَرَى لِمَاذَا يَدْعَى .
وَلَوْ غَابَ الْمَكْفُولُ بِنَفْسِهِ أَمَهَلَهُ الْحَاكِمُ مُدَّةَ ذَهَابِهِ وَمَجِيئِهِ، فَإِنْ مَضَتْ وَلَمْ يُحْضَرْهُ

يَخْبِسُهُ لِتَحَقُّقِ امْتِنَاعِهِ عَنْ اِيْقَاءِ الْحَقِّ .

قَالَ (وَكَذَا اِذَا ارْتَدَّ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ وَلِحَقِّ بَدَارِ الْحَرْبِ) وَهَذَا لِاَنَّهُ عَاجِزٌ فِي الْمُدَّةِ فَيَنْظُرُ كَالَّذِي اُغِيرَ، وَلَوْ سَلَّمَهُ قَبْلَ ذَلِكَ بَرَاءً لَّانَّ الْاَجَلَ حَقُّهُ فَيَمْلِكُ اسْقَاطَهُ كَمَا فِي الدِّينِ الْمُؤَجَّلِ .

فرمایا پس جب کفالہ نفس میں کفول بہ کو معین وقت میں حاضر کرنے کی شرط لگائی گئی ہے اور مکفول نہ بھی اس وقت میں مطالبہ کرنے والا ہے تو کفیل پر اس کو حاضر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ اس چیز کو پورا کرنے والا ہو جائے جو اس پر ضروری کی گئی ہے پس اگر وہ حاضر کر دے تو ٹھیک ہے ورنہ حاکم اس کو قید کر دے گا کیونکہ وہ اپنے ادب پر واجب ہونے والے حق کو ادا کرنے سے رکنے والا ہے۔ مگر حکمران اس کو پہلی دفعہ قید نہ کرے گا اس لئے کہ شاید وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس کو کس لئے بلایا گیا ہے۔

اور جب مکفول خود بہ خود بھاگ جائے تو حاکم کفیل کے آنے کی مدت تک مہلت دے گا اور اس کے بعد جب مدت گزر گئی اور کفیل اس کو حاضر نہ کر سکا تو حاکم اس کو قید کر دے گا کیونکہ حق کی ادائیگی سے رک جانا ثابت ہو چکا ہے۔

اور اسی طرح جب مکفول خود بہ خود خدانہ خواستہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا ہے۔ اور اس علت کے پیش نظر کہ کفیل اتنی مدت میں حاضر کرنے معذور ہے لہذا اسکو مہلت دی جائے جس طرح وہ شخص ہے جو تنگ دست ہو اور جب مقررہ وقت سے پہلے ہی کفیل نے مکفول کو خود بہ خود سپرد کر دیا ہے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا کیونکہ مدت اس کا حق ہے پس وہ اس کو ساقط کرنے کا مالک ہے جس طرح ادھار قرض میں ہوا کرتا ہے۔

مکفول کو سپرد کرنے کی جگہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَحْضَرَهُ وَسَلَّمَهُ فِي مَكَانٍ يَقْدِرُ الْمَكْفُولُ لَهُ أَنْ يُعَاصِمَهُ فِيهِ مِثْلُ أَنْ يَكُونَ فِي مِصْرٍ بَرَاءً الْكَفِيلُ مِنَ الْكِفَالَةِ) لِأَنَّهُ اتَى بِمَا التَّزَمَهُ وَحَصَلَ الْمَقْصُودُ بِهِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ مَا التَّزَمَ التَّسْلِيمَ إِلَّا مَرَّةً .

قَالَ (وَإِذَا كَفَلَ عَلَى أَنْ يُسَلِّمَهُ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي فَسَلَّمَهُ فِي السُّوقِ بَرَاءً) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ، وَقِيلَ فِي زَمَانِنَا : لَا يَسْرُ لَأَنَّ الظَّاهِرَ الْمُعَاوَنَةُ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ لَا عَلَى الْاِحْضَارِ فَكَانَ التَّقْيِيدُ مُفِيدًا

فرمایا: اور جب کفیل نے مکفول بہ نفسہ کو ایسی جگہ پر حاضر کر کے مکفول لہ کے سپرد کیا ہے جہاں وہ اس کے ساتھ جھگڑا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس طرح وہ شہر میں ہو تو کفیل کفالہ سے بری ہونے والا ہے کیونکہ اس نے جس چیز کو ضروری کیا ہے اس کو پورا کرنے والا ہے اور اس سے مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے صرف ایک دفعہ حوالے کرنے کو ضروری کیا تھا۔

اور جب وہ اس شرط کے ساتھ کفیل ہوا کہ وہ مکفول بہ نفسہ کو قاضی کی مجلس میں لا کر حوالے کرے گا اس کے بعد اس نے اسکو بازار میں حوالے کر دیا تو وہ بری ہو جائے گا کیونکہ مقصد حاصل ہو چکا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانے میں وہ بری نہ ہوگا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اس کو چھڑوانے میں مدد کریں گے جبکہ اس کو حاضر کرنے میں کوئی مدد نہ کرے گا لہذا یہ قید لگانا فائدہ مند ہوگا۔

مکفول بہ نفسہ کو کسی جنگل میں حوالے کرنے کا بیان

(وَإِنْ سَلَّمَهُ فِي بَرِّيَّةٍ لَمْ يَبْرَأْ لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمُخَاصَمَةِ فِيهَا فَلَمْ يَحْصُلِ الْمَقْصُودُ، وَكَذَا إِذَا سَلَّمَهُ فِي سَوَادٍ لِعَدَمِ قَاضٍ يَفْصِلُ الْحُكْمَ فِيهِ، وَلَوْ سَلَّمَ فِي مَضْرٍ آخَرَ غَيْرِ الْمَضْرِ الَّذِي كَفَلَ فِيهِ بَرَاءً عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِلْقُدْرَةِ عَلَى الْمُخَاصَمَةِ فِيهِ، وَعِنْدَهُمَا لَا يَبْرَأُ لِأَنَّهُ قَدْ تَكُونُ شُهُودُهُ فِيَمَا عَيْنَهُ. وَلَوْ سَلَّمَهُ فِي السَّجْنِ وَقَدْ حَبَسَهُ غَيْرُ الطَّالِبِ لَا يَبْرَأُ لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمُخَاصَمَةِ فِيهِ.

اور جب کفیل نے مکفول بہ نفسہ کو کسی جنگل میں حوالے کر دیا تو وہ بری نہ ہوگا کیونکہ مکفول بہ جنگل میں مزاحمت کرنے پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے لہذا اس طرح مقصد حاصل نہ ہوگا اور اسی طرح جب کسی دیہات میں اس کو سپرد کر دیا اسلئے کہ دیہات میں کوئی قاضی حکم نافذ کرنے والا نہیں ہوتا اور جب کفیل نے اس شہر کے سوا کسی دوسرے شہر میں اس کو حوالے کر دیا ہے تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ بری ہو جائے گا۔ کیونکہ شہر میں مزاحمت کرنے کی طاقت موجود ہے۔

صاحبین کے نزدیک وہ بری نہ ہوگا کیونکہ کبھی کبھار اس طرح بھی ہوتا ہے کہ مکفول بہ کے گواہ اس کے شہر میں ہوں جس کو اس نے معین کیا ہے۔

اور جب کفیل نے مکفول بہ نفسہ کو قید میں حوالے کیا ہے اور اس کو مکفول بہ کے سوانے قید کیا ہے تو وہ بری نہ ہوگا کیونکہ مکفول بہ جھڑا کرنے کی قدرت رکھنے والا نہیں ہے۔

مکفول بہ کے فوت ہونے سے برأت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ الْمَكْفُولُ بِه بَرَاءً الْكَفِيلُ بِالنَّفْسِ مِنَ الْكِفَالَةِ) لِأَنَّهُ عَجَزَ عَنْ احْضَارِهِ، وَلِأَنَّهُ سَقَطَ الْحُضُورُ عَنْ الْأَصِيلِ فَيَسْقُطُ الْإِحْضَارُ عَنِ الْكَفِيلِ، وَكَذَا إِذَا مَاتَ الْكَفِيلُ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ قَادِرًا عَلَى تَسْلِيمِ الْمَكْفُولِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ لَا يَصْلُحُ لِإِفَاءِ هَذَا الْوَاجِبِ بِخِلَافِ الْكَفِيلِ بِالْمَالِ.

وَلَوْ مَاتَ الْمَكْفُولُ لَهُ فَلْيُوصَى أَنْ يُطَالَبَ الْكَفِيلُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَلْيُؤَارِثْهُ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْمَيِّتِ.

فرمایا: اور جب مکفول بہ فوت ہو جائے تو کفیل بہ نفس کفالہ سے بری ہو جائے گا کیونکہ وہ اس کو حاضر کرنے سے

ماجر ہے۔ کیونکہ اصل سے حاضر ہونا سقاط ہو چکا ہے پس وہ کفیل سے حاضر کرنا بھی سقاط ہو جائے گا اور اسی جب کفیل فوت ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ مکفول بہ نفسہ کو حاضر کرنے پر قدرت رکھنے والا نہیں ہے جبکہ اس کا مال اس واجب کی ادائیگی کی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہے۔ یہ خلاف کفیل بہ مال کے کیونکہ جب مکفول فوت ہو گیا ہے تو وہی کو کفیل سے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے اور وہی ہی نہ ہو تو اس کے وارث کے لئے یہی حق ہوگا کیونکہ وارث میت کے قائم مقام ہوتا ہے۔

دوسرے شخص کے نفس کا کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَّلَ بِنَفْسٍ آخَرَ وَلَمْ يَقُلْ إِذَا دَفَعْتُ إِلَيْكَ فَأَنَا بَرِيءٌ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَهُوَ بَرِيءٌ) لِأَنَّهُ مُوجِبُ التَّصَرُّفِ فَيُثْبِتُ بِذَوْنِ التَّصْيِصِ عَلَيْهِ، وَلَا يُشْتَرَطُ قَبُولُ الطَّالِبِ التَّسْلِيمَ كَمَا فِي قَضَاءِ الدَّيْنِ، وَلَوْ سَلَّمَ الْمَكْفُولُ بِهِ نَفْسَهُ مِنْ كِفَالَتِهِ صَحَّ لِأَنَّهُ مُطَالَبٌ بِالْخُصُومَةِ فَكَانَ لَهُ وَلَايَةُ الدَّفْعِ، وَكَذَا إِذَا سَلَّمَهُ إِلَيْهِ وَكَمِلَ الْكَفِيلُ أَوْ رَسُولُهُ لِقِيَامِهِمَا مَقَامَهُ.

فرمایا: اور جو شخص کسی دوسرے آدمی کے نفس کا کفیل ہو اور اس کو یہ نہ کہا کہ جب میں تجھ کو دے چکو تو میں بری الذمہ ہوں اس کے بعد اس نے مکفول بہ نفسہ کو مکفول نہ کو دے دیا تو وہ بری ہو جائے گا کیونکہ بری ہونا یہ تصرف کو واجب کرنے والا ہے پس بغیر کسی صراحت کے بری ہونا ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ مکفول نہ کا تسلیم کو قبول کرنا شرط نہیں ہے جس طرح ادائے قرض میں ہوتا ہے اور جب کفیل کے کفالت کے سبب مکفول نہ نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا ہے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ اس سے بھی ضمانت کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے پس اس کو بھی دور کرنے کی ولایت حاصل ہوگی۔ اور اسی طرح جب مکفول بہ کو کفیل کے وکیل یا کسی قاصد نے مکفول نہ کے سپرد کر دیا ہے کیونکہ وہ دونوں بھی کفیل کے نائب ہیں۔

کفالت میں عدم تکمیل پر ضمانت کا بیان

قَالَ (فَإِنْ تَكَفَّلَ بِنَفْسِهِ عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُؤَافِ بِهِ إِلَى وَفَاتِ كَذَا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا عَلَيْهِ وَهُوَ الْفُتْلُ فَلَمْ يُحْضِرْهُ إِلَى ذَلِكَ الْوَقْتِ لَزِمَهُ ضَمَانُ الْمَالِ) لِأَنَّ الْكِفَالَ بِالْمَالِ مُعَلَّقَةٌ بِشَرْطِ عَدَمِ الْمُوَافَاةِ، وَهَذَا التَّعْلِيلُ صَحِيحٌ، فَإِذَا وَجِدَ الشَّرْطُ لَزِمَهُ الْمَالُ (وَلَا يَبْرَأُ عَنِ الْكِفَالَةِ بِالنَّفْسِ) لِأَنَّ وَجُوبَ الْمَالِ عَلَيْهِ بِالْكَفَالَةِ لَا يُنَافِي الْكَفَالََةَ بِنَفْسِهِ إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِلتَّوَقُّفِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا تَصِحُّ هَذِهِ الْكَفَالَةُ لِأَنَّهُ تَعْلِيلُ سَبَبٍ وَجُوبِ الْمَالِ بِالْخَطَرِ فَأَشْبَهَ الْبَيْعَ وَلَنَا أَنَّهُ يُشَبِّهُ الْبَيْعَ وَيُشَبِّهُ النَّذْرَ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ التَّزَامُ. فَقُلْنَا: لَا يَصِحُّ تَعْلِيلُهُ بِمُطْلَقِ الشَّرْطِ كَهُوبِ الرِّيحِ وَنَحْوِهِ. وَيَصِحُّ بِشَرْطِ مُتَعَارَفٍ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ وَالتَّعْلِيلُ بِعَدَمِ الْمُوَافَاةِ

مُتَعَارِفٌ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے شرط کے مطابق کسی کی جان کی کفالت کی کہ اگر فلاں وقت میں اس کو پورا نہ کر سکا تو وہ اسی چیز کا ضامن ہوگا جو مکفول بہ نفسہ پر ہے اور وہ ہزار درہم ہیں اس کے وہ اس کو اس وقت میں حاضر نہ کر سکا تو اس پر مال ضمانت ضروری ہو جائے گی کیونکہ کفالہ بہ مال مکفول بہ نفسہ کو حاضر نہ کر سکنے کے سبب شرط پر معلق ہونے والا ہے اور یہ تعلیق صحیح بھی ہے پس جب شرط پائی جائے گی تو کفیل پر مال ضروری ہو جائے گا اور وہ کفالہ بہ نفس سے بری ہونے والا نہ ہوگا کیونکہ کفالہ کے سبب کفیل پر مال کا وجوب کفالہ بہ نفس کے منافی نہ ہے کیونکہ یہ دونوں کے دونوں اعتماد والے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے یہ کفالہ درست نہیں ہے کیونکہ وجوب مال کے سبب اس کو شک والے معاملہ پر معلق کرنا ہے پس یہ بیع کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع کے مشابہ بھی ہے اور نذر کے مشابہ بھی ہے وہ ضروری ہونے کی حیثیت سے ہے اسی دلیل کے سبب ہم کہتے ہیں کہ اس کو مطلق شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہے جس طرح ہوا چلنے کی شرط ہے ہاں البتہ عرف میں معروف شرط پر معلق کرنا درست ہے تاکہ دونوں طرح کی مشابہتوں پر عمل کیا جاسکے جبکہ عدم موافقات کی شرط پر معلق کرنا معروف ہے۔

کسی دوسرے شخص کا کفالہ بہ نفس کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَّلَ بِنَفْسِ رَجُلٍ وَقَالَ إِنْ لَمْ يُؤَافِ بِهِ غَدًا فَعَلَيْهِ الْمَالُ، فَإِنْ مَاتَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ ضَمِينَ الْمَالِ) لِتَحْقِيقِ الشَّرْطِ وَهُوَ عَدَمُ الْمُوَافَاةِ .

فرمایا: اور جس شخص نے کسی دوسرے بندے کی جان کا کفالہ کیا اور اس طرح کہا کہ جب میں کل اس کو حاضر نہ کر سکا تو اس پر مال واجب ہے اس کے بعد اگر مکفول عنذوت ہو گیا ہے تو کفالت کرنے والا مال کا ضامن ہوگا کیونکہ شرط پائی جا رہی ہے اور وہ حاضر نہ کرنا ہے۔

دوسرے پر سو وینار دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى عَلَى آخَرٍ مِائَةَ دِينَارٍ بَيْنَهَا أَوْ لَمْ يَبَيِّنْهَا حَتَّى تَكْفَلَ بِنَفْسِهِ رَجُلٌ عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُؤَافِ بِهِ غَدًا فَعَلَيْهِ الْمِائَةُ فَلَمْ يُؤَافِ بِهِ غَدًا فَعَلَيْهِ الْمِائَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِنْ لَمْ يَبَيِّنْهَا حَتَّى تَكْفَلَ بِهِ رَجُلٌ ثُمَّ ادَّعَى بَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَى دَعْوَاهُ) لِأَنَّهُ عَلَّقَ مَا لَا مُطْلَقًا بِخَطَرٍ، أَلَا يَرَى أَنَّهُ لَمْ يَنْسِبْهُ إِلَى مَا عَلَيْهِ، وَلَا تَصِحُّ الْكِفَالَةُ عَلَى هَذَا الرَّجُلِ وَإِنْ بَيَّنَّهَا لِأَنَّهُ لَمْ تَصِحَّ الدَّعْوَى مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ فَلَا يَجِبُ اخْتِصَارُ النَّفْسِ، وَإِذَا لَمْ يَجِبْ لَا تَصِحُّ الْكِفَالَةُ بِالنَّفْسِ فَلَا تَصِحُّ بِالْمَالِ لِأَنَّهُ بِنَاءٌ عَلَيْهِ بِخِلَافِ مَا إِذَا بَيَّنَّ .

وَلَهُمَا أَنْ الْمَالَ ذِكْرٌ مُعَرِّفًا فَيُنْصَرِفُ إِلَى مَا عَلَيْهِ، وَالْعَادَةُ جَرَتْ بِأَلَا جَمَالٍ فِي الدَّعَاوَى
فَتَصِحَّ الدَّعْوَى عَلَى اِعْتِبَارِ الْبَيَانِ، فَإِذَا بَيَّنَّ التَّحَقُّقَ الْبَيَانَ بِأَصْلِ الدَّعْوَى فَتَبَيَّنَ صِحَّتُهُ
الْكِفَالَةَ الْأُولَى فَيَتَرْتَّبُ عَلَيْهَا الثَّانِيَةُ.

فرمایا: اور جب کسی بندے نے دوسرے آدمی پر سودینار کا دعویٰ کر دیا جبکہ ان کے اصلی وظفی ہونے کا بیان نہ کیا حتیٰ کہ ایک آدمی اس شرط پر اس کا کفیل بہ نفس بن گیا کہ جب وہ کل تک اس کو حاضر نہ کر سکا تو اس پر ایک سودینار واجب ہوں گے۔ اس کے بعد کفیل کل مکفول بہ نفس کو نہ لاسکا تو شیخین کے نزدیک اس پر سودینار واجب ہو جائیں گے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب اس نے بیان نہ کیا ہو حتیٰ کہ کوئی آدمی اس کا کفیل ہو گیا ہے اور پھر اس نے دعویٰ کر دیا ہے تو اس کے دعویٰ کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ مطلق مال کو مشکوک پر معاق کرنے والا ہے کیا آپ غور نہیں کرتے کہ اس نے ان دیناروں کو اپنی جانب منسوب نہ کیا جو مکفول عنہ پر واجب ہوئے ہیں۔ جبکہ اس طرح کفالہ درست نہ ہوگا خواہ اس نے دنا نیر کی صفت کو بیان کر دیا ہو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ صفت کو بیان کرنے کے سوا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے پس مکفول بہ نفس کو لانا واجب نہ ہوگا اور جب اس کی حاضری واجب نہ ہوئی تو کفالہ بہ نفس درست نہ ہوگا اور نہ ہی کفالہ بہ مال صحیح ہوگا کیونکہ اس کی ہنا تو کفالہ بہ نفس پر تھی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ صفت کو بیان کر دیتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ کفیل نے مال کو بطور معرفہ ذکر کیا ہے پس یہ مکفول عنہ پر واجب مال کی طرف لوٹنے والا ہوگا کیونکہ دعویٰ جات میں اجمالی بیان کا عرف جاری ہے پس بیان کا اعتبار کرتے ہوئے درست ہو جائے گا اور ہاں البتہ جب اس نے بیان کر دیا ہے تو اس کو اصل دعویٰ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ لہذا پہلے کفالہ کا صحیح ہونا ظاہر ہو چکا ہے جبکہ دوسرا کفالہ اسی پر مرتب ہونے والا ہے۔

حدود و قصاص میں عدم جواز کفالہ کا بیان

قَالَ (وَلَا تَجُوزُ الْكِفَالَةُ بِالنَّفْسِ فِي الْحُدُودِ وَالْقَصَاصِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) مَعْنَاهُ :
لَا يُجْبَرُ عَلَيْهَا عِنْدَهُ، وَقَالَا : يُجْبَرُ فِي حَدِّ الْقَذْفِ لِأَنَّ فِيهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَفِي الْقَصَاصِ لِأَنَّهُ
خَالِصُ حَقِّ الْعَبْدِ فَلْيَلِيقُ بِهِمَا الْإِسْتِثْنَاءُ كَمَا فِي التَّعْزِيرِ، بِخِلَافِ الْحُدُودِ الْخَالِصَةِ لِلَّهِ
تَعَالَى.

وَلَا بِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا كِفَالَةٌ فِي حَدِّ مَنْ غَيْرِ فَضْلٍ) وَلِأَنَّ
مَبْنَى الْكُلِّ عَلَى الدَّرءِ فَلَا يَجِبُ فِيهَا الْإِسْتِثْنَاءُ، بِخِلَافِ سَائِرِ الْحُقُوقِ لِأَنَّهَا لَا تَنْدَرُءُ
بِالشُّبُهَاتِ فَلْيَلِيقُ بِهَا الْإِسْتِثْنَاءُ كَمَا فِي التَّعْزِيرِ.

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حدود و قصاص میں کفالہ بہ نفس جائز نہیں ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جس پر حد یا

قصاص واجب ہوا ہے اس کو کفالہ پر مجبور نہ کیا جائے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ حد قذف میں اس کو مجبور کیا جائے گا اس لئے اس میں بندے کا حق ہوتا ہے اور قصاص میں بھی مجبور کیا جائے گا اس لئے کہ وہ خاص بندے کا حق ہے۔ البتہ ان حدود میں مجبور نہ کیا جائے گا جو خاص اللہ کا حق ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حد میں کفالہ نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ کیونکہ تمام کی بناء متقوط پر ہے۔ پس اس میں وثوق واجب نہ ہوگا بہ خلاف دوسرے حقوق کے کیونکہ وہ شبہات سے ساقط ہونے والے نہیں ہیں۔ پس وثوق ان کے لئے ہوگا۔ جس طرح تعزیر میں ہوتا ہے۔

مدعی علیہ کا کامل طریقہ سے کفیل بہ نفس دینے کا بیان

(وَلَوْ سَمِعَتْ نَفْسُهُ بِهِ يَصِيحُ بِالْإِجْمَاعِ) لِأَنَّهُ أَمَّا تَرْتِيبُ مُوجِبِهِ عَلَيْهِ لِأَنَّ تَسْلِيمَ النَّفْسِ لِيَّهَا وَاجِبٌ فَيَطْلُبُ بِهِ الْكَفِيلُ فَيَتَحَقَّقُ الضَّمُّ.

اور جب مدعی علیہ نے کامل طریقہ سے کفیل بہ نفس دے دیا ہے تو یہ بہ اتفاق درست ہوگا کیونکہ کفالہ کے موجب کو اسی پر مرتب کرنا ممکن ہے کیونکہ حدود میں مدعی علیہ کے نفس کو حوالے کرنا ضروری ہے پس کفیل سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا اور ملانے کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا۔

حدود میں مدعی علیہ کی عدم قید کا بیان

قَالَ (وَلَا يُخْبَسُ فِيهَا حَتَّى يَشْهَدَ شَاهِدَانِ مُسْتَوَرَّانِ أَوْ شَاهِدٌ عَدْلٌ يَعْرِفُهُ الْقَاضِي) لِأَنَّ الْخَبْسَ لِلتُّهْمَةِ هَاهُنَا، وَالتُّهْمَةُ تَثْبُتُ بِأَحَدِ نَشْطَرَيِ الشَّهَادَةِ: إِمَّا الْعَدْلُ أَوْ الْعَدَالَةُ، بِخِلَافِ الْخَبْسِ فِي بَابِ الْأَمْوَالِ لِأَنَّهُ أَقْصَى عُقُوبَةٍ فِيهِ فَلَا يَثْبُتُ إِلَّا بِحُجَّةٍ كَامِلَةٍ. وَذَكَرَ فِي كِتَابِ آدَبِ الْقَاضِي أَنَّ عَلَى قَوْلِهِمَا لَا يُخْبَسُ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ بِشَهَادَةِ الْوَاحِدِ لِحُصُولِ الْإِسْتِثْنَاءِ بِالْكَفَالَةِ.

فرمایا: اور حدود میں مدعی علیہ کو قید نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ دو پردے دار گواہ گواہی دیدیں ایک ایسا عدل کرنے والا مرد گواہی دے جس کو قاضی جاننے والا ہو کیونکہ حدود میں تہمت کے سبب سے قید ہوا کرتی ہے اور گواہی کے دو اجزاء میں سے ایک سے بھی تہمت ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ وہ عدد ہے یا عدالت ہے بہ خلاف اس قید کے جو مالوں کے احکام میں ہوتی ہے کیونکہ یہ ان میں آخری سزا ہے پس وہ کامل دلیل کے بغیر ثابت ہونے والی نہیں ہے اور کتاب مبسوط کے ادب قاضی میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ صاحبین کے قول کے مطابق ایک آدمی کی گواہی پر حدود و قصاص میں قید نہ ہوگی کیونکہ کفالہ سے طاقت حاصل ہونے والی ہے۔

خراج میں رہن و کفالہ کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَالرَّهْنُ وَالْكَفَالَةُ جَائِزَانِ فِي الْخَرَاجِ) لِأَنَّهُ دَيْنٌ مُطَالَبٌ بِهِ مُمَكِّنٌ لِلاِسْتِيفَاءِ فَيُمَكِّنُ تَرْتِيبُ مُوجِبِ الْعَقْدِ عَلَيْهِ فِيهِمَا .

قَالَ (وَمَنْ أَخَذَ مِنْ رَجُلٍ كَفِيلًا بِنَفْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ فَآخَذَ مِنْهُ كَفِيلًا آخَرَ فَهُمَا كَفِيلَانِ) لِأَنَّ مُوجِبَهُ التَّزَامُ الْمُطَالَبِيَّةَ وَهِيَ مُتَعَدِّدَةٌ وَالْمَقْصُودُ التَّوَثُّقُ، وَبِالْثَّانِيَةِ يَزْدَادُ التَّوَثُّقُ فَلَا يَتَّصِفَانِ

فرمایا: رہن اور کفالہ یہ دونوں خراج میں جائز ہیں۔ کیونکہ خراج ایسا قرض ہے جس کو طلب کیا جاتا ہے اور اس کو وصول کرنا بھی ممکن ہے پس ان دونوں کے عقد کو اسی پر مرتب کرنا ممکن ہوگا۔

فرمایا: اور جب کسی شخص نے دوسرے آدمی سے کفیل بہ نفس لیا اور اس کے بعد اسی سے دوسرا کفیل بنا لیا تو یہ دونوں دو کفیل ہوں گے کیونکہ کفالہ کو واجب کرنے والا طلب کرنے کو ضروری کرنا ہے اور یہاں طلب میں تعدد ہے جبکہ کفالہ سے وثیقہ مقصود ہے جبکہ دوسرے کفالہ سے مزید توثیق حاصل ہونے والی ہے پس یہ دونوں ایک دوسرے کے منافی نہ ہوں گے۔

کفالہ بہ مال کے جائز ہونے کا بیان

(وَأَمَّا الْكَفَالَةُ بِالْمَالِ فَجَائِزَةٌ مَعْلُومًا كَانَ الْمَكْفُولُ بِهِ أَوْ مَجْهُولًا إِذَا كَانَ دَيْنًا صَحِيحًا مِثْلُ أَنْ يَقُولَ تَكْفَّلْتُ عَنْهُ بِأَلْفٍ أَوْ بِمَا لَكَ عَلَيْهِ أَوْ بِمَا يُذْرِكُكَ فِي هَذَا الْبَيْعِ) لِأَنَّ مَبْنَى الْكَفَالَةِ عَلَى التَّوَسُّعِ فَيَتَحَمَّلُ فِيهَا الْجَهَالَةُ، وَعَلَى الْكَفَالَةِ بِالدَّرَكِ إِجْمَاعٌ وَكَفَى بِهِ حُجَّةٌ، وَصَارَ كَمَّا إِذَا كَفَلَ لِشَجَةِ صَحَّتْ الْكَفَالَةُ وَإِنْ أُحْتِمِلَتْ السَّرَايَةُ وَالْاِقْتِصَارُ، وَشَرَطُ أَنْ يَكُونَ دَيْنًا صَحِيحًا وَمُرَادُهُ أَنْ لَا يَكُونَ بَدَلُ الْكِتَابَةِ، وَسَيَأْتِيكَ فِي مَوْضِعِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

البتہ کفالہ بہ مال تو وہ جائز ہے اگرچہ مکفول بہ معلوم ہو یا نہ ہو۔ جبکہ شرط یہ ہے کہ دین صحیح ہو۔ مثال کے طور پر وہ اس طرح کہے کہ میں فلاں شخص کی جانب سے ایک ہزار کا کفیل ہوں یا اس مال کا جو تیرا اس پر ہے یا ایسے مال کو کفیل ہوں جس تمہیں اس بیع میں ملے گا کیونکہ کفالہ کا دار و مدار وسعت پر ہے۔ پس اس میں عدم علم کو برداشت کیا جائے گا جبکہ کفالہ بہ درک پر اجماع ہے اور اس کی دلیل کے لئے اجماع کا ہونا کافی ہے۔ اور یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی کے سر کے زخم کی کفالت کی تو یہ کفالت درست ہوگی اگرچہ زخم کے سرایت کر جانے اور اکتفاء کر جانے دونوں کا احتمال ہے جبکہ امام قدوری علیہ الرحمہ نے اس میں جو دین ہونے کی شرط بیان کی ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ کتابت کا بدل نہ ہو اور اس کی توضیح ان شاء اللہ اس کے مقام پر آجائے گی۔

مکفول بہ کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَالْمَكْفُولُ لَهُ بِالْإِخْيَارِ إِنْ شَاءَ طَالِبُ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَصْلُ وَإِنْ شَاءَ طَالِبُ كَفِيلِهِ) لِأَنَّ

الْكَفَالَةُ ضَمُّ الدِّمَةِ إِلَى الدِّمَةِ فِي الْمَطَالِبَةِ وَذَلِكَ يَقْتَضِي قِيَامَ الْأَوَّلِ لَا السَّرَاءَ فَعَنْهُ، إِلَّا إِذَا
شَرَطَ فِيهِ السَّرَاءَ فَفَحِينَئِذٍ تَنْعَقِدُ حَوَالَةُ اخْتِيَارًا لِلْمَعْنَى، كَمَا أَنَّ الْحَوَالَةَ بِشَرَطِ أَنْ لَا يَسْرَأَ
بِهَا الْمُسْجِلُ تَكُونُ كَفَالَةً (وَلَوْ طَالَبَ أَحَدُهُمَا لَهُ أَنْ يُطَالِبَ الْآخَرَ وَلَهُ أَنْ يُطَالِبَ الْفُتْمَا) لِأَنَّ
مُقْتَضَاهُ الضَّمُّ، بِخِلَافِ الْمَالِكِ إِذَا اخْتَارَ تَضَمِينَ أَحَدِ الْفَاضِلَيْنِ لِأَنَّ اخْتِيَارَهُ أَحَدَهُمَا
يَتَضَمَّنُ التَّمْلِيكَ مِنْهُ فَلَا يُمَكِّنُهُ التَّمْلِيكَ مِنَ الثَّانِي، أَمَّا الْمَطَالِبَةُ بِالْكَفَالَةِ لَا تَتَضَمَّنُ
التَّمْلِيكَ فَوَضَحَ الْفَرْقُ

فرمایا: اور مکفول پہ کو اختیار ہے کہ جب چاہے تو اس بندے سے مطالبہ کر سکتا ہے جس پر اصل قرض ہے اور جب وہ
چاہے تو اس کے کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ طلب میں ایک ذمہ داری کو دوسرے ذمہ داری کے ساتھ ملایا جاتا ہے اور پہلے کے
موجود ہونے کا تقاضہ کرنے والا ہے نہ اس سے بری کرنے والا ہے ہاں البتہ جب اس میں بری ہونے کی شرط بیان کر دی جائے۔
پس حکم کا اعتبار کرتے ہوئے اس وقت حوالہ منعقد ہو جائے گا جس طرح محیل کی عدم برأت دانی شرط کے سبب حوالہ کفالت بن جایا کرتا
ہے۔

اور جب مکفول نے ان دونوں میں سے کسی ایک سے طلب کیا تو اس کو دوسرے سے طلب کرنے کا اختیار بھی ہوگا اور اسکو
یہ بھی اختیار ہوگا کہ وہ دونوں سے طلب کرے۔ کیونکہ کفالت کا تقاضہ ملانا ہے یہ خلاف مالک کے کیونکہ جب اس نے دو غاصبوں میں
سے ایک سے ضمان لینے کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس کو دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینا یہ مالک بنانے کو ضروری کرنے والا ہے
پس دوسرے کو مالک بنانا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ البتہ جو مطالبہ کفالت کے سبب سے ہے اس میں ایک سے طلب سے اس کو مالک
بنانا ضروری نہیں آتا پس ان دونوں مسائل فقہیہ میں فرق واضح ہو چکا ہے۔

کفالت کو شرائط پر معلق کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ تَعْلِيلُ الْكَفَالَةِ بِالشَّرُوطِ) مِثْلُ أَنْ يَقُولَ مَا بَايَعْتُ فَلَانًا فَعَلَيَّْ أَوْ مَا ذَابَ لَكَ
عَلَيْهِ فَعَلَيَّْ أَوْ مَا غَضَبَكَ فَعَلَيَّْ.

وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَلَمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ) وَالْإِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلَى
صِحَّةِ ضَمَانِ الدَّرَكِ، ثُمَّ الْأَصْلُ أَنَّهُ يَصِحُّ تَعْلِيلُهَا بِشَرَطٍ مُلَاحِظٍ لَهَا مِثْلُ أَنْ يَكُونَ شَرْطًا
لِوُجُوبِ الْحَقِّ كَقَوْلِهِ إِذَا اسْتَحَقَّ الْمِيعَ، أَوْ لِامْتِنَانِ الْإِسْتِيفَاءِ مِثْلُ قَوْلِهِ إِذَا قَدِمَ زَيْدٌ وَهُوَ
مَكْفُولٌ عَنْهُ، أَوْ لِتَعَذُّرِ الْإِسْتِيفَاءِ مِثْلُ قَوْلِهِ إِذَا غَابَ عَنِ الْبَلَدَةِ، وَمَا ذَكَرَ مِنَ الشَّرُوطِ فِي
مَعْنَى مَا ذَكَرْنَاهُ، فَأَمَّا لَا يَصِحُّ التَّعْلِيلُ بِمَجَرَّدِ الشَّرَطِ كَقَوْلِهِ إِنْ هَبَّتِ الرِّيحُ أَوْ جَاءَ الْمَطَرُ
وَكَذَا إِذَا جَعَلَ وَاحِدًا مِنْهُمَا أَجَلًا، إِلَّا أَنَّهُ تَصِحُّ الْكَفَالَةُ وَيَجِبُ الْمَالُ حَالًا لِأَنَّ الْكَفَالَةَ لَمَّا

صَحَّ تَعْلِيْقُهَا بِالشَّرْطِ لَا تَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَائِدَةُ كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ .

فرمایا اور کفالہ کو شرائط پر معلق کرنا جائز ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اس طرح کہے کہ تم نے فلاں بندے سے جو کچھ بھی خرید و فروخت کی وہ مجھ پر ہے یا فلاں بندے پر جو بھی تیرا نکل آئے وہ مجھ پر ہے یا فلاں بندے نے تم سے کچھ غصب کیا ہے وہ مجھ پر ہے۔ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "قَالُوا نَفَقْدُ صَوَاعَ الْمَلِكِ وَلَعْنُ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ" (یوسف، ۷۲)

بولے بادشاہ کا پیانہ نہیں ملتا اور جو اسے لائے گا اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں "ضمان بہ درک کے صحیح ہونے کا اجماع کا انعقاد ہو چکا ہے۔

قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ کفالہ کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح ہے جو اس کے ساتھ مناسبت رکھنے والی ہو جس طرح وہ حق واجب ہونے کی شرط ہے جس طرح اس کا یہ کہنا کہ جب وہ بیع کا حقدار ہوا یا حق وصول ہونے کے ممکن ہونے کی شرط ہو جس طرح اس کا یہ قول ہے کہ جب زید آیا اور مکفول عنہ بھی زید ہو یا پھر استیفاء کے ناممکن ہونے کی شرط ہو جس طرح اس شخص کا قول جب کہ وہ شہر سے غائب ہو اور جو شرائط بیان کی گئی ہیں وہ ہمارے بیان کردہ حکم میں ہیں اور صرف شرط پر معلق کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح اس کا قول جب ہوا چلے یا بارش برے اور اسی طرح جب ان میں سے کسی ایک میں کفالہ کی مدت مقرر کرے تو کفالہ درست ہوگا جبکہ موجود حالت میں مال واجب ہوگا کیونکہ جب کفالہ کو شرط پر معلق کرنا صحیح ہے تو وہ فاسد شرائط کے سبب باطل نہ ہوگا جس طرح طلاق و عتاق میں ہے۔

کفیل کی کفالت پر شہادت قائم ہونے پر ضمانت کا بیان

(فَإِنْ قَالَ تَكْفَّلْتُ بِمَا لَكَ عَلَيْهِ فَقَامَتْ الْبَيِّنَةُ بِالْفِ عَالِيهِ ضَمِنَهُ الْكَفِيلُ) لِأَنَّ الثَّابِتَ بِالْبَيِّنَةِ كَالثَّابِتِ مُعَايَنَةً فَيَتَحَقَّقُ مَا عَلَيْهِ فَيَصِحُّ الضَّمَانُ بِهِ (وَأِنْ لَمْ تَقُمْ الْبَيِّنَةُ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْكَفِيلِ مَعَ يَمِينِهِ فِي مَقْدَارِ مَا يَعْتَرِفُ بِهِ) لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ لِلزِّيَادَةِ (فَإِنْ اعْتَرَفَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ بِأَكْثَرٍ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يُصَدَّقْ عَلَى كَفِيلِهِ) لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ عَلَى الْغَيْرِ وَلَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ (وَيُصَدَّقُ فِي حَقِّ نَفْسِهِ) لِوِلَايَتِهِ عَلَيْهَا .

پس جب کفیل نے کہا میں نے اس چیز کی کفالت کی جو تیرا اس پر ہے اور ایک ہزار پر گواہی قائم ہو گئی تو کفیل اس کا ضامن ہوگا کیونکہ گواہی سے ثابت ہونے والی چیز مشاہدے سے ثابت ہونے والی چیز کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ) پس جو مکفول عنہ پر ہے وہ ثابت ہو جائے گا اور اس کا ضامن ہونا صحیح ہو جائے گا اور جب گواہی قائم نہ ہوئی تو اب کفیل جتنی مقدار کا اقرار کرے اس کے مطابق اس کا قول قسم سے قبول کر لیا جائے گا۔ کیونکہ زیادتی کا انکار کرنے والا وہی ہے۔ یہاں البتہ جب مکفول عنہ اس سے زیادہ کا اقرار کرے تو اس کفیل کے قول کو تسلیم نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ غیر پر اقرار ہے جبکہ غیر پر اس کو ولایت حاصل نہیں ہے لیکن مکفول عنہ

کے نفس پر اس کو تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اس کو نفس پر ولایت حاصل ہے۔

کفالہ کے مکفول عنہ کے حکم سے جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الْكَفَالَةُ بِأَمْرِ الْمَكْفُولِ عَنْهُ وَبِغَيْرِ أَمْرِهِ) لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا وَلِأَنَّهُ التَّزَامُ الْمُطَالَبَةُ وَهُوَ تَصَرُّفٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَفِيهِ نَفْعٌ لِلطَّالِبِ وَلَا ضَرَرَ فِيهِ عَلَى الْمَطْلُوبِ بِثُبُوتِ الرُّجُوعِ إِذَا هُوَ عِنْدَ أَمْرِهِ وَقَدْ رَضِيَ بِهِ (فَإِنْ كَفَّلَ بِأَمْرِهِ رَجَعَ بِمَا آدَى عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ قَصَى ذَنْبَهُ بِأَمْرِهِ (وَإِنْ كَفَّلَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ لَمْ يَرْجَعْ بِمَا يُؤَدِّيهِ) لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ بِأَدَائِهِ، وَقَوْلُهُ رَجَعَ بِمَا آدَى مَعْنَاهُ إِذَا آدَى مَا ضَمِنَهُ، أَمَّا إِذَا آدَى خِلَافَهُ رَجَعَ بِمَا ضَمِنَ لِأَنَّهُ مَلَكَ الدِّينَ بِالْأَدَاءِ فَتَنَزَّلَ مَنَزِلَةُ الطَّالِبِ، كَمَا إِذَا مَلَكَهُ بِالْهَبَةِ أَوْ بِالْإِزْثِ، وَكَمَا إِذَا مَلَكَهُ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ بِمَا ذَكَرْنَا فِي الْحَوَالَةِ، بِخِلَافِ الْمَأْمُورِ بِقَضَاءِ الدِّينِ حَيْثُ يَرْجِعُ بِمَا آدَى؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ شَيْءٌ حَتَّى يَمْلِكَ الدِّينَ بِالْأَدَاءِ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ الْكَفِيلُ الطَّالِبَ عَنْ الْآلِفِ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ لِأَنَّهُ اسْقَاطُ قَصَارٍ كَمَا إِذَا أَبْرَأَ الْكَفِيلَ.

فرمایا: کفالہ مکفول عنہ کے حکم سے جائز ہے اور اس کے حکم کے بغیر بھی جائز ہے ہماری روایت کردہ روایت کے مطلق ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔ اور اسی سبب سے مطالبہ ضروری کرنے کا نام کفالہ ہے اور اپنے حق میں ایک تصرف ہے اور اسی میں مکفول لہ کا فائدہ ہے جبکہ رجوع ثابت ہونے کے سبب اس میں مکفول عنہ کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ رجوع کا ثبوت مکفول عنہ کے حکم کے وقت ہوتا ہے جبکہ مکفول عنہ اس پر رضا مند ہو۔

اور جب کفیل نے مکفول عنہ کے حکم سے کفالت کو قبول کیا تو وہ ادا کردہ مال مکفول عنہ سے واپس وصول کرے گا کیونکہ نے اسی کے حکم سے اس کا قرض ادا کیا ہے اور جب کفیل نے اس کے حکم کے بغیر کفالت کو قبول کیا تو وہ مکفول عنہ سے ادا کردہ رقم کو واپس نہ لے گا کیونکہ وہ قرض ادا کرنے میں احسان کرنے والا ہے۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ کے قول ”رَجَعَ بِمَا آدَى مَعْنَاهُ“ کا مفہوم یہ ہے کہ جب کفیل نے اس چیز کو ادا کیا ہے جس کا وہ ضامن ہے مگر جب اس نے قرض کے خلاف ادا کیا ہے تو وہ اسی چیز کو واپس لے گا جس کا ضامن ہوا تھا کیونکہ ادا کرنے کے سبب سے کفیل قرض کا مالک بن چکا ہے پس اس کو مکفول لہ کے درجے میں شمار کر لیا جائے گا جس طرح اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب وہ بہہ یا رث سے اس کا مالک بنا ہو اور اسی طرح جب وہ محال علیہ کا مالک ہو جائے اور اسی دلیل کے سبب ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہ خلاف اس بندہ سے ہے جس نے قرض کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے لہذا وہ ادا کردہ مال کو واپس لے گا کیونکہ اس پر ولی چیز واجب نہ تھی۔ کہ وہ ادا کرنے کے سبب دین کا مالک بن جائے یہ خلاف اس صورت کے جب کفیل نے ایک ہزار کے بدلے میں مکفول لہ

سے پانچ سو پر صلح کی کیونکہ یہی ساقط کرتا ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مکفول نے کفیل کو بری کر دیا ہے۔

مکفول عنہ کی طرف سے پہلے مطالبہ مال کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْكَفِيلِ أَنْ يُطَالِبَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ بِالْمَالِ قَبْلَ أَنْ يُؤَدِيَ عَنْهُ) لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُهُ قَبْلَ الْإِدَاءِ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالشِّرَاءِ حَيْثُ يَرْجِعُ قَبْلَ الْإِدَاءِ لِأَنَّهُ انْعَقَدَ بَيْنَهُمَا مَبَادَلَةٌ حُكْمِيَّةٌ قَالَ (فَإِنْ لُزِمَ بِالْمَالِ كَانَ لَهُ أَنْ يُلَازِمَ الْمَكْفُولَ عَنْهُ حَتَّى يُخْلِصَهُ) وَكَذَا إِذَا حُسِّنَ كَانَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَهُ لِأَنَّهُ لِحَقِّهِ مَا لِحَقِّهِ مِنْ جِهَتِهِ فَيُعَامِلُهُ بِمِثْلِهِ

فرمایا: کفیل کے لئے کوئی حق نہیں ہے کہ وہ مکفول عنہ کی جانب سے ادائیگی مال سے قبل مال کا مطالبہ کرے کیونکہ ادائیگی سے پہلے کفیل اس کے قرض کا مالک نہیں ہوا بہ خلاف وکیل بہ شراء کے پس وہ اس کو ادا کرنے سے پہلے واپس لے سکتا ہے کیونکہ وکیل اور مؤکل کے درمیان حکمی مبادلہ منعقد ہوا کرتا ہے۔

فرمایا: اور جب مال کے بارے میں کفیل کے کوئی پیچھے پڑ جائے تو اس کو بھی یہ حق ہوگا کہ وہ مکفول عنہ کے پیچھے پڑ جائے حتیٰ کہ مکفول عنہ سے وصول کرے جب کفیل کو قید کر لیا گیا ہے تو اس کے لئے بھی یہ حق ہوگا کہ وہ مکفول عنہ کو قید کرائے کیونکہ کفیل کو لاحق ہونے والی تکلیف مکفول عنہ کے سبب سے ہوئی ہے۔ پس وہ مکفول عنہ کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرے۔

مکفول نہ کا مکفول عنہ کو بری دینے کا بیان

(وَإِذَا أَبْرَأَ الطَّالِبُ الْمَكْفُولَ عَنْهُ أَوْ اسْتَوْفَى مِنْهُ بَرَاءَ الْكَفِيلِ) لِأَنَّ بَرَاءَةَ الْأَصِيلِ تُوجِبُ بَرَاءَةَ الْكَفِيلِ لِأَنَّ الدَّيْنَ عَلَيْهِ فِي الصَّحِيحِ (وَإِنْ أَبْرَأَ الْكَفِيلَ لَمْ يَبْرَأِ الْأَصِيلُ عَنْهُ) لِأَنَّهُ تَبَعٌ، وَلِأَنَّ عَلَيْهِ الْمُسْطَالِبَةَ وَبَقَاءَ الدَّيْنِ عَلَى الْأَصِيلِ بِذَوْنِهِ جَائِزٌ (وَكَذَا إِذَا أَخَّرَ الطَّالِبُ عَنْ الْأَصِيلِ فَهُوَ تَأْخِيرٌ عَنِ الْكَفِيلِ، وَلَوْ أَخَّرَ عَنِ الْكَفِيلِ لَمْ يَكُنْ تَأْخِيرًا عَنِ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَصْلُ) لِأَنَّ التَّأْخِيرَ إِبْرَاءً مُوقَّتٌ فَيُعْتَبَرُ بِالْإِبْرَاءِ الْمُؤَبَّدِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَفَلَ بِالْمَالِ الْحَالِ مُزَجَّلًا إِلَى شَهْرٍ فَإِنَّهُ يَتَأَجَّلُ عَنِ الْأَصِيلِ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ إِلَّا الدَّيْنُ حَالٌ وَجُودِ الْكَفَالَةِ فَصَارَ الْأَحْلُ دَاخِلًا فِيهِ، أَمَّا هَاهُنَا فَبِخِلَافِهِ .

اور جب مکفول نے مکفول عنہ کو بری کر دیا ہے یا اس نے اس سے وصول کر لی ہے تو کفیل بری ہو جائے گا۔ کیونکہ اصیل کی برأت کفیل کی برأت کو واجب کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اس لئے کہ اصل میں قرض اصیل پر ہے اور جب مکفول نے کفیل کو بری کیا تو اصیل بری نہ ہوگا کیونکہ کفیل تابع ہے اور یہ دلیل ہے کہ کفیل پر صرف مطالبہ ہے جبکہ بغیر کسی مطالبہ کے بھی اصیل پر قرض کی بقاء جائز ہے۔

اور اسی طرح جب مکفول نے اخیل کو مؤخر کر دیا تو یہ کفیل سے بھی مؤخر کرنا ہوگا مگر جب کفیل سے مؤخر کیا تو اب اس سے بندے سے مؤخر کرنا نہ ہوگا جس پر اصل ہے اس لئے کہ تاخیر کرنا یہ وقتی طور پر تو بری کرنا ہے پس اس کو دائمی طور پر بری کرنے پر قیاس کیا جائے گا۔

یہ خلاف اس صورت کے جب فوری طور پر واجب الاداء مال کے لئے ایک ماہ کی مدت مقرر کرتے ہوئے کوئی شخص کفیل ہوا ہے تو یہ اخیل سے بھی مؤخر کرنا ہوگا کیونکہ کفالہ کے موجود ہونے کی حالت میں قرض کے سوا مکفول کا کوئی حق نہ ہے۔ پس میعاد اس میں داخل ہوگی ابھی یہاں صورت مسئلہ اس کے خلاف ہے (جو پہلے بیان ہوا ہے)۔

کفیل کی مکفول لہ سے صلح کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ صَالَحَ الْكَفِيلُ رَبَّ الْمَالِ عَنْ الْآلِفِ عَلَى خُمُسِمَائَةٍ فَقَدْ بَرَّءَ الْكَفِيلُ وَالَّذِي عَلَيْهِ الْآصِلُ) لِأَنَّهُ أَصَافَ الصُّلْحَ إِلَى الْآلِفِ الَّذِينَ وَهِيَ عَلَى الْآصِلِ فَبَرَّءَ عَنْ خُمُسِمَائَةٍ لِأَنَّهُ اسْتَقَاطَ وَبَرَّاءُ تُهُ تَوْجِبُ بَرَاءَةَ الْكَفِيلِ، ثُمَّ بَرَّانَا جَمِيعًا عَنْ خُمُسِمَائَةٍ بِأَدَاءِ الْكَفِيلِ، وَيَرْجِعُ الْكَفِيلُ عَلَى الْآصِلِ بِخُمُسِمَائَةٍ إِنْ كَانَتْ الْكِفَالَةُ بِأَمْرِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَلَى جَنْبِ آخَرٍ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ حُكْمِيَّةٌ فَمَلَكَهُ فَيَرْجِعُ بِجَمِيعِ الْآلِفِ، وَلَوْ كَانَ صَالِحُهُ عَمَّا اسْتَوْجَبَ بِالْكَفَالَةِ لَا يَبْرَأُ الْآصِلُ، لِأَنَّ هَذَا ابْتِرَاءُ الْكَفِيلِ عَنِ الْمُطَالَبَةِ.

نرمایا: پس جب کفیل نے مکفول لہ کے ساتھ ایک ہزار کے بدلے پانچ سو پر صلح کر لی تو اب اخیل و کفیل دونوں بری ہو جائیں گے اس لئے کفیل صلح کو ایک ہزار قرض کی جانب منسوب کرنے والا ہے۔ جبکہ دین اخیل پر ہے پس اخیل پانچ سو سے بری ہو جائے گا اسلئے یہ معافی ہے اور اخیل کا بری ہونا یہ کفیل کے بری ہونے کو ضروری ہے۔ اور جب کفیل کی ادائیگی کے سبب اخیل و کفیل دونوں بری ہو گئے اور اب اگر کفالہ اخیل کے حکم سے ہوا ہے تو کفیل اخیل سے پانچ سو واپس کرائے گا۔

ہاں البتہ یہ خداف اس مسئلہ کے کہ جب کفیل نے کسی دوسری جنس پر صلح کی ہو کیونکہ یہ مبادلہ حکمی ہے پس وہ پورے کا مالک ہو جائے گا۔ اور مکمل ایک ہزار واپس لے گا۔ اور جب کفیل نے مکفول لہ سے اس حق پر صلح کی جو اس پر کفالہ کے سبب واجب ہونے والا ہے تو اخیل بری نہ ہوگا کیونکہ یہ کفیل کو مطالبہ سے بری کرنے والا ہے۔

برأت کی ابتداء و انتہاء کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِكَفِيلٍ ضَمِنَ لَهُ مَا لَا قَدْ بَرِئْتُ إِلَيَّ مِنَ الْمَالِ رَجَعَ الْكَفِيلُ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ) مَعْنَاهُ بِمَا ضَمِنَ لَهُ بِأَمْرِهِ لِأَنَّ الْبَرَاءَةَ الَّتِي ابْتَدَأُهَا مِنَ الْمَطْلُوبِ وَانْتَهَاؤُهَا إِلَى الْمَطْلُوبِ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْإِيْقَاءِ، فَيَكُونُ هَذَا إِقْرَارًا بِالْأَدَاءِ فَيَرْجِعُ (وَإِنْ قَالَ أَبْرَأْتُكَ لَمْ يَرْجِعْ الْكَفِيلُ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ) لِأَنَّهُ بَرَاءَةٌ لَا تَنْتَهِي إِلَى غَيْرِهِ وَذَلِكَ بِالْإِسْقَاطِ فَلَمْ يَكُنْ إِقْرَارًا

بِإِلْفَاءٍ .

فرمایا اور جس شخص نے کفیل سے کہا کہ جس مال کا وہ ضامن تھا کہ تم میری جانب سے مال سے برأت پالی تو کفیل مکفول عند سے واپس وصول کرے گا اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مال واپس لے گا۔ کیونکہ اسی مال کا مکفول عند کے حکم سے وہ ضامن ہوا تھا اور جس برأت کی ابتداء مکفول عند پر ہو اور ابتداء مکفول لہ پر وہ ادائیگی کے بغیر ثابت نہ ہوگا (قاعدہ فقہیہ) پس یہ اس کا یہ قول ادائیگی کا اقرار ہوگا کیونکہ کفیل اس کو واپس لے گا اور جب مکفول لہ نے کہا میں نے تجھے بری کر دیا تو مکفول عند سے واپس نہ لے گا کیونکہ اب یہ اسی برأت ہو چکی ہے جس کی بناء مکفول لہ کے سوا پر نہ ہوگی لہذا یہ معاف کرنے سے متعلق ہو جائے گی پس یہ ادا کرنے کا اقرار نہ ہوگا۔

بری کرنے سے برأت کے احتمال کا بیان

وَلَوْ قَالَ بَرِئْتُ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ مِثْلُ الثَّانِي لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ الْبَرَاءَةَ بِالْأَدَاءِ إِلَيْهِ وَالْإِبْرَاءِ فَكَيْفُ الْأَذْنَى إِذَا لَا يَرْجِعُ الْكَفِيلُ بِالشَّكِّ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : هُوَ مِثْلُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بَرَاءَةٍ إِتْدَاؤُهَا مِنَ الْمَطْلُوبِ وَإِلَيْهِ الْإِلْفَاءُ دُونَ الْإِبْرَاءِ .

وَقِيلَ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا إِذَا كَانَ الطَّالِبُ حَاضِرًا يَرْجِعُ فِي الْبَيَانِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُجْمَلُ .

اور جب مکفول لہ نے کہا کہ تو بری ہو چکا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ کی طرح ہے اس لئے کہ جب مکفول لہ کو ادا کرنے سے برأت کا احتمال ہے تو بری کرنے کے سبب بھی برأت کا احتمال ہوگا پس ادنی ثابت ہو جائے گا کیونکہ شک کے ساتھ کفیل رجوع کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ پہلے مسئلہ کی طرح ہے کیونکہ مکفول ایسی برأت کا اقرار کرنے والا ہے جس کی ابتداء کی کفیل کی جانب سے ہے اور اسکی جانب ادا کرنا ہے نہ اس کو بری کرنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مذکورہ تمام احوال میں جب مکفول عند موجود ہے تو اس کی توثیق کے لئے اس کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ کیونکہ اجمال اسی کے سبب ہوا ہے۔

کفالہ کو شرط برأت کے ساتھ معلق کرنے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ تَغْلِيْقُ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكِفَالَةِ بِالشَّرْطِ) لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى التَّمْلِيكِ كَمَا فِي سَائِرِ الْبَرَاءَاتِ .

وَيُرْوَى أَنَّهُ يَصِحُّ لِأَنَّ عَلَيْهِ الْمَطَالَبَةَ دُونَ الدَّيْنِ فِي الصَّحِيحِ فَكَانَ إِذَا مَا مَحْصَا كَالطَّلَاقِ . وَلِهَذَا لَا يَرْتَدُّ الْإِبْرَاءُ عَنِ الْكِفَالَةِ بِالرَّدِّ بِخِلَافِ إِبْرَاءِ الْأَصِيلِ .

فرمایا، کفالہ کو شرط برأت کے ساتھ معلق کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں علیت کا حکم پایا جا رہا ہے جس طرح تمام قسم کی برأتوں میں ہوا کرتا ہے جبکہ ایک روایت کے مطابق یہ برأت درست ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق کفیل پر مطالبہ کرنا نہ درستی ہے جبکہ دین نہیں ہے پس اس کا صرف سقوط ہوگا۔ جس طرح طلاق ہے اسی سبب سے کفیل کے رد کرنے سے رد نہ ہوگا جبکہ اصل و بری کرنے میں اس طرح نہیں ہے۔

کفیل سے پورا نہ ہونے والے حق میں کفالہ کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ حَقٍّ لَا يُمَكِّنُ اسْتِيفَاؤُهُ مِنَ الْكَفِيلِ لَا تَصِحُّ الْكِفَالَةُ بِهِ كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ) مَعْنَاهُ بِنَفْسِ الْحَدِّ لَا بِنَفْسِ مَنْ عَلَيْهِ الْحَدُّ لِأَنَّهُ يَتَعَذَّرُ إِبْجَابُهُ عَلَيْهِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْعُقُوبَةَ لَا تَجْرِي فِيهَا النِّيَابَةُ. قَالَ (وَإِذَا تَكَفَّلَ عَنِ الْمُشْتَرَى بِالثَّمَنِ جَازَ) لِأَنَّهُ ذَيْنَ كَسَائِرِ الدُّيُونِ .

فرمایا: ہر وہ حق جو کفیل سے پورا ہونے والا نہ ہو اس میں کفالہ درست نہیں ہے جس طرح حدود اور قصاص ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ حد کا کفالہ درست نہیں ہے اور جس پر حد قائم ہوئی ہے اس کی جان کا کفالت بھی درست نہیں ہے کیونکہ کفیل کے لئے اس کو پورا کرنا ناممکن ہے اور یہ اس قاعدہ فقہیہ کے مطابق ہے کہ عقوبت میں نیابت جاری نہیں ہوتی (قاعدہ فقہیہ)۔ اور جب خریدار کی جانب سے ثمن کو کفیل ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ قرائض کی طرح ثمن بھی ایک دین ہے۔

بیچنے والے کی جانب سے بیع میں کفالت کے عدم جواز کا بیان

(وَإِنْ تَكَفَّلَ عَنِ الْبَائِعِ بِالْمَبِيعِ لَمْ تَصِحَّ) لِأَنَّهُ عَيْنُ مَضْمُونٍ بغيرِهِ وَهُوَ الثَّمَنُ وَالْكَفَالَةُ بِالْأَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ وَإِنْ كَانَتْ تَصِحُّ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، لَكِنْ بِالْأَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ بِنَفْسِهَا كَالْمَبِيعِ بَيْعًا فَاسِدًا وَالْمَقْبُوضِ عَلَى سَوِّ الشَّرَاءِ وَالْمَقْضُوبِ، لَا بِمَا كَانَ مَضْمُونًا بغيرِهِ كَالْمَبِيعِ وَالْمَرْهُونِ، وَلَا بِمَا كَانَ أَمَانَةً كَالْوَدِيعَةِ وَالْمُسْتَعَارِ وَالْمُسْتَأْجِرِ وَمَالِ الْمُضَارَبَةِ وَالشَّرِكَةِ.

وَلَوْ تَكَفَّلَ بِتَسْلِيمِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ أَوْ بِتَسْلِيمِ الرَّهْنِ بَعْدَ الْقَبْضِ إِلَى الرَّاهِنِ أَوْ بِتَسْلِيمِ الْمُسْتَأْجِرِ إِلَى الْمُسْتَأْجِرِ جَازَ لِأَنَّهُ التَّزَمَ فِعْلًا وَاجِبًا.

فرمایا: اور جب کوئی شخص بیچنے والے کی جانب سے بیع کا کفیل بن جائے تو ایسی کفالت درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے میں ہے جو اپنے سوا میں مضمون ہے اور وہ ثمن ہے جبکہ اعیان مضمونہ کا کفالہ اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہے لیکن اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے البتہ ایسی اعیان کا کفالہ درست ہے جو خود بہ خود مضمون ہیں جس طرح بیع فاسد کی حالت میں بیع اور وہ میں جس پر خریدار نے یہ نیت قبضہ کر لیا ہو اور اسی طرح عین مقصود ہے۔

اور ان اعیان کا کفالہ درست نہیں ہے جو مضمون کے بغیر ہوا کرتی ہیں۔ جس طرح میع اور مرہونہ چیز ہے اور ان اعیان میں بھی کفالہ درست نہیں ہے جو بطور امانت ہوتی ہیں۔ جس طرح ودیعت، مستعار اور مستأجر کے اعیان ہیں اور اسی طرح مضاربہت و شرکت کا مال ہے۔

اور جب کوئی شخص قبضہ کرنے سے پہلے میع کو سپرد کرنے کا کفیل بنا ہے یا قبضہ کے بعد راہن کی جانب سے راہن سپرد کرنے کا کفیل بنایا مستأجر کی جانب اس چیز کو سپرد کرنے کا کفیل بنا ہے تو جائز ہے کیونکہ کفیل عمل واجب کو ضروری کرنے والا ہے۔

کھیتی باڑی کے لئے جانور اجرت پر لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ ذَابَّةً لِلْحَمْلِ عَلَيْهَا، فَإِنْ كَانَتْ بِعَيْنِهَا لَا تَصِحُّ الْكِفَالَةُ بِالْحَمْلِ) لِأَنَّهُ عَاجِزٌ عَنْهُ (وَأِنْ كَانَتْ بِغَيْرِ عَيْنِهَا جَازَتْ الْكِفَالَةُ) لِأَنَّهُ يُمَكِّنُهُ الْحَمْلُ عَلَى ذَابَّةٍ نَفْسِهِ وَالْحَمْلُ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ (وَكَذَا مَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا لِلْخِدْمَةِ فَكَفَّلَ لَهُ رَجُلٌ بِخِدْمَتِهِ فَهُوَ بَاطِلٌ) لِمَا بَيَّنَّا.

فرمایا اور جس شخص نے کسی سے کھیتی باڑی کے لئے کوئی جانور اجرت پر لیا ہے اور جب یہ جانور معین ہے تو کھیتی باڑی کا کفالہ درست نہ ہوگا کیونکہ کفیل سے معذور ہے اور اگر یہ جانور غیر معین ہے تو کفالہ جائز ہے کیونکہ کفیل کے لئے اپنے جانور پر کھیتی باڑی کرنا ممکن ہے اور کھیتی باڑی ہی کا وجوب ہے اور اسی جب کسی شخص نے خدمت کے لئے غلام کو اجرت پر لیا اور کسی دوسرے شخص نے اجرت پر لیے ہوئے غلام کی کفالت کی تو یہ کفالت باطل ہوگی اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

مکفول لہ کا مجلس میں کفالہ کو قبول کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ الْكِفَالَةُ إِلَّا بِقَبُولِ الْمَكْفُولِ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ) وَهَذَا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ آخِرًا: يَجُوزُ إِذَا بَلَعَهُ أَجَازًا، وَلَمْ يَشْتَرِطْ فِي بَعْضِ النَّسَخِ الْإِجَازَةَ، وَالْخِلَافُ فِي الْكِفَالَةِ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ جَمِيعًا. لَهُ أَنَّهُ تَصَرُّفُ التِّزَامِ فَيُسْتَبَدُّ بِهِ الْمُتَزِمُ، وَهَذَا وَجْهُ هَذِهِ الرَّوَايَةِ عَنْهُ. وَوَجْهُ التَّوَقُّفِ مَا ذَكَرْنَاهُ فِي الْفُضُولِ فِي النِّكَاحِ.

وَلَهُمَا أَنْ فِيهِ مَعْنَى التَّمْلِيكِ وَهُوَ تَمْلِيكِ الْمُطَالِبَةِ مِنْهُ فَيَقُومُ بِهِمَا جَمِيعًا وَالْمَوْجُودُ شَطْرُهُ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى مَا وَرَاءَ الْمَجْلِسِ

فرمایا اور جب مکفول لہ کے مجلس میں قبول کیے بغیر کفالہ درست نہ ہوگا اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ جب مکفول لہ کو کفالہ کی اطلاع پہنچ گئی اور اس نے اس کی اجازت دے دی ہے تو یہ جائز ہے اور

نسب جات میں لکھا ہے کہ اجازت شرط نہیں ہے اور کفالہ بہ نفس اور کفالہ بہ مال دونوں میں اختلاف ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ کفالہ ایک ضروری کرنے والا اتصرف ہے پس اس میں ضروری کرنے والا! مستثنیٰ ہوگا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت کی دلیل اسی طرح ہے جبکہ موقوف ہونے کی دلیل وہی ہے جس ہم بیان امان فضولی میں بیان کر چکے ہیں۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ کفالہ میں ملکیت کا حکم ہوتا ہے اور وہ کفیل کی جانب سے مکفول لہ کا مطالبہ کرنے کا مالک بنانا ہے۔ پس یہ حکم کفیل اور مکفول لہ دونوں کے قائم مقام ہو جائے گا جبکہ اس کا یہاں صرف ایک حصہ موجود ہے پس مجلس کے سوا پڑھ بوقوف نہ ہوگا۔

مریض کا اپنے وارث کو کفیل بنانے کا بیان

(أَلَا فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ أَنْ يَقُولَ الْمَرِيضُ لِوَارِثِهِ تَكْفُلْ عَنِّي بِمَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَكْفُلْ بِهِ مَعَ غِيَبَةِ الْغُرَمَاءِ جَازٌ) لِأَنَّ ذَلِكَ وَصِيَّةٌ فِي الْحَقِيقَةِ وَلِهَذَا تَصِحُّ وَإِنْ لَمْ يُسَمَّ الْمَكْفُولُ لَهُمْ، وَلِهَذَا قَالُوا: إِنَّمَا تَصِحُّ إِذَا كَانَ لَهُ مَالٌ أَوْ يُقَالُ إِنَّهُ قَانِمٌ مَقَامَ الطَّالِبِ لِحَاجَتِهِ إِلَيْهِ تَفْرِيفًا لِذِمَّتِهِ وَفِيهِ نَفْعُ الطَّالِبِ فَصَارَ كَمَا إِذَا حَضَرَ بِنَفْسِهِ، وَإِنَّمَا يَصِحُّ بِهَذَا اللَّفْظِ، وَلَا يُشْتَرَطُ الْقَبُولُ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّحْقِيقُ دُونَ الْمُسَاوَمَةِ ظَاهِرًا فِي هَذِهِ الْحَالَةِ فَصَارَ كَالْأَمْرِ بِالنِّكَاحِ، وَلَوْ قَالَ الْمَرِيضُ ذَلِكَ لِأَجَنَبِي اخْتَلَفَ الْمَشَائِخُ فِيهِ.

فرمایا: ہاں البتہ اس کے سوا ایک مسئلہ بھی ہے کہ جب مریض اپنے وارث سے کہے کہ تم میری جانب سے اس قرض کے کفیل بنا جاؤ جو مجھ پر واجب ہے۔ پس جب غرماء کے نہ ہونے کے وقت وہ اس کا کفیل بن گیا ہے تو یہ جائز ہے۔ اس لئے یہ بھی حقیقی طور وصیت ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب کفالہ درست ہے خواہ کفیل مکفول لہ بننے والوں کا نام نہ لے اور اسی لئے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ کفالہ اس وقت درست ہے جب مریض کے پاس مال ہے یا پھر اس سے کہا جائے گا کہ مریض طلب کرنے والے کے قائم مقام ہے کیونکہ وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہونے کے لئے اس کا محتاج ہے اور اس میں طلب کا فائدہ بھی ہے جس طرح جب وہ خود حاضر ہوتا ہے اور اس لفظ سے کفالہ اس لئے درست ہوگا جبکہ قبول شرط نہیں ہے کیونکہ اس کو ثابت کرنے مقصد ہے نہ کہ حالت طہری کے طور پر معاملہ مراد ہے پس یہ امر یہ نکاح کی مثل ہو جائے گا اور جب مریض نے کسی اجنبی شخص سے اس طرح کہا ہے تو اس میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے۔

فوت ہونے والے شخص پر کئی دیون کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ الرَّجُلُ وَعَلَيْهِ دَيُونٌ وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا فَتَكْفُلْ عَنْهُ رَجُلٌ لِلْغُرَمَاءِ لَمْ تَصِحَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَا: تَصِحُّ) لِأَنَّهُ كَفَّلَ بِدَيْنٍ ثَابِتٍ لِأَنَّهُ وَجَبَ لِحَقِّ الطَّالِبِ، وَلَمْ

يُوجَدُ الْمُسْقُطُ وَلِهَذَا يَبْقَى لِي حَقِّي أَحْكَامِ الْآخِرَةِ، وَلَوْ تَبَرَّعَ بِهِ الْإِنْسَانُ بِصَحٍّ، وَكَذَا يَبْقَى إِذَا كَانَ بِهِ كَفِيلٌ أَوْ مَالٌ.

وَلَهُ أَنَّهُ كَفَلَ بِدَيْنٍ سَاقِطٍ لِأَنَّ الدَّيْنَ هُوَ الْفِعْلُ حَقِيقَةٌ وَلِهَذَا يُوصَفُ بِالْوُجُوبِ. لَكِنَّهُ فِي الْحُكْمِ مَالٌ لِأَنَّهُ يَسْتَوْلُ إِلَيْهِ فِي الْمَالِ وَقَدْ عَجَزَ بِنَفْسِهِ وَبِخَلْفِهِ فَفَاتَ عَاقِبَةُ الْإِسْتِيفَاءِ فَيُسْقُطُ ضَرُورَةً، وَالتَّبَرُّعُ لَا يَعْتَمِدُ قِيَامَ الدَّيْنِ، وَإِذَا كَانَ بِهِ كَفِيلٌ أَوْ لَهُ مَالٌ فَخَلَفَهُ أَوْ الْإِفْضَاءُ إِلَى الْآدَاءِ بَاقٍ.

فرمایا: اور جب بندہ فوت ہو گیا اور اس پر کئی دیون تھے اور اس نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا اس کے بعد اس سے قرض وصول کرنے والوں کی طرف کوئی کفیل ہو گیا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ کفالت درست نہیں ہے۔
صاحبین کے نزدیک یہ کفالت درست ہے کیونکہ کفیل نے ایک مثبت قرض کی کفالت کی ہے کیونکہ وہ قرض مملول ہے۔ کے حق کے سبب واجب ہوا ہے اور اس کو ساقط کرنے والا کوئی معاملہ بھی نہیں پایا گیا اور اسی سبب کے پیش نظر وہ آخرت کے حق میں باقی رہنے والا ہے اور جب کسی بندے نے اس کو ادا کرتے ہوئے احسان کیا ہے تو یہ درست ہے اور ہاں یہ قرض اس وقت بھی باقی رہنے والا ہے جب کوئی اس کا کفیل ہو یا میت کا مال کچھ باقی رہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ساقط ہونے والے قرض کا کفیل ہوا ہے کیونکہ حقیقت میں قرض فعل ہے اور اسی سبب سے اس کو وجوب کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے جبکہ حکم میں وہ مال ہے اس لئے کہ باعتبار مال وہ اسی جانب لوٹنے والا ہے اور میت خود تو عاجز آچکا ہے لہذا وصول ہونے والا ذریعہ ختم ہو چکا ہے پس ضرورت کے سبب وہ ساقط ہو جائے گا اور احسان کرنا یہ قرض کو باقی رکھنے پر موقوف نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب قرض کا کفیل موجود ہو یا پھر میت کا مال موجود ہے تو اب میت کا خلیفہ ہونا یا ادا نہیں تک پہنچانا باقی ہے۔

کسی حکم سے ضروری شدہ قرض کے لئے کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ عَنْ رَجُلٍ بِالْفِ عَالِيَهُ بِأَمْرِهِ فَقَضَاهُ الْآلَفَ قَبْلَ أَنْ يُعْطِيَهُ صَاحِبُ الْمَالِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا) لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْقَائِضِ عَلَى اِحْتِمَالِ قَضَائِهِ الدَّيْنَ فَلَا يَجُوزُ الْمُطَالَبَةُ مَا بَقِيَ هَذَا اِلِاْ حَتْمًا، كَمَنْ عَجَّلَ زَكَاتَهُ وَدَفَعَهَا إِلَى السَّاعِي، وَلِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالْقَبْضِ عَلَى مَا تَذَكَّرُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الدَّفْعُ عَلَى وَجْهِ الرِّسَالَةِ لِأَنَّهُ تَمَحَّضَ أَمَانَةً فِي يَدِهِ (وَأِنْ رَسَخَ الْكَفِيلُ فِيهِ فَهُوَ لَا يَتَصَدَّقُ بِهِ) لِأَنَّهُ مَلَكَهُ حِينَ قَبْضِهِ، أَمَّا إِذَا قَضَى الدَّيْنَ قَطَاهِرًا، وَكَذَا إِذَا قَضَى الْمَطْلُوبُ بِنَفْسِهِ وَتَبَتَ لَهُ حَقُّ الْإِسْتِرْدَادِ لِأَنَّهُ وَجَبَ لَهُ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ مِثْلُ مَا وَجَبَ لِلطَّالِبِ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنَّهُ أُخْرِجَتْ الْمُطَالَبَةُ إِلَى وَقْتِ الْآدَاءِ قَرْلَ مَنْزِلَةِ الدَّيْنِ الْمُؤَجَّلِ،

وَلِهَذَا لَوْ أَبْرَأَ الْكَفِيلُ الْمَطْلُوبَ قَبْلَ آدَائِهِ يَصَحُّ، لَكَذَا إِذَا قَبَضَهُ يَمْلِكُهُ إِلَّا أَنْ فِيهِ نَوْعٌ
غُيِّبَ نَبِيَّهُ فَلَا يُعْمَلُ مَعَ الْمِلْكِ فِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِي الْبُيُوعِ

فرمایا اور جب کوئی شخص کسی دوسرے کے حکم سے اس پر ضروری شدہ قرض ایک ہزار کا کفیل بنا اور اس کے بعد کفیل کے مکحول کو ادا کرنے سے پہلے مکحول عنہ نے اس کو ایک ہزار ادا کر دیئے ہیں تو اب اس کفیل سے ایک ہزار واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ قرض کی قضاء کے احتمال پر اس ہزار کے ساتھ قابض کا حق متعلق تھا پس اب جب احتمال باقی ہے اس وقت تک کفیل سے واپس کرنے کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے جس طرح کسی بندے نے اپنی زکوٰۃ میں پھل کرتے ہوئے اس کو پہلے ہی سائی کو دے دیا ہے اور اس لئے بھی کہ قبضہ کے سبب کفیل ہزار کا مالک بن چکا ہے جس طرح ہم بیان کر دیں گے۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب کفیل کو قاصد کے طور پر دینا ہو کیونکہ یہ اس کے قبضہ میں بطور امانت ہی ہے۔

اور قبضہ ہو جانے والے مال میں کفیل قاعدہ اٹھالیا تو وہ اسی کا ہے لہذا کفیل اس کا صدق نہیں کرے گا کیونکہ جب کفیل نے اس پر قبضہ کیا ہے وہ تو اسی وقت سے اس کا مالک ہو چکا ہے ہاں البتہ جب اس نے قرض ادا کر دیا ہے تب بھی اس کا مالک ہونا ظاہر ہو چکا ہے اور اسی طرح کا حکم اس وقت ہوگا جب مکحول عنہ نے یہ ذات خود اس کو ادا کیا ہو اور اس کو واپس لینے کا حق بھی حاصل رہے کیونکہ کفیل کے لئے مکحول عنہ پر اسی کے مثل واجب ہو جائے گا جو مکحول نے پر واجب تھا ہاں ادائیگی کے وقت تک مطالبہ کو مؤخر کیا جاسکتا ہے پس کفیل کے حق کو قرض مؤجل کے مرتبے میں سمجھ لیا جائے گا اور اسی دلیل کے سبب سے مسئلہ بھی ہے کہ جب اس دین کو ادا کرنے سے پہلے کفیل نے مکحول عنہ کو بری کر دیا ہے تو برأت درست ہوگی اور اسی طرح جب کفیل نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا البتہ اس میں ایک طرح خرابی ہے جس کو ہم بعد میں بتا دیں گے۔ لہذا اس کے ہوتے ہوئے ملکیت اس چیز میں مؤثر نہ ہوگی جو متعین نہیں ہوئی ہے اور اس کو ہم کتاب بیوع میں بیان آئے ہیں۔

کفیل کا گندم بیچ کر نفع کمانے کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ الْكَفَالَةُ بِكَبْرِ حِنْطَةٍ فَقَبَضَهَا الْكَفِيلُ فَبَاعَهَا وَرَبِحَ فِيهَا فَالرَّبْحُ لَهُ فِي الْحُكْمِ) لِمَا
بَيَّنَّا أَنَّهُ مَلِكُهُ (قَالَ) : وَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى الَّذِي قَضَاهُ الْكُفْرَ وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ فِي الْحُكْمِ
وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي رِوَايَةِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ
رَحِمَهُمَا اللَّهُ هُوَ لَهُ وَلَا يَرُدُّهُ عَلَى الَّذِي قَضَاهُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْهُ، وَعَنْهُ أَنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِهِ.
لَهُمَا أَنَّهُ رَبِحَ فِي مِلْكِهِ عَلَى التَّوَجُّهِ الَّذِي بَيَّنَّاهُ فَيَسْلَمُ لَهُ.

وَلَهُ أَنَّهُ تَمَكَّنَ الْخُبِّ مَعَ الْمِلْكِ، أَمَّا لِأَنَّهُ بِسَبِيلٍ مِنَ الْإِسْتِرْدَادِ بَانَ يَقْصِيهِ بِنَفْسِهِ، أَوْ لِأَنَّهُ
رَصِيَ بِهِ عَلَى اِعْتِبَارِ قَضَاءِ الْكَفِيلِ، فَإِذَا قَضَاهُ بِنَفْسِهِ لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِهِ وَهَذَا الْخُبُّ يُعْمَلُ
فِيمَا يَتَعَيَّنُ فَيَكُونُ سَبِيلُهُ التَّصَدُّقُ فِي رِوَايَةٍ، وَيَرُدُّهُ عَلَيْهِ فِي رِوَايَةٍ لِأَنَّ الْخُبَّ لِحَقِّهِ، وَهَذَا

أَصَحُّ لِكَيْلِهِ اسْتِخْبَاتٌ لَا جَبْرٌ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ .

۱۱ / اور جب کفالہ میں ایک بوری گندم کی تھی اور کفیل نے اس کو بیچ کر اس سے نفع حاصل کر لیا تو قضاء کے مطابق یہ فائدہ کفیل کے لئے ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ کفیل اس کا مالک ہو جائے گا۔
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے یہ معاملہ پسند ہے کہ کفیل وہ نفع اسی بندے کو واپس کر دے جس نے اس کو گندم دی تھی ہاں البتہ بطور قضاء اس پر واپس کرنا واجب نہیں ہے۔ امام صاحب کے نزدیک یہ حکم جامع صغیر میں اسی طرح ہے۔
صاحبین نے کہا کہ دو نفع کفیل کا ہے اور کفیل اس شخص کو واپس نہ کرے گا جس نے اس کو گندم دی تھی اور ایک روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح ہے جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ اس کو صدقہ کر دے۔
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کفیل اپنی ملکیت سے وہ نفع حاصل کرنے والا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس یہ فائدہ اس کے لئے درست ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ملکیت کے باوجود خرابی پیدا ہو چکی ہے اور وہ اس سبب سے ہے کہ مکفول عنہ کو واپس لینے کا حق ہے یا پھر وہ خود اس کو واپس کر دے یا اس لئے ہے کہ مکفول عنہ کفیل کے ادا کرنے کے اعتبار سے اس کے مالک ہونے پر راضی ہوا تھا ہاں البتہ جب اس نے بذات خود اس کو واپس کر دیا ہے تو وہ کفیل کے مالک ہونے پر راضی نہ ہوا اور یہ خرابی اشیاء میں ہوتی ہے جو متعین نہیں ہوتیں لہذا ایک روایت کے مطابق اس کو صدقہ کرنا ہے اور دوسری روایت کے مطابق کفیل وہ نفع مکفول عنہ کو دیدے۔ کیونکہ مکفول عنہ کے سبب سے خرابی ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے مگر یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں ہے کیونکہ کفیل کے لئے بھی تو حق ثابت ہے۔

مکفول عنہ کا کفیل کو کفالت شدہ چیز پر بیع عینہ کرنے کے حکم کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ عَنْ رَجُلٍ بِأَلْفٍ عَلَيْهِ بِأَمْرِهِ فَأَمْرُهُ الْأَصِيلُ أَنْ يَتَعَيَّنَ عَلَيْهِ حَرِيرٌ أَوْ فَعَلَ
فَالشِّرَاءُ لِلْكَفِيلِ وَالرِّبْحُ الَّذِي رِبْحُهُ الْبَائِعُ فَهُوَ عَلَيْهِ) وَمَعْنَاهُ الْأَمْرُ بِبَيْعِ الْعَيْنَةِ مِثْلُ أَنْ
يُسْتَقْرِضَ مِنْ تَاجِرٍ عَشْرَةُ فَيَتَّابَى عَلَيْهِ وَيَبِيعَ مِنْهُ ثَوْبًا يُسَاوِي عَشْرَةَ بِخُمُسَةِ عَشَرَ مَثَلًا
رَغْبَةً فِي نَيْلِ الزِّيَادَةِ لِبَيْعِهِ الْمُسْتَقْرِضَ بِعَشْرَةٍ وَيَتَحَمَّلَ عَلَيْهِ خُمُسَةً؛ سُمِّيَ بِهِ لِمَا فِيهِ مِنْ
الْإِعْرَاضِ عَنِ الدَّيْنِ إِلَى الْعَيْنِ، وَهُوَ مَكْرُوهٌ لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِعْرَاضِ عَنْ مَبْرَةِ الْأَقْرَاضِ
مُطَاوَعَةً لِمَذْمُومِ الْبُخْلِ .

ثُمَّ قِيلَ : هَذَا ضَمَانٌ لِمَا يَخْسَرُ الْمُشْتَرِي نَظَرًا إِلَى قَوْلِهِ عَلَى وَهُوَ فَاسِدٌ وَلَيْسَ بِتَوْكِيلٍ
وَقِيلَ هُوَ تَوْكِيلٌ فَاسِدٌ ؛ لِأَنَّ الْحَرِيرَ غَيْرُ مُتَعَيَّنٍ، وَكَذَا الثَّمَنُ غَيْرُ مُتَعَيَّنٍ لِجَهَالَةِ مَا رَآهُ عَلَى
الدَّيْنِ، وَكَيْفَمَا كَانَ فَالشِّرَاءُ لِلْمُشْتَرِي وَهُوَ الْكَفِيلُ وَالرِّبْحُ : أَيُّ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ الْعَاقِدُ

فرمایا: اور جب کسی بندے نے دوسرے کی جانب سے اس کے حکم کے مطابق اس پر ضروری شدہ ایک ہزار درہم کی کفالت کی اس کے بعد مکفول عنہ نے کفیل کو حکم دیا کہ وہ اس پر ریشم کی بیج عینہ کر لے پس کفیل نے اسی طرح کر دیا تو پس یہ خریداری کفیل ہی کے لئے ہوگی وہ فائدہ جو بیچنے والے نے کمایا ہے وہ بھی کفیل پر ہوگا اور اس کا حکم بیج عینہ کا حکم دینے والا ہے جس طرح کسی تاجر سے دس درہم قرض طلب کیا اور اسے انکار کر دیا اور قرض وصول کرنے والے کے ہاتھ سے زیادتی حاصل کرنے کے لئے پندرہ درہم میں ایسا کپڑا بیچ دیا جو دس درہم کے برابر تھا تا کہ مستقرض آدمی اس کو دس درہم میں بیچ کر خود نقصان برداشت کرے اور اس میں بیج کا نام عینہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں دین سے عین کی جانب پھر جانا ہے اور بیج عینہ مکروہ ہے کیونکہ قرض دینے سے اعراض کرتے ہوئے کنجوسی کی جانب جانا ہے جو مکروہ ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکفول عنہ کے قول ”علی“ کے سبب اس نقصان کا ضمان ہے جس کو خریدار برداشت کرے گا جبکہ یہ فاسد ہے اور یہ توکیل بھی نہیں ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ توکیل فاسد ہے کیونکہ ریشم معین نہیں ہے ہاں جبکہ شمن بھی مجہول ہے کیونکہ قرض پر جو مقدار زیادہ ہے وہ مجہول ہے اور جس طرح بھی ہوگا خریداری تو خریدار پر ہے اور وہ کفیل ہے۔ لہذا زیادتی بھی اسی پر ہوگی کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے۔

مدعی کی کفیل پر گواہی پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ عَنْ رَجُلٍ بِمَا ذَابَ لَهُ عَلَيْهِ أَوْ بِمَا قَضَى لَهُ عَلَيْهِ فَعَابَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ فَأَقَامَ الْمُدَّعِيُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْكَفِيلِ بِأَنَّهُ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ أَلْفٌ دِرْهَمٍ لَمْ تُقْبَلْ بَيِّنَتُهُ) لِأَنَّ الْمَكْفُولَ بِهِ مَالٌ مُقَضًى بِهِ وَهَذَا فِي لَفْظَةِ الْقَضَاءِ ظَاهِرٌ، وَكَذَا فِي الْأُخْرَى لِأَنَّ مَعْنَى ذَابَ تَقَرَّرَ وَهُوَ بِالْقَضَاءِ أَوْ مَالٌ يُقَضَى بِهِ وَهَذَا مَاضٍ أُرِيدَ بِهِ الْمُسْتَأْنَفُ كَقَوْلِهِ : أَطَالَ اللَّهُ بَقَاءَهُ لَكَ فَالِدَعْوَى مُطْلَقٌ عَنْ ذَلِكَ فَلَا تَصِحُّ.

اور جب کوئی آدمی کسی بندے کی جانب سے کفیل ہو اس چیز کو جو اس پر ثابت ہے یا ایسی چیز کا کفیل ہو جس پر مکفول عنہ کے لئے کوئی فیصلہ کیا گیا ہو اس کے بعد مکفول عنہ غائب ہو گیا اور مدعی نے کفیل پر گواہی پیش کر دی کہ مکفول عنہ پر ایک ہزار درہم ہیں تو مدعی کی گواہی قبول نہ کی جائے گی کیونکہ مکفول بہ ایسا مال ہے جس کو فیصلہ کر دیا گیا ہے جبکہ لفظ قضاء میں ظاہری طور پر یہی ہے اور دوسری صورت میں بھی اسی طرح ہے اس لئے کہ ذاب کا معنی ثابت ہوتا ہے اور وہ ثبوت قضاء کے ذریعے ہوگا یا اس طرح کا مال ہو جس کا فیصلہ کر دیا گیا ہو اور یہ ایسی ماضی ہے جس سے مستقبل مراد ہو جس طرح قول کا یہ قول بھی ہے ”أَطَالَ اللَّهُ بَقَاءَهُ لَكَ“ جبکہ دعوی اس سے علی الاطلاق ہے کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

کفیل اور مکفول عنہ دونوں پر مال کا فیصلہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ أَنَّ لَهُ عَلَى فُلَانٍ كَذَا وَأَنَّ هَذَا كَفِيلٌ عَنْهُ بِأَمْرِهِ فَإِنَّهُ يُقَضَى بِهِ عَلَى الْكَفِيلِ)

وَعَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ، وَإِنْ كَانَتْ الْكِفَالَةُ بِغَيْرِ أَمْرِهِ يُقْضَى عَلَى الْكَفِيلِ خَاصَّةً، وَإِنَّمَا تُقْبَلُ
لِأَنَّ الْمَكْفُولَ بِهِ مَالٌ مُطْلَقٌ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ، وَإِنَّمَا يَخْتَلِفُ بِالْأَمْرِ وَعَدَمِهِ لِأَنَّهُمَا يَتَغَايَرَانِ،
لِأَنَّ الْكِفَالَةَ بِأَمْرِ تَبَرُّعٍ ابْتِدَاءً وَمُعَاوَضَةً انْتِهَاءً، وَبِغَيْرِ أَمْرِ تَبَرُّعٍ ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً، فَبِدَعْوَاهُ
أَحَدُهُمَا لَا يُقْضَى لَهُ بِالْآخِرِ، وَإِذَا قُضِيَ بِهَا بِالْأَمْرِ ثَبَتَ أَمْرُهُ، وَهُوَ يَتَضَمَّنُ الْإِفْرَارَ بِالْمَالِ
فَيَصِيرُ مَقْضِيًّا عَلَيْهِ، وَالْكَفَالَةُ بِغَيْرِ أَمْرِهِ لَا تَمَسُّ جَانِبَهُ لِأَنَّهُ تَعْتَمِدُ صِحَّتُهَا قِيَامَ الدَّيْنِ فِي
رُغْمِ الْكَفِيلِ فَلَا يَتَعَذَّى إِلَيْهِ، وَفِي الْكِفَالَةِ بِأَمْرِهِ يَرْجِعُ الْكَفِيلُ بِمَا آدَى عَلَى الْأَمْرِ.
وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَرْجِعُ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا أَنْكَرَ فَقَدْ ظَلَمَ فِي رُغْمِهِ فَلَا يَظْلِمُ غَيْرَهُ وَنَحْنُ
نَقُولُ صَارَ مُكْذَّبًا شَرْعًا فَكُلَّ مَا رَزَعَهُ.

اور جب کسی شخص نے گواہی قائم کر دی کہ فلاں شخص پر اس کا اتنا مال ہے اور یہ بندہ اس فلاں آدمی کی جانب سے
اس کے حکم سے اس کا کفیل ہوا ہے۔ تو کفیل اور مکفول دونوں پر اس مال کا فیصلہ کیا جائے گا اور جب کفالہ مکفول عنہ کے حکم سے نہ ہو
تو صرف کفیل پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اور یہ گواہی اس لئے قبول کی جائے گی۔ کیونکہ مکفول پہ مطلق طور پر مال ہے یہ خلاف اس صورت
کے بیان میں گزر چکی ہے اور اسی سبب سے حکم یہ کفالہ ہونے یا نہ ہونے سے حکم میں اختلاف ہے کیونکہ دونوں میں تغایر ہے کیونکہ
کفالہ بہ امر یہ ابتدائی طور پر احسان ہے اور انتہائی طور پر بدلہ ہے جبکہ کفالہ جو حکم کے بغیر ہو وہ ابتدائی و انتہائی دونوں اعتبار سے احسان
ہے پس مدعی کا ان میں سے ایک کا دعویٰ کرنے سے اس کے لئے دوسرے کے لئے فیصلہ نہ کیا جائے گا اور جب کفالہ بہ امر کا فیصلہ
کر دیا گیا ہے تو مکفول عنہ کا حکم دینا ثابت ہو جائے گا اور حکم دینا یہ مال کے اقرار کو ضروری کرنے والا ہے پس یہ اسی پر کیے گئے فیصلہ
کی طرف ہو جائے گا۔ حالانکہ کفالہ جو بغیر حکم کے ہو وہ مکفول عنہ کی جانب جانے والا نہیں ہے کیونکہ کفیل کے خیال کے مطابق کفالہ
دین کو باقی رکھنے پر منحصر ہے۔ پس فرض مکفول عنہ کی جانب متحدی نہ ہوگا۔ اور کفالہ بہ امر میں کفیل امر سے ادا شدہ کو واپس لے گا۔
حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ واپس نہ لے گا کیونکہ جب کفیل نے کفالہ کا انکار کیا ہے تو وہ اپنے خیال میں مظلوم ہے
کیونکہ وہ اپنے سوا پر ظلم کرنے والا نہیں ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ کفیل شرعی طور پر رد کر دیا گیا ہے پس جو اس سے خیال میں تہ وہ بھی
باطل ہو چکا ہے۔

مکان کی بیع پر کفیل بہ درک ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا وَكَفَلَ رَجُلٌ عَنْهُ بِالدَّرَكِ فَهُوَ تَسْلِيمٌ) لِأَنَّ الْكِفَالَةَ لَوْ كَانَتْ مَشْرُوطَةً
فِي الْبَيْعِ فَتَمَامُهُ بِقَبُولِهِ، ثُمَّ بِالْذَّغْوَى يَسْعَى فِي نَقْضِ مَا تَمَّ مِنْ جِهَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَشْرُوطَةً
فِيهِ فَالْمُرَادُ بِهَا أَحْكَامُ الْبَيْعِ وَتَرْغِيبُ الْمُشْتَرِي فِيهِ إِذْ لَا يَرْعَبُ فِيهِ دُونَ الْكِفَالَةِ فَتَزَلُ
مَنْرِلَةً الْإِفْرَارِ بِمِلْكِ الْبَائِعِ.

۱۲۱ فرمایا۔ اور جب کسی بندے نے مکان بیچ دیا اور بیچنے والے کی طرف سے کوئی بندہ وکیل پہ درکن بن گیا تو یہ سپرد کرنا ہے کیونکہ کفیل جب بیع میں بطور شرط ہے تو بیع کی تکمیل کفیل کے قبول کرنے پر ہوگی۔ اس کے بعد دعویٰ کرتے ہوئے کفیل اس چیز و توزن کی کوشش کرنے والا ہے جو اس کی جانب سے مکمل ہو جائے گی۔ اور جب بیع میں کفالہ مشروط نہ ہو تو اب اس سے بیع کا پکا کرنا اور خریدار کو اس میں رغبت دلانا مقصود ہوگا کیونکہ کفالہ کرنے کے بغیر خریدار اس میں رغبت نہ کرے گا پس اس کو بیچنے والے کی ملکیت کے اقرار کے درجے میں سمجھ لیا جائے گا۔

محض شہادت و مہر سے عدم تسلیم کا بیان

قَالَ (وَلَوْ شَهِدَ وَخْتَمَ وَلَمْ يَكْفُلْ لَمْ يَكُنْ تَسْلِيمًا وَهُوَ عَلَى دَعْوَاهُ) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ لَا تَكُونُ مَشْرُوطَةً فِي الْبَيْعِ وَلَا هِيَ بِإِقْرَارٍ بِالْمِلْكِ لِأَنَّ الْبَيْعَ مَرَّةً يُوجَدُ مِنَ الْمَالِكِ وَتَارَةً مِنْ غَيْرِهِ، وَلَعَلَّهُ كَتَبَ الشَّهَادَةَ لِيَحْفَظَ الْحَادِثَةَ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ، قَالُوا : إِذَا كَتَبَ فِي الصَّكِّ بَاعَ وَهُوَ يَمْلِكُهُ أَوْ بَيْعًا بَاتًا نَاهِيًا وَهُوَ كَتَبَ شَهِدَ بِذَلِكَ فَهُوَ تَسْلِيمٌ، إِلَّا إِذَا كَتَبَ الشَّهَادَةَ عَلَى إِقْرَارِ الْمُتَعَالِدِينَ .

اور جب کسی شخص نے (مکان ہونے میں) گواہی قائم کی اور اس پر مہر لگوا لی تو وہ کفیل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ سپرد نہیں کیا گیا۔ جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے۔ کیونکہ شہادت بیع میں مشروط نہیں ہے۔ اور نہ اقرار ملکیت میں شرط ہے کیونکہ بیع کبھی بیچنے والا اور کبھی غیر بیچنے والا سے کی جاتی ہے۔ (جس طرح وکیل وغیرہ ہیں) جبکہ شہادت کو لکھوانا یہ تو کسی واقعہ کی حفاظت کے لئے ہوا کرتا ہے یہ خلاف اس مسئلہ کے جو گزرا ہے۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ جب کسی نے صک کی بیع اور وہ اس کا مالک ہو یا بیع تک وہ جاری ہو گیا اور اس کی گواہی نکھی گئی تو وہ حوالے کرنا ہے۔ مگر جب دونوں عقد کرنے والوں کے اقرار پر گواہی نکھی گئی ہو۔

فصل فی الضمان

﴿یہ فصل ضمان کے بیان میں ہے﴾

فصل ضمان کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل کو کفالت کی کتاب میں بیان کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ضمانت بھی کفالت ہی ایک نوع ہے اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ کفالت عامہ یا کلی مفہوم سے الگ ایک نوٹ ہے۔ لہذا یہ فرد کے مرتبے میں ہوئی اور اصول کے مطابق ذات شئی مقدم جبکہ اس کا فرد اس سے مؤخر ہوتا ہے۔ اور اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس میں کفالت کے مفہوم سے بعض مسائل مختلف بیان ہوں گے۔ پس اس کو الگ ذکر کرنا لازم تھا۔ جامع صغیر میں ضمان کو زمان لکھا گیا ہے۔ یعنی بعض فقہاء اس کو زمان کے لفظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

ضمان کے لغوی مفہوم کا بیان

مضمون وہ ہے کہ جس کی ضمانت اور ذمہ لیا گیا ہو۔ یہ اسم مفعول ہے۔ اس کا اسم فاعل ضامن ہے ضامن، ضمانت، ضامن، تضمین، مضتمن اور مضتمن اسی سے مشتق ہیں۔

اس میں قاعدہ اور قانون یہ ہوگا کہ: جو کوئی زیادتی و ظلم اور کمی کوتاہی کرے تو ضامن ہوگا اور اگر اس میں کوئی کمی و کوتاہی اور ظلم و زیادتی نہیں کرتا تو ضامن نہیں ہوگا۔

ضمان کے شرعی ماخذ کا بیان

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ ہر چیز کا نفع اسی کے لیے ہے جو اس کا ضامن ہو۔ یہ حدیث حسن ہے اور کئی سندوں سے منقول ہے اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول، حدیث نمبر 1305)

(۲) محمد بن عبدالرحمن، فرماتے ہیں کہ ایک غلام کو خریدنے میں، میں اور دوسرے لوگ مشترک تھے، میں نے اس سے کچھ خدمت لینا شروع کی جبکہ کچھ شرکاء غائب تھے (ان کو اطلاع دے بغیر یہ کام کیا) جو شریک غائب تھا اس نے مجھ سے نزاع کیا اور اپنے حصہ میں جھگڑنے لگا اور قاضی کے پاس دعویٰ کار دیا قاضی نے مجھے حکم دیا کہ اس کا حصہ واپس کر دوں میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا معاملہ ان سے بیان کیا حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اس قاضی کے پاس آئے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ منافع ضامن کو ملے گا (جو نقصان کا ذمہ دار ہوگا وہی منافع کا ذمہ دار

ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 116)

(۳) شریح بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے ابوامامہ بنی سؤ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے - پ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا فرمایا ہے لہذا وارث کے واسطے کوئی وصیت نہیں رکھی اور نہ ہی عورت اپنے گھر سے کوئی چیز شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کر سکتی ہے کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا بھی نہیں دے سکتی؟ فرمایا کہ وہ وہ ہمارے مالوں میں افضل ہے فرمایا کہ عاریہ کو واپس کرنا ضروری ہے مٹھ لوٹائی جائے گی اور دین ادا کیا جائے گا اور ضمانت ضمانت دینے کا پابند ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 172)

(۴) ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے غلام خرید اوہ غلام جب تک خدا کو منظور تھا اس شخص کے پاس رہا پھر اس نے کوئی عیب غلام میں پایا، وہ اس معاملہ کا قاضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو بیچنے والے کو واپس کر دیا، بیچنے والا کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خریدار نے میرے غلام سے فائدہ اور نفع اٹھایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافع ضمان کے ساتھ ہیں جو ضمان ہوگا نقصان کا وہی منافع حاصل کرے گا، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس سند کوئی اعتبار نہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 117)

(۵) حضرت ابوامامہ باہلی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے سنا ضمان جواب دہ ہے اور قرض ادا کرنا چاہیے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 563)

مطالبہ کو ضروری کرنے کا نام کفالہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ لِرَجُلٍ ثَوْبًا وَضَمِنَ لَهُ الثَّمَنَ أَوْ مُضَارِبَ ضَمَنِ ثَمَنٍ مَتَاعِ رَبِّ الْمَالِ فَالضَّامَنُ بَاطِلٌ) لِأَنَّ الْكَفَالَةَ الْإِثْرَامُ الْمُطَالَبَةُ وَهِيَ إِلَيْهِمَا فَيَصِيرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ضَامِنًا لِنَفْسِهِ، وَلِأَنَّ الْمَالَ أَمَانَةٌ فِي أَيْدِيهِمَا وَالضَّامَنُ تَغْيِيرٌ لِحُكْمِ الشَّرْعِ فَبُرْدٌ عَلَيْهِ كَمَا شَرِطَاطُهُ عَلَى الْمُوَدَّعِ وَالْمُسْتَعِيرِ (وَكَذًا رَجُلَانِ بَاعَا عَبْدًا صَفْقَةً وَاحِدَةً وَضَمِنَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ حِصَّتَهُ مِنَ الثَّمَنِ) لِأَنَّهُ لَوْ صَحَّ الضَّامَنُ مَعَ الشَّرِكَةِ يَصِيرُ ضَامِنًا لِنَفْسِهِ، وَلَوْ صَحَّ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ خَاصَّةً يُؤَدَّى إِلَى قِسْمَةِ الدَّيْنِ قَبْلَ قَبْضِهِ وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَا بِصَفْقَتَيْنِ لِأَنَّهُ لَا شَرِكَةَ، إِلَّا تَرَى أَنَّ لِلْمُسْتَرِي أَنْ يَقْبَلَ نَصِيبَ أَحَدِهِمَا وَيَقْبِضَ إِذَا نَقَدَ ثَمَنَ حِصَّتِيهِ وَإِنْ قَبِلَ الْكُلَّ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے دوسرے کے لئے کپڑے کا ایک تھان بیچ دیا اور اس کی قیمت کا ضمان ہو گیا یا پھر کوئی مضارب، رب المال کے سامان کا ضمان ہو گیا تو ضمان باطل ہو جائے گی کیونکہ مطالبہ کو ضروری کرنے کا نام کفالہ ہے اور مطالبہ کا حق بھی تک دونوں کے لئے ہے پس ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کا ضمان ہوگا کیونکہ مال ان کے قبضہ میں بطور امانت سے اور

ضمان سے شرعی حکم کو تبدیل کرنا ضروری آتا ہے پس اسکو اسی پر لوٹا دیا جائے گا جس طرح مودع اور مستعیر پر شرط لگانا ہے۔ اور اسی طرح جب دو بندوں نے ایک ہی معاملہ میں ایک غلام کو بیچ دیا اور ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے لئے اس کے حصہ قیمت کا ضامن ہو گیا ہے کیونکہ شرکت کے ساتھ ضمان صحیح ہوتا ہے لہذا وہ شخص اپنے نفس کے لئے ضامن ہوگا لہذا خاص طور پر وہ اس کے ساتھی کے حصے میں درست ہوگا تو اس طرح قبضہ سے پہلے دین کی تقسیم ضروری آئے گی جبکہ یہ جائز نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے جب ان دونوں نے دو عقدوں کے مطابق اس کو بیچا ہو کیونکہ اب شرکت نہ ہوئی کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ خریدار کے لئے ان میں سے ایک حصہ قبول کرنے سے کیا اختیار ہے۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ جب اس کے حصہ کی قیمت ادا کر دیتا ہے تو وہ اس پر قبضہ کر لے خواہ اس نے پورے کی بیع قبول کی ہے۔

خراج و نوائب کی طرف ضامن ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ضَمِنَ عَنْ آخَرَ خَرَجَهُ وَنَوَائِبَهُ وَفَسَمَتَهُ فَهُوَ جَائِزٌ. أَمَّا الْخَرَاجُ فَقَدْ ذَكَرْنَاهُ وَهُوَ يُخَالِفُ الزَّكَاةَ، لِأَنَّهَا مُجَرَّدُ فِعْلٍ وَلِهَذَا لَا تُزَادِي بَعْدَ مَوْتِهِ مِنْ قَرْنَيْهِ إِلَّا بِوَصِيَّةٍ. وَأَمَّا النَّوَائِبُ، فَإِنْ أُريدَ بِهَا مَا يَكُونُ بِحَقِّ كَكْرِي النَّهْرِ الْمُشْتَرِكِ وَآجِرِ الْحَارِسِ وَالْمُوظَّفِ لِتَجْهِيزِ الْجَيْشِ وَفِدَاءِ الْأَسَارِ وَغَيْرِهَا جَازَتْ الْكِفَالَةُ بِهَا عَلَى الْإِتِّفَاقِ، وَإِنْ أُريدَ بِهَا مَا لَيْسَ بِحَقِّ كَالْجَبَايَاتِ فِي زَمَانِنَا فَفِيهِ اخْتِلَافُ الْمَشَايخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ، وَمِمَّنْ يَمِيلُ إِلَى الصَّحِيحَةِ الْأَمَامُ عَلِيُّ الْبَزْدَوِيُّ، وَأَمَّا الْقِسْمَةُ فَقَدْ قِيلَ: هِيَ النَّوَائِبُ بِعَيْنِهَا أَوْ حِصَّةٌ مِنْهَا وَالرِّوَايَةُ بَأَوٍ، وَقِيلَ هِيَ النَّائِبَةُ الْمُوظَّفَةُ الرَّائِبَةُ، وَالْمُرَادُ بِالنَّوَائِبِ مَا يَنْوِبُهُ غَيْرُ رَاتِبٍ وَالْحُكْمُ مَا بَيَّنَّاهُ.

فرمایا: اور جب کوئی بندہ دوسرے کی جانب سے اس کے خراج اور نوائب اور اسکی باری کا ضامن ہو تو یہ ضمانت جائز ہے۔ ہاں خراج کو تو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور خراج زکوٰۃ سے الگ ہے کیونکہ زکوٰۃ صرف عمل ہے اسی دلیل کے سبب وہ وصیت کے بغیر کسی انسان کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے ترکہ ادا نہیں کی جاتی۔

ہاں البتہ نوائب جو ہیں تو ان سے مراد وہ ہیں جو کسی کے حق کے سبب سے ہوں جس طرح مشترکہ طور پر نہر کی کھودائی ہے جو کیداری کی تنخواہ ہے اور قیدیوں کو رہا کرانے کے لئے مقرر ہے تو ایسے نوائب میں کفالت بہ اتفاق جائز ہے۔ اور جب ایسے نوائب مراد ہوں جو ناحق ہوں جس طرح ہمارے دور میں ٹیکس (جائز) ہیں تو اس میں مشائخ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے درحقیقت بزودوی اس کے قائلین میں سے ہیں۔ اور جہاں تک قسمت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ عینہ نوائب یہ ہے یا پھر یہ نوائب کا ایک حصہ ہے اور روایت میں لفظ "او" کے ساتھ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نائب ہے جو مقرر کردہ اور ثابت شدہ ہو۔ اور نوائب سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کو اچانک پیش آنے والی ہے اور اس کا حکم وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

فوری واجب الاداء میں مدعی کے قول کے اعتبار کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِأَخْرَجَكَ عَلَى مِائَةِ إِلَى شَهْرٍ وَقَالَ الْمُقَرَّرُ لَهُ هِيَ حَالَةٌ، فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُدْعَى، وَمَنْ قَالَ ضَمِنْتُ لَكَ عَنْ فُلَانٍ مِائَةً إِلَى شَهْرٍ وَقَالَ الْمُقَرَّرُ لَهُ هِيَ حَالَةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الضَّامِنِ، وَرَجُّهُ الْفَرْقُ أَنَّ الْمُقَرَّرَ أَقْرَبُ بِالذِّنِّ).

تَمَّ ادْعَى حَقًّا لِنَفْسِهِ وَهُوَ تَأْخِيرُ الْمُطَالَبَةِ إِلَى أَجَلٍ وَفِي الْكِفَالَةِ مَا أَقْرَبُ بِالذِّنِّ لِأَنَّهُ لَا دِينَ عَلَيْهِ فِي الصَّحِيحِ، وَإِنَّمَا أَقْرَبُ بِمُجَرَّدِ الْمُطَالَبَةِ بَعْدَ الشَّهْرِ، وَلِأَنَّ الْأَجَلَ فِي الدُّيُونِ عَارِضٌ حَتَّى لَا يَثْبُتَ إِلَّا بِشَرْطٍ فَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ مَنْ أَنْكَرَ الشَّرْطَ كَمَا فِي الْخِيَارِ، أَمَّا الْأَجَلُ فِي الْكِفَالَةِ فَنَسْخٌ مِنْهَا حَتَّى يَثْبُتَ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ بِأَنَّ كَانَ مُؤَجَّلًا عَلَى الْأَصِيلِ، وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ الْحَقَّ الثَّانِي بِالْأَوَّلِ، وَأَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيمَا يُرَوَّى عَنْهُ الْحَقَّ الْأَوَّلَ بِالثَّانِي وَالْفَرْقُ قَدْ أَوْضَحْنَاهُ.

اور جس بندے نے دوسرے آدمی سے کہا کہ تمہارے مجھ پر ایک مہینے کی ادھار پر ایک سو درہم باقی ہیں اور مقررہ نے کہا کہ بہر حال وہ واجب الاداء ہیں تو مدعی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب کسی شخص نے کہا کہ میں فلاں کی جانب سے تمہارے لئے ایک مہینے کی ادھار پر سو درہم کا ضامن ہوں مگر مقررہ نے کہا کہ وہ فوری طور پر واجب ہیں تو ضامن کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ مقررہ نے قرض کا اقرار کرنے کے بعد اپنے لئے ایک حق کا دعویٰ کیا ہے اور وہ حق دعویٰ کو ایک مدت تک مؤخر کرنا ہے اور جب کفالہ میں مقررہ نے دین کا اقرار نہ کیا ہو۔ کیونکہ قول صحیح کے مطابق اس پر دین نہیں ہے اور جب اس نے ایک مہینے کے بعد صرف مطالبہ کا اقرار کیا ہے کیونکہ دیون میں میعاد ایک عارضی چیز ہے حتیٰ کہ شرط کے بغیر میعاد ثابت ہونے والی نہیں ہے۔ پس اسی بندے کا قول معتبر ہوگا جو شرط کا انکار کرنے والا ہے جس طرح خیال میں ہوتا ہے۔

البتہ جو میعاد کفالہ میں ہے تو وہ اس کی ایک ہی قسم ہے حتیٰ کہ شرط کے بغیر ہی کفالہ میعاد ثابت ہو جاتی ہے اس طریقے کے مطابق کہ اصیل پر دین میعاد کی ہو۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے دوسرے کو اول کے ساتھ ملایا ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق اول کو دوسرے سے دیا ہے اور ان کے فرق کو ہم نے بڑی توضیح کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

باندی کے خریدار کے لئے کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَكَفَّلَ لَهُ رَجُلٌ بِالدَّرَكِ فَاسْتَحَقَّتْ لَمْ يَأْخُذْ الْكَفِيلَ حَتَّى يُقْضَى لَهُ بِالشَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ) لِأَنَّ بِمُجَرَّدِ الْإِسْتِحْقَاقِ لَا يَنْتَقِضُ الْبَيْعُ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مَا لَمْ يُقْضَ

لَهُ بِالثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ فَلَمْ يَجِبْ لَهُ عَلَى الْأَصِيلِ رَدُّ الثَّمَنِ فَلَا يَجِبُ عَلَى الْكَفِيلِ، بِخِلَافِ الْقَضَاءِ بِالْحُرِّيَّةِ لِأَنَّ الْبَيْعَ يَبْطُلُ بِهَا لِعَدَمِ الْمَحَلِّيَّةِ فَيَرْجِعُ عَلَى الْبَائِعِ وَالْكَفِيلِ .
وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَبْطُلُ الْبَيْعُ بِالِاسْتِحْقَاقِ، فَعَلَى قِيَاسِ قَوْلِهِ يَرْجِعُ بِمَجْرَدِ الْإِسْتِحْقَاقِ وَمَوْضِعُهُ أَوَائِلُ الزِّيَادَاتِ فِي تَرْتِيبِ الْأَصْلِ .

اور جب کسی بندے نے کوئی باندی خریدی اور اس کے بعد کوئی بندہ اس کا کفیل بہ بدرک بن گیا اور اس کے بعد وہ باندی مستحق نکلی تو خریدار کفیل سے نہ لے گا حتیٰ کہ اس کے لئے بیچنے والا پر قیمت کا فیصلہ نہ کر دیا جائے۔ کیونکہ ظاہر الروایت کے مطابق محض حق کے ساتھ بیع نہیں ٹوٹا کرتی جب تک کہ بیچنے والا پر قیمت کا فیصلہ نہ کر دیا جائے۔ پس جب اصل یعنی بیچنے والا پر ثمن واپس کرنا واجب نہ رہا تو اس کا وجوب کفیل پر بھی نہ ہوگا۔ خلاف آزادی کے فیصلہ کے۔ کیونکہ محل کے معدوم ہونے کے سبب قضاء کے طور پر حریت سے بیع باطل ہو جاتی ہے۔ پس خریدار بیچنے والا اور کفیل دونوں پر رجوع کرنے والا ہوگا۔
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حق کے سبب بیع باطل ہو جائے گی تو آپ کے قول پر صرف قیاس کرتے ہوئے حق سے خریدار رجوع کرے گا۔ اور اس مسئلہ کو زیادات کے شروع میں اصلی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

عہدہ کے ضامن ہونے کا بیان

(وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَضَمَّنَ لَهُ رَجُلٌ بِالْعَهْدَةِ فَالضَّمَانُ بَاطِلٌ) لِأَنَّ هَذِهِ اللَّفْظَةَ مُشْتَبِهَةٌ قَدْ تَقَعُ عَلَى الصَّكِّ الْقَدِيمِ وَهُوَ مِلْكُ الْبَائِعِ فَلَا يَصِحُّ ضَمَانُهُ، وَقَدْ تَقَعُ عَلَى الْعَقْدِ وَعَلَى حُقُوفِهِ وَعَلَى الذَّرَكِ وَعَلَى الْخِيَارِ، وَلِكُلِّ ذَلِكَ وَجْهٌ فَتَعَدَّرَ الْعَمَلُ بِهَا، بِخِلَافِ الذَّرَكِ لِأَنَّهُ اسْتُعْمِلَ فِي ضَمَانِ الْإِسْتِحْقَاقِ عُرْفًا، وَلَوْ ضَمِنَ الْخَلَاصَ لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنْ تَخْلِيصِ الْمَبِيعِ وَتَسْلِيمِهِ لَا مَحَالَةَ وَهُوَ غَيْرُ قَادِرٍ عَلَيْهِ، وَعِنْدَهُمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الذَّرَكِ وَهُوَ تَسْلِيمُ الْبَيْعِ أَوْ قِيَمَتِهِ فَصَحَّ .

اور جب کسی بندے نے غلام خرید اس کے بعد ایک آدمی اس کے لئے عہدہ کا ضامن ہو گیا ہے تو یہ ضمان باطل ہوگا کیونکہ یہ لفظ مشکوک ہے کیونکہ کبھی پرانی دستاویز پر بولا جاتا ہے۔ جبکہ وہ بیچنے والے کی ملکیت میں ہو کیونکہ اس کا ضمان صحیح نہیں ہوتا اور اسی طرح کبھی یہ لفظ عقد پر اور کے حقوق، درک اور خیار پر بھی بولا جاتا ہے اور ہر ایک کے لئے دلیل موجود ہے پس اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ بہ خلاف درک کے کیونکہ یہ عرف عام میں ضمان کے حق میں استعمال ہوتا ہے۔

اور جب کوئی خلاص کا ضامن ہو تو امام صاحب کے نزدیک یہ ضمان درست نہیں ہے کیونکہ یہ یقینی طور پر بیع کو خالص کر کے حوالے کرنے کا نام ہے۔ جبکہ کفیل اس پر قادر نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک لفظ خلاص درک کے درجے میں سمجھا جاتا ہے اور وہ بیع یا اس کی قیمت کو حوالے کر دینا ہے کیونکہ ضمان صحیح ہے۔

بَابُ كَفَالَةِ الرَّجُلَيْنِ

﴿یہ باب دو آدمیوں کے درمیان کفالت کے بیان میں ہے﴾

باب کفالہ رجلاں کی فقہی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے کفالت کا بیان مفرد شخص کے بارے میں تھا یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ دو اشخاص کے درمیان کفالت سے متعلق شرعی احکام کو بیان کریں گے اور اس باب کی فقہی مطابقت واضح ہے کہ مفرد ہمیشہ حشیہ کے مقابلے میں مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہذا احکام کفالت مفرد کو احکام کفالت دو اشخاص پر مقدم ذکر کیا ہے۔

اس کی فقہی مطابقت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ احکام کفالت میں مفرد اصل ہے جبکہ دو آدمیوں کے درمیان کفالت یہ اس کی فرع ہے اور فرع ہمیشہ مؤخر ہوا کرتی ہے۔

دو آدمیوں کے درمیان کفالت کرنے کا بیان

(وَإِذَا كَانَ الذَّيْنُ عَلَى اثْنَيْنِ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهِ كَمَا إِذَا اشْتَرَى عَبْدًا بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ وَكَفَلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ فَمَا آدَى أَحَدُهُمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى شَرِيكِهِ حَتَّى يَزِيدَ مَا يُؤَدِّيهِ عَلَى النِّصْفِ فَيَرْجِعَ بِالزِّيَادَةِ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي النِّصْفِ أَصِيلٌ وَفِي النِّصْفِ الْآخَرِ كَفِيلٌ، وَلَا مُعَارَضَةَ بَيْنَ مَا عَلَيْهِ بِحَقِّ الْأَصَالَةِ وَبِحَقِّ الْكِفَالَةِ، لِأَنَّ الْأَوَّلَ ذَيْنِ وَالثَّانِيَ مُطَالَبَةً، ثُمَّ هُوَ تَابِعٌ لِلأَوَّلِ فَيَقَعُ عَنْ الْأَوَّلِ، وَفِي الزِّيَادَةِ لَا مُعَارَضَةَ فَيَقَعُ عَنْ الْكِفَالَةِ، وَلِأَنَّهُ لَوْ وَقَعَ فِي النِّصْفِ عَنْ صَاحِبِهِ فَيَرْجِعْ عَلَيْهِ فَلِصَاحِبِهِ أَنْ يَرْجِعَ لِأَنَّ آدَاءَ نَائِبِهِ كَأَدَائِهِ فَيُؤَدَّى إِلَى الدَّوْرِ

اور جب دو اشخاص پر قرضہ ہو اور ان میں سے ہر ایک اپنے دوسرے دوست کی جانب سے کفیل ہوا ہے مثال کے طور پر دو بندوں نے ایک ہزار درہم کے بدلے میں غلام خرید لیا اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے لئے کفیل ہوا ہے پس ان میں سے جو بھی ادا کرے گا وہ اپنے ساتھی سے واپس نہ لے گا یہاں تک کہ ادا کردہ مقدار نصف سے بڑھ جائے تو وہ زیادتی کو واپس لے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک آدھے میں اصل ہے اور دوسرے آدھے میں کفیل ہے۔ اور آدھا جوان میں سے ہر ایک پر بطور اصل ہے اور وہ آدھا جو بطور کفالت ہے کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا آدھا دین ہے اور دوسرا مطالبہ ہے اور پھر پہلا دوسرے

کے تابع ہے کیونکہ ادا کردہ قسم پہلے کی جانب سے واقع ہو جائے گی۔ اور آدمی سے زائد میں بھی کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کفالہ سے واقع ہوا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب نصف میں اس کے ساتھی کی جانب سے واقع ہوا ہے اور ساتھی نے اس سے واپس لیا ہے تو دوسرے ساتھی کے لئے بھی واپسی کا حق حاصل ہوگا کیونکہ خلیفہ کا ادا کرنے اصل کے ادا کرنے کی طرح ہے پس دور کی طرف لے جانے والا نہ ہوگا۔

کفالت در کفالت کرنے کا بیان

(وَإِذَا كَفَّلَ رَجُلَانِ عَنْ رَجُلٍ بِمَالٍ عَلَى أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهِ فَكُلُّ شَيْءٍ آدَاهُ أَحَدُهُمَا رَجَعَ عَلَى شَرِيكِهِ بِنُصْفِهِ قَلِيلًا كَانَ أَوْ كَثِيرًا) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ فِي الصَّحِيحِ أَنَّ تَكُونُ الْكَفَالَةُ بِالْكُلِّ عَنِ الْأَصِيلِ وَبِالْكُلِّ عَنِ الشَّرِيكِ وَالْمُطَالَبَةُ مُتَعَدِّدَةٌ فَتَجْتَمِعُ الْكَفَالَتَانِ عَلَى مَا مَرَّ وَمُوجِبُهَا التَّزَامُ الْمُطَالَبَةِ فَتَصِحُّ الْكَفَالَةُ عَنِ الْكَفِيلِ كَمَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ عَنِ الْأَصِيلِ وَكَمَا تَصِحُّ الْحَوَالَةُ مِنَ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ.

وَإِذَا عُرِفَ هَذَا لَمَّا آدَاهُ أَحَدُهُمَا وَقَعَ شَانِعًا عَنْهُمَا إِذَا الْكُلُّ كَفَالَةُ فَلَا تَرْجِعُ لِلْبَعْضِ عَلَى الْبَعْضِ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ فَيَرْجِعُ عَلَى شَرِيكِهِ بِنُصْفِهِ وَلَا يُؤَدَّى إِلَى الدَّوْرِ لِأَنَّ قَصْدَهُ الْإِسْتِوَاءُ، وَقَدْ حَصَلَ بِرُجُوعِ أَحَدِهِمَا بِنُصْفِ مَا آدَى فَلَا يَنْتَقِضُ بِرُجُوعِ الْآخَرِ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعَانِ عَلَى الْأَصِيلِ لِأَنَّهُمَا آدَيَا عَنْهُ أَحَدُهُمَا بِنُصْفِهِ وَالْآخَرُ بِبَنَائِهِ (وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ بِالْجَمِيعِ عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ) لِأَنَّهُ كَفَّلَ بِجَمِيعِ الْمَالِ عَنْهُ بِأَمْرِهِ.

اور جب دو آدمی کسی شخص کی جانب سے اس شرط کے ساتھ اس کے مال کے کفیل ہوئے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی جانب سے بھی کفیل ہوگا تو ان میں سے ہر وہ حقدار جو ان میں سے کوئی اپنے ساتھی کی جانب سے ادا کرے گا وہ اس کا دھال اپنے ساتھی سے واپس لے گا۔ اگرچہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اور صحیح قول کے مطابق اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ پورے مال کا کفالہ اصیل کی جانب سے ہو اور پورے مال کا کفالہ اس کے شریک کی جانب سے بھی ہو اور مطالبہ متعدد ہے پس دو کفالے اس میں جمع ہو جائیں گے جس کا بیان گزر چکا ہے اور کفالہ کو واجب کرنے والے مطالبہ کو ضروری کرنا ہے پس کفیل کے جانب سے مطالبہ درست ہو گا جس طرح اصیل کی جانب سے درست ہوتا ہے اور اسی طرح جیسے محال علیہ کی جانب سے حوالہ درست ہے۔

جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان دونوں میں سے جس نے جو بھی ادا کیا وہ ان دونوں کی جانب سے مشترک طور پر ادا ہوگا کیونکہ کفالہ مکمل کا ہے۔ کیونکہ بعض کو بعض پر کوئی ترجیح نہیں ہے کیونکہ اس کا تقاضہ برابری ہے اور یہ مساوات ایک شریک کے ادا کردہ میں نصف واپس لینے حاصل ہوئی ہے پس دوسرے کے اس پر رجوع کرنے سے برابری ختم نہ ہوگی یہ خلاف گزشتہ مسئلہ کے۔ اس کے بعد دونوں کفیل واپس لیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اصیل کی جانب سے ادا کیا ہے کیونکہ ایک نے بذات خود ادا کیا ہے جبکہ

دوسرے اپنے نائب ہونے کے اعتبار سے ادا کیا ہے ہاں جب ادا کرنے والا چاہے تو وہ پورے کیے ہوئے مال کو مکملوں عنہ واپس لے کیونکہ اس نے مکملوں عنہ ہی کے حکم سے پورے مال کی کفالت کی ہے۔

رب مال کا دو کفیلوں میں سے ایک کو بری کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَبْرَأَ رَبُّ الْمَالِ أَحَدَهُمَا أَخَذَ الْآخَرَ بِالْجَمِيعِ لِأَنَّهُ إِبْرَاءُ الْكَفِيلِ لَا يُوجِبُ بَرَاءَةَ الْأَصِيلِ فَبَقِيَ الْمَالُ كُلُّهُ عَلَى الْأَصِيلِ وَالْآخَرُ كَفِيلٌ عَنْهُ بِكُلِّهِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ وَلِهَذَا يَأْخُذُهُ بِهِ قَالٌ (وَإِذَا افْتَرَقَ الْمُتَقَارِضَانِ فَلَا صَحَابَ الدُّيُونِ أَنْ يَأْخُذُوا أَيُّهُمَا شَاءُوا بِجَمِيعِ الدُّيُونِ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي الشَّرِكَةِ (وَلَا يَرْجِعُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ حَتَّى يُؤَدَّى أَكْثَرُ مِنَ النِّصْفِ) لِمَا مَرَّ مِنَ الْوَجْهَيْنِ فِي كِفَالَةِ الرَّجُلَيْنِ .

اور جب رب المال نے دونوں کفالت کرنے والوں میں سے کسی ایک کو بری کر دیا ہے تو وہ دوسرے سے پورا مال وصول کرے گا کیونکہ کفیل کی برأت اصیل کی برأت کو ضروری کرنے والی نہیں ہے۔ پس پورا مال اصیل پر باقی رہے گا اور دوسرا اس کی طرف سے پورے مال کا کفیل ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ رب المال پورا مال اسی سے وصول کرے گا۔ اور جب شرکت مفادضہ کرنے والے دونوں شرکا، الگ ہو گئے تو قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ وہ ان دونوں میں سے جس سے چاہیں پورا قرض وصول کریں کیونکہ شرکت مفادضہ کرنے والوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی جانب سے کفیل ہے جس طرح شرکت میں بیان کر دیا گیا ہے اور ان میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی سے رجوع نہ کرے گا حتیٰ کہ وہ آدھے سے زیادہ ادا کر دے اور دونوں دلائل کے سبب جن کو ہم کفالہ بیان کر آئے ہیں۔

مکاتہوں کے کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كُتِبَ الْعَبْدَانِ كِتَابَةً وَاحِدَةً وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفِيلٌ عَنْ صَاحِبِهِ فَكُلُّ شَيْءٍ آذَاهُ أَحَدُهُمَا رَجَعَ عَلَى صَاحِبِهِ بِنِصْفِهِ) وَوَجْهُهُ أَنَّ هَذَا الْعَقْدَ جَائِزٌ اسْتِحْسَانًا، وَطَرِيقُهُ أَنَّ يُجْعَلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَصِيلًا فِي حَقِّ وَجُوبِ الْأَلْفِ عَلَيْهِ فَيَكُونُ عِتْقُهُمَا مُعْلَقًا بِآذَائِهِ وَيُجْعَلَ كَفِيلًا بِالْأَلْفِ فِي حَقِّ صَاحِبِهِ، وَسَنَذْكُرُهُ فِي الْمَكَاتِبِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَإِذَا عُرِفَ ذَلِكَ لَمَّا آذَاهُ أَحَدُهُمَا رَجَعَ بِنِصْفِهِ عَلَى صَاحِبِهِ لَامْتِوَانِهِمَا، وَلَوْ رَجَعَ بِالْكُلِّ لَا تَتَحَقَّقُ الْمُسَاوَاةُ .

فرمایا۔ اور جب دو غلام ایک ہی عقد کے مطابق مکاتہ بنائے گئے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفیل ہو تو ان میں سے جو بھی جو چیز بھی ادا کرے گا وہ اپنے ساتھی سے اس کا نصف وصول کرے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ عقد بطور استحسان

جائز ہوا ہے اور اس کے جائز ہونے کا اصول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو اس پر ایک ہزار واجب ہونے کے حق میں اصل قرار دیا جائے گا پس دونوں کی آزادی ایک کی ادائیگی پر موقوف ہوگی اور ہر ایک کو اس کے ساتھی کے حق میں ایک ہزار کا کفیل قرار دیا جائے گا اور اس کو مکاتب کی کتابت میں ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور جب یہ دلیل معلوم ہو چکی ہے کہ ان میں سے ایک جو کچھ بھی ادا کرے گا وہ اس کا آدھا اپنے ساتھی سے وصول کرے گا کیونکہ دونوں برابر ہیں ہاں البتہ جب وہ پورا واپس لے گا تو مساوات ثابت نہ ہوگی۔

مکاتب کو آزاد کرنے سے آزادی کا بیان

قَالَ (وَلَوْ لَمْ يُؤْذِيَا شَيْئًا حَتَّىٰ أَعْتَقَ الْمَوْلَىٰ أَحَدَهُمَا جَازَ الْعِتْقُ) لِمَصَادَقَتِهِ مِلْكُهُ وَبَرَاءَ عَنِ النِّصْفِ لِأَنَّهُ مَا رَضِيَ بِالتَّزَامِ الْمَالِ إِلَّا لِيَكُونَ الْمَالُ وَسِيلَةً إِلَى الْعِتْقِ وَمَا بَقِيَ وَبَسِيلَةً فَيَسْقُطُ وَيَبْقَى النِّصْفُ عَلَى الْآخِرِ؛ لِأَنَّ الْمَالَ فِي الْحَقِيقَةِ مُقَابِلُ بَرَقَتِهِمَا.

وَأَنَّمَا جُعِلَ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اخْتِيَالًا لِنَصْحَبِ الضَّمَانِ، وَإِذَا جَاءَ الْعِتْقُ اسْتَفْنَى عَنْهُ فَاعْتَبَرَ مُقَابِلًا بِرَقَتِهِمَا فَلِهَذَا يَنْتَصِفُ، وَلِلْمَوْلَى أَنْ يَأْخُذَ بِحِصَّةِ الَّذِي لَمْ يُعْتَقِ أَيُّهُمَا شَاءَ الْمُعْتَقُ بِالْكَفَالَةِ وَصَاحِبَهُ بِالْأَصَالَةِ، وَإِنْ أَخَذَ الَّذِي أَعْتَقَ رَجَعَ عَلَى صَاحِبِهِ بِمَا يُؤْذِي لِأَنَّهُ مُؤْذٍ عَنْهُ بِأَمْرِهِ، وَإِنْ أَخَذَ الْآخَرُ لَمْ يَرْجَعْ عَلَى الْمُعْتَقِ بِشَيْءٍ لِأَنَّهُ آذَى عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

فرمایا: اور جب دونوں غلاموں نے کچھ بھی ادا نہ کیا حتیٰ کہ ان میں سے ایک کو آقا نے آزاد کر دیا تو آزادی جائز ہے کیونکہ آزادی آقا کی ملکیت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور معتق نصف بدل کتابت سے بری ہو جائے گا کیونکہ وہ غلام اپنے مال کو اپنے اوپر ضروری کرنے پر اس لئے رضا مند ہوا تھا کہ مال اس کی آزادی کا ذریعہ بن جائے گا۔ مگر اب وہ مال ذریعہ نہ رہا پس وہ ساقط ہو جائے گا ہاں جب دوسرے پر نصف باقی رہے گا کیونکہ مال اصل میں ان دونوں کی گردن کا مقابل ہے اور کفالت صحیح کرنے کی غرض سے حیلے کے طور ان میں سے ہر ایک پر واجب کر دیا گیا ہے مگر جب آزادی آگئی ہے تو اب حیلہ کی ضرورت نہ رہی پس اس مال کو دونوں غلاموں کے مقابل قرار دیا جائے گا اور اسی سبب سے آدھا آدھا کر دیا جائے گا اور آقا کو اختیار ہے کہ جو غلام آزاد نہیں ہوا ہے اس کا حصہ ان دونوں میں سے جس سے چاہے اس سے وصول کرے۔ آزاد کردہ غلام سے کفالت کے سبب سے اور اس کے ساتھی سے اصل ہونے کے سبب سے وصول کرے۔ اور جب آقا نے معتق سے وصول کر لیا ہے تو وہ ادا کردہ مال اپنے ساتھی سے واپس لے کیونکہ اس نے اپنے ساتھی کے حکم سے اس کی جانب سے ادا کیا ہے اور جب آقا نے دوسرے سے لیا ہے تو معتق اپنے ساتھی سے کچھ نہ لے گا اس لئے اس نے اپنی جانب سے ادا کیا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ كَفَالَةِ الْعَبْدِ وَعَنْهُ

﴿یہ باب غلام اور اس کی جانب سے کفیل ہونے کے بیان میں ہے﴾

باب کفالہ عبد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر قی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس باب کا موخر ہونا یہ اس کا اپنا حق ہے کیونکہ آزاد سے غلام موخر ہوتا ہے۔ اور آزاد کا مقدم ہونا یہ اس کے شرف کے سبب سے ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بنی آدم میں اصل حریت ہے۔ لہذا مصنف علیہ الرحمہ نے ترتیب وضعی کے مطابق پہلے آزاد مردوں سے متعلق احکام کفالہ کو ذکر کیا ہے اور اس کے بعد موخر کرتے ہوئے غلام سے متعلق احکام کفالہ کو بیان کریں گے۔ اور یہ بھی اعتبار کیا گیا ہے کہ مطلق جمع کے لئے واؤ اس میں استعمال ہوئی ہے۔

(عناوین شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۱۶، بیروت)

غلام کی جانب سے مال کا کفیل ہونے کا بیان

(وَمَنْ ضَمِنَ عَنْ عَبْدٍ مَالًا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَتَّى يَتَّقِيَ وَلَمْ يُسَمِّ حَالًا وَلَا غَيْرَهُ فَهُوَ حَالٌ) لَأَنَّ الْمَالَ حَالٌ عَلَيْهِ لَوْ جُودَ السَّبَبُ وَقَبُولِ الذَّمِّ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يُطَالَبُ لِعُسْرَتِهِ، إِذَا جَمِيعُ مَا فِي يَدِهِ مِلْكُ الْمَوْلَى وَلَمْ يَرْضَ بِتَعَلُّقِهِ بِهِ وَالْكَفِيلُ غَيْرُ مُعَسِّرٍ، فَصَارَ كَمَا إِذَا كَفَلَ عَنْ غَائِبٍ أَوْ مُفْلِسٍ، بِتَخْلَافِ الدَّيْنِ الْمُؤَجَّلِ لِأَنَّهُ مُتَأَخَّرٌ بِمُؤَخَّرٍ، ثُمَّ إِذَا آذَى رَجَعَ عَلَى الْعَبْدِ بَعْدَ الْعِتْقِ لِأَنَّ الطَّالِبَ لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ إِلَّا بَعْدَ الْعِتْقِ، فَكَذَا الْكَفِيلُ لِقِيَامِهِ مَقَامِهِ.

اور جو بندہ کسی غلام کی جانب سے ایسے مال کا کفیل ہوا ہے جو اس کے آزاد کرنے سے پہلے اسی پر واجب الادا نہیں ہے اور حال وغیر حال کا تعین بھی نہیں ہے پس وہ فی الحال تسلیم کر لیا جائے گا کیونکہ سبب کے وجود اور ذمہ کو قبول کرنے کے سبب وہ مال فی الحال غلام پر واجب ہوا ہے۔ ہاں البتہ غلام کے غریب ہونے کے سبب اس سے اس کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ جو کچھ غلام کے قبضہ میں ہے وہ آقا کی ملکیت ہے اور آقا اسی حالت میں غلام کے ساتھ قرض کے متعلق رضا مند نہیں ہے، اور کفیل غریب ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے کسی غائب یا غریب کی جانب سے کفالہ قبول کیا ہے۔ یہ خلاف دین مؤجل کے کیونکہ موخر کرنے والے سبب سے موخر ہوا ہے۔ اس کے بعد جب کفیل نے ادا کر دیا ہے تو آزادی کے بعد وہ مال بھی واپس لے لے گا کیونکہ مکفول نہ بھی اس سے آزادی کے بعد ہی لینے والا ہے پس کفیل کا حکم بھی یہی ہے کیونکہ مکفول لہ کے قائم مقام ہے۔

غلام پر مال کا دعویٰ کرنے کا بیان

(وَمَنْ ادَّعى عَلَى عَبْدٍ مَالًا وَكَفَلَ لَهُ رَجُلٌ بِنَفْسِهِ فَمَاتَ الْعَبْدُ بِرَأْيِ الْكَفِيلِ) لِبرَاءَةِ الْأَصِيلِ
كَمَا إِذَا كَانَ الْمَكْفُولُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ حُرًّا.

اور جب کسی شخص نے کسی غلام پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعی کے لئے ایک بندہ کفیل بہ نفس ہو گیا اس کے بعد غلام فوت ہو گیا تو کفیل بری ہو جائے گا اس لئے کہ اصل بری ہو چکا ہے جس طرح جب مکفول بہ نفس آزاد ہو۔

غلام کے رقبہ کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ ادَّعى رَقَبَةَ الْعَبْدِ لَكَفَلٍ بِهِ رَجُلٌ فَمَاتَ الْعَبْدُ فَأَقَامَ الْمُدَّعى الْبَيِّنَةُ أَنَّهُ كَانَ لَهُ ضَمِيرُ الْكَفِيلِ فَيَسْمَتُهُ) لِأَنَّ عَلَى الْمَوْلَى رَدَّهَا عَلَى رَجُلٍ يَخْلُفُهَا فَيَسْمَتُهَا، وَقَدْ التَزَمَ الْكَفِيلُ ذَلِكَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ تَبْقَى الْبَيِّنَةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْأَصِيلِ فَكَذَا عَلَى الْكَفِيلِ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے کسی غلام کے رقبہ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے اور ایک شخص اس کا کفیل بھی ہو گیا ہے اس کے بعد غلام فوت ہو گیا ہے اور مدعی نے اس پر گواہی قائم کر دی ہے تو کفیل اس کی قیمت کا ضامن ہو گا کیونکہ آقا کو اسی طرح غلام کو واپس کرنا واجب ہے کہ قیمت اس کا خلیفہ بن جائے گی اور کفیل نے اس کو ضروری کیا ہے اور اس کی وفات کے بعد قیمت اصل پر واجب ہو کر باقی رہ جائے گی۔ پس وہ کفیل پر بھی باقی رہ جائے گی۔ جبکہ صورت اول میں اس طرح نہیں ہے۔

غلام کا آقا کی جانب سے کفیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَفَلَ الْعَبْدُ عَنْ مَوْلَاهُ بِأَمْرِهِ فَتَعَقَّ فَأَدَّاهُ أَوْ كَانَ الْمَوْلَى كَفَلَ عَنْهُ فَأَدَّاهُ بَعْدَ الْعِتْقِ لَمْ يَرْجِعْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ) وَقَالَ زُفَرٌ: يَرْجِعُ، وَمَعْنَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ أَنْ لَا يَكُونَ عَلَى الْعَبْدِ دَيْنٌ حَتَّى تَصِحَّ كِفَالَتُهُ بِالْمَالِ عَنْ الْمَوْلَى إِذَا كَانَ بِأَمْرِهِ، أَمَا كِفَالَتُهُ عَنْ الْعَبْدِ فَتَصِحَّ عَلَى كُلِّ حَالٍ.

لَهُ أَنَّهُ تَحَقَّقَ الْمَوْجِبُ لِلرَّجُوعِ وَهُوَ الْكِفَالَةُ بِأَمْرِهِ وَالْمَانِعُ وَهُوَ الرِّقُّ قَدْ زَالَ.

وَلَنَا أَنَّهَا وَقَعَتْ غَيْرَ مُوجِبَةٍ لِلرَّجُوعِ لِأَنَّ الْمَوْلَى لَا يَسْتَوْجِبُ عَلَى عَبْدِهِ دَيْنًا وَكَذَا الْعَبْدُ عَلَى مَوْلَاهُ، فَلَا تَنْقَلِبُ مُوجِبَةً أَبَدًا كَمَنْ كَفَلَ عَنْ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَأَجَازَهُ.

فرمایا: اور جب غلام اپنے آقا کے حکم سے اس کا کفیل ہوا ہے اس کے بعد وہ آزاد ہو گیا ہے اور اس نے ادائیگی بھی کر دی ہے یا پھر وہ آقا کی طرف سے کفیل بنا تھا اور غلام کے آزاد ہونے کے بعد آقا نے مال ادا کر دیا ہے ان میں سے کوئی بھی کسی سے پچھ نہ وصول کرے گا۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ واپس وصول کرے گا اور پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ جب غلام پر

قرض نہ ہوتا کہ آقا کا اس کی جانب سے کفیل بہ مال ہونا صحیح ہو جائے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ آقا کے حکم کے ساتھ ہو۔ اور جو غلام کی جانب سے آقا کا کفیل ہونا ہے تو وہ ہر حالت میں درست ہے۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ رجوع کو واجب کرنے والا پا جا رہا ہے اور وہ حکم سے کفالہ ہے جو مانع تھا یعنی اس شخص کا غلام ہونا ہے تو وہ ختم ہو چکا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کو واجب کرنے والا واقع نہیں ہوا ہے اس لئے کہ آقا اپنے غلام پر قرضے کا حقدار نہیں ہوا کرتا اور اسی طرح غلام اپنے آقا پر قرض کا مستحق نہیں ہوا کرتا پس یہ تو کسی طرح بھی رجوع کو واجب کرنے والا نہ ہوگا جس طرح کوئی بندہ کسی دوسرے کی جانب سے اس کے حکم کے بغیر کفیل بن گیا ہے اور اسکے بعد دوسرے نے اس کا اجازت دی ہو۔

مال کتابت میں کفالہ کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا تَجُوزُ الْكِفَالَةُ بِمَالِ الْكِتَابَةِ حُرٌّ تَكْفُلُ بِهِ أَوْ عَبْدٌ لِأَنَّهُ ذَيْنَ كَيْتٍ مَعَ الْمُنَافِي فَلَا يَظْهَرُ لِي حَقٌّ صِحَّةِ الْكِفَالَةِ، وَلَئِنْ لَوْ عَجَزَ نَفْسُهُ سَقَطَ، وَلَا يُمَكِّنُ اثْبَاتُهُ عَلَى هَذَا التَّوَجُّهِ لِي ذِمَّةِ الْكُفَيْلِ، وَإِثْبَاتُهُ مُطْلَقًا يَنَالِي مَعْنَى الضَّمِّ لِأَنَّ مِنْ شَرْطِهِ الْإِتِّحَادَ، وَبَدَلُ السَّعَايَةِ كَمَالِ الْكِتَابَةِ لِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ كَالْمُكَاتِبِ عِنْدَهُ.

اور کتابت کے مال میں کفالہ جائز نہیں ہے اگرچہ اس کی کفالت کرنے والا آزاد ہو یا غلام ہو اس لئے کہ یہ ایسا قرض ہے جو منافی کے ہوتے ہوئے بھی ثابت ہو چکا ہے پس کفالہ کے صحیح ہونے میں یہ ظاہر نہ ہوگا کیونکہ جب مکاتب نے اپنے آپ کو معذور کر دیا ہے تو کتابت کا مال ساقط ہو جائے گا جبکہ کفیل کے ذمہ پر اسکو اسی طرح ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اور اسی طرح اس کو علی الاطلاق ثابت کرنا یہ حکم ملانے کے منافی ہے۔ اس کے لئے ضم کرنے کی شرط متحد ہونا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق بدل سعایہ بدل کتابت کی طرح ہے کیونکہ آپ کے نزدیک سعایہ کرنے والا مکاتب کی طرح ہے۔

کتاب الحوالۃ

﴿یہ کتاب حوالہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب حوالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حوالہ کی کفالہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے اس میں اسی طرح اخیل پر حکم ضروری کیا جاتا ہے جس طرح کفالہ میں ہوتا ہے۔ لہذا ان میں ہر ایک بطور استعارہ دوسرے کے لئے جائز ہے کیونکہ ان میں سے جب کسی ایک کو ذکر کریں تو اس سے دوسرا ضروری ہو جاتا ہے البتہ حوالہ کو مؤخر ذکر اس لئے کیا ہے کیونکہ یہ اخیل کی برأت کو ضروری کرنے والا ہے جبکہ برأت کفالہ میں موقوف ہوتی ہے جبکہ اس میں ضروری ہوتی ہے۔ اور حوالہ کا لغوی معنی نقل کرنا ہے۔

(عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۷۷، بیروت)

حوالہ کی تعریف کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وہ دین کو محیل کے ذمہ سے محیل علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل کرنا ہے۔

(در مختار شرح تحویر الی بصار، کتاب الحوالہ)

حوالہ کے رکن و مفہوم کا بیان

علامہ علاؤ الدین کا سانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حوالہ یہ ہے کہ حالہ کو کسی دوسرے کے سپرد کر دیا جائے۔ جو شخص حوالے کرتا ہے اس کو محیل کہتے ہیں اور جس شخص کے ہاں حوالے کیا جائے اس کو محال علیہ کہتے ہیں۔ اور جس شخص کے لئے حوالہ کیا جائے اس کو محال لہ کہتے ہیں۔ اور جس چیز کے ساتھ حوالہ کیا جائے اس کو محال بہ کہتے ہیں۔ یا جس چیز پر حوالہ واقع ہو اس کو محال بہ بھی کہتے ہیں۔ حوالہ کا رکن ایجاب و قبول ہے اور اس میں شرط ہے کہ ایجاب محیل کی جانب سے ہو جبکہ قبول محال علیہ اور محال لہ دونوں کی جانب سے ہو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ محیل کہے میں میں نے فلاں شخص پر اتنے دراہم کا حوالہ کیا اور اس کے قبول میں محال علیہ اور محال لہ دونوں یہ کہیں کہ ہم راضی ہوئے یا ایسے الفاظ جن سے رضا مندی کا اظہار ہو جائے تو حوالہ ہو جائے گا۔

(بدائع الصنائع، احکام بیوع)

ذین کو اپنے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ کی طرف منتقل کر دینے کو حوالہ کہتے ہیں، مدیون کو محیل کہتے ہیں اور دائن کو محال اور محال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل کہتے ہیں اور جس پر حوالہ کیا گیا اس کو محال علیہ اور محال علیہ کہتے ہیں اور مال کو محال بہ کہتے

ہیں۔ (در مختار، کتاب حوالہ، ج ۸، ص ۵، بیروت)

حوالہ کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امانت اگر خزانچی بھی خیرات کرنے والوں میں سے ایک ہے جو اپنے دل کی خوشی سے مالک کی دلائی ہوئی رقم پوری پوری دے۔

(صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 2135)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ہجرت کے واقعہ میں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنی دہل کے ایک شخص کو پھر بنی عبد بن عدی سے ایک راہبر جو راہ بتانے میں بہت ہوشیار تھا مزدوری پر رکھا اس نے عاص بن وائل کے خاندان سے قسم کا معاہدہ کیا تھا اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا ان دونوں نے اس پر اعتماد کیا اور اس کو دونوں نے اپنی اپنی سواریاں دیدیں اور اس کو ہدایت کی کہ تین راتوں کے بعد غار ثور کے پاس لے کر آئے چنانچہ وہ تین راتوں کے بعد صبح کو دونوں کی سواریاں لے کر آئے اور آپ دونوں روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ عامر بن فہر تھا اور راہ بتانے والا قبیلہ دہل کا ایک شخص تھا جو ان سب کو ساحل کے راستہ سے لے گیا۔ (صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 2138)

حوالہ کا قرضوں میں جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَهِيَ جَائِزَةٌ بِالذُّيُونِ) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ أُخِبلَ عَلَى مَبْلَىءٍ فَلْيَتَّبِعْ) وَلَا تَلْزَمُ مَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ فَنَصَحَ كَالْكَفَالَةِ، وَأَمَّا اخْتَصَّتْ بِالذُّيُونِ لِأَنَّهَا تُنْبِئُ عَنِ النَّقْلِ وَالتَّحْوِيلِ، وَالتَّحْوِيلُ فِي الذُّيُونِ لَا فِي الثَّمَنِ.

فرمایا: اور حوالہ قرضوں میں جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس بندے کا مالدار پر حوالہ کیا جائے تو وہ اس کی اتباع کرے کیونکہ محتال علیہ نے ایسی چیز کو ضروری کیا ہے جس کو حوالے کرنے پر وہ تذریت رکھتا ہے پس کفالہ کی طرح حوالہ بھی درست ہوگا اور حوالہ کو اس سبب سے قرضوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کہ وہ یہ نقل و تحویل میں آنے کی خبر دینے والا ہے اور تحویل قرض میں ہوا کرتی ہے عین میں تحویل نہیں ہوتی۔

محیل، محتال اور محتال علیہ کی رضا پر حوالہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَنَصَحَ الْحَوَالَةُ بِرِضَا الْمُحِيلِ وَالْمُحْتَالِ وَالْمُحْتَالِ عَلَيْهِ) أَمَّا الْمُحْتَالُ فَلِأَنَّ الْمَدَّيْنِ حَقَّهُ وَهُوَ الَّذِي يَسْتَقِلُّ بِهَا وَالذَّمُّ مُتَّفَقٌ فَلَا يَجِدُ مِنْ رِضَاهُ، وَأَمَّا الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ فَلِأَنَّهُ يَلْزَمُهُ الذُّيُونُ وَلَا لُزُومَ يَدُونِ التَّزَامِيهِ، وَأَمَّا الْمُحِيلُ فَالْحَوَالَةُ تَصِحُّ بِدُونِ رِضَاهُ ذِكْرُهُ فِي الزِّيَادَاتِ لِأَنَّ التَّزَامَ الذُّيُونِ مِنَ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ تَصَرُّفٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَهُوَ لَا يَتَضَرَّرُ بِهِ بَلْ فِيهِ نَفْعُهُ لِأَنَّهُ

لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ بِأَمْرِهِ .

فرمایا: محیل، محال نہ اور محال علیہ کی رضا کے مطابق حوالہ صحیح ہوتا ہے اور اس میں محال نہ اس دلیل سے ہے کہ قرض اسی کا حق ہے اور وہ حوالے کے ذریعے منتقل ہونے والا ہے جبکہ ذمہ داری میں فرق ہوتا ہے پس اس میں محال نہ کی رضا مندی ضروری ہے جبکہ محال علیہ تو اس سبب سے ہے کہ وہ قرض کو اپنے اوپر ضروری کرنے والا ہے اس کے ضروری کرنے کے بغیر تو لزوم ہی نہ ہوگا۔ جبکہ محیل کی رضا کے بغیر بھی حوالہ صحیح ہو جاتا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے زیادات میں لکھا ہے کہ محال علیہ کی طرف سے قرض کو ضروری کرنا یہ اس کی ذات میں ایک تصرف ہے اور محیل کو اس سے کوئی نقصان بھی تو نہیں ہے بلکہ اس کا تو اس میں فائدہ ہے اس لئے کہ جب حوالہ اس کے حکم سے نہ ہوا تو محال علیہ اس سے واپسی کا تقاضہ نہیں کر سکے گا۔

تکمیل حوالہ پر قبول محال علیہ سے بری ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَمَّتْ الْحَوَالَةُ بِرِءِ الْمُحِيلِ مِنَ الدَّيْنِ بِالْقَبُولِ) وَقَالَ زُفَرٌ: لَا يَبْرَأُ اغْتِبَارًا بِالْكَفَالَةِ، إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَقْدٌ تَوَثُّقٌ، وَلَنَا أَنَّ الْحَوَالَةَ لِلنَّقْلِ لُغَةً، وَمِنْهُ حَوَالَةُ الْغُرَاسِ وَالدَّيْنُ مَتَى انْتَقَلَ عَنِ الدِّمَةِ لَا يَبْقَى فِيهَا .

أَمَّا الْكَفَالَةُ فَلِلْضَّمِّ وَالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ عَلَى وَفَاقِ الْمَعَانِي اللَّغَوِيَّةِ وَالتَّوَثُّقِ بِاخْتِيَارِ الْأَمْلَا وَالْأَخْسَنِ فِي الْقَضَاءِ، وَإِنَّمَا يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ إِذَا نَقَذَ الْمُحِيلُ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ عَوْدُ الْمُطَالَبَةِ إِلَيْهِ بِالتَّوَي فَلَمْ يَكُنْ مُتَبَرِّعًا .

فرمایا: اور جب حوالہ مکمل ہو گیا ہے تو محال علیہ کے قبول کرنے سے محیل قرض سے بری ہو جائے گا۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ وہ بری نہ ہوگا انہوں نے اس کا کفالہ پر قیاس کیا ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک عقد کو توثیق کرنے والا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حوالہ کا لغوی معنی یہ ہے منتقل کرنا اور اسی سے حوالہ غراس مشتق ہے یعنی جب کسی سے قرض کے ذمہ سے منتقل ہو جائے۔ تو وہ اس میں باقی نہ رہے گا جبکہ کفالہ ملانے کے لئے ہوتا ہے اور احکام شرعیہ میں لغوی معانی مطابق ہوا کرتے ہیں اور توثیق زیادہ مالدار اور ادا کرنے میں اچھے آدمی کو اختیار کرنے سے حاصل ہوگا اور اگر محیل نے ادا کیا تو محال نہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اس لئے کہ مال ہلاک ہونے کے سبب سے محیل کی طرف مطالبہ کے عود کر آنے کا احتمال ہے پس محیل احسان کرنے والا نہ ہوگا۔

محیل نہ کا محیل سے حوالہ واپس نہ لینے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَرْجِعُ الْمُحْتَالُ عَلَى الْمُحِيلِ إِلَّا أَنْ يُتَوَي حَقُّهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا

بَرِّجْ وَإِنْ تَوَكَّلْنَا الْبَرَاءَةَ حَصَلَتْ مُطْلَقَةً فَلَا تَعُودُ إِلَّا بِسَبَبٍ جَدِيدٍ .
وَلَمَّا أَنَّهُ مُقَيَّدَةٌ بِسَلَامَةِ حَقِّهِ لَهُ إِذَا هُوَ الْمَقْصُودُ، أَوْ تَنْفِيسُ الْحَوَالَةِ لِقَوَائِهِ لِأَنَّهُ قَابِلٌ لِلنَّفْسِ
فَقَصَارَ تَخَوُّفِ السَّلَامَةِ فِي الْمَبِيعِ .

فرمایا: اور محال نہ محیل سے حوالہ واپس نہیں سکے گا البتہ جب وہ اس کا مالک ہو جائے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے
فرمایا کہ واپس نہ لے گا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ کیونکہ برأت مطلق بطور پر حاصل ہوئی ہے پس وہ جدید سبب کے سوال کو نہ آئے
گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ برأت محال نہ کی سلامتی کے ساتھ منسلک ہے اس لئے کہ مقصود بھی وہی ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ مقصود
ہونے کے سبب حوالہ بھی فوت ہو جاتا ہے اس لئے حوالہ منقطع کو قبول کر لیتا ہے پس یہ بیع میں وصف سلامتی کی مثل ہو جائے گا۔

توئی کا کسی ایک حکم کے ساتھ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْتَوَى عَنْهُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَحَدُ الْأَمْرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يَجْعَلَ الْحَوَالَةَ وَيَخْلِفَ وَلَا
بَيِّنَةَ لَهُ عَلَيْهِ، أَوْ يَمُوتَ مُفْلِسًا) لِأَنَّ الْعَجْزَ عَنِ الْوُصُولِ يَتَحَقَّقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَهُوَ
الْتَوَى فِي الْحَقِيقَةِ (وَقَالَا هَذَا هَذَانِ الْوَجْهَانِ .

وَوَجْهٌ ثَالِثٌ وَهُوَ أَنْ يَحْكُمَ الْحَاكِمُ بِإِفْلَاسِهِ حَالَ حَيَاتِهِ) وَهَذَا بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْإِفْلَاسَ لَا
يَتَحَقَّقُ بِحُكْمِ الْقَاضِي عَنْدهُ خِلَافًا لِهَمَا، لِأَنَّ مَالَ اللَّهِ غَادٍ وَرَاحٍ .

فرمایا: حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مال کا ہلاک ہو جانا دونوں احکام میں سے ایک تو ضرور ہو گا یا تو محال علیہ
حوالہ سے انکار کرنے والا ہے اور وہ قسم اٹھائے اور محال نہ کے پاس اس شخص کے خلاف کوئی شہادت بھی نہ ہو یا پھر وہ آدمی غریب ہو
کرفت ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک حکم سے وصولی میں ثابت ہونے والا ہے اور حقیقت میں ہلاکت بھی اسی طرح ہے۔
صاحبین نے کہا کہ دو وجوہات ہیں اور تیسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے محال نہ کی حیات میں حاکم اس کے غریب ہونے کا
فیصلہ کر دے اور یہ اس دلیل پر مبنی ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک قاضی کے حکم کے ساتھ غریبی ثابت نہ ہوگی جبکہ صاحبین نے اس
میں اختلاف کیا ہے کیونکہ مال آنے جانے والی چیز ہے۔

محال علیہ کا محیل سے مال حوالہ کی مثل کے مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا طَالَبَ الْمُحْتَالَ عَلَيْهِ الْمُحِيلَ بِمِثْلِ مَالِ الْحَوَالَةِ فَقَالَ الْمُحِيلُ أَحَلَّتْ بِيَدَيْنِ لِي
عَلَيْكَ لَكَ يُقْبَلُ قَوْلُهُ وَكَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ الدَّيْنِ) لِأَنَّ سَبَبَ الرُّجُوعِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ قِصَاءُ دَيْنِهِ
بِأَمْرِهِ إِلَّا أَنَّ الْمُحِيلَ يَدَّعِي عَلَيْهِ دَيْنًا وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكَرِ، وَلَا تَكُونُ الْحَوَالَةُ إِفْرَارًا

مِنْهُ بِالَّذِينَ عَلَيْهِ لَأَنْهَا قَدْ تَكُونُ بِذَوْنِهِ .

لے کر فرمایا اور جب محال علیہ نے محیل سے مال حوالہ کی مثل کو طلب کیا اس کے بعد محیل نے کہا کہ میں اس قرض کے بدلے میں تیرے حوالے کیا تھا جو میرا تجھ پر ہے تو کسی دلیل کے بغیر اس کا قول نہ مانا جائے گا اور محیل پر قرض کے مثل ضروری ہوگا کیونکہ رجوع کا حکم پایا جا رہا ہے اور وہ محیل کے حکم سے اس کا قرض ادا کرنا ہے البتہ محیل محال علیہ پر قرض کا دعویٰ کرنے والا ہے اور وہ اس کا انکار کرنے والا ہے جبکہ انکار کرنے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس یہ حوالہ اس کی جانب سے قرض کا اقرار نہ ہو گا۔ کیونکہ کبھی قرض کے بغیر بھی حوالہ درست ہوتا ہے۔

محیل کا محال لہ سے مال کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا طَالَبَ الْمُحِيلُ الْمُحْتَالَ بِمَا أَحَالَهُ بِهِ فَقَالَ إِنَّمَا أَخْلَيْتُكَ لِتَقْبِضَهُ لِي وَقَالَ الْمُحْتَالُ لَا بَلْ أَخْلَيْتَنِي بِذَيْنِ كَانَ لِي عَلَيْكَ قَوْلُ الْمُحِيلِ) لِأَنَّ الْمُحْتَالَ يَدَّعِي عَلَيْهِ الدَّيْنُ وَهُوَ يُنْكِرُ وَلَفْظَةُ الْحَوَالَةِ مُسْتَعْمَلَةٌ فِي الْوَكَالَةِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ مَعَ يَمِينِهِ .

فرمایا: جب محیل نے محال لہ سے مال کا مطالبہ کیا جو اس کے لئے بطور حوالہ تھا اور اس نے اس طرح کہا کہ میں اس لئے تیرے ہاں حوالہ کیا تھا تاکہ وہ مال میرے قبضہ میں دے دو۔ جبکہ محال نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تم نے اس قرض کے بدلے میں حوالہ کیا تھا جو میرا قرض تمہارے ذمہ واجب الادا تھا تو محیل کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ محال لہ اس پر قرض کا دعویٰ کرنے والا ہے جبکہ محیل اس کا انکار کرنے والا ہے اور حوالہ کا لفظ وکالت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے پس محیل کا قول قسم کے ساتھ اعتبار کر لیا جائے گا۔

ودیعت میں رکھے ہوئے دراہم کا حوالہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَوْدَعَ رَجُلًا أَلْفَ دِرْهَمٍ وَأَحَالَ بِهَا عَلَيْهِ آخَرَ فَهُوَ جَائِزٌ لِأَنَّهُ أَقْدَرُ عَلَى الْقَضَاءِ، فَإِنْ هَلَكَتْ بَرَاءً) لِتَقْيِدِهَا بِهَا، فَإِنَّهُ مَا التَزَمَ الْإِدَاءَ إِلَّا مِنْهَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتْ مُقَيَّدَةً بِالْمَغْضُوبِ لِأَنَّ الْقَوَاتِ إِلَى خُلْفٍ كَلَّا قَوَاتِ، وَقَدْ تَكُونُ الْحَوَالَةُ مُقَيَّدَةً بِالَّذِينَ أَيْضًا، حَرَجُكُمْ الْمُقَيَّدَةِ فِي هَذِهِ الْجُمْلَةِ أَنْ لَا يَمْلِكُ الْمُحِيلُ مُطَالَبَةَ الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُحْتَالِ عَلَى مِثَالِ الرِّهْنِ وَإِنْ كَانَ أُسْوَةً لِلْغَرَمَاءِ بَعْدَ مَوْتِ الْمُحِيلِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَوْ بَقِيَ لَهُ مُطَالَبَتُهُ فَيَأْخُذُهُ مِنْهُ لَبْطَلَتْ الْحَوَالَةُ وَهِيَ حَقُّ الْمُحْتَالِ .

بِخِلَافِ الْمُطْلَقَةِ لِأَنَّهُ لَا تَعَلَّقَ لِحَقِّهِ بِهِ بَلْ بِذِمَّتِهِ فَلَا تَبْطُلُ الْحَوَالَةُ بِأَخْذِ مَا عَلَيْهِ أَوْ عِنْدَهُ .

فرمایا: اور جب کسی بندے نے کسی شخص کے پاس ایک ہزار دراہم کو بطور ودیعت رکھ دیا ہے اس کے بعد دراہم میں

جو اس پر ہیں دوسرے کے لئے حوالہ کیا تو یہ جائز ہے اس لئے اس میں ادا کرنے کی قدرت زیادہ حاصل ہونے والی ہے۔ اس کے بعد جب وہ ودیعت ہلاک ہو جائے تو مودع بری الذمہ ہو جائے گا کیونکہ یہ حوالہ ودیعت کے ساتھ مقید تھا اور محال علیہ نے اس کو بطور ودیعت کے ادا کرنے کو ضروری کیا تھا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مال حوالہ مال مفعو بہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔ کیونکہ تائب کی جانب سے فوت ہونا یہ فوت نہ ہونے کی طرح ہے اور حوالہ کبھی دین کے ساتھ بھی مقید ہوتا ہے اور تمام مسائل میں حوالہ کو مقید کرنے کا حکم یہ ہے کہ محیل محال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہ ہوگا کیونکہ ذکر کردہ مال کے ساتھ احتمال لہ کا حق متعلق ہو چکا ہے جس طرح رہن میں ہوا کرتا ہے۔ جبکہ محیل کے فوت ہو جانے کے بعد محال لہ قرض لینے والوں کے مساوی ہوتا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب ہے کہ جب محیل کے لئے اس مال کا مطالبہ باقی رہے گا اور وہ محال علیہ سے واپس وصول کر لے گا تو حوالہ باطل ہو جائے گا حالانکہ وہ محال لہ کا حق ہے۔ بہ خلاف مطلق حوالہ کے کیونکہ اس مال سے محال لہ کا کوئی حق متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا حق محال علیہ کے ذمہ سے متعلق ہے۔ پس اس مال کو لینے سے حوالہ باطل نہ ہوگا جس محال علیہ پر ہے یا اس کے پاس جو بھی ہے۔

سفاج کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ السَّفَاجُ وَهِيَ قَرْضٌ اسْتَفَادَ بِهِ الْمُقْرِضُ سُقُوطَ خَطَرِ الطَّرِيقِ) وَهَذَا نَوْعٌ نَفْعٍ أُسْتَفِيدَ بِهِ وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا.

فرمایا: سفاج مکروہ ہے اور یہ وہ قرض ہے جس کے سبب قرض دینے والا خطرناک اندیشوں کو دور کر کے فائدہ اٹھانے والا ہے اور یہ بھی ایک طرح کا فائدہ ہے جو قرض کے سبب حاصل کیا جاتا ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس قرض سے منع کیا ہے جو فائدہ دینے والا ہو۔

کتاب ادب القاضی

﴿یہ کتاب ادب قاضی کے بیان میں ہے﴾

کتاب ادب قاضی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب بیوع اور وہ قرض جن سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں ان کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس کتاب کو شروع کیا ہے جس کے ذریعے بیوع و قرضوں کے سبب پیدا ہونے والے جھگڑوں کو ختم کیا جاسکے اور ایسے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے قاضی کے پاس جانا ہوگا لہذا ان کتاب کے بعد متصل ہی کتاب ادب قاضی کو بیان کیا جا رہا ہے۔ (عیان شرح الہدایہ ج ۱۰ ص ۲۰۰، بیروت)

اب اس کتاب میں منصب قضاء کا بیان ہوگا اور اس سلسلہ میں بطور خاص دونوں کا ذکر کیا جائے گا ایک تو یہ قاضی اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی صرف اسلامی قانون کے ماتخذ یعنی کتاب و سنت اور اجتہاد کو رہنما بنائے اور اس کا کوئی فیصلہ و حکم ان چیزوں کے خلاف نہیں ہونا چاہئے دوسری بات یہ ہے کہ منصب قضاء اپنی اہمیت و عظمت اور اپنی بھرپور ذمہ داریوں کے اعتبار سے اتنا اونچا ہے کہ صرف یہ کہ ہر شخص کو اس تک پہنچنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے، بلکہ جہاں تک ہو سکے اس منصب کو قبول کرنے سے ڈرنا اور اجتناب کرنا چاہئے۔

کتاب الامارۃ والقضاء سے اس کتاب جو حصہ شروع ہو رہا ہے اور اس میں جو مسائل بیان کئے جائیں گے وہ اس دعویٰ کی واضح دلیل ہیں کہ اسلام اور حکومت و سیاست دو متضاد چیزیں نہیں ہیں ان احادیث میں امیر و خلیفہ قاضی و منصف، عوام اور رعایا، ملک و فوج اور نظم مملکت کے دیگر گوشوں سے متعلق جو ہدایات و احکام بیان کئے جائیں گے ان سے واضح ہوگا کہ حکومت و سیاست بھی اسلام کا ایک موضوع ہے۔ حکیم

ادب قاضی کا فقہی مفہوم

ادب کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے اچھا سلوک اور اچھے اخلاق سے پیش آنا اور تمام اخلاقی عادات کو اپناتے ہوئے لوگوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا ہے۔ جبکہ قاضی کا ادب یہ ہے کہ جس چیز کو شریعت اچھا کہے یہ بھی اس کو اچھا کہے جس طرح انصاف کو عام کرنا اور ظلم کو دور کرنا ہے۔ حدود سے تجاوز نہ کرنا اور شرعی احکام کے مطابق چلنا اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرنا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب ادب قاضی)

یعنی ذی علم لوگ بھی اسی روش پر رہے۔ کیونکہ انہیں یہ پاک کتاب سوچی گئی تھی اور اس کے اظہار کا اور اس پر عمل کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ و شاہد تھے۔ اب تمہیں چاہئے کہ بجز اللہ کے کسی اور سے نہ ڈرو۔

ہاں قدم قدم اور لمحہ لمحہ پر خوف رکھو اور میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول فروخت نہ کیا کرو۔ جان لو کہ اللہ کی وحی کا حکم جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اس میں دو قول ہیں جو ابھی بیان ہوں گے انشاء اللہ۔ ان آیتوں کا ایک شان نزول بھی سن لیجئے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایسے لوگوں کو اس آیت میں تو کافر کہا دوسری میں ظالم تیسری میں فاسق۔ بات یہ ہے کہ یہودیوں کے دو گروہ تھے، ایک غالب تھا،

دوسرا مغلوب۔ ان کی آپس میں اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ غالب، ذی عزت فرتے کا کوئی شخص اگر مغلوب ذلیل فرتے کے کسی شخص کو قتل کر ڈالے تو پچاس سو دیت دے اور ذلیل لوگوں میں سے کوئی عزیز کو قتل کر دے تو ایک سو دیت دے۔ یہی رواج ان میں چلا آ رہا تھا۔ جب حضور ﷺ مدینے میں آئے، اس کے بعد ایک واقعہ ایسا ہوا کہ ان نیچے وابے یہودیوں میں سے کسی نے کسی اونچے یہودی کو مار ڈالا۔ یہاں سے آدمی گیا کہ لاؤ سو دیت دلاؤ دلاؤ، وہاں سے جواب ملا کہ یہ صریح نا انصافی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی قبیلے کے، ایک ہی دین کے، ایک ہی نسب کے، ایک ہی شہر کے پھر ہماری دیت کم اور تمہارا زیادہ؟ ہم چونکہ اب تک تمہارے دبے ہوئے تھے، اس نا انصافی کو بادل نا خواستہ برداشت کرتے رہے لیکن اب جب کہ حضرت محمد ﷺ جیسے عادل بادشاہ یہاں آ گئے ہیں ہم تمہیں اتنی ہی دیت دیں گے جتنی تم ہمیں دو۔ اس بات پر ادھر ادھر سے آستینیں چڑھ گئیں، پھر آپس میں یہ بات طے ہوئی کہ اچھا اس جھگڑے کا فیصلہ حضرت محمد ﷺ کریں گے۔ لیکن اونچی قوم کے لوگوں نے آپس میں جب مشورہ کیا تو ان کے سمجھداروں نے کہا دیکھو اس سے ہاتھ دھور کھو کہ حضور ﷺ کوئی نا انصافی پہ منی حکم کریں۔ یہ تو صریح زیادتی ہے کہ ہم آدمی دیں اور پوری لیس اور فی الواقع ان لوگوں نے دب کر اسے منظور کیا تھا جو تم نے آنحضرت ﷺ کو حکم اور ثابت مقرر کیا ہے تو یقیناً تمہارا یہ حق مارا جائے گا کسی نے رائے دی کہ اچھا یوں کر دے، کسی کو حضور ﷺ کے پاس چپکے سے بھیج دو، وہ معلوم کر آئے کہ آپ فیصلہ کیا کریں گے؟ اگر ہماری حمایت میں ہوا تب تو بہت اچھا چلو اور ان سے حق حاصل کر آؤ اور اگر خلاف ہوا تو پھر الگ تھلگ ہی اچھے ہیں۔ چنانچہ مدینہ کے چند منافقوں کو انہوں نے جاسوس بنا کر حضرت ﷺ کے پاس بھیجا۔ اس سے پہلے کہ وہ یہاں پہنچیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتار کر اپنے رسول ﷺ کو ان دونوں فرقوں کے بد ارادوں سے مطلق فرما دیا (ہوداؤد)

ایک روایت میں ہے کہ یہ دونوں قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ بنو نضیر کی پوری دیت تھی اور بنو قریظہ کی آدمی۔ حضور ﷺ نے دونوں کی دیت یکساں دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ ایک روایت ہے کہ قرطی اگر کسی نضیری کو قتل کر ڈالے تو اس سے قصاص دیتے تھے لیکن اس کے خلاف میں قصاص تھا ہی نہیں سو دیت دیت تھی۔ یہ بہت ممکن ہے کہ ادھر یہ واقعہ ہوا، ادھر زنا کا قصہ واقع ہوا، جس کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے ان دونوں پر یہ آیتیں نازل ہوئیں واللہ اعلم۔ ہاں ایک بات اور ہے جس سے اس دوسری شان نزول کی تقویت ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کے بعد ہی فرمایا ہے۔

آیت (وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالْبَسَّ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ لِيُذَكِّرَ الَّذِيْنَ هُمْ اَعْيُنُهُمْ اَشْفَاوُا ۚ وَلِيُذَكِّرَ الَّذِيْنَ هُمْ اَعْيُنُهُمْ اَشْفَاوُا ۚ وَلِيُذَكِّرَ الَّذِيْنَ هُمْ اَعْيُنُهُمْ اَشْفَاوُا ۚ

۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰

یعنی ہم نے یہودیوں پر تورات میں یہ حکم فرض کر دیا تھا کہ جان کے عوض جان، آنکھ کے عوض آنکھ۔ واللہ اعلم۔ پھر انہیں کافی عرصہ میں جو اللہ کی شریعت اور اس کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلے اور حکم نہ کریں گو یہ آیت شان نزول کے اعتبار سے بقول مفسرین اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے ہر شخص کو شامل ہے۔ بنو اسرائیل کے بارے میں اتری اور اس امت کا بھی حکم ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رشوت حرام ہے اور رشوت ستانی کے بعد کسی شرعی مسئلہ کے خلاف فتویٰ دینا کفر ہے۔

سہی فرماتے ہیں جس نے وحی الہی کے خلاف عدا فتویٰ دیا جانے کے باوجود اس کے خلاف کیا وہ کافر ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جس نے اللہ کے فرمان سے انکار کیا، اس کا یہ حکم ہے اور جس نے انکار تو نہ کیا لیکن اس کے مطابق نہ کہا وہ ظالم اور فاسق ہے۔ خواہ اہل کتاب ہو خواہ کوئی اور شعی فرماتے ہیں "مسلمانوں میں جس نے کتاب کے خلاف فتویٰ دیا وہ کافر ہے اور یہودیوں میں دیا ہو تو ظالم ہے اور نصرانیوں میں دیا ہو تو فاسق ہے۔"

ابن عباس فرماتے ہیں "اس کا کفر اس آیت کے ساتھ ہے۔" طاؤس فرماتے ہیں "اس کا کفر اس کے کفر جیسا نہیں جو سرے سے اللہ کے رسول قرآن اور فرشتوں کا منکر ہو۔" عطاء فرماتے ہیں "کتم (چھپانا) کفر سے کم ہے اسی طرح ظلم و فسق کے بھی ادنیٰ اعلیٰ درجے ہیں۔ اس کفر سے وہ ملت اسلام سے پھر جانے والا جاتا ہے۔" ابن عباس فرماتے ہیں "اس سے مراد وہ کفر نہیں جس کی طرف تم جا رہے ہو۔" (تفسیر ابن کثیر، مائدہ)

قاضی کے بیان میں حکم کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو قضاء سوچی گئی یا فرمایا اسے لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور اس کے علاوہ سند سے بھی حضرت

ابو ہریرہ سے مرفوعاً منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1349)

حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قضاء کے عہدے پر فائز ہونا چاہتا ہے اور اس کے لیے سفارشیں کرتا ہے اسے اس کے نفس پر چھوڑ دیا جاتا ہے یعنی غیبی مدد نہیں ہوتی اور جسے زبردستی اس منصب پر فائز کیا جاتا ہے اللہ اس کی مدد کے لیے ایک فرشتہ اتارتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسرائیل کی عبدالاعلیٰ سے منقول حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1348)

امارت و قضاء کا فقہی بیان

امارت سے مراد "سرکاری و حکمرانی" ہے اور قضاء سے مراد "شرعی عدالت" ہے اسلامی نظام حکومت کی عمارت کے یہ دو بنیادی ستون ہیں امیر و امام (یعنی سربراہ مملکت) اسلام کے قانون اساسی کا محافظ، نظم حکومت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا

ذمہ دار طاقت مند سب اور امت اسلام کی طاقت و قوت کا ثبوت اور اس کا ثبوت ہائے انسانی و مادی و معاشی و سیاسی امور سے ہے ان سب پر ایمہ امام نبی کا اختیار کار فرما دیتا ہے۔

قاضی، اسلامی عدالت کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے وہ یوں سے حقوق (ان، آزادی، مساوات) کا محافظ و حامی ہے۔ معاملات کا فیصلہ کرنے میں شریعت کی طرف سے علم کی حیثیت رکھتا ہے اس کی سب سے بڑی امامداری یہ ہوتی ہے کہ وہ ان کے نزاعی مقدمات کا شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کا اس سے بڑا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ عدل و انصاف کی بات کرے۔ ایمانداری کے تقاضوں کو ہر حالت میں مد نظر رکھے۔

اسلام اور حکومت کرنے کا بیان

اسلام، دنیا کا یگانہ مذہب بھی ہے اور دنیا کی سب سے بڑی طاقت بھی اسلام جس طرح انسانیت مادی، مذہبی اور اخلاقی، اخروی فلاح کا سب سے آخری اور مکمل قانون ہدایت ہے اس طرح وہ ایک ایسا افغانی سیاسی طاقت بھی ہے جو انسانوں کے عام فائدے، عام بہتری اور عام تنظیم کے لئے حکومت و سیاست سے اپنے تعلق کو بر ملا اظہار کرتی ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ مذہب کی حیثیت سے پہنچا اور بھی ہے اس کو حکومت حاکمیت، سیاست اور سلطنت سے وہی تعلق ہے جو اس کائنات کی کسی بھی بڑی حقیقت سے ہو سکتا ہے اس کو محض ایک ایسا انتظام نہیں کہ جاسکتا ہے جو صرف باطن کی اصلاح کا فرض انجام دیتا ہے بلکہ اس کو ایسا دینی انتظام بھی سمجھنا چاہئے جو خدا ترس و خدا شناس روحانی قوت سے دنیا کے مادی نظام پر عالمگیر غلبہ کا دعویٰ رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم جو اسلامی تصورات و نظریات کا پتھر ہے اور احادیث نبوی ﷺ جو ہدایات کی شارح و ترجمان ہیں، ان کا ایک بہت بڑا حصہ اسلام اور حکومت و سیاست کے تعلق کو ثابت کرتا ہے کہیں تاریخی انداز میں، کہیں تعلیمات کے پیرایہ میں اور کہیں نعمت الہی کو ظاہری کرتے ہوئے ہم پر یہ واضح کیا جاتا ہے کہ اسلام اور حکومت خدا کا حق ہے اس لئے اسلام کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ اس زمین پر خدا کی حکومت قائم کی جائے اور اس کا اتارا ہو قانون نافذ کیا جائے۔

ہم میں سے جو کج فکر لوگ "مذہب اور سیاست" کے درمیان تفریق کی دیوار حائل کر کے اسلام کو سیاست و حکومت سے بالکل بے تعلق و بے واسطہ رکھنا چاہتے ہیں وہ دراصل مسلم مخالف عناصر کے اس شاطر دماغ کی سازش کا شکار ہیں جو خود تو حقیقی معنی میں آج تک حکومت کو "مذہب" سے آزاد نہ کر سکا لیکن مسلمانوں کی سیاسی پرواز اور ہمہ گیر پیش قدمی کو مضحک کرنے کے لئے "مذہب" اور سیاست و حکومت کی مستقل بحثیں پیدا کر کے مسلمانوں کے چشمہ فکر و عمل میں دین اور دنیا کی پلیدی کا زہر گھول رہا ہے۔

حق ولایت کے لئے شرائط جمع ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا نَصِيحٌ وَلَايَةِ الْقَاضِي حَتَّى يَجْتَمِعَ فِي الْمَوْلَى شَرَايِطُ الشَّهَادَةِ وَيَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْإِجْتِهَادِ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ حُكْمَ الْقَضَاءِ يُسْتَقَى مِنْ حُكْمِ الشَّهَادَةِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ

سَابِ الْوِلَايَةِ، فَكُلُّ مَنْ كَانَ أَهْلًا لِنَشِيدَةِ بَيْتِهِ أَهْلًا لِلْقَضَاءِ وَمَا يُشْتَرَطُ لَا هَيْبَةَ الشَّيْءِ
يُشْتَرَطُ لَا هَيْبَةَ الْقَضَاءِ.

ترجمہ: کسی بندے کو قاضی کی ولایت دینا درست نہ ہوگا حتیٰ کہ اس شخص میں ولایت کی ساری شرطیں جمع ہوں۔۔۔
شخص مجتہدین میں سے ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ قضاہ کو حکم شہادت کے حکم سے سمجھتے ہیں۔ یہ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو عدالت
میں سے ہے پس جو بندہ شہادت کا اہل ہوگا وہ قضاہ کا بھی اہل ہوگا اور جو چیز شہادت کے لئے شرط ہوگی وہ قضاہ کے لئے بھی شرط ہوگی۔

فاسق کے اہل قضاء میں سے ہونے کا بیان

وَالْفَاسِقُ أَهْلٌ لِلْقَضَاءِ حَتَّىٰ لَوْ قُلِدَ بِصِحِّهِ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُقْلَدَ كَمَا فِي حُكْمِ الشَّهَادَةِ
فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُقْبَلَ الْقَاضِيُ شَهَادَتُهُ، وَلَوْ قِيلَ جَوَزَ عِنْدَنَا.
وَلَوْ كَانَ الْقَاضِيُ عَدْلًا لَفُسِقَ بِأَخْذِ الرِّشْوَةِ أَوْ غَيْرِهَا لَا يَنْعَزِلُ وَيَسْتَحِقُّ الْعَزْلَ، وَهَذَا هُوَ
ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ.

اور فاسق اہل قضاء میں سے ہے حتیٰ کہ جب اسکو قاضی بنایا تو یہ درست ہے البتہ فاسق کو حج بنانا منسب نہیں
ہے۔ جس طرح شہادت کے حکم میں ہے۔ پس قاضی کے لئے اس کی گواہی کو قبول کرنا منسب نہیں ہے اور جب اس نے قبول کرلی
تو بہرے نزدیک جائز ہے جبکہ قاضی عادل ہو اور جب وہ اس کو رشوت کے جرم سے فاسق قرار دیا گیا ہے تو وہ معزول نہ ہوگا ہاں
جب وہ عزل یعنی عیحدگی کا حقدار بن چکا ہے اور ظاہر مذہب یہی ہے اور بہرے میں قضاہ کا اسی پر عمل ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسق کی قضاء کے عدم جواز کا بیان

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْقَاضِيُ لَا يَجُوزُ قَضَاؤُهُ كَمَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ عِنْدَهُ، وَعَنْ
عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ فِي النَّوَائِرِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ قَضَاؤُهُ.
وَقَالَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ: إِذَا قُلِدَ الْقَاضِيُ ابْتِدَاءً بِصِحِّهِ، وَلَوْ قُلِدَ وَهُوَ عَدْلٌ يَنْعَزِلُ
بِالْفُسْقِ لِأَنَّ الْمُقْلَدَ اعْتَمَدَ عَدَالَتَهُ فَلَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِتَغْيِيرِهِ دُونَهَا.

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ فاسق کی قضاء جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کے نزدیک اس کی گواہی قبول
نہ کی جائے گی۔ جبکہ ہمارے فقہاء ثلاثہ سے نوادر میں نقل کیا گیا ہے کہ فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے جبکہ مشائخ نے کہا کہ اگر
شروع میں فاسق کو قاضی بنایا تو یہ درست ہوگا اور جب اس کو اس حالت میں قاضی بنایا کہ جب وہ عادل تھا تو وہ فسق کے سبب معزول
ہو جائے گا کیونکہ تقلید کرنے والے اس کی عدالت پر مجروسہ یا تھا پس عدالت کے سوا وہ اس کو قاضی بنانے پر رضا مند نہ ہوگا۔

فاسق کے مفتی ہونے نہ ہونے کا بیان

وَهَلْ يَصْلُحُ الْفَاسِقُ مُفْتِيًا؟ قِيلَ لَا لِأَنَّهُ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ وَخَبْرُهُ غَيْرُ مَقْبُولٍ فِي الدِّيَانَاتِ، وَقِيلَ يَصْلُحُ لِأَنَّهُ يَجْتَهِدُ كُلَّ الْجَهْدِ فِي إِصَابَةِ الْحَقِّ حَذَارِ النِّسْبَةِ إِلَى الْخَطَا

کیا فاسق کو مفتی بنایا جاسکتا ہے تو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نہیں بنایا جائے گا۔ کیونکہ فتویٰ دینا یہ دینی معاملات میں سے ہے۔ اور معاملات میں فاسق کی خبر دینا مقبول نہیں ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ درست ہے کیونکہ خطا کی جانب منسوب ہونے کے خوف سے فاسق کوشش کرے گا۔

اجتہاد شرط کے افضل ہونے کا بیان

وَأَمَّا الثَّانِي فَالصَّحِيحُ أَنَّ أَهْلِيَّةَ الاجْتِهَادِ شَرْطُ الْأَوَّلِيَّةِ. فَأَمَّا تَقْلِيدُ الْجَاهِلِ فَصَحِيحٌ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّ الْأَمْرَ بِالْقَضَاءِ يَسْتَدْعِي الْقُدْرَةَ عَلَيْهِ وَلَا قُدْرَةَ دُونَ الْعِلْمِ.

وَلَنَا أَنَّهُ يُمَكِّنُهُ أَنْ يَقْضِيَ بِفَتْوَى غَيْرِهِ، وَمَقْصُودُ الْقَضَاءِ يَحْصُلُ بِهِ وَهُوَ إِيصَالُ الْحَقِّ إِلَى مُسْتَحِقِّهِ.

وَيَنْبَغِي لِلْمُقَلِّدِ أَنْ يَخْتَارَ مَنْ هُوَ الْأَقْدَرُ وَالْأَوْلَى لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ قَلَّدَ إِنْسَانًا عَمَلًا وَفِي رِعْيَتِهِ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ). (وَفِي حَيْدِ الاجْتِهَادِ كَلَامٌ عَرِفَ فِي أَصُولِ الْفِقْهِ.

وَحَاصِلُهُ أَنَّ يَكُونَ صَاحِبَ حَدِيثٍ لَهُ مَعْرِفَةٌ بِالْفِقْهِ لِيَعْرِفَ مَعَانِيَ الْأَثَارِ أَوْ صَاحِبَ فِقْهِ لَهُ مَعْرِفَةٌ بِالْحَدِيثِ لِئَلَّا يَشْتَغَلَ بِالْقِيَاسِ فِي الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ وَقِيلَ أَنْ يَكُونَ مَعَ ذَلِكَ صَاحِبَ قَرِيحَةٍ يَعْرِفَ بِهَا عَادَاتِ النَّاسِ لِأَنَّ مِنَ الْأَحْكَامِ مَا يَنْتَبِي عَلَيْهَِا.

اور دوسری شرط میں صحیح یہ ہے کہ اجتہاد کی اہلیت شرط اولیٰ ہے کیونکہ ہمارے نزدیک جاہل کو قاضی بنانا درست ہے جبکہ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے کہ فیصلہ کرنے کا حکم یہ قضاء پر قدرت ہونے کا تقاضہ کرنے والا ہے اور علم کے بغیر قدرت حاصل نہ ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ دوسرے کے فتویٰ سے جاہل کے لئے فیصلہ کرنا ممکن ہے تاکہ اس سے قضاء کا مقصد حاصل ہو جائے اور وہ حقدار تک حق کا پہنچ جاتا ہے اور مقلد کے لئے ضروری ہے کہ اسی شخص کو اختیار کرے جو زیادہ قادر ہے اور زیادہ بہتر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس بندے نے کسی کو کوئی کام سپرد کیا جبکہ عوام میں اس سے بہتر آدمی موجود ہے تو مقدمہ نے اللہ و رسول ﷺ کو

اور مسلمانوں کی جماعت سے خیانت کی ہے۔ جبکہ اجتہاد کی تعریف میں کلام ہے جو اصول فقہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ قاضی حدیث کا اہل ہو جس کو فقہ کا علم بھی حاصل ہو تاکہ احادیث کے مفہوم کو جاننے والا ہو یا ایسا فقیہ جس کو حدیث کا علم بھی ہو تاکہ وہ منصوص علیہ مسائل میں قیاس نہ کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اچھی طبیعت والا ہو تاکہ عوام کے عرف کو جاننے والا ہو کیونکہ کچھ احکام عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔

عہدہ قضاء کے اہل ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِالدُّخُولِ فِي الْقَضَاءِ لِمَنْ يَتَّقِ بِنَفْسِهِ أَنْ يُؤْذِيَ فَرَضَهُ) لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ تَقَلَّدُوهُ وَكَفَى بِهِمْ قُدْوَةٌ، وَلِأَنَّهُ فَرَضٌ كِفَايَةٌ لِكُونِهِ أَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ .

فرمایا: اور اس بندے کے لئے عہدہ قضاء کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس شخص کو اپنی ذات پر اتنا اعتماد کہ وہ اپنا فرض کما حقہ نبھائے گا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عہدہ قضاء کو قبول کیا ہے اور ہمارے لئے ان کی اتباع کرنا کافی ہے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے لہذا یہ بھی امر بہ معروف ہے۔

فیصلہ حق کے مطابق نہ کر سکنے پر عہدہ قضاء قبول نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ الدُّخُولُ فِيهِ لِمَنْ يَخَافُ الْعُجْزَ عَنْهُ وَلَا بَأْسَ عَلَى نَفْسِهِ الْخِيفُ فِيهِ) كَتَى لَا يَصِيرَ شَرْطًا لِمُبَاشَرَتِهِ الْقَبِيحَ، وَكَرِهَ بَعْضُهُم الدُّخُولَ فِيهِ مُخْتَارًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ جُعِلَ عَلَى الْقَضَاءِ فَكَانَ مَا ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ) " وَالصَّحِيحُ أَنَّ الدُّخُولَ فِيهِ رُخْصَةٌ طَمَعًا فِي إِقَامَةِ الْعَدْلِ وَالْتِرْكُ عَزِيمَةٌ فَلَعَلَّهُ يُخْطِئُ ظَنُّهُ وَلَا يُوَفِّقُ لَهُ أَوْ لَا يُعِينُهُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْإِعَانَةِ إِلَّا إِذَا كَانَ هُوَ أَهْلًا لِلْقَضَاءِ دُونَ غَيْرِهِ فَحِينَئِذٍ يُفْتَرَضُ عَلَيْهِ التَّقَلُّدُ صِبَاةً لِحُقُوقِ الْعِبَادِ وَإِخْلَاءً لِلْعَالَمِ عَنِ الْفَسَادِ .

فرمایا: جو بندہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنے سے خوف زدہ ہو جائے اور قضاء کے حکم میں اپنی ذات پر بھی ظلم کرنے پر مطمئن نہ ہو اس کے عہدہ قضاء قبول کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کا داخل ہونا برے معاملہ کے ارتکاب کا ذریعہ بن جائے گا۔ بعض فقہاء نے علی الاطلاق عہدہ قضاء میں داخل ہونے کو مکروہ کہا ہے اور ان کا قول نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کو اختیار کرنے کے سبب ہے کہ جو بندہ قضاء پر مقرر کیا گیا ہے وہ ایسا ہے جس طرح چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ انصاف قائم کرنے کی غرض سے منصب قضاء میں شامل ہونا جائز ہے۔ جبکہ عزیمت اس کو ترک کرنا ہے کیونکہ ممکن ہے گمان غلطی کرنے والا ہو تو اس کی درست کرنے کی صلاحیت حاصل نہ ہو سکے یا اس کے بارے میں کوئی دوسرا تعاون نہ کرے حالانکہ مدد ضروری ہے ہاں جب قضاء کا اہل صرف ایک ہی شخص ہے اور اسکے سوا کوئی دوسرا نہ ہو تو اس صورت میں بندوں کے حقوق کا تحفظ اور دنیا کو فساد سے بچانے کے لئے اس عہدہ کو قبول کرنا ضروری ہے۔

ولایت کے عدم طلب کا بیان

قَالَ (وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يَطْلُبَ الْوِلَايَةَ وَلَا يَسْأَلَهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وَكَلَّ إِلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أُجْبِرَ عَلَيْهِ نَزَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ يُسَدِّدُهُ) وَلَآنَ مَنْ طَلَبَهُ يَغْتَمِدُ عَلَى نَفْسِهِ فَيَحْرُمُ، وَمَنْ أُجْبِرَ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ عَلَى رَبِّهِ فَيُلْهِمُ.

فرمایا: اور کسی شخص کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ ولایت طلب کرے یا اس کو سوال کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عہدہ قضاء طلب کیا اس کو اس کی جان کے حوالے کر دیا گیا ہے اور جس کو عہدہ قضاء کو قبول کرنے کے لئے مجبور کیا گیا اس پر ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے جو اس کی اصلاح کرتا ہے کیونکہ جو بندہ عہدہ قضاء کو طلب کرتا ہے وہ اپنی ذات پر توقع کرنے والا ہے پس وہ اس سے محروم کر دیا جائے گا اور جس بندے کو عہدہ قضاء کے لئے مجبور کیا جاتا ہے وہ اپنے رب پر توکل کرنے والا ہے لہذا اس کو الہام کر دیا جاتا ہے۔

جابر سلطان سے قضاء قبول کرنے کا بیان

(ثُمَّ يَجُوزُ التَّقْلِيدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ كَمَا يَجُوزُ مِنَ الْعَادِلِ) لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ تَقَلَّدُوهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالْحَقُّ كَانَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي نَوْبَتِهِ، وَالتَّابِعِينَ تَقَلَّدُوهُ مِنَ الْحِجَّاجِ وَكَانَ جَائِزًا إِلَّا إِذَا كَانَ لَا يُمْكِنُهُ مِنَ الْقَضَاءِ بِحَقِّهِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ لَا يَخْصُلُ بِالتَّقْلِيدِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ يُمْكِنُهُ.

اسی طرح جابر سلطان سے قضاء کو قبول کرنا جائز ہے جس طرح عادل سلطان سے قضاء کو قبول کرنا جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عہدہ قضاء قبول کیا تھا حالانکہ ابھی حق خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ اسی طرح تابعین نے حجاج سے عہدہ قضاء قبول کیا تھا جبکہ حجاج ظالم تھا لیکن جب قاضی کے لئے حق کے ساتھ فیصلہ کرنا ممکن نہ ہو تو وہ عہدہ قضاء قبول نہ کرے۔ کیونکہ اس طرح مقصد حاصل نہ ہوگا۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب مقصد یعنی حق کے ساتھ فیصلہ کرنا ممکن ہو۔

سابقہ قاضی کا دیوان طلب کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَلِدَ الْقَضَاءَ يُسَلَّمُ إِلَيْهِ دِيْوَانُ الْقَاضِي الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ) وَهُوَ الْخَرَائِطُ الَّتِي فِيهَا التَّسْجِلَاتُ وَغَيْرُهَا، لِأَنَّهَا وَضِعَتْ فِيهَا لِتَكُونَ حُجَّةً عِنْدَ الْحَاجَةِ فَتُجْعَلُ فِي يَدِ مَنْ لَهُ وِلَايَةُ الْقَضَاءِ.

ثُمَّ إِنْ كَانَ الْبَيَاضُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَظَاهِرٌ، وَكَذَا إِذَا كَانَ مِنْ مَالِ الْخُصُومِ فِي الصَّحِيحِ

لَا تَيْبُ وَصْفُهَا فِي يَدِهِ لَعَلَّهِ وَلَقَدْ اُنْتَبَلِ اِلَى الْمَوْلَى، وَنَحْنُ اِذَا كَانَ مِنْ مَعَالِ الْقَاضِي هُوَ
الْقَاضِي لَآئِنَّا اَتَّخَذُوْا لَدُنَّا لَا تَمُوْا، وَيَنْتَ اَمِيْنٌ لِّفَضْلِهَا بِحَضْرَةِ الْمَغْرُوْبِ وَ اَمْسَ
وَيَسْأَلِيْهِ فَيُنَاقِشُنَا، وَيَجْعَلَانِ كُلُّ نَوْعٍ مِنْهَا فِي حَرْبَةٍ كُنِيَ لَا يَنْتَدِ عَلَى الْمَوْلَى، وَهَذَا
السُّؤَالُ لِكُشْفِ الْحَالِ لَا لِلْاِثْرَامِ.

ہر قسم کی قاضی کے طور پر مقرر یہ تو وہ اپنے قاضی کے واسطے قاضی کا نام ہے۔ وہ قاضی کے نام
میں رہتا اور ریکارڈ کی کاغذات ہوتے ہیں۔ اور جن کاغذات میں وہ اپنے قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے
کرتا ہے۔ پس ان کو قاضی کے قبضہ میں رکھنا چاہئے کہ جس وقت وہ اپنے قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے
ہیں تو انہیں واپس کرنا چاہئے اور جب وہ قاضی کے نام سے ہیں تو انہیں قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے
نے ان کاغذوں کو مابعد قاضی کے پاس نام کرنے کے لئے رکھنا چاہئے۔ وہ قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے
میں بھی یہی حکم ہے جب مابعد قاضی کے نام سے ہوں۔ مابعد قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے
بظور ہدایت کے ان کو دیا ہے۔

اور یہ آئے والے قاضی دو امانتدار بندوں کو بھیجے گا کہ وہ اپنے قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے
کریں اور ایک ایک کاغذ کے بارے میں اور ان سے رہنمائی اور توجہ دات کے بارے میں ان سے پوچھیں کہ ان میں
سے ہر ایک قسم کے تحفے والے ایک ایک رکھیں گے تاکہ ان کے قاضی کو شک و شبہ نہ ہو۔ اور یہ سوالیہ حالت قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے
کئے ہیں۔

نئے قاضی کو قیدیوں کے احوال میں غور و فکر کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَنْظُرُ فِي حَالِ الْمَحْبُوسِينَ) لِأَنَّهُ يُنْصَبُ نَاطِقًا (فَمَنْ اِخْتَرَفَ بِحَقِّ الرَّمَّةِ اِيَّاهُ) لِأَنَّهُ
الْاِفْرَارُ مُلْزِمٌ (وَمَنْ اَنْكَرَ لَمْ يَنْبَأْ قَوْلَ الْمَغْرُوْبِ عَلَيْهِ اِلَّا بِسَبِّهِ) لِأَنَّهُ بِالْعَرَبِ التَّحْقُّقُ بِالْوَعْدِ
وَشَهَادَةُ الْفَرْدِ لَيْسَتْ بِحُجَّةٍ لَا مِمَّا اِذَا كَانَتْ عَلَى فِعْلٍ نَفْسِهِ (فَاِنْ لَمْ تَكُنْ بَيِّنَةً لَمْ يُعْجَلْ
بِخُلِيَّتِهِ حَتَّى يَنْادَى عَلَيْهِ وَيَنْظُرَ فِي اَمْرِهِ) لِأَنَّهُ فِعْلُ الْقَاضِي الْمَغْرُوْبِ حَقٌّ ظَاهِرٌ وَلَا يُعْجَلُ
كُنِيَ لَا يُؤَدَّى اِلَى اِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ.

فرمایا اور قاضی قیدیوں کے احوال میں غور و فکر کرے۔ کیونکہ اب وہ قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے قاضی کے نام سے
نے قاضی کا انتہائی قویہ قاضی اس پر حق ضروری ہے۔ کیونکہ اگر وہ خود غور و فکر کرنے والا ہے (تو یہ بھیجیے) اور جس نے انکار کیا
تو اس کے خلاف قاضی کے ہوا معزول قاضی کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اس سے کہ معزول ہونے کے سبب وہ اس کے ساتھ ہونے
والے ہیں۔ ایک بندہ کی کوئی حجت میں ہے خاص طور اس وقت جب یہ اس کا ذاتی کام ہو۔ اس کے جب وہ کوئی قاضی کے نام سے

تب بھی نیا قاضی کو اس کو رہا کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے حتیٰ کہ اس پر منادی کرائے اور اس کے معاملہ میں غور و فکر کرے کیونکہ معزول قاضی کا عمل بہ ظاہر برحق ہے پس وہ اس کو رہا کرنے میں جلدی نہ کرے کہ کہیں وہ دوسرے کے حق کو باطل کرنے کا سبب بنے۔

ودائع و اوقاف کے حصول میں غور و فکر کرنے کا بیان

(وَيَنْظُرُ فِي الْوَدَائِعِ وَارْتِفَاعِ الْوُقُوفِ فَيَعْمَلُ فِيهِ عَلَى مَا تَقُومُ بِهِ الْبَيِّنَةُ أَوْ يَتَعَرَّفُ بِهِ مَنْ هُوَ فِي يَدِهِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ حُجَّةٌ.

اور وداائع اور اوقاف سے حاصل ہونے والی چیزوں میں غور و فکر کرے اور گواہی قائم کرنے کے لئے اس میں عمل کرے با جس کے قبضہ میں وہ ہے وہ خود ہی اس کا اقرار کر لے کیونکہ وہ ہر ایک کے لئے حجت ہے۔

معزول قاضی کے قول کے عدم مقبول ہونے کا بیان

(وَلَا يَقْبَلُ قَوْلَ الْمَعزُولِ) لِمَا بَيَّنَّا (أَلَا أَنْ يَتَعَرَّفَ الَّذِي هُوَ فِي يَدِهِ أَنَّ الْمَعزُولَ سَلَّمَ إِلَيْهِ فَيَقْبَلُ قَوْلَهُ فِيهَا) لِأَنَّهُ ثَبَتَ بِإِقْرَارِهِ أَنَّ الْيَدَ كَانَتْ لِلْقَاضِي فَبَصَحَ إقْرَارُ الْقَاضِي كَأَنَّهُ فِي يَدِهِ فِي الْحَالِ، إِلَّا إِذَا بَدَأَ بِإِقْرَارِهِ لغيرِهِ ثُمَّ أَقْرَأَ بِسَلِيمِ الْقَاضِي فَيَسْلِمُ مَا فِي يَدِهِ إِلَى الْمُقَرَّرِ لَهُ الْأَوَّلِ لِسَبْقِ حَقِّهِ وَيَضْمَنُ قِيَمَتَهُ لِلْقَاضِي بِإِقْرَارِهِ الثَّانِي وَيُسَلِّمُ إِلَى الْمُقَرَّرِ لَهُ مِنْ جِهَةِ الْقَاضِي.

معزول قاضی کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اسی کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہاں البتہ جب کسی کے پاس دو وداائع ہوں اور وہ اس بات کا اقرار بھی کرنے والا ہو۔ کیونکہ معزول نے ان کو انہی کے حوالے کیا تھا تو اب معزول قاضی ان وداائع کے بارے میں مقبول ہو جائے گا۔ کیونکہ قابض کے اقرار سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ حقیقت میں قبضہ پہلے قاضی کا ہی تھا پس اس کو قاضی کا اقرار صحیح ہو گا اور اس طرح سمجھا جائے گا یہ دونوں وداائع اس حالت میں اسی کے قبضہ میں ہیں۔

البتہ جب پہلے قاضی نے دوسرے کے لئے اقرار کر لیا اور اس کے بعد معزول قاضی کے حوالے کرنے کا اقرار کر لیا تو جو کچھ اقرار کرنے والے کے پاس ہے اس کو مقررہ پہلے کے حوالے کر دے کیونکہ اس کا حق مقدم ہے اور دوسرے اقرار کے سبب اقرار کرنے والا معزول قاضی کے لئے اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور اس شخص کو یہ قیمت دی جائے گی جس کے لئے معزول قاضی نے اقرار کیا تھا۔

قاضی کے لئے مسجد میں بیٹھنے کا بیان

قَالَ (وَيَجْلِسُ لِلْحُكْمِ جُلُوسًا ظَاهِرًا فِي الْمَسْجِدِ) كَمَا لَا يَشْتَبَهُ مَكَانُهُ عَلَى الْعَرَبَاءِ وَبَعْضِ

الْمُقِيمِينَ، وَالْمَسْجِدَ الْجَامِعُ أَوْلَى لَأَنَّهُ أَشْهَرُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُكْرَهُ الْجُلُوسُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْقَضَاءِ لِأَنَّهُ يَحْضُرُهُ الْمُشْرِكُ وَهُوَ نَجَسٌ بِالنَّصِّ وَالْحَائِضُ وَهِيَ مَمْنُوعَةٌ عَنْ دُخُولِهِ. وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّمَا بُنِيَ الْمَسَاجِدُ لِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْحُكْمِ). وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي الْخُصُومَةَ فِي مُعْتَكِفِهِ وَكَذَا الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ كَانُوا يَجْلِسُونَ فِي الْمَسَاجِدِ لِقَضَائِ الْخُصُومَاتِ، وَلَئِنْ الْقَضَاءُ عِبَادَةٌ فَيجوزُ إِقَامَتُهَا فِي الْمَسْجِدِ كَالصَّلَاةِ.

وَنَجَاسَةُ الْمُشْرِكِ فِي اعْتِقَادِهِ لَا فِي ظَاهِرِهِ فَلَا يَمْنَعُ مِنْ دُخُولِهِ، وَالْحَائِضُ تُخْبِرُ بِحَالِهَا فَيَخْرُجُ الْقَاضِي إِلَيْهَا أَوْ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ أَوْ يَتَعَثَّ مَنْ يَفْصِلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ خَصْمِهَا كَمَا إِذَا كَانَتْ الْخُصُومَةُ فِي الدَّابَّةِ. وَلَوْ جَلَسَ فِي دَارِهِ لَا بَأْسَ بِهِ وَيَأْذَنُ لِلنَّاسِ بِالْدُخُولِ فِيهَا، وَيَجْلِسُ مَعَهُ مَنْ كَانَ يَجْلِسُ قَبْلَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ فِي جُلُوسِهِ وَخُذَّةُ تَهْمَةٍ.

فرمایا: اور قاضی فیصلہ کرنے کے لئے مسجد میں بیٹھے کہ مسافروں اور بعض مقيم رہنے والوں پر اس جگہ پر اشتباہ نہ ہو جبکہ جامع مسجد بہتر ہے۔ کیونکہ وہ جگہ مشہور ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ قاضی کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ مشرک بھی مسجد میں آئے گا حالانکہ شریعت کے مطابق مشرک نجس ہے اور حائض عورت بھی آئے گی جبکہ اس کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مساجد اللہ کا ذکر اور فیصلہ کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ حالت اعتکاف میں جھگڑا کرنے والوں کا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح خلفائے راشدین بھی جھگڑوں کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے مساجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ کیونکہ قاضی کا فیصلہ کرنا ایک عبادت ہے پس نماز کی طرح اس کو مسجد میں سرانجام دینا جائز ہے جبکہ مشرک کی نجاست اس کے عقیدے میں ہوتی ہے جبکہ اس کے ظاہر میں نہیں ہوتی لہذا اس کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہ کیا جائے گا۔ اور حائض عورت اپنی حالت بیان کر دے گی۔ تو قاضی مسجد کے دروازے کے پاس یا اس کے پاس آئے گا یا کسی شخص کو بھیج دے گا اور اس کے درمیان اور جھگڑا کرنے والے کے درمیان فیصلہ کرے گا جس طرح اس صورت کا مسئلہ ہے جب جھگڑا سواری کے بارے میں ہو۔

اور جب قاضی اپنے گھر میں بیٹھتا ہے تو بھی کوئی حرج نہ ہوگا مگر عوام کو اس گھر میں داخلے کی اجازت ہونی چاہیے اور جو لوگ اس کے قاضی ہونے سے پہلے اس کے پاس بیٹھتے تھے اور اب بھی اس کے ساتھ بیٹھیں گے کیونکہ اس کے لئے اکیلا بیٹھنے میں تہمت ہے۔

قاضی کا ہدایا کو قبول نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَقْبَلُ هَدِيَّةً إِلَّا مِنْ ذِي رَحِمٍ مَحْرُومٍ أَوْ مِمَّنْ جَرَتْ عَادَتُهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ بِمُهَاذَاتِهِ) لِأَنَّ

الْأَوَّلُ صَلَّةُ الرَّجِيمِ وَالثَّانِي لَيْسَ لِلْقَضَاءِ بَلْ جَرَى عَلَى الْعَادَةِ، وَفِيمَا وَرَاءَ ذَلِكَ يَصِيرُ أَكْثَرُ بِقَضَائِهِ، حَتَّى لَوْ كَانَتْ لِلْقَرِيبِ خُصُومَةٌ لَا يَقْبَلُ هَدِيَّتَهُ، وَكَذَا إِذَا زَادَ الْمُهْدِي عَلَى الْمُعْتَادِ أَوْ كَانَتْ لَهُ خُصُومَةٌ لِأَنَّهُ لِأَجْلِ الْقَضَاءِ فَيَتَحَامَاهُ.

وَلَا يَخْضُرُ دَعْوَةً إِلَّا أَنْ تَكُونَ عَامَّةً لِأَنَّ الْخَاصَّةَ لِأَجْلِ الْقَضَاءِ فَيَتَّهِمُ بِالْإِجَابَةِ، بِخِلَافِ الْعَامَّةِ، وَيَدْخُلُ فِي هَذَا الْجَوَابِ قَرِيبُهُ وَهُوَ قَوْلُهُمَا.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَرَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُجِيبُهُ وَإِنْ كَانَتْ خَاصَّةً كَالْهَدِيَّةِ، وَالْخَاصَّةُ مَا لَوْ عَلِمَ الْمُضِيفُ أَنَّ الْقَاضِيَ لَا يَخْضُرُهَا لَا يَتَّخِذُهَا.

فرمایا: اور قاضی کسی سے تحفہ قبول نہ کرے مگر وہ لوگ جو اس کے ذی رحم محرم ہوں یا وہ لوگ جو قاضی بننے سے پہلے اس کو تحائف دیا کرتے تھے۔ پہلا ہدیہ صلہ رحمی کے لئے ہیں اور دوسرا ہدیہ قاضی ہونے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں جاری عادت ہے۔ جبکہ اس کے سوا میں وہ کھانے والا شمار کیا جائے گا حتیٰ کہ جب کسی قریبی رشتہ کا مقدمہ ہو تو اس کا بھی ہدیہ قبول نہ کرے۔

اور اسی طرح جب ہدیہ دینے والے نے حد سے زیادہ ہدیہ کیا یا اس کو کوئی کیس ہو کیونکہ یہ قاضی ہونے کے سبب سے ہے لہذا قاضی ان سے بھی پرہیز کرے اور وہ کسی دعوت پر بھی نہ جائے ہاں البتہ جب وہ دعوت عام ہو کیونکہ خاص دعوت قاضی کے ہونے کے سبب سے ہوگی اور وہ اس کو قبول کرنے میں تہمت زدہ ہوگا یہ خلاف دعوت عامہ کے۔ اور اس کا قریبی بھی اسی حکم میں شامل ہوگا اور شیخین کا قول بھی اسی طرح ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ قاضی کو ذی رحم محرم کی دعوت کرنا ہوگی خواہ وہ دعوت خاص ہو جس طرح ہدیہ قبول کرنا ہے اور دعوت خاص یہ ہے کہ جب میزبان کو معلوم ہو جائے کہ قاضی نہ آئے گا تو اس دعوت کو تیار نہ کرے گا۔

قاضی کا جنازہ اور عیادت میں شرکت کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَعُوذُ الْمَرِيضَ) لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ حُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتَّةُ حُقُوقٍ) وَعَدَّةٌ مِنْهَا هَذَيْنِ. (وَلَا يُضَيِّفُ أَحَدَ الْخَصْمَيْنِ دُونَ خَصْمِهِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ذَلِكَ، وَلِأَنَّ فِيهِ تَهْمَةً.

اور قاضی جنازے میں جائے گا اور مریض کی عیادت کرے گا کیونکہ یہ مسلمانوں کے حقوق ہیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان پر مسلمان کے چھ حقوق ہیں اور آپ ﷺ ان میں دونوں کو بھی شمار فرمایا ہے۔ اور قاضی ایک خصم کو ترک کرتے ہوئے دوسرے کی دعوت نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں بھی تہمت ہے۔

قاضی کا فریقین سے مساوی کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا خَضَرَ أَمَوَى بَيْنَهُمَا فِي الْجُلُوسِ وَالْإِقْبَالِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا ابْتُلِيَ أَحَدُكُم بِالْقَضَاءِ فَلْيَسْوِ بَيْنَهُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَالْإِشَارَةِ وَالنَّظَرِ) (وَلَا يُسَارِ أَحَدُهُمَا وَلَا

يُسَبِّرُ إِلَيْهِ وَلَا يُلْقِيهِ حُجَّةً) لِلتَّيْمَةِ وَلَا لِأَن فِيهِ مَكْسَرَةٌ لِتَقَبُّبِ الْآخِرِ فَيُزَادُ خُفَّةً أَوْ لَا يُلْقِيهِمْ
فِي وَجْهِ أَحَدِهِمَا) لِأَنَّهُ يَجْتَرُّهُ عَلَى خُصْبِهِ (وَلَا يَنْدِرُ خُفَّةً وَلَا وَاحِدًا مِنْهُ) لِأَنَّهُ يَنْهَبُ
بِمَقَابِلَةِ الْقَضَاءِ .

فرمایا اور جب دونوں ٹرتے والے نہ ہوں تو تو تمہیں ان کے درمیان بیٹھ کر ان کی جانب متوجہ ہونے میں
مساوی سوک کر کے یہ کہہ دینی کہ تم سبھی نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو قتل ہو جائے تو اسے چاہئے
اگوں کے درمیان بیٹھنے میں اور اشرار کے درمیان کی جانب دیکھنے میں نہ ہونی کہ ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی
نہ کرے اور نہ ہی کسی ایک جانب اشارہ کرے اور نہ ہی کسی کو پیش دینے کی تلقین کرے اس سے کہ بھی اہل بیت نہ ہوں اس میں
دوسرے کی دلیل ملتی ہے پس وہ اپنے حق چھوڑ بیٹھ گیا اور وہ کسی ایک کی جانب نہ دیکھتا نہ کہہ دے اپنے بھروسے میں پڑو
جائے گا اور تو تمہاری جھڑاؤ لوگوں سے دل لگی بھی نہ کرے اور نہ ان میں سے کسی ایک سے دل لگی کرے نہ کہ یہ چیز قضا کی حیثیت پر
ختم کرنے والی ہے۔

گواہ کو تلقین کرنے کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ تَلْقِينُ الشَّاهِدِ) وَمَعْنَاهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ أَتَشْهَدُ بِكَذَا وَكَذَا، وَهَذَا لِأَنَّهُ إِعْتَدَتْ لِأَحَدِ
الْغَضَمَيْنِ قَبْكَرَةً كَتَلْقِينِ الْخُصْبِ .

وَأَسْتَحْسَنُهُ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي عَرِّ مَوْجِبِ التَّيْمَةِ لِأَنَّ الشَّاهِدَ قَدْ يَحْضُرُ لِمَقَابِلَةِ
الْمَجْلِسِ فَكَانَ تَلْقِينُهُ أَحْيَاءَ لِلْحَقِّ بِحُزْنٍ لِيَةِ الْإِشْخَاصِ وَالْكَفِيلِ .

فرمایا اور گواہ کے لئے تلقین کرنا مکروہ ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ قاضی سے گواہ سے کہے کہ تم میں سے کون سا گواہ ہو
اس کے لئے یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ دو جھڑاؤ کرنے والوں میں سے ایک کی مدد ہے پس غصہ کی تلقین کی حرمت یہ بھی مکروہ ہے
حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے تہمت کی جگہ کے سوا اس کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ مجلس کی دہشت کے سبب گواہ بھی
کبھی رک جائے والا ہے۔ پس اس کو تلقین کرنا یہ حق و زندہ کرتا ہے جس غرض کسی کو بھیجنا اور فیصلہ ہونا ہے۔

فَصْلٌ فِي الْحَبْسِ

﴿یہ فصل قید کے بیان میں ہے﴾

فصل جس کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب کتاب قضاء اور اس سے متعلق احکام شرعیہ کو بیان کر دیا ہے تو اب اسی سے متعلق ایک الگ فصل میں جس یعنی قید کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ قاضی کے صدور فیصلہ کے بعد اس کا حکم ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ کسی بھی حکم کا نفاذ قاضی کے حکم کے بغیر اور خاص طور پر جب کسی کو قید کرنا ہو تو اس مسئلہ کے لئے حکم قضاء کا ہونا چاہیے لہذا اس کو مؤخر ذکر کیا تاکہ کتاب سابقہ سے مطابقت بن جائے۔

(مناہج شرح الہدایہ، ص ۱۰، ج ۱۰، ص ۲۴۲، بیروت)

قید کے حکم کے شرعی ماخذ کا بیان

أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ عِزٌّ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (مائدہ، ۳۳)

یا زمین سے دور کر دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب۔ (کنز الایمان)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ فرمان ہے کہ زمین سے الگ کر دیئے جائیں یعنی انہیں تلاش کر کے ان پر حد قائم کی جائے یہ وہ دارالاسلام سے بھاگ کر کہیں چلے جائیں یا یہ کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے سے تیسرے شہر انہیں بھیج دیا جاتا رہے یا یہ کہ اسلامی سلطنت سے بالکل ہی خارج کر دیا جائے۔ "شعشعی تو نکال ہی دیتے تھے۔

اور عطا خراسانی کہتے ہیں "ایک لشکر میں سے دوسرے لشکر میں پہنچا دیا جائے یونہی کئی سال تک مارا مارا پھرایا جائے لیکن دارالاسلام سے باہر نہ کیا جائے۔" ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں "اسے جیل خانے میں ڈال دیا جائے۔"

ابن جریر کا مختار قول یہ ہے کہ "اسے اس کے شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر کے جیل خانے میں ڈال دیا جائے۔" ایسے لوگ دنیا میں ذلیل و ذلیل اور آخرت میں بڑے بھاری عذابوں میں گرفتار ہوں گے۔ "آیت کا یہ ٹکڑا تو ان لوگوں کی تائید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے اور مسلمانوں کے بارے میں صحیح حدیث ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ویسے ہی عہد لئے جیسے عورتوں سے لئے تھے کہ "ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، اپنی اموالوں کو قتل نہ کریں، ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کریں جو اس وعدے کو نبھائے، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ کے

ساتھ آلودہ ہو جائے پھر اگر اسے سزا ہو گئی تو وہ سزا کفارہ بن جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کر لی تو اس امر کا اللہ ہی مختار ہے اگر چاہے عذاب کرے، اگر چاہے چھوڑ دے۔ اور حدیث میں ہے "جس کسی نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے چشم پوشی کر لی تو اللہ کی ذات اور اس کا رحم و کرم اس سے بہت بلند و بالا ہے، معاف کئے ہوئے جرائم کو دوبارہ کرنے پہ اسے دنیوی سزا ملے گی، اگر بیوقوفہ مر گئے تو آخرت کی وہ سزائیں باقی ہیں جن کا اس وقت صحیح تصور بھی محال ہے ہاں تو یہ نصیب ہو جائے تو اور بات ہے۔" پھر توبہ کرنے والوں کی نسبت جو فرمایا ہے "اس کا اظہار اس صورت میں تو صاف ہے کہ اس آیت کو مشرکوں کے بارے میں نازل شدہ مانا جائے۔ لیکن جو مسلمان مغرور ہوں اور وہ قبضے میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں تو ان سے قتل اور سولی اور پاؤں کاٹنا تو ہٹ جاتا ہے لیکن ہاتھ کا کٹنا بھی ہٹ جاتا ہے یا نہیں، اس میں علماء کے دو قول ہیں، آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ ہٹ جائے، صحابہ کا عمل بھی اسی پر ہے۔

چنانچہ جاریہ بن بدر بھی بصری نے زمین میں فساد کیا، مسلمانوں سے لڑا، اس بارے میں چند قریشیوں نے حضرت علی سے سفارش کی، جن میں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر بھی تھے لیکن آپ نے اسے اسن دینے سے انکار کر دیا۔ وہ سعید بن قیس ہمدانی کے پاس آیا، آپ نے اپنے گھر میں اسے ٹھہرایا اور حضرت علی کے پاس آئے اور کہا بتائیے تو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑے اور زمین میں فساد کی سعی کرے پھر ان آیتوں کی (قل ان تقدر و اعلیہم) تک تلاوت کی تو آپ نے فرمایا میں تو ایسے شخص کو اسن لکھ دوں گا،

حضرت سعید نے فرمایا یہ جاریہ بن بدر ہے، چنانچہ جاریہ نے اس کے بعد ان کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں۔ قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس کوفہ کی مسجد میں جہاں کے یہ گورنر تھے، ایک فرض نماز کے بعد آیا اور کہنے لگا اے امیر کوفہ فلاں بن فلاں مرادی قبیلے کا ہوں، میں نے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی لڑی، زمین میں فساد کی کوشش کی لیکن آپ لوگ مجھ پر قدرت پائیں، اس سے پہلے میں تائب ہو گیا اب میں آپ سے پناہ حاصل کرنے والے کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے کوئی اب اس توبہ کے بعد اس سے کسی طرح کی لڑائی نہ کرے، اگر یہ سچا ہے تو الحمد للہ اور یہ جھوٹا ہے تو اس کے گناہ ہی اسے ہلاک کر دیں گے۔ یہ شخص ایک مدت تک تو ٹھیک ٹھیک رہا لیکن پھر بغاوت کر گیا، اللہ نے بھی اس کے گناہوں کے بدلے اسے غارت کر دیا اور یہ مار ڈالا گیا۔ علی نامی ایک اسدی شخص نے بھی گزرگا ہوں میں دہشت پسیدہ بنی، لوگوں کو قتل کیا، مال لوٹا، بادشاہ لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا، لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ یہ جنگل میں تھا، ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا اور وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا آتی (قل یا عباد الذین اسرفوا) اے یہ اسے کن سرک کیا اور اس سے کہا اے اللہ کے بندے یہ آیت مجھے دوبارہ سنا، اس نے پھر پڑھی اللہ کی اس آواز کو سن کر وہ فرماتا ہے اے میرے رب! یہ میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، میں سب گناہوں کو بخشے پر قادر ہوں میں غفور و رحیم ہوں۔ اس شخص نے جھٹ سے این تو زمین میں کر لی، اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینے پہنچ گیا، غسل کیا اور مسجد نبوی میں نماز صبح جماعت سے توبہ کی اور حضرت ابو ہریرہ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے، ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب دن کا اجالا ہوا تو لوگوں نے اسے

کر پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی، بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے، سب نے چاہا کہ اسے گرفتار کر لیں۔ اس نے کہا سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے، اس لئے کہ مجھ پر تمہارے قابو پانے سے پہلے ہی میں تو توبہ کر چکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد خود تمہارے پاس آ گیا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس لے چلے، یہ اس وقت حضرت معاویہ کی طرف سے مدینے کے گورنر تھے، وہاں پہنچ کر فرمایا کہ یہ علی اسدی ہیں، یہ توبہ کر چکے ہیں، اس لئے اب تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا، جب مجاہدین کی ایک جماعت رومیوں سے لڑنے کے لئے چلی تو ان مجاہدوں کے ساتھ یہ بھی ہوئے، سمندر میں ان کی کشتی جا رہی تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رومیوں کی آگئیں، یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کے لئے ان کی کشتی میں کود گئے، ان کی آبدار خارا اشکاف تلوار کی چمک کی تاب روی نہ لاسکے اور نامردی سے ایک طرف کو بھاگے، یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرف چلے چونکہ سارا ابو جہ ایک طرف ہو گیا، اس لئے کشتی الٹ گئی جس سے وہ سارے رومی کفار ہلاک ہو گئے اور حضرت علی اسدی بھی ڈوب کر شہید ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیر، ماخذ ۲۲۰)

حضرت بہز ابن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کی بنا پر قید کر دیا تھا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 907)

تہمت کی بنا پر "کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے اس پر اپنے دیئے ہوئے قرض کا دعویٰ کیا تھا اس پر کسی گنہگار کا الزام نہیں تھا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قید (حوالات) میں رکھا تا کہ اس دوران میں گواہوں کے ذریعہ مدعی کے دعویٰ کا صحیح ہونا معلوم ہو جائے۔ لیکن مدعی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ پیش کرنے سے عاجز رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو الزام سے بری قرار دے کر رہا کر دیا۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ملزم کو قید کرنا شرعی حکم کے مطابق ہے۔

قید کرنے میں جلد بازی نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ثَبَتَ الْحَقُّ عِنْدَ الْقَاضِي وَطَلَبَ صَاحِبُ الْحَقِّ حَبْسَ غَرِيمِهِ لَمْ يُعَجَّلْ بِحَبْسِهِ وَأَمْرُهُ بِدْفَعِ مَا عَلَيْهِ) لِأَنَّ الْحَبْسَ جَزَاءُ الْمُعَاظَلَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ ظُهُورِهَا، وَهَذَا إِذَا ثَبَتَ الْحَقُّ بِإِقْرَارِهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَعْرِفْ كَوْنَهُ مُعَاظَلًا فِي أَوَّلِ الْوَهْلَةِ فَلَعَلَّهُ طَمِعَ فِي الْإِمْهَالِ فَلَمْ يَسْتَصْحِبْ الْمَالَ، فَإِذَا امْتَنَعَ بَعْدَ ذَلِكَ حَبْسُهُ لظهور مَطْلَبِهِ، أَمَّا إِذَا ثَبَتَ بِالْبَيِّنَةِ حَبْسُهُ كَمَا ثَبَتَ لظهور الْمَطْلَبِ بِانْكَارِهِ.

فرمایا: اور جب قاضی کے ہاں حق ثابت ہو جائے اور حقدار اپنے مدیون کی قید کو طلب کرے تو قاضی اس کو قید کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے بلکہ وہ مقروض کو اس پر واجب ہونے والے قرض کی ادائیگی کا حکم دے۔ کیونکہ قید نال منول کرنے کی سزا ہے اور نال منول کرنے کا ظاہر ہونا ضروری بات ہے اور حکم تب ہوگا جب حق مدعی علیہ کے اقرار کے سبب ثابت ہونے والا ہے

کیونکہ پہلے معاملے میں اس کی مال مثول معلوم نہیں ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے مہلت پانے کے سبب لالچ کیا ہو اور وہ مال ساتھ نہ لایا ہو مگر جب اس نے معاملہ واضح ہو جانے کے بعد اس کا انکار کیا ہے تو قاضی اس کو قید میں ڈال دے کیونکہ اب اس کا مال مثول سے انکار واضح ہو گیا ہے اور جب گواہی کے سبب سے حق ثابت ہوا ہے تو حق ثابت ہوتے ہی قاضی اس کو قید کر دے کیونکہ انکار کے سبب اس کا مال مثول کرنا زیادہ ظاہر ہوا ہے۔

ادائے دین سے رکنے پر حکم قید کا بیان

قَالَ (فَإِنْ اَمْتَنَعَ حَبْسَهُ فِي كُلِّ دَيْنٍ لَزِمَهُ بَدَلًا عَنْ مَالٍ حَصَلَ فِي يَدِهِ تَكْتُمَنِ الْمَبِيعِ أَوْ التَّزَمَهُ بِعَقْدِهِ كَالْمَهْرِ وَالْكَفَالَةِ) لِأَنَّهُ إِذَا حَصَلَ الْمَالُ فِي يَدِهِ ثَبَتَ غِنَاهُ بِهِ، وَاقْدَامُهُ عَلَى التَّزَامِهِ بِاخْتِيَارِهِ دَلِيلُ بَسَارِهِ إِذْ هُوَ لَا يَلْتَزِمُ إِلَّا مَا يَقْدِرُ عَلَى آدَائِهِ، وَالْمُرَادُ بِالْمَهْرِ مُعْجَلُهُ دُونَ مُؤَجَّلِهِ.

فرمایا: اور جب کوئی مدیون ادائے قرض سے رک جائے تو قاضی اس کو ہر ایسے قرض میں قید میں ڈال دے جو ایسے مال کو بدل بنتے ہوئے اس پر ضروری ہے جو بدل اس کے قبضہ میں ہے جس طرح بیع کا شخص ہے یا مدیون نے کسی عقد کے سبب اس کو ضروری کیا ہے جس طرح مہر اور کفالہ میں ہے کیونکہ جس وقت اس کا شخص کے قبضہ میں آیا ہے اس مال سے اس کا مالدار ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اپنے اختیار سے مال ضروری کرنے پر اس شخص کا اتمام کرنا اسی کے مالدار ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ وہ اسی چیز کو ضروری کرنے والا ہے۔ جس کو ادا کرنے پر وہ قادر ہے جبکہ مہر سے مہر مؤجل ہے نہ مہر مؤجل ہے۔

مقروض کو قید نہ کرانے والے دین کا بیان

قَالَ (وَلَا يَحْبِسُهُ فِيمَا يَسُوى ذَلِكَ إِذَا قَالَ إِنِّي فَقِيرٌ إِلَّا أَنْ يُثَبَّتَ غَرِيمُهُ أَنْ لَهُ مَالًا فَيَحْبِسَهُ) لِأَنَّهُ لَمْ تَرَجَدْ دَلَالَةُ الْبَسَارِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَ مَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ، وَعَلَى الْمُدَّعِي اثْبَاتُ غِنَاهُ، وَيُرْوَى أَنَّ الْقَوْلَ لِمَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِأَنَّ الْأَصْلَ هُوَ الْعُسْرَةُ.

وَيُرْوَى أَنَّ الْقَوْلَ لَهُ إِلَّا فِيمَا بَدَلَهُ مَالٌ. وَفِي النِّقَاحِ الْقَوْلُ قَوْلُ الزَّوْجِ إِنَّهُ مُعْسِرٌ، وَفِي اِئْتِمَارِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ الْقَوْلُ لِلْمُعْتِقِ، وَالْمَسْأَلَتَانِ تَوْذِيحَانِ الْقَوْلَيْنِ الْأَخِيرَيْنِ، وَالتَّخْرِيجُ عَلَى مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ أَنَّهُ لَيْسَ بِدَيْنٍ مُطْلَقٍ بَلْ هُوَ صِلَةٌ حَتَّى تَسْقُطَ النِّقَاحُ بِالمَوْتِ عَلَى الْإِتِّفَاقِ، وَكَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ضَمَانُ الْإِعْتَاقِ، ثُمَّ فِيمَا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُدَّعِي إِنْ لَهُ

مَالًا، أَوْ ثَبَتَ ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ فِيمَا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ

مَنْ عَلَيْهِ يَحْبِسُهُ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ ثُمَّ يُسَالُّ عَنْهُ فَالْحَبْسُ لظُهُورِ ظُلْمِهِ فِي الْحَالِ، وَإِنَّمَا

يَخْبِسُهُ مُدَّةً لِيُظْفِرَ مَالَهُ لَوْ كَانَ يُخْفِيهِ فَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ تَمْتَدَّ الْمُدَّةُ لِيُفِيدَ هَذِهِ الْفَائِدَةَ فَقَدَرَهُ
بِمَا ذَكَرَهُ، وَيُرَوَّى غَيْرُ ذَلِكَ مِنَ التَّقْدِيرِ بِشَهْرِ أَوْ أَرْبَعَةٍ إِلَى سِتَّةِ أَشْهُرٍ، وَالصَّحِيحُ أَنَّ
التَّقْدِيرَ مُفَوَّضٌ إِلَى رَأْيِ الْقَاضِي لِاخْتِلَافِ أَحْوَالِ الْأَشْخَاصِ فِيهِ.

قاضی سابق میں ذکر کردہ قرضوں کے سوا میں مدیون کو قید نہ کرائے کیونکہ جب وہ یہ کہہ دیتا ہے کہ میں فقیر ہوں یاں
البتہ جب قرض خواہ یہ ثابت کرے کہ مدیون کے پاس مال ہے تو اب قاضی اس کو قید میں ڈلوا دے کیونکہ دلیل یسر نہیں پائی
جاری ہے۔ اور مقروض کے قول کو قبول کر لیا جائے گا اور مدیون کی مال داری کو ثابت کرنا واجب ہوگا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ تمام
صورتوں میں مدیون کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اصل تنگی ہے اور یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ مدیون کے قول کا اعتبار کیا
جائے گا سوائے اس حالت کے کہ جب اس کا عوض مال ہو اور نفقہ کے بارے میں شوہر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کہ میں تنگ دست
ہوں جبکہ مشرک غلام کی آزادی میں معق کے قول کا اعتبار کیا جائے گا یہ دونوں جزئیات بعد والے دونوں مسائل کی تائید کرنے
والے ہیں۔ جبکہ کتاب میں ذکر کردہ مسئلہ کی تحریر یہ ہے کہ وہ مطلق قرض نہیں ہے بلکہ وہ ایک سلسلہ ہے حتیٰ کہ وہ بہ اتفاق موت سے
ساقط ہونے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ضمان کے اعتاق میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ اور جب مدی کے قول کو قبول کیا جائے
ہے۔ کیونکہ مدیون کے پاس مال ہے یا پھر وہ گواہی کے سبب مالدار ہونا ثابت ہو جائے تو اس صورت میں جس پر قرض واجب ہے
اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں قاضی مقروض کو دو یا تین ماہ قید کرائے گا اس کے بعد اس کی خیریت
دریافت کرے کیونکہ موجودہ حالت میں اس کا ظلم ہونا ہی ظاہر ہے لہذا وہ ایک مدت تک اس کو قید کرائے گا کہ اس کا مال ظاہر ہو
جائے۔ جبکہ وہ اس کو چھپا رہا ہو پس مدت کا لہا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کو فائدہ حاصل ہو جائے۔ اور مدت کو مذکورہ مہینوں کے
ساتھ مقید کیا گیا ہے اور اسی طرح اس کے سوا میں ایک ماہ یا چار سے چھ ماہ تک مقدار روایت کی گئی ہے۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ مدت کی
مقدار کو قاضی کے حوالے کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں عوام کے حالات مختلف ہوا کرتے ہیں۔

مدت جس گزرنے پر عدم اظہار مال پر رہا کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ لَهُ مَالٌ خِلَى سَبِيلِهِ) يَعْنِي بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ النَّظْرَةَ إِلَى
الْمَيْسَرَةِ فَيَكُونُ حَبْسُهُ بَعْدَ ذَلِكَ ظُلْمًا؛

وَلَوْ قَامَتْ السَّيِّئَةُ عَلَى إِفْلَاسِهِ قَبْلَ الْمُدَّةِ تُقْبَلُ فِي رِوَايَةٍ، وَلَا تُقْبَلُ فِي رِوَايَةٍ، وَعَلَى الثَّانِيَةِ
عَامَّةُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ.

قَالَ فِي الْكِتَابِ خِلَى سَبِيلِهِ وَلَا يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غُرْمَانِهِ، وَهَذَا كَلَامٌ فِي الْمُلَازِمَةِ
وَسَنَذَكُرُهُ فِي كِتَابِ الْحَجْرِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

۱۱ / فرمایا اور جب قیدی شخص کا کوئی مال ظاہری نہ ہو تو قاضی اس کو رہا کر دے یعنی مدت قید گزر جانے کے بعد اس کو رہا کر دے کیونکہ وہ مالدار ہونے تک مہلت پانے کا حقدار بن چکا ہے پس اس کے بعد اس کو قید کرنا زیادتی ہے۔ اور جب مدت قید گزرنے سے پہلے اس کے غریب ہونے پر گواہی قائم ہوئی۔ ایک روایت میں اس کو قبول کر لیا جائے گا جبکہ دوسری روایت کے مطابق وہ گواہی قابل قبول نہ ہوگی اور اکثر مشائخ دوری۔۔۔۔۔ افق ہیں۔ اور کتاب میں جو "حَتَّىٰ مَسْلَهُ وَلَا يَتَحَوَّلَ تَبَهُ وَتَيْنَ غَوَمَائِهِ" بیان ہوا ہے یہ مفروضہ ریت کے۔۔۔۔۔ اس و ہم ان شاء اللہ کتاب تجر میں بیان کر دیں گے۔

اقرار سے سبب قید و جانے کا بیان

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : رَجُلٌ أَقْرَعَ عِنْدَ الْقَاضِي بِذَيْنِ فَإِنَّهُ يَحْبِسُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا أَبَدَ حَبْسَهُ، وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا أَخْلَىٰ مَسِيلَهُ، وَمُرَادُهُ إِذَا أَقْرَعَ عِنْدَ غَيْرِ الْقَاضِي أَوْ عِنْدَهُ مَرَّةً وَطَهَّرَتْ مُمَا طَلَنَّهُ وَالْحَبْسُ أَوْ لَا وَمُدَّتُهُ قَدْ بَيَّنَّاهُ فَلَا نَعْبُدُهُ .

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی جامع صغیر میں ہے ایک بندے نے قاضی کے پاس قرض کا اقرار کیا تو قاضی کو قید میں ڈلوادے اور اس کے بعد اس کا حال پوچھے اور اگر وہ مالدار ہے تو برابر اس کو قید میں رکھے اور اگر وہ تنگ دست ہے تو اس کو رہا کر دے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب مدیون نے قاضی کے سوا میں اقرار کیا ہے یا اس نے ایک بار قاضی کے ہاں اقرار کیا اور اس کے بعد اس کا دل مثول ظاہر ہو چکا ہے جبکہ قید کی مدت ہم بیان کر چکے ہیں۔ پس اس کو دوبارہ بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔

شوہر کا نفقہ زوجہ میں قید ہونے کا بیان

قَالَ (وَيُحْبَسُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَةِ زَوْجَتِهِ) لِأَنَّهُ طَالِمٌ بِالْإِمْتِنَاعِ (وَلَا يُحْبَسُ وَالِدٌ فِي ذَيْنِ وَلَدِهِ) لِأَنَّهُ نَوْعٌ عُقُوبَةٍ فَلَا يَسْتَحِقُّهُ الْوَلَدُ عَلَى الْوَالِدِ كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ (أَلَا إِذَا امْتَنَعَ مِنَ الْإِنْفَاقِ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ فِيهِ إِحْيَاءٌ لِوَلَدِهِ، وَلَئِنَّهُ لَا يُتَدَارَكُ لِسُقُوطِهَا بِمُضِيِّ الزَّمَانِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

فرمایا: اور آدمی کو اس کی بیوی کے نفقہ میں قید کیا جائے گا کیونکہ اس میں ظالم کو روکنا ہے۔ جبکہ والد کو بیٹے کے قرض میں قید نہ کیا جائے گا کیونکہ قید ایک طرح کی سزا ہے پس بیٹا باپ پر اس میں حق رکھنے والا نہیں ہے جس طرح حدود اور قصاص میں ہوا کرتا ہے ہاں البتہ جب باپ بیٹے پر خرچ کرنے انکار کرنے والا ہے کیونکہ خرچ کرنے میں بیٹے کی زندگی ہے کیونکہ اس کا تدارک نہیں ہو سکتا اس لئے کہ زمانے کے گزر جانے کے سبب نفقہ ساقط ہو جانے والا ہے۔

بَابُ كِتَابِ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي

﴿یہ باب ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط بھیجنے کے بیان میں ہے﴾

باب قاضی کا خط کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل کو جس یعنی قید کی فصل کے بعد لائے ہیں کیونکہ قید بھی ایک طرح کا فیصلہ ہے لیکن حکم قضاء ایک ہی قاضی سے منعقد ہو جاتا ہے جبکہ اس فصل میں فیصلہ ایک قاضی سے دوسرے قاضی کی طرف منتقل کرتا ہے لہذا یہ تثنیہ ہوا اور اصول یہ ہے کہ مفرد مقدم ہوتا ہے جبکہ تثنیہ اس سے مؤخر ہوتا ہے۔ پس اسی سبب کے پیش نظر اس فصل کو مؤخر ذکر کیا گیا ہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۲۵۲، پیردت)

ضرورت کے سبب قاضی کے خط کو قبول کرنے کا بیان

قَالَ (وَيُقْبَلُ كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي فِي الْحُقُوقِ إِذَا شَهِدَ بِهِ عِنْدَهُ) لِلْحَاجَةِ عَلَى مَا نَبَّيْنُ
(فَإِنْ شَهِدُوا عَلَى خَصْمٍ حَاضِرٍ حَكَمَ بِالشَّهَادَةِ) لَوْ جُودَ الْحُجَّةُ (وَكُتِبَ بِحُكْمِهِ) وَهُوَ
الْمَدْعُوُّ سَجَلًا (وَأَنْ شَهِدُوا بِهِ بِغَيْرِ حَضْرَةِ الْخَصْمِ لَمْ يَحْكَمْ) لِأَنَّ الْقَضَاءَ عَلَى الْغَائِبِ لَا
يَجُوزُ (وَكُتِبَ بِالشَّهَادَةِ) لِيَحْكُمَ الْمَكْتُوبُ إِلَيْهِ بِهَا وَهَذَا هُوَ الْكِتَابُ الْحُكْمِيُّ، وَهُوَ نَقْلُ
الشَّهَادَةِ فِي الْحَقِيقَةِ، وَيَخْتَصُّ بِشَرَائِطَ نَذَرُهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَجَوَازُهُ لِمَسَاسِ
الْحَاجَةِ لِأَنَّ الْمُدْعَى قَدْ يَتَعَذَّرُ عَلَيْهِ الْجَمْعُ بَيْنَ شُهُودِهِ وَخَصْمِهِ فَاشْتَبَهَ الشَّهَادَةُ عَلَى
الشَّهَادَةِ.

وَقَوْلُهُ فِي الْحُقُوقِ يَنْدَرِجُ تَحْتَهُ الدِّينُ وَالنِّكَاحُ وَالنَّسَبُ وَالْمَغْصُوبُ وَالْأَمَانَةُ الْمَجْحُودَةُ
وَالْمُضَارَبَةُ الْمَجْحُودَةُ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ الدِّينِ، وَهُوَ يُعْرَفُ بِالْوَصْفِ لَا يُحْتَاجُ فِيهِ إِلَى
الْإِشَارَةِ، وَيُقْبَلُ فِي الْعَقَارِ أَيْضًا لِأَنَّ التَّعْرِيفَ فِيهِ بِالتَّحْدِيدِ.

فرمایا: حقوق میں ضرورت کی بناء پر ایک قاضی کا خط دوسرا قاضی قبول کر لے گا البتہ شرط یہ ہے کہ دوسرے قاضی کے پاس اس خط کی گواہی ہونی چاہیے۔ جس طرح ہم بیان کریں گے۔ اور جب کسی موجود خصم کے خلاف گواہی دی گئی تو قاضی شہادت کے موافق فیصلہ کرے کیونکہ حجت پائی جا رہی ہے اور وہ اپنے فیصلہ کو لکھ لے اور اس کو کھل کہتے ہیں۔

اور جب گواہوں نے محکم کی غیر موجودگی میں گواہی دی ہے تو قاضی اس پر فیصلہ نہ کرے کیونکہ پر قضاہ جائز نہیں ہے مگر وہ اس گواہی کو لکھ کر رکھ لے تاکہ مکتوب الیہ میں اس شہادت کے مطابق فیصلہ کر سکے اور یہ حکمی ہے اور یہ حقیقت میں گواہی کو منتقل کرنا ہے البتہ یہ کچھ شرائط کے ساتھ خاص ہے جن کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔ اور اس کا جواز بناء بر ضرورت ہے کیونکہ بعض دفعہ مدعی کے لئے گواہوں کو اور محکم کو جمع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پس یہ شہادت علی شہادت کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت امام قدوری قدس سرہ کے قول حقوق میں "اس کے تحت، قرض، نکاح، نسب، مفسوب، امانت، مجورہ، مضاربہ، مجورہ سارے کے سارے شامل ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک قرض کے درجے میں ہے اور اس کو وصف کے پہچانا جاسکے گا۔ لہذا اس میں اشارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی اور غیر منقولہ جائیداد میں حکمی خط قبول کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ حد کو بیان کرنے کے سبب سے عقار کی پہچان ہو جاتی ہے۔

اعیان منقولہ میں حکمی خط کے عدم قبول کا بیان

وَلَا يُقْبَلُ فِي الْأَعْيَانِ الْمَنْقُولَةِ لِلْحَاجَةِ إِلَى الْإِشَارَةِ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُقْبَلُ فِي الْقَبْدِ دُونَ الْأَمَةِ لِغَلْبَةِ الْإِثْبَاتِ فِيهِ دُونَهَا.

وَعَنْهُ أَنَّهُ يُقْبَلُ فِيهِمَا بِشَرَايِطَ تُعْرَفُ فِي مَوْضِعَيْهَا. وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُقْبَلُ فِي جَمِيعِ مَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ وَعَلَيْهِ الْمُنْتَخِرُونَ.

اعیان منقولہ میں حکمی خط کو قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ ان میں اشارہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حکمی خط تو غلام میں بھی قبول کر لیا جاتا ہے جبکہ باندی میں نہیں اس لئے غلام میں بھاگ جانے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے جبکہ باندی میں اندیشہ نہیں ہوتا ہے۔ اور آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ غلام اور باندی دونوں میں کچھ شرائط کے ساتھ حکمی خط قبول کر لیا جاتا ہے جبکہ یہ شرائط اپنے مقام پر بیان کر دی جائیں گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ قاضی کا خط ان سب چیزوں میں قبول کر لیا جائے گا جو منتقل ہونے والی اور پھر جانے والی ہیں اور متاخر فقہاء مشائخ کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔

قاضی کے قبول میں شہادت ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُقْبَلُ الْكِتَابُ إِلَّا بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ) لِأَنَّ الْكِتَابَ يُشْبِهُ الْكِتَابَ فَلَا يَكْتَسِبُ إِلَّا بِحُجَّةٍ تَامَةٍ وَهَذَا لِأَنَّهُ مُلْزِمٌ فَلَا يَدُّ مِنَ الْحُجَّةِ، بِخِلَافِ كِتَابِ الْإِسْتِثْمَانِ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُلْزِمٍ، وَبِخِلَافِ رَسُولِ الْقَاضِي إِلَى الْمُزَكِّي وَرَسُولِهِ إِلَى الْقَاضِي لِأَنَّ الْإِلْزَامَ بِالشَّهَادَةِ لَا بِالتَّزْكِيَةِ.

فرمایا: اور قاضی خط کو دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے بغیر قبول نہ کرے۔ کیونکہ کتابت

کتابت کے مشابہ ہو جاتی ہے پس کامل دلیل کے بغیر خط ثابت نہ ہوگا اور اس کا سبب یہ ہے کہ خط ضروری کرنے والا ہے ہذا اس کے لئے دلیل ضروری ہے۔ یہ خلاف اس کے کہ جب اہل حرب سے خط کے سے امان طلب کی جائے۔ اس لئے کہ ضروری کرنے والا نہیں ہے یہ خلاف قاضی کے قاصد مزی کے آر مزی کے قاصد قاضی کی جانب کے کیونکہ لزوم شہادت سے دو تابت توثیہ سے لزوم نہ ہوگا۔

گواہوں کو خط پڑھ کر سنانے کے وجوب کا بیان

قَالَ (وَيَجِبُ أَنْ يَقْرَأَ الْكِتَابَ عَلَيْهِمْ لِيَعْرِفُوا مَا فِيهِ أَوْ يُعْلِمَهُمْ بِهِ) لِأَنَّهُ لَا شَهَادَةَ بِذَوْنِ الْعِلْمِ (ثُمَّ يَخْتِمُهُ بِحَضْرَتِهِمْ وَيُسَلِّمُهُ إِلَيْهِمْ) كَمَا لَا يُتَوَكَّمُ التَّغْيِيرُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، لِأَنَّ عِلْمَ مَا فِي الْكِتَابِ وَالْخَتْمَ بِحَضْرَتِهِمْ شَرْطٌ، وَكَذَا حِفْظُ مَا فِي الْكِتَابِ عِنْدَهُمَا وَلِهَذَا يُدْفَعُ إِلَيْهِمْ كِتَابٌ آخَرُ غَيْرُ مَخْتُومٍ لِيَكُونَ مَعَانِيَهُ عَلَى حِفْظِهِمْ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ آخِرًا: شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ لَيْسَ بِشَرْطٍ، وَالشَّرْطُ أَنْ يُشْهِدَهُمْ أَنَّ هَذَا كِتَابُهُ وَخَتْمُهُ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْخَتْمَ لَيْسَ بِشَرْطٍ أَيْضًا فَسَهَّلَ فِي ذَلِكَ لَمَّا أُبْتُلِيَ بِالْقَضَاءِ وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَانِيَةِ. وَاخْتَارَ شَمْسُ الْأَيْمَةِ السَّرْحِيّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

قاضی لکھنے والوں پر خط کو پڑھ سنائے یہ واجب ہے اس لئے کہ وہ خط کے مضمون سے واقف ہو جائیں یا قاضی خود ان کو اس خط کے مضمون سے باخبر کر دے۔ اس لئے کہ علم کے بغیر گواہی نہیں ہوتی۔ اور جب گواہوں کی موجودگی میں قاضی اس خط پر مہر لگاتے ہوئے اس کو ان کے سپرد کرتا ہے تاکہ اس میں تبدیلی کا وہم نہ ہو اور حکم طرفین کے مطابق ہے کیونکہ خط کے مضمون کا جاننا اور اس پر گواہوں کی موجودگی میں مہر لگانا شرط ہے پس طرفین کے نزدیک اس خط کو محفوظ رکھنا بھی شرط ہے۔ اس سبب کے پیش نظر قاضی گواہوں کو دوسرا خط بھی مہر کے بغیر دیدے تاکہ ان کے ساتھ ان کی یاد دہانی کی مدد ہو جائے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان میں کوئی چیز بھی شرط نہیں ہے بلکہ صرف شرط یہ ہے کہ قاضی حاضرین کو اس بات پر گواہ بنائے کہ یہ اس کا خط ہے اور اسی کی مہر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یہ بھی روایت ہے کہ مہر بھی شرط نہیں ہے۔ پس جب وہ قضاء میں مبتلا ہوئے تھے اسی اس کے بارے میں آسانی پیدا کر دی کیونکہ خبر مشاہدہ کی طرح ہوتی ہے اور حضرت شمس ارمہ امام سرخسی علیہ الرحمہ نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں خط قبول نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْقَاضِي لَمْ يَقْبَلْهُ إِلَّا بِحَضْرَةِ الْخَصْمِ) لِأَنَّهُ بِمَزِيلَةِ آدَاءِ الشَّهَادَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ حُضُورِهِ، بِخِلَافِ سَمَاعِ الْقَاضِي الْكَاتِبِ لِأَنَّهُ لِلنَّقْلِ لَا لِلْحُكْمِ.

۱۔ فرمایا جب کاتب کا خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس پہنچے تو وہ مدعی علیہ کی مدد سے ہونی میں اس کو قبول نہ کرے۔ کیونکہ یہ خط شہادت کی امانت کی ہے جس میں مدعی علیہ کا وہ جوہر ضروری ہے یہ خلاف ہے۔
قاضی کاتب سے سنتا ہے کیونکہ اب یہ نقل کے لئے ہے حکم کے لئے نہیں ہے۔

مکتوب الیہ قاضی کا خط قبول کرنے میں فقہی بیان

قَالَ (فَإِذَا سَلَّمَهُ الشَّهَادَةُ إِلَيْهِ نَظَرَ إِلَى خَتْمِهِ، فَإِذَا شَهِدُوا أَنَّهُ كِتَابُ قَلَانٍ الْقَاضِي سَلَّمَهُ إِلَيْهَا لِي مَجْلِسٍ حَكِيمٍ وَقَرَأَهُ عَلَيْنَا وَخَتَمَهُ فَتَحَهُ الْقَاضِي وَقَرَأَهُ عَلَى الْخَصْمِ وَالزَّمَنَ مَا فِيهِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَرَحِمَهُمَا اللَّهُ

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِذَا شَهِدُوا أَنَّهُ كِتَابُهُ وَخَتَمَهُ قَبْلَهُ عَلَى مَا مَرَّ، وَلَهُ يَنْشُرُ طَبْعُ الْكِتَابِ ظُهُورُ الْعَدَالَةِ لِلْفَتْحِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَقْضَى الْكِتَابُ بَعْدَ ثُبُوتِ الْعَدَالَةِ، كَذَا ذَكَرَهُ الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يُحْتَاجُ إِلَى زِيَادَةِ الشُّهُودِ وَإِنَّمَا يُمَكِّنُهُمْ آدَاءُ الشَّهَادَةِ بَعْدَ قِيَامِ الْحَكْمِ، وَإِنَّمَا يَقْبَلُهُ الْمَكْتُوبُ إِلَيْهِ إِذَا كَانَ الْكَاتِبُ عَلَى الْقَضَاءِ، حَتَّى لَوْ مَاتَ أَوْ غُزِلَ أَوْ لَمْ يَبْقَ أَهْلًا لِلْقَضَاءِ قَبْلَ وُضُوعِ الْكِتَابِ - سَلَمَ لِأَنَّهُ التَّحَقُّقُ بِوَاحِدٍ مِنَ الرَّعَايَا، وَلِهَذَا لَا يُقْبَلُ إِخْبَارُهُ قَاضِيًا آخَرَ فِي غَيْرِ عِنْدِ أَبِي حَنِيفَةَ وَرَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَكَذَا لَوْ مَاتَ الْمَكْتُوبُ إِلَيْهِ إِلَّا إِذَا كَتَبَ إِلَى قَلَانِ بْنِ قَلَانٍ قَاضِي بَلَدٍ كَذَا وَإِلَى كُلِّ مَنْ يَصِلُ إِلَيْهِ مِنْ قَضَاةِ الْمُسْلِمِينَ لِأَنَّهُ غَيْرُهُ صَارَ تَبَعًا لَهُ وَهُوَ مُعَرَّفٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَتَبَ ابْتِدَاءً إِلَى كُلِّ مَنْ يَصِلُ إِلَيْهِ عَلَى مَا عَلَيْهِمْ مَشَايِخُنَا وَرَحِمَهُمُ اللَّهُ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُعَرَّفٍ، وَلَوْ كَانَ مَاتَ الْخَصْمُ يَنْفُذُ الْكِتَابُ عَلَى وَارِثِهِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ.

۲۔ فرمایا اور جب گواہوں نے وہ خط مکتوب الیہ قاضی کے حوالے کر دیا ہے تو قاضی اس کی مہر دیکھے اس کے جب گواہ یہ شہادت بیان کر دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے اور اس نے اپنی مجلس قضاء میں اس کو ہمارے حوالے کیا تھا اور ہمارے سامنے اس کو پڑھ کر اس نے اس پر مہر لگائی ہے تو قاضی مکتوب الیہ اس خط کو کھولے گا اور مدعی علیہ کے سامنے اس کو پڑھے گا اور جو کچھ اس میں ہے وہ مدعی علیہ پر ضروری کرے گا یہ حکم بھی طرفین کے مطابق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا جب گواہوں نے شہادت دیدی کہ یہ خط فلاں قاضی کا ہے اور اسی کی مہر ہے تو اس کو قبول کرے جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

قدوری میں خط کو کھولنے کے لئے گواہوں کے عادل ہونے کی شرط نہیں لگائی گئی جبکہ صحیح یہ ہے کہ مکتوب الیہ قاضی مدالتی ثبوت کے بعد اس کو کھولے گا۔

فصل آخر

﴿یہ فصل ادب قاضی کے بیان میں دوسری ہے﴾

فصل ادب قاضی کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط لکھنے کی کتاب کے بعد اسی سے متعلق فصل کو بیان کیا ہے۔ صاحب نہا یہ نے کہا ہے کہ جب کتاب قاضی کو ذکر کیا تو اس کے متصل طور پر اس کے فیصلہ کو بھی ذکر کیا ہے لہذا قاضی پر واجب ہے کہ وہ مکتوب الیہ کا فیصلہ بھی کر دے۔ اور وہ محل اجتہاد ہے۔ جبکہ کتاب حکمی میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کی رائے کو نافذ یا رد کیا جاسکتا ہے۔ لہذا یہ فصل بیان کی محتاج ہوئی جس کا اس کے ساتھ الحاق کر دیا جائے گا۔ پس یہ فصل اس بات پر دلالت کرنے والی ہے کہ یہ کتاب قاضی الی قاضی کا تتمہ ہے اور اسی کا بیان ہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ ۱۰ ج ۱، ص ۲۷۰، میردت)

حدود و قصاص میں عورت کے فیصلہ کے عدم جواز کا بیان

(وَيَجُوزُ قَضَاءُ الْمَرْأَةِ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ) اِغْتِبَارًا بِشَهَادَتِهَا . وَقَدْ مَرَّ الْوَجْهُ .

(وَلَيْسَ لِلْقَاضِي أَنْ يَسْتَخْلِفَ عَلَى الْقَضَاءِ إِلَّا أَنْ يُفَوِّضَ إِلَيْهِ ذَلِكَ) لِأَنَّهُ قِلَّةُ الْقَضَاءِ دُونَ التَّقْلِيدِ بِهِ فَصَارَ كَتَوَكُّلِ الْوَكِيلِ، بِخِلَافِ الْمَأْمُورِ بِإِقَامَةِ الْجُمُعَةِ حَيْثُ يَسْتَخْلِفُ لِأَنَّهُ عَلَى شَرَفِ الْقَوَاتِ لِتَوَقُّعِهِ فَكَانَ الْأَمْرُ بِهِ إِذْنًا بِالِاسْتِخْلَافِ دَلَالَةً وَلَا كَذَلِكَ الْقَضَاءُ . وَلَوْ قَضَى الثَّانِي بِمَحْضَرٍ مِنَ الْأَوَّلِ أَوْ قَضَى الثَّانِي فَأَجَازَ الْأَوَّلُ جَازَ كَمَا فِي الْوَكَالَةِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ حَضَرَهُ رَأَى الْأَوَّلُ وَهُوَ الشَّرْطُ، وَإِذَا فَوِّضَ إِلَيْهِ يَمْلِكُهُ فَيَصِيرُ الثَّانِي نَائِبًا عَنِ الْأَوَّلِ حَتَّى لَا يَمْلِكَ الْأَوَّلُ عَزْلَهُ إِلَّا إِذَا فَوِّضَ إِلَيْهِ الْعَزْلُ هُوَ الصَّحِيحُ .

عورت کی قضاء ہر چیز میں جائز ہے لیکن حدود و قصاص میں جائز نہیں ہے کیونکہ ان کو ایسی اعتبار کیا گیا ہے اور اس

کی دلیل بیان کر دی گئی ہے۔

قاضی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قضاء کے ذریعے خلیفہ مقرر کرے لیکن جب اس کو اختیار دے دیا جائے کیونکہ اس کو صرف قضاء کو عہدہ دیا گیا ہے اس کو قاضی بنانے کا عہدہ نہیں دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ تو وکیل کا وکیل بنانے کی طرح ہو جائے گا بہ خلاف اس

مفس کے جو نماز جمعہ قائم کرنے کے لئے مامور کیا ہے کیونکہ وہ اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے کیونکہ وقت کے محدود ہونے کے سبب جمعہ فوت ہونے کی طرف پر واقع ہے پس جمعہ کی ادائیگی بطور دلالت اپنا خلیفہ بنانے کی اجازت دینے والا ہے جبکہ قضاء میں ایسا نہیں ہے

اور جب پہلے قاضی نے دوسرے قاضی کی موجودگی میں فیصلہ کیا ہے یا دوسرے نے فیصلہ کیا اس کے بعد پہلے نے اس کی اجازت دے دی ہے تو جائز ہے جس طرح وکالت میں ہوتا ہے اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ اس فیصلے میں پہلے قاضی کی رائے شامل ہے اور شرط یہی اس کی رائے تھی اور جب سلطان نے قاضی کو خلیفہ بنانے میں اختیار دیا ہے تو قاضی اس کا مالک ہو جائے گا اور دوسرا قاضی اس کا نائب بن جائے گا حتیٰ کہ پہلا قاضی اس کو معزول کرنے کا اختیار رکھنے والا نہ ہوگا ہاں جب اس کو معزول کرنے کا اختیار بھی دے دیا جائے اور یہی صحیح ہے۔

حاکم کے فیصلہ شدہ مسئلہ کو قاضی کے ہاں پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا رُفِعَ إِلَى الْقَاضِي حُكْمُ حَاكِمٍ أَمْضَاهُ إِلَّا أَنْ يُخَالَفَ الْكِتَابَ أَوْ السُّنَّةَ أَوْ الْإِجْمَاعَ بِأَنْ يَكُونَ قَوْلًا لَا دَلِيلَ عَلَيْهِ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ الْفُقَهَاءُ فَقَضَى بِهِ الْقَاضِي ثُمَّ جَاءَ قَاضٍ آخَرُ يَرَى غَيْرَ ذَلِكَ أَمْضَاهُ وَالْأَصْلُ أَنَّ الْقَضَاءَ مَتَى لَاقَى فَصْلًا مُجْتَهِدًا فِيهِ يُنْفِذُهُ وَلَا يَرُدُّهُ غَيْرُهُ، لِأَنَّ اجْتِهَادَ الثَّانِي كَاجْتِهَادِ الْأَوَّلِ، وَقَدْ يُرْجَحُ الْأَوَّلُ بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهِ فَلَا يُنْقَضُ بِمَا هُوَ دُونَهُ .

فرمایا: اور جب قاضی کے پاس حاکم کے کسی حکم دیئے گئے فیصلہ کو پیش کیا جائے تو قاضی اس کو نافذ کر دے گا ہاں جب وہ کتاب و سنت و اجماع کے خلاف ہے تو نہیں یا وہ ایسا قول ہے جس کی دلیل نہ ہو۔

جامع صغیر میں ہے جس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہو اس کے بعد اس میں قاضی کوئی فیصلہ دیدے اس کے بعد دوسرا قاضی آیا اور فیصلہ اس کی رائے کے خلاف ہے تب بھی دوسرا قاضی اس کو نافذ کر دے۔

اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ جب کسی مختلف فیہ مسئلہ میں حکم قضاء لاحق ہو تو وہ نافذ ہوگا اور دوسرا قاضی اس کی تردید نہ کرے گا کیونکہ پہلے کا اجتہاد دوسرے کے اجتہاد کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ) البتہ پہلے اجتہاد سے مسئلہ کے لاحق ہونے کے سبب وہ رائج ہوگا پس وہ ایسے اجتہاد سے ٹوٹنے والا نہیں ہے جو اس سے تھوڑا ہے۔

مختلف فیہ مسئلہ میں دوسرے کے مذہب پر فیصلہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَضَى فِي الْمُجْتَهِدِ فِيهِ مُخَالَفًا لِرَأْيِهِ نَاسِيًا لِمَذْهَبِهِ نَفَذَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَإِنْ كَانَ عَامِدًا فِيهِ رَوَاتَانِ) وَوَجْهُ النَّفَازِ أَنَّهُ لَيْسَ بِخَطَأٍ بَقِيْنِ، وَعِنْدَهُمَا لَا يَنْفُذُ فِي الرَّجْهَيْنِ

لِأَنَّهُ قَضَى بِمَا هُوَ حَظًا عِنْدَهُ وَعَلَيْهِ الْقَوَى، ثُمَّ الْمُخْتَلَفُ فِيهِ أَنْ لَا يَكُونَ مُخَالَفًا لِمَا ذَكَرْنَا
وَالْمُرَادُ بِالسُّنَّةِ الْمَشْهُورَةِ مِنْهَا وَفِيمَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ الْجُمْهُورُ لَا يُغْتَرُ مُخَالَفَةُ النُّعْصِ وَذَلِكَ
خِلَافٌ وَلَيْسَ بِاخْتِلَافٍ وَالْمُغْتَبَرُ الْاِخْتِلَافُ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ.

(۱۱۱) اور جب قاضی نے اپنی رائے یا اپنا مذہب بحول جائلی صورت میں دوسرے کے مذہب پر فیصلہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک
کے نزدیک فیصلہ نافذ ہو جائے گا خواہ اس نے جان بوجہ کر کیا ہے۔ تو اس میں دو روایات ہیں اور نافذ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ
خطا، یقینی نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں نافذ نہ ہوگا کیونکہ ایسی چیز کا فیصلہ کرنے والا ہے جو اس کے مطابق غلط ہے اور اسی پر
فتویٰ ہے پھر جب وہ مجتہد فیہ ہے جو مذکورہ بیان کردہ کے مخالف نہ ہو۔ جبکہ سنت سے مراد سنت مشہورہ ہے اور جس حکم پر جوہر نے
اتفاق کیا ہے تو میں بعض لوگوں کی مخالف کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور یہ خلاف ہے اختلاف نہیں ہے۔ پس صدر اول کے اختلاف کا
اعتبار کیا جاتا ہے۔

حرمت ظاہری کا حرمت باطنی پر محمول ہونے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ شَيْءٍ قَضَى بِهِ الْقَاضِي فِي الظَّاهِرِ بِتَحْرِيمٍ فَيُؤَيِّدُ فِي الْبَاطِنِ كَذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ
رَحِمَهُ اللَّهُ) وَكَذَا إِذَا قَضَى بِإِحْلَالٍ، وَهَذَا إِذَا كَانَتْ الدَّعْوَى بِسَبَبٍ مُعَيَّنٍ وَهِيَ مَسْأَلَةُ
قَضَاءِ الْقَاضِي فِي الْعُقُودِ وَالْفُسُوحِ بِشَهَادَةِ الزُّوْرِ وَقَدْ مَرَّتْ فِي النِّكَاحِ.

بر وہ چیز جس کا فیصلہ قاضی نے ظاہری طور حرمت کے ساتھ کیا ہے تو امام اعظمؒ جی ٹیڈ کے نزدیک وہ باطن میں حرام
رہے گی۔ اور اسی طرح جب قاضی نے کسی چیز کے حلال ہونے کا فیصلہ کیا اور یہ حکم تب ہے جب دعویٰ کسی معین سبب کے پیش نظر ہو
اور عقود فسوخ میں جھوٹی شہادت پر قاضی کا فیصلہ ہے اور یہ مسئلہ کتاب نکاح میں بیان کر دیا گیا ہے۔

مدعی علیہ کا انکار کر کے غائب ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَقْضِي الْقَاضِي عَلَى غَائِبٍ إِلَّا أَنْ يَحْضُرَ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ
يَجُوزُ لَوْ جُودِ الْحُجَّةِ وَهِيَ الْبَيِّنَةُ فَظَهَرَ الْحَقُّ.

وَلَنَا أَنَّ الْعَمَلَ بِالشَّهَادَةِ لِقَطْعِ الْمُنَازَعَةِ، وَلَا مُنَازَعَةَ دُونَ الْإِنْكَارِ وَلَمْ يُوجَدْ، وَلِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ
الْإِقْرَارَ وَالْإِنْكَارَ مِنَ الْخَصْمِ فَيُسْتَبَدُّ وَجْهُ الْقَضَاءِ لِأَنَّ أَحْكَامَهُمَا مُخْتَلِفَةٌ. وَلَوْ أَنْكَرْتَهُ
غَابَ فَكَذَلِكَ لِأَنَّ الشَّرْطَ قِيَامُ الْإِنْكَارِ وَقَدْ قَضَى الْقَضَاءُ، وَفِيهِ خِلَافٌ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ،
وَمَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ قَدْ يَكُونُ نَائِبًا بِإِثْبَاتِهِ كَالْوَكِيلِ أَوْ بِإِنَابَةِ الشَّرْعِ كَالْوَصِيِّ مِنْ حِقَّةِ الْقَاضِي.

وَقَدْ يَكُونُ حُكْمًا بَانَ كَانَ مَا يَدْعَى عَلَى الْغَائِبِ سَيًّا لِمَا يَدْعِيهِ عَلَى الْحَاضِرِ وَهَذَا فِي غَيْرِ
مُورَدٍ فِي الْكُتُبِ، أَمَّا إِذَا كَانَ شَرْطًا لِحَقِّهِ فَلَا مُعْتَبَرُ بِهِ فِي جَعْلِهِ خَصْمًا عَنِ الْغَائِبِ وَقَدْ
عُرِفَ تَمَامُهُ فِي الْجَامِعِ.

فرمایا: قاضی کسی غائب پر فیصلہ نہ کرے مگر جب اس کا قائم مقام موجود ہو جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک
غائب پر فیصلہ کرنا جائز ہے کیونکہ دلیل موجود ہے اور وہ گواہی ہے پس حق ظاہر ہو گیا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہی پر عمل کرنا
خصومت کو ختم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور انکار کے بغیر خصومت ختم نہ ہوگی اور انکار پایا نہیں جا رہا۔ کیونکہ خصم کی جانب سے اقرار
اور انکار دونوں کا احتمال ہے پس قضاء مشتبه ہو جائے گی کیونکہ ان دونوں کے احکام مختلف ہیں۔

اور جب قاضی مدعی علیہ انکار کر کے غائب ہو گیا تو بھی حکم اسی طرح ہے۔ کیونکہ بوقت قضاء انکار کا موجود ہونا شرط ہے اور اس
میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ اور جو شخص مدعی علیہ کے قائم مقام ہے وہ بھی مدعی علیہ کے نائب بنانے سے بنتا ہے
جس طرح وکیل یا شریعت کے نائب بنانے سے بنتا ہے۔ جس طرح قاضی کی طرف سے مقرر کردہ وصی اور کبھی بطور حکم نائب ہوتا
ہے۔ کیونکہ مدعی غائب پر جس چیز کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسی چیز کا سبب ہے جس کو وہ حاضر ہونے پر دعویٰ کرتا ہے۔ اور یہ کتابوں میں
ہر کوئی صورتوں میں ذکر کیا گیا ہے اور مگر مدعی کے ثبوت حق کی شرط ہو تو غائب کی جانب سے حاضر کو خصم بنانے میں اس کی شرط کا
اعتبار نہ ہوگا اور جامع صغیر میں اس کی تکمیل توضیح موجود ہے۔

قاضی کا اموال یتامی کو قرض پر دینے کا بیان

قَالَ (وَيُقْرِضُ الْقَاضِي أَمْوَالَ الْيَتَامَى وَيَكْتُبُ ذِكْرَ الْحَقِّ) لِأَنَّ فِي الْأَقْرَاضِ مَصْلَحَتَهُمْ لِبَقَاءِ
الْأَمْوَالِ مَحْفُوظَةً مَضْمُونَةً، وَالْقَاضِي يَقْدِرُ عَلَى الْإِسْتِخْرَاجِ وَالْكِتَابَةِ لِيَحْفَظَهُ (وَأَنَّ أَقْرَضَ
الْوَصِي ضَمِينَ) لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْإِسْتِخْرَاجِ، وَالْأَبُ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيِّ فِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ
لِعَجْزِهِ عَنِ الْإِسْتِخْرَاجِ.

فرمایا: اور قاضی اموال یتامی کو قرض کے طور پر دیدے۔ اور اس حق کو لکھ دے کیونکہ قرض دینے میں اموال کی
مصالحیت ہے کیونکہ وہ محفوظ رہیں گے۔ اور وہ قرض داروں کے ذمہ مضمون رہیں گے۔ کیونکہ قاضی ان کو وصول کرنے پر قادر ہوتا
ہے۔ اور تحریر لکھتا یا دہانی کے لئے ہے۔ اور جب وصی نے قرض دیا ہے تو وہ ضامن ہوگا اس لئے وصی وصول کرنے پر قادر نہیں ہوتا
اور دونوں روایات میں سے زیادہ صحیح روایت کے مطابق باپ وصی کے درجے میں ہے۔ کیونکہ باپ وصول کرنے سے بھی معذور

بَابُ التَّحْكِيمِ

﴿یہ باب ثالث کے بیان میں ہے﴾

باب تحکیم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ باب قضاء کی فروعات میں سے ہے اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ثالث قاضی سے مرتبے میں ادنیٰ ہے لہذا اسکو بعد میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ ثالث کے حکم سے اس طرح قاضی ہوتا ہے جس طرح قاضی کی عمومی ولایت ہے۔ اور یہ کتاب وسنت، اجماع سے اس کی مشروعیت ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تحکیم کے جواز اجماع کیا ہے۔ (فتاویٰ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۲۹۴، بیروت)

تحکیم کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تحکیم کے معنی حکم بنانا یعنی فریقین اپنے معاملہ میں کسی کو اس لیے مقرر کریں کہ وہ فیصلہ کرے، اور نزاع کو دور کر دے اسی کو بیچ اور ثالث بھی کہتے ہیں۔ تحکیم کا رکن ایجاب و قبول ہے یعنی فریقین یہ کہیں کہ ہم نے فلاں کو حکم بنایا اور حکم قبول کرے اور اگر حکم نے قبول نہ کیا پھر فیصلہ کر دیا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا ہاں اگر اٹکار کے بعد پھر فریقین نے اس سے کہا اور اب قبول کر لیا تو حکم ہو گیا۔ (درمختار، کتاب قضاء)

تحکیم کے شرعی ماخذ کا بیان

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (النساء، ۳۵)

اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو، تو ایک بیچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک بیچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں صلح کر دے گا، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

(کنز الدین)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اور تم دیکھو کہ سمجھانا، غنیمت، سونا، مارنا کچھ بھی کارآمد نہ ہوا اور دونوں کی نا اتفاقی رفع نہ ہوئی۔ کیونکہ اقارب اپنے رشتہ داروں کے خانگی حالات سے واقف ہوتے ہیں اور زوجین کے درمیان موافقت کی خواہش بھی رکھتے ہیں اور فریقین کو ان پر اطمینان بھی

ہوتا ہے اور ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں تامل بھی نہیں ہوتا ہے۔ جانتا ہے کہ زوجین میں کلام وان ہے۔ بچوں و زوجین میں تفریق بردہ کے کا اختیار نہیں۔ (بخاری، احمد، ابن ماجہ، ۳۵۰۰)

تحکیم کے بارے میں فقہی تصریحات

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اس صورت کو بیان فرمایا کہ اگرنا فرمانی اور کچ بختی عورتوں کی جانب سے ہواب یہاں اس صورت کا بیان ہو رہا ہے اگر دونوں ایک دوسرے سے تالاں ہوں تو کیا کیا جائے؟ پس ملا، کرام فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں حاکم ثقتہ محمد ارفنس کو مقرر کرے جو یہ دیکھے کہ ظلم و زیادتی کس طرف سے ہے؟ اس ظالم و ظلم سے روکے، اگر اس پر بھی کوئی بہتری کی صورت نہ نکلتے تو عورت والوں میں سے ایک اس کی طرف سے اور مرد والوں میں سے ایک بہتر شخص اس کی جانب سے منصب مقرر کر دے اور دونوں مل کر تحقیقات کریں اور جس امر میں مصلحت سمجھیں اس کا فیصلہ کر دیں یعنی خواہ الگ کرادیں خواہ میل ملاپ کر دیں لیکن شارح نے تو اسی امر کی طرف ترغیب دلائی ہے کہ جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ بونی شکل نہ ہو کی نکلے۔

اگر ان دونوں کی تحقیق میں خاوند کی طرف سے برائی بہت ہو تو اس کی عورت کو اس سے الگ کر لیں اور اسے مجبور کریں گے۔ اپنی عادت ٹھیک ہونے تک اس سے الگ رہے اور اس کے خرچ اخراجات ادا کرتا رہے اور اگر شرارت عورت کی طرف سے ثابت ہو تو اسے نان نفقہ نہیں دلائیں اور خاوند سے ہنسی خوشی بسر کرنے پر مجبور کریں گے۔ اسی طرح اگر وہ طلاق کا فیصلہ دیں تو خاوند کو طلاق دینی پڑے گی اگر وہ آپس میں بسنے کا فیصلہ کریں تو بھی انہیں ماننا پڑے گا، بلکہ حضرت ابن عباس جو تھ فرماتے ہیں اگر دونوں بیچ اس امر پر متفق ہوں گے کہ انہیں رضامندی کے ساتھ ایک دوسرے سے اپنے تعلقات نابہ چاہیں اور اس فیصلہ کے بعد ایک کا انتقال ہو گیا تو جو راضی تھا وہ اس کی جائیداد کا وارث بنے گا لیکن جو ناراض تھا اسے اس کا ورثہ نہیں ملے گا۔ (ابن جریر)

ایک ایسے ہی جھگڑے میں حضرت عثمان بن عفان نے حضرت ابن عباس جو تھ اور حضرت معاویہ جو تھ کو منصف مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر تم ان میں میل ملاپ کرنا چاہو تو میل ہو گا اور اگر جدائی کرنا چاہو تو جدائی ہو جائے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ عقیل بن ابوطالب نے فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ نے نکاح کیا تو اس نے کہا تو وہ پوچھتی عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کہاں ہیں؟ یہ فرماتے تیری بائیں جانب جہنم میں اس پر وہ جگر کراپنے کپڑے ٹھیک کر لیتیں ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس آئیں اور واقعہ بیان کیا خلیفہ المسلمین اس پر بیٹھے اور حضرت ابن عباس جو تھ اور حضرت معاویہ جو تھ کو ان کا بیچ مقرر کیا۔

حضرت ابن عباس جو تھ تو فرماتے تھے ان دونوں میں علیحدگی کرادی جائے لیکن حضرت معاویہ جو تھ فرماتے تھے بنو عبد مناف میں یہ علیحدگی میں ناپسند کرتا ہوں، اب یہ دونوں حضرات عقیل بن عفان کے گھر آئے دیکھا تو دروازہ بند ہے اور دونوں میاں بیوی اندر ہیں یہ دونوں لوٹ گئے

مسند عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت علی جو تھ کی خلافت کے زمانے میں ایک میاں بیوی اپنی چاقی کا جھگڑالے کر آئے اس کے ساتھ اس کی برادری کے لوگ تھے اور اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے لوگ بھی، علی جو تھ نے دونوں جہ متوں میں سے ایک

ایک کو چنا اور نہیں منصف مقرر کر دیا پھر دونوں بچوں سے کہا جانتے بھی ہو تمہارا کام کیا ہے؟ تمہارا منصب یہ ہے کہ اگر چاہو دونوں میں اتفاق کرادو اور اگر چاہو تو الگ الگ کرادو یہ سن کر عورت نے تو کہا میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوں خواہ ملاپ کی صورت میں ہو جدائی کی صورت میں مرد کہنے لگا مجھے جدائی نا منظور ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم تجھے دونوں صورتیں منظور کرنی پڑیں گی۔

منصفین کے اختیار میں مذاہب اربعہ

پس علماء کا اجماع ہے کہ ایسی صورت میں ان دونوں منصفوں کو دونوں اختیار ہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں اجتماع کا اختیار ہے تفریق کا نہیں،

حضرت امام، مک بیہ سے بھی یہی قول مروی ہے، ہاں احمد ابو ثور اور داؤد کا بھی یہی مذہب ہے ان کی دلیل (ان یسریٰ لہما اصطلاحاً یؤتی اللہ بینہما) 4۔ النساء 35: (والا جملہ ہے کہ ان میں تفریق کا ذکر نہیں، ہاں اگر یہ دونوں دونوں جانب سے دکیں ہیں تو بیشک ان کا حکم جمع اور تفریق دونوں میں نافذ ہوگا اس میں کسی و پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ دونوں بیچ حاکم کی جانب سے مقرر ہوں گے اور فیصلہ کریں گے چاہے ان سے فریقین ناراض ہوں یا یہ دونوں میاں بیوی کی طرف سے ان کو بنائے ہوئے وکیل ہوں گے، جمہور کا مذہب تو پہلا ہے اور دلیل یہ ہے کہ ان کا نام قرآن حکیم نے حکم رکھا ہے اور حکم کے فیصلے سے کوئی خوش یا ناخوش بہر صورت اس کا فیصلہ قطعی ہوگا آیت کے ظاہری الفاظ بھی جمہور کے ساتھ ہی ہیں،

امام شافعی رحمہ اللہ کا نیا قول یہ بھی یہی ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، لیکن مخالف کہتا ہے کہ اگر یہ حکم کی صورت میں ہوتے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خاوند کو کیوں فرماتے؟ کہ جس طرح عورت نے دونوں ص توں کو ماننے کا اقرار کیا ہے اور اسی طرح تو بھی نہ مانے تو تو جھوٹا ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں علماء کرام کا اجماع ہے کہ دونوں بچوں کا قول جب مختلف ہو تو دوسرے کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور اس امر پر بھی اجماع ہے کہ یہ اتفاق کرانا چاہیں تو ان کا فیصلہ نافذ ہے ہاں اگر وہ جدائی کرانا چاہیں تو بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اس میں بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے گواہیں وکیل نہ بنایا گیا ہو۔

(تفسیر ابن کثیر، ص ۳۵)

دو اشخاص کو کسی آدمی کو ثالث مقرر کرنے کا بیان

(وَإِذَا حَكَمَ رَجُلَانِ رَجُلًا فَحَكَمَ بَيْنَهُمَا وَرَضِيََا بِحُكْمِهِ جَازٍ) لَآنَ لَهُمَا وَلَايَةٌ عَلَى أَنْفُسِهِمَا فَصَحَّ تَحْكِيمُهُمَا وَيَنْفَذُ حُكْمُهُ عَلَيْهِمَا، وَهَذَا إِذَا كَانَ الْمُحَكَّمُ بِصِفَةِ الْحَاكِمِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْقَاضِي فِي مَا بَيْنَهُمَا فَيُشْتَرَطُ أَهْلِيَّةُ الْقَضَاءِ، وَلَا يَجُوزُ تَحْكِيمُ الْكَافِرِ وَالْعَدُوِّ وَالذِّمِّيِّ وَالْمَحْدُودِ فِي الْقَذْفِ وَالْفَاسِقِ وَالنَّبِيِّ لِانْعِدَامِ أَهْلِيَّةِ الْقَضَاءِ اعْتِبَارًا بِأَهْلِيَّةِ الشَّهَادَةِ

وَالْفَرْسُ إِذَا حُكِمَ يَجِبُ أَنْ يَجُوزَ عِنْدَنَا كَمَا مَرَّ فِي الْمَوْلَى (وَلِكُلِّ رَاحِدٍ مِنَ الْمُحْكَمِينَ أَنْ يَرْجِعَ مَالَهُ يَحْكُمَ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُ مُقَلَّدٌ مِنْ جِهَتَيْهِمَا فَلَا يَحْكُمُ إِلَّا بِرِضَاهُمَا جَمِيعًا) وَإِذَا حُكِمَ لِرَاحِدٍ لِيُضْلِلَ حُكْمُهُ عَنْ وِلَايَةِ عَلَيْهِمَا (وَإِذَا رَفَعَ حُكْمُهُ إِلَى الْقَاضِي لَوَافَقَ مَذْهَبَهُ أَمْضَاهُ لِأَنَّهُ لَا فِتْنَةَ فِي نَقْضِهِ ثُمَّ فِي إِبْرَائِمِهِ عَلَى ذَلِكَ الْوَجْهِ (وَأِنْ خَالَفَهُ أَبْطَلَهُ) لِأَنَّ حُكْمَهُ لَا يَتَرَمَّ بِعَدْوِ الشَّحِيكِ مِنْهُ.

اس کے اور جب دو اشخاص نے کسی آدمی کو ثالث مقرر کیا اور اس نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور وہ دونوں اس فیصلہ پر راضی ہو گئے ہیں تو ایسا جائز ہے اسلئے کہ ان دونوں کو اپنی ذات پر ولایت حاصل ہے۔ کیونکہ ان کا ثالث بنانا صحیح ہے اور ثالث کو حکم ان دونوں پر نافذ ہو جائے گا اور یہ ثالث اس حالت میں ہو گا جب محکم حاکم کی صفت پر ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان قاضی کے درجے میں ہے پس اس کے لئے قضاء کے اہل ہونے کی شرط ہوگی۔

کافر، ذمی، مقیم، مدنی والے اور فاسق اور بچے کو ثالث نہ بنایا جائے گا کیونکہ قضاء کے اہل ہونے پر قیاس کرتے ہوئے ان میں اہلیت شہادت معدوم ہے اور جب کسی نے فاسق کو ثالث بنایا ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہونا چاہیے جس طرح مسئلہ قاضی میں ہے۔

تھم بنانے والے دونوں میں سے ہر ایک کو رجوع تحکیم کا اختیار ہے مگر شرط یہ ہے کہ جب ثالث نے ان پر کوئی فیصلہ نہ کیا ہو کیونکہ ان کی جانب سے ثالث بنایا گیا ہے پس ان دونوں کی رضا مندی کے بغیر وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے گا اور جب ثالث نے فیصلہ دیا تو وہ فیصلہ ان دونوں پر ضروری ہو گا کیونکہ اس کا فیصلہ ان دونوں کے سبب سے جاری ہوا ہے اور ثالث کے فیصلے کا مراد قاضی کے ہاں پیش کیا جائے تو اگر وہ قاضی کے مذہب کے موافق ہے تو وہ اس کو نافذ کرے گا کیونکہ اس کو رد کر کے دوبارہ اسی طریقے پر جرمی کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اور جب ثالث نے قاضی کے مذہب کے خلاف فیصلہ کیا ہے تو قاضی اس کو باطل کر سکتا ہے کیونکہ ثالث کو فیصلہ قاضی پر ضروری نہیں ہے کیونکہ تحکیم قاضی کی جانب نہ پائی گئی۔

حدود و قصاص میں تحکیم کے عدم جواز کا بیان

وَلَا يَجُوزُ الشَّحِيكُ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُمَا عَلَى دِمِهِمَا وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ الْإِبَاحَةَ فَلَا يُنْبَاحُ بِرِضَاهُمَا قَالُوا: وَتَخْصِيصُ الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ الشَّحِيكِ فِي مَتَرِ الْمُجْتَهِدَاتِ كَالطَّلَاقِ وَالنِّكَاحِ وَغَيْرِهِمَا، وَهُوَ صَحِيحٌ لِأَنَّهُ لَا يُنْتَقَضُ بِهِ، وَيُتَّكَى بِحُجَاجٍ إِلَى حُكْمِ الْمَوْلَى دَفْعًا لِتَجَاسُرِ الْعَوَامِ وَإِنْ حَكَمَاهُ فِي دَمٍ خَطَا لَقَضَى بِالْيَدِيَةِ عَلَى الْعَاقِلَةِ لَمْ يَنْشُدْ حُكْمَهُ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِمْ إِذْ لَا تَحْكِيمَ مِنْ جِهَتِهِمْ وَلَوْ حَكَمَ عَلَى الثَّقَاتِ بِالْيَدِيَةِ فِي مَالِهِ رَدَّ الْقَاضِي وَيَقْضَى بِالْيَدِيَةِ عَلَى الْعَاقِلَةِ لِأَنَّهُ مُخَالَفٌ

لِرَأْيِهِ وَمُخَالَفَ لِلنَّصِّ أَيْضًا إِلَّا إِذَا ثَبَتَ الْقَتْلُ بِإِقْرَارِهِ لِأَنَّ الْعَاقِلَةَ لَا تَغْفِلُهُ

۱۔ اور حدود و قصاص میں حکیم جائز نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کو اپنے خون پر ولایت حاصل نہیں ہے اس لئے کہ وہ دونوں خون کو مباح کرنے کے مالک نہیں ہے پس ان کی رضامندی سے بھی خون مباح نہ ہوگا۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ حدود و قصاص کو خاص کر نادوسرے تمام اجتہاد شدہ جس طرح نکاح و طلاق وغیرہ میں حکیم کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور صحیح بھی یہی ہے جبکہ اس پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ لوگوں سے روشن خیالی (سکالری نظریہ) دور کرنے کے لئے یہ کہا جائے گا کہ اس میں قاضی کے حکم کی ضرورت ہے۔

اور جب قتل خطا میں دو آدمیوں نے کسی کو ثالث بنایا ہے اور اس نے عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کر دیا ہے تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا کیونکہ عاقلہ پر اس کو ولایت حاصل نہیں ہے کیونکہ ان کی جانب سے ثالث بنانا ثابت نہیں ہوا اور جب ثالث نے قتل کرنے والے کے ذاتی مال میں اس کی دیت کا حکم دیا ہے تو قاضی اس کو رد کرے گا اور وہ عاقلہ پر دیت کا حکم دے گا کیونکہ ثالث کا فیصلہ قاضی کی رائے خلاف ہے اور نص کے بھی خلاف ہے ہاں جب قتل قاتل کے اقرار سے ثابت ہوا ہے کیونکہ ایسے قتل کو عاقلہ برداشت نہ کرے گی۔

ثالث کا قول پر فیصلہ دینے کا بیان

(وَيَجُوزُ أَنْ يَسْمَعَ الْبَيِّنَةُ وَيَقْضِيَ بِالْكَوْلِ وَكَذَا بِالْإِقْرَارِ) لِأَنَّهُ حُكْمٌ مُوَافِقٌ لِلشَّرْعِ، وَلَوْ أَخْبَرَ بِإِقْرَارِ أَحَدِ الْخَصْمَيْنِ أَوْ بَعْدَالِيَةِ الشُّهُودِ وَهُمَا عَلَى تَحْكِيمِهِمَا يَقْبَلُ قَوْلُهُ لِأَنَّ الْوِلَايَةَ قَائِمَةٌ وَلَوْ أَخْبَرَ بِالْحُكْمِ لَا يَقْبَلُ قَوْلُهُ لِانْقِضَاءِ الْوِلَايَةِ كَقَوْلِ الْمُؤَلَّى بَعْدَ الْعَزْلِ.

اور ثالث کا گواہی کو سننا اور قسم کے انکار پر حکم دینا جائز ہے ہاں اقرار پر بھی حکم دینا جائز ہے کیونکہ یہ فیصلہ شریعت کے مطابق ہے اور جب ثالث نے دونوں جھگڑا کرنے والوں میں سے کسی ایک کے اقرار کی یا اس نے گواہوں کے عادل ہونے خبر دی ہے اور دونوں ثالث بنانے والے اپنی ثالثی پر قائم ہیں تو ثالث کا قول معتبر ہوگا کیونکہ ولایت موجود ہے اور جب ثالث نے حکم کی خبر دی تو اس کا قول قبول نہ کیا جائے گی کیونکہ ولایت ختم ہو چکی ہے جس طرح معزول ہونے کے بعد قاضی کو قول مقبول نہیں ہے۔

والدین، بیوی، بچوں کے لئے حاکم کے حکم کے باطل ہونے کا بیان

(وَحُكْمُ الْحَاكِمِ لَا تَوْنِيهِ وَزَوْجِيَّتِهِ وَوَلَدِيَّتِهِ بَاطِلٌ وَالْمُؤَلَّى وَالْمُحَكَّمُ فِيهِ سَوَاءٌ) وَهَذَا لِأَنَّهُ لَا تُقَلُّ شَهَادَتُهُ لِهَؤُلَاءِ لِمَكَانِ التُّهْمَةِ فَكَذَلِكَ لَا يَصِحُّ الْقَضَاءُ لَهُمْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا حَكَّمَهُ عَلَيْهِمْ لِأَنَّهُ تَقَلُّ شَهَادَتُهُ عَلَيْهِمْ لَانْتِفَاءِ التُّهْمَةِ فَكَذَا الْقَضَاءُ، وَلَوْ حَكَّمَا رَجُلَيْنِ لَا بُدَّ مِنْ اجْتِمَاعِهِمَا لِأَنَّهُ أَمْرٌ يُحْتَاجُ فِيهِ إِلَى الرَّأْيِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّرَاحِ.

والدین، بیوی، بچوں کے لئے حاکم کا حکم باطل ہے اور اس میں قاضی اور ثالث دونوں برابر ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تہمت کے سبب مذکور و احباب کی گواہی کو قبول نہیں کیا جاتا ہے پس ان کے حق میں فیصلہ کرنا ممکن نہ ہوگا بہ خلاف اسکے کہ جب ثالث ان کے خلاف فیصلہ کرتا ہے کیونکہ عدم تہمت کے سبب ثالث کی گواہی ان کے خلاف قبول کی جاتی ہے۔ پس اسکا فیصلہ بھی قبول کر لیا جائے گا۔ اور جب بندوں نے دو اشخاص کو ثالث بنایا ہے تو ان دونوں کے لئے اکٹھا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے اجتہادورائے کی ضرورت ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔



مَسَائِلُ شَّتَّى مِنْ كِتَابِ الْقَضَاءِ

﴿ کتاب قضاء کے مسائل متفرقہ کا بیان ﴾

مسائل شتی کہ فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منشورہ ہیں یا شتی ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منشورہ متفرقہ یا شتی کہا جاتا ہے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ، ص ۵، ۴۲۸، حنفیہ مطبعہ)

کتاب قضاء کے مسائل شتی کے فقہی ماخذ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا راستہ سات گز چوڑا بناؤ۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1380)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگوں میں راستے کی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو راستہ سات گز چوڑا بناؤ۔ یہ حدیث وکیع کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے بشیر بن کعب کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث حسن صحیح ہے اس حدیث کو بعض محدثین قتادہ سے وہ بشیر بن کعب سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1381)

مشترکہ رہائشی مکان کے قانونی تقاضوں کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ عُلوٌّ لِرَجُلٍ وَمُسْفَلٌ لِآخَرَ فَلَيْسَ لِصَاحِبِ السُّفْلِ أَنْ يَتَدَفَّقَ فِيهِ وَتَدَا وَلَا يَنْقَبَ فِيهِ كَوَّةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) مَعْنَاهُ بِغَيْرِ رِضَا صَاحِبِ الْعُلُوِّ (وَقَالَا: يَصْنَعُ مَا لَا يَضُرُّ بِالْعُلُوِّ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا أَرَادَ صَاحِبُ الْعُلُوِّ أَنْ يَنْبِيَّ عَلَى عُلوِّهِ. قِيلَ مَا حُكِيَ عَنْهُمَا تَفْسِيرٌ لِقَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَلَا خِلَافَ. وَقِيلَ الْأَصْلُ عِنْدَهُمَا الْإِبَاحَةُ لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ فِي مِلْكِهِ وَالْمِلْكُ يَقْتَضِي الْإِطْلَاقَ وَالْحُرْمَةُ بِعَارِضِ الضَّرَرِ فَإِذَا أُشْكِلَ لَمْ يَجْزِ الْمَنْعُ

وَالْأَصْلُ عِنْدَهُ الْحَظَرُ لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ فِي مَحَلٍّ تَعَلَّقَ بِهِ حَقٌّ مُحْتَرَمٌ لِلغَيْرِ كَحَقِّ الْمُرْتَبِ
وَالْمُسْتَأْجِرِ وَالْإِطْلَاقُ بِعَارِضٍ فَإِذَا اشْكَلَ لَا يَزُولُ الْمَنْعُ عَلَى أَنَّهُ لَا يُعْرَى عَنْ نَوْعٍ ضَرَرٍ
بِالْعُلُوِّ مِنْ تَوْهِينِ بِنَاءٍ أَوْ نَقْضِهِ فَيَمْنَعُ عَنْهُ.

فرمایا اور کسی شخص کا مکان دو منزلہ ہے اور اس کی پختی منزل دوسرے شخص کی ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک فسٹ
فلور میں رہنے والے مالک کو اپنے حصہ میں کیل لگانے کا اختیار ہے اور نہ ہی روشن دان بنانے کا اختیار ہے اور اس کا حکم یہ ہے سیکنڈ
فلور والے کی رضامندی کے بغیر نہ کرے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ فسٹ فلور والا ہر ایسا کام کر سکتا ہے جو سیکنڈ فلور والے کے لئے نقصان دہ نہ ہو اور یہ مسئلہ بھی اسی
اختلاف پر ہے سیکنڈ فلور والا اس پر تھرڈ فلور بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صاحبین کا قول امام صاحب کے قول ہی کی
وضاحت ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں صاحبین کے نزدیک اباحت اصل ہے کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرنے والا ہے اور ملکیت
مطلق طور پر اباحت کا تقاضہ کرنے والی ہے جبکہ حرمت عارضی نقصان کے سبب سے ہے ہاں البتہ جب معاملہ مشتبہ ہو چکا ہے تو
ممانعت جائز نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں ممانعت اصل ہے کیونکہ وہ ایسی جگہ میں تصرف کرنے والا ہے جس میں دوسرے حق
احترام بھی موجود ہے جس طرح مرتبین اور مستاجر کا حق ہے اور مطلق طور پر مباح ہونا یہ کسی عارض کے سبب ہے مگر جب وہ مشتبہ ہو گیا
ہے تو ممانعت زائل نہ ہوگی۔

اور ان امور کے سوا کوئی کام کرنا مکان کے نقصان سے خالی نہ ہوگا خواہ ہو مکان کو کمزور کرنے کا نقصان ہو یا اسکو توڑنے کا
نقصان ہو کیونکہ اس قسم کو ہر کام منع ہے۔

گلی کی جانب دروازہ کھولنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ زَائِغَةً مُسْتَطِيلَةً تَنْشَعِبُ مِنْهَا زَائِغَةٌ مُسْتَطِيلَةٌ وَهِيَ غَيْرُ نَافِذَةٍ فَلَيْسَ لِأَهْلِ
الزَّائِغَةِ الْأُولَى أَنْ يَفْتَحُوا بَابًا فِي الزَّائِغَةِ الْقُصْوَى) لِأَنَّ فَتْحَهُ لِلْمُرُورِ وَلَا حَقَّ لَهُمْ فِي
الْمُرُورِ إِذْ هُوَ لِأَهْلِهَا خُصُوصًا حَتَّى لَا يَكُونَ لِأَهْلِ الْأُولَى فِيمَا بَيْعَ فِيهَا حَقُّ الشُّفْعَةِ،
بِخِلَافِ النَّافِذَةِ لِأَنَّ الْمُرُورَ فِيهَا حَقُّ الْعَامَّةِ. قِيلَ الْمَنْعُ مِنَ الْمُرُورِ لَا مِنْ فَتْحِ الْبَابِ لِأَنَّهُ
رَفَعَ بَعْضَ جِدَارِهِ. وَالْأَصَحُّ أَنَّ الْمَنْعَ مِنَ الْفَتْحِ لِأَنَّ بَعْدَ الْفَتْحِ لَا يُمْكِنُ الْمَنْعُ مِنَ الْمُرُورِ
فِي كُلِّ سَاعَةٍ. وَلِأَنَّهُ عَسَاهُ يَدْعَى الْحَقَّ فِي الْقُصْوَى بِتَرْكِيبِ الْبَابِ

اور جب کوئی گلی ایسی ہو اور اس سے دوسری طویل گلی نکلی ہوئی ہے اور وہ آ رہا نہیں ہے تو پہلی گلی والوں کے لئے نیچے

والی گلی میں دروازہ کھولنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ دروازہ کھولنا گزرنے کے لئے ہوتا ہے جبکہ ان کے لئے گزرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ نیچے والی گلی میں صرف گزرنے کا حق انہی کے ساتھ خاص ہے حتیٰ کہ غلی گلی کے فروخت کرنے کا حق مکانوں میں اور پرزائندہ اولی والوں کے لئے حق شفع بھی نہیں ہے یہ خلاف زائندہ نافذہ کے کیونکہ اس میں عام لوگوں کے لئے گزرنے کا حق ہے۔

ایک قول کے مطابق گزرنے سے روکا جائے گا دروازہ کھولنے سے منع نہ کیا جائے گا اس لئے دروازے کو کھولنا یہ اپنی دیوار کو توڑنا ہے جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ دروازہ کھولنا منع ہے اس لئے کہ دروازہ کھول دینے کے بعد ہر وقت روکنا ممکن نہ ہوگا لہذا دروازہ کھولنا منع ہے اسی کی وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے دروازہ کی ترکیب کے سبب زائندہ سفلی والا اس میں کہیں حق دار ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے۔

زائندہ ثانیہ کے گول ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَتْ مُسْتَدِيرَةً قَدْ لَزِقَ طَرَفَاهَا فَلَهُمْ أَنْ يَفْتَحُوا) بَابًا لِأَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ حَقَّ الْمُرُورِ فِي كُلِّهَا إِذْ هِيَ مَسَاحَةٌ مُشْتَرَكَةٌ وَلِهَذَا يَشْتَرِكُونَ فِي الشُّفْعَةِ إِذَا بَاعَتْ دَارٌ مِنْهَا.

اور جب زائندہ ثانیہ گول ہے اور اس کے دونوں کنارے زائندہ اولی سے ملے ہوئے ہیں تو زائندہ اولی والوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اس میں دروازہ کھول لیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو اس میں سے گزرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ محض مشترک ہے کیونکہ ان میں سے جب کسی ایک کا مکان فروخت ہوا تو حق شفعہ میں سب شامل ہوں گے۔

قبضہ میں ہونے والے مکان پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى فِي دَارٍ دَعْوَى وَأَنْكَرَهَا الَّذِي هِيَ فِي يَدِهِ ثُمَّ صَلَّحَهُ مِنْهَا فَهُوَ جَائِزٌ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الصُّلْحِ عَلَى الْإِنْكَارِ) وَسَنَذْكُرُهَا فِي الصُّلْحِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَالْمُدَّعِي وَإِنْ كَانَ مَجْهُولًا فَالصُّلْحُ عَلَى مَعْلُومٍ عَنْ مَجْهُولٍ جَائِزٌ عِنْدَنَا لِأَنَّهُ جَهَالَةٌ فِي السَّاقِطِ فَلَا تُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ عَلَى مَا مَرَّ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے ایسے مکان پر دعویٰ کر دیا جو اس کے قبضہ میں ہے اور اس نے انکار کیا اس کے بعد مدعی نے اس میں صلح کر لی تو ایسا جائز ہے اور یہ انکار کرنے پر صلح کرنے کا مسئلہ ہے جس کو کتاب صلح میں ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ اگر چہ مدعی مجہول ہے مگر ہمارے نزدیک معلوم پر مجہول کے بدلے میں صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اس کے سقوط میں جہالت ہے پس یہ جھگڑے کی جانب لے جانے والا نہ ہوگا جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

دوسرے قبضہ میں موجود مکان میں دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى دَارًا فِي يَدِ رَجُلٍ أَنَّهُ وَهَبَهَا لَهُ فِي وَقْتٍ كَذَا فُسِّلَ الْبَيِّنَةُ فَقَالَ جَحَدْنِي

الْهَبَةُ فَاشْتَرَيْتَهَا مِنْهُ وَأَقَامَ الْمُدْعَى الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ قَبْلَ الْوَقْتِ الَّذِي يَدْعَى فِيهِ الْهَبَةُ لَا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ لِظُهُورِ التَّنَاقُضِ إِذْ هُوَ يَدْعَى الشِّرَاءَ بَعْدَ الْهَبَةِ وَهُمْ يَشْهَدُونَ بِهَ قَبْلَهَا، وَلَوْ شَهِدُوا بِهَ بَعْدَهَا تُقْبَلُ لَوْضُوحِ التَّوْفِيقِ، وَلَوْ كَانَ ادَّعَى الْهَبَةَ ثُمَّ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ قَبْلَهَا وَلَمْ يَقُلْ جَحَدَنِي الْهَبَةُ فَاشْتَرَيْتَهَا لَمْ تُقْبَلْ أَيْضًا ذِكْرُهُ لِي بَعْضِ النُّسخِ لِأَنَّ دَعْوَى الْهَبَةِ إِقْرَارُ مِنْهُ بِالْمِلْكِ لِلْوَاهِبِ عِنْدَهَا، وَدَعْوَى الشِّرَاءِ رُجُوعُ عَنْهُ فَعَدُّ مُنَاقِضًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا ادَّعَى الشِّرَاءَ بَعْدَ الْهَبَةِ لِأَنَّهُ تَقَرَّرَ مِلْكُهُ عِنْدَهَا.

فرمایا: جب کسی شخص نے دوسرے آدمی کے قبضہ میں موجود مکان میں دعویٰ کیا کہ قبضہ کرنے والے کبھی یہ مکان اس کو ہبہ کیا تھا اور جب اس سے گواہی طلب کی گئی تو کہا کہ قابض نے مجھے ہبہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ میں نے اس سے اس مکان کو خرید لیا تھا۔ اور مدعی نے خریدنے سے بھی پہلے اس پر گواہی قائم کر دی جب وہ ہبہ کا دعویٰ کر رہا تھا تو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ دونوں میں تناقض واضح ہو چکا ہے کیونکہ مدعی ہبہ کے بعد خریدنے کا دعویٰ کر رہا ہے جبکہ گواہ ہبہ سے پہلے خریدنے کی شہادت دے رہا ہے۔ اور جب وہ ہبہ کے بعد خریدنے کی شہادت دے دیں تو مدعی کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ کیونکہ اب ان میں مطابقت ظاہر ہو چکی ہے۔

اور جب مدعی نے ہبہ کا دعویٰ کر دیا ہے اس کے بعد ہبہ سے پہلے خریدنے پر گواہی پیش کر دی اور اس نے یہ نہ کہا کہ قابض نے مجھ کو ہبہ کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ میں نے اس کو خرید لیا ہے تب بھی اس کی گواہی قبول نہ ہوگی بعض نسخوں میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہبہ کا دعویٰ کرنا اس کی جانب سے واہب کی ملکیت کا اقرار ہے۔ جبکہ خریدنے کا دعویٰ کرنا اس اقرار سے رجوع کرنا ہے پس اسی کو نقض سمجھ لیا جائے گا۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اس نے خریدنے کے بعد ہبہ کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ اس طرح ہبہ کے وقت واہب کو ملکیت کو پکا کرنا ہوگا۔

شراء باندی کے دعویٰ کے انکار کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِأَخَرَ اشْتَرَيْتَ مِنِّي هَذِهِ الْجَارِيَةَ فَأَنْكَرَ الْآخَرُ أَنْ أَجْمَعَ الْبَائِعُ عَلَى تَرْكِ الْخُصُومَةِ وَبَعْدَهُ أَنْ يَطَّاهَا) لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَّ لَمَّا جَحَدَهُ كَانَ قَسْحًا مِنْ جِهَتِهِ، إِذَا الْفُسْخُ يَثْبُتُ بِهِ كَمَا إِذَا تَجَاحَدَا فَإِذَا عَزَمَ الْبَائِعُ عَلَى تَرْكِ الْخُصُومَةِ ثُمَّ الْفُسْخُ، وَبِمَجَرَّدِ الْعَزْمِ إِنْ كَانَ لَا يَثْبُتُ الْفُسْخُ فَقَدْ افْتَرَنَ بِالْفِعْلِ وَهُوَ امْسَاكُ الْجَارِيَةِ وَنَقْلُهَا وَمَا يُضَاهِيهِ، وَلِأَنَّهُ لَمَّا تَعَدَّرَ اسْتِيفَاءُ الثَّمَنِ مِنَ الْمُشْتَرِي فَاتَّ رِضَا الْبَائِعِ فَيُسْتَبَدُّ بِفُسْخِهِ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ تو نے میرے سے یہ باندی خریدی تھی اور دوسرے نے اس کا انکار کر دیا ہے اور اگر بیچنے والے نے جھگڑا چھوڑنے کا پکا ارادہ کیا ہے تو اس کے لئے باندی سے واپس کرنا حلال ہوگا۔ کیونکہ جب خریدار نے انکار کیا ہے تو یہ اس

کی جانب سے نسخ یعنی ختم کرنا ہو جائے گا اس لئے کہ اسی سے نسخ ثابت ہو جاتا ہے۔ جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں ہی انکار کرویں اب ترک خصوصیت کے سبب نسخ مکمل ہو چکا ہے۔ اگرچہ شخص نسخ سے نسخ ثابت نہیں ہوتا مگر یہاں اس کے ساتھ ایک ایسا عمل ملنے والا ہے۔ اور وہ اس ہاندی کو روک دینا اور اس کا منتقل کرنا اور اسی طرح کا عمل ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب خریدار سے قیمت وصول کرنا ناممکن ہو تو بیچنے والے کی خوشنودی ختم ہو گئی پس اس عقد کو ختم کرنے میں وہ خود ظاہر ہو گیا ہے۔

اقرار در اہم والے شخص کی تصدیق کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَأَ أَنَّهُ قَبْضٌ مِنْ فُلَانٍ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ ثُمَّ ادَّعَى أَنَّهَا زُبُوفٌ صَدَقَ) وَفِي بَعْضِ النُّسخِ اقْتَضَى، وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنِ الْقَبْضِ أَيْضًا.

وَوَجْهُهُ أَنَّ الزُّبُوفَ مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ إِلَّا أَنَّهَا مَعِيَّةٌ، وَلِهَذَا لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ فِي الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ جَارًا، وَالْقَبْضُ لَا يَخْتَصُّ بِالْجِبَادِ فَيَصْدَقُ لِأَنَّهُ أَنْكَرَ قَبْضَ حَقِّهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَقْرَأَ أَنَّهُ قَبْضُ الْجِبَادِ أَوْ حَقُّهُ أَوْ الثَّمَنُ أَوْ اسْتَوْفَى لِأَقْرَارِهِ بِقَبْضِ الْجِبَادِ صَرِيحًا أَوْ دَلَالَةً فَلَا يُصَدَّقُ وَالنَّبْهَرَجَةُ كَالزُّبُوفِ وَفِي السُّتُوقَةِ لَا يُصَدَّقُ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ، حَتَّى لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ لِيَمَّا ذَكَرْنَا لَا يَجُوزُ.

وَالزُّبُوفُ مَا زَيَّفَهُ بَيْتُ الْمَالِ، وَالنَّبْهَرَجَةُ مَا يَرُدُّهُ التُّجَّارُ، وَالسُّتُوقَةُ مَا يَغْلِبُ عَلَيْهِ الْغِشُّ.

فرمایا: اور جس شخص نے اقرار کیا ہے کہ اس نے فلاں بندے کے دس دراہم پر قبضہ کیا ہوا ہے اور اس کے بعد اس نے ان کے کھوٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ جبکہ بعض نسخوں میں "اقتضیٰ" یعنی اس نے تقاضہ کیا کا لفظ بھی موجود ہے اور اس سے مراد بھی قبضہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کھوٹے بھی دراہم ہی کی جنس میں سے ہیں۔ البتہ وہ عیب والے ہیں اسی دلیل کے سبب جب کسی نے عقد صرف اور عقد سلم میں کھوٹے دراہم میں چشم پوشی سے کام لیا تو جائز ہے لہذا قبضہ کرنا عمدہ (سکوں) کے ساتھ خاص نہ ہوگا کیونکہ مدعی کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ اس نے اپنے حق پر قبضہ کرنے سے انکار کیا ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے جب اس نے یہ اقرار کیا کہ اس نے عمدہ سکوں پر قبضہ کیا ہے یا اپنے حق یا اپنی قیمت پر قبضہ کیا ہے یا اس نے اقرار کیا کہ میں پورا وصول کر لیا ہے کیونکہ اب اس نے کھرے دراہم پر قبضہ کرنے یا بطور صراحت یا دلالت اقرار کیا ہے پس اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور نبہرجہ کھوٹے سکوں کی طرح ہے جبکہ ستوقہ میں تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ جنس دراہم سے میں نہیں ہے حتیٰ کہ جب کسی نے ستوقہ سے عقد سلم وغیرہ میں چشم پوشی سے کام لیا تو جائز نہ ہو گا۔

زبوف وہ دراہم ہیں جن کو بیت المال نے کھوٹا قرار دیا ہے اور نبہرجہ وہ دراہم ہیں جن کو تاجروں نے رد کر دیا ہے اور ستوقہ وہ

دراہم ہیں جن میں کھوٹ کا غلبہ ہو۔

ہزار در راہم کا اقرار و انکار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِأَخَرَ لَكَ عَلَى أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَقَالَ لَيْسَ لِي عَلَيْكَ شَيْءٌ ثُمَّ قَالَ لِي مَكَانِيهِ بَلْ لِي عَلَيْكَ أَلْفٌ دِرْهَمٍ فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ) لِأَنَّ إِقْرَارَهُ هُوَ الْأَوَّلُ وَقَدْ ارْتَدَّ بِرَدِّ الْمُقَرَّرِ لَهُ، وَالثَّانِي دَعَاؤِي فَلَا بُدَّ مِنَ الْحُجَّةِ أَوْ تَصَدِيقِ خَصْمِيهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ اشْتَرَيْتَ وَأَنْكَرَ الْآخِرُ لَهُ أَنْ يُصَدِّقَهُ، لِأَنَّ أَحَدَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ لَا يَتَفَرَّدُ بِالْفَسْخِ كَمَا لَا يَتَفَرَّدُ بِالْعَقْدِ، وَالْمَعْنَى أَنَّهُ حَقُّهُمَا فَبَقِيَ الْعَقْدُ لَعَمَلِ التَّصَدِيقِ، أَمَّا الْمُقَرَّرُ لَهُ يَتَفَرَّدُ بِرَدِّ الْإِقْرَارِ فَالْفَتْرَقَا.

فرمایا اور جب شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھ پر ایک ہزار در راہم ہیں تو دوسرے نے کہا کہ میرا تم پر کچھ نہ ہے اس کے بعد پہلے آدمی اسی جگہ پر کہا بلکہ تجھ پر میرے ایک ہزار در راہم ہیں تب بھی اس پر کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا پہلا اقرار تھا جو مقررہ کے رد کرنے کے سبب رد ہو گئی ہے۔ جبکہ دوسرا دعویٰ ہے پس اس کے خصم یا دلیل کی تصدیق ضروری ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تم نے خریدا ہے اور دوسرے نے انکار کر دیا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ خریدار کے قول کی تصدیق کرے کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک اکیلا عقد کو فسخ کرنے والا نہیں ہے جس طرح کوئی اکیلا عقد نہیں کر سکتا۔ اور اس میں اصل یہ ہے کہ فسخ کرنا ان دونوں کا حق ہے پس عقد باقی رہے گا جبکہ عمل تصدیق پر کیا جائے گا۔ البتہ مقررہ اکیلا ہی اقرار کو رد کر سکتا ہے کیونکہ دونوں مسائل ایک دوسرے الگ ہو چکے ہیں۔

مدعی اور مدعی علیہ دونوں کی گواہی پر مدعی علیہ کی شہادت مقبول ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى عَلَى آخَرَ مَالًا فَقَالَ مَا كَانَ لَكَ عَلَى شَيْءٍ قَطُّ فَأَقَامَ الْمُتَدَّعِي الْبَيِّنَةَ عَلَى أَلْفٍ وَأَقَامَ هُوَ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْقَضَاءِ فَبَلَّتْ بَيِّنَتُهُ) وَكَذَلِكَ عَلَى الْإِبْرَاءِ. وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا تُقْبَلُ لِأَنَّ الْقَضَاءَ يَتَلَوُّ الْوُجُوبَ وَقَدْ أَنْكَرَهُ فَيَكُونُ مُنَاقِضًا. وَلَسْنَا أَنْ التَّوْفِيقَ مُمَكِّنٌ لِأَنَّ غَيْرَ الْحَقِّ قَدْ يُقْضَى وَيَبْرَأُ مِنْهُ دَفْعًا لِلْخُصُومَةِ وَالشَّعْبِ: إِلَّا تَرَى أَنَّهُ يُقَالُ قَضَى بَاطِلٌ وَقَدْ يُصَالِحُ عَلَى شَيْءٍ فَيُثْبِتُ ثُمَّ يُقْضَى، وَكَذَا إِذَا قَالَ لَيْسَ لَكَ عَلَى شَيْءٍ قَطُّ لِأَنَّ التَّوْفِيقَ أَظْهَرَ.

اور جب ایک بندے نے دوسرے پر مال کو دعویٰ کر دیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ تمہارا مجھ پر کوئی مال نہیں ہے اس کے بعد مدعی نے ایک ہزار شہادت قائم کر دی۔ جبکہ مدعی علیہ نے ادائیگی پر شہادت قائم کر دی ہے یا بری ہونے پر شہادت قائم کر دی ہے تو مدعی علیہ کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: مدعی علیہ کی گواہی قبول نہ کی جائے گی کیونکہ ادائیگی وجوب کے بعد ہوا کرتی ہے جبکہ اس نے وجوب کا انکار کر دیا ہے پس وہ مناقض ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ان میں موافقت کرنا ممکن ہے کیونکہ جھوٹے کو ختم کرنے کے لئے کبھی ناحق کو بھی ادا ہوتی رہتی جاتی ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے ناحق ادا کیا ہے اور کبھی کسی چیز پر صلح کی جاتی ہے پس وہ چیز ثابت ہوتی ہے اور اس کے بعد ادا ہوتی ہے اور اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا تمہارا مجھے پر کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اب موافقت کرنا ناظر ہے۔

مدعی علیہ کے انکار معرفت کا بیان

(وَلَوْ قَالَ مَا كَانَ لَكَ عَلَى شَيْءٍ قَطُّ وَلَا أَعْرِفُكَ لَمْ تُقْبَلْ بَيِّنَتُهُ عَلَى الْقَضَاءِ) وَكَذًا عَلَى الْإِبْرَاءِ لِتَعَذُّرِ التَّوْفِيقِ لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، أَخَذَ وَاعْطَا وَقَضَاءٌ وَاقْتِضَاءٌ وَمُعَامَلَةٌ بِدُونِ الْمَعْرِفَةِ.

وَذَكَرَ الْقُدُورِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ تُقْبَلُ أَيْضًا لِأَنَّ الْمُخْتَجِبَ أَوْ الْمُخَذَّرَةَ قَدْ يُرْذَى بِالشَّكِّ عَلَى بَابِهِ فَيَأْمُرُ بَعْضٌ وَكَالِئِهِ بِإَرْضَائِهِ وَلَا يَعْرِفُهُ ثُمَّ يَعْرِفُهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَأَمَّا التَّوْفِيقُ.

اور جب مدعی علیہ نے کہا کہ تمہارا مجھ پر کچھ نہ ہے بلکہ میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں ہوں جبکہ ادا کرنے پر اس نے گواہی بھی قائم کر دی ہے تو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی اور وہ بری ہونے پر مقبول نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ان میں موافقت کرنا ممکن نہ رہا ہے۔ کیونکہ پہچان کے بغیر دو بندوں میں لین دین ہو سکتا ہے نہ ہی ادائیگی، وصولی اور نہ معاملہ و مصالحت ہو سکتی ہے۔

صاحب قدوری علیہ الرحمہ نے کہا کہ اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی کیونکہ گوشہ نشین انسان اور پردہ نشین عورت کو بعض اوقات اپنے دروازے پر ہونے والا شور شرابہ تکلیف دینے والا ہے۔ اس کے بعد کوئی اپنے وکیل کو اسے راضی کرنے کا حکم دیتا ہے حالانکہ وہ اس کو جانتا ہی نہیں ہے جبکہ اس کے بعد اس کو وہ پہچان لیتا ہے پس یہاں بھی موافقت کرنا ممکن ہے۔

انکار ثراء پر بیچنے والے کی گواہی کے مقبول ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى عَلَى آخَرَ أَنَّهُ بَاعَهُ جَارِيَتَهُ فَقَالَ لَمْ أَبْعَاهَا مِنْكَ قَطُّ فَأَقَامَ الْمُشْتَرِي الْبَيِّنَةَ عَلَى الْبَرَاءَةِ فَوَجَدَ بِهَا أَصْبَعًا زَائِدَةً فَأَقَامَ الْبَائِعُ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ بَرَاءٌ إِلَيْهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ لَمْ تُقْبَلْ بَيِّنَةُ الْبَائِعِ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهَا تُقْبَلُ اِغْتِبَارًا بِمَا ذَكَرْنَا.

وَوَجْهُ الطَّاهِرِ أَنَّ شَرْطَ الْبَرَاءَةِ تَغْيِيرُ الْعَقْدِ مِنْ اقْتِضَاءِ وَصْفِ السَّلَامَةِ إِلَى غَيْرِهِ فَيُسْتَدْعَى وَجُودُ الْبَيْعِ وَقَدْ أَنْكَرَهُ فَكَانَ مُنَاقِضًا، بِخِلَافِ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ قَدْ يُقْضَى وَإِنْ كَانَ بَاطِلًا عَلَى مَا مَرَّ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا اور اس نے مدعی سے ایک باندی خریدی ہے اور مدعی علیہ کہنے لگا کہ میں نے تم سے کبھی کوئی باندی نہ بیچی ہے۔ اس کے بعد مدعی نے گواہی قائم کر دی ہے اور اس باندی میں ایک انگلی زائد نکل آئی ہے اور بیچنے والے نے اس پر گواہی قائم کر دی ہے کہ وہ اس کے ہر عیب سے بری ہے تو بیچنے والے کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مذکورہ مسائل پر قیاس کرتے ہوئے بیچنے والے کی گواہی کو قبول کیا جائے گا جبکہ ظاہر الروایت میں دلیل یہ ہے کہ برأت کی شرط لگانا یہ عقد کے تقاضے کو سلامتی والے وصف سے غیر سلامتی والے کی جانب پھیرنا ہے کیونکہ وہ بیع کی موجودگی کا تقاضہ کرے گا۔ حالانکہ بیچنے والے نے بیع کا انکار کر دیا ہے کیونکہ وہ مناقض سمجھا جائے گا۔ یہ خلاف دین کے کیونکہ بعض اوقات دین ادا کیا جاتا ہے خواہ وہ ناحق ہو جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

تحریر کردہ مکتوب کے ذریعے ولایت منتقل کرنے کا بیان

قَالَ (ذِكْرُ حَقِّ كُتْبٍ فِي أَسْفَلِهِ وَمَنْ قَامَ بِهَذَا الذِّكْرِ الْحَقِّ فَهُوَ وَلِيُّ مَا فِيهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، أَوْ كُتِبَ فِي شِرَاءٍ فَعَلَى فُلَانٍ خَلَاصُ ذَلِكَ وَتَسْلِيمُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بَطْلَ الذِّكْرِ كُلُّهُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

وَقَالَا: إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى هُوَ عَلَى الْخَلَاصِ وَعَلَى مَنْ قَامَ بِذِكْرِ الْحَقِّ، وَقَوْلُهُمَا اسْتِحْسَانٌ ذِكْرُهُ فِي الْإِقْرَارِ لِأَنَّ الْإِسْتِثْنَاءَ يُنْصَرَفُ إِلَى مَا يَلِيهِ لِأَنَّ الذِّكْرَ لَا اسْتِثْنَاءَ، وَكَذَا الْأَصْلُ فِي الْكَلَامِ الْإِسْتِثْنَاءُ وَلَهُ أَنَّ الْكُلَّ كَشَىءٍ وَاحِدٍ بِحُكْمِ الْعَطْفِ فَيُصْرَفُ إِلَى الْكُلِّ كَمَا فِي الْكَلِمَاتِ الْمَعْطُوفَةِ مِثْلَ قَوْلِهِ عَبْدُهُ حُرٌّ وَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَعَلَيْهِ الْمَشْيُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ تَعَالَى إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَلَوْ تَرَكَ فُرْجَةً قَالُوا: لَا يَلْتَحِقُ بِهِ وَيَصِيرُ كَفَاصِلِ الشُّكُوتِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

فرمایا: اور جب کسی نے ایک تحریر لکھی اور اس مکتوب کے نیچے لکھ دیا ہے جو شخص اس تحریر کو پائے وہ اس میں لکھے ہوئے احکام کا ولی ہے ان شاء اللہ یا کسی نے شراء کے بارے میں لکھ دیا ہے کہ فلاں پر اس کو خاص کرنا اور خریدار کے حوالے کرنا واجب ہے۔ ان شاء اللہ کہا تو ساری تحریر باطل ہو جائے گی یہ حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہے۔
صاحبین نے کہا ہے کہ لفظ ”ان شاء اللہ“ یہ خلاصی اور اس پر ہے جس نے حق کے ساتھ قائم کیا“ کے حکم میں ہے اور ان کا یہ قول بطور استحسان ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط کتاب الاقرار میں اس کو بیان کیا ہے کیونکہ استثناء اپنے منتقل کی جانب پھیرنے والا ہے۔ کیونکہ تحریر مضبوط کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ کلام میں مستقل ہونا اصل ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عطف کے سبب پوری تحریر ایک چیز کی مانند ہے پس لفظ ان شاء اللہ کو اس ساری تحریر کی جانب پھیرا جائے گا جس طرح عطف والے کلمات میں ہوا کرتا ہے جس طرح قائل کا یہ قول ہے ”عَبْدُهُ حُرٌّ وَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَعَلَيْهِ الْمَشْيُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ تَعَالَى إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى“ اور جب لکھنے والے شخص نے درمیان کوئی خالی جگہ چھوڑی ہے تو مشائخ نے فرمایا: اب یہ تحریر سے متصل نہ ہوگا پس یہ سکوت کے سبب فصل کرنے والے کی مانند ہو جائے گا۔

فصل فی القضاء بالموارث

﴿یہ فصل موارث کی قضاء کے بیان میں ہے﴾

فصل قضائے موارث کی فقہی مطابقت کا بیان

میراث کے احکام جس طرح کسی شخص کی زندگی کے بعد مرتب ہوتے ہیں اسی طرح اس فصل میں چونکہ میراث کے قضاء کے بارے میں بیان کیا جائے گا لہذا اس کو سابقہ فصل سے مؤخر ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ طبعی مطابقت ہو جائے۔

نصرانی کی موت کے بعد اس کی بیوی کے مسلمان ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ نَصْرَانِيٌّ فَجَاءَتْ أَمْرَأَتُهُ مُسْلِمَةً وَقَالَتْ أَسْلَمْتُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَقَالَتْ الْوَرَثَةُ أَسْلَمْتُ قَبْلَ مَوْتِهِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْوَرَثَةِ) وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : الْقَوْلُ قَوْلُهَا لِأَنَّ الْإِسْلَامَ حَدِيثٌ فَيُضَافُ إِلَى أَقْرَبِ الْأَوْقَاتِ .

وَلَنَا أَنَّ سَبَبَ الْحُرْمَانِ ثَابِتٌ فِي الْحَالِ فَيُثَبِّتُ فِيْمَا مَضَى تَحْكِيمًا لِلْحَالِ كَمَا فِي جَوْرِيَانِ مَاءِ الطَّاحُونَةِ ؛ وَهَذَا ظَاهِرٌ نَعْتِبَرُهُ لِلدَّفْعِ ؛ وَمَا ذَكَرَهُ يَنْتَبِرُهُ لِلاِسْتِحْقَاقِ ؛ وَلَوْ مَاتَ الْمُسْلِمُ وَلَهُ أَمْرَأَةٌ نَصْرَانِيَّةٌ فَجَاءَتْ مُسْلِمَةً بَعْدَ مَوْتِهِ وَقَالَتْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ مَوْتِهِ وَقَالَتْ الْوَرَثَةُ أَسْلَمْتُ بَعْدَ مَوْتِهِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُمْ أَيْضًا ، وَلَا يُحْكَمُ الْحَالُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ لَا يَصْلُحُ حُجَّةً لِلاِسْتِحْقَاقِ وَهِيَ مُنْتَاجَةٌ إِلَيْهِ ، أَمَّا الْوَرَثَةُ فَهُمْ الدَّافِعُونَ وَيَشْهَدُ لَهُمْ ظَاهِرُ الْحُدُوثِ أَيْضًا

فرمایا: اور جب کوئی نصرانی فوت ہو گیا ہے اس کی بیوی مسلمان ہو کر آئی اور اس نے کہا کہ میں نے اس کی موت کے بعد اسلام قبول کیا ہے لیکن میت کے ورثاء نے کہا بلکہ تو اس کی موت سے پہلے مسلمان ہوئی ہے تو ورثاء کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ عورت کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اسلام قبول کرنا نئی بات ہے پس اس کو قریبی وقت کی جانب منسوب کیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ میراث سے محروم ہونے کا سبب اس حالت میں ثابت ہو چکا ہے پس اس صحابہ حال کو حکم بناتے ہوئے کہا جائے گا کیونکہ زمانہ ماضی میں بھی حرمان ثابت ہوگا۔ جس طرح پن چکی سے جاری ہونے والے پانی کا بیان ہے۔ اور یہی ظاہر

ہے جس کا ہم اعتبار کرتے ہیں۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ حق ثابت کرنے کے لئے اعتبار کرتے ہیں۔

اور جب کوئی مسلمان فوت ہوا اور اس کی بیوی نصرانیہ ہے اس کے بعد وہ اس کی موت کے بعد مسلمان ہوئی ہے اور اس نے کہا کہ میں نے اس کی موت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا جبکہ ورثہ نے کہا کہ وہ موت کے بعد مسلمان ہوئی ہے تو ورثہ کے قول پر اعتبار کیا جائے گا۔ پس خابری حالت کو حکم نہ بنایا جائے گا۔ کیونکہ خابری حالت حق کو ثابت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور نہیں ہے جبکہ عورت اسی کی محتاج ہے جبکہ ورثہ تو اس کو دور کرنے والے ہیں اور خابری حدوت بھی ان کی شہادت دینے والا ہے۔

بطور نیابت وارث کے حق کا بیان

قَالَ (وَمَنْ مَاتَ وَلَهُ فِي يَدِ رَجُلٍ أَرْبَعَةُ آلَافٍ دِرْهَمٍ وَدِيعَةٌ فَقَالَ الْمُسَوِّدُ هَذَا ابْنُ الْمَيْتِ لَا وَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ فَإِنَّهُ يَدْفَعُ الْمَالَ إِلَيْهِ) لِأَنَّهُ أَقْرَأَ مَا فِي يَدِهِ حَقُّ الْوَارِثِ خِلَافَةً لِقَضَائِهِ كَمَا إِذَا أَقْرَأَهُ حَقُّ الْمُسَوِّدِ وَهُوَ حَتَّى أَصَالَهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَقْرَأَ لِرَجُلٍ أَنَّهُ وَكِيلُ الْمُوْدَعِ بِالنَّقْضِ أَوْ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ مِنْهُ حَيْثُ لَا يُؤْمَرُ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ أَقْرَأَ بِقِيَامِ حَقِّ الْمُوْدَعِ إِذَا هُوَ حَتَّى فَيَكُونَ إِقْرَارًا عَلَى مَالِ الْغَيْرِ، وَلَا كَذَلِكَ بَعْدَ مَوْتِهِ، بِخِلَافِ الْمَذْيُونِ إِذَا أَقْرَأَ بِوَكِيلٍ غَيْرِهِ بِالنَّقْضِ لِأَنَّ الدُّيُونَ تُنْقَضُ بِأَمْثَالِهَا فَيَكُونُ إِقْرَارًا عَلَى نَفْسِهِ فَيُؤْمَرُ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ.

فرمایا: اور جب کوئی شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اس کے چار ہزار درہم دوسرے کے پاس ودیعت کے طور پر تھے اس کے بعد ودیعت رکھنے والے نے کہا کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور اس کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اور وہ ذرا درہم میت کے بیٹے کے حوالے کر دے گا کیونکہ اس نے یہی اقرار کیا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ بطور نیابت میت کے وارث کا حق ہے اور جب اس نے اقرار کیا تو اعلیٰ یہ صورت کا حق ہے اور اس کا مورث زندہ بھی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مستودع نے کسی ایسے بندے کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ یہ مستودع آدمی کا قبضہ کردہ وکیل ہے یا اس نے مستودع سے وہ مال خرید لیا ہے جبکہ مقرر لہ کو دینے کا حکم نہ دیا جائے گا کیونکہ مستودع نے مستودع کے حق کو باقی رہنے کا اقرار کیا ہے۔ کیونکہ وہ زندہ ہے پس یہ غیر کے مال کے لئے اقرار ہوگا۔ جبکہ مستودع کی موت کے بعد ایسا نہ ہوگا بہ خلاف مدیون کے کیونکہ جب اس نے دوسرے آدمی کے بارے میں قرض خواہ کی جانب وکیل پہ قبض ہونے کا اقرار کیا ہے کیونکہ مثلی قرضوں کو ادا کیا جاتا ہے پس وہ اپنی ذات پر اقرار کو ثابت کرنے والا ہے کیونکہ قرض دار کو وکیل پہ قبض کے حوالے کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

مستودع کے دوسرے وارث کے اقرار کا بیان

(فَلَوْ قَالَ الْمُوْدَعُ لِأَخِي هَذَا ابْنُهُ أَيْضًا وَقَالَ الْآوَلُ لَيْسَ لَهُ ابْنٌ غَيْرِي فَقَصَى بِالْمَالِ لِلْآوَلِ) لِأَنَّهُ لَمَّا صَحَّ إِقْرَارُهُ لِلْآوَلِ انْقَطَعَ يَدُهُ عَنِ الْمَالِ فَيَكُونُ هَذَا إِقْرَارًا عَلَى الْآوَلِ فَلَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ لِلشَّاهِدِ، كَمَا إِذَا كَانَ الْآوَلُ ابْنًا مَعْرُوفًا، وَلِأَنَّهُ حِينَ أَقْرَأَ لِلْآوَلِ لَا مُكِيدَتَ لَهُ فَصَحَّ.

وَجِئْنَا أَقْرَأَ لِلثَّانِي لَهُ مُكَذِّبٌ فَلَمْ يَصَحَّ .

اور جب مودع نے دوسرے شخص کے بارے میں کہا کہ یہ بھی میت کا بیٹا ہے اور پہلے بیٹے نے کہا کہ میرے سوا میت کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو پہلے کے لئے مال کا فیصلہ کیا جائے گا کیونکہ جب پہلے کے لئے مودع کا اقرار صحیح ہوا ہے تو مال سے اس کا قبضہ منع ہو گیا ہے پس دوسری بار کا اقرار پہلے پر ہوگا پس دوسرے کے لئے اس کا اقرار درست نہ ہوگا جس طرح جب اس کا پہلا لڑکا مشہور ہوا، اور اس نے اس کے لئے اقرار کیا تو اس کی نے بھی نے اس کو جھٹلایا نہیں۔ پس وہ اقرار درست ہو چکا ہے اور جب اس نے دوسرے کے لئے اقرار کیا ہے تو اب اس کو جھٹلانے والا پایا گیا ہے۔ لہذا یہ اقرار درست نہ ہوگا۔

قرض خواہوں اور ورثاء پر تقسیم وراثت میں عدم کفالت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قُسِمَ الْمِيرَاثُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَالْوَرَثَةِ فَإِنَّهُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُمْ كَفِيلٌ وَلَا مِنْ وَاثٍ وَهَذَا شَيْءٌ اخْتِطَاطٌ بِهِ بَعْضُ الْقَضَاةِ وَهُوَ ظُلْمٌ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَا : يُؤْخَذُ الْكَفِيلُ، وَالْمَسْأَلَةُ فِيمَا إِذَا ثَبَتَ الدَّيْنُ وَالْإِرْثُ بِالشَّهَادَةِ وَلَمْ يَقُلِ الشُّهُودُ لَا نَعْلَمُ لَهُ وَارِثًا غَيْرَهُ .

لَهُمَا أَنَّ الْقَاضِيَ نَاطِرٌ لِلْغَيْبِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ فِي التَّرِكَةِ وَارِثًا غَائِبًا أَوْ غَرِيبًا غَائِبًا، لِأَنَّ الْمَوْتَ قَدْ يَقَعُ بَعْنَةً فَيُخْتِطَطُ بِالْكَفَالَةِ . كَمَا إِذَا دَفَعَ الْأَبْقَى وَاللَّقْطَةَ إِلَى صَاحِبِهِ وَأَعْطَى امْرَأَةً الْغَالِبَ التَّفَقَّةَ مِنْ مَالِهِ .

وَلَا بِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ حَقَّ الْحَاضِرِ ثَابِتٌ قَطْعًا، أَوْ ظَاهِرًا فَلَا يُؤْخَرُ لِحَقِّ مَوْهُومٍ إِلَى زَمَانٍ التَّكْفِيلِ كَمَنْ أَثَبَتَ الشِّرَاءَ مِمَّنْ فِي يَدِهِ أَوْ أَثَبَتَ الدَّيْنَ عَلَى الْعَبْدِ حَتَّى يَبْعَ فِي ذَنْبِهِ لَا يَكْفُلُ، وَلِأَنَّ الْمَكْفُولَ لَهُ مَجْهُولٌ فَصَارَ كَمَا إِذَا كَفَلَ لِأَحَدِ الْغُرَمَاءِ بِخِلَافِ التَّفَقَّةِ لِأَنَّ حَقَّ الزَّوْجِ ثَابِتٌ وَهُوَ مَعْلُومٌ . وَأَمَّا الْأَبْقَى وَاللَّقْطَةُ فَفِيهِ رَوَايَتَانِ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ عَلَى الْخِلَافِ . وَقِيلَ إِنَّ دَفَعَ بِعَلَامَةِ اللَّقْطَةِ أَوْ إِقْرَارِ الْعَبْدِ يَكْفُلُ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ الْحَقَّ غَيْرُ ثَابِتٍ، وَلِهَذَا كَانَ لَهُ أَنْ يُنْصَحَ .

وَقَوْلُهُ ظُلْمٌ : أَيْ مَيْلٌ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَهَذَا يَكْشِفُ عَنْ مَذْهَبِهِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمُجْتَهِدَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ لَا كَمَا ظَنَّهُ الْبَعْضُ .

فرمایا اور جب قرض میت کے قرض خواہوں اور وارثوں کے درمیان میراث کو تقسیم کرے تو غرماء و ورثاء سے کوئی

کفیل نہ لیا جائے گا۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے ساتھ بعض قاضیوں نے احتیاط سے کام لیا ہے۔ جبکہ یہ زیادتی ہے اور یہ ضمیمہ ہے۔

اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ قاضی کفیل لے سکتا ہے۔ اور حکم اس وقت ہے جب دین اور میراث شہادت کے ذریعے ثابت ہوئے ہیں۔ اور گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم اس کے سوامیت کا کوئی وارث نہیں پاتے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے قاضی غائب لوگوں کی نگرانی کرنے والا ہے۔ اور اسی طرح ظاہر ہے کہ ترکہ میں کوئی وارث یا قرض خواہ غائب ہے۔ کیونکہ اچانک موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ پس قاضی کفیل لیتے ہوئے احتیاط کرے گا جس طرح قاضی بھاگنے والے غلام کو اس کے مالک کو دے دینے والا ہے یا لفظ اس کے مالک کو دینے والا ہے یا غائب کی بیوی کو اسکے مال سے نفقہ دینے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے جو حقدار موجود ہے اس کا حق تو یقینی طور پر ثابت ہے اور ظاہری طور پر بھی ثابت ہے پس حق میں وہم کے سبب سے کفیل دینے کے وقت تک اس کے حق کو مؤخر نہ کیا جائے گا۔ جس طرح کسی قبضہ کرنے والے نے شراہ کو ثابت کیا ہے۔ یا اس نے غلام پر قرضہ ثابت کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ غلام اس قرض میں بیچ دیا گیا ہے تو خریدار یا قرض خواہ سے اس کا کفیل نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ ملکول نہ مجہول ہے پس وہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح قرض خواہوں میں سے کوئی ایک کفیل ہوا ہے۔ بہ خلاف نفقہ کے کیونکہ شوہر کا حق ثابت ہے اور وہ معلوم بھی ہے۔

البتہ بھگوڑے غلام اور لفظ کا مسئلہ ہے تو اس میں دو روایات ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جب قاضی نے لفظ اس نشانی بیان کرنے پر اس کے مالک کو دیا ہے یا غلام کے اقرار کے سبب اس کو دیا ہے تو بہ اتفاق مالک سے کفیل لیا جائے گا۔ کیونکہ حق ثابت نہ ہوا ہے۔ اس لئے قاضی کا ان کو روکنے کا اختیار ہے۔ اور ماتن کا قول ”زیادتی“ اس بات کو واضح کرنے والا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ مجتہد غلطی بھی کر سکتا ہے اور صحیح بھی ہوتا ہے اور اس طرح نہیں ہے جس طرح لوگوں نے بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔

میراث کے اشتراک کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ الدَّارُ فِي يَدِ رَجُلٍ وَأَقَامَ الْآخَرُ الْبَيِّنَةَ أَنَّ أَبَوَهُ مَاتَ وَتَرَكَهَا مِيرَاثًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخُوهُ فَلَانَ الْغَائِبِ قُضِيَ لَهُ بِالنِّصْفِ وَتَرَكَ النِّصْفَ الْآخَرَ فِي يَدِ الَّذِي هِيَ فِي يَدِهِ وَلَا يَسْتَوْثِقُ مِنْهُ بِكَفِيلٍ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَقَالَا: إِنْ كَانَ الَّذِي هِيَ فِي يَدِهِ جَاحِدًا أَخَذَ مِنْهُ وَجُعِلَ فِي يَدِ آمِينَ، وَإِنْ لَمْ يَجْعَدْ تَرَكَ فِي يَدِهِ) لَهُمَا أَنَّ الْجَاحِدَ خَائِنٌ فَلَا يُتْرَكُ الْمَالُ فِي يَدِهِ، بِخِلَافِ الْمُقَرَّرِ لِأَنَّهُ آمِينَ.

وَلَهُ أَنَّ الْقَضَاءَ وَقَعَ لِلْمَيِّتِ مَقْصُودًا وَاحْتِمَالُ كَوْنِهِ مُخْتَارَ الْمَيِّتِ ثَابِتٌ فَلَا تُنْقَضُ يَدُهُ كَمَا إِذَا كَانَ مُقَرَّرًا وَجُحُودُهُ قَدْ ارْتَفَعَ بِقَضَاءِ الْقَاضِي، وَالظَّاهِرُ عَدَمُ الْجُحُودِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ لِصِرُورَةِ الْحَادِثَةِ مَعْلُومَةً لَهُ وَلِلْقَاضِي،

۱۸۔ فرمایا اور جب کسی شخص کے قبضہ میں مکان ہے اور دوسرے بندے نے اس پر شہادت قائم کر دی ہے۔ اس کا پوتہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے مکان کو میرے ورثہ میں میرے غائب بھائی کے درمیان بطور میراث چھوڑا ہے۔ تو اس کے پوتے نے مکان کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور باقی نصف اس آدمی کے پاس چھوڑ دیا جائے گا۔ جس کے قبضہ میں مکان ہے جبکہ اس وقت سے لئے کفیل نہ لیا جائے گا اور یہ عظیم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب قبضہ کرنے والا انکار کرنے والا ہے تو باقی نصف اس سے لیا جائے گا۔ اور اس کو اسی قبضہ میں دے دیا جائے گا اور جب اس نے انکار نہیں کیا تو اسی کے ہاں چھوڑ دیا جائے گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ انکار کرنے والا خائن ہے پس اسکے قبضہ میں مال نہ چھوڑا جائے گا۔ یہ خلاف مقرر کے یہ کہ امانت دار وہی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ فیصلہ میت کے قصد کے لئے ہوا ہے اور قبضہ کرنے والے کا تعلق میت کی جانب سے اختیار کردہ ثابت ہے۔ پس اس کا قبضہ ختم نہ ہوگا۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب وہ مقرر ہو اور انکار قاضی کے فیصلے سے ختم ہو جائے گا۔ اور آئندہ اس کا منکر ہونا ظاہر نہ ہوگا۔ اس لئے یہ واقعہ معلوم اس کو بھی ہے اور قاضی بھی جانتا ہے۔

منقول چیز میں دعویٰ کرنے کا بیان

وَلَوْ كَانَتْ الدَّعْوَى فِي مَنقُولٍ لَقَدْ قِيلَ يُؤْخَذُ مِنْهُ بِإِلَافٍ لَّأَنَّهُ يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى الْإِحْفَظِ وَالنَّزْعُ أَبْلَغُ فِيهِ، بِإِخْلَافِ الْعَقَارِ لِأَنَّهَا مُحَصَّنَةٌ بِنَفْسِهَا وَلِهَذَا يَمْلِكُ الْوَصِيُّ بَيْعَ الْمَنقُولِ عَلَى الْكَبِيرِ الْغَائِبِ دُونَ الْعَقَارِ، وَكَذَا حُكْمُ وَصِيِّ الْأَخِ وَالْعَمِّ عَلَى الصَّغِيرِ وَقِيلَ الْمَنقُولُ عَلَى الْإِخْلَافِ أَيْضًا، وَقَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِيُظْهِرَ لِحَاجَتِهِ إِلَى الْإِحْفَظِ، وَإِنَّمَا لَا يُؤْخَذُ الْكَفِيلُ لِأَنَّهُ إِنْشَاءُ خُصُومَةٍ وَالْقَاضِي إِنَّمَا نَصَبَ لِقَاطِعِهَا لَا لِإِنْشَائِهَا،

اور جب کسی شخص نے منقول چیز میں دعویٰ کر دیا ہے۔ تو ایک قول کے مطابق قابض سے بہ اتفاق مال وصول کر لیا جائے گا۔ اس لئے کہ اسے تحفظ کی ضرورت ہے اور وصول کرنے میں تحفظ ہے بہ خلاف غیر منقول جائیداد کے کیونکہ وہ خود بہ خود محفوظ ہے۔ اسی دلیل کے سبب وصی اور بالغ غائب ہونے والے پر منقول کی بیع کا مالک ہونا ہے جبکہ بیع عتق رکاز مالک نہ ہو گا۔ اور ماں، بھائی اور چچا کے وصی نابالغ کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ منقول جائیداد بھی اختلافی ہے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول زیادہ اسی میں ظاہر ہے کیونکہ اس کو تحفظ کی ضرورت ہے اور کے لئے کفیل بھی نہیں جائے گا اس لئے کفیل لینے سے جھگڑا پیدا ہوگا۔ جبکہ قاضی کو خصومت ختم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے جبکہ انشاء خصومت کے لئے نہیں بنایا گیا۔ (یعنی جھگڑا جاری رکھنے کے لئے نہیں بنایا جاتا ہے)

غائب وارث کے آنے پر دوبارہ گواہی قائم نہ کرنے کا بیان

وَإِذَا حَضَرَ الْغَائِبُ لَا يَحْتَاجُ إِلَى إِعَادَةِ الْبَيِّنَةِ وَيُسَلَّمُ النِّصْفُ إِلَيْهِ بِذَلِكَ الْقَضَاءِ لِأَنَّ أَحَدَ الْوَرَثَةِ يَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنِ الْبَاقِينَ فِيمَا يَنْتَحِقُ لَهُ وَعَلَيْهِ دَيْنًا كَانَ أَوْ غَيْرًا لِأَنَّ الْمَقْصِدَ لَهُ وَعَلَيْهِ إِنَّمَا هُوَ الْمَيِّتُ فِي الْحَقِيقَةِ وَوَاحِدٌ مِنَ الْوَرَثَةِ يَصْلُحُ خَلِيفَةً عَنْهُ فِي ذَلِكَ، بِخِلَافِ الْأُسْتِيفَاءِ لِنَفْسِهِ لِأَنَّهُ عَامِلٌ فِيهِ لِنَفْسِهِ فَلَا يَصْلُحُ خَلِيفَةً عَنْ غَيْرِهِ، وَلِهَذَا لَا يَسْتَوْفِي إِلَّا لِنَفْسِهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ بِلَدَيْنِ الْمَيِّتِ، إِلَّا أَنَّهُ إِنَّمَا يَثْبُتُ اسْتِحْقَاقُ الْكُلِّ عَلَى أَحَدِ الْوَرَثَةِ إِذَا كَانَ الْكُلُّ فِي يَدِهِ. ذِكْرُهُ فِي الْجَامِعِ لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ خَصْمًا بِذَوْنِ الْيَدِ فَيَقْتَصِرُ الْقَضَاءُ عَلَى مَا فِي يَدِهِ.

اور جب غائب وارث آ پہنچا تو اس کو دوبارہ گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور گزشتہ حکم کے مطابق اس کو نصف حصہ دے دیا جائے گا۔ کیونکہ ورثاء میں سے ایک بندہ بھی دوسرے ورثاء کی جانب سے ہر چیز میں حق کے لئے جھگڑا کرنے والا ہے جو اس کے حقدار ہیں یا اس پر حق ہیں خواہ وہ قرض ہو یا عین ہو کیونکہ جس کے لئے یا جس پر قبضہ کیا گیا ہے وہ حقیقت میں میت ہے اور ورثاء میت میں سے ایک بھی اس کے حق میں خلیفہ بن سکتا ہے یہ خلاف اس کے کہ جب وہ اپنے حق کو وصول کرنے کے لئے وہ اس میں اپنی ذات کے لئے کام کرے۔ تو وہ دوسرے کی جانب سے خلیفہ نہ بن سکے گا۔ کیونکہ اب موجود دی صرف اپنا حق وصول کرنے والا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب میت کے قرض پر گواہی قائم کر دی جائے۔ ہاں البتہ ایک وارث کے لئے اسی صورت میں پورے مال کا حق ثابت ہوگا جب سارا مال اس کے قبضہ میں ہو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے۔ کہ موجودہ وارث قبضہ کے سوا جھگڑا کرنے والا نہ ہوگا۔ پس جس کے ہاتھ میں قبضہ ہوگا فیصلہ اسی کے حق میں ہوگا۔

صدقہ کی وصیت والے مال کا زکوٰۃ مال پر اطلاق ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ مَالِي فِي الْمَسَاكِينِ صَدَقَةٌ فَهُوَ عَلَى مَا فِيهِ الزَّكَاةُ، وَإِنْ أَوْصَى بِثُلْثِ مَالِهِ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يُلْزَمَهُ التَّصَدُّقُ بِالْكُلِّ، وَبِهِ قَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لِعُمُومِ اسْمِ الْمَالِ كَمَا فِي الْوَصِيَّةِ.

وَجْهُ الْأَسْتِحْسَانِ أَنَّ إِيْجَابَ الْعَبْدِ مُعْتَبَرٌ بِإِيْجَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَيَنْصَرِفُ إِيْجَابُهُ إِلَى مَا أَوْجَبَ الشَّارِعُ فِيهِ الصَّدَقَةَ مِنَ الْمَالِ.

أَمَّا الْوَصِيَّةُ فَأُخِذَتْ الْمِيرَاثُ لِأَنَّهَا خِلَافَةٌ كَهَيِّ فَلَا يَخْتَصُّ بِمَالٍ دُونَ مَالٍ، وَلِأَنَّ الظَّاهِرَ

الْزَّامُ الصَّدَقَةَ مِنْ فَاضِلِ مَالِهِ وَهُوَ مَالُ الزَّكَاةِ، أَمَّا الْوَصِيَّةُ تَقَعُ فِي حَالِ الْإِسْتِغْنَاءِ فَيُنْصَرَفُ إِلَى الْكُلِّ وَتَدْخُلُ فِيهِ الْأَرْضُ الْعُشْرِيَّةُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهَا سَبَبُ الصَّدَقَةِ، إِذْ جِهَةُ الصَّدَقَةِ فِي الْعُشْرِيَّةِ رَاجِعَةٌ عِنْدَهُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا تَدْخُلُ لِأَنَّهَا سَبَبُ الْمُؤْنَةِ، إِذْ جِهَةُ الْمُؤْنَةِ رَاجِعَةٌ عِنْدَهُ، وَلَا تَدْخُلُ أَرْضُ الْخَرَاجِ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ يَتِمَّحَصُّ مُؤْنَةً.

فرمایا اور جب کسی شخص نے کہا کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے تو یہ ہر اس مال پر واقع ہوگا جس میں زکوٰۃ واجب ہے اور جب اس نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو وہ ہر ایسی چیز اس کے تہائی مال پر واقع ہوگی جبہ قیاس یہ ہے اس شخص پر پورے مال کا صدقہ کرنا ضروری ہے اور یہی امام زفر علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے لفظ عام ہے جو سارے کو شامل ہے جس طرح وصیت میں ہوتا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ بندے کے وجوب کو اللہ کے واجب کردہ حکم پر قیاس کیا جائے گا پس بندے کو وجوب اتی کی جانب لوٹا دیا جائے گا جس میں شریعت نے مال کا صدقہ واجب کیا ہے! جو وصیت ہے وہ میراث کی بہن ہے کیونکہ میراث کی طرح وصیت بھی خلافت ہے کیونکہ وہ ایک مال کو چھوڑ کر دوسرے کے مال کے ساتھ خالص نہ ہوگی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اپنے مال سے زائد کا صدقہ کرنا یہ اظہر ہے۔ اور مال زائد بھی مال زکوٰۃ ہے۔ البتہ وصیت حالت غناء میں واقع ہونے والی ہے ہذا وہ پورے مال کی جانب لوٹنے والی ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس میں عشری زمین بھی داخل ہوگی۔ کیونکہ وہ بھی صدقے کا سبب ہے کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک عشری زمین میں صدقہ کی جانب ترجیح شدہ ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک عشری زمین اس میں داخل نہ ہوگی کیونکہ وہ مدد کا سبب ہے کیونکہ ان کے نزدیک مدد کی جانب ترجیح شدہ ہے جبکہ خراجی بہ اتفاق داخل نہ ہوگی کیونکہ وہ تو محض مدد ہی ہے۔

مال ملکیت کو بطور عموم صدقہ کی جانب منسوب کرنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ مَا أَمْلَكُهُ صَدَقَةٌ فِي الْمَسَاكِينِ فَقَدْ قِيلَ يَتَاوَلُ كُلُّ مَالٍ لِأَنَّهُ أَعْمٌ مِنْ لَفْظِ الْمَالِ .
وَالْمُقَيَّدُ بِإِجَابِ الشَّرْعِ وَهُوَ مُخْتَصٌّ بِلَفْظِ الْمَالِ فَلَا مُخْتَصَّصَ فِي لَفْظِ الْمِلْكِ فَبَقِيَ عَلَى الْعُمُومِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُمَا سَوَاءٌ لِأَنَّ الْمُلتَزِمَ بِاللَّفْظَيْنِ الْفَاضِلُ عَنِ الْحَاجَةِ عَلَى مَا مَرَّ، ثُمَّ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ سِوَى مَا دَخَلَ تَحْتَ الْإِجَابِ يُمَسِّكُ مِنْ ذَلِكَ قُوَّتَهُ، ثُمَّ إِذَا أَصَابَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِمِثْلِ مَا أَمْسَكَ لِأَنَّ حَاجَتَهُ هَذِهِ مُقَدَّمَةٌ وَلَمْ يَقْدِرْ مُحَمَّدٌ بِشَيْءٍ لِاخْتِلَافِ أَحْوَالِ النَّاسِ فِيهِ.

وَقِيلَ الْمُخْتَارُ بِمِثْلِ قُوَّتِهِ لِيُزِمَ وَصَاحِبُ الْغَلَّةِ لِشَهْرِ وَصَاحِبُ الضِّيَاعِ لِسَنَةٍ عَلَى حَسَبِ التَّفَاوُتِ فِي مُدَّةِ وَصُولِهِمْ إِلَى الْمَالِ، وَعَلَى هَذَا صَاحِبُ التِّجَارَةِ بِمِثْلِ بِقَدْرِ مَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ مَالُهُ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میں جس مال کا مالک ہوں وہ مساکین پر صدقہ ہے تو ایک قول کے مطابق ہر اس مال کو شامل ہوگا کیونکہ ملکیت کا لفظ مال سے عام ہے اور مقید کرنے والا شرعی ایجاب ہے اور وہ لفظ مال کے ساتھ خاص ہے ہذا لفظ ملک میں کوئی تخصیص نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ عموم پر باقی رہنے والا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ان کا قائل دونوں اغاظ کو ضرورت سے زائد ہونے کو لازم قرار دے رہا ہے جس طرح کہ اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب ایجاب کے حکم میں داخل ہونے والے مال کے سوا اس کے پاس کوئی مال نہ ہو تو وہ آدمی اس مال میں سے اپنی ضروریات کا مال رکھ لے اور اس کے بعد جب اس کو کچھ مل جائے تو وہ باقی ماندہ کو صدقہ کر دے کیونکہ اس کی یہ ضرورت مقدم ہے۔ اور اس کا کوئی اندازہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں لوگوں کے احوال مختلف ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پیشہ دار عوام ایک دن کے لئے اپنی دیہاڑی روک لے۔

اور وہ شخص جس کے پاس غلہ ہو وہ ایک ماہ کے لئے اس کو روک لے جبکہ کھیت والا ایک سال کے لئے اس کو روک لے اور یہ مقدار ان لوگوں کو مال ملنے کی مدت میں فرق ہونے کے سبب معتبر ہوگی اور اسی قیاس کے موافق تاجر بھی اسی قدر رکھے کہ اس مدت میں اس کا مال واپس آجائے۔

وصی کا بغیر علم کے وصی ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَوْصَى إِلَيْهِ وَلَمْ يَعْلَمْ الْوَصِيَّةَ حَتَّى بَاعَ شَيْئًا مِنَ التَّرِكََةِ) فَهُوَ وَصِيٌّ وَابْتِيعَ جَائِزٌ، وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْوَكِيلِ حَتَّى يَعْلَمَ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الْفَضْلِ الْأَوَّلِ أَيْضًا لِأَنَّ الْوَصَايَةَ إِنَابَةٌ بَعْدَ الْمَوْتِ فَتُعْتَبَرُ بِالْإِنَابَةِ قَبْلَهُ وَهِيَ الْوَكَاةُ.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى الظَّاهِرِ أَنَّ الْوَصَايَةَ خِلَافَةٌ لِإِضَافَتِهَا إِلَى زَمَانٍ بَطْلَانِ الْإِنَابَةِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْعِلْمِ كَمَا فِي تَصَرُّفِ الْوَارِثِ.

أَمَّا الْوَكَاةُ فَإِنَابَةٌ لِقِيَامِ وَلَايَةِ الْمُنُوبِ عَنْهُ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى الْعِلْمِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَوْ تَوَقَّفَ لَا يَقُوتُ النَّظَرُ لِقُدْرَةِ الْمُوَكَّلِ، وَفِي الْأَوَّلِ يَقُوتُ لِعَجْزِ الْمُوصِي (وَمَنْ أَعْلَمَهُ مِنَ النَّاسِ بِالْوَكَاةِ يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ) لِأَنَّهُ اثْبَاتٌ حَقٌّ لَا الزَّامُ أَمْرٌ.

اور جب کسی شخص نے کسی بندے کو وصی بنادیا تھا جبکہ وہ وصی کو اپنے وصی بننے کا علم بھی نہ تھا حتیٰ کہ اس نے اس کے ترکہ میں سے کسی چیز کی بیع کر دی تو یہ بیع بھی جائز ہے اور وہ شخص وصی بھی ہوگا۔ جبکہ وکیل کی بیع جائز نہ ہوگی حتیٰ کہ اس کو اس کا علم ہو جائے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ پہلی حالت میں بھی بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ وصی ہونا یہ وفات کے بعد قائم مقام ہوا کرتا ہے لہذا اس کو ایسی نیابت پر قیاس کیا جائے گا جو موت سے پہلے ہے اور وہ وکالت ہے۔ اور ظاہر روایت کے مطابق فرق کی دلیل یہ ہے کہ وصی ہونا خلیفہ ہونا ہے کیونکہ وہ ایسے وقت کی طرف منسوب ہے جس میں خلیفہ بنانا باطل ہے پس یہ وصی کے علم پر موقوف نہ ہوگا جس طرح وراثت کے تصرف میں ہے۔ البتہ وکالت تو وہ نیابت ہے اس لئے کہ منوب عنہ کی ولایت باقی ہے کیونکہ وکالت کے جاننے پر موقوف ہوگی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب وکالت وکیل کے علم پر موقوف ہوگی تب بھی مصلحت ختم ہونے والی نہیں ہے کیونکہ موکل قدرت رکھنے والا ہے ہاں البتہ پہلی صورت میں مصلحت فوت ہونے والی ہے کیونکہ وصی عاجز ہے۔ اور جب وکیل کو کسی نے وکالت کا بتا دیا ہے تو اس کا تصرف جائز ہے کیونکہ ایک حق کو دہاوت کرنا ہے نہ کہ اس سے کسی معاملے کو لازم کرنا پایا جا رہا ہے۔

ممانعت وکالت کے لئے شہادت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَكُونُ النَّهْيُ عَنِ الْوَكَالَةِ حَتَّى يَشْهَدَ عِنْدَهُ شَاهِدَانِ أَوْ رَجُلٌ عَدْلٌ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَا: هُوَ وَالْأَوَّلُ سَوَاءٌ لِأَنَّهُ مِنَ الْمُعَامَلَاتِ وَبِالْوَاحِدِ لَيْسَ بِهَا كِفَايَةٌ. وَلَهُ أَنَّهُ خَبَرٌ مُلْزِمٌ لِيَكُونَ شَهَادَةٌ مِنْ وَجْهِ فَيُشْرَطُ أَحَدُ شَطْرَيْهَا وَهُوَ الْعَدْلُ أَوْ الْعَدَالَةُ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ، وَبِخِلَافِ رَسُولِ الْمُوَكَّلِ لِأَنَّ عِبَارَتَهُ كَعِبَارَةِ الْمُرْسِلِ لِلْحَاجَةِ إِلَى الْإِرْسَالِ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا أَخْبَرَ الْمَوْلَى بِجَنَائَةِ عَبْدِهِ وَالشَّفِيعِ وَالْبَكْرِ وَالْمُسْلِمِ الَّذِي لَمْ يَهَاجِرُوا إِلَيْنَا

اور وکالت سے ممانعت اس وقت تک ثابت نہ ہوگی جب تک دو گواہ یا ایک عادل شخص وکیل کے پاس گواہی نہ دے۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ یہ حکم اور پہلا حکم دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کا تعلق معاملات سے ہے اور معاملات میں ایک کی خبر بھی کافی ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ خبر لازم کرنے والی ہے اس لئے یہ ایک طرح کی گواہی ہو جائے گی۔ پس شہادت کے دونوں اجزاء یعنی عدد یا عدالت میں سے ایک جز بطور شرط لازم ہوگا یہ خلاف اول کے اور موکل کے قاصد کے کیونکہ قاصد کی عبارت یہ عبارت مرسل کی طرح ہے۔ کیونکہ بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب آقا کو اس کے غلام کی جنایت کی خبر دی گئی اور شفیع یا بکر یا اس مسلمان کو خبر دی گئی جو ہماری جانب ہجرت کر کے نہیں آیا تھا۔

قاضی کا قرض خواہ کے لئے غلام بیچنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا بَاعَ الْقَاضِي أَوْ أَمِينُهُ عَبْدًا لِلْغُرْمَاءِ وَآخَذَ الْمَالَ قِضَاعَ وَاسْتَحَقَّ الْعَبْدُ لَمْ يَصْمَنْ) لِأَنَّ أَمِينَ الْقَاضِي قَائِمٌ مَقَامَ الْقَاضِي وَالْقَاضِي مَقَامَ الْإِمَامِ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لَا يُلْحَقُهُ ضَمَانٌ

كُنِيَ لَا يَتَقَاعَدُ عَنْ قَبُولِ هَذِهِ الْأَمَانَةِ فَيُضَيِّعَ الْحُقُوقَ وَيَرْجِعَ الْمُشْتَرَى عَلَى الْغَرْمَاءِ، لِأَنَّ
الْبَيْعَ وَاقِعٌ لَهُمْ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِمْ عِنْدَ تَعَذُّرِ الرَّجُوعِ عَلَى الْعَاقِدِ، كَمَا إِذَا كَانَ الْعَاقِدُ مَحْجُورًا
عَلَيْهِ وَلِهَذَا يُبَاعُ بِطَلَبِهِمْ .

اور جب قاضی یا اس کے امین نے قرض خواہ کے لئے اس کے غلام کو بیچ دیا ہے اور مال بھی وصول کر لیا ہے اور اس
بعد وہ مال ضائع ہو گیا ہے اور غلام مستحق نکل آیا ہے تو اب کوئی ضمانت نہ ہوگی کیونکہ قاضی کا امین قاضی کا قائم مقام ہے اور قاضی
مسلمانوں کے امام کے قائم مقام ہوتا ہے اور ان میں سے کسی کو ضمانت لاحق نہ ہوگا تاکہ عوام اس امانت کو قبول سے انکار نہ کریں اور
حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ اور وہ خریدار قرض خواہوں سے واپس لے گا کیونکہ بیچ انہی کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ پس عاقد پر ہونا
ناممکن ہونے کے سبب سے خریدار سے رجوع کیا جائے گا جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب عاقد روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس نے اس
سبب سے قرض خواہوں کی طلب پر غلام کو بیچ دیا تھا۔

قاضی کا میت کے قرض خواہوں کے لئے غلام بیچنے کا بیان

(وَإِنْ أَمَرَ الْقَاضِي الْوَصِيَّ بِبَيْعِهِ لِلْغَرْمَاءِ ثُمَّ أُسْتُحِقَّ أَوْ مَاتَ قَبْلَ الْقَبْضِ وَضَاعَ الْمَالُ رَجَعَ
الْمُشْتَرَى عَلَى الْوَصِيِّ) لِأَنَّهُ عَاقِدٌ نِيَابَةً عَنِ الْمَيِّتِ وَإِنْ كَانَ بِإِقَامَةِ الْقَاضِي عَنْهُ قَصَارَ كَمَا
إِذَا بَاعَهُ بِنَفْسِهِ .

قَالَ (وَرَجَعَ الْوَصِيُّ عَلَى الْغَرْمَاءِ) لِأَنَّهُ عَامِلٌ لَهُمْ، وَإِنْ ظَهَرَ لِلْمَيِّتِ مَالٌ يَرْجِعُ الْغَرِيمُ فِيهِ
بَدَلِيهِ .

قَالُوا : وَيَجُوزُ أَنْ يُقَالَ يَرْجِعُ بِالْإِمَانَةِ الَّتِي غَرِمَهَا أَيْضًا لِأَنَّهُ لِحَقِّهِ فِي أَمْرِ الْمَيِّتِ، وَالْوَارِثُ
إِذَا بَاعَ لَهُ بِمَنْزِلَةِ الْغَرِيمِ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي التَّرَكَّةِ دَيْنٌ كَانَ الْعَاقِدُ عَامِلًا لَهُ

اور جب قاضی نے میت کے وصی کو قرض خواہوں کے لئے میت کا غلام بیچنے کا حکم دیا اس کے بعد مستحق نکل آیا یا قبضہ سے
پہلے ہی فوت ہو گیا اور اس کی ثمن بھی ضائع ہو چکی تو خریدار وصی سے ثمن واپس لے گا کیونکہ وصی خلیفہ بن کر میت کی جانب سے عقد
کرنے والا ہے۔ خواہ قاضی نے اس کو میت کی جانب سے مقرر کیا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح خود میت نے بیچ دیا ہے۔
اور جب وصی قرض خواہوں سے وہ ثمن واپس لے گا اس لئے کہ اس نے انہی لوگوں کے لئے کام کیا ہے اور جب میت کا کوئی
مال ظاہر ہو تو قرض خواہ اس میں سے اپنا قرض واپس لیں گے۔

مشارح فقہاء نے کہا ہے کہ یہ کہنا بھی جائز ہے کہ قرض خواہ وہ سود راہم بھی واپس لے گا جو اس نے بطور تادان ادا کیے تھے۔
کیونکہ یہ بھی میت کے سبب سے جرمانہ ہوا ہے اور جب اس نے وارث کے لئے میت کے ترکہ کا غلام بیچ دیا ہے تو وہ قرض خواہ کے
حکم میں ہوگا۔ کیونکہ اگر ترکہ میں قرض نہ ہو تو اب عاقد وارث کے لئے کام کرنے والا ہوگا۔

فصل آخر

﴿یہ فصل مسائل شتیٰ کے بیان میں دوسری ہے﴾

مسائل شتیٰ کی فصل آخر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا شتیٰ ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کا کی نے کہا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل و منثورہ متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنائے شرح الہدایہ، ص ۵، ۴۲۸، خزانہ ملتان)

قاضی کے حکم رجم و قطع پر عمل پیرا ہونے کا بیان

(وَإِذَا قَالَ الْقَاضِي لَدَقِضْتُ عَلَى هَذَا بِالرَّجْمِ فَأَرْجُمُهُ أَوْ بِالْقَطْعِ فَأَقْطَعُهُ أَوْ بِالضَّرْبِ فَاضْرِبْهُ وَسِعَكَ أَنْ تَفْعَلَ) وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ رَجَعَ عَنْ هَذَا وَقَالَ: لَا تَأْخُذْ بِقَوْلِهِ حَتَّى تُعَايِنَ الْحُجَّةَ، لِأَنَّ قَوْلَهُ بِحَتْمِ الْغَلَطِ وَالْخَطَا وَالتَّدَارُكِ غَيْرُ مُمَكِّنٍ، وَعَلَى هَذِهِ الرِّوَايَةِ لَا يَقْبَلُ كِتَابُهُ.

وَأَسْتَحْسِنُ الْمَشَايِخَ هَذِهِ الرِّوَايَةَ لِفَسَادِ حَالِ أَكْثَرِ الْقُضَاةِ فِي زَمَانِنَا إِلَّا فِي كِتَابِ الْقَاضِي لِلْحَاجَةِ إِلَيْهِ.

وَجْهٌ ظَاهِرٌ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ أَخْبَرَ عَنْ أَمْرِ يَمْلِكُ انْشَاءَهُ فَيَقْبَلُ لِيُخْلَوْهُ عَنِ التُّهْمَةِ، وَلِأَنَّ طَاعَةَ أُولَى الْأَمْرِ وَاجِبَةٌ، وَفِي تَصْدِيقِهِ طَاعَةٌ.

وَقَالَ الْإِمَامُ أَبُو مَنْصُورٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِنْ كَانَ عَدْلًا عَالِمًا يَقْبَلُ قَوْلَهُ لِانْعِدَامِ تَهْمَةِ الْخَطَا وَالْخِيَانَةِ، وَإِنْ كَانَ عَدْلًا جَاهِلًا يُسْتَفْسَرُ، فَإِنْ أَحْسَنَ التَّفْسِيرَ وَجَبَ تَصْدِيقُهُ وَإِلَّا فَلَا. وَإِنْ كَانَ جَاهِلًا فَاسِقًا أَوْ عَالِمًا فَاسِقًا لَا يَقْبَلُ إِلَّا أَنْ يُعَايِنَ سَبَبَ الْحُكْمِ لِتَهْمَةِ الْخَطَا وَالْخِيَانَةِ.

اور جب قاضی نے کہا کہ میں نے اس آدمی پر رجم کرنے کا حکم دیا ہے پس تم اس کو رجم کر دو یا اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے پس تم اس کا ہاتھ کاٹ دو یا اس نے کوڑے مارنے کا حکم دیا پس تم اس کو کوڑے مارو۔ تم کے لئے اس طرح کرنا جائز ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کیا ہے یا اس طرح کہا ہے کہ تم اس کے قول پر عمل نہ کرو۔ حتیٰ کہ مکمل مشاہدے کی دلیل کو دیکھ لو۔ کیونکہ قاضی کا قول خطا و غلطی کا احتمال رکھنے والا ہے۔ جبکہ اس خطا کو دور کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اور اسی روایت کے مطابق قاضی کا خط بھی قبول نہ کیا جائے گا، اور مشائخ نے اسی قول کو مستحسن کہا ہے کیونکہ ہمارے دور میں عام طور پر قاضیوں کے حالات خراب ہیں۔ سوائے قاضی کے خط کیونکہ اس کی ضرورت ہے۔

ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ جب قاضی جب ایسے حکم کی خبر دی ہے جس کو ایجاد کرنے کی اس کو ملکیت حاصل ہے پس تہمت سے خالی ہونے کے سبب اس کی خبر قبول کی جائے گی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ حکمرانوں کی اطاعت ضروری ہے اور اس کی تصدیق کرنا اطاعت ہے۔

حضرت امام ابو منصور علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب قاضی عالم اور عادل ہے تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اس سے غلطی اور خیانت کی تہمت معدوم ہے اور اگر قاضی عادل ہے مگر جاہل ہے تو اس سے پوچھا جائے گا پس اگر اس نے اچھی وضاحت کر دی تو تصدیق ضروری ہے ورنہ تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور جب قاضی جاہل و فاسق یا فاسق عالم ہے تو اس کے قول کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا ہاں البتہ جب حکم کے سبب کا مشاہدہ ہو جائے کیونکہ اس میں بھی غلطی اور خیانت کی تہمت نہیں ہے۔

معزول ہونے کے بعد قاضی کے قول کا اعتبار

قَالَ (وَإِذَا عُزِلَ الْقَاضِي فَقَالَ لِرَجُلٍ أَخَذْتُ مِنْكَ أَلْفًا وَدَفَعْتُهَا إِلَى فُلَانٍ قَضَيْتُ بِمَا عَلَيْكَ فَقَالَ الرَّجُلُ أَخَذْتُهَا ظُلْمًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْقَاضِي، وَكَذَا لَوْ قَالَ قَضَيْتُ بِقَطْعِ يَدِكَ فِي حَقِّي، هَذَا إِذَا كَانَ الَّذِي قُطِعَتْ يَدُهُ وَالَّذِي أَخَذَ مِنْهُ الْمَالُ مُقَرَّبَيْنِ أَنَّهُ فَعَلَ ذَلِكَ وَهُوَ قَاضٍ وَوَجْهُهُ أَنَّهُمَا لَمَّا تَوَافَقَا أَنَّهُ فَعَلَ ذَلِكَ فِي قَضَائِهِ كَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لَهُ .
إِذَا الْقَاضِي لَا يَقْضِي بِالْجَوْرِ ظَاهِرًا (وَلَا يَمِينُ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ ثَبَتَ فِعْلُهُ فِي قَضَائِهِ بِالتَّصَادُقِ وَلَا يَمِينُ عَلَى الْقَاضِي .

فرمایا: اور جب قاضی صاحب معزول کر دیئے گئے ہیں اور اس کے بعد اس نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے تم سے ایک ہزار درہم لے کر فلاں آدمی کو دیئے تھے اور میں نے تم پر فلاں آدمی کے لئے ایک ہزار درہم کا فیصلہ کیا تھا مگر وہ شخص کہنے لگا کہ آپ نے ایک ہزار درہم ظلم کے طور پر لئے تھے تب بھی قاضی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا،

اسی طرح جب قاضی نے کہا کہ میں ایک حق میں تیرا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ حکم تب ہوگا جب ہاتھ کٹا اور جس پر مال لیا گیا وہ دونوں اس کا اقرار کرنے والے ہوں۔ کیونکہ قاضی نے یہ فیصلہ اس وقت کیا ہے جب وہ عہدہ قضاء پر تھا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ان دونوں نے اس چیز کا اقرار کیا ہے کہ قاضی نے عہدہ قضاء پر قائم رہتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے تو ظاہری حالت قاضی کے حق کو ثابت کرنے والی ہے کیونکہ یہ ظاہر قاضی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اور قاضی پر کوئی قسم بھی نہیں ہے اس لئے اس کے فعل کا ثابت ہونا عہدہ قضاء میں ہوا ہے۔ یہ آپس کے اتفاق سے بھی ہے اور قاضی پر تو قسم ہوا ہی نہیں کرتی۔

قاطع کے اقرار کا قاضی کے اقرار کے موافق ہونے کا بیان

(وَلَوْ أَقَرَّ الْقَاطِعُ وَالْأَخِذُ بِمَا أَقَرَّ بِهِ الْقَاضِي لَا يَضْمَنُ أَيضًا) لِأَنَّهُ فَعَلَهُ فِي حَالِ الْقَضَاءِ وَدَفْعُ الْقَاضِي صَحِيحٌ كَمَا إِذَا كَانَ مُعَايِنًا (وَلَوْ زَعَمَ الْمَقْطُوعُ يَدَهُ أَوْ الْمَأْخُودُ مَالَهُ أَنَّهُ فَعَلَ قَبْلَ التَّقْلِيدِ أَوْ بَعْدَ الْعَزْلِ قَالِقُولُ لِلْقَاضِي أَيضًا) هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُ أَسَدَ فَعَلَهُ إِلَى حَالِهِ مَعْبُودَةً مُنَافِيَةً لِلضَّمَانِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ طَلَّقْتُ أَوْ أَعْتَقْتُ وَأَنَا مَجْنُونٌ وَالْجُنُونُ مِنْهُ كَانَ مَعْبُودًا (وَلَوْ أَقَرَّ الْقَاطِعُ أَوْ الْأَخِذُ فِي هَذَا الْفَضْلِ بِمَا أَقَرَّ بِهِ الْقَاضِي بِضَمَانٍ) لِأَنَّهُمَا أَقَرَّا بِسَبَبِ الضَّمَانِ، وَقَوْلُ الْقَاضِي مَقْبُولٌ فِي دَفْعِ الضَّمَانِ عَنْ نَفْسِهِ لَا فِي إِبْطَالِ سَبَبِ الضَّمَانِ عَلَى غَيْرِهِ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ ثَبَتَ فَعْلُهُ فِي قَضَائِهِ بِالتَّصَادُقِ (وَلَوْ كَانَ الْمَالُ فِي يَدِ الْأَخِذِ قَائِمًا وَقَدْ أَقَرَّ بِمَا أَقَرَّ بِهِ الْقَاضِي وَالْمَأْخُودُ مِنْهُ الْمَالُ صَدَقَ الْقَاضِي فِي أَنَّهُ فَعَلَهُ فِي قَضَائِهِ أَوْ ادَّعَى أَنَّهُ فَعَلَهُ فِي غَيْرِ قَضَائِهِ يُؤْخَذُ مِنْهُ) لِأَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّ الْيَدَ كَانَتْ لَهُ فَلَا بُصْدَاقٍ فِي دَعْوَى تَمْلِكِهِ إِلَّا بِحُجَّةٍ، وَقَوْلُ الْمَعْزُولِ فِيهِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ.

اور جب ہاتھ کاٹنے والے اور مال لینے والے نے اس چیز کا اقرار کیا ہے جس کا قاضی نے اقرار کیا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے عہدہ قضاء میں اس طرح کا فیصلہ کیا ہے جبکہ قاضی کا دینا درست ہے جس طرح اس صورت میں ہے جبکہ وہ مشاہد ہے

اور جب ہاتھ کٹے اور مال دینے والے شخص نے کہا کہ قاضی نے یہ فیصلہ عہدہ قضاء پر فائز ہونے سے پہلے یا پھر معزول ہونے کے بعد دیا ہے تب بھی قاضی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ قاضی اپنے عمل کو ایسی حالت عہد میں منسوب کرنے والا ہے جو ضمان کو روکنے والی ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح کسی شخص نے کہا کہ میں نے طلاق دی یا میں نے آزاد کیا اس حالت میں کہ جب میں پاگل تھا یا پھر اس کا جنون لوٹنے والا ہو۔

اور جب کسی ہاتھ کو کاٹنے والے نے یا مال وصول کرنے والے نے اسی چیز کا اقرار کر لیا جس کا اقرار قاضی نے کیا تھا تو وہ دونوں ضامن ہوں گے۔ کیونکہ ان دونوں کی وجہ سے ضمان کا اقرار ہوا ہے۔ اور قاضی کا قول اپنی ذات سے دور کرنے میں تو قبول یہ جاسکتا ہے مگر اپنے سے سوا کے سبب ضمان کو باطل کرنے میں قبول نہ کیا جائے گا۔ یہ خلاف صورت اول کے کیونکہ وہاں پر قاضی نے حالت قضاء میں آپس کے اتفاق سے ثابت کیا ہے۔

اور اگر مال تو پکڑنے والے کے پاس ہے اور اس نے اسی کا اقرار کیا ہے تو جس کا مال پکڑا گیا ہے اس نے بھی قاضی کی تصدیق کر دی ہے اور قاضی نے اس کو وقت قضاء میں کیا ہے یا اس نے دعویٰ کیا ہے کہ قاضی نے یہ کام اپنے عہدہ قضاء کے زمانے کے سوا میں کیا ہے تو پکڑنے والے سے مال لیا جائے گا کیونکہ اس نے اس بات کا اقرار کیا ہے۔ جبکہ مال پر ماخوذ منہ کا قبضہ تھا۔ پس بغیر کسی دلیل کے اس کے اپنے مالک ہونے کے دعویٰ کی تصدیق بھی نہ کی جائے گی جبکہ معزول ہونے والے کا قول اس میں بالکل حجت نہیں ہے۔



کتاب الشہادات

﴿یہ کتاب شہادات کے بیان میں ہے﴾

کتاب شہادات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس کتاب کو کتاب ادب قاضی کے بعد لانے کی مناسبت واضح ہے کیونکہ قاضی اپنا فیصلہ کرنے میں گواہی کا محتاج ہے جبکہ خصم انکار کرنے والا ہو۔ (عنا یہ شرح الہدایہ ج ۱۰ ص ۳۷۱، بیروت)

کتاب ادب قاضی کے عقب میں کتاب شہادات لانے کی وجہ مناسبت یہ بھی ہے کہ گواہی بھی مجلس قضاء کی قاضی کی محتاج ہوتی ہے۔ کیونکہ عمومی طور پر تمام قسم کے فیصلے قاضی کی مجلس میں پیش کیے جاتے ہیں جہاں ان کے ثبوت جس میں گواہی اور یکمین وغیرہ اور دیگر قرائن ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے جن میں سے اہم گواہی ہے۔ کیونکہ جب مدعی دعویٰ کرتا ہے تو اس کو گواہ پیش کرنے کا مکلف کیا جاتا ہے۔ لہذا قاضی کا دعویٰ سننے کے بعد جس چیز کی سب سے زیادہ اور سب سے پہلے ضرورت سے واسطہ پڑتا ہے وہ گواہی ہے۔ پس ان موافقات کے سبب مصنف علیہ الرحمہ اور دیگر کتب فقہ میں کتاب ادب قاضی کے بعد کتاب شہادات کو بیان کیا جاتا ہے۔

قضاء و شہادت کا معنی

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قضاء کی مجلس میں گواہی کے الفاظ کے ساتھ حق کو ثابت کرنے کے لئے سچی گواہی دینے کا نام شہادت ہے۔ اور ہر ایسا لفظ جو بھلائی کے معنی کے لئے ہو اور وہ قسم کے معنی میں نہ ہو تو وہ اس کا رکن ہوگا۔

(فتح القدیر، کتاب شہادات)

تفسیر اس نزاعی معاملے کو کہتے ہیں جو حاکم و قاضی کے پاس اس غرض سے لے جایا جائے کہ وہ فریقین کے درمیان کوئی حکم و فیصلہ کرے۔ اور "شہادت" گواہی دینے کو کہتے ہیں اور "گواہی" کا مطلب ہے "دو فریقوں میں سے ایک فریق کے مقابلہ پر دوسرے فریق کے حق کا اقرار و اثبات کرنا۔"

گواہ بنانے کی اہمیت کا بیان

اب رہی شہادت تو سعید بن مسیب تو فرماتے ہیں کہ ادھار ہو یا نہ ہو، ہر حال میں اپنے حق پر گواہ کر لیا کرو، دیگر بزرگوں سے مروی ہے کہ (آیت فان امن الخ)، فرما کر اس حکم کو بھی ہٹا دیا، یہ بھی ذہن نشین رہے۔

جمہور کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں بلکہ استحباب کے طور پر اچھائی کے لئے ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے خرید و فروخت کی جبکہ اور کوئی گواہ شاہد نہ تھا، چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آپ ﷺ کے دولت خانہ کی طرف رقم لینے کے لئے چلا، حضور ﷺ تو ذرا جلد نکل آئے اور وہ آہستہ آہستہ آ رہا تھا، لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا بک گیا ہے، انہوں نے قیمت لگانی شروع کی یہاں تک کہ جتنے داموں اس نے آپ ﷺ کے ہاتھ بیچا تھا اس سے زیادہ دام لگ گئے، اعرابی کی نیت پلٹی اور اس نے آپ ﷺ کو آواز دے کر کہا حضرت یا تو گھوڑا اسی وقت نقد دے کر لے لو یا میں اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں، حضور ﷺ یہ سن کر رے کے اور فرمانے لگے تو تو اسے میرے ہاتھ بیچ چکا ہے پھر یہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے تو نہیں بیچا، حضرت ﷺ نے فرمایا غلط کہتا ہے، میرے تیرے درمیان معاملہ طے ہو چکا ہے، اب لوگ ادھر ادھر سے بیچ میں بولنے لگے، اس گنوار نے کہا اچھا تو گواہ لائیے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا، مسلمانوں نے ہر چند کہا کہ بد بخت آپ ﷺ تو اللہ کے پیغمبر ہیں، آپ ﷺ کی زبان سے تو حق ہی نکلتا ہے، لیکن وہ یہی کہے چلا جائے کہ لاؤ گواہ پیش کرو، اتنے میں حضرت خزیمہ آ گئے اور اعرابی کے اس قول کو سن کر فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بیچ دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ تو فروخت کر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کیسے شہادت دے رہا ہے، حضرت خزیمہ نے فرمایا آپ ﷺ کی تصدیق اور سچائی کی بنیاد پر یہ شہادت دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج سے حضرت خزیمہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔ پس اس حدیث سے خرید و فروخت پر گواہی دو گواہوں کی ضروری نہ رہی، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ تجارت پر بھی دو گواہ ہوں،

کیونکہ ابن مردویہ اور حاکم میں ہے کہ تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی، ایک تو وہ کہ جس کے گھر بد اخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت کے پہلے اسے سوپ دے، تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے، امام حاکم اسے شرط بخاری و مسلم پر صحیح بتلاتے ہیں، بخاری مسلم اس لئے نہیں لائے کہ شعبہ کے شاگرد اس روایت کو حضرت ابو موسیٰ اشعری پر موقوف بتاتے ہیں۔

گواہی کے مقصد کا بیان

جب معاشرہ میں دینی اور دنیاوی معاملات بعض اوقات ایسی صورت اختیار کر لیں کہ صاحب معاملہ کسی پر کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا حق ہے لیکن تنہا اُس کے اقراری دعویٰ یا بیان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا، اس لیے نہیں کہ وہ ناقابل اعتبار ہے۔ بلکہ اس لیے کہ اگر محض دعویٰ و بیان کی رو سے کسی کا کسی پر کوئی حق ثابت ہو جایا کرے تو دنیا سے امان اٹھ جائے اور لوگوں کا جینا و بھر ہو جائے۔ اسی لئے حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو محض دعویٰ کی وجہ سے دے دیا جایا کرے تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعویٰ کر ڈالیں گے۔ لیکن مدعی (دعویدار) کے ذمہ پینہ (گواہ) ہے اور منکر پر قسم۔ (مسلم ہیثمی)

تو ثابت ہوا کہ مدعی اپنے دعویٰ کے ثبوت، یا اپنے کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے حاکم اسلام کی مجلس میں ایسے اشخاص کو پیش کرے جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔ لفظ شہادت کے ساتھ کسی کی تصدیق کرنے یا کجی خبر دینے کو شہادت یا گواہی کہتے ہیں۔

پھر چونکہ شہادت بھی شرعاً ایک خاص اعزاز و منصب ہے اس لئے ہر کس و ناکس نہ اس شہادت کا اہل ہے اور نہ ابراغیراء گواہی کے لئے موزوں اس کے اہل وہی ہیں جن کی سیرت و کردار پر اسلامی معاشرہ کو اطمینان ہو اور جو اپنے اخلاق و دیانت کے لحاظ سے بالعموم لوگوں کے درمیان قابل اعتماد سمجھے جاتے ہوں جن کی بات پر اعتبار کیا جاتا ہو اور جن کی دیانت کم از کم عام طور پر مشتبہ نہ ہو۔

گواہی کے ضروری ہو جانے کا بیان

(قَالَ : الشَّهَادَةُ فَرَضٌ تَلْزَمُ الشُّهُودَ وَلَا يَسْمَعُهُمْ كِتْمَانُهَا إِذَا طَالَبَهُمُ الْمُدَّعِي) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا يَأْتِ الشَّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا) وَقَوْلُهُ تَعَالَى (وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ) وَإِنَّمَا يُشْتَرَطُ طَلَبُ الْمُدَّعِي لِأَنَّهَا حَقٌّ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى طَلَبِهِ كَسَائِرِ الْحُقُوفِ .

شہادت ایسا فریضہ ہے جو گواہوں پر ضروری ہے اور جب دعویٰ کرنے والا گواہوں سے شہادت کا مطالبہ کرے تو ان کے لیے اسے چھپانے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے کہ جب گواہ بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں دوسری جگہ فرمایا کہ تم لوگ شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپاتا ہے اس کا دل گنہگار ہے اور مدعی کا مطالبہ کرنا اس لئے شرط ہے کیونکہ شہادت اس کا حق ہے اس لئے دوسرے حقوق کی طرح شہادت بھی اس کو طلب کرنے پر موقوف ہوگی۔

گواہی کو چھپانے کی ممانعت کا بیان

وَإِنْ كُتِّمَ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنِ مَقْبُوضَةً فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أُؤْتِمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ . (البقرہ، ۲۸۳)

اور اگر تم سفر میں ہو، اور لکھنے والا نہ پاؤ، تو اگر وہ قبضہ دیا ہوا، اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کرے، اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے، اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

حدود کی شہادت میں ستر و اظہار کے اختیار کا بیان

(وَالشَّهَادَةُ فِي الْحُدُودِ يُخَيَّرُ فِيهَا الشَّاهِدُ بَيْنَ السَّتْرِ وَالْإِظْهَارِ) لِأَنَّهُ بَيْنَ حِسْبَتَيْنِ إِقَامَةِ الْحَدِّ وَالتَّوَقُّي عَنْ الْهَيْتِكِ (وَالسَّتْرُ أَفْضَلُ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِي شَهِدَ عِنْدَهُ (لَوْ سَتَرْتَهُ بِشَوْبِكَ لَكَانَ خَيْرًا لَكَ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) وَفِيمَا نُقِلَ مِنْ تَلْقِينِ الدَّرِّ عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَصْحَابِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى أَفْضَلِيَةِ السَّتْرِ (إِلَّا أَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يَشْهَدَ بِالْمَالِ

فِي السَّرِقَةِ لَيَقُولُ : أَخَذَ إِخْيَاءَ لِحَقِّ الْمَسْرُوقِ مِنْهُ (وَلَا يَقُولُ سَرَقَ) مُحَافَظَةً عَلَى السِّرِّ، وَلَآئِنَّهُ لَوْ ظَهَرَتْ السَّرِقَةُ لَوَجِبَ الْقَطْعُ وَالضَّمَانُ لَا يُجَامِعُ الْقَطْعُ فَلَا يَحْصُلُ إِخْيَاءُ حَقِّهِ.

اور شہادت حد دو میں گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنے کے درمیان اختیار ہے اس لئے کہ گواہ دو اجروں کے درمیان ہے حد قائم کرنے اور مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کے درمیان ہے اور چھپانا افضل ہے اس لئے کہ جس شخص نے آپ سے پاس گواہی دی تھی اس سے آپ نے فرمایا تھا اگر تم اسے اپنے کپڑے سے چھپا لیتے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ اور دفع حد کی تعمین کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے جو اقوال منقول ہیں۔ وہ چھپانے کی فضیلت پر ہیں دلیل ہے لیکن سرقہ میں مال کی گواہی دینا واجب ہے لہذا گواہ جس کی چوری ہوئی ہے اس کا حق زندہ کرنے کے لئے کہے گا اخذ یعنی اس شخص نے لیا ہے اور حفاظت چھپانے کے پیش نظر سرقہ نہ کہے اور اس لئے جب سرقہ ظاہر ہو گیا تو باتھ کا ثناء واجب ہوگا اور ضمان قطع کے ساتھ واجب نہیں ہوتی اس لئے حق کا احیاء حاصل نہیں ہوگا۔

شہادت کے درجوں کا بیان

(وَالشَّهَادَةُ عَلَى مَرَاتِبَ : مِنْهَا الشَّهَادَةُ فِي الزَّيْنَةِ يُعْتَبَرُ فِيهَا أَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَاللَّائِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ) وَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ) (وَلَا تُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ) لِحَدِيثِ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : مَضَتْ السُّنَّةُ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالْخَلِيفَتَيْنِ مِنْ بَعْدِهِ أَنَّ لَا شَهَادَةَ لِلنِّسَاءِ فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ، وَلَآئِنْ فِيهَا شُبْهَةٌ بَدَلِيَّةٌ لِقِيَامِهَا مَقَامَ شَهَادَةِ الرِّجَالِ فَلَا تُقْبَلُ فِيمَا يَنْذَرُ بِالشُّبُهَاتِ، (وَمِنْهَا الشَّهَادَةُ بِبَقِيَّةِ الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ تُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ) (وَلَا تُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ النِّسَاءِ) لِمَا ذَكَرْنَا.

فرمایا کہ شہادت کے چند مراتب ہیں جن میں ایک زنا کی شہادت ہے جس میں چار مردوں کی شہادت معتبر ہے اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے تمہاری عورتوں میں سے جو زنا کا ارتکاب کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو نیز اس کے عدو وہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو چار گواہ نہ پیش کر سکیں۔ اور زنا میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہے اس لئے کہ حضرت زہری کی یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کے عہد سے لے کر یہ سنت جاری ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اس لئے کہ عورتوں کی گواہی میں بدلیت کا شبہ ہے کیونکہ ان کی شہادت مردوں کی شہادت کے قائم مقام ہے اس لئے عورتوں کی شہادت اس معاملے میں معتبر نہیں ہوگی جو شبہ سے ساقط ہو جاتا ہو اور ان میں سے بقیہ حدود اور قصاص کی شہادت ہے ان میں دوسروں کی

گواہی قبول ہوگی اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے کہ تم اپنے مردوں میں سے دو لوگوں کو گواہ بنا لو اور ان میں بھی عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

حدود و قصاص کے سوا معیار شہادت کا بیان

(قَالَ : وَمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْحُقُوقِ يُقْبَلُ فِيهَا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ سَوَاءٌ تَكَانَ الْحَقُّ مَالًا أَوْ غَيْرَ مَالٍ مِثْلُ النِّكَاحِ) وَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَالْعِدَّةِ وَالْحَوَالَةِ وَالْوَقْفِ وَالصُّلْحِ (وَالْوَكَالَةِ وَالْوَصِيَّةِ) وَالْهَبَةِ وَالْإِقْرَارِ وَالْإِبْرَاءِ وَالْوَلَدِ وَالْوِلَادَةِ وَالنَّسَبِ وَنَحْوِ ذَلِكَ .
وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ إِلَّا فِي الْأَمْوَالِ وَتَوَابِعِهَا لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهَا عَدَمُ الْقَبُولِ لِنُقْصَانِ الْعَقْلِ وَاخْتِلَالِ الضَّبْطِ وَقُصُورِ الْوِلَايَةِ فَإِنَّهَا لَا تَصْلُحُ لِلْمَسَارَةِ وَلِهَذَا لَا تُقْبَلُ فِي الْحُدُودِ، وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَرْبَعِ مِنْهُنَّ وَحَدَهُنَّ إِلَّا أَنَّهَا قُبِلَتْ فِي الْأَمْوَالِ ضَرُورَةً، وَالنِّكَاحِ أَعْظَمَ خَطَرًا وَأَقْلَى قُرْعًا فَلَا يُلْحَقُ بِمَا هُوَ أَذْنَى خَطَرًا وَكَثَرُ وَجُودًا .

وَلَسْنَا أَنَّ الْأَصْلَ فِيهَا الْقَبُولُ لَوْجُودِ مَا يَتَنَبَّي عَلَيْهِ أَهْلِيَّةُ الشَّيْءِ وَهُوَ الْمَشَاهِدَةُ وَالضَّبْطُ وَالْإِدَاءُ، إِذِ بِالْأَوَّلِ يَحْصُلُ الْعِلْمُ لِلشَّاهِدِ، وَبِالثَّانِي يَبْقَى، وَبِالثَّالِثِ يَحْصُلُ الْعِلْمُ لِلْقَاضِي وَلِهَذَا يُقْبَلُ إِخْبَارُهَا فِي الْأَخْبَارِ، وَنُقْصَانُ الضَّبْطِ بِزِيَادَةِ النِّسْيَانِ أَنْجَبَ بِضَمِّ الْأُخْرَى إِلَيْهَا فَلَمْ يَبْقَ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَّا الشُّبْهَةُ فَلِهَذَا لَا تُقْبَلُ لِمَا يَنْدَرُءُ بِالشُّبْهَاتِ، وَهَذِهِ الْحُقُوقُ تَثْبُتُ مَعَ الشُّبْهَاتِ وَعَدَمُ قَبُولِ الْأَرْبَعِ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ كَمَا لَا يَكْثُرُ خُرُوجُهُنَّ .

فرمایا کہ حدود اور قصاص کے سوا دوسرے حقوق میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے چاہے وہ حق

مال ہو یا غیر مال ہو جیسے نکاح، طلاق، نکالت اور وصیت وغیرہ۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اموال اور اس کے توابع کے سوا مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی معتبر نہیں اس لئے کہ شہادت نساء کی عدم مقبولیت اصل ہے کیونکہ ان کی عقل میں نقص ہے ضبط میں خلل ہے اور ولایت میں کمی ہے اس لئے عورت امارت کے لائق نہیں ہے اور اسی طرح حدود میں عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے اور صرف چار عورتوں کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے مگر ضرورت کی بنا پر اموال میں اس کو قبول کر لیا گیا ہے۔ اور نکاح زیادہ عظیم ہے اور قلیل الوقوع ہے اس لئے اس امر کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا جو کم رتبہ اور کثیر الوجود ہے ہمارے نزدیک عورتوں کی شہادت میں مقبول ہونا اصل ہے اس لئے کہ عورتوں میں بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن پر طبیعت شہادت کا مدار ہے اور وہ مشاہدہ، ضبط اور ادا ہے اس لئے کہ مشاہدہ سے گواہ کو علم حاصل ہو جاتا ہے اور ضبط سے علم باقی رہتا ہے۔ جبکہ ادائیگی کے سبب قاضی کو بھی علم ہو جاتا ہے کیونکہ احادیث میں عورتوں کی خبر دینے کو قبول کیا گیا ہے اور جو بھولنے میں

زیادتی کا پایا جاتا ہے تو یہ ایک عورت کے ساتھ دوسری عورت کو ملانے کے سبب ختم ہو جائے گا۔ پس اب شبہ کے بعد ان میں کسی قسم کوئی کمی باقی نہ رہی۔ اور اسی دلیل کے سبب جو حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں ان میں خواتین کی گواہی قبول ہی نہیں ہے۔ جبکہ حقوق شبہات کے باوجود ثابت ہو جاتے ہیں جبکہ تنہا چار خواتین کی گواہی کا مقبول ہونا یہ قیاس کے خلاف ہے اس لئے عورتوں کا خروج کثرت سے نہ ہو۔

مردوں کے عدم مطلع مقامات پر ایک عورت کی شہادت کا بیان

قَالَ (وَتَقْبَلُ فِي الْوِلَادَةِ وَالْبَكَارَةِ وَالْعُيُوبِ بِالنِّسَاءِ فِي مَوْضِعٍ لَا يَطْلُعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ شَهَادَةُ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ إِلَيْهِ) وَالْجَمْعُ الْمُحَلَّى بِالْأَلْفِ وَاللَّامِ يُرَادُ بِهِ الْجِنْسُ فَيَتَنَاوَلُ الْأَقْلَ وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي اشْتِرَاطِ الْأَرْبَعِ، وَلِأَنَّهُ إِنَّمَا سَقَطَتْ الذُّكُورَةُ لِيَخْفَ النَّظَرُ لِأَنَّ نَظَرَ الْجِنْسِ إِلَى الْجِنْسِ أَخْفَ فَكَذَا يَسْقُطُ اغْتِبَارُ الْعَدَدِ إِلَّا أَنَّ الْمُشَى وَالثَّلَاثَ أَحْوَطَ لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى الْإِلْزَامِ (ثُمَّ حُكْمُهَا فِي الْوِلَادَةِ شَرْخَانَهُ فِي الطَّلَاقِ) وَأَمَّا حُكْمُ الْبَكَارَةِ فَإِنْ شَهِدْنَ أَنَّهَا بِكَرٍّ يُوجَلُ فِي الْعَيْنِ سَنَةً وَيُفَرَّقُ بَعْدَهَا لِأَنَّهَا تَأَيَّدَتْ بِمُؤَيَّدٍ إِذَا الْبَكَارَةُ أَصْلٌ، وَكَذَا فِي رَدِّ الْمَبِيعَةِ إِذَا اشْتَرَاهَا بِشَرْطِ الْبَكَارَةِ، فَإِنْ قُلْنَ إِنَّهَا تَيْبٌ يَخْلِفُ الْبَائِعُ لِنُظْمِ نُكُولِهِ إِلَى قَوْلِهِنَّ وَالْعَيْبُ يَثْبُتُ بِقَوْلِهِنَّ فَيَخْلِفُ الْبَائِعُ، وَأَمَّا شَهَادَتُهُنَّ عَلَى اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ لَا تُقْبَلُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي حَقِّ الْإِرْثِ لِأَنَّهُ مِمَّا يَطْلُعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ إِلَّا فِي حَقِّ الصَّلَاةِ لِأَنَّهَا مِنْ أُمُورِ الدِّينِ. وَعِنْدَهُمَا تُقْبَلُ فِي حَقِّ الْإِرْثِ أَيْضًا لِأَنَّهُ صَوْتُ عِنْدَ الْوِلَادَةِ وَلَا يَحْضُرُهَا الرِّجَالُ عَادَةً فَصَارَ كَشَهَادَتِهِنَّ عَلَى نَفْسِ الْوِلَادَةِ

فرمایا کہ ولادت، بکارت اور ان نسوانی عیوب جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے ایک عورت کی گواہی مقبول ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہاں مرد نہیں دیکھ سکتے وہاں عورتوں کی گواہی جائز ہے اور وہ جمع جوائف لام کے ساتھ معروف ہو اس سے جنس مراد ہوتی ہے اس لئے کہ یہ قلیل کو شامل ہوگی اور یہ حدیث چار عورتوں کی شرط لگانے میں امام شافعی کے خلاف حجت ہے۔ اور اس لئے مذکور ہونے کی قید ساقط ہوگئی تاکہ دیکھنے میں خفت اور کمی ہو اس لئے کہ جنس کا جنس کو دیکھنا اخف ہے پس عدد کا اعتبار ساقط ہو جائے گا البتہ اگر دو یا تین ہوں تو زیادہ احتیاط ہے۔ اس لئے کہ اس میں ضروری کرنے کے معنی موجود ہیں پس ولادت میں ایک عورت کی گواہی کا حکم ہم کتاب الطلاق میں وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں رہا بکارت کا حکم تو اگر عورتوں نے یہ گواہی دی کہ وہ بکرہ ہے تو اس کے عین شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اور اس کے بعد جدائی کرادی جائے گی اس لئے کہ شہادت کو ایک تائید حاصل ہوگئی ہے اور بکرہ ہونا اصل ہے۔ اور ایسے ہی مبیعہ باندی کو واپس کرنے کا حکم ہے بشرطیکہ خریدار نے

اسے بکارت کی شرط پر خریداد۔ اس لئے اگر عورتوں نے کہا کہ وہ ثیبہ ہے تو بیٹے والا اسے قسم لی کی اس لئے کہ بیٹے والا قسم سے انکار کرنا عورتوں کے قول کے ساتھ مل جائے اور عیب عورتوں کے قول سے ثابت ہوگا اگر ثابت نہ ہو تو بیٹے والا اسے قسم لی جائے گی اور ولادت کے وقت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بچہ کے رونے پر میراث کے حق میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اس لئے کہ بچہ کا رونا ان چیزوں میں سے ہے جب پر مرد مطلع ہو سکتا ہے سوائے نماز کے کیونکہ نماز اسورہ میں سے ہے جبکہ ساتھین کے نزدیک میراث کے حق میں بھی عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی اس لئے کہ ولادت کے وقت استہلال آواز ہے اور مرد ولادت کے وقت موجود نہیں ہوتا اس لئے نفس ولادت پر عورتوں کی گواہی کی مانند ہو گیا۔

گواہی میں عدالت و لفظ شہادت کا بیان

قَالَ (وَلَا بُدَّ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْعَدَالَةِ وَالْفُظَّةِ الشَّهَادَةِ، فَإِنْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّاهِدُ لَفْظَةَ الشَّهَادَةِ وَقَالَ أَعْلَمُ أَوْ أَتَقَنَّ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُ) أَمَّا الْعَدَالَةُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ) وَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأَشْهِدُوا ذَوَى عَدْلٍ مِنْكُمْ) وَلَآنَ الْعَدَالَةُ هِيَ الْمُعِينَةُ لِلصِّدْقِ، لِأَنَّ مَنْ يَتَعَاطَى غَيْرَ الْكَلْبِ قَدْ يَتَعَاطَاهُ.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْقَاضِي إِذَا كَانَ وَجِبَهَا فِي النَّاسِ ذَا مَرُوءَةٍ تَقْبَلُ شَهَادَتُهُ لِأَنَّهُ لَا يُسْتَأْجَرُ لَوَجَاهِيهِ وَيَمْتَنِعُ عَنِ الْكَلْبِ لِمَرُوءَتِهِ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ، إِلَّا أَنَّ الْقَاضِي لَوْ قَضَى بِشَهَادَةِ الْقَاضِي يَصِحُّ عِنْدَنَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَصِحُّ، وَالْمَسْأَلَةُ مَعْرُوفَةٌ. وَأَمَّا لَفْظَةُ الشَّهَادَةِ فَلِأَنَّ النُّصُوصَ نَطَقَتْ بِاشْتِرَاطِهَا إِذَا أَمُرُ فِيهَا بِهَذِهِ اللَّفْظَةِ، وَلِأَنَّ فِيهَا زِيَادَةَ تَوْحِيدٍ، فَإِنْ قَوْلُهُ أَشْهَدُ مِنْ الْفَاطِ الْيَمِينِ كَقَوْلِهِ أَشْهَدُ بِاللَّهِ فَكَانَ الْإِمْتِنَاعُ عَنِ الْكَلْبِ بِهَذِهِ اللَّفْظَةِ أَشَدَّ.

وَقَوْلُهُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ إِشَارَةٌ إِلَى جَمِيعِ مَا تَقَدَّمَ حَتَّى يُشْتَرَطَ الْعَدَالَةُ، وَالْفُظَّةُ الشَّهَادَةُ فِي شَهَادَةِ النِّسَاءِ فِي الْوِلَادَةِ وَغَيْرِهَا هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهَا شَهَادَةٌ لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى الْإِلْزَامِ حَتَّى اخْتَصَّ بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَلِهَذَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْحُرِّيَّةُ وَالْإِسْلَامُ.

فرمایا کہ گواہی کی تمام صورتوں میں عدالت اور لفظ شہادت ضروری ہے پس اگر گواہ نے لفظ شہادت ادا نہ کیا اور یہ

کہا کہ میں جانتا ہوں یا میں یقین کر رہا ہوں اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔ بہر حال عدالت کا شرط ہونا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے سے ہے، جن گواہوں کو تم پسند کرو، اور پسندیدہ گواہ عادل ہے، اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے میں سے گواہ مقرر کرو، اور اس لئے کہ عدالت ہی گواہی کو مقرر کرنے والی ہے، کیونکہ جو شخص جھوٹ کے علاوہ دوسرے جرائم کا سر ہے وہ کبھی جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر قاسق لوگوں میں وجہ ہو اور بامروت ہو تو اس کی گواہی مقبول ہوگی اس لئے کہ اپنی وجہ بہت کی وجہ سے اجارہ پر نہیں لیا جائے گا اور اپنی مروت کی وجہ سے جھوٹ سے باز رہے گا اور پہلا قول اصح ہے اس وجہ سے اگر قاضی نے ذوق کی شہادت پر فیصلہ کر دیا تو ہمارے نزدیک وہ صحیح ہے اور یہ مسئلہ مشہور ہے جہاں تک لفظ شہادت کا معاملہ ہے تو وہ اس لئے شرط ہے کہ نصوص اس کے شرط ہونے پر مطلق ہیں کیونکہ نصوص میں اسی لفظ کے ساتھ امر وارد ہوا ہے اور اس لئے کہ لفظ شہادت میں تاکید زیادہ اس لئے کہ لفظ اشہد الفاظ یحیٰ میں سے ہے اس وجہ سے اس لفظ کے ذریعے جھوٹ سے اور بھی زیادہ احتیاط ہوگا۔ اور اس کا قول فی ذلک کلام اس میں اشارہ ہے جملہ انواع شہادت کی طرف یہاں تک ولادت وغیرہ کے متعلق عورتوں کی گواہی میں بھی لفظ شہادت اور عدالت شرط ہے یہی صحیح ہے اس لئے کہ یہ بھی شہادت ہے کیونکہ اس میں ضروری کرنے کے معنی موجود ہیں حتیٰ کہ یہ بھی مجلس قضاء کے ساتھ خاص ہے اور اس میں بھی آزاد ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے۔

شہادت مسلم میں حاکم کا ظاہری عدالت پر اقتصار کرنے کا بیان

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَفْتَصِّرُ الْحَاكِمُ عَلَى ظَاهِرِ الْعَدَالَةِ فِي الْمُسْلِمِ وَلَا يَسْأَلُ عَنْ حَالِ الشُّهُودِ حَتَّى يَطْعَنَ الْخَصْمُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمُسْلِمُونَ عُذُولٌ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، إِلَّا مَحْذُودًا فِي قَذْفٍ) وَمِثْلُ ذَلِكَ مَرْوِيُّ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَلَآنَ الظَّاهِرُ هُوَ الْأَنْزِجَارُ عَمَّا هُوَ مُحَرَّمٌ دِينُهُ، وَبِالظَّاهِرِ كِفَايَةُ إِذْ لَا وُصُولَ إِلَى الْقَطْعِ. (إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ فَإِنَّهُ يَسْأَلُ عَنِ الشُّهُودِ) لِأَنَّهُ يَخْتَالُ لِاسْقَاطِهَا فَيَشْتَرِطُ الْإِسْتِقْصَاءَ فِيهَا، وَلَآنَ الشُّبْهَةُ فِيهَا دَارِنَةٌ، وَإِنْ طَعَنَ الْخَصْمُ فِيهِمْ سَأَلَ عَنْهُمْ لِأَنَّهُ تَقَابَلَ الظَّاهِرَانِ فَيَسْأَلُ طَلَبًا لِلتَّرْجِيحِ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: لَا بُدَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْهُمْ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ) لِأَنَّ الْقَضَاءَ مَبْنَاءٌ عَلَى الْحُجَّةِ وَهِيَ شَهَادَةُ الْعُذُولِ فَيَتَعَرَّفُ عَنْ الْعَدَالَةِ، وَفِيهِ صَوْنٌ قَضَائِهِ عَنِ الْبُطْلَانِ. وَقِيلَ هَذَا اخْتِلَافٌ عَصْرٍ وَزَمَانٍ وَالْفَتْوَى عَلَى قَوْلِهِمَا فِي هَذَا الزَّمَانِ.

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مسلمان شاہد میں حاکم ظاہری عدالت پر اکتفاء کرے اور گواہوں کا حال نہ پوچھے یہاں تک مدعی علیہ طعن کرے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان سب عادل ہیں اور بعض بعض پر حجت ہیں سوائے محدود فی القذف کے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس لئے بھی کہ مسلمان کا ظاہر حال اس سے اجتناب کرتا ہے جو اس کے دین میں حرام ہے اور ظاہر پر ہی اکتفاء ہے اس لئے کہ حدود اور قصاص کے علاوہ میں یقین تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے قاضی گواہوں کا حال دریافت کرے گا کیونکہ قاضی حدود و قصاص کے اسقاط کا حیلہ تلاش کرتا ہے اس لئے عدالت کے متعلق مکمل تفتیش شرط ہوگی۔ اور اس لئے کہ حدود میں شبہ دافع ہوتا ہے۔ اور اگر مدعی علیہ گواہوں پر طعن کر دے تو قاضی ظاہر اور باطن

دونوں میں ان کا حال دریافت کرے اس لئے کہ دو ظاہر مقابل ہو گئے لہذا ترجیح کے لیے قاضی گواہوں کا حال پوچھے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ قاضی کے لئے جملہ حقوق میں ظاہر اور باطن دونوں سطح پر گواہوں کا حال پوچھنا ضروری ہے اس لئے کہ قضاء کی بنیاد پر حجت ہے اور حجت عادل گواہوں کی شہادت ہے اس لئے قاضی عدالت دریافت کرے گا اور اس میں قضائے قاضی کے بطلان سے حفاظت بھی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ عہد اور زمانے کا اختلاف ہے اور اس زمانے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔

تعدیل کرنے والے کے لئے قاضی کا خط بھیجنے کا بیان

قَالَ (ثُمَّ التَّزْكِيَةُ فِي السِّرِّ أَنْ يَنْتَعِ الْمُسْتَوْرَةَ إِلَى الْمُعَدِّلِ فِيهَا النَّسَبُ وَالْخَلْيُ وَالْمُضَلَّى وَيَرْدُّهَا الْمُعَدِّلُ) كُلُّ ذَلِكَ فِي السِّرِّ كَيْ لَا يَظْهَرَ فَبُخْدَعٍ أَوْ يُقْصَدَ (وَفِي الْعَلَانِيَةِ لَا بُدَّ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الْمُعَدِّلِ وَالشَّاهِدِ) لِتَنْفِي شُبُهَةِ تَعْدِيلٍ غَيْرِهِ، وَقَدْ كَانَتْ الْعَلَانِيَةُ وَخَدَّهَا فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ، وَوَقَعَ الْاِكْتِفَاءُ بِالسِّرِّ فِي زَمَانِنَا تَحَرُّزًا عَنِ الْفِتْنَةِ. وَيُرْوَى عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: تَزْكِيَةُ الْعَلَانِيَةِ بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ.

ثُمَّ قِيلَ: لَا بُدَّ أَنْ يَقُولَ الْمُعَدِّلُ هُوَ عَدْلٌ جَائِزُ الشَّهَادَةِ لِأَنَّ الْعَبْدَ لَقَدْ يُعَدَّلُ، وَقِيلَ يَكْتَفِي بِقَوْلِهِ هُوَ عَدْلٌ لِأَنَّ الْحُرِّيَّةَ ثَابِتَةٌ بِالذَّارِ وَهَذَا أَصَحُّ.

پھر خفیہ تزکیہ یہ ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے کے پاس خفیہ خط بھیجے جس میں گواہوں کا نسب، ان کا حلیہ اور ان کے محلے کی مسجد تحریر کرے اور تعدیل کرنے والا وہ خط قاضی کو واپس کر دے اور یہ سب خفیہ طور پر ہوتا کہ یہ ظاہر نہ ہو جائے اور معدل کے ساتھ مکر کیا جائے یا اسے تکلیف دینے کا قصد کیا جائے اور علانیہ تزکیہ میں معدل اور شاہد کو جمع کرنا ضروری ہے تاکہ دوسرے کی تعدیل کا شبہ ختم ہو جائے اور صدر اول میں صرف علانیہ تعدیل تھی اور فتنہ سے بچاؤ کے لئے ہمارے زمانے میں خفیہ تعدیل پر اکتفاء ہو گیا اور امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علانیہ تعدیل بلا، اور فتنہ ہے پھر کہا گیا ہے کہ معدل کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ گواہ آزاد ہے، عادل، اور جائز الشہادت ہے کیونکہ کبھی کبھی غلام بھی عادل ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ معدل صرف عادل کہنے پر اکتفاء کر لے اس لئے کہ حریت دار السلام سے ثابت ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

قاضی کی تفتیش میں مدعی علیہ کے انکار کے مقبول نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَفِي قَوْلٍ مَنْ رَأَى أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الشُّهُودِ لَمْ يَقْبَلْ قَوْلُ الْخَصْمِ إِنَّهُ عَدْلٌ) مَعْنَاهُ قَوْلُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّهُ يَجُوزُ تَزْكِيَتُهُ، لَكِنْ عِنْدَ مُحَمَّدٍ يَضُمُّ تَزْكِيَةَ الْآخِرِ إِلَى تَزْكِيَتِهِ لِأَنَّ الْعِدَّةَ عِنْدَهُ شَرْطٌ.

وَوَحْدَهُ الظَّاهِرُ أَنَّ فِي زَعْمِ الْمُدَّعَى وَشُهُودِهِ أَنَّ الْخَصْمَ كَاذِبٌ فِي انْكَارِهِ مُبْطَلٌ فِي إِصْرَارِهِ

فَلَا يَصْلَحُ مُعَدَّلًا، وَمَوْضُوعُ الْمَسْأَلَةِ إِذَا قَالَ هُمْ عُذُولٌ إِلَّا أَنَّهُمْ أَخْطَئُوا أَوْ سَوَاءٌ، أَمَّا إِذَا قَالَ صَدَقُوا أَوْ هُمْ عُذُولٌ صَدَقَةٌ فَقَدْ اعْتَرَفَ بِالْحَقِّ.

فرمایا کہ اس شخص کے قول کے مطابق جس کی رائے یہ ہے قاضی گواہوں سے ان کا حال معلوم کرے اس پر مدعی علیہ کا یہ کہنا مقبول نہیں ہے کہ گواہ عادل ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ کی تعدیل جائز ہے لیکن امام محمد فرماتے ہیں کہ اس کی تعدیل کے ساتھ دوسرے کی تعدیل بھی ملائی جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک تعداد شرط ہے ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ مدعی اور اس کے گواہوں کے گمان کے مطابق مدعی علیہ اپنے انکار میں جھوٹا ہے اور اپنے اصرار میں باطل ہے۔ اس لئے وہ معدل بننے کے لائق نہیں اور صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب مدعی علیہ نے یہ کہا کہ گواہ عادل تو ہیں لیکن ان سے چوک ہو گئی یا یہ بھول گئے۔ لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ گواہوں نے سچ کہا یا وہ عال ہیں اور سچے ہیں تو اس نے حق کا اقرار کر لیا۔

قاضی کے قاصد ہونے کے جواز کا بیان

(وَإِذَا كَانَ رَسُولُ الْقَاضِي الَّذِي يَسْأَلُ عَنِ الشُّهُودِ وَاحِدًا جَارًا وَالْآخَرَانِ أَفْضَلُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ إِلَّا اثْنَانِ، وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْمُزَيَّتِي، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ رَسُولُ الْقَاضِي إِلَى الْمُزَيَّتِي وَالْمُتَرَجِّمُ عَنِ الشَّاهِدِ لَهُ أَنَّ التَّزْكِيَةَ فِي مَعْنَى الشَّهَادَةِ لِأَنَّ وَلَايَةَ الْقَضَاءِ تَنْبِي عَلَى ظُهُورِ الْعَدَالَةِ وَهُوَ بِالتَّزْكِيَةِ فَيُشْرَطُ فِيهِ الْعَدَدُ كَمَا تُشْرَطُ الْعَدَالَةُ فِيهِ، وَتُشْرَطُ الذُّكُورَةُ فِي الْمُزَيَّتِي وَالْحُدُودُ وَالْقِصَاصُ. وَلَيْسَ أَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى الشَّهَادَةِ وَلِهَذَا لَا يُشْرَطُ فِيهِ لَفْظَةُ الشَّهَادَةِ وَمَجْلِسُ الْقَضَاءِ، وَاشْتِرَاطُ التَّحْدِيدِ أَمْرٌ حُكْمِيٌّ فِي الشَّهَادَةِ فَلَا يَتَعَدَّاهَا.

فرمایا کہ قاضی کا وہ قاصد جس سے گواہوں کے متعلق پوچھا جائے گا اگر ایک ہو تو جائز ہے اور دو ہوں تو افضل ہے اور یہ قول صاحبین کا ہے جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ دو سے کم ہونا جائز نہیں اور اس سے مزکی مراد ہیں اور اسی اختلاف پر مزکی کے پاس بھیجا جانے والا قاضی کا قاصد ہے اور گواہ کا مترجم ہے امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ تعدیل شہادت کے معنی میں ہے اس لئے کہ ولایت قضاء ظہور عدالت پر مبنی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور تزکیہ سے عدالت کا ظہور ہو جاتا ہے اس لئے اس میں عدد شرط ہوگا جیسے اس میں عدالت شرط ہے اور جیسے حدود اور قصاص میں مزکی کا نہ کر ہونا شرط ہے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ شہادت کے معنی میں نہیں ہے اس لئے اس میں لفظ شہادت اور مجلس قضاء شرط نہیں ہے اور شہادت میں عدد کا شرط ہونا امر حکمی ہے اس لئے وہ شہادت سے بڑھنے والا

خفیہ تزکیہ کا اہلیت شہادت کے لئے شرط نہ ہونے کا بیان

(وَلَا يُشْتَرَطُ أَهْلِيَّةُ الشَّهَادَةِ فِي الْمُرْتَكِي فِي تَزْكِيَةِ السِّرِّ حَتَّى صَلَحَ الْعَبْدُ مُرْتَكِيًا، فَأَمَّا فِي تَزْكِيَةِ الْعَلَانِيَةِ فَهُوَ شَرْطٌ، وَكَذَا الْعَدَدُ بِالْإِجْمَاعِ عَلَى مَا قَالَهُ الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا خِصَاصِيًّا بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ. قَالُوا: يُشْتَرَطُ الْأَرْبَعَةُ فِي تَزْكِيَةِ شُهُودِ الزَّانَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ.

اور پوشیدہ تزکیہ میں مرکی میں شہادت کی اہلیت شرط نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ غلام کا مرکی ہونا صحیح ہے لیکن علانیہ تزکیہ میں اہلیت شہادت شرط ہے نیز عدد بھی بالاتفاق شرط ہے جس طرح امام خصاف نے بیان کیا ہے کیونکہ علانیہ تزکیہ مجلس قضاء کے ساتھ خاص ہے حضرات مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد کے نزدیک شہود زنا کی تعدیل کرنے والوں کا عدد میں چار ہونا شرط ہے۔



فصل

﴿یہ فصل گواہی کی ادائیگی اور اس کو چلانے کے بیان میں ہے﴾

فصل گواہی کی ادائیگی کی فتنی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب مراتب شہادت کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس فصل کو شروع کیا ہے جس میں اٹھائی جانے والی یعنی جس چیز کی قسم اٹھائی جائے گی اس کا طریقہ بیان کیا ہے۔ اور یاد رہے کسی چیز کا طریقہ ہمیشہ ثبوت شئی کے بعد بیان کیا جاتا ہے۔ (غایہ ثمر الہدایہ ج ۱۰ ص ۴۰۵، بیروت)

شاہد کے لئے اٹھانے والی اشیاء کی اقسام کا بیان

وَمَا يَتَحَمَّلُهُ الشَّاهِدُ عَلَى ضَرْبَيْنِ : أَحَدُهُمَا مَا يَبْتَئُ حُكْمُهُ بِنَفْسِهِ مِثْلُ الْبَيْعِ وَالْإِقْرَارِ وَالْفَضْبِ وَالْقَتْلِ وَحُكْمِ الْحَاكِمِ، فَإِذَا سَمِعَ ذَلِكَ الشَّاهِدُ أَوْ رَأَاهُ وَبَيَّنَّ أَنْ يَشْهَدَ بِهِ وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ عَلَيْهِ (لَأَنَّهُ عَلِمَ مَا هُوَ الْمَوْجِبُ بِنَفْسِهِ) وَهُوَ الرُّكْنُ فِي إِطْلَاقِ الْأَدَاءِ .
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا عَلِمْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْهَدْ وَلَا فَدْعَ) قَالَ (وَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ بَاعَ وَلَا يَقُولُ أَشْهَدُنِي) لِأَنَّهُ كَذِبٌ، وَلَوْ سَمِعَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ لَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ، وَلَوْ فَسَّرَ لِلْقَاضِي لَا يَقْبَلُهُ لِأَنَّ النِّعْمَةَ تُشَبِّهُ النِّعْمَةَ فَلَمْ يَحْصُلِ الْعِلْمُ إِلَّا إِذَا كَانَ دَخَلَ الْبَيْتَ وَعَلِمَ أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ أَحَدٌ سِوَاهُ ثُمَّ جَلَسَ عَلَى الْبَابِ وَلَيْسَ فِي الْبَيْتِ مَسْلُوكٌ غَيْرُهُ فَسَمِعَ إِقْرَارَ الدَّاخِلِ وَلَا يَرَاهُ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ لِأَنَّهُ حَصَلَ الْعِلْمُ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ .

اور گواہ جن چیزوں کی گواہی اٹھاتا ہے ان کی دو اقسام ہیں ان میں ایک وہ ہے جس کا حکم بذات خود ثابت ہوتا ہے جیسے بیع، اقرار، نصب، قتل اور حاکم کا حکم پس جب گواہ نے اس سے سن لیا یا دیکھ لیا تو اس کے لئے گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اسے اس کے متعلق کواد نہ بنایا گیا ہو کیونکہ گواہ نے وہ چیز جان لی جو بذات خود موجب ہے اور ادائے شہادت کے جواز میں علم ہی رکن ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سوائے اس شخص کے جو حق کے ساتھ گواہی دے اس جال میں کہ وہ لوگ اسے جانتے ہوں،، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم آفتاب کی طرح اسے جان لو تب گواہی دو ورنہ اسے چھوڑ دو۔

فرمایا کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے فروخت کیا اور یہ نہ کہے کہ اس نے مجھے نواہ بنایا کیونکہ کہ جھوٹ ہے اور اگر اس نے پردے کے پیچھے سے سنا ہو تو اس کے لئے گواہی دینا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے قاضی سے اس کی وضاحت کر دی تو قاضی اس کو قبول نہیں کرے گا اس لئے کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے پس علم حاصل نہیں ہوگا مگر یہ کہ گواہ مکان میں داخل ہوا ہو اور اس نے یہ جان لیا ہو کہ مدعی علیہ کے سوا اس گھر میں اور کوئی نہیں ہے پھر وہ دروازہ پر بیٹھ گیا اور اس کے علاوہ گھر کا کوئی دوسرا دروازہ نہ ہو پھر اس نے گھر میں موجود شخص کی آواز سنی اور اسے دیکھا نہیں تو اس کے لئے گواہی دینا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں علم حاصل ہو چکا ہے۔

گواہی پر گواہی دینا تحمل شہادت کی دوسری قسم ہونے کا بیان

(وَمِنْهُ مَا لَا يَثْبُتُ الْحُكْمُ فِيهِ بِنَفْسِهِ مِثْلُ الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ، فَإِذَا سَمِعَ شَاهِدًا يَشْهَدُ بِشَيْءٍ لَمْ يَجْزْ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ عَلَى شَهَادَتِهِ إِلَّا أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْهَا) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ غَيْرُ مُوجِبَةٍ بِنَفْسِهَا، وَإِنَّمَا تَصِيرُ مُوجِبَةً بِالنَّقْلِ إِلَى مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْإِنَابَةِ وَالتَّحْمِيلِ وَلَمْ يُوجَدْ (وَكَذَا لَوْ سَمِعَهُ يَشْهَدُ الشَّاهِدَ عَلَى شَهَادَتِهِ لَمْ يَسَعِ لِلْسَامِعِ أَنْ يَشْهَدَ) لِأَنَّهُ مَا حَمَلَهُ وَإِنَّمَا حَمَلَ غَيْرَهُ.

اور تحمل شہادت کی دوسری قسم وہ ہے جس کا حکم بذات خود ثابت نہ ہو جیسے گواہی پر گواہی دینا پس اگر کسی نے کسی گواہ کو کسی چیز کی گواہی دیتے سنا تو سننے والے کے لئے گواہ کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں مگر یہ کہ شاہد سامع کو گواہی پر گواہ بنادے اس لئے کہ شہادت بذات خود موجب نہیں ہے بلکہ وہ مجلس قضاء کی طرف منتقل کرنے سے موجب ہوتی ہے اس لئے شاہد کے لئے سامع کو نائب بنانا اور اس پر بار شہادت کو ڈالنا ضروری ہے اور ان میں سے کچھ نہیں پایا گیا ایسے ہی کسی نے شاہد کو اپنی شہادت پر دوسرے شاہد کو گواہ بناتے سنا تو سامع کے لئے اس کی گواہی دینا جائز نہیں اس لئے کہ اصل نے سامع پر گواہی کا بوجھ نہیں لادو بلکہ اس کے علاوہ دوسرے شاہد پر ڈالا ہے۔

گواہ کے لئے اپنا خط دیکھ کر گواہی دینا جائز نہیں ہے

وَلَا يَحِلُّ لِلشَّاهِدِ إِذَا رَأَى خَطَّهُ أَنْ يَشْهَدَ إِلَّا أَنْ يَتَذَكَّرَ الشَّهَادَةَ لِأَنَّ الْخَطَّ يُشَبِّهُ الْخَطَّ فَلَمْ يَحْصُلِ الْعِلْمُ. قِيلَ هَذَا عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَعِنْدَهُمَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ. وَقِيلَ هَذَا بِإِلْتِفَاقٍ، وَإِنَّمَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا وَجَدَ الْقَاضِي شَهَادَتَهُ فِي دِيَوَانِهِ أَوْ قَضِيَّتِهِ، لِأَنَّ مَا يَكُونُ فِي قِمَطَرِهِ فَهُوَ تَحْتَ خَتْمِهِ يُؤْمَنُ عَلَيْهِ مِنَ الزِّيَادَةِ وَالنَّقْصَانِ فَحَصَلَ لَهُ الْعِلْمُ بِذَلِكَ وَلَا كَذَلِكَ الشَّهَادَةُ فِي الصِّكِّ لِأَنَّهُ فِي يَدِ غَيْرِهِ، وَعَلَى هَذَا إِذَا تَذَكَّرَ الْمَجْلِسَ الَّذِي كَانَ

فِيهِ الشَّيَاطَةُ أَوْ أَخْبَرَهُ قَوْمٌ مِمَّنْ يَتَّقِي بِهِ إِنَّا شَهِدْنَا نَحْنُ وَأَنْتَ .

اس کے قریب کہ گواہ کے لئے اپنا خط دیکھ کر گواہی دینا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اسے گواہی یاد آجائے اس لئے کہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے اس لئے اس سے علم حاصل نہیں ہوگا کہا گیا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے قول پر ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کے لئے گواہی دینا حلال ہے اور دوسرا یہ قول ہے کہ یہ متفق علیہ ہے اور اختلاف اس صورت میں ہے جب قاضی اپنے رجسٹر میں کسی کی شہادت پائے یا اپنے حکم نامے میں پائے کیونکہ جو کچھ قاضی کی قائل میں ہوگا وہ اس کی مہر کے تحت ہوگا اور کی بیش سے محفوظ ہوگا اس لئے اس سے قاضی کو علم حاصل ہو جائے گا اور دستاویز میں لکھی ہوئی شہادت ایسی نہیں ہے اس لئے کہ وہ دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ اور اسی اختلاف پر ہے جب وہ مجلس یاد آئی جس میں اس نے گواہی دی تھی یا کسی ایسی جماعت نے گواہی کی خبر دی جس پر اسے اعتماد ہو کہ ہم نے اور تم نے گواہی دی تھی۔

شاہد کے لئے مشہود لہ کا مشاہدہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَشْهَدَ بِشَيْءٍ لَمْ يُعَايِنَهُ إِلَّا النَّسَبَ وَالْمَوْتَ وَالنِّكَاحَ وَالذُّخُولَ
وَوِلَايَةَ الْقَاضِي فَإِنَّهُ يَسَعُهُ أَنْ يَشْهَدَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ إِذَا أَخْبَرَهُ بِهَا مَنْ يَتَّقِي بِهِ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ

وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا تَجُوزَ لِأَنَّ الشَّيْطَانَةَ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْمُشَاهَدَةِ وَذَلِكَ بِالْعِلْمِ وَلَمْ يَحْصُلْ قَصَارُ
كَالْبَيْعِ .

وَجْهُ اسْتِحْسَانِ أَنَّ هَذِهِ أُمُورٌ تَخْتَصُّ بِمُعَايِنَةِ سَبَابِهَا خَوَاصٌّ مِنَ النَّاسِ، وَيَتَعَلَّقُ بِهَا
أَحْكَامٌ تَبْقَى عَلَى انْقِضَاءِ الْقُرُونِ، فَلَوْ لَمْ تُقْبَلْ فِيهَا الشَّهَادَةُ بِالتَّسَامُعِ آدَى إِلَى الْحَرَجِ
وَتَعْطِيلِ الْأَحْكَامِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ يَسْمَعُهُ كُلُّ أَحَدٍ، وَإِنَّمَا يَجُوزُ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَشْهَدَ
بِالِاسْتِيقَارِ وَذَلِكَ بِالتَّوَاتُرِ أَوْ بِإِخْبَارِ مَنْ يَتَّقِي بِهِ كَمَا قَالَ فِي الْكِتَابِ .

وَيُشْتَرَطُ أَنْ يُخْبِرَهُ رَجُلَانِ عَدْلَانِ أَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ لِيَحْصُلَ لَهُ نَوْعُ عِلْمٍ .

وَقِيلَ فِي الْمَوْتِ يَكْفِي بِإِخْبَارِ وَاحِدٍ أَوْ وَاحِدَةٍ لِأَنَّهُ قَلَّمَا يُشَاهِدُ غَيْرُ الْوَاحِدِ إِذَا الْإِنْسَانُ
يَبَاقُ وَتَكْرَهُهُ فَيَكُونُ فِي اشْتِرَاطِ الْعَدَدِ بَعْضُ الْحَرَجِ، وَلَا كَذَلِكَ النَّسَبُ وَالنِّكَاحُ،
وَيَنْبَغِي أَنْ يُطْلَقَ آدَاءُ الشَّهَادَةِ .

أَمَّا إِذَا قَسَرَ لِلْقَاضِي أَنَّهُ يَشْهَدُ بِالتَّسَامُعِ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُ كَمَا أَنَّ مُعَايِنَةَ الْيَدِ فِي الْأَمْلاكِ
تُطْلَقُ الشَّهَادَةُ، ثُمَّ إِذَا قَسَرَ لَا تُقْبَلُ كَذَا هَذَا .

وَلَوْ رَأَى إِنْسَانًا جَلَسَ مَجْلِسَ الْقَضَاءِ يَدْخُلُ عَلَيْهِ الْخُصُومُ حَتَّى لَّهُ أَنْ يَشْهَدَ عَلَى كَوْنِهِ
قَاصِيًا وَكَذَا إِذَا رَأَى رَجُلًا وَامْرَأَةً يَسْكُنَانِ بَيْتًا وَيَنْسِيطُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى الْآخَرِ ابْسَاطَ
الْأَزْوَاجِ كَمَا إِذَا رَأَى عَيْنًا فِي يَدِ غَيْرِهِ .

وَمَنْ شَهِدَ أَنَّهُ شَهِدَ دَفَنَ فَلَانٍ أَوْ صَلَّى عَلَى جَنَازَتِهِ فَيُؤْمَعِبَةً، حَتَّى لَوْ قَسَرَ لِلْقَاصِي قَلَّةً
ثُمَّ قَصَرَ الْإِسْتِثْنَاءَ فِي الْكِتَابِ

فرمایا کہ گواہ کے لئے اس چیز کی گواہی دینا جائز نہیں جس کا اس نے مشاہدہ نہ کیا ہو مگر نسب، موت، نکاح، دخول اور ولایت قاضی کے پس بے شک اس کے لئے ان چیزوں کی گواہی دینا جائز ہے بشرطیکہ گواہ کو ان چیزوں کے متعلق کسی نے باخبر کیا ہو اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے جائز نہ ہو اس لئے کہ شہادت مشاہدہ سے مشتق اور مشاہدہ علم سے حاصل ہوتا ہے لہذا یہ بیع کی طرح ہو گیا استحسان کی دلیل یہ ہے کہ یہ اس طرح کے امور ہیں۔ جس کے اسباب معاینہ کے ساتھ چند خواص لوگ مختص ہیں اور ان کے ساتھ ایسے ہی اسباب متعلق ہیں جو زمانہ گزرنے کے ساتھ بھی باقی رہتے ہیں اس لئے ان امور پر باہمی سماعت پر شہادت مقبول نہیں ہوگی تو یہ حرج کی جانب لے جانے والا ہوگا اور اس سے احکام معطل ہو جائیں گے بیع کے خلاف اس لئے کہ اسے ہر شخص سنتا ہے اور گواہ کے لئے سماعت پر اشتہار کے ساتھ گواہی دینا جائز ہے۔ اور اشتہار تو اتر سے ہوگا یا کسی معتد کے خبر دینے سے ہوگا جس طرح صاحب قدوری نے بیان کیا ہے اور دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ کو خبر دینا شرط ہے تاکہ اسے حاصل ہو جائے ایک نوع کا علم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ موت کی خبر میں ایک مرد ایک عورت کی گواہی پر اکتفاء کر لیا جائے گا ایک کے سوا کم ہی میت کے حال کا مشاہدہ کرتا ہے اس لئے کہ آدمی موت سے ڈرتا ہے اور اسے ناپسند کرتا ہے لہذا عدد کو مشروط قرار دینے میں کچھ حرج ہے اور نسب اور نکاح کا یہ حال نہیں ہے اور مناسب یہ ہے کہ گواہ اداء شہادت کو مطلق رکھے اور اس کی وضاحت نہ کرے لیکن اگر اس نے قاضی کے سامنے یہ تفسیر کر دی کہ وہ سن کر شہادت دے رہا ہے تو قاضی اس کی شہادت کو قبول نہ کرے جس طرح اطلاق میں بعضہ کا مشاہدہ شہادت کی اجازت دیتا ہے لیکن اگر گواہ نے وضاحت کر دی تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی ایسے ہی یہ بھی ہے۔

اعتبار سماعت کو پانچ اشیاء میں منحصر کرنے کا بیان

عَلَى هَذِهِ الْأَشْيَاءِ الْخَمْسَةِ يَنْفِي اغْتِبَارُ التَّسَامُعِ فِي الْوَلَاءِ وَالْوَقْفِ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ
اللَّهُ آخِرًا أَنَّهُ يَجُوزُ فِي الْوَلَاءِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَلَاءُ
لُحْمَةٌ كُلُّ لُحْمَةٍ النَّسَبُ) .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَجُوزُ فِي الْوَقْفِ لِأَنَّهُ يَبْقَى عَلَى مَرِّ الْأَعْيَانِ . إِلَّا أَنَا نَقُولُ الْوَلَاءُ
يُنْتَسَى عَلَى زَوَالِ الْمِلْكِ وَلَا بُدَّ فِيهِ مِنَ السُّعَابَةِ فَكَذَا فِيمَا يُنْتَسَى عَلَيْهِ . وَأَمَّا الْوَقْفُ
فَالصَّحِيحُ أَنَّهُ تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ بِالتَّسَامُعِ فِي أَصْلِهِ دُونَ شَرَائِطِهِ، لِأَنَّ أَصْلَهُ هُوَ الْبَدَنُ يَشْتَهَرُ .

بھر صاحب قدوری کا ان پانچ چیزوں پر استثناء کو منحصر کرنا یہ نفی کرتا ہے ولاء کی اور وقف میں سماعت کے معتبر ہونے کی اور اخیر میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ ولاء میں جائز ہے اس لئے کہ ولاء نسب کے درجے میں ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نسب قرابت کی طرح ولاء بھی ایک قرابت ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ سماع وقف میں بھی جائز ہے اس لئے کہ زمانہ گزرنے کے باوجود وقف باقی رہتا ہے مگر ہمارے نزدیک ولاء ملک زوال پر مبنی ہے اور اس میں معائنہ ضروری ہے لہذا اس چیز پر بھی معائنہ ضروری ہوگا جو زوال ملک پر مبنی ہے رہا وقف تو صحیح یہ ہے کہ اصل وقف میں سماع سے شہادت مقبول ہوگی اور اس کی شرائط میں مقبول نہیں ہوگی اس لئے کہ اصل وقف میں مشہر ہوتا ہے۔

قبضہ سے ملکیت پر استدلال کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ فِي يَدِهِ شَيْءٌ سِوَى الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ وَبِعَكَ أَنْ تَشْهَدَ اللَّهُ لَهُ) لِأَنَّ الْيَدَ أَقْصَى مَا يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَى الْمِلْكِ إِذْ هِيَ مَرْجِعُ الدَّلَالَةِ فِي الْأَسْبَابِ كُلِّهَا فَيُكْتَفَى بِهَا. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ مَعَ ذَلِكَ أَنْ يَقَعَ فِي قَلْبِهِ أَنَّهُ لَهُ. قَالُوا: وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ هَذَا تَفْسِيرًا لِإِطْلَاقِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الرِّوَايَةِ فَيَكُونُ شَرْطًا عَلَى الْإِتِّفَاقِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: دَلِيلُ الْمِلْكِ الْيَدُ مَعَ التَّصَرُّفِ، وَبِهِ قَالَ بَعْضُ مَشَائِخِنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ لِأَنَّ الْيَدَ مُتَوَعِّدَةٌ إِلَى إِنَابَةِ رَمْلِكَ. قُلْنَا: وَالتَّصَرُّفُ يَتَوَعَّضُ أَيْضًا إِلَى نِيَابَةِ وَأَصَالَةٍ. ثُمَّ الْمَسْأَلَةُ عَلَى وَجْهِهِ: إِنْ عَايَنَ الْمَالِكُ الْمِلْكَ حَلًّا لَهُ أَنْ يَشْهَدَ، وَكَذَا إِذَا عَايَنَ الْمِلْكُ بِحُدُودِهِ دُونَ الْمَالِكِ اسْتِحْصَانًا لِأَنَّ النَّسَبَ يَثْبُتُ بِالسَّمْعِ فَيَحْصُلُ مَعْرِفَتُهُ، وَإِنْ لَمْ يُعَايِنْهَا أَوْ عَايَنَ الْمَالِكُ دُونَ الْمِلْكِ لَا يَحِلُّ لَهُ.

فرمایا کہ غلام اور باندی کے علاوہ جس شخص کے قبضہ میں کوئی چیز ہو تو تمہارے لئے یہ گواہی دینا جائز ہے کہ یہ قابض کی ملک ہے کیونکہ قبضہ وہ نہائی چیز ہے جس کے ذریعے ملک پر استدلال کیا جاتا ہے اس لئے کہ تمام اسباب میں قبضہ ہی مرجع دلالت ہے لہذا اس پر اکتفاء کیا جائے گا امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ گواہ کے دل میں یہ بات آجائے کہ یہ قابض کی ملک ہے مشائخ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ امام محمد کی روایت مطلقہ کی تفسیر ہو اس لئے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہوگی امام شافعی فرماتے ہیں کہ ملک کی دلیل قبضہ مع التصرف ہے ہمارے بعض مشائخ بھی اسی کے قائل ہیں اس لئے کہ قبضہ امانت اور ملک کی طرف منقسم ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ تصرف بھی نیابت اور امالت کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

پھر یہ مسئلہ کئی صورتوں پر مشتمل ہے اگر اس نے مالک اور ملک دونوں کا مشاہدہ کیا ہو تو اس کے لئے گواہی دینا جائز ہے اسی طرح اگر اس نے ملک کی حدود کے ساتھ اس کا مشاہدہ کیا ہو اور مالک کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو احتساباً گواہی دینا جائز ہے اس لئے کہ سماع

سے نسب ثابت ہو جاتا ہے لہذا اس کی شناخت حاصل ہو جائے گی اور اگر اس نے دونوں کا مشاہدہ نہ کیا ہو یا صرف مالک کا مشاہدہ کیا ہو نہ کہ ملک کا تو اس کے لئے گواہی دینا حلال نہیں ہے۔

رقیق غلام و باندی کی شہادت کا بیان

وَأَمَّا الْعَبْدُ وَالْأَمَةُ، فَإِنْ كَانَ يَعْرِفُ أَنََّّهُمَا رَقِيقَانِ فَكَذَلِكَ لِأَنَّ الرَّقِيقَ لَا يَكُونُ لِي بِيَدِ نَفْسِهِ، وَإِنْ كَانَ لَا يَعْرِفُ أَنََّّهُمَا رَقِيقَانِ إِلَّا أَنََّّهُمَا صَغِيرَانِ لَا يُعْبَرَانِ عَنْ أَنْفُسِهِمَا فَكَذَلِكَ لِأَنَّهُ لَا يَدَّ لُهُمَا، وَإِنْ كَانَ كَبِيرَيْنِ فَذَلِكَ مَضْرُوفٌ إِلَّا نِسْنَاءً لِأَنَّ لَهُمَا يَدًا عَلَى أَنْفُسِهِمَا فَيُدْفَعُ يَدُ الْغَيْرِ عَنْهُمَا فَانْعَدَمَ دَلِيلُ الْمِلْكِ.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَشْهَدَ فِيهِمَا أَبْضًا اغْتِبَارًا بِالشَّيَابِ، وَالْفَرْقِ مَا بَيْنَهُمَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اور البتہ غلام اور باندی تو اگر یہ معلوم ہو کہ وہ دونوں رقیق ہیں تو ان میں بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ رقیق اپنے قبضہ قدرت میں نہیں ہوتا اور اگر یہ شناخت نہ ہو رہی ہو کہ وہ دونوں رقیق ہیں تاہم وہ دونوں صغیر ہیں اور اپنی ترجہانی نہیں کر سکتے تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان کو کوئی اختیار نہیں ہوتا اور اگر وہ دونوں بزرگ تو یہی محل استثناء ہے اس لئے کہ ان کو اپنی ذات پر قدرت ہے لہذا وہ ان سے دوسرے کی قدرت کو دفع کر دے گا تو دلیل ملک معدوم ہو گئی ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں بھی شہادت دینا جائز ہے کپڑے پر قیاس کرتے ہوئے اور فرق وہی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔



بَابُ مَنْ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ وَمَنْ لَا تُقْبَلُ

﴿یہ باب جن کی گواہی کو قبول یا نہ قبول کیے جانے کے بیان میں ہے﴾

باب قبول و عدم قبول شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب ان لوگوں کی شہادت کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں جن کی گواہی سنی جاتی ہے تو اس کے بعد ان لوگوں سے متعلق گواہی کے احکام کو شروع کر رہے ہیں جن کی شہادت سنی جائے گی یا نہ سنی جائے گی۔ اور شہادت کے احکام کو مقدم کرنے کی دلیل یہ ہے کہ محال شہادت ہیں اور محال شہادت یہ گواہی کی شروط ہوتی ہیں اور شروط ہمیشہ شروط سے مقدم ہوا کرتی ہیں۔ اور شہادت میں اصل رد ہے جس کی بناء تہمت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہمت زدہ کی کوئی گواہی نہیں ہے۔ کیونکہ خبر صدق و کذب کا احتمال رکھنے والی ہے اور اس کی ترجیح جانب صدق ہے جبکہ جانب تہمت غیر رائج ہے۔ اور شاہد میں معنی ہونے کے سبب سے ہوگا جس طرح فسق ہے۔ (غایہ شرح الہدایہ ج ۱۰، ص ۴۲۳، بیروت)

ناہینا کی گواہی کے عدم قبول کا بیان

قَالَ : وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَعْمَى . وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : تُقْبَلُ فِيمَا يَجْرِي فِيهِ السَّمْعُ لِأَنَّ الْحَاجَةَ فِيهِ إِلَى السَّمْعِ وَلَا خَلَلَ فِيهِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : يَجُوزُ إِذَا كَانَ بَصِيرًا وَقَدْ تَحَمَّلَ لِحُصُولِ الْعِلْمِ بِالْمُعَايَنَةِ، وَالْأَدَاءُ يُخْتَصُّ بِالْقَوْلِ وَلِسَانُهُ غَيْرُ مُوَفٍ وَالتَّعْرِيفُ يَحْصُلُ بِالنِّسْبَةِ كَمَا فِي الشَّهَادَةِ عَلَى الْمَيِّتِ .

وَلَنَا أَنَّ الْأَدَاءَ يَفْتَقِرُ إِلَى التَّمْيِيزِ بِالْإِشَارَةِ بَيْنَ الْمَشْهُودِ لَهُ وَالْمَشْهُودِ عَلَيْهِ، وَلَا يُمَيِّزُ الْأَعْمَى إِلَّا بِالنَّعْمَةِ، وَفِيهِ شُبْهَةٌ يُمَكِّنُ التَّحَرُّزَ عَنْهَا بِجِنْسِ الشُّهُودِ وَالنِّسْبَةِ لِتَعْرِيفِ الْعَائِبِ دُونَ الْحَاضِرِ فَصَارَ كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ .

وَلَوْ عَمِيَ بَعْدَ الْأَدَاءِ يَمْتَنِعُ الْقَضَاءُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، لِأَنَّ قِيَامَ أَهْلِيَّةِ الشَّهَادَةِ شَرْطٌ وَقَدْ تَحَمَّلَ الْقَضَاءُ لِبَصِيرَتِهَا حُجَّةً عِنْدَهُ وَقَدْ بَطَلَتْ وَصَارَ كَمَا إِذَا خَرَسَ أَوْ جُنَّ أَوْ فَسَقَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا مَاتُوا أَوْ غَابُوا، لِأَنَّ الْأَهْلِيَّةَ بِالْمَوْتِ قَدْ انْتَهَتْ وَبِالْعِيْبَةِ مَا

بَطَلَتْ .

فرمایا کہ نابینا کی گواہی مقبول نہیں ہے امام زفر فرماتے ہیں کہ جن چیزوں میں تسمع جاری ہے ان میں نابینا کی گواہی مقبول ہے اور اسی طرح امام اعظم سے بھی روایت ہے اس لئے کہ اس میں صرف سماع کی ضرورت ہے اور نابینا کی سماعت میں کوئی خلل نہیں ہے امام ابو یوسف اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ نابینا اگر تحمل شہادت کے وقت بینا ہو تو اس کی شہادت جائز ہے اس لئے کہ معائنہ سے اسے علم حاصل ہو چکا ہے اور ادائے شہادت قول کے ساتھ خاص ہے اور نابینا کی زبان عیب دار نہیں ہوتی اور شناخت کرنا نسب بیان کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے جس طرح شہادت علی المیت میں ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ادا مشہودہ اور مشہود علیہ کے درمیان اشارہ کے ذریعے امتیاز کرنے کی محتاج ہوتی ہے اور آواز کے بغیر نابینا امتیاز نہیں کر سکتا اور آواز میں ایک گونہ شبہ ہوتا ہے لیکن جنس شہود کے ذریعے اس شبہ سے احتراز کرنا ممکن ہے اور نسب بیان کرنا غائب کی شناخت بیان کرانے کے لئے ہے نہ کہ حاضر کی لہذا یہ حدود قصاص کی طرح ہو گیا اور اگر کوئی شخص ادائے شہادت کے بعد نابینا ہو تو طرفین کے نزدیک قضاے قاضی ممتنع ہوگا اس لئے کہ قضا کے وقت شہادت اہلیت شرط ہے اس لئے کہ شہادت بہ وقت قضا ہی حجت ہوتی ہے اور حجت باطل ہوگئی اور اس کا حکم ایسے ہے جیسے گواہ گونگا یا مجنون یا فاسق ہو گیا اس صورت کے خلاف کہ جب گواہ مرجائیں یا غائب ہو جائیں اس لئے کہ موت کی وجہ سے شہادت کی اہلیت مکمل ہوگئی غائب ہونے کی وجہ سے باطل نہیں ہوئی۔

مملوک کی شہادت کے عدم جواز کا بیان

(قَالَ وَلَا الْمَمْلُوكُ) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ مِنْ بَابِ الْوِلَايَةِ وَهُوَ لَا يَلِي نَفْسَهُ فَأَزْلَى أَنْ لَا تُثَبَّتَ لَهُ الْوِلَايَةُ عَلَى غَيْرِهِ

(وَلَا الْمَحْدُودُ فِي قَذْفٍ وَإِنْ تَابَ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا) وَلِأَنَّهُ مِنْ تَمَامِ الْحَدِّ لِكُونِهِ مَانِعًا فَيَبْقَى بَعْدَ التَّوْبَةِ كَأَصْلِهِ، بِخِلَافِ الْمَحْدُودِ فِي غَيْرِ الْقَذْفِ لِأَنَّ الرَّدَّ لِلْفِسْقِ وَقَدْ ارْتَفَعَ بِالتَّوْبَةِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَقَبَّلْ إِذَا تَابَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا) اسْتَنَى التَّائِبَ قُلْنَا : إِلَّا اسْتِثْنَاءً يُنْصَرَفُ إِلَى مَا يَلِيهِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) أَوْ هُوَ اسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ بِمَعْنَى لَكِنْ .

(وَلَوْ حَدَّ الْكَافِرُ فِي قَذْفٍ ثُمَّ أَسْلَمَ تَقَبَّلَ شَهَادَتُهُ) لِأَنَّ لِلْكَافِرِ شَهَادَةً فَكَانَ رَدُّهَا مِنْ تَمَامِ الْحَدِّ، وَبِالْإِسْلَامِ حَدَّثَتْ لَهُ شَهَادَةٌ أُخْرَى، بِخِلَافِ الْعَبْدِ إِذَا حَدَّ ثُمَّ أُعْتِقَ لِأَنَّهُ لَا شَهَادَةَ لِلْعَبْدِ أَصْلًا فَتَمَامُ حَدِّهِ يَرُدُّ شَهَادَتَهُ بَعْدَ الْعِتْقِ .

فرمایا کہ مملوک کی شہادت بھی جائز نہیں اس لئے کہ شہادت باب ولایت میں سے ہے اور مملوک اپنی ذات کا ولی

نہیں ہوتا اس لئے اس کو دوسرے پر بدرجہ اولیٰ ولایت ثابت نہیں ہوگی۔

اور محدود فی القذف کی گواہی بھی جائز نہیں اگرچہ اس نے توبہ کر لی ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محدودین کی گواہی کو قبول نہ کرو کبھی بھی اور اس لئے کہ ان کی گواہی قبول نہ کرنا تمامیت حد میں سے ہے اس لئے کہ شہادت کو قبول نہ کرنا مانع قذف ہے اسی وجہ سے شہادت کا رد ہونا توبہ کے بعد بھی باقی رہے گا جیسے اصل حد باقی رہتی ہے برخلاف محدود فی غیر القذف کے اس لئے کہ اس کی گواہی کو رد کرنا فسق کی وجہ سے ہوتا ہے اور توبہ کی وجہ سے فسق ختم ہو گیا امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر محدود فی القذف توبہ کر لے تو اس کی گواہی مقبول ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ الا الذین تسابوا کے ذریعے توبہ کرنے والے کا استثناء کر دیا ہم کہتے ہیں کہ استثناء اس طرف لوٹنے کا جو اس سے متصل ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فاولئک ہم الفسقون ہے یا یہ استثناء منقطع جو لکن کے معنی میں ہے اور اگر کافر کو بہتان لگانے کی وجہ سے حد ماری گئی اور پھر وہ ایمان لے آیا تو اس کی شہادت مقبول ہوگی اس لئے کہ کافر کو شہادت کا حق حاصل تھا اور تمامیت حد سے وہ مردود ہو گیا اور اسلام لانے سے اسے دوسری کا حق حاصل ہوا ہے غلام کے خلاف جب اس کو حد لگائی گئی ہو پھر وہ آزاد ہو گیا اس لئے کہ غلام کے لئے شہادت کا حق ہی نہیں تھا لہذا آزادی کے بعد اس کی شہادت کا مردود ہونا اس کی حد کو مکمل کرنے سے ہوگا۔

بیٹے کے حق میں باپ کی گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان

(قَالَ وَلَا شَهَادَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ وَوَلَدٍ لِوَلَدِهِ، وَلَا شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِأَبَوَيْهِ وَأَجْدَادِهِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِوَالِدِهِ وَلَا الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ وَلَا الْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا وَلَا الزَّوْجِ لِمَرْأَتِهِ وَلَا الْعَبْدِ لِسَيِّدِهِ وَلَا الْمَوْلَى لِعَبْدِهِ وَلَا الْأَجِيرُ لِمَنْ اسْتَأْجَرَهُ) وَلَآنَ الْمَنَافِعَ بَيْنَ الْأَوْلَادِ وَالْأَبَاءِ مُتَّصِلَةٌ وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ آدَاءُ الزَّكَاةِ إِلَيْهِمْ فَتَكُونُ شَهَادَةُ لِنَفْسِهِ مِنْ وَجْهِ أَوْ تَتِمَّكُنُ فِيهِ التُّهْمَةُ.

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: وَالْمُرَادُ بِالْأَجِيرِ عَلَى مَا قَالُوا التِّلْمِذُ الْخَاصُّ الَّذِي يَعُدُّ ضَرَرَ أُسَاذِهِ ضَرَرَ نَفْسِهِ وَنَفْعَهُ نَفْعَ نَفْسِهِ، وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا شَهَادَةُ لِلْقَانِعِ بِأَهْلِ الْبَيْتِ) وَقِيلَ الْمُرَادُ بِالْأَجِيرِ مُسَانَهَةً أَوْ مُشَاهَرَةً أَوْ مَيَاوَمَةً فَيَسْتَوْجِبُ الْأَجْرَ بِمَنَافِعِهِ عِنْدَ آدَاءِ الشَّهَادَةِ فَيَصِيرُ كَالْمُسْتَأْجِرِ عَلَيْهَا.

فرمایا کہ اپنے بیٹے اور پوتے کے حق میں باپ کی گواہی مقبول نہیں ہے اور بیٹے کی گواہی اس کے والدین اور اجداد کے حق میں مقبول نہیں ہے اور اصل ہے اس میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ بیٹے کی شہادت اپنے والد کے لئے اور والد کی شہادت اپنے بیٹے کے لئے اور بیوی کی شہادت اپنے شوہر کے لئے اور شوہر کی شہادت اپنی بیوی کے لئے اور غلام کی شہادت اپنے آقا کے لئے اور آقا کی شہادت اپنے غلام کے لئے اور مردود کی شہادت اس کے مستاجر کے لئے مقبول نہیں ہے اور اس لئے کہ منافع اولاد اور

آباء کے درمیان مشترک ہوتے ہیں اسی وجہ سے ان کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں لہذا ایک طرح سے یہ شہادت ذات کے لئے زکوٰۃ یا اس میں تہمت پیدا ہوگی صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ حضرات مشائخ کے قول کے مطابق اجیر سے مراد وہ خاص شاعر ہیں جو استاذ کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہوں اور استاذ کے نفع کو اپنا نفع خیال کرے اور آپ علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی کا یہی مطلب ہے کہ جو شخص کسی گھروالوں پر قناعت کرتا ہو تو ان کے حق میں اس شخص کی گواہی مقبول نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہ مراد مراد ہے جو سالانہ، ماہانہ یا روزانہ پر مقرر ہو اور ادائے شہادت کے وقت اپنے منافع کی وجہ سے مستحق اجرت ہو اس لئے یہ ادائے شہادت کے لئے اجرت پر لئے ہوئے اجیر کی طرح ہو جائے گا۔

زوجین کے لئے باہمی گواہی کے عدم قبول کا بیان

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: تَقْبَلُ لِأَنَّ الْأَمْلَاكَ بَيْنَهُمَا مُتَمَيِّزَةٌ وَالْأَيْدِي مُتَحَيِّزَةٌ وَلِهَذَا يَجْرِي الْقِصَاصُ وَالْحَبْسُ بِالَّذِينَ بَيْنَهُمَا، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِمَا فِيهِ مِنَ النَّفْعِ لِثُبُوتِهِ ضَمْنًا كَمَا فِي الْغَرِيمِ إِذَا شَهِدَ لِمَذْبُوحِهِ الْمُفْلِسِ .
وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَلَأنَّ الْإِنْتِفَاعَ مُتَّصِلٌ عَادَةً وَهُوَ الْمَقْصُودُ فَيَصِيرُ شَاهِدًا لِنَفْسِهِ مِنْ وَجْهِ أَوْ يَصِيرُ مُتَّهِمًا، بِخِلَافِ شَهَادَةِ الْغَرِيمِ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ عَلَى الْمَشْهُودِ بِهِ .

اور میاں بیوی میں کسی کی گواہی دوسرے کے حق میں قبول نہ کی جائے گی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قبول ہوگی کیونکہ زوجین کی ملکیت الگ الگ ہوا کرتی ہے۔ اور قبضے بھی جدا جدا ہوتے ہیں اس لئے قصاص اور دین کی وجہ سے دونوں کے درمیان جس جاری ہے اور اس نفع کا کوئی اعتبار نہیں ہے جو احد الزوجین کے لئے دوسرے کی شہادت میں موجود ہے اس لئے کہ وہ نفع ضمانت کا ہے جس طرح قرض خواہ کے متعلق ہے جب وہ اپنے مفلس مدیون کے حق میں شہادت دے ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں اور اس لئے بھی کہ زوجین کی منفعت عادتاً متصل ہوتی ہے اور یہی مقصود ہے لہذا شاہد من وجہ اپنے لئے گواہ ہو گا یا پھر متہم ہو گا برخلاف غریم کی شہادت کے اس لئے کہ اسے مشہود پر کوئی ولایت نہیں حاصل ہوتی۔

غلام کے لئے آقا کی شہادت کے عدم قبول کا بیان

(وَلَا شَهَادَةُ الْمَوْلَى لِعَلِّهِ) لِأَنَّهُ شَهَادَةُ لِنَفْسِهِ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى الْعَدِ دَيْنٌ أَوْ مِنْ وَجْهِ إِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِأَنَّ الْحَالَ مَوْقُوفٌ مُرَاعَى (وَلَا لِمُكَاتِبِهِ) لِمَا قُلْنَا . (وَلَا شَهَادَةُ الشَّرِيكِ لِشَرِيكِهِ فِيمَا هُوَ مِنْ شَرِكْتِهِمَا) لِأَنَّهُ شَهَادَةُ لِنَفْسِهِ مِنْ وَجْهِ لَا شَرِيكَ لِكِلَيْهِمَا، وَنَبْرُ شَهِدَ بِمَا لَيْسَ مِنْ شَرِكْتِهِمَا تَقْبَلُ لِإِنْتِفَاءِ التُّهْمَةِ . (وَتَقْبَلُ شَهَادَةُ الْآخِ لِأَخِيهِ وَعِنْدَ) لَا بُدَّامِ التُّهْمَةِ لِأَنَّ الْأَمْلَاكَ وَمَنَافِعَهَا مُتَبَايِنَةٌ وَلَا بَسُوطَةَ لِبَعْضِهِمْ فِي مَالِ الْبَعْضِ .

اور غلام کیلئے اس کے آقا کی شہادت مقبول نہیں ہے اس لئے کہ غلام پر دین نہ ہو تو یہ من کل وجہ اپنے لئے شہادت ہے اور اگر اس پر دین ہوگا تو یہ من وجہ شہادت نفسہ ہے کیونکہ غلام کی حالت موقوف ہے اور قائل لحاظ ہے اور آقا کی شہادت اپنے شریک کے اس چیز میں جائز نہیں اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ایک شریک کی گواہی اپنے شریک کے لئے اس چیز میں جائز نہیں ہے جس میں ان دونوں کی شرکت ہے اس لئے کہ یہ من وجہ اپنی ذات کے لئے شہادت ہے اس لئے مشہود ہے کہ دونوں شریک ہیں اور اگر اس چیز کے متعلق گواہی دی جو ان کی شرکت میں نہیں ہے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ تہمت معدوم ہے۔

اپنے بھائی اور چچا کے لئے انسان کی شہادت مقبول ہے اس لئے کہ تہمت معدوم ہے اس لئے کہ املاک و منافع ایک دوسرے سے جدا ہیں اور کسی کو کسی کے مال سے کوئی انبساط نہیں ہے۔

مخنت کی گواہی قبول نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْمُخْنَتِ) وَمُرَادُهُ الْمُخْنَتُ فِي الرِّدْيِ مِنَ الْأَفْعَالِ لِأَنَّهُ فَاسِقٌ، فَأَمَّا الَّذِي فِي كَلَامِهِ لِبْنٌ وَفِي أَعْضَائِهِ تَكْسُرٌ فَهُوَ مَقْبُولُ الشَّيْءِ.
(وَلَا نَائِحَةٍ وَلَا مُغْنِيَةٍ) لِأَنَّهُمَا يَرْتَكِبَانِ مُحَرَّمَاتٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نَهَى عَنِ الصَّوْتَيْنِ الْأَخْمَقَيْنِ النَّائِحَةَ وَالْمُغْنِيَةَ) (وَلَا مُذْمِنٍ الشَّرْبِ عَلَى اللَّهِ) لِأَنَّهُ ارْتَكَبَ مُحَرَّمَ دِينِهِ.
(وَلَا مَنْ يَلْعَبُ بِالطُّبُورِ) لِأَنَّهُ يُورِثُ غَفْلَةً وَلِأَنَّهُ قَدْ يَقِفُ عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ بِصُعُودِهِ عَلَى سَطْحِهِ لِيُطَبِّرَ طَبْرَهُ وَفِي بَعْضِ النُّسخِ : وَلَا مَنْ يَلْعَبُ بِالطُّبُورِ وَهُوَ الْمُغْنِي.

فرمایا کہ مخنت کی گواہی مقبول نہیں ہے اور اس سے مراد وہ مخنت ہے جو لواطت کرتا ہو اس لئے کہ وہ فاسق ہے رہا وہ مخنت جس کی گفتگو میں نرمی ہو اور اس کے اعضاء میں لچک ہو تو وہ مقبول الشہادۃ ہے اور نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورت کی گواہی بھی مقبول نہیں اس لئے کہ یہ دونوں حرام کام کا ارتکاب کرتی ہیں اس لئے حضور ﷺ نے دو احمق آوازوں نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورت کی آواز سے منع فرمایا ہے۔

فرمایا کہ لہو و لعب کے طور پر شراب پینے والے کی بھی گواہی مقبول نہیں ہے اس لئے کہ یہ ایسی چیز کا ارتکاب کرتا ہے جو اس کے دین میں حرام ہے اور اس شخص کی بھی گواہی مقبول نہیں جو پرندوں سے کھیلتا ہو اس لئے کہ یہ غفلت پیدا کرتا ہے اور اس سے بھی کہ پرندہ بازی کرنے والا اپنے پرندہ کو اڑانے کے لئے چھت پر چڑھ جاتا ہے اور عورتوں کی شرمگاہ کو دیکھ لیتا ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ اس شخص کی گواہی مقبول نہیں جو طنز و طعنے دے کھیلتے والا ہو اور گانے والا ہو۔

گلوکاری و اداکاری کرنے والوں کی گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان

(وَلَا مَنْ يُغْنِي لِلنَّاسِ) لِأَنَّهُ يَجْمَعُ النَّاسَ عَلَى ارْتِكَابِ كَبِيرَةٍ. (وَلَا مَنْ يَأْتِي بَابًا مِنَ الْكِبَائِرِ)

الَّتِي يَتَعَلَّقُ بِهَا الْحَدُّ، لِلْفِسْقِ. قَالَ (وَلَا مَنْ يَدْخُلُ الْحِمَامَ مِنْ غَيْرِ مَنْزِلٍ) لِأَنَّ كَشْفَ الْعَوْرَةِ حَرَامٌ.

(أَوْ يَأْكُلُ الرِّبَا أَوْ يَقَامِرُ بِالنُّرْدِ وَالشِّطْرَنْجِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مِنَ الْكَبَائِرِ، وَكَذَلِكَ مَنْ تَفَوُّهُ الصَّلَاةُ لِلاِسْتِعْمَالِ بِهِمَا، فَأَمَّا مُحَرِّدُ اللَّعِبِ بِالشِّطْرَنْجِ فَلَيْسَ بِمَنْعٍ مِنَ الشَّهَادَةِ، لِأَنَّ لِلاِجْتِهَادِ فِيهِ مَسَاعًا.

وَشَرَطَ فِي الْأَصْلِ أَنْ يَكُونَ آكِلُ الرِّبَا مَشْهُورًا بِهِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ قَلَمًا يَنْجُو عَنْ مُبَاشَرَةِ الْعُقُودِ الْفَاسِدَةِ وَكُلِّ ذَلِكَ رِبَاً.

فرمایا کہ اس شخص کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں کو گناہ سنا تا ہو اس لئے کہ وہ لوگوں کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر توجہ کرتا ہے فرماتے ہیں کہ اس شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں جو کبیرہ گناہوں میں سے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرے جس سے حد متعلق ہو اس لئے کہ وہ شخص فاسق ہے فرمایا کہ اس شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں جو بدون ازار حرام میں جاتا ہو اس لئے کہ کشف عورت حرام ہے یہ وہ سود کھاتا ہو یا نرد اور شطرنج سے جو اٹھاتا ہو اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کبار میں سے ہے اس شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں جس کی نماز ان چیزوں میں لگ کفت ہو جاتی ہو۔ رہا صرف شطرنج سے کھیلنا تو وہ ایسا فاسق نہیں جو مانع شہادت ہو اس لئے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش حاصل ہے اور مبسوط میں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ سود خور سود خوری میں مشہور ہو اس لئے کہ انسان عقود فاسدہ سے بہت کم بچ پاتا ہے اور ہر ایک سود ہے۔

حرکات رذیلہ کے سبب گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا مَنْ يَفْعَلُ الْأَفْعَالَ الْمُسْتَحْقَرَةَ كَالْبُولِ عَلَى الطَّرِيقِ وَالْأَكْلِ عَلَى الطَّرِيقِ) لِأَنَّهُ تَارِكٌ لِلْمُرُوءَةِ، وَإِذَا كَانَ لَا يَسْتَحْيِي عَنْ مِثْلِ ذَلِكَ لَا يَمْتَنِعُ عَنِ الْكُذِبِ فَيَتَّهِمُ. (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يُظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ) لِظُهُورِ فِسْقِهِ بِخِلَافِ مَنْ يَكْتُمُهُ.

فرمایا کہ اس شخص کی گواہی مقبول نہ ہوگی جو ذلیل حرکات کرتا ہے۔ جس طرح راستے پر پیشاب کرنا اور راستے پر کھانا اس لئے کہ یہ شخص مروت کا تارک ہے اور جب وہ اس طرح کے کام سے شرم نہیں کرتا تو جھوٹ سے بھی نہیں رکے گا اس لئے وہ متہم ہوگا اور اس شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں جو علانیہ طور پر اسلاف کو برا بھلا کہتا ہو اس لئے کہ اس کا فسق ظاہر ہے اس شخص سے خلاف جو اس کو چھپائے رکھے۔

اہل بدعت کی گواہی کا بیان

(وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ إِلَّا الْخَطَّابِيَّةُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا تُقْبَلُ لِأَنَّهُ أَعْلَنُ

وَجُوهُ الْفِسْقِ .

وَلَنَا أَنَّهُ فِسْقٌ مِنْ حَيْثُ الْإِعْتِقَادُ وَمَا أَوْقَعَهُ فِيهِ إِلَّا تَدَبُّهُ بِهِ وَصَارَ كَمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَاتِ أَوْ يَأْكُلُ مَتْرُوكَ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا مُسْتَبِيحًا لِذَلِكَ، بِخِلَافِ الْفِسْقِ مِنْ حَيْثُ التَّعَاطِي . أَمَّا الْحَطَّابِيَّةُ فَهُمْ مِنْ غُلَاةِ الرِّوَاغِضِ يَعْتَقِدُونَ الشَّهَادَةَ لِكُلِّ مَنْ حَلَفَ عِنْدَهُمْ . وَقِيلَ يَرَوْنَ الشَّهَادَةَ لِشَيْعَتِهِمْ وَاجِبَةً فَتَمَكَّنَتِ التَّهْمَةُ فِي شَهَادَتِهِمْ .

اور فرقہ خطابیہ کے سوا اہل ہوا کی گواہی مقبول ہوگی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مقبول نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ فسق کے طریقوں میں سے سب سے برا طریقہ ہے ہمارے نزدیک یہ فسق من حیث الاعتقاد ہے اور اس اعتقاد میں اس کو اس کے تدین نے مبتلا کیا ہے اس لئے وہ کذب سے باز رہے گا اور یہ اس شخص کی طرح ہو گیا جو شراب مثلث پیتا ہو یا تارک بسم اللہ عامدا کو حلال سمجھ کر کھاتا ہو اس شخص کے خلاف جو اعمال میں ہو۔ رہا فرقہ خطابیہ تو وہ غالی رافضیوں کی ایک جماعت ہے جو ہر اس شخص کی شہادت پر اعتقاد رکھتے ہیں جو ان کے پاس قسم کھالے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے گروہ کے لئے شہادت کو واجب سمجھتے ہوں اس لئے ان کا فسق ظاہر ہونے کی وجہ سے ان کی گواہی میں تہمت جا چکی ہے۔

اہل ذمہ کی ایک دوسرے پر گواہی کا بیان

قَالَ (وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ الذِّمَّةِ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ) وَإِنْ اخْتَلَفَتْ مِلَّتُهُمْ . (وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : لَا تُقْبَلُ لِأَنَّهُ فَاسِقٌ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ)) فَيَجِبُ التَّوَقُّفُ فِي خَبَرِهِ، وَلِهَذَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ عَلَى الْمُسْلِمِ فَصَارَ كَالْمُرْتَدِّ . وَلَنَا مَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجَازَ شَهَادَةَ النَّصَارَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَلِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ عَلَى نَفْسِهِ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ فَيَكُونُ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ عَلَى جَنْبِهِ، وَالْفِسْقُ مِنْ حَيْثُ الْإِعْتِقَادُ غَيْرُ مَانِعٍ لِأَنَّهُ يَجْتَنِبُ مَا يَعْتَقِدُهُ مُحَرَّمًا دِينِهِ، وَالْكَذِبُ مُحْظُورُ الْأَدْيَانِ، بِخِلَافِ الْمُرْتَدِّ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ، وَبِخِلَافِ شَهَادَةِ الذِّمِّيِّ عَلَى الْمُسْلِمِ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ بِالْإِضَافَةِ إِلَيْهِ، وَلِأَنَّهُ يَقُولُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ يَغِظُهُ قَهْرُهُ إِيَّاهُ، وَمِلَلُ الْكُفْرِ وَإِنْ اخْتَلَفَتْ فَلَا قَهْرَ فَلَا يَحْمِلُهُمُ الْغَيْظُ عَلَى التَّقْوَلِ .

فرمایا: اور اہل ذمہ کی گواہی ایک دوسرے پر قبول کی جائے گی خواہ ان کی اقوام میں اختلاف ہو۔ جبکہ امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ ان کی گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ فاسق ہے۔ (ان کی دلیل یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ کافر ہی ظالم ہیں۔ پس اس کی خبر میں توقف واجب ہو گیا۔ اور اسی طرح اس کی شہادت مسلمان پر قبول نہ کی جائے گی پس وہ مرتد کی طرح ہو جائے گا۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نصاریٰ کی گواہی ان میں ایک دوسرے پر جائز قرار دی ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے اور اپنی اولاد پر اہل ولایت میں سے ہیں۔ پس وہ جنس شہادت کے سبب اہل شہادت میں سے ہو جائیں گے۔ جبکہ اعتقادی فسق مانع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دین میں حرام اعتقاد سے بچنے والا ہے اور جھوٹ تو تمام ادیان میں منع ہے یہ خلاف مرتہ کے کیونکہ اس کی ولایت ہی نہیں ہے۔ اور اسی طرح یہ خلاف ذمی کی گواہی کے کہ جب وہ مسلمان پہ ہو کیونکہ اس کو اپنے دین کی جانب نسبت ہونے کے سبب مسلمان کے لئے اس کی ولایت نہ ہوگی۔ کیونکہ ذمی مسلمان پر بہتان لگائے گا۔ اور مسلمان کا ذمی کو مغلوب کرنا یہ اس کو غصہ دلانے میں اضافہ کرے گا۔ اور کفار کے ادیان خواہ مختلف ہوں مگر ان میں مغلوب بنانا نہیں ہے۔ پس وہ ان کو غصہ دلانے میں تیار کرنے والا نہ ہوگا۔

ذمی کے خلاف حربی کی گواہی کے قبول نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْحَرْبِيِّ عَلَى الذِّمِّيِّ) أَرَادَ بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ الْمُسْتَأْمَنُ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَيْهِ لِأَنَّ الذِّمِّيَّ مِنْ أَهْلِ دَارِنَا وَهُوَ أَعْلَى حَالًا مِنْهُ، وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الذِّمِّيِّ عَلَيْهِ كَشَهَادَةِ الْمُسْلِمِ عَلَيْهِ وَعَلَى الذِّمِّيِّ (وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْمُسْتَأْمِنِينَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِذَا كَانُوا مِنْ أَهْلِ دَارٍ وَاحِدَةٍ، فَإِنْ كَانُوا مِنْ دَارَيْنِ كَالرُّومِ وَالتُّرْكِ لَا تُقْبَلُ) لِأَنَّ اخْتِلَافَ الدَّارَيْنِ يَقْطَعُ الْوِلَايَةَ وَلِهَذَا يَمْنَعُ التَّوَارُثُ، بِخِلَافِ الذِّمِّيِّ لِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ دَارِنَا، وَلَا تَكْذَلِكَ الْمُسْتَأْمَنُ.

اور ذمی کے خلاف حربی مستامن کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ اس سے مراد امن دیا گیا حربی ہے اللہ بہتر جاننے والا ہے اس لیے کہ حربی مستامن کو ذمی پر ولایت نہیں ہے کیونکہ کہ ذمی دارالاسلام میں ہے اور یہ امن والے حربی سے اچھی حالت ہے۔

حربی کے خلاف ذمی کی گواہی قبول کی جائے گی جس طرح مسلم کی گواہی حربی اور ذمی دونوں کے خلاف مقبول کی جاتی ہے اور امن والے حربیوں میں سے بعض کی گواہی دوسرے بعض کے حق میں قبول کی جائے گی اس شرط کے ساتھ کہ سب ایک ہی ملک کے ہوں اور اگر وہ دو ملکوں سے ہوں جیسے روم اور ترک تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ملک مختلف ہونا ولایت کو منقطع کر دیتا ہے اسی وجہ سے باہمی میراث ممنوع ہو جاتی ہے ذمی کے خلاف اس لئے کہ وہ دارالاسلام کا باشندہ ہے اور مستامن ایسا نہیں ہے۔

غالب نیک اعمال والے کے عادل ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَتْ الْحَسَنَاتُ أَغْلَبَ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَالرَّجُلُ مِمَّنْ يَجْتَنِبُ الْكِبَائِرَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنْ أَلَمَ بِمَعْصِيَةٍ هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ فِي حَدِّ الْعَدَالَةِ الْمُعْتَبَرَةِ، إِذْ لَا بُدَّ مِنْ تَوَقُّيِ الْكِبَائِرِ كُلِّهَا وَتَبَعْدَ ذَلِكَ يُعْتَبَرُ الْغَالِبُ كَمَا ذَكَرْنَا، فَأَمَّا الْإِلْتِمَامُ بِمَعْصِيَةٍ لَا تَقْدِحُ بِهِ الْعَدَالَةُ الْمَشْرُوطَةُ

فَلَا تَرُدُّ بِهِ الشَّهَادَةَ الْمَشْرُوعَةَ لِأَنَّ لِي اِغْتِبَارَ اجْتِنَابِهِ الْكُلَّ سَدَّ بَابِهِ وَهُوَ مَفْتُوحٌ اِخْبَاءً
لِلْحَقُوقِ .

۱۸ اور جب کسی شخص کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں اور وہ شخص کبار سے پرہیز بھی کرتا ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ اگرچہ وہ کسی معصیت کا مرتکب ہوا ہو معتبرہ کی عدالت میں یہی صحیح تعریف ہے اس لئے کہ عادل کے لئے تمام کبیرہ گناہوں سے بچنا ضروری ہے اور اس کے بعد غالب کا اعتبار کیا جائے گا جیسے ہم بیان کر چکے ہیں اور معتبرہ گناہ کا ارتکاب کرنے سے عدالت مشروطہ میں کسی نہیں آتی لہذا اس وجہ سے گواہی کے جائز ہونے کو رد نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ معتبرہ گناہوں سے بچنے کا اعتبار کرنے میں شہادت کا دروازہ بند ہو جائے گا جبکہ احیائے حقوق کے لئے اس کو کھولا گیا ہے۔

خصی کی گواہی کے قبول ہونے کا بیان

قَالَ (وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَقْلَفِ) لِأَنَّهُ لَا يُحِلُّ بِالْعَدَالَةِ إِلَّا إِذَا تَرَكَهُ اسْتِخْفَافًا بِالذِّبْنِ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَّقِ
بِهَذَا الصَّبِيحَ عَذْلًا

(وَالْخَصِي) لِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبِلَ شَهَادَةَ عَلْقَمَةَ الْخَصِي، وَلِأَنَّهُ قُطِعَ عُضْرٌ مِنْهُ ظُلْمًا
فَصَارَ كَمَا إِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ .

(وَوَلَدِ الزَّوْنِ) لِأَنَّ فَسْقَ الْآبَوَيْنِ لَا يُوجِبُ فَسْقَ الْوَلَدِ كَكُفْرِهِمَا وَهُوَ مُسْلِمٌ .
وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا تُقْبَلُ فِي الزَّوْنِ لِأَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ غَيْرَهُ كَمِثْلِهِ فَيُتَّهِمُ .
قُلْنَا : الْعَدْلُ لَا يَخْتَارُ ذَلِكَ وَلَا يَسْتَحِبُّهُ، وَالْكَلَامُ فِي الْعَدْلِ .

فرمایا کہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اس لئے کہ اس سے عدالت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس نے اس کو دین میں حقیر سمجھ کر چھوڑا ہو اس لئے کہ وہ اس فعل سے عادل نہیں رہا۔

فرمایا کہ خصی مرد کی گواہی بھی قبول کی جائے گی اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ خصی کی گواہی کو قبول کیا ہے۔ اور اس لئے کہ خصی کا وہ عضو ظلم کے طور پر کاٹا گیا ہے لہذا یہ اسی طرح ہو گیا جیسے اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہو۔

فرمایا کہ ولد الزنا کی گواہی بھی قبول کی جائے گی اس لئے کہ والدین کا فسق لڑکے کے فسق کو مستلزم نہیں ہے جس طرح ان کا کافر ہونا اور لڑکے کا مسلمان ہونا جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ زنا میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ وہ پسند کرے گا کہ اس کے ملاوہ بھی اس جیسا ہو پس وہ مقیم ہوگا ہم کہتے کہ عادل شخص نہ تو اس کو اختیار کرے گا اور نہ ہی اس کو پسند کرے گا، جبکہ مسند عادل ہی کے متعلق ہے۔

خنثی کی شہادت کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَشَهَادَةُ الْخُنْثَى جَائِزَةٌ) لِأَنَّهُ رَجُلٌ أَوْ امْرَأَةٌ وَشَهَادَةُ الْجَنَسَيْنِ مَقْبُولَةٌ بِالصَّحِّ .

(وَشَهَادَةُ الْعَمَالِ جَائِزَةٌ) وَالْمُرَادُ عَمَالُ السُّلْطَانِ عِنْدَ عَامَّةِ الْمَشَائِخِ، لِأَنَّ نَفْسَ الْعَمَلِ لَيْسَ بِفَسْقٍ إِلَّا إِذَا كَانُوا أَعْوَانًا عَلَى الظُّلْمِ.

وَقِيلَ الْعَامِلُ إِذَا كَانَ وَجِيهًا فِي النَّاسِ ذَا مَرْوَةٍ لَا يُجَازِفُ فِي كَلَامِهِ تَقَبُّلُ شَهَادَتِهِ كَمَا مَرَّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْقَاسِقِ، لِأَنَّهُ لَوْ جَاهَتِهِ لَا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْكُذِبِ حِفْظًا لِلْمَرْوَةِ وَلِمَهَاتِهِ لَا يُسْتَأْجَرُ عَلَى الشَّهَادَةِ الْكَاذِبَةِ.

فرمایا کہ خنثی کی گواہی بھی جائز ہے اس لئے کہ خنثی یا تو مرد ہوتا ہے یا عورت اور نفس کے اعتبار سے مرد و عورت دونوں کی گواہی مقبول ہے۔ فرمایا کہ عمال کی گواہی بھی جائز ہے اور عامۃ الشائخ کے نزدیک عمال سے مراد بادشاہ کے عمال ہیں اس لئے کہ نفس عمل فسق نہیں ہے مگر یہ کہ عمال ظلم پر تعاون کرنے والے ہوں اور ایک قول یہ کہ اگر عمال لوگوں کے درمیان مشہور ہو با مروت ہو اور اپنی گفتگو میں بدگوئی نہ کرتا ہو تو اس کی گواہی مقبول ہوگی جس طرح قاسق کے متعلق امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے گزر چکا بیاس لئے کہ وہ اپنی وجاہت کی وجہ سے جھوٹ پر اکتفا نہیں کرتے تاکہ اس کی مروت محفوظ رہے اور اپنی بیعت کی وجہ سے وہ جھوٹی گواہی کے لئے اجرت پر نہیں خریدا جائے گا۔

وصی ہونے کے ثبوت میں دو اشخاص کی گواہی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا شَهِدَ الرَّجُلَانِ أَنَّ أَبَاهُمَا أَوْصَى إِلَى فَلَانٍ وَالْوَصِيُّ يَدْعِي ذَلِكَ فَهُوَ جَائِزٌ اسْتِحْسَانًا، وَإِنْ أَنْكَرَ الْوَصِيُّ لَمْ يَجْزِ) وَفِي الْقِيَاسِ: لَا يَجُوزُ إِنْ ادَّعَى، وَعَلَى هَذَا إِذَا شَهِدَ الْوَصِيُّ لَيْسَ بِذَلِكَ أَوْ غَرِبَتَا لَيْسَ عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ أَوْ لِلْمَيِّتِ عَلَيْهِمَا دَيْنٌ أَوْ شَهِدَ الْوَصِيَّانِ أَنَّهُ أَوْصَى إِلَى هَذَا الرَّجُلِ مَعِيئًا، وَجْهُ الْقِيَاسِ أَنَّ شَهَادَةَ الشَّاهِدِ لِعَوْدِ الْمَنْفَعَةِ إِلَيْهِ.

وَجْهُ الاسْتِحْسَانِ أَنَّ لِلْقَاضِي وَلايَةَ نَصْبِ الْوَصِيِّ إِذَا كَانَ طَالِبًا وَالْمَوْتُ مَعْرُوفٌ، فَيَكْفِي الْقَاضِي بِهَذِهِ الشَّهَادَةِ مُؤَنَّةَ التَّعْيِينِ لَا أَنْ يَثْبُتَ بِهَا شَيْءٌ فَصَارَ كَالْقُرْعَةِ وَالْوَصِيَّانِ إِذَا أَقْرَأَا أَنَّ مَعَهُمَا ثَالِثًا يَمْلِكُ الْقَاضِي نَصْبَ ثَالِثٍ مَعَهُمَا لِعَجْزِهِمَا عَنْ التَّصَرُّفِ بِاِغْتِرَافِهِمَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَنْكَرَا وَلَمْ يَعْرِفِ الْمَوْتُ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وَلايَةُ نَصْبِ الْوَصِيِّ فَتَكُونُ الشَّهَادَةُ هِيَ الْمَوْجِبَةُ، وَفِي الْغَرِيْمَيْنِ لِلْمَيِّتِ عَلَيْهِمَا دَيْنٌ تَقَبُّلُ الشَّهَادَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَوْتُ مَعْرُوفًا لِأَنَّهُمَا يُقْرَأَانِ عَلَى أَنْفُسِهِمَا فَيَثْبُتُ الْمَوْتُ بِاِغْتِرَافِهِمَا فِي حَقِّهِمَا (وَإِنْ شَهِدَا أَنَّ أَبَاهُمَا الْعَائِتَ وَكَلَهُ بِقَبْضِ دُيُونِهِ بِالْكُوفَةِ فَادَّعَى الْوَكِيلُ أَوْ أَنْكَرَهُ لَا تَقْبَلُ شَهَادَتُهُمَا) لِأَنَّ

الْقَاضِي لَا يَمْلِكُ نَصْبَ الْوَكِيلِ عَنِ الْغَائِبِ، فَلَوْ ثَبَتَ إِنَّمَا يَثْبُتُ بِشَهَادَتَيْهِمَا وَهِيَ غَيْرُ
مُوجِبَةٍ لِمَكَانِ التُّهْمَةِ.

فرمایا کہ جب گواہی دی دو آدمیوں نے کہ ان کے والد نے فلاں آدمی کو وصی مقرر کیا ہے اور وصی بھی اس کا دعویٰ کرتا ہے تو استحساناً جائز ہے اور اگر وصی اس کا انکار کرے تو جائز نہیں ہے اور قیاسی طور پر یہ جائز نہیں خواہ وصی مدعی ہو اور اسی پر ہے کہ جب دو وصی لہ نے اس کی گواہی دی یا دو قرض خواہوں نے گواہی دی کہ جن کا میت پر قرض ہے یا جن پر قرض ہے یا دو وصیوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے ان کے ساتھ فلاں آدمی کو بھی وصی مقرر کیا ہے قیاس کی دلیل یہ ہے یہ گواہی خود شاہد کے لئے ہے اس لئے کہ اس کی منفعت گواہ کی طرف لوٹ رہی ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ قاضی کو وصی مقرر کرنے کی ولایت حاصل ہے اس شرط پر کہ وصی اس کا طالب ہو اور وصی کا مرنا مشہور ہو لہذا قاضی اس شہادت کی بنیاد پر تعین کی تکلیف سے کفایت کرے گا لیکن اس شہادت سے کوئی چیز ثابت نہیں کی جائے گی لہذا یہ قریہ کی طرح ہو گیا اور دو وصیوں نے جب اپنے ساتھ تیسرے وصی کا اقرار لیا تو قاضی ان کے ساتھ تیسرا وصی مقرر کرنے کا مالک ہو گیا۔ اس لئے کہ یہ دونوں اپنے اعتراف کی وجہ سے تصرف کرنے سے عاجز ہیں برخلاف اس صورت کے جب وصی انکار کر دے یا وصی کی موت مشہور نہ ہو اس لئے کہ قاضی کو وصی مقرر کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے لہذا یہ شہادت موجب ہوگی اور ان دونوں قرض داروں میں جن پر میت کا دین ہے اس کی گواہی مقبول ہوگی چاہے موت معروف نہ ہو اس لئے کہ یہ دونوں اپنی ذات میں دین کا اقرار کر رہے ہیں لہذا ان کے اعتراف کے سبب سے ان کے حق میں موت ثابت ہو جائے گی۔

اور جب دو شخصوں یہ گواہی دی کہ ان کے غائب باپ نے فلاں آدمی کو وفہ میں اپنا قرض وصول کرنے کے کا وکیل بنایا ہے پس اگر وکیل نے یہ دعویٰ کیا یا انکار کر دیا تو دونوں کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی اس لئے کہ قاضی غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا مالک نہیں ہے لہذا اگر وکالت ثابت ہوئی تو ان دونوں کی گواہی سے ثابت ہوگی اور تہمت کی وجہ سے ان دونوں کی گواہی موجب نہیں ہے۔

محض جرح پر شہادت نہ سننے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَسْمَعُ الْقَاضِي الشَّهَادَةَ عَلَى جَرَحٍ وَلَا يَحْكُمُ بِذَلِكَ) لِأَنَّ الْفُسْقَ مِمَّا لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ لِأَنَّ لَهُ الدَّفْعَ بِالتَّوْبَةِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْإِلْزَامُ، وَلِأَنَّهُ هُنَاكَ السِّرُّ وَالسُّتْرُ وَاحِبٌ وَالْإِشَاعَةُ حَرَامٌ، وَإِنَّمَا يُرَخَّصُ ضَرُورَةُ إِخْيَاءِ الْحَقُوقِ وَذَلِكَ فِيمَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ (إِلَّا إِذَا شَهِدُوا عَلَى إِقْرَارِ الْمُدْعَى بِذَلِكَ تَقَبُّلًا) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مِمَّا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ.

فرمایا کہ محض جرح پر نہ تو قاضی شہادت سے گا اور نہ ہی اس کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لئے کہ فسق ان چیزوں میں سے ہے جو حکم کے تحت داخل نہیں ہوتا کیونکہ فسق توبہ سے ختم ہو جاتا ہے لہذا الزام ثابت نہیں ہوگا اور اس لئے کہ اس میں پردہ دردی

کرنا ہے حالانکہ ستر واجب ہے اور فسق کا پھیلا نا حرام ہے اور احیائے حقوق کی ضرورت سے اس میں رخصت دی جاتی ہے اور یہ ایسی چیز کے دعویٰ میں ہے جو قضا کے حکم کے تحت داخل ہوتا ہے مگر یہ کہ گواہوں نے اس سلسلے میں مدعی کے اقرار پر شہادت دی اس لئے کہ اقرار ان چیزوں میں سے ہے جو قضا کے حکم کے تحت داخل ہوتی ہیں۔

مدعی علیہ کی الزام اجرت پر عدم قبول شہادت کا بیان

قَالَ (وَلَوْ أَقَامَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ أَنَّ الْمُدْعَى اسْتَأْجَرَ الشُّهُودَ لَمْ تُقْبَلْ) لِأَنَّهُ شَهَادَةٌ عَلَى جَرْحٍ مُجَرَّدٍ، وَالْإِسْتِئْجَارُ وَإِنْ كَانَ أَمْرًا زَائِدًا عَلَيْهِ فَلَا خَصْمَ فِي إثْبَاتِهِ لِأَنَّ الْمُدْعَى عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ أَجْنَبِيٌّ عَنْهُ، حَتَّى لَوْ أَقَامَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ أَنَّ الْمُدْعَى اسْتَأْجَرَ الشُّهُودَ بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ لِيُؤَدُّوا الشَّهَادَةَ وَأَعْطَاهُمُ الْعَشْرَةَ مِنْ مَالِي الَّذِي كَانَ فِي يَدِهِ تُقْبَلُ لِأَنَّهُ خَصْمٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَثْبُتِ الْجَرْحُ بِنَاءً عَلَيْهِ، وَكَذَا إِذَا أَقَامَهَا عَلَى ابْنِي صَالِحَتِ الشُّهُودَ عَلَى كَذِبٍ مِنْ الْمَالِ.

وَدَفَعْتُهُ إِلَيْهِمْ عَلَى أَنْ لَا يَشْهَدُوا عَلَيَّ بِهَذَا الْبَاطِلِ وَقَدْ شَهِدُوا وَطَالَبْتُهُمْ بِرَدِّ ذَلِكَ الْمَالِ، وَلِهَذَا قُلْنَا إِنَّهُ لَوْ أَقَامَ الْبَيِّنَةُ أَنَّ الشَّاهِدَ عَبْدًا أَوْ مَحْدُودًا لِي قَذْفٍ أَوْ شَارِبٍ خَمْرٍ أَوْ قَاذِفٍ أَوْ شَرِيكَ الْمُدْعَى تُقْبَلُ.

فرمایا کہ جب مدعی علیہ نے اس بات پر گواہی پیش کر دی کہ مدعی نے گواہوں کو اجرت پر لیا ہے تو مدعی علیہ سے یہ گواہی قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ صرف جرح پر گواہی ہے اور اجرت پر لینا اگرچہ جرح مجرد ایک زائد امر ہے لیکن مدعی علیہ اسے ثابت کرنے میں خصم نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ اس امر میں مدعی علیہ سے اجنبی ہے حتیٰ کہ اگر مدعی علیہ نے اس بات پر گواہی پیش کر دیا کہ مدعی نے دس درہم پر گواہوں کو گواہی دینے کے لئے اجرت پر لیا ہے اور مدعی علیہ نے وہ دس درہم اس مال میں سے گواہوں کو دیا ہے جو اس کے قبضہ میں ہے تو مدعی علیہ کا گواہی قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اس سلسلے میں خصم ہے پھر اس پر جہنی ہو کر جرح ثابت ہوگی اور ایسے اگر مدعی علیہ نے اس بات پر گواہی قائم کر دیا کہ میں نے ان گواہوں سے اتنے مال پر مصالحت کی ہے اور اس شرط پر میں نے انہیں وہ مال دے دیا ہے کہ وہ میرے خلاف اس ناحق پر گواہی نہیں دیں گے حالانکہ انہوں نے وہ گواہی دے دی اور مدعی علیہ نے ان سے وہ مال واپس کرنے کا مطالبہ کیا اس لئے ہم نے کہا کہ اگر مدعی علیہ نے گواہی پیش کیا کہ گواہ غلام ہے یا محدود فی القذف ہے یا شرابی ہے یا بہتان لگانے والا ہے یا مدعی کا شریک ہے تو مدعی علیہ کا یہ دعویٰ قبول کیا جائے گا۔

عادل کا گواہی میں اظہار شک کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَهِدَ وَلَمْ يَبْرَحْ حَتَّى قَالَ أَوْهَمْتُ بَعْضَ شَهَادَتِي، فَإِنْ كَانَ عَدْلًا جَازَتْ شَهَادَتُهُ) وَمَعْنَى قَوْلِهِ أَوْهَمْتُ أَيْ أَخْطَأْتُ بِنِسْيَانٍ مَا كَانَ يَحِقُّ عَلَى ذِكْرِهِ أَوْ بِيَزَادَةٍ كَانَتْ بَاطِلَةً.

وَوَحْيُهُ أَنَّ الشَّاهِدَ قَدْ يُتَلَّى بِمِثْلِهِ لِمَهَابَةِ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَكَانَ الْعَذْرُ وَاضِحًا فَتَقَبَّلَ إِذَا تَدَارَكَهُ فِي أَوَانِهِ وَهُوَ عَذْلٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ ثُمَّ عَادَ وَقَالَ أَوْهَمْتُ، لِأَنَّهُ يُوْهِمُ الزِّيَادَةَ مِنَ الْمُدَّعَى بِتَلْبِيسٍ وَخِيَانَةٍ فَوَجِبَ الْإِحْتِيَاظُ، وَلَآنَ الْمَجْلِسَ إِذَا اتَّخَذَ لِحَقِّ الْمُلْحَقِ بِأَصْلِ الشَّهَادَةِ فَصَارَ كَكَلَامٍ وَاحِدٍ، وَلَا كَذَلِكَ إِذَا اخْتَلَفَ.

وَعَلَى هَذَا إِذَا وَقَعَ الْغَلَطُ فِي بَعْضِ الْحُدُودِ أَوْ فِي بَعْضِ النَّسَبِ وَهَذَا إِذَا كَانَ مَوْضِعُ شَهِيدٍ، فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ فَلَا بَأْسَ بِإِعَادَةِ الْكَلَامِ أَصْلًا مِثْلُ أَنْ يَدْعَ لَفْظَةَ الشَّهَادَةِ وَمَا يَجْرِي مَجْرَى ذَلِكَ وَإِنْ قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ عَذْلًا.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّهُ يُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي غَيْرِ الْمَجْلِسِ إِذَا كَانَ عَذْلًا، وَالظَّاهِرُ مَا ذَكَرْنَاهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے گواہی دی اور اپنی جگہ سے الگ ہونے سے پہلے اس نے کہا کہ مجھے اپنی گواہی پر شک ہے تو اگر وہ عادل ہے تو اس کی گواہی جائز رہے گی اور اوہمت کا معنی ہے جو چیز بیان کرنا بطور حق ضروری تھا اسے بیان کرنے سے بھول کر میں چوک گیا یا جو چیز غلط تھی بھول کر میں اس کا اضافہ کر دیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مجلس قضا کی ہیبت سے گواہ بھی تبھی اس جیسے مسئلے میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے عذر واضح ہے اور جب وقت میں اس کا تدارک کر لیا اور وہ عادل بھی ہے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اس صورت کے خلاف کہ جب وہ مجلس سے اٹھ کر کھڑا ہوا پھر پلٹ کر اس نے کہا کہ مجھے وہم ہو گیا اس لئے کہ مدعی کی طرف سے اس میں تلبیس اور خیانت کے طور پر زیادتی کا وہم ہے اس لئے احتیاط واجب ہے اور اس لئے کہ جب مجلس متحد ہو گئی تو ملحق اصل گواہی کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور کلام واحد کی طرح ہو جائے گا اور مجلس تبدیل ہونے کی صورت میں ایسا نہیں ہے اور اسی حکم پر ہے جب بعض حدود یا بعض نسب میں غلطی ہو جائے اور یہ حکم اس وقت ہے جب مقام شبہ موجود ہو لیکن اگر مقام شبہ نہ ہو تو کلام کا اعادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں مثال کے طور پر اگر گواہ لفظ شہادت اور اس کے قائم مقام کوئی چیز ترک کر دے اگرچہ وہ مجلس سے اٹھ گیا ہو لیکن وہ عادل ہو۔

اور شیخین کے نزدیک اگر گواہ عادل ہو تو مجلس شہادت کے علاوہ بھی اس کا قول قبول کیا جائے گا لیکن ظاہر وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔

بَابُ الْاِخْتِلَافِ فِي الشَّهَادَةِ

﴿یہ باب شہادت میں اختلاف کے بیان میں ہے﴾

باب اختلاف شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شہادت میں اختلاف کو مؤخر ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ یہ اس کا طبعی تقاضہ ہے کیونکہ شہادت اتفاق یہ شہادت کی اصل ہے جبکہ اس میں اختلاف ہونا یہ عارض ہے جو جہالت اور کذب کے سبب واقع ہوتا ہے۔ لہذا اس کو مؤخر کرنا ہی مناسب تھا۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۲۸۰، بیروت)

گواہی کا دعوے کے مطابق ہونے کا بیان

قَالَ (الشَّهَادَةُ إِذَا وَافَقَتِ الدَّعْوَى قُبِلَتْ، وَإِنْ خَالَفَتْهَا لَمْ تُقْبَلْ) لِأَنَّ تَقَدُّمَ الدَّعْوَى فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ شَرْطُ قَبُولِ الشَّهَادَةِ، وَقَدْ وَجَدْتُ فِيهَا بُوَافِقَهَا وَانْعَدَمَتْ فِيهَا يُخَالِفُهَا. فرمایا کہ جب گواہی دعوے کے مطابق ہو تو قبول کی جائے گی۔ اگر مخالف ہو تو قبول نہ کی جائے گی۔ اس لئے کہ حقوق العباد میں دعوے کا مقدم ہونا گواہی کے مقبول ہونے کی شرط ہے۔ اور دعویٰ اسی شہادت میں پایا گیا ہے جو دعوے کے مطابق ہے۔ اور جو گواہی دعوے کے خلاف ہو۔ تو اس میں تقدیم دعویٰ معدوم ہے۔

دونوں گواہوں کا لفظ و معنی میں متفق ہونے کا بیان

قَالَ (وَيُعْتَبَرُ اتِّفَاقُ الشَّاهِدَيْنِ فِي اللَّفْظِ وَالْمَعْنَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، فَإِنْ شَهِدَ أَحَدُهُمَا بِالْألفِ وَالْآخَرُ بِالْفَيْنِ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا تُقْبَلُ عَلَى الْآلفِ إِذَا كَانَ الْمُدَّعَى يَدَّعِي الْآلفَيْنِ).

وَعَلَى هَذَا الْإِمَانَةُ وَالْإِمَانَتَانِ وَالطَّلَقَةُ وَالطَّلَقَتَانِ وَالْثَلَاثُ. لَهُمَا أَنَّهُمَا اتَّفَقَا عَلَى الْآلفِ أَوْ الطَّلَقِ وَتَفَرَّدَ أَحَدُهُمَا بِالزِّيَادَةِ فَيُثْبِتُ مَا اجْتَمَعَا عَلَيْهِ دُونَ مَا تَفَرَّدَ بِهِ أَحَدُهُمَا فَصَارَ كَالْآلفِ وَالْآلفِ وَالْخَمْسِمَانِ.

وَلَا بَسَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا لَفْظًا، وَذَلِكَ يَدُلُّ عَلَى اخْتِلَافِ الْمَعْنَى لِأَنَّهُ يُسْتَعَادُّ

بِالْفُظِّ، وَهَذَا لِأَنَّ الْأَلْفَ لَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْأَلْفَيْنِ بَلْ هُمَا جُمْلَتَانِ مُتَبَايِنَتَانِ فَحَصَلَ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدٌ وَاحِدٌ لِمَصَارَ كَمَا إِذَا اخْتَلَفَ جِنْسُ الْمَالِ .

فرمایا کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں گواہوں کا لفظ اور معنی میں متفق ہونے کا اعتبار ہے۔ اور اگر ایک نے ایک ہزار پر گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار پر تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک ایک ہزار پر گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی دو ہزار کا دعویٰ کر رہا ہے اور اسی اختلاف پر سو دسویں ایک طلاق اور دو طلاق، نیز ایک اور تین کا مسئلہ ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دونوں گواہوں نے ایک ہزار پر ایک طلاق پر اکتفاء کیا ہے اور ان میں سے ایک کیساتھ متفرد ہے جس پر دونوں متفق ہیں وہ ثابت ہو جائے گا اور جس پر ایک ان میں سے ایک متفرد ہے وہ ثابت نہیں ہوگا اور یہ ایک ہزار اور ڈیڑھ کی طرح ہو جائے گا حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ دونوں گواہوں نے لفظاً اختلاف کیا ہے اور یہ معنی کے اختلاف پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ معنی لفظ سے مستفاد ہوتا ہے جبکہ لفظ الف سے الفین کو تعبیر نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ دونوں الگ الگ جملے ہیں لہذا دونوں میں سے ہر ہر جملے پر ایک گواہ حاصل ہو یا ایسے ہو گیا کہ جیسے جنس مال میں اختلاف ہو گیا۔

دونوں گواہوں کا تعین قیمت میں فرق کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا شَهِدَ أَحَدُهُمَا بِالْأَلْفِ وَالْآخَرُ بِالْفِ وَخَمْسِمِائَةٍ وَالْمُدَّعِي يَدَّعِي أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةً قُبِلَتِ الشَّهَادَةُ عَلَى الْأَلْفِ) لِاتِّفَاقِ الشَّاهِدَيْنِ عَلَيْهَا لَفْظًا وَمَعْنَى، لِأَنَّ الْأَلْفَ وَالْخَمْسِمِائَةَ جُمْلَتَانِ عِطْفَ أَحَدَاهُمَا عَلَى الْآخَرَى وَالْعَطْفُ يَقَرِّرُ الْأَوَّلَ وَيُظَيِّرُهُ الطَّلَاقُ وَالطَّلَاقُ وَالنِّصْفُ وَالْمِائَةُ وَالْمِائَةُ وَالْخَمْسُونَ، بِخِلَافِ الْعَشْرَةِ وَالْخَمْسَةِ عَشَرَ لِأَنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الْعَطْفِ فَهُوَ نَظِيرُ الْأَلْفِ وَالْأَلْفَيْنِ (وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعِي لَمْ يَكُنْ لِي عَلَيْهِ إِلَّا الْأَلْفُ فَشَهَادَةُ الَّذِي شَهِدَ بِالْأَلْفِ وَخَمْسِمِائَةٍ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّهُ كَذَبَهُ الْمُدَّعِي فِي الْمَشْهُودِ بِهِ، وَكَذًا إِذَا سَكَتَ أَلَّا عَنْ دَعْوَى الْأَلْفِ لِأَنَّ التَّكْذِيبَ ظَاهِرٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّوْفِيقِ، وَلَوْ قَالَ كَانَ أَصْلُ حَقِّي أَلْفٌ وَخَمْسِمِائَةٌ وَلَكِنِّي اسْتَوْفَيْتُ خَمْسِمِائَةً أَوْ أَبْرَأْتُهُ عَنْهَا قُبِلَتْ لِتَوْفِيقِهِ

۱۔ جب دو گواہوں میں سے ایک نے ایک ہزار پر گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار پانچ سو پر گواہی دی اور مدعی بھی ایک ہزار پانچ سو کا دعویٰ کر رہا ہے تو ایک ہزار والی گواہی قبول کی جائے گی اس لئے کہ ایک ہزار پر دونوں گواہ لفظی اور معنوی اعتبار سے متفق ہیں جبکہ الف اور خمس مائۃ دو جملے ہیں اور ان میں سے ایک کا دوسرے پر عطف کیا گیا ہے اور عطف پہلے و ثابت کرتا ہے اس کی مثال ایک طلاق اور ایک اور نصف ہے، اگر ایک سو اور ڈیڑھ سو ہے تو پندرہ کے خلاف اس لئے کہ درمیان حرف عطف نہیں آتا لہذا یہ ایک ہزار اور دو ہزار کی مثال ہے۔

اور جب مدعی نے کہا کہ مدعی علیہ پر میرا ایک ہزار کے علاوہ کچھ نہیں تھا تو اس شخص کی گواہی باطل ہو جائے گی جس نے یہ

ہزار پانچ سو کی گواہی دی اس لئے کہ مشہود پہ کے متعلق مدعی نے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا اور اسی طرح اگر مدعی نے ایک ہزار کے دعوے کے علاوہ میں سکوت اختیار کر لیا ہو کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے اس لئے موافقت پیدا کرنا ضروری ہے اور جب مدعی نے کہا کہ میرا حق پندرہ سو تھا اور میں نے پانچ سو وصول کر لیا تھا یا میں نے مدعی علیہ کو پانچ سو سے زیادہ سے بری کر دیا تھا تو اس کے توفیق دینے کے سبب گواہی قبول کی جائے گی۔

اختلاف شہادت میں قلیل پرا اتفاق شہادت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا شَهِدَا بِالْأَلْفِ وَقَالَ أَحَدُهُمَا قَضَاءُ مِنْهَا خَمْسِمَائَةٍ قَبِلَتْ شَهَادَتُهُمَا بِالْأَلْفِ) لَا تَفْقَاهِمَا عَلَيْهِ (وَلَمْ يَسْمَعْ قَوْلَهُ إِنَّهُ قَضَاءُ) لِأَنَّهُ شَهَادَةٌ فَرِيدَةٌ (إِلَّا أَنْ يَشْهَدَ مَعَهُ آخَرُ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَقْضَى بِخَمْسِمَائَةٍ لِأَنَّ شَاهِدَ الْقَضَاءِ مَضْمُونُ شَهَادَتِهِ أَنْ لَا دَيْنَ إِلَّا خَمْسِمَائَةٍ. وَجَوَابُهُ مَا قُلْنَا.

فرمایا کہ جب دونوں گواہوں نے ایک ہزار کی گواہی دی اور ان میں سے ایک نے کہا کہ مدعی علیہ نے پانچ سو مدعی کو ادا کر دیا ہے تو ایک ہزار پر ان دونوں کی گواہی قبول کی جائے گی اس لئے کہ اس پر دونوں متفق ہیں اور ایک گواہ کا یہ کہنا کہ مدعی علیہ نے مدعی کو ایک ہزار ادا کر دیا ہے قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ ایک شخص کی گواہی ہے مگر یہ کہ اس کے ساتھ دوسرا شخص بھی گواہی دے حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ پانچ سو کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ پانچ سو درہم ادا کرنے والے کی شہادت اس بات کو شامل ہے کہ دین صرف پانچ سو ہے اور اس کا جواب ہم بیان کر چکے ہیں۔

شہادت میں کمی بیشی کرنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلشَّاهِدِ) إِذَا عَلِمَ بِذَلِكَ (أَنْ لَا يَشْهَدَ بِالْأَلْفِ حَتَّى يُتَوَّأَ الْمُدَّعِي أَنَّهُ قَبَضَ خَمْسِمَائَةٍ) كَيْ لَا يَصِيرَ مُرَبًّا عَلَى الظَّالِمِ. (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: رَوَيْنَا عَنْ شَهِدَا عَلِيٍّ رَجُلٍ بِقَرْضِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَشَهِدَ أَحَدُهُمَا أَنَّهُ قَدْ قَضَاهَا، فَالشَّهَادَةُ جَائِزَةٌ عَلَى الْقَرْضِ، لَا يَفْقَاهِمَا عَلَيْهِ، وَتَقَرَّدَ أَحَدُهُمَا الْقَضَاءُ عَلَى مَا بَيْنَا وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ عَنْ أَصْحَابِنَا أَنَّهُ لَا تَقْبَلُ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْمُدَّعِيَ اكْتَدَبَ شَاهِدَ الْقَضَاءِ. قُلْنَا: هَذَا اكْتَدَابٌ فِي غَيْرِ الْمَشْهُودِ بِهِ الْأَوَّلِ وَدَوْنِ الْقَرْضِ وَمِثْلُهُ لَا يَمْنَعُ الْقَبُولَ.

فرمایا کہ جب گواہ کو یہ پتہ چل جائے کہ مدعی علیہ نے اسے سوا کر دئے ہیں تو اس کے لئے کہ ہزار کی گواہی مناسب نہیں ہے جب کہ مدعی اس بات کا سرا کر لے کہ اس نے پانچ سو پر قرضہ کیا ہے تاکہ گواہ پر اعانت کرنے والا نہ بنے۔

اور جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر اگر دو گواہوں نے ایک آدمی پر ایک ہزار کی گواہی دی پھر ان میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ مدعی علیہ نے قرض اداء کر دیا ہے تو قرض پر گواہی جائز ہے اس لئے کہ دونوں گواہ قرض پر متفق ہیں اور اداء کرنے کی صورت میں ایک شخص مفرد ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

اور امام طحاوی نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ شہادت مقبول نہیں ہوگی اور امام زفر کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ مدعی نے اداء کے گواہ کو جھوٹا قرار دیا ہے ہم نزدیک یہ مشہود بہ اول کے علاوہ کی تکذیب ہے اور پہلا مشہود بہ قرض ہے اور اس طرح کی تکذیب شہادت کی قبولیت کے مانع نہیں ہے۔

اختلاف بلد کے سبب سقوط شہادت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّهُ قَتَلَ زَيْدًا يَوْمَ النَّحْرِ بِمَكَّةَ وَشَهِدَ آخَرَانِ أَنَّهُ قَتَلَهُ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْكُوفَةِ وَاجْتَمَعُوا عِنْدَ الْحَاكِمِ لَمْ يَقْبَلِ الشَّهَادَتَيْنِ) لِأَنَّ إِحْدَاهُمَا كَاذِبَةٌ بَيِّنَةٌ وَلَيْسَتْ إِحْدَاهُمَا بِأُولَى مِنَ الْآخَرَى (فَإِنْ سَبَقَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَضَى بِهَا ثُمَّ حَضَرَتْ الْآخَرَى لَمْ يَقْبَلِ) لِأَنَّ الْأُولَى تَرَجَّحَتْ بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهَا فَلَا تُنْقَضُ بِالثَّانِيَةِ.

فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے یوم نحر کو مکہ میں زید کو قتل کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے زید کو کوفہ میں قتل کیا ہے اور سب لوگ حاکم کے پاس جمع ہوئے تو حاکم دونوں شہادتوں کو قبول نہیں کرے گا اس لئے کہ ان میں سے یقیناً ایک گواہی جھوٹی ہے اور ان میں سے کوئی دوسرے سے اولی نہیں ہے لیکن جب ان دونوں میں سے ایک گواہی پہلے دی گئی اور قاضی نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا تو اس کے بعد دوسری گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ پہلی گواہی کے ساتھ حکم قضاء متصل ہونے کے سبب وہ راجح ہوگئی پس وہ دوسری گواہی کے ساتھ باطل نہ ہوگی۔

چوری شدہ جانور کے رنگ میں اختلاف شہادت کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ سَرَقَ بَقْرَةً وَاخْتَلَفَا فِي لَوْنِهَا قُطِعَ، وَإِنْ قَالَ أَحَدُهُمَا بَقْرَةٌ وَقَالَ الْآخَرُ ثَوْرًا لَمْ يُقْطَعْ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَقَالَا : لَا يُقْطَعُ فِي الْوَجْهَيْنِ) جَمِيعًا، وَقِيلَ الْإِخْتِلَافُ فِي لَوْنَيْنِ يَتَشَابَهُانِ كَالسَّوَادِ وَالْحُمْرَةِ لَا فِي السَّوَادِ وَالْبَيَاضِ، وَقِيلَ هُوَ فِي جَمِيعِ الْأَلْوَانِ.

لَهُمَا أَنَّ السَّرِقَةَ فِي السَّوَدَاءِ غَيْرُهَا فِي الْبَيَاضِ فَلَمْ يَتِمَّ عَلَى كُلِّ فِعْلٍ يَصَابُ الشَّهَادَةُ وَصَارَ كَالْغَضَبِ بَلْ أُولَى، لِأَنَّ أَمْرَ الْحَدِّ أَهَمُّ وَصَارَ كَالذُّكُورَةِ وَالْأُنُوثَةِ. وَلَهُ أَنَّ الْعَرَفِيقَ مُمَكِّنًا لِأَنَّ التَّحْمَلَ فِي اللَّيَالِي مِنْ بَعِيدٍ وَاللَّوْنَانِ يَتَشَابَهُانِ أَوْ يَخْتَمِعَانِ فِي

وَاحِدٌ فَيَكُونُ السَّوَادُ مِنْ جَانِبٍ وَهَذَا يُصِيرُهُ وَالْبَيَاضُ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ وَهَذَا الْآخَرُ يُشَاهِدُهُ، بِخِلَافِ الْغَضَبِ لِأَنَّ التَّحْمَلَ فِيهِ بِالنَّهَارِ عَلَى قُرْبٍ مِنْهُ، وَالذُّكُورَةُ وَالْأُنْثَى لَا يَجْتَمِعَانِ فِي وَاحِدَةٍ، وَكَذَا الْقُوفُ عَلَى ذَلِكَ بِالْقُرْبِ مِنْهُ فَلَا يَشْتَبَهُ.

فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں آدمی نے گائے چوری کی ہے اور اس کے رنگ میں دونوں نے اختلاف کیا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر ایک نے گائے کی گواہی دی اور دوسرے نے بیل کی تو نہیں کاٹا جائے گا یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں نہیں کاٹا جائے گا اور کہا گیا ہے کہ اگر ان دو رنگوں میں یہ اختلاف ہے کہ جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں جیسے سیاہ اور سرخ نہ کہ سیاہ اور سفید اور دوسرا قول یہ ہے کہ تمام رنگوں میں ان حضرات کا اسی طرح اختلاف ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ سیاہ گائے کی چوری سفید گائے کی چوری سے الگ ہے لہذا ہر فعل پر نصاب شہادت تام نہیں ہوا اور یہ غصب کی طرح ہو گیا بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم ہو گیا اس لئے کہ حد لگانے کا معاملہ زیادہ اہم ہے اور یہ مذکر اور مونث کے اختلاف کی طرح ہو گیا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ توفیق ممکن ہے اس لئے کہ راتوں میں اس طرح کی گواہی کا تحمل دور سے ہوتا ہے اور دو رنگ ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں یا ایک رنگ میں تنع ہو جاتے ہیں لہذا ایک طرف سیاہی ہوگی اور یہ اس کو دیکھے گا اور دوسری طرف سفیدی ہوگی اور یہ اس کو دیکھے گا۔ غصب کی صورت کے خلاف اس لئے کہ اس میں شہادت کا تحمل دن میں قریب سے ہوتا ہے اور مذکر اور مونث ہونا ایک میں جمع نہیں ہو سکتے نیز ان پر واقف ہونا قریب سے ہوتا ہے اس لئے کوئی اشتباہ نہیں ہوگا۔

غلام کی معین قیمت میں اختلاف کے سبب بطلان شہادت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَهِدَ لِرَجُلٍ أَنَّهُ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ فُلَانٍ بِأَلْفٍ وَشَهِدَ آخَرُ أَنَّهُ اشْتَرَاهُ بِأَلْفٍ وَخَمْسِينَ مِائَةً فَالشَّهَادَةُ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ اثْبَاتُ السَّبَبِ وَهُوَ الْعَقْدُ وَيَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الثَّمَنِ فَاخْتَلَفَ الْمَشْهُودُ بِهِ وَلَمْ يَتِمَّ الْعَقْدُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ، وَلِأَنَّ الْمُدَّعِيَ يُكْذِبُ أَحَدَ شَاهِدَيْهِ وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ الْمُدَّعِيَ هُوَ الْبَائِعُ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَدَّعِيَ الْمُدَّعِيَ أَقْلَ الْمَالِكِينَ أَوْ أَكْثَرَهُمَا لِمَا بَيَّنَّا

فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کے لئے یہ گواہی دی کہ اس نے ایک ہزار کے عوض فلاں سے ایک غلام خریدا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے چند رو سو میں خریدا ہے تو گواہی باطل ہو جائے گی اس لئے کہ مقصود سبب کا اثبات ہے اور وہ عقد ہے اور ثمن کے مختلف ہونے سے سبب مختلف ہو جاتا ہے لہذا مشہود بہ مختلف ہو گیا اور ہر عدد پر عقد تام نہیں ہوا اور اس لئے کہ مدعی نے اپنے دو گواہوں میں سے ایک کی تکذیب کر دی اور ایسے ہی اگر مدعی ہی بیچنے والا ہو تو اور اس میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ کیونکہ مدعی دونوں اموال میں سے تھوڑے مال کا دعویٰ کرنے والا ہو یا زیادہ کا دعویٰ کرنے والا ہو اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر

تے ہیں۔

عقد میں اختلاف شہادت کے مسائل کا بیان

(وَكَذَا الْخُلْعُ وَالْإِعْتَاقُ عَلَى مَالٍ وَالصُّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ إِذَا كَانَ الْمُدْعَى هُوَ الْمَرْأَةُ أَوْ الْعَبْدُ أَوْ الْقَاتِلُ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ اثْبَاتُ الْعَقْدِ وَالْحَاجَةُ مَأْسَةً إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَتْ الدَّعْوَى مِنْ جَانِبِ آخَرَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ دَعْوَى الذَّيْنِ فِيمَا ذَكَرْنَا مِنْ الوجودِ لِأَنَّهُ ثَبَتَ الْعَقْدُ وَالْعَقْدُ وَالطَّلَاقُ بِاعْتِرَافِ صَاحِبِ الْحَقِّ فَبَقِيَ الدَّعْوَى فِي الذَّيْنِ وَفِي الرَّهْنِ، إِنْ كَانَ الْمُدْعَى هُوَ الرَّهْنُ لَا يُقْبَلُ لِأَنَّهُ لَا حَظَّ لَهُ فِي الرَّهْنِ فَعَرِثَتِ الشَّهَادَةُ عَنِ الدَّعْوَى، وَإِنْ كَانَ الْمُرْتَهِنُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ دَعْوَى الذَّيْنِ.

اور خلع اعتاق علی مال اور صلح عن دم العبد کا بھی یہی حکم ہے جب مدعی عورت ہو یا غلام ہو یا قاتل ہو اس لئے کہ اثبات عقد مقصود ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے اور جب دعوی دوسری طرف سے ہو تو ہماری بیان کردہ صورتوں میں وہ دعوی قرض کی صورت میں ہوگا اس لئے کہ صاحب حق کے اعتراف سے عفو، حقت اور طلاق کا ثبوت ہو جائے گا اور صرف قرض کا دعوی ہائی رہے گا۔ اور رہن کی صورت میں اگر رہن مدعی ہو تو شہادت مقبول نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ مرہون میں راہن کا حق نہیں ہوتا اس لئے شہادت دعوی سے عاری ہو جائے گی اور اگر مرتہن مدعی ہو تو وہ دعوی قرض کے درجے میں ہوگا اور اجارت کی صورت میں اگر یہ اختلاف پہلی مدت میں ہو تو وہ بیع کی مثل ہے اور اگر مدت گزرنے کے بعد اختلاف ہو اور اجارہ پر دینے والی مدعی ہو تو وہ دین کا دعوی ہے۔

عقد نکاح کا بطور استحسان ایک ہزار بدلے میں جائز ہونے کا بیان

قَالَ (فَأَمَّا النِّكَاحُ فَإِنَّهُ يَجُوزُ بِالْفِ اسْتِحْسَانًا، وَقَالَ: هَذَا بَاطِلٌ فِي النِّكَاحِ أَيْضًا) وَذَكَرَ فِي الْأَمْثَالِ قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ مَعَ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. لَهُمَا أَنَّ هَذَا اخْتِلَافٌ فِي الْعَقْدِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ السَّبَبُ فَاشْتَبَهَ الْبَيْعُ.

وَلَا بِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمَالَ فِي النِّكَاحِ قَابِغٌ، وَالْأَصْلُ فِيهِ الْحِلُّ وَالْإِزْدِوَاحُ وَالْمِلْكُ وَلَا اخْتِلَافٌ فِي مَا هُوَ الْأَصْلُ فَيُثَبِتُ، ثُمَّ إِذَا وَقَعَ الْاِخْتِلَافُ فِي الشَّيْءِ يَقْضَى بِالْأَقْلِ لِاتِّفَاقِهِمَا عَلَيْهِ، وَيَسْتَوِي دَعْوَى أَقْلِ الْمَالَيْنِ أَوْ أَكْثَرِهِمَا فِي الصَّحِيحِ. ثُمَّ قِيلَ: لَا اخْتِلَافَ فِيمَا إِذَا كَانَتْ الْمَرْأَةُ هِيَ الْمُدْعِيَّةَ وَفِيمَا إِذَا كَانَ الْمُدْعَى هُوَ الزَّوْجُ إِجْمَاعًا عَلَى أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ، لِأَنَّ مَقْصُودَهَا قَدْ يَكُونُ الْمَالَ وَمَقْصُودُهُ لَيْسَ إِلَّا الْعَقْدُ. وَقِيلَ الْاِخْتِلَافُ فِي

الْفَضْلَيْنِ وَهَذَا أَصَحُّ وَالْوَجْهُ مَا ذَكَرْنَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا کہ نکاح البتہ ایک ہزار کے عوض استحساناً جائز ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ نکاح میں بھی مذکورہ شہادت باطل ہے امالی میں امام ابو یوسف امام اعظم کے ساتھ ہیں صاحبین کی دلیل یہ کہ یہ عقد میں اختلاف ہے اس لئے کہ دونوں طرف سے سبب ہی مقصود ہے اس لئے یہ بیع کے مشابہ ہو گیا امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ نکاح میں مال تابع ہوتا ہے اور اس میں حلت ازدواج اور ملک بضع اصل ہے اور اصل میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے وہ ثابت ہو جائے گا پھر جب تابع میں اختلاف ہو گا تو اقل مال میں فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ اقل پر دونوں گواہ متفق ہیں اور اقل مالین اور اکثر مالین دونوں کا دعویٰ صحیح قول میں برابر ہے پھر کہا گیا ہے کہ اختلاف اس صورت میں ہے جب عورت مدعیہ ہو اور اس صورت میں جب شوہر مدعی ہو اس بات پر اجماع ہے کہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ عورت کا مقصود کسبی مال ہوتا ہے اور شوہر کا مقصود صرف عقد ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اختلاف ہے اور یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔



فصل فی الشَّہَادَةِ عَلَی الْاِرْثِ

﴿یہ فصل وراثت میں شہادت کے بیان میں ہے﴾

فصل وراثت میں شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ارث پر شہادت کو منصف علیہ الرحمہ نے اس لئے احکام شہادت کے بعد ذکر کیا ہے کہ کیونکہ یہ شہادت سے اگرچہ متعلق ہیں لیکن فوت شدہ لوگوں کے احکام زندہ لوگوں کے احکام سے مؤخر ہوتے ہیں۔ لہذا حسب اقتضاء کے سبب اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ فصل شہادت علی ارث، بیروت)

باپ کی وراثت پر گواہی قائم کرنے کا بیان

(وَمَنْ اَقَامَ بَیِّنَةً عَلٰی دَارِ اَنَّهُمَا كَانَتْ لِاَبِيْهِ اَعَارَهَا اَوْ اَوْدَعَهَا الَّذِيْ هِيَ فِيْ يَدِهِ فَاِنَّهُ يَأْخُذُهَا وَلَا يُكَلِّفُ الْبَیِّنَةَ اَنَّهُ مَاتَ وَتَرَكَهَا مِیْرَاثًا لَهُ) وَاصْلُهُ اَنَّهُ مَتٰی ثَبَتَ مِلْكُ الْمُوْرَثِ لَا يَقْضٰی بِهٖ لِلْوَارِثِ حَتّٰی يَشْهَدَ الشُّهُودُ اَنَّهُ مَاتَ وَتَرَكَهَا مِیْرَاثًا لَهُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، خِلَافًا لِابْنِ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

هُوَ یَقُوْلُ : اِنَّ مِلْكَ الْوَارِثِ مِلْكُ الْمُوْرَثِ فَصَارَتْ الشَّهَادَةُ بِالْمِلْكِ لِلْمُوْرَثِ شَهَادَةً بِهٖ لِلْوَارِثِ، وَهَمَّا یَقُوْلَانِ : اِنَّ مِلْكَ الْوَارِثِ مُتَجَدِّدٌ فِیْ حَقِّ الْعَیْنِ حَتّٰی یَجِبَ عَلَیْهِ الْاِسْتِیْرَاءُ فِی الْجَارِیَةِ الْمُوْرُوْثَةِ، وَیَحِلُّ لِلْوَارِثِ الْغَنٰی مَا كَانَ صَدَقَةً عَلٰی الْمُوْرَثِ الْفَقِیْرِ فَلَا بُدَّ مِنْ النَّقْلِ، اِلَّا اَنَّهُ یَكْتَفِیْ بِالشَّهَادَةِ عَلٰی قِیَامِ مِلْكِ الْمُوْرَثِ وَقَدْ اُثْبِتَ لِمَوْتِ الْاِیْتِقَالِ صَرُوْرَةٌ، وَكَذٰی عَلٰی قِیَامِ یَدِهِ عَلٰی مَا نَذَرُوْهُ، وَقَدْ وَجَدَتْ الشَّهَادَةُ عَلٰی الْیَدِ فِی مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ لِاَنَّ یَدَ الْمُسْتَعِیْرِ وَالْمُوْدَعِ وَالْمُسْتَاْجِرِ قَائِمَةٌ مَّقَامَ یَدِهِ فَاغْنٰی ذٰلِكَ عَنِ الْجَرَ وَالنَّقْلِ (وَإِنْ شَهِدُوا اَنَّهُمَا كَانَتْ فِیْ یَدِ فُلَانٍ مَاتَ وَهِيَ فِیْ یَدِهِ جَارَتْ الشَّهَادَةُ) لِاَنَّ الْاَیْدِیَ عِنْدَ الْمَوْتِ تَنْقَلِبُ یَدَ مِلْكِ بِوَاسِطَةِ الضَّمَانِ وَالْاَمَانَةِ تُصَوِّرُ مَضْمُونَةً بِالتَّجْهِیْلِ فَصَارَ بِمَنْزِلَةِ الشَّهَادَةِ عَلٰی قِیَامِ مِلْكِهِ وَقَدْ اُثْبِتَ الْمَوْتُ.

فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کسی مکان پر اس گواہی کو پیش کر دیا ہے کہ یہ مکان اس کے باپ کا ہے اور اس کے باپ نے قابض کو عاریت یا ودیت پر دیا تھا تو مدعی اسے لے لے گا اور اسے اس بات پر گواہی پیش کرنے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا کہ اس کا باپ مر گیا ہے اور یہ مکان اس کے لئے میراث چھوڑ گیا ہے اور اس کی اصل یہ کہ حضرات صاحبین کے نزدیک جب مورث کے لئے ملک ثابت ہو جائے گی تو وارث کے لئے اس کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ گواہ اس بات کی شہادت دیں کہ مورث مر گیا ہے اور اس نے وارث کے لئے فلاں چیز چھوڑی ہے۔

امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔ فرماتے ہیں کہ وارث کی ملک ہی مورث کی ملک تھی لہذا مورث کے لئے ملکیت کی گواہی دینا وارث کے لئے ملک کی گواہی ہے۔ حضرات طرفین فرماتے ہیں کہ مال کا عین وارث کے حق میں ملک جدید ہوتی ہے یہاں تک کہ وراثت میں ملی ہوئی لونڈی کے حق میں وارث پر استبراء کرنا واجب ہے اور فقیر مورث پر جو چیز صدقہ ہو بالدار وارث کے لئے اس کا مینا حلال ہے اس لئے ملکیت کا منتقل ہونا ضروری ہے لیکن مورث کی موت کے وقت اس کی ملکیت موجود ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا اس لئے کہ ملک کا ضرورتاً منتقل ہونا ثابت ہے اور اس کے قبضے کے قیام پر بھی اسی طرح ہوگا جو ہم انشاء اللہ بیان کریں گے اور مسئلہ کتاب میں قبضہ مورث پر گواہی پائی گئی ہے اس لئے کہ مستعیر مودع اور مستاجر کا قبضہ مورث کے قبضے کے قائم مقام ہے لہذا اس قبضے نے نقل و حمل سے بے پرواہ کر دیا ہے۔

اور جب کچھ لوگوں نے یہ گواہی دی کہ یہ مکان فلاں آدمی کے قبضہ میں تھا اور جس وقت وہ مرا اس وقت بھی اس کے قبضہ میں تھا تو شہادت جائز ہے اس لئے کہ موت کے وقت کا قبضہ ضمان کے واسطے سے قبضہ ملکیت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور مجہول چھوڑنے میں امانت مضمون ہو جاتی ہے لہذا یہ مورث کی موت کے وقت اس کی ملکیت کے موجود ہونے پر گواہی دینے کی طرح ہو گیا۔

مدعی کے قبضہ میں مکان ہونے کی گواہی دینے کا بیان

(وَإِنْ قَالُوا لِرَجُلٍ حَتَّى نَشْهَدَ أَنَّهَا كَانَتْ فِي يَدِ الْمُدْعَى مِنْذُ شَهْرٍ لَمْ تُقْبَلْ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهَا تَقْبَلُ لِأَنَّ الْيَدَ مَقْصُودَةٌ كَالْمِلْكِ؛ وَلَوْ شَهِدُوا أَنَّهَا كَانَتْ مِلْكَهُ تَقْبَلُ فَكَذَا هَذَا صَارَ كَمَا إِذَا شَهِدُوا بِالْأَخِيذِ مِنَ الْمُدْعَى.

وَحُجَّةُ الظَّاهِرِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا أَنَّ الشَّهَادَةَ قَامَتْ بِمَجْهُولٍ لِأَنَّ الْيَدَ مُنْقَضِيَّةٌ وَهِيَ مُتَوَعِّدَةٌ إِلَى مِلْكٍ وَأَمَانِيَّةٌ وَضَمَانٌ فَتَعَدَّرَ الْقَضَاءُ بِإِعَادَةِ الْمَجْهُولِ، بِخِلَافِ الْمِلْكِ لِأَنَّهُ مَعْلُومٌ غَيْرُ مُحْتَلِفٍ، وَبِخِلَافِ الْأَخِيذِ لِأَنَّهُ مَعْلُومٌ وَحُكْمُهُ مَعْلُومٌ وَهُوَ وَجُوبُ الرَّدِّ، وَلِأَنَّ يَدَ ذِي الْيَدِ مُعَايِنٌ وَيَدُ الْمُدْعَى مَشْهُودٌ بِهِ، وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايِنَةِ.

(وَإِنْ أَقَرَّ بِذَلِكَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ دُفِعَتْ إِلَى الْمُدْعَى) لِأَنَّ الْجَهَالََةَ فِي الْمُقَرِّ بِهِ لَا تَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ (وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهَا كَانَتْ فِي يَدِ الْمُدْعَى دُفِعَتْ إِلَيْهِ) لِأَنَّ الْمَشْهُودَ بِهِ

هَاهُنَا الْاِقْرَارُ وَهُوَ مَعْلُومٌ.

اور جب گواہوں نے کسی زندہ شخص کے بارے میں یہ کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ مکان کچھ ماہ سے مدعی کے پاس تھا تو یہ گواہی قبول نہ کی جائے گی جبکہ حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قبول کی جائے گی اس لئے کہ ملک کی طرح قبضہ بھی مقصود ہوتا ہے اور اگر یہ گواہی دیتے کہ یہ مکان مدعی کی ملکیت میں تھا تو گواہی قبول کر لی جاتی لہذا یہ گواہی بھی قبول کی جائے گی اور یہ اس طرح ہو گیا جیسے انہوں نے مدعی سے لینے کی شہادت دی ظاہر الرویہ کی یہ دلیل ہے کہ شہادت مجبول قبضہ پر قائم ہوئی ہے اس لئے کہ قبضہ ختم ہو چکا تھا جبکہ قبضہ ملک، امانت، اور ضمان کی طرف منتقل ہوتا ہے لہذا مجبول قبضے کے اعادہ کا حکم دینا صحیح رہے ملک کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ ملکیت معلوم ہوتی ہے اور مختلف نہیں ہوتی لے لینے کے خلاف اس لئے کہ وہ بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کا حکم بھی معلوم ہے اور واپسی کا واجب ہونا اور اسلئے کہ قابض کا قبضہ تو مشاہد ہے اور مدعی کے قبضہ کی گواہی دی گئی ہے جبکہ نہ مشاہدے کی طرح نہیں ہوتی۔

اور جب مدعی نے اس کا اقرار کر لیا تو وہ مکان مدعی کو دے دیا جائے گا اس لئے کہ مقربہ کی جہالت اقرار کے صحیح ہونے کی کے مانع نہیں ہے اور اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی علیہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ مکان مدعی کے قبضہ میں تھا تو بھی مدعی کو وہ مکان دے دیا جائے گا اس لئے کہ یہاں مشہود بہ اقرار ہے اور وہ معلوم ہے۔

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ

﴿یہ باب شہادت پر شہادت دینے کے بیان میں ہے﴾

باب شہادت پر شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شہادت پر گواہی دینا یہ اصلی گواہی کی فرع ہے اور فرع ذکر کرنے میں تاخیر کی مستحق ہے۔ اور اس کا جواز استحسان کے طور پر ہے حالانکہ قیاس اس کا تقاضہ نہیں کرتا کیونکہ ادا عبادت بدنیہ میں سے ہے جو اصل پر ضروری ہے اور وہ بغیر کسی جبر کے مشہود سے لاحق ہونے والی ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۱۲، بیروت)

گواہی پر گواہی دینے سے پہلے تحقیق کرنے کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا
فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (حجرات، ۶)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بیجانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ، (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اصولی ہدایت دی کہ جب کوئی اہمیت رکھنے والی خبر، جس پر کوئی بڑا نتیجہ مترتب ہوتا ہو، تمہیں ملے تو اس کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ خبر لانے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ کوئی فاسق شخص ہو، یعنی جس کا ظاہر حال ہی بتا رہا ہو کہ اس کی بات اعتماد کے لائق نہیں ہے، تو اس کی دی ہوئی خبر پر عمل کرنے سے پہلے تحقیق کر لو کہ امر واقعہ کیا ہے۔ اس حکم ربانی سے ایک اہم شرعی قاعدہ نکلتا ہے جس کا دائرہ اطلاق بہت وسیع ہے۔ اس کی رو سے مسلمانوں کی حکومت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شخص یا گروہ یا قوم کے خلاف کوئی کارروائی ایسے مجرّدوں کی دی ہوئی خبروں کی بنا پر کر ڈالے جن کی سیرت بھروسے کے لائق نہ ہو۔ اسی قاعدے کی بنا پر محدثین نے علم حدیث میں جرح و تعدیل کا فن ایجاد کیا تا کہ ان لوگوں کے حالات کی تحقیق کریں جن کے ذریعہ سے بعد کی نسلوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچی تھیں، اور فقہاء نے قانون شہادت میں یہ اصول قائم کیا کہ کسی ایسے معاملہ میں جس سے کوئی شرعی حکم ثابت ہوتا ہو، یا کسی انسان پر کوئی حق عائد ہوتا ہو، فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ البتہ اس امر پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ عم دنیوی معاملات میں ہر خبر کی تحقیق اور خبر لانے والے کے لائق اعتماد ہونے کا اطمینان کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ آیت میں لفظ نَبَأٌ استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق ہر خبر پر نہیں ہوتا بلکہ اہمیت رکھنے والی خبر پر ہوتا ہے اس لیے فقہاء کہتے ہیں کہ عام معاملات میں یہ

تہم جو جہاد میں جاتے ہیں اور حرم میں داخل ہونے کی اجازت منسوب کرتے ہیں۔ اندر سے کوئی اگر کہتا ہے کہ جو وہ آپ اس کے کہنے پر اندر جا سکتے ہیں قطعاً حرام سے کہہ سکتا ہے نہ کسی طرف سے اذن کی اجازت دینے و فسخ ہو یہ صحیح۔ اسی طرح اس عمل کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جن لوگوں کا فسخ جہاد اور بدعت اور ان کی قومیت کا مذہب، بدعت، عقیدہ کی بنا پر وہ فسخ قرار پاتے ہوں، ان کی شہادت بھی قبول کی جا سکتی ہے اور روایت بھی۔ محض ان کے عقیدے کی خرابی ان کی شہادت پر یہ روایت قبول کرنے میں مانع نہیں ہے۔

شہدے سے ساقط نہ ہونے والے معاملات میں گواہی پر شہادت دینے کا بیان

قَالَ (الشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ جَوَازَةٌ فِي كُلِّ حَقٍّ لَا يَسْقُطُ بِالشُّبْهَةِ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ لِشِدَّةِ الْحَاجَةِ إِلَيْهَا، إِذَا شَهِدَ الْآصِلُ قَدْ يَعْجِزُ عَنْ آدَاءِ الشَّهَادَةِ لِبَعْضِ الْعَوَارِضِ، فَلَوْ لَمْ تَحُرِّ الشَّهَادَةُ عَلَى الشَّهَادَةِ آدَى إِلَى الْإِنْوَاءِ الْحَقُّوقِ، وَلَيْدَا جَوَازَنَا الشَّهَادَةَ عَلَى الشَّهَادَةِ وَإِنْ كَثُرَتْ، إِلَّا أَنَّ فِيهَا شُبْهَةً مِنْ حَيْثُ الْبَدِيلَةُ أَوْ مِنْ حَيْثُ إِنَّ فِيهَا زِيَادَةً اخْتِمَالًا، وَلَقَدْ أَمَكَّنَ الْآخِرَازُ عَنْهُ بِجَنَسِ الشُّبُوهِ فَلَا تَقْبَلُ فِيمَا تَنْدَرُ بِالشُّبُهَاتِ كَالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ.

ترجمہ: گواہی پر گواہی دینا ہر ایسے حق میں جائز ہے جو شہدے سے ساقط نہ ہوتا ہو اور یہ استحسان ہے اس لئے کہ اس کی ضرورت زیادہ ہے کیونکہ اس میں شہدہ ہر کچھ عوارض کی بنا پر شہادت سے بے بس ہوتا ہے اس لئے اگر شہادت پر شہادت جائز نہ قرار دی جائے تو اس سے حقوق کا نہ ہونا ضروری آئے گا اس لئے ہم نے شہادت پر شہادت کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ شہود فرشتہ زیادہ ہوں لیکن اس میں بدعت کے اعتبار سے یہ اس اعتبار سے کہ اس میں احتمال زیادہ ہے ایک شبہ ہے اور جنس شہود کے ذریعے اس سے بچنا ممکن ہے مگر ان چیزوں میں جو شہادت کے ساتھ ساقط ہو جاتی ہیں گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ جس طرح حدود اور قصاص ہے۔

دو گواہوں کی شہادت پر گواہی دینے کا بیان

(وَتَجُوزُ شَهَادَةُ شَاهِدَيْنِ عَلَى شَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ). وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ إِلَّا الْأَرْبَعُ عَلَى كُلِّ أَصْلٍ اِثْنَانِ لِأَنَّ كُلَّ شَاهِدَيْنِ قَائِمَانِ مَقَامَ شَاهِدٍ وَاحِدٍ فَصَارَا كَالْمُرَاتِبِ. وَلَنَا قَوْلُ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَا يَحُوزُ عَلَى شَهَادَةِ رَجُلٍ إِلَّا شَهَادَةُ رَحْلَيْنِ. وَلَا نَقْبَلُ شَهَادَةَ الْآصِلِ مِنَ الْحَقُّوقِ فِيمَا شَهِدَ بِحَقِّ تَمَّ شَهِدًا بِحَقِّ آخَرَ فَتَقَبَّلُ (وَلَا نَقْبَلُ شَهَادَةَ وَاحِدٍ عَلَى شَهَادَةِ وَاحِدٍ) لِمَا رَوَيْنَا، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَا لَكَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَلَآئِنَّ حَقَّ مِنَ الْحَقُّوقِ فَلَا بُدَّ مِنْ نَصَابِ الشَّهَادَةِ.

اور دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں کی گواہی دینا جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چار سے کم پر جائز نہیں ہے۔ ہر اصلی گواہ پر دو گواہ ہونے چاہئے اس لئے کہ۔ دو گواہ فرع ایک اصلی گواہ کے قائم مقام ہے لہذا یہ دو عورتوں کی طرح ہو گیا ہماری دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان ہے کہ ایک مرد کی گواہی پر دو مردوں سے کم کی گواہی جائز نہیں ہے اور اس لئے کہ اصل گواہ کی گواہی نقل کرنا حقوق میں سے ہے لہذا انہوں نے ایک حق کی گواہی دینے کے بعد دوسرے حق کی گواہی دی اس لئے اس کو قبول کیا جائے گا اور ایک شخص کی گواہی پر ایک شخص کی گواہی مقبول نہیں ہوگی اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور وہ امام مالک کے خلاف حجت ہے اور اس لئے کہ وہ حقوق میں سے ہے لہذا شہادت کا انصاب ہونا ضروری ہے۔

اصل گواہی سے فرع کی طرف جانے کا طریقہ

(وَصِفَةُ الْإِشْهَادِ أَنْ يَقُولَ شَاهِدُ الْأَصْلِ لِشَاهِدِ الْفَرْعِ : أَشْهَدُ عَلَى شَهَادَتِي أَنِّي أَشْهَدُ أَنَّ فُلَانًا بَنَ فُلَانًا أَقَرَّ عِنْدِي بِكَذَابٍ وَأَشْهَدُنِي عَلَى نَفْسِهِ) لِأَنَّ الْفَرْعَ كَالنَّائِبِ عَنْهُ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّحْمِيلِ وَالتَّوَكُّلِ عَلَى مَا مَرَّ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَشْهَدَ كَمَا يَشْهَدُ عِنْدَ الْقَاضِي لِيُنْقَلَهُ إِلَى مَجْلِسِ الْقَضَاءِ (وَأِنْ لَمْ يَقُلْ أَشْهَدُنِي عَلَى نَفْسِهِ جَازًا) لِأَنَّ مَنْ سَمِعَ إِقْرَارَ غَيْرِهِ حَلَّ لَهُ الشَّهَادَةُ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ أَشْهَدُ (وَيَقُولُ شَاهِدُ الْفَرْعِ عِنْدَ الْإِدَاءِ أَشْهَدُ أَنَّ فُلَانًا أَشْهَدُنِي عَلَى شَهَادَتِهِ أَنَّ فُلَانًا أَقَرَّ عِنْدَهُ بِكَذَابٍ وَقَالَ لِي أَشْهَدُ عَلَى شَهَادَتِي بِذَلِكَ) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ شَهَادَتِهِ، وَذِكْرُ شَهَادَةِ الْأَصْلِ وَذِكْرُ التَّحْمِيلِ، وَلَهَا لَفْظٌ أَطْوَلُ مِنْ هَذَا وَأَقْصَرُ مِنْهُ، وَخَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا

اور گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ فرع سے کہے کہ تم میری شہادت پر یہ شہادت دو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے میرے پاس اس بات کا اقرار کیا ہے اور مجھے اپنی ذات پر گواہ بنایا ہے اس لئے کہ فرع اصل کے نائب کی طرح ہے لہذا گواہی کا محتمل اور دلیل بنانا ضروری ہے جیسے گھر پر چکا ہے اور اصلی گواہ کے لئے اسی طرح گواہی دینا ضروری ہے جس طرح وہ قاضی کی مجلس میں گواہی دیتا تاکہ شاہد فرع اسے قاضی کی مجلس میں پیش کر سکے اور اگر شاہد فرع نے اشہد فی علی نفسہ نہ کہا تو بھی جائز ہے اس سے کہ جو شخص دوسرے کا اقرار سنتا ہے اس کے لئے گواہی دینا حلال ہو جاتا ہے اگرچہ مقررے اسے اشہد نہ کہے ہو۔ اور اداۃ شہادت کے وقت شاہد فرع یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شاہد نے مجھے اپنی گواہی پر شاہد بنایا ہے کہ فلاں نے اس کے پاس فلاں چیز کا اقرار کیا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ تم اس سلسلے میں میرے گواہ بن جاؤ اس لئے کہ شاہد فرع کہیں گواہی نہ دے اور اس کے لئے اصل کی شہادت اور محتمل بنانے کا تذکرہ کرنا ضروری ہے اور اس لئے کہ مذکورہ عبارت سے عموماً لفظ بھی ہے اور اس سے تم لفظ بھی ہے اور تمام امور میں اوسط بہتر ہے۔

اپنی شہادت پر گواہ بنانے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ أَشْهَدُنِي : فُلَانٌ عَلَى نَفْسِهِ لَمْ يَشْهَدْ السَّامِعُ عَلَى شَهَادَتِهِ حَتَّى يَقُولَ لَهُ أَشْهَدُ

عَلَى شَهَادَتِي) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ التَّحْمِيلِ، وَهَذَا ظَاهِرٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْقَضَاءَ عِنْدَهُ بِشَهَادَةِ الْفُرُوعِ وَالْأَصُولِ جَمِيعًا حَتَّى اشْتَرَكُوا فِي الضَّمَانِ عِنْدَ الرُّجُوعِ، وَكَذَا عِنْدَهُمَا لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ نَقْلِ شَهَادَةِ الْأَصُولِ لِصِغَرِ حُجَّةٍ فَيُظْهِرُ تَحْمِيلُ مَا هُوَ حُجَّةٌ.

جس شخص نے کہا کہ فلاں آدمی نے مجھے اپنی ذات پر گواہ بنایا ہے تو سامع اس کی گواہی پر گواہی نہ دے یہاں تک کہ اصلی شاہد یوں کہے تم میری شہادت پر گواہ ہو جاؤ اس لئے کہ گواہی کا تحمل بنانا ضروری ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ ظاہر اس لئے کہ ان کے نزدیک قضائے قاضی اصول اور فرع دونوں سے ہوتا ہے یہاں تک کہ تادان میں دونوں فریق شریک ہوتے ہیں اور حضرات شیخین کے نزدیک بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ اصول کی شہادت کو نقل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ حجت ہو جائے لہذا جو حجت ہے اس کو اٹھانے کا اظہار ہو جائے گا۔

شہود فرع کی گواہی کا بیان

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ شُهُودِ الْفُرْعِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ شُهُودُ الْأَصْلِ أَوْ يَغِيْبُوا مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ قَصَاعِدًا أَوْ يَمْرَضُوا مَرَضًا لَا يَسْتَطِيعُونَ مَعَهُ حُضُورَ مَجْلِسِ الْحَاكِمِ) لِأَنَّ جَوَازَهَا لِلْحَاجَةِ، وَإِنَّمَا تَمَسُّ عِنْدَ عَجْزِ الْأَصْلِ وَبَيْدِهِ الْأَشْيَاءِ يَتَحَقَّقُ الْعَجْزُ. وَإِنَّمَا اعْتَبَرْنَا السَّفَرَ لِأَنَّ الْمُعْجَزَ بَعْدَ الْمَسَافَةِ وَمُدَّةَ السَّفَرِ بَعِيدَةٌ حُكْمًا حَتَّى أُدِيرَ عَلَيْهَا عِدَّةٌ مِنَ الْأَحْكَامِ فَكَذَا سَبِيلُ هَذَا الْحُكْمِ.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي مَكَانٍ لَوْ غَدَا لِإِدَاءِ الشَّهَادَةِ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَبِيتَ فِي أَهْلِيهِ صَحَّ الْإِشْهَادُ أَحْيَاءَ لِلْحُقُوقِ النَّاسِ، قَالُوا: الْأَوَّلُ أَحْسَنُ وَالثَّانِي أَرْفَقُ وَبِهِ أَخَذَ الْفَقِيهَةُ أَبُو اللَّيْثِ.

فرمایا کہ شہود فرع کی گواہی قبول نہ ہوگی مگر یہ کہ اصلی گواہ مرجائیں یا تین دن یا اس سے زائد کی مسافت پر غائب ہو جائیں یا اتنے بیمار ہو جائیں کہ اس بیماری کے سبب مجلس حاکم میں حاضر نہ ہو سکیں اس لئے کہ گواہی پر گواہی دینا ضرورت کے سبب ہے اور ضرورت اصل اس وقت پڑے گی جب اصلی شہود عاجز ہو جائے اور ان چیزوں سے عجز ثابت ہو جاتا ہے اور سفر کا اعتبار اس لئے کیا ہے کہ مسافت کا دور ہونا بھی عاجز کرنے والی چیز ہے اور مدت سفر حکم کے اعتبار سے بعید ہے یہاں تک کہ اس پر بہت سے احکام کا مدار ہے اسی طرح اس حکم کی بھی راہ ہے اور حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر اصلی گواہ ایسے مقام پر ہو کہ وہ صبح کو اداۓ شہادت کے لئے نکلے اور تو اپنے اہل خانہ میں رات نہ گزار سکے تو حقوق العباد کے احیاء کی خاطر اس کے لئے گواہ بنانا جائز ہے مشائخ فرماتے ہیں کہ پہلا قول احسن ہے اور دوسرا قول زیادہ آسان ہے اور فقہیہ ابو الیث نے اس کو اختیار کیا ہے

فروع کا تعدیل اصل پر سکوت کرنے کا بیان

قَالَ رَفِيعُ الْعَدْلِ شُهُودُ الْأَصْلِ شُهُودُ الْفُرْعِ جَازٍ لِأَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ التَّزَكِّيَةِ (وَكَذَا إِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ فَعَدَلَ أَحَدُهُمَا الْأُخَرَ صَحَّ) لِمَا قُلْنَا، غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّ فِيهِ مَنْفَعَةً مِنْ حَيْثُ الْقَضَاءُ بِشَهَادَتِهِ لَكِنَّ الْعَدْلَ لَا يَتَّبِعُ بِمِثْلِهِ كَمَا لَا يَتَّبِعُ فِي شَهَادَةِ نَفْسِهِ، كَيْفَ وَأَنَّ قَوْلَهُ لِي حَقٌّ نَفْسِي وَإِنْ رُدَّتْ شَهَادَةُ صَاحِبِهِ فَلَا تُهْمَةُ.

قَالَ (وَإِنْ سَكَتُوا عَنْ تَعْدِيلِهِمْ جَازٌ وَنَظَرَ الْقَاضِي فِي حَالِهِمْ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا تُقْبَلُ لِأَنَّهُ لَا شَهَادَةَ إِلَّا بِالْعَدَالَةِ، فَإِذَا لَمْ يَعْرِفُوا مَا لَمْ يَنْقُلُوا الشَّهَادَةَ فَلَا يُقْبَلُ.

وَلَا يَبِيُّ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمَأْخُودَ عَلَيْهِمُ الْقُلُ دُونَ التَّعْدِيلِ، لِأَنَّهُ قَدْ يَخْفَى عَلَيْهِمْ، وَإِذَا نَقَلُوا يَتَعَرَّفُ الْقَاضِي الْعَدَالَةَ كَمَا إِذَا حَضَرُوا بِأَنْفُسِهِمْ وَشَهِدُوا.

قَالَ (وَإِنْ أَنْكَرَ شُهُودُ الْأَصْلِ الشَّهَادَةَ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَةُ الشُّهُودِ الْفُرْعِ) لِأَنَّ التَّحْمِيلَ لَمْ يَثْبُتْ لِلتَّعَارُضِ بَيْنَ الْخَبَرَيْنِ وَهُوَ شَرْطٌ.

فرمایا کہ اگر فروع نے اپنی اصل کی تعدیل سے سکوت کر لیا تو بھی جائز ہے اور قاضی اصول کے احوال میں غور کرے گا اور یہ حکم امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ فروع کی گواہی مقبول نہیں ہوگی اس لئے کہ عدالت کے بغیر کوئی شہادت ہی نہیں ہوتی چنانچہ اگر فروع کو اصول کی شہادت ہی معلوم نہیں تو ایسا ہے جیسے انہوں نے شہادت ہی نقل نہیں کی اس لئے قبول بھی نہیں کی جائے گی حضرت امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ فروع پر صرف نقل شہادت واجب ہے نہ کہ تعدیل کرنا اس لئے کہ کبھی فروع پر اصل کی عدالت مخفی رہتی ہے اور جب انہوں نے شہادت نقل کر دی تو قاضی از خود ان کی عدالت دریافت کرے گا جس طرح اگر وہ خود حاضر ہو کر شہادت دیتے۔

فرمایا کہ اگر شہود اصل نے شہادت سے انکار کر دیا تو شہود فرع کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ دونوں خبروں میں تعارض کے سبب سے تکمیل ثابت نہیں ہوئی جبکہ اٹھانا ہی شرط ہے۔

دو مردوں کی شہادت پر دوسرے دو مردوں کی گواہی کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ رَجُلَانِ عَلَى شَهَادَةِ رَجُلَيْنِ عَلَى فُلَانَةَ بِنْتِ فُلَانٍ الْفُلَانِيَّةِ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، وَقَالَا أَحْبَرَانَا أَنَّهُمَا يَعْرِفَانِيهَا فَجَاءَ بِامْرَأَةٍ وَقَالَا: لَا نَذَرِي أَهْيَ هَذِهِ أَمْ لَا فَإِنَّهُ يُقَالُ لِلْمُدَّعِي هَاتِ

شَاهِدَيْنِ يَشْهَدَانِ أَنَّهَا فَلَانَةٌ) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ عَلَى التَّعْرِيفَةِ بِالنِّسْبَةِ قَدْ تَحَقَّقَتْ وَالْمُدَّعَى
يَدَّعِي الْحَقَّ عَلَى الْحَاضِرَةِ وَلَعَلَّهَا غَيْرُهَا فَلَا بُدَّ مِنْ تَعْرِيفِهَا بِتِلْكَ النِّسْبَةِ، وَنَظِيرُ هَذَا إِذَا
تَحَمَّلُوا الشَّيْءَ بِيَعٍ مَحْذُودَةٍ بِذِكْرِ حُدُودِهَا وَشَهِدُوا عَلَى الْمُشْتَرَى لَا بُدَّ مِنْ آخَرَيْنِ
يَشْهَدَانِ عَلَى أَنَّ الْمَحْذُودَ بِمَا صِيَ يَدُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ، وَكَذَا إِذَا أَنْكَرَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ أَنَّ
الْحُدُودَ الْمَذْكُورَةَ فِي الشَّيْءِ حُدُودَ مَا فِي يَدِهِ.

۱۔ اور جب دوسروں کی گواہی پر دوسرے دوسروں نے یہ گواہی دی کہ فلاں بنت فلاں فلاں پر ایک ہزار درہم قرض
ہیں اور فری گواہوں نے کہا کہ ہمیں اسلی شہود نے یہ خبر دی ہے کہ دو دونوں اس عورت کو پہچانتے ہیں پھر مدعی ایک عورت کو پایا اور
فری گواہوں نے کہا کہ ہم اس کو نہیں پہچانتے کہ یہ وہی عورت ہے یا نہیں تو مدعی سے کہا جائے گا کہ تم ایسے دو گواہ پیش کرو جو یہ گواہی
دیں کہ مذکورہ عورت فلاں ہی ہے اس لئے کہ نسب کی شناخت پر تو گواہی ثابت ہو چکی ہے اور مدعی موجودہ عورت پر حق کا دعویٰ کر رہا
ہے جبکہ ہو سکتا ہے وہ اس کے علاوہ ہو لہذا اس نسب کے ساتھ اسے پہچانا ضروری ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب گواہ ایسی محدود
چیز کی فروخت کی گواہ ہوئے جس کی حدود بیان کر دی ہے اور انہوں نے خریدار پر بھی گواہی دی تو دوسرے دو گواہوں کا ہونا ضروری
ہے جو اس چیز کی گواہی دیں کہ جس چیز کے حدود اربع بیان کئے گئے ہیں وہی مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے اور ایسے ہی جب مدعی علیہ
نے انکار کر دیا کہ شہادت میں بیان کردہ حدود وہی ہیں جو اس کے قبضہ میں ہیں۔

خط قاضی کو شہادت پر گواہی دینے پر قیاس کرنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَا) (كِتَابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ إِلَّا أَنَّ
الْقَاضِي لِكَمَالِ دِيَانَتِهِ وَوُفُورِ وَلَايَتِهِ يَنْفَرِدُ بِالْقُلِّ (وَلَوْ قَالُوا فِي هَذَيْنِ الْبَابَيْنِ التَّمِيمَةُ لَمْ
يَجْزُ حَتَّى يَنْسُبُوهَا إِلَى فَيْحِدَهَا) وَهِيَ الْقَبِيلَةُ الْخَاصَّةُ، وَهَذَا لِأَنَّ التَّعْرِيفَ لَا بُدَّ مِنْهُ فِي هَذَا،
وَلَا يَحْصُلُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْعَامَّةِ وَهِيَ عَامَّةٌ إِلَى بَنِي تَمِيمٍ لِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يُحْصَوْنَ، وَيَحْصُلُ
بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْفَيْحِدِ لِأَنَّهَا خَاصَّةٌ.

وَقِيلَ الْفَرْغَانِيَّةُ نِسْبَةً عَامَّةٌ وَالْأَوْزَجْنِدِيَّةُ خَاصَّةٌ، (وَقِيلَ السَّمَرْقَنْدِيَّةُ وَالْبَحَارِيَّةُ عَامَّةٌ) وَقِيلَ
إِلَى السِّكَّةِ الصَّغِيرَةِ خَاصَّةً، وَإِلَى الْمَحَلَّةِ الْكَبِيرَةِ وَالْمِصْرِ عَامَّةً.

ثُمَّ التَّعْرِيفُ وَإِنْ كَانَ يَتِمُّ بِذِكْرِ الْجَدِّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ خِلَافًا لِابْنِ
يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَاتِ، فَذِكْرُ الْفَيْحِدِ يَقُومُ مَقَامَ الْجَدِّ لِأَنَّهُ اسْمُ الْجَدِّ
الْأَعْلَى فَزَلَّ مَنْزِلَةَ الْجَدِّ الْأَدْنَى، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا کہ کتاب القاضی الی القاضی کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی شہادت پر شہادت کے حکم میں ہیں لیکن قاضی اپنی کمال دیانت اور وفور ولایت کے سبب نقل کرنے میں متغیر ہے۔

اور اگر گواہوں نے ان دونوں صورتوں میں تمہد کہا تو جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس واسطے فقہ کی طرف منسوب نہ رہیں اور فقہ خاص قبیلہ ہے اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اس میں شناخت ضروری ہے اور نسبت عامہ سے شناخت حاصل نہیں ہوتی اور تمہد بنو قسیم کی طرف نسبت کرتے ہوئے نسبت عامہ ہے اس لئے کہ وہ ایسی قوم ہے جسے شمار نہیں کیا جاسکتا اور فقہ کی جانب نسبت کرنے سے شناخت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ نسبت خاصہ ہے اور کہا گیا ہے کہ فرمانہ نسبت عامہ ہے اور اور ہند یہ نسبت خاصہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سمرقند نسبت عامہ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ چھوٹے گاؤں کی جانب نسبت کرنا نسبت خاصہ ہے جبکہ بڑے گاؤں اور شہر کی جانب نسبت کرنا یہ نسبت عامہ ہے۔ جبکہ ظاہر ہی روایت کے مطابق طرفین کے مطابق امر چہ دادا ذکر کرنے کے سبب پہچان مکمل ہو جاتی ہے بہر حال فقہ کا ذکر کرنا دادا کے قائم مقام ہے کیونکہ فقہ جہاں اعلیٰ کا نام ہے۔ پس اس دادی کے درجے میں شمار کیا جائے گا۔



فصل

﴿یہ فصل جھوٹی گواہی کے حکم کے بیان میں ہے﴾

فصل جھوٹی گواہی کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ بھی گواہیوں سے متعلق احکام کو بیان کرنے کے بعد اب اس فصل میں ان گواہیوں کو بیان کریں گے۔ جس میں گواہی دینے والے جھوٹے ہوں۔ جھوٹ سے کالج سے مؤخر ہونا یہ ظاہر ہے۔ اور مطابقت فقہی بھی اسی کے موافق ہے۔ کیونکہ جھوٹ کے بارے میں کثیر وعیدیں موجود ہیں۔

جھوٹے گواہ سے لوگوں کو بچانے کا بیان

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : شَاهِدُ الزُّورِ أَشْهَرُهُ فِي السُّوقِ وَلَا أُعْزَرُهُ . وَقَالَ : نُوْجَعُهُ ضَرْبًا وَتَخْفِيسُهُ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ . لَهْمَا مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ ضَرَبَ شَاهِدَ الزُّورِ أَرْبَعِينَ سَوْطًا وَسَخَّمَ وَجْهَهُ ، وَلَآنَ هَذِهِ كَبِيرَةٌ يَتَعَدَّى ضَرَرُهَا إِلَى الْعِبَادِ وَلَيْسَ فِيهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيُعْزَرُ .

وَلَهُ أَنَّ شَرِيحًا كَانَ يُشْهَرُ وَلَا يَضْرَبُ ، وَلَآنَ الْإِنْزِجَارَ يَحْصُلُ بِالتَّشْهِيرِ فَيَكْتَفِي بِهِ ، وَالضَّرْبُ وَإِنْ كَانَ مُبَالَغَةً فِي الزَّجْرِ وَلَكِنَّهُ يَقَعُ مَانِعًا عَنِ الرَّجُوعِ فَوَجِبَ التَّخْفِيفُ نَظَرًا إِلَى هَذَا الْوَجْهِ .

وَحَدِيثُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَحْمُولٌ عَلَى السِّيَاسَةِ بِدَلَالَةِ التَّلْبِيحِ إِلَى الْأَرْبَعِينَ وَالتَّسْحِيمِ ثُمَّ تَفْسِيرُ التَّشْهِيرِ مَقُولٌ عَنْ شُرَيْحٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يَبْعَثُهُ إِلَى سُوقِهِ إِنْ كَانَ سُوقِيًّا ، وَإِلَى قَوْمِهِ إِنْ كَانَ غَيْرَ سُوقِيٍّ بَعْدَ الْعَصْرِ أَجْمَعَ مَا كَانُوا ، وَيَقُولُ : إِنْ شَرِيحًا يَقْرَأُكُمْ السَّلَامَ وَيَقُولُ : إِنَّا وَجَدْنَا هَذَا شَاهِدَ زُورٍ فَاحْذَرُوهُ وَاحْذَرُوا النَّاسَ مِنْهُ .

وَذَكَرَ شَمْسُ الْأَنْعَمَةِ الشَّرَنْخِشِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُشْهَرُ عِنْدَهُمَا أَيْضًا . وَالتَّغْزِيرُ وَالتَّخْفِيفُ عَلَى قَدْرِ مَا يَرَاهُ الْقَاضِي عِنْدَهُمَا ، وَكَيْفِيَّةُ التَّغْزِيرِ ذَكَرْنَاهُ فِي الْحُدُودِ (وَفِي الْجَامِعِ

الصَّغِيرِ : شَاهِدَانِ أَقْرَأَ اللَّهُمَا شَهِدَا بِزُورٍ لَمْ يُضْرَبَا وَقَالَا يُعْزَرَانِ) وَقَائِدَتُهُ أَنَّ شَاهِدَ الزُّورِ فِي حَقِّ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْحُكْمِ هُوَ الْمُقَرَّرُ عَلَى نَفْسِهِ بِذَلِكَ، قَالَمَا لَا طَرِيقَ إِلَى اثْبَاتِ ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ لِأَنَّهُ نَفْيٌ لِلشَّهَادَةِ وَالْبَيِّنَاتِ لِلِاثْبَاتِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی دینے والے کو بازار میں مشہور کر دو کہ اسے تعزیر نہیں کر سنا جبکہ صاحبین نے فرمایا ہے کہ ہم اس کو ماریں گے اور اس کو قید خانے میں رکھیں گے۔

اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے صاحبین کی دلیل وہ واقعہ ہے جو حضرت عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیں کوڑے مارے اور اس کا منہ کالا کیا اس لئے کہ جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہ ہے جس کا ضرر بندوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اس میں کوئی حد نہیں ہے کیونکہ اس کی تعزیر کی جائے گی حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قاضی شریعہ جھوٹے گواہ کی مشہور کیا کرتے تھے اور مارتے نہیں تھے اور اس لئے کہ مشہور سے جھوٹی گواہی سے رکنے کا حصول ہو جاتا ہے اس لئے اس پر اکتفاء کیا جائے گا اور ضرب سے اگر چہ سزا میں مبالغہ ہوتا ہے لیکن وہ رجوع سے مانع ہوگا اس لئے اس صورت کی طرف نظر کرتے ہوئے تخفیف واجب ہے۔

حضرت عمر کا واقعہ سیاست مدنیہ پر محمول ہے پھر مشہور کی کیفیت حضرت شریعہ سے اس طرح منقول ہے کہ عصر کے بعد جس وقت لوگوں کا سب سے زیادہ مجمع ہوتا اور شاہد زور بازاری ہوتا تو حضرت شریعہ اس کو بازار بھیجتے تھے اور اگر وہ غیر بازاری ہوتا تو اس کو اس کی قوم میں بھیجتے تھے اور لے جانے والے کو یہ کہتے کہ قاضی جی نے تمہیں سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہم نے جھوٹا گواہ پایا ہے لہذا خود بھی اس سے بچو اور لوگوں کو بھی اس سے بچاؤ حضرت شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ صاحبین کے نزدیک بھی مشہور کیا جائے گی اور صاحبین کے نزدیک تعزیر اور جس قاضی کی رائے کے مطابق ہوگا اور تعزیر کی کیفیت وہی ہے جس کو ہم نے کتاب الحدود میں ذکر کیا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب دو گواہوں نے اقرار کیا کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے تو ان کو مارا نہیں جائے گا صاحبین فرماتے ہیں کہ ان کو تعزیر کی جائے گی اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ شاہد زور ہمارے بیان کردہ حکم کے حق میں اپنی ذات پر اقرار کرنے والا ہے لیکن گواہی کے ذریعے اس کو ثابت کرنے کی کوئی راہ نہیں اس لئے کہ یہ شہادت کی نفی اور گواہی کے اثبات کے لئے ہوتی ہے۔



کِتَابُ الرُّجُوعِ مِنَ الشَّهَادَةِ

﴿یہ کتاب شہادت سے رجوع کرنے کے بیان میں ہے﴾

کتاب شہادت سے رجوع کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس فصل کی کتاب شہادات میں سابقہ بیان کردہ احکام سے مناسبت واضح ہے اور خاص طور مجبونی گواہی کی فصل کے بعد لانے میں اس کی مطابقت یہ ہے۔ کبیرہ گناہ سے بچنا ہے۔ اور بقیہ مطابقت یہ ہے کہ رجوع ہمیشہ ثبوت حکم کے بعد ہوا کرتا ہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، تصرف، ج ۱۱، ص ۳۸، بیروت)

شہادت سے رجوع کرنے کا فقہی مفہوم

علامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شہادت رجوع کرنے کا معنی یہ ہے کہ گواہ یہ کہے کہ میں نے جس کو ثابت کیا ہے اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور اس کا رکن یہ ہے کہ وہ کہے کہ میں نے جس کی گواہی دی اس سے رجوع کرتا ہوں یا پھر میں نے وہ مجبونی گواہی دی تھی۔ (محیط رضوی، احکام شہادات)

اجرائے حکم سے پہلے گواہی سے رجوع کرنے کا بیان

(قَالَ: إِذَا رَحَعَ الشُّهُودُ عَنْ شَهَادَتِهِمْ قَبْلَ الْحُكْمِ بِهَا سَقَطَتْ) لِأَنَّ الْحَقَّ إِنَّمَا يَثْبُتُ بِالْقَضَاءِ وَالْقَاضِي لَا يَقْضِي بِكَلَامٍ مُتَنَاقِضٍ وَلَا ضَمَانٍ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُمَا مَا اتَّفَقَا شَيْئًا لَا عَلَى الْمُسَدَّعِي وَلَا عَلَى الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ (فَإِنْ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ ثُمَّ رَجَعُوا لَمْ يُفْسَخِ الْحُكْمُ) لِأَنَّ آخِرَ كَلَامِهِمْ يُقَاضُ أَوَّلُهُ فَلَا يَنْقُضُ الْحُكْمُ بِالتَّنَاقُضِ وَلِأَنَّهُ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى الصِّدْقِ مِثْلُ الْأَوَّلِ، وَقَدْ تَرَجَّحَ الْأَوَّلُ بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهِ (وَعَلَيْهِمْ ضَمَانٌ مَا اتَّفَقُوا بِشَهَادَتِهِمْ) لِإِقْرَارِهِمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِسَبَبِ الضَّمَانِ، وَالتَّنَاقُضُ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ، وَسَقَرَرُهُ مِنْ بَعْدِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (وَلَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ إِلَّا بِحَضْرَةِ الْحَاكِمِ) لِأَنَّهُ فُسَخَ لِلشَّهَادَةِ فَيَخْتَصُّ بِمَا تَخْتَصُّ بِهِ الشَّهَادَةُ مِنَ الْمَجْلِسِ وَهُوَ مَجْلِسُ الْقَاضِي أَيْ قَاضٍ كَانَ، وَلِأَنَّ الرُّجُوعَ تَوْبَةً وَالتَّوْبَةُ عَلَى حَسَبِ الْجَنَائِيَةِ، فَالْتَّوْبَةُ بِالسِّرِّ وَالْإِعْلَانُ بِالْإِعْلَانِ.

وَإِذَا لَمْ يَصَحَّ الرَّجُوعُ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَاضِي، فَلَوْ ادَّعَى الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ رُجُوعَهُمَا وَأَرَادَ يَمِينَهُمَا لَا يَخْلِفَانِ، وَكَذَا لَا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ عَلَيْهِمَا لِأَنَّهُ ادَّعَى رُجُوعًا بَاطِلًا، حَتَّى لَوْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ رَجَعَ عِنْدَ قَاضِي كَذَا وَضَمَّنَهُ الْمَالَ تُقْبَلُ لِأَنَّ السَّبَبَ صَحِيحٌ.

فرمایا کہ جب گواہی پر فیصلہ ہونے سے پہلے گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو گواہی ختم ہو جائے گی اس لئے کہ حق قضاء سے ثابت ہوتا ہے اور قاضی اور متناقص کلام پر فیصلہ نہیں کرتا اور گواہوں پر ضمان بھی واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ انہوں کوئی چیز تلف نہیں کی نہ تو مدعی کی اور نہ مدعی علیہ کی پھر جب قاضی نے ان کی گواہی پر فیصلہ کر دیا پھر انہوں نے رجوع کیا بعد فیصلہ فتح نہیں ہوگا اس لئے کہ گواہوں کا آخری کلام ان کے پہلے کلام کے متناقص ہے اس لئے متناقص کی وجہ سے کلام نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ سچائی پر دلالت کرنے میں کلام آخر کلام اول کی طرح ہے اور اول کے ساتھ قضا متصل ہونے کی وجہ سے وہ رائج ہوگا ہے اور ان گواہوں پر اس چیز کا ضمان واجب ہے جس کو انہوں نے اپنی گواہی سے تلف کیا اس لئے کہ انہوں نے اپنی ذات پر ضمان کا اقرار کیا ہے۔ اور متناقص صحت اقرار سے مانع نہیں ہے اس کو ہم بعد میں بیان کریں گے۔

اور حاکم کی موجودگی کے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ شہادت و فتح کرنا ہے لہذا اس مجلس کے ساتھ مختص ہوگا جس کے ساتھ شہادت مختص ہے اور وہ قاضی کی مجلس ہے چاہے کوئی بھی قاضی ہو اور اس لئے کہ شہادت سے رجوع کرنا توبہ ہے اور توبہ لٹائیت کے مطابق ہوتی ہے لہذا خفیہ جرم کی خفیہ توبہ ہے اور مانیہ کی مانیہ۔ اور جب قاضی کی مجلس کے سوا رجوع کرنا درست نہیں تو جب مشہود علیہ نے دونوں گواہوں کے رجوع کا دعویٰ کیا اور ان سے قسم لینا چاہا تو ان سے قسم نہیں لی جائے گی نیز ان کے خلاف مدعی علیہ کا دعویٰ بھی قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس نے باطل رجوع کا دعویٰ کیا ہے یہاں تک کہ جب مدعی علیہ نے اس بات پر گواہی قائم کیا کہ اس نے فلاں قاضی کے پاس رجوع کیا ہے اور اس قاضی نے اس کو مال کا تاوان دلایا ہے تو گواہی قبول کیا جائے گا اس لئے کہ سبب درست ہے۔

مال کی گواہی دینے کے بعد شہادت سے رجوع کرنے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِمَالٍ فَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِهِ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا الْمَالَ الْمَشْهُودَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ التَّسْبِيبَ عَلَى وَجْهِ التَّعْدِي سَبَبُ الضَّمَانِ كَحَافِرِ الْبُخْرِ وَقَدْ سَبَّأَ لِلِاتِّلَافِ تَعْدِيًّا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَضْمَنَانِ لِأَنَّهُ لَا عِبْرَةَ لِلتَّسْبِيبِ عِنْدَ وُجُودِ الْمُبَاشَرَةِ. قُلْنَا: تَعَذَّرَ إِيْجَابُ الضَّمَانِ عَلَى الْمُبَاشِرِ وَهُوَ الْقَاضِي لِأَنَّهُ كَالْمَلْجَأِ إِلَى الْقَضَاءِ، وَفِي إِخَابِهِ صَرَفَ النَّاسَ عَنْ تَقْلِيدِهِ وَتَعَذَّرَ اسْتِيفَانِيهِ مِنَ الْمُدْعَى لِأَنَّ الْحُكْمَ مَاصٍ فَاعْتَبَرَ التَّسْبِيبُ، وَإِنَّمَا يَضْمَنَانِ إِذَا قَبِضَ الْمُدْعَى الْمَالَ دَيْنًا كَانَ أَوْ عَيْنًا، لِأَنَّ الْإِتْلَافَ بِهِ يَتَحَقَّقُ، وَلِأَنَّهُ لَا مُمَازَلَةَ بَيْنَ أَخْذِ الْعَيْنِ وَالزَّامِ الدَّيْنِ.

فرمایا کہ جب دو گواہوں نے مال کی گواہی دی پھر انہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو وہ دونوں مشہود علیہ کے لئے مال کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ تعدی کے طور پر سبب مہیا کرنا ضمان کا سبب ہے جس طرح کنواں کھودنے والا اور مذکورہ گواہوں نے بھی تعدی کے طور پر مال تلف کرنے کا سبب مہیا کیا ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ دونوں ضامن نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ ارتکاب فعل کے وقت سبب مہیا کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں کہ مباشر یعنی قاضی پر ضمان واجب کرنا معذرہ ہے اس لئے کہ فیصلہ کرنے میں ایک مجبور شخص کی طرح ہے اور قاضی پر ضمان واجب کرنے میں لوگوں کو عہدہ قضاء قبول کرنے سے دور کرنا ضروری آتا ہے اور مدعی سے بھی ضمان وصول کرنا معذرہ ہے اس لئے کہ حکم نافذ ہو چکا ہے لہذا سبب مہیا کرنے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور دونوں گواہ اسی وقت ضامن ہوں گے جب مدعی نے مال پر قبضہ کر لیا ہو چاہئے وہ مال دین ہو یا عین ہو اس لئے کہ قبضہ کرنے سے ہی تلف کرنا ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ عین لینے اور دین ضروری کرنے میں کوئی مماثلت نہ ہے۔

ایک گواہ کے رجوع پر بقاء کے اعتبار کا بیان

قَالَ (فَإِنْ رَجَعَ أَحَدُهُمَا ضِمْنَ النِّصْفِ) وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي هَذَا بَقَاءُ مَنْ بَقِيَ لَا رُجُوعُ

مَنْ رَجَعَ وَقَدْ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ نِصْفُ الْحَقِّ

وَأَنْ شَهِدَا بِالْمَالِ ثَلَاثَةً فَرَجَعَ أَحَدُهُمْ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ كُلُّ

الْحَقِّ، وَهَذَا لِأَنَّ الْأُمْتَحَاقَ بَاقٍ بِالْحُجَّةِ، وَالْمُتْلِفُ مَتَى اسْتَحَقَّ (سَقَطَ الضَّمَانُ فَأَوْلَى أَنْ

يَمْتَنِعَ) فَإِنْ رَجَعَ الْآخَرُ ضِمْنَ (الرَّاجِعَانِ نِصْفَ الْمَالِ) لِأَنَّ بَقَاءَ أَحَدِهِمْ يَبْقَى نِصْفُ

الْحَقِّ. (وَأَنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ فَرَجَعَتْ امْرَأَةٌ ضِمْنَ رُبْعِ الْحَقِّ) لِبَقَاءِ ثَلَاثَةِ الْأَرْبَاعِ

بِبَقَاءِ مَنْ بَقِيَ (وَأَنْ رَجَعَتَا ضِمْنَ نِصْفِ الْحَقِّ) لِأَنَّ بِشَهَادَةِ الرَّجُلِ يَبْقَى نِصْفُ الْحَقِّ

فرمایا کہ جب دونوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو وہ آدھے کا ضامن ہوگا اور ضابطہ یہ ہے کہ جو باقی رہا اس کی بقاء

معتبر ہے اور رجوع کرنے والے کا رجوع کرنا معتبر نہیں ہے یہ اور وہ شخص باقی ہے جس کی گواہی سے نصف حق باقی ہے اور جب

تین لوگوں نے مال کی گواہی دی پھر ان میں سے ایک نے رجوع کر لیا تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اب بھی ایسے لوگ

باقی ہیں جن کی شہادت سے پورا حق باقی رہ سکتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ استحقاق حجت کے ساتھ باقی ہے اور جب چیز متلف مستحق ہو

جاتی ہے تو ضمان ساقط ہو جاتی ہے لہذا رجوع کرنے والے پر بدرجہ اولیٰ ممتنع ہوگا۔ پھر جب دو میں سے ایک اور نے رجوع کر لیا تو

وہ دونوں آدھے مال کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ ان میں سے ایک کی بقاء سے آدھا مال باقی رہتا ہے اور جب ایک مر اور دو

عورتوں نے گواہی دی اور پھر ان میں سے ایک عورت نے رجوع کر لیا تو وہ چوتھائی مال کی ضامن ہوگی اس لئے کہ جو اس پر باقی ہیں

ان کی بقاء سے تین چوتھائی حق باقی ہے اور جب دونوں عورتوں نے رجوع کر لیا تو وہ آدھے مال کی ضامن ہوں گی اس لئے کہ ایک

مرد کی گواہی سے آدھا حق باقی ہے۔

ایک مرد اور دس عورتوں کی شہادت سے رجوع کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَ رَجُلٌ وَعَشْرَةُ نِسْوَةٍ ثُمَّ رَجَعَ فَمَنْ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِنَّ) لِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ كُلُّ الْحَقِّ (فَإِنْ رَجَعَتْ أُخْرَى كَانَتْ عَلَيْهِنَّ رُبْعُ الْحَقِّ) لِأَنَّهُ بَقِيَ النِّصْفُ بِشَهَادَةِ الرَّجُلِ وَالرُّبْعُ بِشَهَادَةِ الْبَاقِيَةِ فَبَقِيَ ثَلَاثَةُ الْأَرْبَاعِ (وَإِنْ رَجَعَ الرَّجُلُ وَالنِّسَاءُ فَقَلَى الرَّجُلُ سُدُسُ الْحَقِّ وَعَلَى النِّسْوَةِ خُمُسَةُ أَسَدَاسِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا عَلَى الرَّجُلِ النِّصْفُ وَعَلَى النِّسْوَةِ النِّصْفُ) لِأَنَّهُنَّ وَإِنْ كَثُرْنَ يَقُمْنَ مَقَامَ رَجُلٍ وَاحِدٍ وَلِهَذَا لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُنَّ إِلَّا بِانْضِمَامِ رَجُلٍ وَاحِدٍ .

وَلَا بِأَبَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ كُلَّ امْرَأَتَيْنِ قَامَتَا مَقَامَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، (قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي نُقُصَانِ عَقْلِيهِنَّ عُدْتُ شَهَادَةَ اثْنَتَيْنِ مِنْهُنَّ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ وَاحِدٍ) فَصَارَ كَمَا إِذَا شَهِدَ بِذَلِكَ سِتَّةُ رِجَالٍ ثُمَّ رَجَعُوا (وَإِنْ رَجَعَ النِّسْوَةُ الْعَشْرَةُ دُونَ الرَّجُلِ كَانَتْ عَلَيْهِنَّ نِصْفُ الْحَقِّ عَلَى الْقَوْلَيْنِ) لِمَا قُلْنَا

(وَلَوْ شَهِدَ رَجُلَانِ وَامْرَأَةٌ بِمَالٍ ثُمَّ رَجَعُوا فَالضَّمَانُ عَلَيْهِمَا دُونَ الْمَرَأَةِ) لِأَنَّ الْوَاحِدَةَ لَيْسَتْ بِشَاهِدَةٍ بَلْ هِيَ بَعْضُ الشَّاهِدِ فَلَا يُضَافُ إِلَيْهِ الْحُكْمُ .

جب ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی اور ان میں سے آٹھ نے رجوع کر لیا تو ان پر ضمان واجب نہیں ہے اس لئے کہ ابھی تک اتنے گواہ باقی ہیں جن کی گواہی سے پورا حق باقی ہے پھر جب ان میں سے ایک اور نے رجوع کر لیا تو ان پر چوتھائی حق کی ضمان آئے گی اس لئے کہ مرد کی گواہی سے آدھا حق باقی ہے اور چوتھائی حق عورت کی گواہی سے باقی ہے لہذا تین چوتھائی حق باقی ہے اور جب مرد اور عورتوں سب نے رجوع کر لیا تو امام اعظم کے نزدیک مرد پر چھٹا حصہ واجب ہوگا اور عورتوں پر حق کے پانچ سدس واقع ہوں گے۔

صاحبین نے فرمایا ہے کہ آدھا مرد پر واجب ہوگا اور آدھا عورتوں پر اس لئے ہے کہ عورتیں زیادہ ہیں لیکن پھر بھی ایک مرد کے قائم مقام ہیں اسی وجہ سے مرد کو ملائے بغیر ان کی شہادت مقبول نہیں ہوتی حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ ہر مرد دو عورتوں کے برابر ہوتا ہے آپ ﷺ نے عورتوں کی عقل کے نقصان کے متعلق فرمایا کہ عورتوں میں سے دو کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے لہذا یہ ایسا ہو گیا جیسے چھ مردوں نے گواہی دی پھر سب نے رجوع کر لیا ہو۔ پھر جب دس عورتوں نے رجوع کر لیا ہو اور مرد نے رجوع نہ کیا ہو تو دونوں قولوں کے مطابق عورتوں پر نصف حق واجب ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی اور جب دو مرد اور ایک عورت نے مال کی گواہی پھر سب نے رجوع کر لیا تو مردوں پر ہی ضمان واجب ہوگا نہ کہ عورت پر اس لئے کہ ایک عورت گواہ

نہیں ہے بلکہ گواہی کا ایک حصہ ہے لہذا اس کی جز کی طرف حکم منسوب نہیں ہوگا۔

مہر مثلی کی شہادت دونوں گواہوں کے رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ عَلَى امْرَأَةٍ بِالنِّكَاحِ بِمُقَدَّارِ مَهْرٍ مِثْلَهَا ثُمَّ رَجَعَا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِمَا، وَكَذَلِكَ إِذَا شَهِدَا بِأَقْلٍ مِنْ مَهْرٍ مِثْلَهَا) لِأَنَّ مَنَافِعَ الْبُضْعِ غَيْرُ مُتَقَرِّمَةٍ عِنْدَ الْإِتْلَافِ لِأَنَّ التَّضْمِينَ يَسْتَدْعِي الْمُمَاثَلَةَ عَلَى مَا عُرِفَ، وَإِنَّمَا نَضَمْنُ وَتَتَقَرَّمُ بِالتَّمْلِكِ لِأَنَّهَا تَصِيرُ مُتَقَرِّمَةً ضَرُورَةً الْمِلْكِ إِبَانَةً لِحَظَرِ الْمَحَلِّ (وَكَذَا إِذَا شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ يَتَزَوَّجُ امْرَأَةً بِمُقَدَّارِ مَهْرٍ مِثْلَهَا) لِأَنَّهُ إِتْلَافٌ بِعَوَضٍ لَمَّا أَنَّ الْبُضْعَ مُتَقَرَّمٌ حَالَ الدُّخُولِ فِي الْمِلْكِ وَالْإِتْلَافُ بِعَوَضٍ كَلَّا إِتْلَافٍ، وَهَذَا لِأَنَّ مَبْنَى الضَّمَانِ عَلَى الْمُمَاثَلَةِ وَلَا مُمَاثَلَةَ بَيْنَ الْإِتْلَافِ بِعَوَضٍ وَبَيْنَهُ بِغَيْرِ عَوَضٍ (وَإِنْ شَهِدَا بِأَكْثَرٍ مِنْ مَهْرٍ الْمِثْلِ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِنَا الزِّيَادَةَ) لِأَنَّهُمَا اتَّفَقَا مِنْ غَيْرِ عَوَضٍ.

فرمایا کہ جب دو گواہوں نے کسی عورت پر مہر مثل کے عوض نکاح کی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو ان کوئی ضمان نہیں ہے اور اسی طرح جب انہوں نے مہر مثل سے کم پر گواہی دی ہو اس لئے کہ اطلاق کے وقت منافع بضع مستقیم نہیں ہوتے اس لئے کہ ضامن بنانا مماثلت کا متقاضی ہوتا ہے جس طرح معلوم ہو چکا ہے اور مالک بننے سے منافع بضع مضمون بھی ہوتا ہے اور مستقیم بھی اس لئے کہ نخل کی شرافت کو ظاہر کرنے کے لئے ضرورت ملک کے تحت منافع بضع مستقیم ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طرح جب دو مردوں نے کسی مرد پر کسی عورت کے ساتھ اس کے مہر مثل کے ساتھ نکاح کرنے پر گواہی دی اس لئے کہ یہ عوض کے ساتھ ضائع کرنا ہے اس لئے کہ ملک میں داخل ہونے کی حالت میں بضع مستقیم ہوتا ہے اور اطلاق یا عوض عدم اطلاق کی طرح ہو گیا اور یہ حکم اس وجہ سے کہ ضمان کا دار و مدار مماثلت پر ہے اور اطلاق یا عوض اور اطلاق بغیر عوض میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اور جب گواہوں نے مہر مثل سے زیادہ کی گواہی دی اور پھر انہوں نے رجوع کر لیا تو وہ زیادتی کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے زائد مقدار کو بغیر عوض ضائع کیا ہے۔

بیع کی شہادت دینے کے بعد رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ شَهِدَا بِبَيْعِ شَيْءٍ بِمِثْلِ الْقِيَمَةِ أَوْ أَكْثَرَ ثُمَّ رَجَعَا لَمْ يَضْمَنَا) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِإِتْلَافٍ مَعْنَى نَظَرًا إِلَى الْعَوَضِ (وَإِنْ كَانَ بِأَقْلٍ مِنَ الْقِيَمَةِ ضَمِنَا النُّقْصَانَ) لِأَنَّهُمَا اتَّفَقَا هَذَا الْحُرَّةُ بِلَا عَوَضٍ. وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْبَيْعُ بَاتًا أَوْ فِيهِ خِيَارُ الْبَائِعِ، لِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْبَيْعُ السَّابِقُ فَيُضَافُ الْحُكْمُ عِنْدَ مَقْطُوعِ الْخِيَارِ إِلَيْهِ فَيُضَافُ التَّلَفُ إِلَيْهِمْ

فرمایا کہ جب دونوں نے کسی چیز کو مثلی قیمت یا اس سے زائد کے عوض فروخت کرنے کی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو وہ ضامن نہیں ہوں گے اس لئے کہ عوض کی طرف دیکھا جائے تو یہ معنی کے اعتبار سے اختلاف نہیں ہے اور جب مثل قیمت سے کم کی گواہی دی تو وہ نقصان کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے اس جز کو بلا عوض ہلاک کیا ہے۔ اور اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ بیع قطعی ہو یا اس میں بیچنے والا کا خیار ہو اس لئے کہ جب توقع سابق ہے لہذا سقوط خیار کے وقت حکم اسی طرف منسوب کیا جائے گا اور ضائع بھی انہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

دخول سے قبل طلاق کی گواہی سے رجوع کرنے کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا ثَمَّةَ رَجَعَا ضَمِيمًا بِنِصْفِ الْمَهْرِ) لَا تَبْطُلُ
اَلْكَفَا ضَمِيمًا عَلَى شَرَفِ السُّقُوطِ، اَلَا تَرَى اَمَّا لَوْ طَاوَعَتْ ابْنُ الزَّوْجِ اَوْ اَرْتَدَّتْ نَقْطَ
الْمَهْرِ اَصْلًا وَلَا اَنَّ الْفُرْقَةَ قَبْلَ الدُّخُولِ فِي مَعْنَى الْقَسْحِ فَيُوجِبُ سُقُوطَ جَمِيعِ الْمَهْرِ كَمَا
مَرَّ فِي النِّكَاحِ، ثُمَّ يَجِبُ نِصْفُ الْمَهْرِ ابْتِدَاءً بِطَرِيقِ الْمُنْعَةِ لَكَانَ وَاجِبًا بِشَهَادَتَيْهِمَا .

اور جب دونوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے پھر انہوں نے رجوع کر لیا تو وہ دونوں آدھے مہر کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے اس ضمان کو موکد کر دیا ہے جو ساقط ہونے کے قریب تھا کیا دیکھتے نہیں کہ جب عورت ابن زوج سے مطاوعت کرے یا مرد ہو جائے تو مہر بالکل ساقط ہو جائے گا اور اس لئے کہ فرقت قبل الدخول نسخ کے معنی میں ہے لہذا یہ پورے مہر کے سقوط کو واجب کرتا ہے جس طرح کتاب الزکات میں گذر چکا ہے پھر ابتدا بطریق متعد نصف مہر واجب ہوگا اور یہ ان گواہوں کی گواہی سے ہوگا۔

غلام کو آزاد کرنے کی شہادت سے رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ شَهِدَا أَنَّهُ أَعْتَقَ عَبْدَهُ ثُمَّ رَجَعَا ضَمِيمًا فِيمَتَهُ) لَا تَبْطُلُ اَتْلَفَا مَالِيَّةَ الْعَبْدِ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ
عَوَضٍ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتَقِ لِأَنَّ الْعِتْقَ لَا يَتَحَوَّلُ إِلَيْهِمَا بِهَذَا الضَّمَانِ فَلَا يَتَحَوَّلُ الْوَلَاءُ

فرمایا کہ جب دونوں نے اس بات کی گواہی دی کہ غلام آدمی نے اپنا غلام آزاد کر دیا ہے، پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو دونوں گواہ اس غلام کی قیمت کے ضامن ہوں گے اس لئے کہ دونوں گواہوں نے آقا پر غلام کی مالیت بغیر عوض ضائع کیا ہے اور والاء معتق کے لئے ہے اس لئے کہ اس ضمان کی وجہ کی سے حق گواہوں کی طرف منتقل نہیں ہوگا لہذا ولاء بھی ان کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

قصاص کی گواہی دینے کے بعد رجوع کرنے کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَا بِقِصَاصٍ ثُمَّ رَجَعُوا بَعْدَ الْقَتْلِ ضَمِيمُوا الدِّيَّةَ وَلَا يُقْتَصُّ مِنْهُمْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ

رَحِمَهُ اللَّهُ : يُقْتَضُّ مِنْهُمْ لَوْجُودِ الْقَتْلِ مِنْهُمْ تَسْبِيًا فَاشْبَهَ الْمُكْرَةَ بَلْ أَوْلَى ، لِأَنَّ الْوَلِيَّ يُعَارِ
وَالْمُكْرَةَ يُنْعَمُ .

وَلَسَا أَنَّ الْقَتْلَ مُبَاشَرَةً لَمْ يَوْجَدْ ، وَكَذَا تَسْبِيًا لِأَنَّ التَّسْبِيَّ مَا يُفْضَى إِلَيْهِ غَالِبًا ، وَهَاهُنَا لَا
يُفْضَى لِأَنَّ الْعَفْوَ مَنْذُوبٌ ، بِخِلَافِ الْمُكْرَةِ لِأَنَّهُ يُؤَثِّرُ حَيَاتَهُ ظَاهِرًا ، وَلِأَنَّ الْفِعْلَ الْإِخْتِيَارِيَّ
مِمَّا يَقْطَعُ النَّسَبَ ، ثُمَّ لَا أَقْلَ مِنَ الشُّبْهَةِ وَهِيَ دَارِئَةٌ لِلْقَصَاصِ ، بِخِلَافِ الْمَالِ لِأَنَّهُ يَنْشُئُ مَعَ
الشُّبْهَاتِ وَالْبَاقِي يُعْرَفُ فِي الْمُخْتَلِفِ .

اور جب گواہوں نے قصاص کی گواہی دی اور پھر قتل کے بعد انہوں نے رجوع کر لیا تو وہ دیت کے ضامن ہوں
کے اور ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان سے قصاص لیا جائے گا اس لئے کہ ان کی طرف سے قتل سبب بن کر پایا ہے اس لئے یہ مکروہ کے
مشابہ ہو گیا بلکہ اس سے بھی اغلب ہے اس لئے کہ ولی کا تعاون کیا جاتا ہے اور مکروہ کو روکا جاتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قتل مباشرۃ نہیں پایا گیا نیز سبب بن کر بھی نہیں پایا گیا اس لئے کہ سبب وہ ہوتا ہے جو عموماً مسبب تک پہنچا
دیتا ہے اور یہاں سبب لے جانے والا نہیں ہے اس لئے کہ معاف کرنا مستحب ہے مکروہ کے خلاف اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ اپنی
زندگی کو ترجیح دے گا اور اس لئے کہ یہ فعل اختیاری ان چیزوں میں سے ہے جو نسبت کو ختم کر دیتا ہے پھر یہ شبہ سے کم نہیں ہے اور شبہ
قصاص کو دور کر دیتا ہے مال کے خلاف اس لئے کہ مال شہادت کے باوجود ثابت ہو جاتا ہے اور بقیہ تفصیل ظاہر الروایہ میں معلوم ہو
گی۔

شہود فرع کے رجوع کے سبب ضامن ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا رَجَعَ شُهَدَاؤُ الْفُرْعِ ضَمِنُوا) لِأَنَّ الشَّهَادَةَ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ صَدَرَتْ مِنْهُمْ فَكَانَ
التَّلَفُ مُضَافًا إِلَيْهِمْ (وَلَوْ رَجَعَ شُهَدَاؤُ الْأَصْلِ وَقَالُوا لَمْ نُشْهِدْ شُهَدَاؤُ الْفُرْعِ عَلَى شَهَادَتِنَا فَلَا
ضَمَانَ عَلَيْهِمْ) لِأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا السَّبَبَ وَهُوَ الْإِشْهَادُ فَلَا يَبْطُلُ الْقَضَاءُ لِأَنَّهُ خَيْرٌ مُحْتَمِلٌ
فَصَارَ كَرَجُوعِ الشَّاهِدِ ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْقَضَاءِ (وَإِنْ قَالُوا أَشْهَدْنَا هُمْ وَغَلَطْنَا ضَمِنُوا وَهَذَا
عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِمْ) لِأَنَّ الْقَضَاءَ وَقَعَ بِشَهَادَةِ
الْفُرُوعِ لِأَنَّ الْقَاضِيَ يَقْضِي بِمَا يُعَايِنُ مِنَ الْحُجَّةِ وَهِيَ شَهَادَتُهُمْ . وَلَهُ أَنَّ الْفُرُوعَ نَقَلُوا
شَهَادَةَ الْأَصُولِ فَصَارَ كَأَنَّهُمْ حَضَرُوا

۱۔ فرمایا کہ جب شہود فروغ نے رجوع کیا تو وضامن ہوں گے اس لئے کہ مجلس میں ان کی طرف سے کوئی صادر ہوئی ہے ہذا ضائع کرنا بھی ان کی طرف منسوب کیا جائے گا اور جب اسلیٰ واہ نے رجوع کیا اور یہ کہا کہ میں نے اپنی شہادت پر شہود فروغ کو شہد نہیں بنایا تو ان پر ضمان واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اصل نے سبب ضمان یعنی گواہ بنانے کا انکار کر دیا ہے اور قضاء باطل نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ خبر محتمل ہے لہذا یہ گواہ کے رجوع کرنے کی طرح ہو گیا قضاء سے پہلے کے خلاف ہے۔

اور جب اسلیٰ گواہ نے کہا کہ ہم نے فروغ کو گواہ بنایا تھا اور ہم سے غلطی ہوئی ہے تو وہ ضامن ہوں گے اور یہ قول امام محمد کا ہے شیخین کے نزدیک ان پر ضمان نہیں ہوگی اس لئے کہ فیصلہ فروغ کی گواہی پر ہوا ہے اس لئے کہ قاضی اسی حجت پر فیصلہ کرتا ہے جس کا وہ مشاہدہ کرتا ہے اور وہ فروغ کی شہادت ہے امام محمد کی دلیل یہ ہے فرد نے اصل کی شہادت نقل کی ہے ہذا یہ ایسا ہو گیا جیسے خود اصول نے حاضر ہو کر شہادت دی ہو۔

اصول و فروغ سب کا شہادت سے رجوع کرنے کا بیان

(وَلَوْ رَجَعَ الْأُصُولُ وَالْفُرُوعُ جَمِيعًا يَحِبُّ الضَّمَانُ عِنْدَهُمَا عَلَى الْفُرُوعِ لَا غَيْرُ) لِأَنَّ الْقَضَاءَ وَقَعَ بِشَهَادَتِهِمْ: وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ ضَمِينَ الْأُصُولِ وَإِنْ شَاءَ ضَمِينَ الْفُرُوعِ، لِأَنَّ الْقَضَاءَ وَقَعَ بِشَهَادَةِ الْفُرُوعِ مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي ذَكَرْنَا وَبِشَهَادَةِ الْأُصُولِ مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي ذَكَرَ فَيَتَحَبَّرُ بَيْنَهُمَا، وَالْجِهَتَانِ مُتَغَايِرَتَانِ فَلَا يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا فِي التَّضْمِينِ (وَإِنْ قَالَ شُهُودُ الْفُرُوعِ كَذَبَ شُهُودُ الْأَصْلِ أَوْ غَلَطُوا فِي شَهَادَتِهِمْ لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَيْ ذَلِكَ) لِأَنَّ مَا أَمْضَى مِنَ الْقَضَاءِ لَا يُنْتَقَضُ بِقَوْلِهِمْ، وَلَا يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَيْهِمْ لِأَنَّهُمْ مَا رَجَعُوا عَنْ شَهَادَتِهِمْ إِنَّمَا شَهِدُوا عَلَى غَيْرِهِمْ بِالرُّجُوعِ.

اور جب اصول اور فروغ سب نے رجوع کر لیا تو شیخین کے ضمان فروغ پر واجب ہوگا اس لئے کہ فیصلہ ان کی

شہادت پر ہوا ہے۔

امام محمد کے نزدیک مدعی علیہ اختیار ہوگا جب چاہے تو اصول وضامن بنائے جب چاہے فروغ وضامن بنائے اس لئے کہ فیصلہ فروغ کی شہادت اس طریقے کے مطابق ہوا ہے جسے حضرات شیخین نے بیان کیا ہے اور اصول کی شہادت پر اس طریقے پر واقع ہوا ہے جسے امام محمد نے بیان کیا ہے اس لئے کہ مدعی علیہ کو دونوں کے درمیان اختیار ہوگا اور دونوں اطراف آپس میں متغایر ہیں۔

ہذا ضامن بنانے میں اصول اور فروغ کو جمع نہیں کیا جائے گا اور جب شہود فروغ نے کہا کہ شہود اصل جھوٹے ہیں یا انہوں نے اس غلطی کی ہے تو اس طرف توجہ نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جو حکم قضاء گزر چکا ہے وہ ان کے قول سے نہیں وائے گا اور نہ اس پر ضمان بھی نہیں واجب ہوگا اس لئے کہ انہوں نے اپنی گواہی سے رجوع نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اپنے سوا رجوع کی گواہی کی ہے۔

مزکون کا تزکیہ سے رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ رَجَعَ الْمُزَكَّوْنَ عَنِ التَّزْكِيَةِ) (ضَمِنُوا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَقَالَ: لَا يَصْمَنُونَ لِأَنَّهُمْ أَتَوْا عَلَى الشُّهُودِ خَيْرًا فَصَارُوا كَشُهُودِ الْإِحْصَانِ. وَلَهُ أَنَّ التَّزْكِيَةَ أَعْمَالٌ لِلشَّهَادَةِ، إِذَا الْقَاضِي لَا يَعْمَلُ بِهَا إِلَّا بِالتَّزْكِيَةِ فَصَارَتْ بِمَعْنَى عِلَّةِ الْعِلَّةِ، بِخِلَافِ شُهُودِ الْإِحْصَانِ لِأَنَّهُ شَرْطٌ مَخْصُصٌ

فرمایا کہ جب تزکیہ کیے جانے والوں نے اپنے تزکیہ سے رجوع کر لیا تو وہ ضامن ہوں گے۔ حضرت امام اعظم کے نزدیک جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ ضامن نہیں ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے گواہوں کی اچھی تعریف کی ہے ہندو احسان کے گواہوں کی طرح ہو گئے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ گواہی کو کارآمد بنانے کے لئے ہوتا ہے اس لئے کہ تزکیہ کے بغیر قاضی گواہی پر عمل نہیں کرتا پس تزکیہ علت علت کے معنی میں ہو گیا شہود احسان کے خلاف اس لئے کہ یہ صرف شرط ہے۔

یمن و شرط کے گواہوں کے رجوع کرنے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ شَاهِدَانِ بِالْيَمِينِ وَشَاهِدَانِ بِوُجُودِ الشَّرْطِ ثُمَّ رَجَعُوا قَالَ الضَّمَانُ عَلَى شُهُودِ الْيَمِينِ خَاصَّةً) لِأَنَّهُ هُوَ السَّبَبُ، وَالتَّلَفُ يُضَافُ إِلَى مُثْنِي السَّبَبِ دُونَ الشَّرْطِ الْمَخْصُصِ: أَلَا تَرَى أَنَّ الْقَاضِي يَقْضِي بِشَهَادَةِ الْيَمِينِ دُونَ شُهُودِ الشَّرْطِ، وَلَوْ رَجَعَ شُهُودُ الشَّرْطِ وَخَذَهُمُ اخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ فِيهِ. وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ يَمِينُ الْعِتَاقِ وَالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ.

فرمایا کہ جب دو گواہوں نے یمن کی شہادت دی اور دوسرے دو گواہوں نے وجود شرط کی گواہی دی پھر سب نے رجوع کر لیا تو ضمان شہود یمن پر خصوصاً واجب ہو گا اس لئے کہ یہی سبب ہیں اور ہلاک کرنا سبب ثابت کرنے والوں کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ کہ شرط کو ثابت کرنے والوں کی طرف کیا آپ دیکھتے نہیں کہ قاضی یمن پر فیصلہ کرتا ہے نہ کہ وجود شرط پر اور جب صرف شہود شرط نے رجوع کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور مسئلہ کے معنی یمن عتاق اور یمن طلاق قبل الدخول کے ہیں۔

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب وکالت کے بیان میں ہے

کتاب وکالت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ کتاب شہادات کے بعد کتاب وکالت لائے ہیں کیونکہ انسانی طبعی طور پر مدنی پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کی معاش کی ضرورت ہوتی ہے اور شہادات کا تعلق معاوضات سے ہے جبکہ وکالت بھی اسی میں سے ہے۔ اور اس میں بھی اسی طرح معاوضہ ہے پس یہ مفرد سے مرکب کی طرح ہو جائے گا پس ہم نے اس کو مؤخر کر دیا ہے۔ اور وکالت کو "واو" کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے کیونکہ یہ توکیل کا اسم ہے اور اس کا معنی ہے ہر وہ چیز جس کو کسی کے سپرد کر دیا جائے۔ اور وکیل فعل کی طرح بمعنی مفعول کے ہے یعنی جس کو کوئی معاملہ سپرد کر دیا گیا ہو۔ لہذا مفعول الیہ وکیل کو کہا جاتا ہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۷۰، بیروت)

وکالت کے فقہی مفہوم کا بیان

وکالت کے معنی ہیں اپنے حقوق و مال کے تصرف یعنی لینے دینے میں کسی دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانا وکالت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مؤکل یعنی کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنانے والا (تصرف یعنی لین دین کا مالک ہو اور جس شخص کو وکیل بنایا جا رہا ہو وہ اس معاملہ کو جانتا ہو جس میں وہ وکیل بنایا گیا ہے۔

اور جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرنا بھی جائز اور جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز نہیں ہے اس میں وکیل کرنا بھی جائز نہیں ہے مثلاً کوئی شخص شراب یا سور وغیرہ حرام چیزوں کی خرید و فروخت کے لئے کسی کو وکیل کر دے تو یہ درست نہیں ہوگا تمام حقوق کو ادا کرنے اور ان کے حاصل کرنے میں وکیل کرنا جائز ہے اسی طرح حقوق پر قبضہ کرنے کے لئے بھی وکیل کرنا جائز ہے مگر حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی انجام دہی پر باوجود مؤکل کے اس جگہ موجود نہ ہونے کے لئے وکالت درست نہیں ہوتی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حقوق کی جواب دہی کے لئے وکیل کرنا فریق ثانی کی رضا مندی کے بغیر جائز نہیں ہے ہاں اگر مؤکل بیمار ہو یا تین منزل کی مسافت یا اس سے زائد کی دوری پر ہو تو جائز ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کہتے ہیں کہ فریق ثانی کی رضا مندی کے بغیر بھی حقوق کی جاب دہی کے لئے وکیل کرنا جائز ہے۔

وکالت کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عروہ بن الجعد باری کے بارے میں منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انہیں ایک دینار دیا تاکہ وہ آپ ﷺ کے لئے ایک بکری خرید لائیں چنانچہ انہوں نے ایک دینار میں دو بکریاں خرید لیں اور پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار سے بونہ کسی کے ہاتھ بیچ دیا اس طرح انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ایک بکری دی اور ایک دینار بھی دیا۔ رسول کریم ﷺ نے ان کی اس ذہانت سوخوش ہو کر ان کے خرید و فروخت کے معاملات میں برکت کی دعا فرمائی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اگر وہ مٹی خرید لیتے تو اس میں بھی انہیں فائدہ ہوتا (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 151)

ابن ملک کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجارتی معاملات میں وکالت جائز ہے اسی طرح ان تمام چیزوں میں بھی کسی کو اپنا وکیل بنانا درست ہے جن میں نیابت اور قائم مقامی چلتی ہو۔

اگر کوئی شخص کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر بیچے تو بیع منعقد ہو جاتی ہے لیکن اس کا صحیح ہونا مال کے مالک کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر مال کا مالک اجازت دے دے گا تو بیع صحیح ہو جائے گی۔ یہ حنفیہ کا مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال بیچنا سرے سے جائز ہی نہیں ہے اگرچہ بعد میں مالک کی اجازت بھی حاصل کیوں نہ ہو جائے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو رخصت ہونے کے ارادہ سے (نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ میں نے خیبر جانے کا ارادہ کر لیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم خیبر میں میرے وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے پندرہ دینار (کھجوریں) لے لینا اگر وہ تم سے کوئی نشانی مانگے تو اپنا ہاتھ اس کے حلق پر رکھ دینا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 154)

آنحضرت ﷺ نے جس شخص کو خیبر میں اپنا وکیل مقرر کر رکھا تھا اسے یہ ہدایت دے رکھی ہوئی کہ اگر کوئی شخص میری طرف سے کچھ مانگنے آئے اور تم اس سے میرا فرستادہ ہونے کی کوئی نشانی و ملامت طلب کرو اور وہ اپنا ہاتھ تمہارے حلق پر رکھ دے تو سمجھ لینا کہ اس شخص کو میں نے بھیجا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت جابر کو یہی نشانی سکھا کر بھیجا تاکہ وکیل اس نشانی کے ذریعہ ان کو پندرہ دینار (کھجوریں) دیدے۔

خود حضور اقدس ﷺ نے بعض امور میں لوگوں کو وکیل بنایا، حکیم بن حزام غنیمت کو قربانی کا جانور خریدنے کے لئے وکیل کیا۔ اور بعض صحابہ کو نکاح کا وکیل کیا وغیرہ وغیرہ۔ اور وکالت کے جواز پر اجماع امت بھی منعقد ہند کتاب وسنت واجماع سے اس کا جواز ثابت۔ وکالت کے یہ معنی ہیں کہ جو تصرف خود کرتا اس میں دوسرے کو اپنے قائم مقام کر دینا۔

وکالت کرنے والے کا مفہوم

ایک ایسا شخص جو دوسرے شخص کی جگہ ملے یا اس کی نمائندگی (وکالت) کرتا ہو۔ وکیل کو بعض اوقات زندہ اور کارندہ بھی کہا جاتا ہے۔ وکیل (قانون)، ایک شخص جسے دوسرے شخص کی جگہ کام کرنے یا اس کی نمائندگی کرنے کا اختیار حاصل ہو۔

ہے۔ وکیل - فرد ایک شخص جو تعلیمات اور سفر کا بندہ بہت رہتا ہے۔

وکیل (قانون) وکیل (advocate) ایک ایسی شخصیت کو کہلاتا ہے کہ جو دوسرے (اپنے مدافع) کی جانب سے اس کی بابت گفتگو کرے، اس مضمون میں یہ مشتق قانون سے متعلق تصور کی گئی ہے اور اس وجہ سے یہ مضمون صرف قانونی وکیل ہے۔ عام طور پر اردو میں وکیل کا لفظ lawyers کے مقابل کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جو کہ درست نہیں ہے، lawyer کو اردو میں قانون دان کہتے ہیں۔

ہر جائز عقد میں جواز وکالت کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ كُلُّ عَقْدٍ جَازٍ أَنْ يَعْقِدَهُ الْإِنْسَانُ بِنَفْسِهِ جَازٌ أَنْ يُوَكَّلَ بِهِ غَيْرُهُ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَعْجُزُ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ بِنَفْسِهِ عَلَى اعْتِبَارِ بَعْضِ الْأَحْوَالِ فَيَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُوَكَّلَ غَيْرُهُ لِيَكُونَ بِسَبِيلِ مِنْهُ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ .

وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَّلَ بِالشَّرَاءِ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ وَبِالتَّزْوِيجِ عُمَرَ بْنَ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) .

فرمایا کہ ہر وہ عقد جس کو انسان بذات خود ہر انجام دے سکتا ہے اس کے لئے اس پر دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز ہے اس لئے کہ انسان بعض عوارض کی وجہ سے کچھ کام کرنے سے عاجز بھی ہوتا ہے اور وہ محتاج ہوتا اس کام کے لئے دوسرے کو وکیل بنانے کا پس حاجت کو دور کرنے کے لئے وکیل بنانے کی گنجائش ہے۔ اور یہ ثابت ہے صحیح روایت سے کہ آپ ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام کو شراء کا اور حضرت عمر بن ام سلمہ کو نکاح کرنے کا وکیل بنایا ہے۔

وکالت بہ خصوصت کا تمام حقوق میں جائز ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الْوَكَالَةُ بِالْخُصُومَةِ فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ) لِمَا قَدْ مَنَّا مِنَ الْحَاجَةِ إِذْ لَيْسَ كُلُّ أَحَدٍ يَهْتَدِي إِلَى وَجْهِ الْخُصُومَاتِ .

وَقَدْ صَحَّ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَّلَ عَتِيلًا، وَبَعْدَ مَا أَسَى وَكَّلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَفْصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (وَكَذًا بِإِسْفَانِيَّهَا وَاسْتِيفَانِيَّهَا إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ فَإِنَّ الْوَكَالَهَ لَا تَصِحُّ بِاسْتِيفَانِيَّهَا مَعَ غَيْبَةِ الْمُوَكَّلِ عَنِ الْمَجْلِسِ) لِأَنَّهَا تَنْدَرُ بِالشُّبُهَاتِ وَشُبُهَةِ الْعَمَلِ تَابِتَةِ حَالِ غَيْبَةِ الْمُوَكَّلِ، بَلْ هُوَ الظَّاهِرُ لِلذَّبِّ الشَّرْعِيِّ، بِخِلَافِ غَيْبَةِ الشَّاهِدِ لِأَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ الرُّخُوعِ، وَبِخِلَافِ حَالَةِ الْحَضَرَةِ لِانْتِفَاءِ هَذِهِ الشُّبُهَةِ، وَلَيْسَ كُلُّ أَحَدٍ يُحِبُّ الْإِسْتِيفَاءَ فَلَوْ مَنَعَ عَنْهُ يَسُدُّ بَابَ الْإِسْتِيفَاءِ أَصْلًا، وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَحَمَهُ اللَّهُ

(وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا تَجُوزُ الْوَكَالَةُ بِاثْبَاتِ الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ بِإِقَامَةِ الشُّهُودِ أَيْضًا) وَمُحَمَّدٌ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقِيلَ مَعَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ، وَقِيلَ هَذَا إِخْتِلَافٌ لِي غَيْبَتِهِ دُونَ حَضَرَتِهِ لِأَنَّ كَلَامَ الْوَكِيلِ يَتَقَبَّلُ إِلَى الْمُوَكَّلِ عِنْدَ حُضُورِهِ فَقَصَارَ كَأَنَّهُ مُتَكَلِّمٌ بِنَفْسِهِ.

لَهُ أَنَّ التَّوَكِيلَ إِنَابَةٌ وَشُبْهَةُ النِّيَابَةِ يَتَحَرَّرُ عَنْهَا فِي هَذَا الْبَابِ (كَمَا فِي الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ وَكَمَا فِي الْإِسْتِيفَاءِ) وَلَا يَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْخُصُومَةَ شَرْطٌ مُخَصَّصٌ لِأَنَّ الْوُجُوبَ مُضَافٌ إِلَى الْجَنَائَةِ وَالظُّهُورَ إِلَى الشَّهَادَةِ فَيَجْرِي فِيهِ التَّوَكِيلُ كَمَا فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ، وَعَلَى هَذَا الْإِخْلَافِ التَّوَكِيلُ بِالْجَوَابِ مِنْ جَانِبِ مَنْ عَلَيْهِ الْحَدُّ وَالْقِصَاصُ. وَكَلَامُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيهِ أَظْهَرَ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ لَا تَمْنَعُ الدَّفْعَ، غَيْرَ أَنَّ إِقْرَارَ الْوَكِيلِ غَيْرُ مَقْبُولٍ عَلَيْهِ لِمَا فِيهِ مِنْ شُبْهَةِ عَدَمِ الْأَمْرِ بِهِ.

فرمایا کہ تمام حقوق میں وکالت خصومت کے ساتھ جائز ہے اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے مقدم حاجت بیان کی ہے اس لئے کہ ہر شخص طرق خصومات کی طرف راویاں نہیں ہوتا اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خصومات میں حضرت عقیل کو وکیل بنایا اور ان کی عمر دراز ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر کو وکیل بنایا تھا۔

اور حدود اور قصاص کے سوا تمام حقوق کی ادائیگی کا اور ہموئی کا بھی یہی حکم ہے البتہ حدود اور قصاص حاصل کرنے کے لئے مجلس میں موکل کے نہ پائے جانے سے وکالت جائز نہیں ہے اس لئے کہ شبہات سے حدود اور قصاص ساقط ہو جاتے ہیں اور موکل کی عدم موجودگی میں قاتل کو معاف کرنے کا شبہ موجود ہے بلکہ شرعاً مسترد ہوئے کی وجہ سے یہی ظاہر ہے شاہد کی غیبت کے خلاف اس نے رجوع نہ کرنا ظاہر ہے موکل کی موجودگی کے خلاف اس لئے کہ غشوکا شبہ معدوم ہے اور ہر شخص قصاص لینے پر قادر بھی نہیں ہوتا لہذا جب وکیل بنانے سے روک دیا جائے تو قصاص سے وصولیابی کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا اور یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ امام اعظم کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ گواہ قائم کر کے بھی حدود اور قصاص ثابت کرنے کے لئے وکیل بنانا جائز نہیں ہے۔

اور امام محمد، امام اعظم کے ساتھ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اختلاف موکل کی غیبت میں ہے نہ کہ اس کی موجودگی میں اس لئے کہ موکل کی موجودگی میں وکیل کا کام اس طرف منتقل ہو جاتا ہے لہذا یہ اس طرح ہو گیا جیسے خود موکل ہی متکلم ہے امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ وکالت نائب بنانا ہے اور حدود اور قصاص کے باب میں نائب کے شبہات بھی نریز کیا جاتا ہے جیسے شہادت علی الشہادت اور قصاص حاصل کرنے میں۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ خصومت ایک شرط مختص ہے اس لئے کہ حدود اور قصاص کا وجوب جنایت کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جرم کا ظہور شبہات کی طرف منسوب ہوتا ہے لہذا دوسرے حقوق کی طرح اس میں بھی وکالت جاری ہوگی۔

اور اسی اختلاف پر من علیہ الحدود کی جانب سے جواب دی کے لئے بھی وکیل بنایا جائے گا اور امام اعظم کا کلام اس صورت میں زیادہ ظاہر ہے اس لئے کہ شبہ حد کے دور کرنے کو نہیں روکتا لیکن موکل پر وکیل کا اقرار مقبول نہیں اس لئے کہ اس میں امر کے نہ پائے جانے کا شبہ ہے۔

توکیل بہ خصومت میں خصم کی رضا مندی کا بیان

(وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ التَّوَكُّلُ بِالْخُصُومَةِ إِلَّا بِرِضَا الْخَصْمِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمُوَكَّلُ مَرِيضًا أَوْ غَائِبًا مَسِيرَةً ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا. وَقَالَ : يَجُوزُ التَّوَكُّلُ بِغَيْرِ رِضَا الْخَصْمِ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَلَا خِلَافَ فِي الْجَوَازِ إِنَّمَا الْخِلَافُ فِي الدَّرُومِ لَهُمَا أَنَّ التَّوَكُّلَ تَصَرُّفٌ فِي خَالِصٍ حَقِّهِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى رِضَا غَيْرِهِ كَالْتَّوَكُّلِ بِتَقَااضِي الدُّيُونِ.

وَلَهُ أَنَّ الْجَوَابَ مُسْتَحَقٌّ عَلَى الْخَصْمِ وَلِهَذَا يَسْتَحْضِرُهُ، وَالنَّاسُ مُتَقَارِبُونَ لِي الْخُصُومَةِ، فَلَوْ قُلْنَا يُلْزَمُ بِهِ يَتَصَرَّرُ بِهِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى رِضَا كَالْعَبْدِ الْمُشْتَرِكِ إِذَا كَاتَبَهُ أَحَدُهُمَا يَتَخَيَّرُ الْأُخْرَى، بِخِلَافِ الْمَرِيضِ وَالْمَسَافِرِ لِأَنَّ الْجَوَابَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهِمَا هُنَا لِكَ، ثُمَّ كَمَا يُلْزَمُ التَّوَكُّلُ عِنْدَهُ مِنَ الْمَسَافِرِ يُلْزَمُ إِذَا أَرَادَ السَّفَرَ لِيَحْقُقَ الضَّرُورَةَ، وَلَوْ كَانَتْ الْمَرْأَةُ مُخَدَّرَةً لَمْ تَجْرِ عَادَتُهَا بِالْبُرُوزِ وَحُضُورِ مَجْلِسِ الْحُكْمِ قَالَ الرَّازِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : يُلْزَمُ التَّوَكُّلُ لِأَنَّهَا لَوْ حَضَرَتْ لَا يُمَكِّنُهَا أَنْ تَنْطِقَ بِحَقِّهَا لِحَيَاتِهَا فَيُلْزَمُ تَوَكُّلُهَا. قَالَ : وَهَذَا شَيْءٌ اسْتَحْسَنَهُ الْمُتَأَخِّرُونَ.

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خصم کی رضا مندی کے بغیر وکالت بالخصومت بنانا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ موکل بیمار ہو یا تین دن یا اس سے زیادہ کی مدت مسافت پر ہو۔

صاحبین نے کہا ہے کہ خصم کی رضا مندی کے بغیر بھی وکیل بنانا جائز ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف تو ضروری ہونے میں ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وکیل بنانا خالص اپنے حق میں تصرف کرنا ہے نہ دوسرے کی رضا مندی پر موقوف نہیں ہوگا جیسے قرضے کی وصولی کے لئے وکیل بنانا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ خصم پر جواب دینا ضروری ہے اس لئے عدلی خصم کو مجلس قضی میں حاضر کرائے گا اور خصومت میں لوگوں کے احوال ضائع ہوتے ہیں پس جب ہم اس کے ثروم کے قائل ہو گئے تو اس سے ضرر پہنچے گا نہ داند کورہ وکالت خصم کی رضا مندی پر ہوگی جس طرح کہ جب عید مشترک و ایک مالک نے مکاتب بنادیا تو دورے کو اختیار ہوگا مریش اور مسافر نے نفاق اس لئے کہ ان پر جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

امام اعظم کے نزدیک جس طرح مسافر کی طرف سے وکالت ضروری ہوتی ہے اسی طرح سفر کا ارادہ کرنے والے کی طرف سے بھی وکالت ضروری ہوگی اس لئے کہ ضرورت ثابت ہے۔ اور جب عورت پردہ نشین ہو اور باہر نکلنے اور مجلس قاضی میں حاضر ہونے کی عادی نہ ہو تو امام ابو بکر رازی فرماتے ہی کہ اس کی وکالت ضروری ہوگی اس لئے کہ جب وہ حاضر ہو بھی جائے تو شرم کی وجہ سے وہ اپنے حق کے متعلق گفتگو نہیں کر سکے گی اس لئے اس کی وکالت ضروری ہوگی صاحب ہدایہ کے نزدیک اس قول و متاخرین نے مستحسن کہا ہے

موکل کے حق وکالت کے لئے شرائط کا بیان

(قَالَ : وَمِنْ شَرْطِ الْوَكَالَةِ أَنْ يَكُونَ الْمُوَكَّلُ مِمَّنْ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ وَتَلْزَمُهُ الْأَحْكَامُ) لِأَنَّ الْوَكِيلَ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ مِنْ جِهَةِ الْمُوَكَّلِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمُوَكَّلُ مَالِكًا لِمَلِكِهِ مِنْ خَيْرِهِ . (و) يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ (الْوَكِيلُ مِمَّنْ يَعْقِلُ الْعَقْدَ وَيَقْصِدُهُ) لِأَنَّهُ يَقُومُ مَقَامَ الْمُوَكَّلِ فِي الْعِبَارَةِ فَيُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْعِبَارَةِ حَتَّى لَوْ كَانَ صَبِيًّا لَا يَعْقِلُ أَوْ مَجْنُونًا كَانَ التَّوَكُّلُ بَاطِلًا .

(وَإِذَا وَكَّلَ الْحُرُّ الْعَاقِلُ الْبَالِغُ أَوْ الْمَآذُونُ مِثْلَهُمَا جَازَ) لِأَنَّ الْمُوَكَّلَ مَالِكٌ لِلتَّصَرُّفِ وَالْوَكِيلُ مِنْ أَهْلِ الْعِبَارَةِ (وَإِنْ وَكَّلَا صَبِيًّا مَحْجُورًا يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ أَوْ عَبْدًا مَحْجُورًا جَازَ، وَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا الْحُقُوقُ وَيَتَعَلَّقُ بِمُوَكَّلِيهِمَا) لِأَنَّ الصَّبِيَّ مِنْ أَهْلِ الْعِبَارَةِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَنْفَعُ تَصَرُّفَهُ بِإِذْنِ وَلِيِّهِ، وَالْعَبْدَ مِنْ أَهْلِ التَّصَرُّفِ عَلَى نَفْسِهِ مَالِكٌ لَهُ وَإِنَّمَا لَا يَمْلِكُهُ فِي حَقِّ الْمَوْلَى، وَالتَّوَكُّلُ لَيْسَ تَصَرُّفًا فِي حَقِّهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَصِحُّ مِنْهُمَا الْإِتِمَامُ الْعَهْدَةُ . أَمَّا الصَّبِيُّ لِقُصُورِ أَهْلِيَّتِهِ وَالْعَبْدُ لِحَقِّ سَيِّدِهِ فَتَلْزَمُ الْمُوَكَّلَ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمُشْتَرِي إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِحَالِ النَّاعِ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ صَبِيٌّ أَوْ مَجْنُونٌ لَهُ خِيَارُ الْقَسْخِ لِأَنَّهُ دَخَلَ فِي الْعَقْدِ عَلَى أَنَّ حُقُوقَهُ تَتَعَلَّقُ بِالْعَاقِدِ، فَإِذَا ظَهَرَ خِلَافُهُ يَتَخَيَّرُ كَمَا إِذَا عَثَرَ عَلَى عَيْبٍ .

لکھئے فرمایا کہ وکالت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ موکل ایسا شخص ہو جو تصرف کا مالک ہو اور اس پر احکام ضروری ہوتے ہوں اس لئے وکیل موکل کی طرف سے تصرف کا مالک ہوتا ہے۔ لہذا خود موکل کا بھی تصرف کا مالک ہونا ضروری ہے تاکہ وہ دوسرے کو اس کا مالک بنا سکے اور یہ بھی شرط ہے کہ وکیل ایسا شخص ہو جو عقیدہ کو سمجھتا ہو اور اس کا قصد مبرا ہو اس سے کہ وہ اپنے گفتگو کرنے میں موکل کا نائب ہوتا ہے لہذا وکیل کے لئے عبارت کا اہل ہونا ضروری ہے حتیٰ کہ اگر وہ بیل نہ سمجھتا ہو یا بچہ ہو یا پاگل ہو تو وکیل باطل ہو جائے گی۔

اور جب آزاد، اور عاقل، بالغ یا مآذون نے اپنے جیسے کو وکیل بنایا تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ موکل تصرف کی ملکیت رکھتا ہے۔

جہد وکیل اہل عہد میں سے ہے۔ اور اس نے ایسے مجبور بنے ہوئے کو کیس بنایا جو بیع اور شراہ کو سمجھتا ہے یا عہد مجبور کو وکیل بنایا تو بھی جائز ہے۔ اور ان دونوں سے حقوق متعلق نہیں ہوں گے بلکہ ان سے مؤکل کے متعلق ہوں گے اس لئے کہ بچہ اہل عہد میں سے ہے کیا دیکھتے نہیں کہ اس کے ولی کی اجازت سے اس کا تصرف نافذ ہو جاتا ہے۔ اور نام اپنی ذات پر تصرف کا اہل ہے اور تصرف کا مالک بھی ہے صرف آقا کے حق میں تصرف کا مالک نہیں اور توکیل آقا کے حق میں تصرف نہیں ہے لیکن ان دونوں کی طرف سے عہدے کو ضروری کرنا صحیح نہیں ہے البتہ بچہ تو اس لئے کہ اس کی ولایت قاصر ہے اور نام اپنے آقا کے حق کی وجہ سے۔ ہذا یہ حقوق مؤکل کے ذمہ ضروری ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر خریدار بیچنے والا کے حاکم نہ جانتا ہو پھر اس کو معلوم ہوا کہ وہ بچہ ہے یا مجنون ہے یا عہد مجبور ہے تو اس کے لئے بیع کو فسخ کرنا اختیار ہے۔ اس لئے کہ خریدار اس گمان کے ساتھ عقد میں داخل ہوا تھا کہ اس کے حقوق نافذ سے متعلق ہوتے ہیں لیکن جب اس کے خلاف ظاہر ہوا تو اس کو اختیار ہوگا جیسے اس صورت میں اختیار ہوگا جب وہ بیع کے کسی فیض پر مطلع ہوا ہو۔

وکلاء کے منعقد کردہ عقد کی اقسام کا بیان

قَالَ (وَالْعَقْدُ الَّذِي يُمَقِّدُهُ الْوَكَلَاءُ عَلَى ضَرْبَيْنِ) : كُلُّ عَقْدٍ يُضَيِّفُهُ الْوَكِيلُ إِلَى نَفْسِهِ كَالْبَيْعِ وَالْإِجَارَةِ فَحُقُوقُهُ تَتَعَلَّقُ بِالْوَكِيلِ دُونَ الْمُوَكَّلِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : تَتَعَلَّقُ بِالْمُوَكَّلِ ؛ لِأَنَّ الْحُقُوقَ تَابِعَةٌ لِحُكْمِ النَّصْرِفِ ، وَالْحُكْمُ وَهُوَ الْمِلْكُ يَتَعَلَّقُ بِالْمُوَكَّلِ ، فَكَذَا تَوَابِعُهُ وَصَارَ كَالرَّسُولِ وَالْوَكِيلِ بِالنِّكَاحِ .

وَلَمَّا أَنَّ الْوَكِيلَ هُوَ الْعَاقِدُ حَقِيقَةً ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ يَقُومُ بِالْكَلَامِ ، وَصِحَّةُ عِبَارَتِهِ لِكُونِهِ آدِمِيًّا وَكَذَا حُكْمًا ؛ لِأَنَّهُ يَسْتَعْنِي عَنْ إِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَى الْمُوَكَّلِ ، وَلَوْ كَانَ سَفِيرًا عَنْهُ لَمَّا اسْتَعْنَى

عَنْ ذَلِكَ كَالرَّسُولِ ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ كَانَ أَصِيلًا فِي الْحُقُوقِ فَتَتَعَلَّقُ بِهِ وَلِهَذَا قَالَ فِي الْكِتَابِ (يُسَلِّمُ الْمَبِيعَ وَيَقْبِضُ الثَّمَنَ وَيُطَالِبُ بِالثَّمَنِ إِذَا اشْتَرَى ، وَيَقْبِضُ الْمَبِيعَ وَيُخَاصِمُ فِي الْعَيْبِ وَيُخَاصِمُ فِيهِ) ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مِنْ الْحُقُوقِ وَالْمِلْكُ يَثْبُتُ لِلْمُوَكَّلِ خِلَافَةً عَنْهُ ،

اعْتِبَارًا لِلتَّوَكُّلِ السَّابِقِ كَالْعَبْدِ يُتَّهَبُ وَيُضْطَاضُ هُوَ الصَّحِيحُ . قَالَ الْعَدُّ الضَّعِيفُ : وَفِي مَسْأَلَةِ الْعَيْبِ تَفْصِيلٌ نَذَرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

وہ عقد جس کو وکلاء منعقد کرتے ہیں دو قسم پر ہے بیروہ عقد جس کو وکیل اپنی طرف منسوب کرتا ہے جیسے بیع اور اجارہ تو اس کے حقوق وکیل کے ساتھ متعلق ہوں گے نہ کہ مؤکل کے ساتھ۔

ام شافعی نے کہا ہے کہ وہ مؤکل کے ساتھ متعلق ہوں گے اس لئے کہ حقوق حکم تصرف کے تابع ہوتے ہیں اور حکم یعنی حکم

موکل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے لہذا اس کے تابع بھی موکل کے ساتھ ہی متعلق ہوں گے اور یہ قاصد اور وکیل فی النکاح کی طرح ہو گیا۔ بہاری دلیل یہ ہے کہ وکیل ہی بطور حقیقت عاقد ہے اس لئے کہ عقد کلام کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اس کی عبارت کا صحیح ہونا اس کے آدمی ہونے کی وجہ سے ہے نیز وکیل حکما بھی عاقد ہے اس لئے کہ وہ موکل کی طرف عقد کو منسوب کرنے سے مستغنی ہے اور جب وکیل موکل کی طرف سے سفیر ہوتا تو اس سے مستغنی نہ ہوتا جس طرح قاصد اور جب یہ صورت حال ہے تو وکیل حقوق کے متعلق اصیل ہوگا لہذا حقوق عقد اسی سے متعلق ہوں گے اسی وجہ سے کتاب میں کہا ہے کہ وکیل بیع سپرد کرے اور ثمن پر قبضہ کرے اور اس سے ثمن کا مطالبہ کیا جائے گا جب اس نے خریدا ہو اور وہ بیع پر قبضہ کرے گا اور عیب کے متعلق اس سے محاسبہ کیا جائے گا اس لئے کہ یہ سب حقوق میں سے ہیں اور وکالت سابق پر نظر کرتے ہوئے وکیل کا نائب ہو کر موکل کے لئے ملک ثابت ہوگی جیسے غلام بہ قبول کرے شکار کرے اور لکڑیاں جمع کرے یہی صحیح ہے فرماتے ہیں کہ مسئلہ عیب میں کچھ تفصیل ہے جس کو انشاء اللہ ہم بیان کریں گے۔

موکل کی جانب اضافت شدہ عقد کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ عَقْدٍ يُضِيفُهُ إِلَى مُوَكَّلِهِ كَالنِّكَاحِ وَالْخُلْعِ وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ فَإِنَّ حُقُوقَهُ تَتَعَلَّقُ بِالْمُوكَّلِ دُونَ الْوَكِيلِ فَلَا يُطَالَبُ وَكَيْلُ الزَّوْجِ بِالنِّكَاحِ وَلَا يُلْزَمُ وَكَيْلُ الْمَرْأَةِ تَسْلِيمُهَا) لِأَنَّ الْوَكِيلَ فِيهَا سَفِيرٌ مَحْضٌ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ لَا يُسْتَعْنَى عَنْ إِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَى الْمُوكَّلِ، وَلَوْ أَضَافَهُ إِلَى نَفْسِهِ كَانَ النِّكَاحُ لَهُ فَصَارَ كَالرَّسُولِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيهَا لَا يَقْبَلُ الْفَضْلَ عَنِ السَّبَبِ؛ لِأَنَّهُ اسْقَاطُ فَيْتَلَأْشِي فَلَا يَتَصَوَّرُ صُدُورُهُ مِنْ شَخْصٍ وَثُبُوتُ حُكْمِهِ لِغَيْرِهِ فَكَانَ سَفِيرًا.

فرمایا کہ بروہ عقد جس کو وکیل اپنے موکل کی طرف مضاف کرے جس طرح نکاح، خلع اور صلح عن دم العمد تو اس کے حقوق موکل کے ساتھ متعلق ہوں گے نہ کہ وکیل کے ساتھ لہذا شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور عورت کے وکیل پر عورت کو سپرد کرنا ضروری نہیں ہوگا اس لئے کہ ان عقود میں وکیل صرف سفیر ہوتا ہے کیا دیکھتے نہیں کہ وکیل موکل کی طرف عقد منسوب کرنے سے مستغنی نہیں ہے اور جب وکیل نے اپنی طرف عقد کو منسوب کیا تو نکاح اسی کے لئے ہوگا۔ اور وہ قاصد کی طرح ہو جائے گا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ان عقود میں حکم سبب سے جدائی کو قبول نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ اسقاط ہے کیونکہ وہ متحمل ہو جاتا ہے لہذا ایک شخص سے اس کا صدور دوسرے شخص کے لئے اس کے حکم کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس لئے وکیل صرف سفیر ہوگا۔

مال پر آزاد کرنے میں وکالت کا بیان

وَالضَّرْبُ الثَّانِي مِنْ أَخَوَاتِهِ الْعَتَقُ عَلَى مَالٍ وَالْكِتَابَةُ وَالصُّلْحُ عَلَى الْإِنْكَارِ. فَأَمَّا الصُّلْحُ أَلَدِي هُوَ جَارٍ مَجْرَى الْبَيْعِ فَهُوَ مِنَ الضَّرْبِ الْأَوَّلِ، وَالْوَكِيلُ بِالْهَبَةِ وَالتَّصَدُّقِ وَالْإِعَارَةِ

وَالْإِذَا عَ وَالرَّهْنِ وَالْإِفْرَاضِ سَفِيرًا أَيضًا : لِأَنَّ الْحُكْمَ فِيمَا يَثْبُتُ بِالْقَضِ ، وَأَنَّهُ بِلَا فِی مَحَلًّا
مَمْلُوكًا لِلْغَيْرِ فَلَا يُجْعَلُ أَصِيلًا ، وَكَذَا إِذَا كَانَ الْوَكِيلُ مِنْ جَانِبِ الْمُتَمِيسِ ، وَكَذَا الشَّرِكَةُ
وَالْمُضَارَبَةُ ، إِلَّا أَنَّ التَّوَكِيلَ بِالْإِسْتِغْرَاضِ بَاطِلٌ حَتَّى لَا يَثْبُتَ الْمِلْكُ لِلْمُؤْتَكِّلِ بِخِلَافِ
الرِّسَالَةِ فِيهِ .

اور دوسری قسم کی مثالوں میں مال پر آزاد کرنا، مکاتبہ کرنا اور صلح عن الانکار ہے لیکن وہ صلح جو بیع کے قائم مقام ہو وہ
قسم اول میں سے ہے۔ اور ہبہ کرنے، صدقہ کرنے، غاریت اور ودیعت پر دینے، رہن رکھنے اور قرض دینے کا وکیل بھی نہیں ہوتا
ہے اس لئے کہ ان عتود میں حکم قبضہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔ اور قبضہ ایسے محل کے ساتھ متصل ہوتا ہے جو دوسرے کا مملوک ہے اس
لئے وکیل کو اصل نہیں بنایا جاسکتا۔ اور ایسے ہی جب کوئی ان چیزوں کو چاہنے والے کی طرف سے وکیل ہو اور شریعت اور ضرورت
کے وکیل کا بھی یہی حکم ہے لیکن قرض لینے کے لئے وکیل بنانا باطل ہے حتیٰ کہ موکل کے لئے ملکیت ثابت نہیں ہوگی قرض لینے کے
لئے قاصد بھیجنے خلاف ہے۔

موکل کا خریدار سے طلب ثمن کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا طَالَبَ الْمُؤْتَكِّلُ الْمُشْتَرِيَ بِالثَّمَنِ) (فَلَهُ أَنْ يَنْتَعِهَ إِثَارَهُ) : لِأَنَّهُ أَجَنِبِيٌّ عَنِ الْعَقْدِ
وَحُقُوقِهِ لِمَا أَنَّ الْحُقُوقَ إِلَى الْعَاقِدِ (فَإِنْ دَفَعَهُ إِلَيْهِ جَازَ وَلَهُ يَكُنْ لِلْوَكِيلِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِهِ ثَابِتًا)
: لِأَنَّ نَفْسَ الثَّمَنِ الْمَقْبُوضِ حَقُّهُ وَقَدْ وَصَلَ إِلَيْهِ ، وَلَا فَايْدَةَ فِي الْأَخِذِ مِنْهُ ثُمَّ الدَّفْعُ إِلَيْهِ ،
وَلِهَذَا لَوْ كَانَ لِلْمُشْتَرِي عَلَى الْمُؤْتَكِّلِ دَيْنٌ يَقَعُ الْمُقَاصَّةُ ، وَلَوْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِمَا دَيْنٌ يَقَعُ
الْمُقَاصَّةُ بِدَيْنِ الْمُؤْتَكِّلِ أَيْضًا دُونَ دَيْنِ الْوَكِيلِ وَبَدَيْنِ الْوَكِيلِ إِذَا كَانَ وَحْدَهُ إِنْ كَانَ يَقَعُ
الْمُقَاصَّةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ لِمَا أَنَّهُ بِنَمْلِكَ الْإِبْرَاءُ عَنْهُ عِنْدَهُمَا وَلَكِنَّهُ
يُضْمَنُهُ لِلْمُؤْتَكِّلِ فِي الْفَضْلَيْنِ .

فرمایا کہ جب موکل خریدار سے ثمن کا مطالبہ کرے تو خریدار کو یہ حق ہے کہ وہ موکل کو ثمن دینے سے انکار کر دے
اس لئے کہ موکل عقد اور حقوق عقد سے اجنبی ہے۔ اس لئے کہ حقوق عقد تو عاقد کی طرف لوٹ رہے ہیں لیکن جب خریدار نے
موکل کو ثمن دے دیا تو جائز ہے اور وکیل کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ دوبارہ خریدار سے ثمن وصول کرے اس لئے کہ وہ ثمن جس پر موکل
نے قبضہ کیا ہے وہ اس کا حق ہے اور وہ حق اس تک پہنچ گیا ہے اس موکل سے لے کر پھر اسی کو دینے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ
سے جب موکل پر خریدار کا دین ہو تو مقاصد ہو جائے گا نہ کہ وکیل کے دین سے۔ اور جب تنہا وکیل پر دین ہو تو طرفین کے نزدیک
اس کے دین سے بھی مقاصد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک وکیل خریدار کو ثمن سے بری کرنے کا مالک ہے لیکن دونوں
صورتوں میں وکیل موکل کے لئے ثمن کا ضامن ہوگا۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ

❦ یہ باب خرید و فروخت کی وکالت کے بیان میں ہے ❦

فَصْلٌ فِي الشِّرَاءِ

❦ یہ فصل خرید و فروخت کی وکالت کے بیان میں ہے ❦

خرید و فروخت میں وکالت کی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

خرید و فروخت میں وکالت کے احکام عرف میں اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان کی توضیح محتاج بیان نہیں ہے۔ ہذا ان کی کثرت کے سبب ان کو احکام وکالت میں ایک خاص باب و فصل کے تحت اور مختلف فقہی جزئیات کے ساتھ مصنف غلیہ الرحمہ نے مزین کیا ہے۔ ماقبل تقدم احکام وکالت کا سبب یہ ہے کہ قواعد و بنیادی معارف ہمیشہ مقدم ہوتے ہیں جبکہ جزئیات کو مؤخر ذکر کیا جاتا ہے جن کا فہم و ادراک اصول و بنیادی قوانین پر مشتمل ہوتا ہے۔

وکیل کے لئے موکل کی جنس و صفت بیان کرنے کا بیان

(قَالَ : وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِشِرَاءِ شَيْءٍ فَلَا بُدَّ مِنْ تَسْمِيَةِ جَنْسِهِ وَصِفَتِهِ أَوْ حُسْبِهِ وَمَبْلَغِ ثَمَمِهِ لِيَصِيرَ الْفِعْلُ الْمَوْكَلُ بِهِ مَعْلُومًا فَيُمْكِنُ الْإِئْتِمَارُ، (إِلَّا أَنْ يُوَكَّلَهُ وَكَالَةً عَامَّةً فَيَقُولُ : ابْتَغِ لِي مَا رَأَيْتَ) لِأَنَّهُ قَوْضُ الْأَمْرِ إِلَى رَأْيِهِ، فَأَيُّ شَيْءٍ يَشْتَرِيهِ يَكُونُ مُمْتَثِلًا

وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الْحَقَالَةَ الْيَسِيرَةَ تَتَحَمَّلُ فِي الْوَكَالَةِ كَحَقَالَةِ الْوَصْفِ اسْتِحْسَانًا، لِأَنَّ مَسَى التَّوَكُّلِ عَلَى التَّوَسُّعِ - لِأَنَّهُ اسْتِعَانَةٌ. وَفِي اخْتِيَارِ هَذَا الشَّرْطِ بَعْضُ الْخَرَجِ وَهُوَ مَذْفُوعٌ.

لحکے فرمایا کہ جو شخص کسی آدمی کو کوئی چیز خریدنے کا وکیل بنائے تو اس چیز کی جنس اور صفت یا اس کی جنس اور ایک آخری شے بیان کرنا ضروری ہے تاکہ جس چیز کے لئے وکیل بنایا گیا ہے وہ معلوم ہو جائے اور اس کی انجام دہی ممکن ہو سکے۔ مگر یہ کہ موکل وکالت عامہ کے طور پر وکیل بنائے اور یہ ہے کہ جو تم مناسب سمجھو میرے لئے خرید لو اس لئے کہ موکل نے معاملہ وکیل کے لئے سپرد کر دیا ہے ہذا جو چیز بھی وکیل خریدے گا وہ حکم کی تعمیل کرنے والا ہوگا۔ اور اس سلسلے میں شرط یہ ہے کہ اس شخص کی

کی وکالت میں جہالت برواشت کر لی جاتی ہے جیسے وصل کا مجبول ہونا اس لئے کہ وکالت کا مدار توسع پر ہے کیونکہ وکالت استعانت ہے اور اس شرط کا اعتبار کرنے میں کچھ حرج ہے اس لئے اس کو دور کر دیا جائے گا۔

اجناس مشترکہ کو شامل کرنے والے سے وکالت کی عدم صحت کا بیان

(ثُمَّ إِنْ كَانَ اللَّفْظُ يَجْمَعُ أَجْنَاسًا أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَى الْأَجْنَاسِ لَا يَصِحُّ التَّوَكُّلُ وَإِنْ بَيَّنَّ الثَّمَنَ) ؛ لِأَنَّ بِذَلِكَ الثَّمَنَ يُوجَدُ مِنْ كُلِّ جِنْسٍ فَلَا يُذَرَى مُرَادُ الْأَمْرِ لِتَفَاحُشِ الْجَهْلِيَّةِ (وَإِنْ كَانَ جِنْسًا يَجْمَعُ أَنْوَاعًا لَا يَصِحُّ إِلَّا بَيَانُ الثَّمَنِ أَوْ النَّوْعِ) ؛ لِأَنَّهُ بِتَقْدِيرِ الثَّمَنِ يَصِيرُ النَّوْعُ مَعْلُومًا، وَبِذِكْرِ النَّوْعِ تَقِلُّ الْجَهْلِيَّةُ فَلَا تَمْنَعُ الْإِمْتِنَالُ.

مِثَالُهُ : إِذَا وَكَّلْتَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ أَوْ جَارِيَةٍ لَا يَصِحُّ ؛ لِأَنَّهُ يَشْمَلُ أَنْوَاعًا فَإِنْ بَيَّنَّ النَّوْعَ كَالْتَّرَكِي وَالْحَبَشِيِّ أَوْ الْهِنْدِيِّ أَوْ السِّنْدِيِّ أَوْ الْمُؤَلَّدِ جَازَ، وَكَذَا إِذَا بَيَّنَّ الثَّمَنَ لِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَلَوْ بَيَّنَّ النَّوْعَ أَوْ الثَّمَنَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الصِّفَةَ وَالْجُودَةَ وَالرَّدَاءَةَ وَالسَّيْطَةَ جَازَ ؛ لِأَنَّهُ جَهْلِيَّةٌ مُسْتَدْرَكَةٌ، وَمُرَادُهُ مِنَ الصِّفَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْكِتَابِ النَّوْعُ

اس کے بعد ہر ایسا لفظ جو کئی اجناس کو شامل ہو یا اس چیز کو شامل ہو۔ جو اجناس کے معنی میں ہو تو وکالت صحیح نہیں ہے خواہ ثمن بیان کر دیا ہو اس لئے کہ اس ثمن کے عوض ہر جنس میں سے پایا جاتا ہے اس لئے جہالت فاحش ہونے کی وجہ سے مؤکل کی مراد معلوم نہیں ہوگی اور جب ایسی جنس ہو جو کئی نوع کو شامل ہو تو ثمن یا نوع کے بیان کے بغیر وکالت صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ ثمن کا اندازہ معلوم کرنے سے نوع معلوم ہو جائے گی اور نوع بیان کرنے سے جہالت کم ہو جائے گی اس لئے یہ جہالت تعمیل حکم سے مانع نہیں ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی نے غلام یا باندی خریدنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا تو وکالت صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ بہت سی انواع کو شامل ہیں چنانچہ جب نوع بیان کر دی جیسے ترکی یا حبشی یا ہندی یا سندھی یا مولد تو جائز ہے اور ایسے ہی جب ثمن بیان کر دی تو بھی جائز ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور جب نوع یا ثمن بیان کیا اور جید ہو یا یہ ردی ہو یا یہ متوسط ہونا بیان نہیں کیا تو بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ جہالت سیرہ ہے اور قدیمی میں جو صفت مذکور ہے اس سے مصنف کی مراد نوع ہے۔

جہالت فاحشہ کے سبب بطلان وکالت کا بیان

(وَفِي الْحَامِيعِ الصَّغِيرِ : وَمَنْ قَالَ لِأَخِي اشْتَرِ لِي ثَوْبًا أَوْ دَابَّةً أَوْ دَارًا قَالُوا كَالَهُ بَاطِلَةٌ، لِلْحَقِيقَةِ الْفَاحِشَةِ، فَإِنَّ الدَّابَّةَ فِي حَقِيقَةِ اللَّغَةِ اسْمٌ لِمَا يَدْبُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ. وَفِي الْعُرْفِ يُطْلَقُ عَلَى الْخَيْلِ وَالْحِمَارِ وَالْبُغْلِ فَقَدْ جَمَعَ أَجْنَاسًا، وَكَذَا الثَّوْبُ ؛ لِأَنَّهُ

يَسْأَلُ الْمَلْبُوسَ مِنَ الْأَطْلَسِ إِلَى الْكِسَاءِ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ تَسْمِيَتُهُ مَهْرًا وَكَذَا الدَّارُ تُشْمَلُ مَا هُوَ فِي مَعْنَى الْأَجْنَاسِ ؛ لِأَنَّهَا تَخْتَلِفُ اخْتِلَافًا فَاحِشًا بِاخْتِلَافِ الْأَعْرَاضِ وَالْجِيرَانِ وَالْمَرَافِقِ وَالْمَحَالِّ وَالْبُلْدَانِ فَيَتَعَذَّرُ الْإِمْتِنَالُ (قَالَ : وَإِنْ سَمِيَ ثَمَنَ الدَّارِ وَوَصَفَ جَنْسَ الدَّارِ وَالثُّوبِ جَزَاءً) مَعْنَاهُ نَوْعُهُ، وَكَذَا إِذَا سَمِيَ نَوْعَ الذَّابَّةِ بِأَنْ قَالَ حِمَارًا أَوْ نَحْوَهُ.

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی نے دوسرے کو کہا کہ میرے لئے کپڑا یا دابہ یا دار خرید لو تو جہاں سے فاحش کی وجہ سے وکالت باطل ہے اس لئے کہ حقیقت لغوی کے اعتبار سے دابہ اس کا نام ہے جو روئے زمین پر چلتا ہے اور عرف عام میں گھوڑے گدھے خچر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لفظ کئی جنسوں کو شامل ہے اور کپڑوں کا بھی یہی حال ہے چنانچہ وہ بھی اعلیٰ سے نکر ادنیٰ سب کو شامل ہیں اس لئے کپڑے کو مہر بنانا صحیح نہیں ہے اسی طرح دار بھی ان چیزوں کو شامل ہوتا ہے جو اجناس کے معنی میں ہیں اس لئے کہ مقاصد، پڑوسیوں، منافع، محلوں اور شہروں کے بدلنے سے دار میں بھی زبردست تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اس لئے قلیل حکم میں دشواری ہوگی فرمایا کہ جب مؤکل نے دار کا ثمن بان کر دیا اور دار اور ثوب کی جنس یعنی نو بیان کر دی تو وکالت جائز ہے اور اسی طرح جب دابہ کی نوع بیان کر دی اس طرح کہ اس نے حمار وغیرہ کہہ دیا ہے۔

طعام میں بطور استحسان گندم و آٹے کے شامل ہونے کا بیان

(قَالَ : وَمَنْ دَفَعَ إِلَى آخِرِ ذَرَاهِمٍ وَقَالَ اشْتَرِ لِي بِهَا طَعَامًا فَهُوَ عَلَى الْحِنْطَةِ وَذَقِيقَتِهَا) اسْتِحْسَانًا. وَالْقِيَاسُ أَنْ يَكُونَ عَلَى كُلِّ مَطْعُومٍ اعْتِبَارًا لِلْحَقِيقَةِ كَمَا فِي الْبَيْهَقِيِّ عَلَى الْأَكْلِ إِذَا الطَّعَامُ اسْمٌ لِمَا يُطْعَمُ.

وَجْهُهُ الْإِسْتِحْسَانُ أَنَّ الْعُرْفَ أَمْلَكَ وَهُوَ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ إِذَا ذُكِرَ مَقْرُونًا بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَلَا عُرْفَ فِي الْأَكْلِ فَبَقِيَ عَلَى الْوَضْعِ، وَقِيلَ إِنَّ كَثُرَتِ الذَّرَاهِمُ فَعَلَى الْحِنْطَةِ، وَإِنْ قَلَّتْ فَعَلَى الْخُبْزِ، وَإِنْ كَانَ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ فَعَلَى الذَّقِيقِ.

فرمایا کہ جب کسی نے دوسرے کو ذراہم دے کر یہ کہا تم میرے لئے ان ذراہم کے عوض طعام خریدنا تو استحساناً یہ گندم اور اس کے آٹے پر واقع ہوگا۔ جب کہ قیاس یہ ہے کہ حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے ہر مطعوم پر واقع ہو جس طرح بیهقی علی الاکل ہوتا ہے اس لئے کہ طعام ہر اس چیز کا نام ہے جو کھائی جاتی ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ عرف زیادہ قوی ہے اور اسی کے مطابق ہے جو ہم نے بیان کیا ہے جب کہ بیع و شراء کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جائے اور اکل میں کوئی عرف نہیں ہے اس سے وہ اصل وضع پر باقی رہے گا اور ایک قول یہ ہے کہ جب ذراہم زیادہ ہوں تو گندم پر وکالت واقع ہوگی اور جب کم ہوں تو روٹی پر اور جب قلیل و کثیر کے درمیان ہوں تو وہ آٹے پر واقع ہوں گے۔

بیع میں عیب کی اطلاع پر واپسی کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْوَكِيلُ وَقَبَضَ ثُمَّ أَطْلَعَ عَلَى عَيْبٍ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ بِالْعَيْبِ مَا ذَاكَ الْمَبْعُ فِي يَدِهِ) ؛ لِأَنَّهُ مِنْ حُقُوقِ الْعَقْدِ وَهِيَ كُلُّهَا إِلَيْهِ (فَإِنْ سَلَّمَهُ إِلَى الْمُوَكَّلِ لَمْ يَرُدَّهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ) ، لِأَنَّهُ انْتَهَى حُكْمُ الْوَكَالَةِ، وَلَآنَ فِيهِ إِبْطَالُ يَدِهِ الْحَقِيقَةِ فَلَا يَتِمُّ مِنْهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلِهَذَا كَانَ خَصْمًا لِمَنْ يَدْعَى فِي الْمُشْتَرَى دَعْوَى كَالشَّفِيعِ وَغَيْرِهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ إِلَى الْمُوَكَّلِ لَا نَعْدَهُ قَالَ (وَيَجُوزُ التَّوَكُّلُ بِعَقْدِ الصَّرْفِ وَالسَّلَامِ) ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ يَمْلِكُهُ بِنَفْسِهِ فَيَمْلِكُ التَّوَكُّلُ بِهِ عَلَى مَا مَرَّ، وَمُرَادُهُ التَّوَكُّلُ بِالْإِسْلَامِ دُونَ قَبُولِ السَّلَامِ ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ، فَإِنَّ الْوَكِيلَ يَبِيعُ طَعَامًا فِي ذِمَّتِهِ عَلَى أَنْ يَكُونَ الشَّمْنُ لِبَيْرِهِ، وَهَذَا لَا يَجُوزُ .

فرمایا کہ جب وکیل نے کوئی چیز خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر وہ کسی عیب پر مطلع ہوا تو جب تک بیع اس کے قبضہ میں ہو اسے عیب کی وجہ سے بیع واپس کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ یہ حقوق عقد میں سے ہے اور تمام حقوق عقد وکیل کی طرف ہی دیتے ہیں لیکن جب وکیل نے بیع کو موکل کے سپرد کر دیا تو وہ موکل کی اجازت کے بغیر واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ وکالت کا قسم پورا ہو چکا ہے اور اس لئے کہ واپس کرنے میں موکل کے حقیقی قبضے کا ابطال ہے۔ لہذا موکل کی اجازت کے بغیر وکیل اس پر قیود نہیں دے گا اسی لئے موکل کی طرف بیع سپرد کرنے سے پہلے وکیل اس شخص کا خصم ہو گا جو بیع میں دعویٰ کرے گا جیسے شفیع وغیرہ لیکن سپرد دینے کے بعد وکیل خصم نہیں ہو گا۔

فرمایا کہ عقد صرف اور عقد سلم میں وکیل بنانا جائز ہے اس لئے کہ یہ ایسے عقد ہیں جن کو خود موکل انجام دے سکتا ہے۔ لہذا حاجت کو دور کرنے کے لئے وہ اس کا ذکیل بنانے کا بھی مالک ہو گا۔ جس طرح گذر چکا ہے اور امام قندوری کی مراد عقد سلم کرنے کے لئے وکیل بنانا ہے نہ کہ سلم قبول کرنے کے لئے اس لئے کہ اس میں وکالت جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ وکیل ایسا طعن فروخت کرے گا جو اس کے ذمہ میں ہو اس شرط پر کہ دشمن دوسرے کے لئے ہو اور یہ جائز نہیں ہے۔

قبضہ سے پہلے وکیل کا ساتھی سے جدا ہو جانے کا بیان

(فَإِنْ فَارَقَ الْوَكِيلُ صَاحِبَهُ قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَ الْعَقْدُ) لِوُجُودِ الْإِفْتِرَاقِ مِنْ غَيْرِ قَبْضٍ (وَلَا يُعْتَبَرُ مُفَارَقَةُ الْمُوَكَّلِ) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِعَاقِدٍ وَالْمُسْتَحَقُّ بِالْعَقْدِ قَبْضُ الْعَاقِدِ وَهُوَ الْوَكِيلُ فَيَصِحُّ قَضَاهُ وَإِنْ كَانَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْحُقُوقُ كَالصَّبِيِّ وَالْعَبْدِ الْمَحْجُورِ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ الرَّسُولِ ؛ لِأَنَّ الرِّسَالَةَ فِي الْعَقْدِ لَا فِي الْقَبْضِ، وَيَتَقَلُّ كَلَامُهُ إِلَى الْمُرْسَلِ فَصَارَ قَضُ الرَّسُولِ قَضُ غَيْرِ الْعَاقِدِ فَلَمْ يَصِحَّ .

۱. پھر جب قبضہ کرنے سے پہلے وکیل اپنے ساتھی سے جدا ہو گیا تو عقد باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قبضہ کے بغیر جدا ہونا پید کیا ہے اور موکل کی مشارقت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ وہ عاقد نہیں ہے جبکہ عقد کی وجہ سے عاقد ہی قبضہ کا مستحق ہوتا ہے اور عاقد وکیل ہے لہذا اسی کا قبضہ صحیح ہوگا جبکہ اس کے ساتھ حقوق متعلق نہ ہوتے ہوں جیسے بچہ اور مہر مجبور قاصدوں کے خلاف اس لئے کہ رسالت عقد میں ہوتی ہے نہ کہ قبضہ میں اور قاصد کا کلام مرسل کی طرف منتقل ہوتا ہے لہذا قاصد کا قبضہ غیر قید کا قبضہ ہوا اس لئے صحیح نہیں ہوگا۔

وکیل بہ ثراء کو اپنے موکل سے ثمن لینے کے حق کا بیان

(قَالَ : وَإِذَا دَفَعَ الْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ الثَّمَنَ مِنْ مَالِهِ وَقَبِضَ الْمَبِيعَ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِهِ عَلَى الْمُوَكَّلِ) : لِأَنَّهُ انْعَقَدَتْ بَيْنَهُمَا مَبَادَلَةٌ حُكْمِيَّةٌ زَيْهَذَا إِذَا اُخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ يَتَحَالَفَانِ وَيَرُدُّ الْمُوَكَّلُ بِالْعَيْبِ عَلَى الْوَكِيلِ وَقَدْ سَلَّمَ الْمُشْتَرِي لِلْمُوَكَّلِ مِنْ جِهَةِ الْوَكِيلِ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ وَلِأَنَّ الْحُقُوقَ لَمَّا كَانَتْ رَاجِعَةً إِلَيْهِ وَقَدْ عَلِمَهُ الْمُوَكَّلُ يَكُونُ رَاضِيًا بِدَفْعِهِ مِنْ مَالِهِ (فَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِهِ قَبْلَ حَبْسِهِ هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُوَكَّلِ وَلَمْ يَسْقُطِ الثَّمَنُ) : لِأَنَّ يَدَهُ كَيْدِ الْمُوَكَّلِ، فَإِذَا لَمْ يَحْبَسْهُ يَصِيرُ الْمُوَكَّلُ قَاطِبًا بِيَدِهِ

فرمایا کہ جب وکیل بہ ثراء نے اپنے مال سے ثمن ادا کر کے بیع پر قبضہ کر لیا تو اسے موکل سے ثمن واپس لینے کا حق ہے اس لئے کہ وکیل اور موکل کے درمیان حکمی طور پر مبادلہ ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جب موکل اور وکیل نے ثمن میں اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے۔ اور عیب کی وجہ سے موکل وکیل کو بیع واپس کر دے گا اور جس طرح وکیل کی طرف سے موکل کو چیز سپرد کی جا چکی ہے اس لئے وکیل موکل سے اپنا ثمن واپس لے گا اور اس لئے کہ جب عقد کے حقوق وکیل کی طرف لوٹ رہے ہوں اور موکل اس کو جانتا بھی ہو تو موکل وکیل کے مال سے ثمن ادا کرنے پر راضی ہوگا پھر جب وکیل سے بیع کو روکنے سے پہلے بیع اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی تو وہ موکل کے مال سے ہلاک ہوگی اور ثمن ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ وکیل کا قبضہ موکل کے قبضہ کی طرح ہے اس لئے جب وکیل نے بیع جو نہیں روکا تو وکیل کے قبضہ سے موکل بھی قاضی ہو جائے گا۔

وکیل کے لئے بیع کو روکنے کا حق رکھنے کا بیان

(وَلَهُ أَنْ يَحْبِسَهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْبَائِعِ مِنَ الْمُوَكَّلِ. وَقَالَ زُفَرٍ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ : لِأَنَّ الْمُوَكَّلَ صَارَ قَاطِبًا بِيَدِهِ فَكَانَتْ سَلَمَةُ إِلَيْهِ فَيَسْقُطُ حَقُّ الْحَبْسِ قَلْبًا : هَذَا لَا يُمَكِّنُ التَّحَرُّزَ عَنْهُ فَلَا يَكُونُ رَاضِيًا بِسُقُوطِ حَقِّهِ فِي الْحَبْسِ، عَلَى أَنَّ قَبْضَهُ

مَوْكِلٌ لِّمَنْ تَمَلُّ أَنْ لَهُ بِخُودِهِ وَلِنَفْسِهِ عِنْدَ حُجَّتِهِ (فَإِنْ حُجَّتَهُ فَهَذَا) وَمِنْهُ
ضَمَانُ الرَّهْنِ عِنْدَ ابْنِ تَوْسَعٍ وَصَمَانُ الْمَجْعِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ حَنْبَلٍ (رَحِمَهُ اللَّهُ)
وَصَمَانُ الْقَضِبِ عِنْدَ زُهْرٍ وَرَحِمَهُ اللَّهُ، لِأَنَّهُ مَتَّعَ بِغَيْرِ حَقٍّ، لِهَذَا إِنَّهُ يَنْبَغِي لَهُ الدَّاعِي وَمِنْهُ فَتَا
عَنْهُ لَا يَنْبَغِي لِمَنْ قَسَطَ بِهَذَا بَيْعِهِ وَلَا ابْنِ تَوْسَعٍ إِنَّهُ مَضْمُونٌ بِالْحَنْسِ لِلْأَسْفَاءِ رَحِمَهُ
أَنْ لَهُ يَكُنْ وَهُوَ الرَّهْنُ بِعَيْنِهِ بِعَدَلِ الْمَجْعِ، لِأَنَّ الْمَجْعَ يَنْفَسَخُ بِهَذَا تَكْدٍ وَهَذَا لَا يَنْفَسَخُ
أَصْلُ الْعَقْدِ، قُلْنَا، يَنْفَسَخُ لِمَنْ حَقُّ الْمَوْكِلِ وَالْمَوْكِلُ، كَمَا إِذَا رَدَّ الشَّيْءَ إِلَى بَيْعِهِ وَرَدَّ
الْمَوْكِلَ بِهِ.

۱۔ اور وکیل کو روکنے کا حق دار ہے یہاں تک کہ وہ اپنا حق وصول کر لے اس دلیلی سے کہ وہ اس سے روکے گا۔

حضرت امام زفر فرماتے ہیں کہ وکیل کو روکنے کا حق نہیں ہے اس لئے کہ دلیل سے قضاہ لینے سے اصل بھی ٹال دیتا ہے۔
اس طرح ہو گیا جیسے وکیل نے مَوْكِل کو بیچ پر روک کر لے کر جس کا حق باق تھا وہاں سے گام لیتے ہیں اور یہاں سے روک دیتے ہیں۔
اتر از ممکن نہیں ہے لہذا بیچ کو روکنے کے متعلق وکیل اپنا حق ساقط کرنے پر راضی نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ دلیل کا اہل وقت ہے۔
چنانچہ جب اس نے بیچ نہ روکی تو وہ قبضہ مَوْكِل کا ہو گا اور بصورت جس دلیل سے لے گا۔ پھر وہ دلیل سے بیچ روک دیتا ہے۔
ہلاک ہو گئی تو امام ابو یوسف کے نزدیک بیچ ضمان رہن کی طرح مضمون ہوگی۔

حضرت امام محمد کے نزدیک ضمان بیچ کی طرح مضمون ہوگی اور امام اہلیم کا بھی یہی قول ہے اور امام زفر نے یہاں یہاں
غصب کی طرح مضمون ہوگی اس لئے کہ بیچ کو ناقص روک کر لے کر بیچ کی دلیل یہ ہے کہ دلیل اصل سے ہاتھ سے لے کر
والے کے درجے میں ہے لہذا وکیل کا بیچ کو روکنا ضمن وصول کرنے کے لئے ہوگا اس لئے کہ بیچ سے ہلاک ہونے سے ان موقوفہ
جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ بیچ قیمت کو پورا کرنے کے لئے روکنے کی وجہ سے مضمون ہوتی ہے مالا اندہ یہاں تک کہ
مضمون نہیں تھی اور اسی طرح یہ ہی رہن کے معنی میں ہے بیچ کے خلاف اس لئے کہ بیچ سے ہلاک ہونے سے بیچ کو روک دیتا ہے اور
یہاں اصل عقد فسخ نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں مَوْكِل اور دلیل کے حق میں عقد فسخ ہو جاتا ہے بیت جب بیع لی وجہ سے وہ اصل میں ہوتا ہے
کر دے اور وکیل اس پر راضی ہو جائے۔

دس ارطال گوشت خریدنے کے لئے وکیل بنانے کا بیان

(قَالَ: وَإِذَا وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَشْرَةِ ارطالٍ لَحْمٍ بَدْرَهُمْ فَاشْتَرَى عَشْرِينَ ارطالًا بَدْرَهُمْ مِنْ لَحْمٍ
يُبَاعُ مِنْهُ عَشْرَةُ ارطالٍ بَدْرَهُمْ لَزِمَ الْمَوْكِلُ مِنْهُ عَشْرَةُ يَنْصِفُ دِرْهَمٍ عِنْدَ ابْنِ حَنْبَلٍ، وَالْأُخْرَى

يَلْزَمُهُ الْعَشْرُونَ بِدَرْهِمٍ) وَذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسخِ قَوْلَ مُحَمَّدٍ مَعَ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ لَهُ
بَذْكُرُ الْخِلَافِ فِي الْأَصْلِ.

لَا بِي يُوسُفَ أَنَّهُ أَمْرُهُ بِصَرْفِ الدِّرْهِمِ فِي اللَّحْمِ وَظَنَّ أَنَّ سِعْرَهُ عَشْرَةُ أَرْطَالٍ، فَإِذَا اشْتَرَى
بِهِ عَشْرِينَ فَقَدْ زَادَهُ خَيْرًا وَصَارَ كَمَا إِذَا وَكَلَهُ بِبَيْعِ عَبْدِهِ بِأَلْفٍ فَبَاعَهُ بِأَلْفَيْنِ.
وَلَا بِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ أَمْرُهُ بِشِرَاءِ عَشْرَةِ أَرْطَالٍ وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِشِرَاءِ الزِّيَادَةِ فَيَسْفُذُ شِرَاؤُهَا عَلَيْهِ
وَشِرَاءُ الْعَشْرَةِ عَلَى الْمُوَكَّلِ بِخِلَافِ مَا اسْتَشْهَدَ بِهِ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ هُنَاكَ بَدَلُ مِلْكِ الْمُوَكَّلِ
فَيَكُونُ لَهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَى مَا يُسَاوِي عَشْرِينَ رِطْلًا بِدَرْهِمٍ حَيْثُ يَصِيرُ مُشْتَرِيًا
لِنَفْسِهِ بِالْإِجْمَاعِ؛ لِأَنَّ الْأَمْرَ يَتَأَوَّلُ السَّمِينَ وَهَذَا مَهْزُولٌ فَلَمْ يَحْصُلْ مَقْصُودُ الْأَمْرِ.

فرمایا اور جب کسی بندے نے کسی کو ایک درہم کے بدلے دس رطل گوشت خریدنے کا وکیل بنایا پھر وکیل نے ایسا
ہیں رطل گوشت خرید ایک درہم کے بدلے جس میں گوشت ایک درہم میں دس رطل بیچا جاتا ہے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک
موکل پر اس گوشت میں سے نصف درہم کے بدلے دس رطل لینا لازم ہوگا۔ صاحبین نے فرمایا کہ موکل پر ایک درہم کے بدلے
میں رطل لازم ہوگا اور بعض نسخوں میں امام محمد کا قول امام اعظم کے ساتھ مذکور ہے اور امام محمد نے مبسوط میں اس اختلاف کو ذکر نہیں
کیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو گوشت کی قیمت میں ایک درہم صرف کرنے کا وکیل بنایا
ہے۔ اور اس نے یہ سمجھا ہے کہ اس کا بخداد رطل ہے لیکن جسد وکیل نے ایک درہم کے بدلے بیس رطل خرید لیا تو وکیل نے موکل کے
لئے خیر کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ ایسے ہو گیا جیسے کسی شخص نے دوسرے کو ایک ہزار کے بدلے اپنا غلام بیچنے کا وکیل بنایا اور وکیل نے
دو ہزار میں غلام کو بیچا ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو دس رطل خریدنے کا حکم دیا ہے۔ اور زیادہ خریدنے کا حکم نہیں دیا لہذا
زیادہ کی خریداری وکیل پر نافذ ہوگی اور دس رطل کی خریداری موکل پر نافذ ہوگی۔ اس مسئلے کے خلاف جس سے امام ابو یوسف نے
استشہاد کیا ہے۔ اس لئے وہاں زیادتی موکل کی ملکیت کا بدل ہے اس لئے وہ موکل کی ہی ہوگی۔ اس صورت کے خلاف جب
موکل نے ایک درہم کے بدلے ایسا بیس رطل گوشت خرید لیا جو ایک درہم کے عوض بیس رطل کے برابر ہو تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ
وکیل اپنے لئے خریدنے والا ہے۔ اس لئے کہ موکل کا حکم موٹے جانور کے گوشت کو شامل ہے اور یہ دبلے جانور کا ہے۔ اس لئے
آمر کا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔

موکل کا مصلحت چیز خریدنے کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ وَكَلَهُ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهُ لِنَفْسِهِ) لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى تَغْيِيرِ الْأَمْرِ
حَيْثُ اعْتَمَدَ عَلَيْهِ وَلَإِنَّ فِيهِ عَزْلَ نَفْسِهِ وَلَا يَمْلِكُهُ عَلَى مَا قِيلَ إِلَّا بِمَحْضَرٍ مِنَ الْمُوَكَّلِ،

فَلَوْ كَانَ الثَّمَنُ مُسَمًّى فَاشْتَرَى بِخِلَافِ جَنْبِهِ أَوْ لَمْ يَكُنْ مُسَمًّى فَاشْتَرَى بِغَيْرِ الثَّقُودِ أَوْ وَتَكَلَّ وَكَيْلًا بِشِرَائِهِ فَاشْتَرَى الثَّانِي وَهُوَ غَائِبٌ يَثْبُتُ الْمَلِكُ لِلْوَكِيلِ الْأَوَّلِ فِي هَذِهِ الْوُجُوهِ بِرَأْيِهِ خَالَفَ أَمْرَ الْأَمْرِ فَيَنْفَذُ عَلَيْهِ .
وَلَوْ اشْتَرَى الثَّانِي بِحَضْرَةِ الْوَكِيلِ الْأَوَّلِ نَفَذَ عَلَى الْوَكِيلِ الْأَوَّلِ بِرَأْيِهِ خَصَرَهُ رَأْيُهُ فَلَمْ يَكُنْ مُخَالَفًا .

فرمایا کہ جب موکل نے کسی معین چیز خریدنے کا وکیل بنایا تو وکیل کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مذکورہ چیز اپنے لئے خرید لائے اس لئے کہ یہ موکل کو دھوکہ دینے کا سبب ہے کیونکہ موکل نے وکیل پر اعتماد کیا ہے اور اس لئے کہ ایسا کرنے میں وکیل کا اپنے آپ کو معزول کرنا لازم آتا ہے جبکہ موکل کی موجودگی کے بغیر وکیل اس کا مالک نہیں ہے جیسا کہ بیان ہے۔ پھر جب ثمن بیان کر دیا گیا ہو اور وکیل نے بیان کردہ ثمن کے خلاف جس سے خریدا یا ثمن متعین نہ ہو لیکن وکیل نے نقد کے علاوہ سے خرید لیا تو وکیل نے دوسرے کو اس کی خریداری کا وکیل بنا دیا اور دوسرے وکیل نے خریدا جبکہ پہلا وکیل غائب تھا تو ان تمام صورتوں میں پہلے وکیل کے لئے ملکیت ثابت ہوگی اس لئے کہ وکیل نے موکل کے حکم کی مخالفت کی ہے۔ لہذا یہ خریداری اسی پر نافذ ہوگی۔ اور اگر دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں خریدا ہو تو یہ خریداری پہلے موکل پر ثابت ہوگی اس لئے کہ اس خریداری میں پہلے وکیل کی رائے شامل ہے۔ لہذا وہ موکل کے امر کی مخالفت کرنے والا نہ ہوا۔

غیر معین غلام خریدنے کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَأَنْ وَتَكَلَّهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِغَيْرِ عَيْنِهِ : فَاشْتَرَى عَبْدًا فَهُوَ لِلْوَكِيلِ إِلَّا أَنْ يَقُولَ نَوَيْتُ الشِّرَاءَ لِلْمُوكَلِّ أَوْ يَشْتَرِيَهُ بِمَالِ الْمُوكَلِّ) قَالَ : هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى وَجْهِ : إِنْ أَضَافَ الْعَقْدَ إِلَى ذَرَاهِمِ الْأَمْرِ كَانَ لِلْأَمْرِ وَهُوَ الْمُرَادُ عِنْدِي يَقُولُهُ أَوْ يَشْتَرِيَهُ بِمَالِ الْمُوكَلِّ دُونَ النَّفْذِ مِنْ مَالِهِ ؛ لِأَنَّ فِيهِ تَفْصِيلًا وَخِلَافًا ، وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ مُطْلَقٌ .
وَأِنْ أَضَافَهُ إِلَى ذَرَاهِمِ نَفْسِهِ كَانَ لِنَفْسِهِ حَمْلًا لِحَالِهِ عَلَى مَا يَحِلُّ لَهُ شَرْعًا أَوْ يَفْعَلُهُ عَادَةً إِذْ الشِّرَاءُ لِنَفْسِهِ بِإِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَى ذَرَاهِمِ غَيْرِهِ مُسْتَكْرَرٌ شَرْعًا وَعُرْفًا .

فرمایا اور جب کسی شخص نے کسی کو غیر معین غلام خریدنے کے لئے وکیل بنایا پھر وکیل نے ایک غلام خرید لیا تو وہ وکیل کے لئے ہوگا مگر یہ کہ وکیل یہ کہہ دے کہ میں نے موکل کے لئے خریدنے کی نیت کی ہے اور وکیل نے اس کو موکل کے مال سے خریدا ہو۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔

اگر وکیل نے عقد کو موکل کے ذراہم کی طرف منسوب کیا تو وہ موکل کے لئے ہوگا اور میرے نزدیک امام قسطلانی کا یہ قول "بشرط ما مال" اس سے بھی مراد ہے اور موکل کے مال سے اداء ہونا مراد نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تفصیل بھی ہے اور اختلاف بھی

ہے اور یہ حکم متفق علیہ ہے جب کہ مطلق ہے۔

و اگر وکیل نے عقد کو اپنے دراہم کی طرف منسوب کیا تو وہ عقد وکیل کے لئے ہوگا کیونکہ حال کو ایسی چیز پر محمول کرتے ہوئے جو اس کے لئے شرعاً حلال ہے یا اسے وکیل بطور عادت انجام دیتا ہے۔ اس لئے کہ دوسرے کے دراہم کی طرف عقد کو منسوب کر کے اپنے لئے خریدنا شرعاً بھی ناپسند ہے اور عرفاً بھی برا ہے۔

وکیل کا عقد کو مطلق دراہم کی جانب منسوب کرنے کا بیان

وَأَنْ أَضَافَهُ إِلَى دَرَاهِمٍ مُطْلَقَةٍ، فَإِنْ نَوَاهَا لِلْأَمِيرِ فَهُوَ لِلْأَمِيرِ، وَإِنْ نَوَاهَا لِنَفْسِهِ فَلِنَفْسِهِ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَعْمَلَ لِنَفْسِهِ وَيَعْمَلَ لِلْأَمِيرِ فِي هَذَا التَّوَكُّيلِ، وَإِنْ تَكَاذَبَا فِي الْيَتَةِ يَحْكُمُ النَّقْدُ بِالْإِجْمَاعِ؛ لِأَنَّهُ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَإِنْ تَوَافَقَا عَلَى أَنَّهُ لَمْ تَحْضُرْهُ الْيَتَةُ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: هُوَ لِلْعَاقِدِ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ كُلَّ أَحَدٍ يَعْمَلُ لِنَفْسِهِ إِلَّا إِذَا ثَبَتَ جَعَلَهُ لِغَيْرِهِ وَلَمْ يَثْبُتْ. وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَحْكُمُ النَّقْدُ؛ لِأَنَّ مَا أَوْقَعَهُ مُطْلَقًا يَحْتَمِلُ الْوُجْهَيْنِ فَيَبْقَى مَوْقُوفًا، فَمِنْ آتَى الْمَالِكِينَ نَقْدًا فَقَدْ فَعَلَ ذَلِكَ الْمُحْتَمَلُ لِصَاحِبِهِ وَلِأَنَّ مَعَ تَصَادُفِهِمَا يَحْتَمِلُ الْيَتَةَ لِلْأَمِيرِ، وَفِيمَا قُلْنَا حَمْلُ حَالِهِ عَلَى الصَّلَاحِ كَمَا فِي حَالَةِ التَّكَادُّبِ. وَالتَّوَكُّيلُ بِالْإِسْلَامِ فِي الطَّعَامِ عَلَى هَذِهِ الْوُجُوهِ

اور جب وکیل نے عقد کو مطلق دراہم کی طرف منسوب کیا تو اگر اس نے وکیل کے لئے اس کی نیت کی ہو تو عقد مؤکل کے لئے ہوگا اور اگر اس نے اپنے لئے نیت کی تو اس کے اپنے لئے ہوگا اس لئے کہ اس تو وکیل میں وکیل کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے لئے کام کرے یا مؤکل کے لئے کام کرے اور اگر وکیل اور مؤکل نے نیت میں ایک دوسرے کو جھنڈ دیا تو بالاتفاق ادا نیگی کو حکم بنایا جائے گا اس لئے کہ ادا نیگی اس پر ظاہری دلیل ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور اگر دونوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ ثراء کے وقت نیت نہیں تھی تو امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ عقد عقد کے لئے ہوگا اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ بر بندہ اپنے لئے کام کرتا ہے مگر یہ کہ اس کام کو دوسرے کے لئے ثابت کرنا ثابت ہو جائے حالانکہ یہ ثابت نہیں ہوا ہے۔

اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس میں بھی اداء کرنے کو حکم بنایا جائے گا اس لئے کہ وکیل نے مطلق جس کام کو انجام دیا ہے وہ دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے لہذا یہ عمل موقوف رہے گا اور وکیل نے جس کے مال سے ثمن اداء کیا ہو تو گویا اس نے یہ احتمال والا کام بھی اسی کے لئے کیا ہوگا اور اس لئے اس کی نیت کے نہ پائے جانے پر دونوں کے اتفاق کر لینے کے باوجود مؤکل کے لئے نیت کا احتمال ہے اور جو کچھ ہم نے کہا ہے اس میں وکیل کے حال کو اصلاح پر محمول کرنا ہے جس طرح ایک دوسرے کی تکذیب میں ہے۔ اور اناج کی بیج سلم کے لئے وکیل بنانا بھی انہیں صورتوں پر ہے۔

حکم دینے والے کے قول کے اعتبار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَمَرَ رَجُلًا بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِأَلْفٍ فَقَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَمَاتَ عَبْدِي وَقَالَ الْإِمْرُ اشْتَرَيْتَهُ لِنَفْسِكَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْإِمْرِ، فَإِنْ كَانَ دَفَعَ إِلَيْهِ الْأَلْفَ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمَأْمُورِ)؛ لِأَنَّ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ أَخْبَرَ عَمَّا لَا يَمْلِكُ اسْتِثْنَاءَهُ وَهُوَ الرَّجُوعُ بِالثَّمَنِ عَلَى الْإِمْرِ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكَرِ. وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي هُوَ آمِنٌ يُرِيدُ الْخُرُوجَ عَنْ عَهْدَةِ الْأَمَانَةِ فَيَقْبَلُ قَوْلَهُ. وَلَوْ كَانَ الْعَبْدُ حَيًّا حِينَ اخْتَلَفَا، إِنْ كَانَ الثَّمَنُ مَنْقُودًا فَالْقَوْلُ لِلْمَأْمُورِ؛ لِأَنَّهُ آمِنٌ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَنْقُودًا فَكَذَلِكَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَرَحِمَهُمَا اللَّهُ؛ لِأَنَّهُ يَمْلِكُ اسْتِثْنَاءَ الشِّرَاءِ فَلَا يُتَّهَمُ فِي الْإِخْبَارِ عَنْهُ.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْقَوْلُ لِلْإِمْرِ؛ لِأَنَّهُ مَوْضِعُ تَهْمَةٍ بَأَنِ اشْتَرَاهُ لِنَفْسِهِ، فَإِذَا رَأَى الصَّفَقَةَ خَاسِرَةً أَلْزَمَهَا الْإِمْرَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الثَّمَنُ مَنْقُودًا؛ لِأَنَّهُ آمِنٌ لِنَفْسِهِ فَيَقْبَلُ قَوْلَهُ تَبَعًا لِذَلِكَ وَلَا ثَمَنَ فِي يَدِهِ هَاهُنَا، وَإِنْ كَانَ أَمْرُهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ بِعَيْنِهِ ثُمَّ اخْتَلَفَا وَالْعَبْدُ حَيٌّ فَالْقَوْلُ لِلْمَأْمُورِ سَوَاءً كَانَ الثَّمَنُ مَنْقُودًا أَوْ غَيْرَ مَنْقُودٍ، وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ؛ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ عَمَّا يَمْلِكُ اسْتِثْنَاءَهُ، وَلَا تَهْمَةَ فِيهِ؛ لِأَنَّ الْوَكِيلَ بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِعَيْنِهِ لَا يَمْلِكُ شِرَاءَهُ لِنَفْسِهِ بِمِثْلِ ذَلِكَ الثَّمَنِ فِي حَالِ غَيْبَتِهِ عَلَى مَا مَرَّ، بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَيَّنِ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ لِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

کتاب کا جواب تو نے اپنے لئے وہ غلام خرید اٹھا تو حکم دینے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر حکم دینے والا نے مامور کو ایک ہزار دے دیا ہو تو مامور کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ پہلی صورت میں وکیل نے ایسی چیز کی خریدی ہے جس کو ایجاد کرنے کا وہ مالک نہ ہے اور وہ مامور سے ثمن واپس لینا ہے حالانکہ مامور اس کا منکر ہے اور منکر کا قول ہی معتبر ہے۔ اور دوسری صورت میں مامور امین ہے اور وہ امانت کی ذمہ داری سے نکلنا چاہتا ہے اس لئے اس کا قول مقبول ہوگا اور اگر حکم دینے والا او مامور کے اختلاف کے وقت غلام زندہ ہو تو اگر مامور کو ثمن سے دیا گیا ہو تو اس کا قول ہی معتبر ہوگا اس لئے کہ وہ امین ہے اور اگر ثمن نہ دیا گیا ہو تو بھی صاحبین کے نزدیک یہی حکم ہوگا اس لئے کہ مامور نے سرے سے اس کو خریدنے کا مالک ہے لہذا خرید کی خبر دینے میں وہ متہم نہ ہوگا۔

اور حضرت امام اعظم کے نزدیک حکم دینے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ یہ تہمت کا مقام ہے اسی طریقہ پر مامور نے اپنے لئے خریدا ہو پھر جب مامور نے گھانے کا سودا دیکھا تو اسے حکم دینے والا کے سر ڈال دیا اس صورت کے خلاف جب ثمن

دے دیا گیا ہو اس لئے کہ مامور اس سلسلے میں امین ہے کیونکہ اس کے تابع ہو کر اسی کا قول معتبر ہوگا اور یہاں مامور کے قبضہ میں ثمن ہی نہ ہے۔

اور جب حکم دینے والا نے مامور کو کسی معین غلام کو خریدنے کا حکم دیا پھر دونوں میں اختلاف ہوا حالانکہ غلام زندہ ہے تو مامور کا قول معتبر ہوگا چاہے ثمن دے دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو اور یہ حکم متفق ہے اس لئے کہ مامور نے ایسی خبری ہے جس کو وہ نئے سرے سے کرنے کا مالک ہے اور اس میں تہمت بھی نہ ہے اس لئے کہ کسی معین چیز کو خریدنے کا وکیل مؤکل کی عدم موجودگی میں اتنے ہی ثمن میں اس چیز کو اپنے لئے خریدنے کا مالک نہ ہوتا غیر معین کی توکیل کے خلاف جس طرح ہم نے حضرت امام اعظم کی دلیل میں بیان کیا ہے۔

وکالت عن فلاں کے اقرار کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِأَخَرٍ بَعِي هَذَا الْعَبْدَ لِفُلَانٍ فَبَاعَهُ ثُمَّ أَنْكَرَ أَنْ يَكُونَ فُلَانٌ أَمْرُهُ ثُمَّ جَاءَ فُلَانٌ وَقَالَ أَنَا أَمْرُهُ بِذَلِكَ فَإِنَّ فُلَانًا يَأْخُذُهُ) ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ السَّابِقَ إِفْرَارٌ مِنْهُ بِالْوَكَالَةِ عَنْهُ فَلَا يَنْفَعُهُ الْإِنْكَارُ الْوَلَا حَقُّ .

(فَإِنْ قَالَ فُلَانٌ لَمْ أَمْرُهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ) ؛ لِأَنَّ الْإِفْرَارَ بِرِثَتِهِ بِرِثَتِهِ (أَلَا أَنْ يُسَلِّمَهُ الْمُشْتَرِي لَهُ فَيَكُونَ بَيْعًا عَنْهُ وَعَلَيْهِ الْعَهْدَةُ) ؛ لِأَنَّهُ صَارَ مُشْتَرِيًا بِالتَّعَاطِي، كَمَنْ اشْتَرَى لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ حَتَّى لَزِمَهُ ثُمَّ سَلَّمَهُ الْمُشْتَرِي لَهُ، وَذَلِكَ الْمَسْأَلَةُ عَلَى أَنَّ التَّسْلِيمَ عَلَى وَجْهِ الْبَيْعِ يَكْفِي لِلتَّعَاطِي وَإِنْ لَمْ يُوجَدْ نَقْدُ الثَّمَنِ، وَهُوَ يَتَحَقَّقُ فِي النَّفِيسِ وَالْخَسِيسِ لَا سِتْمَامَ التَّرَاضِي وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي الْبَابِ .

اور جس شخص نے کسی دوسرے کو کہا کہ تو اس غلام کو بیچ فلاں کے لئے اور جب اس نے اس کو بیچ دیا تو اس نے انکار کر دیا کہ فلاں نے اس کو حکم دیا ہے پھر فلاں آگیا اور اس نے کہا کہ میں نے قائل کو حکم دیا تھا تو فلاں اس کو لے لے گا اس لئے کہ قائل کا قول سابق اس کی طرف سے وکالت عن فلاں کا اقرار ہے لہذا اس کا انکار لاحق اس کے لئے مفید نہ ہوگا پھر اگر فلاں نے کہا کہ میں نے اس کو حکم نہ دیا تھا تو اس کو غلام لینے کا حق نہ ہوگا اس لئے کہ اقرار اس کے رد کرنے سے رد ہو گیا۔

فرمایا کہ اس صورت میں جب غلام خریدنے والے نے اس کو فلاں کے سپرد کر دیا ہو تو یہ خریدار کی طرف سے بیع ہوگی اور ذمہ داری فلاں پر ہوگی اس لئے کہ تعاطی کے ذریعہ فلاں خریدار ہو گیا ہے جس طرح وہ بندہ جس نے کسی دوسرے کے حکم سے کوئی چیز اس کے لئے خریدی حتیٰ کہ وہ خریدار کے ذمہ لازم ہو گئی پھر جس کے لئے خریدی تھی اس کے سپرد کر دیا اور یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع کے طور پر سپرد کرنا تعاطی کے لئے کافی ہے اگرچہ ثمن کی ادائیگی نہ پائی جائے۔ اور بیع تعاطی نہیں اور خیس و غنیوں میں ثابت ہے اس لئے کہ باہمی رضامندی پوری ہے اور بیع کے باب میں یہی معتبر ہے۔

ثمن بتائے بغیر موکل کے لئے خریداری کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يَشْتَرِيَ لَهُ عَبْدَيْنِ بِأَعْيَانِهِمَا وَلَمْ يَسَمَّ لَهُ ثَمَنًا لَمْ يَشْتَرِ لَهُ أَحَدَهُمَا جَازًا) لِأَنَّ التَّوَكِيلَ مُطْلَقٌ، وَقَدْ لَا يَتَّفِقُ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا فِي الْبَيْعِ (إِلَّا لِمَا لَا يَتَّعَاهُنِ النَّاسُ فِيهِ) لِأَنَّهُ تَوَكِيلٌ بِالشَّرَاءِ، وَهَذَا كُلُّهُ بِالْإِجْمَاعِ (وَلَوْ أَمَرَهُ بِأَنْ يَشْتَرِيَهُمَا بِالْفِ وَثَمَنَهُمَا سَوَاءً، فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنْ اشْتَرَى أَحَدَهُمَا بِخَمْسِمِائَةِ أَوْ أَقَلَّ حَازَ، وَإِنْ اشْتَرَى بِأَكْثَرٍ لَمْ يَلْزَمْ الْأَمْرُ) لِأَنَّهُ قَابِلٌ الْآلِفَ بِهِمَا وَثَمَنَهُمَا سَوَاءً فَيَقْسَمُ بَيْنَهُمَا بِضْفَيْنِ دَلَالَةً، فَكَانَ أَمْرًا بِشُرَاءِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِخَمْسِمِائَةِ ثَمَّ الشَّرَاءُ بِهَا مُوَافَقَةٌ وَبِأَقَلِّ مِنْهَا مُحَالَفَةٌ إِلَى خَيْرٍ وَالزِّيَادَةُ إِلَى شَرٍّ فَلْتُ الزِّيَادَةُ أَوْ كَثُرَتْ فَلَا يَجُوزُ (إِلَّا أَنْ يَشْتَرِيَ الْبَاقِيَ بِثَقِيَّةِ الْآلِفِ قَبْلَ أَنْ يَخْتَصِمَا اسْتِحْسَانًا) لِأَنَّ شُرَاءَ الْأَوَّلِ قَائِمٌ وَقَدْ حَصَلَ غَرَضُ الْمُصْرَحِ بِهِ وَهُوَ تَحْصِيلُ الْعَبْدَيْنِ بِالْآلِفِ وَمَا ثَبَتَ الْإِنْقِسَامُ إِلَّا دَلَالَةً وَالصَّرِيحُ يَفُوقُهَا (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِنْ اشْتَرَى أَحَدَهُمَا بِأَكْثَرٍ مِنْ بَضْفِ الْآلِفِ بِمَا يَتَّعَاهُنِ النَّاسُ فِيهِ وَقَدْ بَقِيَ مِنَ الْآلِفِ مَا يَشْتَرِي بِمِثْلِهِ الْبَاقِيَ جَازًا) لِأَنَّ التَّوَكِيلَ مُطْلَقٌ لِكُنْهِ يَتَّقِدُ بِالْمُتَعَارِفِ وَهُوَ لِمَا قُلْنَا، وَلَكِنْ لَا بُدَّ أَنْ يَبْقَى مِنَ الْآلِفِ بَاقِيَةٌ يَشْتَرِي بِمِثْلِهَا الْبَاقِيَ لِيُمْكِنَهُ تَحْصِيلُ غَرَضِ الْأَمْرِ.

فرمایا اور جب کسی بندے نے دوسرے کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے دو معین نام خریدے اور موکل نے وکیل کو ثمن نہ بتایا پھر وکیل نے موکل کے لئے ان میں سے ایک غلام خرید تو جائز ہے اس لئے کہ توکیل مطلق ہے بندہ اپنے اطلاق پر جاری ہوگی اور کبھی بیع میں دونوں غلاموں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو پانچ اس صورت کے سوا جس میں لوگ دھوکہ نہ کھاتے ہوں اس لئے کہ یہ توکیل بہ خرید ہے اور یہ سب متفق علیہ ہے۔

اور اگر موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ ان دونوں غلاموں کو ایک ہزار میں خرید لے اور ان دونوں کی قیمت برابر ہے تو امام صاحب کے نزدیک اگر وکیل نے ان میں سے ایک کو پانچ سو یا اس سے کم میں خرید تو جائز ہے۔ لیکن اگر پانچ سو سے زیادہ میں خرید تو اس کی خریداری موکل پر نہ ہوگی اس لئے کہ موکل نے دونوں کو ایک ہزار کا مقابل ٹھہرایا ہے اور ان کی قیمت برابر ہے ہذا اولاً آدھا آدھا ان دونوں کے درمیان ہوگا اور موکل ان میں سے ہر ایک کو پانچ سو میں خریدنے کا حکم دینے والا ہوگا اس لئے پانچ سو میں خریدنے میں موافقت ہے اور پانچ سو سے کم میں خریدنا خیر کی طرف مخالفت ہے جب کہ اس سے زیادہ میں خریدنا شکی طرف مخالفت ہے اور زیادتی کم ہو یا زیادہ ہو ہر صورت میں جائز نہ ہے مگر یہ کہ خصوصت کرنے سے پہلے دوسرے غلام کو ہتیمہ الف کے بدلے خرید لے تو استحباباً جائز ہے اس لئے کہ پہلے غلام کی خریداری موجود ہے اور موکل کے جس مقصد کی صراحت کی گئی تھی وہ

مقصد بھی حاصل ہو چکا ہے۔ یعنی ایک ہزار کے بدلے دونوں غلاموں کو خریدنا حاصل ہو چکا ہے اور تقسیم دلالۃ ثابت ہوئی تھی حالانکہ کہ صراحت دلالۃ پر فائق ہے۔

صاحبین نے فرمایا کہ اگر وکیل نے ان میں سے ایک غلام کو ایک ہزار کے آدھے سے اتنی زیادہ قیمت میں خریدا جس میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہوں اور ایک ہزار میں سے اتنا باقی ہے جس کی مثل میں دوسرا غلام خریدا جاسکتا ہے تو جائز ہے کیونکہ وکیل مطلق ہے لیکن وہ متعارف کے ساتھ مقید ہے اور متعارف اسی میں ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک ہزار میں سے اتنی رقم باقی ہو جس کے مثل کے عوض دوسرا غلام خریدا جاسکتا ہو کہ وکیل کے لئے موقوف کی غرض کو حاصل کرنا ممکن ہو۔

قرض کے بدلے غلام خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهُ عَلَى آخِرِ الْفِ دِرْهَمٍ فَأَمْرُهُ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا هَذَا الْعَبْدَ فَاشْتَرَاهُ جَازٌ) ؛ لِأَنَّ فِي تَعْيِينِ الْمَبِيعِ تَعْيِينَ الْبَائِعِ ؛ وَلَوْ عَيَّنَ الْبَائِعُ يَجُوزُ عَلَى مَا نَذَرْنَاهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

فرمایا اور جب کسی بندے کے کسی شخص پر ایک ہزار درہم قرض ہوں اور قرض خواہ نے قرض دار کو حکم دیا کہ اس الف کے بدلے غلام خرید لے پس اس نے خریدا تو یہ جائز ہے اس لئے کہ بیع کو متعین کرنے میں بیچنے والے کی بھی تعین ہے۔ اور اگر حکم دینے والا بیچنے والے کو متعین کرتا تو جائز ہوتا جس طرح ہم انشاء اللہ بیان کریں گے۔

قرض کے بدلے غیر معین غلام خریدنے کا بیان

قَالَ (وَأِنْ أَمْرُهُ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا عَبْدًا بِغَيْرِ عَيْنِهِ فَاشْتَرَاهُ فَمَاتَ فِي يَدِهِ قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَهُ الْأَمْرُ مَاتَ مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِي، وَإِنْ قَبِضَهُ الْأَمْرُ فَهُوَ لَهُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَقَالَا : هُوَ لَا زِمٌ لِلْأَمْرِ إِذَا قَبِضَهُ الْمَأْمُورُ) وَعَلَى هَذَا إِذَا أَمْرُهُ أَنْ يُسَلِّمَ مَا عَلَيْهِ أَوْ يَصْرِفَ مَا عَلَيْهِ . لَهُمَا أَنَّ الدَّرَاهِمَ وَالْدَنَانِيرَ لَا يَتَعَيَّنَانِ فِي الْمَعَاوَضَاتِ دَيْنًا كَانَتْ أَوْ عَيْنًا، إِلَّا يَرَى أَنَّهُ لَوْ تَبَايَعَا عَيْنًا بِدَيْنٍ ثُمَّ تَصَادَقَا أَنْ لَا دَيْنَ لَا يَبْطُلُ الْعَقْدُ فَصَارَ الْإِطْلَاقُ وَالتَّقْيِيدُ فِيهِ سَوَاءً فَيَصِحُّ التَّوَكُّلُ وَيُلْزَمُ الْأَمْرُ ؛ لِأَنَّ يَدَ الْوَكِيلِ كَيْدِهِ .

وَلَا بِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهَا تَتَعَيَّنُ فِي الْوَكَالَاتِ ؛ إِلَّا تَرَى أَنَّهُ لَوْ قَيَّدَ الْوَكِيلَ بِالْعَيْنِ مِنْهَا أَوْ بِالذَّيْنِ مِنْهَا ثُمَّ اسْتَهْلَكَ الْعَيْنَ أَوْ اسْقَطَ الذَّيْنِ بَطُلَتْ الْوَكَالَةُ، وَإِذَا تَعَيَّنَتْ كَانَ هَذَا تَمْلِكُكَ الذَّيْنِ مَنْ غَيْرَ مَنْ عَلَيْهِ الذَّيْنُ مِنْ دُونِ أَنْ يُوَكَّلَهُ بِقَبْضِهِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ، كَمَا إِذَا اشْتَرَى بِدَيْنٍ عَلَى غَيْرِ الْمُشْتَرِي أَوْ يَكُونُ أَمْرًا بِصَرْفِ مَا لَا يَمْلِكُهُ إِلَّا بِالْقَبْضِ قَبْلَهُ وَذَلِكَ بَاطِلٌ كَمَا إِذَا قَالَ أَعْطِ مَالِي عَلَيْكَ مَنْ شِئْتَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا عَيَّنَ الْبَائِعُ ؛ لِأَنَّهُ بِصِيرُ وَكَيْلًا عَنْهُ

فِي الْقَبْضِ ثُمَّ يَتَمَلَّكُهُ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا أَمَرَهُ بِالتَّصَدُّقِ، لِأَنَّهُ جَعَلَ الْمَالَ لِلَّهِ وَهُوَ مَغْلُوبٌ.
وَإِذَا لَمْ يَصِحَّ التَّوَكُّلُ نَفَذَ الشِّرَاءَ عَلَى الْمَأْمُورِ فَيَهْلِكُ مِنْ مَالِهِ إِلَّا إِذَا قَبَضَهُ الْأَمْرُ مِنْهُ
لَا نِعْقَادَ الْبَيْعِ تَعَاظِيًا.

اور جب قرض خواہ نے قرض دار کو حکم دیا کہ وہ اس دین کے بدلے غیر معین خدام خرید لے پس اس نے خرید لیا اور وہ
خدام اس قرض دار کے پاس مر گیا قرض خواہ کے قبضہ کرنے سے پہلے تو وہ خریدار کے مال سے مر رہا ہے۔ اواگر حکم دینے والا نے اس
پر قبضہ کر لیا ہو تو وہ اسی کا ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم کے نزدیک ہے۔

صاحبین کے نزدیک وہ حکم دینے والا پر لازم ہوگا اگر مامور نے اس پر قبضہ کر لیا ہو اور اسی بنا پر اختلاف ہے اس میں جب قرض
خواہ نے یہ کہا ہو قرض دار کو کہ جو کچھ تم پر ہے اس کی بیع سلم کر لے یا بیع صرف کر لے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ معاوضات میں دراہم اور دنانیر متعین نہ ہوتے چاہے وہ عین ہو یا دین ہو۔ کیا آپ دیکھتے نہ کہ
جب دو بندوں نے ایک مال عین کو دین کے بدلے بیچا پھر دونوں نے اتفاق کر لیا کہ دین نہ تھا تو عقد ختم نہ ہوگا۔ لہذا اس میں اطلاق
اور تنقیہ دونوں برابر ہو گئے اس لئے تو کیل صحیح ہو گیا اور عقد حکم دینے والا پر لازم ہوگا اس لئے کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کے قبضہ کی طرح
ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر وکالات میں متعین ہوتے ہیں کیا آپ نے دیکھا نہ کہ جب مؤکل نے
دراہم اور دنانیر میں سے عین یا دین کے ساتھ وکالت کو مقید کیا پھر عین کو ہلاک کر دیا یا دین کو ختم کر دیا تو وکالت باطل ہو جائے
گی۔ لہذا جب وکالت میں دراہم اور دنانیر متعین ہوئے تو یہ قرض دار کو قبضہ کرنے کا وکیل بنایا اس کے علاوہ دین کا مالک کرنا ہوا
حالت کہ یہ جائز نہ ہے۔

جس طرح کہ جب کسی بندے نے ایسے دین کے بدلے کوئی چیز خریدی جو دین خریدار کے علاوہ پر ہے یا ایسے مال کو صرف
کرنے کا حکم دیا جس کا وہ مالک نہ ہے مگر یہ کہ حکم دینے سے پہلے وہ اس پر قبضہ کر لے اور وہ بھی باطل ہے جیسے اس صورت میں
جب کہا کہ میرا جو مال تم پر باقی ہے تم جس کو چاہو وہ دے دو۔ اس صورت کے خلاف جب مؤکل نے بیچنے والے کو متعین کر دیا ہو اس
لئے کہ بیچنے والا مؤکل کی طرف سے قبضہ کرنے کا وکیل ہوگا پھر وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس صورت کے خلاف جب مؤکل نے
قرض دار کو وہ مال صدقہ کرنے کا حکم دیا ہو اس لئے کہ مالک نے اللہ کے لئے وہ مال وقف کر دیا اور وہ معلوم بھی ہے اور جب تو کیل
صحیح نہ ہوئی تو خرید وکیل پر نافذ ہو گیا اور غلام اس کے مال سے ہی ہلاک ہوگا مگر جب مؤکل وکیل کی طرف سے قبضہ کر لے اس لئے
کہ بیع تعاطی واقع ہو گئی ہے۔

وکالت کی خریداری میں وکیل کے قول کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ دَفَعَ إِلَى أَحْرَ أَلْفًا وَأَمَرَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا جَارِيَةً فَاشْتَرَاهَا فَقَالَ الْأَمْرُ اشْتَرَيْتَهَا
بِخُمْسِمَائَةٍ.

وَقَالَ الْمَأْمُورُ اشْتَرَيْتَهَا بِالْفِ قَالِقُولُ قَوْلُ الْمَأْمُورِ وَمُرَادُهُ إِذَا كَانَتْ تُسَاوِي الْفَاءَ لِأَنَّهُ
أَمِينٌ فِيهِ وَقَدْ ادَّعَى الْخُرُوجَ عَنْ عَهْدَةِ الْأَمَانَةِ وَالْأَمْرُ يُدَّعَى عَلَيْهِ ضَمَانٌ خَمْسِمِائَةٍ وَهُوَ
يُنْكِرُ، فَإِنْ كَانَتْ تُسَاوِي خَمْسِمِائَةٍ قَالِقُولُ قَوْلُ الْأَمْرِ لِأَنَّهُ خَالَفَ حَيْثُ اشْتَرَى جَارِيَةً
تُسَاوِي خَمْسِمِائَةٍ وَالْأَمْرُ تَنَازَلَ مَا يُسَاوِي الْفَاءَ فَيُضْمَنُ.

فرمایا اور جب ایک بندے نے دوسرے کو ایک ہزار درہم دیئے اور اس کو حکم دیا کہ وہ ان درہم کے ساتھ ایک
باندی خریدے پس وکیل نے باندی خرید لی پس موکل نے کہا کہ تم نے اس کو پانچ سو میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو
ہزار میں خریدا ہے تو وکیل کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور ماتن کی مراد یہ ہے کہ جب باندی ایک ہزار کی مالیت کے برابر ہو اس لئے
کہ مامور اس سلسلے میں امین ہے اور اس نے امانت کے عہدہ سے بری ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور حکم دینے والا اس پر پانچ سو کی ضمانت کا
دعویٰ کر رہا ہے حالانکہ مامور اس کا منکر ہے۔ لیکن اگر وہ باندی پانچ سو کی مالیت کے برابر ہو تو حکم دینے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے
گا اس لئے کہ مامور نے حکم دینے والا کے قول کی مخالفت کی یہاں اس لئے کہ اس نے ایسی باندی خریدی ہے جو پانچ سو کی مالیت کے
برابر ہے جب کہ موکل کا قول ایسی باندی کو شامل ہے جو ایک ہزار کی مالیت کے برابر ہو اس لئے وکیل ضامن ہوگا۔

مامور کے درہم نہ دینے میں موکل کے قول کا اعتبار

قَالَ (وَأِنْ لَمْ يَكُنْ دَفَعَ إِلَيْهِ الْآلِفَ قَالِقُولُ قَوْلُ الْأَمْرِ) أَمَّا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهَا خَمْسِمِائَةٍ
فَلِلْمُخَالَفَةِ وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهَا الْفَاءَ فَمَعْنَاهُ أَنَّهُمَا يَتَخَالَفَانِ لِأَنَّ الْمُوَكَّلَ وَالْمُوكِّلَ فِي هَذَا
يَنْزِلَانِ مَنْزِلَةَ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرَى وَقَدْ وَقَعَ الْإِخْتِلَافُ فِي الثَّمَنِ وَمُوجِبُهُ التَّخَالُفُ.
ثُمَّ يَفْسَخُ الْعَقْدُ الَّذِي جَرَى بَيْنَهُمَا فَتَلَزِمُ الْجَارِيَةُ الْمَأْمُورَ.

فرمایا اور جب حکم دینے والے نے مامور کو ایک ہزار درہم نہ دئے ہوں تو اس وقت حکم دینے والے کے قول کا اعتبار کیا
جائے گا لیکن جب باندی کی قیمت پانچ سو درہم ہو تو مخالفت کی وجہ سے اور اگر اس کی قیمت ہزار درہم ہوں تو اس کا معنی یہ ہے کہ
وکیل اور موکل دونوں قسم کھائیں گے اس لئے کہ اس میں وکیل اور موکل بیچنے والا اور خریدار کے درجہ میں ہیں اور ثمن میں اختلاف
ہوا ہے جس کا موجب باہمی قسم کھانا ہے پھر وہ عقد جو وکیل اور موکل کے درمیان جاری ہوا ہے وہ فسخ ہو جائے گا اور باندی مامور کے
ذمہ لازم ہوگی۔

تصدیق بیچنے والا سے موکل و وکیل سے سقوط حلف کا بیان

قَالَ (وَلَوْ أَمَرَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ لَهُ هَذَا الْعَبْدَ وَلَمْ يُسَمِّ لَهُ ثَمَنًا فَاشْتَرَاهُ فَقَالَ الْأَمْرُ اشْتَرَيْتَهُ
بِخَمْسِمِائَةٍ وَقَالَ الْمَأْمُورُ بِالْفِ وَصَدَّقَ الْبَائِعُ الْمَأْمُورَ قَالِقُولُ قَوْلُ الْمَأْمُورِ مَعَ يَمِينِهِ) قِيلَ
لَا تَخَالَفَ هَاهُنَا لِأَنَّهُ ارْتَفَعَ الْإِخْلَافُ بِتَصْدِيقِ الْبَائِعِ، إِذْ هُوَ حَاضِرٌ وَفِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى

هُوَ غَائِبٌ، لَمَّا غُتِرَ الْإِخْتِلَافُ، وَقِيلَ يَتَحَالَفَانِ كَمَا ذَكَرْنَا، وَقَدْ ذَكَرَ مُعْظَمُ يَمِينِ التَّحَالُفِ
وَهُوَ يَمِينُ الْبَائِعِ وَالْبَائِعُ بَعْدَ اسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ أَجْنَبِيٌّ عَنْهُمَا وَقَبْلَهُ أَجْنَبِيٌّ عَنِ الْمُوَكَّلِ إِذْ لَمْ
يَخْرِجْ بَيْنَهُمَا بَيْعٌ فَلَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ لَيْتَقَى الْإِخْلَافُ، وَهَذَا قَوْلُ الْإِمَامِ أَبِي مَنْصُورٍ رَحِمَهُ اللَّهُ
وَهُوَ أَظْهَرُ.

فرمایا اور جب موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ اس کے لئے یہ غلام خرید لے اور موکل نے وکیل سے ثمن بیان نہ کیا ہو
پھر موکل نے کہا کہ تم نے اس کو پانچ سو درہم میں خریدا ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو ایک ہزار درہم میں خریدا ہے اور بیچنے
والے نے وکیل کی تصدیق کر دی تو وکیل کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہا گیا کہ یہاں قسم نہ ہوگی۔ اس لئے کہ بیچنے والے کی
تصدیق سے اختلاف ختم ہو گیا اس لئے کہ بیچنے والا حاضر ہے اور پہلے مسئلے میں غائب تھا اس لئے اختلاف کا اعتبار کیا گیا دوسرا قول
یہ ہے کہ دونوں قسم کھائیں گی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور امام محمد نے تحالف میں جو سب سے بڑی قسم بیان کی ہے وہ بیچنے والے کی قسم ہے اور ثمن لینے کے بعد بیچنے والے دونوں
اجنبی ہے جب کہ ثمن لینے سے پہلے موکل سے اجنبی ہے اس لئے کہ موکل اور بیچنے والا کے درمیان پہلے بیع جاری نہ ہوئی ہے لہذا
موکل کے خلاف اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اس لئے کہ اختلاف باقی رہا اور یہ قول ابو منصور مایہ تریہ کی کا ہے اور یہی زیادہ ظاہر

فَصْلٌ فِي التَّوَكُّلِ بِشِرَاءِ نَفْسِ الْعَبْدِ

یہ فصل غلام کی خریداری میں توکیل کے بیان میں ہے

فصل غلام کی توکیل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی غلام نے اپنے آپ کو اپنے آقا سے خریدنا تو یہ بھی ایک قسم کی خریداری ہے۔ اور یہ قسم فصل فی بیع کے سوا ایک الگ نوع رکھتی ہے۔ لہذا اس کو ایک مستقل فصل میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے مؤخریون کا سبب ظاہر ہے کیونکہ یہ بیع شاذ و نادر ہی واقع ہوتی ہے۔ اسی سبب سے اس فصل کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

(عتایہ شرح ہدایہ، تصرف، کتاب بیع)

غلام کا اپنے آپ کو آقا سے خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لِرَبِّهِ: اشْتَرِ لِي نَفْسِي مِنَ الْمَوْلَى بِالْأَلْفِ وَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، فَإِنْ قَالَ الرَّجُلُ لِلْمَوْلَى: اشْتَرَيْتَهُ لِنَفْسِهِ فَبَاعَهُ عَلَى هَذَا فَيَهُوَ حُرٌّ وَالْوَلَاءُ لِلْمَوْلَى)؛ لِأَنَّ بَيْعَ نَفْسِ الْعَبْدِ مِنْهُ إِعْتَاقٌ وَبِشِرَاءِ الْعَبْدِ نَفْسَهُ قَبُولُ الْإِعْتَاقِ بِبَدَلٍ وَالْمَأْمُورُ سَفِيرٌ عَنْهُ إِذَا لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ الْحَقُّوقُ فَصَارَ كَأَنَّهُ اشْتَرَى بِنَفْسِهِ، وَإِذَا كَانَ إِعْتَاقًا أَعْقَبَ الْوَلَاءُ (وَأِنْ لَمْ يُعَيَّنْ لِلْمَوْلَى قَبُولُ عَبْدٍ لِلْمُشْتَرَى) لِأَنَّ اللَّفْظَ حَقِيقَةً لِلْمُعَاوَضَةِ وَامْكَنَ الْعَمَلُ بِهَا إِذَا لَمْ يُعَيَّنْ فَيَحْفَظُ عَلَيْهَا بِخِلَافِ شِرَاءِ الْعَبْدِ نَفْسَهُ؛ لِأَنَّ الْمَجَازَ فِيهِ مُتَعَيَّنٌ، وَإِذَا كَانَ مُعَاوَضَةً يَثْبُتُ الْمِلْكُ لَهُ (وَالْأَلْفُ لِلْمَوْلَى)؛ لِأَنَّهُ كَسَبُ عَبْدِهِ (وَعَلَى الْمُشْتَرَى أَلْفٌ مِثْلُهُ) ثُمَّ لِلْعَبْدِ فَإِنَّهُ فِي ذِمَّتِهِ حَيْثُ لَمْ يَصِحَّ الْإِدَاءُ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِشِرَاءِ الْعَبْدِ مِنْ غَيْرِهِ حَيْثُ لَا يُشْتَرَطُ بَيَانُهُ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَيْنِ هُنَاكَ عَلَى نَمَطٍ وَاحِدٍ، وَفِي الْحَالَيْنِ الْمُطَالَبَةُ تَتَوَجَّهُ سَوَاءً الْعَاقِدِ، أَمَّا هَاهُنَا فَتَأْخُذُهُمَا إِعْتَاقٌ مُعَقَّبٌ لِلْوَلَاءِ وَلَا مُطَالَبَةٌ عَلَى الْوَكِيلِ وَالْمَوْلَى عَسَاهُ لَا يَرْضَاهُ وَيَرْعَى فِي الْمُعَارَضَةِ الْمَخْصُصَةِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَيَانِ

فرمایا کہ جب غلام نے کسی شخص سے کہا کہ تم ایک ہزار کے بدلے مجھے میرے آقا سے خرید لو اور غلام نے اس شخص کو

ایک ہزار روپے دیا پھر اگر اس شخص نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اس کے نفس کے لئے خریدا ہے اور آقا نے اس کو اس شرط پر فروخت کر دیا تو وہ آزاد ہے اور ولاء آقا کے لئے ہوگی اسلئے کہ غلام کے ہاتھ نفس غلام کو بیچنا اعتاق ہے۔ اور غلام کا اپنے آپ کو خریدنا بدل کے ساتھ اعتاق کو قبول کرنا ہے۔ اور وکیل غلام کی طرف سے سفیر محض ہے اس لئے کہ وکیل پر حقوق عود نہیں کرتے۔ لہذا یہ اس طرف ہو گیا جیسے غلام نے بذات خود خریدا ہو اور جب یہ اعتاق ہے تو اس کے بعد ولاء کا ثبوت ہوگا۔

اور جب وکیل نے آقا سے بیان نہ کیا ہو تو وہ غلام خریدار کے لئے ہوگا اس لئے کہ لفظ معاوضہ کے لئے حقیقت شرط ہے اور حقیقت پر عمل کرنا ممکن بھی ہے۔ جب وکیل نے بیان نہیں کیا ہے لہذا اس کی محافظت کی جائے گی غلام کو اپنی ذات کو خریدنے کے خلاف اس لئے کہ اس میں مجاز متعین ہے اور جب یہ شرائع معاوضہ ہے تو خریدار کے لئے ملکیت ثابت ہو جائے گی اور ایک ہزار روپیہ آقا کے لئے ہوگا اس لئے کہ وہ اس کے غلام کی کمائی ہی اور خریدار پر ایک ہزار اس غلام کے مثل غلام کا ثمن لازم ہوگا اس لئے کہ ثمن خریدار کے ذمہ باقی ہے اس لئے کہ اس کی ادائیگی صحیح نہیں ہوئی غلام کے سوا دوسرے کی طرف سے شرائع عقد کے خلاف اس لئے کہ اس میں وکیل کا بیان کرنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ یہاں دونوں عقد ایک ہی طرز پر ہیں اور دونوں عقدوں میں سے ایک اعتاق ہے جو بعد میں ولاء کو ثابت کرنے والا ہے۔ اور وکیل پر کوئی مطالبہ نہیں ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ آقا اس پر راضی نہ ہو اور صرف معاوضہ میں رغب ہو اس لئے کہ وضاحت ضروری ہے۔

کسی دوسرے کے لئے اپنے آپ کو خریدنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِعَبْدٍ اشْتَرِ لِي نَفْسَكَ مِنْ مَوْلَاكَ فَقَالَ لِمَوْلَاهُ بَعْنَى نَفْسِي لِفُلَانٍ بَكْذَا فَفَعَلَ فَهُوَ لِلْأَمِيرِ) لِأَنَّ الْعَبْدَ بَصْلُحٌ وَكَيْلًا عَنْ غَيْرِهِ فِي شِرَاءِ نَفْسِهِ؛ لِأَنَّهُ أَجْنَبِيٌّ عَنْ مَالِيَّتِهِ، وَالْبَيْعُ يُرَدُّ عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ مَالٌ إِلَّا أَنْ مَالِيَّتُهُ فِي يَدِهِ حَتَّى لَا يَمْلِكَ الْبَائِعُ الْحَبْسَ بَعْدَ الْبَيْعِ فَإِذَا أَضَافَهُ إِلَى الْأَمِيرِ صَلَحَ فِعْلُهُ امْتِثَالًا فَيَقَعُ الْعَقْدُ لِلْأَمِيرِ.

(وَأَنْ عَقَدَ لِنَفْسِهِ فَهُوَ حُرٌّ) لِأَنَّهُ إِعْتَاقٌ وَقَدْ رَضِيَ بِهِ الْمَوْلَى دُونَ الْمَعَاوَضَةِ، وَالْعَقْدُ وَإِنْ كَانَ وَكَيْلًا بِشِرَاءِ شَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَلَكِنَّهُ أَتَى بِجَنْسٍ تَصَرَّفَ آخَرٌ وَفِي مِثْلِهِ يَنْفَعُ عَلَى الْوَكِيلِ (وَكَبْذَا لَوْ قَالَ بَعْنَى نَفْسِي وَلَمْ يَقُلْ لِفُلَانٍ فَهُوَ حُرٌّ) لِأَنَّ الْمُطْلَقَ يَحْتَمِلُ الْوَجْهَيْنِ فَلَا يَقَعُ امْتِثَالًا بِالشَّكِّ فَيَبْقَى التَّصَرُّفُ وَاقِعًا لِنَفْسِهِ.

اور اسی طرح جب کسی شخص نے غلام کو کہا کہ تو میرے لئے اپنے آقا سے اپنے آپ کو خرید لے پس غلام نے اپنے آقا سے کہا کہ مجھے فلاں کے لئے اتنے میں بیچ دو اس پر آقا نے غلام کو بیچ دیا تو وہ غلام حکم دینے والے کے لئے ہوگا اس لئے کہ غلام اپنے آپ کی خریداری میں دوسرے کے لئے وکیل ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ اپنی مالیت سے اجنبی ہے اور غلام پر مال ہونے کی حیثیت

سے بیچ وارد ہوتی ہے لیکن غلام کی مالیت اس کے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ عقد بیع کے بعد ثمن وصول کرنے کے لئے بیچنے والا غلام روکنے کا مالک نہیں رہتا پھر جب غلام نے عقد کو حکم دینے والے کی طرف منسوب کر دیا تو اس کا فعل حکم کو پورا کرنے کی سندیت رکھے گا اس لئے کہ یہ عقد موکل کے لئے واقع ہوگا۔

اور جب غلام نے اپنے لئے عقد کیا تو وہ آزاد ہے اس لئے کہ یہ اعتاق ہے اور آقا اعتاق پر راضی بھی ہے معاوضہ پر راضی نہیں ہے اور اگر بچے یہ غلام عبد معین کو خریدنے کا وکیل ہے لیکن اس نے جنس آخر کا تصرف انجام دیا ہے اور ایسی صورت میں وکیل پر تصرف نافذ ہوگا۔

اور اسی طرح جب غلام نے کہا کہ مجھے میرے ہاتھ بیچ دو لفلان نہیں کہا تو بھی آزاد ہوگا اس لئے کہ کلام مطلق ہے اور دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے لہذا زیادہ شک ہونے کی وجہ سے یہ تعمیل حکم نہیں ہوگا اور اپنی ذات کے لئے تصرف باقی رہ جائے گا۔

مکاتبت کے ذریعے آزادی خریدنے کا استدلال

حضرت ابراہیم نخعی نے ایسی صورت کے بارے میں فتویٰ دیا ہے۔ جس میں ایک شخص نے اپنی ام ولد کی شادی اپنے غلام سے کر دی تھی اور پھر اس غلام میں سے اس کی اولاد بھی پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے کہا، ”وہ اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے۔ جب تک وہ غلامی کی حالت میں رہے گی، یہ بھی غلام رہیں گے اور جب وہ مکمل آزاد ہو جائے گی تو یہ بھی آزاد ہو جائیں گے۔ جب ماں کا آقا فوت ہوگا تو یہ سب کے سب آزاد ہو جائیں گے۔“

اس معاملے میں بھی کسی مرفوع حدیث کے نہ پائے جانے کا سبب بنیادی طور پر یہی ہے کہ ایسا کوئی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیش نہیں آیا جس میں کسی غلام یا لونڈی کے مالک نے ان کے بچوں کو آزاد کرنے سے انکار کیا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اس اصول کو مان لیا گیا ہے کہ غلاموں کے نابالغ بچے اپنے والدین کے تابع ہی ہوں گے۔ اگر ان بچوں کے بالغ ہونے سے پہلے ان کے والدین آزاد نہیں ہو پاتے، جس کا امکان عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت ہی کم تھا، تو ان بچوں کو خود یہ اختیار حاصل ہو جائے گا کہ یہ مکاتبت کے ذریعے اپنی آزادی خرید سکیں۔



فصل فی البیع

﴿یہ فصل توکیل بہ بیع کے بیان میں ہے﴾

فصل توکیل بہ بیع کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے جب بیع و شراء کی مختلف اقسام کو ذکر کر دیا ہے تو اب یہاں سے بیع میں وکالت کرنے سے متعلق احکام کو بیان کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے خریداری کے احکام کو بیان کیا ہے کیونکہ خریداری کے سبب بیع حاصل ہوا کرتی ہے جبکہ بیع میں ازالہ کا معنی مقصود ہوتا ہے کیونکہ اس کے سبب بیع کو اپنی ملکیت سے ختم کیا جاتا ہے اور یہ اصول ہے کہ اثبات ہمیشہ ازالہ سے مقدم ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح اہدایہ بتصرف، ج ۱۱، ص ۱۶۲، بیروت)

وکیل بہ بیع و شراء کے لئے عدم جواز والے عقد کا بیان

قَالَ (وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ لَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يُعَقِدَ مَعَ أَبِيهِ وَجَدِّهِ وَمَنْ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَقَالَا: يَجُوزُ بَيْعُهُ مِنْهُمْ بِمِثْلِ الْقِيَمَةِ إِلَّا مِنْ عَبْدِهِ أَوْ مُكَاتَبِهِ لِأَنَّ الْوَكِيلَ مُطْلَقٌ وَلَا تُنَسَبُ إِذَا أَمْلَكَ مُتَبَايِنَةً وَالْمَنَافِعُ مُنْقَطِعَةٌ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ؛ لِأَنَّهُ يَبِيعُ مِنْ نَفْسِهِ؛ لِأَنَّ مَا فِي يَدِ الْعَبْدِ لِلْمَوْلَى وَكَذَا لِلْمَوْلَى حَقٌّ فِي كَسْبِ الْمُكَاتَبِ وَيَنْقَلِبُ حَقِيقَةً بِالْعَجْرِ. وَلَهُ أَنْ مَوَاضِعَ التَّهْمَةِ مُسْتَثْنَاةٌ عَنِ الْوَكَالَاتِ، وَهَذَا مَوْضِعُ التَّهْمَةِ بِدَلِيلِ عَدَمِ قَبُولِ الشَّهَادَةِ وَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ بَيْنَهُمْ مُتَضِلَّةٌ فَصَارَ بَيْعًا مِنْ نَفْسِهِ مِنْ وَجْهِ، وَالْإِجَارَةُ وَالصَّرْفُ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ.

فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک وکیل بہ بیع اور وکیل بہ شراء کے لئے نہ تو اپنے باپ دادا کے ساتھ عقد کرنا جائز ہے اور

نہ ہی اس بندے کے ساتھ جائز ہے جس کی گواہی اس کے حق میں قبول کی جاتی ہو۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ مثل قیمت پر ان لوگوں کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے لیکن اپنے غلام اور مکاتب سے بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ توکیل مطلق ہے اور تہمت معدوم ہے اس لئے کہ املاک جدا جدا ہیں اور نفع ختم ہونے والا ہے۔ اس غلام کے اس لئے کہ یہ اپنے آپ کو فروخت کرتا ہے اس سے کہ جو چھ غلام کے قبضہ میں ہے وہ آقا کا ہے نیز مکاتب کی کمائی میں بھی آقا کا حق ہے اور وہ مکاتب کے عاجز ہونے کی وجہ سے حقیقت ملک میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ مواضع تہمت و کالتوں سے مستثنیٰ ہے اور یہ بھی مقام تہمت ہے۔ اس دلیل کے سبب کہ ان کی باتیں قبول نہیں کی جاتی اور اس لئے کہ ان کے درمیان منافع ملے ہوئے ہیں لہذا یہ من وجہ اپنے آپ سے بیع ہوگی اور عقد اجارہ اور حقہ صرف بھی اسی اختلاف پر ہے۔

وکیل بہ بیع کے لئے ثمن قلیل و کثیر کے جواز کا بیان

قَالَ (وَالْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ يَجُوزُ بَيْعُهُ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ وَالْعَرَضُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ بِنُقْصَانٍ لَا يَتَغَابُنُ النَّاسُ فِيهِ، وَلَا يَجُوزُ إِلَّا بِالْذَّرَاهِيمِ وَالذَّنَانِيرِ) لِأَنَّ مُطْلَقَ الْأَمْرِ يَتَقَيَّدُ بِالْمُتَعَارَفِ؛ لِأَنَّ التَّصَرُّقَاتِ لِدَفْعِ الْحَاجَاتِ فَتَقَيَّدُ بِمَوَاقِعِهَا، وَالْمُتَعَارَفُ الْبَيْعُ بِشَمَنِ الْمِثْلِ وَبِالنُّقُودِ وَلِهَذَا يَتَقَيَّدُ التَّوَكِيلُ بِشِرَاءِ الْفَحْمِ وَالْجُمْدِ وَالْأُضْحِيَّةِ بِزَمَانِ الْحَاجَةِ، وَلِأَنَّ الْبَيْعَ بِغَيْرِ فَاحِشٍ بَيْعٌ مِنْ وَجْهِ هَبَةٍ مِنْ وَجْهِ، وَكَذَا الْمُقَابِضَةُ بَيْعٌ مِنْ وَجْهِ شِرَاءٍ مِنْ وَجْهِ فَلَا يَتَنَاءَلُهُ مُطْلَقُ اسْمِ الْبَيْعِ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُهُ الْآبُ وَالْوَصِيُّ.

وَلَهُ أَنَّ التَّوَكِيلَ بِالْبَيْعِ مُطْلَقٌ فَيَجْرِي عَلَى إِطْلَاقِهِ فِي غَيْرِ مَوْضِعِ التُّهْمَةِ، وَالْبَيْعُ بِالْفَحْمِ أَوْ بِالْعَيْنِ مُتَعَارَفٌ عِنْدَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ إِلَى الثَّمَنِ وَالتَّجَرُّمِ مِنَ الْعَيْنِ، وَالْمَسَائِلُ مَمْنُوعَةٌ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى مَا هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْهُ وَأَنَّهُ بَيْعٌ مِنْ كُلِّ وَجْهِ، حَتَّى أَنْ مَنْ خَلَفَ لَا يَبِيعُ بِخَشْتٍ بِهِ، غَيْرَ أَنَّ الْآبَ وَالْوَصِيَّ لَا يَمْلِكَانِيهِ مَعَ أَنَّهُ بَيْعٌ؛ لِأَنَّ وَلَا يَتَهُمَا نَظَرِيَّةٌ وَلَا نَظَرُ فِيهِ، وَالْمُقَابِضَةُ شِرَاءٌ مِنْ كُلِّ وَجْهِ وَبَيْعٌ مِنْ كُلِّ وَجْهِ لَوْ جُودَ حَدٌّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا.

فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک وکیل بہ بیع کے لئے ثمن قلیل و کثیر اور سامان کے بدلے بیچنا جائز ہے صحت میں فرماتے ہیں کہ ایسے نقصان کے ساتھ اس کا فروخت کرنا جس میں لوگ غبن نہ اٹھائیں جائز نہیں ہے نیز ذراہیم اور دنانیر کے سوا کسی دوسرے عوض سے بیچنا بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ مطلق امر متعارف کے ساتھ مقید ہوتا ہے کہ سائے کہ تصرفات حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے جائز ہوتا ہے لہذا مطلق امر مواقع حاجت کے ساتھ مقید ہوگا اور متعارف ثمن مثل اور نقود کے ساتھ بیچنا ہے اس لئے کوئلہ، برف اور قربانی کا جانور خریدنے کی توکیل زمان حاجت کے ساتھ مقید ہے اور اس لئے کہ غبن فاحش کے ساتھ بیچنا من وجہ بیع ہے اور من وجہ بیع ہر ہے نیز سامان کے بدلے سامان کی بیع بھی من وجہ ہے اور من وجہ شراہ ہے ہند مطلق اسم بیع اس کو شامل نہیں ہوگا اس لئے باپ اور وصی غبن فاحش کے ساتھ بیع کرنے کے مالک نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ توکیل بالبیع مطلق ہے لہذا مقام تہمت کے سوا میں وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوگی اور غبن فاحش اور سامان کے بدلے بیع کرنا اس وقت متعارف ہے جب ثمن کی شدید ضرورت ہو اور سامان سے اکتاہٹ ہو گئی ہو اور یہ مسائل امام اعظم کے قول پر ممنوع ہیں جس طرح ان سے مروی ہے اور غبن فاحش کے ساتھ بیچنا من کل وجہ بیع ہے یہاں تک کہ اگر

کسی نے قسم کھائی کہ وہ نہیں بیچے گا تو غبن فاحش کے ساتھ بیچ کرنے سے حائث ہو جائے گا تاہم باپ اور وہی اس سے منع نہیں ہیں حالانکہ کہ وہ من کل وجہ بیچ ہے اس لئے کہ ان کی ولایت نظری ہے اور غبن فاحش کے ساتھ بیچ کرنے میں کوئی نظر نہیں ہے اور مقتضہ من کل وجہ شراہ بھی ہے اور من کل وجہ بیچ بھی ہے اس لئے کہ اس میں دونوں کی تعریف پائی جاتی ہے۔

عرفی دھوکہ تک وکالتی دھوکہ موکل کی جانب سے رخصت ہوگا

قَالَ (وَالْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ يَجُوزُ عَقْدُهُ بِمِثْلِ الْقِيَمَةِ وَزِيَادَةِ يَتَغَابُنُ النَّاسُ فِي مِثْلَيْهَا، وَلَا يَجُوزُ بِمَا لَا يَتَغَابُنُ النَّاسُ فِي مِثْلَيْهَا) لِأَنَّ التَّهْمَةَ فِيهِ مَحَقَّةٌ فَلَعَلَّهُ اشْتَرَاهُ لِنَفْسِهِ، فَإِذَا لَمْ يُوَافِقْهُ الْحَقُّ بِغَيْرِهِ عَلَى مَا مَرَّ، حَتَّى لَوْ كَانَ وَكِيلاً بِشِرَاءِ شَيْءٍ بِغَيْرِهِ قَالُوا يَنْفَذُ عَلَى الْإِمْرِ، لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ شِرَاءَهُ لِنَفْسِهِ، وَكَذَا الْوَكِيلُ بِالنِّكَاحِ إِذَا زَوَّجَهُ امْرَأَةً بِأَكْثَرِ مِنْ مَهْرٍ مِثْلَيْهَا جَازَ عِنْدَهُ، لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْإِضَافَةِ إِلَى الْمُوَكَّلِ فِي الْعَقْدِ فَلَا تَتِمَّ هَذِهِ التَّهْمَةُ، وَلَا كَذَلِكَ الْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ، لِأَنَّهُ يُطْلَقُ الْعَقْدُ.

قَالَ (وَالَّذِي لَا يَتَغَابُنُ النَّاسُ فِيهِ مَا لَا يَدْخُلُ تَحْتَ تَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ، وَقِيلَ فِي الْعُرُوضِ "الِل نيم" وَفِي الْحَيَوَانَاتِ "الِل يازده" وَفِي الْعَقَارَاتِ "الِل دوازده") لِأَنَّ التَّصَرُّفَ يَكْثُرُ وَجُودُهُ فِي الْأَوَّلِ وَيَقِلُّ فِي الْآخِرِ وَيَتَوَسَّطُ فِي الْاَوْسَطِ وَكَثْرَةُ الْغَبْنِ لِقَلَّةِ التَّصَرُّفِ.

فرمایا کہ وکیل بہ شراہ کا مثل قیمت یا ایسی زیادتی کے بدلے عقد کرنا جسے مثل میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہوں جائز ہے لیکن جس زیادتی میں لوگ دھوکہ نہ کھاتے ہوں اس میں جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ غبن فاحش کے ساتھ خریدنے میں تہمت بہت ہے اور ہو سکتا ہے کہ وکیل نے اس کو اپنے لئے خریدا ہو اور جب خریداری اس کے موافق نہیں ہوئی تو اس کو اس نے دوسرے کے ساتھ ملحق کر دیا جس طرح گدڑ چکا ہے یہاں تک کہ اگر وہ کوئی معین چیز خریدنے کا وکیل ہو تو مشائخ فرماتے ہیں کہ عقد حکم دینے والے پر نافذ ہوگا اس لئے کہ وکیل اس کو اپنے لئے خریدنے کا مالک نہیں ہے۔ اسی طرح جب وکیل بالذکا کے لئے جب کسی عورت کے مہر مثل سے زیادہ کئے بدلے اپنے موکل کا نکاح کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ عقد جائز ہے۔ اس لئے کہ عقد نکاح میں موکل کی طرف نسبت کرنا لازم ہے اس لئے اس میں تہمت نہیں ہوگی اور وکیل بہ شراہ ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ عقد و مطلق رکھنے والا ہے۔

فرمایا کہ وہ جس کو لوگ برداشت نہ کرتے ہوں اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اندازہ کرنے والوں کے اندازہ تحت داخل نہ ہو اور کہا گیا ہے کہ سامان میں سارے دس ہے اور حیوانات میں گیارہ ہے اور زمین میں بارہ ہے۔ اس لئے کہ پہلے میں زیادہ استعمال ہوتا ہے اور آخری میں کم ہوتا ہے۔ اور درمیان میں درمیانہ ہوتا ہے اور غبن کی زیادتی قلت تصرف کے سبب سے ہوتی ہے۔

وکیل کے لئے نصف غلام بیچنے کے جواز کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَكَّلَهُ بِبَيْعِ عَبْدٍ فَبَاعَ نِصْفَهُ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) ؛ لِأَنَّ اللَّفْظَ مُطْلَقٌ عَنْ قَيْدِ الْإِفْتِرَاقِ وَالْاجْتِمَاعِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ بَاعَ الْكُلَّ بِشَمَنِ النِّصْفِ يَجُوزُ عِنْدَهُ فَإِذَا بَاعَ النِّصْفَ بِهِ أَوْلَى (وَقَالَا : لَا يَجُوزُ) ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارِفٍ لِمَا فِيهِ مِنْ ضَرَرِ الشَّرِكَةِ (أَلَا أَنْ يَبِيعَ النِّصْفَ الْآخَرَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَصِمَا) ؛ لِأَنَّ بَيْعَ النِّصْفِ قَدْ يَقَعُ وَبَيْعُ الْإِمْتِنَالِ بِأَنْ لَا يَجِدَ مَنْ يَشْتَرِيهِ جُمْلَةً فَيَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُفَرَّقَ، فَإِذَا بَاعَ الْبَاقِيَ قَبْلَ نَقْضِ الْبَيْعِ الْأَوَّلِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ وَقَعَ وَبَيْعُهُ، وَإِذَا لَمْ يَبْعَ ظَهَرَ أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ وَبَيْعُهُ فَلَا يَجُوزُ، وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ عِنْدَهُمَا .

فرمایا کہ کسی شخص نے دوسرے بندے کو اپنے غلام کی بیچ کا وکیل بنایا اور وکیل نے آدھا غلام بیچ دیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ لفظ افتراق اور اجتماع کی قید سے مطلق ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اگر آدمی قیمت کے بدلے اگر وکیل نے پورا غلام بیچ دیا تو بھی امام اعظم کے نزدیک جائز ہے لہذا جب نصف شمن کے بدلے نصف غلام بیچا تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ آدھے غلام کو بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ معروف نہیں ہے اور اس میں شرکت کا ضرر ہے مگر یہ کہ خاصیت سے پہلے دوسرے آدھے کو بھی بیچ دے اس لئے کہ کبھی آدھا بیچنا حکم کو پورا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے اس طریقہ پر کہ وکیل کسی اور شخص کو نہ پائے جو پورا غلام خرید لے لہذا وہ متفرق کر کے غلام کو بیچنے کا محتاج ہوگا، پھر جب پہلی بیچ کے ٹوٹنے سے پہلے اس نے جو باقی تھا بیچ دیا تو یہ واضح ہو گیا کہ پہلے آدھے کو بیچنا حکم کو پورا کرنے کا ذریعہ تھا اور اگر اس نے دوسرے آدھے کو نہ بیچا تو تو یہ ظاہر ہوا کہ پہلا آدھا ذریعہ نہیں واقع نہیں ہوا اس لئے وہ جائز نہیں ہوگا اور یہ صاحبین کے نزدیک استحسان ہے۔

وکیل کی نصف خریداری پر بیع موقوف ہونے کا بیان

(وَإِنْ وَكَّلَهُ بِشِرَاءِ عَبْدٍ فَاشْتَرَى نِصْفَهُ فَالشِّرَاءُ مُوقُوفٌ، فَإِنْ اشْتَرَى بَاقِيَهُ لَزِمَ الْمُوَكَّلُ) ؛ لِأَنَّ شِرَاءَ الْبَعْضِ قَدْ يَقَعُ وَبَيْعُهُ وَبَيْعُهُ إِلَى الْإِمْتِنَالِ بِأَنْ كَانَ مَوْزُونًا بَيْنَ جَمَاعَةٍ فَيَحْتَاجُ إِلَى شِرَائِهِ شَقًّا شَقًّا، فَإِذَا اشْتَرَى الْبَاقِيَ قَبْلَ رَدِّ الْأَمْرِ الْبَيْعِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ وَقَعَ وَبَيْعُهُ فَيَنْفَدُ عَلَى الْأَمْرِ، وَهَذَا بِالِاتِّفَاقِ. وَالْفَرْقُ لِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ فِي الشِّرَاءِ تَتَحَقَّقُ التَّهْمَةُ عَلَى مَا مَرَّ. وَآخَرُ أَنَّ الْأَمْرَ بِالْبَيْعِ يُصَادِفُ مِلْكَهُ فَيَصِحُّ فَيُعْتَبَرُ فِيهِ إِطْلَاقُهُ وَالْأَمْرُ بِالشِّرَاءِ صَادَفَ مِلْكَ الْغَيْرِ فَلَمْ يَصِحَّ فَلَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّقْيِيدُ وَالْإِطْلَاقُ .

اور جب کسی شخص نے غلام کو خریدنے کے لئے وکیل بنایا ہے اور اس وکیل نے آدھا غلام خرید دیا تو یہ خریداری موقوف ہو جائے گی اور اگر وکیل نے بقیہ غلام بھی خرید لیا تو بیع موقوف پر نافذ ہو جائے گی کیونکہ کبھی کبھی غلام کی خریداری حکم کو مکمل کرنے کے

ئے ہوا کرتی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ غلام ایک جماعت کے درمیان مورث ہو۔ پس اب وکیل اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے بیچنے کا ضرورت مند ہوگا۔ ہاں البتہ جب اس نے موکل کو رد کرنے سے قبل وکیل نے بقیہ غلام کو خرید لیا تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ آدمی غلام کو خریدنا یہ حکم کو پورا کرنے کے لئے تھا۔ لہذا خریداری موکل پر نافذ ہو جائے گی۔ اور یہ حکم فقہاء میں متفق علیہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق فرق یہ ہے کہ خریداری میں تہمت ثابت ہوا کرتی ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے اور اس کا دوسرا فرق یہ ہے بیع کرنے کا حکم دینے یہ موکل کی ملکیت کو پالنے کی مترادف ہے لہذا وہ صحیح ہوگا۔ اور اس میں حکم کا علی الاطلاق ہونا اعتبار کیا جائے گا جبکہ شراء کا حکم غیر کی ملکیت کو پالنے والا ہوگا پس وہ صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں متعبد ہونے اور مطلق ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

وکیل کے ذریعے فروخت شدہ غلام کو واپس کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَمَرَ رَجُلًا بِبَيْعِ عَبْدِهِ فَبَاعَهُ وَقَبِضَ الثَّمَنَ أَوْ لَمْ يَقْبِضْ فَرَدَّهُ الْمُشْتَرِي عَلَيْهِ بِعَيْبٍ لَا يَخْذُلُ مِثْلَهُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي بَيِّنَةٍ أَوْ يَبَاءُ يَمِينٍ أَوْ بِإِقْرَارٍ فَإِنَّهُ يَرُدُّهُ عَلَى الْأَمْرِ) لِأَنَّ الْقَاضِي يَتَقَنُّ بِخُدُوثِ الْعَيْبِ فِي يَدِ الْبَائِعِ فَلَمْ يَكُنْ قَضَاؤُهُ مُسْتِنْدًا إِلَى هَذِهِ الْحُجَجِ .

وَتَأْوِيلُ اشْتِرَاطِهَا فِي الْكِتَابِ أَنَّ الْقَاضِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَخْذُلُ مِثْلَهُ فِي مُدَّةٍ شَهْرٍ مَثَلًا لِكُنْهُ اشْتَبَاهٍ عَلَيْهِ تَارِيخُ الْبَيْعِ فَيَحْتَاجُ إِلَى هَذِهِ الْحُجَجِ لِظُهُورِ التَّارِيخِ، أَوْ كَانَ عَيْبًا لَا يَعْرِفُهُ إِلَّا النِّسَاءُ أَوْ الْأَطِبَّاءُ، وَقَوْلُهُنَّ وَقَوْلُ الطَّبِيبِ حُجَّةٌ فِي تَوْجِيهِ الْخُصُومَةِ لَا فِي الرَّدِّ فَيَفْتَقِرُ إِلَيْهَا فِي الرَّدِّ، حَتَّى لَوْ كَانَ الْقَاضِي عَائِنَ الْبَيْعِ وَالْعَيْبُ ظَاهِرًا لَا يَحْتَاجُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهَا وَهُوَ رَدُّ عَلَى الْمُوَكَّلِ فَلَا يَحْتَاجُ الْوَكِيلُ إِلَى رَدِّ وَخُصُومَةٍ .

(وَكَذَلِكَ إِنْ رَدَّهُ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ يَخْذُلُ مِثْلَهُ بَيِّنَةٍ أَوْ يَبَاءُ يَمِينٍ) لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ حُجَّةٌ مُطْلَقَةٌ، وَالْوَكِيلُ مُضْطَرٌّ فِي التَّكْوِيلِ لِبُعْدِ الْعَيْبِ عَنْ عِلْمِهِ بِإِعْتِبَارِ عَدَمِ مُمَارَسَتِهِ الْمَبِيعِ فَلَزِمَ الْأَمْرُ

اور جب کسی شخص نے اپنا غلام کسی دوسرے کو بیچنے کا حکم دیا اور اس نے اس کو بیچ دیا ہے خواہ اس نے قیمت پر قبضہ کیا یا نہ کیا تھا کہ خریدار نے کسی عیب کی وجہ سے اس غلام کو واپس کر دیا جو خریدار کے پاس پیدا ہونے والا عیب بھی نہیں تھا۔ اور غلام کو یہ واپس کرنا گواہی کے ذریعے یا انکار قسم یا وکیل کے اقرار کے ذریعے قاضی کے حکم سے ہوا ہے تو وکیل اس غلام کو موکل کے ہاں واپس کر سکتا ہے۔ کیونکہ بیچنے والا کے ہاں عیب پیدا ہونے کے سبب قاضی یقین کر چکا ہے پس اس کا فیصلہ ان دلائل کی جانب منسوب ہو گا۔

کتاب قدوری میں ان دلائل کی شرط بیان کرنے کی تاویل یہ ہے کہ قاضی اس معاملے کو جانتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کا عیب جس طرح ایک مہینے کی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتا لہذا اس پر بیع کی تاریخ مشتبہ ہو جائے گی پس تاریخ کے واضح ہونے کے لئے قاضی

دلائل کا محتاج ہوگا یا پھر وہ کوئی اس طرح کا عیب ہو جس کو خواتین ہی یا پھر اس کو ذاکر نہ جانتے ہوں ہذا خواتین و ذاکر کا قول جھگڑا پیدا کرنے میں حجت ہوگا جبکہ بیچنے والا پرواہ اس کرنے میں حجت نہ ہوگا حتیٰ کہ قاضی نے جب خود بہ خود بیع کا مشاہدہ کیا ہو اور عیب بھی ظاہر ہو تو پھر وہ ان میں سے کسی بھی حجت کا محتاج نہ ہوگا اور موکل پر واپس کرنا اسی طرح ہوگا اور وکیل بھی واپس کرے اور خصومت پیدا کرنے میں ضرورت مند نہ ہوگا۔

اور اسی طرح جب خریدار نے گواہی سے یا قسم سے انکار کے سبب غلام کو کسی ایسے عیب کی وجہ سے خریدار کو واپس کر دیا ہے جس کی طرح پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ گواہی کا ل حجت ہے جبکہ وکیل قسم سے انکار کی وجہ سے مجبور ہے۔ کیونکہ بیع کے ساتھ مہرت نہ ہونے کے سبب عیب وکیل کے علم میں نہیں ہے کیونکہ موکل پر غلام لازم ہوا ہے۔

اقرار کے سبب واپسی پر غلام کا وکیل پر لازم ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ بِإِقْرَارِهِ لَزِمَ الْمَأْمُورَ) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ حُجَّةً قَاصِرَةٌ وَهُوَ غَيْرُ مُضْطَرٍّ إِلَيْهِ لِامْتِنَانِهِ الشُّكُوتِ وَالنُّكُولِ، إِلَّا أَنَّ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَ الْمُوَكَّلَ فَيُلْزِمُهُ بِبَيِّنَةٍ أَوْ بِنُكُولِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الرَّدُّ بِغَيْرِ قَضَاءٍ وَالْعَيْبُ يَحْدُثُ مِثْلَهُ حَيْثُ لَا يَكُونُ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَ بَائِعَهُ لِأَنَّهُ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ ثَالِثٍ وَالبَّائِعُ ثَالِثُهُمَا، وَالرَّدُّ بِالقَضَاءِ فَيُسْخَرُ لِعُمُومِ وَلَايَةِ الْقَاضِي، غَيْرَ أَنَّ الْحُجَّةَ قَاصِرَةٌ وَهِيَ الْإِقْرَارُ، فَمِنْ حَيْثُ الْفَسْخُ كَانَ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَهُ، وَمِنْ حَيْثُ الْقُصُورُ لَا يُلْزَمُ الْمُوَكَّلُ إِلَّا بِحُجَّةٍ، وَلَوْ كَانَ الْعَيْبُ لَا يَحْدُثُ مِثْلَهُ وَالرَّدُّ بِغَيْرِ قَضَاءٍ بِإِقْرَارِهِ يُلْزَمُ الْمُوَكَّلُ مِنْ غَيْرِ خُصُومَةٍ فِي رِوَايَةٍ لِأَنَّ الرَّدَّ مُتَعَيَّنٌ وَفِي عَامَةِ الرِّوَايَاتِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُخَاصِمَهُ لِمَا ذَكَرْنَا وَالْحَقُّ فِي وَصْفِ السَّلَامَةِ ثُمَّ يَنْتَقِلُ إِلَى الرَّدِّ ثُمَّ إِلَى الرَّجُوعِ بِالتَّقْصَانِ فَلَمْ يَتَّعَيْنِ الرَّدُّ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الْكِفَايَةِ بِأَطْوَلَ مِنْ هَذَا.

اور اگر وہ واپسی وکیل کے اقرار کے سبب سے ہوئی ہے تو غلام وکیل پر لازم ہوگا کیونکہ اقرار حجت قاصدہ ہے جبکہ وکیل اقرار کرنے میں مجبور نہ ہوگا کیونکہ اس کا خاموش رہنا اور قسم سے انکار کرنا ممکن تھا جبکہ وکیل کو موکل سے جھگڑا کرنا یا اس کا ٹوہی پیش کرنا یا قسم کے انکار کے ذریعے غلام کو موکل پر لازم کر دینے کا اختیار ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب واپسی قاضی کے فیصلہ کے بغیر محض اقرار وکیل سے ہوئی ہے اور اس طرح کا عیب خریدار میں پیدا ہو سکتا ہے تو وکیل کے لئے اپنے موکل سے جھگڑا کرنے کا حق نہ ہوگا کیونکہ ثالث کے حق میں یہ ایک نئی بیع ہے جبکہ موکل ان کا تیسرا فرد ہے اور قاضی کے فیصلے کے مطابق واپس ہوئی ہے وہ بیع ہے کیونکہ قاضی کی ولایت عام ہے جبکہ یہ حجت قاصدہ یعنی اقرار کے سبب سے ہوا ہے کیونکہ فسخ کی حیثیت سے وکیل کے سے موکل کو جھگڑا کرنے کا اختیار ہوگا ہاں البتہ جب حجت قاصدہ کے سبب دوسری حجت کے بغیر یہ فسخ موکل پر لازم نہ ہوگا اور جب ایسا عیب ہو جس طرح کوئی عیب پیدا نہیں ہو سکتا اور واپسی وکیل کے اقرار سے بغیر قضا کے ہوئی ہے تو ایک روایت کے مطابق یہ بات

نصومت کے بغیر موکل پر لازم ہوگی اس لئے واپسی کا تعین ہو چکا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔ جبکہ حق کا وصف سلامت ہونے میں واپسی کی جانب یا پھر رجوع بہ نقصان کی جانب منتقل ہوگا کیونکہ واپسی متعین نہیں ہوتی ہے اور اس بحث کو ہم نے کفایہ منتہی میں اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے۔

نقدی کے ساتھ غلام کو بیچنے میں وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِأَخَرٍ أَمْرُكَ بِبَيْعِ عَبْدِي بِنَقْدٍ فَبَعَثَهُ بِنَيْسِنَةٍ وَقَالَ الْمَأْمُورُ أَمْرَتَنِي بِبَيْعِهِ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْأَمْرِ) لِأَنَّ الْأَمْرَ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ وَلَا دَلَالَةَ عَلَى الْإِطْلَاقِ .
قَالَ (وَأِنْ اِخْتَلَفَ فِي ذَلِكَ الْمُضَارِبُ وَرَبُّ الْمَالِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُضَارِبِ) لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي الْمُضَارَبَةِ الْعُمُومُ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ بِذِكْرِ لَفْظِ الْمُضَارَبَةِ فَقَامَتْ دَلَالَةُ الْإِطْلَاقِ، بِإِخْلَافٍ مَا إِذَا ادَّعَى رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارَبَةَ فِي نَوْعٍ وَالْمُضَارِبُ فِي نَوْعٍ آخَرَ حَيْثُ يَكُونُ الْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ، لِأَنَّهُ سَقَطَ الْإِطْلَاقُ بِتَصَادُفِهِمَا فَزَلَّ إِلَى الْوَكَالَةِ الْمَحْضَةِ ثُمَّ مُطْلَقُ الْأَمْرِ بِالْبَيْعِ يَنْتَظِمُهُ نَقْدًا وَنَيْسِنَةً إِلَى آتِي أَجَلٍ كَانَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا يَتَّقَدُّ بِأَجَلٍ مُتَعَارِفٍ وَالْوَجْهُ قَدْ تَقَدَّمَ .

اور جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھ کو اپنا غلام نقدی کے ساتھ بیچنے کا حکم دیا تھا جبکہ تم نے اس غلام کو ادھار میں بیچ ڈالا ہے تو وکیل نے کہا کہ تم نے مجھے اس کو بیچنے کا حکم دیا تھا اور کچھ بھی نہ کہا تھا تو موکل کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ حکم تو اس کی جانب سے مستفاد ہونے والا ہے جبکہ اطلاق پر کوئی دلالت نہیں ہے۔

اور جب مضارب اور رب مال نے اختلاف کیا تو مضارب کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ مضارب بت میں اصل عموم ہے (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ جب مضارب بت کا لفظ بولا جاتا ہے تو مضارب تصرف کا مالک ہوتا ہے پس اطلاق پر دلالت موجود ہے یہ خلاف اس صورت کے جب رب مال نے ایک قسم کی مضارب بت کا دعویٰ کیا خواہ مضارب نے دوسری قسم کا دعویٰ کیا ہے تو رب مال کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ دونوں کے اتفاق سے مضارب بت کا اطلاق ساقط ہو چکا ہے پس اس کو وکالت محض کے حکم میں شمار کیا جائے گا۔

مضائق کا بیع کا حکم یہ فقہ و ادھار دونوں طرح کی بیع کو شامل ہے اگرچہ میعاد کوئی بھی ہو یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ میعاد صرف کے مطابق ہوگی اسی دلیل کے سبب جو پہلے لڑ چکی ہے۔

حکم موکل سے غلام بیچ کر رہن رکھنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَمَرَ رَجُلًا بِبَيْعِ عَبْدِهِ فَبَاعَهُ وَآخَذَ بِالثَّمَنِ رَهْنًا فَضَاعَ فِي يَدِهِ أَوْ آخَذَ بِهِ كَفِيلًا فَتَوَيَّ الْمَالُ عَلَيْهِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الْوَكِيلَ أَصِيلٌ فِي الْحُقُوقِ وَقَبْضُ الثَّمَنِ مِنْهَا

وَالْكَفَالَةُ تَوَلَّى بِهِ، وَإِلَّا زِلْهَانُ رِبْقَةٍ لِّجَانِبِ الْإِسْتِيفَاءِ لِيَمْلِكُهَا بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِقَبْضِ
السَّيِّئِ لِأَنَّهُ يَفْعَلُ نِيَابَةً وَقَدْ آتَاهُ فِي قَبْضِ الدَّيْنِ دُونَ الْكَفَالَةِ وَأَخَذَ الرَّهْنِ وَالْوَكِيلُ بِالنَّبِيْعِ
يَقْبِضُ أَصْلًا وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ الْمُوَكَّلُ حَجَرَهُ عَنْهُ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے بندے کو اپنا غلام بیچنے کے لئے کہا اور وکیل نے اس کو بیچ کر اس کے
بدلے میں رہن رکھ لی اور پھر وہ مال اس کے قبضہ سے ضائع ہو گیا یا پھر وکیل نے دشمن کے لئے کفیل لیا ہے اس کے بعد مال ہلاک ہو
گیا ہے تو وکیل پر ضمان واجب نہ ہوگا کیونکہ بیع میں وکیل ہی امیل ہوتا ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ دشمن پر قبضہ کرنا یہ عقد کے حقوق میں
سے ہے اور کفیل لینا یہ اس کو مضبوط کرنا ہے جبکہ رہن رکھنا یہ بھی وصول کر لینے کے لئے وثیقہ ہے کیونکہ دونوں کا مالک ہے۔ یہ خلاف
دین پر قبضہ کرنے کے کیونکہ وہ بطور نیابت کام کرنے والا ہے اور موکل نے اس قرض پر قبضہ کرنے کے لئے وکیل بتایا ہے نہ کہ کفار
قبول کرنے کے لئے اور نہ ہی رہن لینے کے لئے بتایا ہے اور وکیل یہ بیع بطور اصالت قبضہ کرنے والا ہے اسی دلیل کے سبب موکل
وکیل کو دشمن پر قبضہ کرنے سے روکنے والا مالک نہیں ہے۔

فصل

﴿یہ فصل دو بندوں کو وکیل بنانے کے بیان میں ہے﴾

فصل دو وکلاء کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معنف علیہ الرحمہ نے ایک بندے کو وکیل کرنے کے بعد اس فصل کو شروع کیا ہے جس میں دو بندوں کو وکیل بنایا جاتا ہے۔ اور ایک وکیل بنانے کے بعد دو بندوں کو وکیل بنانے کی مطابقت واضح ہے۔ کیونکہ ثنیہ وجود میں محتاج مفرد ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۱، ص ۱۸۵ بیروت)

دو بندوں کو وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَكَّلَ وَكَيْلَيْنِ فَلَيْسَ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيمَا وَكَّلَا بِهِ دُونَ الْآخَرِ) وَهَذَا فِي تَصَرُّفٍ يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى الرَّأْيِ كَالْبَيْعِ وَالْخُلْعِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، لِأَنَّ الْمُوَكَّلَ رَضِيَ بِرَأْيِهِمَا لَا بِرَأْيِ أَحَدِهِمَا، وَالْبَدَلُ وَإِنْ كَانَ مُقَدَّرًا وَلَكِنَّ التَّقْدِيرَ لَا يَمْنَعُ اسْتِعْمَالَ الرَّأْيِ فِي الزِّيَادَةِ وَاخْتِيَارِ الْمُشْتَرَى.

قَالَ (وَأَلَّا أَنْ يُوَكَّلَهُمَا بِالْخُصُومَةِ) لِأَنَّ الْاجْتِمَاعَ فِيهَا مُتَعَدِّ لِلْإِقْضَاءِ إِلَى الشُّغْبِ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَالرَّأْيُ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ سَابِقًا لِتَقْوِيمِ الْخُصُومَةِ.

اور جب کسی شخص نے دو بندوں کو وکیل بنایا ہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کے بغیر اس چیز میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہوگا جس چیز میں ان کو وکیل بنایا گیا تھا اور یہ حکم اس تصرف میں ہے جس میں رائے کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح بیع اور خلع وغیرہ ہیں کیونکہ موکل ان دونوں کی رضا پر راضی ہوا ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک کی مرضی پر راضی ہونے والا نہیں ہے اور بدل خواہ مقدر ہو یاں البتہ زیادتی میں تعین کرنا اور خریدار کو پسند کرنے میں مرضی استعمال کرنے میں مانع نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب موکل دو بندوں کی خصومت میں وکیل بنائے کیونکہ جھگڑنے میں دونوں کی رائے کا جمع ہونا مشکل ہے کیونکہ اس طرح قضاء کی مجلس میں شور شرابا ہو جائے گا جبکہ جھگڑنے کی مضبوطی کے لئے رائے کی ضرورت مقدم ہے۔

عوض کے بغیر طلاق وغیرہ دینے کا بیان

(قَالَ: أَوْ بِطَلَاقٍ زَوْجَتِهِ بِغَيْرِ عَوَضٍ) (أَوْ بِعَتَقِ عَبْدِهِ بِغَيْرِ عَوَضٍ أَوْ بِرِقَّةٍ وَدِيْعَةٍ عِنْدَهُ أَوْ

قَضَاءِ دَيْنٍ عَلَيْهِ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ لَا يُحْتَاجُ فِيهَا إِلَى الرَّأْيِ بَلْ هُوَ تَغْيِيرٌ مَحْضٌ، وَغَيْرَةُ الْمَتْنِيِّ وَالْوَاحِدُ سَوَاءٌ.

وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لَهُمَا طَلَّقَاهَا إِنْ شِئْتُمَا أَوْ قَالَ أَمْرُهَا بِأَيْدِيكُمْ لِأَنَّهُ تَفْوِيضٌ إِلَى رَأْيِهِمَا؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ تَمْلِكُ مُقْتَصِرٌ عَلَى الْمَجْلِسِ، وَلِأَنَّهُ عَلَقَ الطَّلَاقَ بِفِعْلِهِمَا فَأَعْتَرَاهُ بِدُخُولِهِمَا.

اور اسی طرح جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو عوض کے بغیر طلاق دینے یا بغیر عوض کے اپنا عدم آزاد کرنے یا اپنے پاس سے ودیعت کرنے میں یا اپنے اوپر واجب شدہ قرض اتارنے کے لئے دو بندوں کو وکیل بنایا ہے حالانکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن میں رائے کی ضرورت ہی نہیں ہوا کرتی بلکہ صرف ترجیحی ہوا کرتی ہے اور دو یا ایک کی ترجیحی برابر ہوتی ہے اور یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب موکل نے دو بندوں سے کہا کہ جب تم چاہو میری بیوی کو طلاق دے دو یا اس طرح کہا کہ اس کا معاہدہ تمہارے ہاتھ میں ہے کیونکہ یہ دونوں جملے رائے کو ان کے حوالے کرنا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ مجلس کی ملکیت منحصر ہے کیونکہ موکل نے طلاق کو دونوں کے فعل پر معلق کیا ہے پس اس کو ان دونوں کے داخلے پر قیاس کیا جائے گا۔

موکل بہ میں دوسرے کو وکیل بنانے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُوكِّلِ أَنْ يُؤَكِّلَ فِيْمَا وَتَكَلَّ بِهِ) لِأَنَّهُ فُوضَ إِلَيْهِ التَّصَرُّفُ دُونَ التَّوَكُّلِ بِهِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ رَضِيَ بِرَأْيِهِ وَالنَّاسُ مُتَّفِقُونَ فِي الْأَرَاءِ.

قَالَ (أَلَا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْمُؤَكِّلُ) لِوُجُودِ الرِّضَا (أَوْ يَقُولَ لَهُ اعْمَلْ بِرَأْيِكَ) لِإِطْلَاقِ التَّفْوِيضِ إِلَى رَأْيِهِ، وَإِذَا جَازَ فِي هَذَا التَّوَجُّهُ يَكُونُ الثَّانِي وَكِبَلًا عَنِ الْمُؤَكِّلِ حَتَّى لَا يَمْلِكَ الْأَوَّلُ عَزْلُهُ وَلَا يَنْعَزِلُ بِمَوْتِهِ وَيَنْعَزِلُ بِمَوْتِ الْأَوَّلِ، وَقَدْ مَرَّ نَظِيرُهُ فِي آدَبِ الْقَاضِي.

اور وکیل کے لئے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ موکل بہ میں دوسرے کو وکیل بنائے کیونکہ اس کو موکل نے اس چیز کے تصرف کا اختیار دیا ہے اس کا مزید وکیل بنانے کا اختیار نہیں دیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ موکل اس وکیل کی مرضی پر راضی ہوا ہے جبکہ لوگوں کی آراء مختلف ہوا کرتی ہیں جبکہ موکل اس کو اجازت دے کیونکہ اس کی رضا مندی پائی گئی ہے یا پھر موکل وکیل سے کہہ دے کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو کیونکہ اس کی مرضی کی جانب حوالے کر دینا یہ مطلق ہے اور جب اس نے اس طرح وکیل کیا ہے تو اب وکیل جائز ہوگی تو دوسرا وکیل بھی موکل ہی کی جانب سے ہوگا۔ حتیٰ کہ وکیل اول اس کو معزول کرنے کا حق رکھنے والا نہ ہوگا جبکہ اس کی موت کے سبب وکیل ثانی معزول نہ ہوگا۔ جبکہ موکل کی موت کے دونوں وکیل ہی معزول ہو جائیں گے اور اب قاضی میں اس مسئلہ کی مثال بیان کر دی گئی ہے۔

موکل کی اجازت کے بغیر وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ وَكَّلَ بِغَيْرِ إِذْنِ مُوَكَّلِهِ فَقَدْ وَكَّلَهُ بِحَضْرَتِهِ جَازٍ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ حُضُورَ رَأْيِ الْأَوَّلِ وَقَدْ حَضَرَ، وَتَكَلَّمُوا فِي حُفُوقِهِ.

(وَإِنْ عَقَّدَ فِي حَالِ غَيْبَتِهِ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّهُ قَاتَ رَأْيَهُ إِلَّا أَنْ يُلْغَهُ فَيَجِيزَهُ (وَكَذَا لَوْ تَأَخَّرَ عَنِ الرَّأْيِ فَلَمَّا بَلَغَهُ فَأَجَازَهُ) لِأَنَّهُ حَضَرَ رَأْيَهُ (وَلَوْ قَدَّرَ الْأَوَّلُ الثَّمَنَ لِلثَّانِي فَقَدْ بَغِيَّتِهِ بِحُزُورٍ) لِأَنَّ الرَّأْيَ فِيهِ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِتَقْدِيرِ الثَّمَنِ ظَاهِرًا وَقَدْ حَصَلَ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا وَكَّلَ وَكَيْلَيْنِ وَقَدَّرَ الثَّمَنَ، لِأَنَّهُ لَمَّا فَوَّضَ إِلَيْهِمَا مَعَ تَقْدِيرِ الثَّمَنِ ظَهَرَ أَنَّ غَرَضَهُ اجْتِمَاعُ رَأْيِهِمَا فِي الزِّيَادَةِ وَاخْتِيَارِ الْمُشْتَرِي عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، أَمَّا إِذَا لَمْ يُقَدِّرِ الثَّمَنَ وَفَوَّضَ إِلَى الْأَوَّلِ كَانَ غَرَضُهُ رَأْيَهُ فِي مُعْظَمِ الْأَمْرِ وَهُوَ التَّقْدِيرُ فِي الثَّمَنِ.

فرمایا اور جب پہلے وکیل نے موکل کی اجازت کے بغیر دوسرا وکیل بنادیا ہے اور اس نے وکیل اول کی موجودگی میں عقد کیا ہے تو جائز ہے کیونکہ موکل کا مقصد وکیل اول کی مرضی کے موجود ہونے میں ہے اور وہ بھی یہاں موجود ہے جبکہ اس عقد کے حقوق میں عہدہ نے کلام کیا ہے۔

اور جب وکیل ثانی نے وکیل اول کی عدم موجودگی میں عقد کیا ہے تو جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ وکیل اول کی رائے ختم ہو چکی ہے ہاں جب وکیل اول کو یہ پیغام پہنچے اور وہ اس کی اجازت دے دیتا ہے۔

اور اسی طرح جب وکیل کے سوا کسی دوسرے نے بیچ دیا اس کے بعد وکیل کو پتہ چلا اور اس نے اجازت دے دی ہے۔ کیونکہ اس میں اس مرضی شامل ہو گئی ہے اور جب وکیل اول نے وکیل ثانی کے لئے ثمن متعین کر دی ہے اس کے بعد وکیل ثانی نے اس کی عدم موجودگی میں عقد کیا ہے تو بھی جائز ہے کیونکہ یہ ظاہر یہ تعین کرنا ثمن کے لئے عقد میں رائے کی ضرورت ہے اور وہ رائے حاصل ہو چکی ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے دو وکیل بنائے اور ثمن کو معین کیا ہے کیونکہ ثمن معین کر کے موکل نے عقد کو دونوں دکلاء کے حوالے کیا ہے تو اس سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ موکل کا مقصد یہ تھا کہ ثمن بڑھانے میں اور خریدار کو پسند کرنے میں دونوں کی رائے کو جمع کیا جائے جس طرح ہم بیان کرتے ہیں ہاں البتہ جب موکل نے ثمن معین نہ کی اور وکیل اول نے عقد حوالے کر دیا ہے تو موکل کا مقصد سب سے اہم چیز یعنی ثمن کا تعین کرنے میں وکیل اول کی مرضی کو جاتا پڑے گا۔

رقت و کفر کا ولایت کو ختم کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا رَوَّجَ الْمُكَاتِبُ أَوْ الْعَبْدُ أَوْ الذَّمِّيُّ ابْنَتَهُ وَهِيَ صَغِيرَةٌ حُرَّةٌ مُسْلِمَةٌ أَوْ تَأَخَّرَ أَوْ اشْتَرَى لَهَا لَمْ يَجُزْ) مَعْنَاهُ التَّصَرُّفُ فِي مَالِهَا لِأَنَّ الرِّقَّ وَالْكَفْرَ يَقْطَعَانِ الْوِلَايَةَ؛ أَلَا يَرَى أَنَّ السَّمَرُفُوقَ لَا يَمْلِكُ إِنْكَاحَ نَفْسِهِ فَكَيْفَ يَمْلِكُ إِنْكَاحَ غَيْرِهِ، وَكَذَا الْكَافِرُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَى

الْمُسْلِمِ حَتَّى لَا تُقْبَلَ شَهَادَتُهُ عَلَيْهِ، وَلَآنَ هَذِهِ وَلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّفْوِيضِ إِلَى الْقَادِرِ
الْمُشْفِقِ لِتَحَقُّقِ مَعْنَى النَّظَرِ، وَالرَّقْ يُزِيلُ الْقُدْرَةَ وَالْكَفْرُ يَقْطَعُ الشَّفَقَةَ عَلَى الْمُسْلِمِ فَلَا
تَفَوُّضَ إِلَيْهِمَا (قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : وَالْمُرْتَدُّ إِذَا قُتِلَ عَلَى رِدَّتِهِ وَالْحَرْبِيُّ كَذَلِكَ) لِأَنَّ
الْحَرْبِيَّ أَبْعَدُ مِنَ الدِّمِيِّ فَأَوْلَى بِسَلْبِ الْوَلَايَةِ، وَأَمَّا الْمُرْتَدُّ فَتَصَرُّفُهُ فِي مَالِهِ وَإِنْ كَانَ نَافِذًا
عِنْدَهُمَا لَكِنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى وَلَدِهِ وَمَالٍ وَلَدِهِ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهَا وَلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ وَذَلِكَ بِاتِّفَاقِ
السُّلَّةِ وَهِيَ مُتَرَدِّدَةٌ، ثُمَّ تَسْتَقِرُّ جِهَةً لِانْقِطَاعِ إِذَا قُتِلَ عَلَى الرِّدَّةِ فَيَبْطُلُ وَبِالْإِسْلَامِ يُجْعَلُ
كَأَنَّهُ لَمْ يَزَلْ مُسْلِمًا فَيَصِحَّ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے مکاتب یا غلام یا زمی نے اپنی صغیرہ بیٹی، آزاد اور مسلمان نے لڑکی کا نکاح کر دیا یا اس کے لئے خرید و فروخت کی تو یہ جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا معنی مال میں تصرف ہے حالانکہ رقیق اور کفریہ ولایت کو ختم کرنے والے ہیں۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ مملوک اپنی ذات کا نکاح بھی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ تو وہ دوسرے کا نکاح کس طرح کر سکتا ہے۔

اور اسی طرح کافر کا مسلمان پر ولایت حاصل نہیں ہے حتیٰ کہ مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ یہ نظریاتی ولایت ہے پس اس کو قادر و شفقت والے کے حوالے کرنا ہوگا تاکہ نظر کا معنی ثابت ہو جائے جبکہ رقیق قدرت کو زائل کرنے والی ہے۔ جبکہ کفر مسلمان پر شفقت کو ختم کرنے والا ہے لہذا یہ ولایت ان دونوں کے حوالے نہ کی جائے گی۔

صاحبین نے فرمایا ہے کہ جب مرتد اپنے ارتداد کے سبب قتل کیا گیا ہے تو وہ اور حربی دونوں کا یہ حکم ہے کیونکہ حربی ذمی سے بعید ہے۔ پس اس کی ولایت بدرجہ اولیٰ ختم ہو جائے گی البتہ مرتد کے مال میں اس کا تصرف کرنا صاحبین کے نزدیک نافذ ہے جبکہ اس کے بیٹے پر اور بیٹے کے مال پر اس کا تصرف بہ اجماع موقوف ہوگا کیونکہ یہ نظریاتی ولایت ہے۔ نظریہ اتنی ولایت کے سبب ثابت ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ، اہل کلام کے مطابق بھی یہ اصول ہے) جبکہ مرتد کی ملت تو ختم ہو چکی ہے اور اس کے بعد جب وہ اپنی ملت پر قتل کر دیا گیا ہے تو ملت ختم ہونے کا یقین اور بھی پکا ہو چکا ہے لہذا اس کا تصرف باطل ہو جائے گا ورنہ اسلام لانے کے سبب اس کو ماضی میں بھی مسلمان قرار دیا جائے گا کیونکہ اس کا تصرف ہے۔

بَابُ الْوَكَالَةِ بِالْخُصُومَةِ وَالْقَبْضِ

﴿یہ باب خصومت و قبض کے ساتھ وکالت کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب وکیل بہ خصومت و قبض کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وکالت بہ خصومت و قبض کو وکالت بہ خصومت خرید و فروخت سے مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ خصومت اس وقت واقع ہوتی ہے جب معاملہ کو مکمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور ذمہ داری کو پورا کرنے کا معاملہ عام طور پر بیع یا شمن میں ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی مجبور ہے لہذا مجبور کو غیر مجبور پر مؤخر کرنا یہ اس کا حق ہے۔

(منہاج، ج ۱۱، ص ۲۰۰، بیروت)

وکیل بہ خصومت کا وکیل بہ قبض ہونے کا بیان

قَالَ (الْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ وَكَيلٌ بِالْقَبْضِ) عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُقَيْرٍ، هُوَ يَقُولُ رَضِيَ بِخُصُومَتِهِ وَالْقَبْضِ غَيْرُ الْخُصُومَةِ وَلَمْ يَرْضَ بِهِ.

وَلَنَا أَنَّ مَنْ مَلَكَ شَيْئًا مَلَكَ اِتِّمَامَهُ وَاتِّمَامَ الْخُصُومَةِ وَانْتِهَازُهَا بِالْقَبْضِ، وَالْفَتْوَى الْيَوْمَ عَلَى قَوْلِ زُقَيْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لِيُظْهِرَ الْحَيَاةَ فِي الْوُكَلَاءِ، وَقَدْ يُؤْتَمَنُ عَلَى الْخُصُومَةِ مَنْ لَا يُؤْتَمَنُ عَلَى السَّمَالِ، وَنَظِيرُهُ الْوَكِيلُ بِالتَّقَاضِي يَمْلِكُ الْقَبْضَ عَلَى أَصْلِ الرِّوَايَةِ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَاهُ وَضْعًا، إِلَّا أَنَّ الْعُرْفَ بِخِلَافِهِ وَهُوَ قَاضٍ عَلَى الْوَضْعِ وَالْفَتْوَى عَلَى أَنَّ لَا يَمْلِكُ.

ہمارے نزدیک خصومت کا وکیل ہی قبضے کا وکیل ہوا کرتا ہے جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے اس سے اختلاف کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ موکل پر خصومت پر رضا مندی ظاہر کرنے والا ہے جبکہ قبضہ خصومت کے سوا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ جو بندہ کسی چیز کا مالک ہوتا ہے اس کو پورا کرنے کا مالک بھی وہی ہوتا ہے جبکہ خصومت کو پورا کرتے ہوئے اس کا انجی ہم تک لے جانا قبضہ سے ہوگا۔ مگر اب امام زفر علیہ الرحمہ کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔ کیونکہ وکلاء میں خیانت ظاہر ہو چکی ہے اور کبھی کبھی ایسے شخص پر بھی اعتماد کیا جاتا ہے۔ جس کے مال پر اعتماد نہیں کیا جاتا اور اس کی مثال قرض کو طلب کرنے والے وکیل کی ہے جو اصل روایت کے مطابق قبضہ کرنے کا مالک بھی ہوتا ہے کیونکہ لغت میں تقاضہ قبضہ کے حکم میں ہے جبکہ عرف کے خلاف ہے اور عرف لغت پر غالب آتا ہے (قعدہ فقہیہ) لہذا فتویٰ اس پر ہوگا کہ تقاضے کا وکیل قبضے کا مالک نہ ہوگا۔

خصومت کے وکلاء کا قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَا وَكِيلَيْنِ بِالْخُصُومَةِ لَا يَقْبِضَانِ إِلَّا مَعًا) لِأَنَّهُ رَضِيَ بِأَمَانَتِهِمَا لَا بِأَمَانَةِ أَحَدِهِمَا، وَاجْتِمَاعُهُمَا مُمَكِّنٌ بِخِلَافِ الْخُصُومَةِ عَلَى مَا مَرَّ.

فرمایا اور جب بندے کے خصومت کے وکلاء ہوں تو وہ قبضہ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ موکل ان دونوں کی خصومت پر رضا مندی ظاہر کرنے والا ہے جبکہ وہ ان میں سے کسی ایک کی خصومت پر راضی ہونے والا نہیں ہے یہ خلاف خصومت کے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

قابض قرض کے وکیل بہ خصومت ہونے میں اختلاف کا بیان

قَالَ (وَالْوَكِيلُ يَقْبِضُ الدَّيْنَ يَكُونُ وَكِيلًا بِالْخُصُومَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) حَتَّى لَوْ أُقِيمَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ عَلَى اسْتِيفَاءِ الْمُوَكَّلِ أَوْ إِبْرَائِهِ تَقَبُّلُ عِنْدَهُ، وَقَالَ لَا يَكُونُ خَصْمًا وَهُوَ، رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْقَبْضَ غَيْرُ الْخُصُومَةِ، وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ يُؤْتَمَنُ عَلَى الْمَالِ يَهْتَدِي فِي الْخُصُومَاتِ فَلَمْ يَكُنِ الرِّضَا بِالْقَبْضِ رِضًا بِهَا.

وَلَا بِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ وَكَلَهُ بِالتَّمْلِكِ لِأَنَّ الدَّيْنَ تَقْضَى بِأَمْثَالِهَا، إِذَا قَبِضَ الدَّيْنَ نَفْسِهِ لَا يَتَصَوَّرُ إِلَّا أَنَّهُ جَعَلَ اسْتِيفَاءَ الْعَيْنِ حَقَّهُ مِنْ وَجْهِ، فَاشْتَبَهَ الْوَكِيلَ بِأَخِيذِ الشُّفْعَةِ وَالرَّجُوعِ فِي الْهَبَةِ وَالْوَكِيلَ بِالشِّرَاءِ وَالْقِسْمَةِ وَالرَّدِّ بِالْعَيْبِ، وَهَذِهِ أَشْبَهَ بِأَخِيذِ الشُّفْعَةِ حَتَّى يَكُونَ خَصْمًا قَبْلَ الْقَبْضِ كَمَا يَكُونُ خَصْمًا قَبْلَ الْإِخْذِ هُنَاكَ.

وَالْوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ لَا يَكُونُ خَصْمًا قَبْلَ مُبَاشَرَةِ الشِّرَاءِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُبَادَلَةَ تَقْتَضِي حُقُوقًا وَهُوَ أَجِيلٌ فَيَبْقَى خَصْمًا فِيهَا.

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک قرض پر قبضہ کرنے والا وکیل خصومت کا وکیل بھی ہوگا۔ حتیٰ کہ اس پر گواہی قائم کر دی گئی ہے کہ موکل قرض وصول کر چکا ہے یا وہ مقروض کو قرض سے بری کر چکا ہے تو امام صاحب کے نزدیک وہ گواہی قابل قبول ہوگی۔

صاحبین نے کہا ہے قرض پر قبضہ والا وکیل، وکیل خصومت نہ ہوگا اور حضرت حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے امام اعظم رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کیونکہ قبضہ خصومت کے سوا ہے اور کوئی ضرورت والی بات نہیں ہے کہ جو بندہ مال وصول کرنے کے لئے اعتماد والا ہے مقدمات کی پیروی بھی وہی کرنے والا بن جائے۔ لہذا قرض پر قبضہ کی رضا مندی یہ خصومت پر رضا مندی نہ ہوگی (قولہ فقہیہ)

[illegible]

قابل غین کے وکیل یہ خصوصیت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالرَّكِيْلُ بِقَبْضِ الْعَيْنِ لَا يَكُونُ وَكِيلًا بِالْخُصُومَةِ) بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّهُ أَمِينٌ مَحْضٌ،
وَالْقَبْضُ لَيْسَ بِمُبَادَلَةٍ لِأَشْبَهَ الرَّسُولَ (حَتَّى أَنْ مَنْ وَكَّلَ وَكِيلًا بِقَبْضِ عَبْدٍ لَهُ فَاقَامَ الَّذِي
هُوَ فِي يَدِهِ الْبَيِّنَةَ أَنَّ الْمُوَكَّلَ بَاعَدَ آيَاهُ وَقَفَّ الْأَمْرُ حَتَّى يَحْضُرَ الْغَائِبُ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ،
وَالْقِيَاسُ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى الرَّكِيْلِ لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ قَامَتْ لِأَعْلَى خَصْمٍ فَلَمْ تُعْتَبَرِ.

وَجَعَلَ الْإِسْحَاقَ إِلهَ خَضَمٍ فِي قَصْرِ يَدِهِ لِإِقَامِهِ مَقَامَ الْمُوَكَّلِ فِي الْقَبْضِ فَتَقَطَّرُ يَدُهُ حَتَّى
لَوْ خَضَرَ الْبَالِغُ تَعَادُ الْبَيْنَةِ عَلَى الْبَيْعِ، فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَامَ الْبَيْنَةَ عَلَى أَنَّ الْمُوَكَّلَ عَزَلَهُ عَنْ
ذَلِكَ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ فِي قَصْرِ يَدِهِ كَذَا هَذَا

اور میں پر قبضہ کرنے والا وکیل، وکیل بہ خصوصیت نہ ہو گا یہ بہ اتفاق ہے۔ کیونکہ وہ تو صرف امین ہوتا ہے جبکہ قبضہ مبادلہ نہیں ہے پس یہ قاصد کے مشابہ ہو جائے گا حتی کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام پر قبضہ کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا اور جس کے قبضہ میں وہ غلام ہے۔ اس نے اس پر گواہی قائم کر دی کہ مندرجہ بالا اس قاضی کے ہاں بیچا ہے تو معاملہ موقوف ہو جائے گا حتی کہ نائب شخص حاضر ہو جائے اور یہ حکم دلیل استحسان کے سبب سے ہے جبکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ غلام وکیل کو دے دیا جائے اگرچہ گواہی قائم ہوئی ہے لیکن وہ نعم پر نہیں ہوئی پس اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ ویل اپنے قبضہ میں نوٹا ہی کے سبب منہم ہے کیونکہ قبضہ کرنے میں وہ موکل کے قائم مقام ہے لہذا اس کے قبضہ میں نوٹا ہی، دوٹی اور چھتہ ثابت نہ ہوئی ہے حتیٰ کہ جب غائب شخص حاضر ہو گیا ہے تو بیع پر نوٹا ہی کا اہل نہ کیا جائے گا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح قابض نے اس بات پر گواہی قائم کی کہ موکل نے اس کو اپنے قبضہ سے معزول کر دیا ہے پس اس کا قبضہ ناقص ہونے کے سبب گواہی کو قبول کیا جائے گا اور یہاں پر بھی اسی طرح کا حکم دیا جائے گا۔

طلاق و عتاق میں ناقص و کالت کے سبب گواہی کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ الْعَتَايُ وَالطَّلَاقُ وَغَيْرُ ذَلِكَ) وَمَعْنَاهُ إِذَا أَقَامَتِ الْمَرْأَةُ الْيَمِّنَةَ عَلَى الطَّلَاقِ

وَالْعَبْدُ وَالْأَمَةُ عَلَى الْعَتَاقِ عَلَى الْوَكِيلِ بِنَقْلِهِمْ تَقَبُّلُ لِي فَضْرٍ يَدِهِ حَتَّى يَحْضُرَ الْغَائِبُ
اسْتِحْسَانًا دُونَ الْعِتْقِ وَالطَّلَاقِ .

۱۔ فرمایا اور اسی طرح طلاق و عتاق میں بھی یہی حکم ہے کہ جب عورت نے طلاق پر گواہی قائم کر دی اور غلام و باندی نے اس وکیل پر گواہی قائم کی جو ان کو لینے آیا تھا تو غائب شخص کے حاضر ہونے تک بطور استحسان وکیل کا قبضہ ناقص ہونے سے سبب گواہی قبول کی جائے گی جبکہ طلاق و عتاق میں قبول نہ ہوگی۔

وکیل بہ خصومت کا موکل کے خلاف اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَقَرَّ الْوَكِيلُ بِالْخُصُومَةِ عَلَى مُوَكَّلِهِ عِنْدَ الْقَاضِي بِجَازٍ إِقْرَارُهُ عَلَيْهِ، وَلَا يَجُوزُ عِنْدَ
غَيْرِ الْقَاضِي) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ اسْتِحْسَانًا إِلَّا أَنَّهُ يَخْرُجُ عَنْ الْوِكَالَةِ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ
: يَجُوزُ إِقْرَارُهُ عَلَيْهِ وَإِنْ أَقَرَّ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ .

وَقَالَ زُفَرٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : لَا يَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ
أَوَّلًا، وَهُوَ الْقِيَاسُ لِأَنَّهُ مَأْمُورٌ بِالْخُصُومَةِ وَهِيَ مُنَازَعَةٌ وَالْإِقْرَارُ يُضَادُّهُ لِأَنَّهُ مُسَالَمَةٌ، وَالْأَمْرُ
بِالشَّيْءِ لَا يَتَنَاوَلُ ضِدَّهُ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ الصُّلْحَ وَالْإِبْرَاءَ وَيَصِحُّ إِذَا اسْتَشْنَى الْإِقْرَارَ، وَكَذَا
لَوْ وَكَّلَهُ بِالْجَوَابِ مُطْلَقًا يَنْقِيْدُ بِجَوَابٍ هُوَ خُصُومَةٌ لِجَرَيَانِ الْعَادَةِ بِذَلِكَ وَلِهَذَا يَخْتَارُ فِيهَا
الْأَهْدَى فَلَا أَهْدَى .

وَجْهٌ إِلَّا اسْتِحْسَانًا أَنَّ التَّوَكِيلَ صَحِيحٌ قَطْعًا وَصِحَّتُهُ بِتَنَاوُلِهِ مَا يَمْلِكُهُ قَطْعًا وَذَلِكَ مُطْلَقٌ
الْجَوَابِ دُونَ أَحَدِهِمَا عَيْنًا . وَطَرِيقُ الْمَجَازِ مُوجُودٌ عَلَى مَا بُيِّنَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى
فَيُضَرَّفُ إِلَيْهِ تَخَرُّبًا لِلصَّحَّةِ قَطْعًا .

اور جب وکیل بہ خصومت نے قاضی کے ہاں موکل کے خلاف کسی چیز کا اقرار کیا تو اس کا یہ اقرار کرنا جائز

ہے۔ طرفین کے نزدیک غیر قاضی کے ہاں بطور استحسان کا اقرار جائز نہ ہوگا۔ البتہ وکیل وکالت سے خارج ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وکیل کا اقرار موکل کے خلاف جائز ہے خواہ وہ مجلس قضاء کے سوا ہو جبکہ امام زفر
اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول اول بھی اسی طرح ہے اور
قیس کا تقاضہ بھی یہی ہے کیونکہ وکیل خصومت پر مامور ہونے والا ہے اور خصومت تو سراسر جھگڑا ہے۔ حالانکہ اقرار اس کی ضد ہے
کیونکہ اس میں مصالحت کا ہونا ہے اور کسی چیز کا حکم اس کی ضد کو شامل نہیں ہوا کرتا (قاعدہ فقہیہ) اسی دلیل کے سبب وکیل صلح کرنے
اور بری کرنے کا لک نہیں۔ ہوتا اور جب اقرار استثناء کر دیا ہے تب وکیل صحیح ہے۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے وکیل کو مطلق جواب دی کا وکیل بنایا ہے تو یہ توکیل جواب یعنی خصومت کے ساتھ مفید بن جائے گی۔ کیونکہ عرف عام اسی پر جاری ہے اور اس میں اسی بندے کو اختیار کیا جائے گا جو زیادہ سے زیادہ عقل مند ہوگا۔ اور استخوان کی دلیل یہ ہے کہ توکیل تو قطعی طور پر درست ہے اور اس کا صحیح ہونا اس چیز کو شامل ہے جس کا موکل قطعی طور پر مالک ہے۔ اور وہ مطلق جواب ہے نہ کہ ان میں سے کوئی ایک متعین طریقے سے اور مجاز کا طریقہ بھی موجود ہے جس طرح اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے، پس قطعی طور پر طلب صحت کے لئے توکیل کو مجاز کی جانب پھیر دیا جائے گا۔

موکل کے اقرار کے استثناء کا بیان

وَلَوْ اسْتَشْنَى الْاِقْرَارَ، فَعَنْ اَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا يَصِحُّ لِاَنَّهُ لَا يَمْلِكُكَ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يَصِحُّ لَانَّ لِلتَّهْمِصِ زِيَادَةً دَلَالَةً عَلَى مِلْكِهِ اِيَّاهُ؛ وَعِنْدَ الْاِطْلَاقِ يُحْمَلُ عَلَى الْاَوَّلَى.

وَعَنْهُ اَنَّهُ فَصَلَ بَيْنَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ وَلَمْ يَصَحِّحْهُ فِي الثَّانِي لِكُونِهِ مَجْبُورًا عَلَيْهِ وَيُخَيَّرُ الطَّالِبُ فِيهِ؛ فَبَعْدَ ذَلِكَ يَقُولُ أَبُو يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِنَّ الْوَكِيلَ قَائِمٌ مَّقَامَ الْمُوَكَّلِ، وَاقْرَارُهُ لَا يَخْتَصُّ بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَكَذَا اِقْرَارُ نَائِبِهِ.

وَهُمَا يَقُولَانِ: اِنَّ التَّوَكِيلَ يَتَنَاوَلُ جَوَابَ يُسَمَّى خُصُومَةً حَقِيقَةً أَوْ مَجَازًا، وَالْاِقْرَارُ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ خُصُومَةً مَجَازًا، اِمَّا لِاَنَّهُ خَرَجَ فِي مُقَابَلَةِ الْخُصُومَةِ، أَوْ لِاَنَّهُ سَبَبٌ لَهُ لَانَّ الظَّاهِرَ اِيَّانَهُ بِالْمُسْتَحَقِّ وَهُوَ الْجَوَابُ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ فَيَخْتَصُّ بِهِ، لَكِنْ اِذَا اُقِيمَتِ الْبَيِّنَةُ عَلَى اِقْرَارِهِ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ يَخْرُجُ مِنَ الْوَكَالَةِ حَتَّى لَا يُؤْمَرَ بِدَفْعِ الْمَالِ اِلَيْهِ لِاَنَّهُ صَارَ مُنَاقِضًا وَصَارَ كَالْاَبِ أَوْ الْوَصِيِّ اِذَا اَقْرَأَ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ لَا يَصِحُّ وَلَا يَدْفَعُ الْمَالَ اِلَيْهِ.

اور جب موکل نے اقرار کا استثناء کر لیا ہے تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ استثناء درست نہ ہوگا کیونکہ موکل استثناء کا مالک نہیں ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس استثناء درست ہوگا کیونکہ صراحت کرنے سے موکل کے انکار کا مالک ہونے پر دلالت زیادہ ہو جائے گی اور اس کو اطلاق کے وقت اولیٰ پر محمول کیا جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے طالب و مطلوب کے درمیان فرق کیا ہے اور مظلوم میں استثناء کو صحیح نہیں قرار دیا کیونکہ مظلوم ترک انکار پر مجبور ہوتا ہے جبکہ طالب کو اس میں اختیار ہوتا ہے۔ اس کے بعد امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وکیل موکل کے قائم مقام ہے اور موکل کا اقرار مجلس قضاء کے ساتھ خاص نہ ہوگا پس اس کے خیفہ کا اقرار بھی مجلس قضاء کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔ (قاعدہ فقہیہ)

طرفین نے کہا ہے کہ توکیل خصومت ایسے جواب کو شامل ہے جو یقینی طور پر خصومت ہو یا مجبوری خصومت ہو اور مجلس قضاء میں اقرار کرنا یہ مجبوری خصومت ہے یا پھر اس وقت ہوگا کہ جب اقرار خصومت کے مقابلے میں واقع ہوا ہے یا پھر اس سبب سے کہ خصومت اقرار کا سبب ہے کیونکہ ظاہر اسی طرح ہے کہ مستحق مطالبہ کے وقت مستحق ہی کے ساتھ جواب دیا جائے اور مستحق اپنی جواب ہے جو قاضی کی مجلس میں ہوتا ہے کیونکہ یہ جواب مجلس قضاء کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں البتہ جب مجلس قضاء کے سوا میں کسی کے اقرار پر گواہی قائم کر دی گئی ہے تو اب وکالت سے خارج ہو جائے گا اور اس کو مال دینے کا حکم بھی نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ ٹوٹ چکا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی باپ یا وصی نے جب مجلس قضاء میں اقرار کیا ہے تو اس کا اقرار درست نہ ہوگا اور مقرر کو وہ مال نہیں دیا جائے گا۔

مدیون سے وصول کردہ مال پر قبضہ کرنے میں وکیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَفَلَ بِمَالٍ عَنْ رَجُلٍ فَوَكَّلَهُ صَاحِبُ الْمَالِ بِقَبْضِهِ عَنِ الْغَرِيمِ لَمْ يَكُنْ وَكِيلًا فِي ذَلِكَ أَبَدًا) لِأَنَّ الْوَكِيلَ مَنْ يَعْمَلُ لِغَيْرِهِ، وَلَوْ صَحَّحْنَاهَا صَارَ نَعَامًا لِنَفْسِهِ فِي إِبْرَاءِ ذِمَّتِهِ فَإِنْعَدَمَ الرَّكْنُ، وَلَئِنْ قَبُولَ قَوْلِهِ مُلَازِمٌ لِلْوَكَالَةِ لِكُونِهِ أَمِينًا، وَلَوْ صَحَّحْنَاهَا لَا يُقْبَلُ لِكُونِهِ مُبَرِّئًا لِنَفْسِهِ فَيَنْعَدِمُ بِإِنْعَادَامِ لَازِمِهِ، وَهُوَ نَظِيرُ عَبْدٍ مَذْيُونٍ أَعْتَقَهُ مُؤَلَاهُ حَتَّى ضَمِنَ قِيَمَتَهُ لِلْغُرَمَاءِ وَيُطَالَبُ الْعَبْدُ بِجَمِيعِ الدَّيْنِ، فَلَوْ وَكَّلَهُ الطَّالِبُ بِقَبْضِ الْمَالِ عَنِ الْعَبْدِ كَانَ بَاطِلًا لِمَا بَيَّنَّاهُ.

اور جب کوئی شخص کسی کی جانب سے کفیل بہ مال ہو اس کے بعد صاحب مال نے کفیل و مدیون سے مال لے کر اس پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے۔ تو اب کفیل اس میں کبھی کبھی وکیل نہ بن سکے گا کیونکہ وکیل وہی ہوتا ہے جو دوسرے کے لئے کام کرتا ہے اور جب ہم اس وکالت کو درست قرار دیں تو وہ اپنی ذمہ داری میں بری کرنے میں اپنا کام کرنے والا ہو جائے گا جس سے توکیل ختم ہو جائے گی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وکیل کے قول کا مقبول ہونا وکالت کے لئے ضروری ہے کیونکہ وکیل امین ہوتا ہے اور جب ہم وکالت کو درست قرار دیتے ہیں تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا کیونکہ وکیل اپنی ذات کو بری کرنے والا بن رہا ہے پس اس کو اپنے مال کے معدوم ہونے سے توکیل معدوم ہو رہی ہے اور یہ عہد ماذون مدیون کی مثال ہے جس کو اس کے قاتل نے زور دیا ہے حتیٰ کہ قاتل قرض خواہوں کے لئے اس کی قیمت کا ضامن ہوا ہے اور آقا غلام سے پورے قرض کا مطالبہ کرے گا مگر جب قرض خواہ نے قاتل کو غلام سے مال پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے تو یہ توکیل باطل ہو جائے گی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

غائب کا قرض وصول کرنے میں وکیل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى أَنَّهُ وَكِيلُ الْغَائِبِ فِي قَبْضِ ذَيْنِهِ فَصَدَّقَهُ الْعَرِيبُ أَمْرًا بِتَسْلِيمِ الدَّيْنِ إِلَيْهِ) لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ عَلَى نَفْسِهِ لِأَنَّ مَا يَقْضِيهِ خَالِصٌ مَالِهِ (فَإِنْ حَضَرَ الْغَائِبُ فَصَدَّقَهُ وَإِلَّا دَفَعَ إِلَيْهِ الْعَرِيبُ)

الَّذِينَ قَالُوا لَمْ يَنْتِزِعْهُ إِلَّا سِيفًا، خَيْتُ أَنْكَرَ الْوَكَّالَةَ، وَالْقَوْلُ فِي ذَلِكَ قَوْلُهُ مَعَ نِسْبَةِ
فَيْفُسُ الْآدَاءُ (وَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْوَكِيلِ إِنْ كَانَ بَاقِيًا فِي يَدِهِ) لِأَنَّ غَرَضَهُ مِنَ الدَّفْعِ بَرَاءَةً
ذَمِّيَّةً وَلَمْ تَحْصُلْ لَلْهُ أَنْ يَنْقُضَ قَبْضَهُ (وَإِنْ كَانَ) صَاحِغٌ (فِي يَدِهِ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ
يَتَصَدِّقُ بِهِ اعْتِرَافٌ أَنَّهُ مُبْحَقٌّ فِي الْقَبْضِ وَهُوَ مَظْلُومٌ فِي هَذَا الْآخِذِ، وَالْمَظْلُومُ لَا يَطْلُبُ غَيْرَهُ

اور جب کسی شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ میں فلاں غائب بندے کی جانب سے اس کا قرض وصول کرنے میں وکیل
ہوں اور قرض دار نے اس کی تصدیق کر دی ہے تو قرض دار کو اس مدعی کی جانب قرض خواہ کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اپنی
ذات پر یہ اقرار کرنے والا ہے کیونکہ قرض دار جو بھی ادا کرے گا وہ خاص اسی کا مال ہوگا۔ اور اگر موقوف غائب حاضر ہو گیا اور اس نے
بھی وکیل کی تصدیق کر دی تو درست ہوگا ورنہ مدیون دوبارہ موقوف کو قرض ادا کرے گا کیونکہ جب موقوف نے وکالت کا انکار کیا ہے تو
اس کا اصول ثابت نہیں ہے تو اب موقوف کا قول قسم کے ساتھ اعتبار کر لیا جائے گا پس مدیون کی ادائیگی ناسد ہو جائے گی۔

اور جب وکیل کے ہاں مال موجود ہو تو قرض دار اس کو وکیل سے واپس لے گا کیونکہ اس کا وکیل کو مال دینے کا مقصد اپنے
آپ کو قرض سے بری کرنا تھا جبکہ یہ مقصد حاصل نہیں ہوا ہے پس مدیون کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ وکیل کا قبضہ توڑ دے اور جب وکیل
کے پاس مال ضائع ہو چکا ہے تو مدیون اس سے واپس نہ لے گا بلکہ وکیل کے قول کی تصدیق کرتے ہوئے مدیون یہ اقرار کر چکا ہے
کہ وکیل ماں پر قبضہ کرنے میں بجانب حق ہے جبکہ قرض دار قرض خواہ سے قرض لینے میں مظلوم ہے۔ اور مظلوم دوسرے پر ظلم کرنے
والا نہ ہوگا۔

مقروض کا مال دیتے وقت وکیل کو ضامن بنانے کا بیان

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَكُونَ ضَمِينُهُ عِنْدَ الدَّفْعِ) لِأَنَّ الْمَأْخُذَ ثَانِيًا مَضْمُونٌ عَلَيْهِ فِي رَغْمِهِمَا، وَهَذِهِ
كُفَالَةٌ أُضِيفَتْ إِلَى حَالَةِ الْقَبْضِ فَصَحَّ بِمَنْزِلَةِ الْكِفَالَةِ بِمَا ذَابَ لَهُ عَلَى فَلَانٍ، وَلَوْ كَانَ
الْغَرِيمُ لَمْ يُصَدِّقْهُ عَلَى الْوَكَّالَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيْهِ عَلَى ادِّعَائِهِ، فَإِنْ رَجَعَ صَاحِبُ الْمَالِ عَلَى الْغَرِيمِ
رَجَعَ الْغَرِيمُ عَلَى الْوَكَّالَةِ لِأَنَّهُ لَمْ يُصَدِّقْهُ عَلَى الْوَكَّالَةِ، وَإِنَّمَا دَفَعَهُ إِلَيْهِ عَلَى رَجَاءِ الْإِجَارَةِ،
فَإِذَا انْقَطَعَ رَجَاؤُهُ رَجَعَ عَلَيْهِ، وَكَذَا إِذَا دَفَعَهُ إِلَيْهِ عَلَى تَكْذِيبِهِ إِيَّاهُ فِي الْوَكَّالَةِ.

وَهَذَا أَظْهَرَ لِمَا قُلْنَا، وَفِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَرِدَّ الْمَدْفُوعَ حَتَّى يَحْصُرَ الْعَائِبُ
لِأَنَّ الْمُرَادَ صَارَ حَقًّا لِلْعَائِبِ، إِمَّا ظَاهِرًا أَوْ مُحْتَمَلًا فَصَارَ كَمَا إِذَا دَفَعَهُ إِلَى قُضُولِي عَلَى
رَجَاءِ الْإِجَارَةِ لَمْ يَمْلِكِ الْإِسْتِرْدَادَ لِاحْتِمَالِ الْإِجَارَةِ، وَلِأَنَّ مَنْ بَاشَرَ التَّصَرُّفَ لِعَرَضٍ لَيْسَ
لَهُ أَنْ يَنْقُضَهُ مَا لَمْ يَقَعْ الْيَأْسُ عَنْ غَرَضِهِ.

۱۔ ہاں البتہ مقروض مال دیتے وقت وکیل کو ضامن بنادے کیونکہ مقروض سے جو دوبارہ سہ گیا ہے وہ مدیون اور وکیل دونوں کے خیال میں قرض خواہ پر بطور ضمانت ہے اور یہ ایک ایسی کفالت ہے جو قبضہ کی جانب منسوب ہے ہذا یہ کفالت درست دینی اور یہ کفالت اس کفالت کے حکم میں ہے کہ جس نے فلاں پر کے لئے کفیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اور اگر مدیون نے وکالت پر وکیل کی تصدیق نہیں کی اور اس نے دعویٰ پر اس کو مال دے دیا تو اب جب قرض خواہ نے قرض دار پر رجوع کر لیا ہے تو قرض دار وکیل پر رجوع کرے گا کیونکہ مدیون نے وکالت کے وکیل کی تصدیق نہ کی تھی اور صرف اجازت کی امید پر اسے مال دے دیا تھا مگر جب امید ہی ختم ہو گئی ہے تو وہ وکیل سے واپس لے لے گا اور اسی طرح جب مقروض نے وکالت میں وکیل کو جھٹلاتے ہوئے اس کو وہ مال دیا ہے اور یہ زیادہ اظہر ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور مذکورہ بیان کردہ تمام احوال میں قرض دار کو دیا ہوا مال واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا حتیٰ کہ غائب مؤکل حاضر ہو جائے کیونکہ ادا کردہ مال غائب کا حق ہے اگرچہ یہ بطور ظاہر ہوا ہے یا بطور احتمال کے ہوا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مدیون نے اجازت کی امید کرتے ہوئے کسی فضولی کو مال دے دیا تو احتمال اجازت کے سبب مدیون واپس لینے کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ جب کسی شخص نے کسی مقصد کے مطابق کوئی تصرف کیا ہے تو جب تک اس کو اپنے مقصد سے بے امید نہ ہو جائے اس وقت تک کے لئے وہ تصرف توڑنا جائز نہ ہوگا۔

ودیعت پر قبضہ کرنے میں وکیل ہونے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ إِنِّي وَكَيْلٌ بِقَبْضِ الْوَدِيعَةِ فَصَدَّقَهُ الْمُودِعُ) لَمْ يُؤْمَرْ بِالتَّسْلِيمِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ لَهُ بِمَالِ الْغَيْرِ، بِخِلَافِ الدَّيْنِ.

وَلَوْ ادَّعَى أَنَّهُ مَاتَ أَبُوهُ وَتَرَكَ الْوَدِيعَةَ مِيرَاثًا لَهُ وَلَا وَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ، وَصَدَّقَهُ الْمُودِعُ أَمْرًا بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ لَا يَبْقَى مَالُهُ بَعْدَ مَوْتِهِ، فَقَدْ اتَّفَقَا عَلَى أَنَّهُ مَالُ الْوَارِثِ وَلَوْ ادَّعَى أَنَّهُ اشْتَرَى الْوَدِيعَةَ مِنْ صَاحِبِهَا فَصَدَّقَهُ الْمُودِعُ لَمْ يُؤْمَرْ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ مَا دَامَ حَيًّا كَانَ إِقْرَارًا بِمِلْكِ الْغَيْرِ لِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِهِ فَلَا يُصَدِّقَانِ فِي دَعْوَى الْبَيْعِ عَلَيْهِ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میں وديعت پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوں اور مودع نے اس کی تصدیق کر دی ہے تو مودع کو مدعی کی جانب سے حوالے کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا کیونکہ یہ دوسرے کے مال پر اقرار کرنا ہے جبکہ دین میں ایسا نہیں ہوتا۔

اور جب کسی شخص نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ اس کا باپ فوت ہو چکا ہے یا مرحوم نے اس کے لئے وديعت کو میراث چھوڑا ہے اور مدعی کے سوا مرحوم کا اور کوئی وارث بھی نہیں ہے اور مودع نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے تو مودع کو مدعی کا مال حوالے کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ مودع کی موت کے بعد وہ مال اس کا نہیں رہا بلکہ مودع اور مدعی دونوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ مال وارث کا ہے۔

اور جب کسی شخص نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نے مودع سے ودیعت خرید لی تھی اور مودع نے اس کی تصدیق فرمادی تو مودع و مدعی کا مال حوالے کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ جب تک مودع زندہ ہے یہ غیر کی ملکیت کا اقرار ہے کیونکہ مودع ملکیت کا اہل ہے پس مودع کے خلاف بیع کا دعویٰ کرنے میں مدعی اور مودع دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

مال کی وصولی کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ وَكَّلَ وَكِيلًا يَقْبِضُ مَالَهُ فَادَّعَى الْغَرِيمُ أَنَّ صَاحِبَ الْمَالِ قَدْ اسْتَوْفَاهُ فَإِنَّهُ يَدْفَعُ الْمَالَ إِلَيْهِ) لِأَنَّ الْوَكَالَهَ قَدْ ثَبَتَتْ وَالْإِسْتِيفَاءُ لَمْ يَثْبُتْ بِمَجْرَدِ دَعْوَاهُ فَلَا يُؤْخَرُ الْحَقُّ. قَالَ (وَيَتَّبِعُ رَبُّ الْمَالِ فَيَسْتَحْلِفُهُ) رِعَايَةً لِحَاجَتِهِ، وَلَا يَسْتَحْلِفُ الْوَكِيلَ لِأَنَّهُ نَائِبٌ.

اور جب کسی شخص نے کسی بندے کو اپنا مال وصول کرنے کے لئے وکیل بنایا اس کے بعد قرض دار نے یہ دعویٰ کر دیا کہ صاحب مال نے تو اپنا مال ہی وصول کر لیا ہے تب بھی وہ وکیل کو مال دے گا کیونکہ ان دونوں کے اتفاق سے وکالت ثابت ہو چکی ہے جبکہ محض اس کے دعویٰ سے اس کی وصولی ثابت نہ ہوگی کیونکہ حق کو مؤخر نہ کیا جائے گا اور قرض دار قرض خواہ سے علیحدگی میں قسم لے گا تا کہ قرض دار کی رعایت ہو سکے اور وکیل سے قسم نہ لی جائے گی کیونکہ اپنے مؤکل کا نائب ہے۔

عیب کے سبب باندی کو واپس کرنے کے لئے وکیل بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ وَكَّلَهُ بِعَيْبٍ فِي جَارِيَةٍ فَادَّعَى الْبَائِعُ رِضَا الْمُشْتَرِي لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى يَخْلِفَ الْمُشْتَرِي) بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الدَّيْنِ لِأَنَّ التَّدَارُكَ مُمَكِّنٌ هُنَا لِكَ بِاسْتِرْدَادِ مَا قَبَضَهُ الْوَكِيلُ إِذَا ظَهَرَ الْخَطَأُ عِنْدَ نُكُولِهِ، وَهَاهُنَا غَيْرُ مُمَكِّنٍ لِأَنَّ الْقَضَاءَ بِالْفُسْخِ مَاضٍ عَلَى الصَّحَّةِ وَإِنْ ظَهَرَ الْخَطَأُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَمَا هُوَ مَذْهُبُهُ، وَلَا يَسْتَحْلِفُ الْمُشْتَرِي عِنْدَهُ بَعْدَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ، وَأَمَّا عِنْدَهُمَا قَالُوا: يَجِبُ أَنْ يَتَّحِدَ الْجَوَابُ عَلَى هَذَا فِي الْفَضْلَيْنِ وَلَا يُؤْخَرُ، لِأَنَّ التَّدَارُكَ مُمَكِّنٌ عِنْدَهُمَا لِبُطْلَانِ الْقَضَاءِ. وَقِيلَ الْأَصَحُّ عِنْدَ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْ يُؤْخَرَ فِي الْفَضْلَيْنِ لِأَنَّهُ يَتَّعَبَرُ النَّظَرُ حَتَّى يَسْتَحْلِفَ الْمُشْتَرِي لَوْ كَانَ حَاضِرًا مِنْ غَيْرِ دَعْوَى الْبَائِعِ فَيَنْتَظِرُ لِلنَّظَرِ.

اور جب کسی شخص نے عیب کے سبب باندی کو واپس کرنے کا وکیل بنایا ہے اور بیچنے والے نے خریدار کی رضا مندی کا دعویٰ کیا ہے تو وکیل خریدار کے قسم اٹھانے سے قبل بیچنے والا پر بیع واپس نہیں کر سکتا یہ خلاف دین کے مسئلہ کے کیونکہ اس میں تدارک ممکن ہے اور وہ اس طرح ہے کہ جب قرض خواہ کے قسم سے انکار کے سبب غلطی ظاہر ہو جائے تو وکیل نے جس مال پر قبضہ کیا ہوا ہے اس کو واپس لیا جائے گا۔

جبکہ دوسرے مسئلہ میں تدارک ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ فسخ کا فیصلہ صحت پر جاری ہونے والا ہے اگرچہ غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور اس کے بعد امام صاحب کے مطابق اس سے قسم نہ لی جائے گی کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک مشائخ کے قول کے مطابق دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہونا چاہیے اور تاخیر کی جائے گی کیونکہ قضاء کے باطل ہونے کے سبب صاحبین کے نزدیک اس کا تدارک ممکن ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں تاخیر کی جائے گی کیونکہ وہ نظر کا اعتبار کرنے والے ہیں حتیٰ کہ خریدار سے قسم لی جائے گی مگر اس میں شرط یہ ہے کہ بیچنے والا دعویٰ کے بغیر حاضر ہو اور اس میں غور و غوض کے لئے انتظار کر لیا جائے گا۔

اولاد پر خرچ کرنے کے لئے دس دراهم کسی دوسرے کو دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ يُنْفِقُهَا عَلَى أَهْلِهِ فَأَنفَقَ عَلَيْهِمْ عَشْرَةَ مِنْ عِنْدِهِ فَالْعَشْرَةُ بِالْعَشْرَةِ) لِأَنَّ الْوَكِيلَ بِالْإِنْفَاقِ وَكَيْلٌ بِالشِّرَاءِ وَالْحُكْمُ فِيهِ مَا ذَكَرْنَاهُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فَهَذَا كَذَلِكَ. وَقِيلَ هَذَا اسْتِحْسَانٌ وَفِي الْقِيَاسِ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ وَبَصِيرٌ مُتَبَرِّعًا. وَقِيلَ الْقِيَاسُ وَالْإِسْتِحْسَانُ فِي قَضَاءِ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِشِرَاءٍ، فَأَمَّا الْإِنْفَاقُ يَتَضَمَّنُ الشِّرَاءَ فَلَا يَدْخُلَانِيهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اور جب کسی شخص نے دوسرے کو دس دراهم دیئے ہیں کہ وہ ان کو اس کی اولاد پر خرچ کرے اس کے بعد اس نے اپنی جانب سے دس دراهم خرچ کر دیئے ہیں تو ان دیئے دس دراهم کے بدلے میں ہو جائیں گے۔ کیونکہ خرچ کرنے والا ہی وکیل خریداری ہے اور وکیل بہ ثراء کا بھی یہی حکم ہے جس کو ہم بیان کر کے ثابت بھی کر آئے ہیں پس اس کا حکم بھی وہی ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ استحسان ہے جبکہ قیاس کے مطابق اس کے لئے وہ دس دراهم نہ ہوں بلکہ وہ احسان ہو جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ بھی ہے کہ قیاس و استحسان یہ ادائے قرض میں ہے کیونکہ وہ ثراء نہیں ہے البتہ خرچ کرنے کا معاملہ جو ہے یہ ثراء کو لازم کیے ہوئے ہے کیونکہ اس میں قیاس و استحسان داخل ہی ہونے والے نہیں ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ عَزْلِ الْوَكِيلِ

ترجمہ باب وکیل کو برطرف کرنے کے بیان میں ہے

باب عزل وکیل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وکیل کو معزول کرنے کے اس باب کو مؤخر کی وجہ ظاہر ہے جس کو بیان کر سنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (کیونکہ کسی چیز کے ثابت ہونے کے بعد اس کا اختتام ہوتا ہے۔ لہذا ابتداء کو منصف مایہ الرحمہ نے پہلے اور اس کے آخری مرحلے کو آخر میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے معزول وہی ہوگا جو شخص وکیل ہوگا۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ وکیل ہو ہی نہ اور اس کو وکالت سے معزول کیا جائے۔ لہذا اسی مطابقت کے سبب اس باب کو مؤخر ذکر کیا ہے)۔ (مناہ شریعہ ایہ، ج ۱، ص ۴۴۰، رد)

وکیل کی برطرفی کا فقہی مفہوم

وکیل کو قبل تصرف برطرف کر دینے کا ہر وقت اختیار ہے مثلاً زید نے کسی سے کہا تھا کہ مجھے ایک بکری کی ضرورت ہے کہیں مل جائے تو لے لینا پھر منع کر دیا کہ میں نے تم سے جو بکری خریدنے کے لئے کہا تھا اب نہ خریدنا اس کے باوجود وہ شخص بکری خرید لے تو زید کے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ وہ بکری لے لے کیونکہ منع کرنے کے بعد اس شخص کو زید کے لئے بکری خریدنے کا اختیار نہیں رہا تھا۔ ہاں اگر اس نے بکری خرید لی اور پھر اس کے بعد زید نے منع کیا تو اس صورت میں زید پر واجب ہوگا کہ وہ بکری لے لے اور اس کی قیمت ادا کر دے۔ اور اگر یہ صورت ہو کہ زید نے خود اس کو منع نہیں کیا بلکہ محض لکھ کر بھیج دیا آدی بھیج کر اطلاع دی کہ اب میرے لئے بکری نہ خریدنا تب بھی وہ شخص وکالت سے برطرف ہو گیا اور اگر زید نے برطرفی کی اطلاع نہیں دی بلکہ کسی اور آدی نے اس سے کہہ دیا کہ زید نے تمہیں وکالت سے برطرف کر دیا ہے اس کے لئے نہ خریدنا تو اس صورت میں اگر اطلاع دینے والے دو آدی ہوں یا ایک ہی آدی نے اطلاع دی مگر وہ معتبر اور پابند شرع ہے تو اس اطلاع پر بھی برطرفی عمل میں آجائے گی اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ شخص وکالت سے برطرف نہیں ہوگا اگر اس نے بکری خرید لی تو زید کو لینی پڑے گی۔

عزل وکالت کے حکم کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وکالت عقد لازمہ میں سے نہیں یعنی نہ مؤکل پر اس کی پابندی لازم ہے نہ وکیل پر، جس طرح مؤکل جب چاہے وکیل کو برطرف کر سکتا ہے وکیل بھی جب چاہے دست بردار ہو سکتا ہے اسی وجہ سے اس میں اختیار شرط نہیں ہوتا کہ جب یہ خود ہی لازم نہیں تو شرط لگانے سے کیا فائدہ ہے۔ وکالت کا بالقصد حکم نہیں ہو سکتا یعنی جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز شامل نہ ہو محض وکالت کا قاضی حکم نہیں دے گا مثلاً یہ کہ زید عمرو کا وکیل ہے۔ اگر مدیون پر وکیل نے دعویٰ کیا اور وہ

اس کی وکالت سے انکار کرتا ہے تو اب یہ بیشک اس قابل ہے کہ اس کے متعلق قاضی اپنا فیصلہ صادر کرے۔ (بحر الرائق کتاب نکاح)

موکل کے حق ابطال کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُوَكَّلِ أَنْ يَعْزِلَ الْوَكِيلَ عَنِ الْوَكَاةِ) لِأَنَّ الْوَكَاةَ حَقُّهُ فَلَهُ أَنْ يُبْطِلَهُ، إِلَّا إِذَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغَيْرِ بِأَنْ كَانَ وَكِيلًا بِالنَّحْصُومَةِ يُطْلَبُ مِنْ جِهَةِ الطَّالِبِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ، وَصَارَ كَالْوَكَاةِ الَّتِي تَضَمَّنَهَا عَقْدُ الرَّهْنِ.

فرمایا اور موکل کے لئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ وکیل کو وکالت سے برطرف کر دے۔ کیونکہ وکالت دینا اسی کا حق تھا لہذا باطل کرنے کا حق بھی اسی کا ہے۔ ہاں البتہ جب وہ اس حق کو غیر کے ساتھ معلق کرنے والا ہے کیونکہ وکیل بہ خصوصیت طالب کی جانب سے طلب کیا جاتا ہے جبکہ اس میں غیر حق کو باطل کرنا ضروری آئے گا پس یہ ایسی وکالت کی ہو جائے گا جو عقد رہن کو ضروری کرنے والی ہے۔

وکیل تک خبر عزل نہ پہنچنے تک وکیل رہنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَبْلُغْهُ الْعَزْلُ فَهُوَ عَلَى وَكَايَتِهِ وَتَصَرُّفُهُ جَائِزٌ حَتَّى يَعْلَمَ) لِأَنَّ فِي الْعَزْلِ إِضْرَارًا بِهِ مِنْ حَيْثُ إِبْطَالُ وَلَايَتِهِ أَوْ مِنْ حَيْثُ رُجُوعُ الْحُقُوقِ إِلَيْهِ فَيَنْقُذُ مِنْ مَالِ الْمُوَكَّلِ وَيُسَلِّمُ الْمَبِيعَ فَيَضْمَنُ فَيَضَرُّ بِهِ، وَيَسْتَوِي الْوَكِيلُ بِالنِّكَاحِ وَغَيْرِهِ لِلْوَجْهِ الْأَوَّلِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا اشْتِرَاطَ الْعَدَدِ أَوْ الْعَدَالَةِ فِي الْمُنْخِيرِ فَلَا نَعْبُدُهُ.

اور جب تک وکیل کو برطرفی کی خبر نہ پہنچی ہو تو وہ اپنی وکالت پر ہی رہے گا اور اس کا تصرف بھی جائز ہوگا حتیٰ کہ اس کو معزول ہونے کا علم ہو جائے کیونکہ معزول ہونے میں وکیل کا نقصان ہے۔ کیونکہ اس کی ولایت کو ختم کر دیا گیا ہے یا اس طرح کہ حقوق وکیل کی جانب لوٹیں گے۔ اس کے بعد وکیل موکل کے مال سے ثمن ادا کرے گا اور مبیع اس کے حوالے کر دے گا اور اس کا ضامن ہو کر اس سے نقصان اٹھایا جائے گا اور اس میں وکیل بہ نکاح وغیرہ سارے شامل ہیں اور پہلی دلیل کا سبب یہ ہے کہ خبر دینے والے میں ہم نے عدد یا عدالت کو شرط ہونے کو ہم بیان کر آئے ہیں پس اس کی دلیل کو ہم دوبارہ بیان نہ کریں گے۔

ابطال وکالت کے ذرائع کا بیان

قَالَ (وَتَبْطُلُ الْوَكَاةُ بِمَوْتِ الْمُوَكَّلِ وَجُنُونِهِ جُنُونًا مُطَبِّقًا وَلِحَاقِهِ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا) لِأَنَّ التَّوَكِيلَ تَصَرُّفٌ غَيْرُ لَازِمٍ فَيَكُونُ لِدَوَامِهِ حُكْمُ ابْتِدَائِهِ فَلَا بُدَّ مِنْ قِيَامِ الْأَمْرِ وَقَدْ بَطَلَ بِهِدِهِ الْعَوَارِضُ، وَشَرَطُ أَنْ يَكُونَ الْجُنُونُ مُطَبِّقًا لِأَنَّ قَلِيلَهُ بِمَنْزِلَةِ الْإِعْمَاءِ، وَحَدُّ الْمُطَبِّقِ شَهْرٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ اِغْتِبَارًا بِمَا يَسْقُطُ بِهِ الصَّوْمُ. وَعَنْهُ أَكْثَرُ مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِأَنَّهُ تَسْقُطُ بِهِ

الصَّلَوَاتُ الْخُمْسُ فَصَارَ كَالْمَيِّتِ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : حَوْلٌ كَامِلٌ لِأَنَّهُ يَنْقُطُ بِهِ جَمِيعُ الْعِبَادَاتِ فَقَدَرِ بِهِ اخْتِطَاطًا . قَالُوا : الْحُكْمُ الْمَذْكُورُ فِي اللَّحَاقِ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ تَصَرُّفَاتِ الْمُرْتَدِ مَوْقُوفَةٌ عِنْدَهُ فَكَذَا وَكَأَلْتُهُ ، فَإِنْ أَسْلَمَ نَفَذَ ، وَإِنْ قُتِلَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتْ الْوَكَالَةُ ، فَأَمَّا عِنْدَهُمَا تَصَرُّفَاتُهُ نَافِذَةٌ فَلَا تَبْطُلُ وَكَأَلْتُهُ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ أَوْ يُقْتَلَ عَلَى رِدَّتِهِ أَوْ يُحْكَمَ بِلَحَاقِهِ وَقَدْ مَرَّ فِي السَّيْرِ وَإِنْ كَانَ الْمُؤَكَّلُ امْرَأَةً فَارْتَدَّتْ فَالْوَكِيلُ عَلَى وَكَأَلَتِهِ حَتَّى تَمُوتَ أَوْ تَلْحَقَ بِدَارِ الْحَرْبِ لِأَنَّ رِدَّتَهَا لَا تُؤَثِّرُ فِي عُقُودِهَا عَلَى مَا عُرِفَ .

مؤکل کے فوت ہو جانے، دائمی طور پر پاگل ہو جانے اور مرتد ہو کر اس کے دارالحرب میں چلے جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ توکیل ایک غیر لازم صفت ہے پس اس کے تصرف کے دوام کو اس کی ابتدا کا حکم حاصل ہو جائے گا کیونکہ مؤکل کے حکم کا قائم رہنا ضروری ہے جبکہ مذکورہ عوارض کے سبب مؤکل کا حکم باطل ہو جاتا ہے۔ اور دائمی جنون کی شرط اس لئے بیان کی گئی ہے کہ معاً قاجنون تو بے ہوشی کے حکم میں ہوگا جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جنون مطبق کی حد ایک مہینہ ہے اس کو مستوط روزے کے سبب پر قیاس کیا گیا ہے اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک دن رات سے زائد ہو کیونکہ اس سے پانچوں نمازیں ساقط ہو جاتی ہیں پس یہ میت کے حکم میں ہوگا۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جنون مطبق مکمل ایک سال ہے کیونکہ اس سے تمام عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ پس احتیاط کے پیش نظر اسی سے اندازہ کر لیا جائے گا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ دارالحرب میں جانے کے بارے میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہیں۔ پس اس کی وکالت بھی موقوف رہے گی۔ ہاں جب وہ اسلام لے آیا ہے تو اب اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا۔ اور اگر وہ قتل کر دیا گیا یا وہ دارالحرب میں چلا گیا تو اس کی وکالت باطل ہو جائے گی۔ صحابین کے نزدیک مرتد کے تصرفات نافذ رہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی وکالت باطل نہیں ہوئی ہاں البتہ جب وہ مرجائے یا ارتداد کے سبب قتل ہو جائے یا اس کے دارالحرب میں ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اور کتاب سیر میں اس کے احکام ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ (شرح ہدایہ جلد نمبر ۹)

اور جب مؤکل کوئی عورت ہے اور اس کے بعد وہ مرتد بن گئی تو وکیل اپنی ذات پر برقرار رہے گا حتیٰ کہ مؤکلہ مرجائے یا دارالحرب میں چلی جائے کیونکہ عورت کا ارتداد یہ اس کے عقود میں اثر انداز ہونے والا نہیں ہے جس طرح بیان کر دیا گیا ہے۔

مکاتب کا وکیل بنانے کے بعد عاجز ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَكَّلَ الْمُكَاتِبُ ثُمَّ عَجَزَ أَوْ الْمَاذُونُ لَهُ ثُمَّ حُجِرَ عَلَيْهِ أَوْ الشَّرِيكَانِ فَافْتَرَقَا ، فَهَيْدِهِ

الْوَجُوهُ تُبْطَلُ الْوَكَالَةُ عَلَى الْوَكِيلِ، عَلِيمٌ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ بَقَاءَ الْوَكَالَةِ يَتَعَمَّدُ قِيَامُ الْأَمْرِ وَقَدْ نَطَلَّ بِالْحَجَرِ وَالْعَجَزِ وَالْإِفْتِرَاقِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْعِلْمِ وَعَدَمِهِ لِأَنَّ هَذَا عَزَلُ حُكْمِي فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْعِلْمِ كَالْوَكِيلِ بِالسَّيِّعِ إِذَا بَاعَهُ الْمُوَكَّلُ.

۱۱۱ اور جب کسی رکاتب نے وکیل بنایا ہے اس کے بعد وہ عاجز آگیا یا کسی ماذون نے وکیل بنایا اور اس کے بعد اسے روک دیا گیا ہے یا دو اشخاص نے مل کر وکیل بنایا ہے اس کے بعد دونوں الگ ہو گئے یہ اسباب وکالت کو باطل کرنے سے ہیں اگرچہ وکیل کو ان کا علم ہو یا نہ ہو۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

وکالت کی بقاء حکم کے قیام پر موقوف رہتی ہے۔ جبکہ حجر، عجز اور افتراق کے سبب حکم باطل ہو جاتا ہے اور وکیل کے جانے یا نہ جانے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ عزل بطور حکم کے ہے کیونکہ وکیل جانے پر موقوف نہ ہوگا جس طرح وکیل بیٹھ ہے جبکہ اس کے موکل نے بیع کو بیچ دیا ہو۔

وکیل کے دائمی مجنون ہونے سے بطلان وکالت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ الْوَكِيلُ أَوْ جُنَّ جُنُونًا مُطِيقًا بَطُلَتْ الْوَكَالَةُ) لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ أَمْرُهُ بَعْدَ جُنُونِهِ وَمَوْتِهِ (وَأِنْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا) لَمْ يَحْزَلْ لَهُ التَّصَرُّفُ إِلَّا أَنْ يَعُودَ مُسْلِمًا قَالَ : وَهَذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ، فَأَمَّا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لَا تَعُودُ الْوَكَالَةُ لِمُحَمَّدٍ أَنَّ الْوَكَالََةَ إِطْلَاقٌ لِأَنَّهُ رُفِعَ الْمَنْعُ.

أَمَّا الْوَكِيلُ يَتَصَرَّفُ بِمَعَانٍ قَائِمَةٍ بِهِ وَإِنَّمَا عَجَزَ بِعَارِضِ اللَّحَاقِ لِتَبَايُنِ الدَّارَيْنِ، فَإِذَا زَالَ الْعَجَزُ وَالْإِطْلَاقُ بَاقٍ عَادَ وَكَيْلًا. وَلَا بَيُّ يُوسُفَ أَنَّهُ اثْبَاتٌ وَلَا يَةُ التَّفْيِيزِ، لِأَنَّ وَلَا يَةَ أَصْلِ التَّصَرُّفِ بِأَهْلِيَّتِهِ وَلَا يَةَ التَّفْيِيزِ بِالْمِلْكِ وَبِاللَّحَاقِ لِحَقِّ بِالْأَمْوَاتِ وَبَطُلَتْ الْوَلَا يَةُ فَلَا تَعُودُ كَمِلْكِهِ فِي أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ. وَلَوْ عَادَ الْمُوَكَّلُ مُسْلِمًا وَقَدْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا لَا تَعُودُ الْوَكَالَةُ فِي الظَّاهِرِ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهَا تَعُودُ كَمَا قَالَ فِي الْوَكِيلِ.

وَالْفَرْقُ لَهُ عَلَى الظَّاهِرِ أَنَّ مَبْنَى الْوَكَالَةِ فِي حَقِّ الْمُوَكَّلِ عَلَى الْمِلْكِ وَقَدْ زَالَ وَفِي حَقِّ الْوَكِيلِ عَلَى مَعْنَى قَائِمٍ بِهِ وَلَمْ يَزَلْ بِاللَّحَاقِ.

۱۱۲ اور جب وکیل فوت ہو گیا یا وہ دائمی طور پر مجنون بن گیا تو وکالت باطل ہو جائے گی کیونکہ وکیل کے مرنے یا مجنون بننے کے بعد اس کا مور ہونا درست نہیں ہے اور اگر وکیل مرتد ہو کر دار الحرب میں جا پہنچا تو اس کے لئے تصرف کرنا جائز نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو کر واپس دارالاسلام میں آئے۔

مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ حکم حضرت امام محمد علیہ الرحمہ مطابق ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی وکالت لوٹ کر نہ آئے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ وکالت اطلاق ہے کیونکہ وہ مانع کو دفع کرنے والی ہے البتہ وکیل تو وہ ایسے احکام کے سبب تصرف کرتا ہے جو اس کے ساتھ قائم ہونے والے ہیں جبکہ دارین بدلتے کے سبب عارض کے لاحق ہونے کی وجہ سے وکیل عاجز ہو چکا ہے اور جب عجز زائل ہو جائے گا تو اطلاق باقی رہے گا لہذا وہ وکیل دوبارہ وکیل بن جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ ولایت نفاذ کو ثابت کرنے والی ہے کیونکہ اصل تصرف کرنے کی ولایت تو وکیل کو اس کے اہل ہونے کے سبب سے ملی ہے جبکہ نفاذ کی اہلیت اس کی ملکیت کے سبب سے ملی ہے مگر جب وہ دار الحرب میں گیا تو وہ ولایت کے حکم میں ہے اور اس کی ولایت باطل ہو جائے گی لہذا وہ دوبارہ لوٹ کر آنے والی نہیں ہے جس طرح ام وید اور مدبر میں اس کی ملکیت لوٹ کر نہیں آیا کرتی۔

اور جب مؤکل مسلمان ہو کر واپس آیا ہے جبکہ وہ حالت ارتداد میں دار الحرب میں گیا تھا تو ظاہر روایت کے مطابق اس کی وکالت لوٹ کر نہ آئے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ لوٹ آئے گی جس طرح انہوں نے وکیل کے بارے میں فرمایا تھا۔ اور ظاہر روایت کے مطابق امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر فرق اس طرح ہے کہ مؤکل کے حق میں وکالت کی بنیاد ملکیت پر ہے اور وہ ملکیت ختم ہو چکی ہے اور وہ وکیل کے حق میں ایسے حکم پر ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے اور دار الحرب میں چلے جانے سے وہ حکم زائل نہ ہوگا۔

وکیل بنانے کے بعد خود تصرف کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَكَّلَ آخَرَ بِشَيْءٍ ثُمَّ تَصَرَّفَ بِنَفْسِهِ فِيْمَا وَكَّلَ بِهِ بَطَلَتْ الْوَكَالَةُ) وَهَذَا اللَّفْظُ يَنْتَظِمُ وَجُوهًا : مِثْلَ أَنْ يُوَكَّلَهُ بِإِغْتَاقِ عَبْدِهِ أَوْ بِكِتَابَتِهِ فَأَغْتَقَهُ أَوْ كَاتَبَهُ الْمُوَكَّلُ بِنَفْسِهِ أَوْ يُوَكَّلَهُ بِتَزْوِيجِ امْرَأَةٍ أَوْ بِشِرَاءِ شَيْءٍ فَفَعَلَهُ بِنَفْسِهِ أَوْ يُوَكَّلَهُ بِطَلَاقِ امْرَأَتِهِ فَطَلَّقَهَا الزَّوْجُ ثَلَاثًا أَوْ وَاحِدَةً وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا أَوْ بِالْخُلْعِ فَخَالَعَهَا، بِنَفْسِهِ لِأَنَّهُ لَمَّا تَصَرَّفَ بِنَفْسِهِ تَعَذَّرَ عَلَى الْوَكِيلِ التَّصَرُّفُ فَبَطَلَتْ الْوَكَالَةُ، حَتَّى لَوْ تَزَوَّجَهَا بِنَفْسِهِ وَأَبَانَهَا لَمْ يَكُنْ لِلْوَكِيلِ أَنْ يُزَوِّجَهَا مِنْهُ لِأَنَّ الْحَاجَةَ قَدْ انْقَضَتْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا تَزَوَّجَهَا الْوَكِيلُ وَأَبَانَهَا لَهُ أَنْ يُزَوِّجَ الْمُوَكَّلَ لِبَقَاءِ الْحَاجَةِ، وَكَذَا لَوْ وَكَّلَهُ بِبَيْعِ عَبْدِهِ فَبَاعَهُ بِنَفْسِهِ، فَلَوْ رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ بِقَضَاءِ قَاضٍ ؛ فَقَدْ أَبَى يُوسُفُ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَيْسَ لِلْوَكِيلِ أَنْ يَبِيعَهُ مَرَّةً أُخْرَى لِأَنَّ بَيْعَهُ بِنَفْسِهِ مَنَعَ لَهُ مِنَ التَّصَرُّفِ فَصَارَ كَالْعَزْلِ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَهُ أَنْ يَبِيعَهُ مَرَّةً أُخْرَى لِأَنَّ الْوَكَالََةَ بَاقِيَةٌ لِأَنَّهُ إِطْلَاقٌ وَالْعَجْزُ قَدْ

زَالٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا وَكَّلَهُ بِالْهَيْئَةِ فَوَهَبَ بِنَفْسِهِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يَكُنْ لِلْوَكِيلِ أَنْ يَهَبَ لِأَنَّهُ مُخْتَارٌ فِي الرُّخُوعِ فَكَانَ ذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى عَدَمِ الْحَاجَةِ.

أَمَّا الرَّدُّ بِقَضَاءٍ بِغَيْرِ اخْتِيَارِهِ فَلَمْ يَكُنْ دَلِيلٌ زَوَالِ الْحَاجَةِ، فَإِذَا عَادَ إِلَيْهِ قَدِيمُ مِلْكِهِ كَانَ لَهُ أَنْ يَبْعَهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا اور جس شخص نے کسی دوسرے کو کسی چیز کا وکیل بنایا اور اس کے بعد اس نے خود ہی اس چیز میں تصرف کیا جس کا وکیل بنایا تھا تو کالت باطل ہو جائے گی۔ اور یہ عبارت کئی مسائل کو شامل ہے۔ مثال کے طور پر چند ایک یہ ہیں۔ جب کسی نے اپنا غلام آزاد کرنے یا اس کو مکاتب بنانے کے لئے وکیل بنایا اور اس کے بعد مؤکل نے خود ہی اس کو آزاد کر دیا ہے یا مکاتب بنادیا ہے۔

اسی طرح جب کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے یا کوئی چیز خریدنے کے لئے وکیل بنایا ہے اور اس کے بعد مؤکل نے وہ کام خود ہی کر لئے ہیں۔

اسی طرح جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے وکیل بنایا ہے اس کے بعد شوہر نے خود ہی بیوی کو تین طلاق یا ایک طلاق دے دی ہے اور اس عورت کی عدت پوری ہو گئی ہے۔

اسی طرح جب شوہر نے خلع کرنے کا وکیل بنایا ہے اور اس کے بعد خود ہی بیوی سے خلع لے لیا ہے اور اب جب اس نے خود یہ تصرف کر لیا ہے تو یہ کام وکیل کے لئے کرنے ناممکن ہو گئے ہیں۔ لہذا کالت باطل ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ مؤکل نے خود جب اس عورت سے نکاح کیا یا اس کو بائنہ کر دیا ہے تو وکیل کو یہ حق نہ رہے گا کہ وہ مؤکل کے ساتھ اس عورت کا نکاح کرے کیونکہ ضرورت پوری ہو گئی ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وکیل نے اس سے نکاح کر کے اس کو بائنہ کر دیا ہے تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ مؤکل کے ساتھ اس عورت کا نکاح کرے۔ کیونکہ ضرورت ابھی باقی ہے۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے اپنا غلام بیچنے کے لئے کسی دوسرے آدمی کو وکیل بنادیا اور اس کے بعد اس نے خود ہی اس کو فروخت کر ڈالا ہے یا پھر کسی عیب کے سبب قاضی کے فیصلے کے مطابق وہ غلام مؤکل کو واپس کیا گیا ہے۔ تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وکیل کے لئے اس غلام کو دوبارہ بیچنے کا حق نہ ہوگا کیونکہ مؤکل کا بہ ذات خود اس غلام کو بیچ دینا یہ اس کے تصرف و روکنے والا ہے پس یہ وکیل معزول کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وکیل کے لئے دوبارہ اس غلام کو بیچنے کا حق محفوظ ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مؤکل نے وہ غلام بہہ کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا اور اس کے مؤکل نے خود اس کو بہہ کر دیا ہے اور اس کے بعد اس نے بہہ واپس لے لیا ہے تو اب وکیل کو غلام دوبارہ بہہ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ رجوع کرنے میں مؤکل اختیار رکھنے والا ہے پس یہ دلیل عدم ضرورت کی ہوگی۔ مگر مؤکل کے اختیار کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر بیع کو واپس کرتے ہوئے یہ کہنا حاجت ختم ہو گئی ہے ایسا نہیں ہے۔ پس جب وہ غلام مؤکل کی پرانی ملکیت سے دوبارہ اس کی ملکیت میں آ گیا ہے تو وکیل کے لئے اس کو بیچنے کا اختیار نہ ہوگا۔

کِتَابُ الدَّعَوٰی

﴿یہ کتاب دعویٰ کے بیان میں ہے﴾

کتاب دعویٰ کی فقہی مطابقت کا بیان

مشہور حنفی فقیہ محقق علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب دعویٰ کی فقہی مطابقت وکالت بہ خصوصت کے ساتھ واضح ہے۔ اس کا لغوی معنی یہ ہے کہ انسان غیر کے حق میں ایجاب کا ارادہ کرے۔ اور دعویٰ کی جمع دعاوی ہے جس طرح فتویٰ کی جمع فتاویٰ ہے۔ (رد مختار کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب وکالت بہ خصوصت کو بیان کیا تو انہوں نے دعویٰ کا بیان شروع کر دیا کیونکہ وکالت بہ خصوصت ہی دعویٰ کو لانے والی ہے۔ لہذا سبب سبب کو لانے والا ہوا۔ (فتح القدر، کتاب دعویٰ، بیروت)

دعویٰ کے لغوی مفہوم کا بیان

دعویٰ یا lawsuit کو اردو میں بعض اوقات مقدمہ دائر کرنا اور یا قانونی چارہ جوئی بھی کہا جاتا ہے اور انگریزی میں اسے litigation اور اکثر صرف suit کے الفاظ سے بھی جانا جاتا ہے۔ اس سے مراد ایک ایسی قانونی چارہ جوئی کی ہوتی ہے جو کسی ایک party کی جانب سے عدالت میں داخل کیا جاتا ہے اور وہ حزب جو دعویٰ کرتی ہے اسے مدعی plaintiff کہتے ہیں جبکہ جس حزب کے خلاف دعویٰ دائر کیا جاتا ہے اسے مدعی علیہ defendant کہا جاتا ہے۔ مدعی علیہ کا دعویٰ دائر کرنے کا مدعا، اس عدالت کے ذریعے سے اپنی شکایت یا دعویٰ کا مدد یا remedy حاصل کرنا ہوتا ہے، مدعا علیہ کے دعویٰ کا سامنا کرنے کے لیے جو مدعی ہو وہ کوئی ایک شخص یا ادارہ بھی ہو سکتا ہے اور یا پھر متعدد اشخاص و ادارے بھی ہو سکتے ہیں، عدالت کا قاضی judge دونوں طرف کے بیانات کے بعد جو دعویٰ دائر کرنے والے کے لیے عدالت کی جانب سے فیصلہ سناتا ہے اسے قانونی مدد یا legal remedy کہتے ہیں۔

مدعی plaintiff قانونی اصطلاح میں ایک ایسے فریق یا حزب کو کہا جاتا ہے کہ جو کسی عدالت میں کوئی دعویٰ lawsuit دائر کرے، اسے اسی شکایت گزاری کی نسبت سے بعض اوقات شکایت گزار یا دعویٰ دائر کرنے والا اور دعویٰ دائر بھی کہا جاتا ہے۔ مدعی کا دعویٰ دائر کرنے کا مقصد و مدعا اپنی کسی تکلیف یا کسی دوسرے (حریف) سے پہنچنے والے کسی بھی قسم کے نقصان کا مدد یا remedy حاصل کرنا ہوتی ہے اور اس کی فریاد یا شکایت پر عدالت کا منصف یا قاضی جو فیصلہ judgment سناتا ہے اسے

اصطلاحی زبان میں قانونی مدد اور remedylegal کہا جاتا ہے اور یہ قانونی مدد ادائیگی کے حق میں بھی ہو سکتا ہے اور یہ کچھ مددیں ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔

دعویٰ کے فقہی مفہوم کا بیان

دعویٰ اس قول کو کہتے ہیں جو قاضی کے سامنے اس لیے پیش کیا گیا جس سے مقصود دوسرے شخص سے حق طلب کرنا ہے۔ دعویٰ میں سب سے زیادہ اہم جو چیز ہے وہ مدعی و مدعی علیہ کا تعین ہے اس میں غلطی کرنا فیصلہ کی غلطی کا سبب ہوتا ہے عام لوگ تو اس و مدعی جانتے ہیں جو پہلے قاضی کے پاس جا کر دعویٰ کرتا ہے اور اس کے مقابل کو مدعی علیہ۔ مگر یہ سطحی و ظاہری بات ہے بہت مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ جو صورتہ مدعی ہے وہ مدعی علیہ ہے اور جو مدعی علیہ ہے وہ مدعی ہے۔

دعویٰ کے شرعی مأخذ کا بیان

(۱) دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (یونس: ۱۰۷)

ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے۔ اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے۔ اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سر اہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

(۲) أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ (النساء: ۶۰)

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اتر اور اس پر جو تم سے پہلے اتر پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا بیچ بنائیں اور ان کا تو حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔ (کمز الایمان)

اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دعوے کو جھٹلایا ہے جو زبانی تو اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام اگلی کتابوں پر اور اس قرآن وحدیث کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ کسی اور طرف لے جاتے ہیں، چنانچہ یہ آیت ان دو شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں کچھ اختلاف تھا ایک تو یہودی تھا دوسرا انصاری، یہودی تو کہتا تھا کہ چل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرالیں اور انصاری کہتا تھا کعب بن اشرف کے پاس چلو یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں اتری ہے بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں ان منافقوں کے بارے میں اتری ہے جو بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن درپردہ احکام جاہلیت کی طرف جھٹنا چاہتے تھے، اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں، آیت اپنے حکم اور الفاظ کے اعتبار سے عام ہے ان تمام واقعات پر مشتمل ہے ہر اس شخص کی مذمت اور برائی کا اظہار کرتی ہے جو کتاب وسنت سے ہٹ کر کسی اور باطل کی طرف اپنا فیصلہ لے جائے اور یہی مراد یہاں طاغوت

ہے (یعنی قرآن وحدیث کے سوا کی چیز یا شخص) صدور سے مراد تکبر سے منہ موڑ لینا، جیسے اور آیت میں ہے۔

(وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا آَلَيْنَا عَلَيْهِ آجَاءً نَا) 2۔ البقرہ (170:)

یعنی جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی فرمانبرداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی پر ہی اڑے رہیں گے،

ایمان والوں کو جواب یہ نہیں ہوتا بلکہ ان کا جواب دوسری آیت میں اس طرح مذکور ہے۔

(إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) 24۔ البقرہ (51:)

یعنی ایمان والوں کو جب اللہ رسول کے فیصلے اور حکم کی طرف بلایا جائے تو ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے تیرے قول سے قبول کیا، پھر منافقوں کی مذمت میں بیان ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں کے باعث جب تکلیفیں پہنچتی ہیں اور تیری ضرورت محسوس ہوتی ہے تو دوڑے بھاگے آتے ہیں اور تمہیں خوش کرنے کے لئے عذر معذرت کرنے میں جاتے ہیں اور تمہیں کھا کر اپنی نیکی اور صلاحیت کا یقین دلانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے سوا دوسروں کی طرف ان مقدمات کے لئے جانے سے ہمارا مقصود صرف یہی تھا کہ ذرا دوسروں کا دل رکھا جائے آپس میں میل جول نہ جائے ورنہ دل سے کچھ ہم ان کی اچھائی کے مازاد نہیں، جیسے اور آیت میں

(فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَجٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَى مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ) 5۔ المائدہ (52:)

تک بیان ہوا ہے، یعنی تو دیکھے گا کہ یہاں دوں یعنی منافق یہود و نصاریٰ کی باہم دوستی کی تمام تر کوششیں کرتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے اختلاف کی وجہ سے آفت میں پھنس جانے کا خطرہ ہے بہت ممکن ہے ان سے دوستی کے بعد اللہ تعالیٰ فتح دیں یا اپنا کوئی حکم نازل فرمائیں اور یہ لوگ ان ارادوں پر پشیمان ہونے لگیں جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہیں،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ابوہریرہؓ اسلمی ایک کاہن شخص تھا، یہود اپنے بعض فیصلے اس سے کراتے تھے ایک واقعہ میں مشرکین بھی اس کی طرف دوڑے اس میں یہاں آیتیں (آیت السم تو سے صرفیقا) تک نازل ہوئیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے لوگ یعنی منافقین کے دلوں میں جو کچھ ہے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو کامل ہے اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مخفی نہیں وہ ان کے ظاہر و باطن کا اسے علم ہے تو ان سے چشم پوشی کر ان کے باطنی ارادوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کر ہاں انہیں نفاق اور دوسروں سے شر و فساد وابستہ رہنے سے باز رہنے کی نصیحت کر اور دل میں اترنے والی باتیں ان سے کہہ بلکہ ان کے لئے دعا بھی کر۔

یہود فصل خصومات میں رعایت ورشوت کے عادی تھے اس لئے جو لوگ جھوٹے اور منافق اور خائن ہوتے وہ اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس لے جانا پسند کرتے کہ وہ خاطر کریں گے اور آپ کے پاس ایسے لوگ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے کہ آپ حق کی رعایت کریں گے اور کسی کی اصلاح رعایت نہ کریں گے۔ سودینے میں ایک یہودی اور ایک منافق کہ ظاہر میں مسلمان تھا کسی مری میں دونوں جھگڑ پڑے۔ یہودی جو سچا تھا اس نے کہا کہ چل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور منافق جو جھوٹا تھا اس نے کہا کہ چل کعب

بن اشرف کے پاس جو یہودیوں میں عالم اور سردار تھا۔ آخروہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ نے یہودی کا حق ثابت فرمایا۔ منافق جو باہر لکھا تو کہنے لگا کہ اچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو جو وہ فیصلہ کر دیں یہی منظور اور پسند ہے۔ اللہ ﷻ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ میں مدعی اسلام ہوں اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے حکم سے مدینہ میں جھگڑے فیصلہ کیا کرتے تھے چنانچہ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جھگڑا سنا اور یہودی کے بیان سے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ قضیہ آپ کی خدمت میں جا چکا ہے اور آپ اس معاملہ میں یہودی کو سچا اور غالب کر چکے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو کوئی ایسے قاضی کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا فیصلہ یہی ہے۔ اس کے وارث حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تو صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرادیں یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت محمد ﷺ کے فیصلہ سے انکار تھا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرمادی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق فرمایا۔

مأخذ حدیث سے ثبوت دعویٰ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم لوگوں کو ان کے دعویٰ کے مطابق دے دیے جائے تو لوگ آدمیوں کے خون اور اموال کا دعویٰ کریں گے لیکن مدعی علیہ پر قسم ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1977)

مدعی کو خصومت پر عدم اجبار کا بیان

قَالَ (الْمُدَّعِي مَنْ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ إِذَا تَرَكَهَا وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يُجْبَرُ عَلَى الْخُصُومَةِ) وَمَعْرِفَةُ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا مِنْ أَهَمِّ مَا يُتَنَبَّأُ عَلَيْهِ مَسَائِلُ الدَّعْوَى، وَقَدْ اخْتَلَفَتْ عِبَارَاتُ الْمَشَايِخِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ فِيهِ، فَمِنْهَا مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ حَدَّثَ عَامٌّ صَحِيحٌ. وَقِيلَ الْمُدَّعَى مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ إِلَّا بِحُجَّةٍ كَالْخَارِجِ، وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يَكُونُ مُسْتَحِقًّا بِقَوْلِهِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ كَذِي الْيَدِ، وَقِيلَ الْمُدَّعَى مَنْ يَتَمَسَّكُ بِغَيْرِ الظَّاهِرِ وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَنْ يَتَمَسَّكُ بِالظَّاهِرِ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْأَصْلِ: الْمُدَّعَى عَلَيْهِ هُوَ الْمُنْكَرُ، وَهَذَا صَحِيحٌ لِكِنَّ الشَّانَ فِي مَعْرِفَتِهِ وَالتَّرْجِيحِ بِالْفَقْهِ عِنْدَ الْحَذَّاقِ مِنْ أَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ لِأَنَّ الْإِغْتِبَارَ لِلْمَعَايِ ذَوْنَ الصُّورِ، فَإِنَّ الْمُوَدَّعَ إِذَا قَالَ رَدَّدَتْ الْوَدِيعَةَ فَالْقَوْلُ لَهُ مَعَ الْيَمِينِ وَإِنْ كَانَ مُدَّعِيًا لِلرَّدِّ صُورَةً لِأَنَّهُ يُنْكَرُ الضَّمَانُ مَعْنَى.

لہذا فرمایا مدعی وہ آدمی ہے جس کو خصومت پر مجبور نہ کیا جائے گا اور مدعی علیہ کو خصومت پر مجبور کیا جائے گا اور ان میں

فرق کا پہچاننا ان کاموں کا اہم ترین حصہ ہے جن پر دعویٰ کے مسائل بنی ہیں اور اس بارے میں، شیخ فقہاء نے مختلف اقوال ہیں انہی اقوال میں سے ایک قول قدری میں بیان کیا گیا ہے اور یہ تعریف عام اور درست ہے اور کہا گیا ہے کہ مدعی وہ ہے جو حجت کے مستحق نہیں ہوتا جس طرح وہ آدمی جو کسی دوسرے کے قبضہ میں کسی عین کا دعویٰ کرے اور مدعی مایہ وہ آدمی ہے جو حجت کے سوا اپنے قول سے مستحق ہو جاتا ہے جس طرح قبضہ کرنے والا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدعی وہ ہے جو غائب کے خلاف ثابت ہے استدلال کرے اور مدعی مایہ وہ ہے جو ظاہر سے استدلال کرے۔

حضرت امام محمد مایہ الرمدہ منسوط میں فرماتے ہیں کہ مدعی مایہ وہ ہے جو انکار کرنے والا ہو اور یہی صحیح ہے اس وجہ سے اس سے گفتگو ہوتی ہے معرفت میں اور نقد کے ذریعے ترجیح دینے کا حق ہمارے عظیم ماما کو حاصل ہے اس لئے کہ وہ عینی کا اقرار کرتا ہے صورت کا نہیں کیا جاتا۔ پس جب مودع نے کہا کہ میں نے وہ عین کو واپس کر دیا ہے تو قسم کے ساتھ اس کے قول کا اقرار کیا جائے گا اگرچہ وہ صورت واپس کرنے کا دعویٰ کرے اس لئے کہ وہ بطور عینی ضمان کا اقرار کرنے والا ہے۔

قبول دعویٰ کے لئے جنس و مقدار کو بیان کرنے کا حکم

قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ الدَّعْوَى حَتَّى يَذْكُرَ شَيْئًا مَعْلُومًا فِي جَنْبِهِ وَقَدْرِهِ) لِأَنَّ فَايِدَةَ الدَّعْوَى الْإِلْزَامُ بِوِاسِطَةِ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ، وَالْإِلْزَامُ فِي الْمَجْهُولِ لَا يَتَحَقَّقُ (فَإِنْ كَانَ عَيْنًا فِي يَدِ الْمُدْعَى) عَلَيْهِ كُتِفَ إِخْصَارُهَا لِئَلَّا يَشِيرَ إِلَيْهَا بِالدَّعْوَى، وَكَذَلِكَ فِي الشَّهَادَةِ وَالِاسْتِخْلَافِ، لِأَنَّ الْأَعْلَامَ بِأَقْصَى مَا يُمَكِّنُ شَرْطٌ وَذَلِكَ بِالْإِشَارَةِ فِي الْمَنْقُولِ لِأَنَّ النُّقْلَ مُمَكِّنٌ وَالْإِشَارَةُ أَبْلَغُ فِي التَّعْرِيفِ، وَيَتَعَلَّقُ بِالدَّعْوَى وَجُوبُ الْحُضُورِ، وَعَلَى هَذَا الْقَضَاءُ مِنْ آخِرِهِمْ فِي كُلِّ عَضْرٍ، وَوُجُوبُ الْجَوَابِ إِذَا حَضَرَ لِيُفِيدَ حُضُورَهُ وَلِزُومُ إِخْصَارِ الْعَيْنِ الْمُدْعَاةِ لِمَا قُلْنَا وَالْيَمِينِ إِذَا أَنْكَرَهُ، وَسَنَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

فرمایا کہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا جب تک مدعی ایسی چیز نہ بیان کر دے جس کی جنس اور مقدار معلوم ہو اس سے کہ دعویٰ کا فائدہ لازم کرنا ہوتا ہے حجت کے قائم ہونے کے ساتھ اور مجہول چیز میں لازم کرنا ممکن نہیں ہوتا پس جب مدعی مایہ ہو اس کا مال کا عین موجود ہو تو اس کو وہ مال حاضر کرنے کا مکلف بنایا جائے گا تاکہ دعویٰ کے وقت مدعی اس کی طرف اشارہ کرے اور گواہی دینے اور قسم لینے میں بھی یہی حکم ہو گا اس لئے کہ امکان کے وقت اطلاع دینا شرط ہے اور اس طرح کی اطلاع دینے میں اشارہ کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے کہ مال کو منتقل کرنا ممکن ہے اور شناخت کرنے میں اشارہ زیادہ بلند ہوتا ہے اور مایہ کے مال کا مدعی کا حاضر ہونا متعلق ہے اور اسی طرح پہلے سے آخری زمانہ کی طرف قاضی جوتے آئے ہیں اور جب مدعی مایہ نہ ہو تو جواب کا حاضر ہونا بھی دعویٰ کے ساتھ متعلق ہے تاکہ اس کی حاضری فائدہ دے اور اس مال میں کو حاضر کرنا لازم ہو گا جس کا دعویٰ یہ ہے اس کی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور جب مدعی مایہ دعویٰ کا انکار کر دے تو اس پر قسم لازم ہے اس کو ہر ان شاء اللہ

کریں گے۔

مال منقول کو پیش نہ کر سکنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَاضِرَةً ذَكَرَ قِيمَتَهَا لِصِيرِ الْمُدْعَى مَعْلُومًا) لِأَنَّ الْعَيْنَ لَا تُعْرَفُ بِالْوَصْفِ، وَالْقِيمَةُ تُعْرَفُ بِهِ وَقَدْ تَعَذَّرَ مُشَاهَدَةُ الْعَيْنِ. وَقَالَ الْفَقِيهُ أَبُو اللَّيْثِ: يُشْتَرَطُ مَعَ بَيَانِ الْقِيمَةِ ذِكْرُ الذُّكُورَةِ وَالْأُنُوثَةِ.

فرمایا کہ جب مال منقول حاضر نہ ہو تو اس کی قیمت بیان کر دے تاکہ مدعی کو معلوم ہو جائے اس لئے کہ مال کا عین وصف کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا اور قیمت اس کی پہچان کر سکتی ہے جبکہ عین کی پہچان مشکل ہے۔ حضرت فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ قیمت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مذکر اور مؤنث کی وضاحت کرنا بھی شرط ہے۔

غیر منقول چیز کے دعویٰ میں حدود کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَى عَقَارًا حَدَّدَهُ وَذَكَرَ أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدْعَى عَلَيْهِ وَأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ) لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ التَّعْرِيفُ بِالْإِشَارَةِ لِتَعَذُّرِ النَّقْلِ قِيَصَارُ إِلَى التَّحْدِيدِ فَإِنَّ الْعَقَارَ يُعْرَفُ بِهِ، وَيَذَكَّرُ الْحُدُودَ الْأَرْبَعَةَ، وَيَذَكَّرُ أَسْمَاءَ أَصْحَابِ الْحُدُودِ وَأَنْسَابَهُمْ، وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ الْجَدِّ لِأَنَّ تَمَامَ التَّعْرِيفِ بِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى مَا عُرِفَ هُوَ الصَّحِيحُ، وَلَوْ كَانَ الرَّجُلُ مَشْهُورًا يَكْتَفِي بِذِكْرِهِ، فَإِنْ ذَكَرَ ثَلَاثَةً مِنَ الْحُدُودِ يَكْتَفِي بِهَا عِنْدَنَا خِلَافًا لَوْ فَرَّ لَوْ جُودِ الْكَثَرِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا غَلِطَ فِي الرَّابِعَةِ لِأَنَّهُ يُخْتَلَفُ بِهِ الْمُدْعَى وَلَا كَذَلِكَ بِتَرْكِهَا، وَكَمَا يُشْتَرَطُ التَّحْدِيدُ فِي الدَّعْوَى يُشْتَرَطُ فِي الشَّهَادَةِ.

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ وَذَكَرَ أَنَّهُ فِي يَدِ الْمُدْعَى عَلَيْهِ لَا بُدَّ مِنْهُ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَنْتَسِبُ خَصْمًا إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ، وَفِي الْعَقَارِ لَا يَكْتَفِي بِذِكْرِ الْمُدْعَى وَتَصَدِيقِ الْمُدْعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ فِي يَدِهِ بَلْ لَا تَبْتُ الْيَدَ فِيهِ إِلَّا بِالْبَيِّنَةِ، أَوْ عِلْمِ الْقَاضِي هُوَ الصَّحِيحُ نَفْيًا لِتُهْمَةِ الْمَوَاضَعَةِ إِذَا الْعَقَارُ عَسَاهُ فِي يَدِ غَيْرِهِمَا، بِخِلَافِ الْمَنْقُولِ لِأَنَّ الْيَدَ فِيهِ مُشَاهَدَةٌ.

وَقَوْلُهُ وَأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ لِأَنَّ الْمُطَالِبَةَ حَقُّهُ فَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهِ، وَلِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَرْهُومًا فِي يَدِهِ أَوْ مَحْبُوسًا بِالثَّمَنِ فِي يَدِهِ، وَبِالْمُطَالِبَةِ يَزُولُ هَذَا الْإِحْتِمَالُ، وَعَنْ هَذَا قَالُوا فِي الْمَنْقُولِ يَجِبُ أَنْ يَقُولَ فِي يَدِهِ بِغَيْرِ حَقِّ.

قَالَ (وَإِنْ كَانَ حَقًّا فِي الذِّمَّةِ ذَكَرَ أَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِهِ) لِمَا قُلْنَا، وَهَذَا لِأَنَّ صَاحِبَ الذِّمَّةِ قَدْ خَصَرَ

فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الْمُطَالَبَةُ لَكِنْ لَا بُدَّ مِنْ تَعْرِيفِهِ بِالْوَضْعِ لِأَنَّهُ يُعْرَفُ بِهِ

فرمایا کہ جب مدعی نے کسی غیر منقول چیز کا دعویٰ کیا تو وہ اس کی حدود بیان کرے گا کہ وہ چنے حق خیر سے قبضہ میں ہے اور مدعی اس کا مطالبہ کر رہا ہے اس لئے کہ انتقال کے مشکل ہونے کی وجہ سے اشارہ کے ساتھ مدعی یہ کی شناخت مشکل ہے لہذا تحدید کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ عقار تحدید کے سبب معلوم ہو جاتا ہے اور مدعی چاروں حدود ذکر کرے گا اور اصحاب حدود کے نام اور ان کے نسب بھی بیان کرے گا اور دادا کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ امام اعظم کے نزدیک یہ دادا کے ذکر کرنے سے تعریف پوری ہو جاتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے اور یہی صحیح ہے اور جب صاحب حد مشہور ہو تو اس کے ذکر پر ہی اکتفاء کیا جائے گا پس جب مدعی نے تین حدود بیان کر دیں تو ہمارے نزدیک ان پر اکتفاء کر لیا جائے گا امام بخاری کا اس میں اکتفاء ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ زیادہ حدود پائی گئی ہیں اس صورت کے خلاف کہ جب مدعی نے چوتھی حد بیان کرنے میں غلطی کی اس لئے کہ اس سے دعویٰ مختلف ہو جاتا ہے اور اس کو ترک کرنے میں یہ بات نہیں ہے اور جس طرح دعویٰ میں حدود کو بیان کرنا شرط ہے اسی طرح شہادت میں بھی حدود جو بیان کرنا شرط ہے۔

اور امام قندوری کا وَذَكَرَ أَنَّهُ لِي يَدِ الْمُدْعَى عَلَيْهِ كَبْرًا شَرْطٌ بِمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ اس وقت تک کہ جب مدعی ہے اس کے قبضہ میں ہو اور عقار میں مدعی کے ذکر کرنے اور اس سلسلے میں مدعی علیہ کی تصدیق پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ عقاران دونوں کے علاوہ کسی اور کے قبضہ میں ہو مال منقول کے خلاف اس لئے کہ اس میں قبضہ مشاہد ہوتا ہے۔ اور امام قندوری کا قول وانہ يطالبه اس وجہ سے ہے کہ مطالبہ کرنا مدعی کا حق ہے لہذا اس کا طلب کرنا لازم ہے اور اس لئے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ عقار اس کے قبضہ میں مرکب ہو یا شمن کے سبب مجوس ہو اور مطالبہ کے ساتھ یہ حوالہ ختم ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ منقول میں مدعی کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ مدعی علیہ کے قبضہ میں واقع ہے اور جب مدعی کے ذمہ کوئی حق ہو تو مدعی یہ ذکر کرے کہ وہ اس کا مطالبہ کر رہا ہے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جس کے ذمہ تھا وہ تو حاضر ہو گیا ہے لہذا مطالبہ کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا لیکن وصف کو بیان کر کے اس کی پہچان کرنا لازم ہے اس لئے کہ وہ حق وصف کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے۔

صحت دعویٰ کے بعد قاضی کا مدعی علیہ سے پوچھنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى سَأَلَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ عَنْهَا) لِيَتَكَيَّفَ لَهُ وَجْهُ الْحُكْمِ (فَإِنْ اعْتَرَفَ قُضِيَ عَلَيْهِ بِهَا) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مُوجِبٌ بِنَفْسِهِ قِيَامُهَا بِالْخُرُوجِ عَنْهُ (وَإِنْ أَنْكَرَ سَأَلَ الْمُدْعَى الْبَيِّنَةَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "أَلَيْكَ بَيِّنَةٌ؟" فَقَالَ لَا، فَقَالَ: لَكَ بَيِّنَةٌ "سَأَلَ وَرَتَّبَ الْبَيِّنَ عَلَى فَقْدِ الْبَيِّنَةِ فَلَا بُدَّ مِنَ السُّؤَالِ لِيُمْكِنَهُ الْإِسْتِحْلَافُ" قَالَ (فَإِنْ أَحْضَرَهَا قُضِيَ بِهَا) لِاتِّفَاقِ التَّهْمَةِ عَنْهَا (وَإِنْ عَجَزَ عَنْ ذَلِكَ وَطَلَبَ يَمِينَ

عَصِمِهِ) اسْتَحْلَفَهُ (عَلَيْهَا) لِمَا رَوَيْنَا، وَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهِ لِأَنَّ الْيَمِينَ حَقُّهُ، إِلَّا يَرَى أَنَّهُ كَيْفَ
أَضِيفَ إِلَيْهِ بِحَرْفِ اللَّامِ فَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهِ.

فرمایا کہ جب دعویٰ صحیح ہو گیا تو قاضی مدعی علیہ سے اس دعوے کے بارے میں پوچھتے گا تا کہ حکم کی جہت واضح ہو جائے پس اگر مدعی علیہ دعویٰ کا اقرار کر لے تو قاضی مدعی علیہ پر اس دعوے کا فیصلہ کر دے گا اس لئے کہ اقرار خود واجب کرنے والا ہے لہذا قاضی مدعی علیہ کو اس اقرار کی ذمہ داری سے نکلنے کا حکم دے گا اور جب مدعی علیہ انکار کر دے تو قاضی مدعی سے گواہی کا مطالبہ کرے گا۔

آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے مدعی سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس گواہی موجود ہے اس نے کہا نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تجھ پر مدعی علیہ کی قسم ہے۔ آپ ﷺ نے مدعی سے گواہ طلب کیا اور گواہی کے مفقود ہونے پر قسم و مرتب کیا اس لئے قاضی کا سوال کرنا لازم ہے تا کہ اس کے لئے مدعی علیہ سے قسم لینا ممکن ہو فرمایا کہ پھر جب مدعی نے گواہی پیش کر دیا تو قاضی گواہی کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لئے کہ اس دعوے سے تہمت دور ہو گئی اور جب مدعی دعویٰ پیش نہ کر سکا اور اپنے خصم سے قسم طلب کی تو قاضی مدعی علیہ سے اس دعوے پر قسم لے گا اس حدیث کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور مدعی کے لئے قسم کا مطالبہ کرنا لازم ہے کیونکہ قسم اس کا حق ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حرف لام کے ساتھ کس طرح اس کی طرف قسم کو مضاف کیا گیا ہے لہذا مدعی پر قسم کا طلب کرنا لازم ہے۔

باب الیمین

﴿یہ باب قسم کے بیان میں ہے﴾

باب قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ نے دعویٰ کا ذکر کیا ہے اور یہ جس وقت خصم دعویٰ کا انکار کر دے اور مدعی کے پاس اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی گواہی بھی موجود نہ ہو تو قسم کا لینا ضروری ہوتا ہے۔ لہذا مصنف علیہ الرحمہ نے انکار خصم اور عدم شہادت کے سبب احتیاج الی یمین کے پیش نظر کتاب دعویٰ میں قسم سے متعلق ایک مستقل باب قائم کر دیا ہے۔ تاکہ معاملات کو حل کیا جائے اور لوگوں سے جھگڑا اور مقدمات کو ختم کیا جائے۔ (عیان شرح الہدایہ بتصرف، کتاب دعویٰ، بیروت)

مدعی علیہ پر قسم ہونے کے فقہی مآخذ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ پر (ان کے مدعا) دیا جائے (یعنی اگر مدعی سے نہ تو گواہ طلب کئے جائیں اور نہ مدعا علیہ سے تصدیق کیا جائے بلکہ محض اس کے دعویٰ پر اس کا از قسم مال و جان مدعا کو دے دیا جائے) تو لوگ اپنے آدمیوں کے خون اور اپنے مال کا (جھوٹا) دعویٰ کرنے لگیں (لہذا صرف مدعی کا بلا گواہی کے بیان معتبر نہیں ہے) لیکن قسم کھانا مدعا علیہ پر ضروری ہے (مسلم) اور نووی نے اپنی کتاب شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بیہقی کی روایت میں جو حسن یا صحیح اسناد سے منقول ہے حضرت ابن عباس سے (مذکورہ بالا حدیث میں بطریق مرفوع ان الفاظ کا اضافہ بھی منقول ہے کہ "گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور قسم کھانا اس شخص کا حق ہے جو انکار کرے یعنی مدعا علیہ

(مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 884)

لیکن قسم کھانا مدعا علیہ کا حق ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر فریق دوم یعنی مدعا علیہ، فریق اول یعنی مدعی کے دعویٰ سے انکار کرے اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو اس (مدعا علیہ) پر قسم کھانا ضروری ہے اس (مسلم کی) روایت میں مدعی سے گواہ طلب کرنے کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ یہ مدعی کا گواہ پیش کرنے کا ذمہ دار ہونا شریعت کا ثابت شدہ اور بالکل ظاہری ضابطہ ہے اس اعتبار سے گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ گواہ پیش کرنے کی ذمہ داری مدعی پر ہے اگر مدعی گواہ پیش نہ کرے تو پھر مدعا علیہ قسم اور جحد (انکار) کے ذریعہ اپنی صفائی پیش کرنے کا حق رکھتا ہے یہ مفہوم حضرت ابن عباس کی دوسری روایت سے ظاہر ہے۔

مدعی علیہ سے طلب یمین کا بیان

(وَإِذَا قَالَ الْمُدْعَى لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ وَطَلَبَ الْيَمِينَ لَمْ يُسْتَحْلَفْ) عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ،

مَعْنَاهُ حَاضِرَةٌ لِي الْمَضْرُوقَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يُسْتَحْلَفُ لِأَنَّ الْيَمِينَ حَقُّهُ بِالْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ، فَإِذَا طَالَبَهُ بِهِ يُجِيبُهُ. وَلَا يَبْشُرُ خَنِيفَةً رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْ تُبَوِّثَ الْحَقُّ لِي الْعَيْنِ مُرْتَبِّ عَلَى الْعَجْزِ عَنْ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ لِمَا رَوَيْنَا فَلَا يَكُونُ حَقُّهُ ذُوْنَهُ، كَمَا إِذَا كَانَتْ الْبَيِّنَةُ حَاضِرَةً لِي الْمَجْلِسِ. وَمُحَمَّدٌ مَعَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ فِيمَا ذَكَرَهُ الْخَصَافُ، وَمَعَ أَبِي خَنِيفَةَ فِيمَا ذَكَرَهُ الطَّحَاوِيُّ.

اور جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہی ہے۔ اور اس نے مدعی علیہ سے قسم طلب کی تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اس کا معنی ہے کہ شہر میں گواہی موجود ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔ اس لئے کہ یحیٰ مدعی کا حق ہے اور حدیث مشہور سے ثابت ہے لہذا جب مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا جائے گا تو مدعی علیہ اس کو پورا کرے گا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قسم میں مدعی کے حق کا ثبوت اقامت گواہی سے عاجز ہونے پر مرتب ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں لہذا اس سے پہلے یحیٰ مدعی کا حق نہیں ہوگی جیسا کہ جب گواہی مجلس میں موجود ہو امام خصاف کے بیان کے مطابق امام محمد امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔ اور امام طحاوی کے بیان کے مطابق امام اعظم کے ساتھ ہیں۔

مدعی پر قسم نہ لوٹانے کا بیان

قَالَ (وَلَا تُرَدُّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدْعَى) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدْعَى، وَالْيَمِينَ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ) قَسَمَ وَالْقِسْمَةُ تُنَافِي الشَّرِكَةَ، وَجَعَلَ جِنْسَ الْإِيمَانِ عَلَى الْمُكِيرِينَ وَلَيْسَ وَرَاءَ الْجِنْسِ شَيْءٌ، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ (وَلَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ صَاحِبِ الْيَدِ فِي الْمَلِكِ الْمُطْلَقِ، وَبَيِّنَةُ الْخَارِجِ أَوْلى). وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْضَى بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ لَا غِيْضَ لَهَا بِالْيَدِ فَيَتَقَوَّى الظُّهُورُ وَصَارَ كَالنِّتَاجِ وَالنِّكَاحِ وَدَعْوَى الْمَلِكِ مَعَ الْإِعْتَاقِ وَالْإِسْتِيلَادِ وَالتَّنْبِيرِ.

وَلَنَا أَنَّ بَيِّنَةَ الْخَارِجِ أَكْثَرُ اثْبَاتًا أَوْ إِظْهَارًا لِأَنَّ قَلْرَ مَا اثْبَتَهُ الْيَدُ لَا يُثْبِتُهُ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ، إِذَا الْيَدُ دَلِيلُ مُطْلَقِ الْمَلِكِ، بِخِلَافِ النِّتَاجِ لِأَنَّ الْيَدَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ، وَكَذَا عَلَى الْإِعْتَاقِ وَأُخْتِيهِ وَعَلَى الْوَلَاءِ الثَّابِتِ بِهَا

فرمایا کہ مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ مدعی پر گواہی ہے اور منکر پر یحیٰ ہے۔ اور یہ آپ ﷺ کا تقسیم فرمانا شرکت کے منافی ہے۔ اور آپ نے قسموں کی جنسوں کو انکار کرنے والوں پر مقرر کیا ہے۔ اور جنس کے علاوہ

کوئی چیز باقی نہیں اور اس میں امام شافعی نے اختلاف کیا ہے۔

فرمایا کہ مطلق ملکیت میں قبضہ کرنے والے کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ جبکہ قبضہ نہ کرنے والے کی گواہی افضل ہے۔ جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قابض کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ قبضہ کی وجہ سے وہ قوی ہو گیا کیونکہ کہ ظہور بھی قوی ہو گا اور یہ نتائج نکاح اور اعتاق یا استیلا و یا تدبیر کے ساتھ دعویٰ ملک کی طرح ہو گیا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ خارج کی گواہی زیادہ مثبت ہے یا زیادہ مظہر ہے اس لئے کہ قبضہ مطلق ملک کی دلیل ہے نتائج کے خلاف اس لئے کہ قبضہ نتائج پر دلالت نہیں کرتا نیز اعتاق اور استیلا اور تدبیر پر اور ان کے ذریعہ ثابت ہونے والے دلائل پر بھی قبضہ دلالت نہیں کرتا۔

مدعی علیہ کے انکار کے سبب فیصلہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا نَكَلَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ عَنِ الْيَمِينِ فُضِيَ عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ وَالزَّمَهُ مَا ادَّعَى عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يُفْضَى بِهِ بَلْ يَرُدُّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدْعَى، فَإِذَا خَلَفَ بِفُضْيِهِ لِأَنَّ النُّكُولَ يَحْتَمِلُ التَّرَوُّعَ عَنِ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ وَالتَّرَفُّعَ عَنِ الصَّادِقَةِ وَاشْتِبَاهَ الْحَالِ فَلَا يَنْتَصِبُ حُجَّةٌ مَعَ الْإِحْتِمَالِ، وَيَمِينُ الْمُدْعَى دَلِيلُ الظُّهُورِ فَيَصَارُ إِلَيْهِ. وَلَنَا أَنَّ النُّكُولَ دَلٌّ عَلَى كَوْنِهِ بَازِلًا أَوْ مُقَرَّرًا، إِذْ لَوْلَا ذَلِكَ لَأَقْدَمَ عَلَى الْيَمِينِ إِقَامَةً لِلْوَاجِبِ وَدَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ نَفْسِهِ لَفَرَّجَ هَذَا الْجَانِبُ، وَلَا وَجْهَ لِرَدِّ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدْعَى لِمَا قَدْ مَنَاهُ.

فرمایا کہ جب مدعی علیہ قسم سے انکار کر دے تو انکار کے سبب قاضی اس کے خلاف فیصلہ کر دے گا۔ اور مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے اس کو قاضی مدعی علیہ پر لازم کر دے گا۔

جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قاضی انکار کی وجہ سے مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ نہ کرے گا بلکہ مدعی پر قسم لوٹائے گا پس اگر مدعی نے قسم کھالی تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا کیونکہ مدعی علیہ کا قسم سے انکار کرنا اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ وہ جھوٹی قسم سے بچنا چاہتا ہے یا سچی قسم سے احتیاط کرنا چاہتا ہے اس وجہ سے اس کا حال مشتبہ ہو گیا تو احتمال کے ہوتے ہوئے اس کا انکار حجت نہیں بنے گا۔ اور مدعی کا قسم کھانا حق کو ظاہر کرنے کی علامت ہے اس لئے اس کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ انکار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدعی علیہ مدعی پر فراغ دلی کے ساتھ دینا چاہتا ہے۔ اور وہ دعویٰ کا اقرار کر رہا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اپنے نفس سے ضرر دور کرنے اور شریعت کے واجب کردہ حق کو ادا کرنے کے لئے مدعی علیہ قسم پر اقامہ کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ پہلو رائج ہو گا اور مدعی پر قسم کو لوٹانے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

قاضی کا مدعی علیہ پر تین بار قسم پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْقَاضِي أَنْ يَقُولَ لَهُ إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْكَ الْيَمِينَ ثَلَاثًا، فَإِنْ خَلَفْتَ وَإِلَّا قَضَيْتُ عَلَيْكَ بِمَا ادَّعَاهُ) وَهَذَا الْإِنْدَارُ لَا غَلَامِيَهُ بِالْحُكْمِ إِذْ هُوَ مَوْضِعُ الْخَفَاءِ

قَالَ (فَإِذَا كُرِّرَ الْعَرُضُ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قُضِيَ عَلَيْهِ بِالنُّكُولِ) وَهَذَا التَّكْرَارُ ذِكْرُهُ
الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللَّهُ لِزِيَادَةِ الْإِحْتِيَاظِ وَالْمُبَالَغَةِ فِي إِبْلَاءِ الْعُذْرِ، فَأَمَّا الْمَذْهَبُ أَنَّهُ لَوْ قُضِيَ
بِالنُّكُولِ بَعْدَ الْعَرُضِ مَرَّةً جَازَ لِمَا قَدْ مَنَاهُ هُوَ الصَّحِيحُ وَالْأَوَّلُ أَوَّلَى، ثُمَّ النُّكُولُ قَدْ يَكُونُ
حَقِيقَةً كَقَوْلِهِ لَا أَحْلِفُ، وَقَدْ يَكُونُ حُكْمِيًّا بِأَن يَسْكُتَ، وَحُكْمُهُ حُكْمُ الْأَوَّلِ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ
لَا آفَةَ بِهِ مِنْ طَرَشٍ أَوْ خَرَمٍ هُوَ الصَّحِيحُ.

فرمایا کہ قاضی کو چاہئے کہ وہ مدعی علیہ کے لئے اس طرح کہے کہ میں تم پر تین بار قسم کو پیش کروں گا اگر تو نے قسم کھالی
ٹھیک ہے ورنہ میں تجھ پر اس چیز کا فیصلہ کروں گا جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ انداز اسے قسم کے انکار کے حکم کی خبر دینے کے
لئے ہے کیونکہ یہ پوشیدگی کا مقام ہے۔ لہذا جب قاضی نے مدعی علیہ پر تین بار قسم پیش کی تو اس کے انکار کے سبب اس کے خلاف
فیصلہ کر دے گا۔ اور اس تکرار کو امام خصاص نے بیان کیا ہے اس لئے کہ اس میں احتیاط بھی زیادہ ہے۔ اور عذر کو ظاہر کرنے میں
مبالغہ بھی ہے۔

پس بہر حال مذہب تو یہ ہے کہ جب ایک بار پیش کرنے کے بعد انکار کے سبب اگر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو بھی جائز ہے۔ اس
دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور یہی صحیح ہے لیکن پہلی صورت افضل ہے۔
پس انکار کبھی حقیقی ہوتا ہے جس طرح مدعی علیہ یہ کہے کہ میں قسم نہیں کھاؤں گا اور کبھی حکمی ہوتا ہے جس طرح اس کا خاموش رہنا
اور اس کا حکم بھی پہلے والے حکم کی طرح ہوگا۔ مگر یہ کہ معلوم ہو جائے کہ مدعی علیہ کو بہرہ یا گونگا ہونے کی آفت نہیں ہے۔ یہی تو اصل صحیح
ہے۔

دعویٰ نکاح کے انکار پر عدم قسم کا بیان

قَالَ (وَأِنْ كَانَتْ الدَّعْوَى نِكَاحًا لَمْ يُسْتَحْلَفْ الْمُنْكَرُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَلَا
يُسْتَحْلَفُ عِنْدَهُ فِي النِّكَاحِ وَالرَّجْعَةِ وَالْفَيْءِ فِي الْإِبْلَاءِ وَالرِّقِّ وَالْإِسْتِيلَادِ وَالنَّسَبِ وَالْوَلَاءِ
وَالْحُدُودِ وَاللِّعَانِ.

وَقَالَا: يُسْتَحْلَفُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ إِلَّا فِي الْحُدُودِ وَاللِّعَانِ. وَصُورَةُ الْإِسْتِيلَادِ أَنْ تَقُولَ الْجَارِيَةُ
أَنَا أُمُّ وَلَدٍ لِمَوْلَايَ وَهَذَا ابْنِي مِنْهُ وَأَنْكَرَ الْمَوْلَى، لِأَنَّهُ لَوْ ادَّعَى الْمَوْلَى ثَبَتَ الْإِسْتِيلَادُ
بِإِقْرَارِهِ وَلَا يُلْتَقِثُ إِلَى انْتِكَارِهَا. لِهَذَا أَنَّ النُّكُولَ إِقْرَارٌ لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى كُوبِهِ كَمَا ذُكِرَ فِي
الْإِنْكَارِ عَلَى مَا قَدْ مَنَاهُ، إِذْ لَوْ لَا ذَلِكَ لَأَقْدَمَ عَلَى الْيَمِينِ الصَّادِقَةِ إِقَامَةً لِلْوَاحِبِ فَكَانَ إِقْرَارًا
أَوْ بَدَلًا عَنْهُ، وَالْإِقْرَارُ يَجْرِي فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ لَكِنَّهُ إِقْرَارٌ فِيهِ شُبُهَةٌ، وَالْحُدُودُ تَدْرَأُ
بِالشُّبُهَاتِ، وَاللِّعَانُ فِي مَعْنَى الْحَدِّ. وَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ بَدَلٌ لِأَنَّهُ مَعَهُ لَا تَبْقَى

الْبَيْتِ وَاحِدَةً لِّحُضْرٍ الْمَقْصُودِ وَانْزَالَهُ بَادِلًا أَوَّلَىٰ كُنَى لَا يَصِيرُ كَمَا ذُكِرَ فِي الْإِنْكَارِ، وَالتَّبَذُّلُ لَا يَجْعَلِي فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ. وَلَسَالِفُهُ إِلَّا سِتْخِلَافُ الْقَضَاءِ بِالنُّكُولِ فَلَا يُسْتَحْلَفُ، إِلَّا أَنَّ هَذَا بَدَلٌ لِّدَلْعِ الْمُعْصُومَةِ لِمَمْلُوكَةِ الْمُكَاتَبِ وَالْعَبْدِ الْمَأْذُونِ بِمَنْزِلَةِ الصِّبَالَةِ الْتَبِيرَةِ، وَصَحْنُهُ فِي الدَّهْنِ بِنَاءٌ عَلَى رُفْعِ الْمُذْعَى وَهُوَ مَا يَنْقِضُهُ حَقًّا لِنَفْسِهِ، وَالتَّبَذُّلُ مَعْنَاهُ هَاهُنَا تَرْكُ الْمَنْعِ وَامْرُؤُ الْمَالِ هَيِّنٌ

۱۱۸ / فرمایا کہ جب نکاح کا دعویٰ ہو تو امام اعظم کے نزدیک انکار کرنے والے سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اور امام اعظم سے نزدیک نکاح میں اور جمعیت میں، ایلاء سے رجوع کرنے میں، رقیّت میں، استیلا میں، نسب میں، ولایہ میں، حدود اور لعان میں انکار کرنے والے سے قسم نہیں لی جائے گی۔

جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ حدود و لعان کے سوا بقیہ سب میں قسم لی جائے گی۔ اور استیلا کی صورت یہ ہے کہ باندی یہ کہے گی میں اپنے آقا کی ام ولد ہوں اور میرا یہ بیٹا اسی سے پیدا ہوا ہے جبکہ آقا اس سے انکار کرنے والا ہے کیونکہ جب آقا نے دعویٰ کیا ہے تو اس کے اقرار سے استیلا ثابت ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور باندی کے انکار کی جانب توجہ نہ کی جائے گی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا اقرار ہے اس لئے کہ قسم کا انکار سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مدعی علیہ انکار دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ جس طرح پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا قسم سے انکار کرنا یا تو اقرار ہے یا اس کے الٹ ہے اور ان چیزوں میں اقرار جاری ہوتا ہے۔ لہذا یہ ایسا اقرار ہے جس میں اشتباہ ہے اور اشتباہ میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور لعان حد کے معنی میں ہے۔ حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا فراغ دلی ہے۔ اور بذل کے ساتھ قسم واجب ہو کر باقی نہیں رہتی اس لئے کہ مقصود حاصل ہو چکا ہے اور اس کو باذل ٹھہرانا زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ مدعی علیہ انکار میں جھوٹا نہ ہو اور ان چیزوں میں بذل جاری نہیں ہوتا اور قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ انکار پر فیصلہ کر دیا جائے لہذا قسم نہیں لی جائے گی۔ لیکن یہ بذل خصومت کو دور کرنے کے لئے ہے اس لئے مکاتب اور عہد ماذون بھی اس کے مالک ہوں گے۔ جس طرح وہ ضیافت سیرہ کے مالک ہیں۔ اور قرض میں اس کا صحیح ہونا مدعی کے گمان کی بناء پر ہے۔ اور وہ اپنے ذاتی حق کی بناء پر اس پر قبضہ کرتا ہے اور یہاں پر بذل منع کو ترک کرنے کے معنی میں ہے اور مال کا معاملہ آسان ہے۔

چور سے حلف و ضمان کا بیان

قَالَ (وَيُسْتَحْلَفُ السَّارِقُ، فَإِنْ نَكَلَ ضَمِنَ وَلَمْ يُقْطَعْ) لِأَنَّ الْمَنْوُطَ بِفِعْلِهِ شَيْنَانِ : الضَّمَانُ وَيَعْمَلُ لِيهِ السُّكُولُ. وَالْقَطْعُ وَلَا يَثْبُتُ بِهِ لِقَارِ كَمَا إِذَا شَهِدَ عَلَيْهَا رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ .
قَالَ (وَإِذَا ادَّعَتْ الْمَرْأَةُ طَلَاقًا قَبْلَ الدُّخُولِ اسْتَحْلِفَ الزَّوْجُ، فَإِنْ نَكَلَ ضَمِنَ نِصْفَ الْمَهْرِ لِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِأَنَّ الْإِسْتِخْلَافَ يَجْعَلِي فِي الطَّلَاقِ عِنْدَهُمْ لَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ الْمَقْصُودُ

هُوَ الْمَالُ، وَكَذَا فِي النِّكَاحِ إِذَا ادَّعَتْ هِيَ الصَّدَاقَ لِأَنَّ ذَلِكَ دَعْوَى الْمَالِ، ثُمَّ يَثْبُتُ الْمَالُ بِسُكْرِهِ وَلَا يَثْبُتُ النِّكَاحُ، وَكَذَا فِي النَّسَبِ إِذَا ادَّعَى حَقًّا كَالْإِزْثِ وَالْحَجَرِ فِي اللَّفِيطِ، وَالنَّفَقَةِ وَامْتِنَاعِ الرَّجُوعِ فِي الْهَيْئَةِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هَذِهِ الْحُقُوقُ، وَإِنَّمَا يُسْتَحْلَفُ فِي النَّسَبِ الْمُجَرَّدِ عِنْدَهُمَا إِذَا كَانَ يَثْبُتُ بِإِقْرَارِهِ كَالْآبِ وَالْإِبْنِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ وَالْآبِ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ، لِأَنَّ فِي دَعْوَاهَا الْإِبْنَ تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَالْمَوْلَى وَالزَّوْجِ فِي حَقِّهِمَا.

اور چور سے حلف لیا جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو وہ ضامن ہوگا جبکہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس کے فعل کے ساتھ دو چیزیں منوط ہیں۔ ضمان ہے جو انکار کے سبب لازم ہوئی ہے لہذا اس پر قطع ثابت نہ ہوگا۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس پر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی ہو۔

فرمایا اور جب کسی عورت نے دخول سے پہلے ہی طلاق کا دعویٰ کیا تو شوہر سے حلف لیا جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو وہ سب کے قول کے مطابق اس پر نصف مہر لازم ہوگا۔ کیونکہ حلف لینا ان کے نزدیک یہ طلاق میں جاری ہوا ہے لہذا اس کا مقصد یقیناً مال ہے جس طرح نکاح میں ہوتا ہے کہ جب کسی عورت نے مہر کا دعویٰ کیا تو وہ مال کا دعویٰ ہے۔ پھر مال کا دعویٰ تو اس شخص کے انکار سے بھی ثابت ہو جائے گا جبکہ نکاح ثابت نہ ہوگا جس طرح نسب میں ہے کہ جب کسی شخص نے حق کا دعویٰ کیا ہے جس طرح لقیط میں ارث اور حجر ہے۔ اور نفقہ اور ہبہ میں رجوع کی ممانعت ہے۔ کیونکہ ان میں حقوق مقصود ہوتے ہیں۔

صاحبین کے نزدیک نسب محض کا حلف لیا جائے گا کیونکہ وہ اس کے اقرار سے ثابت ہو جائے گا جس طرح کسی شخص نے باپ یا بیٹا ہونے کے کسی شخص کے بارے میں دعویٰ کر دیا ہو۔ اور عورت کے حق میں باپ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جبکہ کسی عورت نے کسی بیٹے کا دعویٰ کیا تو شوہر کے سوا پر نسب محمول کرنا ہوگا۔ اور مولیٰ اور شوہر کا دعویٰ ان کے دونوں کے حق میں ہوگا۔

دعویٰ قصاص سے انکار پر مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى قِصَاصًا عَلَى غَيْرِهِ فَجَحَدَهُ اسْتَحْلَفَ) بِالْإِجْمَاعِ (ثُمَّ إِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ يَلْزَمُهُ الْقِصَاصُ، وَإِنْ نَكَلَ فِي النَّفْسِ حُبْسٌ حَتَّى يَحْلِفَ أَوْ يَقْرَ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَ: لَزِمَهُ الْأَرْضُ فِيهِمَا لِأَنَّ النُّكُولَ إِقْرَارٌ فِيهِ شُبْهَةٌ عِنْدَهُمَا فَلَا يَثْبُتُ بِهِ الْقِصَاصُ وَيَجِبُ بِهِ الْمَالُ، خُصُوصًا إِذَا كَانَ امْتِنَاعُ الْقِصَاصِ لِمَعْنَى مِنْ جِهَةٍ مَنْ عَلَيْهِ، كَمَا إِذَا أَقْرَبَ بِالْخَطَا وَالْوَلِيُّ يَدَّعِي الْعَمَدَ.

وَلَا بِنِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْأَطْرَافَ يُسَلِّكُ بِهَا مَسَلِّكَ الْأَمْوَالِ فَيَحْرِي فِيهَا الْبَدْلُ، بِخِلَافِ الْأَنْفُسِ فَإِنَّهُ لَوْ قَالَ أَقْطَعُ يَدِي فَقَطَعَهَا لَا يَجِبُ الضَّمَانُ، وَهَذَا أَعْمَالٌ لِلْبَدْلِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسَاحُ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ، وَهَذَا الْبَدْلُ مُفِيدٌ لِانْتِدَافِعِ الْخُصُومَةِ بِهِ فَصَارَ كَقَطْعِ الْيَدِ لِلْأَكْلَةِ

وَقُلِّعَ التَّيْسَ لِلْوَجَعِ، وَإِذَا امْتَنَعَ الْقِصَاصُ فِي النَّفْسِ وَالْيَمِينِ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ بِخَسْ بَدَنِكُمَا
فِي الْقَسَامَةِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے شخص پر قصاص کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کر دیا تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم
لی جائے گی۔ پس اگر مدعی علیہ نے مادون انفس میں قسم کا انکار کر دیا تو اس پر قصاص واجب ہوگا اور اگر لیس میں انکار کیا تو اس کو
محبوس کر دیا جائے گا۔ جب تک وہ قسم نہ کھالے یا اقرار نہ کر لے یہ قول حضرت امام اعظم کا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں مدعی علیہ پر دیت لازم ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک یہاں قسم سے انکار کرنا
ایسا اقرار ہے جس میں شبہ ہوتا ہے اس لئے اس انکار سے قصاص ثابت نہیں ہوگا اور اس سے مال ثابت ہو جائے گا خاص طور پر اس
جگہ پر جہاں قصاص کا ممتنع ہونا ایسے معنی کے سبب ہو جو اس شخص کی طرف سے پائے جائیں جس پر قصاص واجب ہو جس طرح کہ
اگر قاتل قتل خطا کا اقرار کر لے اور مقتول کا ولی قتل عمد کا دعویٰ کرتا ہو۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ اطراف میں اموال کا معاملہ ہوتا ہے لہذا اطراف میں بذل جاری ہوگا نفوس کے خلاف
پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ دو اور اس نے کاٹ دیا تو ضمان واجب نہیں ہوگا اور یہ بذل کا اثر ہے۔ لیکن فائدہ
کے معدوم ہونے کی وجہ جائز نہیں ہے اور یہ بذل مفید ہے اس لئے کہ اس میں خصومت کو دور کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ ایسے ہو گیا جیسے
آکلہ زخم کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا یا درد کی وجہ سے دانت اکھاڑنا اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ جب قصاص فی النفس ممتنع ہو گیا اور مدعی
علیہ پر قسم ایک واجب حق ہے تو اس حق کی وجہ سے مدعی کو محبوس کر دیا جائے گا جس طرح قسامت میں ہوتا ہے۔

امدعی علیہ کے گواہوں کی موجودگی کے سبب کفالت بہ نفس دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ الْمُدْعَى لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ قِيلَ، لِيَخْصِمَهُ أَعْطَاهُ كَفِيلًا بِنَفْسِكَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) كُنِيَ لَا
يُعِيبُ نَفْسَهُ فَيَضِيعَ حَقُّهُ وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ جَائِزَةٌ عِنْدَنَا وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَأَخَذَ الْكَفِيلَ
بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى اسْتِحْسَانًا عِنْدَنَا لِأَنَّهُ فِيهِ نَظَرٌ لِلْمُدْعَى وَلَيْسَ فِيهِ كَثِيرُ ضَرَرٍ بِالْمُدْعَى
عَلَيْهِ وَهَذَا لِأَنَّ الْحُضُورَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى حَتَّى يُعْذَى عَلَيْهِ وَيُحَالُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ
أَشْغَالِهِ فَصَحَّ التَّكْفِيلُ بِأَخْضَارِهِ وَالتَّقْدِيرُ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مَرُورٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَهُوَ
الصَّحِيحُ، وَلَا فَرْقَ فِي الظَّاهِرِ بَيْنَ الْخَامِلِ وَالْوَجِيهِ وَالْحَقِيرِ مِنَ الْمَالِ وَالْخَطِيرِ، ثُمَّ لَا بُدَّ
مِنْ قَوْلِهِ لِي بَيِّنَةٌ حَاضِرَةٌ لِلتَّكْفِيلِ وَمَعْنَاهُ فِي الْمَضَرِّ، حَتَّى لَوْ قَالَ الْمُدْعَى لَا بَيِّنَةَ لِي أَوْ
شُهُودِي غَيْبٌ لَا يُكْفَلُ لِعَدَمِ الْقَائِدَةِ.

قَالَ (فَإِنْ فَعَلَ وَلَا أَمْرَ بِمَلَا زَمَتِهِ) كُنِيَ لَا يَذْهَبَ حَقُّهُ (وَلَا أَنْ يَكُونَ غَرِيبًا فَيَلْزِمَ مِقْدَارَ
مَجْلِسِ الْقَاضِي) وَكَذَا لَا يُكْفَلُ إِلَّا إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ، فَلَا مَسْتِثْنَاءَ مُنْصَرِفَ إِلَيْهِمَا لِأَنَّ فِي

فصل فی کیفیت الیمین والاستحلاف

یہ فصل قسم کھانے اور قسم لینے کی کیفیت کے بیان میں ہے

فصل کیفیت یمین و حلف کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے نفس یمین کو ذکر کرنے کا بعد اس کا طریقہ بیان کرنا یہاں سے شروع کیا ہے۔ جبکہ کسی چیز کی کیفیت یہ ہے جس پر واقع ہو اس کی صفت ہوا کرتی ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ صفت موصوف سے مؤخر ہوتی ہے۔ لہذا اس فصل کو یمین کے باب سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی اصول ہے کہ کسی چیز کے وجود کے بعد ہی اس کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے کیونکہ بیان طریقہ و کیفیت یہ وجود و ثبوت کا محتاج ہوتا ہے۔ (نتائج الافکار، شرف، کتاب دعویٰ)

قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَالْيَمِينُ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ دُونَ غَيْرِهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ كَانَ مِنْكُمْ خَالِفًا فَلْيَخْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَذُرْ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ خَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ) (وَقَدْ تَوَكَّدُ بِذِكْرِ أَوْصَافِهِ) وَهُوَ التَّغْلِيظُ، وَذَلِكَ مِثْلُ قَوْلِهِ: قُلْ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، الَّذِي يَعْلَمُ مِنَ السِّرِّ مَا يَعْلَمُ مِنَ الْعَلَانِيَةِ، مَا لِفُلَانٍ هَذَا عَلَيْكَ وَلَا قَبْلَكَ هَذَا الْمَالُ الَّذِي ادَّعَاهُ وَهُوَ كَذَّاءٌ وَكَذَّاءٌ وَلَا شَيْءَ مِنْهُ.

وَلَهُ أَنْ يَزِيدَ فِي التَّغْلِيظِ عَلَى هَذَا وَلَهُ أَنْ يَنْقُصَ مِنْهُ، إِلَّا أَنَّهُ يَحْتَاطُ فِيهِ كَيْ لَا يَتَكَرَّرَ عَلَيْهِ الْيَمِينُ، لِأَنَّ الْمُسْتَحَقَّ يَمِينٍ وَاحِدَةً، وَالْقَاضِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ غَلَطَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يُغْلِظْ فَيَقُولُ: قُلْ بِاللَّهِ أَوْ وَاللَّهِ، وَقِيلَ: لَا يُغْلِظُ عَلَى الْمَعْرُوفِ بِالصَّلَاحِ وَيُغْلِظُ عَلَى غَيْرِهِ، وَقِيلَ: يُغْلِظُ فِي الْخَطِيرِ مِنَ الْمَالِ دُونَ الْحَقِيرِ.

فرمایا کہ قسم اللہ کی ہوتی ہے اس کے سوا کی نہیں ہوتی اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے قسم

کھائی ہو تو وہ اللہ کی کھائے ورنہ چھوڑ دے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا اور کبھی قسم کو اللہ تعالیٰ کے اوصاف کیساتھ منو کہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ زیادہ سختی کے لئے ہوتا ہے جس طرح کہ کہنے والے کا یہ قول کہ تم یوں کہو کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

اور وہ حاضر اور غیب کو جاننے والا اور وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ جو پوشیدہ اور باطن کو علانیہ کی طرح جانتا ہے۔ کہ فلاں کا تجھ پر حق ہے یا فلاں کا نے جس مال کا دعویٰ کیا ہے تیری طرف سے اتنا اتنا ہے یا کچھ نہیں ہے۔ اور قاضی کو اس پر بھی زیادہ کر کے تغلیظ کا اختیار ہے اور اس سے کم کرنے کا بھی اختیار ہے۔ اس لئے قاضی اس سلسلے میں احتیاط کرے کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہ ہونے پائے۔ اس لئے کہ اس پر ایک ہی قسم واجب ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو تغلیظ کرے اور اگر وہ چاہے تو تغلیظ نہ کرے۔ اور باللہ یا واللہ کہہ دے اور کہا گیا ہے کہ جو بندہ نیکی اور پرہیزگاری میں مشہور ہو اس پر تغلیظ نہ کرے اور اس کے سوا دوسروں پر تغلیظ کرے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ زیادہ مال میں تغلیظ کرے اور کم میں تغلیظ نہ کرے۔

طلاق و عتاق کا حلف نہ لینے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَسْتَخْلِفُ بِالطَّلَاقِ وَلَا بِالْعَتَاقِ) لِمَا رَوَيْنَا، وَقِيلَ فِي زَمَانِنَا إِذَا أَلَحَّ الْخَصْمُ مَسَاعٍ لِلْقَاضِي أَنْ يَسْتَخْلِفَ بِذَلِكَ لِقَوْلِهِ الْمُبَالَغَةُ بِالْيَمِينِ بِاللَّهِ وَكَثْرَةُ الْإِمْتِنَاعِ بِسَبَبِ الْحَلْفِ بِالطَّلَاقِ.

قَالَ (وَيَسْتَخْلِفُ الْيَهُودِيُّ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَةَ عَلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَالنَّصْرَانِيُّ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْإِنْجِيلَ عَلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا بَيْنَ صُورِيَا الْأَعْوَرِ أَتَشُدُّكَ بِاللَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَةَ عَلَى مُوسَى أَنَّ حُكْمَ الزَّانَا فِي كِتَابِكُمْ هَذَا) وَلَئِنَّ الْيَهُودِيَّ يَعْتَقِدُ نُبُوَّةَ مُوسَى وَالنَّصْرَانِيَّ نُبُوَّةَ عِيسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَيَغْلِظُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِذِكْرِ الْمُنْزَلِ عَلَى نَبِيِّهِ (و) يَسْتَخْلِفُ (الْمَجُوسِيُّ بِاللَّهِ الَّذِي خَلَقَ النَّارَ) وَهَكَذَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْأَصْلِ. يُرَوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي التَّوَادِدِ أَنَّهُ لَا يَسْتَخْلِفُ أَحَدًا إِلَّا بِاللَّهِ خَالِصًا. وَذَكَرَ الْخَصَّافُ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَسْتَخْلِفُ غَيْرَ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ إِلَّا بِاللَّهِ، وَهُوَ اخْتِيَارُ بَعْضِ مَشَائِخِنَا لِأَنَّ فِي ذِكْرِ النَّارِ مَعَ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى تَعْظِيمًا وَمَا يَنْبَغِي أَنْ تُعْظَمَ، بِخِلَافِ الْكِتَابِيِّينَ لِأَنَّ كُتُبَ اللَّهِ مُعْظَمَةٌ.

فرمایا کہ طلاق اور عتاق میں قسم نہیں لی جائے گی۔ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ہمارے دور میں اگر مدعی علیہ زیادہ مبالغہ کر جائے تو قاضی کے لئے اس سے قسم دلانے کی گنجائش ہے اس لئے کہ لوگوں کو اب اللہ کی قسم کی پرواہ کم ہے اور لوگ طلاق کی قسم کھانے سے زیادہ گریز کرتے ہیں۔

فرمایا کہ یہودی سے اس طرح قسم لی جائے کہ اس اللہ کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور نصرانی سے اس طرح قسم لی جائے کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صوریہ اعور سے فرمایا تھا کہ میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی کیا تمہاری کتاب

میں زنا کا یہ حکم ہے۔ اور اس لئے کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر اور نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر یقین رکھتے ہیں لہذا قاضی ان میں سے ہر ایک پر اس کتاب کا ذکر کر کے تغلیظ کرے گا جو اس کے نبی (علیہ السلام) پر اتاری گئی ہے۔ اور مجوسی سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ اس اللہ کی قسم جس نے آگ کو پیدا کیا۔ اسی طرح امام محمد نے مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ قاضی اللہ کے سوا کسی کی بھی قسم نہیں اٹھوائے گا۔ امام خفاف فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی کے سوا سب سے اللہ کی قسم لے گا اور اسی کو ہی ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے نام کے ساتھ آگ کا ذکر کرنا آگ کی تعظیم ہے جبکہ آگ کی تعظیم کرنا مناسب نہیں ہے۔ دونوں کتابوں کے خلاف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں تعظیم کے قابل ہیں۔

بتوں کو پوجنے والوں سے قسم اٹھوانے کا بیان

(وَالْوَيْثِيُّ لَا يَخْلِفُ إِلَّا بِاللَّهِ) لِأَنَّ الْكُفْرَةَ بِأَسْرِهِمْ يَتَعَقِدُونَ اللَّهَ تَعَالَى، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ) قَالَ (وَلَا يَخْلِفُونَ فِي بُيُوتِ عِبَادَتِهِمْ) لِأَنَّ الْقَاضِيَ لَا يَحْضُرُهَا بَلْ هُوَ مَمْنُوعٌ عَنْ ذَلِكَ.

اور بتوں کو پوجنے والوں سے اللہ کے سوا کسی کی قسم نہیں لی جائے گی اس لئے کہ تمام کافر اللہ کا یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر آپ بتوں کو پوجنے والوں سے پوچھیں کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ بتوں کو پوجنے والوں سے ان کے عبادت گاہوں میں قسم نہیں لی جائے گی اس لئے کہ قاضی وہاں نہیں جا سکتا اور اس کو وہاں جانے سے روک دیا گیا ہے۔

تغلیظ یمین کا زمان و مکان کے ساتھ عدم وجوب کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجِبُ تَغْلِيظُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُسْلِمِ بِزَمَانٍ وَلَا مَكَانٍ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ تَعْظِيمُ الْمُقْسَمِ بِهِ وَهُوَ حَاصِلٌ بِذَوْنِ ذَلِكَ، وَفِي إِبْجَابِ ذَلِكَ حَرَجٌ عَلَى الْقَاضِي حَيْثُ يُكَلِّفُ حُضُورَهَا وَهُوَ مَذْفُوعٌ.

فرمایا کہ مسلمان پر زمان اور مکان کے ساتھ قسم کی تغلیظ واجب نہیں ہے اس لئے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور وہ اس کے سوا بھی حاصل ہے اور اس کو واجب کرنے میں قاضی پر حرج ہے اس طرح کہ قاضی کو وہاں جانے کا مکلف بنایا جائے حالانکہ حرج کو دور کر دیا گیا ہے۔

غلام کو خریدنے کا حلف اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى أَنَّهُ ابْتَاعَ مِنْ هَذَا عَبْدَهُ بِالْفِ جَعَلَ اسْتَحْلَفَ بِاللَّهِ مَا بَيْنَكُمَا بَيْعٌ قَائِمٌ فِيهِ وَلَا يَسْتَحْلِفُ بِاللَّهِ مَا بَعْتَ) لِأَنَّهُ قَدْ يَبَاغُ الْعَيْنُ ثُمَّ يُقَالُ فِيهِ

(وَيَسْتَحْلِفُ فِي الْقَسْبِ بِاللَّهِ مَا يَسْتَحِقُّ عَلَيْكَ رَدُّهُ وَلَا يَحْلِفُ بِاللَّهِ مَا غَضِبْتَ) لِأَنَّهُ قَدْ
يَغْضِبُ ثُمَّ يَقْسَحُ بِالْبَيْتِ وَالْبَيْعِ (وَفِي النِّكَاحِ بِاللَّهِ مَا يَنْكَحُ نِكَاحَ قَائِمٍ فِي الْحَالِ) لِأَنَّهُ قَدْ
يَنْظُرُ عَلَيْهِ الْخُلْعُ (وَفِي دَعْوَى الطَّلَاقِ بِاللَّهِ مَا هِيَ بَائِنٌ مِنْكَ السَّاعَةَ بِمَا ذَكَرْتُ وَلَا
يَسْتَحْلِفُ بِاللَّهِ مَا طَلَّقَهَا) لِأَنَّ النِّكَاحَ قَدْ يُجَدِّدُ بَعْدَ الْإِبَانَةِ فَيَحْلِفُ عَلَى الْحَاصِلِ فِي هَذِهِ
الْوُجُوهِ، لِأَنَّهُ لَوْ حَلَفَ عَلَى السَّبَبِ يَتَضَرَّرُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ
رَحِمَهُمَا اللَّهُ. أَمَّا عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَحْلِفُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ عَلَى السَّبَبِ إِلَّا
إِذَا عَرَّضَ بِمَا ذَكَرْنَا فَحِينَئِذٍ يَحْلِفُ عَلَى الْحَاصِلِ. وَقِيلَ: يَنْظُرُ إِلَى انْكَارِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِنْ
انْكَرَ السَّبَبَ يَحْلِفُ عَلَيْهِ، وَإِنْ انْكَرَ الْحُكْمَ يَحْلِفُ عَلَى الْحَاصِلِ. فَالْحَاصِلُ هُوَ الْأَصْلُ
عِنْدَهُمَا إِذَا كَانَ سَبَبًا يَرْتَفِعُ إِلَّا إِذَا كَانَ فِيهِ تَرْكُ النَّظَرِ فِي جَانِبِ الْمُدَّعَى فَحِينَئِذٍ يَحْلِفُ
عَلَى السَّبَبِ بِإِلَاجِمَاعٍ، وَذَلِكَ إِنْ تَدَّعَى مَبُوتَةً نَفَقَةَ الْعِدَّةِ وَالزَّوْجُ مَعْنُ لَا يَرَاهَا، أَوْ ادَّعَى
شَفْعَةً بِالْجَوَارِ وَالْمُسْتَحْرَى لَا يَرَاهَا، لِأَنَّهُ لَوْ حَلَفَ عَلَى الْحَاصِلِ يَصْدُقُ فِي يَمِينِهِ فِي
مُعْتَقِدِهِ فَيَفُوتُ النَّظَرُ فِي حَقِّ الْمُدَّعَى، وَإِنْ كَانَ سَبَبًا لَا يَرْتَفِعُ بِرَافِعٍ فَالْتَّحْلِفُ عَلَى
السَّبَبِ بِإِلَاجِمَاعٍ (كَالْعَبْدِ الْمُسْلِمِ إِذَا ادَّعَى الْعَتَقَ عَلَى مَوْلَاهُ، بِخِلَافِ الْأَمَةِ وَالْعَبْدِ
الْكَافِرِ) لِأَنَّهُ يُكْرَهُ الرِّقُّ عَلَيْهِمَا بِالرَّدِّ وَاللِّحَاقِ وَعَلَيْهِ بِنَقْضِ الْعَهْدِ وَاللِّحَاقِ، وَلَا يُكْرَهُ
عَلَى الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ.

فرمایا کہ جب کسی شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں آدمی سے اس کا غلام ایک ہزار میں خریدا ہے اور مدعی علیہ
نے انکار کر دیا تو اس سے قسم لی جائے گی کہ خدا کی قسم ہمارے درمیان عقد نہیں ہوا اور یہ قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی قسم میں نے
فروخت نہیں کیا اس لئے کہ کبھی عین کو فروخت کر کے اس میں اقالہ کر دیا جاتا ہے۔ اور غصب میں قسم لی جائے گی کہ خدا کی قسم یہ تم پر
منسوب کی واپسی کا حق دار نہیں ہے اور اس طرح قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی قسم میں نے غصب نہیں کیا اس لئے کہ کبھی انسان
غصب کرنے کے بعد اس کو بہرہ یا بیع کے ساتھ فتح کر دیتا ہے۔ اور نکاح میں اس طرح لی جائے گی کہ خدا کی قسم اس وقت وقت تر
دونوں کے درمیان نکاح قائم نہیں ہے اس لئے کہ کبھی نکاح پر خلع طاری ہو جاتا ہے۔ اور طلاق کے دعویٰ میں اس طرح قسم لی جائے
گی کہ خدا کی قسم یہ عورت تجھ پر اس وقت بابتہ نہیں ہے اس وجہ سے جس کو اس نے بیان کیا اور اس طرح قسم نہیں لی جائے گی کہ خدا کی
قسم اس نے اس عورت کو طلاق نہیں دی اس لئے کہ کبھی بابتہ کرنے کے بعد نکاح کی تجدید کر لی جاتی ہے۔ لہذا ان تمام صورتوں میں
مراد کے حصول پر قسم لی جائے گی۔ اس لئے کہ اگر قاضی نے سبب پر قسم لی تو مدعی علیہ کو نقصان پہنچے گا یہ قول طرفین کا ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک تمام صورتوں میں سبب پر قسم لی جائے گی مگر جب مدعی علیہ ان امور کے ساتھ تعریض کرے جن

کو ہم نے بیان کر دیا ہے تو اس وقت مراد کے حصول پر قسم لی جائے گی۔ اور اسی طرح کا قول بھی ہے کہ مدعی مایہ کے انکار کرنے سے دیکھا جائے گا جب اس نے سبب کا انکار کیا تو اس سبب پر قسم لی جائے گی اور اگر اس نے حکم کا انکار کیا ہے تو حاصل پر قسم لی جائے گی طرفین کے نزدیک حاصل ہی حکم اصل ہے۔ ہاں البتہ شرط یہ ہے کہ حکم کسی دور کرنے والے سبب سے ختم ہو سکتا ہو۔ مگر اس میں اگر مدعی کی طرف رعایت کو چھوڑنا لازم آئے تو اب یہ اتفاق سبب پر قسم لی جائے گی۔

اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کوئی ایک مطلقہ ثلاثہ عدت میں نفقہ کا دعویٰ کرے جبکہ شوہران ادکوں میں سے ہو تو اس کا نظریہ نہ رکھتا ہو یا پھر شفیع نے شفیع کی ہمسائیگی کا دعویٰ کیا جبکہ خریدار اس کا نظریہ نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ جب اس نے حاصل تمام پر قسم اٹھائی ہے تو اب وہ اپنے نظریے کے مطابق اپنی قسم میں سچا ہے۔ مدعی کے حق رعایت ختم ہو جائے گی۔

اور جب سبب کوئی اس طرح کا ہے جو کسی دور کرنے والے سے دور نہ ہو سکے تو اب یہ اتفاق سبب پر قسم اٹھائی جائے گی۔ جس طرح کسی مسلمان غلام نے اپنے آقا پر آزادی کا دعویٰ کیا ہے خلاف باندی اور کافر غلام کے کیونکہ وہ مرتد ہو کر دارالحرب میں چلے جانے سے ان کی رقیق تکرر ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح عہد کو توڑتے ہوئے دارالحرب جانے کے سبب باندی کی رقیق تکرر بھی ہو چکی ہے اور ایسے ہی عہد کو توڑتے ہوئے غلام کی رقیق تکرر بھی ہو چکی جبکہ مسلمان غلام پر رقیق تکرر نہ ہوگی۔

مورث غلام پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ وَرِثَ عَبْدًا وَادَّعَاهُ آخِرُ يَسْتَحْلِفُ عَلَى عِلْمِهِ) لِأَنَّهُ لَا عِلْمَ لَهُ بِمَا صَنَعَ الْمُوَرِّثُ فَلَا يَحْلِفُ عَلَى الْبَيِّنَاتِ (وَأَنْ وَهَبَ لَهُ أَوْ اخْتَرَاهُ يَحْلِفُ عَلَى الْبَيِّنَاتِ) لِوُجُودِ الْمُطْلَقِ لِلْيَمِينِ إِذَا الشَّرَاءُ سَبَبَ ثَبُوتِ الْعِلَاقِ وَضَعًا وَكَذَا الْهَبَةُ .

قَالَ : (وَمَنْ ادَّعَى عَلَى آخِرٍ مَالًا فَانْتَدَى يَمِينَهُ أَوْ صَالَحَهُ مِنْهَا عَلَى عَشْرَةِ فُلُوقٍ جَائِزَةٍ) وَهُوَ مَا ثَوَّرَ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . (وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَحْلِفَهُ عَلَى تِلْكَ الْيَمِينِ أَبَدًا) لِأَنَّهُ أَسْقَطَ حَقَّهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

فرمایا اور جب کوئی شخص کسی غلام کا وارث ہوا جبکہ کسی دوسرے آدمی نے بھی اسی غلام پر دعویٰ کر دیا ہے تو پہلے شخص کے حکم کے مطابق اس سے حلف لیا جائے گا کیونکہ مورث ہونے کا علم نہ ہونے کا سبب اسی میں ہے لہذا بیانات پر قسم نہ ہوگی۔ اور اگر اس نے اس کو ہبہ کیا یا اس کو بیچ دیا ہے تو بیانات پر حلف ہوگا۔ کیونکہ اب مطلق طور پر قسم پائی گئی ہے کیونکہ خریداری یہ ثبوت عدلیت کے لئے سبب بن چکا ہے۔ جس طرح ہبہ میں ہوتا ہے۔

فرمایا اور جب کسی شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا پس اس نے اس کی قسم کا فہم یہ دیا یا اس نے اس پر مصالحت کر لی تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ماثور ہے۔ لہذا اس یمن پر اس سے کبھی حلف نہ لیا جائے گا کیونکہ اس کا حق ساقط ہو چکا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ التَّحَالُفِ

یہ باب تحالف کے بیان میں ہے

باب تحالف کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے ایک شخص کی قسم اٹھانے کے بعد اس باب کو شروع کیا ہے جس میں قسم دو افراد سے متعلق ہے۔ اور کو مؤخر کرنے کا سبب وضعی ہے کیونکہ مفرد ثنیہ سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہذا اس رعایت کے سبب اس کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔

تحالف کا فقہی مفہوم

بعض ایسی صورتیں ہیں کہ مدعی و مدعی علیہ دونوں کو قسم کھانا پڑتا ہے۔ اس کو تحالف کہتے ہیں۔ اسی طرح کسی ایک شخص سے حلف لیا جاتا ہے اور تحالف یہ باب تفاعل سے ہے اس میں تقابل یعنی دونوں مدعی اور مدعی علیہ سے قسم لینے کا بیان ہے۔ لفظ حلف کی لغوی تحقیق حسب ذیل ہے۔

لفظ حلف کی لغوی تحقیق

اس مادہ (ح ل ف) کے لئے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنی وجود رکھتے ہیں، ایک قسم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اس دوسرے معنی کی بازگشت بھی قسم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظ "حلف" تیز و حار چیز کے معنی میں آتا ہے، (جیسے لفظ "قسم" جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنی میں آتا ہے) کہا جاتا ہے، "لِسَانُ خَلِيفٍ" (یعنی تیز و حار تلوار) اور "لِسَانُ خَلِيفٍ" (یعنی کانٹے والی زبان) اور لفظ "حلف" کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے: (حَلْفٌ وَ خَلِيفٌ) لیکن دونوں قسم کا معنی دیتے ہیں، حلف کا اصل معنی "اَلْعَقْدُ بِالْعَزْمِ" (یعنی محکم اور مضبوط نیت و عقیدہ) ہے، اور "خَالِفٌ، خَلَا فَا وَ خَلَّافَةٌ" (بہت زیادہ قسم کھانے والا) کے معنی میں ہیں، اور "اَخْلَفَ، خَلَفَ اور اِسْتَخْلَفَ" تینوں فعل، قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اس لفظ کو "حاء" کے فتح و کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (حلف و جلف) لیکن دونوں قسم ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ "حلف" ایسی قسم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیمان لیا جاتا ہے، لیکن عرف عام میں ہر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ "دوام اور پائیداری" کا معنی بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، "خَلَفَ فُلَانٌ وَ خَلِيفُهُ" جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیمان میں شریک ہو۔

لفظ "حلف" اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مبالغہ کی صورت میں آیا

طور پر دونوں بیع کے ختم ہونے پر راضی نہ ہوں گے۔ کیونکہ جب دونوں کو بیع کے ختم ہونے کا علم ہوا تو وہ راضی ہو جائیں گے۔

عدم رضا پر فریقین سے حلف لینے کا بیان

(فَإِنْ لَمْ يَرْضَا سَاخَفَا الْحَاكِمُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى دَعْوَى الْآخَرِ وَهَذَا التَّخَالُفُ قَلَّ الْقَبْضُ عَلَى وِفَاقِ الْقِيَاسِ، لِأَنَّ الْبَائِعَ يَدَّعِي زِيَادَةَ الثَّمَنِ وَالْمُشْتَرِيَ يُنْكِرُهُ، وَالْمُشْتَرِيَ يَدَّعِي وَجُوبَ تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ بِمَا نَقَدَ وَالْبَائِعَ يُنْكِرُهُ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُنْكَرٌ فَيُخْلِفُ، فَأَمَّا بَعْدَ الْقَبْضِ فَمُخَالَفٌ لِلْقِيَاسِ لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا يَدَّعِي شَيْئًا لِأَنَّ الْمَبِيعَ سَالِمٌ لَهُ فَبَقِيَ دَعْوَى الْبَائِعِ فِي زِيَادَةِ الثَّمَنِ وَالْمُشْتَرِيَ يُنْكِرُهَا فَيَكْتَفِي بِخَلْفِهِ، لَكِنَّا عَرَفْنَاهُ بِالنَّصِّ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايعَانِ وَالسِّلْعَةُ قَائِمَةٌ بَعْضُهَا تَخَالَفًا وَتَرَادًا).

پس جب عاقدین راضی نہ ہوں تو حاکم ان میں ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لے گا اور باہمی قسم کا یہ حکم قبضہ سے پہلے قیاس کے مطابق ہو گا اس لئے کہ بیچنے والا ثمن کی زیادتی کا دعویٰ کر رہا ہے اور خریدار اس کا انکار کر رہا ہے۔ اور خریدار نے جو ثمن ادا کیا ہے اس کے بدلے بیع کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اور بیچنے والا اس کا انکار کرنے والا ہے تو ان میں سے ہر ایک انکار کرنے والا ہو گیا۔ اس لئے ہر ایک سے قسم لی جائے گی جبکہ قبضہ کے بعد باہمی قسم لینا تو قیاس کے خلاف ہے اس لئے کہ خریدار تو کوئی دعویٰ نہیں کر رہا کیونکہ اس کے لئے بیع سلامت ہے۔ لہذا ثمن کی زیادتی میں بیچنے والا کا دعویٰ باقی رہا اور خریدار اس کا منکر ہے۔ اس لئے کہ خریدار کی قسم پر اکتفاء کر لیا جائے گا۔ لیکن ہم نے اس کو نص سے پہچانا ہے۔ اور وہ نص آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب دونوں بیع کرنے والے اختلاف کریں اور بیع بعینہ قائم ہو تو وہ دونوں باہم قسم کھائیں اور بیع پھیر لیں۔

قاضی خریدار سے قسم شروع کرنے کا بیان

(وَيَتَّبِعُ يَمِينُ الْمُشْتَرِيَ) وَهَذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَابْنِ يُونُسَ آخِرًا، وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَ أَشَدُّهُمَا انْكَارًا لِأَنَّهُ يُطَالِبُ أَوَّلًا بِالثَّمَنِ وَلِأَنَّهُ يَتَعَجَّلُ فَائِدَةَ التَّكْوِيلِ وَهُوَ الزَّامُ الثَّمَنِ، وَلَوْ بَدَأَ يَمِينُ الْبَائِعِ تَتَأَخَّرُ الْمُطَالِبَةُ بِتَسْلِيمِ الْمَبِيعِ إِلَى زَمَانِ اسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ.

وَكَانَ أَبُو يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَقُولُ أَوَّلًا: يَتَّبِعُ يَمِينُ الْبَائِعِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايعَانِ قَالَ قَوْلُ مَا قَالَهُ الْبَائِعُ) خَصَّهُ بِالذِّكْرِ، وَأَقْلَّ فَائِدَتِهِ التَّقْدِيمُ.

فرمایا کہ قاضی خریدار کی قسم سے شروع کرے گا یہ حضرت امام محمد کے نزدیک ہے اور حضرت امام ابو یوسف کا بھی آخری قول یہی ہے۔ اور امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ دونوں میں خریدار کا انکار زیادہ سخت ہے

مُعَارِضًا لِدَعْوَى الْآخِرِ فَلَزِمَ الْقَوْلُ بِثُبُوتِهِ .

فرمایا کہ جب دونوں نے قسم کھالی تو قاضی ان کے درمیان بیع کو ختم کر دے گا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نفس تحالف سے بیع ختم نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک نے جو دعویٰ کیا ہے وہ ثابت نہیں ہوا لہذا بیع مجہول ہوگئی اور قاضی جھگڑا کو ختم کرنے کے لئے بیع کو ختم کر دے گا یا یہ کہا جائے گا کہ جب بدل ثابت نہ ہوا تو بیع بدل کے بغیر باقی رہی حالانکہ وہ فاسد ہے اور بیع فاسد کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اور جب عاقدین میں سے ایک نے قسم سے انکار کر دیا تو دوسرے کا دعویٰ اس پر ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ انکار کرنے والے کو باطل قرار دے دیا گیا ہے اس لئے اس کا دعویٰ دوسرے کے دعویٰ کے معارض نہیں رہا اور اس کے قول کا ثابت ہونا لازم ہو جائے گا۔

وقت، ثمن یا اختیار شرط میں عاقدین کے اختلاف کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اُخْتَلَفَا فِي الْآجَلِ أَوْ فِي شَرْطِ الْخِيَارِ أَوْ فِي اسْتِيفَاءِ بَعْضِ الثَّمَنِ فَلَا تَحَالَفُ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّ هَذَا اِخْتِلَافٌ فِي غَيْرِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَالْمَعْقُودُ بِهِ، فَاشْبَهَ اِخْتِلَافٌ فِي الْعَقْدِ وَالْأَبْرَاءِ، وَهَذَا لِأَنَّ بَانِعِدَائِهِ لَا يَخْتَلُ مَا بِهِ قَوَامُ الْعَقْدِ، بِإِخْلَافِ اِخْتِلَافٍ فِي وَصْفِ الثَّمَنِ وَجَنْسِهِ حَيْثُ يَكُونُ بِمَنْزِلَةِ اِخْتِلَافٍ فِي الْقَدْرِ فِي جَوْرِيَانِ التَّحَالُفِ لِأَنَّ ذَلِكَ يَرْجِعُ إِلَى نَفْسِ الثَّمَنِ فَإِنَّ الثَّمَنَ ذَيْنَّ وَهُوَ يُعْرَفُ بِالْوَصْفِ، وَلَا كَذَلِكَ الْآجَلُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِوَصْفٍ، إِلَّا تَرَى أَنَّ الثَّمَنَ مَوْجُودٌ بَعْدَ مُضِيِّهِ (وَالْقَوْلُ قَوْلُ مَنْ يُنْكِرُ الْخِيَارَ وَالْآجَلَ مَعَ يَمِينِهِ) لِأَنَّهُمَا يَثْبُتَانِ بِعَارِضِ الشَّرْطِ وَالْقَوْلُ لِمُنْكَرِ الْعَوَارِضِ .

فرمایا کہ جب وقت میں یا اختیار شرط میں یا کچھ ثمن وصول کرنے میں عاقدین کا اختلاف ہو تو ان کے درمیان تحالف نہیں ہے اس لئے کہ یہ اختلاف معقود علیہ اور معقود بہ کے علاوہ میں ہے لہذا یہ قیمت کم کرنے اور معاف کرنے میں اختلاف کی طرح ہو گیا اور یہ اس سبب سے ہے کہ ذکر کردہ چیزوں کے معدوم ہونے سے اس چیز میں کوئی فرق نہیں پڑتا جو عقد کو قائم کرنے والی ہے۔ وصف ثمن یا جنس ثمن میں اختلاف کے خلاف۔ پس وہ اختلاف تحالف کے جاری ہونے کے اعتبار سے مقدار میں ہونے والے اختلاف کے درجے میں ہیں اس لئے کہ نفس ثمن کی جانب راجع ہوتا ہے اس لئے کہ ثمن دین ہے اور وہ وصف سے جانا جاتا ہے۔ اور میعاد کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ وہ وصف نہیں ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ میعاد کے گزر جانے کے بعد بھی ثمن باقی رہتا ہے۔ فرمایا کہ جو آدمی اختیار اور میعاد کا انکار کرنے والا ہو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کیونکہ اختیار اور میعاد شرط عارض کی وجہ سے ثابت ہوتے ہیں اور منکر عوارض کے قول کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔

ہلاکت بیع کے بعد عاقدین میں اختلاف کے سبب عدم حلف کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ ثُمَّ اِخْتَلَفَا لَمْ يَتَحَالَفَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنِ يُونُسَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ

وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي. وَقَدْ مُخْتَلَفٌ رَحْمَةُ اللَّهِ بِتَحَالُفِ الْفَخْرِ وَتَضَعِ النَّاسِ عَلَى قِيَمَةِ
الْقَائِلِ (وَقَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللَّهِ، وَغَيْرُ هَذَا إِذَا خَرَجَ النَّاسُ عَنْ مَبْنَى زَوْفٍ وَبَعْدَ
لَا يَتَّبِعُ عَلَى وَدِّهِ بِالْعَبِّ.

لَيْسَ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَتَّبِعِي غَيْرَ الْعَقْدِ الَّذِي يَتَّبِعِيهِ حَاجَتُهُ وَالْآخِرُ بِتَكْرِارٍ وَأَنَّهُ يُسَدِّدُ
زِيَادَةُ الشَّيْءِ فَيَتَحَالَفَانِ، كَمَا إِذَا اخْتَلَفَا فِي جَنْبِ الشَّيْءِ نَعْدَ هَلَاكِ السَّلْعَةِ، وَلَا يَسِي خِيَلُهُ
وَأَبَى يُؤَسِّفُ رَحْمَتُهَا اللَّهُ أَنَّ التَّحَالَفَ بَعْدَ انْقِبَاسِ عَلَى خِلَافِ الْقِيَمَةِ لِأَنَّهُ مُسَدِّدٌ يَمُشْتَرِي
مَا يَتَّبِعِيهِ وَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ فِي حَالِ قِيَامِ السَّلْعَةِ، وَالتَّحَالَفُ فِيهِ يَتَّبِعِي إِلَى تَضَعِ، وَلَا
تَحْذِلُكَ بَعْدَ هَلَاكِهَا لَا رُتْفَاعِ الْعَقْدِ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَعْنَى وَلَا تَكُنْ لَا يَكُنْ بِإِلَّا خِلَافِ فِي السَّبِّ
بَعْدَ حُضُورِ الْمُتَضَرِّعِ، وَأَمَّا يَرَاغِي مِنَ الثَّانِيَةِ مَا يُورِجُهُ الْعَقْدُ، وَالثَّانِيَةُ دَفْعُ زِيَادَةِ الشَّيْءِ
لَيْسَتْ مِنْ مُرْجَبَاتِهِ وَهَذَا إِذَا كَانَ الشَّيْءُ دَيْنًا، فَإِنْ كَانَ عَيْنًا يَتَحَالَفَانِ لِأَنَّ النَّاسَ فِي أَحَدِ
الْجَانِبَيْنِ قَائِمٌ لِقَوْلِهِ قَائِدَةُ النَّاسِ ثُمَّ يَرُدُّ مِثْلَ الْقَائِلِ إِنْ كَانَ لَهُ مِثْلٌ أَوْ قِيَمَتُهُ إِنْ كَانَ لَهُ
مِثْلٌ.

حضرات شیخین فرماتے ہیں کہ معنی کے ہلاک ہونے کے بعد، قدرین نے اختلاف کیا تو دونوں قسم کے کھانسیں گے اور
خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ جبکہ امام محمد کے نزدیک دونوں قسم کھانسیں گے اور ہلاک شدہ کی قیمت پر بیع صحیح کر دیا جائے
گی۔ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور معنی کا خریدار کی ملکیت سے نکل جاتا تو اس حال میں ہو چکا کہ عیب کی وجہ سے خریدار اس کو
واپس کرنے پر قادر نہ ہو یہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔

حضرت امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر اس عقد کے سوا کا دعویٰ کر رہا ہے جس عقد کا اس کا سقمی مدعی ہے اور دوسرا
اس کا انکار کرنے والا ہے اور زیادتی ثمن کو دور کرنے کا فائدہ دے رہی ہے اس لئے دونوں قسم کھانسیں گے جس طرح سامان کے
ہلاک ہونے کے بعد دونوں نے اس کی جنس میں اختلاف کیا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کے بعد باہمی قسم لینا خلاف قیاس ہے اس لئے کہ بیچنے والے نے خریدار کو وہ مال دے دیا ہے
جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے اور سامان موجود ہونے کی صورت میں اس پر شریعت وارد ہوئی ہے اور اس سے باہمی قسم لینا یہ بیع کی طرف
لے جانے والا ہے اور سلعہ کی بلاکت کے بعد ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ عقد مرتفع ہو چکا ہے اس لئے بلاکت کی حالت موجود ہونے
کی حالت کے معنی میں نہیں ہے اور اس لئے کہ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اس کے بعد سبب کے اختلاف کی پروا نہیں کی جاتی اور
وہی فائدہ ملحوظ ہوتا ہے جس کو عقد واجب کرتا ہے اور ثمن کی زیادتی کو دور کرنے کا فائدہ موجبات عقد میں سے نہیں ہے اور یہ حکم اس
وقت ہے جب ثمن دین ہو مگر جب ثمن عین ہو تو دونوں قسم کھانسیں گے کیونکہ دونوں اجانب میں سے کسی ایک جانب میں بیع موجود

یہ بند اس کاغذ کے دو طرف بھر دیے جائیں گے اگر اس کاغذ کو دو طرف سے بھر دیا جائے گا۔

دونوں غلاموں میں کسی ایک کی ہلاکت کے بعد دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ رَوَّانُ هَلَكَ أَحَدُ الْعَبْدَيْنِ ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الشَّمَنِ لَهُ يَتَخَالَفَا عِنْدَ أَيْمَى خَبِثَةً إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَشْرَكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ مِنَ الشَّمَنِ.

وَفِي الْجَمْعِ الصَّغِيرِ : الْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي مَعَ بَيْمِهِ عِنْدَ أَيْمَى خَبِثَةً إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَ الْعَقْدَ الْحَيَّ وَلَا شَيْءَ لَهُ.

وَقَالَ أَبُو يُونُسَ : يَتَخَالَفَانِ فِي الْحَيِّ وَيُنْفَسَخُ الْعَقْدُ فِي الْحَيِّ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي فِي قِسْمَةِ الْهَالِكِ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَتَخَالَفَانِ عَلَيْهِمَا وَيُرَدُّ الْحَيُّ وَقِسْمَةُ الْهَالِكِ لِأَنَّ هَلَاكَ كُلِّ السِّلْعَةِ لَا يَمْنَعُ التَّخَالَفَ عِنْدَهُ فَبَلَاءُ النُّفُوسِ أَوَّلَى.

وَلَا يَسِيْ يُؤَسَفُ أَنْ امْتِنَاعَ التَّخَالَفِ لِلْهَالِكِ فَيُغْتَدَرُ بِقُلُوْبِهِ. وَلَا يَسِيْ خَبِثَةً أَنَّ التَّخَالَفَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَامِ فِي حَالِ قِيَامِ السِّلْعَةِ وَهِيَ اسْمٌ لِجَمِيعِ أَجْزَائِهَا فَلَا تَبْقَى السِّلْعَةُ بِقَوَاتِ بَعْضِهَا، وَلَئِنْ لَا يُمَكِّنُ التَّخَالَفُ فِي الْقَائِمِ إِلَّا عَلَى اخْتِيَارِ حِصَّتِهِ مِنَ الشَّمَنِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْقِسْمَةِ وَهِيَ تُعَرَّفُ بِالْحَفْرِ وَالطَّنِّ قَوْدِي إِلَى التَّخَالَفِ مَعَ الْجَهْلِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَشْرَكَ حِصَّةَ الْهَالِكِ أَصْلًا لِأَنَّهُ جَوَازٌ يَكُونُ الشَّمْنُ كُلُّهُ بِمُقَابَلَةِ الْقَائِمِ وَيَخْرُجُ الْهَالِكُ عَنِ الْعَقْدِ فَيَتَخَالَفَانِ.

هَذَا تَخْرِيجُ بَعْضِ الْمَشَائِخِ وَيُضَرَّفُ إِلَيْنَا عِنْدَهُ إِلَى التَّخَالَفِ كَمَا ذَكَرْنَا وَقَالُوا : إِنْ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهِ فِي الْجَمْعِ الصَّغِيرِ يَأْخُذُ الْحَيَّ وَلَا شَيْءَ لَهُ، مَعْنَاهُ : لَا يَأْخُذُ مِنْ فِعْلِ الْهَالِكِ شَيْئًا أَصْلًا.

فرمایا کہ جب دو غلاموں میں سے ایک غلام ہلاک ہو گیا اس کے بعد عائدین نے اختلاف کیا تو حضرت امام اعظم کے نزدیک دونوں قسم کھائیں مگر یہ کہ بیچنے والا ہلاک شدہ غلام کا حصہ ترک کرنے پر راضی ہو جائے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک قسم کے ساتھ خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا مگر یہ کہ بیچنے والا یہ چاہے کہ وہ زندہ غلام کو لے لے اور تلف ہونے والے غلام کی قیمت سے اس کے لئے کچھ نہ ہو۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ زندہ غلام میں عائدین سے قسم لی جائے گی پھر اس میں عقد کو ختم کر دیا جائے گا اور تلف شدہ

نام کی قیمت میں خریدار کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ زندہ اور تکف شدہ دونوں ناموں میں مائعین سے قسم لی جائے گی اور زندہ نام کو اور تکف شدہ نام کی قیمت کو واپس کر دیا جائے گا اس لئے کہ ان کے نزدیک پورے سامان کا ہلاک ہونا مخالف مائع نہیں ہے اس لئے بعض کا ہلاک ہونا بدرجہ اولیٰ مائع نہیں ہوگا۔

امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ مخالف کا مائع ہونا مائع کے ہلاک ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے یہ امتناع ہلاکت کی مقدار مقدار ہوگا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ مائع کے سامان کے ہلاک ہونے کی حالت میں مخالف خلاف قیاس ہے اور سلعہ اپنے پورے اجزاء کا نام ہے اس لئے بعض حصے کے تلف ہونے سے سلعہ باقی نہیں رہے گا اور اس لئے کہ موجود مائع میں اس کے ٹمن کا حصہ اعتبار کے بغیر مخالف ممکن نہیں اس لئے قیمت پر تقسیم کرنا ضروری ہے اور قیمت تخمید اور اندازے سے معلوم ہوتی ہے لہذا یہ ٹمن کے معلوم نہ ہونے کے ساتھ یہ مخالف کی طرف لے جانے والا ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے مگر یہ کہ بیچنے والا تکف شدہ حصے کو باطل ترک کرنے پر راضی ہو جائے کیونکہ اس وقت پورا ٹمن مائع موجود کے مقابلہ میں ہوگا اور تکف شدہ چیز عقد سے خارج ہو جائے گی اس لئے دونوں قسم کھائیں گے اور یہ بعض مشائخ کی تخریج ہے اور ان کے نزدیک استیفاء کو مخالف کی طرف پھیرا جائے گا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور وہ مشائخ فرماتے ہیں کہ جامع مفسر میں امام محمد کے قول کی مراد یہ ہے زندہ نام کو لے لے اور اس کے لئے کچھ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تلف شدہ کے ٹمن میں سے کچھ نہ لیا جائے۔

ہلاک شدہ کا تاوان اقرار خریدار کی مقدار کے برابر ہوگا

وَقَالَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ: يَأْخُذُ مِنْ قَسَمِ الْهَالِكِ بِقَدْرِ مَا اقْرَبَهُ الْمُشْتَرِي، وَالْمَا لَا يَأْخُذُ الزِّيَادَةَ. وَعَلَى قَوْلِ هَؤُلَاءِ يَنْصَرِفُ الْإِسْتِثْنَاءُ إِلَى يَمِينِ الْمُشْتَرِي لَا إِلَى التَّخَالُفِ، لِأَنَّهُ لَمَّا أَخَذَ الْبَائِعُ بِقَوْلِ الْمُشْتَرِي فَقَدْ صَدَّقَهُ فَلَا يَخْلِفُ الْمُشْتَرِي، ثُمَّ تَفْسِيرُ التَّخَالُفِ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ مَا بَيَّنَّاهُ فِي الْقَائِمِ.

وَإِذَا خَلَفَ وَلَمْ يَتَّفِقَا عَلَى شَيْءٍ فَاذْعَى أَحَدُهُمَا الْقَسَمَ أَوْ كِلَاهُمَا يُفْسَخُ الْعَقْدُ بَيْنَهُمَا وَيَأْمُرُ الْقَاضِي الْمُشْتَرِي بِرَدِّ الْبَاقِي وَفِيهِ الْهَالِكُ.

وَاخْتَلَفُوا فِي تَفْسِيرِهِ عَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَخْلِفُ الْمُشْتَرِي بِاللَّهِ مَا اشْتَرَيْتُهُمَا بِمَا يَدَّعِيهِ الْبَائِعُ، فَإِنْ نَكَلَ لَزِمَهُ دَعْوَى الْبَائِعِ، وَإِنْ خَلَفَ يَخْلِفُ الْبَائِعُ بِاللَّهِ مَا بَعَثَهُمَا بِالْثَمَنِ الَّذِي يَدَّعِيهِ الْمُشْتَرِي، فَإِنْ نَكَلَ لَزِمَهُ دَعْوَى الْمُشْتَرِي، وَإِنْ خَلَفَ يَفْسَخَانِ الْعَقْدَ فِي الْقَائِمِ وَتَسْقُطُ حِصَّتُهُ مِنَ الثَّمَنِ وَيَلْزَمُ الْمُشْتَرِي

حِصَّةَ الْهَالِكِ وَيُعْتَبَرُ قِيَمَتُهُمَا فِي الْإِنْقِسَامِ يَوْمَ الْقَبْضِ (وَأِنْ اِخْتَلَفَا فِي قِيَمَةِ الْهَالِكِ يَوْمَ الْقَبْضِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ، وَآيَهُمَا آيَةُ الْبَيْتَةِ تُقْبَلُ بَيْتُهُ.

اور بعض مشائخ فقہاء نے فرمایا کہ بیچنے والا ہلاک شدہ مال کا اتنا ہی ثمن لے گا جتنے کا خریدار نے اقرار کیا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں لے گا ان حضرات کے قول پر یحییٰ کا استثناء خریدار کی طرف لوٹے گا۔ نہ کہ دونوں کے تحت کی طرف اس لئے کہ جب بیچنے والے نے خریدار کے کہنے پر لے لیا تو اس نے خریدار کے قول کی تصدیق کر دی اس لئے خریدار سے حتم نہیں کی جائے گی۔

حضرت امام محمد کے نزدیک دونوں سے حلف لینے کی وہی تفسیر ہے جس کو ہم نے موجودہ غلام کے متعلق بیان کیا اور جب عاقہ بن نے قسم کھالی اور ثمن کی کسی مقدار پر اتفاق نہ کیا پھر ان دونوں میں سے کسی ایک نے یا دونوں نے فسخ کا دعویٰ کیا تو ان کے درمیان عقد کو فسخ کر دیا جائے گا۔ اور قاضی خریدار کو جو غلام باقی ہے اور جو تلف ہوا ہے اس کی قیمت واپس کرنے کا حکم دے گا۔

حضرت امام ابو یوسف کے قول کے مطابق دونوں سے قسم لینے کی تفسیر میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ خریدار سے اس طرح قسم لی جائے کہ خدا کی قسم میں نے دونوں غلاموں کو اتنے ثمن میں نہیں خریدا جس کا بیچنے والا دعویٰ کر رہا ہے۔ پس جب خریدار نے قسم کا انکار کر دیا تو اس پر لازم ہو جائے گا بیچنے والا کا دعویٰ اور اگر خریدار قسم کھالے تو بیچنے والا سے قسم لی جائے گی اس طرح کہ وہ کہے کہ خدا کی قسم میں نے ان کو اس قیمت میں نہیں بیچا جس کا خریدار دعویٰ کر رہا ہے۔ لیکن جب بیچنے والے نے قسم سے انکار کر دیا تو اس پر خریدار کا دعویٰ لازم ہو جائے گا اور اگر بیچنے والا قسم کھالے تو موجودہ غلام میں عقد کو ختم کر دیا جائے گا اور اس کے ثمن کا حصہ خریدار سے ساقط ہو جائے گا اور ہلاک شدہ غلام کے ثمن کا حصہ اس پر لازم ہو گا اور حصہ میں قبضہ والے دن کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب عاقہ بن ہلاک ہونے والے غلام کی قبضہ والے دن کی قیمت میں اختلاف کریں تو بیچنے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان میں سے جو گواہی پیش کرے گا اس کے گواہ کو قبول کیا جائے گا۔

بیچنے والے کی گواہی کے افضل ہونے کا بیان

وَأِنْ أَقَامَا قَبِيْنَةَ الْبَائِعِ أَوَّلَىٰ) وَهُوَ قِيَاسُ مَا ذَكَرَ فِي بَيُوعِ الْأَصْلِ (اِشْتَرَى عَبْدَيْنِ وَقَبَضَهُمَا ثُمَّ رَدَّ أَحَدَهُمَا بِالْعَيْبِ وَهَلَكَ الْآخَرُ عِنْدَهُ يَجِبُ عَلَيْهِ ثَمَنُ مَا هَلَكَ عِنْدَهُ وَيَسْقُطُ عَنْهُ ثَمَنُ مَا رَدَّهُ وَيُنْقَسِمُ الثَّمَنُ عَلَى قِيَمَتَيْهِمَا.

فَإِنْ اِخْتَلَفَا فِي قِيَمَةِ الْهَالِكِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ) لِأَنَّ الثَّمَنَ قَدْ وَجَبَ بِاتِّفَاقِهِمَا ثُمَّ الْمُشْتَرَى يَدْعِي زِيَادَةَ السَّقْوَطِ بِقَصَانِ قِيَمَةِ الْهَالِكِ وَالْبَائِعُ يُنْكِرُهُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكَرِ (وَأِنْ أَقَامَا الْبَيْتَةَ قَبِيْنَةَ الْبَائِعِ أَوَّلَىٰ) لِأَنَّهَا أَكْثَرُ إِبْتَاهَا ظَاهِرًا لِإِبْتَاهَا الزِّيَادَةَ فِي قِيَمَةِ الْهَالِكِ وَهَذَا لِعَفْوِهِ.

وَهُوَ أَنَّ لِي الْإِيمَانَ تُغْتَبَرُ الْحَقِيقَةُ لِأَنَّهَا تَتَوَجَّهُ عَلَى أَحَدِ الْعَاقِلَيْنِ وَهُمَا يَعْرِفَانِ حَقِيقَةَ الْحَالِ لَبِئْسَ الْأَمْرُ عَلَيْهِمَا وَالتَّابِعُ مُنْكَرٌ حَقِيقَةً فَلِذَا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ، وَلِي الْبَيِّنَاتُ يُغْتَبَرُ الظَّاهِرُ لِأَنَّ الشَّاهِدَيْنِ لَا يَعْلَمَانِ حَقِيقَةَ الْحَالِ فَاعْتَبِرَ الظَّاهِرُ فِي حَقِيقَتِهِمَا وَالتَّابِعُ مُدَّعٍ ظَاهِرًا فَلِهَذَا تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ أَيْضًا وَتَتَرَجَّحُ بِالزِّيَادَةِ الظَّاهِرَةِ عَلَى مَا مَرَّ، وَهَذَا يَبِينُ لَكَ مَعْنَى مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ.

اور جب دونوں نے گواہی کو پیش کر دیا تو بیچنے والے کی گواہی افضل ہوگی اور یہ مبسوط میں بیان کردہ مسئلہ میں قیاس کے مطابق ہے کہ اس آدمی نے دو غلام خریدے اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر کسی عیب کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو واپس کیا اور دوسرا خریدار کے پاس ہلاک ہو گیا تو خریدار پر ہلاک ہونے والے غلام کے ثمن کا حصہ واجب ہوگا اور واپس کئے ہوئے غلام کے ثمن کا حصہ اس سے ساقط ہو جائے گا اور ثمن ان دونوں کی قیمت کی طرف منقسم ہوگا۔ پس جب تلف ہونے والے غلام کی قیمت میں دونوں نے اختلاف کیا تو بیچنے والا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ ثمن عاقدین کی رائے سے واجب ہوا تھا پھر ہلاک ہونے والے غلام کی قیمت کے کم ہونے کے سبب خریدار زیادہ ثمن کے ساقط ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

اور بیچنے والا اس کا انکار کرنے والا ہے اور انکار کرنے والے کے قول کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور جب دونوں نے گواہی قائم کر دیا تو بیچنے والا کا گواہی افضل ہوگا کیونکہ اس کا گواہی بظاہر زیادتی کو ثابت کر رہا ہے اس لئے کہ وہ ہلاک ہونے والے غلام کی قیمت کو زیادہ ثابت کر رہا ہے اور فقہ میں قسم کی حقیقت کے حال کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ عاقدین میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور عاقدین حال کی حقیقت کو جاننے والے ہوتے ہیں لہذا قسم کا معاملہ حال کی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے اور اس حقیقت کا بیچنے والا انکار کرنے والا ہے اس لئے اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور بیانات میں ظاہر کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے کہ گواہ حال کی حقیقت کو جاننے والے نہیں ہوتے اس لئے ان کے حق میں ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا اور ظاہر میں بیچنے والا مدعی ہے لہذا اس کے گواہی کو قبول کیا جائے گا اور ظاہر کی زیادتی کی وجہ سے بیچنے والا کا گواہی رائج ہوگا جس طرح گذر چکا ہے اور یہ تمہارے لئے امام ابو یوسف کے قول کا وہی معنی ہے جو ہم نے بیان کیا وہ اس کو واضح کر رہا ہے۔

بیع اقالہ کے بعد ثمن میں عاقدین کے اختلاف کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً وَقَبَضَهَا ثُمَّ تَقَايَلَا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ فَإِنَّهُمَا يَتَحَالَفَانِ وَيَعُودُ الْبَيْعُ الْأَوَّلُ) وَنَحْنُ مَا اثْبَتْنَا التَّحَالَفَ فِيهِ بِالنَّصِّ لِأَنَّهُ وَرَدَ فِي الْبَيْعِ الْمُطْلَقِ وَالْإِقَالَةِ فُسْخٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ، وَإِنَّمَا اثْبَتْنَاهُ بِالْقِيَاسِ لِأَنَّ الْمَسْأَلَةَ مَفْرُوضَةٌ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْقِيَاسُ يُوَافِقُهُ عَلَى مَا مَرَّ وَلِهَذَا نَقِيسُ الْإِجَارَةَ عَلَى الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْوَارِثُ عَلَى الْعَاقِدِ وَالْقِيَمَةُ عَلَى الْعَيْنِ فِيمَا إِذَا اسْتَهْلَكَهُ فِي يَدِ الْبَائِعِ غَيْرُ الْمُشْتَرَى. قَالَ (وَلَوْ قَبَضَ الْبَائِعُ الْمَبِيعَ بَعْدَ الْإِقَالَةِ فَلَا

تَحَالَفَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ لِأَنَّهُ يَرَى النَّصَّ مَعْلُولًا بَعْدَ الْقَضْرِ
أَيْضًا.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایک باندی خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد عاقدین نے بیع کا اقالہ کر لیا اور پھر ثمن میں اختلاف ہو گیا تو دونوں قسم کھائیں گے اور لوٹایا جائے گا پہلی بیع کو اور اس صورت میں ہم نے آپس میں قسم اٹھانے کو نہیں سے ثابت نہیں کیا اس لئے کہ نص بیع مطلق میں وارد ہوئی ہے اور اقالہ عاقدین کے حق میں بیع کو ختم کرنے والا ہے اور ہم نے قیاس کے ذریعے اقالہ میں دونوں کے قسم کھانے کو ثابت کیا ہے اس لئے کہ مسئلہ قبضہ سے پہلے فرض کیا گیا ہے اور قیاس اس کے موافق ہے جس طرح گزر چکا ہے اس لئے ہم اجارہ کو قبضہ سے پہلے والی بیع پر قیاس کرتے ہیں اور وارث کو عاقد پر اور قیمت کو مال عین پر قیاس کرتے ہیں اس صورت میں جب بیع کو خریدار کے علاوہ نے بیچنے والا کے قبضہ میں ہلاک کیا ہو۔ اور جب اقالہ کے بعد بیچنے والے نے بیع پر قبضہ کر لیا تو شیخیں کے نزدیک دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی۔ حضرت امام محمد اس میں اختلاف کرتے ہیں اس لئے کہ وہ قبضہ کے بعد بھی نص کو معلول سمجھتے ہیں۔

عاقدین کا سلم کے بعد اقالہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ عَشْرَةَ ذَرَاهِمَ فِي كَبْرٍ حِنْطَةٍ ثُمَّ تَقَابَلَا ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ فَلَقُولُ قَوْلُ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ وَلَا يَعُودُ السَّلْمُ) لِأَنَّ الْإِقَالََةَ فِي بَابِ السَّلْمِ لَا تَحْتَمِلُ النِّقْضَ لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ فَلَا يَعُودُ السَّلْمُ، بِخِلَافِ الْإِقَالََةِ فِي الْبَيْعِ، الْآ تَرَى أَنَّ رَأْسَ مَالِ السَّلْمِ لَوْ كَانَ عَرَضًا فَرَدَّه بِالْعَيْبِ وَهَلَكَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ إِلَى رَبِّ السَّلْمِ لَا يَعُودُ السَّلْمُ وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَيْنِ يَعُودُ الْبَيْعُ ذَلِكَ عَلَى الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایک بوری گندم میں دس ذراہم بیع سلم کے طور پر دیا پھر عاقدین نے بیع کا اقالہ کر دیا اس کے بعد ثمن میں اختلاف کیا تو اس وقت مسلم الیہ کے قول کو قبول کیا جائے گا۔ اور بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا اس لئے کہ سلم کے باب میں اقالہ توڑنے کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ وہ اسقاط کے قبیل سے ہے اس لئے بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا بیع میں اقالہ کے خلاف کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جب بیع سلم کا اس المال کوئی سامان ہو پھر عیب کی وجہ سے اس کو واپس کر دیا اور رب السلم کو دینے سے پہلے وہ سامان مسلم الیہ کے قبضہ میں ہلاک ہو گیا تو بیع سلم کو لوٹایا نہیں جائے گا اور جب یہ مسئلہ بیع عین میں ہو تو بیع کو لوٹایا جائے گا اور ان دونوں میں فرق کی دلیل یہی ہے۔

زوجین میں اختلاف مہر کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي الْمَهْرِ فَادْعَى الزَّوْجُ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا بِأَلْفٍ وَقَالَتْ تَزَوَّجَنِي بِأَلْفَيْنِ فَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةُ تَقْبُلُ بَيِّنَتُهُ) لِأَنَّهُ نَوَّرَ دَعْوَاهُ بِالْحُجَّةِ.

(وَأِنْ أَقَامَا النِّسَةَ فَلَنِيَّةُ بَيْنَهُ الْمَرْأَةُ) لَأَنَّهَا تَثْبُتُ الزِّيَادَةُ، مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مَهْرُ مِثْلَهَا أَقْلَ مِمَّا ادَّعَتْهُ (وَأِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمَا بَيْنَهُ تَحَالُفًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَا يُمْسَخُ النِّكَاحُ) لِأَنَّ أَثَرَ التَّحَالُفِ فِي انْعِدَامِ التَّسْمِيَةِ، وَأَنَّهُ لَا يُخْلُ بِصِحَّةِ النِّكَاحِ لِأَنَّ الْمَهْرَ تَابِعٌ فِيهِ، بِخِلَافِ التَّبَعِ لِأَنَّ عَدَمَ التَّسْمِيَةِ يُفْسِدُهُ عَلَى مَا مَرَّ فَيُمْسَخُ، (وَلَكِنْ يَحْكُمُ مَهْرُ الْمِثْلِ، فَإِنْ كَانَ مِثْلَ مَا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ أَوْ أَقْلَ قَضَى بِمَا قَالَ الزَّوْجُ) لِأَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لَهُ (وَأِنْ كَانَ مِثْلَ مَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ أَوْ أَكْثَرَ قَضَى بِمَا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ، وَإِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ أَكْثَرَ مِمَّا اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ وَأَقْلَ مِمَّا ادَّعَتْهُ الْمَرْأَةُ قَضَى لَهَا بِمَهْرِ الْمِثْلِ) لِأَنَّهُمَا لَمَّا تَحَالَفَا لَمْ تَثْبُتِ الزِّيَادَةُ عَلَى مَهْرِ الْمِثْلِ وَلَا الْخَطُّ عَنْهُ.

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ : ذَكَرَ التَّحَالُفَ أَوَّلًا ثُمَّ التَّحْكِيمَ، وَهَذَا قَوْلُ الْكُرُخِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ مَهْرَ الْمِثْلِ لَا اغْتِبَارَ لَهُ مَعَ وُجُودِ التَّسْمِيَةِ وَسُقُوطِ اغْتِبَارِهَا بِالتَّحَالُفِ وَلِهَذَا يُقَدَّمُ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا، وَيَبْدَأُ بِبَيِّنِ الزَّوْجِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ تَعْجِيلًا لِفَائِدَةِ النُّكُولِ كَمَا فِي الْمُسْتَشْرَى، وَتَخْرِيجِ الرَّازِيِّ بِخِلَافِهِ وَقَدْ اسْتَفْصَيْنَاهُ فِي النِّكَاحِ وَذَكَرْنَا خِلَافَ أَبِي يُوسُفَ فَلَا نُعِيدُهُ

فرمایا کہ جب مہر کے بارے میں زوجین کا اختلاف ہو جائے اور شوہر یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے ایک ہزار کے بدلے میں نکاح کیا ہے اور بیوی کہے کہ تم نے مجھ سے دو ہزار کے بدلے نکاح کیا تھا تو ان میں سے جس نے گواہی پیش کر دیا اس کے گواہی کو قبول کیا جائے گا اس لئے کہ اس نے اپنے دعوے کو دلیل کے ساتھ منور کر دیا ہے پس جب دونوں نے گواہی پیش کر دیا تو عورت کا گواہی قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ زیادتی کو ثابت کر رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس عورت کا مہر مثل اس کے دعویٰ کردہ مہر سے کم ہے۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر زوجین کے پاس گواہی نہ ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اور یہ چیز نکاح کے صحیح ہونے میں خلل نہیں ڈالتی اس لئے کہ نکاح میں مہر تابع ہوتا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ اس میں مقرر نہ کرنا اس کو فاسد کر دیتا ہے جس طرح گزر چکا ہے کیونکہ بیع کو ختم کر دیا جائے گا اور مہر مثل کو حکم بنایا جائے گا۔

پس جب مہر مثل اتنا ہو جتنے کا شوہر نے اقرار کیا ہے یا اس سے کم ہو تو شوہر کی بتائی ہوئی مقدار کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر اسی کا شاہد ہے۔ اور جب مہر مثل اتنا ہو جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا ہے یا اس سے زیادہ ہو تو جس کا عورت نے دعویٰ کیا ہے اس کا فیصلہ کیا جائے گا اور جب مہر مثل اس سے زیادہ ہو جس کا شوہر نے اقرار کیا ہے یا اس سے کم ہو جس کا عورت نے دعویٰ کیا ہے تو عورت کے لئے مہر مثل کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ جب زوجین نے قسم کھالی تو نہ مہر مثل سے کم ثابت ہونہ زیادہ صاحب ہدایہ

کے نزدیک ماتن نے پہلے آپس میں قسم اٹھانے کو ذکر کیا ہے اس کے بعد حکیم کو بیان کیا ہے اور یہ قول امام کرخی کا ہے اس لئے کہ مہر کسی کے ہوتے ہوئے مہر مثل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کا ختم ہونا آپس میں قسم اٹھانے سے ہوگا اس لئے کہ تمام صورتوں میں آپس میں قسم اٹھانے کو مقدم کیا جائے گا۔

طرفین کے نزدیک انکار کے فائدہ کو جلدی ظاہر کرنے کیلئے شوہر کی قسم سے شروع کیا جائے گا جس طرح خریدار میں ہے۔ جبکہ امام ابو بکر رازی کی تفسیر اس کے خلاف ہے جس کو ہم نے کتاب النکاح میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور امام ابو یوسف کا اختلاف بھی بیان کیا ہے اس لئے اس کا اعادہ نہیں کیا۔

غلام و باندی پر نکاح ہونے میں دعویٰ کرنے کا بیان

(وَلَوْ ادَّعَى الزَّوْجُ النِّكَاحَ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ وَالْمَرْأَةِ تَدْعِيهِ عَلَى هَذِهِ الْجَارِيَةِ لَهَوَ كَالنِّسَاءِ الْمُتَقَدِّمَةِ، إِلَّا أَنَّ قِيَمَةَ الْجَارِيَةِ إِذَا كَانَتْ مِثْلَ مَهْرِ الْمِثْلِ يَكُونُ لَهَا قِيَمَتُهَا ذَوْنَ عَيْنِهَا) لِأَنَّ تَمَلُّكَهَا لَا يَكُونُ إِلَّا بِالتَّرَاضَى وَلَمْ يُوْجَدْ فَوَجَبَتْ الْقِيَمَةُ.

اور جب شوہر نے دعویٰ کیا کہ اس غلام پر نکاح ہوا ہے اور عورت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس باندی پر ہوا ہے تو یہ پہلے والے مسئلے کی طرح ہوگا لیکن جب باندی کی قیمت مہر مثل کے برابر ہو تو عورت کو باندی کی قیمت دی جائے گی باندی نہیں ملے گی اس لئے کہ آپس میں رضامندی کے بغیر باندی کا مالک ہونا ثابت نہیں ہوگا اور آپس میں رضامندی نہیں پائی جارہی اسلئے قیمت واجب ہے۔

عقد والی چیز سے پہلے موجر و مستاجر میں اختلاف ہونے کا بیان

(وَأِنْ اُخْتَلَفَا فِي الْإِجَارَةِ قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ تَخَالُفًا وَتَرَادًّا) مَعْنَاهُ اُخْتَلَفَا فِي الْبَدَلِ أَوْ فِي الْمُبْدَلِ لِأَنَّ التَّخَالَفَ فِي الْبَيْعِ قَبْلَ الْقَبْضِ عَلَى وِفَاقِ الْقِيَاسِ عَلَى مَا مَرَّ، وَالْإِجَارَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ الْمَنْفَعَةُ نَظِيرُ الْبَيْعِ قَبْلَ قَبْضِ الْمَبِيعِ وَكَأَمَّا قَبْلَ اسْتِيفَاءِ الْمَنْفَعَةِ (فَإِنْ وَقَعَ اِلْاِخْتِلَافُ فِي الْأَجْرَةِ يَبْدَأُ بِبَيْعِ الْمُسْتَأْجِرِ) لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ لَوْ جُوبِ الْأَجْرَةُ (وَأِنْ وَقَعَ فِي الْمَنْفَعَةِ يَبْدَأُ بِبَيْعِ الْمُؤَجِّرِ، وَابْتِهَامًا نَكَلَ لَزِمَهُ دَعْوَى صَاحِبِهِ، وَابْتِهَامًا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ قُبِلَتْ، وَلَوْ أَقَامَهَا فَبَيِّنَةُ الْمُؤَجِّرِ أَوْلَى إِنْ كَانَ اِلْاِخْتِلَافُ فِي الْأَجْرَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي الْمَنَافِعِ فَبَيِّنَةُ الْمُسْتَأْجِرِ أَوْلَى، وَإِنْ كَانَ فِيهِمَا قُبِلَتْ بَيِّنَةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِيمَا يَدَّعِيهِ مِنَ الْفَضْلِ) نَحْوُ أَنْ يَدَّعِيَ هَذَا شَهْرًا بِعَشْرَةٍ وَالْمُسْتَأْجِرُ شَهْرَيْنِ بِخَمْسَةٍ يَقْضَى بِشَهْرَيْنِ بِعَشْرَةٍ.

فرمایا کہ جب معتود علیہ کو وصول کرنے سے پہلے ہی موجر اور مستاجر میں اختلاف ہو گیا تو دونوں قسم کھائیں گے اور

اجارہ پھیر لیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے یا تو اجرت میں اختلاف کیا ہے یا معقود علیہ میں اختلاف کیا ہے اس لئے کہ قبضہ سے پہلے بیع میں دونوں کا قسم کھانا قیاس کے مطابق ہے جس طرح گزر چکا ہے اور منفعت وصول کرنے سے پہلے اجارہ بیع پر قبضہ سے پہلے بیع کی مثل ہے اور ہمارا کلام منفعت وصول کرنے سے پہلے میں ہے پس جب اجرت کے متعلق اختلاف ہو تو مستأجر کی قسم سے شروع کیا جائے گا کیونکہ وہ اجرت کے واجب ہونے کا انکار کرنے والا ہے۔

اور جب اختلاف منفعت میں ہو تو موجر کی قسم سے شروع کیا جائے گا اور ان میں سے جس میں بھی قسم کا انکار کر دیا تو دوسرے کا دعویٰ اس پر واجب ہو جائے گا اور جس نے گواہی قائم کیا اس کا گواہی قبول کیا جائے گا اور جب دونوں نے گواہی قائم کر دی تو موجر کا گواہی افضل ہوگا جب اختلاف اجرت میں ہو اور مستأجر کا گواہی افضل ہوگا جب منافع میں اختلاف ہو اور جب ان دونوں میں اختلاف ہو تو ان میں سے ہر ایک کا گواہی اس کی زیادتی میں قبول کیا جائے گا جس کا دہ مدعی ہے جس طرح موجر دعویٰ کرے کہ اس نے دس درہم میں ایک ماہ کے لئے دیا ہے اور مستأجر دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے پانچ درہم میں دو ماہ کے لئے لیا ہے تو دس درہم میں دو ماہ کے لئے فیصلہ کیا جائے گا۔

وصولی نفع کے بعد اختلاف ہونے میں دونوں پر حلف نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اُخْتَلَفَا بَعْدَ اِلْمُتَّفِقِ لَمْ يَتَحَالَفَا وَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنِ يُونُسَ ظَاهِرٌ، لِأَنَّ هَلَكَ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ يَمْنَعُ التَّحَالَفَ عِنْدَهُمَا، وَكَذَا عَلَى أَصْلِ مُحَمَّدٍ لِأَنَّ الْهَلَكَ إِنَّمَا لَا يَمْنَعُ عِنْدَهُ فِي الْمَبِيعِ لِمَا أَنَّ لَهُ قِيمَةً تَقُومُ مَقَامَهُ فَيَتَحَالَفَانِ عَلَيْهَا، وَلَوْ جَرَى التَّحَالَفُ هَاهُنَا وَفُسَخَ الْعَقْدُ فَلَا قِيمَةَ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ لَا تَقُومُ بِنَفْسِهَا بَلْ بِالْعَقْدِ وَتَبَيَّنَ أَنَّهُ لَا عَقْدَ.

وَإِذَا امْتَنَعَ قَوْلُ الْقَوْلِ لِلْمُسْتَأْجِرِ مَعَ يَمِينِهِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ عَلَيْهِ (وَإِنْ اُخْتَلَفَا بَعْدَ اِسْتِيفَاءِ بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ تَحَالَفَا وَفُسَخَ الْعَقْدُ فِيمَا بَقِيَ وَكَانَ الْقَوْلُ فِي الْمَاضِي قَوْلَ الْمُسْتَأْجِرِ) لِأَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ بِسَاعَةٍ فَسَاعَةٌ فَيَصِيرُ فِي كُلِّ جُزْءٍ مِنَ الْمَنْفَعَةِ كَأَنَّهُ اِبْتِدَاءُ الْعَقْدِ عَلَيْهَا، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِأَنَّ الْعَقْدَ فِيهِ دَفْعَةٌ وَاحِدَةٌ، فَإِذَا تَعَدَّى فِي الْبَعْضِ تَعَدَّى فِي الْكُلِّ.

فرمایا کہ جب منافع وصول کرنے کے بعد دونوں میں اختلاف ہو تو دونوں سے ہی قسم نہیں لی جائے گی اور مستأجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور شیخین کے نزدیک یہ ظاہر ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک معقود علیہ کا تلف ہونا ہلاکت سے مانع ہے اور اسی طرح امام محمد کی اصل پر بھی ہے کیونکہ امام محمد کے نزدیک معقود علیہ کی ہلاکت سے بیع میں دونوں کے قسم اٹھانے کا غیر ممتنع ہونا اس کے سبب ہے کہ بیع کی قیمت بیع کے قائم مقام ہے اس لئے دونوں سے قیمت پر قسم لی جائے گی اور جب اس جگہ آپس میں قسم لی جائے اور عقد ختم کر دیا جائے تو کوئی قیمت نہیں ہے اس لئے کہ منافع بذات خود قائم نہیں ہوتا بلکہ عقد

کے ساتھ پایا جاتا ہے اور یہ واضح ہو گیا کہ عقد نہیں ہے اور جب دونوں کا آپس میں قسم کھانا ممتنع ہو تو یحیٰ بن کے ساتھ مستأجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب کچھ معقول علیہ کے حصول کے بعد اختلاف ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اور جو باقی ہوگا اس میں عقد ختم کر دیا جائے گا اور زمانہ ماضی کے متعلق مستأجر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ عقد اجارہ تھوڑا تھوڑا ہو کر منعقد ہوتا ہے لہذا منافع کے ہر ہر جز میں ایسا ہو جائے گا جیسے اس پر ابھی عقد منعقد ہوا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ اس میں ایک ہی بار عقد منعقد ہو جاتا ہے ہذا جب بعض میں ختم کرنا مشکل ہو تو کل میں بھی مشکل ہوگا۔

آقا و غلام کا مال کتابت میں اختلاف کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اخْتَلَفَ الْمَوْلَى وَالْمُكَاتَبُ فِي مَالِ الْكِتَابَةِ لَمْ يَتَحَالَفا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَ لَا يَتَحَالَفَانِ وَتُفْسَخُ الْكِتَابَةُ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ عَقْدٌ مُعَاوَضَةٌ يَقْبَلُ الْفَسْخُ قِاسًا بِنَيْبِ الْبَيْعِ، وَالْجَمَاعُ أَنَّ الْمَوْلَى يَدْعِي بَدَلًا وَإِنَّمَا يُنْكِرُهُ الْعَبْدُ وَالْعَبْدُ يَدْعِي اسْتِحْقَاقَ الْعَتَقِ عَلَيْهِ عِنْدَ آدَاءِ الْقَدْرِ الَّذِي يَدْعِيهِ وَالْمَوْلَى يُنْكِرُهُ فَيَتَحَالَفَانِ كَمَا إِذَا اخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ. وَلَا يَسِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْبَدَلَ مُقَابِلُ بَيْعِكَ الْحَبْرِ فِي حَقِّ الْبَيْدِ وَالتَّصَرُّفِ لِلْحَالِ وَهُوَ سَالِمٌ لِلْعَبْدِ وَإِنَّمَا يَنْقَلِبُ مُقَابِلًا بِالْعَتَقِ عِنْدَ الْآدَاءِ فَقَبْلَهُ لَا مُقَابِلَةَ فَيَقِي اخْتِلَافًا فِي قَدْرِ الْبَدَلِ لَا غَيْرُ فَلَا يَتَحَالَفَانِ.

فرمایا کہ جب آقا اور مکاتب نے مال مکاتب میں اختلاف کیا تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ دونوں سے قسم نہیں لی جائے گی۔ جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ قسم لی جائے گی اور کتابت ختم کر دی جائے گی امام شافعی کا قول بھی یہی ہے اس لئے کہ کتابت کا عقد ایسا عقد معاوضہ ہے جو ختم کرنے کو قبول کرتا ہے لہذا بیع کے مشابہ ہو گیا اور جامع یہ ہے کہ آقا ایسی زیادتی کا دعویٰ کر رہا ہے جس کا غلام انکار کرنے والا ہے اور غلام اپنے آقا سے آزادی کے مستحق ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس مقدار کیا داء کرنے پر جس کا وہ مدعی ہے حالانکہ آقا اس کا انکار کرنے والا ہے اس لئے دونوں قسم کھائیں گے جس طرح کہ اس صورت میں جب دونوں نے ثمن میں اختلاف کیا ہو۔

امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ اور اس وقت تصرف کرنے کے حق میں فک کے حجر کا مقابل ہے اور یہ غلام کے سئے سالم ہے اور یہ بدل کتابت اداء کرتے وقت آزادی کا مقابل ہونا ہو کر منقلب ہو جائے گا لیکن کتابت کا بدل اداء کرنے سے پہلے مقابل نہیں ہے ہذا صرف بدل کی مقدار میں اختلاف باقی رہا اس لئے دونوں سے قسم لی جائے گی۔

زوجین کا گھریلو سامان میں اختلاف کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي مَتَاعِ الْبَيْتِ لِمَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ كَالْعِمَامَةِ) لِأَنَّ

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عورت کو وہ سامان دے دیا جائے گا جس طرح وہ جہیز کے طور پر لاتی ہے اور باقی سامان اس کو شوہر کی یمین کے ساتھ دے دیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ عورت جہیز لاتی ہے اور یہ زیادہ قوی ہے لہذا اس سے شوہر کا ظاہری قبضہ ختم ہو جائے گا پھر باقی میں شوہر کے ظاہر قبضہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے اس کا اعتبار کیا جائے گا اور موت اور طلاق برابر ہیں اس لئے کہ وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ جو سامان مردوں کے لائق ہے وہ مرد کے لئے ہوگا اور جو سامان عورت کے لائق ہے وہ عورت کے لئے ہوگا اور جو دونوں کے لائق ہے وہ مرد کے لئے ہوگا یا اس کے وارثوں کیلئے ہوگا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے امام اعظم کے حوالے سے بیان کی ہے اور طلاق اور موت برابر ہیں اس لئے کہ وارث مورث کے قائم مقام ہوتا ہے اور جب زوجین میں سے کو مملوک ہو تو زندہ ہونے کی حالت میں مال آزاد کے لئے ہوگا اس لئے کہ آزاد کا قبضہ زیادہ قوی ہوتا ہے اور مرنے کے بعد زندہ کے لئے ہوگا اس لئے کہ میت کا کوئی قبضہ نہیں ہوتا لہذا زندہ کے قبضہ کے لئے کوئی عارضہ نہیں ہے اور یہ حکم امام اعظم کے نزدیک ہے۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس کو اجازت دی گئی ہو تجارت میں اور مکاتب یہ آزاد کے درجے میں ہیں اس لئے کہ خصومات میں ان کے قبضہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

فَصْلٌ فِيمَنْ لَا يَكُونُ خَصْمًا

﴿ یہ فصل ان لوگوں کے بیان میں ہے جو خصم نہیں ہوتے ﴾

فصل خصم نہ ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان

مذہب ابن محمود باہر ترقی دینی میں ازادہ جیتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے یہ فیصلہ جس میں وہ اس کا تصور نہ ہونا بیان کیا جو اس نے کا
وہ خود فرما کر کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مصنف نے فی معرفت معدوم چیزوں سے پہلے ہی ترقی ہے۔

(محبوبہ کا نام پتہ اور شناختی نمبر)

یہاں پر ہم نے مدد فرمائی، ان فحش گواہوں کو سب سے پہلے گرفتار کیا گیا اور ان کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ ان کے خلاف ایک مقدمہ چلایا گیا۔ ان کے خلاف ایک مقدمہ چلایا گیا۔ ان کے خلاف ایک مقدمہ چلایا گیا۔

ملی میکانیک سے روشنی ہو کر کرنے کا بیان

۱۔ ممبرانِ مجلسِ شریعہ : اگرچے جس نے مبنی و محب یہ ہے مبنی یا مبنی یا مبنی صورت پیش کرتا ہے اس سے اعلیٰ حیثیت بن سکے نہ اس سے کسی کو ہرگز

[illegible]

مدعی و مدعی علیہ کے درمیان خصومت نہ ہونے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ هَذَا الشَّيْءُ أَوْ دَعَا بِهِ فَلَا يَبْطُلُ الْغَائِبُ أَوْ رَهْنُهُ عِنْدِي أَوْ غَضَبُهُ بِيَدِي وَأَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى ذَلِكَ فَلَا خُصُومَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُدَّعَى) وَكَذَا إِذَا قَالَ : أَجْرِي لِي وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ لِأَنَّهُ أَثْبَتَ بَيِّنَتَهُ أَنَّ يَدَهُ لَيْسَتْ بِيَدِ خُصُومَةٍ .

وَقَالَ ابْنُ شُرْمَةَ : لَا تَنْدَفِعُ الْخُصُومَةُ لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ اثْبَاتُ الْمِلْكِ لِلْغَائِبِ لِغَدَمِ الْخُصْمِ عَنْهُ وَدَفْعِ الْخُصُومَةِ بِنَاءً عَلَيْهِ .

فَلَمَّا : مُقْتَضَى الْبَيِّنَةِ شَيْئَانِ ثُبُوتُ الْمِلْكِ لِلْغَائِبِ وَلَا خُصْمَ فِيهِ فَلَمْ يَثْبُتْ ، وَدَفْعُ خُصُومَةِ الْمُدَّعَى وَهُوَ خُصْمٌ فِيهِ فَيَثْبُتُ وَهُوَ كَالْوَكِيلِ يَنْقُلُ الْمَرْأَةَ وَأَقَامَتِهَا الْبَيِّنَةُ عَلَى الطَّلَاقِ كَمَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ ، وَلَا تَنْدَفِعُ بِدُونِ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ كَمَا قَالَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى لِأَنَّهُ صَارَ خُصْمًا بِظَاهِرِ يَدِهِ ، فَهُوَ بِإِفْرَاقِهِ يُرِيدُ أَنْ يُحَوَّلَ حَقًّا مُسْتَحَقًّا عَلَى نَفْسِهِ فَلَا يَصْدُقُ إِلَّا بِالْحُجَّةِ ، كَمَا إِذَا ادَّعَى تَحَوُّلَ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّتِهِ إِلَى ذِمَّةِ غَيْرِهِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : إِنْ كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا فَالْجَوَابُ كَمَا فُتِّنَا ، وَإِنْ كَانَ مَعْرُوفًا بِالْحِيلِ لَا تَنْدَفِعُ عَنْهُ الْخُصُومَةُ لِأَنَّ الْمُحْتَالَ مِنَ النَّاسِ قَدْ يَدْفَعُ مَالَهُ إِلَى مُسَاهِرٍ يُودِعُهُ إِيَّاهُ وَيَشْهَدُ عَلَيْهِ الشُّهُودُ فَيَحْتَالُ لِإِبْطَالِ حَقِّ غَيْرِهِ ، فَإِذَا اتَّهَمَهُ الْقَاضِي بِهِ لَا يَقْبَلُهُ .

(وَلَوْ قَالَ الشُّهُودُ : أَوْدَعَهُ رَجُلٌ لَا نَعْرِفُهُ لَا تَنْدَفِعُ عَنْهُ الْخُصُومَةُ) لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ الْمُسَوِّدُ هُوَ هَذَا الْمُدَّعَى ، وَلِأَنَّهُ مَا أَحَالَهُ إِلَى مُعَيَّنٍ يُمَكِّنُ لِلْمُدَّعَى اتِّبَاعَهُ ، فَلَوْ انْدَفَعَتْ لَتَضَرَّرَ بِهِ الْمُدَّعَى ، وَلَوْ قَالُوا نَعْرِفُهُ بِوَجْهِهِ وَلَا نَعْرِفُهُ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِلْوَجْهِ الثَّانِي ، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ تَنْدَفِعُ لِأَنَّهُ أَثْبَتَ بَيِّنَتَهُ أَنَّ الْعَيْنَ وَصَلَ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ غَيْرِهِ حَيْثُ عَرَفَهُ الشُّهُودُ بِوَجْهِهِ ، بِخِلَافِ الْفَضْلِ الْأَوَّلِ فَلَمْ تَكُنْ يَدُهُ يَدَ خُصُومَةٍ وَهُوَ الْمَقْصُودُ ، وَالْمُدَّعَى هُوَ الَّذِي أَضَرَّ بِنَفْسِهِ حَيْثُ نَسِيَ خُصْمَهُ أَوْ أَضَرَّ شُهُودَهُ ، وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ مُخْتَمَسَةٌ كِتَابِ الدَّعَوَى وَقَدْ ذَكَرْنَا الْأَقْوَالَ الْخَمْسَةَ .

جب مدعی علیہ نے کہا کہ فلاں غائب ہے یا رہن رکھی ہے یا رہن رکھی ہے یا میں نے اس سے یہ چیز غصب کی ہے اور مدعی علیہ نے اس پر گواہی کو قائم کر دیا ہے۔ تو اس کے اور مدعی کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ فلاں غائب شخص نے مجھے یہ چیز اجارہ پر دی ہے اور اس نے گواہی قائم کر دیا اس لئے کہ اس نے گواہی سے یہ

الْمَلِكِ الْمَطْلُوقِ لِأَنَّهُ خَصِمٌ فِيهِ بِإِعْتِبَارِ يَدِهِ حَتَّى لَا يَصِحَّ دَعْوَاهُ عَلَى غَيْرِ ذِي الْيَدِ وَيَصِحُّ دَعْوَى الْفِعْلِ .

لائیۃ اور جب مدعی علیہ نے کہا کہ میں نے اس کو اس آدمی سے خریدا ہے جو غائب ہے پس وہ خصم ہو گا اس لئے کہ اس کا یہ اقرار کرنا دلیل ہے اس کا قبضہ کرنا قبضہ ملکیت ہے تو اس نے اپنے آپ کے خصم ہونے کا بھی اقرار کر لیا اور جب مدعی نے چاہا تو نے یہ غلام مجھ سے غصب کیا ہے یا میرے ہاں سے چرایا ہے تو اس کے ذریعے مدعی علیہ سے خصومت دور نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ ودیعت پر گواہی قائم کر دے اس لئے کہ وہ اس فعل کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے جھگڑے کا ایک فرد ہو گیا ہے ملک مطلق کے دعویٰ کے خلاف کیونکہ اس میں اپنے قبضہ کی وجہ سے مدعی علیہ جھگڑے کا ایک فرد ہے حتیٰ کہ غیر قابض پر ملک مطلق کا دعویٰ درست نہیں ہے اور فعل کا دعویٰ درست ہے۔

جب مدعی نے چیز کے چوری ہونے کا دعویٰ کیا ہے

(وَأَنَّ قَالَ الْمُدَّعِي : سَرَقَ مِنِّي وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ : أَوْدَعِيهِ فَلَانَ وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ لَمْ تَنْدِفِعِ الْخُصُومَةُ) وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَهُوَ اسْتِحْسَانٌ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ : تَنْدِفِعُ لِأَنَّهُ لَمْ يَدَّعِ الْفِعْلَ عَلَيْهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ : غَضِبَ مِنِّي عَلَى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ .

وَلَهُمَا أَنْ ذَكَرَ الْفِعْلَ يَسْتَدْعِي الْفَاعِلَ لَا مَحَالَةَ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ هُوَ الَّذِي فِي يَدِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يُعَيِّنْهُ دَرَاءُ لِّلْحَدِّ شَفَقَةً عَلَيْهِ وَأَقَامَةَ لِحُسْبِيَةِ السَّرِّ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ : سَرَقْتَ، بِخِلَافِ الْغَضَبِ لِأَنَّهُ لَا حَدَّ فِيهِ فَلَا يُحْتَرَزُ عَنْ كَشْفِهِ

(وَأَنَّ قَالَ الْمُدَّعِي : ابْتِغْتُهُ مِنْ فَلَانَ وَقَالَ صَاحِبُ الْيَدِ : أَوْدَعِيهِ فَلَانَ ذَلِكَ أَسْقَطَتْ الْخُصُومَةُ بَغَيْرِ بَيِّنَةٍ) لِأَنَّهُمَا تَوَافَقَا عَلَى أَنَّ أَصْلَ الْمَلِكِ فِيهِ لِغَيْرِهِ فَيَكُونُ وُصُولُهَا إِلَى يَدِ ذِي الْيَدِ مِنْ جِهَتِهِ فَلَمْ تَكُنْ يَدُهُ يَدَ خُصُومَةٍ إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ أَنَّ فَلَانًا وَكَتْلَهُ بِقَبْضِهِ لِأَنَّهُ اثْبَتَ بَيِّنَتِهِ كَوْنَهُ أَحَقَّ بِإِمْسَاكِهَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور جب مدعی نے کہا کہ یہ چیز مجھ سے چوری کی گئی ہے اور قابض نے یہ کہا کہ فلاں آدمی نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور گواہی کو بھی قائم کر دیا تو پھر بھی شیخین کے نزدیک خصومت دور نہیں ہوگی اور یہ استحسان ہے۔

حضرت امام محمد کے نزدیک خصومت ختم ہو جائے گی اس لئے کہ مدعی نے قابض پر فعل کا دعویٰ نہیں کیا اور یہ اس طرح ہو گیا جیسے مدعی نے کہا کہ یہ چیز میرے پاس سے غصب کی گئی ہے اور اس کا کوئی غاصب نہیں بتایا۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ فعل فاعل کا تقاضہ کرتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جس کے پاس وہ چیز موجود ہے وہی چور ہے لیکن مدعی نے شفقت کی وجہ سے حدود کرنے کے لئے اس کو متعین نہیں کیا اور پردہ پوشی کو پیش نظر رکھا ہے لہذا یہ اس طرح ہو گیا جیسے مدعی نے قابض سے کہا

اس لئے کہ اس کے خلاف اس میں حد و نشان ہے اور اسی اس نظام نے سے بریں نہیں

[illegible]

بَابُ مَا يَدَّعِيهِ الرَّجُلَانِ

یہ باب دو اشخاص کا دعویٰ کرنے کے بیان میں ہے ﴿

باب دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب دعویٰ کرنے والوں کے ان احکام سے فارغ ہوئے ہیں جن میں مدعی ایک ہوتا ہے تو اب انہوں نے دعویٰ سے متعلق ان احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے جس میں دعویٰ کرنے والے دو افراد ہوتے ہیں اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ واحد ثنویہ سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہذا مصنف علیہ الرحمہ مفرد مدعی سے متعلق احکام کو مقدم اور دو مدعیوں سے متعلق احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۳۶۰، بیروت)

دو مدعیوں کے درمیان اختلاف ہونے کا فقہی بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کے دو حقدار ایک شخص (یعنی ذی الید) کے مقابل میں کھڑے ہو جاتے ہیں ہر ایک اپنا حق ثابت کرتا ہے۔ یہ بات پہلے بتائی گئی ہے کہ خارج کے گواہ کو ذی الید کے گواہ پر ترجیح ہے مگر جبکہ ذی الید کے گواہوں نے وہ وقت بیان کیا جو خارج کے وقت سے مقدم ہے تو ذی الید کے گواہ کو ترجیح ہوگی مگر بعض صورتیں بظاہر ایسی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ذی الید کی تاریخ مقدم ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم نہیں مثلاً کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ہے ایک مہینہ سے میرے یہاں سے غائب ہے ذی الید کہتا ہے یہ چیز ایک سال سے میری ہے مدعی کے گواہوں کو ترجیح ہوگی اور اسی کے موافق فیصلہ ہوگا کیونکہ مدعی نے ملک کی تاریخ نہیں بیان کی ہے تاکہ ذی الید کے گواہوں کو ترجیح دی جائے بلکہ غائب ہونے کی تاریخ بتائی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ملک مدعی کی تاریخ ایک سال سے زیادہ کی ہو۔ (در مختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میرے قبضہ میں ہے اگر ایک نے گواہوں سے اپنا قبضہ ثابت کر دیا تو وہی قابض مانا جائے گا دوسرا خارج قرار دیا جائے گا پھر وہ شخص جس کو قابض قرار دیا گیا اگر گواہوں سے اپنی ملک مطلق ثابت کرنا چاہے گا مقبول نہ ہوں گے کہ ملک مطلق میں ذی الید کے گواہ معتبر نہیں اور اگر قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے تو حلف کسی پر نہیں۔ ایک شخص نے دوسرے سے چیز چھین لی جب اس سے پوچھا گیا تو کہنے لگا میں نے اس لیے لی کہ یہ چیز میری تھی اور گواہوں سے اپنی ملک ثابت کی یہ گواہ مقبول ہیں کہ اگرچہ اس وقت یہ ذی الید ہے مگر حقیقت میں ذی الید نہ تھا بلکہ خارج تھا اس سے لے لینے کے بعد ذی الید ہوا۔ (بحر الرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

مدعیان کا دعویٰ نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِكَاحَ امْرَأَةٍ وَأَقَامَا بَيِّنَةً لَمْ يَقْضِ بِوَاحِدَةٍ مِنَ الْبَيِّنَتَيْنِ) لِنَعْدَمِ الْعَمَلِ بِهِمَا، لِأَنَّ الْمَجْلَلَ لَا يَقْبَلُ إِلَّا شِرَاكَ.

قَالَ (وَيَرْجِعُ إِلَى تَصْدِيقِ الْمَرْأَةِ لِأَحَدِهِمَا) لِأَنَّ النِّكَاحَ مِمَّا يُحْكَمُ بِهِ بِتَصَادُقِ الزَّوْجَيْنِ وَهَذَا إِذَا لَمْ تُؤْكَتِ الْبَيِّنَتَانِ، فَأَمَّا إِذَا وَقَعَا فَصَاحِبُ الْوَقْعِ الْأَوَّلِ أَوْ لَى وَإِنْ أَقَرَّتْ لِأَحَدِهِمَا قَبْلَ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ لَهَا امْرَأَتُهُ) لِنَصَادُقِهِمَا (وَإِنْ أَقَامَ الْآخَرُ الْبَيِّنَةَ فَقُضِيَ بِهَا) لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ أَقْوَى مِنَ الْإِفْرَارِ وَلَوْ تَفَرَّدَ أَحَدُهُمَا بِالْدَّعْوَى وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ فَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ وَقُضِيَ بِهَا الْقَاضِي لَهُ ثُمَّ ادَّعَى الْآخَرَ وَأَقَامَ الْبَيِّنَةَ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ لَا يُحْكَمُ بِهَا) لِأَنَّ الْقَضَاءِ الْأَوَّلَ قَدْ صَحَّ فَلَا يُنْقَضُ بِمَا هُوَ مِثْلُهُ بَلْ هُوَ ذُوْنُهُ (وَأَلَا أَنْ يُؤْكَتِ شُهُودُ الثَّانِي سَابِقًا) لِأَنَّهُ ظَهَرَ الْخَطَأَ إِلَى الْأَوَّلِ بِتَقْيِينِ وَكَهَذَا إِذَا كَانَتْ الْمَرْأَةُ فِي يَدِ الزَّوْجِ وَنِكَاحُهُ ظَاهِرًا لَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْخَارِجِ إِلَّا عَلَى وَجْهِ السَّبْقِ.

فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس عورت سے نکاح کیا ہے اور دونوں نے گواہی پیش کر دی تو دونوں گواہیوں میں سے کسی پر بھی فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ دونوں پر عمل کرنا مشکل ہے کیونکہ عمل اشتراک کو قبول نہیں کرتا فرمایا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں عورت کی تصدیق کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ میاں بیوی کے اتفاق کے ساتھ نکاح کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے یہ اس صورت میں ہوگا جب گواہوں میں سے کسی نے نکاح کا وقت نہ بیان کیا ہو لیکن جب دونوں نے نکاح کا وقت بیان کر دیا تو پہلے کا گواہی افضل ہوگا اور جب عورت نے گواہی پیش کرنے سے پہلے کسی کے لئے اقرار کر دیا تو وہ عورت مقررہ کی بیوی ہوگی اس لئے کہ دونوں نے اتفاق کر لیا ہے اب اگر دوسرے مدعی نے گواہی پیش کر دی تو اس کے حق میں فیصلہ ہوگا اس لئے کہ گواہی اقرار سے قوی ہوتی ہے اور جب صرف ایک آدمی نے دعویٰ کیا اور عورت نے انکار کر دیا اور مدعی نے اس پر گواہی پیش کر دیا اور قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا اس کے دوسرے نے اسی طرح دعویٰ کر کے گواہی پیش کر دی تو اس کی گواہی پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ قضائے اول درست ہے ہذا اس طرح کی گواہی سے وہ باطل نہ ہوگا جو اس کی مثل ہے بلکہ اس سے کمزور ہے مگر یہ کہ دوسرے مدعی کے گواہ پہلے کے گواہوں سے پہلی تاریخ کا ذکر کریں اس لئے کہ اب یقین کے ساتھ پہلا قضاء غلط ہو گیا اسی طرح اگر وہ عورت کسی آدمی کے نکاح میں ہو اور اس کا نکاح ظاہر ہو تو اس صورت میں بھی خارج کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر تاریخ کے مقدم ہونے کی صورت میں قبول کی جائے گی۔

مدعیان کا خریداری کرنے میں دعویٰ کا بیان

قَالَ (وَلَوْ ادَّعى اثنان كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَّهُ اشْتَرى مِنْهُ هَذَا الْعَبْدَ مَعْنَاهُ مَنْ صَاحِبِ الْيَدِ وَأَقَامَا بَيِّنَةً لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَحَدُهُمَا نِصْفَ الْعَبْدِ نِصْفَ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ) لِأَنَّ الْقَاضِيَ يَقْضِي بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لَا مِثْرَانِهِمَا فِي السَّبَبِ لِمَا كَانَ كَالْفُضُولَيْنِ إِذَا تَنَاعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ رَجُلٍ وَأَجَازَ الْمَالِكُ الْبَيْعَيْنِ يُخَيَّرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ تَغَيَّرَ عَلَيْهِ شَرْطُ عَقْدِهِ، فَلَعَلَّ رَغْبَتَهُ فِي تَمْلِكِ الْكُلِّ فَيُرْذُهُ وَيَأْخُذُ كُلُّ الثَّمَنِ.

فَإِنْ قَضَى الْقَاضِيَ بِهِ بَيْنَهُمَا فَقَالَ أَحَدُهُمَا: لَا اخْتَارُ لَمْ يَكُنْ لِلْآخِرِ أَنْ يَأْخُذَ جَمِيعَهُ) لِأَنَّهُ صَارَ مَقْضِيًّا عَلَيْهِ فِي النِّصْفِ فَانْقَسَخَ الْبَيْعُ فِيهِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ خَصَمَ فِيهِ لِظُهُورِ اسْتِحْقَاقِهِ بِالْبَيِّنَةِ لَوْ لَا بَيِّنَةُ صَاحِبِهِ بِخِلَافِ مَا لَوْ قَالَ ذَلِكَ قَبْلَ تَخْيِيرِ الْقَاضِيَ حَيْثُ يَكُونُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ الْجَمِيعَ لِأَنَّهُ يَدَّعى الْكُلَّ وَلَمْ يَفْسخْ مَبِيتُهُ، وَالْعَوْدُ إِلَى النِّصْفِ لِلْمُزَاحِمَةِ وَلَمْ تَوْجَدْ، وَتَظْيِيرُهُ تَسْلِيمُ أَحَدِ الشَّفِيعَيْنِ قَبْلَ الْقَضَاءِ، وَتَظْيِيرُ الْأَوَّلِ تَسْلِيمُهُ بَعْدَ الْقَضَاءِ وَلَوْ ذَكَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تَارِيخًا فَهُوَ لِلأَوَّلِ مِنْهُمَا) لِأَنَّهُ اثْبَتَ ارْتِبَاءً فِي زَمَانٍ لَا يُنَازَعُهُ فِيهِ أَحَدٌ فَأَنْدَفَعَ الْآخِرُ بِهِ (وَلَوْ وَقَّتْ أَحَدَاهُمَا وَلَمْ تَوْقَّتْ الْآخَرَى فَهُوَ لِصَاحِبِ الْوَقْتِ) لِثُبُوتِ مِلْكِهِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ وَاحْتِمَالِ الْآخِرِ أَنْ يَكُونَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا يَقْضِي لَهُ بِالشَّكِّ (وَإِنْ لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا وَمَعَ أَحَدِهِمَا قَبْضٌ فَهُوَ أَوَّلَى) وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ فِي يَدِهِ لِأَنَّهُ تَمَكَّنَهُ مِنْ قَبْضِهِ يَدُلُّ عَلَى سَبْقِ شِرَائِهِ، وَلِأَنَّهُمَا اسْتَوَيَا فِي الْإِثْبَاتِ فَلَا تُنْقَضُ الْيَدُ الثَّابِتَةُ بِالشَّكِّ، وَكَذَا لَوْ ذَكَرَ الْآخَرُ وَقَّتَا لِمَا بَيَّنَّا إِلَّا أَنْ يَشْهَدُوا أَنَّ شِرَاءَهُ كَانَ قَبْلَ شِرَاءِ صَاحِبِ الْيَدِ لِأَنَّ الصَّرِيحَ يَقُوقُ الدَّلَالََةَ.

جب دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے قبضہ کرنے والا سے یہ غلام خریدا ہے اور انہوں نے گواہ پیش کر دیا تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو آدھا ثمن دے کر آدھا غلام لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دیاں لے لے کہ قاضی ان کے درمیان نصف نصف کا فیصلہ کرے گا اس لئے کہ سبب میں دونوں برابر ہیں تو یہ اس طرح ہو گیا جیسے دو فضولیوں میں سے ہر ایک نے الگ الگ خریدار سے فروخت کر دیا اور مالک نے دونوں کو بیع کی اجازت دے دی تو پھر بھی ہر خریدار کو اختیار دیا جائے گا اس لئے کہ ہر خریدار پر عقد کی شرط متغیر ہو گئی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی خواہش یہ ہو کہ وہ پورے غلام کا مالک بنے ہذا اگر وہ چاہے تو بیع کو واپس کر کے پورا ثمن واپس لے لے اور جب قاضی ان دونوں کے درمیان نصف نصف غلام کا فیصلہ کر دے لیکن ایک خریدار کہے کہ میں نصف نہیں لوں گا تو دوسرے کے لئے پورا غلام لینے کا حق نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کے متعلق نصف کا فیصلہ ہو چکا ہے لہذا نصف میں اس کی بیع فسخ ہو جائے گی۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ ایک خریدار ان میں سے ختم ہے اس لئے کہ اگر دوسرے خریدار

کے گواہ نہ ہوتے تو گواہی کی وجہ سے اس کا استحقاق ظاہر ہو جاتا اس صورت کے خلاف جب قاضی اختیار دینے سے پہلے کی خریدار نے انکار کر دیا تو اس صورت میں انکار کرنے والے کے علاوہ پر پورا غلام خریدنے کا اختیار ہوگا اس لئے کہ وہ پورے غلام کا دعویٰ کرنے والا تھا اور اس کا سبب شفع نہیں ہوا اور نصف کی طرف عود کرنا مزاحمت کے سبب ہے اور یہاں پر مزاحمت نہیں پائی جا رہی اس کی مثال قضائے قاضی سے پہلے دشفع کرنے والوں کا دستبردار ہونا ہے اور پہلے کی مثال قضائے قاضی کے بعد ایک شفیع کا دستبردار ہونا ہے۔

جب دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک نے تاریخ بیان کر دی تو وہ غلام پہلی تاریخ والے کا ہوگا اس لئے کہ اس نے ایسے وقت میں ثراء ثابت کیا ہے جس میں کوئی اس کا مزاحم نہیں لہذا اس سے دوسرے کا ثراء ختم ہو جائے گا اور جب ایک گواہی کا وقت بیان کیا اور دوسری کا وقت بیان نہیں کیا تو وہ غلام وقت بیان کرنے والے کا ہوگا اس لئے کہ اس وقت میں اس کی ملکیت ثابت ہے اور دوسرے میں یہ احتمال ہے کہ اس نے مذکورہ وقت سے پہلے اس کو خریدا ہو یا اس کے بعد خریدا ہو لہذا شک کی بناء پر اس کے لئے فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور جب دونوں نے تاریخ بیان نہ کی اور ان میں سے کسی کا قبضہ ہے یعنی مدعی بہ کسی کے قبضہ میں ہو تو قبضہ کرنے والا اس کا زیادہ حق دار ہوگا اس لئے کہ اس کا قبضہ پر قادر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ثراء مقدم ہے اور اس لئے کہ دونوں مدعی دعویٰ کو ثابت کرنے میں برابر ہیں لہذا شک کی وجہ سے ثابت شدہ قبضہ ختم نہیں ہوگا اسی طرح اگر دوسرے نے وقت اور تاریخ بیان کر دی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے مگر یہ کہ اس کے گواہ شہادت دے دے دیں کہ دوسرے کا ثراء قبضے والے کے ثراء سے مقدم ہے اس لئے کہ صراحت دلالت سے برتر ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

مدعیان میں مختلف دعوؤں کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ ادَّعَى أَحَدُهُمَا شِرَاءً وَالْأُخَرُ هِبَةً وَقَبْضًا) مَعْنَاهُ مِنْ وَاحِدٍ (وَأَقَامَا بَيِّنَةً وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا فَالْشِرَاءُ أَوْلَى) لِأَنَّ الشِّرَاءَ أَقْوَى لِكَوْنِهِ مُعَاوَضَةً مِنَ الْجَانِبَيْنِ، وَلِأَنَّهُ يُثَبِّتُ الْمِلْكَ بِنَفْسِهِ وَالْمِلْكُ فِي الْهِبَةِ يَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَبْضِ، وَكَذَا الشِّرَاءُ وَالصَّدَقَةُ مَعَ الْقَبْضِ لِمَا بَيَّنَّا (وَالْهِبَةُ وَالْقَبْضُ وَالصَّدَقَةُ مَعَ الْقَبْضِ مَوَاءٌ حَتَّى يَقْضَى بَيْنَهُمَا) لَا سِتَوَاءَ لِهَيْمَا فِي وَجْهِ التَّبَرُّعِ، وَلَا تَرْجِيحَ بِالزُّرْمِ لِأَنَّهُ يَرْجِعُ إِلَى الْمَالِ وَالتَّرْجِيحُ بِمَعْنَى قَائِمٍ فِي الْحَالِ، وَهَذَا فِيمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ صَحِيحٌ، وَكَذَا فِيمَا يَحْتَمِلُهَا عِنْدَ الْبَعْضِ لِأَنَّ الشُّيُوعَ طَارِعٌ. وَعِنْدَ الْبَعْضِ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ تَنْفِيدُ الْهِبَةِ فِي الشَّائِعِ وَصَارَ كَقَامَةِ الْبَيِّنَتَيْنِ عَلَى الْإِثْبَانِ وَهَذَا أَصَحُّ

فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ایک نے خریدنے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے ہبہ مع قبضہ کا دعویٰ کیا یعنی ایک ہی شخص سے اور دونوں نے گواہی پیش کر دی لیکن کسی کے پاس تاریخ نہ ہو تو ثراء کو ترجیح ہوگی اس لئے کہ ثراء اقویٰ ہے اس لئے وہ جانیمن سے معاوضہ ہے اور اس لئے کہ ثراء بذات خود ملکیت ثابت کرتا ہے جب کہ ہبہ میں ملکیت قبضہ پر موقوف رہتی ہے ثراء در صدقہ مع قبضہ کا بھی یہی حکم ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ہبہ مع قبضہ اور صدقہ مع قبضہ دونوں برابر ہیں

حتیٰ کہ دونوں مدعیوں کے درمیان فیصلہ لیا جائے گا اس لئے کہ جو مدعی نے پہلے دونوں تہا میں سے ایک کو بلا لیا ہے وہی اس لئے کہ لاہم آخر میں اورتا ہے جبکہ ترجیح ایسے سبب کی وجہ سے ہوتی ہے جو فی الحال قائم ہو یہ حکم ان تہا میں سے جو کسی کے قابل نہ ہوں اور اہل اہم کے نزدیک تقسیم ہونے والی تہا میں بھی یہ درست ہے اس لئے کہ ثبوت احمد میں بھی ہوا ہوتی ہے اور اہل کے نزدیک یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ ثبوت تہا میں ہے کہ تافذ کرتا ہے۔ یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ سبب کسی نے یہی پورا کرنا ہوں اور قائم کیا ہو کہ درست ہے۔

جب مدعی نے دعویٰ خریداری جبکہ مدعیہ نے دعویٰ نکاح کر دیا ہے

قَالَ (وَإِذَا ادَّعى أَحَدُهُمَا الشِّرَاءَ وَادَّعى الْآخَرُ أَنَّ تَزْوِجَهَا عَلَيْهِ فَهُمَا سَوَاءٌ) لَا سَبَبَ بَيْنَهُمَا فِي الْقُوَّةِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَقْدٌ مُعَاوَضَةٌ بِنَيْتِ الْمَلِكِ بِنَفْسِهِ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ .
وَقَالَ مُحَمَّدٌ : الشِّرَاءُ أَوْلَى وَلَهَا عَلَى الزَّوْجِ الْقِيَمَةُ لِأَنَّهُ أَمَكَنَ الْعَمَلُ بِالسَّيِّئِ بِتَقْدِيرِهِمُ الشِّرَاءَ إِذَا التَّزْوُجُ عَلَى قَبْلِ مَمْلُوكَةٍ لِلغَيْرِ صَحِيحٌ وَتَجِبُ قِيَمَتُهُ عِنْدَ تَعْدِيرِ تَسْلِيْمِهِ . وَإِذَا ادَّعى أَحَدُهُمَا رَهْنًا وَقَبْضًا وَالْآخَرُ هَبَةً وَقَبْضًا وَأَقَامَا بَيِّنَةً لِرَهْنٍ أَوْلَى) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ ، وَلِی الْقِيَاسِ الْهَبَةُ أَوْلَى لِأَنَّهَا تُثْبِتُ الْمَلِكَ وَالرَّهْنُ لَا يُثْبِتُهُ . وَجَهُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّ الْمَقْبُوضَ بِحُكْمِ الرَّهْنِ مَضْمُونٌ وَبِحُكْمِ الْهَبَةِ غَيْرُ مَضْمُونٍ وَعَقْدُ الضَّمَانِ أَوْلَى .
بِخِلَافِ الْهَبَةِ بِشَرْطِ الْعَوَضِ لِأَنَّهُ بَيْعٌ انْتِهَاءً . وَالْبَيْعُ أَوْلَى مِنَ الرَّهْنِ لِأَنَّهُ عَقْدُ ضَمَانٍ يُثْبِتُ الْمَلِكَ صُورَةً وَمَعْنَى ، وَالرَّهْنُ لَا يُثْبِتُهُ إِلَّا عِنْدَ الْهَلَاكِ مَعْنَى لَا صُورَةً لَكِنَّا الْهَبَةَ بِشَرْطِ الْعَوَضِ

العوض

فرمایا کہ جب مدعیوں میں سے ہر ایک نے شرا کا دعویٰ کیا اور ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ مدعی علیہ نے اس غلام کے بدلے مجھ سے نکاح کیا ہے تو دونوں دعویٰ کرنے والے برابر ہیں اس لئے کہ قوت میں دونوں ایک جیسے ہیں کیونکہ شرا اور نکاح میں سے ہر ایک معاوضہ ہے اور بذات خود ملکیت ثابت کرتا ہے یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے امام محمد کے نزدیک شرا افضل ہے اور شوہر پر عورت کے لئے غلام کی قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ شرا کو مقدم کر کے دونوں گواہیوں پر عمل کرنا ممکن ہے اس لئے کہ غیر کے مال کو کہ مین پر نکاح کرنا درست ہے اور اس کی سپردگی مستعد رہنے کے سبب اس مین کی قیمت واجب ہوگی۔

اور جب ایک نے قبضہ کے ساتھ رہن کا دعویٰ کیا جبکہ دوسرے نے بیہ اور قبضہ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہی کو پیش کر دیا تو رہن کو مقدم کیا جائے گا استحسان کے سبب ہے اور قیاس کے مطابق بیہ اولیٰ ہوگا اس لئے کہ بیہ ملک کو ثابت کرنے والا ہے جبکہ رہن ملک کو ثابت کرنے والا نہیں ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز رہن کے طور پر قبضہ کی جاتی ہے وہ مضمون ہوتی ہے اور جو چیز بیہ کے طور پر قبضہ کی جاتی ہے وہ مضمون نہیں ہوتی اور عقد ضمان قوی ہوتا ہے۔ یہ خلاف اس بیہ کے بدلے کی شرط کے ساتھ ہوتا ہے

کیونکہ اس کی ابتداء بیع ہے حالانکہ بیع رہن سے اولیٰ ہے کیونکہ عقد ضمان بطور صورت و حکم دونوں طرح ملکیت کو ثابت کرنے والا ہے جبکہ رہن یہ ملکیت کو ثابت نہیں کرتی مگر جب حکمی طور پر ہلاکت کے وقت ہو جائے جبکہ بطور صورت نہیں۔ اور ہمیشہ بشرط عوض والا ہے مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

دعویٰ میں تاریخ کے تقدم کو ترجیح حاصل ہونے کا بیان

(وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجَانِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَلِكِ وَالتَّارِيخُ فَصَاحِبُ التَّارِيخِ الْأَقْدَمُ أَوَّلَى) لِأَنَّهُ أَثْبَتَ أَنَّهُ أَوَّلُ الْمَالِكَيْنِ فَلَا يَتَلَقَّى الْمَلِكُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَلَمْ يَتَلَقَّ الْآخَرُ مِنْهُ.

قَالَ : (وَلَوْ ادَّعَى الشَّرَاءُ مِنْ وَاحِدٍ مَعْنَاهُ مِنْ غَيْرِ صَاحِبِ الْبَيْدِ وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى تَارِيخَيْنِ فَلَا أَوَّلَ أَوَّلَى) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ أَثْبَتَ فِي وَقْتٍ لَا مُتَارِعَ لَهُ فِيهِ (وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشَّرَاءِ مِنْ آخَرَ وَذَكَرَا تَارِيخًا) فَيُتِمَّا سَوَاءً لِأَنَّهُمَا يُثْبِتَانِ الْمَلِكَ لِبَايَعِيهِمَا فَيَصِيرُ كَأَنَّهُمَا حَضَرَا ثُمَّ يُخَيَّرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ (وَلَوْ وَقَّعْتُ إِحْدَى الْبَيِّنَتَيْنِ وَقَّعْتُ الْآخَرَ قَضَى بَيْنَهُمَا نَصْفَيْنِ) لِأَنَّ تَوَقُّعَ إِحْدَاهُمَا لَا يَدُلُّ عَلَى تَقْدُّمِ الْمَلِكِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ الْآخَرُ أَقْدَمَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْبَايَعُ وَاحِدًا لِأَنَّهُمَا اتَّفَقَا عَلَى أَنَّ الْمَلِكَ لَا يَتَلَقَّى إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ، فَإِذَا أَثْبَتَ أَحَدُهُمَا تَارِيخًا يَحْكُمُ بِهِ حَتَّى يَتَبَيَّنَ أَنَّهُ تَقْدَّمُ شِرَاءُ غَيْرِهِ.

وَلَوْ ادَّعَى أَحَدُهُمَا الشَّرَاءَ مِنْ رَجُلٍ وَالْآخَرُ الْبَيِّنَةَ وَالْقَبْضَ مِنْ غَيْرِهِ وَالثَّالِثُ الْمِيرَاثَ مِنْ أَبِيهِ وَالرَّابِعُ الصَّدَقَةَ وَالْقَبْضَ مِنْ آخَرَ قَضَى بَيْنَهُمْ أَرْبَاعًا) لِأَنَّهُمْ يَتَلَقَّوْنَ الْمَلِكَ مِنْ بَايَعِيهِمْ فَيَجْعَلُ كَأَنَّهُمْ حَضَرُوا وَأَقَامُوا الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَلِكِ الْمُطْلَقِ.

فرمایا کہ جب دو آدمیوں نے کسی غیر قبضہ کرنے والے آدمی سے شراء کا دعویٰ کیا اور دونوں نے دو تاریخوں پر گواہی پیش کر دی تو پہلی تاریخ والے کی گواہی مقدم ہوگی اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے کہ پہلے نے ایسے وقت میں اپنی ملکیت ثابت کر دی جس میں اس کا کوئی مقابل نہیں ہے اور جب ان میں سے ہر ایک مدعی نے شراء پر گواہی پیش کی اور دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو دونوں برابر ہوں گے اس لئے کہ دونوں اپنے بیچنے والا کے لئے ملکیت ثابت کر رہے ہیں تو یہ ایسا ہو گیا جیسے دونوں بیچنے والا حاضر ہو گئے پس ہر مدعی کو اختیار دیا جائے گا جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب دونوں گواہیوں میں سے ایک کی تاریخ بیان کی گئی اور دوسرے کی تاریخ نہیں بیان کی گئی تو ان کے درمیان نصف نصف کا فیصلہ کر دیا جائے گا اس لئے کہ ایک گواہی کا وقت بیان کرنا تقدم کی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے مذکورہ چیز کا مالک ہو اس صورت کے خلاف جب بیچنے والا ایک ہو اس لئے کہ دونوں مدعی اس بات پر متفق ہو گئے کہ اس ایک بیچنے

والے کی ملکیت حاصل کی گئی ہے پس جب ایک مدعی نے تاریخ بیان کر دی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ یہ واضح ہو جائے کہ اس کے مقابل کا شرائ اس سے پہلے ہے اور جب ان میں سے ایک نے شرائ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے قبضہ کے ساتھ یہہ کا دعویٰ کیا اور تیسرے نے اپنے باپ کی میراث ہونے کا دعویٰ کیا اور چوتھے نے قبضہ کے ساتھ صدقہ کا دعویٰ کیا تو قاضی اس چیز کو ان چاروں کے درمیان تقسیم کر دے گا اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک نے ملک کو حاصل کرنے کا دعویٰ کیا ہے یہ اس طرح ہے کہ جس طرح تمام مدعی حاضر ہوں اور وہ مطلق ملک پر گواہی قائم کر دیں۔

قابض کی گواہی کے مقدم ہونے کا بیان

قَالَ : (وَأَنَّ أَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلَى مِلْكٍ مُؤَرَّخٍ وَصَاحِبُ الْيَدِ بَيِّنَةٌ عَلَى مِلْكٍ أَقْدَمَ تَارِيخًا تَمَّانَ أَوَّلَى) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ مُحَمَّدٍ. وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ رَجَعَ إِلَيْهِ لِأَنَّ الْبَيِّنَتَيْنِ قَامَتَا عَلَى مُطْلَقِ الْمِلْكِ وَلَمْ يَتَعَرَّضَا لِجِهَةِ الْمِلْكِ فَكَانَ التَّقْدُّمُ وَالتَّأَخُّرُ سَوَاءً.

وَلَهُمَا أَنَّ الْبَيِّنَةَ مَعَ التَّارِيخِ مُتَضَمِّنَةٌ مَعْنَى الدَّفْعِ، فَإِنَّ الْمِلْكَ إِذَا ثَبَتَ لِشَخْصٍ فِي وَقْتٍ لَبُوتُهُ لِغَيْرِهِ بَعْدَهُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالتَّلَقُّي مِنْ جِهَتِهِ وَبَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ عَلَى الدَّفْعِ مَقْبُولَةٌ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ لَوْ كَانَتْ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا وَالْمَعْنَى مَا بَيَّنَّا، وَلَوْ أَقَامَ الْخَارِجُ وَذُو الْيَدِ الْبَيِّنَةَ عَلَى مِلْكٍ مُطْلَقٍ وَوَقَّتْ إِحْدَاهُمَا دُونَ الْأُخْرَى فَعَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ الْخَارِجُ أَوَّلَى. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ : صَاحِبُ الْوَقْتِ أَوَّلَى لِأَنَّهُ أَقْدَمُ وَصَارَ كَمَا فِي دَعْوَى الشِّرَاءِ إِذَا أَرَحَتْ إِحْدَاهُمَا كَانَ صَاحِبُ التَّارِيخِ أَوَّلَى. وَلَهُمَا أَنَّ بَيِّنَةَ ذِي الْيَدِ إِنَّمَا تُقْبَلُ لِتَضَمُّنِهَا مَعْنَى الدَّفْعِ، وَلَا دَفْعَ هَاهُنَا حَيْثُ وَقَعَ الشُّكُّ فِي التَّلَقُّي مِنْ جِهَتِهِ، وَعَلَى هَذَا إِذَا كَانَتْ الدَّارُ فِي أَيْدِيهِمَا وَلَوْ كَانَتْ فِي يَدِ ثَالِثٍ، الْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا فَهُمَا سَوَاءٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : الَّذِي وَقَّتْ أَوَّلَى.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : الَّذِي أَطْلَقَ أَوَّلَى لِأَنَّهُ ادَّعَى أَوَّلِيَّةَ الْمِلْكِ بِدَلِيلِ اسْتِحْقَاقِ الزَّوَائِدِ وَرُجُوعِ الْبَاعَةِ بَعْضُهَا عَلَى الْبَعْضِ. وَلَا بَيِّنَةَ يُوسُفَ أَنَّ التَّارِيخَ يُوجِبُ الْمِلْكَ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ بَيِّنِينَ وَالْإِطْلَاقَ يَحْتَمِلُ غَيْرَ الْأَوَّلِيَّةِ، وَالتَّرْجِيحُ بِالْبَيِّنَةِ؛ كَمَا لَوْ ادَّعَى الشِّرَاءُ. وَلَا بَيِّنَةَ أَنَّ التَّارِيخَ يُضَامُّ أَحْتِمَالُ عَدَمِ التَّقْدُّمِ فَسَقَطَ اعْتِبَارُهُ فَصَارَ كَمَا لَوْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ عَلَى مِلْكٍ مُطْلَقٍ، بِخِلَافِ الشِّرَاءِ لِأَنَّهُ أَمْرٌ حَادِثٌ فَيُضَافُ إِلَى أَقْرَبِ الْأَوْقَاتِ فَيَتَرَجَّحُ جَانِبُ صَاحِبِ

التاریخ .

فرمایا کہ جب خارج نے تاریخ کے ساتھ اپنی ملکیت پر گواہی پیش کر دی اور قبضہ کرنے والا نے اس سے پرانی تاریخ پر گواہی پیش کر دی تو قبضہ کرنے والے کی گواہی افضل ہو گا یہ شیخین کے نزدیک ہے اور امام محمد سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے اور امام محمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ قبضہ کرنے والا کا گواہی قبول نہیں کیا جائے گا اور امام محمد نے اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے اس لئے کہ دونوں گواہوں کا ملک مطلق پر ہے اور کسی میں سبب ملک سے بحث نہیں کی گئی لہذا تقدم اور تاخر دونوں برابر ہوں گے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ والیہ گواہی دفع کے معنی کو محضمن ہے۔ اس لئے کہ جب ایک وقت میں کسی آدمی کے لئے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے تو دوسرے کے لئے اس کا ثبوت پہلے کی طرف سے حصول کے ذریعے ہوتا ہے اور دفع کے حوالے سے قبضہ کرنے والا کی گواہی مقبول ہوگی اس میں اختلاف پر یہ بھی ہے کہ جب گھر دونوں کے قبضہ میں ہو اور سبب وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں نے مطلق ملک پر گواہی پیش کی اور ان میں سے ایک نے گواہی کے تاریخ بیان کر دی دوسرے نے نہ کی تو طرفی کے نزدیک خارج کا گواہی افضل ہوگا۔

جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک تاریخ والے کا گواہی افضل ہو گا یہی امام اعظم سے بھی روایت ہے اس لئے کہ وہ پہلے کا ہے یہ اس طرح ہو گیا جیسے شراء سے دعویٰ میں ایک مدعی نے اپنے گواہی کی تاریخ بیان کر دی تو وہ مقدم ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کرنے والے کی گواہی اس وجہ سے قبول کیا جاتا ہے کہ وہ دفع کے معنی کو شامل ہے اور یہاں دفع نہیں ہے اس لئے کہ قبضہ کرنے والا کی طرف سے ملکیت ثابت ہونے میں شک ہو گیا یہی اختلاف اس صورت میں بھی ہے جب گھر ان کے قبضہ میں ہو اور جب گھر کسی تیسرے کے قبضہ میں ہو اور مسئلہ یہی ہو تو دونوں مدعی امام اعظم کے نزدیک برابر ہیں امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ تاریخ بیان کرنے والا مقدم ہو گا امام محمد کے نزدیک ملک مطلق والے کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ یہ آدمی پہلے مالک ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ یہی آدمی مدعی بہ کے زوائد اور حاصلات کا بھی مستحق ہے اور بیچنے والا اور خریدنے والا ایک دوسرے سے رجوع کرتے ہوئے اس آدمی تک پہنچیں گے۔

امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ مؤرخ کے وقت میں یقینی طور پر ملکیت ثابت کرتی ہے جبکہ اطلاق میں غیر اولیت کا بھی احتمال ہے اور یقین کو ہی ترجیح ہوتی ہے جس طرح یہ ہے کہ جب انہوں نے شراء کا دعویٰ کیا ہو۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ تاریخ میں اس کے مقدم نہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے لہذا تاریخ کا احتمال سا قہ ہو جائے گا جس طرح اس صورت میں کہ جب دونوں ملک مطلق پر گواہی پیش کر دیں شراء کے خلاف اس لئے کہ وہ نیا معاملہ ہوتا ہے لہذا اس کو قریب ترین وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا اس لئے تاریخ والے کی جانب راجع ہوگی۔

خارج وقابض کا نتائج پر گواہی پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ وَصَاحِبُ الْيَدِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً عَلَى الْبَيْتِ فَصَاحِبُ الْيَدِ أَوَّلَى) لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ قَامَتْ عَلَى مَا لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ فَاسْتَوَيَا، وَتَرَجَّحَتْ بَيِّنَةُ ذِي الْيَدِ بِالْيَدِ فَيَقْضَى لَهُ

وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ عِيسَى بْنُ ابْنِ أَنَانَ أَنَّهُ تَنَاهَا تَرُ الْبَيْتَانِ وَيُتْرَكُ لِي يَدِهِ لَا عَلَى طَرِيقِ الْقَضَاءِ،

وَلَوْ تَلَقَّى كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْمَلِكَ مِنْ رَجُلٍ أَقَامَ الْبَيْتَةَ عَلَى الْبِتَاجِ عِنْدَهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ إِقَامَتِهَا عَلَى الْبِتَاجِ فِي يَدِ نَفْسِهِ (وَلَوْ أَقَامَ أَحَدُهُمَا الْبَيْتَةَ عَلَى الْمَلِكِ وَالْآخَرُ عَلَى الْبِتَاجِ فَصَاحِبُ الْبِتَاجِ أَوْلَى أَيْضًا كَانَ) لِأَنَّ بَيْتَتَهُ قَامَتْ عَلَى أَوْلِيَّةِ الْمَلِكِ فَلَا يَكْبُتُ لِالْآخَرِ إِلَّا بِالتَّلَقُّي مِنْ جِهَتِهِ، وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَتْ الدَّعْوَى بَيْنَ خَارِجَيْنِ فَبَيْتَةُ الْبِتَاجِ أَوْلَى لِمَا ذَكَرْنَا (وَلَوْ قَضَى بِالْبِتَاجِ لِصَاحِبِ الْيَدِ ثُمَّ أَقَامَ ثَالِثُ الْبَيْتَةَ عَلَى الْبِتَاجِ بِقَضَى لَهُ إِلَّا أَنْ يُعِيدَهَا ذُو الْيَدِ) لِأَنَّ الثَّالِثَ لَمْ يَصِرْ مَقْضِيًّا عَلَيْهِ بِتِلْكَ الْقَضِيَّةِ، وَكَذَا الْمَقْضَى عَلَيْهِ بِالْمَلِكِ الْمُطْلَقِ إِذَا أَقَامَ الْبَيْتَةَ عَلَى الْبِتَاجِ تَقَبُّلٌ وَيُنْقَضُ الْقَضَاءُ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ النَّصِّ.

فرمایا کہ جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں نے نتائج پر گواہی پیش کی تو قبضہ کرنے والا کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ گواہی اس چیز پر قائم ہوا ہے جس پر قبضہ دلالت نہیں کرتا تو دونوں مدعی برابر ہوں گے اور قبضہ کی وجہ سے قبضہ کرنے والا کا گواہی رائج ہوگا لہذا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے یہی درست ہے۔

عیسیٰ بن ابان کے قول کے خلاف کہ دونوں سے گواہی ساقط ہو جائے گی اور مدعی بہ قضاء کے سوا قبضہ کرنے والا کے پاس چھوڑ دی جائے گی اور جب قبضہ کرنے والا اور خارج میں سے ہر ایک نے کسی دوسرے آدمی سے ملک کے حصول کا دعویٰ کیا اور دونوں نے نتائج پر گواہی پیش کر دیا تو یہ اپنے قبضہ میں موجود چیز کے نتائج پر گواہی پیش کر نیکی طرح ہوگا اور جب ایک نے ملکیت پر گواہی پیش کیا اور دوسرے نے نتائج پر تو نتائج والے کی گواہی رائج ہوگی چاہے وہ قبضہ کرنے والا ہو یا خارج اس لئے کہ اس کا گواہی پہلے ملکیت پر قائم ہوا ہے لہذا دوسرے کے لئے اسی کی طرف سے ہی ملکیت ثابت ہوگی ایسے ہی جب دو خارجوں کا دعویٰ ہو تو نتائج والے کا گواہی رائج ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے اور جب قبضہ کرنے والا کے لئے نتائج کا فیصلہ کر دیا گیا ہو پھر تیسرے آدمی نے نتائج پر گواہی پیش کر دیا تو اس کے لئے نتائج کا فیصلہ کر دیا جائے گا مگر یہ کہ قبضہ کرنے والا دوبارہ گواہی پیش کر دے اس لئے کہ سابق قضاء سے تیسرا آدمی مقتضی علیہ نہیں ہوا تھا اسی طرح جب ملک مطلق کا مقتضی علیہ نتائج پر گواہی پیش کر دے تو اس کا گواہی بھی قبول کیا جائے گا اور پہلا قضاء باطل ہو جائے گا اس لئے کہ دوسری قضاء نص کے درجہ میں ہے اور پہلا اجتہاد کی طرح ہے۔

غیر مکرر سبب ملکیت کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ النَّسْجُ فِي الْبَيْتِ لَا يَنْسَجُ إِلَّا مَرَّةً) كَقَوْلِ الْقُطَيْنِ (وَكَذَلِكَ كُلُّ سَبَبٍ فِي الْمَلِكِ لَا يَتَكَرَّرُ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبِتَاجِ كَحَلْبِ اللَّبَنِ وَاتِّخَاذِ الْجُبْنِ وَاللَّبْدِ وَالْمِرْعَزَى

وَجَزَّ الصُّوفِ، وَإِنْ كَانَ يَتَكَرَّرُ قُضِيَ بِهِ لِلخَارِجِ بِمَنْزِلَةِ الْمَلِكِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ مِثْلُ الْحَرْبِ وَالْبِنَاءِ وَالغَرْسِ وَزِرَاعَةِ الْحِنْطَةِ وَالْحُبُوبِ، فَإِنْ أَشْكَلَ يَرْجِعُ إِلَى أَهْلِ الْخَبْرَةِ لِأَنَّهُمْ أَعْرِفُ بِهِ، فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ قُضِيَ بِهِ لِلخَارِجِ لِأَنَّ الْقَضَاءَ بَيِّنَتِهِ هُوَ الْأَصْلُ وَالْعُدُولُ عَنْهُ بِخَبَرِ النَّتَاجِ، فَإِذَا لَمْ يَعْلَمْ يَرْجِعُ إِلَى الْأَصْلِ.

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ الْخَارِجُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَلِكِ الْمُطْلَقِ وَصَاحِبِ الْيَدِ الْبَيِّنَةِ عَلَى الشِّرَاءِ مِنْهُ كَانَ صَاحِبُ الْيَدِ أَوْلَى) لِأَنَّ الْأَوَّلَ إِنْ كَانَ يَدْعِي أَوْلِيَّةَ الْمَلِكِ فَهَذَا تَلَقَّى مِنْهُ، وَفِي هَذَا لَا تَسَافِي قَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ بِالْمَلِكِ لَهُ ثُمَّ ادَّعَى الشِّرَاءَ مِنْهُ.

فرمایا کہ ان کیڑوں کی بنائی کا بھی یہی حکم ہوگا جو صرف ایک ہی مرتبہ بنے جاتے ہیں جس طرح روئی سے سوت نکات کر کیڑے بنتا اور یہی حکم ہر اس سبب ملک کا ہوگا جو مکرر نہ ہو اس لئے کہ وہ نتائج کے معنی میں ہے جیسے دودھ دوہنا، پنیر اور نمک بنانا بھیڑ اور بکری کے بال کاٹنا اور اون کا تنا اور جب وہ سب متکرر ہو تو اس کا فیصلہ خارج کے لئے ہوگا جس طرح مطلق ملک کے دعوے میں ہوتا ہے مثلاً ریشم کا کیڑا بنانا اور عمارت بنوانا اور پودے لگانا اور گندم اور غلوں کی کھیتی کرنا اور جب معاملہ مشتبہ ہو تو ماہرین سے رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ ان کو اس کی زیادہ معلومات ہوتی ہیں لیکن جب ان پر بھی معاملہ مشتبہ ہو تو خارج کے لئے اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا اس لئے کہ خارج کے گواہی پر فیصلہ کرنا اصل ہے اور نتائج کی خبر پر اصل سے عدول کیا جائے گا اور جب اس کا پتہ نہ ہو تو اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب خارج نے ملک مطلق پر گواہی پیش کی اور قبضہ کرنے والا نے خارج سے خریدنے پر گواہی پیش کر دی تو قبضہ کرنے والا مقدم ہوگا اس لئے کہ اگرچہ خارج اولیت کی ملکیت کو ثابت کر رہا ہے لیکن قبضہ کرنے والا نے اسی خارج سے ملک کا حصول ثابت کر دیا اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے یہ اس طرح ہو گیا جیسے قبضہ کرنے والا نے خارج کی ملکیت کا اقرار کیا پھر اسی سے شراء کا دعویٰ کر لیا ہے۔

تاریخ بیان نہ کرنے پر گواہی کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخِرِ وَلَا تَارِيخَ مَعَهُمَا تَهَاتَرَتْ الْبَيِّنَتَانِ وَتَتَرَكَ الدَّارُ فِي يَدِ ذِي الْيَدِ) قَالَ : وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ . وَعَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَقْضَى بِالْبَيِّنَتَيْنِ وَيَكُونُ لِلخَارِجِ لِأَنَّ الْعَمَلَ بِهِمَا مُمَكِّنٌ فَيَجْعَلُ كَأَنَّهُ اشْتَرَى دُو الْيَدِ مِنَ الْآخِرِ وَقَبْضَ ثُمَّ بَاعَ الدَّارَ لِأَنَّ الْقَبْضَ دَلَالَةُ السَّبْقِ عَلَى مَا مَرَّ، وَلَا يَعْكِسُ الْأَمْرَ لِأَنَّ الْبَيْعَ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ فِي الْعَقَارِ عِنْدَهُ . وَلَهُمَا أَنْ الْإِقْدَامَ عَلَى الشِّرَاءِ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْمَلِكِ لِلْبَائِعِ قَصَارَ كَأَنَّهُمَا قَامَتَا عَلَى الْإِقْرَارَيْنِ وَفِيهِ التَّهَاتُرُ بِالْإِجْمَاعِ، كَذَا

مَا هُنَا، وَلَآنَ السَّبَبُ يُرَادُ لِحُكْمِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلَا يُمَكِّنُ الْقَضَاءُ الْيَدَ إِلَّا بِمِلْكٍ مُسْتَحَقٍّ فَبَقِيَ الْقَضَاءُ لَهُ بِمَجَرَّدِ السَّبَبِ وَأَنَّهُ لَا يُفِيدُهُ.

فرمایا کہ جب دو مدعیوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے شراء کی گواہی پیش کر دی اور ان کے ساتھ تاریخ بیان نہ کی تو دونوں گواہیاں باطل ہو جائیں گی اور وار کو قبضہ کرنے والا کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا فرمایا کہ یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔ حضرت امام محمد کے نزدیک دونوں گواہیوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور مدعی بہ خارج کا ہو گا اس لئے کہ دونوں گواہیوں پر عمل کرنا ممکن ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح قبضہ کرنے والا نے دوسرے سے خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر خارج کو بیع کر دیا لیکن بیع کو اس کے سپرد نہیں کیا اس لئے کہ قبضہ سبقت ملک کی دلیل ہے جس طرح کہ گزر چکا ہے اور اس کے برعکس نہیں ہو گا اس لئے کہ بیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ عقار ہی کیوں نہ ہو یہ امام محمد کا قول ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شراء پر اتمام کرنا حقیقت میں خریدار کی طرف سے بیچنے والا کے لئے ملکیت کا اقرار ہے اور دونوں گواہیاں دو اقراروں پر منعقد ہوئی ہیں اور اس جیسی صورتوں میں بہ اتفاق شہادتوں کا بطلان ہوتا ہے لہذا اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ہو گا اور اس لئے کہ سبب سے حکم یعنی ملکیت مراد لی جاتی ہے اور یہاں پر مستحق کی ملکیت کے بغیر قبضہ کرنے والا کے لئے اس کا فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا قبضہ کرنے والا کے لئے صرف سبب کا فیصلہ کرنے والا ہو گا اور یہ صرف سبب کا فیصلہ کرنا ملکیت کے لئے فائدہ نہیں ہے۔

دونوں گواہیوں کا ثبوت پر واقع ہونے کا بیان

ثُمَّ لَوْ شَهِدَتْ الْبَيِّنَتَانِ عَلَى نَقْدِ الثَّمَنِ دَلْفٌ بِالْأَلْفِ قِصَاصٌ عِنْدَهُمَا إِذَا اسْتَوَيَا لَوْ جُودَ قَبْضٍ مَصْرُونٍ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، وَإِنْ لَمْ يَسْبِدْ عَلَى نَقْدِ الثَّمَنِ فَالْقِصَاصُ مِنْهُ مُحَمَّدٌ لِلْجُودِ عَدَّةً.

وَلَوْ شَهِدَ الْفَرِيقَانِ بِالسَّيِّعِ وَالْقَبْضِ تَهَاتَرَتَا بِالْإِجْمَاعِ، لِأَنَّ الْجَمْعَ غَيْرُ مُمَكِّنٍ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِحَوَازِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْبَيِّنَتَيْنِ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ.

وَإِنْ وَقَّعَتْ الْبَيِّنَتَانِ فِي الْعَقَارِ وَلَمْ تَتَّبِعَا قَبْضًا وَوَقَّعَتْ الْخَارِجُ أَسْبَقُ يَقْضَى لِصَاحِبِ الْيَدِ عِنْدَهُمَا فَيَجْعَلُ كَانَ الْخَارِجُ اشْتَرَى أَوْ لَا ثُمَّ بَاعَ قَبْلَ الْقَبْضِ مِنْ صَاحِبِ الْيَدِ، وَهُوَ حَائِزٌ فِي الْعَقَارِ عِنْدَهُمَا.

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَقْضَى لِلْخَارِجِ لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ لَهُ بَيْعُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَبَقِيَ عَلَى مِلْكِهِ وَإِنْ اثْبَتَا قَبْضًا يَقْضَى لِصَاحِبِ الْيَدِ لِأَنَّ الْبَيِّنَتَيْنِ جَائِزَانِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ، وَإِنْ كَانَ وَقَّعَتْ صَاحِبُ الْيَدِ أَسْبَقُ يَقْضَى لِلْخَارِجِ فِي الْوَجْهَيْنِ فَيَجْعَلُ كَأَنَّهُ اشْتَرَاهَا ذُو الْيَدِ وَقَبْضَ ثُمَّ بَاعَ وَلَمْ يُسَلِّمْ أَوْ

سَلَّمَ ثُمَّ وَصَلَ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ آخَرَ .

پھر اگر دونوں گواہیاں ثمن کی ادائیگی پر واقع ہوں تو شیخین کے نزدیک الف، ہزار کے بدلے تبادلہ ہو جائے گا بشرطیکہ وہ جنس اور صفت میں برابر ہوں اس لئے کہ ہر طرف سے قبضہ مضمون موجود ہے اور جب گواہوں نے ثمن کی ادائیگی کی شہادت نہ دی تو تبادلہ والا مذہب امام محمد کا ہے اس لئے کہ امام محمد کے نزدیک ثمن واجب ہوتا ہے۔

اور جب خارج اور قبضہ کرنے والا دونوں کے گواہوں نے قبضہ کے ساتھ بیع کی شہادت دی تو با اتفاق شہادت باطل ہو جائے گی اس لئے کہ امام محمد کے نزدیک جمع کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ دونوں بیع جائز ہیں پہلے کے خلاف اور جب دونوں گواہیاں غیر منقولہ جائیداد کے متعلق مورخ بیان کئے گئے اور گواہوں نے قبضہ ثابت نہیں کیا اور خارج کی تاریخ مقدم ہے تو شیخین کے نزدیک قبضہ کرنے والا کے لئے فیصلہ کیا جائے گا اور مسئلہ اس طرح ہوگا کہ خارج نے پہلے قبضہ کرنے والا کو مدعی بہ کو خریدنا پھر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ کرنے والا کو بیچ دیا اور بیع قبضہ سے پہلے عقار میں جائز ہے شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک خارج کے حق میں فیصلہ ہوگا اس لئے کہ ان کے نزدیک قبضہ سے پہلے عقار کی بیع جائز نہیں ہے اس لئے بیع خارج ہی کی ملکیت میں باقی رہ گئی اور جب گواہوں نے قبضہ بھی ثابت کر دیا تو با اتفاق قبضہ کرنے والا کے لئے فیصلہ ہوگا اس لئے کہ دونوں قولوں پر دونوں بیع جائز ہیں اور جب قبضہ کرنے والا کی تاریخ مقدم ہو تو دونوں صورتوں میں خارج کے لئے فیصلہ کیا جائے گا اور مسئلہ یوں فرض کیا جائے گا کہ قبضہ کرنے والا نے مدعی بہ کو خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو خارج کو بیچ دیا لیکن بیع اس کے سپرد نہیں کیا یا سپرد کر دیا اور پھر وہ چیز کسی دوسرے سبب سے قبضہ کرنے والا کے پاس آگئی۔

نصاب شہادت سے اضافہ کا اعتبار نہ ہونے کا بیان

قَالَ : (وَأَنَّ أَقَامَ أَحَدُ الْمُدْعِيَيْنِ شَاهِدَيْنِ وَالْآخَرُ أَرْبَعَةً فَهُمَا سَوَاءٌ) لِأَنَّ شَهَادَةَ كُلِّ الشَّاهِدِينَ عِلَّةٌ تَامَّةٌ كَمَا فِي حَالَةِ الْإِنْفِرَادِ، وَالتَّرْجِيحُ لَا يَقَعُ بِكَثْرَةِ الْعِلَلِ بَلْ بِقُوَّةِ لِيَهَا عَلَى مَا عُرِفَ .

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ دَارُ فِي يَدِ رَجُلٍ ادَّعَاهَا اثْنَانِ أَحَدُهُمَا جَمِيعَهَا وَالْآخَرُ نِصْفَهَا وَأَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَلِصَاحِبِ الْجَمِيعِ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهَا وَلِصَاحِبِ النِّصْفِ رُبُعُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) اِعْتِبَارًا بِطَرِيقِ الْمُنَازَعَةِ، فَإِنَّ صَاحِبَ النِّصْفِ لَا يُنَازِعُ الْآخَرَ فِي النِّصْفِ فَسَلَّمَ لَهُ بِلَا مُنَازَعٍ وَاسْتَوَتْ مُنَازَعَتُهُمَا فِي النِّصْفِ الْآخَرِ فَيَنْصَفُ بَيْنَهُمَا (وَقَالَا : هِيَ بَيْنَهُمَا اثْلَاثًا) فَاعْتَبَرَا طَرِيقَ الْعَوْلِ وَالْمُصَارَبَةِ، فَصَاحِبُ الْجَمِيعِ يَضْرِبُ بِكُلِّ حَقِّهِ سَهْمَيْنِ وَصَاحِبُ النِّصْفِ بِسَهْمٍ وَاحِدٍ فَتَقْسَمُ اثْلَاثًا، وَلِهَذَا الْمَسْأَلَةُ نَظَائِرُ وَأَضْدَادُ لَا يَحْتَمِلُهَا هَذَا الْمُحْتَضَرُ وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي الزِّيَادَاتِ .

فرمایا کہ جب ایک مدئی نے دو گواہ پیش کئے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کر دیئے تو پھر بھی دونوں برابر ہوں گے اس لئے کہ ہر دو گواہوں کی گواہی علت تامہ ہے جس طرح انفرادی صورت میں دو کی گواہی علت تامہ ہے اور علت کی زیادتی سے ترجیح نہیں ہوتی بلکہ علت میں قوت کی بناء پر ترجیح ہوتی ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے پاس گھر ہو اور دو آدمیوں نے اس کا دعویٰ کر دیا ایک نے پورے گھر کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے آدھے گھر کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہی پیش کر دی تو جس نے پورے گھر کا دعویٰ کیا تھا اس کے لئے تین چوتھائی ہوگا اور جس نے آدھے کا دعویٰ کیا تھا اس کے لئے ایک رابع ہوگا۔ یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور اس کو منازعت پر قیاس کیا گیا ہے لہذا آدھے کا دعویٰ کرنے والا آدھے میں دوسرے کا مقابل نہیں ہوگا اس لئے پورے کا دعویٰ کرنے والے کے لئے یہ آدھا منازعت کے علاوہ صحیح سالم ہے اور دوسرے آدھے میں دونوں کا دعویٰ برابر ہے لہذا اس کو ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا کر دیا جائے گا۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ گھران کے درمیان دو اور ایک یعنی تین تہائی کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا اور انہوں نے اس کو مول اور مضاربہ پر قیاس کیا ہے لہذا پورے کا دعویٰ کرنے والا اپنا حق دو حصوں میں کر کے لے اور آدھے کا دعویٰ کرنے والا اپنا حق ایک حصے میں کر کے لے گا اور تین تہائی سے تقسیم کریں گے اس مسئلے کے اور بھی بہت سے اضداد، امثال اور نظائر ہیں جن کو اس مختصر سی کتاب میں بیان نہیں کیا جاسکتا اس لئے ہم نے ان کو زیادات میں بیان کر دیا ہے۔

مکان کو دونوں مدعیان کے قبضہ میں ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ كَانَتْ فِي أَيْدِيهِمَا سِلْمٌ لِصَاحِبِ الْجَمِيعِ نِصْفُهَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ وَنِصْفُهَا لَا عَلَى وَجْهِ الْقَضَاءِ) لِأَنَّهُ خَارِجٌ فِي النِّصْفِ فَيَقْضَى بَيْنَتِهِ، وَالنِّصْفُ الَّذِي فِي يَدَيْهِ صَاحِبُهُ لَا يَدْعِيهِ لِأَنَّهُ مُدْعَاهُ النِّصْفِ وَهُوَ فِي يَدَيْهِ سَالِمٌ لَهُ، وَلَوْ لَمْ يَنْصَرِفْ إِلَيْهِ دَعْوَاهُ كَانَ ظَالِمًا بِأَمْسَاكِهِ وَلَا قَضَاءٌ بِدُونِ الدَّعْوَى فَيَتْرَكَ فِي يَدَيْهِ.

قَالَ (وَإِذَا تَنَازَعَا فِي ذَابَّةٍ وَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةً أَنَّهَا تَجَتْ عِنْدَهُ، وَذَكَرَا تَارِيخًا وَسِنَّ الدَّابَّةِ يُوَافِقُ أَحَدَ التَّارِيخَيْنِ فَهُوَ أَوْلَى) لِأَنَّ الْحَالَ يَشْهَدُ لَهُ فَيَتَرَجَّحُ (وَأِنْ أَشْكَلَ ذَلِكَ كَانَتْ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّهُ سَقَطَ التَّوْقِيتُ فَصَارَ كَأَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا تَارِيخًا.

وَأِنْ خَالَفَ سِنَّ الدَّابَّةِ الْوَقْتَيْنِ بَطَلَتْ الْبَيِّنَتَانِ، كَذَا ذِكْرُهُ الْحَاكِمُ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ ظَهَرَ كَذِبُ الْفَرِيقَيْنِ فَيَتْرَكَ فِي يَدِ مَنْ كَانَتْ فِي يَدَيْهِ.

قَالَ (وَإِذَا كَانَ عَبْدٌ فِي يَدِ رَجُلٍ أَقَامَ رَجُلَانِ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ أَحَدُهُمَا بِغَضَبٍ وَالْآخَرُ بِوَدِيعَةٍ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) لَا سِتْوَانِيَهُمَا فِي الْإِسْتِحْقَاقِ.

فرمایا کہ جب گھران دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو تو پورے کا دعویٰ کرنے والے کو آدھا قضا کے طور پر دیا جائے

گا اور آدھا قضاء کے علاوہ میں دیا جائے گا اس لئے کہ غیر مقبوضہ نصف کے متعلق وہ خارج ہے لہذا اس کے متعلق اس کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا اور وہ آدھا جو اس کے قبضہ میں ہے اس کا شریک اس نصف کا مدعی نہیں ہے اس لئے کہ اس کا دعویٰ صرف آدھے میں ہے اور وہ آدھ اس کے قبضہ میں سالم ہے اور جب اس کا دعویٰ اس آدھے کی طرف نہیں پھیرا جائے گا تو وہ اس کو روک کر غلام ہو گا اور دعوے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا لہذا وہ آدھا پورے کا دعویٰ کرنے والے کے قبضہ میں قضاء کے بغیر دے دیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب کسی جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور ان میں سے ہر ایک نے اس بات پر گواہی پیش کر دیا کہ یہ جانور میرے پاس پیدا ہوا ہے اور دونوں نے تاریخ بھی بیان کر دی اور ان میں سے ایک کی تاریخ کے ساتھ جانور کی عمر ملتی جلتی ہے تو اس کا گواہی مقدم ہوگا اس لئے کہ ظاہر حال اس کے حق میں شاہد ہے لہذا اس کا دعویٰ رائج ہوگا اور جب یہ موافقت مشکل ہو تو وہ جانور ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اس لئے تاریخ سے اس کی تعیین ساقط ہو جاتی ہے لہذا یہ ایسا ہو گیا جیسے انہوں نے کوئی تاریخ بیان کی ہی نہیں اور اگر جانور کی عمر دونوں کی بیان کردہ تاریخوں سے نہ ملتی ہو تو دونوں گواہیاں ساقط ہو جائیں گی۔

حاکم شہید نے اسی طرح بیان کیا ہے اس لئے کہ فریقین کا جھوٹا جا کر ہو گیا ہے لہذا وہ جانور قابض کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے پاس غلام ہو اور دو آدمیوں نے اس پر گواہی پیش کر دیا ایک نے غصب کا اور دوسرے نے ودیعت کا تو وہ غلام ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اس لئے کہ وہ دونوں حقدار ہونے میں برابر ہیں۔

فصل فی التنازع بالایدی

﴿یہ فصل قبضہ کے ذریعے منازعت کرنے کے میں ہے﴾

فصل تنازعہ فی قبضہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب گواہی کے سبب سے ثابت ہونے والی ملکیت سے متعلق احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس ملکیت سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے جن میں قبضہ کے ذریعے ملکیت بہ ظاہر پائی جاتی ہے۔ پس وہ ملکیت جو گواہی کے سبب سے ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ قوی ہے کیونکہ جب گواہی قائم ہو جائے تو کوئی قبضہ کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ لہذا سابقہ فصل کو مقدم اور اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عمایہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۴۱۱، بیروت)

دو آدمیوں کا کسی جانور میں اختلاف ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَنَازَعَا فِي ذَابَّةٍ أَحَدُهُمَا رَاكِبًا وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِلِجَامِهَا فَالرَّاكِبُ أَوْلَى) لِأَنَّ تَصَرُّفَهُ أَظْهَرَ لِيَأْتِيَهُ يَخْتَصُّ بِالْمِلْكِ (وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا رَاكِبًا فِي السَّرْجِ وَالْآخَرُ رَدِيفُهُ فَالرَّاكِبُ أَوْلَى) بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَا رَاكِبَيْنِ حَيْثُ تَكُونُ بَيْنَهُمَا لَاسِتَوَا إِلَيْهِمَا فِي التَّصَرُّفِ (وَكَذَلِكَ إِذَا تَنَازَعَا فِي بَعِيرٍ وَعَلَيْهِ جُمْلٌ لَأَحَدِهِمَا فَصَاحِبُ الْجُمْلِ أَوْلَى) لِأَنَّهُ هُوَ الْمُتَصَرِّفُ (وَكَذَلِكَ إِذَا تَنَازَعَا فِي قِمَيصٍ أَحَدُهُمَا لَابِسُهُ وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِكُمِيهِ فَالْلابِسُ أَوْلَى) لِأَنَّهُ أَظْهَرُهُمَا تَصَرُّفًا (وَلَوْ تَنَازَعَا فِي بَسَاطٍ أَحَدُهُمَا جَالِسٌ عَلَيْهِ وَالْآخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِهِ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) مَعْنَاهُ لَا عَلَى طَرِيقِ الْقَضَاءِ لِأَنَّ الْقُعُودَ لَيْسَ بِيَدٍ عَلَيْهِ فَاسْتَوَيَا.

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ ثَوْبٌ فِي يَدِ رَجُلٍ وَطَرَفٌ مِنْهُ فِي يَدِ آخَرَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ) لِأَنَّ الزِّيَادَةَ مِنْ جِنْسِ الْحُجَّةِ فَلَا تُوجِبُ زِيَادَةً فِي الْإِسْتِحْقَاقِ.

فرمایا کہ جب کسی جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے اس طرح جھگڑا کیا کہ ان میں سے ایک سوار ہو اور دوسرا لگام پکڑے ہوئے ہو تو سوار اس کا زیادہ مستحق ہوگا اس لئے کہ اس کا تصرف زیادہ ہے کیونکہ رکوب ملکیت کے ساتھ مختص ہے ایسے ہی جب ایک شخص زین میں سوار ہو اور دوسرا اس کا ردیف ہو تو زین والا آدمی افضل ہوگا اس صورت کے خلاف کہ جب دونوں زین پر سوار ہوں تو وہ جانور ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اس لئے کہ تصرف میں دونوں برابر ہیں اسی طرح جب کسی اونٹ کے

بارے میں اس طرح اختلاف کیا کہ ان میں سے ایک کا اس پر سامان لدا ہوا تھا اور دوسرے کا اس پر پانی کا کوزہ تھا تو جس کا سامان لدا ہوا ہوگا وہ افضل ہوگا اس لئے کہ اس کو ہی متصف سمجھا جائے گا۔

اسی طرح جب کسی قبضے کے بارے میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا ایک شخص اس کو پہنے ہوئے ہو اور دوسرے نے اس کی آستین کو پکڑا ہوا ہو تو پہنے والا افضل ہوگا اس لئے کہ اس کا تصرف زیادہ ہے۔

جب دو آدمیوں نے کسی بستر کے بارے میں اختلاف کیا اور ان میں سے ایک اس پر بیٹھا ہو اور دوسرا اس کو پکڑے ہوئے ہو تو بستر ان میں مشترک ہوگا یعنی قضاء مشترک نہیں ہوگا اس لئے کہ اس پر بیٹھنا قبضہ کی دلیل نہیں ہے اس لئے دونوں برابر ہوں گے۔ فرمایا کہ جب ایک آدمی کی قبضہ میں پکڑا ہوا اس کا ایک کنارہ دوسرے آدمی کے قبضہ میں ہو تو وہ ان کے درمیان دھا آدھ تقسیم ہوگا اس لئے کہ جو زیادتی ہے وہ دلیل کی ہی جنس ہے لہذا یہ زیادتی استحقاق کے زیادہ ہونے کی موجب نہیں ہوگی۔

ترجمانی کرنے والے مقبوضہ بچے کے معتبر ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ صَبِيٌّ فِي يَدِ رَجُلٍ وَهُوَ يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ فَقَالَ : أَنَا حُرٌّ فَأَلْقُوهُ قَوْلُهُ) لِأَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ (وَلَوْ قَالَ أَنَا عَبْدٌ لِفُلَانٍ فَهُوَ عَبْدٌ لِلَّذِي هُوَ فِي يَدِهِ) لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بَأَنَّهُ لَا يَدَّ لَهُ حَيْثُ أَقْرَبُ بِالرِّقِّ (وَأِنْ كَانَ لَا يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ فَهُوَ عَبْدٌ لِلَّذِي هُوَ فِي يَدِهِ) لِأَنَّهُ لَا يَدَّ لَهُ عَلَى نَفْسِهِ لَمَّا كَانَ لَا يُعَبِّرُ عَنْهَا وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَتَاعِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ يُعَبِّرُ، فَلَوْ كَبَّرَ وَادَّعَى الْحُرِّيَّةَ لَا يَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ لِأَنَّهُ ظَهَرَ الرِّقُّ عَلَيْهِ فِي حَالِ صِغَرِهِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے قبضہ میں بچہ ہو اور وہ اپنی ترجمانی کر سکتا ہو اور وہ یہ کہے کہ میں آزاد ہوں تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اپنی ذات کا خود مالک ہے اور جب اس نے یہ کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں تو وہ اس آدمی کا غلام ہوگا تو وہ اس آدمی کا ہی غلام ہوگا جو اس پر قابض ہے اس لئے کہ اس نے رقیقیت کا اقرار کر کے یہ اقرار کر لیا ہے کہ اس کا ذاتی قبضہ نہیں ہے اور جب وہ بچہ اپنی ترجمانی نہ کر سکتا ہو تو وہ اس آدمی کا غلام ہوگا جس کے قبضہ میں ہوگا کیونکہ اس کا اپنی ذات پر قبضہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی ترجمانی پر قادر نہیں ہے اور وہ سامان کے حکم میں ہے اس صورت کے خلاف کہ جب وہ اپنی ترجمانی کرنے پر قادر ہو پھر وہ بچہ بڑا ہو کر اپنی آزادی کا دعویٰ کرے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس کے بچپن میں اس پر رقیقیت طاری ہو چکی ہے۔

متصل دیوار و شہیر کے سبب اختلاف ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ الْحَائِطُ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ جُدُوعٌ أَوْ مُتَّصِلٌ بِنَتَائِهِ وَآخِرَ عَلَيْهِ هَرَادِيٌّ فَهُوَ لِصَاحِبِ الْجُدُوعِ وَالْإِتِّصَالِ، وَالْهَرَادِيٌّ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ لِأَنَّ صَاحِبَ الْجُدُوعِ صَاحِبُ اسْتِغْمَالٍ وَالْآخِرُ صَاحِبُ تَعَلُّقٍ فَصَارَ كَدَابِئَةٍ تَنَازَعًا فِيهَا وَلَا حِدَهُمَا حِمْلٌ عَلَيْهَا وَلَا آخِرُ

مُحَوَّرٌ مُتَعَلِّقٌ بِهَا، وَالْمُرَادُ بِالْإِتِّصَالِ مُدَاخَلَةٌ لِّبَيْنِ جِدَارِهِ فِيهِ وَلَبِنِ هَذَا لِي جِدَارِهِ وَلَقَدْ يُسَمَّى
إِتِّصَالُ تَرْبِيعٍ، وَهَذَا شَاهِدٌ ظَاهِرٌ لِصَاحِبِهِ لِأَنَّهُ بَعْضُ بِنَائِهِ عَلَى بَعْضٍ بِنَاءً هَذَا الْحَائِطُ .
وَقَوْلُهُ الْهَرَادِيُّ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا اِغْتِبَارَ لِلْهَرَادِيِّ أَصْلًا، وَكَذَا التَّوَارِخُ لِأَنَّ
الْحَائِطَ لَا تُبْنَى لَهَا أَصْلًا حَتَّى تَوْتَارَعََا فِي حَائِطٍ وَلَا أَحَدُهُمَا عَلَيْهِ هَرَادِيُّ وَلَيْسَ لِلْآخِرِ
عَلَيْهِ شَيْءٌ فَهُوَ بَيْنَهُمَا .

فرمایا کہ جب کسی آدمی کی دیوار میں شہتیر ہو یا دیوار اس کی عمارت سے ملی ہوئی ہو اور اس پر دوسرے کے تختے لگے
ہوئے ہوں تو وہ دیوار شہتیر اور اتصال والے کی ہوگی اور تختوں کا اعتبار نہیں ہوگا اس لئے کہ شہتیر والا اس دیوار کو استعمال کرنے والا
ہے اور دوسرا شخص تعلق والا ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے ایک جانور کے بارے میں دو آدمیوں نے اختلاف کیا ہو اور ان میں سے ایک کا
جانور پر سامان ہو اور دوسرے کا کوزہ ہو اور اتصال کا مطلب یہ ہے اس آدمی کی دیوار کی انیشیں دوسرے آدمی کی دیوار کی اینٹوں لگائی
گئی ہوں اور اس اتصال کو اتصال تربع بھی کہا جاتا ہے یہ اتصال تعمیر کے مالک کے حق میں ظاہری گواہ ہوتا ہے اس لئے کہ عمارت
کے مالک کی کچھ عمارت اس کی دیوار کے حصے میں داخل ہوتی ہے اور ماتن کا قول لھرادی لیست بشیء اس بات کی دلیل ہے کہ
تختوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہی حکم پور یہ اور چٹائی کا بھی ہے اس لئے کہ دیوار ان کے لئے نہیں بنائی جاتی حتیٰ کہ وہ لوگ کسی ایسی
دیوار کے بارے میں جھگڑا کریں جس پر ان میں سے کسی ایک کے تختے ہوں اور دوسرے کا کچھ نہ ہو تو وہ دیوار ان کے درمیان
مشترک ہوگی۔

تعدد شہتیروں کے سبب اشتراک دیوار ہونے کا بیان

(وَلَوْ كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَيْهِ جُذُوعٌ ثَلَاثَةٌ فَهُوَ بَيْنَهُمَا) لَا سِتَوَانِهِمَا وَلَا مُعْتَبَرٌ بِالْأَكْثَرِ
مِنْهَا بَعْدَ الثَّلَاثَةِ وَإِنْ كَانَ جُذُوعُ أَحَدِهِمَا أَقَلُّ مِنْ ثَلَاثَةٍ فَهُوَ لِصَاحِبِ الثَّلَاثَةِ وَالْآخِرِ مَوْضِعُ
جُذُوعِهِ) فِي رِوَايَةٍ، وَفِي رِوَايَةٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا تَحْتَ خَشَبَتِهِ، ثُمَّ قِيلَ مَا بَيْنَ الْخَشَبِ
بَيْنَهُمَا، وَقِيلَ عَلَى قَدْرِ خَشَبِهِمَا، وَالْقِيَاسُ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِالْكَثْرَةِ فِي
نَفْسِ الْحُجَّةِ .

رَجُّهُ الثَّانِي أَنَّ اِلِاسْتِعْمَالَ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ بِقَدْرِ خَشَبَتِهِ . وَوَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ الْحَائِطَ يُبْنَى لِمَوْضِعِ
كَثِيرِ الْجُذُوعِ دُونَ الْوَاحِدِ وَالْمُشْتَرِكِ فَكَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لِصَاحِبِ الْكَثِيرِ، إِلَّا أَنَّهُ يَبْقَى لَهُ
حَقُّ الْمَوْضِعِ لِأَنَّ الظَّاهِرَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ فِي اسْتِحْقَاقِ يَدِهِ

اور جب مدعیوں میں سے ہر ایک کے اس دیوار پر تین تین شہتیر ہوں تو وہ دیوار ان کے درمیان مشترک ہوگی اس

لئے کہ وہ مستحق ہونے کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور تین کے بعد زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور جب ان میں سے کسی آدمی شہید تین سے کم ہوں تو دیوار تین والے کو ملے گی اور دوسرے کو اپنی شہید رکھنے کی جگہ ملے گی اور ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو لکڑی رکھنے کی جگہ ملے گی پھر ایک قول یہ بھی ہے کہ دو شہیدوں کے درمیان جو جگہ ہوگی وہ ان کے درمیان مشترک ہوگی اور آخری قول یہ ہے کہ ان کو ان کی لکڑیوں کی مقدار جگہ ملے گی قیاس یہ ہے کہ وہ دیوار ان دونوں کے درمیان مشترک ہو اس لئے کہ نفس حجت میں کثرت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا اور دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی لکڑی کی مقدار متصرف ہے پہلے قول کا سبب یہ ہے کہ دیوار کئی شہید رکھنے کے لئے بنائی جاتی ہے ایک دو شہید رکھنے کے لئے نہیں بنائی جاتی لہذا ظاہر حال کثیر والے کے حق میں شاہد ہوگا لیکن دوسرے کو شہید رکھنے کا حق دیا جائے گا اس لئے کہ ظاہر حال اس دوسرے کے قبضہ کے استحقاق کے حوالے سے حجت نہیں ہے۔

اتصال دیوار سے شہید کا زیادہ حقدار ہونے کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ لَأَحَدِهِمَا جُدُوعٌ وَلِلْآخَرِ اتِّصَالٌ فَلَا أَوَّلَ أَوَّلَى) وَيُرْوَى الثَّانِي أَوَّلَى. وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ لِصَاحِبِ الْجُدُوعِ التَّصَرُّفَ وَلِلصَّاحِبِ الْإِتِّصَالِ الْيَدَ وَالتَّصَرُّفُ أَقْوَى. وَجْهُ الثَّانِي أَنَّ الْحَائِطَيْنِ بِالْإِتِّصَالِ بَصِيرَانِ كِبَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ ضَرُورَةِ الْقَضَاءِ لَهُ بِنَعْضِهِ الْقَضَاءُ بِكُلِّهِ ثُمَّ يَبْقَى لِلْآخَرِ حَقٌّ وَضَعُ جُدُوعِهِ لِمَا قُلْنَا، وَهَذِهِ رِوَايَةُ الطَّحَاوِيِّ وَصَحَّحَهَا الْجُرْجَانِيُّ.

جب ایک مدعی کا شہید ہو اور دوسرے کا اتصال ہو تو شہید والا زیادہ حق دار ہوگا ایک روایت یہ ہے کہ اتصال والا افضل ہوگا پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ شہید والا اس دیوار میں متصرف ہے اور اتصال والا اس پر قابض ہے اور تصرف زیادہ قوی ہوتا ہے دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ اتصال کی وجہ سے دونوں دیواریں ایک ہی عمارت کی طرح ہیں اور صاحب اتصال کے بعض دیوار کے فیصلہ کرنے سے بدلتا اس کیلئے کل کا فیصلہ ہوگا اور شہید والے کو شہید رکھنے کا حق ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے یہ امام طحاوی کی روایت ہے اور علامہ جر جانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

مشترکہ گھر میں مختلف کمروں پر قبضہ ہونے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا كَانَتْ دَارٌ مِنْهَا فِي يَدِ رَجُلٍ عَشْرَةُ أَبْيَاتٍ وَفِي يَدِ آخَرَ بَيْتٌ فَالْسَّاحَةُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ) لَا سِتْوَايَهُمَا فِي اسْتِعْمَالِهَا وَهُوَ الْمُرُورُ فِيهَا.

قَالَ: (وَإِذَا ادَّعَى رَجُلَانِ أَرْضًا) يَعْنِي يَدَّعِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا (أَنَّهَا فِي يَدِهِ لَمْ يَقْضِ أَنَّهَا فِي يَدِ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَتَّى يُقِيمَا الْبَيِّنَةَ أَنَّهَا فِي أَيْدِيهِمَا) لِأَنَّ الْيَدَ فِيهَا غَيْرُ مُشَاهِدَةٍ لِتَعَذُّرِ احْتِضَارِهَا وَمَا غَابَ عَنْ عِلْمِ الْقَاضِي فَالْبَيِّنَةُ تَثْبُتُ وَإِنْ أَقَامَ أَحَدُهُمَا الْبَيِّنَةَ جَعَلَتْ فِي يَدِهِ لِقِيَامِ الْحُجَّةِ لِأَنَّ الْيَدَ حَقٌّ مَقْصُودٌ (وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ جَعَلَتْ فِي أَيْدِيهِمَا) لِمَا بَيَّنَّا فَلَا يَسْتَحِقُّ

لَا تَحْدِثُهَا مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ (وَأَنْ كَانَ أَخَذْنَاهَا لَدَيْنَ لِي الْأَرْضِ أَوْ بَنَى أَوْ حَفَرَ لَهَا لِي يَدِهِ)
لَوْ جُودَ التَّصَرُّفِ وَالِاسْتِعْمَالِ لِبِهَا .

فرمایا کہ جب ایسا گھر ہو جس کے دس کمرے ایک کے قبضہ میں ہوں اور ایک کمرہ دوسرے کے قبضہ میں ہو تو اس کا معنہ دونوں میں آدھا آدھا مشترک ہو گا اس لئے کہ اس معنہ کے استعمال یعنی گزرنے میں دونوں برابر ہیں۔
فرمایا کہ جب کسی زمین کے بارے میں دو آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کے قبضہ میں ہے تو ان میں سے کسی کے حق میں بھی اس زمین کے قبضہ کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دونوں اس بات پر گواہی پیش کریں کہ وہ زمین ان کے قبضہ میں ہے اس لئے کہ زمین کا قبضہ ظاہری طور پر معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کو حاضر کرنا مشکل ہے اور جو چیز قاضی کی معلومات سے غائب ہو اس کو گواہی ثابت کرتی ہے۔

اور جب ان میں سے ایک آدمی نے گواہی پیش کر دی تو وہ زمین اس کے قبضہ میں دے دی جائے گی اس لئے کہ دلیل قائم ہو چکی ہے کیونکہ قبضہ حق مقصود ہے اور جب دونوں نے گواہی پیش کر دی تو وہ زمین ان دونوں کو دے دی جائے گی اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں لہذا حجت کے بغیر کسی کو اس کا مستحق نہیں قرار دیا جائے گا اور جب ایک مدعی نے اس زمین میں کچھ انیشیاں لگا دیں یا عمارت بنوالی یا کنواں کھدوالیا تو وہ زمین اس کے قبضہ میں ہی ہوگی اس لئے کہ اس میں اس شخص کا تصرف اور استعمال موجہ ہے۔

بَابُ دَعْوَى النَّسَبِ

﴿یہ باب دعویٰ نسب کے بیان میں ہے﴾

باب دعویٰ نسب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معنف علیہ الرحمہ جب اموال میں ہونے والے دعوؤں کو پہلے ذکر کیا ہے کیونکہ اموال میں دعوؤں کا وقوع کثرت سے ہوتا ہے۔ لہذا ان کو پہلے کرنا ضروری تھا۔ جبکہ نسب میں دعوؤں کا ہونا یہ اس کی بہ نسبت بہت کم ہے لہذا اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ، ج ۱۱، ص ۴۳۰، بیروت)

نسب کے مؤثر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یونہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے، اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔

(المسند لاجہ بن حنبل، ج ۲، ص ۵۳۹، اتحاف السادۃ، از امام زہیدی، ج ۱ ص ۷۲)

زانی کے لئے نسب ثابت نہ ہونے میں فقہی مذاہب

مسلم شریف میں نبی ﷺ سے حدیث مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (بچہ بستر والے (یعنی خاوند) کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں)۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عاصر زانی کو کہتے ہیں، زانی کے لیے پتھر ہیں کا معنی یہ ہے کہ: اسے ذلت و رسوائی ملے گی اور بچے میں اس کا کوئی حق نہیں۔

اور عرب عادات یہ کہتے تھے کہ: اس کے لیے پتھر ہیں، اور اس سے وہ معنی یہ لیتے تھے کہ اس سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ نہیں ملے گا۔

زنا سے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا حدیث (بچہ بستر والے کا اور زانی کے لیے پتھر ہیں) کی بنا پر فقہاء کا کہنا ہے کہ ولد زنا کا نسب ثابت نہیں ہوتا، یعنی زنا سے پیدا شدہ بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے زانی سے ملحق کیا جائے گا۔

ولد زنا کے عدم نسب میں فقہاء کرام کے اقوال

اول: حافظ ابن حزم انطاہری کا قول ہے کہ نبی ﷺ نے (زانی کے لیے پتھر ہیں) کے الفاظ کہہ کر زانی سے اولاد کی نفی کر دی

ہے، تو زانی پر حد ہے اور بچے کا الحاق زانی کے ساتھ نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر عورت بچہ جنمتی ہے تو اسے ماں کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا مرد کی طرف نہیں۔

اور اسی طرح وہ اپنی ماں کا اور ماں اس کی وارث ہوگی اس لیے کہ لعان میں نبی ﷺ نے بچہ عورت سے ملحق کیا اور مرد سے اس کی نفی کر دی۔

دوم: فقہ مالکیہ میں ہے کہ: زانی کا پانی قاسد ہے اس لیے بچہ اس کی طرف ملحق نہیں ہوگا۔

سوم: فقہ حنفی میں ہے کہ: ایک شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ اس نے آزاد عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہ بچہ اس کے زنا سے پیدا شدہ ہے اور عورت بھی اس کی تصدیق کر دے تو پھر بھی نسب ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ثابت نہیں ہوگا، اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (بچہ بستر والے (خاوند) کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) تو یہاں پر فراش اور بستر تو زانی کا ہے ہی نہیں اور نبی ﷺ نے زانی کا حصہ تو صرف پتھر قرار دے دیے ہیں، تو اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ نسب میں زانی کا کوئی حصہ نہیں۔

زنا سے پیدا شدہ بچے کا الحاق زانیہ عورت سے ہوگا

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ولد زنا کا الحاق زانی سے نہیں ہو سکتا بلکہ جس زانی عورت نے اسے جتنا ہے اس کے ساتھ ہی اس کا الحاق ہوگا، امام سرخسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "المبسوط" میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد نے یہ اعتراف کیا کہ اس نے آزاد عورت سے زنا کیا اور یہ اس کے زنا کا بیٹا ہے اور عورت نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو نسب اس سے ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: (بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) اور زانی کا بستر نہیں۔ اور اگر ان دائی نے اس کی ولادت کی گواہی دے دی تو اس کی وجہ سے بچے کا عورت کے ساتھ نسب ثابت ہوگا لیکن مرد سے نہیں۔

عورت کے ساتھ نسب کا ثبوت تو بچے کی ولادت ہے جو کہ دائی کی گواہی سے ظاہر ہوا ہے، اس لیے کہ عورت سے بچے کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا لہذا عورت سے بچے کا نسب ثابت ہو گیا۔

زانی مرد کا زانیہ عورت سے شادی کرنا اور بچے کے نسب میں اس کی اثر اندازی:

فقہ حنفیہ کی کتاب فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ: اگر کسی نے عورت سے زنا کیا تو وہ حاملہ ہوگئی پھر اس نے اسی عورت سے شادی کر لی تو اس نے اگر تو چھ یا چھ سے زیادہ ماہ کی مدت میں بچا جتنا تو اس سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، اور اگر چھ ماہ سے قبل پیدائش ہو جائے تو پھر نسب ثابت نہیں ہوگا۔

لیکن اگر وہ اس کا اعتراف کرے کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے اور یہ نہ کہے کہ وہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے، لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ وہ میرے زنا سے ہی پیدا ہوا ہے تو اس طرح نہ تو نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی وہ اس کا وارث بنے گا۔

اوعلامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المغنی" میں ذکر کیا ہے کہ جمہور علماء کے قول کے مطابق لعان کرنے والی عورت کے بچے کو لعان کرنے والا جب اپنے خاندان میں ملانا چاہے تو اسے اس کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا، لیکن ولد زنا کو زانی سے ملحق نہیں جائے گا، یعنی جب زانی ولد زنا کو اپنے ساتھ ملانا چاہے تو اسے زانی کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ ماکلی کہتے ہیں۔ کہ جاہلیت میں عادت تھی کہ زنا سے نسب کا الحاق کیا جاتا تھا، اور وہ لوگ زنا کے لیے لونڈیاں کرائے پر حاصل کرتے تھے اور ماں جس کا اعتراف کر لیتی بچہ اس کی طرف منسوب کر دیا جاتا، اور اسلام نے آ کر اسے باطل قرار دیا اور بچے کو شرعی بستر والے کی طرف منسوب کر دیا، اور جب عبد بن زعمہ اور سعد بن ابی وقاص کا آپس میں تنازع پیدا ہوا اور سعد بڑی بیعت نے اپنے بھائی عتبہ کی وصیت پر دور جاہلیت کے طریقہ پر عمل کرنا چاہا اور انہیں اسلام میں اس کے باطل ہونے کا علم نہ ہوا اور نہ ہی جاہلیت میں اس کی نسبت عتبہ کی طرف ہو سکی یا تو اس کا سبب عدم دعویٰ تھا، یا پھر بچے کی ماں نے عتبہ کا ہونے کا اعتراف نہ کیا، اور عبد بن زعمہ نے یہ دلیل لی کہ وہ اس کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو رسول کریم ﷺ نے اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ اور وہ سب اس پر جمع ہیں کہ جب بچہ کسی آدمی کے بستر پر پیدا ہوا اور دوسرا شخص اس کا دعویٰ کرے کہ وہ بچہ میرا ہے تو وہ اس کی طرف ملحق نہیں ہوگا۔ (المغنی (6/228))

باندی کی بیع ہو جانے کے بچہ جننے کا بیان

(وَإِذَا بَاعَ جَارِيَةٌ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَأَدْعَاهُ الْبَائِعُ) فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقْلٍ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ بَاعَ فَهُوَ ابْنُ الْبَائِعِ وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدِهِ لَهُ (وَلِی الْقِيَاسِ هُوَ قَوْلُ زُفَرٍ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ دَعْوَتُهُ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّ الْبَيْعَ اعْتِرَافٌ مِنْهُ بِأَنَّهُ عَبْدٌ فَكَانَ فِي دَعْوَاهُ مُنَاقِضًا وَلَا نَسَبَ يَدْخُلُ الدَّعْوَى وَجْهٌ إِلَّا سِتْخَسَانٌ أَنَّ اتِّصَالَ الْعُلُوقِ بِمِلْكِهِ شَهَادَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى كَوْنِهِ مِنْهُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ الزَّوْنِ. وَمَبْنَى النَّسَبِ عَلَى الْخَفَاءِ فَيُعْفَى فِيهِ التَّنَاقُضُ، وَإِذَا صَحَّتِ الدَّعْوَى اسْتَنْدَتْ إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ بَاعَ أُمَّ وَلَدِهِ فَيَفْسَخُ الْبَيْعُ لِأَنَّ بَيْعَ أُمِّ الْوَلَدِ لَا يَجُوزُ (وَيُرَدُّ الثَّمَنُ) لِأَنَّهُ قَبْضُهُ بِغَيْرِ حَقٍّ (وَإِنْ ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي مَعَ دَعْوَةِ الْبَائِعِ أَوْ بَعْدَهُ دَعْوَةُ الْبَائِعِ أَوَّلَى) لِأَنَّهَا أَسْبَقُ لاسْتِنَادِهَا إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ وَهَذِهِ دَعْوَةُ اسْتِيلَادٍ (وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لَأَكْثَرَ مِنْ سِتِّينَ مِنْ وَقْتِ الْبَيْعِ لَمْ تَصِحَّ دَعْوَةُ الْبَائِعِ) لِأَنَّهُ لَمْ يُوْجَدْ اتِّصَالُ الْعُلُوقِ بِمِلْكِهِ تَبَيَّنًا وَهُوَ الشَّاهِدُ وَالْحُجَّةُ (إِلَّا إِذَا صَدَّقَهُ الْمُشْتَرِي) فَيُثْبِتُ النَّسَبَ وَيُحْمَلُ عَلَى الْإِسْتِيلَادِ بِالنِّكَاحِ، وَلَا يَطُلُ الْبَيْعُ لَنَا تَبَيَّنًا أَنَّ الْعُلُوقَ لَمْ يَكُنْ فِي مِلْكِهِ فَلَا يُثْبِتُ حَقِيقَةَ الْعِتْقِ وَلَا حَقَّهُ، وَهَذِهِ دَعْوَةُ تَحْرِيرٍ وَغَيْرُ الْمَالِكِ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے باندی کو بیچا پھر اس نے بچہ جنا اور بیچنے والے نے اس کا دعویٰ کر دیا تو اگر بیع کے دن سے چھ ماہ سے کم میں اگر باندی نے بچہ جنا ہو تو وہ بچہ بیچنے والا کا ہوگا اور اس کی ماں بیچنے والے کی ام ولد ہوگی قیاس میں اس کا دعویٰ باطل ہوگا۔

حضرت امام زفر اور حضرت امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ بیچنے والا کا بیع کرنا اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ بچہ اس کا غلام ہے لہذا اس کے دعویٰ میں تناقض ہو گیا اور دعویٰ کے بغیر نسب ثابت نہیں ہوتا استحسان کی دلیل یہ ہے کہ بیچنے والے کی ملکیت سے علق کا اتصال اس امر کی واضح شہادت ہے کہ وہ بچہ اس کا ہے اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ ایک مسلمان زنا نہیں کرے گا اور نسب کا مدار پوشیدگی پر ہے لہذا اس میں تناقض ہو سکتا ہے اور جب بیچنے والا کا دعویٰ صحیح ہے تو یہ دعویٰ وقت علق کی طرف منسوب ہو گا اور یہ واضح ہو جائے گا کہ بیچنے والے نے اپنی ام ولد کو بیچا ہے اس لئے بیع کو فسخ کر دیا جائے گا اس لئے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں ہے اور بیچنے والا شہن کا واپس کرے گا اس لئے کہ اس نے ناحق شہن پر قبضہ کیا ہے۔

اور جب بیع کے دو سال بعد باندی نے بچہ جنا تو بیچنے والا کا دعویٰ درست نہیں ہو گا اس لئے کہ یقینی طور پر علق بیچنے والے کی ملکیت سے متصل نہیں ہے جبکہ علق کا اتصال ہی دلیل اور حجت ہے مگر یہ کہ بیچنے والا خریدار کی تصدیق کر دے تو بیچنے والا سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اس کو استیلا دبا نکاح پر محمول کیا جائے گا اور بیع باطل نہیں ہو گی اس لئے کہ ہم کو یہ یقین ہے کہ علق بیچنے والے کی ملکیت میں نہیں ہوا ہے۔

لہذا نہ تو آزادی کی حقیقت ثابت ہو گی اور نہ ہی آزادی کا حق ثابت ہو گا اور یہ دعویٰ تحریر کا دعویٰ ہو گا اور غیر مالک تحریر کے دعویٰ کا اہل نہیں ہوتا۔

وقت بیع سے چھ ماہ سے زائد پر جنم دینے کا بیان

(وَإِنْ حَاءَتْ بِهِ لَأَكْثَرُ مِنْ مِائَةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْتِ الْبَيْعِ وَلَا قَلَّ مِنْ سِتِّينَ لَمْ تُقْبَلْ دَعْوَةُ الْبَائِعِ فِيهِ إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهُ الْمُشْتَرِي) لِأَنَّهُ اخْتَمَلَ أَنْ لَا يَكُونَ الْعُلُوقُ فِي مِلْكِهِ فَلَمْ تَوْجَدْ الْحُجَّةَ فَلَا بُدَّ مِنْ تَصْدِيقِهِ، وَإِذَا صَدَّقَهُ يَثْبُتُ النَّسَبُ وَيَبْطُلُ الْبَيْعُ وَالْوَلَدُ حُرٌّ وَالْأُمُّ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ كَمَا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى لِتَصَادُفِهِمَا وَاخْتِمَالِ الْعُلُوقِ فِي الْمِلْكِ .

اور جب اس نے بیع کے وقت سے چھ ماہ سے زائد میں اور دو سال سے کم مدت میں بچہ جنا تو نسب کے متعلق بیچنے والا کا دعویٰ مقبول نہیں ہو گا مگر یہ کہ خریدار اس کی تصدیق کر دے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ علق بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہوا ہو اور اس حوالے سے جیسا کہ کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہذا خریدار کی تصدیق ضروری ہے اور جب خریدار نے تصدیق کر دی تو نسب ثابت ہو جائے گا بیع باطل ہو جائے گی اور یہ بچہ آزاد ہو گا اور اس کی ماں بیچنے والے کی ام ولد ہو گی جیسا کہ پہلے مسئلہ میں ہے اس لئے کہ بیچنے والا اور خریدار نے ایک دوسرے کی تصدیق کر دی ہے اور یہ احتمال تو ہے ہی کہ علق بیچنے والے کی ملکیت میں ہوا ہو گا۔

چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنم دینے پر عدم استیلا کا بیان

(فَإِنْ مَاتَ الْوَلَدُ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَقَدْ جَاءَتْ بِهِ لَأَقَلَّ مِنْ مِائَةِ أَشْهُرٍ لَمْ يَثْبُتِ الْإِسْتِيلَادُ فِي الْأُمِّ) لِأَنَّهَا تَابِعَةٌ لِلْوَلَدِ وَلَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ بَعْدَ الْمَوْتِ لِغَدَمِ حَاجَتِهِ إِلَى ذَلِكَ فَلَا يَتَّبَعُهُ اسْتِيلَادُ

الْأُمُّ (وَأَنَّ مَاتَتْ الْأُمُّ فَادَّعَاهُ الْبَائِعُ وَقَدْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقْلَ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ يَثْبُتُ النَّسَبُ فِي الْوَلَدِ وَآخِذَهُ الْبَائِعُ) ؛ لِأَنَّ الْوَلَدَ هُوَ الْأَصْلُ فِي النَّسَبِ فَلَا يَضُرُّهُ قَوَاثُ التَّبَعِ، وَإِنَّمَا كَانَ الْوَلَدُ أَصْلًا لِأَنَّهَا تُضَافُ إِلَيْهِ يُقَالُ أُمُّ الْوَلَدِ، وَتُسْتَفِيدُ الْحُرِّيَّةُ مِنْ جِهَتِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْتَقَهَا وَلَدَهَا) وَالثَّابِتُ لَهَا حَقُّ الْحُرِّيَّةِ وَلَهُ حَقِيقَتُهَا، وَالْأَذْنَى يَتَّبِعُ الْأَعْلَى (وَيَرُدُّ الثَّمَنَ كُلَّهُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ).

وَقَالَا : يَرُدُّ حِصَّةَ الْوَلَدِ وَلَا يَرُدُّ حِصَّةَ الْأُمِّ لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّهُ بَاعَ أُمَّ وَلَدِهِ، وَمَالِيَّتُهَا غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَهُ فِي الْعَقْدِ وَالْفُصْبِ فَلَا يَضْمَنُهَا الْمُشْتَرِي، وَعِنْدَهُمَا مُتَقَوِّمَةٌ فَيَضْمَنُهَا.

فرمایا کہ جب بچہ فوت گیا اور بیچنے والے نے اس کے نسب کا دعویٰ کر دیا جبکہ باندی نے اس کو چھ ماہ سے کم مدت میں جتنا ہوتا ماں میں استیلا و ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ بچہ تابع ہے اور موت کے بعد اس کا نسب ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ موت کے بعد نسب کے ثبوت کی ضرورت ہی نہیں رہی لہذا استیلا و کو اس کے تابع نہیں کیا جائے گا اور جب ماں مرگئی اور بیچنے والے نے نسب کا دعویٰ کر دیا اور ماں نے چھ ماہ سے کم میں وہ بچہ جتنا تھا تو بچے میں نسب ثابت ہو جائے گا اور بیچنے والا اس کو لے لے گا اس لئے کہ نسب کے معاملے میں ولد ہی اصل ہے لہذا تبع کا فوت ہونا اس کے لئے نقصان دے نہیں ہے اور ولد اس وجہ سے اصل ہے کہ ماں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور اس کو ام ولد بلایا جاتا ہے اور وہ ماں اسی ولد سے حریت حاصل کرتی ہے لہذا آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اس باندی کو اس کے بچے نے آزاد کر دیا اور ماں کے لئے حریت کا حق ثابت ہوتا ہے جب کہ بچے کے لئے حریت کی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور ادنیٰ اعلیٰ کا تابع ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک بیچنے والا پورا ثمن واپس کرے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ صرف لڑکے کے حصے کا ثمن واپس کرے گا اور ماں کے حصے کا ثمن واپس نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ واضح ہو گیا کہ اس نے اپنی ام ولد کو بیچا ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک عقد اور غصب میں ام ولد کی مالیت مقوم نہیں ہے لہذا خریدار اس کا ضامن نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک خریدار اس کی مالیت کا ضامن ہوگا۔

ولد کے اصل اور ماں کے تابع ہونے کا بیان

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : وَإِذَا حَمَلَتْ الْجَارِيَّةُ فِي مِلْكِ رَجُلٍ فَبَاعَهَا فَوَلَدَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَادَّعَى الْبَائِعُ الْوَلَدَ وَقَدْ أَعْتَقَ الْمُشْتَرِي الْأُمَّ فَهُوَ ابْنُهُ يَرُدُّ عَلَيْهِ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ.

وَلَوْ كَانَ الْمُشْتَرِي إِنَّمَا أَعْتَقَ الْوَلَدَ فَدَعَاَهُ بِأَطْلَةٍ. وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الْأَصْلَ فِي هَذَا الْبَابِ الْوَلَدُ، وَالْأُمُّ تَابِعَةٌ لَهُ عَلَى مَا مَرَّ. وَفِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ قَامَ الْمَتَاعُ مِنَ الدَّعْوَةِ وَالْإِسْتِيلَادِ وَهُوَ الْعِتْقُ فِي التَّبَعِ وَهُوَ الْأُمُّ فَلَا يَمْتَنِعُ ثُبُوتُهُ فِي الْأَصْلِ وَهُوَ الْوَلَدُ، وَلَيْسَ مِنْ ضَرُورَاتِهِ. كَمَا

فِي وَلَدِ الْمَغْرُورِ فَإِنَّهُ حُرٌّ وَأُمُّهُ أَمَةٌ لِمَوْلَاهَا، وَكَمَا فِي الْمُسْتَوْلَذَةِ بِالنِّكَاحِ.
وَفِي الْفَصْلِ الثَّانِي قَامَ الْمَانِعُ بِالْأَصْلِ وَهُوَ الْوَلَدُ فَيَمْتَنِعُ ثَبُوتُهُ فِيهِ وَفِي التَّبَعِ، وَإِنَّمَا كَانَ
الْإِعْتِقَاقُ مَانِعًا لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ النِّقْضَ كَحَقِّ اسْتِلْحَاقِ النَّسَبِ وَحَقِّ الْإِسْتِيلَادِ فَاسْتَوَيْنَا مِنْ
هَذَا الْوَجْهِ، ثُمَّ الثَّابِتُ مِنَ الْمُشْتَرَى حَقِيقَةُ الْإِعْتِقَاقِ وَالثَّابِتُ فِي الْإِمِّ حَقُّ الْحُرِّيَّةِ، وَفِي
الْوَلَدِ لِلْبَّائِعِ حَقُّ الدَّعْوَةِ وَالْحَقُّ لَا يُعَارِضُ الْحَقِيقَةَ، وَالتَّكْذِيبُ بِمَنْزِلَةِ الْإِعْتِقَاقِ لِأَنَّهُ لَا
يَحْتَمِلُ النِّقْضَ وَقَدْ ثَبَتَ بِهِ بَعْضُ آثَارِ الْحُرِّيَّةِ.
وَقَوْلُهُ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ يُرَدُّ عَلَيْهِ بِحَصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ قَوْلُهُمَا وَعِنْدَهُ يُرَدُّ بِكُلِّ الثَّمَنِ هُوَ
الصَّحِيحُ كَمَا ذَكَرْنَا فِي فَصْلِ الْمَوْتِ.

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ کہ جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی کی ملکیت میں باندی حاملہ ہوئی پھر اس نے اس کو
فروخت کر دیا اور خریدار کے قبضہ میں اسے بچہ جٹا اور بیچنے والے نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا جبکہ خریدار ماں کو آزاد کر چکا ہے تو وہ بچہ
بیچنے والا کا ہوگا اور بیچنے والا خریدار کو اس کے حصے کا ثمن واپس کرے گا اور خریدار نے بچے کو آزاد کیا ہو تو بیچنے والا کا دعویٰ ساقط
ہو جائے گا۔

فرق کا سبب یہ ہے کہ اس میں ولد اصل ہے اور ماں اس کے تابع ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور پہلی صورت میں دعویٰ اور استیلا
سے مانع موجود ہے اور وہ تابع یعنی ماں کا آزاد ہو جانا ہے لہذا یہ آزادی اصل میں ثبوت نسب سے مانع نہیں ہوگا اور بچے کے آزادی
سے اس کی ماں کا آزاد ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ مغرور آدمی کا لڑکا آزاد ہوتا ہے حالانکہ اس بچے کی ماں اپنے آقا کی مملوک رہتی
ہے اور جیسا کہ نکاح سے باندی کا بچہ ہوتا۔

اور دوسری صورت میں اصل یعنی ولد کی وجہ سے مانع موجود ہے لہذا یہ بچہ میں بھی اور ماں میں بھی نسب اور آزادی کو ثابت
کرنے سے مانع ہوگا اور اعتناق اس وجہ سے مانع ہے اس لئے کہ وہ نقض کا احتمال نہیں رکھتی جیسا کہ استحقاق نسب اور استیلا کا حق
لہذا اس اعتبار سے دونوں برابر ہیں اور بچہ میں خریدار کی طرف سے حقیقی اعتناق ثابت ہے جبکہ ماں میں حریت کا حق ثابت ہے اور
بچہ میں بیچنے والے کی طرف سے دعویٰ کا حق موجود ہے اور حق حقیقت کے لئے عارضہ نہیں ہوتا اور مدبر بنانا اعتناق کے درجہ میں ہے
اس لئے کہ تدبیر میں بھی بطلان کا احتمال نہیں ہوتا اور تدبیر سے بھی آزادی کے کچھ اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اور پہلی فصل امام محمد کا یہ قول یسرد علیہ بحصته من الثمن صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم کے نزدیک پورا ثمن واپس کرنا
ہوگا یہی درست ہے جس طرح کہ موت کی فصل میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

فروخت شدہ غلام پر دعویٰ نسب کرنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَدَ عِنْدَهُ وَبَاعَهُ الْمُشْتَرَى مِنْ آخَرٍ ثُمَّ ادَّعَاهُ الْبَائِعُ الْأَوَّلُ فَهُوَ ابْنُهُ

وَيَسْطُلُ الْبَيْعُ لِأَنَّ الْبَيْعَ يَحْتَمِلُ النِّقْضَ، وَمَا لَهُ مِنْ حَقِّ الدَّعْوَةِ لَا يَحْتَمِلُهُ فَيَنْقُضُ الْبَيْعُ لِأَجْلِهِ، وَكَذَا إِذَا كَتَبَ الْوَلَدُ أَوْ رَهْنَهُ أَوْ أَجْرَهُ أَوْ كَتَبَ الْأُمُّ أَوْ رَهْنَهَا أَوْ زَوْجَهَا ثُمَّ كَانَتْ الدَّعْوَةُ لِأَنَّ هَذِهِ الْعَوَارِضَ تَحْتَمِلُ النِّقْضَ فَيَنْقُضُ ذَلِكَ كُلُّهُ وَتَصِحُّ الدَّعْوَةُ، بِخِلَافِ الْإِعْتِقَاقِ وَالتَّذْيِيرِ عَلَى مَا مَرَّ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِي أَوْ لَا ثُمَّ ادَّعَاهُ الْبَائِعُ حَيْثُ لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الْبَائِعِ لِأَنَّ النَّسَبَ الثَّابِتَ مِنَ الْمُشْتَرِي لَا يَحْتَمِلُ النِّقْضَ فَصَارَ كِإِعْتِقَاقِهِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایسا غلام بیچا جو اس کے پاس پیدا ہوا تھا اور خریدار نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا پھر بیچنے والا اول نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو وہ غلام اس کا بیٹا ہوگا اور بیع ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ بیچ میں نقض کا احتمال ہے لیکن بیچنے والا کا جو دعویٰ ہے اس میں نقض کا احتمال نہیں ہے لہذا اس کے سبب بیع ساقط ہو جائے گی۔

اسی طرح جب خریدار نے اس لڑکے کو مکاتب بنادیا یا رہن رکھ دیا یا اسے کراہیہ پردے دیا یا اس کی ماں کو مکاتب بنایا ہو یا اس کو رہن رکھا ہو یا اس کا نکاح کر دیا ہو پھر بیچنے والا اول نے دعویٰ کیا ہو اس لئے کہ یہ امور بطلان کا احتمال رکھتے ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک باطل ہو جائے گا اور دعویٰ درست ہوگا اعتاق اور تدبیر کے خلاف جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس صورت کے خلاف جب پہلے خریدار نے دعویٰ کیا ہو پھر بیچنے والے نے دعویٰ کیا ہو تو اس صورت میں بیچنے والا سے نسب ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ جو نسب خریدار سے ثابت ہو چکا ہے اس میں نقض کا احتمال نہیں ہے تو یہ خریدار کے لئے آزاد کرنے کی طرح ہو جائے گا۔

دو جزوے بچوں میں دعویٰ نسب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى نَسَبَ أَحَدِ التَّوَامَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهُمَا مِنْهُ) لِأَنَّهُمَا مِنْ مَاءٍ وَاحِدٍ، فَمِنْ ضَرُورَةٍ ثُبُوتِ نَسَبِ أَحَدِهِمَا ثُبُوتُ نَسَبِ الْآخَرِ، وَهَذَا لِأَنَّ التَّوَامَيْنِ وَلَدَانِ بَيْنَ وَلَا دَرْتَهُمَا أَقْلٌ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَلَا يَتَصَوَّرُ عُلوُّ الثَّانِي حَدِيثًا لِأَنَّهُ لَا حَبْلَ لِأَقْلٍ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ.

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ غُلَامَانِ تَوَامَانِ وَلَدَا عِنْدَهُ فَبَاعَ أَحَدَهُمَا وَاعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ ادَّعَى الْبَائِعُ الَّذِي فِي يَدِهِ فَهُمَا ابْنَاهُ وَبَطَلَ عِتْقُ الْمُشْتَرِي، لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ الَّذِي عِنْدَهُ لِمُصَادَفَةِ الْعُلُوقِ وَالدَّعْوَةِ مِلْكُهُ إِذَا الْمَسْأَلَةُ مَفْرُوضَةٌ فِيهِ ثَبَتَ بِهِ حُرِّيَّتُهُ الْأَصْلِيَّةُ فِيهِ فَيَثْبُتُ نَسَبُ الْآخَرِ، وَحُرِّيَّتُهُ الْأَصْلِيَّةُ فِيهِ ضَرُورَةٌ لِأَنَّهُمَا تَوَامَانِ، فَتَبَيَّنَ أَنَّ عِتْقَ الْمُشْتَرِي وَشِرَاءَهُ لَا قِيَّ حُرِّيَّتُهُ الْأَصْلِيَّةُ بَطُلَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْوَلَدُ وَاحِدًا لِأَنَّ هُنَاكَ يَسْطُلُ الْعِتْقُ فِيهِ مَقْصُودًا لِحَقِّ دَعْوَةِ الْبَائِعِ وَهَذَا ثَبَتَ تَبَعًا لِحُرِّيَّتِهِ فِيهِ حُرِّيَّتُهُ الْأَصْلِيَّةُ فَافْتَرَقَا (وَلَوْ لَمْ يَكُنْ أَصْلُ الْعُلُوقِ فِي مِلْكِهِ ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ الَّذِي عِنْدَهُ، وَلَا يُنْقَضُ الْبَيْعُ

فِيمَا بَاعَ) لِأَنَّ هَذِهِ دَعْوَةٌ تَخْرِيبِيَّةٌ لِانْعِدَامِ شَاهِدِ الْإِتِّصَالِ فَيَقْتَصِرُ عَلَى مَحَلِّ وَلَا يَتِيهِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دو جڑوا بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں بچوں کا نسب ہی اس سے ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفے سے پیدا ہوئے ہیں لہذا ان میں سے ایک کا نسب ثابت ہونے سے یقیناً دوسرے کا بھی نسب ثابت ہو جائے گا یہ حکم اس سبب سے ہے کہ جڑوا بچے وہی کہلاتے ہیں جن کی پیدائش میں چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو اور دوسرے بچے کا حمل قرار پانا متصور نہ ہو اس لئے چھ ماہ سے کم میں حمل کا تصور نہیں ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی کے پاس دو غلام ہوں اور وہ دونوں اس کے پاس پیدا ہوئے ہوں اور قابض نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا اور خریدار نے اس کو آزاد کر دیا پھر بیچنے والا کے قبضہ میں جو غلام تھا اس کے بارے میں نسب کا دعویٰ کیا تو وہ دونوں اس کے بیٹے ہوں گے اور خریدار کی آزادی ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ جب علق اور دعویٰ متصل ہونے کی وجہ سے اس بچے کے نسب کا دعویٰ ثابت ہو گیا جو بیچنے والا کے قبضہ میں ہے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اس لئے کہ مسئلہ اس حال میں فرض کیا گیا ہے کہ علق اور ولادت دونوں چیزیں بیچنے والے کی ملکیت میں ہوتی ہیں پس جب بیچنے والے نے اس بچے کو اپنے سے پیدا ہونے کا اقرار کر لیا تو بچہ میں اصلی حریت ثابت ہو جائے گی اور خریدار کا آزادی باطل ہو جائے گا اس صورت کے خلاف کہ جب بچہ ایک ہو اس لئے کہ اس صورت میں بیچنے والا کے دعوے کا حق بن کر بالقصد آزادی باطل ہو گا اور صورت مسئلہ میں اصل آزادی کے سبب جمعیت کے طور پر خریدار کی آزادی باطل ہے لہذا دونوں مسکوں میں فرق ہو گیا اور جب اصل علق بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہوا ہو تو اسی لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہو گا جو اس کے قبضہ میں ہے اور جو اس نے بیچ دیا ہے اس میں بیچ باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہ دعویٰ تحریر ہے اس لئے کہ علق اور نسب کے دعویٰ میں اتصال نہیں ہے لہذا یہ دعویٰ بیچنے والا کے محل ولایت پر انحصار کرنے والا ہوگا۔

اقرار نسب میں اقرار اول کا دوسرے اقرار سے قوی ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الصَّبِيُّ فِي يَدِ رَجُلٍ فَقَالَ : هُوَ ابْنُ عَبْدِي فَلَانَ الْغَائِبِ ثُمَّ قَالَ : هُوَ ابْنِي لَمْ يَكُنْ ابْنُهُ أَبَدًا وَإِنْ جَحَدَ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ ابْنَهُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَا : إِذَا جَحَدَ الْعَبْدُ فَهُوَ ابْنُ الْمَوْلَى) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا قَالَ : هُوَ ابْنُ فَلَانٍ وَلَدَ عَلِيٍّ فِرَاشِهِ ثُمَّ ادَّعَاهُ لِنَفْسِهِ لَهْمَا أَنْ الْأَقْرَارَ ارْتَدَّ بِرَدِّ الْعَبْدِ فَصَارَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ الْأَقْرَارُ، وَالْأَقْرَارُ بِالنَّسَبِ يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ وَإِنْ كَانَ لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ ؛ إِلَّا يَرَى أَنَّهُ يَعْمَلُ فِيهِ الْإِكْرَاهُ وَالْهَزْلُ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ بِاعْتِقَاقِ الْمُشْتَرِي فَكَذَبَهُ الْبَائِعُ ثُمَّ قَالَ أَنَا أَعْتَقْتُهُ بِتَحَوُّلِ الْوَلَاءِ إِلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَدَّقَهُ لِأَنَّهُ يَدَّعِي بَعْدَ ذَلِكَ نَسَبًا ثَابِتًا مِنَ الْغَيْرِ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يُصَدِّقْهُ وَلَمْ يُكْذِبْهُ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُقَرَّرِ لَهُ عَلَى اعْتِبَارِ تَصْدِيقِهِ فَيَصِيرُ كَوَلَدِ الْمُلَاعِنَةِ فَإِنَّهُ لَا يَبْثُثُ نَسَبُهُ مِنْ غَيْرِ الْمُلَاعِنِ ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يُكْذِبَ نَفْسَهُ .

وَلَا يَسِي حَبِيفَةً أَنَّ النَّسَبَ مِمَّا لَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ بَعْدَ ثُبُوتِهِ وَالْإِقْرَارُ بِمِثْلِهِ لَا يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ فَبَقِيَ
فَتَمْتَنِعُ دَعْوَتُهُ، كَمَنْ شَهِدَ عَلَى رَجُلٍ بِنَسَبٍ صَغِيرٍ فَرَدَّتْ شَهَادَتُهُ لِتَهْمَةٍ ثُمَّ ادَّعَاهُ لِنَفْسِهِ،
وَهَذَا لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُقَرَّرِ لَهُ عَلَى اعْتِبَارِ تَصَدِيقِهِ، حَتَّى لَوْ صَدَّقَهُ بَعْدَ التَّكْلِيبِ يَثْبُتُ
النَّسَبُ مِنْهُ، وَكَذَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْوَلَدِ فَلَا يَرْتَدُّ بِرَدِّ الْمُقَرَّرِ لَهُ. وَمَسْأَلَةُ الْوَلَاءِ عَلَى هَذَا
الْخِلَافِ، وَلَوْ سَلِمَ فَأَلْوَاءُ قَدْ يَبْتَطُلُ بِاعْتِرَاضِ الْأَقْوَى كَجَوْرِ الْوَلَاءِ مِنْ جَانِبِ الْأُمِّ إِلَى قَوْمِ
الْأَبِ. وَقَدْ اغْتَرَضَ عَلَى الْوَلَاءِ الْمَوْقُوفِ مَا هُوَ أَقْوَى وَهُوَ دَعْوَى الْمُشْتَرَى فَيَبْتَطُلُ بِهِ،
بِخِلَافِ النَّسَبِ عَلَى مَا مَرَّ. وَهَذَا يَصْلُحُ مَخْرَجًا عَلَى أَصْلِهِ فَيَمْنُ يَبِيعُ الْوَلَدَ وَيَخَافُ عَلَيْهِ
الدَّعْوَةَ بَعْدَ ذَلِكَ فَيَقْطَعُ دَعْوَاهُ إِقْرَارُهُ بِالنَّسَبِ لِغَيْرِهِ.

📖 جب کسی آدمی کے پاس ایک بچہ ہو اور قابض یہ کہتا ہو کہ یہ میرے فلاں غائب غلام کا بچہ ہے پھر قباوض نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو وہ بچہ کبھی بھی قابض کا بیٹا نہیں ہو سکتا اگرچہ غلام اس بات کا انکار بھی کر دے کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے یہ حکم حضرت امام اعظم کے نزدیک ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ جب غلام انکار کر دے تو وہ بچہ آقا کا ہوگا اسی اختلاف پر یہ بھی ہے کہ جب اس نے یہ کہا کہ یہ بچہ فلاں کا ہے اور اسی سے پیدا ہوا ہے پھر اپنے لئے اس کا دعویٰ کر لیا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ غلام کے رد کر دینے سے اقرار رد ہو جاتا ہے اور یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ اقرار تھا ہی نہیں اور نسب کا اقرار کر دینے سے رد ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں نقض کا احتمال نہیں ہوتا کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اس میں اکراہ اور ہزل اپنا اثر دکھاتے ہیں تو یہ ایسا ہو گیا کہ گویا خریدار نے یہ اقرار کیا کہ بیچنے والے نے بیع غلام کو بیچنے سے پہلے ہی آزاد کر دیا تھا مگر بیچنے والے نے اس کی تکذیب کر دی پھر خریدار نے کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کر دیا تو ولایت خریدار کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اس صورت کے خلاف کہ جب غلام آقا کی تصدیق کر دے تو بھی آقا کے دعوے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اب وہ ایسے نسب کا دعویٰ کر رہا ہے جو دوسرے سے ثابت ہے اور اس صورت کے خلاف کہ جب غلام نہ تو تصدیق کرے اور نہ ہی تکذیب کرے اس لئے کہ غلام کے تصدیق کرنے کی صورت میں اس بچہ سے مقررہ کا حق متعلق ہو چکا ہے تو وہ بچہ ملاعنہ کے بچے کی طرح ہو جائے گا کہ ملاعنہ کے علاوہ اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ ملاعنہ کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو جھٹلا دے

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ نسب ان چیزوں میں سے ہے جن کے ثابت ہونے کے بعد ان کے باطل ہونے کا احتمال نہیں ہوتا اور اس جیسا اقرار بھی رد کرنے سے رد نہیں ہوتا لہذا اقرار باقی رہے گا اور مدعی کا دعویٰ ممتنع ہوگا جیسا کہ کسی آدمی نے دوسرے کے خلاف کسی چھوٹے بچے کے نسب کی گواہی دی پھر کسی تہمت کے سبب اس کی گواہی رد ہو گئی اس کے بعد اس نے اپنے لئے اس کے نسب کا دعویٰ کر دیا تو اس کا دعویٰ مردود ہوگا اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ مقررہ کی تصدیق کے سبب اس بچے کا حق اس

سے وابستہ ہو گیا حتیٰ کہ تکذیب کے بعد مقرر اس کی تصدیق کر دے پھر بھی اسی سے نسب ثابت ہوگا نیز اقرار کے سبب اس بچے کا حق بھی اس سے متعلق ہو گیا ہے لہذا مقررہ کے انکار سے نسب کا انکار نہیں ہوگا۔

اور ولادہ کا مسئلہ بھی اسی اختلاف کی بناء پر ہے اور اگر ہم اس کو متفق علیہ مان بھی لیں تو ولادہ اتوی سے پیش آنے سے ساقط ہو جائے گا جس طرح ماں کی طرف سے باپ کی طرف ولادہ منتقل ہو جاتا ہے اور صورت مسئلہ میں ولادہ موقوف پر ایسی چیز حاوی ہوگئی ہے جو اس سے بھی اتوی ہے یعنی خریدار کا دعویٰ لہذا اس دعویٰ کی سبب ولادہ موقوف ساقط ہو جائے گا نسب کے خلاف جیسا کہ گذر چکا ہے اور یہ مسئلہ امام اعظم کی اصل پر اس آدمی کے حق میں حیلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جو کسی غلام کو بیچے اور اس کو بیچ کے بعد دوسرے کی طرف سے دعوے کا خوف ہو تو وہ دوسرے کے لئے نسب کا اقرار کر کے اس کا دعویٰ خارج کر دے۔

دعویٰ آزادی کا دعویٰ غلامی سے قوی ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ الصَّبِيُّ فِي يَدِ مُسْلِمٍ وَلَضْرَائِي فَقَالَ النَّضْرَانِيُّ : هُوَ ابْنِي وَقَالَ الْمُسْلِمُ هُوَ عَبْدِي فَهُوَ ابْنُ النَّضْرَانِيِّ وَهُوَ حُرٌّ) لِأَنَّ الْإِسْلَامَ مُرَجِّحٌ لِمُسْتَدْعَى تَعَارُضًا وَلَا تَعَارُضٌ لِأَنَّ نَظَرَ الصَّبِيِّ فِي هَذَا أَوْفَرُ لِأَنَّهُ بِنَالُ شَرَفِ الْحُرِّيَّةِ حَالًا وَشَرَفِ الْإِسْلَامِ مَالًا، إِذَا دَلَّ بِلِ الْوَحْدَانِيَّةِ ظَاهِرَةً، وَلِي عَكْسِهِ الْحُكْمُ بِالْإِسْلَامِ تَبَعًا وَجَرْمَانُهُ عَنِ الْحُرِّيَّةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي وَسْعِهِ اسْتِسَابُهَا (وَلَوْ كَانَتْ دَعْوَتُهُمَا دَعْوَةَ الْبُتَّةِ فَالْمُسْلِمُ أَوْلَى) تَرْجِيحًا لِلْإِسْلَامِ وَهُوَ أَوْفَرُ النَّظَرَيْنِ.

فرمایا کہ جب کسی مسلمان اور نصرانی کے قبضہ میں ایک بچہ ہو اور نصرانی کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مسلمان کہے کہ یہ میرا غلام ہے تو وہ نصرانی کا بیٹا ہوگا یا آزاد ہوگا اس لئے کہ اسلام کو ترجیح دی جاتی ہے لیکن ترجیح تعارض کا تقاضہ کرنے والی ہوتی ہے اور یہاں پر تعارض نہیں ہے اور بچے کو نصرانی کا بیٹا بنانے میں اس کے ساتھ زیادہ شفقت ہے اس لئے کہ وہ اسی وقت حریت سے مشرف ہو جائے گا اور کچھ دنوں بعد اسلام سے بھی مشرف ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی وعدہ انیت کے دلائل ظاہر ہیں اور اگر اس کو غلام مان لیا جائے تو وہ اپنے آقا کے تابع ہو کر مسلمان ہوگا اور آزادی کی نعمت سے محروم رہے گا اور بعد میں بھی آزادی حاصل کرنا اس کے بس میں نہیں ہوگی اور جب دونوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہو کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کو مسلمان کا بیٹا قرار دینا زیادہ رائج ہے اس لئے کہ اس میں اسلام کو غلبہ ہوگا اور بچے کے حق میں شفقت بھی زیادہ ہوگی۔

عورت کا کسی بچے کے متعلق دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَتْ امْرَأَةٌ صَبِيًّا أَنَّهُ ابْنُهَا لَمْ تَجُزْ دَعْوَاهَا حَتَّى تَشْهَدَ امْرَأَةٌ عَلَى الْوِلَادَةِ) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنْ تَكُونَ الْمَرْأَةُ ذَاتَ زَوْجٍ لِأَنَّهَا تَدْعِي تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ فَلَا تُصَدَّقُ إِلَّا بِحُجَّةٍ، بِخِلَافِ الرَّجُلِ لِأَنَّهُ يُحْمَلُ نَفْسُهُ النَّسَبَ، ثُمَّ شَهَادَةُ الْقَابِلَةِ كَافِيَةٌ فِيهَا

لَاَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى تَعْيِينِ الْوَلَدِ أَمَّا النَّسَبُ فَيَكْتَفِي بِالْفِرَاشِ الْقَائِمِ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَبْلَ شَهَادَةِ الْقَابِلَةِ عَلَى الْوَلَادَةِ)

فرمایا کہ جب کسی عورت نے کسی بچے کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو اس کے دعوے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ ولادت پر کوئی عورت گواہی دے اور صورت مسئلہ یہ ہے کہ وہ عورت شوہر والی ہو اس لئے کہ وہ دوسرے پر نسب لادنے کا دعویٰ کر رہی ہے لہذا دلیل کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی مرد کے خلاف اس لئے کہ وہ اپنے اوپر نسب کو لاد رہا ہے پھر اس سلسلے میں دائی کی گواہی کافی ہوگی اس لئے کہ یہاں تعین ولد کی ضرورت ہے رہا نسب تو وہ موجودہ زوجیت سے ثابت ہے اور یہ درست ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ولادت کے بارے میں دائی کی گواہی کو قبول فرمایا ہے۔

معتدہ عورت کے دعویٰ کرنے کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ مُعْتَدَةً فَلَا بُدَّ مِنْ حُجَّةٍ تَامَةٍ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَنكُوحَةً وَلَا مُعْتَدَةً قَالُوا: يَكْتَفِي النَّسَبُ مِنْهَا بِقَوْلِهَا لَأَنَّ فِيهِ الزَّامًا عَلَى نَفْسِهَا ذُوْنَ غَيْرِهَا. (وَإِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ وَزَعَمَتْ أَنَّهُ ابْنُهَا مِنْهُ وَصَدَّقَهَا فِيهِ ابْنُهَا وَإِنْ لَمْ تَشْهَدْ امْرَأَةً) لِأَنَّهُ التَّزَمَ نَسَبَهُ فَأَعْنَى ذَلِكَ عَنْ الْحُجَّةِ. (وَإِنْ كَانَ الصَّبِيُّ فِي أَيْدِيهِمَا وَزَعَمَ الزَّوْجُ أَنَّهُ ابْنُهُ مِنْ غَيْرِهَا وَزَعَمَتْ أَنَّهُ ابْنُهَا مِنْ غَيْرِهِ فَيُؤَيِّدُ ابْنُهَا) لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْوَلَدَ مِنْهُمَا لِقِيَامِ أَيْدِيهِمَا أَوْ لِقِيَامِ الْفِرَاشِ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُرِيدُ إِبْطَالَ حَقِّ صَاحِبِهِ فَلَا يُصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَهُوَ نَظِيرُ تَوْبٍ فِي يَدِ رَجُلَيْنِ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا هُوَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ غَيْرِ صَاحِبِهِ يَكُونُ الشُّرْبُ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنَّ هُنَاكَ يَدْخُلُ الْمُقَرُّ لَهُ فِي نَصِبِ الْمُقَرِّ لِأَنَّ الْمَحَلَّ يَحْتَمِلُ الشَّرِيكَ، وَهَاهُنَا لَا يَدْخُلُ لِأَنَّ النَّسَبَ لَا يَحْتَمِلُهَا.

اور جب مدعی دعویٰ کرنے والی عورت معتدہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک حجت تامہ ضروری ہے اور یہ بات کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے اور جب وہ عورت نہ تو معتدہ ہو اور نہ ہی منکوحہ تو مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے سے ہی نسب ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ اس میں اس پر ہی الزام ہے کسی دوسرے پر نہیں ہے۔

اور جب عورت اور اس کے شوہر نے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ بچہ اسی شوہر سے ہے اور شوہر نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو وہ ان دونوں کا بیٹا ہوگا اگرچہ کوئی عورت گواہی نہ دے اس لئے کہ شوہر نے خود اس کا التزام کر لیا ہے اور اس چیز نے دلیل سے بے نیاز کر دیا ہے اور جب بچہ دونوں کے قبضہ میں ہو اور شوہر یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قابضہ کے علاوہ دوسری بیوی سے ہے اور بیوی یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور قابضہ کے علاوہ دوسرے شوہر سے ہے تو اس صورت میں بھی وہ بچہ ان دونوں کا بیٹا ہوگا اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ بچہ ان دونوں سے پیدا ہوا ہے اس لئے کہ وہ دونوں اس پر قابض ہیں یا اس وجہ سے کہ ان میں رشتہ زوجیت

برقرار ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے حق کو باطل کرنا چاہ رہا ہے لہذا اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔
یہ اس کپڑے کی مثل ہے جو دو آدمیوں کے قبضہ میں ہو اور ان میں سے ہر آدمی یہ کہے کہ یہ کپڑا میرے اور قابض کے علاوہ
دوسرے آدمی کے درمیان مشترک ہے تو وہ کپڑا دونوں قابضوں کے درمیان مشترک ہوگا لیکن اس صورت میں مقررہ مقرر کے حصے میں
داخل ہوگا اس لئے کہ محل میں شرکت کا احتمال ہے اور لڑکے والے مسئلہ میں مقررہ مقرر کے حصے میں داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ نسب
میں شرکت کا احتمال نہیں ہوتا ہے۔

خرید کردہ باندی کے حقدار نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَوَلَدَتْ وَلَدًا عِنْدَهُ فَاسْتَحَقَّهَا رَجُلٌ غَرِمَ الْآبُ قِيمَةَ الْوَلَدِ يَوْمَ
بُخَايَسِهِمْ) لِأَنَّهُ وَلَدُ الْمَغْرُورِ فَإِنَّ الْمَغْرُورَ مَنْ يَطْأُ امْرَأَةً مُغْتَمِدًا عَلَى مِلْكِ يَمِينٍ أَوْ يَكْحَاحِ
فَتَلِدُ مِنْهُ ثُمَّ تُسْتَحَقُّ، وَوَلَدُ الْمَغْرُورِ حُرٌّ بِالْقِيمَةِ بِاجْتِمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَلِأَنَّ
النَّظَرَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَاجِبٌ فَيَجْعَلُ الْوَلَدُ حُرًّا الْأَصْلُ فِي حَقِّ أَبِيهِ رَقِيقًا فِي حَقِّ مُدَّعِيهِ نَظَرًا
لَهُمَا، ثُمَّ الْوَلَدُ حَاصِلٌ لِي يَدِهِ مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ فَلَا يَضُمُّهُ إِلَّا بِالْمَنْعِ كَمَا فِي وَلَدِ الْمَفْضُوبَةِ،
فَلِهَذَا تُعْتَبَرُ قِيمَةُ الْوَلَدِ يَوْمَ الْخُصُومَةِ لِأَنَّهُ يَوْمُ الْمَنْعِ

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی لونڈی خریدی اور اس لونڈی نے خریدار کے پاس بچہ جنا اور ایک آدمی اس باندی کا
مستحق نکل گیا تو باپ غاصت والے دن کی قیمت کا مالک ہوگا اس لئے کہ یہ ولد مغرور ہے اور مغرور وہ آدمی ہوتا ہے جو ملک یمین یا
کاح پر اعتماد کر کے کسی عورت سے دلی کرے اور عورت اس کے نطفے سے بچہ جنے پھر وہ عورت کسی کی مستحق نکل جائے اور ولد مغرور
اجماع صحابہ کے ساتھ قیمت سے آزاد ہوتا ہے اور اس لئے کہ دونوں کی طرف سے شفقت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے لہذا لڑکے کو اس
کے باپ کے حق میں حوالہ اصل قرار دیا جائے گا اور مدعی کے حق میں اس کو رقیق مانا جائے گا تا کہ دونوں کے ساتھ شفقت متحقق ہو
جائے۔

پھر یہ بچہ باپ کی طرف سے کسی زیادت کے بغیر اس کے پاس آیا ہے لہذا منع کے بغیر وہ ضامن نہیں ہوگا جس طرح ولد
مفصوبہ میں ہوتا ہے اسی لئے لڑکے کی وہی قیمت معتبر ہے جو خصومت کے دن کی ہے اس لئے کہ خصومت کا دن ہی منع کا دن ہے۔

وفات بچہ کے سبب معدوم منع کا بیان

(وَلَوْ مَاتَ الْوَلَدُ لَا شَيْءَ عَلَى الْآبِ) لِانْعِدَامِ الْمَنْعِ، وَكَذَا لَوْ تَرَكَ مَالًا لِأَنَّ الْإِرْثَ لَيْسَ
بِبَدْلِ عَنْهُ، وَالْمَالُ لِأَبِيهِ لِأَنَّهُ حُرٌّ الْأَصْلُ فِي حَقِّهِ فَيَرِثُهُ (وَلَوْ قَتَلَهُ الْآبُ يَغْرُمُ قِيمَتَهُ) لِوُجُودِ
الْمَنْعِ وَكَذَا لَوْ قَتَلَهُ غَيْرُهُ فَآخَذَ دِيْنَتَهُ، لِأَنَّ سَلَامَةَ بَدْلِهِ لَهُ كَسَلَامَتِهِ، وَمَنْعَ بَدْلِهِ كَمَنْعِهِ فَيَغْرُمُ
قِيمَتَهُ كَمَا إِذَا كَانَ حَيًّا (وَيَرْجِعُ بِقِيمَةِ الْوَلَدِ عَلَى بَائِعِهِ) لِأَنَّهُ ضَمِنَ لَهُ سَلَامَتَهُ كَمَا يَرْجِعُ

بِسْمِہِ، بِخِلَافِ الْعُقْرِ لِأَنَّهُ لَزِمَهُ لِمُسْتِيفَاءِ مَنَافِعِهَا فَلَا يَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْبَائِعِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِالصَّوَابِ .

اور جب یہ بچہ فوت ہو جائے تو باپ پر کچھ نہیں ہوگا اس لئے کہ منع معدوم ہے ایسے ہی جب اس بچے نے میراث میں کوئی مال چھوڑا تو وہ بھی باپ پر ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ لڑکا میراث کا بدل نہیں ہے اور اس کا مال اس کے باپ کا ہوگا اس لئے کہ باپ کے حق میں یہ بچہ حرام اصل ہے اس لئے باپ اس کا وارث ہوگا اور جب باپ اس کو قتل کر دے تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ منع موجود ہے اسی طرح جب کسی دوسرے آدمی نے اس کو قتل کر دیا اور باپ نے اس کی دیت لے لی تو بھی باپ ضامن ہوگا اس لئے کہ لڑکے کے بدل کی سلامتی اس کی سلامتی کی مثل ہے اور اس کے بدل کا روکنا لڑکے کے روکنے کی طرح ہے لہذا باپ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا جس طرح کہ اگر بچہ زندہ ہوتا تو بھی باپ ضامن ہوتا اور باپ اپنے بیچنے والا سے لڑکے کی قیمت کو واپس لے گا اس لئے کہ بیچنے والے نے خریدار کے لئے مبیع کی سلامتی کا ضمان لیا تھا اور یہ باپ مبیع کا بھی ثمن واپس لے گا عقر کے خلاف اس لئے کہ لونڈی کا منافع وصول کرنے کے سبب اس پر عقر لازم ہو گیا ہے اس لئے خریدار اس کو بیچنے والا سے واپس نہیں لے سکتا۔

کتاب اقرار

﴿یہ کتاب اقرار کے بیان میں ہے﴾

کتاب اقرار کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کتاب دعویٰ سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے کتاب اقرار کو شروع کیا ہے کیونکہ دعویٰ اور اقرار میں مطابقت یہ ہے کہ مدعی علیہ دعویٰ کرنے والے کے دعویٰ کا اقرار کر لے گا یا پھر انکار کر دے گا اور اب وہ اقرار کر لیتا ہے تو معاملہ جلد بنادیا جائے گا جبکہ انکار کی حالت میں اس کی کئی شقیں اور بن جائیں گے جن کے بعد یہ مسئلہ حل ہوگا۔ پس انکار و اقرار یہ دونوں دعوے پر موقوف ہوئے۔ پس موقوف علیہ یعنی دعویٰ کو کتاب اقرار سے پہلے ذکر کر دیا ہے اور اصول بھی یہی ہے۔ (البتا یہ شرح الہدایہ، کتاب اقرار)

اقرار کے لغوی و فقہی مفہوم کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصل میں یہ قرار سے بنا ہے اس لیے اقرار کے معنی ٹھہرانا اور ثابت کرنا ہوئے۔ جنہیں قبول کرنے، اعتراف کرنے اور تسلیم کرنے کو بھی اقرار کہتے ہیں کیونکہ آدمی جس کو ماننا، قبول کرنا اور تسلیم کرتا ہے اس پر اپنے آپ کو ثابت اور برقرار رکھتا ہے۔ اسی لیے قول و قرار اور عہد و پیاں کو بھی اقرار کہا جاتا ہے۔ بطور اصطلاح خدا اور رسول ﷺ کی زبان سے شہادت اور گواہی کا نام اقرار ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ: اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و عمل بالادکان،

زبان سے اقرار کرنا کہ خدا اور رسول ﷺ برحق ہیں اور اس کو دل سے سچا جاننا اور احکام الہی و ارکان دین کو ہاتھ پاؤں اور اعضا و جوارح سے بجالانا۔ احکام و قوانین عدالتی فیصلوں اور مقدمات کے سلسلہ میں بھی اقرار کا لفظ بولا جاتا ہے۔

چنانچہ شرعی دلائل میں دعوے کے ثبوت کے لیے سب سے قوی دلیل مدعا علیہ کا اقرار ہی سمجھی جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ مدعا علیہ اس بات کو تسلیم کرے جس کا اس پر دعویٰ کیا گیا ہے یا بالفاظ دیگر اپنے خلاف گواہی دے اور اقرار کرے کہ مدعی نے جو کچھ دعویٰ کیا ہے وہ درست ہے۔ اس اقرار کے بعد مقرر، اقرار کرنے والا، پابند ہو جاتا ہے۔ لیکن اقرار کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے والا عاقل و بالغ ہو اور اس پر کسی قسم کا جبر نہ کیا گیا ہو۔ اگر کسی سے جبراً اقرار کرایا گیا ہو تو یہ صحیح نہیں مانا جائے گا۔ اسی طرح نابالغ، پاگل یا ان جیسے مرقوم القلم لوگوں کا اقرار بھی معتبر نہ ہوگا۔ جب مدعا علیہ اقرار کرے تو حقوق العباد میں اپنے اقرار سے نہیں پھر سکتا البتہ

حقوق اللہ میں اختلاف ہے۔ (نادی شامی، کتاب الاقرار، بیروت)

حکم اقرار کے شرعی مأخذ کا بیان

اقرار کرنے والے نے جس شے کا اقرار کیا وہ اُس پر لازم ہو جاتی ہے قرآن و حدیث و اجماع سب سے ثابت ہے کہ اقرار اس امر کی دلیل ہے کہ مقرر کے ذمہ وہ حق ثابت ہے جس کا اُس نے اقرار کیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَلَيَمْلِكِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلَيَتَّقِ اللَّهُ رَبَّهُ وَلَا يَنْخَسُ مِنْهُ شَيْئًا .

جس کے ذمہ حق ہے وہ املا کرے (تحریر لکھوائے) اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ کم نہ کرے۔

اس آیت میں جس پر حق ہے اُس کو املا کرنے کا حکم دیا ہے اور املا اُس حق کا اقرار ہے لہذا اگر اقرار رجعت نہ ہوتا تو اس کے املا کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا نیز اس کو اس سے منع کیا گیا کہ حق کے بیان کرنے میں کمی کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے کا اقرار کرے گا وہ اُس کے ذمہ لازم ہوگا۔ اور ارشاد فرماتا ہے:

ءَاَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ اَصْرِيْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے اور حضور (ﷺ) کی مدد کرنے کا جو عہد لیا گیا اُس کے متعلق ارشاد ہوا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا اس سے معلوم ہوا کہ اقرار رجعت ہے ورنہ اقرار کا مطالبہ نہ ہوتا۔ اور فرماتا ہے:

كُوْنُوْا قَوِّمِيْنَ بِالْقِسْطِ شَهِدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ

عدل کے ساتھ قائم ہونے والے ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہ بن جاؤ اگرچہ وہ گواہی خود تمہارے ہی خلاف ہو۔

تمام مفسرین فرماتے ہیں اپنے خلاف شہادت دینے کے معنی اپنے ذمہ حق کا اقرار کرنا ہے۔ حدیثیں اس بارے میں متعدد ہیں۔ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو اقرار کی وجہ سے رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ غامد یہ صحابیہ پر بھی رجم کا حکم اُنکے اقرار کی بنا پر فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اس شخص کی عورت کے پاس صبح جاؤ اگر وہ اقرار کرے رجم کر دو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اقرار سے جب حدود تک ثابت ہو جاتے ہیں تو دوسرے قسم کے حقوق بدرجہ اولیٰ ثابت ہونگے۔

بظاہر اقرار مقرر کے لیے مضہر ہے۔ کہ اس کی وجہ سے اُس پر ایک حق ثابت و لازم ہو جاتا ہے جو اب تک ثابت نہ تھا مگر حقیقت میں مقرر کے لیے اس میں بہت فوائد ہیں ایک فائدہ یہ ہے کہ اپنے ذمہ سے دوسرے کا حق ساقط کرنا ہے یعنی صاحب حق کے حق سے بری ہو جاتا ہے اور لوگوں کی زبان بندی ہو جاتی ہے کہ اس معاملہ میں اب اس کی مذمت نہیں کر سکتے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس کی چیز تھی اُس کو دے کر اپنے بھائی کو نفع پہنچایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ سب کی نظروں میں یہ شخص راست گو ثابت ہوتا ہے اور ایسے شخص کی بندگان خدا تعریف کرتے ہیں اور یہ اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔

اقرار کا ثبوت حق کے لئے اخبار ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَقَرَّ الْحُرُّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ بِحَقِّ لَزِمِهِ إِقْرَارُهُ مَجْهُولًا كَانَ مَا الْكَرِيهَ أَوْ مَعْلُومًا) اَعْلَمَ أَنَّ الْإِقْرَارَ إِخْبَارٌ عَنْ ثُبُوتِ الْحَقِّ، وَأَنَّهُ مُلْزِمٌ لِقُوعِهِ دَلَالَةً؛ أَلَا تَرَى كَيْفَ أَلْزَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِزَّارَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الرَّجْمَ بِإِقْرَارِهِ وَتِلْكَ الْمَرْأَةُ بِأَغْيَرِهَا. وَهُوَ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ لِقُصُورِ وَلَايَةِ الْمُقَرِّرِ عَنْ غَيْرِهِ فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ.

وَشَرَطُ الْحُرِّيَّةِ لِيَصِحَّ إِقْرَارُهُ مُطْلَقًا، فَإِنَّ الْعَبْدَ الْمَاذُونِ لَهُ وَإِنْ كَانَ مُلْحَقًا بِالْحُرِّ فِي حَقِّ الْإِقْرَارِ، لَكِنَّ الْمَحْجُورَ عَلَيْهِ لَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ بِالْمَالِ وَيَصِحُّ بِالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ لِأَنَّ إِقْرَارَهُ عَلَيْهِ مُوجِبٌ لِمُتَعَلِّقِ الدِّينِ بِرَقَبَتِهِ وَهِيَ مَالُ الْمَوْلَى فَلَا يُصَدَّقُ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ الْمَاذُونِ لِأَنَّهُ مُسَلِّطٌ عَلَيْهِ مِنْ جِهَتِهِ، وَبِخِلَافِ الْحَدِّ وَالْدِّمِ لِأَنَّهُ مُبْقَى عَلَى أَصْلِ الْحُرِّيَّةِ لِي ذَلِكَ، حَتَّى لَا يَصِحَّ إِقْرَارُ الْمَوْلَى عَلَى الْعَبْدِ فِيهِ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْبُلُوغِ وَالْعَقْلِ لِأَنَّ إِقْرَارَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ غَيْرُ لَزِمٍ لِانْعِدَامِ أَهْلِيَّةِ الْإِلتِزَامِ، إِلَّا إِذَا كَانَ الصَّبِيُّ مَاذُونًا لَهُ لِأَنَّهُ مُلْحَقٌ بِالْبَالِغِ بِحُكْمِ الْأَذْنِ، وَجَهَالَةُ الْمُقَرِّرِ بِهِ لَا تَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ قَدْ يَلْزِمُ مَجْهُولًا بِأَنَّهُ أَتْلَفَ مَالًا لَا يَذَرِي قِيَمَتَهُ أَوْ يَجْرَحَ جِرَاحَةً لَا يَعْلَمُ أَرْشَهَا أَوْ تَبْقَى عَلَيْهِ بَاقِيَةٌ حِسَابٌ لَا يُحِيطُ بِهِ عِلْمُهُ، وَالْإِقْرَارُ إِخْبَارٌ عَنْ ثُبُوتِ الْحَقِّ فَيَصِحُّ بِهِ، بِخِلَافِ الْجَهَالَةِ فِي الْمُقَرِّرِ لَهُ لِأَنَّ الْمَجْهُولَ لَا يَصْلُحُ مُسْتَحَقًّا، (وَيُقَالُ لَهُ: بَيْنَ الْمَجْهُولِ) لِأَنَّ التَّجْهِيلَ مِنْ جِهَتِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَعْتَقَ أَحَدٌ عَبْدِيهِ (فَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ أَجْبَرَهُ الْقَاضِي عَلَى الْبَيَانِ) لِأَنَّهُ لَزِمَهُ الْخُرُوجُ عَمَّا لَزِمَهُ بِصِحِّحِ إِقْرَارِهِ وَذَلِكَ بِالْبَيَانِ.

فرمایا کہ جب کسی آزاد، عاقل اور بالغ نے اپنے اوپر کسی حق کا اقرار کر لیا تو وہ اس پر لازم ہو جائے گا چاہے وہ حق مجہول ہو یا معلوم ہو تو جان کہ کسی کے حق کے ثبوت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں اور اقرار کو مقرر پر لازم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ اقرار مجربہ پر دلیل بن جاتا ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زنا کا اقرار کرنے پر حضرت ماعز پر رجم لازم کر دیا تھا اور غامدیہ کی عورت پر اس کے اعتراف کرنے کے سبب رجم کا لازم کر دیا تھا اور اقرار حجت قاصرہ ہے اس لئے کہ مقرر کو اپنے علاوہ پر ولایت نہیں ہوتی لہذا مقرر کا اقرار اسی پر منحصر رہتا ہے۔

اور امام قدوری نے اسی لئے حریت کی شرط لگائی ہے تاکہ مطلق طور پر اقرار درست ہو اس لئے کہ عبد ماذون نہ اگرچہ اقرار کے حق میں آزاد کے ساتھ ملحق ہے لیکن عبد مجبور کا اقرار بالمال درست نہیں ہے ہاں عبد مجبور کی طرف سے حدود اور قصاص کا اقرار درست ہے اس لئے کہ عبد مجبور کا اقرار ملزم مانا گیا ہے اس لئے کہ دین اس کے رقبہ سے متعلق ہوتا ہے جبکہ رقبہ اس کے آقا کا مال ہے لہذا آقا

کے خلاف اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی عبد ماذون لہ کے خلاف اس لئے کہ وہ آقا کی طرف ہی سے اس کے مال میں تصرف کرنے پر مسلط کیا جاتا ہے حد اور قصاص کے اقرار کے خلاف اس لئے کہ معاملے میں وہ اصل حریت پر باقی رہتا ہے حتیٰ کہ حد اور قصاص میں غلام خلاف اس کے آقا کا اقرار بھی درست نہیں ہے۔

اور عقل اور بلوغت لازم ہے اس لئے کہ اہلیت التزام کے معدوم ہونے کے سبب ہی بچے اور مجنون کا اقرار لازم نہیں ہوتا مگر یہ کہ بچہ ماذون فی التجارت ہو اس لئے کہ اجازت کے سبب صغی ماذون بالغ کے درجہ میں ہو جاتا ہے اور مقربہ کی جہالت اقرار کے درست ہونے کے مانع نہیں ہے اس لئے کہ کبھی مقرر پر مجہول حق بھی لازم ہو جاتا ہے اس طرح کہ وہ ایسی چیز ہلاک کر دے جس کی قیمت معلوم نہ ہو یا ایسا زخم لگا دے جس کا تاوان معلوم نہ ہو یا اس پر کچھ حساب و کتاب باقی ہو جس کو وہ نہ جانتا ہو اور اقرار میں جیسا کہ حق کے ثبوت کی خبر دی جاتی ہے اس لئے مجہول چیز کا اقرار بھی درست ہے اس جہالت کے خلاف کہ جو مقررہ میں ہو اس لئے کہ مجہول آدمی مستحق نہیں بن سکتا اور مقرر کے لئے کہا جائے گا کہ جہالت کی وضاحت کر دے اس لئے کہ یہ جہالت اس کی طرف ہی پیدا کی گئی ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی نے اپنے دو غلاموں میں سے کسی ایک غیر معین کو آزاد کر دیا ہو۔

اور جب مقرر جہالت کی وضاحت نہ کرے تو قاضی اس کو وضاحت کرنے پر مجبور کرے گا اس لئے کہ اس درست اقرار کے سبب جو چیز اس پر لازم ہوئی ہے اس سے عہدہ برآ ہونا بھی اس پر لازم ہے۔ اور یہ بیان کے حکم میں ہوگا۔

معاشرے کے رواج کے سبب حکم شرعی کے اجراء کا بیان

(قَالَ : لِفُلَانٍ عَلَى شَيْءٍ لَزِمَهُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا لَهُ قِيمَةٌ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ عَنِ الْوُجُوبِ فِي ذِمَّتِهِ، وَمَا لَا قِيمَةَ لَهُ لَا يَجِبُ فِيهَا)، فَإِذَا بَيَّنَّ غَيْرَ ذَلِكَ يَكُونُ رُجُوعًا.

قَالَ (وَالْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ إِنْ ادَّعَى الْمُقَرُّ لَهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ) لِأَنَّهُ هُوَ الْمُنْكَرُ فِيهِ (وَكَذَلِكَ إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَى حَقٍّ) لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذَلِكَ قَالَ : غَضَبْتُ مِنْهُ شَيْئًا وَيَجِبُ أَنْ يُبَيِّنَ مَا هُوَ مَالٌ يَجْرِي فِيهِ التَّمَانُعُ تَعْوِيلًا عَلَى الْعَادَةِ.

جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کا مجھ پر کچھ بقایا ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ایسی چیز کو بیان کرے جس کی کوئی قیمت ہو کیونکہ اس نے اپنے ذمہ پر کسی چیز کے لازم ہونے کا اقرار کیا ہے اور جس کی چیز کی قیمت نہیں ہوتی وہ ذمہ پر واجب نہیں ہوا کرتی اور اگر اس نے غیر قیمت والی چیز کو بیان کیا تو یہ اس کے لئے یہ رجوع کرنا ہوگا اور جب مقررہ مقرر کی اقرار کردہ چیز سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو مقرر سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا کیونکہ یہاں پر انکار کرنے والا وہی ہے۔

اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ فلاں آدمی کا مجھ پر کوئی حق ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اسی جب اس نے کہا کہ میں فلاں شخص کی کوئی چیز غصب کی ہوئی ہے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ کسی ایسی چیز کو بیان کرے جو مال ہو اور معاشرے عام طور پر اس کے لینے دینے پر منع کرنے والا ہو۔

مقرر کے مال کا اقرار کرنے کے سبب تصدیق کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : لِفُلَانٍ عَلَى مَالٍ فَالْمَرْجِعُ إِلَيْهِ فِي بَيَانِهِ لِأَنَّهُ الْمُجْمِلُ وَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مَالٌ فَإِنَّهُ اسْمٌ لِمَا يُتَمَوَّلُ بِهِ (وَلَا أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِي أَقْلٍ مِنْ دِرْهَمٍ) لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ مَالًا غُرْفًا (وَلَوْ قَالَ : مَالٌ عَظِيمٌ لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقْلٍ مِنْ مِائَتِي دِرْهَمٍ) لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بِمَالٍ مَوْصُوفٍ فَلَا يَجُوزُ الْغَاءُ الْوَصْفِ وَالنِّصَابُ عَظِيمٌ حَتَّى أُعْتَبَرَ صَاحِبُهُ غَنِيًّا بِهِ، وَالْغِنَى عَظِيمٌ عِنْدَ النَّاسِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِي أَقْلٍ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ وَهِيَ نِصَابُ السَّرِيقَةِ لِأَنَّهُ عَظِيمٌ حَيْثُ تَقَطَّعَ بِهِ الْبَدُّ الْمُحْتَرَمَةُ، وَعَنْهُ مِثْلُ جَوَابِ الْكِتَابِ، وَهَذَا إِذَا قَالَ مِنَ الدَّرَاهِمِ، أَمَّا إِذَا قَالَ مِنَ الدَّنَائِرِ فَالتَّقْدِيرُ فِيهَا بِالْعَشْرِينَ، وَفِي الْإِبِلِ بِخُمْسٍ وَعِشْرِينَ لِأَنَّهُ أَذْنَى نِصَابٍ يَجِبُ فِيهِ مِنْ جَنْسِهِ وَفِي غَيْرِ مَالٍ الزَّكَاةُ بِقِيَمَةِ النِّصَابِ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر کچھ مال ہے تو اس کی تشریح کرنے میں اس سے رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ اجمال اسی میں پایا گیا ہے لہذا کم یا زیادہ کے بارے میں اس کی بات کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ کیونکہ تھوڑا بھی مال ہے اور زیادہ بھی مال ہے۔ کیونکہ مال اسی چیز کو کہتے ہیں جس سے دولت حاصل کی جائے مگر ایک درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ اس سے تھوڑے کو معاشرے میں مال نہیں مانا جاتا۔ اور اگر اس نے عظیم مال کہہ دیا ہے تو دو سو درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اب اس نے ایسے مال کا اقرار کیا ہے جس کو عظیم کی صفت کو ساتھ موصوف کیا ہے پس ضعف بیکار قرار دینا درست نہ ہو گا۔ اور مال نصاب کی مقدار کے برابر ہے وہ عظیم ہے کیونکہ صاحب نصاب اسی مال کے سبب غنی شمار ہوتا ہے اور مالدار آدمی لوگوں میں بڑا شمار ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دس درہم سے تھوڑے پر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور چوری کا نصاب دس درہم ہے لہذا یہ مال عظیم ہوا کیونکہ اس کی چوری پر محترم ہاتھ کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت صاحب قدوری کے قول کے مطابق ہے اور یہ حکم اس وقت ہو گا جب اس نے "دراہم سے" کہا ہو اور جب اس نے "دنانیر سے" کہا ہے تو دنانیر میں بیس سے عظیم کا اندازہ لگایا جائے گا۔ کیونکہ اونٹ کے لئے کم از کم یہی نصاب ہے جس میں اسی کی جنس کا بچہ واجب ہوتا ہے۔ اور مال زکوٰۃ کے سوا میں نصاب کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اموال عظام میں سے ادنیٰ جمع کے اعتبار کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : أَمْوَالٌ عِظَامٌ فَالتَّقْدِيرُ بِثَلَاثَةِ نِصَبٍ مِنْ آيَةٍ فِي مَقَامِ) اِعْتِبَارًا لِأَذْنَى الْجَمْعِ (وَلَوْ قَالَ : دَرَاهِمُ كَثِيرَةٌ لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقْلٍ مِنْ عَشْرَةٍ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَعِنْدَهُمَا لَمْ

يُصَدَّقُ فِي أَقَلِّ مِنْ مِائَتَيْنِ) لِأَنَّ صَاحِبَ النَّصَابِ مُكْتَبِرٌ حَتَّى وَجِبَ عَلَيْهِ مُوَاسَاةُ غَيْرِهِ، بِخِلَافِ مَا دُونَهُ.

وَلَهُ أَنَّ الْعَشْرَةَ أَقْصَى مَا يَنْتَهِي إِلَيْهِ اسْمُ الْجَمْعِ، يُقَالُ عَشْرَةُ دَرَاهِمَ ثُمَّ يُقَالُ أَحَدُ عَشَرَ دِرْهَمًا فَيَكُونُ هُوَ الْأَكْثَرُ مِنْ حَيْثُ اللَّفْظُ فَيَنْصَرِفُ إِلَيْهِ (وَلَوْ قَالَ دَرَاهِمُ فَهِيَ ثَلَاثَةٌ) لِأَنَّهَا أَقَلُّ الْجَمْعِ الصَّحِيحِ (إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ أَكْثَرُ مِنْهَا) لِأَنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُ وَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوَزْنِ الْمُعْتَادِ (وَلَوْ قَالَ: كَذَا كَذَا دِرْهَمًا لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلِّ مِنْ أَحَدِ عَشَرَ دِرْهَمًا) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْتَهَمِينَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الْعَطْفِ وَأَقَلُّ ذَلِكَ مِنَ الْمُفَسِّرِ أَحَدُ عَشَرَ (وَلَوْ قَالَ: كَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا لَمْ يُصَدَّقْ فِي أَقَلِّ مِنْ أَحَدٍ وَعِشْرِينَ) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْتَهَمِينَ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الْعَطْفِ، وَأَقَلُّ ذَلِكَ مِنَ الْمُفَسِّرِ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ فَيَحْمَلُ كُلُّ وَاحِدٍ عَلَى نَظِيرِهِ (وَلَوْ قَالَ كَذَا دِرْهَمًا فَهُوَ دِرْهَمٌ) لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لِلْمُبْتَهَمِ (وَلَوْ ثَلَاثُ كَذَا بَغِيرِ وَآوٍ فَأَحَدُ عَشَرَ) لِأَنَّهُ لَا نَظِيرَ لَهُ سِوَاهُ (وَأَنْ ثَلَاثُ بِالْوَآوِ فَمِائَةٌ وَآحَدٌ وَعِشْرُونَ، وَإِنْ رُبَعَ يَزَادُ عَلَيْهَا أَلْفٌ) لِأَنَّ ذَلِكَ نَظِيرُهُ.

اور جب مقرر اموال عظامہ کا اقرار کیا تو جمع کی کم از کم مقدار کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی بیان کردہ جنس کے مطابق تین نصابوں سے اس کا اندازہ کیا جائے گا۔ اور اگر مقرر نے دراہم کثیرہ کہہ دیا تو دس دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرات صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک دو سو دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ صاحب نصاب بہت زیادہ مال والا ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر دوسروں کا خیال رکھنا لازم ہوتا ہے۔ یہ خلاف اس شخص کے جو اس سے کم مال رکھتا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ دس کا عدد جمع انتہائی عدد ہے۔ کیونکہ دس دراہم بولنے کے بعد گیارہ دراہم کہا جاتا ہے۔ لہذا لفظ کے اعتبار سے دس ہی اکثر ہوا۔ پس اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔

اور جب مقرر نے دراہم کہا ہے تو اس سے مراد تین ہوں گے کیونکہ کم از کم جمع تین ہے۔ ہاں البتہ جب مقرر خود اس پر اضافہ کرے کیونکہ لفظ میں زیادتی کی صلاحیت ہے۔ اور درہم کے مشہور وزن کا اعتبار کیا جائے گا اور جب مقرر نے ”كَذَا كَذَا دِرْهَمًا“ کہا ہے تو اب گیارہ دراہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ وہ ایسے دو مبہم اعداد کو ذکر کرنے والا ہے جن کے درمیان کوئی حرف عطف نہیں ہے۔ اور تفسیری صورت میں اس کی کم از کم مقدار اکیس ہے۔ پس ہر طرح سے اس کو نظیر پر محمول کیا جائے۔ اور جب اس نے ”كَذَا دِرْهَمًا“ کہا ہے تو اس سے ایک ہی درہم مراد ہوگا۔ کیونکہ ایک درہم اس میں مبہم درہم کی تفسیر ہے۔ اور جب مقرر نے تین بار ”كَذَا، كَذَا، كَذَا“ واؤ کے عطف کے بغیر کہا ہے تو اس سے گیارہ دراہم مراد ہوں گے کیونکہ گیارہ کے

سوا اس کی کوئی مثال نہیں ہے اور جب اس نے واؤ کے ساتھ تین بار "کذا وکذا وکذا" تو اس سے ایک سو انیس مراد ہوتی ہے۔ اور جب اس نے "کذا وکذا وکذا وکذا درہما" چار مرتبہ کہا ہے تو اس سے ایک ہزار ایک سو انیس مراد ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس کی مثال یہی ہے۔

مقرر کا مجھ پر یا میری طرف کے قول سے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ قَالَ : لَهُ عَلَى أَوْ قِبَلِي لَقَدْ أَقْرَأَ بِالَّذِينَ) لِأَنَّ "عَلَى" صِبْغَةً إِيْجَابٍ، وَقِبَلِيْ يُنْبِئُ عَنِ الضَّمَانِ عَلَى مَا مَرَّ فِي الْكِفَالَةِ .

(وَلَوْ قَالَ الْمُقِرُّ هُوَ وَدِيْعَةٌ وَوَصَلَ صِدْقٍ) لِأَنَّ اللَّفْظَ بِحَتْمِلِهِ مَجَازًا حَيْثُ يَكُونُ الْمَضْمُونُ عَلَيْهِ حِفْظُهُ وَالْمَالُ مَحَلُّهُ فَيَصْدَقُ مَوْصُولًا لَا مَفْصُولًا .

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ : وَفِي نُسْخِ الْمُخْتَصَرِ فِي قَوْلِهِ قِبَلِيْ إِنَّهُ إِقْرَارٌ بِالْأَمَانَةِ لِأَنَّ اللَّفْظَ يَنْتَظِمُهَا حَتَّى صَارَ قَوْلُهُ : لَا حَقَّ لِيْ قِبَلِ فُلَانٍ إِسْرَاءٌ عَنِ الدِّينِ وَالْأَمَانَةِ جَمِيعًا، وَالْأَمَانَةُ أَقْلَهُمَا وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .

فرمایا: اور جب کسی مقرر نے کہا کہ اس کا مجھ پر یا میری طرف ہے پس اس نے یہ قرض کا اقرار کیا ہے کیونکہ لفظ "علیٰ" یہ صیغہ ایجاب کے لئے ہے۔ اور قبلیٰ یہ بھی ضمان کی خبر دینے والا ہے جس طرح کفالہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور جب اقرار کرنے والے نے "مجھ پر یا میری جانب" کے ساتھ "وہ ودیعت" کہہ دیا ہے تو اب بھی اس کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا یہ جملہ بطور مجاز ودیعت کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اس لئے کہ مودع ودیعت کے مال کی حفاظت کرنے میں پابند ہوتا ہے جبکہ یہ محل حفاظت کا محل ہے۔ لہذا بطور موصول اس کی تصدیق کر لی جائے گی البتہ فصل کی صورت میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صاحب قدوری کے بعض نسخہ جات میں اقرار کرنے والے قول "قبلیٰ" کے بارے میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ امانت کا اقرار ہے۔ اس لئے کہ یہ لفظ امانت کو بھی شامل ہے یہاں تک کہ اس کا قول "فلاں شخص کی جانب میرا کوئی حق نہیں ہے" یہ امانت اور قرض دونوں کی طرف سے بری کرنے والا ہے۔ جبکہ امانت اس میں قلیل ہے جبکہ پہلا قول جو ذکر ہوا ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔

مقرر کے قول میرے پاس سے اقرار امانت کا بیان

(وَلَوْ قَالَ عِنْدِيْ أَوْ فِيْ بَيْتِيْ أَوْ فِيْ كَيْسِيْ أَوْ فِيْ صُنْدُوقِيْ فَهُوَ إِقْرَارٌ بِأَمَانَةٍ فِيْ يَدِهِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ إِقْرَارٌ بِكَوْنِ الشَّيْءِ فِيْ يَدِهِ وَذَلِكَ يَتَوَعُّ إِلَى مَضْمُونٍ وَأَمَانَةٍ فَيُثْبِتُ وَأَقْلَهُمَا وَهُوَ الْأَمَانَةُ .

اور جب اس نے کہا کہ میرے پاس اتنے دراہم ہیں یا میرے ساتھ ہیں یا میرے گھر میں ہیں یا میری قہیل میں ہیں میرے صندوق میں ہیں تو یہ اس کی امانت کا اقرار ہے۔ جو اس کے قبضہ میں ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک اس بات کا اقرار ہے کہ وہ چیز اس کے قبضہ میں ہے اور وہ چیز مقبوضہ مضمون اور امانت پر تقسیم ہونے والی ہے کیونکہ ان میں جو زیادہ قلیل امانت ہے وہ ثابت ہو چکی ہے۔

دوسرے قول سے ثبوت اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: لِي عَلَيْكَ أَلْفٌ فَقَالَ أَتَزِنُهَا أَوْ أَتَقْدِمُهَا أَوْ أَجْلِبِي بِهَا أَوْ قَدْ قَضَيْتُهَا فَهِيَ إِقْرَارٌ) لِأَنَّ الْهَاءَ فِي الْأَوَّلِ وَالثَّانِي كِنَايَةً عَنِ الْمَذْكُورِ فِي الدَّعْوَى، فَكَأَنَّهُ قَالَ: أَتَزِنُ الْأَلْفَ الَّتِي لَكَ عَلَيَّ، حَتَّى لَوْ لَمْ يَذْكُرْ حَرْفَ الْكِتَابَةِ لَا يَكُونُ إِقْرَارًا لِعَدَمِ انْصِرَافِهِ إِلَى الْمَذْكُورِ، وَالتَّأْجِيلُ إِنَّمَا يَكُونُ فِي حَقِّ وَاجِبٍ، وَالْقَضَاءُ يُتْلُو الْوُجُوبَ وَدَعْوَى الْإِبْرَاءِ كَالْقَضَاءِ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذَا دَعْوَى الصَّدَقَةِ وَالْهَبَةِ لِأَنَّ التَّمْلِيكَ يَقْتَضِي سَابِقَةَ الْوُجُوبِ، وَكَذَا لَوْ قَالَ أَحَلَّتْكَ بِهَا عَلَيَّ فَلَانِ لِأَنَّهُ تَحْوِيلُ الدَّيْنِ.

اور جب کسی دوسرے شخص نے کہا کہ میرے تجھ پر ایک ہزار دراہم ہیں تب دوسرے نے کہا کہ ان کا وزن کر لو یا نقدی پر معاملہ کر دیا مجھے مہلت دے دو یا وہ دراہم میں تجھ کو دے چکا ہوں تو یہ اقرار ہوگا کیونکہ پہلے اور دوسرے جملے میں جو "ہا" کا استعمال ہوا ہے وہ ان دراہم سے کنایہ ہے جو اس کے دعویٰ میں ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا یہ اس نے اس طرح کہا ہے کہ وہ ایک ہزار دراہم جو تمہارے مجھ پر ہیں ان کا وزن کرو۔ پس اگر اس نے حرف کنایہ کو ذکر نہ کیا ہوتا تو یہ اقرار نہ ہوتا کیونکہ اس کے ذکر کردہ دعویٰ کی جانب کو پھیرنا یہ ممکن نہیں ہے جبکہ حق مہلت دینا یہی حق واجب میں ثابت ہے کیونکہ ادائیگی وجوب کے بعد ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور بری کرنے کا دعویٰ یہ دعویٰ قضاء کی طرح ہوگا ہاں البتہ ہبہ اور صدقہ کرنے کا دعویٰ کی بھی قضاء کی طرح ہوگا۔ کیونکہ ملکیت پہلے واجب ہونے کا تقاضہ کرنے والی ہے اور اسی طرح جب اس نے کہا ہے میں نے دراہم کے بارے میں تم کو فلاں شخص کے سپرد کر دیا تھا کیونکہ یہ قرض کا حوالہ کرتا ہے۔

مقرر کا قرض موجدل کا اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَبَ بَدَيْنِ مُوَجَّلٍ فَصَدَقَهُ الْمُقَرَّرُ لَهُ فِي الدَّيْنِ وَكَذَبَهُ فِي التَّأْجِيلِ لَزِمَهُ الدَّيْنُ حَالًا) لِأَنَّهُ أَقْرَبَ عَلَى نَفْسِهِ بِمَالٍ وَادَّعَى حَقًّا لِنَفْسِهِ فِيهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقْرَبَ بَعْدَ فِي يَدِهِ وَادَّعَى الْإِحَارَةَ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ بِالدَّرَاهِمِ السُّودِ لِأَنَّهُ صِفَةٌ فِيهِ وَقَدْ مَرَّتِ الْمَسْأَلَةُ فِي الْكِفَالَةِ. قَالَ (وَيَسْتَحْلِفُ الْمُقَرَّرُ لَهُ عَلَى الْأَجَلِ) لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ حَقًّا عَلَيْهِ وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُنْكَرِ.

اور جب کسی شخص نے قرض موجدل کا اقرار کیا اور قرض کے بارے میں مقرر نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے

البتہ اس نے تا جیل یعنی جلدی کے بارے میں اس کی تکذیب کی ہے تو مقر پر اسی حالت میں قرض لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ پر مال کا اقرار کرنے والا ہے اور اس نے اس میں اپنے لئے ایک حق کا اس نے دعویٰ کیا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح جب اس کے قبضہ میں ایک غلام ہو اور وہ دوسرے کے لئے اس کا اقرار کر لیکن ساتھ ہی اس نے اجارہ کا دعویٰ کر دیا ہے بہ خلاف سیاہ دراہم کے اقرار کے کیونکہ سیاہ ہونا یہ دراہم کی صفت ہے اور یہ مسئلہ کتاب کفالت میں گزر چکا ہے اور مدت کے انکار کرنے پر مقر سے قسم لی جائے گی کیونکہ وہ اپنے اوپر ایک حق کے لازم ہونے سے انکار کرنے والا ہے اور انکار کرنے والے پر ہی قسم ہوا کرتی ہے۔

ایک سو ایک دراہم کا اقرار کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ : لَهُ عَلَى مِائَةٍ وَدِرْهَمٍ لَزِمَهُ كُلُّهَا دَرَاهِمُ . وَلَوْ قَالَ : مِائَةٌ وَتَوْبٌ لَزِمَهُ تَوْبٌ وَاحِدٌ ، وَالْمَرْجِعُ فِي تَفْسِيرِ الْمِائَةِ إِلَيْهِ) وَهُوَ الْقِيَاسُ فِي الْأَوَّلِ ، وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ لِأَنَّ الْمِائَةَ مُبْهَمَةٌ وَالِدِرْهَمَ مَعْطُوفٌ عَلَيْهَا بِالْوَاوِ الْعَاطِفَةِ لَا تَفْسِيرًا لَهَا فَبَيَّتِ الْمِائَةُ عَلَى ابْتِهَامِهَا كَمَا فِي الْفَصْلِ الثَّانِي .

وَجْهٌ إِلَّا سَحْسَانٍ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّهُمْ اسْتَقْلَوْا تَكَرَّرَ الدِّرْهَمُ فِي كُلِّ عَدَدٍ وَاسْتَفْتَوْا بِذِكْرِهِ عَقِيبَ الْعَدَدَيْنِ .

وَهَذَا فِيمَا يَكْثُرُ اسْتِعْمَالُهُ وَذَلِكَ عِنْدَ كَثَرَةِ الْوُجُوبِ بِكَثْرَةِ أَسْبَابِهِ وَذَلِكَ فِي الدَّرَاهِمِ وَالذَّنَائِرِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ ، أَمَّا الثِّيَابُ وَمَا لَا يُكَالُ وَلَا يُوزَنُ فَلَا يَكْثُرُ وَجُوبُهَا فَبَقِيَ عَلَى الْحَقِيقَةِ .

(وَكَذَا إِذَا قَالَ : مِائَةٌ وَتَوْبَانِ) لِمَا بَيَّنَّا (بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : مِائَةٌ وَثَلَاثَةُ أَتَوَابٍ) لِأَنَّهُ ذَكَرَ عَدَدَيْنِ مُبْهَمَيْنِ وَأَعَقَبَهُمَا تَفْسِيرًا إِذَا الْأَتَوَابُ لَمْ تُذَكَّرْ بِحَرْفِ الْعُطْفِ فَانْصَرَفَ إِلَيْهِمَا لَا اسْتِوَاءَهُمَا فِي الْحَاجَةِ إِلَى التَّفْسِيرِ فَكَانَتْ كُلُّهُمَا ثِيَابًا .

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک سو ایک دراہم ہیں تو اس پر ایک سو ایک دراہم لازم ہوں گے اور جب اس نے ایک سو اور توب کہا ہے تو اس پر ایک کپڑا لازم ہوگا جبکہ سو کی تفسیر میں اس سے رجوع کیا جائے گا جبکہ پہلے مسئلہ میں بھی قیاس اسی کا تقاضہ کرنے والا ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ ماہ اپنے ابہام پر باقی ہے جس طرح دوسری فصل میں بیان کیا گیا ہے۔

استحسان کی دلیل اور وجہ فرق یہ ہے کہ ہر عدد میں درہم کے تکرار کو لوگ ثقیل سمجھتے ہیں اور دو عدد کے بعد اسی کے ذکر کو کافی جانتے ہیں اور یہ اس صورت میں ہوگا جب اس کا استعمال زیادہ ہو اور استعمال کی زیادتی کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اسباب کی

کثرت وجوب کی کثرت سے ہو۔

اور یہ حکم دراہم، دثانیر، کیل والی اور وزن والی اشیاء میں ہوتا ہے۔ جبکہ کپڑوں کو نہ کیل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وزن کیا جاسکتا ہے۔ پس ان کا وجوب زیادہ نہ ہوگا۔ پس یہاں ماۃ حقیقت پر باقی ہوگا۔

اور اسی طرح جب اس نے کہا ”ماۃ وثوب“ تو یہ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے ماۃ اور ثلاثۃ اثواب کہہ دیا ہے کیونکہ اب اس نے دو ابہام والے اعداد کو ذکر کرنے کے بعد ان کی تفسیر کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ لفظ اثواب کو عطف کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا پس یہ تفسیر ان دونوں اعداد کی جانب لوٹنے والی ہوگی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ انہی دونوں کو ہی تو تفسیر کی حاجت ہے پس وہ سب کپڑے ہی قرار دیئے جائیں گے۔

جس نے ایک تھیلی چھوہاروں کا اقرار کیا

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِتَمْرِ فِي قَوْصَرَةٍ لَزِمَهُ التَّمَرُ وَالْقَوْصَرَةُ) وَفَسَّرَهُ فِي الْأَصْلِ بِقَوْلِهِ : غَضِبْتُ تَمْرًا فِي قَوْصَرَةٍ. وَوَجْهُهُ أَنَّ الْقَوْصَرَةَ وَغَاءٌ لَهُ وَظَرْفٌ لَهُ، وَغَضِبْتُ الشَّيْءَ وَهُوَ مَطْرُوفٌ لَا يَتَحَقَّقُ بِذَوْنِ الظَّرْفِ فَيَلْزَمَانِيهِ وَكَذَا الطَّعَامُ فِي السَّفِينَةِ وَالْحِنْطَةُ فِي الْجَوَالِقِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : غَضِبْتُ تَمْرًا مِنْ قَوْصَرَةٍ لِأَنَّ كَلِمَةَ مِنْ لِلانْتِزَاعِ فَيَكُونُ الْإِقْرَارُ بِغَضَبِ الْمَنْزُوعِ. قَالَ : (وَمَنْ أَقَرَّ بِدَابَّةٍ فِي إِصْطَبَلٍ لَزِمَهُ الدَّابَّةُ خَاصَّةً) لِأَنَّ الْإِصْطَبَلَ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِالْغَضَبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَعَلَى قِيَاسِ قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَضْمَنُهُمَا وَمِثْلُهُ الطَّعَامُ فِي الْبَيْتِ. قَالَ : (وَمَنْ أَقَرَّ لِغَيْرِهِ بِخَاتَمٍ لَزِمَهُ الْحَلَقَةُ وَالْفَقْصُ) لِأَنَّ اسْمَ الْخَاتَمِ يَشْمَلُ الْكُلَّ. (وَمَنْ أَقَرَّ لَهُ بِسَيْفٍ فَلَهُ النَّصْلُ وَالْجَفْنُ وَالْحَمَائِلُ) لِأَنَّ الْإِسْمَ يَنْطَوِي عَلَى الْكُلِّ. (وَمَنْ أَقَرَّ بِحَبَلَةٍ فَلَهُ الْعِيدَانُ وَالْكَسْوَةُ) لِأَنَّ الْإِسْمَ عَلَى الْكُلِّ عُرْفًا.

اور جب کسی شخص نے اپنے ذمہ ایک تھیلہ میں دوسرے کے چھوہاروں کا اقرار کیا تو اس پر چھوہاروں کے ساتھ تھیلہ بھی لازم ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اس کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ میں نے تھیلے میں رکھے گئے چھوہاروں کو غصب کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تھیلہ چھوہاروں کے لئے برتن ہے اور اس چیز یعنی مطروف کا غصب کرنا یہ ظرف کے بغیر ممکن نہیں ہے پس اقرار کرنے والے پر دونوں چیزیں لازم ہوں گی۔ کشتی میں رکھے ہوئے غلے اور گودام میں رکھے گئے غلے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقرر نے یہ کہا ہے کہ میں نے تھیلے سے غصب کیا ہے کیونکہ کلمہ ”من“ یہ نکالنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ پس یہ نکالی گئی چیز کے غصب کا اقرار ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے اصطبل میں گھوڑے کو غصب کرنے کا اقرار کیا تو اس پر صرف جانور لازم ہوگا کیونکہ شیخین کے نزدیک

اصطبل غصب کے سبب ضمان میں نہیں آئے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اصطبل اور گھوڑا یہ دونوں کا ضامن ہوگا اور گھر میں غلہ غصب کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ اور جب کسی نے دوسرے کے لئے خاتم یعنی چاندی کی انگوٹھی کا اقرار کیا اور اس پر انگوٹھی کا نمینہ اور حلقہ بھی لازم ہوگا اس لئے لفظ خاتم ان سب کو شامل ہے اور جب کسی نے دوسرے کے لئے تلواریں کا اقرار کیا ہے تو اس پر پھل، نیام اور پرتلہ یہ سب لازم ہوں گے۔ کیونکہ لفظ ”سیف“ ان سب کو شامل ہے۔

اور جب کسی شخص نے چھپر کا اقرار کیا ہے تو اس پر اس کی لکڑیاں اور پردہ وغیرہ سب لازم ہوں گے کیونکہ عرف میں لفظ جملہ ان سب چیزوں پر بولا جاتا ہے۔

رومال میں لیٹے ہوئے کپڑے کو غصب کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ غَصَبْتُ ثَوْبًا فِي مَنْدِيلٍ لَزِمَهُ جَمِيعًا) لِأَنَّهُ ظَرَفٌ لِأَنَّ الثَّوْبَ يُلَفُّ فِيهِ .

(وَكَذَا لَوْ قَالَ عَلَى ثَوْبٍ فِي ثَوْبٍ) لِأَنَّهُ ظَرَفٌ . بِخِلَافِ قَوْلِهِ : دَرَهَمٌ فِي دَرَهَمٍ حَيْثُ يَلْزِمُهُ

وَاحِدٌ لِأَنَّهُ ضَرْبٌ لَا ظَرَفٌ (وَإِنْ قَالَ : ثَوْبٌ فِي عَشْرَةِ أَثْوَابٍ لَمْ يَلْزِمُهُ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ عِنْدَ

أَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَزِمَهُ أَحَدُ عَشَرَ ثَوْبًا) لِأَنَّ النَّفِيسَ مِنَ الثِّيَابِ قَدْ يُلَفُّ فِي عَشْرَةِ أَثْوَابٍ

فَأَمَّا كَنْ حَمْلُهُ عَلَى الظَّرْفِ . وَلَا يَبِيُّ يُوسُفَ أَنَّ حَرْفَ ”فِي“ يُسْتَعْمَلُ فِي الْبَيْنِ وَالْوَسْطِ

أَيْضًا، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (فَإِذْ خُلِيَ فِي عِبَادِي) أَيْ بَيْنَ عِبَادِي، فَوَقَعَ الشُّكُّ وَالْأَصْلُ بَرَاءَةٌ

الْيَدِيمِ، عَلَى أَنَّ كُلَّ ثَوْبٍ مُوَعَى وَلَيْسَ بِوَعَاءٍ فَتَعَذَّرَ حَمْلُهُ عَلَى الظَّرْفِ لَتَعَيَّنَ الْأَوَّلُ

مَحْمَلًا .

اور جب کسی شخص نے کہا تپہ رومال میں لیٹا ہوا کپڑے کے تھان کو میں نے غصب کیا ہے۔ تو اس پر کپڑا اور رومال دونوں لازم ہوں گے۔ کیونکہ یہاں پر رومال ظرف ہے اس لئے یہ رومال میں کپڑا پیٹ دیا جاتا ہے اسی طرح جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر تھان میں تھان ہے۔ کیونکہ یہاں پر بھی دوسرا کپڑا ظرف ہے بہ خلاف اس قول کے کہ جب کس نے ”درہم فی درہم“ کہا ہے کیونکہ اس صورت میں اس پر ایک ہی کپڑا لازم ہوگا۔ کیونکہ یہ حساب کا ضرب ہے حساب کا ظرف نہیں ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا کہ ایک کپڑا ان کپڑوں میں ہے تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر صرف ایک کپڑا واجب ہوگا،

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اس پر گیارہ کپڑے لازم ہوں گے۔ کیونکہ اچھے کپڑے کو بھی دس کپڑوں میں پیٹ دیا گیا ہے۔ پس دس کپڑوں کو ظرف پر محمول کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حرف "فی" یہ درمیان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فَذُحْنِي فِي عَادِي" جس میں "فی" کا کپڑے کے لئے طرف بچے میں ٹک ہوگا جبکہ مذہب داری سے فراغت اصل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر کپڑہ مقرر ہو کر طرف کوئی بھی نہ ہو اور اس طرح بھی اس کو طرف پر محمول کرنا ممکن ہے لہذا پہلے حکم کا تعین ہو جائے گا۔

مقرر کے قول پانچ در پانچ کے اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ: لِفُلَانٍ عَلَى خُمْسَةٍ فِي خُمْسَةِ يُرِيدُ الضَّرْبَ وَالْحِسَابَ لَزِمَهُ خُمْسَةٌ) لِأَنَّ الضَّرْبَ لَا يَكْثُرُ الْمَالُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: يَلْزِمُهُ خُمْسَةٌ وَعِشْرُونَ وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي الطَّلَاقِ (وَلَوْ قَالَ أَرَذْتُ خُمْسَةً مَعَ خُمْسَةٍ لَزِمَهُ عَشْرَةٌ) لِأَنَّ اللَّفْظَ بِخُمَيْلَةٍ.

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَى مِنْ دِرْهَمٍ إِلَى عَشْرَةٍ أَوْ قَالَ مَا بَيْنَ دِرْهَمٍ إِلَى عَشْرَةٍ لَزِمَهُ تِسْعَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَلِزِمَهُ الْإِبْتِدَاءُ وَمَا بَعْدَهُ وَتَسْقُطُ الْغَايَةُ، وَقَالَا: يَلْزِمُهُ الْعَشْرَةُ كُلُّهَا) فَتَدْخُلُ الْغَايَتَانِ. وَقَالَ زُفَرٌ: يَلْزِمُهُ ثَمَانِيَّةٌ وَلَا تَدْخُلُ الْغَايَتَانِ.

(وَلَوْ قَالَ لَهُ مِنْ دَارِي مَا بَيْنَ هَذَا الْحَاظِ إِلَى هَذَا الْحَاظِ فَلَهُ مَا بَيْنَهُمَا وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْحَاظَيْنِ شَيْءٌ) وَقَدْ مَرَّتِ الدَّلِيلُ فِي الطَّلَاقِ.

اور جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر فلاں آدمی کے پانچ در پانچ ہیں اور اس نے حساب و ضرب کا ارادہ کیا ہے تو اس پر پانچ در اہم لازم ہوں گے۔ کیونکہ ضرب سے مال میں اضافہ نہیں ہوا کرتا۔

حضرت امام حسن علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر پچیس در اہم لازم ہوں گے۔ اور کتاب طلاق میں ہم اس کو بیان کر آئے ہیں اور جب اس نے پانچ کے ساتھ پانچ کا ارادہ کیا ہے تو اس پر دس در اہم لازم ہوں گے کیونکہ اب اس کے الفاظ میں اسی کا احتمال ہے۔

اور جب اس نے کہا کہ مجھ پر فلاں شخص کے ایک درہم سے لے کر دس در اہم تک ہیں یا اس نے کہا ایک درہم سے لے کر دس کے درمیان تک ہیں تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر نو در اہم لازم ہوں گے۔ پس اس پر ابتداء والے اور اس کے بعد والے در اہم لازم نہ ہوں گے۔ اور آخری درہم بھی لازم نہ ہوگا۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک اس پر مکمل دس در اہم لازم ہوں گے۔ اور یہ دونوں غایات داخل ہوں گی جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر آٹھ در اہم لازم ہوں گے۔ اور یہ دونوں غایات داخل نہ ہوں گی۔

اور جب اس نے کہا کہ میرے ذمہ پر فلاں آدمی کے میرے گھر میں اس دیوار سے اُس دیوار کے درمیان تک ہے تو مقررہ کو دونوں دیواروں کے درمیان والا حصہ ملے گا جبکہ دونوں دیواروں میں سے اس کو کچھ نہ مل سکے گا اور اسکے دلائل کتاب طلاق میں گزر چکے ہیں۔

فصل

﴿یہ فصل مسائل حمل کے بیان میں ہے﴾

فصل مسائل حمل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب اقرار میں فقہی مسائل جو اقرار سے متعلق ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے حمل سے متعلقہ مسائل کے لئے ایک الگ فصل ذکر کی ہے۔ کیونکہ اقرار سے متعلق حمل کے مسائل بقیہ تمام مسائل سے الگ ہیں لہذا انہی جزئیات کی موافقت کرتے ہوئے جداگانہ فصل میں ان کو ذکر کیا ہے اور کتاب مبسوط کی اتباع میں کچھ زائد مسائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

حمل کے لئے ایک ہزار درہم کا اقرار کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ: لِحَمْلٍ ثَلَاثَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ، فَإِنْ قَالَ أَوْصَى لَهُ فَلَانٌ أَوْ مَاتَ أَبُوهُ قَوْرَتُهُ فَإِلْإِقْرَارُ صَحِيحٌ) لِأَنَّهُ أَقْرَأَ بِسَبَبِ صَالِحٍ لِبُتُوبِ الْمَلِكِ لَهُ (ثُمَّ إِذَا جَاءَتْ بِهِ فِي مُدَّةٍ يُعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا وَقَدْ أَقْرَأَ لِرَمَّةٍ، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ مَيِّتًا فَالْمَالُ لِلْمُوصِي وَالْمُورِثِ حَتَّى يُفْتَسَمَ بَيْنَ وَرَثَتِهِ) لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ فِي الْحَقِيقَةِ لَهُمَا، وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ إِلَى الْجَنِينِ بَعْدَ الْوِلَادَةِ وَلَمْ يَنْتَقِلْ (وَلَوْ جَاءَتْ بِوَلَدَيْنِ حَيَيْنِ فَالْمَالُ بَيْنَهُمَا، وَلَوْ قَالَ الْمُقِرُّ بَاعِنِي أَوْ أَقْرَضَنِي لَمْ يَلْزَمَهُ شَيْءٌ) لِأَنَّهُ بَيْنَ مُسْتَحِيلًا.

قَالَ (وَأِنْ أَتَاهُمُ الْإِقْرَارُ لَمْ يَصِحَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَصِحُّ) لِأَنَّ الْإِقْرَارَ مِنَ الْحُجَجِ فَيَجِبُ إِعْمَالُهُ وَقَدْ أَمُكِنَ بِالْحَمْلِ عَلَى السَّبَبِ الصَّالِحِ. وَلَا بِيَّ يُوسُفَ أَنَّ الْإِقْرَارَ مُطْلَقُهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الْإِقْرَارِ بِسَبَبِ التِّجَارَةِ، وَلِهَذَا حُمِلَ إِقْرَارُ الْعَبْدِ الْمَآذُونِ لَهُ وَآخِذِ الْمُتَقَاوِضِينَ عَلَيْهِ فَيَصِيرُ كَمَا إِذَا صَرَخَ بِهِ.

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَأَ بِحَمْلٍ جَارِيَةٍ أَوْ حَمْلٍ شَاةٍ لِرَجُلٍ صَحَّ إِقْرَارُهُ وَلِرَمَّةٍ) لِأَنَّ لَهُ وَجْهًا صَحِيحًا وَهُوَ الْوَصِيَّةُ بِهِ مِنْ جِهَةٍ غَيْرِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ.

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَأَ بِشَرْطِ الْخِيَارِ بَطَلَ الشَّرْطُ) لِأَنَّ الْخِيَارَ لِلْفَسْخِ وَالْإِخْبَارُ لَا يَحْتَمِلُهُ (وَلِرَمَّةٍ

الْمَالُ) لِوُجُودِ الصِّبْغَةِ الْمُلْزِمَةِ وَلَمْ تَنْعِدْ بِهَذَا الشَّرْطِ الْبَاطِلُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں عورت کے حمل کا مجھ پر ایک ہزار درہم ہے اور اگر اب وہ یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص نے اس کے لئے وصیت کی ہے یا اس حمل کے باپ کو انتقال ہوا تھا اور وہ ہزار درہم اس کو وراثت میں ملے ہیں تو اقرار درست ہوگا کیونکہ اس نے ایسے سبب کا اقرار کیا ہے جس سبب اس حمل کے ثبوت ملکیت کی قوت رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد اگر وہ فلاں عورت اتنی مدت زندہ اس کو جنے جس سے یہ معلوم کیا جاسکے کہ اقرار کے وقت حمل موجود تھا۔ تو مقررہ یہ مقرر پر لازم ہو جائے گا۔

اور جب اس نے مردہ کو جنم دیا ہے تو وہ مال موسیٰ اور مورث کا ہوگا اور موسیٰ اور مورث کے ورثاء میں اس کو تقسیم کیا جائے گا کیونکہ حقیقت میں یہ انہی کے لئے اقرار ہے اور بچے کی جانب ولادت کے بعد یہ ملکیت منتقل ہوتی ہے حالانکہ مردہ پیدا ہونے کے سبب اس کی جانب منتقل نہیں ہوئی ہے۔

اور جب عورت نے دو زندہ بچوں کو جنم دیا ہے تو یہ مال ان کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور جب مقرر نے کہا کہ حمل نے وہ مال مجھ کو فروخت کر دیا ہے یا مجھے قرض کے طور پر دے دیا ہے تو اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ اس نے ایک ناممکن سبب کو بیان کیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب وہ اقرار کو مبہم رکھے تو وہ اقرار درست نہ ہوگا جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے صحیح ہے۔ کیونکہ اقرار کے صحیح حجت ہے پس اس پر عمل کرنا واجب ہے اور صلاحیت رکھنے والے سبب پر اس کو محمول کرتے ہوئے اس پر عمل کرنا ممکن ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق اقرار تجارت کے سبب میں اقرار کی جانب لوٹتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اسی اصول کے مطابق عبد ماذون اور شرکت مفادضہ کرنے والوں میں کسی ایک کا اقرار، اقرار بہ سبب تجارت پر محمول کیا جاتا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مقرر نے وضاحت کے ساتھ سبب تجارت کو بیان کر دیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے کے لئے کسی باندی یا کسی بکری کے حمل کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا۔ اور مقرر پر مقررہ لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کی درست دلیل پائی جاتی ہے یعنی دوسرے کی جانب سے وصیت ہے پس اس کو اقرار کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

اور جس نے خیال شرط کا اقرار کیا تو اس میں شرط باطل ہوگی کیونکہ خیال نسخ کے لئے ہوتا ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ اقرار میں نسخ کا احتمال نہیں ہوتا لہذا مقرر پر مال لازم ہو جائے گا کیونکہ لازم کرنے والا لفظ ”علی“ موجود ہے لہذا ابطال شرط کے سبب یہ لفظ اور اس کا لازم ہونا یہ باطل نہ ہوگا۔

بَابُ الْإِسْتِثْنَاءِ وَمَا فِي مَعْنَاهُ

﴿یہ باب استثناء اور اس کے حکم کے بیان میں ہے﴾

باب استثناء اور اس کے حکم کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب غیر استثنائی مسائل جو کتاب اقرار کی فقہی جزئیات سے متعلق ہیں ان سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے کتاب اقرار سے ان مسائل کو ذکر کیا ہے جن میں بعض کا استثناء کیا جائے۔ اور فقہی اور فنی اصولوں کے مطابق یہ قانون ہے کہ کلام جب استثناء سے خالی ہو تو وہ اصل ہے اور جب کلام میں استثناء ہو جائے تو مستثنیٰ کلام یہ مستثنیٰ منہ کی فرع ہے اور اصول یہی ہے کہ اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے۔

باب اقرار میں استثناء کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقرار کے باب میں استثناء کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مستثنیٰ کے نکلنے کے بعد جو کچھ باقی بچتا ہے وہ کہا گیا مثلاً یہ کہا کہ فلاں کے میرے ذمہ دس روپے ہیں مگر تین اس کا حاصل یہ ہوا کہ سات روپے ہیں۔

(در مختار، کتاب اقرار، بیروت)

اقرار میں اتصال کے ساتھ استثناء کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اسْتثنَى مُتَّصِلًا بِاِقْرَارِهِ صَحَّ الْاِسْتِثْنَاءُ وَلَزِمَهُ الْبَاقِي) لِأَنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ مَعَ الْجُمْلَةِ عِبَارَةٌ عَنِ الْبَاقِي وَلَكِنْ لَا بُدَّ مِنَ الْاِتِّصَالِ، (وَسَوَاءٌ اسْتثنَى الْاَقْلَّ أَوْ الْكَثَرَ، فَإِنْ اسْتثنَى الْجَمِيعَ لَزِمَهُ الْاِقْرَارُ وَبَطَلَ الْاِسْتِثْنَاءُ) لِأَنَّهُ تَكَلَّمَ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الثَّنْيَا وَلَا حَاصِلَ بَعْدَهُ فَيَكُونُ رُجُوعًا، وَقَدْ مَرَّ الْوَجْهُ فِي الطَّلَاقِ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے اپنے اقرار کے ساتھ ہی استثناء کر لیا تو اس کا یہ استثناء کرنا درست ہوگا اور بقیہ مقررہ اس پر لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ سارے کے ساتھ استثناء بقیہ سے عبارت ہے ہاں البتہ استثناء کے صحیح ہونے کے لئے اتصال ضروری ہے اگرچہ کلام کرنے والا تھوڑے کا استثناء کرے یا زیادہ کا استثناء کرے لہذا ہر طرح درست ہے مگر جب اس نے سارے کا استثناء کر دیا تو اقرار لازم ہو جائے گا اور استثناء باطل ہو جائے گا کیونکہ استثناء کے بعد کا بقیہ بیخ جانے والا ہے اسی کے کلام کا نام استثناء ہے جبکہ سارے کے استثناء کے بعد تو کچھ بچنے والا ہی نہیں ہے کیونکہ کل کا استثناء رجوع ہوگا اور اس کی دلیل کتاب طلاق میں گزر گئی ہے۔

دراہم سے دیناروں کا استثناء کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : لَهُ عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ إِلَّا دِينَارًا أَوْ إِلَّا قَفِيزَ حِنْطَةٍ لَزِمَهُ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلَّا قِيمَةُ الدِّينَارِ أَوْ الْقَفِيزِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ (وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ إِلَّا ثَوْبًا لَمْ يَصِحَّ إِلَّا نِشَاءُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا يَصِحُّ فِيهِمَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَصِحُّ فِيهِمَا .

وَلِلمُحَمَّدِ أَنَّ إِسْتِثْنَاءَ مَا لَوْ لَاهُ لَدْخَلَ تَحْتَ اللَّفْظِ، وَهَذَا لَا يَتَحَقَّقُ لِي خِلَافِ الْجِنْسِ . وَلِلشَّافِعِيِّ أَنَّهُمَا اتَّحَدَا جِنْسًا مِنْ حَيْثُ الْمَالِيَّةُ . وَلَهُمَا أَنَّ الْمُجَانَسَةَ فِي الْأَوَّلِ ثَابِتَةٌ مِنْ حَيْثُ الثَّمَنِيَّةُ، وَهَذَا لِي الدِّينَارِ ظَاهِرٌ .

وَالْمَكِيلُ وَالْمَوْزُونُ أَوْ صَالِحَا الثَّمَنِ ، أَمَّا الثَّوْبُ فَلَيْسَ بِثَمَنٍ أَصْلًا وَلِهَذَا لَا يَجِبُ بِمُطْلَقِ عَقْدِ الْمَعَاوِضَةِ وَمَا يَكُونُ ثَمَنًا صَلَحَ مُقَدِّرًا بِالدَّرَاهِمِ فَصَارَ مُسْتَثْنَى مِنَ الدَّرَاهِمِ، وَمَا لَا يَكُونُ ثَمَنًا لَا يَصْلُحُ مُقَدِّرًا لِبَقِي الْمُسْتَثْنَى مِنَ الدَّرَاهِمِ مَجْهُولًا فَلَا يَصِحُّ .

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر ایک سو دراہم ہیں سوائے ایک دینار کے یا ایک بوری گندم کے تو اس پر شخص پر ایک دینار یا ایک بوری گندم کے سوا سارے سو دراہم لازم ہو جائیں گے۔ یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔ اور جب کسی نے کہا کہ اس کے مجھ ایک سو دراہم ہیں سوائے ایک تھان کے تو یہ استثناء درست نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر استثناء نہ کیا جائے تو اس کا مابعد ماقبل میں داخل ہو جائے گا۔ اور یہ چیز خلاف جنس میں ثابت ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مالیت کے اعتبار سے مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی جنس متحد ہوتی ہے۔ جبکہ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں ثمنیت کے اعتبار سے جنس ثابت ہے اور دینار میں یہ حکم ظاہر ہے اور مکیل و موزون کے اوصاف ثمن ہوتے ہیں۔ جبکہ کپڑا ہرگز ثمن نہیں ہے اسی اصول کے سبب مطلق عقد معاوضہ میں کپڑا واجب نہیں ہوگا اور جو چیز ثمن ہو سکتی ہے دراہم سے اس کا اندازہ بھی کیا جائے گا پس دراہم سے اتنی مقدار کا استثناء ہوگا۔ اور جو چیز ثمن نہیں بن سکتی اس کا دراہم سے اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پس دراہم سے استثناء کردہ چیز مجہول رہی کیونکہ استثناء صحیح نہیں ہے۔

اقرار کے ساتھ اتصالی طور پر ان شاء اللہ کہہ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِحَقِّ وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مُتَّصِلًا بِإِقْرَارِهِ (لَمْ يَلْزِمَهُ الْإِقْرَارُ) لِأَنَّ إِسْتِثْنَاءَ بِمَشِينَةِ اللَّهِ أَمَّا إِبْطَالُ أَوْ تَعْلِيْقُ ؛ فَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ فَقَدْ بَطُلَ، وَإِنْ كَانَ الثَّانِي فَكَذَلِكَ، أَمَّا لِأَنَّ الْإِقْرَارَ لَا يَحْتَمِلُ التَّعْلِيْقَ بِالشَّرْطِ، أَوْ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يُوقَفُ عَلَيْهِ كَمَا ذَكَرْنَا فِي الطَّلَاقِ،

بِخِلَافٍ مَا إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ إِذَا مِتُّ أَوْ إِذَا جَاءَ رَأْسُ الشَّهْرِ أَوْ إِذَا أَفْطَرَ النَّاسُ لِأَنَّهُ لَيْسَ مَعْنَى بَيَانِ الْمُدَّةِ فَيَكُونُ تَأْجِيلًا لَا تَعْلِيْقًا، حَتَّى لَوْ كَذَّبَهُ الْمُقَرَّرُّ لَهُ فِي الْآجِلِ يَكُونُ الْمَالُ حَالًا.

اور جب کسی شخص نے کسی حق کا اقرار کیا ہے اور اس نے اپنے اقرار کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دیا ہے۔ تو اقرار لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ استثناء سے با ابطال مراد ہے یا تعلیق مراد ہے۔ اگر ابطال مراد ہے تو اقرار باطل ہو جائے گا اور اگر تعلیق مراد ہے تب بھی اقرار باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اقرار میں شرط پر معلق ہونے کا احتمال نہیں ہوتا یا اس سبب سے کہ رضائے خدا کی شرط ہی ایسی شرط ہے جس پر اطلاع نہیں پائی جاسکتی جس طرح کہ طلاق کے احکام میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقرر نے یہ کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر سو درہم ہیں جب میں فوت ہو جاؤں یا جب چاند رات آئے یا جب لوگ افطار کریں۔ کیونکہ یہ مدت بیان کے حکم میں ہیں۔ پس یہ تا جیل ہوگی تعلیق نہ ہوگی یہاں تک کہ جب مقرر مدت کے متعلق مقرر کو جھٹلا دے تو اسی حالت میں مال واجب ہو جائے گا۔

گھر کے اقرار سے اپنے لئے عمارت کا استثناء کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِدَارٍ وَاسْتَتَى بِنَاءَ مَا لِنَفْسِهِ فَلِلْمُقَرَّرِ لَهُ الدَّارُ وَالْبِنَاءُ) لِأَنَّ الْبِنَاءَ دَاخِلٌ فِي هَذَا الْإِقْرَارِ مَعْنَى لَا لَفْظًا، وَإِلَّا اسْتِثْنَاءٌ تَصَرَّفَتْ فِي الْمَلْفُوظِ، وَالْفَصُّ فِي الْخَاتِمِ وَالنَّخْلَةُ فِي الْبُسْتَانِ نَظِيرُ الْبِنَاءِ فِي الدَّارِ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِيهِ نَبْعًا لَا لَفْظًا، بِخِلَافٍ مَا إِذَا قَالَ إِلَّا ثُلُثُهَا أَوْ إِلَّا بَيْتًا مِنْهَا لِأَنَّهُ دَاخِلٌ فِيهِ لَفْظًا (وَلَوْ قَالَ بِنَاءُ هَذَا الدَّارِ لِي وَالْعُرْصَةُ لِفُلَانٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ) لِأَنَّ الْعُرْصَةَ عِبَارَةٌ عَنِ الْبُقْعَةِ دُونَ الْبِنَاءِ، فَكَأَنَّهُ قَالَ بِيَاضِ هَذِهِ الْأَرْضِ دُونَ الْبِنَاءِ لِفُلَانٍ، بِخِلَافٍ مَا إِذَا قَالَ مَكَانُ الْعُرْصَةِ أَرْضًا حَيْثُ يَكُونُ الْبِنَاءُ لِلْمُقَرَّرِ لَهُ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ بِالْأَرْضِ إِقْرَارٌ بِالْبِنَاءِ كَمَا إِقْرَارٌ بِالْدارِ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے دوسرے کے لئے گھر کا اقرار کیا اور اس نے اپنے لئے اس کی عمارت کا استثناء کر لیا ہے تو مقررہ کے لئے گھر اور عمارت دونوں ہوں گے کیونکہ اس گھر کی بناء حکم کے اعتبار سے داخل ہے اگرچہ باعتبار لفظ داخل نہیں ہے۔ حالانکہ استثناء سے ظاہری لفظوں میں ہی تصرف ہوتا ہے۔ اور انگوشی کا گمینہ اور باغ کا درخت یہ گھر میں سے بناء کی مثال ہے۔ کیونکہ خاتم میں گمینہ اور بستان میں نخلہ بطور تابع داخل ہیں۔ اگرچہ لفظ کے اعتبار سے داخل نہیں ہوتے۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب مقرر نے "إِلَّا ثُلُثُهَا أَوْ إِلَّا بَيْتًا مِنْهَا" کہتے ہوئے استثناء کر لیا ہے کیونکہ ثلث اور بیت یہ گھر میں بطور تابع داخل نہیں ہیں بطور لفظ داخل ہیں۔

اور جب مقرر نے کہا کہ اس دار کی عمارت میری ہے جبکہ محن فلاں شخص کا ہے تو اب حکم مقرر کے قول کے مطابق ہوگا کیونکہ محن

زمین کا نام ہے کسی عمارت کا نام نہیں ہے یعنی اس نے یہ کہا ہے کہ زمین کا خالی حصہ فلاں شخص کا ہے اور عمارت نہیں ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے عرصہ کی جگہ ارضا کہہ دیا ہے تو بناء بھی مقررہ کر لیا جائے گی کیونکہ زمین کے اقرار سے عمارت کا اقرار ہو گیا ہے جس طرح دار کا اقرار ہی اقرار بہ بناء ہوتا ہے۔

مقرر کے قول غلام کی قیمت ایک ہزار ہونے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَى أَلْفٍ دِرْهَمٍ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ اشْتَرَيْتَهُ مِنْهُ وَلَمْ أَقْبِضْهُ، فَإِنْ ذَكَرَ عَبْدًا بِعَيْنِهِ قِيلَ لِلْمُقَرَّرِ لَهُ إِنْ شِئْتَ فَسَلِّمْ الْعَبْدَ وَخُذِ الْأَلْفَ وَالْأَفْلَاشِيءَ لَكَ) قَالَ : وَهَذَا عَلَى رُجُوهٍ : أَحَدُهَا هَذَا وَهُوَ أَنْ يُصَدِّقَهُ وَيُسَلِّمَ الْعَبْدَ، وَجَوَابُهُ مَا ذَكَرَ، لِأَنَّ الثَّابِتَ بِتَصَادُقِهِمَا كَالثَّابِتِ مُعَايَنَةً .

وَالثَّانِي أَنْ يَقُولَ الْمُقَرَّرُ لَهُ : الْعَبْدُ عَبْدُكَ مَا بَعْتُكَ وَإِنَّمَا بَعْتُكَ عَبْدًا غَيْرَ هَذَا وَفِيهِ الْمَالُ لَا زِمَ عَلَى الْمُقَرَّرِ لِأَقْرَارِهِ بِهِ عِنْدَ سَلَامَةِ الْعَبْدِ لَهُ وَقَدْ سَلَّمَ فَلَا يَبَالِي بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ بَعْدَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ .

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر اس غلام کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں جس کو میں نے فلاں شخص نے خریدا تھا۔ مگر میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ تو اب مقرر کی معین غلام کو بیان کرتا ہے تو مقررہ سے کہا جائے گا کہ اگر تم چاہو تو ایک ہزار لے کر غلام کو اس کے سپرد کر دو ورنہ تم کو کچھ نہ ملے گا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ مسئلہ کئی صورتوں میں ہے ان میں ایک صورت یہ ہے کہ مقررہ مقرر کی تصدیق کر دے اور غلام اس کے حوالے کر دے۔ اور اس کا حکم ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ مقرر اور مقررہ کے اتفاق ثابت ہونے والی چیز ایسی ہے جیسے کہ ان دونوں کے معاہدہ سے ثابت شدہ چیز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مقررہ یہ کہہ دے کہ یہ غلام تو تمہارا ہی ہے میں نے اس کو تمہارے ہاتھ تو نہیں بیچا ہے ہاں البتہ اس کے سوا دوسرا غلام بیچا تھا۔ اور اس میں مقرر پر مال لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے غلام صحیح سلامت ہونے کی صورت میں اس نے خود ہی مال کا اقرار کیا ہے اور وہ غلام اس کے لئے صحیح و سلامت ہے۔ لہذا مقصد کے حصول کے بعد اختلاف سبب کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔

مقرر کے قول یہ غلام میرا ہے کی فقہی جزئیات کا بیان

وَالثَّالِثُ أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ عَبْدِي مَا بَعْتُكَ . وَحُكْمُهُ أَنْ لَا يُلْزَمَ الْمُقَرَّرُ شَيْءً لِأَنَّهُ مَا أَقَرَّ بِالْمَالِ إِلَّا عَوَضًا عَنِ الْعَبْدِ فَلَا يُلْزَمُهُ ذُوْنَهُ، وَلَوْ قَالَ مَعَ ذَلِكَ إِنَّمَا بَعْتُكَ غَيْرَهُ يَتَخَالَفَانِ لِأَنَّ الْمُقَرَّرَ يَدَّعِي تَسْلِيمَ مَنْ عَيْنُهُ وَالْآخَرُ يُنْكِرُ وَالْمُقَرَّرُ لَهُ يَدَّعِي عَلَيْهِ الْأَلْفَ بِبَيْعِ غَيْرِهِ وَالْآخَرُ يُنْكِرُهُ،

وَإِذَا تَحَالَفَا بَطَلَ الْمَالُ، هَذَا إِذَا ذَكَرَ عَبْدًا بِعَيْنِهِ (وَأَنْ قَالَ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ اشْتَرَيْتُهُ وَلَمْ يُعَيِّنْهُ لَزِمَهُ الْآلِفُ وَلَا يُصَدَّقُ فِي قَوْلِهِ مَا قَبِضْتُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَصَلَ أَمْ فَصَلَ) لِأَنَّهُ رُجُوعٌ فَإِنَّهُ أَقْرَبُ بِوُجُوبِ الْمَالِ رُجُوعًا إِلَى كَلِمَةِ عَلَيٍّ، وَإِنْكَارُهُ الْقَبْضَ فِي تَغْيِيرِ الْمُعَيَّنِ يُنَافِي الْوُجُوبَ أَصْلًا لِأَنَّ الْجَهْلَ مَقَارِنَةٌ كَانَتْ أَوْ طَارِئَةٌ بَأَنٍ اشْتَرَى عَبْدًا ثُمَّ نَسِيَاهُ عِنْدَ الْإِخْتِلَاطِ بِأَمْثَالِهِ تُوجِبُ هَلَاكَ الْمَبِيعِ فَيَمْتَنِعُ وَجُوبُ نَقْدِ الثَّمَنِ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ كَانَ رُجُوعًا فَلَا يَصِحُّ وَإِنْ كَانَ مَوْضُوعًا.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: إِنْ وَصَلَ صَدِيقٌ وَلَمْ يَلْزِمَهُ شَيْءٌ، وَإِنْ فَصَلَ لَمْ يُصَدَّقْ إِذَا أَنْكَرَ الْمُقَرَّرُ لَهُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ، وَإِنْ أَقَرَّ أَنَّهُ بَاعَهُ مَتَاعًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُقَرَّرِ. وَوَجْهُ ذَلِكَ أَنَّهُ أَقْرَبُ بِوُجُوبِ الْمَالِ عَلَيْهِ وَبَيِّنٌ مَبْنًى وَهُوَ الْبَيْعُ، فَإِنْ وَافَقَهُ الطَّالِبُ فِي السَّبَبِ وَبِهِ لَا يَتَأَكَّدُ الْوُجُوبُ إِلَّا بِالْقَبْضِ، وَالْمُقَرَّرُ يُنْكِرُهُ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهُ، وَإِنْ كَذَّبَهُ فِي السَّبَبِ كَانَ هَذَا مِنَ الْمُقَرَّرِ بَيِّنًا مُغَيِّرًا لِأَنَّ صَدْرَ كَلَامِهِ لِلْوُجُوبِ مُطْلَقًا وَآخِرُهُ يَحْتَمِلُ انْتِفَاءً عَنْهُ عَلَى اِعْتِبَارِ عَدَمِ الْقَبْضِ وَالْمُغَيِّرُ يَصِحُّ مَوْضُوعًا لَا مَخْصُوعًا.

اور اسی کی تیسری صورت یہ ہے کہ مقرر یہ کہہ دے کہ یہ غلام میرا ہے اور میں نے تجھ کو فروخت ہی نہیں کیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ مقرر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے اسی مال کا اقرار کیا ہے جو غلام کو بدلہ ہے لہذا غلام کے سوا اس پر مال لازم نہ ہوگا اور جب اس کے ساتھ مقرر یہ بھی کہہ دے کہ میں نے دوسرا غلام تیرے ہاتھ فروخت کیا ہے تو دونوں حلف اٹھائیں گے کیونکہ مقرر اپنے معین کردہ غلام کا مدعی ہے جبکہ مقرر اس کا انکار کرنے والا ہے اور دوسرے غلام کی سیل کو لے کر اس پر ایک ہزار درہم کا مدعی ہے۔ جبکہ مقرر اس کا منکر ہے لہذا جب دونوں قسم اٹھالیں گے تو مال ختم ہو جائے گا۔ اور یہ حکم وقت ہوگا جب مقرر نے کوئی معین غلام بیان کیا ہے۔

اور جب اس نے ”غلام کی قیمت سے“ کہا ہے اور غلام معین نہیں کیا ہے۔ تو اس پر ہزار درہم لازم ہوں گے۔ اور اس کے قول ”ما قبضت“ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ اس نے یہ بات بطور اتصال کہی ہے یا اس نے بطور انفصال کہی ہے کیونکہ یہ اقرار سے رجوع ہے۔ اس لئے کہ اس نے وجوب مال کا اقرار کیا ہے جس طرح کلمہ ”علی“ اس پر دلیل ہے۔ جبکہ غیر معین کے قبضہ میں اس کے قبضہ کا انکار بالکل ہی وجوب کو روکنے والا ہے۔ کیونکہ جہالت اگرچہ متصل ہو یا بعد میں طاری ہونے والی ہو یہ بیع کی ہلاکت کو مستلزم ہے۔ اور طاری کی مثال یہ ہے کہ جب کسی ایک غلام کو خریدا۔ اس کے بعد اس کو دوسرے غلاموں سے ملا دیا اور بیچنے والا اور خریدار دونوں اس کو بھول گئے۔ حالانکہ ہلاکت بیع وجوب قیمت کو روکنے والی ہے پس مقرر کا یہ قول رجوع ہوگا۔ لہذا یہ درست نہ ہوگا۔ اگرچہ اقرار کے بطور اتصال ہی کیوں نہ ہو۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب مقرر نے یہ بات بطور اتصال کہی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے بطور انفصال یہ بات کہی ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ مقرر اس بات کا انکار کرنے والا ہو کہ یہ ہزار غلام کی قیمت والا ہے۔

اور جب مقرر یہ کہہ دے کہ میں نے کہا ہے کہ اس نے مقرر سے سامان فروخت کیا ہے تو مقرر کی بات کو مان لیا جائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ مقرر نے اپنے اوپر وجوب مال کا اقرار کیا ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بیع یعنی مطالب یعنی اگر مقرر سبب میں اس کی مطابقت کر لیتا ہے تب بھی بغیر قبضہ کے قیمت کو وجوب مؤکد نہ ہوگا جبکہ مقرر قبضہ کا انکاری ہے۔ لہذا اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مقرر وجوب سبب میں مقرر کو جھٹلائے تو بیان مقرر کی جانب سے بدلنے والا ہوگا۔ کیونکہ اس کا شروع کلام مطلق طور پر وجوب کے لئے ہے۔ جبکہ اس کا آخری کلام قبضہ نہ ہونے کے حوالے انتقال وجوب کا احتمال رکھنے والا ہے جبکہ مغیرہ بطور اتصال درست ہوتا ہے بطور انفصال درست نہیں ہوتا۔

قبضہ کا بیع کے لوازمات میں سے ہونے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ ابْتَعْتُ مِنْهُ بَيْعًا إِلَّا أَنِّي لَمْ أَقْبِضْهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ ضَرُورَةِ الْبَيْعِ الْقَبْضُ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ بِوُجُوبِ الثَّمَنِ؛

اور جب مقرر یہ کہہ دے کہ میں نے مقرر سے ایک معین مال خریدا ہے لیکن میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا ہے تو بیع اجماع مقرر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ قبضہ بیع کے لوازمات میں سے نہیں ہے۔ بخلاف اس اقرار جو وجوب ثمن کے ساتھ ہوا قائم ہوا ہے۔

خنزیر و شراب کی قیمت والے دراہم کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَكَذَا لَوْ قَالَ مِنْ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَى الْفِ مِ ثَمَنِ خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ (لَزِمَهُ الْآلْفُ وَلَمْ يَقْبَلْ تَفْسِيرُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَصَلَّ بِمِ قَصَلٍ) لِأَنَّهُ رُجُوعٌ لِأَنَّ ثَمَنَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ لَا يَكُونُ وَاجِبًا وَأَوَّلُ كَلَامِهِ لِلْوُجُوبِ (وَقَالَا : إِذَا وَصَلَ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ) لِأَنَّهُ بَيِّنٌ بِأَخْرِ كَلَامِهِ أَنَّهُ مَا أَرَادَ بِهِ إِلَّا يَجَابُ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ فِي أَخْرِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ. قُلْنَا : ذَلِكَ تَعْلِيقٌ وَهَذَا أَبْطَالُ .

اور اسی طرح جب اس نے یہ کہا کہ شراب یا خنزیر کی قیمت سے ہے اس مسئلہ کا معنی یہ ہے کہ جب اس نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ پر ایک ہزار دراہم جو شراب یا خنزیر کی قیمت سے ہیں تو اس پر ایک ہزار دراہم لازم ہوں گے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی تفسیر قبول نہ کی جائے گی اگرچہ اور بطور اتصال کی ہو یا بطور انفصال کی ہو کیونکہ تفسیر

کرنا یہ اقرار سے رجوع کرنا ہے۔ جبکہ شراب و خنزیر کی قیمت واجب نہیں ہوتی۔ البتہ مقرر کا ابتدائی کلام وجوب کے لئے ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ جب اس نے بطور اتصال کہا ہے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنے آخری کلام سے یہ وضاحت کر دی ہے کہ اس نے ایجاب کا ارادہ ہی نہ کیا تھا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے کلام کے آخر میں ”ان شاء اللہ“ کہا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ تعلیق ہے۔ حالانکہ صورت مسئلہ میں ابطال میں ہے۔

دراہم کے اقرار کے بعد وصف زیوف بتانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهُ عَلَى أَلْفٍ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ أَوْ قَالَ أَقْرَضَنِي أَلْفٌ دِرْهَمٍ ثُمَّ قَالَ هِيَ زُيُوفٌ أَوْ نَهْرَجَةٌ وَقَالَ الْمُقْرِئُ لَهُ جِيَادٌ لَزِمَهُ الْجِيَادُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : إِنْ قَالَ مَوْصُولًا يُصَدَّقُ، وَإِنْ قَالَ مَفْصُولًا لَا يُصَدَّقُ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا قَالَ هِيَ سَتْرُوقَةٌ أَوْ رَصَاصٌ، وَعَلَى هَذَا إِذَا قَالَ إِلَّا إِنَّهَا زُيُوفٌ، وَعَلَى هَذَا إِذَا قَالَ : لِفُلَانٍ عَلَى أَلْفٍ دِرْهَمٍ زُيُوفٌ مِنْ ثَمَنِ مَتَاعٍ. لَهُمَا أَنَّهُ بَيَانٌ مُغَيَّرٌ فَيَصِحُّ بِشَرْطِ الْوَصْلِ كَالشَّرْطِ وَالْإِسْتِثْنَاءِ. وَهَذَا لِأَنَّ اسْمَ الدَّرَاهِمِ يَحْتَمِلُ الزُّيُوفَ بِحَقِيقَتِهِ وَالسَّتْرُوقَةَ بِمَجَازِهِ، إِلَّا أَنَّ مُطْلَقَهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الْجِيَادِ فَكَانَ بَيَانًا مُغَيَّرًا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِلَّا أَنَّهَا وَزْنُ خُمْسِيَّةٍ. وَلَا يَبْنَى حَنِيفَةَ أَنَّ هَذَا رُجُوعٌ لِأَنَّ مُطْلَقَ الْعَقْدِ يَقْتَضِي وَصْفَ السَّلَامَةِ عَنِ الْعَيْبِ، وَالزِّيَافَةُ عَيْبٌ وَدَعَاوَى الْعَيْبِ رُجُوعٌ عَنْ بَعْضٍ مُوجِبِهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ بِعْتُكَ مَعِيًّا وَقَالَ الْمُشْتَرِي بِعْتَنِيهِ سَلِيمًا فَالْقَوْلُ لِلْمُشْتَرِي لِمَا بَيْنَا، وَالسَّتْرُوقَةُ لَيْسَتْ مِنَ الْأَثْمَانِ وَالْبَيْعُ يَرُدُّ عَلَى الثَّمَنِ فَكَانَ رُجُوعًا.

وَقَوْلُهُ إِلَّا أَنَّهَا وَزْنُ خُمْسِيَّةٍ يَصِحُّ اسْتِثْنَاءٌ لِأَنَّهُ مَقْدَارٌ بِخِلَافِ الْجَوْدَةِ لِأَنَّ اسْتِثْنَاءَ الْوَصْفِ لَا يَجُوزُ كَاسْتِثْنَاءِ الْبِنَاءِ فِي الدَّارِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ عَلَى كُرٍّ حِنْطَةٍ مِنْ ثَمَنِ عَبْدٍ إِلَّا أَنَّهَا رَدِينَةٌ لِأَنَّ الرَّدَاءَ نَوْعٌ لَا عَيْبَ، فَمُطْلَقُ الْعَقْدِ لَا يَقْتَضِي السَّلَامَةَ عَنْهَا.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِي غَيْرِ رَوَايَةٍ الْأُصُولِ فِي الْقَرْضِ أَنَّهُ يُصَدَّقُ فِي الزُّيُوفِ إِذَا وَصَلَ لِأَنَّ الْقَرْضَ يُوجِبُ رَدَّ مِثْلِ الْمَقْبُوضِ، وَقَدْ يَكُونُ زَيْفًا كَمَا فِي الْغَضَبِ. وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ التَّعَامُلَ بِالْجِيَادِ فَانْصَرَفَ مُطْلَقُهُ إِلَيْهَا.

اور جب کسی شخص نے کہا ہے کہ مجھ پر فلاں شخص کے ایک ہزار درہم ہیں جو سامان کی قیمت ہیں یا اس نے یہ کہا کہ تم نے مجھے ایک ہزار درہم قرض دیا تھا اس کے بعد اس نے کہا کہ وہ کھوٹے تھے۔ یا اب بازار میں وہ رائج نہیں ہیں۔ جبکہ مقرر کہتا ہے

کہ وہ دراہم عمدہ تھے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عمدہ دراہم لازم ہوں گے جبکہ صاحبین کے نزدیک اگر مقرر نے بطور اتصال کہا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے بطور انفصال کہا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور یہ اسی اختلاف پر ہے کہ جب اس نے کہا کہ وہ ستوقہ یعنی بالکل بیکار، رصاص یعنی دھات کے ہیں۔ اور اسی اختلاف پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب اس نے کہا کہ وہ کھوٹے ہیں۔ اسی طرح جب اس نے کہا کہ مجھ پر ایک ہزار کھوٹے دراہم ہیں جو سامان کی قیمت ہیں۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مقرر کا بعد والا قول تبدیلی کرنے والا ہے پس وہ شرط وصل کے ساتھ درست ہوگا جس طرح شرط اور استثناء شرط وصل کے ساتھ درست ہوتے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محض دراہم ہی حقیقت میں کھوٹے ہونے کا احتمال رکھتے ہیں جبکہ ستوقہ کا احتمال تو بطور مجاز ہے البتہ مطلق لفظ دراہم یہ عمدہ کی جانب لوٹنے والا ہوتا ہے۔ پس اس اعتبار سے اس کا دوسرا قول مغیر ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے ”إِلَّا أَنَّهَا وَزْنُ خَمْسَةِ“ کہا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ رجوع ہے کیونکہ مطلق طور پر عقد سلامتی کا تقاضہ کرنے والا ہے جبکہ کھونا ہونا یہ ایک عیب ہے اور عیب کا دعویٰ کرنا یہ بعض واجبات عقد سے رجوع کرنا ہے یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح وہ یہ کہے کہ میں نے اس کو تمہارے ہاتھ عیب کی حالت میں فروخت کیا تھا جبکہ خریدار کہتا ہے کہ سلامتی کی حالت میں فروخت کیا تھا تو خریدار کا قول معتبر ہوگا اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

البتہ ستوقہ شمن نہیں ہے جبکہ بیع شمن پر وارد ہوا کرتی ہے پس یہ رجوع ہوگا اور مقرر کا قول ”إِلَّا أَنَّهَا وَزْنُ خَمْسَةِ“ استثناء بن جائے گا کیونکہ خمسہ کا وزن بھی دراہم کی ایک مقدار ہے۔ بہ خلاف اس کی جودت و عمدگی کے کیونکہ وصف کا استثناء درست نہیں ہے جس طرح گھڑت غارت کا استثناء کرنا ہے۔ اسی کے بہ خلاف جب مقرر نے کہا کہ مجھ پر غلام کی قیمت کی ایک بوری گندم ہے مگر وہ ردی ہے کیونکہ ردی ہونا ایک قسم ہے یہ عیب نہیں ہے پس مطلق طور پر عقد ردی ہونے سے سلامتی کا تقاضہ کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ظاہر الروایت کے سوا میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب مقرر بطور اتصال کہتا ہے تو زیوف کے متعلق اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ قرض مثلی مقبوض کی واپسی کا موجب ہے حالانکہ مقبوض کبھی کھونا بھی ہوتا ہے جس طرح غصب میں ہوتا ہے اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر لین دین کھرے دراہم کا ہوا کرتا ہے پس مطلق طور پر دراہم عمدہ کی جانب راجع ہوں گے۔

کھوٹے دراہم کو بیع و قرض کے طور پر ذکر نہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لِفُلَانٍ عَلَى أَلْفٍ دِرْهَمٍ زُيُوفٌ وَلَمْ يَذْكُرِ الْبَيْعَ وَالْقَرْضَ قِيلَ يُصَدَّقُ) بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ اسْمَ الدَّرَاهِمِ يَتَنَاوَلُهَا (وَقِيلَ لَا يُصَدَّقُ) لِأَنَّ مُطْلَقَ الْإِقْرَارِ يَنْصَرِفُ إِلَى الْعُقُودِ لِتَعَيُّنِهَا مَشْرُوعَةً لَا إِلَى الْإِسْتِهْلَاكِ الْمَحْرَمِ.

(وَلَوْ قَالَ اغْتَصَبْتُ مِنْهُ أَلْفًا أَوْ قَالَ أَوْدَعَنِي ثُمَّ قَالَ هِيَ زَيْفٌ أَوْ نَبَهَرَجَةً صَدَقَ وَصَلَ أَمْ فَصَلَ) لِأَنَّ الْإِنْسَانَ يَغْصِبُ مَا يَجِدُ وَيُودِعُ مَا يَمْلِكُ فَلَا مُقْتَضَى لَهُ فِي الْجَبَادِ وَلَا تَعَامُلَ فَيَكُونُ بَيَانُ النَّوعِ فَيَصِحُّ وَإِنْ فَصَلَ، وَلِهَذَا لَوْ جَاءَ رَأْدُ الْمَغْصُوبِ الْوَدِيعَةَ بِالْمَعِيبِ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ فِيهِ مَفْضُولًا اِغْتَبَارًا بِالْقَرْضِ إِذَا الْقَبْضُ فِيهِمَا هُوَ الْمَوْجِبُ لِلضَّمَانِ.

اور جب اس نے کہا کہ مجھ پر ایک ہزار کھوئے دراہم ہیں اور اس نے بیع اور قرض کا ذکر نہیں کیا تو ایک قول کے مطابق بہ اجماع اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ لفظ دراہم زیوف کو بھی شامل ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ مطلق اقرار عتود کی جانب لوٹنے والا ہے اس لئے کہ عتود شروع ہیں پس ان کو حرام کی جانب منسوب نہ کیا جائے گا۔ اور جب کسی نے کہا ہے کہ میں نے فلاں شخص کا ایک ہزار درہم غصب کیا ہے یا فلاں نے میرے پاس ایک ہزار درہم ودیعت رکھے ہیں اس کے بعد کہا کہ وہ کھوئے ہیں۔ اور غیر رائج ہے۔ تو اس کی تصدیق کی جائے گی خواہ نے بطور اتصال کہا ہو یا بطور انفصال کہا ہو کیونکہ جس کو پائے اسی کو غصب کرنے والا ہے۔ اور جس چیز کا مالک ہوتا ہے اس کو ودیعت رکھ دیتا ہے۔ پس امانت اور غصب والے دراہم کا کھرا ہونا ضروری نہ ہوگا جبکہ ان چیزوں میں کھرے دراہم کا تعامل یعنی عرف میں رائج ہونے کا معمول بھی نہیں ہے پس مقرر کا بیان، بیان نوع کے لئے ہوگا پس وہ درست ہوگا خواہ بطور انفصال ہو۔ اسی دلیل کے سبب جب مغضوب اور ودیعت والا عیب والے دراہم لے کر آئے تو اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انفصال کے طور کہنے کی صورت میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اس کو قرض پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ غصب اور قرض میں قبضہ ہی ضمان کو واجب کرنے والا ہے۔

مقرر کا اتصالی طور پر ستوقہ یا رصاص کہنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ هِيَ سَتَوْقَةٌ أَوْ رَصَاصٌ بَعْدَمَا أَقْرَبَ بِالْغَصْبِ الْوَدِيعَةَ وَوَصَلَ صَدَقَ، وَإِنْ فَصَلَ لَمْ يُصَلِّقْ لِأَنَّ السَّتَوْقَةَ لَيْسَتْ مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ لَكِنَّ الْأَسْمَ يَتَنَاولُهَا مَجَازًا فَكَانَ بَيَانًا مُعَيَّرًا فَلَا بُدَّ مِنَ الْوَصْلِ (وَإِنْ قَالَ فِي هَذَا كَلِمَةُ أَلْفًا ثُمَّ قَالَ إِلَّا أَنَّهُ يَنْقُصُ كَذَا لَمْ يُصَدَّقْ وَإِنْ وَصَلَ صَدَقَ) لِأَنَّ هَذَا اسْتِثْنَاءُ الْمِقْدَارِ وَالْإِسْتِثْنَاءُ يُصَحِّحُ مَوْضُوعًا، بِخِلَافِ الزِّيَادَةِ لِأَنَّهَا وَصَفَتْ وَاسْتِثْنَاءُ الْأَوْصَافِ لَا يَصَحِّحُ، وَاللَّفْظُ يَتَنَاولُ الْمِقْدَارَ دُونَ الْوَصْفِ وَهُوَ تَصَرُّفٌ لَفْظِيٌّ كَمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ كَانَ الْفَصْلُ ضَرُورَةً انْقِطَاعِ الْكَلَامِ فَهُوَ وَاصِلٌ لِعَدَمِ امْتِكَانِ الْإِخْتِرَازِ عَنْهُ.

اور جب غصب یا ودیعت میں رکھنے والے نے بطور اتصال کہا کہ وہ ستوقہ (کھوئے) یا رصاص (سیرے) تھے تو

اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ مگر جب اس نے بطور انفصال کہا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ ستوقہ دراہم کی جنس سے نہیں ہیں البتہ لفظ اسم اس کو بطور مجاز شامل ہے پس یہی بیان مغیر ہوگا کیونکہ قبولیت کے لئے وصف ضروری ہے۔

اور جب مقرر نے مذکورہ تمام صورتوں میں کہا کہ ایک ہزار ہیں اس کے اس نے کہا کہ ایک ہزار سے کچھ کم ہیں تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور جب اس نے بطور اتصال کہا تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ مقدار کا استثناء یہی ہے اور موصول استثناء درست ہوتا ہے۔ یہ خلاف زیادت کے کیونکہ وہ وصف ہے اور اوصاف کا استثناء درست نہیں ہے جبکہ لفظ الف یعنی ہزار یہ مقدار کو شامل ہے نہ کہ وصف کو شامل ہے۔ اور یہ لفظ تصرف ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب کلام منقطع ہو جانے کے سبب فصل پایا جائے یعنی جس طرح اس کی سائر رک گئی ہے تو اس کو وصل ہی شمار کیا جائے گا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

غضب شدہ کپڑے کے اقرار کے بعد عیب والا کپڑا لانے کا بیان

(وَمَنْ أَقْرَبُ بِغَضَبٍ ثَوْبٍ لَّمْ يَجَأْ بِثَوْبٍ مَعِيبٍ فَالْقَوْلُ لَهُ) لِأَنَّ الْغَضَبَ لَا يَخْتَصُّ بِالسَّلِيمِ. (وَمَنْ قَالَ لِأَخْرَ: أَخَذْتُ مِنْكَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَدِيعَةً فَهَلَكْتُ فَقَالَ لَا بَلْ أَخَذْتُهَا غَضَبًا لَهُوَ ضَامِنٌ، وَإِنْ قَالَ أَعْطَيْتُهَا وَدِيعَةً فَقَالَ لَا بَلْ غَضَبْتُهَا لَمْ يَضْمَنْ) وَالْفَرْقُ أَنَّ فِي الْفَضْلِ الْأَوَّلِ أَقْرَبُ سَبَبِ الضَّمَانِ وَهُوَ الْأَخْذُ ثُمَّ ادَّعَى مَا يَبْرُهُ وَهُوَ الْإِذْنُ وَالْأَخْرَ يُنْكِرُهُ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لَهُ مَعَ الْيَمِينِ.

وَفِي الثَّانِي أَضَافَ الْفِعْلَ إِلَى غَيْرِهِ وَذَلِكَ يَدْعَى عَلَيْهِ سَبَبُ الضَّمَانِ وَهُوَ الْغَضَبُ لَكَانَ الْقَوْلُ لِمُنْكِرِهِ مَعَ الْيَمِينِ وَالْقَبْضُ فِي هَذَا كَالْأَخْذِ وَالذَّفْعُ كَالْإِعْطَاءِ، فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: إِعْطَاؤُهُ وَالذَّفْعُ إِلَيْهِ لَا يَكُونُ إِلَّا بِقَبْضِهِ، فَقَوْلُ: قَدْ يَكُونُ بِالتَّخْلِيَةِ وَالْوَضْعِ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَوْ اقْتَضَى ذَلِكَ فَالْمُقْتَضَى ثَابِتٌ ضَرُورَةً فَلَا يَظْهَرُ فِي انْعِقَادِهِ سَبَبُ الضَّمَانِ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ: أَخَذْتُهَا مِنْكَ وَدِيعَةً وَقَالَ الْآخَرُ لَا بَلْ قَرْضًا حَيْثُ يَكُونُ الْقَوْلُ لِلْمُقَرِّ وَإِنْ أَقْرَرَ بِالْأَخْذِ لَا نُهُمَا تَوَافَقًا هُنَاكَ عَلَى أَنَّ الْأَخْذَ كَانَ بِالْإِذْنِ إِلَّا أَنَّ الْمُقَرَّ لَهُ يَدْعَى سَبَبُ الضَّمَانِ وَهُوَ الْقَرْضُ وَالْآخَرُ يُنْكِرُ فَافْتَرَقَا.

اور جب کسی شخص نے کپڑا غصب کرنے کا اقرار کیا اور اس کے بعد وہ عیب والا کپڑا لے کر حاضر ہو گیا تو اسی کے قول کا اعتبار ہوگا کیونکہ غصب کرنا یہ کسی صحیح و سالم کپڑے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تم سے ایک ہزار دراہم ودیعت کے طور پر لئے تھے۔ اور وہ ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے ان کو غصب کیا تھا تو مقرضامن ہوگا اور جب مقرر نے کہا کہ تم نے ہزار دراہم ودیعت کے طور پر مجھے دیئے تھے جبکہ مقرر نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ دراہم تم نے غصب کیے تھے تو مقرضامن نہ ہوگا اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی

صورت میں مقرر نے ضمان کے سبب کا اقرار کیا ہے اور وہ لینا ہے اس کے بعد مقرر نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے جو اس کو ضمان سے بری کرنے والی ہے اور دوسرا اس کا انکاری ہے۔ لہذا قسم کے ساتھ مقرر کے کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ مقرر نے فعل مقرر کی جانب منسوب کر دیا ہے اور مقرر اس پر ضمان کے سبب کا دعویٰ کر رہا ہے اور وہ غصب ہے تو قسم کے ساتھ غصب سے انکاری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اس بارے میں قبضہ کرنا یہ لینے کے حکم میں ہے۔ اور دینا یہ عطاء کرنے کی طرح ہے۔ اور اب کوئی شخص یہ کہے کہ مقرر کو دینا یا عطاء کرنا یہ اس کے قبضہ کے بغیر نہ ہوگا تو ہم بطور جواب اس سے کہیں گے کہ دینا اور عطاء یہ کبھی تخلیہ کرنے اور مقرر کے سامنے رکھنے سے ہو جائیں گے۔ اور جب دینا اور عطاء قبضہ کا تقاضہ کرنے والے ہوں تو بطور ضرورت قبضہ بھی ثابت ہوگا کیونکہ سبب ضمان کے انعقاد یہ تقاضہ ثابت نہ ہوگا۔

اور یہ اس صورت کے خلاف ہے جب مقرر نے کہا کہ میں نے تجھ سے ودیعت کے طور پر ایک ہزار درہم لیے تھے اور دوسرے یعنی مقرر نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے بطور قرض لیے تھے۔ تو مقرر کے قول کا اعتبار ہوگا خواہ وہ اقرار کر رہا ہے کیونکہ وہ دونوں یہاں اس بات پر اتفاق کرنے والے ہیں کہ پکڑنا اجازت سے تھا ہاں البتہ جب مقرر سبب ضمان کا مدعی ہے اور وہ قرض ہے اور دوسرا مقرر اس کا انکاری ہے۔ لہذا یہ دونوں مسائل حکم کے اعتبار سے الگ الگ ہو گئے۔

ایک ہزار بطور امانت ہونے کے اقرار کا بیان

(وَإِنْ قَالَ هَذِهِ أَلْفٌ كَانَتْ وَدِيعَةً لِّي عِنْدَ فُلَانٍ فَأَخَذْتُهَا فَقَالَ فُلَانٌ هِيَ لِي لِيَأْتَنَّهُ يَأْخُذَهَا لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بِالْيَدِ لَهُ وَادَّعَى اسْتِحْقَاقَهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ .

(وَلَوْ قَالَ : آجَرْتُ ذَاتِي هَذِهِ فَلَانًا فَرَكِبَهَا وَرَدَّهَا، أَوْ قَالَ : آجَرْتُ ثَوْبِي هَذَا فَلَانًا فَلَيْسَ وَرَدَّهَ وَقَالَ فُلَانٌ كَذَبْتَ وَهَمَّ إِلَيَّ فَأَلْقَوُ قَوْلَهُ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمَحْمَدٌ : الْقَوْلُ قَوْلُ الَّذِي أَخَذَ مِنْهُ الذَّاهِبَةُ وَالثَّوْبُ) وَهُوَ الْقِيَاسُ وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْإِعَارَةُ وَالْإِسْكَانُ .

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میرے یہ ایک ہزار فلاں آدمی کے پاس امانت کے طور پر تھے۔ اور میں نے اس سے لے لئے ہیں۔ جبکہ فلاں شخص کہتا ہے کہ وہ تو میرے پاس ہیں۔ تو وہی فلاں ہی ان درہم کو لینے والا ہوگا کیونکہ مقرر فلاں آدمی کے لئے قبضہ کا اقرار کر کے اس پر اپنے حق کا دعویٰ کرنے رہا ہے۔ جبکہ اس کے حق کا انکار کرنے والا فلاں آدمی ہی ہے۔ لہذا انکاری کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور جب اس نے کہا کہ میں فلاں آدمی کو کرائے پر یہ سواری دی ہوئی تھی اور سوار ہونے کے بعد اس نے وہ سواری مجھ کو پیش کر دی اور یہ اس نے کہا کہ میں نے اپنا یہ کپڑا فلاں آدمی کو کرائے پر دیا تھا اور اس نے پہن کر مجھ کو واپس کر دیا ہے۔ جبکہ فلاں آدمی نے کہا کہ تم جھوٹے ہو یہ سواری اور یہ کپڑا تو دونوں میرے اپنے ہیں تو مقرر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ اسی شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جس سے یہ سواری اور یہ کپڑا

لیا گیا ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ اور اسی عاریت پر دینا اور رہائش کے لئے مکان دینا یہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔

نصف درہم سے کپڑے کی سلوائی کرانے کے اقرار کا بیان

(وَلَوْ قَالَ خَاطَ فَلَانٌ ثَوْبِي هَذَا يَنْصِفُ دِرْهَمٍ ثُمَّ قَبَضْتُهُ وَقَالَ فَلَانٌ الثَّوْبُ ثَوْبِي فَهُوَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ فِي الصَّحِيحِ) وَجْهُ الْقِيَاسِ مَا بَيَّنَّاهُ فِي الْوَدِيعَةِ .

وَجْهُ الْأَسْتِحْسَانِ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّ الْيَدَ فِي الْإِجَارَةِ وَالْإِعَارَةِ ضَرُورِيَّةٌ تَثْبُتُ ضَرُورَةً اسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَهُوَ الْمَنَافِعُ فَيَكُونُ عَدَمًا فِيمَا وَرَاءَ الضَّرُورَةِ فَلَا يَكُونُ إِقْرَارًا لَهُ بِالْيَدِ مُطْلَقًا، بِخِلَافِ الْوَدِيعَةِ لِأَنَّ الْيَدَ فِيهَا مَقْصُودَةٌ وَالْإِدَاعُ اثْبَاتُ الْيَدِ قَصْدًا فَيَكُونُ الْإِقْرَارُ بِهِ اغْتِرَافًا بِالْيَدِ لِلْمَوْدِعِ .

وَوَجْهٌ آخَرُ أَنَّ فِي الْإِجَارَةِ وَالْإِعَارَةِ وَالْإِسْكَانِ أَقْرَبَ يَدٍ ثَابِتَةٍ مِنْ جِهَتِهِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فِي كَيْفِيَّتِهِ .

وَلَا كَذَلِكَ فِي مَسْأَلَةِ الْوَدِيعَةِ لِأَنَّهُ قَالَ فِيهَا كَانَتْ وَدِيعَةً، وَقَدْ تَكُونُ مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ، حَتَّى لَوْ قَالَ أَوْدَعْتُهَا كَانَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ، وَلَيْسَ مَذَارُ الْفَرْقِ عَلَى ذِكْرِ الْأَخْذِ فِي طَرَفِ الْوَدِيعَةِ وَعَدَمِهِ فِي الطَّرَفِ الْآخَرِ وَهُوَ الْإِجَارَةُ وَأُخْتَاهُ لِأَنَّهُ ذَكَرَ الْأَخْذَ فِي وَضْعِ الطَّرَفِ الْآخَرِ فِي كِتَابِ الْإِقْرَارِ أَيْضًا، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ اقْتَضَيْتُ مِنْ فَلَانٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ كَانَتْ لِي عَلَيْهِ أَوْ اقْرَضْتُهُ أَلْفًا ثُمَّ أَخَذْتُهَا مِنْهُ وَأَنْكَرَ الْمُقْرَأُ لَهُ حَيْثُ يَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ لِأَنَّ الدُّيُونَ تُقْطَعُ بِأَمْتَالِهَا، وَذَلِكَ إِنَّمَا يَكُونُ بِقَبْضِ مَضْمُونٍ، فَإِذَا أَقْرَبَ بِالْإِقْتِضَاءِ فَقَدْ أَقْرَبَ بِسَبَبِ الضَّمَانِ ثُمَّ ادَّعَى تَمَلُّكُهُ عَلَيْهِ بِمَا يَدَّعِيهِ مِنَ الدَّيْنِ مُقَاصَّةً وَالْآخَرَ يُنْكِرُهُ، أَمَّا هَاهُنَا الْمَقْبُوضُ غَيْرُ مَا ادَّعَى فِيهِ الْإِجَارَةُ وَمَا أَشْبَهَهَا فَافْتَرَقَا، لَوْ أَقْرَأَ أَنَّ فَلَانًا زَرَعَ هَذِهِ الْأَرْضَ أَوْ بَنَى هَذِهِ الدَّارَ أَوْ غَرَسَ هَذَا الْكُرْمَ وَذَلِكَ كُلُّهُ فِي يَدِ الْمُقْرِئِ فَادَّعَاهَا فَلَانٌ وَقَالَ الْمُقْرَأُ لَا بَلْ ذَلِكَ كُلُّهُ لِي اسْتَعْنْتُ بِكَ فَفَعَلْتَ أَوْ فَعَلْتَهُ بِاجْرِ فَأَلْقَوْلُ لِلْمُقْرِئِ لِأَنَّهُ مَا أَقْرَأَ لَهُ بِالْيَدِ وَإِنَّمَا أَقْرَبَ بِمُجَرَّدِ فِعْلٍ مِنْهُ، وَقَدْ يَكُونُ ذَلِكَ فِي يَدِ الْمَقْرِئِ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ خَاطَ لِي الْخِطَاطُ فَمِصَصِي هَذَا يَنْصِفُ دِرْهَمٍ وَلَمْ يَقُلْ قَبَضْتُهُ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ إِقْرَارًا بِالْيَدِ وَيَكُونُ الْقَوْلُ لِلْمُقْرِئِ لَمَّا أَنَّهُ أَقْرَبَ بِفِعْلٍ مِنْهُ وَقَدْ يَخِيطُ ثَوْبًا فِي يَدِ الْمُقْرِئِ كَذَا .

اور جب کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی نے نصف درہم میں میرے اس کپڑے کو سی دیا ہے اور میں نے اس پر قبضہ

بھی کر لیا ہے جبکہ فلاں آدمی کہتا ہے کہ یہ تو میرا کپڑا ہے قول صحیح کے مطابق یہ صورت بھی مذکورہ اختلاف کے مطابق ہے۔ اور قیاس کی دلیل اسی طرح ہے جس کو ہم ودیعت میں بیان کر آئے ہیں۔

استحسان کی دلیل اور اس کا سبب فرق یہ ہے کہ اجارہ اور اعارہ میں قبضہ ضرورت کے وقت ہوا کرتا ہے تاکہ معقود علیہ سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ پس ضرورت کے سوا میں قبضے کا اعتبار نہ ہوگا پس مقرر کے اجارہ اور اعارہ کا اقرار اس کے لئے مطلق طور قبضہ کا اقرار نہ ہوگا۔ خلاف ودیعت کے کیونکہ ودیعت میں قبضہ مقصود ہوتا ہے جبکہ ودیعت دینے میں بطور قصد قبضہ کو ثابت کیا جاتا ہے پس ودیعت کا اقرار مودع کے لئے قبضے کا اعتراف ہے۔

اس کے سوا ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ اجارہ اور اس کا ان میں مقرر اپنی جانب سے قبضہ دینے کا اقرار کرتا ہے پس قبضہ کی ہیئت کے متعلق مقرر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ ودیعت والے مسئلہ میں اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مقرر صرف ودیعت ہونے کا اقرار کرنے والا ہے۔ کبھی فعل مودع کے بغیر بھی ودیعت ثابت ہو جاتی ہے ہاں البتہ جب مقرر "میں نے ودیعت کیا" کہا تو بھی اس اختلاف کے مطابق ہے۔ اور اختلاف کا دار و مدار اس بات پر نہیں ہے کہ ودیعت کی صورت میں مقرر نے لے جانے کی وضاحت کی ہے جبکہ اجارہ وغیرہ میں یہ توضیح نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے دوسری صورت میں بھی لے جانے کی وضاحت کی ہے یعنی انہوں نے جامع صغیر میں کتاب الاقرار میں بھی اجارہ کو لینے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ اس صورت کے برخلاف ہے۔

اور جب مقرر نے یہ کہا ہے کہ فلاں شخص پر جو میرے ایک ہزار درہم تھے میں نے ان سے وصول کر لیا ہے یا میں نے ان کو ہزار درہم قرض دیا تھا اس کے بعد ان سے لے لیا ہے جبکہ مقرر نے اس کا انکار کر دیا ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا۔ کیونکہ قرض مثلی ادا کئے جاتے ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب قرض مقبوض مضمون ہو۔ اور اب جبکہ مقرر نے وصول کرنے کا اقرار کیا ہے تو اس نے ضمان کے سبب کا اقرار بھی کیا ہے اس کے بعد مقرری نے قرض کا دعویٰ کر کے بطور تبادلہ اس کا مالک ہونے کا اس نے دعویٰ کر دیا ہے جبکہ مقرر اس کا انکار ہی ہے۔ پس اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور مقبوض بھی وہی ہے جس میں اجارہ و اعارہ کا دعویٰ ہے کیونکہ اب دونوں کا حکم ایک دوسرے الگ ہو چکا ہے۔

اور جب کسی شخص نے اقرار کیا ہے کہ فلاں آدمی نے اس میں کاشت کاری کی ہے یا اس گھر میں عمارت بنوائی ہے یا اس باغ میں انگور کی بیل لگوائی ہے۔ جبکہ یہ تمام چیزیں مقرر کے قبضہ میں ہیں۔ اس کے بعد اس فلاں آدمی نے ان چیزوں کا دعویٰ کر دیا اور مقرر نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تمام اشیاء میری ہیں۔ اور میں ان کاموں میں تجھ سے مدد مانگی تھی پس تم نے میری مدد کی تھی یا تم نے مزدوری پر یہ کام کیا تھا تو مقرر کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں کام ہوتا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی شخص نے کہا کہ درزی نے میرے لئے قمیص آدھے درہم میں سی دی ہے مگر یہ نہ کہا کہ میں نے اس سے یہ قمیص لے کر قبضہ کر لیا ہے تو قبضہ کا اقرار نہ ہوگا اور مقرر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مقرر نے درزی کی جانب سے کام کا اقرار کیا ہے اور مقرر کے قبضہ میں بھی سلا ہوا کپڑا ہے پس اسی زمین کی کھیتی کرنے والے اور عمارت بنوانے والے مقرر کا قبضہ بھی برقرار رہے گا۔

بَابُ اِقْرَارِ الْمَرِيضِ

﴿یہ باب مریض کے اقرار کے بیان میں ہے﴾

باب اقرار مریض کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ مقرر کے حالت صحت والے اقرار کے بعد حالت مرض والے یا مریض کے اقرار کے باب کو شروع کیا ہے اور اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ اقرار کے احوال میں سے حالت صحت یہ اصل ہے جبکہ حالت مرض یہ عارضی، طاری اور فرعی کیفیت ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے۔

مرض موت میں کئی قسم کے قرضوں کے اقرار کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا أَقَرَّ الرَّجُلُ فِي مَرَضٍ مَوْتَهُ بِذِيُونٍ وَعَلَيْهِ ذِيُونٌ فِي صِحَّتِهِ وَذِيُونٌ لِرِثَّتِهِ فِي مَرَضِهِ بِأَسْبَابٍ مَعْلُومَةٍ فَذَيْنِ الصَّحَّةِ وَالَّذِينَ الْمَعْرُوفِ الْأَسْبَابِ مُقَدَّمٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : ذَيْنِ الْمَرَضِ وَذَيْنِ الصَّحَّةِ يَسْتَوِيَانِ لَا مُتَوَاءٍ سَبِيَهُمَا وَهُوَ الْإِقْرَارُ الصَّادِرُ عَنْ عَقْلِ وَدِينٍ، وَمَحَلُّ الْوُجُوبِ الذِّمَّةُ الْقَابِلَةُ لِلْحَقُوقِ فَصَارَ كَأَنْشَاءِ التَّصَرُّفِ مُبَايَعَةٍ وَمُنَاكَحَةٍ.

وَلَنَا أَنَّ الْإِقْرَارَ لَا يُعْتَبَرُ دَلِيلًا إِذَا كَانَ فِيهِ إِبْطَالٌ حَقِّ الْغَيْرِ، وَفِي إِقْرَارِ الْمَرِيضِ ذَلِكَ لِأَنَّ حَقَّ غُرْمَاءِ الصَّحَّةِ تَعَلَّقَ بِهَذَا الْمَالِ اسْتِيفَاءً، وَلِهَذَا مُنَعَ مِنَ التَّبَرُّعِ وَالْمُعَاهَاةِ إِلَّا بِقَدْرِ الثُّلُثِ.

بِخِلَافِ النِّكَاحِ لِأَنَّهُ مِنْ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ وَهُوَ بِمَهْرٍ الْمِثْلِ، وَبِخِلَافِ الْمُبَايَعَةِ بِمِثْلِ الْقِيَمَةِ لِأَنَّ حَقَّ الْغُرْمَاءِ تَعَلَّقَ بِالْمَالِيَّةِ لَا بِالصُّورَةِ، وَفِي حَالَةِ الصَّحَّةِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِالْمَالِ لِقُدْرَتِهِ عَلَى الْاِكْتِسَابِ فَيَتَحَقَّقُ التَّشْمِيرُ، وَهَذِهِ حَالَةُ الْعَجْزِ وَحَالَتَا الْمَرَضِ حَالَةٌ وَاحِدَةٌ لِأَنَّهُ حَالَةُ الْحَجَرِ، بِخِلَافِ حَالَتِي الصَّحَّةِ وَالْمَرَضِ؛ لِأَنَّ الْأُولَى حَالَةُ إِطْلَاقٍ وَهَذِهِ حَالَةُ عَجْزٍ فَافْتَرَقَا، وَإِنَّمَا تَقَدَّمَ الذُّيُونُ الْمَعْرُوفَةُ الْأَسْبَابِ لِأَنَّهُ لَا تَهْمَةَ لِي ثُبُوتِهَا إِذَا الْمُعَايِنُ لَا

مَرَدَّ لَهُ، وَذَلِكَ مِثْلُ بَدَلِ مَالٍ مَلَكَهُ أَوْ اسْتَهْلَكَهُ وَعَلِمَ وَجُوبَهُ بِغَيْرِ اقْرَارِهِ أَوْ تَزْوِجِ امْرَأَةٍ بِمَهْرٍ مِثْلِهَا، وَهَذَا الذَّنْبُ مِثْلُ ذَنْبِ الصِّحَّةِ لَا يُقَدَّمُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ أَقْرَأَ بَعِيْنٌ فِي يَدِهِ لِآخَرٍ لَمْ يَصَحَّ فِي حَقِّ غُرْمَاءِ الصِّحَّةِ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهِ، وَلَا يَجُوزُ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقْضِيَ ذَنْبَ بَعْضِ الْغُرْمَاءِ دُونَ الْبَعْضِ؛ لِأَنَّ فِي إِثَارِ الْبَعْضِ انْطِلَاقَ حَقِّ الْبَاقِيْنَ، وَغُرْمَاءُ الصِّحَّةِ وَالْمَرَضِ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ، إِلَّا إِذَا قَضَى مَا اسْتَقْرَضَ فِي مَرَضِهِ أَوْ تَقَدَّ لَحَنَ مَا اشْتَرَى فِي مَرَضِهِ وَقَدْ عَلِمَ بِالْيَسَنِ.

اور جب کسی شخص نے مرض موت میں کئی قرضوں کا اقرار کر لیا جبکہ تندرستی کے عالم میں بھی اس پر بعض قرض تھے اور مرض کی حالت میں بھی اس پر کچھ قرض لازم ہوئے ہوں جن کی وجوہات بھی معلوم ہوں تو صحت اور جن کی وجوہات معلوم ہیں وہ قرض مقدم ہوں گے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مقرض اور تندرستی میں قرض برابر ہیں کیونکہ ان کا سبب برابر ہے اور یہ اس طرح کا اقرار ہے جو عقل اور قرض والے صادر ہوا ہے جبکہ محل وجوب وہ ذمہ ہے جو حقوق کو قبول کرتا ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح آپس کی رضامندی ہے کے ساتھ اس نے بیع اور نکاح کا تصرف کیا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب اقرار میں دوسرے کے حق کا باطل ہونا لازم آتا ہو تو وہ اقرار دلیل نہ ہوگا اور مریض کے اقرار میں یہ بات پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے دوسرے کے حق کا باطل ہونا لازم آرہا ہے، اس لئے کہ اس نے حالت میں قرض خواہوں کے حق کو مشکل سے پورا کر کے اس کو بچہ کچھ مال ملا ہے کیونکہ تہائی سے زائد احسان و انعامات میں اسکو منع کر دیا جائے گا۔ یہ خلاف نکاح کے کیونکہ مہر مثلی نکاح کرنا یہ ضروریات اصلہ میں سے ہے یہ خلاف آپس کی بیع کے کیونکہ جب وہ مثلی قیمت پر کی جائے تو وہ قرض خواہوں کے حق مالیت سے متعلق ہے جبکہ صورت سے نہیں اور صحت کے عالم میں ان کا حق مال سے متعلق نہیں ہوتا کیونکہ مدیون کمائی کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اس کے مال میں اضافہ ہو سکتا ہے اور یہ عاجزی کی حالت ہے جبکہ مرض کے دونوں احوال ایک جیسے ہوتے ہیں لہذا یہی ممانعت والی حالت ہے یہ خلاف صحت اور مرض کے احوال کے کیونکہ پہلی صورت اباحت و جواز کی ہے۔ اور یہ عاجز ہونے کی حالت ہے لہذا یہ دونوں احوال ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

اور جب قرضوں کی وجوہات معلوم ہوں وہ مقدم ہوں گے کیونکہ ان کو ثابت کرنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور یہ قرض سب لوگوں کے رد ہوا ہوئے ہیں لہذا ان کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اور اسکی مثال کسی مال کا بدل ہے جس کا وہ مالک ہوا ہے یا اس سے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا وجوب اس شخص کے اقرار کے سوا کسی دوسری دلیل سے معلوم ہوا ہے یا اس نے کسی عورت کے مہر مثلی پر اس سے نکاح کیا ہے اور یہ قرض دین صحت کی طرح ہے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر مقدم نہ کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مقرر کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور اس نے دوسرے کے لئے اقرار کیا ہے تو صحت کی حالت کے قرض خواہوں کے حق میں یہ اقرار درست نہ ہوگا کیونکہ اس میں سے ہی ان کو حق ثابت ہو چکا ہے اور مریض کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ کچھ قرض خواہوں کا قرض دے اور کچھ نہ دے۔ کیونکہ بعض کو ترجیح دینے کے سبب بقیہ قرض خواہوں کے حق کا باطل ہونے لازم آئے گا اور صحت و مرض دونوں کے قرض خواہ اس موقع پر برابر ہیں۔ ہاں البتہ جب مریض کوئی ایسا قرض ادا کرے جس کو اس نے مرض کی حالت میں یا تھوڑی سی چیز کی قیمت ادا کرے جس کو نے مرض کی حالت میں خریدا تھا۔ اور یہ معاملہ گواہی ثابت ہو چکا ہے تو اس کو ادا کرنا جائز ہے۔

پہلے قرضوں کے بعد کچھ مال کے بچ جانے کا بیان

قَالَ (فَإِذَا قُضِيَ) يَعْنِي الدُّيُونُ الْمُقَدَّمَةُ (وَفُضِّلَ شَيْءٌ) بِضَرْفٍ إِلَى مَا أَقْرَبَهُ فِي حَالَةِ الْمَرِيضِ لِأَنَّ الْأَقْرَارَ فِي ذَاتِهِ صَحِيحٌ، وَأَمَّا رُذٌّ فِي حَقِّ غُرْمَاءِ الصَّحَّةِ فَإِذَا لَمْ يَبْقَ حَقُّهُمْ ظَهَرَ صِحَّتُهُ.

قَالَ (وَأَنَّ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دُيُونٌ فِي صِحَّتِهِ جَازَ إِقْرَارُهُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَتَضَمَّنْ بَطَالَ حَقِّ الْغَيْرِ وَكَانَ الْمُقَرَّرُ لَهُ أَوَّلَى مِنَ الْوَرْدَةِ لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِذَا أَقْرَأَ الْمَرِيضُ بِدَيْنٍ جَازَ ذَلِكَ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ تَرَكَهٍ وَلِأَنَّ قَضَاءَ الدَّيْنِ مِنَ الْخَوَانِجِ الْأَصْلِيَّةِ وَحَقُّ الْوَرْدَةِ يَتَعَلَّقُ بِالتَّرَكَةِ بِشَرْطِ الْفَرَاغِ وَلِهَذَا تَقَدَّمَ حَاجَتُهُ فِي التَّكْفِينِ.

اور جب مقدمہ قرض ادا کر دیئے گئے ہیں اور کچھ مال بچ گیا ہے تو اس کو اس کے قرض میں دیا جائے گا جس نے حالت مرض میں اقرار کیا تھا کیونکہ یہ اقرار ذاتی طور پر درست تھا لیکن صحت والے قرض خواہوں کے حقوق کی رعایت کے سبب اس کا روک دیا گیا تھا۔ مگر جب ان کا حق پورا ہو گیا تو رد کے گئے قرضوں کی صحت ظاہر ہو گئی۔

اور جب کسی مرض پر اس کی صحت کے عالم کا کوئی قرض نہ ہو تو مرض کی حالت کے قرض کا اقرار جائز ہے کیونکہ اب غیر کے حق کا باطل ہونا لازم نہ آئے گا اور مقررہ ورثاء سے مقدم ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جب مریض کسی قرض کا اقرار کرتا ہے تو جائز ہے اور یہ اس کے پورے ترکہ میں ہوگا کیونکہ قرض ادا کرنا یہ ضروریات احلیہ میں سے ہے جبکہ ترکہ سے ورثاء کا حق فراغت لی شرط کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ تدفین کفن کی ضرورت کو بھی ورثاء کے حق سے مقدم کیا گیا ہے۔

مریض کا ورثاء کے لئے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ أَقْرَأَ الْمَرِيضُ لِوَارِثِهِ لَا يَصِحُّ إِلَّا أَنْ يُصَدِّقَهُ فِيهِ يَتِيَّةُ الْوَرْدَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ: يَصِحُّ لِأَنَّهُ إِظْهَارُ حَقِّ تَابِتٍ لِيَرْجَحَ جَانِبَ الصَّدَقِ فِيهِ، وَصَارَ كَالْإِقْرَارِ لِأَجَنَبِيٍّ

وَبَوَارِثٍ آخَرَ وَبَوَدِيعَةٍ مُسْتَهْلَكَةٍ لِلْوَارِثِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ وَلَا إِقْرَارَ لَهُ بِالذِّنِّ) "وَلَأَنَّهُ تَعَلَّقَ حَقُّ الْوَرَثَةِ بِمَالِهِ فِي مَرَضِهِ وَلِهَذَا يُنْتَعَمُ مِنَ التَّبَرُّعِ عَلَى الْوَارِثِ أَصْلًا، فَبِى تَخْصِصِ التَّبْعِ بِهِ ابْطَالُ حَقِّ الْبَاقِيْنَ، وَلَآنَ حَالَةَ الْمَرَضِ حَالَةُ الْإِسْتِغْنَاءِ وَالْقَرَابَةِ سَبَبُ التَّعَلُّقِ، إِلَّا أَنَّ هَذَا التَّعَلُّقَ لَمْ يَظْهَرْ فِي حَقِّ الْأَجْنَبِيِّ لِحَاجَتِهِ إِلَى الْمُعَامَلَةِ فِي الصِّحَّةِ؛ لِأَنَّهُ لَوْ أَنْحَجَرَ عَنْ الْإِقْرَارِ بِالْمَرَضِ يَمْتَنِعُ النَّاسُ عَنْ الْمُعَامَلَةِ مَعَهُ، وَقَلَمَّا تَقَعِ الْمُعَامَلَةُ مَعَ الْوَارِثِ وَلَمْ يَظْهَرْ فِي حَقِّ الْإِقْرَارِ بِوَارِثٍ آخَرَ لِحَاجَتِهِ أَيْضًا، ثُمَّ هَذَا التَّعَلُّقُ حَقُّ بَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ، فَإِذَا صَدَّقُوهُ فَقَدْ ابْطَلُوهُ فَبَصَحَ إِقْرَارُهُ قَالَ (وَإِذَا أَقْرَأَ الْأَجْنَبِيَّ جَارَ وَإِنْ أَحَاطَ بِمَالِهِ) لِمَا بَيَّنَّا، وَالْقِيَاسُ أَنَّ لَا يَجُوزُ إِلَّا فِي الثُّلُثِ لِأَنَّ الشَّرْعَ قَصَرَ تَصَرُّفَهُ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنَا نَقُولُ: لَمَّا صَحَّ إِقْرَارُهُ فِي الثُّلُثِ كَانَ لَهُ التَّصَرُّفُ فِي ثُلُثِ الْبَاقِيِّ لِأَنَّهُ الثُّلُثُ بَعْدَ الذِّنِّ ثُمَّ وَثُمَ حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى الْكُلِّ .

اور جب کسی مریض نے اپنے وارث کے لئے اقرار کیا ہے تو اس کا یہ اقرار درست نہ ہوگا ہاں البتہ جب دوسرے وارثوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ درست ہے کیونکہ ایک ثابت شدہ حق کا ظاہر کرنا ہے۔ تاکہ صدق کی جانب رائج ہو جائے۔ اور یہ اجنبی کے لئے دوسرے وارث اور کسی وارث کی ہلاک کردہ امانت کے لئے اقرار کرنے کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے اور نہ اس کے لئے قرض کا اقرار ہے کیونکہ مریض کے مرض الموت میں اس کے مال سے وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے کیونکہ وارث کے حق میں احسان کرنے سے کلی طور پر منع کر دیا گیا ہے پس بعض لوگوں کے لئے بھی اقرار کرنے میں بقیہ وارثوں کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ مرض کی حالت میں تو استغناء کی حالت ہوا کرتی ہے جبکہ قرابت کا تعلق سبب بنتا ہے اور اجنبی کے حق میں یہ تعلق ظاہر نہیں ہے۔ اس لئے کہ تندرستی کے عالم میں اس کو اجنبی کے ساتھ معاملہ کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس لئے کہ جب مرض کے سبب مریض کو اقرار سے منع کر دیا جائے تو لوگ اس کے ساتھ معاملہ کرنے سے پرہیز کریں گے۔ جبکہ وارثوں کے ساتھ معاملہ بہت کم ہوتا ہے۔

اور دوسری قسم کے وارث کے حق میں یہ معاملہ ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس کے ساتھ بھی معاملہ طے کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اس کے بعد یہ تعلق دوسرے وارثوں کا حق ہے اور جب وہ تصدیق کر دیں تو وہ اپنا حق باطل کرنے والے ہو جائیں گے۔ کیونکہ اب مریض کا اقرار درست ہو جائے گا۔

اور جب مریض نے کسی اجنبی کے لئے اقرار کیا ہے تو یہ اقرار جائز ہے خواہ یہ اقرار سارے مال کا احاطہ کیے ہوئے ہی کیوں نہ

ہو اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اقرار صرف تہائی مال میں درست ہو کیونکہ شریعت نے تہائی پر مریض کو منحصر کیا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ جب تہائی میں اس کا تصرف جائز ہے تو تہائی سے بقیہ سے بیچ جانے والے مال میں اس کا تصرف درست ہوگا کیونکہ قرض کے بعد بیچ جانے والا تہائی ہے اور اسی طرح تہائی در تہائی میں یہ سارے کے صحیح ہونے پر طاری و جاری ہونے والا ہے۔

مریض کا اجنبی کے لئے اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَأَ اجْنَبِي ثُمَّ قَالَ : هُوَ ابْنِي ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَبَطُلَ إِقْرَارُهُ، فَإِنْ أَقْرَأَ لَا جَنْبِيَّةً ثُمَّ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَبْطُلْ إِقْرَارُهُ لَهَا) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ دَعْوَةَ النَّسَبِ تَسْتَدِلُّ إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ أَقْرَأَ لِأَنَّهُ فَلَا يَصِحُّ وَلَا كَذَلِكَ الزَّوْجِيَّةُ لِأَنَّهَا تَقْتَصِرُ عَلَى زَمَانِ التَّزْوُجِ فَبَقِيَ إِقْرَارُهُ لَا جَنْبِيَّةً.

قَالَ (وَمَنْ طَلَّقَ زَوْجَتَهُ فِي مَرَضِهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَقْرَأَ لَهَا بِدَيْنٍ فَلَهَا الْآقْلُ مِنَ الدَّيْنِ وَمِنْ مِيرَاثِهَا مِنْهُ) لِأَنَّهَا مُتَّهِمَانِ فِيهِ لِقِيَامِ الْعِدَّةِ، وَبَابُ الْإِقْرَارِ مَسْدُودٌ لِلْوَارِثِ فَلَعَلَّهُ أَقْدَمَ عَلَى هَذَا الطَّلَاقِ لِيَصِحَّ إِقْرَارُهُ لَهَا زِيَادَةً عَلَى مِيرَاثِهَا وَلَا تُهْمَةُ فِي أَقْلِ الْأُمُورِ لَيْسَتْ.

اور جب مریض نے کسی اجنبی شخص کے لئے اقرار کیا ہے اور اس کے بعد اس نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو مقررے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور جو اقرار تھا وہ باطل ہو جائے گا اور جب مریض نے کسی اجنبی عورت کے لئے اقرار کرتے ہوئے اس سے نکاح کر لیا اور اس کے حق میں اقرار اول باطل نہ ہوگا۔ اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ نسب کا دعویٰ وقت علوق کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) لہذا یہ واضح ہو چکا ہے کہ مقررے اپنے بیٹے کے لئے اقرار کیا ہے اس لئے یہ درست نہ ہوگا۔ جبکہ زوجیت کی حالت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا انحصار نکاح کے وقت کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ پس اس کا اقرار راجحیہ کے لئے ہی قرار دیا جائے گا۔

اور جب کسی شخص نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دی اس کے بعد اس نے اس کے لئے قرض کا اقرار کیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور اس عورت کو قرض اور میراث میں سے جو کم ہوگا وہی ملے گا کیونکہ عدت کے باقی رہنے کے سبب وہ دونوں اس اقرار میں تہمت زدہ ہیں۔ جبکہ وارثوں کے لئے اقرار دروازہ بند ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شوہر نے اس کو طلاق بھی اسی سبب سے دی ہو کہ اس کا اقرار درست ہو جائے۔ اور اس کو زیادہ میراث مل جائے جبکہ دونوں معاملات میں قلیل کی صورت میں کوئی تہمت نہیں ہے۔ لہذا وہ ثابت ہو جائے گا۔

فصل فی الاقرار بالنسب

﴿یہ فصل اقرار نسب کے بیان میں ہے﴾

فصل اقرار نسب کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے ان چیزوں کے اقرار کو بیان کیا ہے جن کا تعلق مالی معاملات سے ہے اور اب یہاں سے ان معاملات کا بیان شروع کیا ہے جن کا تعلق نسبی احکام سے متعلق ہے۔ اقرار کے بارے میں چونکہ مالی معاملات کا وقوع کثرت کے ساتھ ہوتا ہے لہذا ان کے کثرت وقوع کے سبب ان کو مقدم کیا ہے اور نسبی اقرار کے معاملات کے کم وقوع ہونے کے سبب ان کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

مقرر کا دعویٰ ولد کرنے کا بیان

(وَمَنْ أَقَرَّ بِغُلَامٍ يُولَدُ مِثْلَهُ لِمِثْلِهِ وَلَيْسَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ أَنَّهُ ابْنُهُ وَصَدَقَهُ الْغُلَامُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَإِنْ كَانَ مَرِيضًا) لِأَنَّ النَّسَبَ مِمَّا يُلْزَمُهُ خَاصَّةً فَيَصِحُّ إِقْرَارُهُ بِهِ وَشَرْطُ أَنْ يُولَدَ مِثْلَهُ لِمِثْلِهِ كَمَا لَا يَكُونُ مُكْذَّبًا فِي الظَّاهِرِ، وَشَرْطُ أَنْ لَا يَكُونَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ بُتُوتَهُ مِنْ غَيْرِهِ، وَإِنَّمَا شَرْطُ تَصْدِيقِهِ لِأَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ إِذَا الْمَسْأَلَةُ فِي غُلَامٍ يُعْبَرُ عَنْ نَفْسِهِ، بِخِلَافِ الصَّغِيرِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَلَا يَمْتَنِعُ بِالْمَرَضِ لِأَنَّ النَّسَبَ مِنَ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ (وَيُشَارِكُ الْوَرَثَةَ فِي الْمِيرَاثِ) لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ صَارَ كَالْوَارِثِ الْمَعْرُوفِ فَيُشَارِكُ وَرَثَتَهُ.

اور جب کسی شخص نے ایسے لڑکے کے بارے میں یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس طرح کا بیٹا مقرر کا ہو سکتا ہے اور اس لڑکے کا کوئی مشہور نسب بھی نہ ہو اور اس لڑکے نے بھی مدعی کی تصدیق کر دی ہے تو اس کا لڑکے کا نسب مدعی سے ثابت ہو جائے گا۔ خواہ مقرر مریض ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نسب محض صرف مقرر پر لازم ہوتا ہے پس مقرر کے لئے اس کا اقرار درست ہوگا۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے اس میں یہ شرط بیان کی ہے کہ اسی طرح کا لڑکا مقرر سے پیدا ہو سکتا ہو۔ تاکہ وہ ظاہری طور پر کسی طرح کا جھوٹ ظاہر نہ ہو۔ اور یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ اس کا کوئی مشہور نسب نہ ہو۔ کیونکہ اگر دوسرے سے کوئی معروف نسب

ہے تو وہ مدعی کے ثبوت میں مانع ہوگا۔ اور یہ بھی شرط بیان کی ہے کہ لڑکے نے اس کی تصدیق کر دی ہو۔ کیونکہ وہ لڑکا اپنے ذاتی قبضہ میں ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ اس لڑکے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو خود اپنی ترجمانی کرنے کا اہل ہو۔ بہ خلاف چھوٹے بچے کے جس طرح اس سے پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔

مرض کے سبب سے اقرار قبولیت کے مانع نہ ہوگا۔ کیونکہ نسب اصلی ضروریات میں سے ہے۔ اور وہ لڑکا میراث میں دوسرے وارثوں کا شریک ہوگا کیونکہ جب مریض سے اس کا نسب ہو جائے گا تو وہ بھی مشہور وارث کی طرح بن جائے گا اور مریض کے وارثوں کا شریک بھی بن جائے گا۔

والدین و زوجہ وغیرہ کے حق میں اقرار کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ إِقْرَارُ الرَّجُلِ بِالْوَالِدَيْنِ وَالْوَلَدِ وَالزَّوْجَةِ وَالْمَوْلَى) لِأَنَّهُ أَقْرَبُ بَعْمًا يُلْزَمُهُ وَلَيْسَ فِيهِ تَحْمِيلُ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ .

(وَيُقْبَلُ إِقْرَارُ الْمَرْأَةِ بِالْوَالِدَيْنِ وَالزَّوْجِ وَالْمَوْلَى) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا يُقْبَلُ بِالْوَلَدِ) لِأَنَّ فِيهِ تَحْمِيلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَهُوَ الزَّوْجُ لِأَنَّ النَّسَبَ مِنْهُ (أَلَا أَنْ يُصَدِّقَهَا الزَّوْجُ) لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ (أَوْ تَشْهَدُ بِوَلَادَتِهِ قَابِلَةً) لِأَنَّ قَوْلَ الْقَابِلَةِ فِي هَذَا مَقْبُولٌ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي إِقْرَارِ الْمَرْأَةِ تَفْصِيلًا فِي كِتَابِ الدَّعْوَى، وَلَا بُدَّ مِنْ تَصْدِيقِ هَؤُلَاءِ، وَيَصِحُّ التَّصْدِيقُ فِي النَّسَبِ بَعْدَ مَوْتِ الْمُقِرِّ لِأَنَّ النَّسَبَ يَبْقَى بَعْدَ الْمَوْتِ، وَكَذَا تَصْدِيقُ الزَّوْجَةِ لِأَنَّ حُكْمَ النِّكَاحِ بَاقٍ، وَكَذَا تَصْدِيقُ الزَّوْجِ بَعْدَ مَوْتِهَا لِأَنَّ الْإِرْثَ مِنْ أَحْكَامِهِ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَصِحُّ لِأَنَّ النِّكَاحَ انْقَطَعَ بِالْمَوْتِ وَلِهَذَا لَا يَحِلُّ لَهُ غُسْلُهَا عِنْدَنَا، وَلَا يَصِحُّ التَّصْدِيقُ عَلَى اغْتِبَارِ الْإِرْثِ لِأَنَّهُ مَعْدُومٌ حَالَةَ الْإِقْرَارِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالتَّصْدِيقُ يَسْتَتِدُّ إِلَى أَوَّلِ الْإِقْرَارِ .

اور جب کسی شخص نے والدین، لڑکا، بیوی اور مولیٰ کے حق میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرے والدین یا لڑکا، وغیرہ ہیں۔ تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا اقرار کیا ہے جو اس پر لازم ہوگی اور اس میں نسب کو کسی دوسرے کے ہاں ڈالنا نہیں پایا جائے گا۔ اور والدین، شوہر اور آقا کے بارے میں عورت کا اقرار قبول کیا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور لڑکے کے بارے میں اس عورت کا اقرار درست نہ ہوگا کیونکہ اس میں غیر یعنی خاوند پر نسب کو ڈالنا لازم آئے گا کیونکہ نسب تو صرف شوہر سے ثابت ہوتا ہے۔ (عمومی قاعدہ)

اور جب شوہر یہ تصدیق کر دیتا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ اس کا حق بنتا ہے۔ یا کوئی دائی اس کی ولادت کے وقت گواہی دیدے۔ کیونکہ اس بارے میں دائی کی گواہی قابل قبول ہے۔ کتاب طلاق میں ہم اسکو بیان کر آئے ہیں اور کتاب دعویٰ میں

عورت کے اقرار کے بارے میں ہم نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

اور اقرار کے صحیح ہونے کے لئے مذکورہ اقرار کرنے والوں کی تصدیق لازم ہے اور مقرر کی موت کے بعد بھی نسب کے بارے میں تصدیق کرنا درست ہے کیونکہ موت کے بھی باقی رہنے والا ہے۔ اور اسی طرح مقرر شوہر کی موت کے بعد بیوی کی تصدیق بھی درست ہے۔ کیونکہ نکاح کا حکم تو باقی ہے۔ اسی طرح بیوی کی موت کے بعد خاوند کی تصدیق بھی درست ہے کیونکہ وراثت پانابہ نکاح کے احکام میں سے ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے حق میں خاوند کی تصدیق درست نہیں ہے کیونکہ موت کے سبب نکاح ختم ہو چکا ہے اور دلیل کے سبب احناف کے نزدیک شوہر کے لئے بیوی کو غسل دینا حلال نہیں ہے۔ اور وراثت کا اعتبار کرتے ہوئے تصدیق بھی درست نہ ہوگی کیونکہ اقرار کے وقت وراثت معدوم ہے اس لئے کہ وراثت تو موت کے بعد ثابت ہونے والی ہے۔ حالانکہ تصدیق اقرار کے شروع کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔

غیر والدین کے نسب کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَبَ نَسَبٍ مِنْ غَيْرِ الْوَالِدَيْنِ وَالْوَلَدِ نَحْوَ الْآخِ وَالْعَمَّ لَا يَقْبَلُ إِقْرَارُهُ فِي النَّسَبِ) لِأَنَّ فِيهِ حَمْلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ (فَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ مَعْرُوفٌ قَرِيبٌ أَوْ بَعِيدٌ فَهُوَ أَوْلَى بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْمُقَرَّرِ لَهُ) لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ لَا يَزَاحِمُ الْوَارِثَ الْمَعْرُوفَ (وَأِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ اسْتَحَقَّ الْمُقَرَّرُ لَهُ مِيرَاثَهُ) لِأَنَّ لَهُ وَلَايَةَ التَّصَرُّفِ فِي مَالِ نَفْسِهِ عِنْدَ عَدَمِ الْوَارِثِ؛ أَلَا يُرَى أَنَّ لَهُ أَنْ يُوصِيَ بِجَمِيعِهِ فَيَسْتَحِقَّ جَمِيعَ الْمَالِ وَإِنْ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ لِمَا فِيهِ مِنْ حَمْلِ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ، وَلَيْسَتْ هَذِهِ وَصِيَّةً حَقِيقَةً حَتَّى أَنْ مَنْ أَقْرَبَ بَاخٍ ثُمَّ أَوْصَى لِأَخَرٍ بِجَمِيعِ مَالِهِ كَانَ لِلْمُوصَى لَهُ ثُلُثُ جَمِيعِ الْمَالِ خَاصَّةً وَلَوْ كَانَ الْأَوَّلُ وَصِيَّةً لَا شَرَكًا يَصِفَيْنِ لَكِنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ، حَتَّى لَوْ أَقْرَفِي مَوْضِعَهُ بَاخٍ وَصَّدَّقَهُ الْمُقَرَّرُ لَهُ ثُمَّ أَنْكَرَ الْمُقَرَّرُ وَرَأَتْهُ ثُمَّ أَوْصَى بِمَالِهِ كُلِّهِ لِإِنْسَانٍ كَانَ مَالُهُ لِلْمُوصَى لَهُ؛ وَلَوْ لَمْ يُوصِ لِأَحَدٍ كَانَ لِبَيْتِ الْمَالِ، لِأَنَّ رُجُوعَهُ صَحِيحٌ لِأَنَّ النَّسَبَ لَمْ يَثْبُتْ فَبَطَلَ إِقْرَارُهُ.

اور جب کسی شخص نے والدین، لڑکے کے سوا بھائی یا چچا کے بارے میں نسب کا اقرار کیا ہے تو نسب کے بارے میں اس کا اقرار قبول نہ کیا جائے گا اور جب مقرر کا کوئی مشہور نسب ہو اگرچہ وہ قریبی ہو یا دور کا ہو تو وہ وراثت مقررہ کی بہ نسبت وراثت کا زیادہ حقدار ہوگا کیونکہ جب مقرر سے مقررہ کا نسب ہی ثابت نہیں ہوا ہے تو مقررہ معروف وراثت سے جھگڑا کرنے والا نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب مقرر کا کوئی وارث ہو تو مقررہ اس کی میراث کا حقدار بن جائے گا کیونکہ وارث نہ ہونے کے سبب مقرر کو اپنے مال میں تصرف کا مکمل اختیار و حق ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ وارث نہ ہونے کی صورت میں اس کو سارے مال کی وصیت کرنے کا بھی حق

حاصل ہے۔ پس مقررہ پورے مال کا حقدار ہوگا خواہ نے مقررے اس کا نسب ثابت نہ ہو کیونکہ اس میں غیر پر نسب کو لازم کرنا پایا جا رہا ہے۔

اور اس کا یہ اقرار حقیقی طور پر وصیت نہیں ہے یہاں تک کہ جب کسی شخص نے بھائی ہونے کا اقرار کیا ہے اس کے بعد دوسرے کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کی ہے تو موسیٰ لہ کو اس کے پورے مال سے تہائی ملے گی۔ اور جب پہلا اقرار وصیت ہے تو دونوں موسیٰ لہ کو نصف نصف پائیں گے۔ مگر یہ اقرار وصیت کے حکم میں ہوگا۔ یہاں تک کہ جب مقرر نے اپنے مرض الموت میں کسی کے لئے بھائی ہونے کا اقرار اور مقررہ نے اس کی تصدیق کر دی ہے اس کے بعد مقرر نے اس بھائی کی قرابت سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے بعد کسی شخص کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کر دی ہے تو وہ مال موسیٰ لہ کے لئے ہوگا اور جب کسی کے لئے وصیت نہیں کی تو وہ مال بیت المال کا ہوگا۔ کیونکہ مقرر کا رجوع کرنا یہ درست ہے اس لئے کہ جب نسب ہی ثابت نہیں ہوا ہے تو اقرار بھی باطل ہو جائے گا۔

والد کی وفات کے بعد بھائی ہونے کے اقرار کا بیان

قَالَ (وَمَنْ مَاتَ أَبُوهُ فَاقْرَأْ بِأَخٍ لَمْ يَكُنْ نَسَبُ أَخِيهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَيُشَارِكُهُ فِي الْإِثْمِ) لِأَنَّ إِقْرَارَهُ تَضَمَّنَ شَيْئَيْنِ : حَمْلَ النَّسَبِ عَلَى الْغَيْرِ وَلَا وَلايَةَ لَهُ عَلَيْهِ، وَالْإِشْرَاكَ فِي الْمَالِ وَلَهُ فِيهِ وَلايَةُ فَيَكُونُ كَالْمُشْتَرِي وَإِذَا أَقْرَأَ عَلَى الْبَايعِ بِالْعِنَقِ لَمْ يَقْبَلْ إِقْرَارُهُ حَتَّى لَا يَرْجِعَ عَلَيْهِ بِالْعَمَلِ وَلَكِنَّهُ يَقْبَلُ فِي حَقِّ الْعِنَقِ

قَالَ (وَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ ابْنَيْنِ وَلَهُ عَلَى آخَرِ مِائَةَ دِرْهَمٍ فَاقْرَأْ أَحَدَهُمَا أَنَّ أَبَاهُ قَبَضَ مِنْهَا خَمْسِينَ لَا شَيْءَ لِلْمُقَرَّرِ وَالْآخَرِ خَمْسُونَ) لِأَنَّ هَذَا إِقْرَارٌ بِالذَّيْنِ عَلَى الْمَيِّتِ لِأَنَّ الْإِسْتِيفَاءَ إِنَّمَا يَكُونُ بِقَبْضِ مَضْمُونٍ، فَإِذَا كَذَّبَهُ أَخُوهُ اسْتَفْرَقَ الذَّيْنُ نَصِيئَهُ كَمَا هُوَ الْمَذْهَبُ عِنْدَنَا، غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّهُمَا تَصَادَقَا عَلَى كَوْنِ الْمُقْبُوضِ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا، لَكِنَّ الْمُقَرَّرَ لَوْ رَجَعَ عَلَى الْقَابِضِ بِشَيْءٍ لَرَجَعَ الْقَابِضُ عَلَى الْغَرِيمِ وَرَجَعَ الْغَرِيمُ عَلَى الْمُقَرَّرِ فَيُؤَدَّى إِلَى الدَّوْرِ .

اور جب کسی شخص کا باپ فوت ہو چکا ہے اور اس نے کسی آدمی کا اپنے بھائی ہونے کا اقرار کیا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور وہ مقررہ میراث میں مقرر کا شریک بن جائے گا۔ کیونکہ مقرر کا اقرار دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ دوسرے پر نسب ڈالنا ہے جبکہ مقرر کو اس کی ولایت حاصل نہیں ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ مال میں مقرر کو شریک کرنا ہے اور اس میں مقرر کو ولایت حاصل ہے جس طرح خریدار نے جب بیچنے والا پر آزادی غلام کا اقرار کیا ہے تو بیچنے والا کے خلاف اس کا یہ اقرار قبول نہ کیا جائے گا اور خریدار بیچنے والا سے ٹمن واپس نہ لے گا مگر آزاد ی کے حق میں یہ اقرار قبول کر لیا جائے گا۔

اور جب کوئی شخص دو بیٹوں کو چھوڑ کر فوت ہو گیا ہے اور ایک شخص پر اس فوت ہونے والے کے سودرا ہم قرض تھے اور ان دونوں بیٹوں میں سے ایک بیٹے نے یہ اقرار کیا ہے کہ اس کے باپ نے سودرا ہم میں پچاس درہم واپس لے لئے تھے۔ تو مقر کو کچھ نہ ملے گا۔ جبکہ دوسرے کو پچاس مل جائیں گے کیونکہ یہ میت پر قرض کا اقرار ہے اور قرض کو وصول کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ مضمون مال پر قبضہ کرتے ہوئے اس کو وصول کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک بھائی نے باپ کی وصولیابی کا انکار کرتے ہوئے اپنے مقر بھائی کو جھٹلادیا تو قرض اس کے حصے پر محیط ہو جائے گا جیسا ہمارے نزدیک مذہب یہی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ وصول کیا گیا حصہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگا مگر جب مقر قابض سے کچھ واپس لے لیتا ہے تو قابض قرض دار سے واپس لینے ہی شمار کیا جائے گا اور اس کے بعد قرض دار مقر سے واپس لینے والا ہوگا اور اسی سے تو دور لازم آئے گا۔

کتاب الصلح

﴿یہ کتاب صلح کے بیان میں ہے﴾

کتاب صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب اقرار کے کتاب صلح کو بیان کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے باہم فقہی مطابقت یہ ہے۔ مقرر کا کسی خصوصیت میں انکار کرنا یہ جھگڑے کا سبب ہے جبکہ اس جھگڑے کو باہم صلح و صفائی کے ساتھ اگر حل کر لیا جائے تو یہ صلح ہے۔ اقرار کو تقدم اس لئے حاصل ہوا کہ وہ ثبوت حق کے لئے ابتداء ہے اور اگر وہ جھگڑے جانب لے جانے والا بن جائے تو اس کا حل صلح ہے جو باعتبار وضع بھی مؤخر ہے۔

صلح کا لغوی مفہوم

صلح اصل میں صلاح اور صلوح کا اسم ہے جو فساد بمعنی تباہی کے مقابلہ پر استعمال ہوتا ہے۔ اسلامی مملکت کے سربراہ کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ نظریہ توحید کے مطابق عالمگیر امن کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے تبلیغ اسلام کی مطمح نظر کی خاطر انسانی سلامتی و آزادی کی حفاظت اور سیاسی و جنگی مصلح کے پیش نظر دشمن اقوام سے معاہدہ صلح و امن کر لے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ۶ھ میں اپنے سب سے بڑے دشمن کفار مکہ سے صلح کی جو "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ صلح کی مقدار دس سال مقرر کی گئی تھی اور حدیث و تاریخ کے اس متفقہ فیصلہ کے مطابق کہ حدیبیہ کا یہی وہ معاہدہ صلح ہے جس نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں بڑی آسانیاں پیدا کی بلکہ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ اسلام، انسانیت اور امن کے قیام کا حقیقی علم دار ہے اور مسلمان اس راہ میں اس حد تک صادق ہیں کہ جنگ جو عرب اور بالخصوص کفار مکہ کے وحشیانہ تشدد اور عیارانہ سازشوں کے باوجود اس معاہدہ کی پوری پوری پابندی کرتے رہے لیکن اس معاہدہ صلح کی مدت پر تین سال ہی گزرے تھے کہ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ کے مقابلہ پر جنگ کرنے والے بنو بکر کی مدد کر کے اس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔

صلح کا فقہی مفہوم

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جھگڑے کو دور کرنے کے لیے جو عقد کیا جائے اس کو صلح کہتے ہیں۔ وہ حق جو باعث نزاع تھا اس کو مصالح عنہ اور جس پر صلح ہوئی اس کو بدل صلح اور مصالح علیہ کہتے ہیں۔ صلح میں ایجاب ضروری ہے اور معین چیز

میں قبول بھی ضروری ہے اور غیر معین میں قبول ضروری نہیں۔ مثلاً مدعی نے معین چیز کا دعویٰ کیا مدعی علیہ نے کہا اتنے روپے پر اس معاملہ میں مجھ سے صلح کر لو مدعی نے کہا میں نے کی جب تک مدعی علیہ قبول نہ کرے صلح نہیں ہوگی۔ اور اگر روپے اشرافی کا دعویٰ ہے اور صلح کسی دوسری جنس پر ہوئی تو اس میں بھی قبول ضروری ہے کہ یہ صلح بیع کے حکم میں ہے اور بیع میں قبول ضروری ہے اور اسی جنس پر ہوئی مثلاً سو روپے کا دعویٰ تھا پچاس پر صلح ہوئی یہ جائز ہے اگرچہ مدعی علیہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کیا یعنی پہلے مدعی علیہ نے صلح کو خود کہا کہ اتنے میں صلح کر لو اس کے بعد مدعی نے کہا کہ میں نے کی صلح ہو گئی اگرچہ مدعی علیہ نے قبول نہ کیا ہو کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنے حق کو چھوڑ دینا۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

صلح کے شرعی مأخذ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(۱) لَا خَيْرَ فِیْ كَثِيْرٍ مِّنْ تُجْوِبُوْهُمْ اِلَّا مِّنْ اَمْرٍ بَصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ. (النساء)

اُن کی بہتری سرگوشیوں میں بھلائی نہیں ہے مگر اُس کی سرگوشی جو صدقہ یا اچھی بات یا لوگوں کے مابین صلح کا حکم کرے۔
(۲) وَ اِنْ اِمْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْرًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ. (النساء)

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے بدخلقی اور بے توجہی کا اندیشہ ہو تو اُن دونوں پر یہ گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح اچھی چیز ہے۔

(۳) وَ اِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اُفْتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدِيْهُمَا عَلٰی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوْا الَّتٰی تَبْغٰی حَتّٰی تَفِيْءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَاَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسَطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الحجرات)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ جائیں تو اُن میں صلح کرادو پھر اگر ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو اُس بغاوت کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے پھر جب وہ لوٹ آیا تو دونوں میں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو بیشک انصاف کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

صلح کے مأخذ شرعی میں احادیث کا بیان

(۱) صحیح بخاری شریف میں اہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی کہتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کے مابین کچھ مناقشہ تھا نبی کریم ﷺ چند

اصحاب کے ساتھ اُن میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے تھے نماز کا وقت آ گیا اور حضور (ﷺ) تشریف نہیں لائے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) نے اذان کہی اور اب بھی تشریف نہیں لائے حضرت بلال نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے پاس آ کر یہ کہا حضور (ﷺ) وہاں رک گئے اور نماز تیار ہے کیا آپ امامت کریں گے فرمایا اگر تم کہو تو پڑھا دوں گا حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) نے امامت کہی اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آگے آگئے کچھ دیر بعد حضور (ﷺ) تشریف لائے اور صفوں سے گزر کر صف اولیٰ میں تشریف لے جا کر قیام فرمایا لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ادھر متوجہ ہوں مگر وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو کسی طرف متوجہ نہ ہوتے مگر جب لوگوں نے بکثرت ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ادھر توجہ کی دیکھا کہ حضور (ﷺ) ان کے پیچھے تشریف فرما ہیں حضور (ﷺ) کے لیے آگے تشریف لے جانے کا اشارہ کیا حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ تم نماز جیسے پڑھا رہے ہو پڑھاؤ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ہاتھ اٹھا کر اللہ (عزوجل) کی حمد کی اور اُلٹے پاؤں چل کر صف میں شامل ہو گئے۔ حضور (ﷺ) آگے بڑھے اور نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں سے فرمایا: "اے لوگو! نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو تم نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا یہ کام عورتوں کے لیے ہے اگر کوئی چیز نماز میں کسی کو پیش آ جائے تو سُبْحَانَ اللَّهِ کہے امام جب اس کو سُنے گا متوجہ ہو جائے گا۔ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا، اے ابوبکر جب میں نے اشارہ کر دیا تھا پھر تمہیں نماز پڑھانے سے کون سا امر مانع آیا عرض کی ابو قافہ کے بیٹے (ابوبکر) کو یہ سزاوار نہیں (۱) کہ نبی (ﷺ) کے آگے نماز پڑھے (امام بنے)۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

(۲) صحیح بخاری میں ام کلثوم بنت عقبہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں: "وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے کہ اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔" (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

(۳) حضور اقدس (ﷺ) حضرت امام حسن (رضی اللہ عنہ) کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔" (بخاری شریف)

(۴) حضرت ام المؤمنین عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے دروازہ پر جھکڑا کرنے والوں کی آواز سنی اُن میں ایک دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور اُس سے آسانی کرنے کی خواہش کرتا تھا اور دوسرا کہتا تھا خدا کی قسم ایسا نہیں کروں گا۔ حضور (ﷺ) باہر تشریف لائے فرمایا کہاں ہے وہ جو اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ نیک کام نہیں کریگا اُس نے عرض کی میں حاضر ہوں یا رسول اللہ (ﷺ) (عزوجل) وہ جو چاہے مجھے منظور ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح)

(۵) حضرت کعب بن مالک (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ابن ابی حدرد (رضی اللہ عنہ) پر میرا دین تھا میں نے تقاضا کیا اس میں دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں کہ حضور (ﷺ) نے کاشانہ اقدس میں ان کی آوازیں سنیں، تشریف لائے اور حجرہ کا پردہ ہٹا کر کعب بن مالک کو پکارا عرض کی لبیک یا رسول اللہ! حضور (ﷺ) نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا دین معاف کر دو کعب نے کہا میں نے معاف کیا دوسرے صاحب سے فرمایا: "اب تم اٹھو اور ادا کر دو۔" (صحیح بخاری)

(۶) حضرت امام مسلم نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: "ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی

خریدار کو اس زمین میں ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا اس نے بیچنے والا سے کہا یہ سونا تم لے لو کیوں کہ میں نے زمین خریدی ہے سونا نہیں خریدا ہے بیچنے والے نے کہا میں نے زمین اور جو کچھ زمین میں تھا سب کو بیچ کر دیا ان دونوں نے یہ مقدمہ ایک شخص کے پاس پیش کیا اس حاکم نے دریافت کیا تم دونوں کی اولادیں ہیں ایک نے کہا میرے لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے حاکم نے کہا ان دونوں کا نکاح آپس میں کر دو اور یہ سونا ان پر خرچ کر دو اور نہر میں دے دو۔

(۷) امام ابو داؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مسلمانوں کے مابین ہر صلح جائز ہے مگر وہ صلح کہ حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔

صلح کے حکم کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صلح کا حکم یہ ہے کہ مدعی علیہ دعویٰ سے بری ہو جائے گا اور مصالح علیہ مدعی کی ملک ہو جائے گا چاہے مدعی علیہ حق مدعی سے منکر ہو یا اقراری ہو اور مصالح عنہ ملک مدعی علیہ ہو جائے گا اگر مدعی علیہ اقراری تھا بشرطیکہ وہ قابل تسلیم بھی ہو یعنی مال ہو اور اگر وہ قابل ملک ہی نہ ہو مثلاً قصاص یا مدعی علیہ اس امر سے انکاری تھا کہ یہ حق مدعی ہے تو ان دونوں صورتوں میں مدعی علیہ کے حق میں فقط دعوے سے برأت ہوگی۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

صلح کی شرائط کا بیان

(۱) عاقل ہونا۔ بالغ اور آزاد ہونا شرط نہیں لہذا نابالغ کی صلح بھی جائز ہے جب کہ اس کی صلح میں سرعام نقصان نہ ہو۔ غلام ماؤن اور مکاتب کی صلح بھی جائز ہے جب کہ اس میں نفع ہو۔ نشہ والے کی صلح بھی جائز ہے۔

(۲) مصالح علیہ کے قبضہ کرنے کی ضرورت ہو تو اس کا معلوم ہونا مثلاً اتنے روپے پر صلح ہوئی یا مدعی علیہ فلاں چیز مدعی کو دیدے گا اور اگر اس کے قبضہ کی ضرورت نہ ہو تو معلوم ہونا شرط نہیں مثلاً ایک شخص نے دوسرے کے مکان میں ایک حق کا دعویٰ کیا تھا کہ میرا اس میں کچھ حصہ ہے دوسرے نے اس کی زمین کے متعلق دعویٰ کیا کہ میرا اس میں کچھ حق ہے اور صلح یوں ہوئی کہ دونوں اپنے اپنے دعوے سے دست بردار ہو جائیں۔

(۳) مصالح عنہ کا عوض لینا جائز ہو یعنی مصالح عنہ مصالح کا حق ہو اپنے محل میں ثابت ہو عام ازیں کہ مصالح عنہ مال ہو یا غیر مال مثلاً قصاص و تعزیر جب کہ تعزیر حق العبد کی وجہ سے ہو اور اگر حق اللہ کی وجہ سے ہو تو اس کا عوض لینا جائز نہیں مثلاً کسی لاشیہ کا بوسہ لیا اور کچھ دے کر صلح کر لی یہ جائز نہیں۔ اور اگر مصالح عنہ کے عوض میں کچھ لینا جائز نہ ہو تو صلح جائز نہیں مثلاً حق شفعہ کے بدلے میں شفعہ کا کچھ لے کر صلح کر لینا یا کسی نے زنا کی تہمت لگائی تھی اور کچھ مال لے کر صلح ہو گئی یا زانی اور چور یا شراب خوار کو پکڑا تھا اس نے کہا مجھے حاکم کے پاس پیش نہ کر دو اور کچھ لے کر چھوڑ دیا یہ ناجائز ہے۔ کفالت ہا لنفس میں مکفول عنہ نے کفیل سے مال لے کر صلح کر لی۔ یہ صلح تو ناجائز ہی ہیں اس صلح سے شفعہ بھی باطل ہو جائے گا اور کفالت بھی جاتی رہی اسی طرح حد قذف بھی اگر قاضی کے یہاں پیش کرنے سے پہلے صلح ہو گئی۔ (در مختار، کتاب صلح، بیروت)

(۴) نابالغ کی طرف سے کسی نے صلح کی تو اس صلح میں نابالغ کا کھلا ہوا نقصان نہ ہو مثلاً نابالغ پر دعویٰ تھا اس کے باپ نے صلح کی اگر مدعی کے پاس گواہ تھے اور اوستے ہی پر مصالحت ہوئی جتنا حق تھا یا کچھ زیادہ پر تو صلح جائز ہے اور نہیں فاحش پر صلح ہوئی یا مدعی کے پاس گواہ نہ تھے تو صلح ناجائز ہے اور اگر باپ نے اپنا مال دے کر صلح کی ہے تو بہر حال جائز ہے کہ اس میں نابالغ کا کچھ نقصان نہیں ہے۔

(۵) نابالغ کی طرف سے صلح کرنے والا وہ شخص ہو جو اس کے مال میں تصرف کر سکتا ہو مثلاً باپ دادا و صی ہیں۔

(۶) بدل صلح مال متقوم ہو اگر مسلمان نے شراب کے بدلے میں صلح کی یہ صلح صحیح نہیں۔ (در مختار، کتاب صلح، ہیروت)

صلح کی اقسام و تعریفات کا بیان

قَالَ (الصُّلْحُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَصْرٍ: صُلْحٌ مَعَ إِفْرَارٍ، وَصُلْحٌ مَعَ سُكُوتٍ، وَهُوَ أَنْ لَا يُقَرَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَلَا يُنْكَرَ وَصُلْحٌ مَعَ انْكَارٍ وَكُلُّ ذَلِكَ جَائِزٌ لَا طَلَّاقَ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: (كُلُّ صُلْحٍ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ مَعَ انْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ لِمَا رَوَيْنَا، وَهَذَا بِهَذِهِ الصِّفَةِ لِأَنَّ الْبَدَلَ كَانَ حَلَالًا عَلَى الدَّافِعِ حَرَامًا عَلَى الْآخِذِ فَيَنْقَلِبُ الْأَمْرُ، وَلِأَنَّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ يَدْفَعُ الْمَالَ لِقَطْعِ الْخُصُومَةِ وَهَذَا رِشْوَةٌ.

وَلَنَا مَا تَلَوْنَا وَأَوَّلُ مَا رَوَيْنَا وَتَأْوِيلُ آخِرِهِ أَحَلَّ حَرَامًا لِعَيْنِهِ كَالْخَمْرِ أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا لِعَيْنِهِ كَالصُّلْحِ عَلَى أَنْ لَا يَطَّأَ الضَّرَّةَ وَلِأَنَّ هَذَا صُلْحٌ بَعْدَ دَعْوَى صَحِيحَةٍ فَيُقْضَى بِجَوَازِهِ لِأَنَّ الْمُدَّعَى يَأْخُذُهُ عَوَضًا عَنْ حَقِّهِ فِي زَعْمِهِ وَهَذَا مَشْرُوعٌ، وَالْمُدَّعَى عَلَيْهِ يَدْفَعُهُ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ عَنْ نَفْسِهِ وَهَذَا مَشْرُوعٌ أَيْضًا إِذَا الْمَالُ وَقَايَةُ الْأَنْفُسِ وَدَفْعُ الرِّشْوَةِ لِدَفْعِ الظُّلْمِ أَمْرٌ جَائِزٌ.

صلح کی تین اقسام ہیں۔ (۱) اقرار کے ساتھ صلح کرنا (۲) سکوت کے ساتھ صلح کرنا ہے۔ اور اس کی تعریف یہ ہے

کہ مدعی علیہ نہ تو اس کا اقرار کرے اور نہ ہی اس کا انکار کرے۔

(۳) صلح کی تیسری قسم انکار کرنے کے ساتھ ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ہے۔ ”وَالصُّلْحُ خَيْرٌ“ اس میں مطلق طور فرمایا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ہر صلح جائز ہے۔ سوائے اس صلح کے جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام کر دے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ انکار کے ساتھ صلح اور سکوت کے ساتھ صلح یہ دونوں جائز نہیں ہیں۔ اسی روایت کے

سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ انکار کے ساتھ صلح اور سکوت والی صلح یہ بھی اسی صفت پر ہیں۔ کیونکہ بدل خواہ دینے والے پر

حلال ہے مگر وہ لینے والے پر بھی حرام ہے۔ پس یہ معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ کیونکہ مدعی علیہ اپنی جان سے بھگڑے کو دور کرنے کے لئے مال دیتا ہے اور یہ رشوت ہے۔

ہماری دلیل وہ آیت مبارکہ ہے جس کو ہم تلاوت کرتے ہیں اور روایت کردہ حدیث کا ابتدائی حصہ بھی دلیل ہے جبکہ دوسرے حصے کی تاویل یہ ہے کہ جب وہ ایسی چیز میں صلح کرے جو بہ عینہ حرام ہو جس طرح شراب یا ایسی چیز کو حرام کرے جو بہ عینہ حلال ہو جس طرح کسی نے اپنی بیوی سے اس بات پر صلح کی کہ سوکن سے جماع نہ کرے گا۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ ایسی صلح ایک درست دعویٰ کے بعد ہوئی ہے پس اس کے جائز ہونے والا حکم دیا جائے گا کیونکہ مدعی وہ مال کے اپنے حق کا بدلہ سمجھ کر لینے والا ہے اور یہ مشروع ہے جبکہ مدعی علیہ اپنے آپ سے لڑائی کو دور کرنے کے لئے وہ مال مدعی کے حوالے کر رہا ہے اور یہ بھی جائز ہے کیونکہ مال جان کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ اور ظلم کو دور کرنے کے لئے رشوت دینا بھی جائز ہے۔

اقراری صلح میں بیاعات والی چیزوں کے اعتبار کا بیان

قَالَ (فَإِنْ وَقَعَ الصُّلْحُ عَنْ أَقْرَارٍ أُغْتَبِرَ فِيهِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْبَيَاعَاتِ إِنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ) لَوْ جُودَ مَعْنَى الْبَيْعِ وَهُوَ مَبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ بِتَرَاضٍ بَيْنَهُمَا (فَتَجْرِي فِيهِ الشُّفْعَةُ إِذَا كَانَ عَقَارًا، وَيُرَدُّ بِالْعَيْبِ، وَيَثْبُتُ فِيهِ خِيَارُ الرُّوْيَةِ وَالشَّرْطُ، وَيُفْسِدُهُ جَهَالَةُ الْبَدَلِ) لِأَنَّهَا هِيَ الْمُنْفِصِيَّةُ إِلَى الْمُنَارَعَةِ دُونَ جَهَالَةِ الْمَصَالِحِ عَنْهُ لِأَنَّهُ يَنْقُطُ وَيُشْتَرَطُ الْقُدْرَةُ عَلَى تَسْلِيمِ الْبَدَلِ (وَأَنْ وَقَعَ عَنْ مَالٍ بِمَنَافِعٍ يُعْتَبَرُ بِالْإِجَارَاتِ) لَوْ جُودَ مَعْنَى الْإِجَارَةِ وَهُوَ تَمْلِيكُ الْمَنَافِعِ بِمَالٍ وَالْإِغْبَارُ فِي الْعُقُودِ لِمَعَانِيهَا فَيُشْتَرَطُ التَّوَقُّفُ فِيهَا وَيَبْطُلُ الصُّلْحُ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا فِي الْمُدَّةِ لِأَنَّهُ إِجَارَةٌ (وَالصُّلْحُ عَنْ الشُّكُوتِ وَالْإِنْكَارِ فِي حَقِّ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَا فِتْدَاءَ الْيَمِينِ وَقَطْعَ الْخُصُومَةِ وَفِي حَقِّ الْمُدَّعَى بِمَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَيَجُوزُ أَنْ يَخْتَلِفَ حُكْمُ الْعَقْدِ فِي حَقِّهِمَا كَمَا يَخْتَلِفُ حُكْمُ الْإِقَالَةِ فِي حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ وَغَيْرِهِمَا) وَهَذَا فِي الْإِنْكَارِ ظَاهِرٌ، وَكَذَا فِي الشُّكُوتِ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ الْأَقْرَارَ وَالْجُجُودَ فَلَا يَثْبُتُ كَوْنُهُ عَوَضًا فِي حَقِّهِ بِالشُّكِّ.

فرمایا کہ جب اقرار کے ساتھ صلح ہوئی ہوں تو ان چیزوں کا ہی اعتبار کیا جائے گا جو بیوع میں معتبر ہوتی ہیں بشرطیکہ مال کے عوض مال پر صلح ہوئی ہو اس لئے کہ اس میں بیع کا معنی موجود ہے اور وہ متعاقدین کے حق میں ان کی رضا مندی سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا ہے اور جب مدعی علیہ کی دی ہوئی زچ زچ زمین یا عتقار ہو تو اس میں شفیعہ ہوگا اور عیب کے سبب اس کو واپس کیا جائے گا اور اس میں خیار شرط اور رویت ثابت ہوگا اور بدل کی جہالت اس کو فاسد کر دے گی اس لئے کہ بدل کی جہالت ہی تو

من زعت کی طرف لے جانے والی ہے نہ کہ مصالحت عنہ کی جہالت اس لئے کہ مصالح عنہ تو ساقط ہو جاتی ہے اور اس صلح میں قدر یعنی تسلیم البدل شرط ہے اور جب مال کے بدلے منافع پر صلح ہوئی ہو تو اس کو اجارات پر قیاس کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں اجارہ کا معنی موجود ہے اور وہ مال پر منافع کی تسلیم ہے اور رتود میں معافی کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے لہذا اس میں توقیت شرط ہوگی اور مدت کے دوران ایک کے مرنے سے صلح باطل ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ صلح اجارہ ہے فرمایا کہ وہ صلح جو خاموشی یا انکار کے بدلے میں ہو وہ مدعی علیہ کے انکار کے حق میں قسم کا دیہ دینے اور خصومت ختم کرنے کا بدلہ ہے اور مدعی کے حق میں معاوضہ کے حکم میں ہوتی ہے اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ عقد صلح کا حکم مدعی اور مدعی علیہ دونوں کے حق میں الگ الگ ہو جس طرح کہ دو عقد کرنے والوں کے حق میں اقالہ کا حکم بدلتا رہتا ہے اور انکار کی صورت میں یہ ظاہر ہے خاموشی میں بھی یہی حکم ہوگا اس لئے کہ خاموشی میں انکار اور اقرار دونوں کا احتمال ہوتا ہے لہذا شک کے سبب مدعی علیہ کے حق میں یہ بدلہ نہ ہوگا۔

مکان کے بدلے ہونے والی صلح میں عدم شفعہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَلَّحَ عَنْ دَارٍ لَمْ يَجِبْ فِيهَا الشُّفْعَةُ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ عَنْ انْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ لِأَنَّهُ يَأْخُذُهَا عَلَى أَصْلِ حَقِّهِ وَيَذْفَعُ الْمَالَ دَفْعًا لْخُصُومَةِ الْمُدْعَى وَزَعْمُ الْمُدْعَى لَا يُلْزِمُهُ، بِخِلَافٍ مَا إِذَا صَلَّحَ عَلَى دَارٍ حَيْثُ يَجِبُ فِيهَا الشُّفْعَةُ لِأَنَّ الْمُدْعَى يَأْخُذُهَا عَوَضًا عَنْ الْمَالِ فَكَانَ مُعَاوَضَةً فِي حَقِّهِ فَتُلْزِمُهُ الشُّفْعَةُ بِإِقْرَارِهِ وَإِنْ كَانَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ يُكْذِبُهُ.

فرمایا کہ جب کسی مدعی نے مکان کے بدلے میں صلح کی تو اس میں شفعہ واجب نہ ہوگا مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری کے قول کا معنی یہ ہے کہ جب صلح انکار کے ساتھ ہو یا سکوت کے ساتھ ہو۔

اس لئے کہ مدعی علیہ اس گھر کو اپنا اصل حق سمجھ کر لے رہا ہے اور مدعی کی خصومت ختم کرنے کے لئے اس کو مال دے رہا ہے اور مدعی کا گمان مدعی علیہ پر لازم نہیں ہوتا اس صورت کے خلاف جب دار پر صلح ہوئی ہو اس میں شفعہ واجب ہوگا اس لئے کہ مدعی اس کو مال کا عوض سمجھ کر لے گا لہذا وہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہوگا اور مدعی کے اقرار سے اس پر شفعہ لازم ہوگا اگرچہ مدعی علیہ اس کو جھٹلا رہا ہو۔

مصالح عنہ سے بعض میں حقدار نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الصَّلْحُ عَنْ إِقْرَارٍ وَاسْتَحَقَّ بَعْضُ الْمَصَالِحِ عَنْهُ رَجَعَ الْمُدْعَى عَلَيْهِ بِحِصَّةِ ذَلِكَ مِنَ الْعَوَضِ) لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ مُطْلَقَةٌ كَالْبَيْعِ وَحُكْمُ الْإِسْتِحْقَاقِ فِي الْبَيْعِ هَذَا. (وَإِنْ وَقَعَ الصَّلْحُ عَنْ سُكُوتٍ أَوْ انْكَارٍ فَاسْتَحَقَّ الْمُتَنَازِعُ فِيهِ رَجَعَ الْمُدْعَى بِالْخُصُومَةِ وَرَدَّ الْعَوَضِ) لِأَنَّ الْمُدْعَى عَلَيْهِ مَا بَدَلَ الْعَوَضِ إِلَّا لِيَذْفَعَ خُصُومَتَهُ عَنْ نَفْسِهِ، فَإِذَا ظَهَرَ الْإِسْتِحْقَاقُ تَبَيَّنَ

أَنَّ لَا خُصُومَةَ لَهُ فَيَقْبَى الْعَوَضُ فِي يَدِهِ غَيْرَ مُشْتَبِلٍ عَلَى غَرَضِهِ فَيُسْتَرَدُّهُ، وَإِنْ اسْتَحَقَّ بَعْضُ ذَلِكَ رَدَّ حِصَّتَهُ وَرَجَعَ بِالْخُصُومَةِ فِيهِ لِأَنَّهُ خَلَا الْعَوَضُ فِي هَذَا الْقَدْرِ عَنِ الْغَرَضِ .
وَلَوْ اسْتَحَقَّ الْمُصَالِحُ عَلَيْهِ عَنِ إِقْرَارٍ رَجَعَ بِكُلِّ الْمُصَالِحِ عَنْهُ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ، وَإِنْ اسْتَحَقَّ بَعْضُهُ رَجَعَ بِحِصَّتِهِ .

وَإِنْ كَانَ الصُّلْحُ عَنْ انْكَارٍ أَوْ سُكُوتٍ رَجَعَ إِلَى الدَّعْوَى فِي كُتْلِهِ أَوْ بِقَدْرِ الْمُسْتَحَقِّ إِذَا اسْتَحَقَّ بَعْضُهُ لِأَنَّ الْمُبْدَلَ فِيهِ هُوَ الدَّعْوَى، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ مِنْهُ عَلَى الْإِنْكَارِ شَيْئًا حَيْثُ يَرْجِعُ بِالْمُبْدَعِ لِأَنَّ الْإِقْدَامَ عَلَى الْبَيْعِ إِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْحَقِّ لَهُ، وَلَا كَذَلِكَ الصُّلْحُ لِأَنَّهُ قَدْ يَفْقَعُ لِدَفْعِ الْخُصُومَةِ، وَلَوْ هَلَكَ بَدَلُ الصُّلْحِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَالْجَوَابُ فِيهِ كَالْجَوَابِ فِي الْإِسْتِحْقَاقِ فِي الْفُضْلَيْنِ .

فرمایا کہ جب اقرار پر صلح ہوئی ہو اور مصالح عنہ کا کچھ حصہ کسی کا حقدار نکلا تو مدعی علیہ اس حصے کی مقدار مدعی سے عوض واپس لے گا اس لئے کہ اقرار پر صلح کرنا بیع کی مثل مطلق معاوضہ ہوتی ہے اور بیع میں استحقاق کا یہی حکم ہے اور جب صلح خاموشی کیساتھ یا انکار کے ساتھ ہوئی ہو اور متنازع فیہ چیز مستحق نکل جائے تو مدعی اسی مستحق کے ساتھ خصومت کرے اور مدعی علیہ سے لیا ہوا عوض واپس کر دے اس لئے کہ مدعی علیہ اسی لئے عوض دیتا ہے تاکہ اپنے نفس سے خصومت کو دور کر دے لیکن استحقاق کے ظاہر ہونے سے یہ واضح ہو گیا کہ مدعی علیہ کے لئے خصومت ہے ہی نہیں تو اس کے قبضہ میں جو عوض ہو گا وہ اس کے مقصد پر مشتمل نہیں ہے اس لئے مدعی اس کو واپس لے لے گا اور جب انکار یا خاموشی والی صلح میں بعض مصالح عنہ مستحق نکلی تو مدعی اس کی مقدار عوض کو واپس لے اور مستحق سے اسی مقدار میں خصومت کرے اس لئے کہ اس حصے میں مدعی علیہ کو ملا ہوا بدلہ مقصد سے خالی ہے۔

اور جب اقرار کے ساتھ کی جانے والی صلح میں مصالح علیہ حقدار نکل گیا تو مدعی پورا مصالح عنہ واپس لے لے اس لئے کہ یہ مبادلہ ہے اور جب بعض مصالح علیہ مستحق نکلی تو مدعی اس کی مقدار بدلہ واپس لے لیا اور جب صلح انکار یا خاموشی کی صورت میں ہوئی ہو تو کل کے استحقاق کی صورت میں مدعی پورے دعوے کو واپس لے لے اور جب کچھ حصہ کا حقدار نکلا ہو تو اس کی مقدار واپس لے لے اس لئے کہ جس چیز میں بدلہ دیا گیا ہے وہ دعویٰ ہے یہ حکم اس کے خلاف ہے کہ جب مدعی علیہ نے مدعی کے انکار کے باوجود اس سے کوئی چیز پتی ہو تو وہ مدعی سے واپس لے لے گا اس لئے کہ مدعی علیہ کا بیع پر اقدام کرنا مدعی کے حق کا انکار ہے اور صلح کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ کبھی خصومت کو دور کرنے کے لئے بھی صلح کی جاتی ہے اور جب مدعی کی طرف تسلیم کرنے سے پہلے ہی بدلہ صلح ہلاک ہو گیا تو اس کا دعویٰ ستم ہے جو استحقاق کا ہے اقرار کی صورت میں بھی اور انکار کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

تفصیل ذکر کیے بغیر گھر میں دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَى حَقًّا فِي دَارٍ وَلَمْ يَبَيِّنْهُ فُضُولُحَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَحَقَّ بَعْضَ الدَّارِ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا

مِنْ الْعَوَضِ لَأَنْ دَعَوَاهُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ فِيمَا بَقِيَ) بِخِلَافِ مَا إِذَا اسْتَحَقَّ كُلُّهُ لِأَنَّهُ يَغْرَى
الْعَوَضُ عِنْدَ ذَلِكَ عَنْ شَيْءٍ يُقَابِلُهُ فَيَرْجِعُ بِكُلِّهِ عَلَى مَا قَدَّمَ نَاهُ فِي الْبُيُوعِ. وَلَوْ ادَّعَى دَارًا
فَصَالَحَهُ عَلَى قِطْعَةٍ مِنْهَا لَمْ يَصَحَّ الصُّلْحُ لَأَنَّ مَا قَبِضَهُ مِنْ عَيْنِ حَقِّهِ وَهُوَ عَلَى دَعَوَاهُ فِي
الْبَاقِي.

وَالْوَجْهُ فِيهِ أَحَدُ أَمْرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يَزِيدَ دِرْهَمًا فِي بَدَلِ الصُّلْحِ فَيَصِيرَ ذَلِكَ عَوَضًا عَنْ حَقِّهِ
فِيمَا بَقِيَ، أَوْ يُلْحَقَ بِهِ ذِكْرُ الْبَرَاءَةِ عَنْ دَعْوَى الْبَاقِي. (وَالصُّلْحُ جَائِزٌ عَنْ دَعْوَى الْأَمْوَالِ)
لَأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ عَلَى مَا مَرَّ. قَالَ (وَالْمَنَافِعُ لِأَنَّهَا تَمْلِكُ بِعَقْدِ الْإِجَارَةِ فَكَذَا بِالصُّلْحِ)
وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الصُّلْحَ يَجِبُ حَمْلُهُ عَلَى أَقْرَبِ الْعُقُودِ إِلَيْهِ وَأَشْبَهَهَا بِهِ اخْتِيَالًا لِتَضَحُّيْهِ
تَصَرُّفِ الْعَاقِلِ مَا أَمَكَّنَ

فرمایا کہ جب مدعی نے کسی گھر میں دعویٰ کیا لیکن اس کی تفصیل نہیں بیان کی پھر اس کے بعد صلح کر لی گئی۔ اس کے
بعد گھر کا کچھ حصہ میں حقدار نکل آیا تو مدعی بدلہ میں سے کچھ واپس نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا دعویٰ جو باقی گھر ہے
اس میں ہو اس صورت کے خلاف کہ جب پورا گھر مستحق نکل گیا اس لئے کہ اس صورت میں بدلہ ایسی چیز سے خالی ہوگا جو اس کے
مقابل ہو لہذا مدعی علیہ اپنا پورا بدلہ واپس لے لے گا جس طرح کہ بیوع میں ہم نے بیان کیا ہے جب کسی آدمی نے گھر کا دعویٰ کیا اور
مدعی علیہ نے گھر کے کسی ایک حصے پر صلح کر لی تو صلح درست نہیں ہے اس لئے کہ مدعی نے جس حصہ پر قبضہ کیا ہے وہ اس کے دعوئے کا
ایک حصہ ہے اور جو باقی ہے اس میں وہ اپنے دعوئے پر قائم ہے اور اس میں صلح دو وجہ سے جائز ہو سکتی ہے یا تو مدعی علیہ صلح کے بدل
میں ایک درہم بڑھا دے اور یہ جو باقی ہے اس میں مدعی کے حق کا بدلہ ہو جائے یا باقی دعوئے سے براءت کر دے۔

فصل

﴿یہ فصل امور صلح کے جواز و عدم جواز کے بیان میں ہے﴾

فصل امور صلح کے جواز و عدم جواز کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے صلح کے مقدمات و شرائط کو بیان کرنے کے بعد اب اس کو انواع و اقسام کا بیان شروع کر رہے ہیں اور اس میں اب ان امور کو بیان کریں گے جن میں صلح کرنا جائز ہے اور ان امور کو بھی ذکر کریں گے جن میں صلح کرنا جائز نہیں ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۶۷، بیروت)

مالوں کے دعویٰ میں صلح کے جواز کا بیان

(وَالصُّلْحُ جَائِزٌ عَنْ دَعْوَى الْأَمْوَالِ) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَيْعِ عَلَى مَا مَرَّ. قَالَ (وَالْمَنَافِعُ لِأَنَّهَا تُمْلِكُ بِعَقْدِ الْإِجَارَةِ فَكَذَا بِالصُّلْحِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الصُّلْحَ يَجِبُ حَمْلُهُ عَلَى أَقْرَبِ الْعُقُودِ إِلَيْهِ وَأَشْبَهَهَا بِهِ اخْتِبَالًا لِتَصْحِيحِ تَصَرُّفِ الْعَاقِدِ مَا أَمَكَّنَ

اور اموال کے دعویٰ میں صلح کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان میں بیع کا معنی پایا جاتا ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ منافع سے صلح کرنا بھی جائز ہے کیونکہ عقد اجارہ کے سبب منافع پر ملکیت حاصل ہونے والی ہے۔ جس طرح صلح کے ساتھ ہے۔ اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ صلح کو اس کے قریبی عقود یا قریبی عقود کے مشابہ پر محمول کرنا واجب ہے۔ تاکہ عائد کے تصرف کو صحیح بناتے ہوئے ممکن حد تک اس کا ذریعہ بنایا جائے۔

جنایت عمد و خطاء میں صلح کے صحیح ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَصَحُّ عَنْ جِنَايَةِ الْعَمْدِ وَالْخَطَا) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ عَفَى لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ) الْآيَةُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ النِّكَاحِ، حَتَّى أَنْ مَا صَلَحَ مُسَمًّى فِيهِ صَلَحَ هَاهُنَا إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُتَادِلَةٌ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ إِلَّا أَنَّ عِنْدَ فَسَادِ التَّسْمِيَةِ هُنَا يُصَارُ إِلَى الدِّيَةِ لِأَنَّهَا مُوجِبُ الدَّمِ.

فرمایا کہ مالوں کے دعویٰ میں صلح کرنا جائز ہے کیونکہ یہ صلح بیع کے حکم میں ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا

ہے۔ اور منافع کے دعوے سے بھی صلح کرنا جائز ہے کیونکہ اجارہ کے عقد سے منافع مملوک ہو جاتا ہے لہذا صلح کے ساتھ بھی مملوک ہو جائے گا اور اصل یہ ہے کہ صلح کو اس کے زیادہ قریب والے عقود پر محمول کیا جائے یا جو عقود صلح کے مشابہ ہوں ان پر محمول کرنا لازم ہے تاکہ حیلہ کر کے حتی الامکان عاقد کے تصرف کو درست بنایا جاسکے۔

فرمایا کہ جان بوجھ کر قتل کرنے اور غلطی سے قتل کرنے کے جرم سے بھی صلح کرنا درست ہے جان بوجھ کر قتل کرنے میں صلح کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ پس جس کو اس کے بھائی کی طرف سے معاف کر دیا ہو (الآیۃ)

اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت صلح کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ صلح نکاح کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ جو چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے وہ یہاں پر بھی بدل بن سکتی ہے اس لئے کہ یہ صلح اور نکاح مبادلتہ المال بغیر المال ہے لہذا صلح میں فساد تسمیہ کی صورت میں دیت کی طرف رجوع کیا جائے گا اس لئے کہ دیت ہی تو قتل کا موجب ہے۔

خمر پر صلح ہونے کے سبب کچھ واجب نہ ہونے کا بیان

وَلَوْ صَلَّحَ عَلَى خَمْرٍ لَا يَجِبُ شَيْءٌ لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ بِمُطْلَقِ الْعَفْوِ. وَلِىَ النِّكَاحِ يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْفَضْلَيْنِ لِأَنَّهُ الْمَوْجِبُ الْأَصْلِيُّ، وَيَجِبُ مَعَ الشُّكُوتِ عَنْهُ حُكْمًا، وَيَدْخُلُ فِي إِطْلَاقِ جَوَابِ الْكِتَابِ الْجَنَائَةِ فِي النَّفْسِ وَمَا دُونَهَا، وَهَذَا بِخِلَافِ الصُّلْحِ عَنْ حَقِّ الشُّفْعَةِ عَلَى مَالٍ حَيْثُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ حَقُّ التَّمْلِكِ، وَلَا حَقٌّ فِي الْمَحَلِّ قَبْلَ التَّمْلِكِ.

وَأَمَّا الْقِصَاصُ فَمِلْكُ الْمَحَلِّ فِي حَقِّ الْفِعْلِ فَيَصِحُّ الْإِعْتِيَاظُ عَنْهُ وَإِذَا لَمْ يَصِحَّ الصُّلْحُ تَبْطُلُ الشُّفْعَةُ لِأَنَّهُ تَبْطُلُ بِالْأَعْرَاضِ وَالشُّكُوتِ، وَالْكَفَالَةُ بِالنَّفْسِ بِمَنْزِلَةِ حَقِّ الشُّفْعَةِ حَتَّى لَا يَجِبَ الْمَالُ بِالصُّلْحِ عَنْهُ، غَيْرَ أَنَّ فِي بَطْلَانِ الْكَفَالَةِ رَوَايَتَيْنِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ. وَأَمَّا الثَّانِي وَهُوَ جِنَايَةُ الْخَطَا فَلِأَنَّ مُوجِبَهَا الْمَالُ فَيَصِيرُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ، إِلَّا أَنَّهُ لَا تَصِحُّ الزِّيَادَةُ عَلَى قَدْرِ الدِّيَةِ لِأَنَّهُ مُقَدَّرٌ شَرْعًا فَلَا يَجُوزُ إِبْطَالُهُ فَتَرُدُّ الزِّيَادَةُ، بِخِلَافِ الصُّلْحِ عَنْ الْقِصَاصِ حَيْثُ تَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَى قَدْرِ الدِّيَةِ لِأَنَّ الْقِصَاصَ لَيْسَ بِمَالٍ وَإِنَّمَا يَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ، وَهَذَا إِذَا صَلَّحَ عَلَى أَحَدِ مَقَادِيرِ الدِّيَةِ، أَمَّا إِذَا صَلَّحَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ جَازَ لِأَنَّهُ مُبَادَلَةٌ بِهَا، إِلَّا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ كَيْ لَا يَكُونَ افْتِرَاقًا عَنْ دَيْنٍ بِدَيْنٍ.

وَلَوْ قَضَى الْقَاضِي بِأَحَدِ مَقَادِيرِهَا فَصَالِحٌ عَلَى جَنْسِ آخَرِ مِنْهَا بِالزِّيَادَةِ جَازَ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ الْحَقُّ بِالْقَضَاءِ فَكَانَ مُبَادَلَةٌ بِخِلَافِ الصُّلْحِ ابْتِدَاءً لِأَنَّ تَرَاضِيَهُمَا عَلَى بَعْضِ الْمَقَادِيرِ بِمَنْزِلَةِ الْقَضَاءِ فِي حَقِّ التَّعْيِينِ فَلَا تَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَى مَا تَعَيَّنَ.

اور جب شراب پر صلح کی ہوئی تو کچھ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ مطلق معاف کرنے میں کچھ واجب نہیں ہوتا جب کہ نکاح میں دونوں صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا اس لئے کہ مہر مثل ہی تو موجب اصل ہے اور مہر میں خاموشی کے وقت بھی حکم مہر مثل ہی واجب ہوتا ہے۔

اور قدوری میں جو مطلق حکم بیان ہوا ہے اس میں جنایت فی النفس اور جنایت مادون النفس دونوں شامل ہیں اور یہ جواز مال پر شفعہ کے حق میں صلح کرنے کے مخالف ہے اس لئے کہ شفعہ کے حق میں مال پر صلح کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ شفعہ کا حق تملک کا حق ہوتا ہے اور ملکیت کے حصول سے پہلے محل میں کوئی حق نہیں ہوتا جبکہ قصاص فعل کے حق میں ملک کا محل ہوتا ہے اس لئے اس کا بدلہ لینا درست ہے اور جب حق شفعہ کے بدلے صلح کرنا جائز نہیں ہے تو شفعہ باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اعراض کرنا اور خاموش رہنے سے بھی شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور کفالہ بالنفس حق شفعہ کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ کفالہ کے بدلے صلح کرنے سے مال واجب نہیں ہوتا تاہم کفالہ کے باطل ہونے کے بارے میں دو روایتیں ہیں جس طرح کہ مبسوط میں جان لیا گیا ہے۔ اور دوسری یعنی نقل خطا سے صلح کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جنایت خطا کا موجب مال ہے لہذا اس سے صلح کرنا بیع کے درجہ میں ہوگا لیکن دیت کی مقدار پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ دیت شرعاً مقدر ہے لہذا اس کو باطل کرنا درست نہیں ہے اور اس پر جو زیادتی ہوگی اس کو رد کر دیا جائے گا قصاص سے صلح کرنے کے خلاف چنانچہ اس میں دیت کی مقدار پر اضافہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ قصاص مال نہیں ہے اور عقد صلح کے سبب قصاص مقوم ہوتا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب دیت کی کسی مقرر کردہ مقدار پر صلح ہوئی ہو اور جب اس کے علاوہ کسی دوسری چیز پر ہوئی ہو تب بھی جائز ہے اس لئے کہ صلح دیت کا بدلہ ہے لیکن مجلس کے اندر بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط ہے تا کہ دین کے بدلے دین سے افتراق نہ ہو اور جب قاضی نے دیت کی کسی ایک مقدار کا فیصلہ کر دیا اور قاضی نے اس مقدار پر کسی دوسری جنس کی زیادتی کے ساتھ صلح کی تو جائز ہے اس لئے کہ قاضی کی قضاء سے حق متعین ہو گیا اور دوسری مقدار پر صلح کرنا اس پر تبادلہ ہوگا اسی صلح پر ابتدا کرنے کے خلاف اس لئے کہ صلح کرنے والوں کا کسی مقدار پر اتفاق کر لینا تعین کے حق میں قضائے قاضی کے حکم میں ہے لہذا شریعت کی مقدار پر اضافہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

دعویٰ حد میں صلح کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ عَنْ دَعْوَى حَدٍّ لِأَنَّهُ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى لَا حَقَّهُ، وَلَا يَجُوزُ إِلَّا غِيَاظُ عَنْ حَقِّ غَيْرِهِ، وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ إِلَّا غِيَاظُ إِذَا ادَّعَتْ الْمَرْأَةُ نَسَبَ وَلَدِهَا لِأَنَّهُ حَقُّ الْوَلَدِ لَا حَقَّهَا، وَكَذَا لَا يَجُوزُ الصُّلْحُ عَمَّا أَسْرَعَهُ إِلَى طَرِيقِ الْعَامَةِ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَامَةِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُصَالِحَ وَاحِدٌ عَلَى الْإِنْفِرَادِ عَنْهُ، وَيَدْخُلُ فِي إِطْلَاقِ الْجَوَابِ حَدُّ الْقَذْفِ لِأَنَّ الْمُغْلَبَ فِيهِ حَقُّ الشَّرْعِ.

فرمایا کہ حد کے دعویٰ میں صلح کرنا جائز نہ ہے اس لئے کہ حد اللہ تعالیٰ کا حق ہے نہ کہ بندوں کا اور دوسرے کا حق کا

بدلہ لینا جائز نہ ہے اسی لئے جب عورت نے اپنے بچے کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس کا بدلہ لینا جائز نہ ہے اس لئے کہ نسب بچے کا حق ہے عورت کا حق نہ ہے پس اس چیز میں بھی صلح کرنا جائز نہ ہے جس کو عام راستہ میں کسی نے بنایا ہو اس لئے کہ عوام کا حق ہے لہذا کسی ایک آدمی کا اس پر مصالحت کرنا جائز نہ ہے اور قدوری کے مطلق حکم میں حد قذف بھی شامل ہے اس لئے کہ اس میں حق اشرع غالب ہے۔

کسی شخص کا عورت پر دعویٰ نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَى رَجُلٌ عَلَى امْرَأَةٍ نِكَاحًا وَهِيَ تَجْحَدُ فَصَالَحَتْهُ عَلَى مَالٍ بَدَلَتْهُ حَتَّى يَتْرُكَ الدَّعْوَى جَارًا وَكَانَ فِي مَعْنَى الْخُلْعِ) لِأَنَّهُ أَمَّا تَصَحُّبُهَا خُلْعًا فِي جَانِبِهِ بِنَاءً عَلَى رَغْمِهِ وَفِي جَانِبِهَا بَدَلًا لِلْمَالِ لِذَفْعِ الْخُصُومَةِ. قَالُوا: وَلَا يَجِلُّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا كَانَ مُبْطِلًا فِي دَعْوَاهُ.

قَالَ (وَإِذَا ادَّعَتْ امْرَأَةٌ عَلَى رَجُلٍ نِكَاحًا فَصَالَحَهَا عَلَى مَالٍ بَدَلَهُ لَهَا جَارًا) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَكَذَا ذَكَرَ فِي بَعْضِ نُسَخِ الْمُخْتَصَرِ، وَفِي بَعْضِهَا قَالَ: لَمْ يَجْزُ. وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنْ يَجْعَلَ زِيَادَةً فِي مَهْرِهَا.

وَجْهُ الثَّانِي أَنَّهُ بَدَلُ لَهَا الْمَالِ لِتَتْرِكَ الدَّعْوَى فَإِنْ جُعِلَ تَرَكُ الدَّعْوَى مِنْهَا فُرْقَةً فَالزَّوْجُ لَا يُعْطَى الْعِوَضُ فِي الْفُرْقَةِ، وَإِنْ لَمْ يُجْعَلْ فَالْحَالُ عَلَى مَا كَانَ عَلَيْهِ قَبْلَ الدَّعْوَى فَلَا شَيْءَ يُقَابِلُهُ الْعِوَضُ فَلَمْ يَصَحَّ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت اس کا انکار کرنے والی ہے پھر عورت نے کچھ مال خرچ کر کے اس آدمی سے مصالحت کر لی تاکہ وہ دعویٰ چھوڑ دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ صلح خلع کے معنی میں ہوگی اس لئے کہ شوہر کی فہم کے مطابق اس کے حق میں اس کو خلع قرار دینا ممکن ہے اور عورت کے حق میں خصومت کو دور کرنے کے لئے مال خرچ کرنا ہے۔

مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب شوہر اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہو تو دیانت کے طور پر اس کے لئے یہ مال لینا حلال ہے فرمایا کہ جب کسی عورت نے کسی آدمی سے نکاح کا دعویٰ کیا اور اس نے کچھ مال دے کر اس کے ساتھ صلح کر لی تو یہ صلح کرنا جائز ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام قدوری نے قدوری کے بعض نسخوں میں ایسا ہی مسئلہ بیان کیا ہے اور دوسرے بعض نسخوں میں یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ صلح کرنا جائز نہ ہے صلح کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صلح کے بدل کو عورت کے مہر میں اضافہ قرار دیا جائے اور جائز نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ شوہر نے اس وجہ سے مال خرچ کیا ہے تاکہ عورت اپنا دعویٰ چھوڑ دے اب اگر عورت کے دعویٰ چھوڑنے کو اس کی طرف سے فرقت قرار دیا جائے تو فرقت میں شوہر بدلہ نہ دیتا اور جب اس کو فرقت نہ مانا جائے تو عورت اپنے دعویٰ پر بدستور

کام رہے گیا اور اس بدلہ کے مقابلہ میں شوہر کو کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ صلح درست نہ ہے۔

غلام سے مال پر صلح کر لینے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ادَّعى عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ عَبْدُهُ لَصَالِحَهُ عَلَى مَا لِي أَعْطَاهُ جَازًا وَكَانَ فِي حَقِّ الْمُدَّعى بِمَنْزِلَةِ الْإِغْتِاقِ عَلَى مَا لِي) لِأَنَّهُ أَمَّا تَصَحُّحُهُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ فِي حَقِّهِ لَزْعُمِهِ وَلِهَذَا يَصِحُّ عَلَى حَيَوَانٍ فِي الذِّمَّةِ إِلَى أَجَلٍ وَفِي حَقِّ الْمُدَّعى عَلَيْهِ يَكُونُ لِلدَّفْعِ الْخُصُومَةِ لِأَنَّهُ يَزْعُمُ أَنَّهُ حُرٌّ فَجَازًا إِلَّا أَنَّهُ لَا وِلَاءَ لَهُ لِانْكَارِ الْعَبْدِ إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ فَتُقْبَلَ وَيُثْبِتَ الْوِلَاءُ .
قَالَ (وَإِذَا قُتِلَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ رَجُلًا عَمْدًا لَمْ يَجْزُ لَهُ أَنْ يُصَالِحَ عَنْ نَفْسِهِ، وَإِنْ قُتِلَ عَبْدٌ لَهُ رَجُلًا عَمْدًا لَصَالِحَهُ جَازًا) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ رَقَبَتَهُ لَيْسَتْ مِنْ تِجَارَتِهِ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ التَّصَرُّفُ فِيهِ بَيْعًا لَكَذَا اسْتِخْلَاصًا بِمَالِ الْمَوْلَى وَصَارَ كَالْأَجْنَبِيِّ، أَمَّا عَبْدُهُ فَمِنْ تِجَارَتِهِ وَتَصَرُّفُهُ فِيهِ نَافِلٌ بَيْعًا لَكَذَا اسْتِخْلَاصًا، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُسْتَحَقَّ كَالزَّائِلِ عَنْ مِلْكِهِ وَهَذَا شِرَاؤُهُ لِمَمْلُوكِهِ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور مدعی علیہ نے اس کو مال دے کر اس سے صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کے حق میں یہ عمل مال لے کر آزاد کرنے کی طرح ہوگا اس لئے کہ مدعی کی سمجھ کے مطابق اسی طریقے پر اس کی تصحیح ممکن ہے اس لئے مدت بتا کر کے حیوان دینے کی بات پر بھی یہ صلح درست ہوگی اور مدعی کے حق میں خصومت کو دور کرنے کیلئے ہوگا اس لئے کہ مدعی علیہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ حوالا اصل ہے تو صلح جائز ہے لیکن مدعی کو ولاء نہ دیا جائے گا اس لئے کہ مدعی علیہ اس کے غلام ہونے کا انکار کرنے والا ہے مگر یہ کہ مدعی بینہ پیش کر دے تو بینہ مقبول ہوگا اور اس کو ولاء دیا جائے گا۔
فرمایا کہ جب ماذون غلام کسی آدمی کو جان بوجہ قتل کر دے تو اس غلام کا یہ حق نہ ہے کہ وہ اپنے نفس سے صلح کر لے اور جب اس ماذون کے غلام نے کسی آدمی کو جان بوجہ قتل کر دیا اور اس ماذون نے مقتول کے اولیاء سے صلح کر لی تو جائز ہے اور فرق کا سبب یہ ہے کہ ماذون غلام کو اپنی گردن کی تجارت کا حق نہ ہے اس لئے وہ اپنے رقبہ کی بیع کا مالک نہ ہے لہذا وہ آقا کے مال کے بدلے اپنی جان چھڑانے کا بھی مالک نہ ہے اور یہ اجنبی کی طرح ہو گیا رہا اس غلام کا تو وہ اس کی تجارت کا مال ہے اور اس میں اس کا بیع وغیرہ نافذ کرنا جائز ہے لہذا وہ اس کو چھڑانے کا بھی مالک ہے اور یہ وجہ سے ہے کہ مستحق نکل ہوئی چیز ایسی ہے جیسے وہ اس کی ملکیت سے خارج ہو گئی ہو اور اس کو چھڑانا اس کو خریدنے کی مثل ہے لہذا ماذون غلام اس کا مالک ہوگا۔

یہودی کے پڑے کا تھان غصب کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ ثَوْبًا يَهُودِيًّا قِيمَتُهُ دُونَ الْمِائَةِ فَاسْتَهْلَكَهُ فَصَالِحُهُ مِنْهَا عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ

جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : يَطْلُ الْقَضْلُ عَلَى قِيَمَتِهِ بِمَا لَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ لِأَنَّ الْوَاجِبَ هِيَ الْقِيَمَةُ وَهِيَ مُقَدَّرَةٌ فَالزِّيَادَةُ عَلَيْهَا تَكُونُ رَبًّا، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَلَحَ عَلَى عَرَضٍ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ لَا تَطْهَرُ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ، وَبِخِلَافِ مَا يَتَغَابَنُ النَّاسُ فِيهِ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ تَحْتَ تَقْوِيمِ الْمُقَرَّرِينَ فَلَا تَطْهَرُ الزِّيَادَةُ .

وَلَأَبَى حَنِيفَةَ أَنَّ حَقَّهُ فِي الْهَالِكِ بَاقٍ حَتَّى لَوْ كَانَ عَبْدًا وَتَرَكَ أَخَذَ الْقِيَمَةَ يَكُونُ الْكَفَرُ عَلَيْهِ أَوْ حَقُّهُ فِي مِثْلِهِ صُورَةً وَمَعْنَى، لِأَنَّ ضَمَانَ الْعُدْوَانِ بِالْمِثْلِ، وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ إِلَى الْقِيَمَةِ بِالْقَضَاءِ فَقَبْلَهُ إِذَا تَرَاضَيَا عَلَى الْآكْثَرِ كَانَ اغْتِيَاظًا فَلَا يَكُونُ رَبًّا، بِخِلَافِ الصُّلْحِ بَعْدَ الْقَضَاءِ لِأَنَّ الْحَقَّ قَدْ انْتَقَلَ إِلَى الْقِيَمَةِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے یہودی کے کپڑے کا تھان غصب کیا اور اس کی قیمت سودراہم سے کم ہو اور غاصب نے اس کو صلح کر دیا پھر منصوب سے اس تھان کی قیمت کے بدلے سودراہم پر صلح کر لی تو امام اعظم کے نزدیک صلح جائز ہے۔
صاحبین فرماتے ہیں کہ جس مقدار میں زیادتی کے ساتھ لوگ معاملہ نہ کرتے ہوں وہ مقدار باطل ہوگی اس لئے کہ غاصب پر قیمت ہی واجب ہے اور وہ متعین ہے لہذا اس پر جو زیادتی ہوگی وہ ربوا ہے اس صورت کے خلاف جب سامان پر صلح کی ہو اس لئے کہ جنس کے مختلف ہونے میں زیادتی ظاہر نہ ہوگی۔

اس صورت کے خلاف کہ جس صورت میں لوگ زیادتی کو برداشت کر لیتے ہوں اس لئے کہ یہ اضافہ اندازہ لگانے والوں کے اندازہ کے تحت آ سکتا ہے اس لئے زیادتی کو ظہور نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ہلاک شدہ تھان میں مالک کا حق باقی ہے کہ اگر منصوب غلام ہوتا اور آقا نے ابھی تک اس کی قیمت نہ لی ہوتی تو اس کا کفن اور دفن کا خرچ آقا پر ہی ہوتا یا یہ کہ صورتاً اور معناً ہلاک شدہ منصوب کے مثل میں مالک کا ہے اس لئے کہ تعدی کا ضمان ضمان بالمثل ہوتا ہے اور قضاے قاضی سے یہ حکم قیمت کی طرف منتقل ہوتا ہے لہذا قضاے قاضی سے پہلے اگر دونوں فریق زیادہ لین دین پر راضی ہو گئے تو یہ بھی بدلہ لینا ہوگا اس لئے سود نہ ہوگا قاضی کی قضاء کے بعد صلح کرنے کے خلاف اس لئے کہ قضاء کے بعد حق قیمت کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

دواشخاص کے درمیان مشترکہ غلام ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَعْتَقَهُ أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوسِرٌ فَصَالِحُهُ الْآخَرُ عَلَى الْكُثَرِ مِنْ نِصْفِ قِيَمَتِهِ فَالْفَضْلُ بَاطِلٌ) وَهَذَا بِالِاتِّفَاقِ، وَأَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِمَا بَيْنَا .

وَالْفَرْقُ لِأَبَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْقِيَمَةَ فِي الْعِتْقِ مَنصُوصٌ عَلَيْهَا وَتَقْدِيرُ الشَّرْعِ لَا يَكُونُ

ذَوْنَ تَقْدِيرِ الْقَاضِي فَلَا يَخُورُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ، وَبِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لَأَنَّهَا غَيْرُ مَنْصُوصٍ عَلَيْهَا
(وَإِنْ صَلَاحُهُ عَلَى غُرُوضٍ جَائِزٍ) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ لَا يَطْهَرُ الْفَضْلُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

۱۔ فرمایا کہ جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک آدمی اس کو آزاد کر دے اور وہ مالدار بھی ہو اور دوسرا شریک غلام کی آدمی قیمت سے زائد پر اس سے مصالحت کر لے تو زیادتی باطل ہوگی اس بات پر اتفاق ہے۔
حضرات صاحبین کی دلیل ویسی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ امام اعظم کے لئے فرق کی وجہ یہ ہے کہ آزادی کی صورت میں جو قیمت ہے وہ منصوص ہے اور شریعت کی متعین کردہ قیمت قاضی کی متعین کی جانے والی قیمت سے نہ ہوتی لہذا اس پر اضافہ کرنا درست نہ ہے پہلے والے مسئلے کے خلاف اس لئے کہ وہ منصوص نہ ہے اور جب اس نے سامان پر مصالحت کی تو جائز ہے اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ زیادتی ظاہر نہ ہوگی۔

بَابُ التَّبَرُّعِ بِالصُّلْحِ وَالتَّوَكُّلِ بِهِ

﴿یہ باب متبرع بہ صلح اور توکیل کے بیان میں ہے﴾

باب تبرع بہ صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کسی شخص سے متعلق وہ احکام جو ذاتی طور اس کی صلح سے متعلق ہوتے ہیں ان سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے ان احکام کو شروع کیا ہے جس میں کوئی شخص کسی دوسرے بندے کی جانب سے صلح کرتا ہے۔ اور کسی بھی انسان کا اپنا عمل یہ اصل ہوتا ہے جبکہ دوسرے کی جانب سے کوئی کاروانا یہ اس کی فرع ہے اور فرع ہمیشہ مؤخر ہوتی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۸۹، بیروت)

صلح کے لئے وکیل بنانے کا بیان

(وَمَنْ وَكَّلَ رَجُلًا بِالصُّلْحِ عَنْهُ فَصَالَحَ لَمْ يَلْزَمْ الْوَكِيلَ مَا صَالَحَ عَنْهُ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ، وَالْمَالُ لَا يَزِمُ لِلْمُوَكَّلِ) وَتَأْوِيلُ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ إِذَا كَانَ الصُّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ أَوْ كَانَ الصُّلْحُ عَنْ بَعْضِ مَا يَلْذِيهِ مِنَ الدِّينِ لِأَنَّهُ اسْقَاطُ مَحْضٍ فَكَانَ الْوَكِيلُ فِيهِ سَفِيرًا وَمُعَبَّرًا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ كَمَا لَوَكَّلَ بِالنِّكَاحِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَهُ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ هُوَ مُوَآخَذٌ بِعَقْدِ الضَّمَانِ لَا بِعَقْدِ الصُّلْحِ، أَمَّا إِذَا كَانَ الصُّلْحُ عَنْ مَالٍ بِمَالٍ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ فَتَرْجِعُ الْحُقُوقُ إِلَى الْوَكِيلِ فَيَكُونُ الْمُطَالِبُ بِالْمَالِ هُوَ الْوَكِيلُ دُونَ الْمُوَكَّلِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی کو اپنی طرف سے صلح کرنے کا وکیل بنایا اور وکیل نے صلح کر لی تو جس مال کے بدلے صلح کی ہے وہ مال وکیل پر واجب نہ ہوگا مگر یہ کہ وکیل نے اس کی ضمانت لی ہو اور مال موکل پر لازم ہوگا اور اس مسئلے کی تاویل یہ ہے کہ صلح جان بوجہ کر قتل کرنے کے دم میں ہو یا مدعی نے جس دین کا دعویٰ کیا تھا اس کے کچھ حصے پر صلح کی گئی ہو اس لئے کہ یہ اسقاط محض ہے لہذا اس میں وکیل صرف سفیر اور ترجمان ہوگا اور اس پر بدل صلح وغیرہ کا ضمان واجب نہ ہوگا جس طرح کہ نکاح کے وکیل پر نہ ہوتا مگر یہ کہ وکیل اس کا ضامن بن جائے اس لئے کہ اس وقت عقد ضمان کے سبب اس کا مواخذہ ہوگا عقد صلح کے سبب مواخذہ نہ ہوگا اور اگر وہ مال سے صلح ہو تو وہ بیع کے درجہ میں ہوگا اور وکیل کی طرف عائد ہوں گے اور مال کا مطالبہ بھی وکیل سے ہی ہوگا موکل سے نہ ہوگا۔

اس کی اجازت سے بغیر اس کی جانب سے صلح نہ ہو

فان اذ ان صلح رجل غنه بغير امره فهو على اربعة اوجه : ان صلح مدان وحسنه ثم
الصلح لان العاجل للمطاع غنيه ليس الا الزاء في روى حقيقا هو والاخرى سواء فصح
ايضا فيه اذا صلح كالتصولي بالصلح اذا حسن العدل ويكون مصرعا على المطاع عليه
كما لو نبرغ بقتناء النبي بخلاف ما اذا كان بغيره ولا يكون بهذا الصلح شيء من
المطاعى، وانما ذلك للذي في يده لان تصحيحه بطريق الاستعاذ ولا فرق في هذا بين ما
اذا كان مقيرا او منكرا (وكذلك ان قال صلحك على النبي فبيده او غنى غنى هذا فتح
الصلح ولا يمانه تسليمها) لانه لما اختلف الى ما في نفسه فقد اتهم تسليمه فصح الصلح
(وكذلك لو قال على الف وسلمها) لان التسليم اليه يوجب سلامة الموعود له فثبت العقد
لحصوله من ضرورة (ولو قال صلحك على الف فاعقد موقوت، فان اجازة المطاعى عليه
جاز ولا يمانه الالف، وان لم يجزه بطل) لان الاصل في العقد انما هو المطاعى عليه لان دفع
الضرورة حاصلا له، الا ان التصولي يصير ايضاً بواسطة اضافة الضمان الى نفسه، فاذا
لم يثبت بقي عاقداً من جهة المطلوب فتوقف على اجازته.

قال العقد الضيف عصمة الله : ووجه آخر وهو ان يكون صلحك على فدية الالف او
على هذا العقد وله بنسبة الى نفسه لانه لما عتبه للتسليم صار حارفاً لسلامته له فثبت
بشروطه.

ولو اشترى العبد او وجده عتق فدية فلا يسأل له على المصالح لانه التره الإبقاء من
مخاليق بغيره وله يكتريه فبنا سواء، فان سلم المعلن له ثم الصلح، وان لم يسلم له لم يرجع
عليه بشيء.

بخلاف ما اذا صلح على ذراعه مسماة وضيقا ودفعها ثم استجفت او جعلها زبوراً
حيث يرجع عليه لانه جعل نفسه ايضاً في حق الضمان ولهذا يجبر على التسليم، فوذا له
يسلم له ما سلمه يرجع عليه ببدله، والله اعلم بالصواب.

۱۰۱ فرمایا کہ جب کسی آدمی کی طرف سے کسی کے حکم کے بغیر کسی دوسرے سے مصالحت کرنی تو اس مصالحت کی
پابندی میں جب اس نے مال کے بدلے کی اور اس کا ضمان جو یقیناً تو اس پر ہی ہوں اس کے کہ حق حیرت و خوف پر اجازت حاصل

ہوئی ہے اور برائے حق میں اجنبی اور مدعی علیہ دونوں برابر ہیں لہذا اجنبی اس سلسلے میں اصیل بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ مال کی ادائیگی کا ضامن ہو جائے جس طرح کہ خلع کرانے والا فضولی جب بدل خلع کا ضامن ہو جائے اور یہ آدمی مدعی علیہ پر احسان کرنے والا ہو گا جس طرح کہ جب اس نے قرض ادا کرنے میں احسان کیا ہو اس صورت کے خلاف کہ جب صلح اس کے حکم سے ہوئی ہو اور اس صلح کرانے والے کو مدعی میں سے کچھ نہ ملے گا وہ تو اس کا ہی ہوگا جس کے قبضہ میں موجود ہوگا اس لئے کہ اس صلح کو ساقط کرنے کے طریقہ پر درست قرار دیا گیا ہے اور اس سے کوئی فرق نہ پڑتا کہ مدعی علیہ اس کا اقرار کرے یا انکار کرے اور اسی طرح جب کسی اجنبی نے کہا کہ میں نے اپنے اس ہزار درہم کے بدلے یا اس غلام کے بدلے تم سے صلح کر لی تو صلح درست ہوگی اور مصالحہ پر اس بدل کو سپرد کرنا لازم ہے جب اس نے صلح کی نسبت اپنے مال کی طرف کردی تو اس کو سپرد کرنے کا پابند ہوگا اس لئے صلح درست ہوگی۔

اور اسی طرح جب کہا کہ میں نے ایک ہزار پر صلح کی اور مدعی کو ایک ہزار دے دیا اس لئے کہ مدعی کو دینا اس کے لئے بدلہ کی سلامتی کا موجب ہے لہذا عقد پورا ہوگا اس لئے کہ مدعی کا مقصد حاصل ہو چکا ہے اور جب مصالحہ نے کہا کہ میں نے تم سے ایک ہزار پر صلح کی تو ایک ہزار موقوف رہے گا جب مدعی علیہ اس کی اجازت دے گا تو عقد جائز ہوگا اور مصالحہ پر ہزار لازم ہو جائے گا اور جب مدعی علیہ نے اجازت نہ دی عقد باطل ہو جائے گا اس لئے کہ مدعی علیہ عقد میں اصل ہے اس لئے خصوصیت کا دور کرنا اس کو ہی حاصل ہوگا لیکن اپنی طرف ضمان کی نسبت کرنے سے فضولی اصیل بن جاتا ہے اور جب اس نے ضمان کو اپنی طرف منسوب نہ کیا ہو تو مدعی علیہ کی طرف سے صرف عاقد رہ گیا اس لئے عقد صلح مدعی علیہ کی اجازت پر موقوف ہوگی مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ مصالحہ یہ کہے کہ میں نے تم سے اس ہزار پر یا اس غلام پر تم سے صلح کر لی اور اس کو اپنی طرف منسوب نہ کرے اس لئے کہ جب مصالحہ نے سپرد کرنے کے لئے

اس ہزار کو یا اس غلام کو متعین کر دیا تو اس نے مدعی کے لئے اس کی سلامتی کی شرط لگا دی لہذا اس کے یہ کہ دینے سے صلح کھل ہو جائے گی اور جب غلام کسی کا مستحق نکل گیا یا مدعی نے اس میں عیب پا کر اس کو واپس کر دیا تو مدعی کو مصالحہ پر کوئی اختیار نہ ہوگا اس لئے کہ مصالحہ نے بعینہ اسی غلام کو دینے کی پیش کش کی تھی اور اس کے علاوہ کسی چیز کا التزام نہ کیا تھا لہذا جب وہ محل مدعی کو دے دیا گیا تو صلح پوری ہوگئی اور اگر نہ دیا گیا ہو تو مدعی مصالحہ سے کچھ واپس نہ لے گا۔

اس صورت کے خلاف کہ جب مدعی نے متعین درہم کے ساتھ صلح کی ہو ان کا ضامن بنا اور ان کو مدعی کے حوالے کر دیا پھر وہ درہم مستحق نکل گئے یا مدعی نے ان کو کھڑا پایا تو وہ مصالحہ سے واپس لے گا اس لئے کہ مصالحہ نے ضمان کے حوالے سے اپنے آپ کو اصیل بنایا تھا اسی لئے اس کو دینے پر مجبور کیا جائے گا اور جب بدل صلح معی کے لئے سالم نہ رہا تو وہ مصالحہ سے اس کا بدل واپس لے گا۔

بَابُ الصُّلْحِ فِي الدَّيْنِ

﴿یہ باب قرض میں صلح کے بیان میں ہے﴾

باب قرض میں صلح کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ اب تک عمومی دعوؤں میں صلح سے متعلق احکام کو بیان کیا ہے جبکہ ان کے مقابلے میں قرض کا دعویٰ کرنا یہ خاص ہے اور اصول یہی ہے کہ خاص ہمیشہ عموم کے بعد آیا کرتا ہے۔
(عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۹۶، بیروت)

بدل صلح کو معاوضہ پر حمل نہ کرنے کا بیان

(وَكُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ الصُّلْحُ وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ بِعَقْدِ الْمَدَايِنَةِ لَمْ يُحْمَلْ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ، وَإِنَّمَا يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهُ اسْتَوْفَى بَعْضَ حَقِّهِ وَأَسْقَطَ بَاقِيَهُ، كَمَنْ لَهُ عَلَى آخِرِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ، وَكَمَنْ لَهُ عَلَى آخِرِ أَلْفٍ جِيَادٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةِ زُبُوفٍ جَارٍ وَكَأَنَّهُ أَبْرَأَهُ عَنْ بَعْضِ حَقِّهِ) وَهَذَا لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ الْعَاقِلُ بِتَحَرُّي تَصَحُّيْحَهُ مَا أَمَكَّنَ، وَلَا وَجْهَ لِتَصَحُّيْحِهِ مُعَاوَضَةً لِإِفْضَائِهِ إِلَى الرَّبَا فُجِعِلَ اسْقَاطًا لِلْبَعْضِ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَلِلْبَعْضِ وَالصِّفَةِ فِي الثَّانِيَةِ (وَلَوْ صَالَحَ عَلَى أَلْفٍ مُؤَجَّلَةٍ جَارٍ وَكَأَنَّهُ أَجَلَ نَفْسِ الْحَقِّ) لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ جَعْلُهُ مُعَاوَضَةً لِأَنَّهُ بَيَعَ الدَّرَاهِمَ بِمِثْلِهَا نَسِئَةً لَا يَجُوزُ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى التَّأْخِيرِ (وَلَوْ صَالَحَهُ عَلَى دَنَائِيرٍ إِلَى شَهْرٍ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ الدَّنَائِيرَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ بِعَقْدِ الْمَدَايِنَةِ فَلَا يُمَكِّنُ حَمْلُهُ عَلَى التَّأْخِيرِ، وَلَا وَجْهَ لَهُ سِوَى الْمُعَاوَضَةِ، وَبَيَعَ الدَّرَاهِمَ بِالدَّنَائِيرِ نَسِئَةً لَا يَجُوزُ فَلَمْ يَصِحَّ الصُّلْحُ

فرمایا کہ ہر وہ چیز جس پر صلح ہو اور عقد مداینت سے وہ چیز مستحق ہو تو بدل صلح کو معاوضہ نہ محمول کیا جائے گا بلکہ اس طرح کہا جائے گا کہ قرض خواہ نے اپنا کچھ حصہ وصول کر لیا ہے اور کچھ حصہ معاف کر دیا ہے جس طرح کہ کسی آدمی کے کسی دوسرے آدمی پر ہزار درہم ہوں اور اس نے پانچ سو پر مصالحت کر لی یا کسی آدمی کے کسی دوسرے پر ایک ہزار عمدہ درہم ہوں اور پانچ سو کھوئے درہم لے کر اس پر صلح کر لے تو جائز ہے اور اگرچہ قرض خواہ نے مدیون سے اپنا کچھ حق ساقط کر دیا ہے اور یہ حکم اس وجہ

سے ہے کہ عاقل بالغ کے تصرف کو حتی الامکان درست کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور بدل صلح کو معاوضہ قرار دے کر اس تصرف درست قرار نہ دیا جاسکتا اس لئے کہ یہ مفقہی الی الربو ہے لہذا پہلے مسئلے میں اس کو بعض کا اسقاط کر قرار دے دی گیا اور دوسرے مسئلے میں بعض کے اسقاط اور صفت کے اسقاط پر محمول کیا گیا ہے۔

اور جب قرض خواہ نے ایک ہزار ادھار پر صلح کی تو بھی جائز ہے گویا کہ اس نے اصل قرض میں مہلت دے دی ہے اس لئے کہ اس کو معاوضہ قرار دینا ممکن ہے کیونکہ دراہم کو دراہم کیساتھ ادھار بیچنا جائز نہ ہے اس لئے ہم نے اس کو تاخیر پر محمول کر دیا ہے اور جب اس نے ایک ماہ کی مدت میں وٹانیر پر صلح کی تو بھی جائز نہ ہے اس لئے کہ لین دین میں وٹانیر واجب نہیں اس لئے اس کو تاخیر حق پر محمول نہ کیا جائیگا اور اس کو معاوضہ کے علاوہ کچھ اور قرار دینا ممکن نہ ہے حالانکہ وٹانیر کے بدلے دراہم کی بیع ادھار کے طور پر جائز نہ ہے اس لئے صلح بھی درست نہ ہے۔

ایک ہزار بطور ادھار قرض کی صلح کا بیان

(وَلَوْ كَانَتْ لَهُ أَلْفٌ مُّوَجَّلَةٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ حَالَةً لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ الْمُعْجَلَ خَيْرٌ مِنَ الْمَوْجَلِ وَهُوَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ بِالْعَقْدِ لِيَكُونَ بِإِذَاءِ مَا حَقَّهُ عَنْهُ، وَذَلِكَ اغْتِيَاظٌ عَنِ الْأَجَلِ وَهُوَ حَرَامٌ (وَأِنْ كَانَ لَهُ أَلْفٌ سُودٌ فَصَالَحَهُ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ بَيْضٍ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّ الْبَيْضَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ بِعَقْدِ الْمُدَايَنَةِ وَهِيَ زَائِدَةٌ وَصَفًا فَيَكُونُ مُعَاوَضَةً الْأَلْفِ بِخَمْسِمِائَةٍ وَزِيَادَةً وَصَفٍ وَهُوَ رِبَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَنْ الْأَلْفِ الْبَيْضَ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ سُودٍ حَيْثُ يَجُوزُ لِأَنَّهُ اسْقَاطٌ كُلُّهُ قَدْرًا وَوَصَفًا، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا صَالَحَ عَلَى قَدْرِ الدِّينِ وَهُوَ أَجْوَدُ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ السِّمْلِ بِالسِّمْلِ، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِالْصِفَةِ إِلَّا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ الْقَبْضُ فِي الْمَجْلِسِ، وَلَوْ كَانَ عَلَيْهِ أَلْفٌ دِرْهَمٍ وَمِائَةٌ دِينَارٍ فَصَالَحَهُ عَلَى مِائَةِ دِرْهَمٍ حَالَةً أَوْ إِلَى شَهْرِ صَحَّ الصَّلْحُ لِأَنَّهُ امْتَكَنَ أَنْ يُجْعَلَ اسْقَاطًا لِلدَّيْنَيْنِ كُلِّهِنَّ وَالذَّرَاهِمِ إِلَّا مِائَةً وَتَأْجِيلًا لِلْبَاقِي فَلَا يُجْعَلُ مُعَاوَضَةً تَصَحُّحًا لِلْعَقْدِ أَوْ لِأَنَّ مَعْنَى الْإِسْقَاطِ فِيهِ الزَّمُّ

فرمایا جب کسی آدمی کے ایک ہزار دراہم ادھار قرض ہوں اور وہ مدیون سے پانچ سو غیر میعاد دی دراہم پر مصالحت کر لی تو جائز نہ ہے اس لئے کہ معجل موجل سے بہتر ہوتا ہے اور دراہم والا آدمی عقد کے سبب معجل کا مستحق نہ تھا لہذا معجل لینا کم کردہ دراہم کے مقابل ہوگا جبکہ یہ ادھار کا بدلہ ہے اور ادھار کے بدلے نقد لینا حرام ہے اور جب کسی آدمی کے ایک ہزار سیہ دراہم ہوں اور اس نے مدیون سے پانچ سو سفید دراہم پر مصالحت کر لی تو بھی جائز نہ ہے اس لئے کہ عقد دین سے سفید دراہم واجب نہ تھے حالانکہ یہ وصف کی زیادتی ہے لہذا ایک ہزار کے بدلے پانچ سو اور وصف کی زیادتی ہوئی حالانکہ یہ سود ہے اس کے برخلاف کہ جب اس نے ایک ہزار سفید دراہم پر پانچ سو سیاہ دراہم پر مصالحت کی ہو اس لئے کہ یہ قدر اور وصف کے کچھ حصے میں کمی کرنا ہے اور اس صورت کے خلاف کہ جب دین کی مقدار پر صلح

کی ہو اور اس مقدار کے کمرے ہونے کی شرط لگا دی اس لئے کہ یہ پیش کے بدلے میں کا بدلہ ہے اور صفت کا اعتبار نہ ہے لیکن مجلس میں قضاء کرنا شرط ہے اور جب مدیون پر ایک ہزار درہم اور سود دینا ہوں اور قرض خواہ نے اس سے ایک سو درہم نقدی پر یا ایک ماہ کی مدت پر مصالحت کی تو یہ صلح جائز ہے اس لئے کہ اس کو تمام دنا سیر اور سود راہم چھین کر باقی میں معافی دینا اور سود راہم میں مہلت قرار دینا ممکن ہے لہذا اس کو عقد کے درست ہونے کے پیش نظر معاوضہ نہ قرار دیا جائے گا اور اس لئے کہ اس میں اسقاط کے معنی زیادہ دل زہم ہیں۔

ایک ہزار درہم کے باقی ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرٍ أَلْفٌ دِرْهَمٍ فَقَالَ آدِي إِلَى غَدَا مِنْهَا خُمُسِيَّةٌ عَلَى أَلْفٍ بَرِيءٍ مِنْ الْفَضْلِ فَقَالَ فَهُوَ بَرِيءٌ، فَإِنْ لَمْ يَدْفَعْ إِلَيْهِ الْخُمُسِيَّةَ غَدَاً عَلَيْهِ أَلْفٌ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ).

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يَعُودُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ إِبْرَاءٌ مُطْلَقٌ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ جَعَلَ آدَاءَ الْخُمُسِيَّةِ عَوَضًا حَيْثُ ذَكَرَهُ بِكَلِمَةٍ عَلَى وَهْيِ الْمُعَاوَضَةِ، وَالْآدَاءُ لَا يَصِحُّ عَوَضًا لِكُونِهِ مُسْتَحَقًّا عَلَيْهِ فَجَرَى وَجُودُهُ مَجْرَى عَدَمِهِ فَبَقِيَ الْإِبْرَاءُ مُطْلَقًا فَلَا يَعُودُ كَمَا إِذَا بَدَأَ بِالْإِبْرَاءِ. وَلَهُمَا أَنَّ هَذَا إِبْرَاءٌ مُقْبَدٌ بِالشَّرْطِ فَيَقُوتُ بِفَوَائِدِهِ لِأَنَّهُ بَدَأَ بِآدَاءِ الْخُمُسِيَّةِ فِي الْغَدِ وَأَنَّهُ يَصْلُحُ عَرَضًا حَذَارَ أَفْلَاسِهِ وَتَوَسَّلًا إِلَى تَجَارَةٍ أَرْبَحَ مِنْهُ، وَكَلِمَةُ عَلَى إِنْ كَانَتْ لِلْمُعَاوَضَةِ فَهِيَ مُخْتَصِمَةٌ لِلشَّرْطِ لِوُجُودِ مَعْنَى الْمُقَابَلَةِ فِيهِ فَيَحْمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ تَعَدُّرِ الْحَمْلِ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ تَضَعِيبًا لِيَتَصَرَّفَ أَوْ لِأَنَّهُ مُتَعَارَفٌ، وَالْإِبْرَاءُ مِمَّا يَتَقَبَّدُ بِالشَّرْطِ وَإِنْ كَانَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ كَمَا فِي الْحَوَالَةِ، وَسَخَّرَ جُزْءُ الْبَدَاءِ بِالْإِبْرَاءِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

فرمایا کہ جب کسی آدمی کے دوسرے پر ایک ہزار درہم باقی ہوں اور قرض خواہ نے مقروض سے کہا کہ تم کل مجھ کو اس میں سے پانچ سو دے دو اس شرط پر کہ باقی سے تم بری ہو تو وہ پانچ سو دینے سے مقروض بری ہو جائے گا لیکن اگر اس نے کل پانچ سو نہ دئے تو اس پر ایک ہزار پھر لوٹ آئے گا یہ طریق کا قول ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس پر ہزار نہ لوٹے گا اس لئے کہ یہ مطلق ابراء ہے کیا آپ نے دیکھا نہ کہ قرض خواہ نے پانچ سو کی ادائیگی کو بدلہ قرار دیا ہے اس لئے کہ اس نے کلمہ علی کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے اور علی کو معاوضہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ اداء کرنا بھی معاوضہ نہ بن سکتا اس لئے کہ مدیون پر ہر صورت میں اس کی ادائیگی واجب ہے لہذا اداء کا وجود عدم وجود کے درجہ میں ہو گیا اور ابراء مطلق رہ گیا اس لئے کہ مدیون پر ہزار نہ لوٹے گا جس طرح کہ جب قرض خواہ ابراء کا جملہ پہلے اداء کر دے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ یہ ابراء شرط کے ساتھ مقید ہے اس لئے جب شرط فوت ہوگی تو یہ بھی فوت ہو جائے گا اس لئے کہ قرض خواہ نے غد میں پانچ سو کی ادائیگی کے مطالبہ کے ساتھ اپنے کلام کا آغاز کیا ہے اور یہ جملہ اس وجہ سے درست ہو سکتا ہے کہ

قرض خواہنے میں یوں کی محتاجی کا خیال کر کے اس کو اور زیادہ بد حال ہونے سے بچا لیا ہے یا کسی ایسی تجارت کا ارادہ کیا ہے جس کے ساتھ وہ زیادہ نفع کمائے گا اور کلمہ علی جس طرح معاوضہ کیلئے آتا ہے اسی طرح اس میں شرط کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ اس میں مقابلہ کے معنی موجود ہیں لہذا معاوضہ پر اس کا حمل معذور ہونے کی صورت میں اس کو شرط پر محمول کیا جائے گا تا کہ قرض خواہ کا تصرف ہو جائے یا اس وجہ سے شرط پر محمول کیا جائے گا کہ یہی معنی متعارف ہے اور ابراء ایسا عمل ہے جس کو شرط کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اگرچہ شرط سے متعلق نہ ہوتا جیسا کہ حوالہ ہے اور بدلہ بالبراء کو ہم انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

قرض کی مختلف صورتوں میں صلح کرنے کا بیان

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ : وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى وَجْهِ : أَحَدُهُمَا مَا ذَكَرْنَاهُ . وَالثَّانِي إِذَا قَالَ صَالِحُكَ مِنْ أَلْفٍ عَلَى خَمْسِمِائَةٍ تَذْفَعُهَا إِلَيَّ غَدًا وَأَنْتَ بَرِيءٌ مِنَ الْفَضْلِ عَلَى أَنَّكَ إِنْ لَمْ تَذْفَعْهَا إِلَيَّ غَدًا فَأَلْفٌ عَلَيْكَ عَلَى حَالِهِ . وَجَوَابُهُ أَنَّ الْأَمْرَ عَلَى مَا قَالَ لِأَنَّهُ أَتَى بِصَرِيحِ التَّقْيِيدِ فَيَعْمَلُ بِهِ .

وَالثَّالِثُ إِذَا قَالَ أِبْرَأْتُكَ مِنْ خَمْسِمِائَةٍ مِنْ أَلْفٍ عَلَى أَنْ تُعْطِيَني الْخَمْسِمِائَةَ غَدًا وَالْإِبْرَاءُ فِيهِ وَاقِعٌ آغَطِي الْخَمْسِمِائَةَ أَوْ لَمْ يُعْطَ لِأَنَّهُ أَطْلَقَ الْإِبْرَاءَ أَوَّلًا ، وَأَدَاءُ الْخَمْسِمِائَةِ لَا يَصْلُحُ عَوَضًا مُطْلَقًا وَلَكِنَّهُ يَصْلُحُ شَرْطًا فَوْقَ الشُّكِّ فِي تَقْيِيدِهِ بِالشَّرْطِ فَلَا يَتَّقِيْدُ بِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَدَأَ بِأَدَاءِ خَمْسِمِائَةٍ لِأَنَّ الْإِبْرَاءَ حَصَلَ مَقْرُونًا بِهِ ، فَمِنْ حَيْثُ إِنَّهُ لَا يَصْلُحُ عَوَضًا يَقَعُ مُطْلَقًا ، وَمِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَصْلُحُ شَرْطًا لَا يَقَعُ مُطْلَقًا فَلَا يَثْبُتُ الْإِطْلَاقُ بِالشُّكِّ فَافْتَرَقَا .

وَالرَّابِعُ إِذَا قَالَ إِذَا إِلَيَّ خَمْسِمِائَةٌ عَلَى أَنَّكَ بَرِيءٌ مِنَ الْفَضْلِ وَلَمْ يُؤَقِّتْ لِلْأَدَاءِ وَقْتًا . وَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ وَلَا يَعُودُ الدَّيْنُ لِأَنَّ هَذَا إِبْرَاءٌ مُطْلَقٌ ، لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ يُؤَقِّتْ لِلْأَدَاءِ وَقْتًا لَا يَكُونُ الْأَدَاءُ غَرَضًا صَحِيحًا لِأَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ فِي مُطْلَقِ الْأَزْمَانِ فَلَمْ يَتَّقِيْدُ بَلْ يُحْمَلُ عَلَى الْمُعَاوَضَةِ وَلَا يَصْلُحُ عَوَضًا ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّ الْأَدَاءَ فِي الْغَدِ غَرَضٌ صَحِيحٌ .

وَالْخَامِسُ إِذَا قَالَ إِنْ أَدَيْتَ إِلَيَّ خَمْسِمِائَةً أَوْ قَالَ إِذَا أَدَيْتَ أَوْ مَتَى أَدَيْتَ . فَالْجَوَابُ فِيهِ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ الْإِبْرَاءُ لِأَنَّهُ عُلِّقَ بِالشَّرْطِ صَرِيحًا ، وَتَعْلِيلُ الْبَرَاءَةِ بِالشَّرْطِ بَاطِلٌ لِمَا فِيهَا مِنْ مَعْنَى التَّمْلِيكِ حَتَّى يَرْتَدَّ بِالرَّدِّ ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّهُ مَا أَتَى بِصَرِيحِ الشَّرْطِ فَحُمِلَ عَلَى التَّقْيِيدِ بِهِ .

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ کئی صورتوں پر مشتمل ہے پہلی صورت وہ ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور

دوسری صورت یہ ہے کہ جب قرض خواہ نے یہ کہا کہ میں نے ایک ہزار کے بدلے اس شرط کے ساتھ پانچ سو درہم پر تم سے صلح کی کہ تم پانچ سو درہم مجھے کل دے دینا اور تم زیادہ سے بری ہو لیکن اگر تو نے کل پانچ سو درہم نہ دئے تو تم پر سابق حساب ایک ہزار درہم باقی رہیں گی اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں مشکلم کی بات کے مطابق فیصلہ ہوگا اس لئے کہ اس نے اس میں صراحتاً براءت کو معلق کیا ہے لہذا اس پر عمل کیا جائے گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرض خواہ نے کہا کہ میں تم کو پانچ سو سے بری کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے پانچ سو درہم کل دے دینا تو اس میں ابراء واقع ہوگا چاہے مقروض پانچ سو اداء کرے یا نہ کرے اس لئے کہ اس نے ابراء کو مطلق رکھا ہے اور پانچ سو کی ادائیگی مطلق بدلہ بننے کے لائق نہ ہے تاہم وہ شرط بن سکتی ہے تو اس کے مقید بالشرط ہونے میں شک ہو گیا اس لئے یہ صورت مقید بالشرط نہ ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ جب قرض خواہ نے شخص مائے کی ادائیگی کی بات پہلے کی ہو اس لئے کہ اس ادائیگی کے ساتھ ابراء متصل ہو گیا تو اس حثیت سے کہ ابراء مطلق بدلہ نہ بن سکتا وہ مطلق ہوگا اور اس اعتبار سے کہ ابراء شرط بن سکتا ہے وہ مطلق ابراء نہ ہوگا اور شک کے سبب اطلاق ثابت نہ ہوگا لہذا دونوں صورتوں میں فرق ہو گیا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ جب قرض خواہ یہ کہے کہ تم مجھے پانچ سو دے دو اس شرط پر کہ تم باقی سے بری ہو اور اس نے ادائیگی کا کوئی وقت بیان نہ کیا اس کا حکم یہ ہے کہ ابراء درست ہے اور مقروض پر قرضہ دوبارہ لوٹنے کا نہ اس لئے کہ یہ مطلق ابراء ہے کیونکہ جب قرض خواہ نے کوئی وقت بیان نہ کیا تو ادائیگی میں کوئی درست غرض نہ ہوگی اس لئے کہ یہ ادائیگی تو اس پر مطلق وقت میں واجب ہے لہذا ابراء مقید نہ ہوا بلکہ ادائیگی معاوضہ پر محمول کی جائے گی جبکہ ابراء بدلہ نہ بن سکتا اس صورت کے خلاف کہ جو پہلے گذر چکی ہیں اس لئے کہ غد میں اداء کرنا درست غرض ہے۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ قرض خواہ نے یہ کہا کہ اگر تم نے مجھے پانچ سو درہم دیا یا یہ کہا اذیت یا متی ادیت کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ابراء درست نہ ہے اس لئے کہ مشکلم نے اس کو صریح شرط پر معلق کر دیا ہے جبکہ براءت کو شرائط پر معلق کرنا باطل ہے اس لئے کہ اس میں تمسک کا معنی ہے حتیٰ کہ رد کرنے سے براءت رد ہو جاتی ہے پہلی صورت کے خلاف اس لئے کہ وہاں پر قرض خواہ نے صراحتاً شرط کا جملہ اداء نہ کیا ہے لہذا اس ابراء کو شرط کے ساتھ مقید ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

اقرار مال کو مہلت سے مقید کرنے کا بیان :

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لَا خَيْرَ لَا أَقْرُكَ بِمَالِكَ حَتَّى تُوَخِّرَهُ عَنِّي أَوْ تَحْطَّ عَنِّي فَفَعَلَ جَازَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُكْرَهٍ، وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا قَالَ ذَلِكَ سِرًّا، أَمَّا إِذَا قَالَ عِلَانِيَةً يُؤْخَذُ بِهِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دوسرے سے کہا کہ میں اس وقت تک تمہارے مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھ کو مہلت نہ دے دے یا مجھ کو معاف نہ کر دے اور قرض خواہ نے وہ کام کر دیا ہے تو جائز ہے اس لئے کہ مدیون مکروہ نہ ہے اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ مقروض نے خاموشی سے یہ بات کہہ دی ہو لیکن اگر اس نے اعلانیہ یہ بات کہی ہو تو اس کو پکڑ لیا جائے گا۔

فصل فی الدین المشترك

﴿یہ فصل مشترکہ قرض کے بیان میں ہے﴾

فصل قرض مشترکہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے دین مشترکہ کے احکام کو دین مفردہ کے احکام سے مؤخر ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرکب مفرد سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ (غنیۃ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۱۰۷، بیروت)

قرض مشترکہ کے حکم کا بیان

اور دین مشترکہ کا حکم یہ ہے کہ ایک شریک نے مدیون سے جو کچھ وصول کیا دوسرا بھی اُس میں شریک ہے مثلاً سو میں سے پچاس روپے ایک شریک نے وصول کیے تو دوسرے شریک سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنے حصہ کے میں نے پچاس وصول کر لیے اپنے حصہ کے تم وصول کر لو بلکہ دوسرا ان پچاس میں سے پچیس لے سکتا ہے اس کو انکار کا حق نہیں ہے ہاں اگر دوسرا خود مدیون ہی سے وصول کرنا چاہتا ہے اس وجہ سے شریک سے مطالبہ نہیں کرتا تو اُس کی خوشی مگر چاہے تو شریک سے مطالبہ کر سکتا ہے یعنی اگر قرض کرو مدیون دیوالیہ ہو گیا یا کوئی اور صورت ہو گئی تو یہ اپنے شریک سے وصول شدہ میں سے آدھا لے سکتا ہے۔

دین مشترکہ میں کسی ایک کی مصالحت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الدَّيْنُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَصَالَحَ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيْبِهِ عَلَى ثَوْبٍ فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ اتَّبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الدَّيْنُ بِصِفَةٍ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الثَّوْبِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ شَرِيكُهُ رُبْعَ الدَّيْنِ) وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ الدَّيْنَ الْمُشْتَرَكَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِذَا قَبِضَ أَحَدُهُمَا شَيْئًا مِنْهُ فَلِصَاحِبِهِ أَنْ يُشَارِكَهُ فِي الْمَقْبُوضِ لِأَنَّهُ إِذَا دَا بِالْقَبْضِ، إِذْ مَالِيَّةُ الدَّيْنِ بِاعْتِبَارِ عَاقِبَةِ الْقَبْضِ، وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ رَاجِعَةٌ إِلَى أَصْلِ الْحَقِّ فَتَصِيرُ كَزِيَادَةِ الْوَلَدِ وَالثَّمَرَةِ وَلَهُ حَقُّ الْمُشَارَكَةِ، وَلَكِنَّهُ قَبْلَ الْمُشَارَكَةِ بَاقٍ عَلَى مَالِكِ الْقَابِضِ، لِأَنَّ الْعَيْنَ غَيْرُ الدَّيْنِ حَقِيقَةً وَقَدْ قَبِضَهُ بَدَلًا عَنْ حَقِّهِ فَيَمْلِكُهُ حَتَّى يَنْفِذَ تَصَرُّفَهُ فِيهِ وَيَضْمَنَ لِشَرِيكِهِ حِصَّتَهُ،

📖 جب قرض دو لوگوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک نے اپنے حصے کے کپڑے پر مصالحت کر لی تو اس

کے ساتھی کو اختیار ہے اگر چاہے تو جس پر نصف دین ہے اس کا پیچھا کر کے اس سے وصول کر لے اور اگر چاہے تو آدھے کپڑے لے لے مگر یہ کہ اس کا شریک چوتھائی دین کا ضامن ہو جائے اس کی اصل یہ ہے کہ وہ دین جو لوگوں کے درمیان مشترک ہو اگر ان میں سے کوئی شریک دین کے کسی حصے پر قبضہ کر لے تو اس کے ساتھی کو یہ حق ہے کہ مقبوض میں شریک ہو جائے اس لئے کہ لینے والے نے اپنے حق سے زیادہ لے لیا ہے اس لئے کہ قبضہ کے اعتبار سے ہی دین کی مالیت کا علم ہوتا ہے اور یہ زیادتی اصل حق سے متعلق ہوتی ہے تو یہ اولاد اور پھل کی زیادتی کی طرح ہو گیا اس لئے غیر آخذ کو شرکت کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن مشارکت سے پہلے وہ چیز قابض کی ملکیت پر باقی رہے گی اس لئے کہ اب یہ عین حقیقت میں دین نہیں ہے اور قابض نے اس کو اپنے حق کا بدلہ سمجھ کر اس پر قبضہ کیا ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس میں اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا اور یہ قابض اپنے شریک کے لئے اس کے حصے کا ضامن ہوگا۔

دین مشترکہ کا ایک ہی سبب سے واجب ہونے کا بیان

وَالَّذِينَ الْمُشْتَرَكُ يَكُونُ وَاجِبًا بِسَبَبٍ مُتَّحِدٍ كَثَمَنِ الْمَبِيعِ إِذَا كَانَ صَفْقَةً وَاحِدَةً وَتَمَنِ الْمَالِ الْمُشْتَرَكِ وَالْمَوْرُوثِ بَيْنَهُمَا وَقِيمَةُ الْمُسْتَهْلَكِ الْمُشْتَرَكِ إِذَا عَرَفْنَا هَذَا فَتَقُولُ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ : لَهُ أَنْ يَتَّبَعَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَصْلُ لِأَنَّ نَصِيبَهُ بَاقٍ فِي ذِمَّتِهِ لِأَنَّ الْقَابِضَ قَبْضَ نَصِيبِهِ لَكِنَّ لَهُ حَقَّ الْمُشَارَكَةِ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ نِصْفَ الثَّوْبِ لِأَنَّ لَهُ حَقَّ الْمُشَارَكَةِ إِلَّا أَنْ يَضْمَنَ لَهُ شَرِيكُهُ رُبْعَ الدِّينِ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي ذَلِكَ .

قَالَ (وَلَوْ اسْتَوْفَى نِصْفَ نَصِيبِهِ مِنَ الدِّينِ كَانَ لِشَرِيكِهِ أَنْ يُشَارِكَهُ فِيمَا قَبْضَ) لِمَا قُلْنَا (ثُمَّ يَرْجِعَانِ عَلَى الْغَرِيمِ بِالْبَاقِي) لِأَنَّهُمَا لَمَّا اشْتَرَا فِي الْمَقْبُوضِ لَا بُدَّ أَنْ يَبْقَى الْبَاقِي عَلَى الشَّرِيكَةِ .

اور دین مشترک یہ ہے کہ ایک ہی سبب سے وہ واجب ہوا ہو جس طرح کہ مجمع کا ثمن جب ایک ہی صفقہ سے ہو اور مال مشترک کا ثمن اور وہ مال جو دو لوگوں کے درمیان موروث ہو اور مشترکہ طور پر ہلاک کرنے والی چیز کی قیمت ہے۔ جب تم نے یہ جان لیا تو کتاب والے مسئلے میں ہم کہتے ہیں کہ غیر مصالح والے آدمی کو یہ حق ہے کہ وہ مدیون کا پیچھا کر کے اس سے دین وصول کر لے اس لئے کہ مدیون کے ذمہ میں اس کا حق باقی ہے اس لئے کہ قابض تو اپنے حصے پر قابض ہو چکا ہے ہم غیر مصالح کو مشارکت کا حق ہوگا اور اگر وہ چاہے تو آدھے کپڑے لے لے کیونکہ کہ اس کو مشارکت کا حق حاصل ہے مگر یہ کہ اس کا شریک چوتھائی دین کا ضامن ہو جائے اس لئے کہ اس کو بھی اس کا حق ہے۔

فرمایا کہ جب دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے حصے کا دین وصول کر لیا تو دوسرے شریک کو قبضہ والے حصے میں شرکت کرنے کا حق ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے پھر وہ دونوں مقروض سے جو باقی ہے دین واپس لیں گے اس لئے

کہ جب مقبوض میں وہ دونوں شریک ہیں تو جو باقی قرض ہے یقیناً مشترک ہوگا۔

شرکاء میں سے ایک کا اپنے حصہ کے عوض سامان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ اشْتَرَى أَحَدُهُمَا بِنَصِيبِهِ مِنَ الدَّيْنِ سِلْعَةً كَانَ لِشَرِيكِهِ أَنْ يُضَمِّنَهُ رُبْعَ الدَّيْنِ) لِأَنَّهُ صَارَ قَابِضًا حَقَّهُ بِالْمُقَاصَّةِ كَامِلًا، لِأَنَّ مَبْنَى الْبَيْعِ عَلَى الْمُمَاكَسَةِ بِخِلَافِ الصُّلْحِ لِأَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْإِغْمَاضِ وَالْحَطِيطَةِ، فَلَوْ أَلْزَمْنَاهُ دَفْعَ رُبْعِ الدَّيْنِ يَتَضَرَّرُ بِهِ فَيَتَخَيَّرُ الْقَابِضُ كَمَا ذَكَرْنَا، وَلَا سَبِيلَ لِلشَّرِيكِ عَلَى الثُّوبِ فِي الْبَيْعِ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِعَقْدِهِ وَالْإِسْتِيفَاءُ بِالْمُقَاصَّةِ بَيْنَ ثَمَنِهِ وَبَيْنَ الدَّيْنِ.

وَاللشَّرِيكَ أَنْ يَتَّبَعَ الْغَرِيمَ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا لِأَنَّ حَقَّهُ فِي ذِمَّتِهِ بَاقٍ لِأَنَّ الْقَابِضَ اسْتَوَى نَصِيبُهُ حَقِيقَةً لَكِنْ لَهُ حَقُّ الْمُشَارَكَةِ فَلَهُ أَنْ لَا يُشَارِكُهُ، فَلَوْ سَلَّمَ لَهُ مَا قَبِضَ ثُمَّ تَوَى مَا عَلَى الْغَرِيمِ لَهُ أَنْ يُشَارِكَ الْقَابِضَ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالتَّسْلِيمِ لِيُسَلِّمَ لَهُ مَا فِي ذِمَّةِ الْغَرِيمِ وَلَمْ يُسَلِّمَ، وَلَوْ وَقَعَتْ الْمُقَاصَّةُ بِدَيْنٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ الشَّرِيكَ لِأَنَّهُ قَاضٍ بِنَصِيبِهِ لَا مُقْتَضٍ، وَلَوْ أَبْرَأَهُ عَنْ نَصِيبِهِ لَكَذَلِكَ لِأَنَّهُ اِتِّلَافٌ وَلَيْسَ بِقَبْضٍ، وَلَوْ أَبْرَأَهُ عَنِ الْبَعْضِ كَانَتْ قِسْمَةُ الْبَاقِي عَلَى مَا بَقِيَ مِنَ السِّهَامِ، وَلَوْ آخَرَ أَحَدُهُمَا عَنْ نَصِيبِهِ صَحَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ اغْتِبَارًا بِالْإِبْرَاءِ الْمُطْلَقِ، وَلَا يَصِحُّ عَنْهُمَا لِأَنَّهُ يُؤَدَّى إِلَى قِسْمَةِ الدَّيْنِ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَلَوْ غَضَبَ أَحَدُهُمَا عَيْنًا مِنْهُ أَوْ اشْتَرَاهَا بِشِرَاءٍ قَاسِدًا وَهَلَكَ فِي يَدِهِ فَهُوَ قَبْضٌ وَالْإِسْتِجَارُ بِنَصِيبِهِ قَبْضٌ، وَكَذَا الْإِخْرَاقُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَالتَّزْوُجُ بِهِ اِتِّلَافٌ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَكَذَا الصُّلْحُ عَلَيْهِ مِنْ جَنَائَةِ الْعَمْدِ.

فرمایا کہ جب دو شرکاء میں سے ایک نے اپنے حصے کے بدلے سامان خرید لیا تو اس کے شریک کو یہ حق ہوگا کہ اس سے اپنے دین کے چوتھائی حصے کا ضامن بنالے اس لئے کہ شریک کو وصول کرنے کا پورا حق ہے کیونکہ بیع کا دار و مدار ماکست پر ہے صلح کے خلاف اس لئے کہ اس کا دار و مدار چشم پوشی اور رعایت پر ہے پس اگر قابض کے شریک پر چوتھائی دین کی ادائیگی کو لازم کر دیا جائے تو اس کو نقصان ہوگا اس لئے قابض کو اختیار ہوگا جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور بیع کی صورت میں دوسرے شریک کو کپڑوں میں کوئی اختیار نہ ہوگا

اس لئے کہ قابض عقد میں شریک ہونے سے اس کا مالک ہو چکا ہے اور یہاں قرض کی وصولیابی بیع یعنی ثوب کے ثمن اور قرض کے درمیان مقاصد کے ذریعے ہوئی ہے اور غیر قابض شریک کو یہ حق ہے کہ تمام صورتوں میں وہ اصل مقروض سے اپنا حصہ

وصول کرے اس لئے کہ مقروض کا حق اس کے ذمہ باقی ہے کیونکہ قابض نے تو طہیتنا اپنا حصہ وصول کیا ہے لیکن اس کو دوسرے شریک کو اس میں شریک کرنے کا حق ہے اور شریک نہ کرنے کا بھی حق ہے۔

پس جب قابض نے قبضہ والی چیز میں غیر قابض کے حوالے کر دی اس کے بعد مقروض پر جو باقی دین ہلاک ہو گیا تو شریک غیر قابض کو قابض کے ساتھ شرکت کا حق ہو گا اس لئے کہ غیر قابض کا شریک اسی لئے ترک شرکت پر راضی ہوا تھا تا کہ اسے مقروض سے پاس موجود دین مل جائے جبکہ وہ نہ ملا اس لئے اب وہ شرکت کرے گا۔

اور جب کسی ایسے قرض کے سبب مقاصد ہو اور جو مدیون کا پہلے سے کسی پر ہو تو دوسرا شریک اس شریک پر رجوع نہ کرے گا اس لئے کہ اب قابض شریک مقروض کا حق اداء کرنے والا ہے تقاضہ کرنے والا نہ اور جب دونوں شریکوں میں سے ایک مدیون کو اپنے حصے سے بری کر دے تو بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ اطلاق ہے اور قبضہ نہ ہے اور جب کسی حصے سے بری کر دے تو باقی کی تقسیم باقی حصوں کے حساب سے ہوگی اور جب شریکوں میں سے ایک نے اپنے حصے کی وصولیابی میں تاخیر کر دی تو مطلق ابراء پر قیاس کرتے ہوئے امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے جبکہ طرفین کے نزدیک یہ درست نہ ہے اس لئے کہ اس سے قبضہ سے پہلے دین کی تقسیم لازم آتی ہے جب دو شریکوں میں سے ایک نے مقروض کی کوئی چیز غصب کر لی یا شرائے فاسد کے طور پر اس سے کوئی چیز خرید لی اور وہ چیز اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی تو اس کو قبضہ شمار کیا جائے گا اور اپنے حصے کے بدلے مقروض سے کوئی چیز کرایہ پر لینا بھی قبضہ ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ مقروض کا سامان جلانا بھی قبضہ ہے امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے اور قرض پر نکاح کرنا بھی ظاہر روایت کے مطابق اطلاق ہے پس جان بوجہ قتل کرنے کے دم سے قرض پر صلح کرنا بھی اطلاق ہے۔

بیع سلم کا دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ السَّلْمُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَصَالَحَ أَحَدُهُمَا مِنْ نَصِيْبِهِ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ لَمْ يَجْزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَرَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَقَالَ أَبُو يُونُسَ وَرَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ الصَّلْحُ) اِغْتِبَارًا بِسَائِرِ الدُّيُونِ، وَبِمَا إِذَا اشْتَرَا عَبْدًا فَقَالَ أَحَدُهُمَا فِي نَصِيْبِهِ.

وَلَهُمَا أَنَّهُ لَوْ جَازَ فِي نَصِيْبِهِ خَاصَّةً يَكُونُ قِسْمَةُ الدَّيْنِ فِي الذَّمَّةِ، وَلَوْ جَازَ فِي نَصِيْبِهِمَا لَا بُدَّ مِنْ إِجَارَةِ الْآخِرِ بِخِلَافِ شِرَاءِ الْعَيْنِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُسْلِمَ فِيهِ صَارَ وَاجِبًا بِالْعَقْدِ وَالْعَقْدُ قَامَ بِهِمَا فَلَا يَنْفَرِدُ أَحَدُهُمَا بِرَفْعِهِ، وَلَئِنَّهُ لَوْ جَازَ لَشَارَكَهُ فِي الْمَقْبُوضِ، فَإِذَا شَارَكَهُ فِيهِ رَجَعَ الْمُصَالِحُ عَلَى مَنْ عَلَيْهِ بِذَلِكَ فَيُؤَدَّى إِلَى عَوْدِ السَّلْمِ بَعْدَ سُقُوطِهِ.

قَالُوا: هَذَا إِذَا خَلَطَا رَأْسَ الْمَالِ، فَإِنْ لَمْ يَكُونَا قَدْ خَلَطَاهُ فَعَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ هُوَ عَلَى الْخِلَافِ، وَعَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي هُوَ عَلَى الْإِتْفَاقِ.

فرمایا کہ جب بیع سلم میں ایسی چیز میں ہو جو دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں ایک شریک نے اپنے

حصے کے بدلے راس المال پر صلح کر لی تو طرفین کے نزدیک یہ صلح جائز نہ ہے۔

حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ دوسرے دیون پر قیاس کرتے ہوئے یہ صلح بھی جائز ہے اور اس صورت پر قیاس درست ہوئے کہ جب دو آدمیوں نے ایک غلام خرید اور ان میں سے ایک نے اپنے حصے میں بیع کو فسخ کر دیا ہو۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک شریک کے حصے میں خاص کر ہم صلح کو جائز قرار دے دیں تو اس طرح کے دین کی تقسیم لازم آئے گی جو ذمہ میں لازم ہوگا اور جب دونوں کے حصہ میں صلح کو جائز قرار دے دیا تو اس کے لئے دوسرے کی اجازت لازم ہے عین کی خریداری کے خلاف یہ حکم اس لئے ہے کہ عقد کے سبب مسلم فیہ واجب ہو جاتا ہے اور عقد دونوں سے منعقد ہوا ہے لہذا ایک شریک عقد کو فسخ کرنے میں منفرد نہ ہوگا اور اس لئے بھی کہ جب ایک کی صلح یا فسخ کو جائز مان لیا جائے تو دوسرا فریق بھی مقبوض میں اس کا شریک ہوگا پس جب دوسرا بھی اس میں شامل ہو گیا تو مصالح وہ مقدار مقرض سے واپس لے گا اور یہ چیز بیع سلم کو مخلوط کے بعد اس کو دوبارہ جائز قرار دینے کی طرف لے جاتی ہے۔ مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب دونوں نے راس المال کو مخلوط کر دیا ہو لیکن جب انہوں نے راس المال کو مخلوط نہ کیا ہو تو پہلی صورت میں اختلاف ہے جبکہ دوسری صورت پر اتفاق ہے۔



فصل فی التَّخَارُجِ

﴿یہ فصل تَخَارُج کے بیان میں ہے﴾

فصل تَخَارُج کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہامیری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تَخَارُج قَاعِل کے وزن پر خروج سے بنا ہے۔ اور اصطلاح میں تَخَارُج اس مال وراثت کو کہتے ہیں جو میراث سے مال معلوم کے ساتھ کچھ نکل آئے۔ اور اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کا وقوع بہت قلیل ہے۔ لہذا اسی وجہ سے اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (مناہ شرح الہدایہ، ج ۱۲، ص ۱۲۰، میراث)

تَخَارُج کا فقہی مفہوم

اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک وارث بالقطع (کل حصے کے بدلے میں) اپنا کچھ حصہ لے کر ترکہ سے نکل جاتا ہے کہ اب وہ کچھ نہیں لے گا اس کو تَخَارُج کہتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی صلح ہے۔

کچھ حصہ دے کر ترکہ سے خارج کرنے کا بیان

(وَإِذَا كَانَتْ الشَّرِكَةُ بَيْنَ وَرَثَةٍ فَأَخْرَجُوا أَحَدَهُمْ مِنْهَا بِمَالٍ أَعْطَوْهُ إِيَّاهُ وَالتَّرِكَةُ عَقَارًا أَوْ عُرُوضًا قَلِيلًا كَانَ مَا أَعْطَوْهُ إِيَّاهُ أَوْ كَثِيرًا) لِأَنَّهُ أَمَكَّنَ تَصَحُّبَهُ بَيْعًا.

وَلِإِنَّهُ أَمَّرَ عُثْمَانَ، فَإِنَّهُ صَالِحٌ تَمَاضَرُ الْأَشْجَعِيَّةِ امْرَأَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رُبْعِ ثَمَنِهَا عَلَى ثَمَانِينَ أَلْفَ دِينَارٍ.

فرمایا کہ جب کچھ وارثوں کے درمیان ترکہ مشترک ہو اور انہوں نے ان میں سے ایک آدمی کو اس کا حصہ دے کر ترکہ سے خارج کر دیا ہے اور وہ مال غیر منقولہ جائداد ہو یا سامان ہو تو یہ اخراج جائز ہے خواہ اس کو دیا گیا مال کم ہو یا زیادہ کیوں کہ اس کو بیع قرار دے کر اس کی تصحیح ممکن ہے اور اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اثر موجود ہے جس طرح کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کو تمام مضریت اصغیہ اشجعیہ سے ان کے ثمن کے چوتھائی حصے پر اسی ہزار دینار کے بدلے مصالحت ہوئی تھی۔

تَخَارُج کے ترکہ میں سونا چاندی ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَتْ التَّرِكَةُ فِضَّةً فَأَعْطَوْهُ ذَهَبًا أَوْ كَانَ ذَهَبًا فَأَعْطَوْهُ فِضَّةً فَهُوَ كَذَلِكَ) لِأَنَّهُ بَيْعٌ.

الْجِنْسِ بِخِلَافِ الْجِنْسِ فَلَا يُعْتَبَرُ التَّسَاوِي وَيُعْتَبَرُ التَّقَابُضُ فِي الْمَجْلِسِ لِأَنَّهُ صَرَفٌ غَيْرُ
أَنَّ الْإِدَى فِي يَدِهِ بَقِيَّةُ التَّرِكَةِ إِنْ كَانَ جَائِزًا يَكْتَفِي بِذَلِكَ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ قَبْضٌ ضَمَانٌ قَبْضُ
عَنْ قَبْضِ الصُّلْحِ وَإِنْ كَانَ مُقَرَّرًا لَا بُدَّ مِنْ تَجْدِيدِ الْقَبْضِ لِأَنَّهُ قَبْضٌ أَمَانِيٌّ فَلَا يَنْبُتُ عَنْ قَبْضِ
الصُّلْحِ (وَإِنْ كَانَتْ التَّرِكَةُ ذَهَبًا وَفِضَّةً وَغَيْرَ ذَلِكَ فَصَالِحُهُ عَلَى ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَلَا بُدَّ أَنْ
يَكُونَ مَا أَعْطَوْهُ أَكْثَرَ مِنْ نَصِيبِهِ مِنْ ذَلِكَ الْجِنْسِ حَتَّى يَكُونَ نَصِيبُهُ بِمِثْلِهِ وَالزِّيَادَةُ بِحَقِّهِ
مِنْ بَقِيَّةِ التَّرِكَةِ) احْتِرَازًا عَنْ الرِّبَا، وَلَا بُدَّ مِنَ التَّقَابُضِ فِيمَا يُقَابِلُ نَصِيبَهُ مِنَ الذَّهَبِ
وَالْفِضَّةِ لِأَنَّهُ صَرَفٌ فِي هَذَا الْقَدْرِ، وَلَوْ كَانَ بَدَلُ الصُّلْحِ عَرْضًا جَازًا مُطْلَقًا لَعَدِمَ الرِّبَا، وَلَوْ
كَانَ فِي التَّرِكَةِ دَرَاهِمٌ وَدَنَانِيرٌ وَبَدَلُ الصُّلْحِ دَرَاهِمٌ وَدَنَانِيرٌ أَيْضًا جَازَ الصُّلْحُ كَيْفَمَا كَانَ
صَرَفًا لِلْجِنْسِ إِلَى خِلَافِ الْجِنْسِ كَمَا فِي الْبَيْعِ لَكِنْ يُشْتَرَطُ التَّقَابُضُ لِلصَّرْفِ.

اور جب ترکہ چاندی کی صورت میں ہو اور وارثوں نے خارج ہونے والے کو سونا دیا یا ترکہ سونا ہو اور وارثوں
نے خارج ہونے والے کو چاندی دی تو بھی حکم اسی طرح ہوگا اس لئے کہ یہ ایک جنس کو دوسری جنس کے بدلے میں بیچنے کی مثل
ہے لہذا ابراہری کا اعتبار نہ کیا جائے گا جبکہ اس مجلس میں باہمی قبضہ کرنا لازم ہے اس لئے کہ یہ بیع صرف ہے اس کے علاوہ جس
وارث کے قبضہ میں ترکہ ہے اگر وہ ترکہ کے پائے جانے کا انکار کرنے والا ہو تو یہی قبضہ کافی ہوگا اس لئے کہ یہ قبضہ ضمان ہے
کیونکہ قبضہ صلح کے قائم مقام ہوتا ہے اور جب وارث ترکہ کے پائے جانے کا اقرار کرنے والا ہو اور اعتراف کر نیوالا ہو تو نیا
قبضہ کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ وہ قبضہ ایانت کا قبضہ ہے اس لئے قبضہ کو مصالحت کے قائم مقام نہ کیا جائے گا اور جب ترکہ میں
سونا چاندی اور دوسری چیزیں ہو اور وارثوں نے صرف سونا یا چاندی کے بدلہ میں مصالحت کی تو اس کیلئے ضروری تھا کہ خارج کو
دیا جانے والا مال اسی جنس سے اس کے حصے سے زائد ہوتا کہ نقدی اس کے حصہ کے برابر ہو جائے اور جو زیادتی وہ بقیہ حصے سے
اس کے مقابل ہو جائے اور ربو اسے بچا جائے اور اس خارج کے حصہ کے مقابلے میں جو سونا یا چاندی ہو اس پر قبضہ کرنا لازم
ہے اس لئے کہ یہ صلح اس مقدار میں بیع صرف ہے اور جب صلح کا بدلہ سامان ہو تو مطلق صلح جائز ہے اس لئے کہ ربو اور شبہ ربو
نہ پایا جاتا ہے۔

اور جب ترکہ میں دراہم اور دنانیر ہوں اور صلح کا بدلہ بھی دراہم اور دنانیر ہوں تو اس صورت میں بھی ہر طرح صلح جائز ہے اس
لئے کہ جنس کو خلاف جنس کا بدلہ قرار دیا جائے گا جس طرح کہ بیع میں ہوتا ہے لہذا یہ بیع صرف ہے اس لئے اس میں قبضہ شرط ہے۔

مصالح قرضداروں سے بری ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ عَلَى النَّاسِ فَأَدْخَلُوهُ فِي الصُّلْحِ عَلَى أَنْ يُخْرِجُوا الْمُصَالِحَ
عَنْهُ وَيَكُونَ الدَّيْنُ لَهُ فَالصُّلْحُ بَاطِلٌ) لِأَنَّ فِيهِ تَمْلِيكَ الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ وَهُوَ حِصَّةٌ

الْمُصَالِحِ (وَأَنْ شَرَطُوا أَنْ يَتَرَ الْغُرَمَاءُ مِنْهُ وَلَا يَرْجِعَ عَلَيْهِمْ بِنَصِيبِ الْمُصَالِحِ فَالضَّلَحُ جَائِزٌ) لِأَنَّهُ اسْقَاطٌ وَهُوَ تَمْلِيقُ الدَّيْنِ مِمَّنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ وَهُوَ جَائِزٌ، وَهَذِهِ حِيلَةُ الْجَوَازِ، وَآخِرَى أَنْ يُعْجِلُوا قَضَاءَ نَصِيبِهِ مُتَبَرِّعِينَ، وَلِىِ الْوَجْهَيْنِ ضَرَرٌ بِبَقِيَّةِ الْوَرَثَةِ.

فرمایا کہ جب ترکہ میں ایسا مال ہو جو لوگوں پر قرض ہو اور وارثوں نے اس شرط پر یہ قرض صلح میں شامل کر لیا کہ صلح کرنے والا اس قرض سے بری ہو جائے گا اور یہ پورا قرض ورثاء کا ہوگا تو اس صورت میں صلح باطل ہوگی اس لئے کہ اس طرح کرنے میں ایسے آدمی سے قرض کی تملیک لازم آرہی ہے اور جس جز پر دین نہیں ہے اور وہ مصالح کا حصہ ہے۔ اور جب ورثاء نے یہ شرط لگائی کہ مصالح قرض داروں کو اس سے بری کر دے اور کوئی وارث ان سے مصالح کا حصہ نہ لے تو صلح جائز ہوگی اس لئے کہ یہ اسقاط ہے یا یہ قرض دار کی جانب سے قرض کی تملیک ہے اور یہ جائز ہے یہ جواز کا حیلہ ہے اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ وارث تبرع کے طور پر مصالح کے دین کے حصہ کو اداء کر دیں لیکن ان دونوں صورتوں میں دوسرے وارثوں کا نقصان ہے اس میں سب سے افضل توجیہ یہ ہے کہ ورثاء مصالح کو اس کے دین کے حصہ کے بعد قرض کی مقدار دے دیں اور قرض کے علاوہ دوسرا ترکہ میں اس کے ساتھ مصالحت کر لیں اور مصالح قرض داروں سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے باقی وارثوں کو ذمہ دار بنائے گا۔

کیل والی یا موزونی چیز میں صلح کرنے کا بیان

وَالْأَوْجُهُ أَنْ يُقْرِضُوا الْمُصَالِحَ مِقْدَارَ نَصِيبِهِ وَيُصَالِحُوا عَمَّا وَرَاءَ الدَّيْنِ. وَيُجِبُهُمْ عَلَى اسْتِيفَاءِ نَصِيبِهِ مِنَ الْغُرَمَاءِ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي التَّرِكَةِ دَيْنٌ وَأَعْيَانُهَا غَيْرُ مَعْلُومَةٍ وَالضَّلَحُ عَلَى الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، قَبْلَ لَا يَجُوزُ لِاحْتِمَالِ الرِّبَا، وَقِيلَ يَجُوزُ لِأَنَّهُ شُبْهَةُ الشُّبْهَةِ، وَلَوْ كَانَتْ التَّرِكَةُ غَيْرَ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ لَكِنَّهَا أَعْيَانٌ غَيْرُ مَعْلُومَةٍ قِيلَ لَا يَجُوزُ لِكَوْنِهِ بَيْعًا إِذَا الْمُصَالِحُ عَنْهُ عَيْنٌ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَجُوزُ لِأَنَّهُ لَا تَقْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ لِقِيَامِ الْمُصَالِحِ عَنْهُ فِي يَدِ الْبَقِيَّةِ مِنَ الْوَرَثَةِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ مُسْتَعْرِقٌ لَا يَجُوزُ الضَّلَحُ وَلَا الْقِسْمَةُ لِأَنَّ التَّرِكَةَ لَمْ يَتَمَلَّكْهَا الْوَارِثُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُسْتَعْرِقًا لَا يَنْبَغِي أَنْ يُصَالِحُوا مَا لَمْ يَقْضُوا دَيْنَهُ فَتَقَدَّمَ حَاجَةُ الْمَيِّتِ، وَلَوْ فَعَلُوا قَالُوا يَجُوزُ. وَذَكَرَ الْكَرَّخِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْقِسْمَةِ أَنَّهَا لَا تَجُوزُ اسْتِحْسَانًا وَتَجُوزُ قِيَاسًا.

اور جب ترکہ میں قرض نہ ہو اور ترکہ کی متعین اشیاء بھی معلوم نہ ہوں اور مکیلی یا موزونی چیز پر صلح ہوئی ہو تو ایک قول یہ ہے کہ صلح جائز نہ ہے اس لئے کہ ربوا کا احتمال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے اس لئے کہ یہ شبہہ الشبہ ہے اور جب ترکہ مکیلی یا موزونی چیز کے علاوہ میں ہو لیکن وہ متعین چیزیں غیر معلومہ ہوں تو اس میں ایک قول یہ ہے کہ

جائز نہ ہے اس لئے کہ صلح بیع ہے کیونکہ مصالح عنہ عین ہے لیکن زیادہ درست بات یہ ہے کہ صلح جائز ہے اس لئے کہ عین کی جہالت نزاع کی طرف لے جانے والی نہ ہے اس لئے کہ مصالح عنہ باقی وارثوں کے قبضہ میں موجود ہے اور جب میت میں دین مستغرق ہو تو نہ ہی صلح جائز ہے اور نہ ہی تقسیم جائز ہے اس لئے کہ ابھی تک ترکہ وارث کی ملکیت میں نہ آیا اور جب میت پر لازم شدہ قرض محیط نہ ہو تو میت کا قرض اداء کرنے سے پہلے صلح کرنا جائز نہ ہے اس لئے کہ میت کی حاجت مقدم ہے اور جب وارثوں نے میت کا قرض اداء کرنے سے پہلے صلح کر لی تو مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ صلح جائز ہے لیکن امام کرخی فرماتے ہیں کہ بطور استحسان تقسیم جائز نہیں ہے جبکہ بطور قیاس جائز ہے۔

کِتَابُ الْمُضَارَبَةِ

﴿یہ کتاب مضاربہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب مضاربہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب صلح کے بعد اب مضاربہ کی کتاب کو بیان کیا ہے ان دونوں میں باہم مطابقت یہ ہے کہ ان دونوں میں حصول نفع مقصود ہوتا ہے۔ مضاربہ کی بہ نسبت صلح کثرت سے واقع ہونے والی ہے۔ اور مضاربہ میں اہمیت میں زیادہ ہے۔ لہذا اس سبب سے اس کو مقدم ذکر کیا ہے۔ حصول میں اشتراک کے سبب ان دونوں کتب کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

مضاربہ کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کی رو سے مضاربہ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا مال کسی کو اس شرط پر تجارت کی غرض سے دے کہ نفع میں باہمی قرار داد کے مطابق دونوں شریک ہوں گے اور نقصان مال والا (صاحب مال) برداشت کرے گا۔

لفظ مضاربہ مادہ ضرب سے نکلا ہے جس کے معنی سفر کے ہیں کیونکہ کاروبار تجارت میں بالعموم سفر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَإِذَا ضَرَبْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ" اور جب تم زمین پر سفر کرو۔

اس کو قراض اور مقارضہ بھی کہتے ہیں یہ لفظ قرض سے مشتق ہے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں۔ (وجہ تسمیہ) یہ ہے کہ مالک اپنے مال کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے تاکہ نفع کے ایک حصہ کے عوض اس سے کاروبار کیا جائے۔

مضاربہ کی اصطلاحی تعریف

فقہاء کے نزدیک مضاربہ دو فریق کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار دے دے گا کہ وہ نفع میں سے ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ اس مال کو تجارت (یا کاروبار) میں لگائے۔

دو یا زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور فریق ثانی اس سرمائے سے اس معاہدے کے تحت کاروبار کرتا ہے کہ اسے کاروبار کے منافع میں سے ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

مضاربت کی مختلف صورتوں کا بیان

پہلی صورت: دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔ دوسری صورت: دو سے زیادہ افراد مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت یہ ہے کہ ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے کاروبار کریں۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔ نوٹ: مضاربت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں۔

عقد مضاربت کے حکم کا بیان

مضاربت کا حکم یہ ہے کہ جب مضارب کو مال دیا گیا اس وقت وہ امین ہے اور جب اس نے کام شروع کیا اب وہ وکیل ہے اور جب کچھ نفع ہوا تو اب شریک ہے اور رب المال کے حکم کے خلاف کیا تو غاصب ہے اور مضاربت فاسد ہوگئی تو وہ آجیر ہے اور اجارہ بھی فاسد۔ (در مختار)

مضاربت کے اشتقاق و مفہوم کا بیان

الْمُضَارَبَةُ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ؛ سُمِّيَ بِهَا لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَسْتَحِقُّ الرِّبْحَ بِسَفِيهِ كَوَعْمَلِهِ، وَهِيَ مَشْرُوعَةٌ لِلْحَاجَةِ إِلَيْهَا، فَإِنَّ النَّاسَ بَيْنَ غِنَى بِالْمَالِ غَنِيٍّ عَنِ التَّصَرُّفِ فِيهِ، وَبَيْنَ مُهِتِدٍ فِي التَّصَرُّفِ صِفْرِ الْيَدِ عَنْهُ، فَمَثَّتِ الْحَاجَةُ إِلَى شَرْعِ هَذَا النَّوعِ مِنَ التَّصَرُّفِ لِيَنْتَظِمَ مَصْلَحَةُ الْغَنِيِّ وَالذَّكِيِّ وَالْفَقِيرِ وَالْغَنِيِّ.

وَبُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَهُ فَقَرَّرَهُمْ عَلَيْهِ وَتَعَامَلَتْ بِهِ الصَّحَابَةُ، ثُمَّ الْمَدْفُوعُ إِلَى الْمُضَارِبِ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ لِأَنَّهُ قَبَضَهُ بِأَمْرِ مَالِكِهِ لَا عَلَى وَجْهِ الْبَدَلِ وَالْوَيْقَةِ، وَهُوَ وَكِيلٌ فِيهِ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِيهِ بِأَمْرِ مَالِكِهِ، وَإِذَا رِبْحَ فَهُوَ شَرِيكٌ فِيهِ لِتَمَلُّكِهِ جُزْءًا مِنَ الْمَالِ بِعَمَلِهِ، فَإِذَا فَسَدَتْ ظَهَرَتْ الْإِجَارَةُ حَتَّى اسْتَوْجَبَ الْعَامِلُ أَجْرَ مِثْلِهِ، وَإِذَا خَالَفَ كَانَ غَاصِبًا لَوْ جُودَ التَّعْدِي مِنْهُ عَلَى مَالٍ غَيْرِهِ.

مضاربت ضرب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے زمین میں چلنا، اور مضاربت اس عقد کو اس لئے کہتے ہیں کہ

مضارب اپنی محنت کے سبب فائدے کا حقدار بنتا ہے اور مضارب بت کا عقد شروع ہے کیونکہ اس کی ضرورت ثابت ہے۔ کیونکہ عوام میں بعض لوگ مال کے اعتبار سے غنی بن جاتے ہیں لیکن تصرف میں سادہ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں میں مال کے تصرف کی قوت ہوتی ہے لیکن ان کے پاس مال نہیں ہوتا پس اس قسم کے تصرف کی ضرورت ثابت ہو جائے گی۔ تاکہ سادہ، مالدار اور فقیر لوگوں کی ضروریات پوری ہو جائیں۔

اور عقد کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو شان نبوت و رسالت ﷺ کے اظہار کی حالت کے بعد بھی عقد مضارب بت باقی رہنے دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مضارب بت کا عقد کیا کرتے تھے۔

ہاں البتہ مضارب بت میں مال دیا جانے والا یہ اس شخص کے قبضہ میں بطور امانت ہوتا ہے کیونکہ مال کے مالک کے حکم سب مضارب اس مال پر قبضہ کرنے والا ہے۔ جبکہ یہ قبضہ کسی بدل یا رہن کے طور پر نہیں ہے۔ اور مضارب اس مال میں رب المال کا وکیل ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مال کے مالک کی اجازت سے اس میں تصرف کرنے والا ہے۔ اور جب اس سے نفع ہوگا تو مضارب بھی اس نفع میں شریک بنے گا۔ کیونکہ وہ اپنے کام کے سبب مال کے حصے کا مالک بنا ہے۔ اور جب مضارب فاسد ہو جائے تو وہ اجارہ بن جائے گا۔ یہاں تک کہ مضارب مثلی مزدوری کا حقدار بن جائے گا۔ اور جب مضارب رب المال کے خلاف کوئی کام کرے تو وہ غصب کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ دوسرے کے مال پر اس کی جانب سے ظلم پایا گیا ہے۔

عقد مضارب بت کا شرکت پر منعقد ہونے کا بیان

قَالَ (الْمُضَارَبَةُ عَقْدٌ عَلَى الشَّرِكَةِ بِمَالٍ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ) وَمُرَادُهُ الشَّرِكَةُ فِي الرِّبْحِ وَهُوَ يُسْتَحَقُّ بِالْمَالِ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ (وَالْعَمَلِ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ) وَلَا مُضَارَبَةَ بِذَوْنِهَا؛ إِلَّا تَمَرَى أَنْ الرِّبْحَ لَوْ شَرَطَ كُلُّهُ لِرَبِّ الْمَالِ كَانَ بِضَاعَةً، وَلَوْ شَرَطَ جَمِيعُهُ لِلْمُضَارِبِ كَانَ قَرْضًا.

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ إِلَّا بِالْمَالِ الَّذِي تَصِحُّ بِهِ الشَّرِكَةُ) وَقَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُهُ مِنْ قَبْلُ، وَلَوْ دَفَعَ إِلَيْهِ عَرْضًا وَقَالَ بَعْدُ وَاعْمَلْ مُضَارَبَةً فِي ثَمَنِهِ جَازَ لَهُ لِأَنَّهُ يَقْبَلُ الْإِضَافَةَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ تَوَكَّلَ وَاجَارَةً فَلَا مَانِعَ مِنَ الصَّحَةِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ لَهُ أَقْبِضْ مَا لِي عَلَى فُلَانٍ وَاعْمَلْ بِهِ مُضَارَبَةً جَازَ لِمَا قُلْنَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لَهُ اعْمَلْ بِالَّذِينَ الَّذِي فِي ذِمَّتِكَ حَيْثُ لَا تَصِحُّ الْمُضَارَبَةُ، لِأَنَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَصِحُّ هَذَا التَّوَكُّلُ عَلَى مَا مَرَّ فِي الْبُيُوعِ. وَعِنْدَهُمَا يَصِحُّ لَكِنْ يَقَعُ الْمِلْكُ فِي الْمُشْتَرَى لِلْأَمْرِ فَيَصِيرُ مُضَارَبَةً بِالْعَرَضِ.

اور عقد مضارب بت کا انعقاد شرکت پر ہوا کرتا ہے۔ جس میں ایک جانب سے مال ہوتا ہے اور فائدے کا حقدار ہوتا بھی ایک جانب سے مال جبکہ دوسری جانب کام کے ذریعے ثابت ہوتا ہے۔ شرکت کے بغیر مضارب بت ثابت نہیں ہوتی کیا آپ

غور و فکر نہیں کرتے کہ جب رب المال کے لئے سارے نفع کی شرط لگائی جائے تو یہ تجارت ہو جائے گی۔ اور جب مضارب پورے نفع کی شرط لگائے تو یہ قرض بن جائے گا۔

مضاربیت کا عقد اسی مال سے درست ہوگا جس سے شرکت درست ہوگی۔ اور پہلے مسئلہ میں اس مال کا بیان کر دیا گیا ہے اور جب رب المال نے کسی کو سامان دیتے ہوئے کہا کہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے مضاربیت کرو تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ قول اضافت کو قبول کرنے والا ہے۔ اور اسی قیاس کے مطابق ہے کہ یہ وکیل بنایا اور اجارے پر دینا ہے پس اس کے صحیح ہونے میں کوئی مانع نہ ہوگا اسی طرح جب رب المال نے کسی سے کہا کہ میرا جو مال فلاں آدمی کے ذمہ پر ہے اس کو لے لو اور مضاربیت کرو تو یہ بھی جائز ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب رب المال نے کسی شخص سے کہا کہ میرا جو قرض تمہارے ذمہ پر ہے اس سے مضاربیت کرو تو مضاربیت درست نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میں وکیل بنانا درست نہیں ہے۔ جس طرح بیوع میں اس مسئلہ کا بیان گزر گیا ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس میں وکالت درست ہے مگر ملکیت صرف خریدی ہوئی چیز میں امر کے لئے ثابت ہوگی اور مضاربیت سامان کے بدلے میں ہوگی۔

عقد مضاربیت کی بعض شرائط کا بیان

قَالَ (وَمِنْ شَرْطِهَا أَنْ يَكُونَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا مُشَاعًا لَا يَسْتَحِقُّ أَحَدُهُمَا ذِرَاهِمَ مُسَمَّاةٍ) مِنَ الرِّبْحِ لِأَنَّ شَرْطَ ذَلِكَ يَفْطَحُ الشَّرِكََةَ بَيْنَهُمَا وَلَا بُدَّ مِنْهَا كَمَا فِي عَقْدِ الشَّرِكَةِ .
قَالَ (فَإِنْ شَرَطَ زِيَادَةَ عَشْرَةٍ فَلَهُ أَجْرٌ مِثْلُهُ) لِفَسَادِهِ فَلَعَلَّهُ لَا يَرْبِحُ إِلَّا هَذَا الْقَدْرَ فَتَقْطَعُ الشَّرِكََةُ فِي الرِّبْحِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ ابْتَغَى عَنْ مَنَافِعِهِ عَوَضًا وَلَمْ يَنْتَهِ لِفَسَادِهِ، وَالرِّبْحُ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ نَسَاءٌ مُسْلِكُهُ، وَهَذَا هُوَ الْحُكْمُ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ لَمْ تَصَحَّ الْمُضَارَبَةُ وَلَا تُحَاوِزُ بِالْأَجْرِ الْقَدْرَ الْمَشْرُوطَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ كَمَا بَيَّنَّا فِي الشَّرِكَةِ، وَيَحِبُّ الْأَجْرُ وَإِنْ لَمْ يَرْبِحْ فِي رِوَايَةِ الْأَصْلِ لِأَنَّ أَجْرَ الْأَجِيرِ يَجِبُ بِتَسْلِيمِ الْمَنَافِعِ أَوْ الْعَمَلِ وَقَدْ وَجَدَ .
وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَجِبُ اعْتِبَارًا بِالْمُضَارَبَةِ الصَّحِيحَةِ مَعَ أَنَّهَا فَوْقُهَا، وَالْمَالُ فِي الْمُضَارَبَةِ الْفَاسِدَةِ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِالْهَلَاكِ اعْتِبَارًا بِالصَّحِيحَةِ، وَلِأَنَّهُ عَيْنٌ مُسْتَأْجَرَةٌ فِي يَدِهِ، وَكُلُّ شَرْطٍ يُوجِبُ جَهَالَةً فِي الرِّبْحِ يُفْسِدُهُ لِاخْتِلَالِ مَقْصُودِهِ، وَغَيْرُ ذَلِكَ مِنَ الشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ لَا يُفْسِدُهَا، وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ كَأَشْرَاطِ الْوَضِيعَةِ عَلَى الْمُضَارِبِ

اور مضاربیت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نفع دونوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے کوئی فریق نفع سے معین دراہم کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط ان کے درمیان شرکت کو ختم کرنے والی ہے حالانکہ شرکت ضروری بھی ہے جس طرح عقد شرکت

میں شرکت ضروری ہوا کرتی ہے۔

اور جب کسی کے لئے سوا میں سے دس درہم لینے کی شرط کو بیان کیا گیا ہے تو عامل کو مثلی اجرت ملے گی۔ کیونکہ یہ مقدمہ ضرورت فی سہ ہو چکا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف اسی مقدار میں نفع ملے اور نفع میں شرکت ختم ہو جائے۔ اور اجرت مثلی کا وجوب اس دلیل کے سبب ہوگا کہ مضارب نے اپنے نفع کا بدل لیتا چاہا ہے حالانکہ جب وہ عقد ہی فاسد ہو چکا ہے تو بدلہ نہیں پایا گیا لہذا پورا نفع رب المال کا ہوگا کیونکہ یہ افزائش اس کی ملکیت سے ہوئی ہے اور یہ حکم اس مقام پر جاری ہوگا جہاں مضارب بت درست نہ ہوئی ہو۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اجرت مثلی شرط میں متعین کردہ مقدار سے زائد نہ ہوگی جبکہ اس میں امام محمد علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے جس طرح شرکت کے باب میں ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔

اور فاسد مضارب بت میں اجرت واجب ہوگی خواہ مضارب نفع نہ کمایا ہو اور یہ مبسوط کی روایت ہے کیونکہ نفع کا حوالے کے سبب سے مزدور کی اجرت ثابت ہوتی ہے اور کام یہاں پایا جا رہا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے۔ کہ مضارب بت صحیح پر قیاس کرتے ہوئے اجرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ مضارب بت حسمہ مضارب بت فاسدہ سے بلند تر ہے۔ اور مضارب بت صحیح پر قیاس کرتے ہوئے مضارب بت فاسدہ میں ہلاکت مال کے سبب ضمان نہیں ہوا کرتا۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ جو مال مضارب کے قبضہ میں ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اور ہر وہ شرط جو نفع میں جہالت کا سبب بنے وہ عقد مضارب بت کو فاسد کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

کیونکہ اس کے سبب نفع کے مقاصد مختلف ہو جاتے ہیں اور اس کے سوا میں شرائط فاسدہ کے سبب مضارب بت کا عقد فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسد ہو جاتی ہے جس طرح مضارب کے لئے نقصان کی شرط لگائیں تو وہ فاسد ہو جائے گی۔

عقد مضارب بت میں مال کو مضارب کے سپرد کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمَالُ مُسَلَّمًا إِلَى الْمُضَارِبِ وَلَا يَدَّ لِرَبِّ الْمَالِ فِيهِ) لِأَنَّ الْمَالَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّسْلِيمِ إِلَيْهِ، وَهَذَا بِخِلَافِ الشَّرِكَةِ لِأَنَّ الْمَالَ فِي الْمُضَارَبَةِ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ وَالْعَمَلُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ، فَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَخْلُصَ الْمَالُ لِلْعَامِلِ لِيَتِمَّكَنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ.

أَمَّا الْعَمَلُ فِي الشَّرِكَةِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَلَوْ شَرَطَ خُلُوصَ الْيَدِ لِأَحَدِهِمَا لَمْ تَنْعَقِدْ الشَّرِكَةُ، وَشَرَطُ الْعَمَلِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ مُفْسِدٌ لِلْعَقْدِ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ خُلُوصَ يَدِ الْمُضَارِبِ فَلَا يَتِمَّكَنُ مِنَ التَّصَرُّفِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْمَقْصُودُ سَوَاءً كَانَ الْمَالِكُ عَاقِدًا أَوْ غَيْرَ عَاقِدٍ كَالصَّغِيرِ لِأَنَّ يَدَ الْمَالِكِ ثَابِتَةٌ لَهُ، وَبَقَاءُ يَدِهِ يَمْنَعُ التَّسْلِيمَ إِلَى الْمُضَارِبِ، وَكَذَا أَحَدُ الْمُتَفَارِضَيْنِ وَاحِدُ شَرِيكَي الْعِبَانِ إِذَا دَفَعَ الْمَالَ مُضَارَبَةً وَشَرَطَ عَمَلَ صَاحِبِهِ لِقِيَامِ الْمَلِكِ لَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ

عَاقِدًا، وَاشْتِرَاطُ الْعَمَلِ عَلَى الْعَاقِدِ مَعَ الْمُضَارِبِ وَهُوَ غَيْرُ مَالِكٍ يُفْسِدُهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُضَارَبَةِ فِيهِ كَالْمَأْذُونِ، بِخِلَافِ الْآبِ وَالْوَصِيِّ لَا تَهْمَا مِنْ أَهْلِ أَنْ يَأْخُذَا مَالَ الصَّغِيرِ مُضَارَبَةً بِنَفْسِهِمَا فَكَذَا اشْتِرَاؤُهُ عَلَيْهِمَا بِجُزْءٍ مِنَ الْمَالِ.

اور مال کو مضارب کے سپرد کرنا لازم ہے۔ اور رب المال کا اس میں کوئی اختیار نہ ہو کیونکہ مضارب کے قبضہ میں مال امانت ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی جانب مال کو حوالے کرنا لازم ہے جبکہ یہ حکم شرکت کے عقد کے خلاف ہے کیونکہ مضاربیت میں ایک جانب سے مال ہوتا ہے اور دوسری جانب سے کام ہوتا ہے پس عامل کے لئے مال کا خاص ہونا ضروری ہوا۔ تاکہ وہ اس میں تصرف کر سکے جبکہ عقد شرکت میں دونوں اطراف سے کام ہوتا ہے اور اب جب شرکت میں کسی ایک شریک کے لئے مال پر قبضہ کو خاص کر دیا جائے تو شرکت کا انعقاد نہ ہوگا جبکہ رب المال پر کام کی شرط لگانا یہ عقد کو فاسد کرتا ہے کیونکہ یہ شرط مضارب کے لئے اس مال پر قبضہ کرنے سے روکنے والی ہے اور وہ اس طرح تصرف نہ کر سکے گا۔ پس اس طرح مقصد ثابت نہ ہوگا اگرچہ عقد کرنے والا مالک یہ نہ ہو جس طرح صغیر ہے اور حکم ہر حالت میں اسی طرح ہے کیونکہ جب مال پر مالک کا قبضہ ثابت نہ ہوگا اور مالک کے قبضہ کی بقاء مضارب کی جانب مال کو سپرد کرنے سے روکنے والی ہوگی۔

اسی طرح جب عقد مفاوضہ کے شرکاء میں سے ایک نے یا شرکت عنان کے ایک شریک نے مضاربیت کے طور پر مال دے کر اپنے ساتھی کے لئے کام کرنے کی شرط لگائی ہے تو بھی عقد فاسد ہو جائے گا۔ اس سبب سے کہ مال پر مال دے کی ملکیت باقی ہے خواہ وہ عاقد نہیں بن رہا۔

اسی طرح جب مضارب کے ساتھ عاقد کے کام کرنے کی شرط لگائی اور وہ عاقد مالک مال نہ ہو تو یہ شرط بھی عقد کو فاسد کرنے والی ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عاقد اس مال پر مضاربیت کی اہلیت رکھنے والا نہ ہو جس طرح ماذون غلام ہے۔ یہ خلاف باپ اور وصی کے کیونکہ ان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ صغیر کا مال اپنے لئے بطور مضاربیت کے حاصل کریں تو نفع کی کچھ شرط لگانا بھی درست ہوگا۔

مضاربیت کے مطلق طور پر درست ہونے کے بعد اختیار مضارب کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَحَّحَتِ الْمُضَارَبَةُ مُطْلَقَةً جَازَ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَبِيعَ وَيَشْتَرِيَ وَيُؤْكَلَ وَيُسَافِرَ وَيُنْصَحَ وَيُودِعَ) لَا طَلَاقَ الْعَقْدِ وَالْمَقْصُودُ مِنْهُ الْإِسْتِرْبَاحُ وَلَا يَتَحَصَّلُ إِلَّا بِالتَّجَارَةِ، فَيُسْتَظَمُّ الْعَقْدُ صُنُوفَ التَّجَارَةِ وَمَا هُوَ مِنْ صَنِيعِ التَّجَارِ، وَالتَّوَكُّلُ مِنْ صَنِيعِهِمْ، وَكَذَا الْإِنْصَاعُ وَالْإِبْدَاعُ وَالْمَسَافَرَةُ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الْمُودِعَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ فَالْمُضَارِبُ أَوْلَى، كَيْفَ وَإِنَّ اللَّفْظَ دَلِيلٌ عَلَيْهِ لِأَنَّهَا مُشْتَقَّةٌ مِنَ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ وَهُوَ السَّيْرُ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ.

وَعَنْهُ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّهُ إِنْ دَفَعَ فِي بَلَدِهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ لِأَنَّهُ تَغْرِيبٌ عَلَى الْهَلَاكِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ وَإِنْ دَفَعَ فِي غَيْرِ بَلَدِهِ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ إِلَى بَلَدِهِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُرَادُ فِي الْغَالِبِ، وَالظَّاهِرُ مَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ قَالَ (وَلَا يُضَارِبُ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ أَوْ يَقُولَ لَهُ اغْمَلْ بِرَأْيِكَ) لِأَنَّ الشَّيْءَ لَا يَتَضَمَّنُ مِثْلَهُ لِتَسَاوِيهِمَا فِي الْقُوَّةِ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّصْبِيصِ عَلَيْهِ أَوْ التَّغْرِيبِ الْمُطْلَقِ إِلَيْهِ وَكَانَ كَالْتَوْكِيلِ، فَإِنَّ التَّوَكِيلَ لَا يَمْلِكُ أَنْ يُوَكَّلَ غَيْرُهُ إِلَّا إِذَا قِيلَ لَهُ اغْمَلْ بِرَأْيِكَ، بِخِلَافِ الْإِيذَاعِ وَالْإِبْضَاعِ لِأَنَّهُ دُونَهُ فَيَتَضَمَّنُهُ، وَبِخِلَافِ الْإِقْرَاضِ حَيْثُ لَا يَمْلِكُهُ.

وَأِنْ قِيلَ لَهُ اغْمَلْ بِرَأْيِكَ لِأَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ التَّعْيِيمُ فِيمَا هُوَ مِنْ صَنِيعِ التَّجَارِ وَلَيْسَ الْإِقْرَارُ مِنْهُ وَهُوَ تَبَرُّعٌ كَالْهَبَةِ وَالصَّدَقَةِ فَلَا يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ وَهُوَ الرِّبْحُ لِأَنَّهُ لَا تَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ، أَمَّا الدَّفْعُ مُضَارَبَةً فَمِنْ صَنِيعِهِمْ، وَكَذَا الشَّرِكَةُ وَالْخَلْطُ بِمَالِ نَفْسِهِ فَيَدْخُلُ تَحْتَ هَذَا الْقَوْلِ.

اور جب مطلق طور پر مضاربت درست ہو چکی ہے تو مضارب کے لئے بیع و شراء، وکیل بنانا، سفر کرنا، تجارت پر مال دینا اور ودیعت پر مال دینا جائز ہے۔ کیونکہ عقد مطلق طور پر ہے اور اس عقد سے نفع حاصل کرنا مقصود ہے جو صرف تجارت سے حاصل ہو سکتا ہے پس یہ عقد تجارت کے تمام اقسام و انواع اور تاجروں کے کاموں کو شامل ہے جبکہ وکیل بنانا یہ تاجروں کے کاموں میں سے ایک کام ہے۔ اسی طرح امانت رکھوانا، ابضاع اور مسافرت بھی تجارت سے متعلق کام ہیں۔

کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے ہیں کہ مودع کو امانت کا مال لے کر سفر کرنے کا اختیار ہے۔ تو مضاربت میں اس کو بدرجہ اولیٰ اختیار ہوگا اور اس کو یہ اختیار کیسے نہیں مل سکے گا جبکہ مضاربت دلیل مسافرت ہے۔ اور ویسے بھی وہ زمین میں ضرب سے ہی مشتق ہے۔ جس کا معنی ہی چلنا اور سفر کرنا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ان سے مضاربت کے مال لے کر سفر کرنے کا حق نہیں ہے اور انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رب المال نے مضارب کے شہر میں اسے مال دے دیا ہے تو اس کو مال لے کر سفر کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ یہ بغیر کسی ضرورت کے مال کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ جبکہ مال کو ہلاکت سے محفوظ کرنا ضروری ہے۔ لہذا بغیر کسی وجہ کے سفر کی اجازت نہ دی جائے گی۔ ہاں جب رب المال نے دوسرے شہر میں اس کو مال دیا ہے تو مضارب اس مال کو اپنے شہر لے جانے کے لئے سفر سکتا ہے۔ وہ اپنی جگہ پر پہنچ کر اطمینان سے وہ تجارت میں مصروف ہو جائے کیونکہ عام طور پر وہی شخص اپنے شہر میں پہنچ کر کاروبار اور تجارت کرنا پسند کرنے والا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ظاہری حکم وہی ہے جو کتاب یعنی صاحب قدوری علیہ الرحمہ نے جس کو ذکر کیا ہے۔ اور اس

میں مطلق طور پر سفر کی اجازت دی گئی ہے اگرچہ اس کو ضرورت ہو یا نہ ہو۔

اور مضارب وہ مال کسی کو آگے مضاربت نہیں دے سکتا جب تک اس کو رب المال نے اجازت نہ دی ہو یہ کہہ دیا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو کیونکہ وہ کوئی بھی چیز اپنی جیسی چیز کو شامل نہیں ہوتی۔ اسی لئے کہ وہ اور اس کی مثل دونوں چیزیں وقت میں برابر ہو جاتی ہیں۔ پس اس کی تصریح یا مضارب کی جانب سے مطلق طور پر حوالے کرنے کا عمل ضروری ہے اور یہ توکیل کی طرح ہی ہو جائے گا۔ لہذا توکیل بھی اس چیز میں کسی اور توکیل نہیں بنا سکتا ہاں البتہ جب اس سے یہ کہہ دیا ہو تو اپنی رائے سے عمل کرے بغیر ایذا و ابضاع کے کیونکہ یہ مضاربت سے تھوڑے مرتبے کے کام ہیں۔ لہذا ان کو مضاربت شامل ہو جائے گی یہ خلاف قرض سے کیونکہ مضاربہ اس کا مالک نہ ہوگا خواہ اس کو یہ کہہ دیا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو۔ کیونکہ اس میں عموم کو بیان کرنا مقصود ہے جو تاجروں کے کاموں میں سے ہے۔

البتہ قرض دینا یہ تاجروں کے لوازمات میں سے نہیں ہے بلکہ وہ توبہ صدقہ کی طرح احسان ہے اور یہ تاجروں کے اعمال میں سے ہے اور اسی طرح کسی شریک کرنا اور اس کو اپنے مال کے ساتھ کسی کا ملانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ بھی ”اپنی مرضی سے کام کرو“ کے عموم میں شامل ہے۔

معین شہر میں رب المال کا تصرف کو خاص کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ خَصَّ لَهُ رَبُّ الْمَالِ التَّصَرُّفَ فِي بَلَدٍ بَعِيْهِ أَوْ فِي سِلْعَةٍ بَعِيْنَهَا لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَتَجَاوَزَهَا) لِأَنَّهُ تَوَكَّلَ.

وَفِي التَّخْصِيصِ فَايْدَةٌ فَيَتَخَصَّصُ، وَكَذَا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ بِضَاعَةً إِلَى مَنْ يُخْرِجُهَا مِنْ تِلْكَ الْبَلَدَةِ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ إِلَّا خَرَجَ بِنَفْسِهِ فَلَا يَمْلِكُ تَفْوِيضَهُ إِلَى غَيْرِهِ.

قَالَ (فَإِنْ خَرَجَ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ الْبَلَدِ فَاشْتَرَى ضَمَنَ) وَكَانَ ذَلِكَ لَهُ، وَلَهُ رِبْحُهُ لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِ حَتَّى رَدَّهُ إِلَى الْكُوفَةِ وَهِيَ الَّتِي عَيْتَهَا بَرَاءٌ مِنَ الضَّمَانِ كَالْمُودَعِ إِذَا خَالَفَ فِي الْوَدِيعَةِ ثُمَّ تَرَكَ وَرَجَعَ الْمَالُ مُضَارَبَةً عَلَى سَحَالِهِ لِبَقَائِهِ فِي يَدِهِ بِالْعَقْدِ السَّابِقِ، وَكَذَا إِذَا رَدَّ بَعْضَهُ وَاشْتَرَى بِبَعْضِهِ فِي الْمِصْرِ كَانَ الْمَرْدُودُ وَالْمُشْتَرَى فِي الْمِصْرِ عَلَى الْمُضَارَبَةِ لِمَا قُلْنَا، ثُمَّ شَرَطَ الشِّرَاءَ بِهَا هَاهُنَا وَهُوَ رَوَايَةُ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ، وَفِي كِتَابِ الْمُضَارَبَةِ ضَمِنَهُ بِنَفْسِ الْإِخْرَاجِ.

وَالصَّحِيحُ أَنَّ بِالشِّرَاءِ يَتَقَرَّرُ الضَّمَانُ لِزَوَالِ اخْتِمَالِ الرَّدِّ إِلَى الْمِصْرِ الَّذِي عَيْتَهُ، أَمَّا الضَّمَانُ فَوُجُوبُهُ بِنَفْسِ الْإِخْرَاجِ، وَإِنَّمَا شَرَطَ الشِّرَاءَ لِلتَّقَرُّرِ لَا لِأَصْلِ الْوُجُوبِ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ عَلَى أَنْ يَشْتَرِيَ فِي سُوقِ الْكُوفَةِ حَيْثُ لَا يَصِحُّ التَّقْيِيدُ لِأَنَّ الْمِصْرَ مَخْرَجُ

تَبَايُنِ اطْرَافِهِ كَبُفْعَةٍ وَاحِدَةٍ فَلَا يُفِيدُ التَّقْيِيدُ، إِلَّا إِذَا صَرَخَ بِالتَّنْهِی بِأَنْ قَالَ اْعْمَلْ فِی السُّوقِ وَلَا تَعْمَلْ فِی غَیْرِ السُّوقِ لِأَنَّهُ صَرَخَ بِالتَّحْجُورِ وَالْوِلَايَةِ إِلَيْهِ وَمَعْنَى التَّخَصُّصِ أَنْ يَقُولَ لَهُ عَلَى أَنْ تَعْمَلَ كَذَا أَوْ فِی مَكَانٍ كَذَا، وَكَذَا إِذَا قَالَ خُذْ هَذَا الْمَالَ تَعْمَلْ بِهِ فِی الْكُوفَةِ لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لَهُ، أَوْ قَالَ لَأَعْمَلَ بِهِ فِی الْكُوفَةِ لِأَنَّ الْقَاءَ لِلْوَصْلِ أَوْ قَالَ خُذْهُ بِالتَّنْصِيفِ بِالْكُوفَةِ لِأَنَّ الْبَاءَ لِلِلِصَاقِ،

اور جب رب المال نے کسی معین شہر یا معین سامان میں تصرف کو خاص کیا ہے تو مضارب کے لئے اس کی خلاف ورزی جائز نہ ہوگی کیونکہ یہ عقد مضاربہ بت توکیل ہے اور تخصیص میں فائدہ ہے کیونکہ اس کو خاص رکھا گیا ہے اور مضارب کے لئے کسی ایسے شخص کو بھی بضاعت پر مال دینے کا اختیار نہ ہوگا جو اس کو شہر سے باہر لے کر جائے اس لئے کہ جب مضارب نے خود مال مضاربہ بت کو باہر لے جانے کا مالک نہیں ہے تو وہ دوسرے کی جانب سپرد کرنے کا مالک بھی نہ ہوگا۔

اور جب اس شہر کے سوا کسی دوسرے شہر کی جانب مال کو لے کر چلا گیا ہے اور اس نے کوئی چیز خریدی ہے تو وہ ضامن ہوگا اور خریدی ہوئی چیز اور اس کا نفع یہ سب مضارب کا ہوگا کیونکہ اس نے رب المال کے سوا یہ تصرف کر دیا ہے اور جب مضارب نے اس دوسرے شہر میں کوئی چیز بھی نہ خریدی اور مال مضاربہ بت کو لے کر کوفہ میں پہنچ چکا ہے اور رب المال نے کوئی کوئی معین کیا تھا تو مضارب ضمان سے بری ہو جائے گا جس طرح مودع نے ودیعت میں مودع کے حکم کی خلاف ورزی کی اس کے بعد مخالف کو چھوڑ دیا ہے اور یہ عقد سابق کے سبب سے مضارب کے پاس اسی حالت میں مضاربہ بت کے مال میں باقی رہے گا۔

اسی طرح جب مضارب نے کچھ مال واپس کیا ہے اور بعض مال کے بدلے شہر میں اس نے کوئی چیز خریدی ہے تو واپس لایا ہوا مال اور شہر میں خریدی گئی چیز دونوں میں مضاربہ بت کا مال ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اسی طرح یہاں خریدار کو ضمان کے لئے پابند کیا گیا ہے اور یہ روایت جامع صغیر کی ہے جبکہ مبسوط کی کتاب مضاربہ بت میں ہے کہ محض نکالنے سے مضارب ضامن ہو جائے گا۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ شرا کے سبب ضمان کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ شرا کے سبب سے رب المال کے معین کردہ شہر کی جانب مال مضاربہ بت کو واپس لے جانے کا احتمال ختم ہو چکا ہے البتہ ضمان رو گیا ہے تو اس کا وجوب محض اخراج ہی سے ہو جائے گا۔ جبکہ شرا کو تو ضمان کو پکا کرنے کے لئے مشروع کیا گیا ہے جبکہ اصل وجوب کے لئے نہیں کیا گیا ہے۔

اور یہی مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہوگا جب رب المال نے کہا کہ میں نے تم کو مال اس شرط پر دیا ہے کہ تم کوفہ کے بازار میں اس سے خریداری کر لو تو یہ قید درست نہ ہوگی کیونکہ شہر تباین اطراف کے سبب ایک ہی جگہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے لہذا قید درست نہ ہوگی۔ ہاں البتہ جب رب المال نے ممانعت کی وضاحت کرتے ہوئے اس کو کہہ دیا کہ فلاں بازار کے سوا میں خریداری نہ کرنا۔ اب چونکہ رب المال نے صراحت کے ساتھ منع کر دیا ہے اور اپنی کو اس کی ولایت حاصل ہے۔

اور خاص کرنے کا معنی یہ ہے کہ رب المال اس طرح کہہ دے میں اس شرط پر مال دے رہا ہوں کہ تم یہ کام کرو یا فلاں جگہ کام کرو۔ اور یا اس نے یہ کہہ کہ یہ مال لو اور کوفہ میں کام کرو کیونکہ دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے یا اس نے کہا کہ تو کوفہ میں کام کرنے

والا ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں فاء وصل کے لئے آئی ہے یا پھر اس نے یہ کہہ دیا کہ نصف نفع پر کوفہ میں کام کرو کیونکہ باء الساق کے لئے آئی ہے۔

مضارب کو مال دیکر کوفہ میں بیچنے کا حکم دینے کا بیان

أَمَّا إِذَا قَالَ خُذْ هَذَا الْمَالَ وَاعْمَلْ بِهِ بِالْكُوفَةِ فَلَهُ أَنْ يَعْمَلَ فِيهَا وَفِي غَيْرِهَا لِأَنَّ الْوَأَوْ
لِلْعُطْفِ قِصْرُ بِمَنْزِلَةِ الْمَشُورَةِ، وَلَوْ قَالَ عَلَى أَنْ تَشْتَرِيَ مِنْ فَلَانٍ وَتَبِيعَ مِنْهُ صَخَّ التَّقْيِيدِ
لَأَنَّهُ مُفِيدٌ لِرِيَادَةِ الثِّقَةِ بِهِ فِي الْمَعَامَلَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ عَلَى أَنْ تَشْتَرِيَ بِهَا مِنْ أَهْلِ
الْكُوفَةِ، أَوْ دَفَعَ فِي الصَّرْفِ عَلَى أَنْ يَشْتَرِيَ بِهِ مِنَ الصَّارِفَةِ وَيَبِيعَ مِنْهُمْ قَبَاعَ بِالْكُوفَةِ مِنْ
غَيْرِ أَهْلِهَا أَوْ مِنْ غَيْرِ الصَّارِفَةِ جَازٌ، لِأَنَّ فَائِدَةَ الْأَوَّلِ التَّقْيِيدُ بِالْمَكَانِ، وَفَائِدَةُ الثَّانِي
التَّقْيِيدُ بِالنَّوْعِ، وَهَذَا هُوَ الْمُرَادُ عُرفًا لَا فِيمَا وَرَاءَ ذَلِكَ.

قَالَ (وَكَذَلِكَ إِنْ وَقَّتَ لِلْمُضَارَبَةِ وَقْنَا بِعَيْنِهِ يَطْلُ الْعَقْدُ بِمُضِيِّهِ) لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ فَبَتَوَقَّتْ بِمَا
وَقَّتَهُ وَالتَّوْقِيتُ مُفِيدٌ وَأَنَّهُ تَقْيِيدٌ بِالزَّمَانِ فَصَارَ كَالْتَّقْيِيدِ بِالنَّوْعِ وَالْمَكَانِ.

پس جب رب المال نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ مال لے لو اور اس سے کوفہ میں کاروبار کرو تو مضارب کو کوفہ اور کوفہ کے سوا
میں ہر جگہ کام کرنے کا اختیار ہوگا کیونکہ واؤ عطف کے لئے آتی ہے پس یہ مشورہ کے حکم میں ہوگا۔

اور جب اس نے کہا کہ میں اس شرط پر تم کو مال دیتا ہوں کہ فلاں آدمی سے خرید و فروخت کرو تو یہ قید درست ہوگی کیونکہ متیہ بہ
کے ساتھ معاملہ میں زیادتی کے اعتماد کے حوالے سے قید فائدہ مند ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے یہ کہہ دیا ہے
کہ میں اس شرط پر تم کو مال دے رہا ہوں کہ تم کوفہ سے خرید و فروخت کرو یا پھر اس نے بعض صرافہ کا مال دے دیا ہے اس پر شرط پر کہ
تم سناروں سے کاروبار کرو اور مضارب نے کوفہ میں اہل کوفہ سے سوا سناروں سے کاروبار کرنا شروع کر دیا تو جائز ہے کیونکہ پہلے کا
فائدہ قید بہ مکان ہے اور دوسرے کا فائدہ قید بہ قسم ہے اور عرف کے مطابق ان دونوں سے یہی سمجھا جاتا ہے جبکہ اس کے سوا کچھ مراد
نہیں ہے۔

اور جب رب المال نے مضارب بت کے لئے کوئی وقت مقرر کیا ہے تو وہ وقت گزرنے کے بعد عقد باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ
یہاں عقد مضارب بت توکیل ہے پس رب المال کے موقت کرنے کے سبب یہ موقت ہو جائے گا اور توقیت مفید یہ ہے کہ زمانے کے
ساتھ متعید کرنا ہے اور یہی نوع اور جگہ کی قید کی طرح ہے۔

قرابت کے سبب مضارب کے لئے غلام نہ خریدنے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَشْتَرِيَ مَنْ يُعْتَقُ عَلَى رَبِّ الْمَالِ لِقَرَانَةٍ أَوْ غَيْرِهَا) لِأَنَّ الْعَقْدَ
وُضِعَ لِتَحْصِيلِ الرِّبْحِ وَذَلِكَ بِالتَّصَرُّفِ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى، وَلَا يَتَحَقَّقُ فِيهِ لِعْتِقِهِ وَلِهَذَا لَا

يَدْخُلُ فِي الْمُضَارَبَةِ شِرَاءٌ مَا لَا يَمْلِكُ بِالْقَبْضِ كَشِرَاءِ الْخَمْرِ وَالشِّرَاءِ بِالْمَبْتِئَةِ بِخِلَافِ
الْبَيْعِ الْفَاسِدِ لِأَنَّهُ يُمَكِّنُهُ بَعْدَ قَبْضِهِ لِيَتَحَقَّقَ الْمَقْصُودُ .

اور مضارب کے لئے ایسے غلام کی خریداری کرنے کا حق نہ ہوگا جو قرابت یا کسی دوسرے سبب سے رب المال سے آزاد ہو جائے کیونکہ مضاربیت کا مقصد نفع حاصل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور نفع کا حصول ایک کے بعد دوسرے کی تصرفات سے ثابت ہوگا جبکہ مذکورہ حالت میں خریدی گئی چیز میں ایک کے بعد دوبارہ تصرف ممکن نہ ہوگا کیونکہ ایک ہی مرتبہ تصرف کے سبب سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ مضاربیت میں اس چیز کی خریداری داخل نہ ہوگی جو قبضہ کے سبب سے مملوک نہ ہوئی ہو جس طرح شراب و مردار کی خریداری ہے۔ یہ خلاف بیع فاسد کے کیونکہ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو بیچنا ممکن ہے کیونکہ مقصود ثابت ہو جائے گا۔

آزادی کا سبب بننے والا غلام مضارب کا ہوگا

قَالَ (وَلَوْ فَعَلَ صَارَ مُشْتَرِيًا لِنَفْسِهِ ذَوْنُ الْمُضَارَبَةِ) لِأَنَّ الشِّرَاءَ مَتَى وَجَدَ تَفَادًا عَلَى
الْمُشْتَرِي تَفَادًى عَلَيْهِ كَالْوَكِيلِ بِالشِّرَاءِ إِذَا خَالَفَ .

قَالَ (فَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ رِبْحٌ لَمْ يَجْزَلَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ مَنْ يُعْتَقُ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ يُعْتَقُ عَلَيْهِ نَصِيبُهُ
وَيُفْسِدُ نَصِيبَ رَبِّ الْمَالِ أَوْ يُعْتَقُ عَلَى الْإِخْتِلَافِ الْمَعْرُوفِ فَيَمْتَنِعُ النَّصْرُفُ فَلَا يَحْصُلُ
الْمَقْصُودُ (وَأِنْ اشْتَرَاهُمْ ضَمِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ) لِأَنَّهُ يَصِيرُ مُشْتَرِيًا الْعَبْدَ لِنَفْسِهِ فَيُضْمَنُ
بِالنَّفْدِ مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْمَالِ رِبْحٌ جَازَ أَنْ يَشْتَرِيَهُمْ لِأَنَّهُ لَا مَانِعَ مِنْ
النَّصْرُفِ، إِذَا لَا شَرِكَةَ لَهُ فِيهِ لِيُعْتَقَ عَلَيْهِ (فَإِنْ زَادَتْ قِيَمَتُهُمْ بَعْدَ الشِّرَاءِ عَتَقَ نَصِيبُهُ مِنْهُمْ)
لِمِلْكِهِ بَعْضَ قَرِيبِهِ (وَلَمْ يَضْمَنْ لِرَبِّ الْمَالِ شَيْئًا) لِأَنَّهُ لَا صُنْعَ مِنْ جِهَتِهِ فِي زِيَادَةِ الْقِيَمَةِ
وَلَا فِي مِلْكِهِ الزِّيَادَةَ، لِأَنَّ هَذَا شَيْءٌ يَثْبُتُ مِنْ طَرِيقِ الْحُكْمِ فَصَارَ كَمَا إِذَا وَرِثَهُ مَعَ غَيْرِهِ
(وَيَسْقَى الْعَبْدُ فِي قِيَمَةِ نَصِيبِهِ مِنْهُ) لِأَنَّهُ أُحْتَسِبَتْ مَالِيَّتُهُ عِنْدَهُ فَيَسْقَى فِيهِ كَمَا فِي الْوَرِثَةِ .

اور جب مضارب نے کوئی اس طرح کا غلام خریدا ہے جو رب المال پر آزاد ہوتا ہے تو مضارب اس کو اپنے لئے خریدنے والا بن جائے گا کیونکہ جب خریدی ہوئی چیز کو خریدار کے حق میں نافذ کرنا ممکن ہے تو وہ اس پر نافذ کر دی جائے گی جس طرح وکیل یہ شراہ جب موکل کے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو شراہ کا نافذ ہونا اسی پر ہی ہوتا ہے۔

اور جب مال میں کچھ نفع ملے تو مضارب کے لئے کسی ایسے آدمی کو خریدنا جائز نہیں ہے جو اس پر آزاد ہو جائے کیونکہ اس طرح کرنے سے مضارب کا حصہ اس پر آزاد ہو جائے گا جبکہ رب المال کا حصہ یا تو فاسد ہو جائے گا یا پھر وہ بھی آزاد ہو جائے گا اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے جو مشہور ہے پس تصرف منع ہوگا اور مقصود حاصل نہ ہوگا۔

اور جب مضارب نے مضاربیت کے مال سے ایسے دو غلاموں کو خریدا ہے تو وہ مضاربیت کے مال کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ غلام

خریدنے والا ہے پس وہ مضارب کے مال کا ضامن بن جائے گا۔

اور جب مال مضارب کے لئے جو اس پر آزاد کیا گیا ہے اس کو خریدنا جائز ہے کیونکہ اب تصرف سے کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے کیونکہ اب مضارب کے مال میں شرکت نہیں ہے کہ خریدار غلام اس پر آزاد کیا جائے۔

اور پھر جب خریدنے کے بعد ان غلاموں کی بڑھ جائے تو ان میں سے مضارب کا حصہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ وہ اپنے ذریعہ محرم کے حصے کا مالک بن گیا ہے جبکہ مضارب رب المال کے لئے ضامن نہ ہوگا کیونکہ قیمت بڑھنے میں مضارب کا کوئی عمل دخل نہ رہا ہے اور نہ ہی اس کی ملکیت میں اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ یہ چیز عقد کے حکم سے ثابت ہوئی ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح دوسرے کے ساتھ مضارب اپنے کسی قریبی کا وارث بنا ہے۔

مضارب کے لئے نصف کی شرط پر ایک ہزار دراهم ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ أَلْفٌ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا جَارِيَةً قِيمَتُهَا أَلْفٌ فَوَطَّنَهَا فَبَجَاءَتْ بِوَلَدٍ يُسَاوِي أَلْفًا فَأَدَّاعَاهُ ثُمَّ بَلَغَتْ قِيمَةُ الْغُلَامِ أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةٍ وَالْمُدَّعَى مُوَسَّرٌ، فَإِنْ شَاءَ رَبُّ الْمَالِ اسْتَسْقَى الْغُلَامَ فِي أَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ وَخَمْسِينَ، وَإِنْ شَاءَ اعْتَقَ) وَوَجْهٌ ذَلِكَ أَنَّ الدَّعْوَةَ صَحِيحَةً لِي الظَّاهِرِ حَمَلًا عَلَى فِرَاشِ الْكِتَابِ، لِكُنْهَ لَمْ يَنْفُذْ لِفَقْدِ شَرْطِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ لِعَدَمِ ظُهُورِ الرَّبْحِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا : أَغْنَى الْأُمُّ وَالْوَلَدُ مُسْتَحَقُّ بِرَأْسِ الْمَالِ، كَمَالِ الْمُضَارَبَةِ إِذَا صَارَ أَغْنَاءَا كُلَّ عَيْنٍ مِنْهَا يُسَاوِي رَأْسَ الْمَالِ لَا يَظْهَرُ الرَّبْحُ كَذَا هَذَا، فَإِذَا زَادَتْ قِيمَةُ الْغُلَامِ الْآنَ ظَهَرَ الرَّبْحُ فَفَعَلَتْ الدَّعْوَةُ السَّابِقَةُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اعْتَقَ الْوَلَدُ ثُمَّ أَزْدَادَتْ الْقِيَمَةَ.

لِأَنَّ ذَلِكَ انْشَاءُ الْعِتْقِ، فَإِذَا بَطَلَ لِعَدَمِ الْمِلْكِ لَا يَنْفُذُ بَعْدَ ذَلِكَ بِحُدُوثِ الْمِلْكِ، أَمَّا هَذَا فَيَاخْبَارٌ فَجَازَ أَنْ يَنْفُذَ عِنْدَ حُدُوثِ الْمِلْكِ كَمَا إِذَا أَقَرَّ بِحُرِّيَّةِ عَبْدٍ غَيْرِهِ ثُمَّ اشْتَرَاهُ، وَإِذَا صَحَّتْ الدَّعْوَةُ وَثَبَتَ النَّسَبُ عَتَقَ الْوَلَدُ لِقِيَامِ مِلْكِهِ فِي بَعْضِهِ، وَلَا يَضْمَنُ لِرَبِّ الْمَالِ شَيْئًا مِنْ قِيَمَةِ الْوَلَدِ لِأَنَّ عِتْقَهُ ثَبَتَ بِالنَّسَبِ وَالْمِلْكِ وَالْمِلْكُ آخِرُهُمَا فَيُضَافُ إِلَيْهِ وَلَا صُنْعَ لَهُ فِيهِ، وَهَذَا ضَمَانُ إِعْتَاقِي فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْدِي وَلَمْ يُوجَدْ.

اور جب مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط پر ایک ہزار دراهم ہوں اور اس نے ان ایک ہزار دراهم کے بدلے میں ایک ایسی باندی کو خرید لیا جس کی قیمت ایک ہزار دراهم ہے اور اس نے اس باندی سے جماع کر لیا اس کے بعد اس باندی نے ایک بچے کو جنم دیا جس کی قیمت ایک ہزار ہے اور مضارب نے اس کا دعویٰ کر دیا ہے اس کے لڑکے کی قیمت بڑھ کر ڈیڑھ ہزار دراهم ہو چکی ہے اور مضارب مدعی مالدار ہے تو اب اگر رب المال چاہے تو غلام سے ڈیڑھ سو دراهم میں محنت کرائے اور اگر وہ چاہے تو اس

کو آزاد کر دے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جماع کو فراش نکاح پر محمول کرتے ہوئے ظاہری طور پر اس دعویٰ کو درست قرار دیا جائے گا۔ مگر آزادی کے حق میں یہ دعویٰ ظاہر نہ ہوگا کیونکہ آزادی کی شرط یعنی ملکیت ہے ہی نہیں۔ اس لئے نفع ظاہر نہ ہوا ہے کیونکہ ماں اور ام ولد میں سے ہر ایک رأس المال سے مقدار بتا ہے جس طرح مضارب بت کے مال جس وقت عین بن جائے اور ہر عین رأس المال کے برابر تو نفع ظاہر نہ ہوگا اسی طرح یہاں بھی نفع ظاہر نہ ہوگا اور جب اس وقت غلام کی قیمت بڑھ جائے تو نفع ظاہر ہوگا اور گزشتہ دعویٰ نافذ ہو جائے گا یہ خلاف اس صورت کے کہ جب مضارب نے لڑکے کو آزاد کر دیا ہے اس کے بعد قیمت بڑھ گئی ہے اس لئے کہ یہی آزادی کا انشاء ہوا ہے۔

اور جب ملکیت نہ ہونے کے سبب سے ایک بار انشاء باطل ہو گیا ہے تو اس کے بعد حدوث ملکیت سے آزادی نافذ نہ ہوگی۔ جبکہ محض دعویٰ تو وہ خبر ہے لہذا حدوث ملکیت کے وقت اس کا نفاذ ہو جائے گا جس طرح کسی نے دوسرے کے غلام کی آزادی کا اقرار کیا ہے اس کے بعد اس کو خرید لیا ہے۔ اور اس کے بعد جب دعویٰ درست ہو گیا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ بیٹے کے بعض حصہ میں مضارب کی ملکیت ثابت ہے۔ اور یہ مضارب رب المال کے لئے لڑکے کی قیمت میں سے کسی چیز کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کی آزادی نسب اور ملکیت دونوں سے ثابت ہوئی ہے جبکہ ملکیت آخر میں بھی موجود ہے کیونکہ حکم اس کی جانب منسوب کیا گیا ہے اور اس میں مضارب کا کوئی عمل دخل تک نہیں ہے اور یہ ضمان آزادی ہے کیونکہ تعدی لازم ہے۔ حالانکہ تعدی تو موجود بھی نہیں ہے۔

رب المال کے لئے غلام سے کمائی کروانے کا بیان

(وَلَهُ أَنْ يَسْتَعِيَ الْغَلَامَ) لِأَنَّهُ أُخْبِتَ مَالِيَّتُهُ عِنْدَهُ، وَلَهُ أَنْ يَعْتِقَ لِأَنَّ الْمُسْتَعِيَ كَالْمُكَاتَبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَيَسْتَعِيهِ فِي أَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ وَخَمْسِينَ، لِأَنَّ أَلْفَ مُسْتَحَقٍّ بِرَأْسِ الْمَالِ وَالْخُمْسِمِائَةِ رِبْحٍ وَالرِّبْحَ بَيْنَهُمَا فَلِهَذَا يَسْمَى لَهُ فِي هَذَا الْمِقْدَارِ . ثُمَّ إِذَا قَبَضَ رَبُّ الْمَالِ أَلْفَ لَهُ أَنْ يُضْمَنَ الْمُدْعَى نِصْفَ فِجْمَةِ الْأَمِّ لِأَنَّ أَلْفَ الْمَاخُودَ لَمَّا أُشْحِقَ بِرَأْسِ الْمَالِ لِكُونِهِ مُقَدَّمًا فِي الْأَسْفَاءِ ظَهَرَ أَنَّ الْجَارِيَةَ كُلَّهَا رِبْحٌ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا، وَقَدْ تَقَدَّمَ دَعْوَةٌ صَحِيحَةٌ لِاحْتِمَالِ الْفِرَاشِ الثَّابِتِ بِالنِّكَاحِ وَتَوَقَّفَ نَفَاذُهَا لِتَقَدُّدِ الْمِلْكِ، فَإِذَا ظَهَرَ الْمِلْكُ تَقَدَّتْ تِلْكَ الدَّعْوَةُ وَصَارَتْ الْجَارِيَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ وَيُضْمَنُ نَصِيبَ رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّ هَذَا ضَمَانُ تَمَلُّكِ وَضَمَانُ التَّمَلُّكِ لَا يَسْتَدْعِي صُنْعًا كَمَا إِذَا اسْتَوْلَدَ جَارِيَةٌ بِالنِّكَاحِ ثُمَّ مَلَكَهَا هُوَ وَغَيْرُهُ وَرَأْنَةٌ يُضْمَنُ نَصِيبَ شَرِيكِه كَذَا هَذَا ؛ بِخِلَافِ ضَمَانِ الْوَلَدِ عَلَى مَا مَرَّ .

اور رب المال کے لئے غلام سے کمائی کروانے کا حق موجود ہے کیونکہ اس کی مالیت اسی غلام کے پاس مقید ہے اور

رب المال کو یہ بھی حق حاصل ہوگا۔ وہ اس غلام کو آزاد کر دے جس طرح مکاتب میں ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حکم یہی ہے اور جب وہ کمائی کروائے گا تو وہ ساڑھے بارہ سو درہم میں کمائی کر دے گا۔ کیونکہ ایک ہزار تو اس المال سے بطور حق بنا ہے اور پانچ سو درہم نفع ہیں اور نفع مضارب اور رب المال میں مشترک ہے۔ کیونکہ ۲۵۰ درہم کی مقدار میں وہ غلام رب المال کے لئے کمائی کرے گا اس کے جب رب المال ایک ہزار پر قبضہ کر لے گا تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ مضارب کو ام کی نصف قیمت کا ضامن بنا دے کیونکہ وصول کیے گئے جب ہزار درہم اس المال سے حق بنے ہیں تو ان کو وصول کرنا مقدم ہوا ہے تو یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ پوری باندی نفع تھی کیونکہ وہ بھی ان کے درمیان مشترک ہوئی ہے۔

البتہ اس سے پہلے مضارب کی جانب سے دعویٰ درست ثابت ہو چکا ہے کیونکہ ممکن ہے نکاح کے سبب مذکورہ باندی میں اس کا فراش ثابت ہو چکا ہو البتہ ملک کے نہ ہونے کے سبب اس دعویٰ کا نفاذ موقوف تھا۔ اور جب ملکیت ظاہر ہو چکی ہے تو وہی سابقہ دعویٰ نافذ ہو جائے گا۔ کیونکہ ملکیت کا ہونا یہ فعل کا تقاضہ کرنے والا نہیں ہے جس طرح کسی شخص نے نکاح کر کے باندی کو ام ولد بنالیا اس کے بعد پیدا ہونے والے اور ایک دوسرا شخص وراثت میں اس باندی کے مالک بن گئے تو یہ مستولد اپنے شریک کے حصے کا ضامن ہو گا اسی طرح یہاں بھی مضارب رب المال کے حصے کا ضامن ہوگا بہ خلاف ضمان ولد کے جس طرح کہ اس کا بیان گزر گیا ہے۔

بَابُ الْمُضَارِبِ يُضَارِبُ

﴿یہ باب مضارب کا مضارب بنانے کے بیان میں ہے﴾

باب مضارب يضارب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضارب کی مضاربت یہ مرکب ہے جبکہ اس سے قبل مضاربت سے متعلق احکام مفردہ کو بیان کیا ہے۔ مفرد و مرکب میں تقدم و تاخر کا قانون وضعی عموم کے تمام اہل علم کے نظر کے موافق موجود ہے جس پر کسی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (عن یہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ص ۱۵۸، بیروت)

مضارب کا مال مضاربت دوسرے کو دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا دَفَعَ الْمُضَارِبُ الْمَالَ إِلَى غَيْرِهِ مُضَارِبَةً وَلَمْ يَأْذَنْ لَهُ رَبُّ الْمَالِ لَمْ يَضْمَنْ بِالدَّفْعِ وَلَا يَتَصَرَّفَ الْمُضَارِبُ الثَّانِي حَتَّى يَرْبِخَ، فَإِذَا رِبَخَ ضَمِنَ الْأَوَّلُ لِرَبِّ الْمَالِ) وَهَذَا رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: إِذَا عَمِلَ بِهِ ضَمِنَ رِبَخَ أَوْ لَمْ يَرْبِخَ، وَهَذَا ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ.
وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَضْمَنْ بِالدَّفْعِ عَمِلَ أَوْ لَمْ يَعْمَلْ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْمَمْلُوكَ لَهُ الدَّفْعُ عَلَى وَجْهِ الْإِيْدَاعِ، وَهَذَا الدَّفْعُ عَلَى وَجْهِ الْمُضَارِبَةِ. وَلَهُمَا أَنَّ الدَّفْعَ إِيدَاعَ حَقِيقَةً، وَإِنَّمَا يَتَقَرَّرُ كَوْنُهُ لِلْمُضَارِبَةِ بِالْعَمَلِ فَكَانَ الْحَالُ مُرَاعَى قَبْلَهُ.
وَلَا بِي حَنِيفَةَ أَنَّ الدَّفْعَ قَبْلَ الْعَمَلِ إِيدَاعٌ وَبَعْدَهُ إِبْضَاعٌ، وَالْفِعْلَانِ يَمْلِكُهُمَا الْمُضَارِبُ فَلَا يَضْمَنْ بِهِمَا، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا رِبَخَ فَقَدْ اثْبَتَ لَهُ شَرِكَةٌ فِي الْمَالِ فَيَضْمَنْ كَمَا لَوْ خَلَطَهُ بِغَيْرِهِ، وَهَذَا إِذَا كَانَتْ الْمُضَارِبَةُ صَحِيحَةً، فَإِنْ كَانَتْ فَاسِدَةً لَا يَضْمَنُ الْأَوَّلُ، وَإِنْ عَمِلَ الثَّانِي لِأَنَّهُ أَجِيرٌ فِيهِ وَلَهُ أَحْرُ مِثْلِهِ فَلَا تَثْبُتُ الشَّرِكَةُ بِهِ.

ثُمَّ ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ يَضْمَنُ الْأَوَّلُ وَلَمْ يَذْكُرِ الثَّانِي.

وَقِيلَ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَضْمَنَ الثَّانِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَغِنْدَهُمَا يَضْمَنُ بِنَاءً عَلَى

اِخْتِلَافِهِمْ فِي مُوَدِّعِ الْمُوَدِّعِ .

وَقِيلَ رَبُّ الْمَالِ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْأَوَّلُ وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الثَّانِي بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ الْمَشْهُورُ، وَهَذَا عِنْدَهُمَا ظَاهِرٌ وَكَذَا عِنْدَهُ، وَوَجْهُ الْفَرْقِ لَهُ بَيْنَ هَلِيبَةٍ وَبَيْنَ مُوَدِّعِ الْمُوَدِّعِ أَنَّ الْمُوَدِّعَ الثَّانِي يَقْبِضُهُ لِمَنْفَعَةِ الْأَوَّلِ فَلَا يَكُونُ ضَامِنًا، أَمَّا الْمُضَارِبُ الثَّانِي يَفْعَلُ فِيهِ لِنَفْعِ نَفْسِهِ فَجَازَ أَنْ يَكُونَ ضَامِنًا .

ثُمَّ إِنْ ضَمَّنَ الْأَوَّلُ صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ بَيْنَ الْأَوَّلِ وَبَيْنَ الثَّانِي وَكَانَ الرِّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا لِأَنَّهُ ظَهَرَ أَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ مِنْ حِينَ خَالَفَ بِالْإِجْمَاعِ إِلَى غَيْرِهِ لَا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي رَضِيَ بِهِ فَضَارَ كَمَا إِذَا دَفَعَ مَالَ نَفْسِهِ، وَإِنْ ضَمَّنَ الثَّانِي رَجَعَ عَلَى الْأَوَّلِ بِالْعَقْدِ لِأَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ كَمَا فِي الْمُوَدِّعِ وَلِأَنَّهُ مَفْرُورٌ مِنْ جِهَتِهِ فِي ضَمْنِ الْعَقْدِ .

وَتَصِحُّ الْمُضَارَبَةُ وَالرِّبْحُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا شَرَطَا لِأَنَّ قَرَارَ الضَّمَانِ عَلَى الْأَوَّلِ فَكَانَتْ ضَمْنَهُ ائْتِدَاءً، وَيَطِيبُ الرِّبْحُ لِلثَّانِي وَلَا يَطِيبُ لِلْأَوَّلِ لِأَنَّ الْأَوَّلَ يَسْتَحِقُّهُ بِعَمَلِهِ وَلَا خُبْتَ فِي الْعَمَلِ، وَالْأَوَّلُ يَسْتَحِقُّهُ بِمِلْكِهِ الْمُسْتَتِيدِ بِإِدَاءِ الضَّمَانِ وَلَا يُعْرَى عَنْ نَوْعِ خُبْتَ .

اور جب مضارب نے مضاربہ کا مال کسی دوسرے شخص کو مضاربہ کرنے کے لئے دیا ہے جبکہ رب المال نے اس کا اجازت بھی نہ دی تھی تو صرف دینے اور مضاربہ ثانی کے تصرف سے مضاربہ اول رب المال کے لئے کسی چیز میں ضامن نہ ہوگا یہاں تک کہ جب مضاربہ ثانی نفع مل گیا ہے جب اس کو نفع حاصل ہوا ہے مضاربہ اول رب المال کے لئے ضامن بن جائے گا۔

حضرت امام حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کیا ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا کہ مضاربہ ثانی کے کام کرنے کے سبب مضاربہ اول ضامن ہو جائے گا خواہ دوسرے کو نفع حاصل ہو جائے یا نہ ہو یہی ظاہر الروایت ہے۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دینے سے مضاربہ اول ضامن بن جائے گا اگرچہ دوسرا اس میں کوئی عمل کرے یا نہ کرے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی یہی روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ مضاربہ کو صرف امانت کے طور پر دینے کا اختیار ہے اور جب یہ مضاربہ کے طور پر دے دیتا ہے تو وہ ضامن ہوگا،

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دینا یہ اصل میں دوسرے کے قبضہ میں امانت رکھنا ہے۔ جبکہ کام شروع کرنے کے سبب یہ مضاربہ کو دور کرنے کے لئے ہوگا پس اس سے پہلے والی حالت حفاظت کا حال ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے دینا یہ ایذا ہے اور عمل کے بعد یہ ابتضاع ہے۔ جبکہ مضاربہ اول یہ ایذا اور ابتضاع دونوں کا مالک ہے پس انہی دونوں کے اسباب کے پیش نظر اس پر ضمان نہ ہوگا ہاں ابستہ جب اس

کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو مال میں دوسرے کی شرکت ثابت ہو جائے گی لہذا وہ ضامن ہوگا۔

جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب پہلا مضارب بت کے مال کو دوسرے مال سے ساتھ ملا دے تو وہ ضامن ہوتا ہے اور یہ ضمانت وقت ہوگا جب مضارب بت درست ہو اور جب مضارب فاسد ہو تو اب مضارب اول ضامن نہ ہوگا۔ خواہ وہ مضارب بت کے مال ہی کیوں نہ شروع کر دیا ہو۔ کیونکہ اب دوسرا اس میں اجرت لینے والا ہے اور اس واجرت منگی ملے گی لہذا مال میں اس کی شرکت ثابت نہ ہوگی۔

اس کے بعد قدری میں مضارب اول کے ضامن ہونے کو ذکر کیا گیا ہے جس میں دوسرے مال میں شرکت نہیں ہے۔ ایسا قول یہ بھی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو ضامن نہ ہونا چاہیے جبکہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کو ضامن ہونا چاہیے۔ اور یہ اختلاف مودع المودع کے اختلاف پر مبنی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رب المال کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو دوسرے سے ضمان لے اور وہ چاہے تو پہلے سے ضمان لے۔ یہ قسم پر اتفاق ہے اور مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ کیونکہ یہ صاحبین کے نزدیک نماہر اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی لازم ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس مسئلہ میں اور مودع المودع کے مسئلہ میں فرق حسب ذیل ہے۔ کہ دوسرا مودع مانی پہلے مودع کی منفعت پر مال پر قبضہ کرنے والا ہے لہذا وہ ضامن نہ ہوگا مگر جب مضارب ثانی اس میں اپنے لئے کام کرتا ہے پس وہ ضامن ہو جائے گا۔

اس کے بعد جب رب المال مضارب اول کو ضامن بناتا ہے تب بھی اول و ثانی دونوں کے درمیان مضارب بت درست ہوتی اور اس کا نفع ان کے درمیان انہی شرائط کے مطابق مشترک ہوگا۔ اس لئے کہ جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ جس وقت اس نے رب المال کی مخالفت کرتے ہوئے دوسرے کو مال دیا ہے تو وہ اسی وقت مال مضارب کا مالک بن جائے گا تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح اس نے اپنا مال مضارب بت کے لئے دے دیا ہے۔

اور جب رب المال نے مضارب ثانی کو ضامن بنا دیا ہے تو مضارب ثانی عقد کے سبب پہلے سے رجوع کرے گا۔ کیونکہ دوسرا مضارب پہلے کے لئے کام کرنے والا ہے۔ جس طرح مودع میں ہے کیونکہ دوسرا مضارب عقد میں پہلے کی جانب سے دھوکے میں چلا گیا ہے۔ ہاں البتہ مضارب درست ہوگی۔ اور انہی شرائط کے مطابق ان میں نفع تقسیم کیا جائے گا کیونکہ حکام کا اقرار حقیقت میں پہلے مضارب پر ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا گو رب المال نے ابتدائی طور پر ہی اس کو ضامن بنایا ہے اور دوسرے مضارب کے لئے نفع لینا حلال ہوگا جبکہ مضارب اول کے لئے نفع مناسب نہ ہوگا کیونکہ مضارب ثانی اپنی محنت کے سبب نفع کا حقدار بنا ہے جبکہ پہلا مضارب ملکیت کے سبب نفع میں حقدار بنتا ہے جو ادائے ضمان کی جانب منسوب ہے۔ لہذا یہ تھوڑی بہتی خباثت سے خالی نہیں ہے۔ (کیونکہ ضمان کا بوجھ پہلے نے خود ہی رب المال سے لے کر اٹھایا ہوا ہے)

نصف پر مضارب کو مال دینے کا بیان

قَالَ (فَإِذَا دَفَعَ رَبُّ الْمَالِ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ وَأَذِنَ لَهُ بِأَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى غَيْرِهِ قَدْفَعَهُ بِالثَّلَاثِ وَقَدْ

تَصَرَّفَ الثَّانِي وَرَبِّحَ، فَإِنْ كَانَ رَبُّ الْمَالِ قَالَ لَهُ عَلَى أَنْ مَا رَزَقَ اللَّهُ فَهُوَ بَيْنَنَا بَضْفَانِ
فَلَرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ وَلِلْمُضَارِبِ الثَّلَاثُ وَلِلْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ السُّدُسُ) لِأَنَّ الدَّفْعَ إِلَى
الثَّانِي مُضَارَبَةٌ قَدْ صَحَّ لَوْجُودِ الْأَمْرِ بِهِ مِنْ جِهَةِ الْمَالِكِ وَرَبُّ الْمَالِ شَرَطَ لِنَفْسِهِ بَضْفَ
جَمِيعِ مَا رَزَقَ اللَّهُ تَعَالَى فَلَمْ يَبْقَ لِلأَوَّلِ إِلَّا النِّصْفُ فَيَتَصَرَّفُ تَصَرُّفَهُ إِلَى نَفْسِهِ وَقَدْ جَعَلَ
مِنْ ذَلِكَ بِقَدْرِ ثُلُثِ الْجَمِيعِ لِلثَّانِي فَيَكُونُ لَهُ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا السُّدُسُ، وَيَطِيبُ لَهُمَا ذَلِكَ لِأَنَّ
فِعْلَ الثَّانِي وَاقِعٌ لِلأَوَّلِ كَمَنْ اسْتَوْجَرَ عَلَى خِيَاطَةٍ ثَوْبٍ بِدِرْهَمٍ وَاسْتَأْجَرَ غَيْرَهُ عَلَيْهِ بِنِصْفِ
دِرْهَمٍ (وَأِنْ كَانَ قَالَ لَهُ عَلَى أَنْ مَا رَزَقَكَ اللَّهُ فَهُوَ بَيْنَنَا بَضْفَانِ فَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي الثَّلَاثُ
وَالْبَاقِي بَيْنَ الْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ وَرَبِّ الْمَالِ بَضْفَانِ) لِأَنَّهُ قَوَّضَ إِلَيْهِ التَّصَرُّفَ وَجَعَلَ لِنَفْسِهِ
نِصْفَ مَا رَزَقَ الْأَوَّلُ وَقَدْ رَزَقَ الثَّلَاثِينَ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا بِخِلَافِ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ جَعَلَ لِنَفْسِهِ
نِصْفَ جَمِيعِ الرِّبْحِ فَافْتَرَقَا .

اور جب رب المال نے نصف نفع پر مضارب کو مضارب بت کا مال دیا ہے اور اس کو دوسرے مضارب کو مال دینے کی
اجازت بھی دے دی ہے اور اس نے آگے دوسرے مضارب کو تہائی نفع پر مضارب بت کا مال دے دیا ہے اور دوسرے محنت کرے اس
میں نفع کما لیا ہے۔ تو اب اگر رب المال نے مضارب اول سے کہا ہے کہ اللہ پاک ہے جو کچھ دے گا وہ ہمارے درمیان
نصف نصف ہوگا تو رب المال کو نصف ملے گا اور دوسرے مضارب کو تہائی ملے گا جبکہ مضارب اول کو چھنا حصہ ملے گا کیونکہ دوسرے
مضارب کو مضارب بت پر مال دینا درست ہے کیونکہ مالک کی جانب سے دفع کرنے کا معاملہ موجود ہے۔ مال نے پورے مال
میں اپنے لئے نصف نفع کی شرط لگائی ہے پس مضارب اول کے لئے نصف نفع باقی رہ جائے گا کیونکہ پتہ : - ف اس کے حصہ کی
جانب لوٹنے والا ہے۔ اور اس کے نفع میں سے دوسرے مضارب کے لئے تہائی حصہ مقرر کیا گیا تھا۔ پس وہ اس کے لئے
ہوگا اور اب اول کے لئے صرف سدس بقیہ بچ جائے گا اور یہ نفع مضاربین یعنی دونوں مضاربوں کے لئے حلال ہے کیونکہ دوسرے
مضارب کا کام پہلے کے لئے واقع ہوا ہے جس طرح نے ایک درہم کے بدلے میں کوئی کپڑا سلوائی کے لئے کسی کو دے دیا اور اس
درزی نے دوسرے کو نصف درہم پر سلوائی کی مزدوری پر دے دیا ہے۔

اور جب رب المال نے مضارب سے یہ کہا ہے کہ اللہ پاک ہے جو کچھ روزی تم کو ملے گی وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہو
گی تو مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور بقیہ مضارب اول اور رب المال کے درمیان نصف نصف ہو جائے گا کیونکہ رب المال نے
مضارب اول کو اختیار سپرد کر دیا ہے اور اس کو ملنے والا نفع اپنے لئے نصف کر لیا ہے اور اب اس کو دو تہائی ملے گا وہ ن
دونوں کے درمیان مشترک ہوگا یہ خلاف پہلی صورت کے کیونکہ اس میں رب المال نے پورے نفع میں سے اپنے لئے آدھے کی شرط
لگائی ہے لہذا یہ دونوں مسائل جدا جدا ہو جائیں گے

رب المال کا نصف منافع کو مقید کرنے کا بیان

وَلَوْ كَانَ قَالَ لَهُ فَمَا رِبِيعَتٍ مِنْ شَيْءٍ لَبْنَىٰ وَبَيْنَكَ يَصْفَانِ وَقَدْ دَفَعَ إِلَىٰ غَيْرِهِ بِالنِّصْفِ
فِلِلثَانِي النِّصْفِ وَالْبَاقِي بَيْنَ الْأَوَّلِ وَرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّ الْأَوَّلَ شَرْطَ لِلثَانِي يَصْفِ الرِّبَيعِ
وَذَلِكَ مُقَوَّضٌ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ رَبِّ الْمَالِ لِيَسْتَحِقَّهُ.

وَقَدْ جَعَلَ رَبُّ الْمَالِ لِنَفْسِهِ يَصْفَ مَا رِبَعَ الْأَوَّلِ وَلَمْ يَرْبِخْ إِلَّا النِّصْفَ فَيَكُونُ نِصْفُهُمَا (وَلَوْ
كَانَ قَالَ لَهُ عَلَىٰ أَنْ مَا رَزَقَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فَلِي نِصْفُهُ أَوْ قَالَ فَمَا كَانَ مِنْ لُصْلٍ لِبْنَىٰ وَبَيْنَكَ
يَصْفَانِ وَقَدْ دَفَعَ إِلَىٰ آخَرَ مُضَارَبَةً بِالنِّصْفِ فَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي
النِّصْفُ وَلَا شَيْءَ لِلْمُضَارِبِ الْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ جَعَلَ لِنَفْسِهِ يَصْفَ مُطْلَقَ الْقِصَلِ فَيَنْصَرِفُ شَرْطُ
الْأَوَّلِ النِّصْفَ لِلثَانِي إِلَىٰ جَمِيعِ نَصِيبِهِ فَيَكُونُ لِلثَانِي بِالشَّرْطِ وَيَخْرُجُ الْأَوَّلُ بِغَيْرِ شَيْءٍ
كَمَنْ أُسْتُزَجَرَ لِيَحِيطَ ثَوْبًا يَدْرَهُمْ فَاسْتَاجَرَ غَيْرَهُ لِيَحِيطَ بِمِثْلِهِ.

اور جب رب المال نے مضارب اول سے کہا کہ تم کو جو بھی نفع ملے گا وہ تمہارے اور میں نے نصف نصف ہوگا۔ اب اس نے نصف نفع کی شرط پر دوسرے کو مال مضاربہ بت دیا ہے پس دوسرے مضارب کو نصف ملے گا جبکہ بقیہ نصف مضارب اول اور رب المال کے درمیان تقسیم کیا جائے گا کیونکہ جب مضارب اول نے دوسرے کے لئے نصف نفع کی شرط رکھ لی ہے اور رب المال کی جانب سے ایسا کرنے کا اختیار بھی اس کو تھا لہذا دوسرا نصف کا حقدار ہے اور مضارب اول کو نفع میں سے رب المال نے جب خود نصف لینے کی شرط بیان کر دی تھی تو اس نصف ہی حاصل ہوا ہے لہذا وہ نصف ان کے درمیان مشترک ہو جائے گا۔

اور جب رب المال نے پہلے مضارب سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ رزق دے گا اس کا آدھا میرے لئے ہوگا۔ یا پھر رب المال نے یہ کہہ دیا ہے کہ جو دیا ہوا ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان نصف نصف ہوگا اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دوسرے مضارب کو دیا ہوا ہے تو رب المال کو نصف مال ملے گا۔ اور مضارب ثانی کو بھی نصف مال ملے گا جبکہ مضارب اول کو پانچونے مل سکے گا کیونکہ رب المال نے اپنے لئے مطلق طور نصف نفع مقرر کیا ہے پس مضارب اول کی جانب سے دوسرے کے لئے نفع کی شرط اس کے پورے حصے کی جانب راجع ہوگی۔

پس شرط کے سبب دوسرے کو نصف مل جائے گا جبکہ مضارب اول بغیر پانچونے لینے ہی درمیان سے خارج ہو جائے گا جس ایک شخص ایک درہم کے بدلے میں کوئی کپڑا سلوانے کے لئے مزدوری پر مامور کیا گیا اور آگے اس نے بھی ایک درہم کے بدلے میں دوسرے آدمی کو سلوانے کی مزدوری پر رکھا ہوا ہے۔

دوسرے مضارب کے لئے دو تہائی کی شرط لگانے کا بیان

(وَإِنْ شَرَطَ لِلْمُضَارِبِ الثَّانِي ثُلُثِي الرِّبْحِ فَلِرَبِّ الْمَالِ النِّصْفُ وَلِلْمُضَارِبِ الثَّانِي النِّصْفُ وَيُضْمَنُ الْمُضَارِبُ الْأَوَّلُ لِلثَّانِي سُدُسَ الرِّبْحِ فِي مَالِهِ) لِأَنَّهُ شَرَطَ لِلثَّانِي شَيْئًا هُوَ مُسْتَحَقٌّ لِرَبِّ الْمَالِ فَلَمْ يَنْفُذْ فِي حَقِّهِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِبْطَالِ، لَكِنَّ التَّسْمِيَةَ فِي نَفْسِهَا صَحِيحَةٌ لِكَوْنِ الْمُسَمَّى مَعْلُومًا فِي عَقْدٍ يَمْلِكُهُ وَقَدْ ضَمِنَ لَهُ السَّلَامَةُ فَلِذَلِكَ الْوَفَاءُ بِهِ، وَلِأَنَّهُ غَرَّاهُ فِي ضَمَنِ الْعَقْدِ وَهُوَ سَبَبُ الرَّجُوعِ فَلِذَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ، وَهُوَ نَظِيرُ مَنْ اسْتَوْجَرَ لِجِبَاطَةِ ثَوْبٍ بِدِرْهَمٍ فَدَفَعَهُ إِلَى مَنْ يَخِيطُهُ بِدِرْهَمٍ وَنِصْفٍ.

اور جب پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کے لئے دو تہائی کے نفع کی شرط لگادی ہے تو اب رب المال و نصف ملے گا اور دوسرے مضارب کو بھی نصف ملے گا اور مضارب اول دوسرے کے لئے اپنے مال میں سے چھٹے حصے کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ دوسرے کے لئے ایسی شرط لگانے والا ہے جس کا رب المال حقدار ہے پس رب المال کے حق میں یہ شرط نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس میں اس کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ مگر یہ بہ ذات خود یہ شرط درست ہے کیونکہ اس کی مقدار ایک ایسے عقد میں معلوم و متعین ہے جس کا مالک مضارب ہے۔ اور وہ مضارب اول دوسرے کے لئے اس شرط کو پورا کرنے کے عہد کر گیا ہے پس اس کو مکمل کرنا اس پر لازم ہے۔

اور جب پہلے عقد کے بارے میں دوسرے کو دعوہ کر دیا ہے اور دعوہ کر دینا یہ سبب رجوع ہے پس دوسرے پہلے سے نفع کے لئے سدس کا رجوع کرے گا اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی آدمی کو ایک درہم کے بدلے میں کپڑا سلوانے کے لئے کرائے پر حاصل کیا اور اس کے بعد اس نے دوسرے کو ڈیڑھ درہم کے بدلے میں وہی کپڑا کسی کو سلانے کے لئے دے دیا ہے۔

فصل

یہ فصل مضارب کے ساتھ دوسرے کی شمولیت کے بیان میں ہے ﴿

فصل مضاربت میں شریک ثانی کی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ مضارب سے متعلق احکام سے فارغ ہونے کے بعد یہ بیان کر رہے ہیں کہ جب مضارب کسی یا تیسرے شخص مضارب بنائے یا ان کو مضاربت کے کاروبار میں شامل کرے۔ اس فقہی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ مضارب کا مضارب یہ یقینی طور پر پہلے کی فرع ہے۔ اور فرع مؤخر ہوا کرتی ہے۔

شرط نفع غلام کے سبب غلام پر کام ہونے کا بیان

(وَإِذَا شَرَطَ الْمُضَارِبُ لِرَبِّ الْمَالِ تِلْكَ الرَّبْحَ وَلِعَبْدِ رَبِّ الْمَالِ تِلْكَ الرَّبْحَ عَلَى أَنْ يَفْعَلَ مَعَهُ وَلِنَفْسِهِ تِلْكَ الرَّبْحَ فَهُوَ جَائِزٌ) لِأَنَّ لِّلْعَبْدِ يَدًا مُّعْتَبَرَةً خُصُوصًا إِذَا كَانَ مَأْذُونًا لَهُ وَاشْتِرَاطُ الْعَمَلِ إِذْنٌ لَهُ، وَلِهَذَا لَا يَكُونُ لِلْمَوْلَى وَلا يَتَى أَخَذَ مَا أَوْدَعَهُ الْعَبْدُ وَإِنْ كَانَ مَحْجُورًا عَلَيْهِ، وَلِهَذَا يَجُوزُ بَيْعُ الْمَوْلَى مِنْ عَبْدِهِ الْمَأْذُونِ لَهُ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ لَمْ يَكُنْ مَانِعًا مِنَ التَّسْلِيمِ وَالتَّخْلِيَةِ بَيْنَ الْمَالِ وَالْمُضَارِبِ، بِخِلَافِ اشْتِرَاطِ الْعَمَلِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ مَانِعٌ مِنَ التَّسْلِيمِ عَلَى مَا مَرَّ، وَإِذَا صَحَّتِ الْمُضَارَبَةُ يَكُونُ التَّلْكَ لِلْمُضَارِبِ بِالشَّرْطِ وَالثَّلَاثَانِ لِلْمَوْلَى، لِأَنَّ كَسْبَ الْعَبْدِ لِلْمَوْلَى إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَهُوَ لِلْعَرَمَاءِ.

ہذا إِذَا كَانَ الْعَاقِدُ هُوَ الْمَوْلَى، وَلَوْ عَقَدَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ عَقْدَ الْمُضَارَبَةِ مَعَ أَجْنَبِيٍّ وَشَرَطَ الْعَمَلَ عَلَى الْمَوْلَى لَا يَصِحُّ إِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِأَنَّ هَذَا اشْتِرَاطُ الْعَمَلِ عَلَى الْمَالِكِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى الْعَبْدِ دَيْنٌ صَحَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْمَوْلَى بِمَنْزِلَةِ الْأَجْنَبِيِّ عِنْدَهُ عَلَى مَا عُرِفَ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

فرمایا اور جب مضارب نے رب المال کے لئے تیسرے حصے کی شرط کو بیان کر دیا ہے اور رب المال کے غلام کے

لئے بھی تیسرے حصے کی شرط لگائی ہے وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ مذکورہ غلام اس کے ساتھ کام کرے گا۔ اور اپنے لئے تنہائی حصے کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ غلام کے قبضہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ جب وہ عید ماذون ہے۔ اور اس کے کام کرنے کی شرط اس کے آقا کی جانب سے اجازت ہے کیونکہ آقا کو یہ ولایت نہیں ہے کہ وہ غلام کی ودیعت کردہ چیز کو حاصل کر لے۔ خواہ وہ غلام مجبور ہی کیوں نہ ہو۔ اسی دلیل کے سبب آقا کی خرید و فروخت اپنے ماذون غلام سے جائز ہے اور جب صورت مسئلہ یہی ہے تو غلام کی مضارب کے ساتھ شرط لگانا مال اور مضارب کے درمیان سپرد کرنے اور الگ کرنے سے روکن نہ ہوگا یہ خلاف رب المال پر کام کرنے کی شرط کے کیونکہ یہ سپرد کرنے سے روکتی ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب مضارب بت درست ہو جائے تو تنہائی نفع مضارب کا ہوگا اور دو تنہائی اس کے غلام کو ملے گا اس لئے کہ جب غلام پر قرض نہ ہو تو اس کی کمائی آقا کے لئے ہوا کرتی ہے اور جب اس پر قرض ہو تو وہ کمائی قرض خواہوں کی ہوتی ہے اور یہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب عقد کرنے والا آقا ہی ہے۔ اور جب ماذون غلام نے کسی کے ساتھ مضاربت کا عقد کر لیا ہے اور آقا کے کام کرنے کی شرط بیان کر دی ہے تو یہ درست نہ ہوگا۔ جبکہ غلام پر قرض نہ ہو کیونکہ یہی مالک پر عمل کی شرط ہے اور جب غلام پر قرض ہو تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ماذون غلام کا آقا اجنبی کی طرح ہو جائے گا جس طرح پہلے معلوم کر چکے ہیں۔

فَصْلٌ فِي الْعَزْلِ وَالْقِسْمَةِ

﴿یہ فصل عزل مضارب و تقسیم کے بیان میں ہے﴾

فصل عزل مضارب و قسمت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عزل کا حکم یہ ثبوت مضاربیت کا محتاج ہے یعنی جب مضاربیت پائی جائے گی تب یہ کسی سبب کے پیش نظر اس میں عزل کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اور اسی طرح نفع بھی حصول کے بعد ہی تقسیم کیا جاسکتا ہے لہذا ان دونوں اشیاء کے حصول کے تاخر کے سبب ان کو مؤخر کر دیا گیا ہے۔

وفات کے سبب عقد مضاربیت کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ رَبُّ الْمَالِ أَوْ الْمَضَارِبُ بَطَلَتْ الْمَضَارِبَةُ) لِأَنَّهُ تَوَكَّلَ عَلَى مَا تَقَدَّمَ، وَمَوْتُ الْمُوَكَّلِ يُبْطِلُ الْوَكَّالَةَ، وَكَذَا مَوْتُ الْمُوَكَّلِ وَلَا تَوَرُّثُ الْوَكَّالَةَ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ. (وَإِنْ ارْتَدَّ رَبُّ الْمَالِ عَنِ الْإِسْلَامِ) وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ (وَلِحَقِّ بَذَارِ الْحَرْبِ) (بَطَلَتْ الْمَضَارِبَةُ) لِأَنَّ اللُّحُوقَ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْتِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يُقَسَّمُ مَالُهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ وَقَبْلَ لُحُوقِهِ يَتَوَقَّفُ تَصَرُّفُ مُضَارِبِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ لَهُ فَصَارَ كَتَصَرُّفِهِ بِنَفْسِهِ (وَلَوْ كَانَ الْمَضَارِبُ هُوَ الْمُارِتُ فَالْمَضَارِبَةُ عَلَى حَالِهَا) لِأَنَّ لَهُ عِبَارَةً صَحِيحَةً، وَلَا تُوقَفُ فِي مِلْكِ رَبِّ الْمَالِ فَبَقِيَ الْمَضَارِبَةُ.

اور جب رب المال یا مضارب فوت ہو جائے تو عقد مضاربیت باطل ہو جائے گا کیونکہ مضاربیت وکالت ہے جس طرح گزر گیا ہے۔ اور مؤکل کی موت وکالت کو باطل کرنے والی ہے اور وکیل کی موت بھی وکالت کو باطل کرنے والی ہے حالانکہ وکالت میراث نہیں بنتی۔ اور اس کا بیان کتاب وکالت میں پہلے گزر گیا ہے۔

اور جب رب المال اسلام سے مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ) اور دار الحرب میں چلا گیا ہے تب بھی مضاربیت باطل ہو جائے گی کیونکہ دار الحرب میں جانا یہ موت کے حکم میں ہے کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ لُحُوق کے بعد اس کا مال اس کے واثوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور مرتد کا دار الحرب میں جانے کے فیصلہ سے پہلے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مضارب کا تصرف موقوف رہے گا کیونکہ مضارب اسی کے لئے تصرف کرنے والا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مرتد کا تصرف موقوف رہتا ہے۔ اور جب مضارب

مرتب ہوا ہے تو مضاربیت اپنی حالت پر باقی رہے گی۔ کیونکہ مضارب کی بات درست ہے جبکہ رب المال کی ملکیت میں کوئی واقعہ نہ ہوگا مگر مضاربیت باقی رہ جائے گی۔

رب المال کا مضارب کو مستعفی کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ عَزَلَ رِبَّ الْمَالِ الْمُضَارِبَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِعَزْلِهِ حَتَّى اشْتَرَى وَبَاعَ فَتَصَرَّفَهُ حَائِزٌ) لِأَنَّهُ وَكَيْلٌ مِنْ جِهَتِهِ وَعَزَلَ الْوَكِيلُ قَصْدًا يَتَوَقَّفُ عَلَى عِلْمِهِ (وَإِنْ عَلِمَ بِعَزْلِهِ وَالْمَالُ عُرُوضٌ فَلَهُ أَنْ يَبِيعَهَا وَلَا يَسْعَهُ الْعَزْلُ مِنْ ذَلِكَ) لِأَنَّ حَقَّهُ قَدْ ثَبَتَ فِي الرَّبْحِ، وَإِنَّمَا يَطْهَرُ بِالْقِسْمَةِ وَهِيَ تُشْتَرَى عَلَى رَأْسِ الْمَالِ، وَإِنَّمَا يُنْقَضُ بِالْبَيْعِ.

ترجمہ فرمایا اور جب رب المال نے مضارب کو مستعفی کر دیا ہے اور مضارب کو اپنے مستعفی ہونے کا پتہ نہ چل سکا۔ حتیٰ کہ اس نے خرید و فروخت کر لی تو اس کا تصرف جائز ہے کیونکہ مضارب رب المال کی جانب سے اس کو وکیل ہے اور وکیل کو بطور قصد مستعفی کرنا اس کے علم پر موقوف ہوگا۔ اور جب رب المال کو اپنے مستعفی ہونے کا علم ہو گیا ہے تو اس کو وہ خرید کردہ سامان کو بیچنے کا حق ہوگا اور معزول ہونا یہ اس سے مانع نہ ہوگا۔ کیونکہ نفع میں مضارب کا حق ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس کا اظہار تقسیم کرنے سے ہوگا۔ جبہ تقسیم کا دار و مدار اس المال پر ہے۔ اور یہ اس المال بیع سے حاصل ہونے والا ہے۔

سامان مضاربیت سے دوسری چیز خریدنے کی عدم اباحت کا بیان

قَالَ (ثُمَّ لَا يَجُوزُ أَنْ يَشْتَرِيَ بِشَيْئِهَا شَيْئًا آخَرَ) لِأَنَّ الْعَزْلَ إِنَّمَا لَمْ يَعْمَلْ ضَرُورَةً مَعْرِفَةِ رَأْسِ الْمَالِ وَقَدْ انْدَفَعَتْ حَيْثُ صَارَ نَقْدًا فَيَعْمَلُ الْعَزْلُ (فَإِنْ عَزَلَهُ وَرَأْسُ الْمَالِ دَرَاهِمٌ أَوْ دَنَابِيرُ وَقَدْ نَضَّتْ لَهُ يَجُزُّ لَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيهَا) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي أَعْمَالِ عَزْلِهِ إِبْطَالُ حَقِّهِ فِي الرَّبْحِ فَلَا ضَرُورَةَ.

قَالَ: وَهَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ إِذَا كَانَ مِنْ جَنْسِ رَأْسِ الْمَالِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَنْ كَانَ دَرَاهِمَ وَرَأْسُ الْمَالِ دَنَابِيرُ أَوْ عَلَى الْقَلْبِ لَهُ أَنْ يَبِيعَهَا بِجَنْسِ رَأْسِ الْمَالِ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّ الرَّبْحَ لَا يَطْهَرُ إِلَّا بِهِ وَصَارَ كَالْعُرُوضِ، وَعَلَى هَذَا مَوْتُ رَبِّ الْمَالِ وَلِحُوقِهِ بَعْدَ الرِّدَّةِ فِي بَيْعِ الْعُرُوضِ وَنَحْوِهَا.

ترجمہ فرمایا کہ سامان کو بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری چیز خریدنا یہ مضارب کے لئے جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ اس المال حاصل کرنے کی حاجت کے سبب عزل نے اپنا اثر ظاہر نہیں کیا اور اس المال کے نقد ہونے کے سبب یہ ضرورت پوری ہو چکی ہے لہذا عزل اب اپنا اثر دیکھائے گا۔

اور جب رب المال نے ایسی حالت میں مضارب کو معزول کر دیا ہے کہ اس المال وراثہم ہوں یا دانیہ ہوں اور یہ نقدی ہو تو مضارب کے لئے اس میں تصرف کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ رب المال نے عزل کا یہ کام مضارب سے نفع کو ختم کرنے کے لئے کیا ہے۔ پس اس کی ضرورت نہ رہی۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام قدوری علیہ الرحمہ کا بیان کر دہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب موجودہ مال کی نقدی راس المال کی جنس میں سے ہے۔ اور وہ موجودہ مال کو راس المال کی جنس کے بدلے میں بیچ ڈالے اس لئے کہ اس کے بغیر نفع کا اظہار نہ ہوگا۔ اور یہ سامان کی طرح ہو جائے گا۔ اور سامان کی بیچ وغیرہ میں رب المال کی موت کا حکم بھی یہی ہے۔ اور عروض اور اس کی مثل میں ردی ہونے کے بعد بھی یہی حکم ہے۔

مضارب و رب المال کے ذمہ پر دیون ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا افْتَرَقَا وَفِي الْمَالِ ذُيُونٌ وَقَدْ رَبِحَ الْمُضَارِبُ فِيهِ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى اقْتِضَاءِ الدُّيُونِ) لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَجِيرِ وَالرَّبْحُ كَالْأَجْرِ لَهُ (وَأِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ رِبْحٌ لَمْ يَلْزَمَهُ الْإِقْتِضَاءُ) لِأَنَّهُ وَكِيلٌ مَحْضٌ وَالْمُتَبَرِّعُ لَا يُجْبَرُ عَلَى إِيفَاءِ مَا تَبَرَّعَ بِهِ، (وَيُقَالُ لَهُ وَكَلَّ رَبُّ الْمَالِ فِي الْإِقْتِضَاءِ) لِأَنَّ حُقُوقَ الْعَقْدِ تَرْجِعُ إِلَى الْعَاقِدِ، فَلَا بُدَّ مِنْ تَوْكِيلِهِ وَتَوَكُّلِهِ كَيْ لَا يَضِيعَ حَقُّهُ وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: يُقَالُ لَهُ أَجَلَ مَكَانَ قَوْلِهِ وَكَلَّ، وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْوَكَاةُ وَعَلَى هَذَا سَائِرُ الْوَكَاةِ وَالْبَيَّاعُ وَالْيَسْمَارُ يُجْبَرَانِ عَلَى التَّفَاضِي لَأَنَّهُمَا يَعْمَلَانِ بِأَجْرٍ عَادَةً.

فرمایا اور جب مضارب اور رب المال عقد مضاربہ کو ختم کرنے کے بعد جدا جدا ہو چکے اور مال مضاربہ کے کچھ قرض ہوں اور مضارب نے اس مال میں نفع کمایا ہے تو حاکم مضارب کو ان قرضوں کی وصولی کے مجبور کرے گا اس لئے یہ مزدور کے حکم میں ہے اس نفع اس کے لئے مزدوری ہے اور جب مضارب کو مضاربہ میں کوئی نفع حاصل نہ ہوا ہو تو اس پر قرض کا تقاضہ کرنا لازم نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ محض وکیل ہے اور احسان کو پورا کرنے کے لئے متبرع کو مجبور نہ کیا جائے گا ہاں البتہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ قرضوں کی وصولی کے لئے وہ رب المال کو وکیل بنا دے کیونکہ عقد کے حقوق عائد کی جانب لوٹتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

پس اس کا وکیل بنانا اور بنانا لازم ہوگا تا کہ رب المال کا حق ضائع نہ ہو جامع صغیر میں امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مضارب سے کہہ دیا جائے گا کہ مؤکل یعنی رب المال کے حوالے کر دے اور حوالے کرنے سے بھی وکالت ہی مراد ہے اور دوسری دہائیوں کا بھی حکم اسی طرح ہے۔ اسی طرح دلالت کرنے والے اور ثالث دونوں کو قرضوں کی وصولی کے لئے مجبور کیا جائے گا اس لئے کہ عام طور پر یہ دونوں مزدوری پر کام کرنے والے ہیں۔

مال مضاربہ سے ہلاکت پر انقطاع نفع کا بیان

قَالَ (وَمَا هَلَكَ مِنْ مَالِ الْمُضَارِبَةِ فَهُوَ مِنَ الرِّبْحِ ذُونَ رَأْسِ الْمَالِ) لِأَنَّ الرِّبْحَ تَابِعٌ وَصَرَفٌ

الْهَلَاكُ إِلَى مَا هُوَ التَّبَعُ أَوَّلَى كَمَا يُصَرَّفُ الْهَلَاكُ إِلَى الْعَفْوِ فِي الزَّكَاةِ (فَإِنْ زَادَ الْهَالِكُ عَلَى الرِّبْحِ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِأَنَّهُ أَمِينٌ (وَإِنْ كَانَا يَقْسِمَانِ الرِّبْحَ وَالْمُضَارَبَةُ بِحَالِهَا ثُمَّ هَلَكَ الْمَالُ بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ تَرَادَا الرِّبْحَ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ رَبُّ الْمَالِ رَأْسَ الْمَالِ) لِأَنَّ قِسْمَةَ الرِّبْحِ لَا تَصِحُّ قَبْلَ اسْتِيفَاءِ رَأْسِ الْمَالِ لِأَنَّهُ هُوَ الْأَصْلُ وَهَذَا بِنَاءٌ عَلَيْهِ وَتَبَعٌ لَهُ، فَإِذَا هَلَكَ مَا لِي يَدِ الْمُضَارِبِ أَمَانَةٌ تَبَيَّنَ أَنَّ مَا اسْتَوْفِيَاهُ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ، فَيُضْمَنُ الْمُضَارِبُ مَا اسْتَوْفَاهُ لِأَنَّهُ أَخَذَهُ لِنَفْسِهِ وَمَا أَخَذَهُ رَبُّ الْمَالِ مَحْسُوبٌ مِنْ رَأْسِ مَالِهِ (وَإِذَا اسْتَوْفِيَ رَأْسَ الْمَالِ، فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ كَانَ بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ رِبْحٌ وَإِنْ نَقَصَ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَوْ اقْتَسَمَا الرِّبْحَ وَفَسَخَا الْمُضَارَبَةُ ثُمَّ عَقَدَاهَا فَهَلَكَ الْمَالُ لَمْ يَتَرَادَا الرِّبْحَ الْأَوَّلَ) لِأَنَّ الْمُضَارَبَةَ الْأُولَى قَدْ انْتَهَتْ وَالثَّانِيَةُ عَقْدٌ جَدِيدٌ، وَهَلَاكُ الْمَالِ فِي الثَّانِي لَا يُوجِبُ انْتِقَاضَ الْأَوَّلِ كَمَا إِذَا دَفَعَ إِلَيْهِ مَالًا آخَرَ.

اور مال مضاربہ سے جتنا مال ہلاک ہو گا وہ نفع سے کاٹ لیا جائے گا جبکہ رأس المال سے نہیں کٹے گا کیونکہ نفع تابع ہے اور ہلاک شدہ چیز تابع کی جانب پھیرنا زیادہ بہتر ہے جس طرح نصاب زکوٰۃ میں ہلاک ہونے کو معافی جانب پھیر دیا جاتا ہے اور اگر وہ ہلاک شدہ چیز نفع سے زیادہ ہے تو مضارب پر ضمان نہ ہو گا اس لئے کہ وہ امین ہے اور جب رب المال اور مضارب نفع تقسیم کر چکے ہیں اور مضاربہ بقیہ ہے اس کے بعد کچھ مال یا سارا مال ہلاک ہو جائے تو دونوں نفع واپس کر دیں گے یہاں تک کہ رب المال رأس المال وصول کر لے گا کیونکہ پورا رأس المال کو وصول کرنے سے پہلے تقسیم درست نہیں ہے اس لئے رأس المال ہی اصل ہے اور نفع بھی اسی پر مبنی ہے اور اسی کے تابع ہے پس جب وہ مضارب کے پاس بطور امانت رکھا ہو ہلاک ہو گیا ہے تو یہ واضح ہو چکا ہے کہ انہوں نے جس کو مال کو بطور نفع وصول کیا ہے وہ رأس المال کا مال ہے پس جو مضارب نے وصول کیا ہے اس مقدار کا وہ ضامن ہو گا کیونکہ اس نے اپنے لئے وہ مال لیا ہے اور جو مقدار رب المال نے وصول کر لیا ہے وہ مقدار رأس المال سے محسوب ہوگی اور رأس المال کے پورا ہونے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ان کے درمیان مشترک ہو گا کیونکہ وہ نفع ہے اور اگر وہ کم ہے تو مضارب پر ضمان نہ ہو گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب ان دونوں نے نفع کو تقسیم کرنے کے بعد عقد مضاربہ کو ختم کر دیا ہے اور اس کے بعد دوبارہ عقد کیا ہے اور مال ہلاک ہو گیا ہے تو پہلے نفع کو واپس نہ کیا جائے گا کیونکہ پہلی مضاربہ مکمل ہو چکی تھی جبکہ دوسرے مضاربہ یہ ایک نیا عقد ہے پس دوسرے عقد میں مال کی ہلاکت پہلے عقد کے طور پر دیئے گئے مال کو ختم کرنے کا سبب نہیں بن سکتی جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب رب المال نے مضارب کو دوسرا مال دے دیا ہے۔

فَصْلٌ فِيْمَا يَفْعَلُهُ الْمُضَارِبُ

﴿یہ فصل امور مضارب کے بیان میں ہے﴾

فصل امور مضارب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں مضارب اور مضاربہ سے متعلق ان کو مسائل کو ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے شروع میں ذکر نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مضاربہ کے مسائل میں اعادہ یہ مسائل کی اہمیت پر دلالت کرنے والا ہے۔ اور ان مسائل کے مقصود کے عظیم ہونے پر دلیل ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ص ۱۸۰، ہدوت)

مضارب کے لئے ادھار و نقد کی بیع کی اباحت کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمُضَارِبِ أَنْ يَبِيعَ بِالنَّقْدِ وَالنِّسْبَةِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعِ التَّجَارِ لِيَنْتَظِمَهُ إِطْلَاقُ الْعَقْدِ إِلَّا إِذَا بَاعَ إِلَى أَجَلٍ لَا يَبِيعُ التَّجَارُ إِلَيْهِ لِأَنَّ لَهُ الْأَمْرَ الْعَامَّ الْمَعْرُوفَ بَيْنَ النَّاسِ، وَلِهَذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ ذَابَّةً لِلرُّكُوبِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ مَفِينَةً لِلرُّكُوبِ، وَلَهُ أَنْ يَسْتَكْرِهَهَا اخْتِبَارًا لِعَادَةِ التَّجَارِ، وَلَهُ أَنْ يَأْذَنَ لِعَبْدِ الْمُضَارِبَةِ فِي التَّجَارَةِ فِي الرِّوَايَةِ الْمَشْهُورَةِ لِأَنَّهُ مِنْ صَنِيعِ التَّجَارِ.

وَلَوْ بَاعَ بِالنَّقْدِ ثُمَّ أَخَّرَ الثَّمَنَ جَازَ بِالْإِجْمَاعِ، أَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِأَنَّ الْوَكِيلَ يَمْلِكُ ذَلِكَ قَالِ الْمُضَارِبُ أُولَى، إِلَّا أَنَّ الْمُضَارِبَ لَا يَضْمَنُ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يُقَابِلَ ثُمَّ يَبِيعَ نَسْبَةً، وَلَا كَذَلِكَ الْوَكِيلُ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ ذَلِكَ. وَأَمَّا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ فَلِأَنَّهُ يَمْلِكُ الْإِقَالََةَ ثُمَّ الْبَيْعَ بِالنِّسَاءِ بِخِلَافِ الْوَكِيلِ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْإِقَالََةَ.

فرمایا اور مضارب کے لئے نقد و ادھار ہر طرح کی بیع و شراء جائز ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک تاجروں کے عرف و رواج میں شامل ہے۔ پس مطلق طور پر عقد کرنا یہ نقد و ادھار دونوں کو شامل ہوگا ہاں البتہ جب مضارب اتنی طویل مدت تک ادھار دے کہ تاجر اتنی طویل مدت تک ادھار نہ دیتے ہوں کیونکہ تاجر کو اسی بات کا اختیار ہوتا ہے جو عام ہے اور لوگوں میں معروف ہے۔ اسی دلیل کے سبب اس کے لئے سواری خریدنے کا حق ہے۔ جبکہ اس کام کے لئے کشتی خریدنے کا حق نہیں ہے ہاں البتہ تاجروں کے رواج کے مطابق اس کے لئے کرائے پر کشتی لینے کا اختیار ثابت کیا جائے گا اور مضارب کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ مضاربہ کے

غلام کو تجارت کی اجازت دیدے۔ اور مشہور روایت یہی ہے۔ کیونکہ تاجروں کا رواج اس میں بھی ہے۔

اور جب مضارب کوئی چیز نقد بیچی ہے اس کے بعد قیمت لینے کے لئے مہلت دے دی ہے تو یہ بہ اتفاق جائز ہے۔ طریقین کے نزدیک اس کا جواز اس دلیل کے سبب ہے کہ وکیل تاخیر کا مالک ہے پس مضارب بدرجہ اولیٰ اس کا مالک ہوگا اس لئے کہ مضارب ضامن نہیں ہوا کرتا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ مضارب اقالہ کا بھی مالک ہے اس کے بعد دوسرے بیچنے کا بھی مالک ہے یہ خلاف وکیل کے کیونکہ وہ اقالہ کا مالک نہیں ہے۔

مضارب کا قیمت کو اغنیاء کے حوالے کرنے کا بیان

وَلَوْ اُخْتَالَ بِالثَّمَنِ عَلَى الْاَيْسَرِ اَوْ الْاَعْسَرِ جَازِلًا لَانَ الْحَوَالَةَ مِنْ عَادَةِ التَّجَارِ، بِخِلَافِ الْوَصِيِّ يَخْتَالُ بِمَالِ الْيَتِيمِ حَيْثُ يُعْتَبَرُ فِيهِ الْاَنْظَرُ، لَانَ تَصَرُّفَهُ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ النَّظَرِ، وَالْاَصْلُ اَنَّ مَا يَفْعَلُهُ الْمُضَارِبُ ثَلَاثَةُ اَنْوَاعٍ: نَوْعٌ يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْمُضَارَبَةِ وَهُوَ مَا يَكُونُ مِنْ بَابِ الْمُضَارَبَةِ وَتَوَابِعِهَا وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا، وَمِنْ جُمْلَتِهِ التَّوَكُّلُ بِالتَّبَيُّعِ وَالشِّرَاءِ لِلْحَاجَةِ اِلَيْهِ وَالرَّهْنُ وَالْاِزْتِهَانُ لَانَهُ اِيْقَاءٌ وَاسْتِيفَاءٌ وَالْاِجَارَةُ وَالْاِسْتِجَارُ وَالْاِيْدَاعُ وَالْاِبْطَاعُ وَالْمُسَافَرَةُ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.

وَنَوْعٌ لَا يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْعَقْدِ وَيَمْلِكُهُ اِذَا قَبِلَ لَهُ اِعْمَلُ بِرَأْيِكَ، وَهُوَ مَا يَحْتَمِلُ اَنْ يُلْحَقَ بِهِ فَيُلْحَقَ عِنْدَ وُجُودِ الدَّلَالَةِ، وَذَلِكَ مِثْلُ دَفْعِ الْمَالِ مُضَارَبَةً اَوْ شَرِكَةً اِلَى غَيْرِهِ وَخَلِطَ مَالِ الْمُضَارَبَةِ بِمَالِهِ اَوْ بِمَالِ غَيْرِهِ لَانَ رَبُّ الْمَالِ رَضِيَ بِشَرِكَتِهِ لَا بِشَرِكَةِ غَيْرِهِ، وَهُوَ اَمْرٌ عَارِضٌ لَا يَتَرَقَّفُ عَلَيْهِ التَّجَارَةُ فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ مُطْلَقِ الْعَقْدِ وَلَكِنَّهُ جِهَةٌ فِي التَّشْمِيرِ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ يُوَافِقُهُ فَيَدْخُلُ فِيهِ عِنْدَ وُجُودِ الدَّلَالَةِ وَقَوْلُهُ اِعْمَلُ بِرَأْيِكَ دَلَالَةٌ عَلَى ذَلِكَ.

وَنَوْعٌ لَا يَمْلِكُهُ بِمُطْلَقِ الْعَقْدِ وَلَا بِقَوْلِهِ اِعْمَلُ بِرَأْيِكَ اِلَّا اَنْ يَنْصَحَ عَلَيْهِ رَبُّ الْمَالِ وَهُوَ الْاِسْتِدَانَةُ، وَهُوَ اَنْ يَشْتَرِيَ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ بَعْدَ مَا اشْتَرَى بِرَأْسِ الْمَالِ السِّلْعَةَ وَمَا اشْبَهَ ذَلِكَ لَانَهُ يَصِيرُ الْمَالُ زَائِدًا عَلَى مَا اُنْعَقَ عَلَيْهِ الْمُضَارَبَةُ وَلَا يَرْضَى بِهِ وَلَا يَشْغَلُ ذِمَّتَهُ بِالدَّيْنِ، وَلَوْ اِذِنَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ بِالْاِسْتِدَانَةِ صَارَ الْمُشْتَرَى بَيْنَهُمَا يَصِفَيْنِ بِمَزَلَةٍ شَرِكَةٍ الْوُجُوهِ وَآخَذَ السَّفَاحَ لَانَهُ نَوْعٌ مِنَ الْاِسْتِدَانَةِ، وَكَذَا اِعْطَاؤُهَا لَانَهُ اِقْرَاضٌ وَالْعَقْدُ بِمَالٍ وَبَعِيرٍ مَالٍ وَالْكِتَابَةُ لَانَهُ لَيْسَ بِتَّجَارَةٍ وَالْاِقْرَاضُ وَالْهَبَةُ وَالصَّدَقَةُ لَانَهُ تَبَرُّعٌ مَحْصَرٌ

۱۔ اور جب مضارب نے قیمت کو کسی غنی یا غریب کے حوالے کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ یہ مال میرا ہے تو اس کے عرف میں سے ہے یہ خلاف اس کے کہ جب وہ وصی تہیم کے مال کا حوالہ کرتا ہے۔ تو اس میں شکست و قیاس و وہ یہ کہ وصی کا تصرف سلامتی کے وصف کے ساتھ متعین ہے اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ مضارب کے افعال میں ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ جس میں مطلق طور مضارب مضاربیت کا مالک ہوتا ہے۔ اور یہ وہ افعال ہیں جو مضاربیت کے احکام میں اور اس کے توابع کے بارے میں ہے ان میں بعض کو ہم بیان کرتے ہیں اور انہی میں سے یہ ہے کہ خرید و فروخت کے لئے مال ہے کیونکہ وہ اس کی ضرورت ہے اور وہ رہن لینا اور دینا ہے۔ کیونکہ یہ ادا کرنا اور وصول کرنا ہے اجارہ پر دینا اور اجارہ پر لینا ہے ودیعت رکھنا تجارت کے لئے مال لینا اور مال کو لئے سفر کرنا ہے جس طرح اس سے پہلے ہم بیان کرتے ہیں۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ جس کے مطلق عقد سے مضارب مالک نہیں ہوا کرتا بلکہ جب اس سے اپنی مرضی کر کے دینا چاہتا ہے تب وہ مالک بنتا ہے اور یہ وہ افعال ہیں جو پہلی قسم کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ پس وجود مدت کے وقت ان کو پہلی قسم کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب کسی مضاربیت یا شرکت پر مال دیا ہے اور مال مضاربیت کو اپنے دوسرے کے مال کے ساتھ ملانا ہے کیونکہ رب المال مضارب ہی کی شرکت کو پسند کرتا ہے اور وہ اس کے سوا کسی شرکت پر راضی ہونے والا نہیں ہے جبکہ یہ ایک عارضی معاملہ ہے جبکہ اس پر تجارت موقوف نہیں ہے۔ پس یہ امور مطلق مضاربیت کے احکام میں شامل نہ ہوں گے۔ ہاں البتہ یہ بھی مال کو بڑھانے کا ایک طریقہ ہے کیونکہ اس طرح بھی یہ عمل مضاربیت کے ہم معنی ہونے میں قریب ہے اور کسی دلالت کے سبب یہ مضاربیت میں داخل ہو جائے گا۔ اور رب المال کو قول "اعمل براءیک" اسی کی دلیل ہے۔

(۳) تیسری قسم یہ ہے کہ اس میں ان افعال کا تعلق ہے جن میں نہ تو مضارب مطلق عقد کا مالک بنتا ہے اور نہ ہی وہ رب المال کے قول "اعمل براءیک" کہنے سے مالک بنتا ہے ہاں البتہ جب رب المال وضاحت کے ساتھ اس کا مکی صراحت کرے اور وہ قرض لینا ہے۔ جس کی حالت یہ ہے کہ مضارب رأس المال سے سامان خریدنے کے بعد چوتھو درابم و دینے کے بدلے میں چوتھو ادھر خریدے۔ اس لئے کہ یہ خریداری اس مال سے زائد ہے جس مضاربیت منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ رب المال اس پر راضی نہ ہوگا ہاں وہ تو اپنے ذمہ پر ہونے والے قرض کے ساتھ مسروف ہونے میں راضی نہ ہوگا اور جب رب المال نے مضارب کو قرض لینے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ تو زائد خریدی ہوئی چیز شرکت وجود کے سبب ان کے درمیان مشترکہ ہوگی اور ان میں ہندقی میں بھی ہے کیونکہ وہ بھی قرض کی ایک قسم ہے اور اس کو دینا بھی اس میں شامل ہے اس لئے کہ یہ قرض دینا ہے۔ مال کے بدلے میں یہ بخیر مال کے غلام کو آزاد کرنا ہے اور مکاتب بنانا بھی اسی میں شامل ہے اس لئے کہ یہ معاملات تجارت نہیں کہتے۔ قرض دینا و بیہ کرنا اور صدقہ کرنا یہ افعال بھی مضارب رب المال کی وضاحت کے سوا نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ معاملات محض احسان ہیں تجارت نہیں ہیں۔

مضارب کا مال مضاربیت سے غلام و باندی کا نکاح نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُزَوِّجُ عَبْدًا وَلَا أَمَةً مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُزَوِّجُ الْأَمَةَ لِأَنَّهَا مِنْ بَابِ الْاِكْتِسَابِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَسْتَفِيدُ بِهِ الْمَهْرَ وَسُقُوطَ الْفَقْعَةِ

وَلَهُمَا أَنَّهُ لَيْسَ بِتِجَارَةٍ وَالْعَقْدُ لَا يَتَضَمَّنُ إِلَّا التَّوَكُّلَ بِالتَّجَارَةِ وَصَارَ كَالِكِتَابَةِ وَالْإِعْثَاقِ عَلَى مَالٍ فَإِنَّهُ اكْتِسَابٌ، وَلَكِنْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ تِجَارَةً لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْمُضَارَبَةِ فَكَيْفَ هَذَا.

لے فرمایا اور مضارب مال مضاربیت میں سے کہہ دیا۔ بایندی کا نکاح نہیں کر سکتا۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ بایندی کا نکاح کر سکتا ہے کیونکہ یہ کمانے کا ایک حریفہ ہے کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ اس سے مضارب مہر حاصل کرے گا اور نفقہ کے ساقط ہونے کا فائدہ اٹھائے گا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نکاح تجارت نہیں ہے جبکہ مضاربیت میں محض وکالت بہ تجارت کو لازم ہوتی ہے اور یہ مکاتب بنانے اور مال لٹکت آزاد کرنے کی طرح ہو جائے گا اس لئے یہ بھی ایک کمانے کا طریقہ ہے مگر یہ طریقے تجارت میں معروف نہیں ہیں لہذا مضاربیت کے تحت یہ داخل نہ ہوں گے اور بایندی کی تزویج کا بھی حال ہے۔

مضارب کا رب المال کو بعض کام کے لئے مال دینے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ دَفَعَ شَيْئًا مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ إِلَى رَبِّ الْمَالِ بِضَاعَةً فَاشْتَرَى رَبُّ الْمَالِ وَبَاعَ فَهُوَ عَلَى الْمُضَارَبَةِ) وَقَالَ زُفَرٌ: تَفْسُدُ الْمُضَارَبَةُ لِأَنَّ رَبَّ الْمَالِ مُتَصَرِّفٌ فِي مَالٍ نَفْسِهِ فَلَا يَصْلُحُ وَكِيلًا فِيهِ فَيَصِيرُ مُسْتَرَدًّا وَلِهَذَا لَا تَصِحُّ إِذَا شَرَطَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ ابْتِدَاءً.

وَلَنَا أَنَّ التَّخْلِيَةَ فِيهِ لَقَدْ تَمَّتْ وَصَارَ التَّصَرُّفُ حَقًّا لِلْمُضَارِبِ فَيَصْلُحُ رَبُّ الْمَالِ وَكِيلًا عَنْهُ فِي التَّصَرُّفِ وَالْإِبْضَاعِ تَوَكُّلٌ مِنْهُ فَلَا يَكُونُ اسْتِرْدَادًا، بِخِلَافِ شَرَطِ الْعَمَلِ عَلَيْهِ فِي الْإِبْتِدَاءِ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ التَّخْلِيَةَ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا دَفَعَ الْمَالُ إِلَى رَبِّ الْمَالِ مُضَارَبَةً حَيْثُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّ الْمُضَارَبَةَ تَعْقِدُ شَرَكَةً عَلَى مَالِ رَبِّ الْمَالِ وَعَمَلِ الْمُضَارِبِ وَلَا مَالَ هَاهُنَا، فَلَوْ جَوَزْنَا هُوَ يُؤَدِّي إِلَى قَلْبِ الْمُوضُوعِ، وَإِذَا لَمْ تَصِحَّ يَبْقَى عَمَلُ رَبِّ الْمَالِ بِأَمْرِ الْمُضَارِبِ فَلَا تَبْطُلُ بِهِ الْمُضَارَبَةُ الْأُولَى.

فرمایا اور جب مضارب نے مضاربیت کے مال میں بعض رب المال کو کام کرنے کے لئے دے دیا ہے اس کے بعد رب المال نے خرید و فروخت کی ہے تو وہ بھی مضاربیت پر ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مضاربیت فاسد ہو جائے گی اس لئے رب المال اپنے مال میں تصرف کرنے والا ہے۔ ہذا اس مال میں وہ وکیل نہ رہے گا۔ بلکہ رب المال اس کو واپس لینے والا ہوگا کیونکہ جب ابتدائی طور پر رب المال پر کام کرنے کی شرط لگائی گئی ہے تو مضاربیت درست نہ ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مضارب اور مال کے درمیان علیحدگی پوری طرح ہو چکی ہے اور تصرف کرنا یہ مضارب ہی کا حق بن گیا ہے پس رب المال نفس تصرف میں اس کا وکیل بنا سکتا ہے اور تجارت کی غرض سے مال دینا یہ مضارب کی جانب سے وکیل بنانا ہے۔

پس یہ واپس لینا نہ ہوگا بہ خلاف شروع میں شرط لگانے کے کیونکہ یہ علیحدگی سے روکنے والا ہے۔ اور یہ خلاف اس صورت کے کہ جب مضارب نے رب المال کو مضاربیت کے طور پر مال دیا ہے تو دوسرا عقد درست نہ ہوگا۔ کیونکہ مضارب کے عمل اور رب المال کے مال کو ملاتے ہوئے اشتراک سے مضاربیت کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اور مضارب کا مال یہاں معدوم ہے۔ اور اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو اس سے قلب موضوع لازم آئے گا اور جب دوسرا عقد درست ہی نہیں ہوا ہے۔ تو رب المال کے حکم کے سبب رب المال کا کام بقیہ کے طور پر رہے گا۔ پس اس سے پہلی مضاربیت باطل نہ ہوگی۔

اصلی شہر میں کام کرنے کے سبب نفقہ مضارب نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَمِلَ الْمُضَارِبُ فِي الْمِصْرِ فَلَيْسَتْ نَفَقَتُهُ فِي الْمَالِ، وَإِنْ سَافَرَ فَقَطْعَانُهُ وَشَرَابُهُ وَكِسْوَتُهُ وَرُكُوبُهُ) وَمَعْنَاهُ شِرَاءٌ وَكِرَاءٌ فِي الْمَالِ.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ النِّفْقَةَ تَجِبُ بِإِزَاءِ الْإِحْتِبَاسِ كَنَفَقَةِ الْقَاضِي وَنَفَقَةِ الْمَرْأَةِ، وَالْمُضَارِبُ فِي الْمِصْرِ سَاكِنٌ بِالسُّكْنَى الْأَصْلِيَّةِ، وَإِذَا سَافَرَ صَارَ مَحْبُوسًا بِالْمُضَارَبَةِ لَيْسَتْ حَقُّ النِّفْقَةِ فِيهِ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْأَجِيرِ لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّ الْبَدَلَ لَا مَحَالَةَ فَلَا يَنْضَرُّ بِالْإِنْفَاقِ مِنْ مَالِهِ، أَمَّا الْمُضَارِبُ فَلَيْسَ لَهُ إِلَّا الرِّبْحُ وَهُوَ فِي حَيْزِ التَّرَدُّدِ، فَلَوْ انْفَقَ مِنْ مَالِهِ يَنْضَرُّ بِهِ، وَبِخِلَافِ الْمُضَارَبَةِ الْفَاسِدَةِ لِأَنَّهُ أَجِيرٌ، وَبِخِلَافِ الْبِضَاعَةِ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ.

اور جب مضارب نے اپنے ہی شہر میں کام کیا ہے تو مضاربیت کے مال میں اس کا خرچ نہ ہوگا اور اگر مضارب سفر کرتا ہے تو اس کا کھانا، پینا، کپڑا اور سواری یعنی خریدنا اور کرایہ دینا یہ سب مضاربیت کے مال سے ہوگا ان دونوں میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ خرچہ روکنے کے مقابلے میں ہوتا ہے جس طرح قاضی اور عورت کو نفقہ ہے۔

اور جب مضارب شہر میں وطن اصلی کے طور پر رہتا ہے اور جب وہ سفر کرتا ہے تو مضاربیت کے سبب سے وہ مقید ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ مال مضاربیت سے نفقہ کا حقدار بنے گا اور یہ حکم اجرت لینے والے کے خلاف ہے۔ کیونکہ اجیر ہر حالت میں بدل کا حقدار بنتا ہے۔ پس اپنے مال خرچ کرنے کے سبب وہ نقصان اٹھانے والا نہ ہوگا جبکہ مضارب کو تو صرف نفع ملتا ہے اور نفع کا ملنا یہ مشکوک ہے اور اگر مضارب اپنا مال خرچ کرے گا تو اس کا نقصان ہوگا بہ خلاف مضاربیت فاسدہ کے کیونکہ وہ اجیر ہے بہ خلاف بضاعت کے کیونکہ وہ متبرع ہے۔

مضاربیت سے بچ جانے والے سامان کا بیان

قَالَ (فَإِنْ بَقِيَ شَيْءٌ فِي يَدِهِ بَعْدَ مَا قَدِمَ مِصْرَهُ رَدَّهُ فِي الْمُضَارَبَةِ) لِانْتِهَاءِ الْإِسْتِحْقَاقِ، وَلَوْ كَانَ حُرُوحُهُ دُونَ السَّفَرِ فَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ يَغْدُو ثُمَّ يَرُوحُ فَيَبِيتُ بِأَهْلِيهِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ السُّوقِيِّ فِي الْمِصْرِ، وَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ لَا يَبِيتُ بِأَهْلِيهِ فَتَنَفَّقَتْهُ فِي مَالِ الْمُضَارَبَةِ لِأَنَّ حُرُوحَهُ

لِلْمُصَارَبَةِ، وَالنَّفَقَةُ هِيَ مَا يُصْرَفُ إِلَى الْحَاجَةِ الرَّائِيَةِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا، وَمِنْ ذَلِكَ عَمَلُ لِيَابِهِ
وَأُخْرَى أَحَبُّ بِعَدَمِهِ وَعَلَفُ ذَاتِيَّةٍ يَرْكَبُهَا وَالذَّهْنُ فِي مَوْضِعٍ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ عَادَةً كَالْحِجَازِ،
وَأَمَّا يُطْلَقُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ بِالْمَعْرُوفِ حَتَّى يَضْمَنَ الْفَضْلَ إِنْ جَاوَزَهُ اغْتِبَارًا لِلْمُتَعَارِفِ تَيْنِ
التَّخَارُفِ.

اور جب شیر میں واپس آنے کے بعد مضارب کے ہاں کچھ سامان بچ گیا ہے تو وہ اس کو مضاربیت میں واپس
کر دے۔ کیونکہ اب اس کا حق ختم ہو چکا ہے اور جب وہ سفر کی مسافت سے کم سفر کے لئے لگا ہے یعنی اس طرح لگا ہے کہ وہ صبح کو
جائے گا اور شام کو واپس آ جائے گا اور اپنے گھر میں رات گزارے گا۔ تو وہ اپنے شیر کے بازار میں رہنے والا شمار کیا جائے گا۔
اور اگر وہ اتنا دور جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں رات گزارنے والا نہیں ہے تو اس کا نفقہ مضاربیت کے مال سے ہوگا۔ کیونکہ اب
وہ مضاربیت کے لئے گیا ہوا ہے۔ اور نفقہ وہ ہے روز مرہ کی ضروریات پر خرچ کیا جاتا ہے اور ایسی ضروریات کو ہم بیان کر آئے
ہیں۔ اور مضارب کے کپڑوں کی دھلائی بھی انہی میں سے ہے۔ اور اس کے نوکر کی مزدوری ہے۔ اور اس کی سواری کا چارہ ہے۔
اور جن ملکوں میں تین لگانے کی عادت ہو جس طرح ملک حجاز ہے کہ وہاں تیل ہے اور ان تمام اشیاء میں قانون کے موافق مضارب کو
اجازت دی جائے گی۔ یہی سبب ہے کہ جب تاجروں میں مشہور صرفہ بڑھ جائے تو زیادتی کا وہی ضامن ہوگا۔

دواء کا نفقہ مضارب میں شامل ہونے کا بیان

قَالَ (وَأَمَّا الدَّوَاءُ فَمِنْ مَالِهِ) فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَدْخُلُ فِي
النَّفَقَةِ لِأَنَّهُ لَا صَلَاحَ بَدَنِهِ وَلَا يَتِمَّ كُنُ مِنْ التِّجَارَةِ إِلَّا بِهِ فَصَارَ كَالنَّفَقَةِ، وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ
الْحَاجَةَ إِلَى النَّفَقَةِ مَعْلُومَةُ الرُّفُوعِ وَإِلَى الدَّوَاءِ بِعَارِضِ الْمَرَضِ، وَلِهَذَا كَانَتْ نَفَقَةُ الْمَرْأَةِ
عَلَى الزَّوْجِ وَدَوَائُهَا فِي مَالِهَا.

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ دوا نفقہ میں شامل ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق مضارب کی
دوا اس کے مال سے ہوگی۔ کیونکہ دوا سے بدن کی اصلاح ہوتی ہے اور بدن کی سلامتی کے بغیر مضارب تجارت نہیں کر سکے گا۔ و
ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ کی حاجت یعنی طور پر معلوم ہے جبکہ دوا کی ضرورت مرضی کے آنے کے سبب پڑتی ہے۔ اسی دلیل
کے سبب بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے جبکہ اس کی دوائی اس کے اپنے مال سے ہوتی ہے۔

نفع مضارب سے رأس المال کا خرچہ وصول کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا رِبْحَ أَخَذَ رَبُّ الْمَالِ مَا اتَّفَقَ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ، فَإِنْ بَاعَ الْمَتَاعَ مُرَابَحَةً حَسَبَ مَا
اتَّفَقَ عَلَى الْمَتَاعِ مِنَ الْيَمْلَانِ وَنَحْوِهِ، وَلَا يَحْتَسِبُ مَا اتَّفَقَ عَلَى نَفْسِهِ) لِأَنَّ الْعُرْفَ حَارِجًا
بِالْحَقِّ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي، وَلِأَنَّ الْأَوَّلَ يُوجِبُ زِيَادَةً فِي الْمَالِيَّةِ بِزِيَادَةِ الْقِيَمَةِ وَالثَّانِي لَا

یوحنا

۱۸ / اور جب مضارب نے نفع کمایا تو اس نے جو اس المال سے مال خرچ کیا ہے۔ رب المال اس سے وصول کر لے۔ اور جب مضارب نے بیع مراہم کے طور پر مال بیچا ہے تو اس مال کو لانے آنے کا جو خرچہ ہوا ہے تو اس کو اصل رقم میں شامل کرے۔ لیکن جو اس نے اپنے اوپر خرچ کیا ہے اس کو شامل نہ کرے۔ کیونکہ سامان کے خرچ کو شامل کرنے کا رواج ہے۔ جبکہ اپنی ذات پر خرچ کیے ہوئے کا عرف نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا الحاق قیمت کی زیادتی کے واسطے سے مالیت کی زیادتی کا سبب ہے جبکہ دوسرے سے یہ زیادتی حاصل ہونے والی نہیں ہے۔

مضارب کا دراہم کے بدلے کپڑا خریدنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ فَاشْتَرَى بِهَا ثِيَابًا فَقَصَّرَهَا أَوْ حَمَلَهَا بِمِائَةٍ مِنْ عِنْدِهِ وَقَدْ قِيلَ لَهُ اْعْمَلْ بِرَأْيِكَ فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ) لِأَنَّهُ اسْتَدَانَهُ عَلَى رَبِّ الْمَالِ فَلَا يَنْتَظِمُهُ هَذَا الْمَقَالُ عَلَى مَا مَرَّ (وَأِنْ صَبَغَهَا أَحْمَرَ فَهُوَ شَرِيكَ بِمَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ وَلَا يَضْمَنُ) لِأَنَّهُ عَيْنُ مَالٍ قَائِمٍ بِهِ حَتَّى إِذَا بَاعَ كَانَ لَهُ حِصَّةُ الصَّبْغِ وَحِصَّةُ الثَّوْبِ الْأَبْيَضِ عَلَى الْمُضَارَبَةِ بِخِلَافِ الْقِصَارَةِ وَالْحَمْلِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِعَيْنِ مَالٍ قَائِمٍ بِهِ، وَلِهَذَا إِذَا فَعَلَهُ الْغَاصِبُ ضَاعَ وَلَا يَضِيعُ إِذَا صَبَغَ الْمَفْضُوبَ، وَإِذَا صَارَ شَرِيكًا بِالصَّبْغِ انْتَضَمَ قَوْلُهُ اْعْمَلْ بِرَأْيِكَ انْتِظَامَهُ الْخُلُطَةُ فَلَا يَضْمَنُهُ

اور جب مضارب کے پاس ایک ہزار دراہم ہیں اور اس نے ان دراہم کے بدلے میں کپڑے کا تھان خرید لیا ہے اور اپنے پاس سے سو دراہم خرچ کر کے اس پر کڑھائی کرائی ہے یا اس کو اٹھوا کر کہیں دوسری جگہ رکھوایا ہے اور مضارب نے اس کو یہ کہہ دیا تھا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کام کرو تو اس میں سو روپے کا خرچہ دینے میں وہ متبرع ہوگا کیونکہ یہ رب المال پر قرض لینا ہے پس یہ قول "اپنی مرضی سے عمل کرو" اس کام کو شامل نہ ہوگا جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب مضارب نے سرخ رنگ سے اس کو رنگ کر دیا ہے تو رنگنے کے سبب جس قدر اضافہ ہوا ہے اس مقدار میں مضارب رب المال کا شریک ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ رنگنا ایسا مال عین ہے جو کپڑے کے ساتھ موجود ہے یہاں تک کہ جب اس کو بیچ دیا جائے تو اسے رنگ کا حصہ بھی ملے گا۔ اور سفید کپڑے کے حصے کی قیمت مضاربیت پر ہوگی۔ یہ خلاف کڑھائی اور اٹھوانے اور رکھوانے کے کیونکہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کپڑے کے ساتھ موجود ہو اسی لئے جب غاصب نے ایسا کام کیا ہے تو اس کا عمل تباہ ہو جائے گا۔ کیونکہ مقصود یہ کپڑا رنگنے کے سبب ضائع نہ ہوگا اور جب رنگنے کے سبب مضارب رب المال کا شریک ہو گیا ہے تو رب المال کا قول "اپنی مرضی سے کام کرو" ملانے کے انتظام کے طور پر اس کو شامل ہو جائے گا کیونکہ ملانے کے سبب رب المال ضامن نہ ہوگا۔

فصل فی مسائل المتفرقة

﴿یہ فصل متفرق مسائل کے بیان میں ہے﴾

مسائل متفرقة فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ اس فصل میں کتاب مضاربہ کے ان مسائل کو بیان کریں گے جو فقہی جزئیات میں متفرق یعنی مختلف ابواب و فصول سے ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے اس فصل کو مؤخر ذکر کیا ہے کہ اس میں مذکورہ کتاب کے مختلف جزوی دلائل سے مستطرد مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

مضارب کے ساتھ نصف کی شرط لگانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا بَرًّا فَبَاعَهُ بِالْفَيْنِ ثُمَّ اشْتَرَى بِالْأَلْفَيْنِ عَبْدًا فَلَمْ يَنْقُضْهُمَا حَتَّى ضَاعَا بَعْرَمُ رَبِّ الْمَالِ أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةٍ وَالْمُضَارِبُ خَمْسِمِائَةٍ وَيَكُونُ رُبْعُ الْعَبْدِ لِلْمُضَارِبِ وَثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهِ عَلَى الْمُضَارِبَةِ) قَالَ : هَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ حَاصِلُ الْجَوَابِ، لِأَنَّ الثَّمَنَ كُلَّهُ عَلَى الْمُضَارِبِ إِذْ هُوَ الْعَاقِدُ، إِلَّا أَنَّ لَهُ حَقَّ الرُّجُوعِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ بِالْفِ وَخَمْسِمِائَةٍ عَلَى مَا نَبَّيْنُ فَيَكُونُ عَلَيْهِ فِي الْأَجْرَةِ .

وَرَجَّهَ أَنَّهُ لَمَّا نَصَّ الْمَالُ ظَهَرَ الرُّبْعُ وَلَهُ مِنْهُ وَهُوَ خَمْسِمِائَةٍ، فَإِذَا اشْتَرَى بِالْأَلْفَيْنِ عَبْدًا صَارَ مُشْتَرِيًا رُبْعَهُ لِنَفْسِهِ وَثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ لِلْمُضَارِبَةِ عَلَى حَسَبِ انْقِسَامِ الْأَلْفَيْنِ، وَإِذَا ضَاعَتْ الْأَلْفَانِ وَجَبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَهُ الرُّجُوعُ بِثَلَاثَةِ أَرْبَاعِ الثَّمَنِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ رَكِيزٌ مِنْ جِهَتِهِ فِيهِ وَيَخْرُجُ نَصِيبُ الْمُضَارِبِ وَهُوَ الرُّبْعُ مِنَ الْمُضَارِبَةِ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ وَمَالُ الْمُضَارِبَةِ أَمَانَةٌ وَبَيْنَهُمَا مُنَاقَاةٌ وَيَبْقَى ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ الْعَبْدِ عَلَى الْمُضَارِبَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ مَا يَنَافِي الْمُضَارِبَةَ (وَيَكُونُ رَأْسُ الْمَالِ الْفَيْنِ وَخَمْسِمِائَةٍ) لِأَنَّهُ دَفَعَ مَرَّةً أَلْفًا وَمَرَّةً أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةٍ (وَلَا يَبِيعُهُ مُرَابِحَةً إِلَّا عَلَى الْفَيْنِ) لِأَنَّهُ اشْتَرَاهُ بِالْفَيْنِ، وَيُظْهَرُ ذَلِكَ فِيمَا إِذَا بَاعَ الْعَبْدُ بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ فِحِصَّةُ الْمُضَارِبَةِ ثَلَاثَةُ آلَافٍ يَرْفَعُ رَأْسَ الْمَالِ وَيَبْقَى خَمْسِمِائَةُ رُبْعٍ

بَيْنَهُمَا .

اور جب مضارب کے ہاں نصف نفع کی شرط کے مطابق ایک ہزار درہم تھے اور اس نے ان کے بدلے میں کاشن کے کپڑوں کا تھان خرید کر اس کو دو ہزار دیا ہے اور اس نے دو ہزار درہم کے بدلے میں ایک غلام خرید لیا۔ مگر اس کی قیمت دینے پہلے دو ہزار نقدی درہم کی اس سے ضائع ہو گئی تو اب رب المال ڈیڑھ ہزار درہم کا قسامن ہوگا جبکہ مضارب پانچ سو کا قسامن ہوگا اور غلام چوتھائی اور تین چوتھائی کے مطابق مضارب بت پر ہوگا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے جو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ جواب کا خلاصہ ہے کیونکہ اصل میں ساری قیمت مضارب پر ہی لازم ہے کیونکہ عقد کرنے والا وہی ہے مگر اس کو رب المال سے ڈیڑھ ہزار درہم لینے کا حق حاصل ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر دیں گے۔ بہر حال یہ پندرہ سو کی رقم رب المال پر ہی واجب ہوگی۔

اور اس کی دلیل اس طرح ہے کہ جب نقد مال ختم ہو چکا ہے تو نفع ظاہر ہوا ہے اور پانچ سو ریال ہے اس کے بعد جب مضارب نے دو ہزار میں غلام کو کریدا ہے تو وہ اس کا نفع اپنے لئے خریدنے والا بن جائے گا اور تین چوتھائی مضارب بت کے لئے ہے تو دو ہزار درہم میں تقسیم ہوگا مگر جب وہ دو ہزار ضائع ہو چکے ہیں تو اس پر قیمت واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں اور اس تین چوتھائی حصے کی قیمت کو رب المال پر رجوع کرنے کا حق ہوگا اس لئے اس حصے میں رب المال کا وکیل ہے اور مضارب کا چوتھائی حصہ مضارب بت سے خارج ہونے والا ہے۔ اس سبب سے کہ یہ مال اسی پر مضمون ہے حالانکہ مضارب بت کا مال امانت ہے۔ اور مضمون مال اور امانت میں فرق ہے جبکہ غلام کے تین چوتھائی حصے مضارب بت پر ہوں گے اس لئے کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مضارب بت کو روکنے والی ہو۔

اور اب اگر اس المال ڈیڑھ ہزار درہم ہے اس لئے کہ ایک مرتبہ جب مضارب نے اس کو ایک ہزار دیا ہے اور ایک بار ڈیڑھ ہزار دیا ہے اور مضارب دو ہزار میں اس کو بطور مراہمہ کے بیچ سکتا ہے کیونکہ اس نے دو ہزار میں اس کو خرید لیا ہے اور اس کا فائدہ تب ظاہر ہوگا جب یہ غلام چار ہزار میں بیچا جائے گا۔ تو مضارب بت کے حصے میں تین ہزار ہوں گے۔ جس میں سے اس المال کے لئے ڈھائی ہزار ہوں گے جبکہ بقیہ پانچ سو ان کے درمیان مشترک ہوگا۔

مضارب کا بطور مراہمہ کسی چیز کو بیچنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ فَاشْتَرَى رَبُّ الْمَالِ عَبْدًا بِخَمْسِمِائَةٍ وَبَاعَهُ بِأَلْفٍ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى خَمْسِمِائَةٍ) لِأَنَّ هَذَا الْبَيْعَ مُقَضًى بِجَوَازِهِ لِتَغَايُرِ الْمَقَاصِدِ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ وَإِنْ كَانَ بَيْعٌ مِلْكُهُ بِمِلْكِهِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ شُبْهَةَ الْعَدَمِ، وَمَبْنَى الْمُرَابَحَةِ عَلَى الْأَمَانَةِ وَالِاخْتِرَارِ عَنْ شُبْهَةِ الْخِيَانَةِ فَاعْتَبِرَ أَقْلُ الثَّمَنَيْنِ، وَلَوْ اشْتَرَى الْمُضَارِبُ عَبْدًا بِأَلْفٍ وَبَاعَهُ مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِأَلْفٍ وَمِائَتَيْنِ بَاعَهُ مُرَابَحَةً بِأَلْفٍ وَمِائَةٍ لِأَنَّهُ أُعْتَبِرَ عَدَمًا فِي حَقِّ نِصْفِ الرِّبْحِ وَهُوَ نَصِيبُ

رَبِّ الْمَالِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ .

اس کے فرمایا کہ جب مضارب کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور رب المال کسی اجنبی سے پانچ سو میں ایک غلام کو خریدتے ہوئے اس کو مضارب کے ہاتھ میں ایک ہزار میں بیچ دیتا ہے اور مضارب کو بطور مراہجہ بیچنا چاہتا ہے تو وہ اس کو پانچ سو میں بیچ دے گا کیونکہ ضرورت کو پورا کرنے اور اختلاف مقصود کے سبب اس بیچ کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسی بیچ ہے جس کا رب المال اپنے مال سے مالک بننے والا ہے مگر اس میں عدم جواز کا شک ہے۔ اور مراہجہ کا مقصد امانت ہے اور شبہ خیانت سے حفاظت ہے پس مراہجہ میں تھوڑی قیمتوں میں سے کم قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مضارب نے ایک ہزار کے بدلے میں کسی غلام کو خریدتے ہوئے اس کو رب المال کے ہاتھ میں بارہ سو میں فروخت کر دیا ہے اور رب المال نے اس کو گیارہ سو میں بطور مراہجہ بیچ دیا ہے کیونکہ نصف نفع کے حق میں اس کی بیچ کو کالعدم تسلیم کیا گیا ہے اور وہ رب المال کا حصہ بناتا ہے اور کتاب بیوع میں یہ گزر چکا ہے۔

مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط پر ایک ہزار ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ بِالتَّصْفِ فَاشْتَرَى بِهَا عَبْدًا قِيمَتُهُ أَلْفَانِ فَقَتَلَ الْعَبْدُ رَجُلًا خَطَاً فَلِلثَلَاثَةِ أَرْبَاعِ الْفِدَاءِ عَلَى رَبِّ الْمَالِ وَرُبْعُهُ عَلَى الْمُضَارِبِ) لِأَنَّ الْفِدَاءَ مُؤَنَةُ الْمِلْكِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمِلْكِ وَقَدْ كَانَ الْمِلْكُ بَيْنَهُمَا أَرْبَاعًا، لِأَنَّهُ لَمَّا صَارَ الْمَالُ عَيْنًا وَاحِدًا ظَهَرَ الرِّبْحُ وَهُوَ أَلْفٌ بَيْنَهُمَا وَأَلْفٌ لِرَبِّ الْمَالِ بِرَأْسِ مَالِهِ لِأَنَّ قِيمَتَهُ أَلْفَانِ، وَإِذَا قَدَّيَا خَرَجَ الْعَبْدُ عَنْ الْمُضَارِبَةِ، أَمَّا نَصِيبُ الْمُضَارِبِ فَلَمَّا بَيَّنَّاهُ، وَأَمَّا نَصِيبُ رَبِّ الْمَالِ فَلِقَضَاءِ الْقَاضِي بِانْقِسَامِ الْفِدَاءِ عَلَيْهِمَا لَمَّا أَنَّهُ يَنْتَضِمُنُ قِسْمَةَ الْعَبْدِ بَيْنَهُمَا وَالْمُضَارِبَةُ تَنْتَهِي بِالْقِسْمَةِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّ جَمِيعَ الثَّمَنِ فِيهِ عَلَى الْمُضَارِبِ وَإِنْ كَانَ لَهُ حَقُّ الرُّجُوعِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الْقِسْمَةِ، وَلِأَنَّ الْعَبْدَ كَالزَّائِلِ عَنْ مِلْكِهِمَا بِالْجَنَائَةِ، وَدَفْعُ الْفِدَاءِ كَالِثَبَاتِ الشِّرَاءِ فَيَكُونُ الْعَبْدُ بَيْنَهُمَا أَرْبَاعًا لَا عَلَى الْمُضَارِبَةِ يَخْدُمُ الْمُضَارِبَ يَوْمًا وَرَبِّ الْمَالِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ.

اور جب مضارب کے پاس آدھے نفع کی شرط کے مطابق ایک ہزار درہم ہوں اور اس نے اس ایک ہزار کے بدلے میں ایسا غلام خریدا ہے جس کی قیمت دو ہزار ہے۔ اور اس غلام نے غلطی کے طور پر کسی کو قتل کر دیا ہے تو فدیہ کی تین چوتھائی رقم رب المال پر ہوگی اور اس کی چوتھائی رقم مضارب پر ہوگی۔ کیونکہ فدیہ صرف ملکیت کا ہے۔ اور ملکیت مقدار کے برابر ہوگی اور یہ ملکیت مضارب اور رب المال کے درمیان چار چوتھائی کے حساب سے ہے کیونکہ اس کا ضمان بھی نفع کے حساب سے ہوگا اور یہ اس لئے ایسا ہے کہ جب مال ایک عین ہے جس کی قیمت دو ہزار ہے اور وہ ایک ہزار میں بطور نفع دونوں کے درمیان مشترک ہے اور ایک

ہزار رب المال کے لئے اس کے رأس المال کے بدلے میں ہوگا کیونکہ مضاربیت سے خریدار ہوا غلام دو ہزار قیمت کا ہے۔ اور جب ان دونوں نے فدیہ ادا کر دیا ہے تو وہ غلام مضاربیت سے خارج ہو جائے گا جبکہ مضارب کا حصہ تو وہ اسی کے سبب سے ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور رب المال کا حصہ اس سبب سے خارج ہو جائے گا کیونکہ قاضی نے ان پر فدیہ کی تقسیم کا فیصلہ دے دیا ہے کیونکہ یہ فیصلہ ان دونوں کے درمیان غلام کی تقسیم میں شامل ہے اور تقسیم مضاربیت کو ختم کرنے والی ہے یہ خلاف اس صورت کے جو گزر گئی ہے۔ کیونکہ اس میں ساری قیمت ہی مضارب پر لازم آتی ہے خواہ اس کے لئے رجوع کا حق ہے پس تقسیم کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ جنایت کرنے کے سبب وہ غلام ان کی ملکیت سے ختم ہو چکا ہے۔ جبکہ فدیہ دینا یہ ابتدائی طور پر خریدنے کی طرح ہو جائے گا پس وہ غلام ان کے درمیان مشترکہ نفع کے حساب سے ہوگا مگر مضاربیت کے طور پر نہیں ہوگا کیونکہ اب وہ غلام ایک دن مضارب کی خدمت کرے گا اور وہ تین رب المال کی خدمت کرے گا یہ خلاف اس صورت کے کہ جو اس سے پہلے بیان کر دی گئی ہے

مضارب کا در اہم ادا کرنے سے قبل غلام کے فوت ہو جانے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ فَاشْتَرَى بِهَا عَبْدًا فَلَمْ يَنْقُذْهَا حَتَّى هَلَكَتْ يَدْفَعُ رَبُّ الْمَالِ ذَلِكَ الثَّمَنَ وَرَأْسُ الْمَالِ جَمِيعُ مَا يَدْفَعُ إِلَيْهِ رَبُّ الْمَالِ) لِأَنَّ الْمَالَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ وَلَا يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًّا، وَإِلَّا سَتِيفَاءُ أَلَمَّا يَكُونُ بِقَبْضِ مَضْرُوبٍ وَحُكْمُ الْأَمَانَةِ يُنَافِيهِ فَيَرْجِعُ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ إِذَا كَانَ الثَّمَنُ مَذْفُوعًا إِلَيْهِ قَبْلَ الشِّرَاءِ وَهَلَكَ بَعْدَ الشِّرَاءِ حَيْثُ لَا يَرْجِعُ إِلَّا مَرَّةً لِأَنَّهُ أَمَكَّنَ جَعْلُهُ مُسْتَوْفِيًّا، لِأَنَّ الْوَكَالَةَ تُجَامِعُ الضَّمَانَ كَالْغَاصِبِ إِذَا تَوَكَّلَ بِبَيْعِ الْمَنْصُوبِ، ثُمَّ فِي الْوَكَالَةِ فِي هَذِهِ الصُّورَةِ يَرْجِعُ مَرَّةً، وَفِيمَا إِذَا اشْتَرَى ثُمَّ دَفَعَ الْمُوَكَّلُ إِلَيْهِ الْمَالَ فَهَلَكَ لَا يَرْجِعُ لِأَنَّهُ ثَبَتَ لَهُ حَقُّ الرَّجُوعِ بِنَفْسِ الشِّرَاءِ فَجُعِلَ مُسْتَوْفِيًّا بِالْقَبْضِ بَعْدَهُ، أَمَّا الْمَذْفُوعُ إِلَيْهِ قَبْلَ الشِّرَاءِ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْأَمَانَةِ بَعْدَهُ فَلَمْ يَصِرْ مُسْتَوْفِيًّا، فَإِذَا هَلَكَ رَجَعَ عَلَيْهِ مَرَّةً ثُمَّ لَا يَرْجِعُ لَوْ قُوعِ إِلَّا سَتِيفَاءُ عَلَى مَا مَرَّ

فرمایا کہ جب مضارب کے پاس ایک ہزار در اہم ہوں اور اس نے ان در اہم کے بدلے میں ایک غلام خریدا ہے مگر ان در اہم کو ادا کرنے سے پہلے ہی وہ در اہم ہلاک ہو گئے ہیں تو وہ قیمت رب المال ادا کرے گا۔ اور جتنی بار ہزار ہلاک ہوگا اتنی بار رب المال ادا کرنے والا ہوگا اور رب المال کو مضارب کو جس قدر مال دے گا وہ سب رأس المال ہوگا کیونکہ یہ مال مضارب کے پاس بطور امانت ہے جبکہ ضمان اس وقت لیا جاتا ہے جب قبضہ ضمانت میں ہو۔ حالانکہ امانت کا حکم ضمانت کے خلاف ہے پس ایک بار کے بعد مضارب رب المال سے ثمن کا مال واپس لے گا یہ خلاف وکیل بہ ثراء کے کیونکہ جب خرید سے پہلے اس کو ثمن دے دی گئی ہے اور خریدنے کے بعد وہ قیمت ہلاک ہو گئی ہے تو وہ صرف ایک بار موکل سے ثمن لینے کا حقدار ہے کیونکہ وکیل سے ضمان لینے ممکن ہے اس لئے کہ وکالت ضمان کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے جس طرح غاصب معصوبہ مال کو بیچنے کا وکیل بنا جائے، اس کے بعد وکالت کی

اس صورت میں وکیل ایک بار موکل سے سے ثمن لے گا اور جب وکیل نے کوئی چیز خریدی ہے اس کے بعد موکل نے اس کو مال دے دیا ہے اور وہ مال ہلاک ہو گیا ہے تو وکیل دوبارہ موکل سے ثمن وصول نہیں کر سکے گا کیونکہ خریداری کے سبب سے وکیل درجوں کرنے کا حق تھا جو خریداری کے بعد رقم پر قبضہ کرنے کے سبب سے وہ اپنا حق وصول کر چکا ہے۔ ہاں البتہ وہ رقم جو اس نے خریداری سے پہلے وکیل دے دی ہے تو وہ اس کے پاس امانت ہے اور خریداری کے بعد بھی وہ اسی امانت پر قائم رہے گا پس اس صورت میں وہ اپنا حق وصول کرنے والا نہ ہوگا اور جب ایک بار قیمت ہلاک ہو جائے تو وکیل موکل سے ایک بار لینے کا حقدار ہوتا ہے جبکہ وہ دوبارہ اس سے نہیں لے سکے گا کیونکہ اس کے حق میں وصولی مکمل ہو چکی ہے۔



فصل فی الاختلاف

﴿یہ فصل اختلاف کے بیان میں ہے﴾

فصل اختلاف فریقین کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں رب المال اور مضارب کا اختلاف ہو جانے کو بیان کیا ہے۔ اور فقہی مطابقت کے موافق اصول یہی ہے کہ مسلمانوں میں اتفاق یہ اصل ہے جبکہ اختلاف یہ فرع ہے۔ اور اتفاق کا مرتبہ اختلاف سے زیادہ اور عظیم ہے۔ لہذا اس کا درجہ بعید ہونے کے سبب اس فصل کو مؤخر بیان کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۲، ص ۲۰۳، ہرودت)

مضارب کے پاس دو ہزار درہم ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ مَعَ الْمُضَارِبِ أَلْفَانِ فَقَالَ دَفَعْتُ إِلَيَّ أَلْفًا وَرَبِخْتُ أَلْفًا وَقَالَ رَبُّ الْمَالِ لَا بَلْ دَفَعْتُ إِلَيْكَ أَلْفَيْنِ لَأَقُولُ قَوْلَ الْمُضَارِبِ) وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ أَوَّلًا الْقَوْلُ قَوْلُ رَبِّ الْمَالِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ، لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدَّعِي عَلَيْهِ الشَّرِكَةَ فِي الرِّبْحِ وَهُوَ يُنْكِرُ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ لِأَنَّ الْإِخْتِلَافَ فِي الْحَقِيقَةِ فِي مِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ وَفِي مِثْلِهِ الْقَوْلُ قَوْلُ الْقَابِضِ ضَمِينًا كَانَ أَوْ أَمِينًا لِأَنَّهُ اعْرَفَ بِمِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ، وَلَوْ اخْتَلَفَا مَعَ ذَلِكَ فِي مِقْدَارِ الرِّبْحِ فَالْقَوْلُ فِيهِ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّ الرِّبْحَ يُسْتَحَقُّ بِالشَّرْطِ وَهُوَ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ، وَإِيْهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةُ عَلَى مَا ادَّعَى مِنْ فَضْلِ قُبُلْتُ لِأَنَّ الْبَيِّنَاتِ لِلْإِثْبَاتِ

فرمایا کہ جب مضارب کے ہاں دو ہزار درہم ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ تم نے مجھے ایک ہزار دیا تھا اور ایک ہزار میں نے نفع کمالیا ہے۔ رب المال کہتا ہے کہ نہیں بلکہ میں نے تم کو دو ہزار دیئے تھے تو مضارب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے پہلے اس بات کے قائل تھے کہ رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا یہی امام زفر علیہ الرحمہ کا قول ہے کیونکہ مضارب نفع میں رب المال پر شرکت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جبکہ رب المال اس کا انکاری ہے۔ اور منکر کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد امام اعظم رحمہ اللہ نے اس حکم کی جانب رجوع کیا ہے جس کو قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف حقیقت میں مضارب کے قبضہ کردہ حقدار کے برابر ہے اور اس جیسی صورت میں قبضہ کرنے والے کے قول کا اعتبار کیا جاتا

ہے۔ اگرچہ وہ ضامن ہو یا امانت والا ہو۔ اس لئے کہ قبضہ کردہ مقدار سے زیادہ واقف وہی ہے۔

اور جب رأس المال میں اختلاف کے ساتھ ساتھ نفع کی مقدار میں بھی دونوں نے اختلاف کر دیا ہے تو نفع کے بارے میں رب المال کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ نفع کا حقدار ہونا یہ شرط کے سبب سے ہے اور شرط رب المال کی جانب سے شرط ہوئی ہے۔ اور ان میں سے جو بھی زیادتی کے بارے میں گواہی پیش کرے گا اسی کی گواہی کو قبول کر لیا جائے گا کیونکہ کسی چیز کے ثبوت کے لئے گواہیاں ہوا کرتی ہیں۔

مال کا کاروبار کے لئے ہونے میں رب المال کے قول کا اعتبار

(وَمَنْ كَانَ مَعَهُ أَلْفٌ دِرْهَمٍ فَقَالَ هِيَ مُضَارَبَةٌ لِفُلَانٍ بِالنِّصْفِ وَقَدْ رِبَحَ أَلْفًا وَقَالَ فُلَانٌ هِيَ بِضَاعَةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ رَبِّ الْمَالِ) لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدَّعِي عَلَيْهِ تَقْوِيمَ عَمَلِهِ أَوْ شَرْطًا مِنْ جِهَتِهِ أَوْ يَدَّعِي الشَّرِكَةَ وَهُوَ يُنْكِرُ، وَلَوْ قَالَ الْمُضَارِبُ أَقْرَضْتَنِي وَقَالَ رَبُّ الْمَالِ هُوَ بِضَاعَةٌ أَوْ وَدِيعَةٌ فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُضَارِبِ، لِأَنَّ الْمُضَارِبَ يَدَّعِي عَلَيْهِ التَّمْلُكَ وَهُوَ يُنْكِرُ.

جب کسی شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہیں اور وہ یہ کہتا ہے کہ یہ مال نصف نفع کی شرط کے مطابق فلاں کے لئے مضاربہ پر ہے اور اس نے ایک ہزار کمایا ہے اور وہ فلاں کہتا ہے کہ وہ کاروبار کے لئے ہے تو رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ مضارب رب المال کے خلاف اپنے کام کے قیمتی ہونے والا دعویٰ کرنے والا ہے یا اس کی جانب سے شرط کا دعویٰ کر رہا ہے یا وہ نفع میں شرکت کا مدعی ہے جبکہ رب المال اس کا انکاری ہے تو انکاری کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

رب المال کا خاص تجارت کے لئے دعویٰ کرنے کا بیان

وَلَوْ ادَّعَى رَبُّ الْمَالِ الْمُضَارِبَةَ فِي نَوْعٍ وَقَالَ الْآخَرُ مَا سَمَّيْتُ لِي تِجَارَةً بِعَيْنِهَا فَالْقَوْلُ لِلْمُضَارِبِ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ الْعُمُومُ وَالْإِطْلَاقُ، وَالتَّخْصِصُ يُعَارِضُ الشَّرْطَ، بِخِلَافِ الْوَكَالَةِ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ الْخُصُوصُ.

وَلَوْ ادَّعَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نَوْعًا فَالْقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُمَا اتَّفَقَا عَلَى التَّخْصِصِ، وَالْإِذْنُ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ، وَالْبَيِّنَةُ بَيِّنَةُ الْمُضَارِبِ لِحَاجَتِهِ إِلَى تَقْوِي الضَّمَانِ وَعَدَمِ حَاجَةِ الْآخَرِ إِلَى الْبَيِّنَةِ، وَلَوْ وَقَعَتِ الْبَيِّنَتَانِ وَقَفَا فَصَاحِبُ الْوَقْتِ الْآخِرِ أَوْلَى لِأَنَّ آخِرَ الشَّرْطَيْنِ يَنْقُضُ الْأَوَّلَ.

اور جب رب المال نے کسی خاص قسم کی تجارت کا دعویٰ کیا ہے اور مضارب کہتا ہے کہ تم نے کسی معین تجارت کے

لئے مال نہ دیا تھا تو مضارب کی بات کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ مضاربت میں عموم اور اطلاق اصل ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ خاص کرنا یہ عارضی طور پر شرط میں ہوتا ہے بہ خلاف وکالت کے کیونکہ وکالت میں اصل خصوص ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب مضارب اور رب المال میں سے دونوں نے ایک ایک قسم کی تجارت کی ہے تو رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ دونوں خاص کرنے میں اتفاق کرنے والے ہیں۔ جبکہ اجازت رب المال کی جانب سے ملنے والی ہے کیونکہ خصوص سے بارے میں اسی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور جب ان دونوں نے گواہی پیش کر دی ہے تو مضارب کی گواہی کو قبول کیا جائے گا کیونکہ اس کو اپنی ذات سے ضمان کو دور کرنے کی ضرورت ہے جبکہ رب المال کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جب دونوں گواہیوں کی تاریخ بیان کر دی گئی ہے تو بعد والی تاریخ کا اعتبار کرنا افضل ہوگا اس لئے کہ بعد والی شرط پہلی کو توڑنے والی ہوا کرتی ہے۔



کِتَابُ الْوَدِيعَةِ

﴿یہ کتاب ودیعت کے بیان میں ہے﴾

کتاب ودیعت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب مضاربہ کے بعد کتاب ودیعت کو بیان کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مضاربہ میں مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت ہوتا ہے اور اسی طرح ودیعت میں بھی مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت ہوتا ہے۔ ہاں البتہ ان دونوں قسم کے اموال میں فرق یہ ہے کہ مضاربہ کا مال یہ ایک عمومی مال ہوتا ہے جبکہ ودیعت والا مال یہ ایک خاص قسم کا مال ہوتا ہے اور اصول یہی ہے کہ خاص عام سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ لہذا مضاربہ سے ودیعت کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

ودیعت کے شرعی مأخذ کا بیان

(إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا . (النساء، ۵۸)

اللہ (عز وجل) حکم فرماتا ہے کہ امانت جس کی ہو اُسے دے دو۔

(وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهَىٰ لَهُمْ وَعَهْدُهُمْ رَاعُونَ . (المؤمنون، ۸)

اور فلاح پانے والے وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت رکھتے ہیں۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں مذکورہ آیات سے یہ معلوم ہوا کہ کسی دوسرے شخص کے پاس مال کو بطور امانت رکھنا شریعت کے مطابق مباح ہے۔ اور ودیعت امانت ہی کی طرح ہے لہذا ودیعت کے شرعی مأخذ کے طور پر ان آیات سے استدلال کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی گئی تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

حضرت عروہ باری سے روایت ہے کہ نبی کریم نے اپنے واسطے بکری خریدنے کے لیے ایک اشرفی دی انہوں نے آپ کے لیے دو بکریاں خرید لیں پھر ایک بکری اشرفی میں فروخت کر دی اور نبی کی خدمت میں ایک بکری اور ایک اشرفی پیش کر دی تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو برکت کی دعا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کی دعا کا اثر تھا کہ اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی ان کو نفع ہوتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عروہ بن جعد باری نے فرمایا کہ ایک قافلہ آیا تو نبی ﷺ نے مجھے ایک اشرفی دی آگے وہی مضمون ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ (سنن ابن ماجہ)

ایداغ و متعلقات ایداغ کا لغوی مفہوم

دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مقرر کر دینے کو ایداغ کہتے ہیں اور اس مال کو ودیعت کہتے ہیں جس کو عام طور پر امانت کہا جاتا ہے جس کی چیز ہے اسے مودع اور جس کی حفاظت میں دی گئی اسے مودع کہتے ہیں ایداغ کی دو صورتیں ہیں کبھی صراحۃً کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے یہ چیز تمہاری حفاظت میں دی اور کبھی دلالت بھی ایداغ ہوتا ہے مثلاً کسی کی کوئی چیز گر گئی اور مالک کی غیر موجودگی میں لے لی یہ چیز لینے والے کی حفاظت میں آگئی اگر لینے کے بعد اس نے چھوڑ دی ضامن ہے اور اگر مالک کی موجودگی میں لی ہے ضامن نہیں۔

ودیعت کے حکم کا بیان

ودیعت کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز مودع کے پاس امانت ہوتی ہے اس کی حفاظت مودع پر واجب ہوتی ہے اور مالک کے طلب کرنے پر دینا واجب ہوتا ہے۔ ودیعت کا قبول کرنا مستحب ہے۔ ودیعت ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان واجب نہیں۔ (بخاری، کتاب ودیعت، بیروت)

ودیعت سے متعلق شرائط کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ودیعت کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مال اس قابل ہو جو قبضہ میں آ سکے لہذا بھاگے ہوئے غلام کے متعلق کہہ دیا میں نے اس کو ودیعت رکھا یا ہوا میں پرندہ اڑ رہا ہے اس کو ودیعت رکھا ان کا ضمان واجب نہیں۔ یہ بھی شرط ہے کہ جس کے پاس امانت رکھی جائے وہ مکلف ہو تب حفاظت واجب ہوگی اگر بچہ کے پاس کوئی چیز امانت رکھ دی اس نے ہلاک کر دی ضمان واجب نہیں اور غلام مجبور کے پاس رکھ دی اس نے ہلاک کر دی تو آزاد ہونے کے بعد اس سے ضمان لیا جاسکتا ہے۔ (در مختار، کتاب ودیعت، بیروت)

ودیعت کا مودع کے ہاتھ میں امانت ہونے کا بیان

قَالَ (الْوَدِيعَةُ أَمَانَةٌ فِي بَيْدِ الْمُودَعِ إِذَا هَلَكَتْ لَمْ يَضْمَنْهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ غَيْرِ الْمُغِيلِ ضَمَانٌ وَلَا عَلَى الْمُسْتَوْدَعِ غَيْرِ الْمُغِيلِ ضَمَانٌ) وَلَآنَ بِالنَّاسِ حَاجَةً إِلَى الْإِسْتِيْدَاعِ، فَلَوْ ضَمِنَاهُ يَمْتَنِعُ النَّاسُ عَنْ قَبُولِ الْوَدَائِعِ فَتَعَطَّلُ مَصَالِحُهُمْ

فرمایا کہ مودع کے ہاتھ میں ودیعت کا مال بطور امانت ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مال ہلاک ہو جائے تو مودع اس کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عاریت پر لینے والا جب خیانت کرنے والا نہ ہو تو اس پر ضمان نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب مودع بھی خیانت کرنے والا نہ ہو تو اس پر بھی ضمان نہ ہوگا کیونکہ عوام کو امانت رکھنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اور اگر ہم مودع کو ضامن بنادیں لوگ ودیعتوں کو قبول کرنے سے اعراض کرنے لگیں گے اور لوگوں کی ضروریات ختم ہو جائیں گی۔

مودع کا بہ ذات خود مال کی حفاظت کرنے کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُودِعِ أَنْ يَحْفَظَهَا بِنَفْسِهِ وَبِمَنْ فِي عِيَالِهِ) لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ يَلْتَزِمُ حِفْظَ مَالٍ غَيْرِهِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَحْفَظُ مَالَ نَفْسِهِ، وَلِأَنَّهُ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنَ الدَّفْعِ إِلَى عِيَالِهِ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ مَلَاذِمَةُ بَيْتِهِ وَلَا اسْتِصْحَابُ الْوَدِيعَةِ فِي خُرُوجِهِ فَكَانَ الْمَالِكُ رَاضِيًا بِهِ (فَإِنْ حَفِظَهَا بِغَيْرِهِمْ أَوْ أَوْدَعَهَا غَيْرَهُمْ ضَمِنَ) لِأَنَّ الْمَالِكَ رَضِيَ بِيَدِهِ لَا بِيَدِ غَيْرِهِ، وَالْأَيْدَى تَخْتَلِفُ فِي الْأَمَانَةِ، وَلِأَنَّ الشَّيْءَ لَا يَتَضَمَّنُ مِثْلَهُ كَالْوَكِيلِ لَا يُوَكَّلُ غَيْرُهُ، وَالْوَضْعُ فِي حِرْزِ غَيْرِهِ إِبْدَاعٌ، إِلَّا إِذَا اسْتَأْجَرَ الْحِرْزَ فَيَكُونُ حَافِظًا بِحِرْزِ نَفْسِهِ.

اور مودع کے لئے یہ حق حاصل ہے کہ وہ بہ ذات خود اس مال کی حفاظت کرے اور ان لوگوں سے حفاظت کرائے جو اس کی نگرانی میں ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کہ مودع اپنے مال کی حفاظت کی طرح دوسرے کے مال کی حفاظت بھی کرے۔ کیونکہ ودیعت کو اپنے عیال کے ہاں حوالے کرنے کے سوا مودع کے لئے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ہمیشہ گھر رہنا ممکن نہیں ہے اور نہ گھر سے باہر مال ودیعت کو رکھنا ممکن ہے۔ پس مودع مودع کے اہل عیال سے حفاظت کرانے پر رضامند ہوگا۔ لیکن جب مودع نے اپنے اہل عیال کے سوا کسی دوسرے کی نگرانی میں مال دیا ہے یا اس نے کسی دوسرے کو بطور ودیعت دیا ہے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ مال کا مالک اس کے قبضہ پر تو رضامند ہوا ہے لیکن اس کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ پر رضامند نہیں ہوا ہے جبکہ امانت میں لوگوں کے قبضے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی چیز اپنی مثل کو متضمن نہیں ہوا کرتی۔ جس طرح وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔ دوسرے کی حفاظت میں رکھنا بھی امانت ہے ہاں البتہ جب مودع دوسرے کی محفوظ جگہ کو کرائے پر لے لیتا ہے تو اب وہی حفاظت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔

مودع کے گھر میں آگ کے سبب انتقال ودیعت کا بیان

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَقَعَ فِي دَارِهِ حَرِيقٌ فَيَسْلِمَهَا إِلَى جَارِهِ أَوْ يَكُونَ فِي سَفِينَةٍ فَخَافَ الْغَرَقَ فَيُلْقِيَهَا إِلَى سَفِينَةٍ أُخْرَى) لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ طَرِيقًا لِلْحِفْظِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ فَيَرْتَضِيهِ الْمَالِكُ، وَلَا يُصَدَّقُ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا بِبَيِّنَةٍ لِأَنَّهُ يَدَّعِي ضَرُورَةَ مُسْقِطَةِ لِلضَّمَانِ بَعْدَ تَحَقُّقِ السَّبَبِ فَصَارَ كَمَا إِذَا ادَّعَى الْإِذْنَ فِي الْإِبْدَاعِ.

قَالَ (فَإِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا فَحَبَسَهَا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهَا ضَمِنَهَا) لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ بِالْمَنْعِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَمَّا طَالَبَهُ لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِأَمْسَاكِهِ بَعْدَهُ فَيُضْمَنُهُ بِحَبْسِهِ عَنْهُ.

فرمایا اور جب مودع کے گھر میں آگ لگ گئی اور اس نے مال ودیعت کو اپنے ہمسائے کے ہاں بطور امانت بھیج دیا

۔ یا وہ کسی کشتی میں سوار ہے اور اس نے ڈوبنے کے خطرے کے سبب دوسری کشتی میں ڈال دیا ہے کیونکہ اس صورت میں حفاظت کا ذریعہ یہی ہے۔ پس مالک بھی اس پر رضامند ہوگا اور گواہی کے سوا اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کیونکہ وہ ایک ایسی ضرورت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ جو سبب ضمان کے ثابت ہونے کے بعد ضمان کو ساقط کرنے والا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مودع نے مودع کی جانب ودیعت رکھنے کے بارے میں اجازت کا دعویٰ کیا ہے۔

اور جب مالک نے ودیعت کو طلب کیا اور سپرد کرنے کی طاقت کے باوجود مودع اس کو نہ دے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس نے روکتے ہوئے زیادتی کی ہے اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ جب مودع نے اس کو طلب کر لیا ہے تو اس کے بعد وہ اس کو مودع کے پاس رکھنے پر راضی نہ ہوگا پس اس سے روکنے کے سبب مودع ضامن ہوگا۔

مودع کا مال ودیعت کو کس کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ خَلَطَهَا الْمُوَدَّعُ بِمَالِهِ حَتَّى لَا تَتَمَيَّزَ ضَمِنَهَا ثُمَّ لَا سَبِيلَ لِلْمُوَدَّعِ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : إِذَا خَلَطَهَا بِجَنَسِهَا شَرِكَةٌ إِنْ شَاءَ) مِثْلُ أَنْ يَخْلُطَ الدَّرَاهِمَ الْبَيْضَ بِالْبَيْضِ وَالسُّودَ بِالسُّودِ وَالْحِنْطَةَ بِالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ. لِهَمَّا أَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الْوُصُولُ إِلَى عَيْنِ حَقِّهِ صُورَةً وَأَمْكِنُهُ مَعْنَى الْقِسْمَةِ فَكَانَ اسْتِهْلَاكًا مِنْ وَجْهِ دُونَ وَجْهِ فَيَمِيلُ إِلَى أَيِّهِمَا شَاءَ وَلَهُ أَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ مِنْ كُلِّ وَجْهِ لِأَنَّهُ فَعَلَ بِتَعَذُّرٍ مَعَ الْوُصُولِ إِلَى عَيْنِ حَقِّهِ، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِالْقِسْمَةِ لِأَنَّهَا مِنْ مُوجِبَاتِ الشَّرِكَةِ فَلَا تَصْلُحُ مُوجِبَةً لَهَا، وَلَوْ أَبْرَأَ الْخَالِطُ لَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الْمَخْلُوطِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ إِلَّا فِي الدَّيْنِ وَقَدْ سَقَطَ، وَعِنْدَهُمَا بِالْإِبْرَاءِ تَسْقُطُ خَبَرَةُ الضَّمَانِ فَيَتَعَيَّنُ الشَّرِكَةُ فِي الْمَخْلُوطِ، وَخَلَطَ الْخَلِ بِالزَّيْتِ وَكُلِّ مَانِعٍ بِغَيْرِ جَنَسِهِ يُوجِبُ انْقِطَاعَ حَقِّ الْمَالِكِ إِلَى الضَّمَانِ، وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ اسْتِهْلَاكٌ صُورَةً وَكَذَا مَعْنَى لَتَعَذُّرِ الْقِسْمَةِ بِاعْتِبَارِ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ، وَمِنْ هَذَا الْقَبِيلِ خَلَطَ الْحِنْطَةَ بِالشَّعِيرِ فِي الصَّحِيحِ لِأَنَّ أَحَدَهُمَا لَا يَخْلُو عَنْ حَبَاتِ الْآخَرِ فَتَعَذَّرَ التَّمْيِيزُ وَالْقِسْمَةُ.

وَلَوْ خَلَطَ الْمَانِعُ بِجَنَسِهِ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَنْقُطِعُ حَقُّ الْمَالِكِ إِلَى ضَمَانٍ لِمَا ذَكَرْنَا، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُجْعَلُ الْأَقْلُ تَابِعًا لِلْأَكْثَرِ اعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ أَجْزَاءً، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ شَرِكَةٌ بِكُلِّ حَالٍ لِأَنَّ الْجِنْسَ لَا يَغْلِبُ الْجِنْسَ عِنْدَهُ عَلَى مَا مَرَّ فِي الرِّضَاعِ، وَنَظِيرُهُ خَلَطَ الدَّرَاهِمَ بِمِثْلِهَا إِذَا بَةً لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَانِعًا بِالْإِذَا بَةِ.

اور جب مودع نے ودیعت کے مال کو اپنے میں اس طرح کس کر دیا ہے کہ فرق مٹ گیا ہے۔ تو مودع اس

مال کا ضامن ہوگا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مودع کے لئے اس مال پر کوئی حق نہ ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک جب مودع نے ودیعت کے ہم جنس مال سے اس کو ملایا ہے تو اب اگر مودع چاہے تو وہ اس میں شریک ہو جائے جس طرح اس نے سفید دراہم کو سفید دراہم کے ساتھ مکس کر دیا ہے یا سیاہ دراہم کو سیاہ دراہم کے ساتھ مکس کر دیا ہے یا گندم کو گندم کے ساتھ اور جو کو جو کے ساتھ مکس کر دیا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مالک کے لئے بطور صورت اپنا مال وصول کرنا ممکن رہا ہے ہاں البتہ تقسیم کے ذریعے معنوی طور پر اس کو وصول کرنا ممکن ہے۔ پس یہ بھی ایک طرح کا ہلاک کرنا ہے اور ایک طرح سے ہلاک کرنا نہ ہوگا اور مالک کے لئے اختیار ہے کہ وہ جس جانب چاہے مال ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ ایک طرح سے ہلاک کرنا ہے کیونکہ اب مالک کے لئے اپنے مال بطور عین وصول کرنا ناممکن ہو چکا ہے جبکہ تقسیم کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ احکام شرکت میں سے ہے پس تقسیم شرکت کو واجب کرنے والی نہ ہوگی۔

اور جب مودع نے مکس کرنے والے کو بری کر دیا ہے۔ تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک ملے ہوئے مال پر اس کا کوئی اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس کا حق صرف ضمان میں ہے جبکہ وہ حق برأت کے سبب ساقط ہو چکا ہے اور صاحبین کے نزدیک برأت کے سبب حق ضامن ساقط ہو جاتا ہے اور مکس مال میں شرکت معین ہو جائے گی۔

تلوں کے تیل کو روغن زیتون سے ملانے میں اور ہر سیال چیز کو خلاف جنس شئی سے مکس کرنے کے سبب مالک کا حق ختم ہو کر ضامن میں بدل جاتا ہے اور یہ حکم بہ اتفاق فقہاء ہے کیونکہ اس میں بطور صورت معنی دونوں طرح سے ہلاکت پائی جاتی ہے کیونکہ اختلاف جنس کے سبب تقسیم کرنا ممکن نہ رہا ہے اور گندم کو جو کے ساتھ ملانا بھی صحیح قول کے مطابق اس مسئلہ کے مطابق ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دانے دوسرے کے دانوں سے ملے ہوتے ہیں پس یہاں بھی فرق و امتیاز مشکل ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جب سیال چیز کو اس کی ہم جنس چیز کے ساتھ مکس کر دیں تو مالک کا حق ختم ہو ضمان میں تبدیل ہو جاتا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کثرت والے کے اجزاء کو قلیل والوں کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر حالت میں مودع مودع کا شریک ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک کوئی جنس کسی جنس پر غائب نہیں ہوتی جس طرح کتاب رضاع میں یہ مسئلہ گزر گیا ہے اور اس اختلاف کی مثال ودیعت کے دراہم میں دوسرے دراہم کو پگھلا کر مکس کرنا ہے۔ اس لئے کہ پگھلانے کے سبب سے سارے دراہم سیال ہو جائیں گے۔

فعل مودع کے بغیر اختلاط مال کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اخْتَلَطَتْ بِمَالِهِ مِنْ غَيْرِ فَعَلَيْهِ فَهُوَ شَرِيكَ لِصَاحِبِهِا) كَمَا إِذَا انْشَقَّ الْكَيْسَانِ فَاخْتَلَطَا لِأَنَّهُ لَا يَضْمَنُهَا لِعَدَمِ الصَّنْعِ مِنْهُ فَيَشْتَرِكَانِ وَهَذَا بِإِلْتِفَاقٍ.

قَالَ (فَإِنْ أَلْفَقَ الْمُوَدَّعُ بَعْضَهَا ثُمَّ رَدَّ مِثْلَهُ فَخَلَطَهَا بِالنَّالِي ضَمِنَ الْجَبِيعُ) لِأَنَّهُ خَلَطَ مَالَ غَيْرِهِ بِمَالِهِ لِيَكُونَ اسْتِهْلَاكًا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي تَقَدَّمَ.

اور جب موذع کا مال اس کے فعل کے بغیر اس کے مال میں مکس ہو گیا ہے تو موذع موذع کا شریک ہو جائے گا جس طرح دوسرے تھیلیاں پھٹ کر ایک دوسرے میں مکس ہو جائیں۔ کیونکہ موذع کی جانب سے فعل نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کا ضامن نہ ہوگا پس وہ دونوں اس مال میں مشترک ہوں گے اور یہ حکم باتفاق ہے۔

اور جب موذع نے کچھ خرچ مال ودیعت میں سے کیا ہے اس کے بعد اس نے اسی طرح کا مال اس میں واپس کر کے اس کو بقیہ مال سے ملا دیا ہے تو وہ پورے مال کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ موذع نے اپنے مال کو دوسرے کے مال میں مکس کر دیا ہے پس یہ ہلاکت ہی ہوگی جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

موذع کا ودیعت میں تعدی کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَعَدَّى الْمُوَدَّعُ فِي الْوَدِيعَةِ بِأَنْ تَكَانَتْ ذَاتَةً فَرَكِبَهَا أَوْ ثَوْبًا فَلَبَسَهُ أَوْ عَبْدًا فَاسْتَحْدَمَهُ أَوْ أَرَدَعَهَا غَيْرَهُ ثُمَّ أَرَادَ التَّعْدِيَّ فَرَدَّهَا إِلَى يَدِهِ زَالَ الضَّمَانُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَبْرَأُ عَنِ الضَّمَانِ لِأَنَّ عَقْدَ الْوَدِيعَةِ ارْتَفَعَ حِينَ صَارَ ضَامِنًا لِلْمُنَافَاةِ فَلَا يَبْرَأُ إِلَّا بِالرَّدِّ عَلَى الْمَالِكِ وَلَنَا أَنَّ الْأَمْرَ بَاقٍ لِإِطْلَاقِهِ، وَارْتِفَاعُ حُكْمِ الْعَقْدِ ضَرُورَةٌ ثُبُوتِ نَقِيضِهِ، فَإِذَا ارْتَفَعَ عَادَ حُكْمُ الْعَقْدِ، كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَهُ لِلْحِفْظِ شَهْرًا فَتَرَكَ الْحِفْظَ فِي بَعْضِهِ ثُمَّ حَفِظَ فِي الْبَاقِي فَحَصَلَ الرَّدُّ إِلَى نَائِبِ الْمَالِكِ.

اور جب موذع نے ودیعت کے مال میں کچھ زیادتی کی اس طرح کہ وہ سواری تھی اور موذع اس پر سوار ہو گیا یا وہ کپڑا تھا اور موذع نے اس کو پہن لیا ہے یا غلام تھا اور موذع نے اس سے خدمت نروائی ہے یا پھر اس نے اس کو کسی دوسرے کے ہاں ودیعت میں رکھ دیا ہے اس کے بعد موذع نے وہ زیادتی ختم کرتے ہوئے وہ مال اپنے قبضہ میں لیا ہے تو ضمان ختم ہو جائے گا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ موذع ضمان سے بری نہ ہوگا کیونکہ ضمان بنتے ہی ودیعت کا عقد ختم ہو چکا ہے کیونکہ ضمان اور امانت میں فرق ہے پس مالک کو واپس کیے بغیر وہ ضمان سے بری ہونے والا نہ ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ودیعت کا عقد ابھی بھی برقرار ہے اس لئے کہ ودیعت کا معاملہ مطلق تھا اور حکم عقد کا ختم ہونا یہ اس کی نقیض یعنی ضمان کو ثابت کرنے کے لئے ضرورت کے پیش نظر تھا اور جب نقیض ختم ہوئی تو عقد کا حکم لوٹ کر واپس آ جائے گا جس طرح کسی شخص نے کسی کو حفاظت کے لئے ایک ماہ کے لئے بطور سیکورٹی ملازم رکھ لیا ہے اور ملازم نے مہینے میں بعض دن حفاظت چھوڑ دی ہے پھر اس نے بقیہ دنوں کی حفاظت کی ہے تو وہ مکمل حفاظت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ اور اس صورت مسئلہ میں مالک کے نائب کو واپس کرنا پایا جائے گا۔

مودع کا انکاری ہونے کے سبب ضامن کا بیان

قَالَ (فَإِنْ طَلَبَهَا صَاحِبُهَا فَبَجَدَهَا ضَمِنَهَا) لِأَنَّهُ لَمَّا طَالَبَهُ بِالرَّدِّ فَقَدْ عَزَلَهُ عَنِ الْإِحْفَظِ فَقَدْ ذَلِكَ هُوَ بِالْإِمْسَاكِ غَاصِبٌ مَانِعٌ فَيَضْمِنُهَا، فَإِنْ عَادَ إِلَى الْإِغْتِرَافِ لَمْ يَبْرَأْ عَنِ الضَّمَانِ لِارْتِفَاعِ الْعَقْدِ، إِذَا الْمُطَالَبَةُ بِالرَّدِّ رَفَعَ مِنْ جِهَتِهِ وَالْجُحُودُ قَسَخَ مِنْ جِهَةِ الْمُوَدَّعِ كَجُحُودِ الْوَكِيلِ الْوَكَالَةَ وَجُحُودِ أَحَدِ الْمُتَعَاقِلَيْنِ الْبَيْعَ فَتَمَّ الرَّفْعُ، أَوْ لِأَنَّ الْمُوَدَّعَ يَنْفَرِدُ بِعَزْلِ نَفْسِهِ بِمَحْضَرٍ مِنَ الْمُسْتَوْدَعِ كَالْوَكِيلِ بِمِلْكِ عَزْلِ نَفْسِهِ بِحَضْرَةِ الْمُوَكَّلِ، وَإِذَا ارْتَفَعَ لَا يَعُودُ إِلَّا بِالتَّجْدِيدِ فَلَمْ يَوْجَدْ الرَّدُّ إِلَى نَائِبِ الْمَالِكِ، بِخِلَافِ الْخِلَافِ ثُمَّ الْعَوْدُ إِلَى الْوِفَاقِ، وَلَوْ جَعَلَهَا عِنْدَ غَيْرِ صَاحِبِهَا لَا يَضْمِنُهَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِزُفَرٍ لِأَنَّ الْجُحُودَ عِنْدَ غَيْرِهِ مِنْ تَابِ الْإِحْفَظِ لِأَنَّ فِيهِ قَطْعَ طَمَعِ الطَّامِعِينَ، وَلِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ عَزْلَ نَفْسِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنْهُ أَوْ طَلَبِهِ لَبَقِيَ الْأَمْرُ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ بِحَضْرَتِهِ.

اور جب مالک اس سے ودیعت طلب کرے اور مودع انکاری ہو تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ جب مودع نے واپسی کا مطالبہ کیا ہے تو وہ حفاظت سے مودع کو معزول کر دیا ہے اور اس کے بعد ودیعت کو روکنا یہ غصب ہوگا اور مانع ودیعت ہے لہذا وہ ضامن ہوگا اس کے بعد جب وہ اقرار کرے تو وہ ضمان سے بری نہ ہوگا کیونکہ عقد ختم ہو چکا ہے کیونکہ مودع کی جانب سے واپسی کا مطالبہ کر دینا یہ اس کی جانب سے عقد کو ختم کرنا ہے جبکہ انکار کرنا یہ مودع کی جانب سے ختم کرنا ہے جس طرح وکیل کا وکالت سے انکار کرنا اور دو عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کا بیع سے انکار کرنا ہے۔ پس وہ تکمیل پوری ہو جائے گی۔

اور اس سبب سے بھی عقد ختم ہو جائے گا کہ مودع کے ہوتے ہوئے محض تنہا اپنے آپ کو معزول کرنے کا وہ حق رکھتا ہے جس طرح موکل کی موجودگی میں وکیل اپنے آپ کو معزول کر سکتا ہے اور جب عقد ختم ہو چکا ہے تو نئے عقد کے بغیر وہ لوٹ کر نہیں آئے گا اور اس اقرار کے سبب مالک کے نائب کی جانب ودیعت کو واپس کرنا بھی نہیں پایا گیا ہے یہ خلاف عقد کے حکم کی مخالفت کے بعد مطابقت کرنے کے، کیونکہ جب مودع نے مالک ودیعت کے سوا کسی تیسرے کے پاس انکار کیا ہے تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ضمان نہ ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ دوسرے کے پاس انکار کرنا یہ بھی ایک حفاظت کرنے کا طریقہ ہے لہذا امانت کو غصب کرنے والوں کے لالچ کا خاتمہ ہونا چاہیے اور اس لئے بھی کہ مودع کی موجودگی میں یا اس کی طلب کے بغیر مودع خود کو معزول نہیں کر سکتا پس عقد باقی رہے گا یہ خلاف اس صورت کے کہ جبیہ کام مودع کے ہوتے ہوئے پایا جائے۔

مودع کا مال ودیعت کے ساتھ سفر کرنے کا بیان

قَالَ (وَلِلْمُوَدَّعِ أَنْ يُسَافِرَ الْوَدِيعَةَ وَإِنْ كَانَ لَهَا حِمْلٌ وَمَوْنَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : لَيْسَ لَهُ

ذَلِكَ إِذَا كَانَ لَهَا حِمْلٌ وَمُؤْنَةٌ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ فِي الْوَجْهَيْنِ ، لِأَبْنَى حَبِيفَةِ رَحِمَتِهِ اللَّهُ إِطْلَاقُ الْأَمْرِ ، وَالْمَفَازَةُ مَحَلٌّ لِلْحِفْظِ إِذَا كَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا وَلِهَذَا يَمْلِكُ الْآبُ وَالْوَصِيُّ فِي مَالِ الصَّبِيِّ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ تَلْزَمُهُ مُؤْنَةُ الرَّدِّ فِيمَا لَهُ حِمْلٌ وَمُؤْنَةٌ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا يَرْضَى بِهِ فَيَتَّقِي ، وَالشَّافِعِيُّ يُقَيِّدُهُ بِالْحِفْظِ الْمُتَعَارَفِ وَهُوَ الْحِفْظُ فِي الْأَمْصَارِ وَصَارَ كَالِاسْتِحْفَاطِ بِأَجَرٍ .
قُلْنَا : مُؤْنَةُ الرَّدِّ تَلْزَمُهُ فِي مِلْكِهِ ضَرُورَةُ امْتِنَالِ أَمْرِهِ فَلَا يَبَالِي بِهِ وَالْمُعْتَادُ كَوْنُهُمْ فِي الْمَصْرِ لَا حِفْظُهُمْ ، وَمَنْ يَكُونُ فِي الْمَفَازَةِ يَحْفَظُ مَالَهُ فِيهَا ، بِخِلَافِ الْإِسْتِحْفَاطِ بِأَجَرٍ لِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ فَيَقْتَضِي التَّسْلِيمَ فِي مَكَانِ الْعَقْدِ (وَإِذَا نَهَاهُ الْمَوْدِعُ أَنْ يَخْرُجَ الْوَدِيعَةَ فَخَرَجَ بِهَا ضَمِينَ) لِأَنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ إِذَا الْحِفْظُ فِي الْمَصْرِ أَبْلَغُ فَكَانَ صَحِيحًا .

اور مودع کو ودیعت کا مال لے کر سفر کرنے کا حق حاصل ہے خواہ اس کو لے جانے میں بوجھ اٹھوانے اور مشقت وغیرہ اٹھانا پڑتی ہو۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ جب اس میں بوجھ اٹھوانا اور خرچ آتا ہے تو اس کو لے کر جانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں اس کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مودع نے مودع کو مطلق طور پر حکم دیا ہے اور جب راستے میں امن ہے اور جگہ بھی حفاظت والی ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب بچے کے مال میں باپ اور وصی کو ساتھ لے کر سفر کرنے کا حق حاصل ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جس مالک کو لے جاتے ہوئے بوجھ اٹھوانے اور خرچہ لازم آتا ہو وہ خرچہ مالک پر لازم ہے اور ظاہر بھی یہی ہے کہ مالک تو اس پر راضی نہ ہو گا پس یہ اختیار خاص حالت کے ساتھ مقید ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس کو معروف حفاظت کے ساتھ مقید کیا ہے اور وہ شہروں میں حفاظت کرتا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی کو مزدوری پر مقرر کرنا ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مالک پر واپسی کا خرچ اس سبب سے ہے کہ وہ اس کی ملکیت میں اس کے حکم کو پورا کرنے والا ہے پس اس کو کوئی حرج نہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ معتاد حفاظت کرنے والوں کا شہروں میں رہنا ہے نہ ان کا شہر میں حفاظت کرنا ہے کیونکہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ وہاں پر اپنی حفاظت کرتا ہے یہ خلاف اجرت پر سیکورٹی لینے کے کیونکہ یہ عقد معاوضہ ہے اور عقد کی جگہ پر سپردگی کا تقاضہ کرنے والا ہے اور جب مودع نے مودع کو مال ودیعت لے کر جانے سے روک دیا ہے مگر وہ لے کر چلا گیا ہے تو وہ ضامن ہو گا۔ کیونکہ یہ قید کے ساتھ مقید ہے اس لئے کہ شہر میں حفاظت کرنا یہ زیادہ غالب ہے پس یہ قید درست ہو جائے گی۔

دو بندوں کے پاس ایک آدمی کا مال ودیعت رکھنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَوْدَعَ رَجُلَانِ عِنْدَ رَجُلٍ وَدِيعَةً فَحَضَرَ أَحَدُهُمَا وَطَلَبَ نَصِيبَهُ مِنْهَا لَمْ يَدْفَعْ إِلَيْهِ حَتَّى يَحْضُرَ الْآخَرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يَدْفَعُ إِلَيْهِ نَصِيبُهُ) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : ثَلَاثَةٌ اسْتَوْدَعُوا رَجُلًا أَلْفًا فَغَابَ اثْنَانِ فَلَيْسَ لِلْحَاضِرِ أَنْ يَأْخُذَ نَصِيبَهُ عِنْدَهُ، وَقَالَا : لَهُ ذَلِكَ، وَالْخِلَافُ فِي الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ فِي الْمُخْتَصَرِ . لِهَذَا أَنَّهُ طَالِبُهُ يَدْفَعُ نَصِيبَهُ فَيُؤَمَّرُ بِالذَّفْعِ إِلَيْهِ كَمَا فِي الدِّينِ الْمُشْتَرَكِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِتَسْلِيمِ مَا سَلَّمَ إِلَيْهِ وَهُوَ النِّصْفُ، وَهَذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ فَكَذَا يُؤَمَّرُ هُوَ بِالذَّفْعِ إِلَيْهِ .

وَلَا يَسِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ طَالِبُهُ يَدْفَعُ نَصِيبَ الْغَائِبِ لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِالْمُفَرِّزِ وَحَقِّهِ فِي الْمَشَاعِ، وَالْمُفَرِّزُ الْمُعَيَّنُ يَشْتَمِلُ عَلَى الْحَقِّينِ، وَلَا يَتَمَيَّزُ حَقُّهُ إِلَّا بِالْقِسْمَةِ، وَلَيْسَ لِلْمُودِعِ وَلَا يَتَمَيَّزُ الْقِسْمَةُ وَلِهَذَا لَا يَقَعُ دَفْعُهُ لِقِسْمَةٍ بِالْإِجْمَاعِ، بِخِلَافِ الدِّينِ الْمُشْتَرَكِ لِأَنَّهُ يُطَالِبُهُ بِتَسْلِيمِ حَقِّهِ لِأَنَّ الدُّيُونَ تُقْضَى بِأَمْثَالِهَا . قَوْلُهُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ . قُلْنَا : لَيْسَ مِنْ ضَرُورَتِهِ أَنْ يُجْبَرَ الْمُودِعُ عَلَى الذَّفْعِ كَمَا إِذَا كَانَ لَهُ أَلْفُ دِرْهَمٍ وَدِيعَةً عِنْدَ إِنْسَانٍ وَعَلَيْهِ أَلْفٌ لِغَيْرِهِ فَلْيُغَرِّمِهِ أَنْ يَأْخُذَهُ إِذَا ظَهَرَ بِهِ، وَلَيْسَ لِلْمُودِعِ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَيْهِ .

اور جب دو بندوں نے کسی ایک شخص کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور اس کے ایک ودیعت رکھنے والے نے آکر اپنا حصہ طلب کر لیا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تک دوسرا مودع نہ آئے گا اس کو حصہ نہیں دیا جائے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اس کو حصہ دے دیا جائے گا۔ جامع صغیر میں ہے۔ کہ جب تین بندوں نے کسی ایک آدمی کے پاس ایک ہزار روپے بطور ودیعت رکھ دیئے ہیں اور ان میں دو غائب ہو گئے ہیں۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موجود کے لئے لینے کا حق نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ موجود اپنا حصہ لے سکتا ہے اور یہ اختلاف کیل والی اور وزنی اشیاء میں ہے اور جس اختلاف کو قدوری میں ذکر کیا گیا ہے اس سے بھی یہی مراد لیا گیا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حاضر اپنا حصہ لینے کا مطالبہ کرنے والا ہے کیونکہ مودع کو اس کا حصہ دینے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح مشترکہ قرض میں ہوا کرتا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب موجود آدمی ایسی چیز کا مطالبہ کرنے والا ہے جو اس نے دی ہے یعنی آدھا۔ اس لئے کہ اس کو اپنا حق لینے کا اختیار ہے لہذا مودع کو بھی حکم دیا جائے گا کہ وہ مودع کو اس کا حصہ دے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ موجود نے غائب کے حصہ کو سپرد کرنے کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ وہ اپنا حصہ الگ سے مانگنے والا ہے جبکہ اس کا حق مشترکہ ہے معین مفرز دو حقوق کو شامل ہوتا ہے۔ جبکہ موجود کا حق تقسیم کے سوا الگ نہیں ہونے والا۔ اور مودع کو تقسیم کی ولایت حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کا دینا یہ اتفاق یہ تقسیم نہ ہوگا یہ خلاف مشترکہ قرض کے کیونکہ اس میں ایک شریک

اپنے حصہ کی سرمدگی کا مطالبہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ قرض بہ مثل ادا کئے جاتے ہیں۔

اور ما تن کا قول "لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ" ہماری جانب سے جواب ہے۔ کہ لینے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مودع کو دینے پر مجبور کیا جائے جس طرح کسی کے کسی شخص پر ہزار درہم بطور ودیعت ہوں اور مودع پر دوسرے کا ایک ہزار قرض ہو تو قرض لینے والے کے لئے یہ حق بنتا ہے کہ وہ جب قابو پائے اس کا مال وصول کر لے جبکہ مودع کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قرض لینے والے کو دے

دے۔

ایک شخص کا دو آدمیوں کے پاس ودیعت رکھنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَوْدَعَ رَجُلٌ عِنْدَ رَجُلَيْنِ شَيْئًا مِمَّا يُقَسَّمُ لَمْ يَجُزْ أَنْ يَذْلَعَهُ أَحَدُهُمَا إِلَى الْآخَرِ وَلَكِنَّهُمَا يَقْتَسِمَانِهِ فَيَحْفَظُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نَصْفَهُ، وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقَسَّمُ جَازَ أَنْ يَحْفَظَ أَحَدُهُمَا بِإِذْنِ الْآخَرِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَلِكَ الْجَوَابُ عَنْهُ فِي الْمُرْتَهِنَيْنِ وَالْوَكِيلَيْنِ بِالشِّرَاءِ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُهُمَا إِلَى الْآخَرِ. وَقَالَ: لَا أَحَدُهُمَا أَنْ يَحْفَظَ بِإِذْنِ الْآخَرِ فِي الْوَجْهَيْنِ. لَهُمَا أَنَّهُ رَضِيَ بِأَمَانَتِهِمَا فَكَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُسَلِّمَ إِلَى الْآخَرِ وَلَا يَضْمَنُ كَمَا لِمَا لَا يُقَسَّمُ.

وَلَهُ أَنَّهُ رَضِيَ بِحِفْظِهِمَا وَلَمْ يَرْضَ بِحِفْظِ أَحَدِهِمَا كُلِّهِ لَأَنَّ الْفِعْلَ مَتَى أُضِيفَ إِلَى مَا يَقْبَلُ الْوَصْفَ بِالتَّجْزِئِ تَنَازَلَ الْبَعْضُ دُونَ الْكُلِّ فَوَقَعَ التَّسْلِيمُ إِلَى الْآخَرِ مِنْ غَيْرِ رِضَا الْمَالِكِ لِيَضْمَنَ الدَّافِعُ وَلَا يَضْمَنُ الْقَابِضُ لِأَنَّ مَوْدِعَ الْمُودَعِ عَنْهُ لَا يَضْمَنُ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا لَا يُقَسَّمُ لِأَنَّهُ لَمَّا أَوْدَعَهُمَا وَلَا يُمَكِّنُهُمَا لِاجْتِمَاعِ عَلَيْهِ آثَاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَمَكَّنَهُمَا الْمُهَايَاةَ كَانَ الْمَالِكُ رَاضِيًا بِدَفْعِ الْكُلِّ إِلَى أَحَدِهِمَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ.

اور جب کسی شخص نے دو بندوں کے پاس کوئی قابل تقسیم چیز کو بطور ودیعت رکھ دیا ہے تو ان میں سے ایک کا دوسرے کو چیز دینا جائز نہیں ہے مگر جب وہ دونوں اس کو تقسیم کر سکتے ہوں تو ان میں سے ہر ایک نصف نصف کی حفاظت کرے گا اور اگر وہ چیز ناقابل تقسیم ہے اور ایک مودع کا دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی حفاظت کرنا جائز ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کے نزدیک ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کے نزدیک مرتہن اور وکیل بہ شراء کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ کہ جب میں سے ایک دوسرے کے حوالے کر دے۔

صاحبین نے کہا کہ دونوں صورتوں میں ایک کو دوسرے کی اجازت کے بغیر حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مودع ان دونوں کی حفاظت پر رضامند ہوا ہے پس ان میں سے ہر ایک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دوسرے کے حوالے

کردے اور دینے والا ضامن نہ ہوگا جس طرح ناقابل تقسیم چیزوں میں ہوا کرتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے مودع ان دونوں چیزوں کی حفاظت پر رضامند ہوا ہے اور ان میں سے سرسہ مال پر کسی ایک کی حفاظت پر رضامند نہیں ہوا ہے کہ کیونکہ حفاظت کا کام جب ایسی چیزوں کی جانب منسوب ہو جو قابل تقسیم ہوں تو ہر فعل اس چیز کے بعض حصے کو شامل ہوگا سارے کو شامل نہ ہوگا لہذا دوسرے کی جانب حوالے کرنے کی اجازت مالک کے حکم سے خالی ہوگی کیونکہ دینے والا ضامن ہوگا اور لینے والا ضامن نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مودع کا مودع ضامن نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ حکم ناقابل تقسیم چیز کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب مودع نے دو لوگوں کے پاس کسی چیز کو ودیعت رکھا ہے اور شب و روز ان کا اکٹھا ہونا ممکن نہیں ہے جبکہ باری باری ان کی حفاظت ممکن ہے لہذا بعض احوال میں مالک ایک ہی مودع کو سارا مال دینے پر رضامند ہوا ہے۔

مال و ودیعت کو زوجہ کے پاس رکھنے سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ صَاحِبُ الْوَدِيعَةِ لِلْمُودِعِ لَا تُسَلِّمُهُ إِلَى زَوْجَتِكَ فَسَلَّمَهَا إِلَيْهَا لَا يَضْمَنُ. وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: إِذَا نَهَاهُ أَنْ يَدْفَعَهَا إِلَى أَحَدٍ مِنْ عِيَالِهِ فَدَفَعَهَا إِلَى مَنْ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ لَا يَضْمَنُ) كَمَا إِذَا كَانَتْ الْوَدِيعَةُ دَابَّةً فَنَهَاهُ عَنِ الدَّفْعِ إِلَى غُلَامِهِ، وَكَمَا إِذَا كَانَتْ شَيْئًا يُحْفَظُ فِي بَيْتِ النِّسَاءِ فَنَهَاهُ عَنِ الدَّفْعِ إِلَى امْرَأَتِهِ وَهُوَ مُحْمَلُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ إِقَامَةَ الْعَمَلِ مَعَ مُرَاعَاةِ هَذَا الشَّرْطِ، وَإِنْ كَانَ مُفِيدًا فَيَلْغُو (وَإِنْ كَانَ لَهُ مِنْهُ بُدٌّ ضَمِنَ) لِأَنَّ الشَّرْطَ مُفِيدٌ لِأَنَّ مِنَ الْعِيَالِ مَنْ لَا يُؤْتَمَنُ عَلَى الْمَالِ وَقَدْ أَمَكَّنَ الْعَمَلُ بِهِ مَعَ مُرَاعَاةِ هَذَا الشَّرْطِ فَاعْتَبَرَ (وَإِنْ قَالَ أَحْفَظْهَا فِي هَذَا الْبَيْتِ فَحَفِظْهَا فِي بَيْتِ آخَرٍ مِنَ الدَّارِ لَمْ يَضْمَنَ) لِأَنَّ الشَّرْطَ غَيْرُ مُفِيدٍ، فَإِنَّ الْبَيْتَيْنِ فِي دَارٍ وَاحِدَةٍ لَا يَتَفَاوَتَانِ فِي الْحِرْزِ (وَإِنْ حَفِظْهَا فِي دَارٍ أُخْرَى ضَمِنَ) لِأَنَّ الدَّارَيْنِ يَتَفَاوَتَانِ فِي الْحِرْزِ فَكَانَ مُفِيدًا فَيَصَحُّ التَّقْيِيدُ، وَلَوْ كَانَ التَّفَاوُتُ بَيْنَ الْبَيْتَيْنِ ظَاهِرًا بِأَنَّ كَانَتْ الدَّارُ الَّتِي فِيهَا الْبَيْتَانِ عَظِيمَةً وَالْبَيْتُ الَّذِي نَهَاهُ عَنِ الْحِفْظِ فِيهِ عَوْرَةً ظَاهِرَةً صَحَّ الشَّرْطُ.

اور جب مودع نے مودع سے کہہ دیا ہے کہ اپنی زوجہ کو ودیعت کا مال نہ دینا جبکہ مودع نے اس کو دے دیا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور جامع صغیر میں ہے کہ جب مودع نے مودع کو اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو مال و ودیعت کرنے سے روک دیا ہے اور اس نے ایسے شخص کو دے دیا ہے جس کو دیے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہ تھا تب بھی مودع ضامن نہ ہوگا جس طرح جب ودیعت سواری ہو اور مودع نے مودع کو اپنے غلام کو دینے سے روک دیا ہے جس طرح ودیعت میں کوئی ایسی چیز ہے جس کو خواتین کے ہاں محفوظ کی جاتی ہے۔ اور مودع نے مودع کو روک دیا ہے وہ ودیعت اپنی بیوی کو دے۔ اور پہلے مسئلہ کا حل بھی یہی ہے اور اس

شرط کو پورا کرنے میں مودع کے حکم کو پورا کرنا ممکن نہ ہوا اگرچہ یہ شرط فائدے مند ہے مگر یہ بیکار ہے۔

ہاں البتہ جب مودع کے لئے کسی ذریعے سے ممکن ہے تو اب وہ ممنوع عتہ کو مال و دیعت دینے ضامن ہو جائے گا کیونکہ شرط مفید یہی ہے کیونکہ بعض اہل و عیال اس طرح کے بھی ہوتے ہیں جن پر مال کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاتا۔ پس اسی شرط کے ساتھ مودع کو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ممکن بھی ہے پس اس کا شرط کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مودع نے یہ کہا ہے کہ تم اس گھر میں ودیعت کے مال کی حفاظت کرو اور مودع نے اس گھر کے دوسرے میں اس کو حفاظت کے لئے رکھ دیا ہے تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط فائدے مند نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ہی گھر میں دو کمروں کی حفاظت میں کوئی فرق نہیں ہوا کرتا پس یہ شرط مقید ہوگی۔ اور اس میں قید لگانا درست ہوگا اور جب دو کمروں میں واضح طور پر فرق ہو اور وہ اس طرح کہ جس گھر میں دو کمرے ہیں وہ بڑا ہے اور وہ کمرہ جس میں حفاظت کرنے سے روک دیا گیا تھا اس میں واضح کوئی نقص ہے تو اب شرط درست ہوگی۔

ودیعت درودیعت مال رکھنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَوْدَعَ رَجُلًا وَدِيعَةً فَأَوْدَعَهَا آخَرَ فَلْيَلْكَتْ فَلَهُ أَنْ يُضْمِنَ الْأَوَّلَ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضْمِنَ الثَّانِي، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَهُ أَنْ يُضْمِنَ أَتَيْمَا شَاءَ، فَإِنْ ضَمَّنَ الْآخَرَ رَجَعَ عَلَى الْأَوَّلِ) لَهُمَا أَنَّهُ قَبْضُ الْمَالِ مِنْ يَدِ ضَمِينٍ فَيُضْمِنُهُ كَمَوْذَعِ الْغَاصِبِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمَالِكَ لَمْ يَرْضَ بِأَمَانَةِ غَيْرِهِ، فَيَكُونُ الْأَوَّلُ مُتَعَدِّيًا بِالتَّسْلِيمِ وَالثَّانِي بِالْقَبْضِ فَيُخَيَّرُ بَيْنَهُمَا، غَيْرَ أَنَّهُ إِنْ ضَمَّنَ الْأَوَّلَ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الثَّانِي لِأَنَّهُ مَلَكُهُ بِالضَّمَانِ فَظَهَرَ أَنَّهُ أَوْدَعَ مِلْكَ نَفْسِهِ، وَإِنْ ضَمَّنَ الثَّانِي رَجَعَ عَلَى الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ عَامِلٌ لَهُ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ بِمَا لِحَقِّهِ مِنَ الْعَهْدَةِ، وَلَهُ أَنَّهُ قَبْضُ الْمَالِ مِنْ يَدِ أَمِينٍ لِأَنَّهُ بِالذَّفْعِ لَا يَضْمَنُ مَا لَمْ يُفَارِقْهُ لِحُضُورِ رَأْيِهِ فَلَا تَعْدَى مِنْهُمَا فَإِذَا فَارَقَهُ فَقَدْ تَرَكَ الْإِحْفَظَ الْمُلتَزِمَ فَيُضْمِنُهُ بِذَلِكَ، وَأَمَّا الثَّانِي فَمُسْتَمِرٌّ عَلَى الْحَالَةِ الْأُولَى وَلَمْ يُوْجَدْ مِنْهُ صُنْعٌ فَلَا يَضْمِنُهُ كَالرَّيْحِ إِذَا أَلْقَتْ فِي حِجْرِهِ ثَوْبٌ غَيْرِهِ.

اور جب کسی شخص نے کسی آدمی کے پاس کوئی امانت بطور ودیعت رکھ دی ہے۔ جبکہ مودع نے اس کو دوسرے کے

پاس ودیعت رکھ دیا ہے اس کے بعد وہ امانت ہلاک ہو گئی ہے۔ تو مودع صرف پہلے مودع کو ضامن بنائے گا جبکہ دوسرے مودع سے اس کو ضمان لینے کا کوئی حق نہ ہوگا اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ اس کو دونوں میں سے ہر ایک سے ضمان لینے کا حق حاصل ہے ہاں البتہ جب وہ پہلے سے ضمان لے لیتا ہے تو دوسرے سے ضمان لینے کا اس کو کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ (امام مالک اور امام سافعی علیہما الرحمۃ کا مذہب اس مسئلہ میں صاحبین کے ساتھ ہے۔ (رضوی مغرر)۔

اور جب مودع نے دوسرے مودع سے ضمان لیا ہے تو دوسرا مودع پہلے سے وہ رقم واپس لے گا۔ جبکہ ضامن کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے مودع نے ایک ضامن سے مال لے کر اس مال پر قبضہ کیا ہے پس یہ بھی ضامن ہوگا جس طرح غاصب کا مودع ہوتا ہے اور اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ مالک مودع اول کے سوا کی امانت پر رضامند نہیں ہوا ہے پس پہلا دینے کے سبب جبکہ دوسرا قبضہ کرنے کے سبب اس حکم میں متعدی یعنی شامل ہوں گے اور مالک کو ان کے درمیان اختیار ہوگا۔ ہاں البتہ جب مالک نے پہلے سے ضمان لے لیا ہے تو پہلا دوسرے پر رجوع نہ کر سکے گا کیونکہ ضمان دینے کے سبب اول مودع ودیعت کے مال کا مالک بن چکا ہے اور یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ اس نے اپنی ملکیت میں ودیعت رکھی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مودع ثانی نے امانت والے شخص کے مال پر قبضہ کیا ہے کیونکہ پہلا شخص دینے کے سبب سے ضامن نہیں ہوا ہے بلکہ جب تک وہ دے کر الگ نہ ہو جائے گا۔ کیونکہ الگ ہونے سے قبل اس میں پہلے کی رائے شامل ہوا کرتی ہے پس ان میں کسی کی جانب سے بھی زیادتی نہیں پائی گئی۔ اور جب مودع اول اس سے الگ ہو گیا ہے تو اب وہ اپنے اوپر لازم کی گئی حفاظت کر چھوڑنے والا ہے لہذا وہ ضامن ہوگا جبکہ دوسرا مودع تو وہ پہلی حالت پر ٹھہرنے والا ہے۔ اور اس کی جانب سے کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے پس وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح ہوا کسی کی گود میں دوسرے کا کپڑا ڈال کر ڈال دے تو جس شخص کی گود میں کپڑا ڈالا گیا ہے وہ ضامن نہ ہوگا۔

مال ودیعت کے ایک ہزار پر دو آدمیوں کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ كَانَ فِي يَدِهِ أَلْفٌ فَادَّعَاهُ رَجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَّهَا لَهُ أَوْ دَعَاهَا إِثْنَاهُ وَابْنِي أَنْ يَخْلِفَ لَهُمَا فَلَا لَفُ بَيْنَهُمَا وَعَلَيْهِ أَلْفٌ أُخْرَى بَيْنَهُمَا) وَشَرَحَ ذَلِكَ أَنَّ دَعْوَى كُلِّ وَاحِدٍ صَحِيحَةٌ لَا خِيَمَالَهَا الصِّدْقُ فَيَسْتَحِقُّ الْخَلِيفَ عَلَى الْمُنْكَرِ بِالْحَدِيثِ وَيَخْلِفُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى الْإِنْفِرَادِ لِتَغَايِرِ الْحَقِّينِ، وَبَابُهُمَا بَدَأَ الْقَاضِي جَاوَزَ لِتَعَدُّرِ الْحَمْعِ بَيْنَهُمَا وَعَدَمِ الْأَوَّلِيَّةِ.

اور جب کسی شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور دو آدمیوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے اور ہر شخص یہ کہنے والا ہے کہ یہ درہم میرے ہیں اور میں نے فلاں شخص کے پاس اس کو ودیعت میں رکھا تھا۔ جبکہ قبضہ کرنے والے نے ان کے دعوے پر قسم اٹھانے سے انکار کر دیا ہے تو یہ ایک ہزار دونوں دعویٰ کرنے والوں میں مشترک ہوگا اور قبضہ کرنے والے پر دوسرے ایک ہزار درہم لازم ہو جائیں گے۔ جو ان کے درمیان مشترک ہیں اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہر مدعی کا دعویٰ درست ہے کیونکہ اس کی سچائی کا احتمال ہے پس ہر مدعی منکر سے حدیث کے حکم کے مطابق قسم اٹھوانے کا حقدار ہوگا۔ کیونکہ دونوں کا حق جدا جدا ہے۔ پس ہر شخص ہر دوسرے پر قسم لینے کا حقدار ہوگا اور قاضی جس شخص سے بھی قسم کی ابتدا کرے گا اس سے لئے جائز ہے کیونکہ یہ یک وقت دونوں سے قسم لینا یہ مشکل ہے اور ان میں اولیت بھی معدوم ہے۔

دونوں کے حلف میں برابری صورت میں قرعہ اندازی کا بیان

وَلَوْ تَشَاخَا أَقْرَعَ بَيْنَهُمَا تَطْيِيبًا لِقُلُوبِهِمَا وَنَفْيًا لِّتُهْمَةِ الْمَلِ، ثُمَّ إِنْ حَلَفَ لِأَحَدِهِمَا يَحْلِفُ لِلثَّانِي، فَإِنْ حَلَفَ فَلَا شَيْءَ لَهُمَا لِقَدَمِ الْحُجَّةِ، وَإِنْ نَكَلَ أَغْنَى لِلثَّانِي يَقْضِي لَهُ لَوْ جُودَ الْحُجَّةِ، وَإِنْ نَكَلَ لِلأَوَّلِ يَحْلِفُ لِلثَّانِي وَلَا يَقْضِي بِالنُّكُولِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَقْرَعَ لِأَحَدِهِمَا لِأَنَّ الْإِقْرَارَ حُجَّةٌ مُوجِبَةٌ بِنَفْسِهِ فَيَقْضِي بِهِ، أَمَّا النُّكُولُ إِنَّمَا يَصِيرُ حُجَّةً عِنْدَ الْقَضَاءِ فَجَازَ أَنْ يُؤَخَّرَهُ لِيَحْلِفَ لِلثَّانِي فَيُكْشَفَ وَجْهُ الْقَضَاءِ، وَلَوْ نَكَلَ لِلثَّانِي أَيْضًا يَقْضِي بِهَا بَيْنَهُمَا بِضَفَيْنِ عَلَى مَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ لِامْتِوَانِهِمَا فِي الْحُجَّةِ كَمَا إِذَا أَقَامَا الْبَيِّنَةَ وَيَغْرَمُ الْفَا أُخْرَى بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ أَوْجَبَ الْحَقَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِبَذْلِهِ أَوْ بِإِقْرَارِهِ وَذَلِكَ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ، وَبِالصَّرْفِ إِلَيْهِمَا صَارَ قَاضِيًا نِصْفَ حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ يَنْصِفُ حَقَّ الْآخَرِ فَيَغْرَمُهُ، فَلَوْ قَضَى الْقَاضِي لِلأَوَّلِ حِينَ نَكَلَ ذَكَرَ الْإِمَامُ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَنَّهُ يَحْلِفُ لِلثَّانِي وَإِذَا نَكَلَ يَقْضِي بِهَا بَيْنَهُمَا لِأَنَّ الْقَضَاءَ لِلأَوَّلِ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الثَّانِي لِأَنَّهُ يُقْلِدُهُ أَمَّا بِنَفْسِهِ أَوْ بِالْقُرْعَةِ وَكُلُّ ذَلِكَ لَا يُبْطِلُ حَقَّ الثَّانِي.

وَذَكَرَ الْخَصَّافُ أَنَّهُ يَنْفَذُ قَضَاؤُهُ لِلأَوَّلِ، وَوَضَعَ الْمَسْأَلَةَ فِي الْعَبْدِ وَإِنَّمَا لَقَدْ لِمُصَادَفَتِهِ مَحَلَّ إِلَّا جِتْهَادًا لِأَنَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ يَقْضِي لِلأَوَّلِ وَلَا يَنْتَظِرُ لِكُونِهِ إِقْرَارَ دَلَالَةٍ ثُمَّ لَا يَحْلِفُ لِلثَّانِي مَا هَذَا الْعَبْدُ لِي لِأَنَّ نُكُولَهُ لَا يُفِيدُ بَعْدَ مَا صَارَ لِلأَوَّلِ،

اور جب دونوں پہلے قسم اٹھانے میں جھگڑا کریں تو ان میں قرعہ اندازی کی جائے گی تاکہ دونوں کے لئے سیدہ کشادہ ہو جائے اور فیصلے سے تہمت ختم ہو جائے۔ اس کے بعد جب ایک مدعی کے لئے قابض سے قسم لی گئی تو دوسرے کے لئے بھی قسم لی جائے گی اور جب وہ قسم اٹھا لیتا ہے تو ان کا حق ختم ہو جائے گا کیونکہ دلیل معدوم ہے اور جب قابض نے دوسرے کے لئے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا ہے تو اس کے لئے مال کا فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ یہ حالت انکاری یہ خود بطور دلیل ہے اور جب قابض پہلے مدعی کے لئے قسم اٹھانے سے انکاری ہوا ہے تو اس سے دوسرے کے لئے قسم لی جائے گی جبکہ انکاری ہونے کی وجہ سے پہلے کے لئے جلدی میں فیصلہ نہ کیا جائے گا۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب قابض نے کسی ایک کے لئے اقرار کر لیا ہے کیونکہ اقرار ایسی دلیل ہے جو خود بہ خود حکم کو واجب کرنے والی ہے پس ایک کے لئے اقرار کرنے کے سبب فیصلہ کر دیا جائے گا جبکہ انکار کرنا تو یہ بہ وقت قضاء دلیل بنتا ہے تو قضاء میں تاخیر جائز ہے تاکہ دوسرے کے لئے بھی قسم لی جاسکے۔ اور فیصلہ کی نوعیت واضح کی جاسکے۔

اور جب قابض دوسرے کے لئے قسم اٹھانے سے انکاری ہوا ہے تو دونوں کے لئے نصف نصف کا فیصلہ کر دیا جائے گا جس طرح متن میں ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اب وہ دونوں دلیل میں برابر ہیں۔ اور جیسے اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں گواہی کو پیش

کر دیتے ہیں تب آدھے آدھے کا فیصلہ ہوتا اور قابض پر مزید ایک ہزار کی ضمانت لازم ہو جائے گی اور یہ بھی ان دونوں سے درمیان نصف نصف ہوگا کیونکہ قابض اپنے عمل یا اپنے اقرار کے سبب ان میں سے ہر ایک کے لئے حق کو ثابت کرنے والا ہے۔ پس یہ ایسا قابض کے حق میں دلیل ہوگا۔ اور جب وہ ایک ہزار دونوں مدعیان میں تقسیم کر دیتا ہے تو قابض ان میں سے ہر ایک کے نصف حق کو دوسرے کے نصف حق کے بدلے میں ادا کرنے والا ہوگا۔ پس وہ مزید ایک ہزار کا ضمان ادا کرے گا۔

اور جب پہلے کے لئے قاضی کے انکار قسم کرتے ہی قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے تو اس کے بارے میں شرع جامع صغیر میں امام بزدوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ دوسرے کے لئے بھی اس سے قسم لی جائے گی اور جب وہ انکار کرتا ہے تو ایک ہزار کا دونوں میں مشترکہ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کیونکہ پہلے مدعی کے حق میں فیصلہ کرنے سے کاتق باطل نہ ہوگا کیونکہ قاضی خود دوسرے کو یا بذریعہ قرعہ اندازی مقدم کرنے والا ہے لہذا ان میں سے کوئی بھی چیز دوسرے کے حق کو باطل نہیں کر سکتی۔

حضرت امام خصال علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پہلے کے حق میں قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا اور انہوں نے ایک ہزار کی جگہ پر غلام کے مسئلہ کی تفریع بیان کی ہے اور نافذ قضاء کے سبب قضاء کا مکمل اجتہاد سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ قاضی اول کے فیصلے فیصلہ کرے اور وہ دوسرے کا انتظار نہ کرے کیونکہ انکار یہ دالالت کے اعتبار سے اقرار ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس کے بعد قاضی دوسرے کے لئے اس سے قسم نہ لے گا کہ یہ غلام اس کا نہیں ہے کیونکہ جب وہ غلام پہلے کا ہو چکا ہے تو اب اس کا دوسرے کے لئے انکار فائدے مند نہ ہوگا۔

انکار کی صورت میں قسم لینے کا بیان

وَهَلْ يُخْلِفُهُ بِاللَّهِ مَا لِهَذَا عَلَيْكَ هَذَا الْعَبْدُ وَلَا قِيَمَتُهُ وَهُوَ كَذَّاءٌ وَكَذَّاءٌ وَلَا أَقْلٌ مِنْهُ . قَالَ :
يَسْئَلُنِي أَنْ يُخْلِفَهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْمُوَدَّعَ إِذَا أَقْرَأَ
الْوَدِيعَةَ وَدَفَعَ بِالْقَضَاءِ إِلَى غَيْرِهِ يَضْمَنُهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ خِلَافًا لَهُ وَهَذِهِ فُرْعَةٌ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ وَقَدْ
وَقَعَ فِيهِ بَعْضُ الْإِطْنَابِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور کیا قاضی اس سے اس طرح قسم لے گا کہ خدا نہ اس دوسرے مدعی کا مدعی علیہ پر یہ غلام باقی ہے۔ اور نہ ہی اس کی اتنی مقدار میں قیمت اگرچہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ ہو۔ حضرت امام خصاص علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قاضی کو انکار کرنے والے سے اسی طرح قسم لینی چاہیے جبکہ اس میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف کی اساس یہ ہے کہ جب کسی شخص کے لئے ودیعت کا اقرار کرے جبکہ قاضی کے فیصلہ سے مقررہ کے سوا کو وہ مال دے دیا گیا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک موزع ضامن ہوگا جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے اور تحلیف کا یہی مسئلہ اس اختلافی مسئلہ کی فرع ہے اور اس کی میں طویل بحث بھی ذکر کی گئی ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ حق جاننے والا ہے۔

کِتَابُ الْعَارِيَةِ

﴿یہ کتاب عاریت کے بیان میں ہے﴾

کتاب عاریت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب ودیعت کے ساتھ کتاب عاریت کو بیان کیا ہے کیونکہ ان دونوں میں امانت کا معنی پایا جاتا ہے اور معنی امانت کے اعتبار سے ودیعت کو غلبہ حاصل ہے اس لئے ودیعت کو مقدم ذکر کیا ہے اور اس کے بعد عاریت کو ذکر کیا ہے۔

عاریت کی تعریف و فقہی مفہوم کا بیان

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے عاریت کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی معین اور مباح چیز کا نفع لینا جس کا نفع لینا مباح ہو اور نفع حاصل کرنے کے بعد اصل چیز کو مالک کو واپس کرنا۔ تو اس تعریف سے وہ چیز خارج ہوگی جس کا نفع حاصل کیا جائے تو وہ ضائع ہو جائے مثلاً کھانے پینے والی چیزیں۔

دوسرے شخص کو چیز کی منفعت کا بغیر عوض مالک کر دینا عاریت ہے جس کی چیز ہے اسے معبر کہتے ہیں اور جس کو دی گئی مستعیر ہے اور چیز کو مستعار کہتے ہیں۔ عاریت کے لیے ایجاب و قبول ہونا ضروری ہے اگر کوئی ایسا فعل کیا جس سے قبول معلوم ہوتا ہو تو یہ فعل ہی قبول ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز مانگی اس نے لا کر دیدی اور کچھ نہ کہا عاریت ہوگئی اور اگر وہ شخص خاموش رہا کچھ نہیں بولا تو عاریت نہیں۔ (بحر الرائق، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت کے شرعی مآخذ کا بیان

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں) (الماعون، ۷)

یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی خدمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک دن (ایک دن اس خیال سے کہ کفار کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا ہے) مدینہ میں گھبراہٹ اور خوف کی ایک فضا پیدا ہوگئی ہے۔ (یہ دیکھ کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ کا گھوڑا کہ جسے مندوب یعنی سست کہا جاتا تھا عاریتہ مانگا اور اس پر سوار ہو کر تحقیق حال کے لیے مدینہ سے باہر نکلے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا کہ میں نے خوف و گھبراہٹ کی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے نیز میں نے اس گھوڑے کو کشادہ قدم یعنی تیز رفتار پایا

ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو طلحہ کا گھوڑا پہلے بہت اسیلا اور ست رہتا تھا اسی واسطے اس کا نام ہی مندوب یعنی ست رکھ دیا گیا تھا مگر جب آنحضرت ﷺ اس پر سوار ہوئے تو آپ ﷺ کی برکت سے وہ گھوڑا بڑا چاق و چوبند اور تیز رفتار ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی جانور کو عاریۃ مانگنا اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے نیز کسی جانور کو کسی نام سے موسوم کر دینا بھی جائز ہے اسی طرح سامان جنگ کا نام رکھنا بھی جائز ہے۔

یہ حدیث جہاں آنحضرت ﷺ کی شجاعت و بہادری اور کمال جانبازی کو ظاہر کرتی ہے کہ جب دشمن کی فوج کے مدینہ کے قریب آ جانے کے خوف سے پورے مدینہ میں اضطراب و گھبراہٹ کی ایک عام فضا پیدا ہو گئی تھی تو آپ ﷺ بالکل بے خوف ہو کر تحقیق حال کے لئے تنہا مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے وہیں یہ حدیث اس بات کی بھی غماز ہے کہ دشمنوں کی ٹوہ لینی اور ان کے حالات پر مطلع ہونے کے لئے سعی کرنا ضروری ہے۔ نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خوف و اضطراب کے موقع پر خوف کے خاتمہ کی خوشخبری لوگوں کو دینا مستحب ہے۔

مشروعیت عاریت پر کتاب و سنت سے استدلال کا بیان

عاریت کتاب و سنت اور اجماع کے ساتھ مشروع ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں) (الماعون، ۷) یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

جو علماء کرام عاریت کو واجب کہتے ہیں انہوں نے اسی مندرجہ بالا آیت سے استدلال کیا ہے کہ اگر مالک غنی ہو تو اسے کوہ چیز عاریت دینے سے نہیں روکنا چاہیے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے گھوڑا عاریت لیا تھا اور صفوان بن امیہ سے درمیں عاریت حاصل کی تھیں۔ کسی محتاج اور ضرورت مند کو کوہ چیز عاریت دینے میں دینے والے کو اجر و ثواب اور قرب حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ عمومی طور پر نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون ہے۔

عاریت کے صحیح ہونے کے لیے چار شرائط ہیں

پہلی شرط: عاریت دینے والے کی اہلیت: اس لیے کہ عارہ میں احسان کی قسم پائی جاتی ہے، اس لیے بچے اور مجنون نہ ہی بے وقوف کی عاریت صحیح ہوگی۔

دوسری شرط: جسے عاریت دی جا رہی ہے وہ بھی لینے کا اہل ہو، تاکہ اس کا قبول کرنا صحیح ہو۔

تیسری شرط: عاریت دی جا رہی چیز کا نفع مباح ہونا چاہیے: تو مسلمان غلام کا فر کو عاریت نہیں دیا جاسکتا، اور نہ ہی محرم کا شکار وغیرہ اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تم براء اور دشمنی کے کاموں میں تعاون نہ کرو)۔

چوتھی شرط: کہ عاریتاً دی گئی چیز سے نفع حاصل کرنے کے بعد اس کی اصل باقی رہنا ضروری ہے جس کے اوپر بیان کیا جا چکا

ہے۔ عاریت دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اپنی چیز واپس لے لے لیکن اگر اس چیز کے واپس لینے سے عاریتاً لینے والے کو کوئی نقصان ہونے کا خدشہ ہو پھر نہیں۔

جیسے کہ اگر کسی نے سامان اٹھانے کے لیے کشتی عاریتاً لی تو اسے اس وقت تک واپس نہیں لیا جاسکتا جب تک کہ وہ سمندر میں ہے، اور اسی طرح اگر کسی نے دیوار عاریتاً حاصل کی تا کہ وہ اپنی چھت اس پر رکھ سکے تو جب تک اس کے اوپر چھت کی لکڑیاں ہیں اس وقت تک اسے واپس نہیں لیا جاسکتا۔

اسی طرح عاریت لینے والے پر واجب ہے کہ وہ عاریتہ لی گئی چیز کی حفاظت بھی اپنے مال کی طرح ہی کرے تا کہ اس کے مالک تک صحیح سالم لوٹائی جاسکے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے مالکوں کو لوٹا دو)۔

تو یہ آیت امانت کے لوٹانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس میں عاریت بھی شامل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (آپ امانت کو امانت رکھنے والے کے پاس لوٹا دیں)۔

تو یہ نصوص انسان کے پاس امانت رکھی گئی چیز کی حفاظت اور اسے مالک کو صحیح سالم واپس کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، اور اس عمومی حکم میں عاریت بھی شامل ہوتی ہے، اس لیے عاریت لینے والا اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور وہ چیز اس سے مطلوب بھی ہے، اور اس کے لیے تو صرف اس چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے وہ بھی عرف عام کی حدود میں رہتے ہوئے، تو اس لیے وہ اسے ایسے استعمال نہیں کر سکتا کہ وہ چیز ہی ضائع ہو جائے اور نہ ہی اس کے یہ جائز ہے کہ وہ اس کا ایسا استعمال کرے جو صحیح نہ ہو اس لیے کہ اس کے مالک نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (احسان کا بدلہ احسان ہی ہے)۔ اور اگر اسے جس کے لیے عاریتاً حاصل کیا گیا تھا استعمال نہیں کرتا بلکہ کسی اور چیز میں استعمال کرتا ہے اور وہ چیز ضائع ہونے کی صورت میں اس کا ضامن ہوگا اور اس کا نقصان دینا واجب ہے۔

اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (جو کچھ ہاتھ نے لیا اسے واپس کرنا ہے) اسے پانچ نے روایت کیا اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ تو اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ انسان نے جو کچھ لیا ہے وہ اسے واپس کرنا ہے اس لیے کہ وہ دوسرے کی ملکیت ہے اس لیے وہ اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مالک یا اس کے قائم مقام تک نہیں پہنچ جاتی۔

اگر عاریتاً لی گئی چیز سے صحیح طریقے پر نفع حاصل کرتے ہوئے وہ چیز ضائع ہو جائے تو عاریتاً لینے والے پر کوئی ضمان نہیں اس لیے کہ دینے والے اس استعمال کی اجازت دی تھی اور جو کچھ اجازت شدہ پر مرتب ہو اس کی ضمانت نہیں ہوتی۔

اور اگر عاریتاً لی گئی چیز جس کام کے لیے لی گئی تھی اس کے علاوہ کسی اور استعمال میں ضائع ہو جائے تو اس کی ضمانت میں علماء کرام کا

لَا أَنَّهُ يَحْتَمِلُ تَمْلِيكَ الْمَنَافِعِ لِحَمِلِ عَلَيْهِ بِدَلَالَةِ آخِرِهِ :

فرمایا کہ عاریت پر دینے والے کے امر تک کہنے سے عاریت منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ لفظ اس میں صریح ہے اور میں نے یہ تجھے یہ زمین کھانے کے لئے دی یہ کہنے سے بھی عاریت درست ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ لفظ اس میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ کہنا کہ میں نے آپ کو یہ کپڑا یہ میں دیا یا میں نے تجھے اس سواری پر سوار کیا اس شرط کے ساتھ کہ معبر حملتك الخ سے بہہ مراد نہ لے اس لئے کہ یہ لفظ تملیک عین کے لئے ہے اور بہہ مراد نہ لینے کی صورت میں مجاز کے طور پر اس کو تملیک منفع پر محمول کیا جائے گا۔

فرمایا کہ اخذ متك الخ میں نے یہ غلام تیری خدمت کے لئے دے دیا کہ دینے سے بھی عاریت درست ہو جائے گی اس لئے کہ یہ غلام سے خدمت لینے کی اجازت ہے میرا گھر تمہارے لئے سکنی ہے اس طرح کہنے سے بھی عاریت درست ہو جائے گی اس لئے کہ اس کا مطلب ہے کہ میں نے آپ کو اپنا گھر رہنے کے لئے دے دیا داری لك عمری سکنی کہنے سے بھی عاریت درست ہوگی

اس لئے کہ اس کا مطلب ہے کہ میں نے آپ کو اپنا گھر زندگی بھر تمہیں رہنے کے لئے دے دیا اور معبر کے قول سکنی کو ملک کی تفسیر قرار دے دیا جائے گا اس لئے کہ اس میں تملیک منافع کا احتمال ہے لہذا آخری کلمہ کی دلالت سے اس کو تملیک منفع پر محمول کر دیا جائے گا۔

معبر کے لئے عاریت سے حق رجوع میں اختیار کا بیان

قَالَ : (وَلِلْمُعِيرِ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْعَارِيَةِ مَتَى شَاءَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمُنْحَةُ مَرْدُودَةٌ وَالْعَارِيَةُ مُرَدَّاهَةٌ) وَلَآنَ الْمَنَافِعَ تُمْلِكُ شَيْئًا فَشَيْئًا عَلَى حَسَبِ حَدُوثِهَا فَالتَّمْلِيكَ فِيمَا لَمْ يُوجَدْ لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ الْقَبْضُ فَيَصِحُّ الرُّجُوعُ عَنْهُ .

فرمایا کہ معبر کو اختیار ہے کہ جب وہ چاہے عاریت سے رجوع کر لے اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو چیز منحہ کے طور پر دی جائے وہ بھی واپس کی جاسکتی ہے اور جو چیز عاریت پر دی جائے وہ بھی واپس لی جاسکتی ہے اور اس لئے کہ منافع تھوڑا تھوڑا کر کے ملکیت میں آتا ہے لہذا غیر موجود منافع میں تملیک قبضہ سے متصل نہیں ہوتی اس لئے اس سے رجوع کرنا درست ہے۔

مستعار چیز کو واپس کرنے کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم ﷺ فرماتے تھے کہ مستعار چیز واپس کی جائے (یعنی کسی کی کوئی چیز مستعار لینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک کے پاس واپس پہنچا دے) منحہ کا واپس کرنا ضروری ہے قرض کو ادا کیا جائے یعنی قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور ضامن ضمانت پوری کرنے پر مجبور ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی کے قرض وغیرہ کا ضامن ہو تو

اس کی ادائیگی اس پر لازم ہے (ترمذی ابوداؤد)

منحہ کا فقہی مفہوم

منحہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اپنا جانور دودھ پینے کے لئے دے دے یا کسی کو اپنی زمین یا اپنا باغ پھل وغیرہ کھانے کے لئے دے دے لہذا منحہ میں چونکہ صرف منفعت کا مالک بنایا جاتا ہے نہ کہ اصل اس چیز کا اس لئے اس چیز مثلاً جانور سے فائدہ اٹھانے کے بعد اسے مالک کو واپس کر دینا واجب ہے۔

عاریت کا تعدی کے بغیر ہلاکت کے سبب عدم ضمان کا بیان

قَالَ : (وَالْعَارِيَّةُ أَمَانَةٌ إِنْ هَلَكَتْ مِنْ غَيْرِ تَعَدٍّ لَمْ يَضْمَنْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَضْمَنْ ؛ لِأَنَّهُ قَبْضُ مَالٍ غَيْرِهِ لِنَفْسِهِ لَا عَنْ اسْتِحْقَاقٍ فَيَضْمَنُهُ ، وَالْإِذْنُ ثَبَتَ ضَرُورَةُ الْإِنْتِفَاعِ فَلَا يَطْهَرُ فِيهَا وَرَاءَهُ ، وَلِهَذَا تَكَانَ وَاجِبَ الرَّدِّ وَصَارَ كَالْمَقْبُوضِ عَلَى سَوَاءٍ الشِّرَاءِ .
وَلَنَا أَنَّ اللَّفْظَ لَا يُنبِئُ عَنِ الْتِزَامِ الضَّمَانِ ؛ لِأَنَّهُ لِمَتْلِكِ الْمَنَافِعِ بِغَيْرِ عَوَضٍ أَوْ لِأَبَاحَتِهَا ، وَالْقَبْضُ لَمْ يَقَعْ تَعَدِّيًّا لِكُونِهِ مَادُونًا فِيهِ ، وَالْإِذْنُ وَإِنْ ثَبَتَ لِأَجْلِ الْإِنْتِفَاعِ فَهُوَ مَا قَبْضُهُ إِلَّا لِإِنْتِفَاعٍ فَلَمْ يَقَعْ تَعَدِّيًّا ، وَإِنَّمَا وَجِبَ الرَّدُّ مُؤَنَّةً كَنَفَقَةِ الْمُسْتَعَارِ فَإِنَّهَا عَلَى الْمُسْتَعِيرِ لَا لِنَقْضِ الْقَبْضِ .

وَالْمَقْبُوضُ عَلَى سَوَاءٍ الشِّرَاءِ مَضْمُونٌ بِالْعَقْدِ ؛ لِأَنَّ الْأَخَذَ فِي الْعَقْدِ لَهُ حُكْمُ الْعَقْدِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ .

فرمایا کہ عاریت پر لی ہوئی چیز امانت ہوتی ہے جب وہ زیادتی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو مستعیر اس کا ضامن نہیں ہوگا امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ مستعیر استحقاق کے بغیر دوسرے کے مال پر اپنے لئے قبضہ کرتا ہے اس لئے وہ ضامن ہوگا۔ اور مالک کی اجازت نفع اٹھانے کی ضرورت کے تحت ثابت ہوتی ہے لہذا ضرورت کے بغیر اجازت ظاہر نہیں ہوگی اسی لئے عاریت کے مال کی واپسی لازم ہے اور یہ سوم شراء کے طور پر کسی چیز پر قبضہ کرنے کی طرح ہو گیا ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ عاریت التزام ضمان کی خبر نہیں دیتا اس لئے کہ یہ بدلہ کے سوا منافع کی تملیک یا اس کی اباحت کے لئے موضوع ہے اور قبضہ کرنے میں تعدی نہیں ہوتی اس لئے کہ قبضہ تو مالک کی اجازت سے ہوتا ہے اور مالک کی طرف سے اجازت اگرچہ نفع حاصل کرنے کے لئے ہے لیکن مستعیر بھی تو نفع حاصل کرنے کے لئے ہی مستعار پر قبضہ کرتا ہے اس لئے اس کے قبضہ میں تعدی نہیں ہوگی۔

اور مستعیر پر واپس کرنا اس لئے واجب ہے کہ اس میں خرچہ ہوتا ہے جس طرح کہ عاریت پر لی ہوئی چیز کا نفقہ اسی مستعیر پر واجب ہوتا ہے اور یہ واپسی قبضہ ختم کرنے کے لئے نہیں واجب ہے اور خریدنے کی نیت کے ساتھ جس چیز پر قبضہ ہوتا ہے وہ چیز عقد کے سبب مضمون ہوتی ہے اس لئے کہ عقد شروع کرنے کو عقد کا حکم حاصل ہے جس طرح کہ اس کے مقام پر معلوم ہو چکا ہے۔

عاریت والی چیز کو کرائے پر دینے میں عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُسْتَعِيرِ أَنْ يُؤَاجِرَ مَا اسْتَعَارَهُ؛ فَإِنْ آجَرَهُ فَقَطِبَ ضَمِنَ)؛ لِأَنَّ الْإِعَارَةَ دُونَ الْإِجَارَةِ وَالشَّيْءُ لَا يَتَضَمَّنُ مَا هُوَ فَوْقَهُ، وَلَئِنْ لَوْ صَحَّحْنَاهُ لَا يَصِحُّ إِلَّا لَازِمًا؛ لِأَنَّهُ جَبْنِيذٌ يَكُونُ بِتَسْلِيطٍ مِنَ الْمُعِيرِ، وَفِي وَقُوعِهِ لَازِمًا زِيَادَةً ضَرَرٍ بِالْمُعِيرِ لِسَبَبِ الْإِسْتِرْدَادِ إِلَى انْقِضَاءِ مُدَّةِ الْإِعَارَةِ فَابْطَلْنَاهُ، وَضَمِنَهُ حِينَ سَلَّمَهُ؛ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ تَتَّأَوَّلْهُ الْعَارِيَةُ كَأَنْ غَضِبَا، وَإِنْ شَاءَ الْمُعِيرُ ضَمِنَ الْمُسْتَأْجِرُ؛ لِأَنَّهُ قَبْضُهُ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمَالِكِ لِنَفْسِهِ، ثُمَّ إِنْ ضَمِنَ الْمُسْتَعِيرُ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ؛ لِأَنَّهُ ظَهَرَ أَنَّهُ آجَرَهُ مِلْكَ نَفْسِهِ، وَإِنْ ضَمِنَ الْمُسْتَأْجِرُ يَرْجِعُ عَلَى الْمُؤَاجِرِ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ كَانَ عَارِيَةً فِي يَدِهِ دَفْعًا لِضَرَرِ الْغُرُورِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا عَلِمَ.

فرمایا کہ مستعیر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عاریت پر لی ہوئی چیز کو کرایہ پر دے اور جب اس نے کرایہ پر دے دی اور وہ چیز ہلاک ہوگئی تو مستعیر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اعارة اجارہ سے کم حیثیت کا کام ہے اور کوئی بھی چیز اپنے سے اعلیٰ چیز کو متضمن نہیں ہوتی اور اس لئے کہ جب ہم مستعیر کے اجارہ کو درست قرار دے دیں تو وہ لازم ہو کر درست ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں یہ معیر کی جانب سے بذریعہ تسلیط اور تقدیر ہوگا جب کہ اس کے لازم ہو کر واقع ہونے میں معیر کا زیادہ نقصان ہے اس لئے کہ اس صورت میں اجارہ کی مدت ختم ہونے تک واپسی کا راستہ بند ہو جائے گا اس لئے ہم نے اس کو باطل قرار دیا ہے اور جب مستعیر چیز مستعار کو عاریت پر دیتا ہے تو اس کو مستأجر کے حوالے کرتے ہی مستعیر ضامن ہو جائے گا اس لئے کہ جب عاریت اجارہ کو شامل نہیں ہے تو مستعیر کا یہ فعل غصب ہوگا اب اگر معیر چاہے تو مستأجر کو ضامن بنالے اس لئے کہ مستأجر نے مالک کی اجازت کے بغیر اس پر قبضہ کیا ہے پس جب معیر مستعیر کو ضامن بنا کر اس سے ضمان لیتا ہے تو ضمان کی رقم وہ مستأجر سے واپس نہیں لے سکتا اس لئے کہ ضامن دینے سے یہ واضح ہو گیا کہ مستعیر نے اپنی ذاتی ملکیت اجارہ پر دی ہے اور جب معیر مستأجر سے ضمان لے لیتا ہے تو مستأجر موجر سے ضمان کی رقم واپس لے گا اس لئے کہ دھوکہ دینے نقصان دور کر سکے لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب مستأجر کو یہ معلوم نہ ہو کہ اجارہ پر لی ہوئی چیز مستعیر اور موجر کے پاس عاریت ہے اس صورت کے خلاف ہے کہ جب مستأجر کو یہ معلوم ہو۔

عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے کا بیان

قَالَ (وَلَهُ أَنْ يُعِيرَهُ إِذَا كَانَ مِمَّا لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَيْسَ لَهُ أَنْ يُعِيرَهُ؛ لِأَنَّهُ إِبَاحَةٌ الْمَنَافِعِ عَلَى مَا بَيْنَا مِنْ قَبْلُ، وَالْمُبَاحُ لَهُ لَا يَمْلِكُ الْإِبَاحَةَ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ غَيْرُ قَابِلَةٍ لِلْمِلْكِ لِكَوْنِهَا مَعْدُومَةً، وَإِنَّمَا جَعَلْنَاهَا مَوْجُودَةً فِي الْإِعَارَةِ لِلضَّرُورَةِ. وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِالْإِبَاحَةِ هَاهُنَا.

وَتَحْنُ نَقُولُ : هُوَ تَمْلِيكَ الْمَنَافِعِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فِيمَلِكُ الْإِعَارَةَ كَالْمَوْضَى لَهُ بِالْإِعْذَمَةِ، وَالْمَنَافِعُ أُعْتِرَتْ قَابِلَةً لِلْمَلِكِ فِي الْإِعَارَةِ فَتَجْعَلُ كَذَلِكَ فِي الْإِعَارَةِ دَفْعًا لِلْحَاجَةِ، وَأَمَّا لَا تَجُوزُ فِيمَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ دَفْعًا لِمَزِيدِ الضَّرَرِ عَنِ الْمَعِيرِ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِاسْتِعْمَالِهِ لَا بِاسْتِعْمَالِ غَيْرِهِ.

قَالَ الْعَنْدُ الصَّعِيفُ : وَهَذَا إِذَا صَدَرَتْ الْإِعَارَةُ مُطْلَقَةً. وَهِيَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجِهٍ : أَحَدُهَا أَنْ تَكُونَ مُطْلَقَةً فِي الْوَقْتِ وَالْإِنْتِفَاعِ وَلِلْمُسْتَعِيرِ فِيهِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ أَيْ نَوْعِ شَاءٍ فِي أَيْ وَقْتِ شَاءَ عَمَلًا بِالْإِطْلَاقِ. وَالثَّانِي أَنْ تَكُونَ مُقَيَّدَةً فِيهِمَا وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُجَاوِزَ فِيهِ مَا سَمَّاهُ عَمَلًا بِالتَّقْيِيدِ إِلَّا إِذَا كَانَ خِلَافًا إِلَى مِثْلِ ذَلِكَ أَوْ إِلَى خَيْرٍ مِنْهُ وَالْحِنْطَةُ مِثْلُ الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرُ خَيْرٌ مِنَ الْحِنْطَةِ إِذَا كَانَ كَيْلًا. وَالثَّلَاثُ أَنْ تَكُونَ مُقَيَّدَةً فِي حَقِّ الْوَقْتِ مُطْلَقَةً فِي حَقِّ الْإِنْتِفَاعِ.

وَالرَّابِعُ عَكْسُهُ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَعَدَّى مَا سَمَّاهُ، فَلَوْ اسْتَعَارَ دَابَّةً وَلَمْ يُسَمِّ شَيْئًا لَهُ أَنْ يَحْمِلَ وَيُعِيرَ غَيْرَهُ لِلْحَمْلِ لِأَنَّ الْحَمْلَ لَا يَنْفَاوُثُ.

وَلَهُ أَنْ يَرْكَبَ وَيُرْكَبَ غَيْرُهُ وَإِنْ كَانَ الرُّكُوبُ مُخْتَلِفًا لِأَنَّهُ لَمَّا أُطْلِقَ فِيهِ فَلَهُ أَنْ يُعَيِّنَ، حَتَّى لَوْ رَكِبَ بِنَفْسِهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُرْكَبَ غَيْرُهُ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ رُكُوبُهُ، وَلَوْ أَرَكَبَ غَيْرَهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُرْكَبَهُ حَتَّى لَوْ فَعَلَهُ ضَمِنَهُ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ الْإِرْكَابُ.

فرمایا کہ مستعیر کو عاریت والی چیز عاریت پر دینا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ استعمال کرنے والے کے استعمال سے وہ چیز بدل نہ جائے۔

جبکہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کو عاریت پر دینے کا حق نہیں ہے اس لئے کہ یہ منافع کی اباحت ہے جس طرح کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور جس کے لئے کوئی چیز مباح کی جاتی ہے وہ دوسرے کے لئے اباحت کا مالک نہیں ہوتا یہ حکم اس سبب سے ہے کہ منافع ملکیت کے قابل نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ معدوم ہوتا ہے اور ضرورت کی بنا پر ہم نے اس کو اجارہ کے حق میں موجود مانا ہے اور یہاں مباح کرنے سے یہ ضرورت پوری ہو چکی ہے ہم کہتے ہیں کہ عاریت منافع کی تملیک ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں لہذا مستعیر اجارہ کا مالک ہوگا جس طرح کو اس کو یہ حق ہوتا ہے جس کو بالخدمت وصیت کی جائے تو وہ اپنے خادم کو دوسرے کی خدمت کے لئے دے دیا اور منافع اجارہ میں ملکیت کے قابل ہے لہذا حاجت کو دور کرنے کے پیش نظر اجارہ میں بھی منافع مملوک ہونے کے قابل بنائیں گے ہاں وہ چیز جو استعمال کرنے سے بدل جاتی ہے اس کو اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے تا کہ معیر سے مزید نقصان کو دور کیا جاسکے اس لئے کہ معیر مستعیر اول کے استعمال سے راضی ہوا ہے اور دوسرے کے استعمال سے راضی نہیں ہوا ہے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب عاریت مطلق ہو اور اس کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ اعادہ وقت اور انتفاع دونوں کی قید سے مطلق ہو اور اس قسم میں مستعیر کو یہ حق ہے کہ وہ جب جس وقت جیسے چاہے اس سے انتفاع کرے کہ اطلاق پر عمل ہو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ عاریت وقت اور انتفاع کی قید سے مقید ہو اور اس صورت میں مستعیر کو معیر کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہے تاکہ تقید پر عمل ہو جائے مگر یہ کہ وہ مخالفت معیر کی معین کردہ چیز کے ہم مثل ہو یا اس سے اچھی ہو تو اس کی اجازت ہو گی اور ایک گیسوں دوسرے گیسوں کی مثل ہوتا ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ عاریت وقت کے حق میں مقید ہو اور انتفاع کے حق میں مطلق ہو۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ وقت کے حق میں مطلق ہو اور انتفاع کے حق میں مقید ہو ان دونوں صورتوں میں مستعیر کے لئے معیر کے معین کردہ وقت اور انتفاع سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

جب کسی نے کوئی سواری استعارہ پر لی اور کچھ معین نہیں کیا تو مستعیر کو یہ حق ہے کہ اس پر خود بھی سامان لادے اور اس کو دوسرے کو بھی سامان لادنے کے لئے دے دے اس لئے کہ لادنا متفادیت نہیں ہوتا اس کو یہ بھی حق ہے کہ خود سوار ہو اور دوسرے کو بھی سوار کرائے اگرچہ رکوب الگ الگ ہوتا ہے اس لئے کہ جب مالک نے انتفاع کو مطلق کر رکھا ہے تو مستعیر کو یہ حق ہے کہ وہ اس کو معین کر دے حتیٰ کہ جب وہ خود سوار ہو گیا تو دوسرے کو سوار ہونے کا حق نہیں ہے اور جب دوسرے کو سوار کر دیا تو اس کو خود سوار ہونے کا حق نہیں ہے اور جب اس نے ایسا کیا تو وہ اس کا ضامن ہو گا اس لئے کہ ارکاب معین ہو چکا ہے۔

دراہم و دیناروں کو عاریت پر دینے کا بیان

قَالَ : (وَعَارِيَةُ الدَّرَاهِمِ وَالذَّنَائِرِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ وَالْمَعْدُودِ قَرْضٌ) لِأَنَّ الْإِعَارَةَ تَمْلِكُ الْمَنَافِعَ، وَلَا يُمَكِّنُ الْإِنْتِفَاعُ بِهَا إِلَّا بِاسْتِهْلَاكِهَا فَاقْتَضَى تَمْلِكُ الْعَيْنِ ضَرُورَةَ وَذَلِكَ بِالْهَبَةِ أَوْ بِالْقَرْضِ وَالْقَرْضُ أَذْنَاهُمَا فَيُبَيَّنُ. أَوْ لِأَنَّ مِنْ قِصَّةِ الْإِعَارَةِ الْإِنْتِفَاعَ وَرَدَّ الْعَيْنِ فَاقِيمَ رَدِّ الْمِثْلِ مَقَامَهُ. قَالُوا : هَذَا إِذَا أُطْلِقَ الْإِعَارَةُ.

وَأَمَّا إِذَا عَيَّنَّ الْجِهَةُ بَأَنِ اسْتِعَارَ دَرَاهِمَ لِيُعَايِرَ بِهَا مِيزَانًا أَوْ يُزَيِّنَ بِهَا ذُكَّانًا لَمْ يَكُنْ قَرْضًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا الْمَنْفَعَةُ الْمُسَمَّاهُ، وَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتِعَارَ آيَةً يَتَجَمَّلُ بِهَا أَوْ سَيْفًا مُحَلًى يَتَقَلَّدُهُ.

فرمایا کہ دراہم اور دنانیر اور مکیلی اور موزونی اور معدودی چیزوں کو عاریت پر دینا بھی قرض ہے اس لئے کہ اعادہ منافع کی تملیک ہے اور منافع کے عین کو استعمال کے بغیر ان سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں ہے لہذا یہ تملیک بطور ضرورت عین کی تملیک کا تقاضہ کرنے والی ہے اور عین کی تملیک ہمہ سے ہو گئی یا قرض سے اور قرض ان میں ادنیٰ ہے اس لئے وہ ثابت ہو جائے گا یہ حکم اس سبب سے ہے کہ اعادہ کا تقاضہ مستعار چیز سے نفع حاصل کر کے اس کو معیر کو واپس دے دینا ہے لہذا مثل کی واپسی کو عین کے

رد کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔

مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب اعارہ مطلق ہو اور جب اعارہ کی جہت معین ہو اس طریقے پر کہ اس طرح اعارہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ترازو کا وزن درست رکھے یا ان مستعار دراہم سے اپنی دکان کو بجائے گا تو یہ قرض نہیں ہوگا اور مستعیر کے لئے معین کردہ منفعت ہی ثابت ہوگی اور یہ اس طرح ہو گیا جس طرح کہ کچھ برتن لے کر اس سے زیب و زینت حاصل کر لے یا پھل والی تلوار کو لٹکائے رکھے۔

زمین عاریت پر لے کر عمارت بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اسْتَعَارَ أَرْضًا لِبَنِي فِيهَا أَوْ لِيَغْرِسَ فِيهَا جَارَ وَلِلْمُعِيرِ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا وَيُكَلِّفَهُ قَلْعَ الْبِنَاءِ وَالْغَرْسِ) أَمَّا الرَّجُوعُ فَلَمَّا بَنَى، وَأَمَّا الْجَوَازُ فَلِأَنَّهَا مَنْفَعَةٌ مَعْلُومَةٌ تُمْلِكُ بِالْإِجَارَةِ فَكَذَا بِالْإِعَارَةِ.

وَإِذَا صَحَّ الرَّجُوعُ بَقِيَ الْمُسْتَعِيرُ شَاغِلًا أَرْضَ الْمُعِيرِ فَيُكَلِّفُ تَفْرِيفَهَا، ثُمَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ وَقْتُ الْعَارِيَّةِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الْمُسْتَعِيرَ مُغْتَرٌّ غَيْرُ مَغْرُورٍ حَيْثُ اعْتَمَدَ إِطْلَاقَ الْعَقْدِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَسْبِقَ مِنْهُ الْوَعْدُ وَإِنْ كَانَ وَقْتُ الْعَارِيَّةِ وَرَجَعَ قَبْلَ الْوَقْتِ صَحَّ رَجُوعُهُ لِمَا ذَكَرْنَاهُ وَلَكِنَّهُ يُكْرَهُ لِمَا فِيهِ مِنْ خُلْفِ الْوَعْدِ (وَضَمِنَ الْمُعِيرُ مَا نَقَصَ الْبِنَاءُ وَالْغَرْسُ بِالْقَلْعِ) لِأَنَّهُ مَغْرُورٌ مِنْ جِهَتِهِ حَيْثُ وَقْتُ لَهُ، وَالظَّاهِرُ هُوَ الْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ وَيَرْجِعُ عَلَيْهِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ نَفْسِهِ. كَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُورِيُّ فِي الْمُخْتَصَرِ.

وَذَكَرَ الْحَاكِمُ الشَّهِيدُ أَنَّهُ يَضْمَنُ رَبُّ الْأَرْضِ لِلْمُسْتَعِيرِ قِيمَةَ غَرْسِهِ وَبَنَائِهِ وَيَكُونَانِ لَهُ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُسْتَعِيرُ أَنْ يَرْفَعَهُمَا وَلَا يَضْمِنَهُ فِيمَتَهُمَا فَيَكُونُ لَهُ ذَلِكَ، لِأَنَّهُ مُلْكُهُ.

قَالُوا: إِذَا كَانَ فِي الْقَلْعِ ضَرَرٌ بِالْأَرْضِ فَالْخِيَارُ إِلَى رَبِّ الْأَرْضِ، لِأَنَّهُ صَاحِبُ أَصْلِ وَالْمُسْتَعِيرُ صَاحِبُ تَبَعٍ وَالتَّرْجِيحُ بِالْأَصْلِ، وَلَوْ اسْتَعَارَهَا لِيَزْرَعَهَا لَمْ تُوْخَذْ مِنْهُ حَتَّى يَحْصُدَ الزَّرْعَ وَقْتُ أَوْ لَمْ يُوقْتُ، لِأَنَّ لَهُ نِهَایَةَ مَعْلُومَةً، وَفِي التَّرْكِ مُرَاعَاةُ الْحَقِيقِ، بِخِلَافِ الْغَرْسِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ نِهَایَةَ مَعْلُومَةً فَيَقْلَعُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ الْمَالِكِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے زمین عاریت پر لی تاکہ اس میں عمارت بنوائے یا درخت لگوائے تو اس طرح کا اعارہ جائز ہے اور معیر کو وہ زمین واپس لینے کا حق ہے اور واپس لینے کی صورت میں معیر مستعیر کو درخت اور عمارت نکالنے کا مکلف بنائے گا رہا رجوع کا حق تو اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اس اعارہ کا جواز اس وجہ سے ہے کہ یہ منفعت منفعت معلومہ

ہے اور اجارہ کے سبب ملکیت میں آجاتی ہے لہذا اعارہ سے بھی ملکیت آجائے گیا اور جب رجوع درست ہے تو مستعیر معیر کی زمین و مشغول کرنے والا ہوگا لہذا اس کو خالی کرنے کا مکلف بنایا جائے گا پس جب معیر نے عاریت کو موقت نہ کیا ہو تو اس پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ مستعیر نے خود ہی دھوکہ کھایا ہے اور اس کو معیر کی جانب سے دھوکہ نہیں دیا گیا ہے اس لئے کہ اس نے معیر کی جانب سے کسی وعدے کے بغیر عقد کے مطلق ہونے پر اعتماد کر لیا ہے اور جب معیر نے عاریت کو موقت کر دیا اور وقت سے پہلے وہ رجوع کر لے تو بھی رجوع درست ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں تاہم ایسا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں وعدہ خلافی ہے اور عمارت اور درخت توڑنے سے جو نقصان ہوگا معیر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ مستعیر کو معیر کی جانب سے دھوکہ دیا گیا ہے اس لئے کہ اس نے وقت معین کر دیا تھا لہذا یہ ظاہر اس کو وعدہ پورا کرنا چاہیے تھا اس لئے مستعیر اپنی ذات سے نقصان کو دور کرنے کے لئے معیر سے ضمان کو واپس لے گا۔

امام قدوری نے اپنی مختصر میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا ہے حاکم شہید نے اس سلسلے میں یہ لکھا ہے کہ زمین کا مالک مستعیر کے لئے اس کے پودے اور اس کی عمارت کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ دونوں چیزیں اس کی ہی ہو جائیں گی لیکن جب مستعیر چاہے تو عمارت اور درخت کو اکھاڑ لے اور زمین کا مالک ان کی قیمت کا ضامن نہ بنائے تو یہ دونوں چیزیں مستعیر کی رہیں گی اس لئے کہ یہ اس کی ہی ملکیت ہے۔

مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب عمارت وغیرہ نکالنے سے زمین کو نقصان پہنچتا ہو تو یہ اختیار زمین کے مالک کو ہوگا کیونکہ اصل کا یہی مالک ہے اور مستعیر تبع کا مالک ہے اور اصل کو ترجیح حاصل ہوتی ہے جب مستعیر نے کاشت کاری کرنے کے لئے زمین عاریت پر لی تھی تو کھیتی کاٹی جانے سے پہلے وہ زمین اس سے نہیں لی جائے گی چاہے معیر نے اعارہ کو موقت کیا ہو یا نہ کیا ہو اس لئے کہ کھیتی کٹنے کی ایک معلوم مدت ہوتی ہے اور اجرت لے کر چھوڑنے میں دونوں کے حق کی رعایت ہے درخت لگانے کے خلاف اس لئے کہ اس کی کوئی معلوم مدت نہیں ہوتی لہذا مالک کے نقصان کو دور کرنے کے لئے درخت اکھاڑ دیئے جائیں گے۔

عاریت کو واپس کرنے کی اجرت کا مستعیر پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَأَجْرَةُ رَدِّ الْعَارِيَةِ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ) ؛ لِأَنَّ الرَّدَّ وَاجِبٌ عَلَيْهِ لِمَا أَنَّهُ قَبْضًا لِمَنْفَعَةٍ نَفْسِهِ وَالْأَجْرَةُ مُؤَنَّةُ الرَّدِّ فَتَكُونُ عَلَيْهِ (وَأَجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمُسْتَأْجَرَةِ عَلَى الْمُؤَاجِرِ) لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ التَّمْكِينُ وَالتَّخْلِيَةُ دُونَ الرَّدِّ، فَإِنَّ مَنْفَعَةَ قَضِيهِ سَالِمَةٌ لِمُؤَاجِرٍ مَعْنَى فَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ مُؤَنَّةُ رَدِّهِ (وَأَجْرَةُ رَدِّ الْعَيْنِ الْمَغْضُوبَةِ عَلَى الْغَاصِبِ) ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهِ الرَّدُّ وَالْإِعَادَةُ إِلَى يَدِ الْمَدِينِ، دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ فَتَكُونُ مُؤَنَّتُهُ عَلَيْهِ

ترمایا کہ عاریت کو واپس کرنے کی اجرت مستعیر پر ہوتی اس لئے کہ واپس کرنا مستعیر پر ہی لازم ہے کیونکہ اس نے

اپنی ذات کی منفعت کے لئے اس پر قبضہ کیا ہے اور اجرت رد کا صرفہ ہے لہذا یہ صرفہ مستعیر پر ہی ہوگا اور کرایہ پر لی ہوئی چیز واپس کرنے کی اجرت کرایہ پر دینے والے پر ہی واجب ہوگی اس لئے کہ لینے والے پر تقدیر علی التسليم اور خبیثہ واجب ہے نہ کہ واپس کرنا اس لئے کہ مستاجر کے قبضہ کی منفعت بھی معنوی طور پر موجر کو ملتی ہے لہذا مستاجر پر اس کی واپسی کا صرفہ لازم نہیں ہوگا اور مقصود چیز کو واپس کرنے کی اجرت غاصب پر ہی ہوگی اس لئے کہ مالک سے نقصان کو دور کرنے کے پیش نظر اس چیز کو واپس کر کے مالک کے قبضہ میں دینا اس غاصب پر ہی واجب ہے اس لئے کہ مؤنت کا رد بھی غاصب پر ہی ہوتا ہے۔

جانور کو بطور عاریت کے بعد واپس کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا اسْتَعَارَ ذَابَّةً فَرَدَّهَا إِلَى اصْطَبْلِ مَالِكِهَا فَهَلَكَتْ لَمْ يَضْمَنْ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ، وَفِي الْقِيَاسِ يَضْمَنْ ؛ لِأَنَّهُ مَا رَدَّهَا إِلَى مَالِكِهَا بَلْ ضَيَّعَهَا .

وَجْهُ الاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ أُتِيَ بِالتَّسْلِيمِ الْمُتَعَارَفِ ؛ لِأَنَّ رَدَّ الْعَوَارِي إِلَى دَارِ الْمَالِكِ مُعْتَادٌ كَمَا لِيَ الْبَيْتِ، وَلَوْ رَدَّهَا إِلَى الْمَالِكِ فَالْمَالِكُ يَرُدُّهَا إِلَى الْمُرْبِطِ .

(وَإِنْ اسْتَعَارَ عَبْدًا فَرَدَّهُ إِلَى دَارِ الْمَالِكِ وَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيْهِ لَمْ يَضْمَنْ) لِمَا بَيْنَا (وَلَوْ رَدَّ الْمَغْضُوبَ أَوْ الْوَدِيعَةَ إِلَى دَارِ الْمَالِكِ وَلَمْ يُسَلِّمْهُ إِلَيْهِ ضَمِنْ) ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْغَاصِبِ فُسْخُ فِعْلِهِ، وَذَلِكَ بِالرَّدِّ إِلَى الْمَالِكِ دُونَ غَيْرِهِ، الْوَدِيعَةُ لَا يَرْضَى الْمَالِكُ بِرَدِّهَا إِلَى الدَّارِ وَلَا إِلَى يَدِ مَنْ فِي الْعِيَالِ ؛ لِأَنَّهُ لَوْ ارْتَضَاهُ لَمَّا أَوْدَعَهَا إِيَّاهُ، بِخِلَافِ الْعَوَارِي ؛ لِأَنَّ فِيهَا عُرفًا، حَتَّى لَوْ كَانَتْ الْعَارِيَةُ عُقْدَ جَوْهَرٍ لَمْ يَرُدَّهَا إِلَّا إِلَى الْمُعِيرِ ؛ لِغَدَمِ مَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الْعُرفِ فِيهِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے گھوڑا عاریت پر لیا اور اس کو مالک کے اصطبل خانے میں واپس کر دیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو مستعیر ضامن نہیں ہوگا یہ استحسان ہے بطور قیاس وہ ضامن ہے اس لئے کہ اس نے مالک کو نہیں واپس کیا ہے بلکہ ضائع کر دیا ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اس نے عام دستور کے مطابق واپس کیا ہے کیونکہ عاریتوں کو مالک کے گھر واپس کرنا معتاد ہے جس طرح کہ گھریلو سامان عاریت پر لئے جاتے ہیں پس گھر میں لوٹا دیئے جاتے ہیں اور جب مستعیر نے مالک کو واپس کیا اور مالک نے اس کو باڑے میں پہنچا دیا تو بھی واپس درست ہوگئی۔ جب کسی نے عام عاریت پر لیا پھر اس کو مالک کے گھر پہنچا دیا لیکن مالک کے حوالے نہیں کیا تو مستعیر ضامن نہیں ہوگا اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

جب منصوب یا ودیعت کو مالک کے گھر پہنچایا اور مالک کے سپرد نہیں کیا تو واپس کرنے والا ضامن ہوگا اس لئے کہ غاصب پر فعل غصب کو فسخ کرنا واجب ہے اور یہ کام مالک کو واپس کرنے سے پورا ہو گیا اس کے علاوہ کو سپرد کرنے سے کام نہیں چلے گا اور ودیعت کا بھی یہی حال ہے اس لئے کہ مالک نہ تو اس کے گھر پہنچانے سے راضی ہوگا اور نہ ہی اس کے خیال میں سے کسی دوسرے

سے راضی ہوگا کیونکہ جب مالک ان چیزوں سے راضی ہوتا تو مودع کے پاس ودیعت ہی نہ رکھتا غواری کے خلاف اس لئے کہ ان میں ایک عرف جاری ہے حتیٰ کہ جب جواہرات کا کوئی ہار عاریت پر لیا گیا ہو تو معیر کے علاوہ کسی اور کے پاس اس کی واپسی معتبر نہیں ہے اس لئے کہ اتنی قیمتی عاریت میں کوئی عرف نہیں ہے۔

سواری کو عاریت پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَعَارَ دَابَّةً فَرَدَّهَا مَعَ عَبْدِهِ أَوْ أَجِيرِهِ لَمْ يَضْمَنْ) وَالْمُرَادُ بِالْأَجِيرِ أَنْ يَكُونَ مُسَاهَةً أَوْ مُشَاهَرَةً ؛ لِأَنَّهَا أَمَانَةٌ ، وَلَهُ أَنْ يَحْفَظَهَا بِيَدِ مَنْ فِي عِيَالِهِ كَمَا فِي الْوَدِيعَةِ ، بِخِلَافِ الْأَجِيرِ مُبَاوَمَةً ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي عِيَالِهِ .

(وَكَذَا إِذَا رَدَّهَا مَعَ عَبْدٍ رَبِّ الدَّابَّةِ أَوْ أَجِيرِهِ) ؛ لِأَنَّ الْمَالِكَ يَرْضَى بِهِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ رَدَّهُ إِلَيْهِ فَهُوَ يَرُدُّهُ إِلَى عَبْدِهِ ، وَقِيلَ هَذَا فِي الْعَبْدِ الَّذِي يَقُومُ عَلَى الدَّوَابِّ ، وَقِيلَ فِيهِ وَفِي غَيْرِهِ وَهُوَ الْأَصَحُّ ؛ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ لَا يُدْفَعُ إِلَيْهِ دَائِمًا يُدْفَعُ إِلَيْهِ أَخِيَانًا (وَأَنْ رَدَّهَا مَعَ أَجْنَبِي ضَمِنَ) وَذَلِكَ الْمَسْأَلَةُ عَلَى أَنَّ الْمُسْتَعِيرَ لَا يَمْلِكُ الْإِبْدَاعَ قَضًا كَمَا قَالَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : يَمْلِكُهُ لِأَنَّهُ دُونَ الْإِعَارَةِ ، وَأَوَّلُوا هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ بِانْتِهَاءِ الْإِعَارَةِ لِانْقِضَاءِ الْمُدَّةِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی سواری عاریت پر لی اور اس کو اپنے غلام یا مزدور کے ساتھ واپس کیا تو ضامن نہیں ہوگا اور اجیر سے وہ مزدور مراد ہے جو سالانہ یا ماہانہ مشاہرہ پر ملازم ہو اس لئے کہ عاریت امانت ہوتی ہے لہذا مستعیر کو یہ حق ہے کہ اس آدمی سے اس کی حفاظت کرائے جو اس کے عیال میں سے ہو جیسے ودیعت میں ہوتا ہے اس مزدور کے خلاف جو روزانہ کی اجرت پر رکھا گیا ہو اس لئے کہ یہ مستعیر کے عیال میں سے نہیں ہے یہی حکم اس صورت میں ہے جب مستعیر نے وہ سواری سواری کے مالک کے غلام یا اس کے مزدور کے ساتھ واپس کیا ہو اس لئے کہ مالک اس پر راضی ہوگا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب مستعیر نے وہ جانور مالک کو دیا تو مالک بھی اس کو اپنے عالم کے حوالہ کر دے گا۔

بعض مشائخ فقہاء نے فرمایا کہ یہ حکم اس عالم کے بارے میں ہے جو سواریوں کی دیکھ بھال کرتا ہو لیکن دوسرے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ حکم اس غلام کے بارے میں بھی ہے اور اس کے علاوہ کے بارے میں بھی ہے یہی زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ اگرچہ مالک اس طرح کے غلام کو ہمیشہ نہیں دیتا ہے لیکن کبھی کبھی دے دیتا ہے۔

اور جب مستعیر نے کسی اجنبی کے ذریعے وہ گھوڑے واپس کیا تو ضامن ہوگا اور یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ مستعیر چیز مستعیر کو قصد او ودیعت پر دینے کا مالک نہیں ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے یہی فرمایا ہے جب کہ بعض دوسرے مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ مستعیر کو ودیعت پر دینے کا اختیار ہے اس لئے کہ ودیعت اعارہ سے کم تر ہے اور عدم جواز کے مشائخ نے اس کی تاویل یہی ہے کہ جب مدت اعارہ پوری ہونے سے اعارہ کا معاملہ ختم ہو گیا یہ اس کے لئے ابداع جائز نہیں ہے۔

کاشتکاری کے لئے خالی زمین بطور عاریت لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ أَعَارَ أَرْضًا بَيْضَاءَ لِلزَّرَاعَةِ يَكْتُبُ إِنَّكَ أَطْعَمْتَنِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا يَكْتُبُ إِنَّكَ أَعَرْتَنِي) لِأَنَّ لَفْظَةَ الْإِعَارَةِ مَوْضُوعَةٌ لَهُ وَالْكِتَابَةُ بِالْمَوْضُوعِ لَهُ أَوْلَى كَمَا فِي إِعَارَةِ الدَّارِ .

وَلَهُ أَنَّ لَفْظَةَ الْإِطْعَامِ أَذَلُّ عَلَى الْمُرَادِ لِأَنَّهَا تَخْصُ الزَّرَاعَةَ وَالْإِعَارَةُ تَنْتَظِمُهَا وَغَيْرَهَا كَالْبِنَاءِ وَنَحْوِهِ فَكَانَتْ الْكِتَابَةُ بِهَا أَوْلَى بِخِلَافِ الدَّارِ لِأَنَّهَا لَا تُعَارَى إِلَّا لِلشُّكْنِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

فرمایا کہ جب کوئی آدمی کاشت کاری کے لئے کسی کو خالی زمین عاریت پر دے تو امام اعظم کے نزدیک مستعیر عاریت نامے میں یہ عبارت لکھے تو نے مجھے یہ زمین کھانے کے لئے دی ہے۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ یوں لکھے تو نے مجھے عاریت پر دیا ہے اس لئے کہ لفظ اعارہ اس کے لئے ہی موضوع ہے اور موضوع سے ملی ہوئی تحریر لکھنا زیادہ افضل ہے جس طرح کہ گھر کے اعارہ میں لفظ موضوع سے دستاویز لکھی جاتی ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اطعام مراد پر زیادہ اچھی طرح دلالت کرتا ہے اس لئے کہ یہ لفظ زراعت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ اعارہ زراعت کو اور بناء وغیرہ کو بھی شامل ہوتا ہے لہذا لفظ اطعام سے دستاویز لکھنا زیادہ بہتر ہوگا دار کے خلاف اس لئے کہ وہ صرف رہائش کے لئے ہی عاریت پر لیا جاتا ہے۔



کتابُ الہبۃ

﴿یہ کتاب ہبہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے عاریت کے بعد کتاب ہبہ کو بیان کیا ہے اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ احکام فقہیہ میں عاریت سے محض منافع کی ملکیت حاصل ہوتی ہے جبکہ ہبہ میں عین اور نفع دونوں کی ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ لہذا عاریت مفرد کے حکم میں ہوئی جبکہ ہبہ مرکب کے حکم میں ہوا پس اصول وہی ہوگا کہ مفرد مرکب سے مقدم ہوا کرتا ہے۔

ہبہ کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ مفت میں عین چیز کا کسی کو مالک بنانا ہے۔ اور قبضہ دینے پر تام ہو جاتا ہے۔
(در مختار، کتاب عاریت، بیروت شرح تئویر الابصار، کتاب ہبہ، ج ۱، ص ۱۰۷)

ہبہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ہبہ کے لغوی معنی تحفہ دینا، احسان کرنا ہے۔ ہبہ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا بجا عوض مالک بنانا ہے۔ (التعریفات)

ہبہ اور عطیہ وغیرہ کسی مالدار یا غریب، مرد یا عورت ہر ایک کو دیا جاسکتا ہے یہ محبت بڑھانے اور تعلقات استوار کرنے کی غرض سے دیا جاتا ہے یا پھر آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

ہبہ کے ارکان و شرائط کا بیان

علامہ علاؤ الدین کا سانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کے ارکان دو ہیں (۱) ایجاب (۲) قبول، ہبہ کرنے والے اپنی زبان سے ہبہ یا اس جیسا لفظ جو ہبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہو کہہ دینے سے ایجاب اور جس شخص کو دیا جا رہا ہے وہ اسے قبول کرے تو قبول پایا جائے گا مگر ہبہ کے تام اور مکمل ہونے کے لیے جسے ہبہ کیا گیا ہے اس شخص کا ہبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری ہے بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں ہوگا۔

ہبہ کی شرائط حسب ذیل ہیں

(۱) ہبہ کرنے والا عاقل اور بالغ ہو۔

[illegible]

(۳) اس چیز کو بیہوش ہونے دینا ہے اور یہی کائنات کی قوتِ اعلیٰ جو پھر اجڑتی ہے اور نیا کائنات پیدا ہوتا ہے۔

دو کا جیسے مردار، خون و فیہ و عدا (پندتک، ج ۱، ص ۲۹)

پہلے کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کی پناہ لے لے گا وہ اس کو اللہ سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مروت چاہا۔ وہ جہاں گئے ایسا یہ بھی وقت تھا کہ ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا چاند دیکھتے پھر تیسرا چاند دیکھتے دو دو مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آگ نہ سسکتی میں نے پوچھا اب خاتمہ پھر بول ہی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ رکھتی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ کافی چیزیں تھیں چھوہارے اور پانی گمر یہ کہ نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں چند انصار تھے ان کے پاس دو دوہ والی بکریاں تھیں اور دو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دودھ دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پلاتے۔ (صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 2416)

ہیہ کا عقد مشروط ہونے کا بیان

الْهَبَةُ عَقْدٌ مَشْرُوعٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (تَهَادُوا تَحَابُّوا) وَعَلَى ذَلِكَ انْعَقَدَ
الْإِجْمَاعُ (وَتَصِيحُ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ وَالْقَبْضِ) أَمَّا الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ فَلِأَنَّهُ عَقْدٌ، وَالْعَقْدُ
يَنْعَقِدُ بِالْإِيجَابِ، وَالْقَبُولِ، وَالْقَبْضِ لَا بُدَّ مِنْهُ لِثُبُوتِ الْمِلْكِ.

وَقَالَ مَالِكٌ : يَثْبُتُ الْمِلْكُ فِيهِ قَبْلَ الْقَبْضِ اِغْتِيَارًا بِالنَّبِيِّ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الصَّدَقَةُ .
وَلَمَّا قِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَجُوزُ الْهَبَةُ إِلَّا مَقْبُوضَةً) وَالْمُرَادُ نَفْيُ الْمِلْكِ ، لِأَنَّ
الْجَوَازَ بِذَوِيهِ ثَابِتٌ ، وَلِأَنَّهُ عَقْدٌ تَبَرُّعٌ ، وَفِي اثْبَاتِ الْمِلْكِ قَبْلَ الْقَبْضِ الزَّامُ الْمُتَبَرِّعُ شَيْئًا لَمْ
يَتَبَرَّعْ بِهِ ، وَهُوَ التَّسْلِيمُ فَلَا يَصِحُّ ، بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ : لِأَنَّ أَوَانَ ثُبُوتِ الْمِلْكِ فِيهَا بَعْدَ
الْمَوْتِ وَلَا الزَّامَ عَلَى الْمُتَبَرِّعِ : لِإِعْدَمِ أَهْلِيَّةِ الزُّوْمِ ، وَحَقُّ الْوَارِثِ مُتَأَخِّرٌ عَنِ الْوَصِيَّةِ فَلَمْ
يَمْلِكْهَا .

فرمایا کہ جبہ عقد شروع ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے آپس میں بدیہ کا لین دین کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور جبہ ک شروع ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے جبہ ایجاب اور قبول اور قیضہ سے درست ہوتا ہے رہا ایجاب و قبول تو اس وجہ سے کہ جبہ ایک عقد ہے اور ایجاب اور قبول سے عقد منعقد ہو جاتا ہے اور جبہ کے لئے قیضہ لازم ہے کیونکہ قیضہ کرنے سے ہی

موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہوگی۔

امام مالک بیع پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہبہ میں بھی قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت ہو جائے گی صدقہ بھی اسی خلاف کی بنیاد پر ہے ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ہبہ اس صورت میں جائز ہے جب اس پر قبضہ ہو گیا ہو اور حدیث مبارکہ میں لا يجوز سے ملکیت کی نفی مراد ہے اس لئے کہ قبضہ کے بغیر بھی جواز ثابت ہے اور اس لئے کہ ہبہ عقد احسان ہے اور قبضہ سے پہلے ملکیت کو ثابت کرنے سے احسان پر ایسی چیز لازم کرنا لازم آئے گا جس کا اس نے احسان نہیں کیا ہے اور وہ سپرد کرنا ہے لہذا قبضہ سے پہلے اس میں موہوب لہ کے لئے ملکیت ثابت کرنا درست نہیں ہے وصیت کے خلاف اس لئے کہ وصیت میں موہوب کی موت کے بعد ملکیت ثابت ہوتی ہے اور احسان پر کوئی چیز لازم نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ موت کے سبب لازم کرنے کا اہل ہونہ معدوم ہو جاتا ہے اور وارث کا حق وصیت سے سوخرا ہے لہذا وہ وصیت کے مال کا مالک نہیں ہوگا۔

واہب کے بغیر موہوب لہ کے قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ قَبَضَهَا الْمُوهُوبُ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ بِغَيْرِ أَمْرِ الْوَاهِبِ جَازٌ) اسْتَحْسَانًا (وَأَنْ قَبَضَ بَعْدَ الْإِفْتِرَاقِ لَمْ يَجُزْ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْوَاهِبُ فِي الْقَبْضِ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ فِي الْوَجْهَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ تَصَرُّفٌ فِي مِلْكِ الْوَاهِبِ ، إِذْ مِلْكُهُ قَبْلَ الْقَبْضِ بَاقٍ فَلَا يَصِحُّ بِذَوْنِ إِذْنِهِ ، وَلَنَا أَنَّ الْقَبْضَ بِمَنْزِلَةِ الْقَبُولِ فِي الْهَبَةِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَتَوَلَّفُ عَلَيْهِ ثُبُوتُ حُكْمِهِ وَهُوَ الْمِلْكُ ، وَالْمَقْصُودُ مِنْهُ اثْبَاتُ الْمِلْكِ فَيَكُونُ الْإِيجَابُ مِنْهُ تَسْلِيطًا عَلَى الْقَبْضِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَبَضَ بَعْدَ الْإِفْتِرَاقِ ؛ لِأَنَّا إِنَّمَا اثْبَتْنَا التَّسْلِيطَ فِيهِ الْحَاقًّا لَهُ بِالْقَبُولِ ، وَالْقَبُولُ يَتَقَبَّلُ بِالْمَجْلِسِ ، فَكَذَا مَا يُلْحَقُ بِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا نَهَا عَنْ الْقَبْضِ فِي الْمَجْلِسِ ؛ لِأَنَّ الدَّلَالَهَ لَا تَعْمَلُ فِي مُقَابَلَةِ الصَّرِيحِ .

پس جب واہب کے حکم کے بغیر موہوب لہ نے مجلس میں قبضہ کر لیا تو بطور استحسان جائز ہے اور جب جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے مگر یہ کہ واہب نے اس کو قبضہ کرنے کی اجازت دی ہو قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ دونوں صورتوں میں قبضہ جائز نہ ہو یہی امام شافعی کا قول ہے اس لئے کہ قبضہ حقیقت میں واہب کی ملکیت میں تصرف ہے اس لئے کہ قبضہ سے پہلے واہب کی ملکیت باقی رہتی ہے لہذا واہب کی اجازت کے بغیر قبضہ درست نہیں ہوگا ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا قبضہ ہبہ قبول کرنے کے مقام پر ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ قبضہ پر اس کے حکم یعنی ملکیت کا ثبوت موقوف رہتا ہے اور واہب کا مقصد موہوب لہ کیسے ملکیت کو ثابت کرنا ہے لہذا اس کی طرف سے ایجاب کرنا موہوب لہ کو قبضہ پر مسلط کرنا ہوگا اس صورت کے خلاف کہ جب موہوب لہ نے مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا ہو اس لئے کہ ہم نے ایجاب کو قبول کے ساتھ ملا کر اس میں تسلیط ثابت کر دی اور قبول کرنا مجلس کے ساتھ مقید ہوتا ہے لہذا جو چیز قبولیت کے ساتھ ملی ہوگی وہ مجلس کے ساتھ بھی مقید ہوگی اس صورت کے خلاف کہ جب واہب نے

موجبہ کو مجلس میں قبضہ کرنے سے روک دیا ہوا اس لئے کہ صریح کے مقابلے میں دلالت موثر نہ ہو آتی۔ (قاعدہ فقہیہ)

وہ الفاظ جن سے بہہ منعقد ہو جاتا ہے

قَالَ : (وَتَنْعَقِدُ الْهَبَةُ بِقَوْلِهِ وَهَبْتُ وَنَحَلْتُ وَأَعْطَيْتُ) : لِأَنَّ الْأَوَّلَ صَرِيحٌ لِلْهِبَةِ وَالثَّانِي مُسْتَعْمَلٌ فِيهِ .

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَكُلْ أَوْ لَا دِيكَ نَحَلْتُ مِثْلَ هَذَا ؟) وَكَذَلِكَ الثَّالِثُ ، يُقَالُ : أَعْطَاكَ اللَّهُ وَوَهَبَكَ اللَّهُ بِمَعْنَى وَاحِدٍ (وَكَذَا تَنْعَقِدُ بِقَوْلِهِ أَطْعَمْتُكَ هَذَا الطَّعَامَ وَجَعَلْتُ هَذَا الشُّوبَ لَكَ وَأَعْمَرْتُكَ هَذَا الشَّيْءَ وَحَمَلْتُكَ عَلَى هَذِهِ الدَّابَّةِ إِذَا نَوَى بِالْحُمْلَانِ الْهَبَةَ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الْإِطْعَامَ إِذَا أُضِيفَ إِلَى مَا يُطْعَمُ عَنْهُ يُرَادُ بِهِ تَمْلِيكَ الْقَيْنِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : أَطْعَمْتُكَ هَذِهِ الْأَرْضَ خَبْتُ تَكُونُ عَارِيَّةً لِأَنَّ عَيْنَهَا لَا تُطْعَمُ فَيَكُونُ الْمُرَادُ أَكْلَ عَلَيْهَا . وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ حَرْفَ اللَّامِ لِلتَّمْلِيكِ .

وَأَمَّا الثَّالِثُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَمَنْ أَعْمَرَ عُمَرَى فَبِهِ لِلْمُعَمَّرِ لَهُ وَلَوْ رَثِيهِ مِنْ بَعْدِهِ) وَكَذَا إِذَا قَالَ جَعَلْتُ هَذِهِ الدَّارَ لَكَ عُمَرَى لِمَا قُلْنَا .

وَأَمَّا الرَّابِعُ فَلِأَنَّ الْحَمْلَ هُوَ الْإِرْكَابُ حَقِيقَةً فَيَكُونُ عَارِيَّةً لِكُنْهَ بِحَمْلِ الْهَبَةِ ، يُقَالُ حَمَلَ الْأَمِيرُ قُلَانًا عَلَى فَرَسٍ وَيُرَادُ بِهِ التَّمْلِيكَ فَيَحْمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ نَيْتِهِ .

فرمایا کہ وہب نحل اور اعطیت کے ساتھ بہہ منعقد ہو جاتا ہے اس لئے کہ پہلا لفظ بہہ کے لئے صریح ہے اور دوسرا اس کے لئے استعمال ہونے والا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کیا تم نے اس طرح اپنی اولاد کو نحلہ دیا ہے اور تیسرا لفظ بھی بہہ کے لئے استعمال ہونے والا ہے پس اعطا کہ اللہ اور وہب اللہ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہونے والے ہیں واسب کے میں نے یہ غلہ تجھے کھانے کیلئے دیا ہے کہنے سے بھی بہہ منعقد ہو جاتا ہے اسی طرح جعلت هذا الشوب لك کہنے سے اور اعمرتك هذا الشيء کہنے سے اور حملتك على هذا الدابة کہا اور اس نے بہہ کی نیت کی ہو تو بہہ منعقد ہو جائے گا لہذا اطعام سے بہہ منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب اطعام کو ایسی چیز کی جانب منسوب کیا جائے جو خود کھائی جاتی ہو تو اس سے عین کی تملیک مراد ہوگی اس صورت کے خلاف کہ جب اس نے اطعمتك هذا الارض کہا ہو تو عاریت نہیں ہوگی اس لئے کہ زمین نہیں کھائی جاتی اور ایسا کہنے سے اس کی پیداوار کھانے کا کھلانے اطلاق کیا جائے گا اور دوسرے لفظ سے بہہ کے منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حرف لام تملیک کے لئے موضوع ہے اور تیسرے لفظ سے بہہ کے منعقد ہونے کا سبب آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جس نے کوئی چیز کسی کو عمری کے طور پر دی تو معمر لہ کے لئے زندگی بھر وہ چیز اس کی ہو گیا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کی ہوگی اسی طرح جب یہ کہا ہو کہ میں نے زندگی بھر کیلئے یہ گھر تجھے دیا اس دلیل کے سبب جسکو ہم نے بیان کیا ہے۔

چوتھے لفظ سے بہہ کے منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نمل کے لغوی معنی سوار کرنے کے ہیں تو یہ عاریت ہولی لیکن اس نمل بہہ کا احتمال ہے جیسا کہ بولا جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو گھوڑے پر سوار کیا اور اس سے مالک بنانا مراد ہوتا ہے لہذا بہہ کی نیت سے وقت اس پر ہی محمول کیا جائے گا۔

کسوة سے تملیک مراد لینے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ كَسَوْتُكَ هَذَا الثَّوبَ يَكُونُ هِبَةً) ؛ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّمْلِيكُ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (أَوْ كَسَوْتُهُمْ) وَيُقَالُ كَسَا الْأَمِيرُ فَلَانًا ثَوْبًا : أَي مَلَكَهُ مِنْهُ (وَلَوْ قَالَ مَنَحْتُكَ هَذِهِ الْحَارِيَّةَ كَانَتْ عَارِيَّةً) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ .

(وَلَوْ قَالَ دَارِي لَكَ هِبَةً سُكْنَى أَوْ سُكْنَى فَهِيَ عَارِيَّةٌ) ؛ لِأَنَّ الْعَارِيَّةَ مُحْكَمٌ فِي تَمْلِيكِ الْمَنْفَعَةِ وَالْهِبَةُ تَحْتَمِلُهَا وَتَحْتَمِلُ تَمْلِيكَ الْعَيْنِ فَيَحْتَمِلُ الْمُحْتَمَلُ عَلَى الْمُحْكَمِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ عُمَرَى سُكْنَى أَوْ نَحْلَى سُكْنَى أَوْ سُكْنَى صَدَقَةً أَوْ صَدَقَةً عَارِيَّةً أَوْ عَارِيَّةً هِبَةً لِمَا قَدْ مَنَاهُ .

(وَلَوْ قَالَ هِبَةً تَسْكُنُهَا فَهِيَ هِبَةٌ) ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ تَسْكُنُهَا مَشْهُورَةٌ وَلَيْسَ بِتَفْسِيرٍ لَهُ وَهُوَ تَنْبِيْهُ عَلَى الْمَقْصُودِ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ هِبَةً سُكْنَى ؛ لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لَهُ .

جب کسی آدمی نے یہ کہا کہ میں نے تجھے یہ کپڑا پہنا دیا تو یہ بہہ ہوگا اس لئے کہ کسوة سے تملیک مراد لی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ او کسونہم یادس ساکین کو کپڑا پہنا دینا ہے اور یہ بھی بولو جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو کپڑا پہنا دیا یعنی اس کو کپڑے کا مالک بنایا جب کہا کہ میں نے تم کو یہ باندی منح میں دی تو یہ عاریت ہوگی اس حدیث کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جب کہا کہ میرا گھرتیرے لئے بہہ سکنی یا سکنی بہہ ہے تو یہ عاریت ہوگی اس لئے کہ منفعت کی تملیک میں عاریت ہونا محکم اور یقینی ہے اور بہہ منفعت کے کی تملیک کا بھی احتمال رکھتا ہے لہذا محتمل کو محکم پر محمول کر دیا جائے گا۔

ایسے ہی جب کہا کہ میرا گھرتیرے لئے عمری سکنی ہے یا نخلی سکنی ہے یا صدقہ عاریت ہے یا صدقہ عاریت بہہ ہے تو تمام صورتیں عاریت ہوں گی اس دلیل کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور جب یوں کہا کہ میرا گھرتیرے لئے بہہ ہے تم اس میں رہو تو یہ بہہ ہوگا اس لئے کہ اس کا قول لتسکنها مشورہ ہے اور بہہ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ مقصود پر تنبیہ کرنا ہے بہہ سکنی کہنے کے خلاف اس لئے کہ یہاں سکنی بہہ کی تفسیر ہے۔

محوزہ مقسومہ میں جواز بہہ کا بیان

قَالَ : (وَلَا تَجُوزُ الْهِبَةُ فِيمَا يُقَسَّمُ إِلَّا مَحْزُورَةٌ مَقْسُومَةٌ، وَهِيَ الْمَشَاعُ فِيمَا لَا يُقَسَّمُ جَائِزَةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تَجُوزُ فِي الْوَجْهَيْنِ ؛ لِأَنَّهُ عَقْدُ تَمْلِيكِ فَيَصِحُّ فِي الْمَشَاعِ وَغَيْرِهِ كَالْبَيْعِ

بِأَوَائِهِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُشَاعَ قَابِلٌ لِلْحُكْمِ، وَهُوَ الْمِلْكُ فَيَكُونُ مَحَلًّا لَهُ، وَكَوْنُهُ تَبَرُّعًا لَا يُبْطِلُهُ الشُّيُوعُ كَالْقَرْضِ وَالْوَصِيَّةِ.

وَلَسَا أَنَّ الْقَبْضَ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ فِي الْهَبَةِ فَيُشْرَطُ كَمَالُهُ وَالْمُشَاعُ لَا يَقْبَلُهُ إِلَّا بِضَمٍّ غَيْرِهِ إِلَيْهِ، وَذَلِكَ غَيْرُ مَوْهُوبٍ، وَلَآنَ فِي تَجْوِيزِهِ الزَّامَةُ شَيْئًا لَمْ يَلْزِمَهُ وَهُوَ مُؤَنَّةُ الْقِسْمَةِ، وَلِهَذَا اِمْتَنَعَ جَوَازُهُ قُلَّ الْقَبْضِ لِئَلَّا يَلْزِمَهُ التَّسْلِيمُ، بِخِلَافِ مَا لَا يَقْسَمُ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ الْقَاصِرَ هُوَ الْمُمْكِنُ فَيَكْتَفِي بِهِ، وَلَآئِنَّهُ لَا تَلْزِمُهُ مُؤَنَّةُ الْقِسْمَةِ.

وَالْمُتَبَايَاةُ تَلْزِمُهُ فِيمَا لَمْ يَتَبَرَّعْ بِهِ وَهُوَ الْمَنْفَعَةُ، وَالْهَبَةُ لَا قُتُّ الْعَيْنِ، وَالْوَصِيَّةُ لَيْسَ مِنْ شَرْطِهَا الْقَبْضُ، وَكَذَا الْبَيْعُ الصَّحِيحُ، وَأَمَّا الْبَيْعُ الْفَاسِدُ وَالصَّرْفُ وَالسَّلَامُ فَالْقَبْضُ فِيهَا غَيْرُ مَنْصُوصٍ عَلَيْهِ، وَلَآئِنَّمَا عَقُودُ ضَمَانٍ فَتُنَاسِبُ لُزُومُ مُؤَنَّةِ الْقِسْمَةِ، وَالْقَرْضُ تَبَرُّعٌ مِنْ وَجْهِهِ وَعَقْدُ ضَمَانٍ مِنْ وَجْهِهِ، فَشَرْطُ الْقَبْضِ الْقَاصِرِ فِيهِ دُونَ الْقِسْمَةِ عَمَلًا بِالشَّهَائِنِ، عَلَى أَنَّ الْقَبْضَ غَيْرُ مَنْصُوصٍ عَلَيْهِ فِيهِ. وَلَوْ وَجَبَ مِنْ شَرِيكِهِ لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى نَفْسِ الشُّيُوعِ.

فرمایا کہ تقسیم ہونے والی چیزوں میں اس وقت بیہ جائز ہوگا جب ان کو تقسیم کر کے الگ کر دیا جائے اور جو چیز تقسیم ہونے والی نہ ہو اس کو تقسیم نہ ہونے والی چیزوں کی طرح بیہ کرنا جائز ہے۔

جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں جائز ہے کیونکہ بیہ عقد تملیک ہے لہذا مشاع اور غیر مشاع دونوں کا بیہ جائز ہوگا جس طرح کہ مشترک اور غیر مشترک کی بیع درست ہوتی ہے یہ حکم اس سبب سے ہے کہ تقسیم نہ ہونے والی چیز بھی بیہ کے حکم یعنی ملکیت کو قبول کرتی ہے اس لئے مشاع چیز بھی بیہ کا محل ہوگی اور شیوع اس کے احسان ہونے کو باطل نہیں کرتا جس طرح کہ قرض اور وصیت میں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ بیہ میں قبضہ مشروط اور منصوص ہوتا ہے اس لئے قبضہ کا کامل ہونا شرط ہوگا اور مشاع اور مشترک چیز دوسری چیز کو ملائے بغیر پورے قبضہ کو قبول نہیں کرتی جبکہ دوسری چیز بیہ نہیں کی گئی اور اس سے کہ مشاع چیز کو بیہ کے لئے جائز قرار دینے سے واپس پر ایسا عمل لازم آئے گا جس کا اس نے التزام ہی نہیں کیا یعنی کہ تقسیم اور ہوا وہ اسی لئے قبضہ سے پہلے بیہ کا جواز منوع ہے تاکہ واپس کے لئے موبوب چیز کو تسلیم کرنا لازم نہ آئے ان چیزوں کے خلاف کہ جو تقسیم نہیں کی جاتی کیونکہ اس میں ناقص قبضہ ہی ممکن ہے لہذا اس پر ہی اکتفاء کر لیا جائے گا اور اس لئے کہ جو چیزیں تقسیم نہیں کی جاتی ان میں واپس پر تقسیم کی مشقت لازم نہیں آئے گی۔

اور باری باری فائدہ اٹھانا اس چیز میں لازم آتا ہے جس کا واپس نے احسان ہی نہیں کیا اور بیہ ذات سے ملا ہو ہوتا ہے اور وصیت کے لئے قبضہ شرط نہیں ہے اسی طرح بیع صحیح، بیع فاسد، بیع صرف اور بیع سلم میں بھی قبضہ مشروط اور منصوص نہیں ہے اور اس

لئے کہ یہ عقود ضمان میں سے ہے لہذا تقسیم کا صرف لازم ہونے کے مناسب ہے اور من وجہ قرض احسان ہے اور من وجہ نقد ضمان ہے لہذا ہم نے قرض میں قبضہ قاصرہ کی شرط لگائی اور تقسیم کی شرط نہیں لگائی تاکہ دونوں جہتوں پر عمل ہو جائے اس کے علاوہ میں قبضہ غیر منصوص ہے اور جب داہب نے اپنے شریک کو ہبہ کیا تب بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ حکم کا مدار نفس شیوع پر ہے۔ (اصول)

مشترکہ حصے کے ہبہ کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَهَبَ شِقْصًا مُشَاعًا قَالِهَةً فَاسِدَةً) لِمَا ذَكَرْنَا (فَإِنْ قَسَّمَهُ وَسَلَّمَهُ جَازًا) لِأَنَّ تَمَامَهُ بِالْقَبْضِ وَعِنْدَهُ لَا شُيُوعَ.

قَالَ : (وَلَوْ وَهَبَ دَقِيقًا فِي حِنْطَةٍ أَوْ ذَهْنًا فِي سَمِيسٍ قَالِهَةً فَاسِدَةً، فَإِنْ طَحَنَ وَسَلَّمَهُ لَمْ يَجُزْ) وَكَذَا السَّمْنُ فِي اللَّبَنِ ؛ لِأَنَّ الْمَوْهُوبَ مَعْدُومٌ، وَلِهَذَا لَوْ اسْتَخْرَجَهُ الْغَاصِبُ بِمِلْكِهِ، وَالْمَعْدُومُ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْمِلْكِ فَوَقَعَ الْعَقْدُ بَاطِلًا، فَلَا يَنْعَقِدُ إِلَّا بِالتَّجْدِيدِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ ؛ لِأَنَّ الْمُشَاعَ مَحَلٌّ لِلتَّمْلِكِ، وَهَبَةُ اللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ وَالصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ الْغَنَمِ وَالزَّرْعِ وَالنَّخْلِ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمْرِ فِي النَّخِيلِ بِمَنْزِلَةِ الْمُشَاعِ ؛ لِأَنَّ امْتِنَاعَ الْجَوَازِ لِلاتِّصَالِ وَذَلِكَ يَمْنَعُ الْقَبْضَ كَالشَّائِعِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کو مشترکہ جز، ہبہ کیا تو ہبہ باطل ہو جائے گا اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں پس جب داہب نے اس کو تقسیم رکے سپرد کیا تو جائز ہے اس لئے کہ ہبہ قبضہ سے پورا ہو جاتا ہے اور قبضہ کے وقت اس میں شیوع نہیں ہوتا ہے۔

فرمایا کہ جب کسی نے گندم میں آٹا یا تل کا تیل ہبہ کیا تو ہبہ باطل ہوگا جب جب گندم کو پس کر سپرد کیا تو بھی جائز نہیں ہے اور دودھ میں پائے جانے والے مکھن کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ موہوب چیز معدوم ہے اس لئے جب غاصب ان کو نکال لے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور معدوم ملکیت کا محل نہیں ہوتا لہذا عقد باطل ہو جائے گا۔ نیا عقد کرنے کے ساتھ عقد درست نہیں ہوگا اس صورت کے خلاف کہ جو گندم چکی ہے اس لئے کہ مشترک چیز تملیک کا محل ہے تھنوں میں دودھ کا سہہ کرنا اور بکری کی پشت پر اون کا ہبہ کرنا در زمین میں موجود کھیتی یا درخت کا ہبہ کرنا اور کھجور کے درخت میں کھجور کا ہبہ کرنا مال مشاع کے ہبہ کرنے کے درجہ میں ہے کیونکہ جواز کا ممتنع ہونا ماہونے کے سبب ہے اور ملا ہونا قبضہ کے روکنے والا ہے جس طرح کہ مشاع قبضہ کے روکنے والا ہے۔

موہوب کا موہوب لہ کے قبضہ میں ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَتْ الْعَيْنُ فِي يَدِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مَلَكَهَا بِالْهَبَةِ وَإِنْ لَمْ يُجِدْ فِيهَا قَبْضًا) ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ فِي قَبْضِهِ وَالْقَبْضُ هُوَ الشَّرْطُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَهُ مِنْهُ ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ فِي الْبَيْعِ مَضْمُونٌ فَلَا يَنْتُوبُ عَنْهُ قَبْضُ الْآمَانَةِ، أَمَّا قَبْضُ الْهَبَةِ فَغَيْرُ مَضْمُونٍ فَيَنْتُوبُ عَنْهُ.

قَالَ : (وَإِذَا وَهَبَ الْآبُ لِأَبْنِهِ الصَّغِيرِ هِبَةً مَلَكَهَا الْإِبْنُ بِالْعَقْدِ) ؛ لِأَنَّهُ فِي قَبْضِ الْآبِ قَبْضُ الْبَنِيَّةِ عَنْ قَبْضِ الْهِبَةِ ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ أَوْ فِي يَدِ مُوَدِّعِهِ ؛ لِأَنَّ يَدَهُ تَكِيدُهُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ مَرَهُونًا أَوْ مَفْضُوبًا أَوْ مَبْعًا بَيْنًا فَاسِدًا ؛ لِأَنَّهُ فِي يَدِ غَيْرِهِ أَوْ فِي مِلْكِ غَيْرِهِ ، وَالصَّدَقَةُ فِي هَذَا مِثْلُ الْهِبَةِ ، وَكَذَا إِذَا وَهَبَتْ لَهُ أُمُّهُ وَهُوَ فِي عِيَالِهَا وَالْآبُ مَيِّتٌ وَلَا وَصِيَّ لَهُ ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَنْ يَعُولُهُ . (وَأَنْ وَهَبَ لَهُ أَجْنَبِيٌّ هِبَةً تَمَّتْ بِقَبْضِ الْآبِ) ؛ لِأَنَّهُ يَمْلِكُ عَلَيْهِ الدَّائِرَ بَيْنَ النَّافِعِ وَالضَّارِّ فَأَوْلَى أَنْ يَمْلِكَ الْمَنَافِعَ

فرمایا کہ جب موبوب چیز موبوب لہ کے قبضہ میں ہو تو بہہ کرنے سے موبوب لہ اس کا مالک ہو جائے گا اگرچہ تجدید قبضہ نہ بھی کرے اس لئے کہ موبوبہ چیز اس کے قبضہ میں ہے اور بہہ کے درست ہونے کے لئے قبضہ ہی شرط ہے اس صورت کے خلاف کہ جب کسی آدمی کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور مالک قابض ہی اس کو بیچ دے اس لئے کہ بیچ کا قبضہ مضمون ہوتا ہے ہذا قبضہ امانت اس کے قائم مقام نہیں ہوا جبکہ قبضہ غیر مضمون ہے اس لئے قبضہ امانت اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔

جب باپ نے اپنے چھوٹے بچے کو کوئی چیز بہہ کی تو عقد کے سبب بیٹا اس کا مالک ہو جائے گا اس لئے کہ موبوبہ چیز پہلے ہی باپ کے قبضہ میں ہے لہذا یہ قبضہ بہہ کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جب موبوبہ چیز واجب کے قبضہ میں ہو یا اس کے مودع کے پاس ہو اس لئے کہ مودع کا قبضہ مودع کے قبضہ کی مثل ہے۔

اس صورت کے خلاف کہ جب وہ چیز مرہون ہو یا مغضوب ہو یا فاسد بیچ کے طور پر بیچی گئی ہو اس لئے کہ اب وہ چیز دوسرے کے قبضہ یا دوسرے کی ملکیت میں ہے اور اس حکم میں صدقہ بہہ کے درجہ میں ہے اس طرح ہی جب بچہ اپنی ماں کی پرورش میں ہو اور ماں نے اس کے لئے کوئی چیز بہہ کی اس کا باپ مرچکا ہو اور اس کا کوئی وصی نہ ہو یہی حکم ہر اس آدمی کے لئے ہے جو بچے کی سرپرستی کر رہا ہو اور جب بچے کے لئے کسی اجنبی نے کوئی چیز بہہ کی تو باپ کے قبضہ کرنے سے بہہ مکمل ہو جائے گی اس لئے کہ جب بچے کے لئے اس کا باپ اس چیز کے لین دین کا مالک ہے جس میں نفع اور نقصان کا احتمال ہو تو اس کو منافع لینے کا بدرجہ اولیٰ حق ہے اور اختیار حاصل ہوگا۔

بہہ یتیم پر ولی کا قبضہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَهَبَ لِلْيَتِيمِ هِبَةً فَقَبَضَهَا لَهُ وَلِيُّهُ وَهُوَ وَصِيُّ الْآبِ أَوْ جَدُّ الْيَتِيمِ أَوْ وَصِيُّهُ حَازَ) ؛ لِأَنَّ لَهُوَ لَاءَ وَلَايَةً عَلَيْهِ لِقِيَامِهِمْ مَقَامَ الْآبِ (وَأَنْ كَانَ فِي حِجْرِ أُمِّهِ فَقَبَضَهَا لَهُ جَائِزٌ) ؛ لِأَنَّ لَهَا الْوَلَايَةَ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى حِفْظِهِ وَحِفْظِ مَالِهِ . وَهَذَا مِنْ بَابِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَّقِي إِلَّا بِالْمَالِ فَلَا بُدَّ مِنْ وَلَايَةِ التَّحْصِيلِ (وَكَذَا إِذَا كَانَ فِي حِجْرِ أَجْنَبِيٍّ يُرَبِّيهِ) ؛ لِأَنَّ لَهُ عَلَيْهِ يَدًا مُعْتَرَةً . إِلَّا تَرَى أَنَّهُ لَا يَتِمَّكَنُ أَجْنَبِيٌّ آخَرَ أَنْ يَنْزِعَهُ مِنْ يَدِهِ فَيَمْلِكُ مَا يَتِمَّحِضُ نَفْعًا فِي حَقِّهِ (وَأَنْ قَطَرَ

الصَّبِيُّ الْهَبَةُ بِنَفْسِهِ جَاَزَ مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا ؛ لِأَنَّهُ نَافِعٌ فِي حَقِّهِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِهِ .
وَفِيمَا وَهَبَ لِلصَّغِيرَةِ يَجُوزُ قَبْضُ زَوْجِهَا لَهَا بَعْدَ الزِّقَافِ لِتَفْوِضِ الْآبِ أُمُورَهَا إِلَيْهِ دَلَالَةً ،
بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الزِّقَافِ وَيَمْلِكُهُ مَعَ حَضْرَةِ الْآبِ ، بِخِلَافِ الْأُمِّ وَكُلِّ مَنْ يَعُولُهَا غَيْرَهَا
حَيْثُ لَا يَمْلِكُونَهُ إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ الْآبِ أَوْ غَيْبِهِ غَيْبَةً مُنْقَطِعَةً فِي الصَّحِيحِ ؛ لِأَنَّ تَصَرُّفَ
هَؤُلَاءِ لِلضَّرُورَةِ لَا بِتَفْوِضِ الْآبِ ، وَمَعَ حُضُورِهِ لَا ضَرُورَةَ .

اور جب یتیم کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہے اور اس پر اس کے ولی نے قبضہ کر لیا ہو اور وہ ولی اس کے باپ کا دھسی ہے یا یتیم کا دادا یا دادا کا دھسی ہو تو جائز ہے کیونکہ ان مذکورین کو اس پر ولایت حاصل ہے اس لئے کہ یہ لوگ باپ کے قائم مقام ہیں اور جب یتیم اپنی ماں کی پرورش میں ہو اور ماں اس کے ہبہ پر قبضہ کر لے تب بھی ہبہ اور قبضہ جائز ہے کیونکہ جو چیز بچہ یا اس کے مال کی حفاظت کے متعلق ہے اس میں ماں کو ولایت حاصل ہے اور ہبہ پر قبضہ کرنا مال کی حفاظت میں سے ہے اس لئے کہ مال کے بغیر بچہ زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے نفع والی چیز کے حاصل کرنے کی ولایت کا ہونا لازم ہے یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب بچہ کسی اجنبی کی پرورش میں ہو اور وہ اس کی تربیت کر رہا ہو اس لئے کہ اس بچے پر اجنبی کو معتبر اور مقبول قبضہ حاصل ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ دوسرا کوئی اجنبی اس بچے کو اس کی ملکیت سے لینے کا مالک نہیں ہے لہذا جس چیز میں بچے کے لئے خالص نفع ہو اجنبی اس کو لینے کا مالک ہوگا۔

جب بچہ بذات خود ہبہ پر قبضہ کر لے تو بھی جائز ہے یعنی جب وہ عاقل ہو اس لئے کہ ہبہ پر قبضہ کرنا اس بچے کے حق میں نفع بخش ہے اور بچہ قبضہ کرنے کا اہل ہے اور جب بچی کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو اور اس کے شوہر نے اس سے رخصتی کر لی تو بچی کے ہبہ پر شوہر کا قبضہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ بطور دلالت باپ بچی کے معاملات اس کے شوہر کے سپرد کر دیتا ہے رخصتی سے پہلے کے خلاف اور باپ کی موجودگی میں بھی شوہر اس کا مالک ہوگا ماں کے اور ہر اس آدمی کے خلاف کہ جو بچی کی پرورش کرتا ہو اس لئے کہ یہ دگ باپ کی موت یا صحیح قول کے مطابق غیبت منقطعہ کے طور پر اس کے غائب ہونے کی صورت میں ہی اس کے ہبہ پر قبضہ کرنے کے مالک ہوں گے کیونکہ ان لوگوں کا تعارف ضرورت کی بناء پر ہے باپ کے سپرد کرنے سے نہیں ہوتا اور باپ کی موجودگی میں ضرورت ہی نہیں ہوتی ہے۔

دو آدمیوں کا کسی شخص کو گھر ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا وَهَبَ اِنْسَانٌ مِنْ وَاحِدٍ دَارًا جَاَزَ) ؛ لِأَنَّهُمَا سَلَّمَاَهَا جُمْلَةً وَهُوَ قَدْ قَبَضَهَا جُمْلَةً
فَلَا شُبُوحَ (وَأَنْ وَهَبَهَا وَاحِدٌ مِنْ اَتْنَيْنِ لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ يَصَحُّ) ؛ لِأَنَّ هَذِهِ هَبَةُ
الْجُمْلَةِ مِنْهُمَا ، إِذِ التَّمْلِيكُ وَاحِدٌ فَلَا يَتَحَقَّقُ الشُّبُوحُ كَمَا إِذَا رَهَنَ مِنْ رَجُلَيْنِ
وَلَهُ أَنْ هَذِهِ هَبَةُ التَّصْفِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ، وَلِهَذَا لَوْ كَانَتْ فِيمَا لَا يُقَسَّمُ فَقَلَّ أَحَدُهُمَا

صَحَّ، وَلَإِنَّ الْمِلْكَ يَثْبُتُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي النِّصْفِ لِيَكُونَ التَّمْلِكُ كَذَلِكَ، لِأَنَّهُ
حُكْمُهُ، وَعَلَى هَذَا الْإِغْتِبَارِ يَتَحَقَّقُ الشُّبُوحُ، بِخِلَافِ الرَّهْنِ، لِأَنَّ حُكْمَهُ الْحَسَنُ، وَيَثْبُتُ
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَامِلًا، إِذَا لَا تَضَافُ فِيهِ لِلْأَشْيُوعِ وَلِهَذَا لَوْ قَضَى ذَيْنَ أَحَدِهِمَا لَا يَسْتَرِدُّ
شَيْئًا مِنَ الرَّهْنِ (وَلِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى مُتَحَاجِّينَ بِعَشْرَةِ دَرَاهِمٍ أَوْ وَهَبَهَا
لَهُمَا حَارًا، وَلَوْ تَصَدَّقَ بِهَا عَلَى غَنِيِّينَ أَوْ وَهَبَهَا لَهُمَا لَمْ يَحْرَ، وَقَالَ: يَجُوزُ لِلْغَنِيِّينَ أَيْضًا)
جَعَلَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَجَازًا عَنِ الْآخَرِ، وَالصَّلَاحِيَّةُ ثَابِتَةٌ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا تَمْلِكُ
بَعْدَ بَدَلٍ، وَفَرَّقَ بَيْنَ الصَّدَقَةِ وَالْهَبَةِ فِي الْحُكْمِ، وَلِي الْأَصْلُ سَوَى بَيْنَهُمَا فَقَالَ: وَكَذَلِكَ
الصَّدَقَةُ لِأَنَّ الشُّبُوحَ مَانِعٌ فِي الْفَضْلَيْنِ لِيَتَوَقَّفَهُمَا عَلَى الْقَبْضِ.

وَرَجَّحَ الْفَرَقَ عَلَى هَذِهِ الرِّوَايَةِ أَنَّ الصَّدَقَةَ يَرَادُ بِهَا وَجْهُ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ وَاحِدٌ، وَالْهَبَةُ يَرَادُ
بِهَا وَجْهُ الْغَنِيِّ وَهُمَا اثنان. وَقِيلَ هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ، وَالْمُرَادُ بِالْمَذْكُورِ فِي الْأَصْلِ الصَّدَقَةُ
عَنِ الْغَنِيِّينَ، وَلَوْ وَهَبَ لِرَجُلَيْنِ دَارًا لِأَحَدِهِمَا ثَلَاثًا وَالثَّانِي ثَلَاثًا لَمْ يَجْزِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ
وَأَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَجُوزُ.

وَلَوْ قَالَ لِأَحَدِهِمَا نِصْفُهَا وَلِلْآخَرِ نِصْفُهَا عَنْ أَبِي يُوسُفَ فِيهِ رَوَاتَانِ، فَأَبُو حَنِيفَةَ مَرَّةً عَلَى
أَصْبِهِ، وَكَذَا مُحَمَّدٌ، وَالْفَرَقُ لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ بِالتَّصْيِصِ عَلَى الْأَبْعَاضِ يَظْهَرُ أَنَّ قَضَاهُ
ثُبُوتُ الْمِلْكِ فِي الْبَعْضِ فَيَتَحَقَّقُ الشُّبُوحُ، وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ إِذَا رَهَنَ مِنْ رَجُلَيْنِ وَنَصَّ عَلَى
الْأَبْعَاضِ.

هَذِهِ الدَّارُ لَكَ نِصْفُهَا وَلِهَذَا نِصْفُهَا جَازٌ، وَأَمَّا لَا يَجُوزُ عِنْدَهُ التَّصْيِصُ عَلَى الْأَبْعَاضِ
بِالتَّصْيِصِ إِذَا لَمْ يَتَقَدَّمْهُ الْإِجْمَالُ، وَذَلِكَ لِأَنَّهُ يُسْتَدَلُّ.

فرمایا کہ جب دو آدمیوں نے کسی شخص کو کوئی گھر بیہ کیا تو یہ بیہ جائز ہے اور اس لئے کہ وہابیوں نے اس شخص کی گھر کو
محبوب لہ کے سپرد کیا ہے اور محبوب لہ نے اس پر قبضہ کر لیا اور یہاں پر اشتراک نہیں پایا جاتا اور جب ایک شخص نے ایک گھر دو
آدمیوں کے سپرد کیا تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہ بیہ جائز نہیں ہے۔

جبکہ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ یہ بھی دونوں کے لئے اکتفا ہی بیہ ہے یہ نہ تملیک یہ نہ
بہذا شیوع پیدا نہیں ہوگا جس طرح کہ کسی آدمی نے دو لوگوں کے پاس مکان ٹروٹی رکھا ہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے ادھا ادھا بیہ ہے اس لئے جب اس چیز کا بیہ ہوتا جو تیسرے ہونے والی نہ
ہو اور ایک محبوب لہ اس کو قبول کر لیتا تو درست ہو جاتا اور اس لئے بھی کہ ان میں سے دونوں کے لئے ادھے ادھے کی عدت

ثابت ہو رہی ہے لہذا تمنا یک بھی آدمی آدمی ہی ثابت ہوگی اس لئے کہ ملکیت تملیک کا حکم ہے اور اس حوالے سے اثرتہ ایک ہی ہو جائے گا رہن کے خلاف اس لئے کہ اس کا حکم روکنا ہے اور جس دونوں مرتبہ کے لئے مکمل ثابت ہوگا اور رہن میں شیوع نہیں ہوگا اسی لئے جب کسی راہن کا دین اداء کر دیا گیا ہو تو بھی مرہون میں سے کوئی چیز واپس نہیں لے سکتا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی آدمی نے دو محتاجوں کو دس درہم صدقہ کیا یا بہ کیا تو جائز ہے اور جب دو مالداروں پر صدقہ کیا یا بہ کیا تو جائز نہیں ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ مالداروں کے لئے بھی جائز ہے جبکہ امام اعظم نے بہ اور صدقہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کا مجاز قرار دیا ہے اور ان میں مجاز ہونے کی صلاحیت موجود ہے اس لئے کہ بہ اور صدقہ دونوں میں بدل کے بغیر تملیک ہوتی ہے۔

حضرت امام اعظم نے جامع صغیر میں بہ اور صدقہ میں حکم کے اعتبار سے فرق کیا ہے لیکن مبسوط میں فرق نہیں کیا ہے اور کذا لک الصدقہ فرما دیا ہے اس لئے کہ صدقہ اور بہ دونوں میں شیوع روکنے والا ہے اس لئے کہ دونوں کا پورا ہونا قبضہ پر موقوف رہتا ہے جامع صغیر کی روایت میں فرق کا سبب یہ ہے کہ صدقہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مراد لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایک ہے اور بہ سے مالدار کی رضا مراد ہوتی ہے اور یہاں وہ دو ہیں ایک قول یہ ہے کہ جامع صغیر والی روایت درست ہے اور مبسوط میں جو مذکور ہے اس سے مالدار پر صدقہ کرنا مراد ہے۔

جب دو آدمیوں کے لئے کسی شخص نے اس طرح گھر بہ کیا کہ ایک کے لئے اس گھر کا دو تہائی حصہ مقرر کیا اور دوسرے کے لئے ایک ثلث مقرر کیا تو شیخین فرماتے ہیں کہ یہ بہ جائز نہیں ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور جب دونوں کے لئے آدھا آدھا تقسیم کیا تو امام ابو یوسف کی اس کے متعلق دو روایات ہیں اور امام اعظم اور امام محمد اس میں اپنی اپنی اصل پر قائم ہیں امام ابو یوسف کے لئے فرق کا سبب یہ ہے کہ بعض بعض کی صراحت سے یہ واضح ہو گیا کہ واہب بعض ہی ملکیت کو ثابت کرنا چاہ رہا ہے اس لئے شیوع ثابت ہو جائے گی اس لئے جب کسی شخص نے دو آدمیوں کے پاس کوئی چیز رہن رکھی اور آدھے آدھے کی صراحت کر دی تو یہ رہن جائز نہیں ہوگا۔ اور جب اس نے یہ صراحت کر دی کہ یہ گھر نصف تیرا ہے تو نصف میں جائز ہوگا۔ اور جب پہلے میں اجمال نہ ہو تو اس وقت اس کے لئے بعض حصے کی صراحت جائز نہ ہوگی۔ اور اسی سے استدلال کیا جائے گا۔

بَابُ الرُّجُوعِ فِي الْهَبَةِ

﴿یہ باب ہبہ میں رجوع کے بیان میں ہے﴾

باب رجوع ہبہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بارتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رجوع طبعی طور پر اصل سے موخر ہے۔ تو مصنف علیہ الرحمہ نے وضعی طور پر بھی رجوع کو ہبہ سے موخر ذکر کیا ہے تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔ اور رجعت کو فتح اور کسرہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے البتہ فتح زیادہ فصیح ہے۔ یقیناً حکم ہبہ یہ موہوب لہ کے لئے ثبوت ملکیت میں غیر لازم ہے لہذا رجوع درست ہو گا پس اس کو مانع سے روک دیا جائے گا تو وہ اپنے ذکر کی جانب محتاج ہو گا پس یہ باب اس کا بیان ہے۔ (مناہ شرح الہدایہ ج ۵، ص ۳۹۵، ہدایت)

اجنبی کے لئے ہبہ و رجوع کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا وَهَبَ هَبَةً لِأَجْنَبِيٍّ فَلَهُ الرُّجُوعُ فِيهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا رُجُوعَ فِيهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَرْجِعُ الْوَاهِبُ فِي هَبَتِهِ إِلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يَهَبُ لَوْلَدِهِ) وَلَئِنْ الرُّجُوعُ يُضَادُّ التَّمْلِيكَ، وَالْعَقْدُ لَا يَقْتَضِي مَا يُضَادُّهُ، بِخِلَافِ هَبَةِ الْوَالِدِ لَوْلَدِهِ عَلَى أَصْلِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتِمَّ التَّمْلِيكَ ؛ لِكَوْنِهِ جُزْءًا لَهُ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَاهِبُ أَحَقُّ بِهَبَتِهِ مَا لَمْ يُشَبَّ مِنْهَا) أَيْ مَا لَمْ يُعَوَّضْ ؛ وَلَئِنَّ الْمَقْصُودَ بِالْعَقْدِ هُوَ التَّعْوِيزُ لِلْعَادَةِ، فَتَبَيَّنَ لَهُ وَإِلَايَةُ الْقَسْخِ عِنْدَ فَوَاتِهِ، إِذَا الْعَقْدُ يَقْبَلُهُ، وَالْمُرَادُ بِمَا رَوَى نَفِيُّ اسْتِبْدَادِ الرُّجُوعِ وَاثْبَاتُهُ لِلْوَالِدِ ؛ لِأَنَّهُ يَتَمَلَّكُهُ لِلْحَاجَةِ وَذَلِكَ يُسَمَّى رُجُوعًا .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ فَلَهُ الرُّجُوعُ لِبَيَانِ الْحُكْمِ، أَمَّا الْكَرَاهَةُ فَلِأَنَّهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْعَائِدُ فِي هَبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَبْلِهِ) وَهَذَا لَا سِتْقَابَاحِهِ .

ثُمَّ لِلرُّجُوعِ مَوَاقِعُ ذَكَرَ بَعْضُهَا فَقَالَ (إِلَّا أَنْ يُعَوِّضَهُ عَنْهَا) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ (أَوْ تَرِيدَ زِيَادَةً مُتَّصِلَةً) ؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى الرُّجُوعِ فِيهَا دُونَ الزِّيَادَةِ ؛ لِعَدَمِ الْإِمْكَانِ وَلَا مَعَ الزِّيَادَةِ .

لَعَدَمُ دُخُولِهَا تَحْتَ الْعَقْدِ .

قَالَ : (أَوْ يَمُوتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ) لِأَنَّ يَمُوتَ الْمُوْهُوبَ لَهُ يَنْتَقِلُ الْمِلْكُ إِلَى الْوَرَثَةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا انْتَقَلَ فِي حَالِ حَيَاتِهِ، وَإِذَا مَاتَ الْوَاهِبُ فَوَارِثُهُ أَجْنَبِيٌّ عَنِ الْعَقْدِ إِذْ هُوَ مَا أَوْجَعَهُ .
قَالَ (أَوْ تَخْرُجَ الْهَبَةُ عَنْ مِلْكِ الْمُوْهُوبِ لَهُ) لِأَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيْطِهِ فَلَا يَنْقُضُهُ، وَلِأَنَّهُ تَجَدُّدُ الْمِلْكِ بِتَجَدُّدِ مَسْئَلِهِ .

۱۔ فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی اجنبی کیلئے کوئی چیز ہبہ کی تو اس کو رجوع کا حق ہے جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہبہ میں رجوع نہیں ہوتا اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واہب اپنے ہبہ کو واپس نہیں لے سکتا لیکن باپ اپنے بیٹے کو جو ہبہ کرتا ہے اس کو واپس لے سکتا ہے اور اس لئے کہ رجوع تملیک کی ضد ہے اور عقد اپنی ضد کا تقاضہ نہیں کرتا اپنی لڑکے کو ہبہ کرنے کے خلاف اس لئے کہ اس ہبہ میں تملیک تام نہیں ہوتی کیونکہ لڑکا اپنے باپ کا جزء ہوتا ہے۔

ہماری دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ واہب اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہوتا ہے جب تک کہ موہوب لہ اس کو بدلہ نہ دے اور اس لئے کہ عقد سے عام طور پر بدلہ کی خواہش مقصود ہوتی ہے لیکن بدلہ نہ ملنے کی صورت میں واہب دُخْمَہ کرنے کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ یہ عقد بھی فسخ کو قبول کرتا ہے۔

امام شافعی کی بیان کردہ حدیث سے رجوع میں خود مختار ہونے کی نفی کی گئی ہے اور والد کیلئے رجوع کا اثبات ہوتا ہے اس لئے کہ وہ والد ہونے کے سبب اس کا مالک ہے اور اس کو رجوع کہا جاتا ہے اور قدوری میں جو قولہ الرجوع مذکور ہے وہ حکم کو بیان کرنے کے لئے ہے لیکن رجوع کا مروع ہونا لازم ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہبہ واپس لینے والا حق کو چانتا ہے، منہ ش سے اور یہ تشبیہ اس کی قباحت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

پس رجوع کرنے میں کچھ رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں جن میں سے کچھ یہاں ذکر گئی ہیں پس فرمایا کہ ہبہ سے رجوع ہرگز نہیں ہے مگر یہ کہ موہوب ہبہ کا عوض دے دے اس لئے کہ واہب کا مقصد حاصل ہو چکا ہے یا موہوب لہ اس میں کوئی اس طرح کی زیادتی کر دے جو اس سے ملی ہوئی ہو اس لئے کہ زیادتی کے بغیر اس میں رجوع کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں اور زیادتی کیساتھ بھی واپس لینے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ زیادتی عقد کے تحت داخل نہیں ہے۔

فرمایا کہ جب واہب یا موہوب لہ میں سے کوئی عاقد مر جائے اس لئے کہ موہوب لہ کے مرنے سے ملکیت وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گی تو یہ اس طرح رجوع جائے گا کہ جس طرح موہوب لہ کی زندگی میں ملکیت وارثوں کی طرف منتقل ہوئی ہے اور جب وارث مرتا ہے تو اس کا وارث عقد سے اجنبی ہوتا ہے اس لئے کہ وارث نے ایجاب ہی نہیں کیا تھا یا موہوب ہبہ چیز موہوب لہ کی ملکیت سے نکل جائے اس لئے کہ یہ ثلث واہب کی جانب سے قدرت دینے کے نتیجے سے ہوا ہے لہذا واہب اس کو ختم نہیں کر سکتا اور اس لئے کہ سبب کے نیا ہونے سے ملکیت بھی نئی ہو جائے گی۔

خالی زمین ہبہ کرنے کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ وَهَبَ لِأَخْرَ أَرْضًا بَيْضَاءَ لَأَنْبَتَ فِي نَاحِيَةٍ مِنْهَا نَخْلًا أَوْ بَنَى بَيْتًا أَوْ ذُكَّانًا أَوْ أَرِيًّا وَكَانَ ذَلِكَ زِيَادَةً فِيهَا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا) ؛ لِأَنَّ هَذِهِ زِيَادَةٌ مُتَّصِلَةٌ . وَقَوْلُهُ وَكَانَ ذَلِكَ زِيَادَةً فِيهَا ؛ لِأَنَّ الدُّكَّانَ قَدْ يَكُونُ صَغِيرًا حَقِيرًا لَا يُعَدُّ زِيَادَةً أَصْلًا ، وَقَدْ تَكُونُ الْأَرْضُ عَظِيمَةً يُعَدُّ ذَلِكَ زِيَادَةً فِي قِطْعَةٍ مِنْهَا فَلَا يَمْتَنِعُ الرُّجُوعُ فِي غَيْرِهَا . قَالَ : (فَإِنْ بَاعَ بِصَفْهَا غَيْرَ مَقْسُومٍ رَجَعَ فِي الْبَاقِي) ؛ لِأَنَّ الْإِمْتِنَاعَ بِقَدْرِ الْمَنَاعِ (وَإِنْ لَمْ يَبِعْ شَيْئًا مِنْهَا لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي بَيْضِهَا) ؛ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي كُلِّهَا فَكَذَا فِي بَيْضِهَا بِالطَّرِيقِ الْأُولَى .

قَالَ (وَإِنْ وَهَبَ هِبَةً لِذِي رَحِمٍ مَحْرُومٍ مِنْهُ فَلَا رُجُوعَ فِيهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِذَا كَانَتْ الْهِبَةُ لِذِي رَحِمٍ مَحْرُومٍ مِنْهُ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا) ؛ وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ فِيهَا صَلَّةَ الرَّحِمِ وَقَدْ حَصَلَ (وَكَذَلِكَ مَا وَهَبَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ لِلْآخَرِ) ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ فِيهَا الصِّلَةَ كَمَا فِي الْقَرَابَةِ ، وَإِنَّمَا يُنْظَرُ إِلَى هَذَا الْمَقْصُودِ وَقْتُ الْعَقْدِ ، حَتَّى لَوْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ مَا وَهَبَ لَهَا فَلَهُ الرُّجُوعُ ، وَلَوْ أَبَانَهَا بَعْدَ مَا وَهَبَ فَلَا رُجُوعَ .

فرمایا کہ جب کسی نے دوسرے کو خالی زمین ہبہ کی اور موبہوب لہ نے اس کی ایک جانب درخت لگایا یا کمرہ بنایا یا دکان بنائی یا جانور کو چارہ ڈالنے کے لئے جگہ بنائی اور ان تمام چیزوں سے زمین میں اضافہ ہو گیا تو واہب کو زمین کے کسی بھی حصے میں رجوع کا حق نہیں ہے اس لئے کہ یہ زیادتی ملی ہوئی ہے اور ماتن کا یہ قول و مکان ذلك زیادۃ فیہا میں اس بار کی جانب اشارہ ہے کہ بعض دفعہ دکان اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ اس کو زیادتی شمار ہی نہیں کیا جاتا لہذا اس کے علاوہ میں رجوع ممتنع نہیں ہوگا۔

فرمایا کہ جب موبہوب لہ نے موبہوبہ چیز کے نصف حصے کو تقسیم کئے بغیر ہی بیچ دیا تو واہب باقی میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ امتناع بقدر روکنے والا ہوتا ہے اور جب موبہوب لہ نے کچھ بھی نہ بیچا ہو تو واہب نصف میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ جب اس کو پورے میں رجوع کا حق حاصل ہے تو آدھے میں بدرجہ اولیٰ اس کو رجوع حق حاصل ہوگا۔

جب کسی آدمی نے اپنے ذی رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تو وہ رجوع نہیں کر سکتا اس لئے کہ ذی محرم کو ہبہ کرنے سے صلہ رحمی مقصود ہوتی ہے اور وہ حاصل ہو گئی ہے اسی طرح جب زوجین میں سے ایک نے دوسرے کو ہبہ کیا تو اس میں بھی رجوع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے بھی صلہ رحمی مقصود ہوتی ہے جس طرح کہ قرابت میں ہوتی ہے اور عقد کے وقت اس مقصود پر نظر رکھی جاتی ہے حتیٰ کہ جب کسی عورت کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو اس میں رجوع کر سکتا ہے اور جب ہبہ کرنے کے بعد اس کو بائزہ کر دیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے۔

بیمہ کا عوض یا بدل واہب کو دینے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا قَالَ الْمَوْهُوبُ لَهُ لِلْوَاهِبِ خُذْ هَذَا عِوَضًا عَنْ هَيْكٍ أَوْ بَدَلًا عَنْهَا أَوْ فِي مُقَابَلَتِهَا فَقَضَاهُ الْوَاهِبُ سَقَطَ الرَّجُوعُ) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ، وَهَذِهِ الْعِبَارَاتُ تُؤَدِّي مَعْنَى وَاحِدًا (وَأَنَّ عِوَضَهُ أَجْنَبِيٌّ عَنِ الْمَوْهُوبِ لَهُ مُتَبَرِّعًا لِقَبْضِ الْوَاهِبِ الْعِوَضَ بِطَلِ الرَّجُوعِ) ؛ لِأَنَّ الْعِوَضَ لَا سَقَاطَ الْحَقِّ فَيَصِحُّ مِنَ الْأَجْنَبِيِّ كَبَدْلِ الْخُلْعِ وَالصُّلْحِ : قَالَ : (وَإِذَا اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْهَبَةِ رَجَعَ بِنِصْفِ الْعِوَضِ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُسَلِّمْ لَهُ مَا يُقَابَلُ نِصْفَهُ (وَأَنَّ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْعِوَضِ لَمْ يَرْجِعْ فِي الْهَبَةِ إِلَّا أَنْ يَرُدَّ مَا يَتَّبَعِي ثُمَّ يَرْجِعُ) وَقَالَ زُفَرٌ : يَرْجِعُ بِالنِّصْفِ اِغْتِبَارًا بِالْعِوَضِ الْآخِرِ .

وَلَسْنَا أَنَّهُ يَصْلُحُ عِوَضًا لِلْكُلِّ مِنَ الْإِبْتِدَاءِ، وَبِالْإِسْتِحْقَاقِ ظَهَرَ أَنَّهُ لَا عِوَضَ إِلَّا هُوَ، إِلَّا أَنَّهُ يَتَغَيَّرُ ؛ لِأَنَّهُ مَا اسْقَطَ حَقَّهُ فِي الرَّجُوعِ إِلَّا لِيَسْلَمَ لَهُ كُلُّ الْعِوَضِ وَلَمْ يُسَلِّمْ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ .

فرمایا کہ جب موہوب نے واہب سے فرمایا کہ یہ تو تمہاری بیمہ کا عوض یا اس کا بدل یا اس کے مقابلے میں بجاور واہب نے اس پر قبضہ کر لیا تو رجوع ساقط ہو جائے گا کیونکہ واہب کا مقصود حاصل ہو چکا ہے اور ان سب جملوں کا ایک ہی معنی مراد لیا جاتا ہے اور جب کسی اجنبی نے تبرع کرتے ہوئے موہوب کی جانب سے واہب کو عوض دے دیا اور واہب نے عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی رجوع باطل ہو جائے گا اس لئے کہ عوض حق کو ساقط کرنے کے لئے ہے لہذا اجنبی کی جانب سے بھی عوض دینا درست ہے جس طرح کہ خلع اور صلح کا بدل درست ہوتا ہے جب نصف بیمہ مستحق نکل گیا تو موہوب نے اس سے نصف عوض کو واپس لے گا اس لئے کہ نصف مستحق کے مقابلے میں موہوب کے لئے کوئی چیز سالم نہیں رہی اور جب نصف عوض مستحق نکل گیا تو واہب بیمہ میں رجوع نہیں کر سکتا مگر یہ کہ جو عوض باقی ہے اس کو بھی واپس لے لے امام زفر فرماتے ہیں کہ واہب نصف بیمہ واپس لے گا اس کو عوض آخر پر قیاس کیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جو عوض باقی ہے وہ پورے بیمہ کے لئے ابتداء عوض بن سکتا ہے لیکن استحقاق سے یہ واضح ہو گیا کہ عوض صرف باقی ہے اس لئے واہب کو اختیار ملے گا اس لئے کہ رجوع کے بارے میں اس نے اسی لئے اپنا حق ساقط کیا ہے تاکہ پورا عوض اس کے لئے سلامت رہے لیکن پورا عوض اس کے لئے سلامت نہیں رہا لہذا اس کو پورا بیمہ واپس لینے کا حق حاصل ہوگا۔

نصف پر گھر بیمہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَأَنَّ وَهَبَ دَارًا فَعِوَضُهُ مِنْ نِصْفِهَا) رَجَعَ الْوَاهِبُ فِي النِّصْفِ الَّذِي لَمْ يُعَوِّضْ ؛ لِأَنَّ الْمَانِعَ خَصَّ النِّصْفَ .

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ الرَّجُوعُ إِلَّا بِتَرَاضِيهِمَا أَوْ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ) ؛ لِأَنَّهُ مُخْتَلَفٌ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، وَفِي

أَصْلِهِ وَهَاءٌ وَلِي حُصُولِ الْمَقْصُودِ وَعَدَمِهِ خَفَاءٌ ، فَلَا بُدَّ مِنَ الْفَضْلِ بِالرِّضَا أَوْ بِالْقَضَاءِ ،
حَتَّى لَوْ كَانَتْ الْهَبَةُ عَبْدًا لَأَغْتَقَهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ نَقْدًا ، وَلَوْ مَنَعَهُ فَهَلَكَ لَمْ يَضْمَنْ ، لِقِيَامِ بِلَاغِهِ
فِيهِ ، وَكَذَا إِذَا هَلَكَ لِي يَدِهِ بَعْدَ الْقَضَاءِ ؛ لِأَنَّ أَوَّلَ الْقَبْضِ غَيْرُ مَضْمُونٍ ، وَهَذَا دَوَامٌ عَلَيْهِ
إِلَّا أَنْ يَمْنَعَهُ بَعْدَ طَلَبِهِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَدَّى ، وَإِذَا رَجَعَ بِالْقَضَاءِ أَوْ بِالتَّرَاضِي يَكُونُ فَنَسْخًا مِنْ
الْأَصْلِ حَتَّى لَا يَشْتَرِطُ قَبْضُ الْوَاهِبِ وَيَصِحُّ لِي الشَّانِعُ ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ وَقَعَ جَائِزًا مُوجِبًا حَقَّ
الْفَسْخِ ، فَكَانَ بِالْفَسْخِ مُسْتَرَفِيًا حَقًّا ثَابِتًا لَهُ فَيُظْهِرُ عَلَى الْإِطْلَاقِ ، بِخِلَافِ الرَّدِّ بِالْعَيْبِ بَعْدَ
الْقَبْضِ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ هُنَاكَ فِي وَصْفِ السَّلَامَةِ لَا فِي الْفَسْخِ فَافْتَرَقَا .

فرمایا کہ جب کسی کو کوئی گمربہہ کیا گیا اور اس نے نصف گھر کا عوض دے دیا تو دواہب اسی نصف میں رجوع کرے
گا جس کا عوض نہ دیا گیا ہو اس لئے کہ روکنے والا نے نصف کی تخصیص کر دی ہے۔

واہب اور موہوب کی رضامندی یا قضائے قاضی کے بغیر بہہ میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ رجوع کے مسئلہ میں
علماء کا اختلاف ہے اور اس کی اصل میں ضعف ہے اور مقصود کا حاصل ہونا اور حاصل نہ ہونا پوشیدہ ہے لہذا عاقدین کی رضا یا قضائے
قاضی کے ذریعے اس میں فصل کیا جائے حتیٰ کہ جب کوئی غلام بہہ ہو اور موہوب لہ نے اس کو قضائے قاضی سے پہلے ہی آزاد کر دیا ہو
تو محقق نافذ ہو جائے گا اور جب موہوب لہ نے اس کو روک لیا ہو پھر وہ ہلاک ہو گیا تو موہوب لہ اس کا ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ
اس میں موہوب لہ کی ملکیت موجود ہے اسی طرح جب قضائے قاضی کے بعد موہوب لہ کے قبضہ میں موہوب ہلاک ہو جائے تو بھی
موہوب لہ ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ پہلا قبضہ مضمون نہیں ہے اور رجوع کے بارے میں قضائے قاضی کے بعد جو قبضہ ہے وہ قبضہ
اول پر دوام اور استمرار ہے مگر یہ کہ دواہب کے مطالبے کے بعد موہوب لہ اس کو دینے سے انکار کر دے اس لئے کہ منع کرنے کے
سبب وہ متعدی ہو گیا ہے اور جب قضائے قاضی یا رضامندی کے ساتھ دواہب نے رجوع کر لیا تو یہ اصل عقد سے فسخ ہوگا حتیٰ کہ فسخ
کے لئے دواہب کا قبضہ کرنا شرط نہیں ہے۔

اور مشترک بہہ میں بھی رجوع درست ہوگا اس لئے کہ اس میں عقد جائز بن کر اور اصل سے فسخ کا موجب بن کر واقع ہوتا ہے لہذا
فسخ کے سبب دواہب اپنا ثابت شدہ حق کو وصول کرنے والا ہوگا لہذا علی الاطلاق فسخ ظاہر ہوگا قبضہ کرنے کے بعد عیب کے ظاہر ہونے پر
واپس کرنے کے خلاف اس لئے کہ وہاں خریدار کا حق وصف سلامتی میں تھا نہ کہ فسخ میں اس لئے بہہ اور بیع کے مسائل میں فرق ہو گیا۔

بہہ کردہ چیز کے ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا تَلَفَتْ الْعَيْنُ الْمُوهُوبَةُ وَاسْتَحَقَّهَا مُسْتَحِقُّ وَضَمِنَ الْمُوهُوبُ لَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى
الْوَاهِبِ بِشَيْءٍ) ؛ لِأَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ فَلَا يَسْتَحِقُّ فِيهِ السَّلَامَةُ ، وَهُوَ غَيْرُ عَامِلٍ لَهُ ، وَالْعُرُورُ فِي
مَنْ عَقْدِ الْمَعَاوِضَةِ سَبَبُ الرَّجُوعِ لَا فِي غَدِّهِ .

فرمایا کہ جب بیہ کرد و چیز بلاک ہوئی اور پھر کوئی آدمی اس کا مستحق نکلا اور اس نے مہربان سے اس سے معاوضہ لیا تو یہ معاوضہ اس سے کچھ نہیں واپس لے سکتا اس لئے کہ یہ عقد تبرع ہے لہذا اس میں معاوضہ کی ساقی مشروط نہیں ہوتی اور پھر مہربان سے معاوضہ کا عامل بھی نہیں ہوتا اور عقد معاوضہ کا جو کہ جو کوئی جو غرض کا سبب ہے ممکن عقد غیر معاوضہ میں ہوتا ہے سبب نہیں ہے۔

شرط بدلہ کے ساتھ کسی چیز کو بیہ کرنے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا وَهَبَ بِشَرْطِ الْعَوَضِ أُغْبِرَ التَّابُضُ فِي الْعَوَضِ، وَبَطُلَ بِالشُّرُوعِ) لِأَنَّهُ هَبَةٌ ابْتِدَاءً (فَإِنْ تَقَابَضَا صَحَّ الْعَقْدُ وَصَارَ فِي حُكْمِ الْبَيْعِ يَرُدُّ بِالْعَبْرِ وَخِيَارِ الزُّوْثَةِ وَتُسْتَحَقُّ فِيهِ الشُّفْعَةُ) لِأَنَّهُ بَيْعٌ انْتِهَاءً.

وَقَالَ زُفَرٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : هُوَ بَيْعٌ ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً، لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْبَيْعِ وَهُوَ التَّمْلِيكُ بِعَوَضٍ، وَالْعَبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي، وَلِإِذَا كَانَ بَيْعُ الْعَبْدِ مِنْ نَفْسِهِ إِعْتِقَاقًا وَلَنَا أَنَّهُ اشْتَمَلَ عَلَى جِهَتَيْنِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا مَا أَمَكَّنَ عَمَلًا بِالشَّيْئَيْنِ، وَقَدْ أَمَكَّنَ لِأَنَّ الْهَبَةَ مِنْ حُكْمِهَا تَأَخَّرَ الْمِلْكُ إِلَى الْقَبْضِ، وَقَدْ يَتَرَاخَى عَنِ الْبَيْعِ الْقَائِدِ وَالْبَيْعِ مِنْ حُكْمِهِ الزُّوْمُ، وَقَدْ تَنَقَّلَ الْهَبَةُ لِأَزْمَةٍ بِالْعَوَضِ فَجَمَعْنَا بَيْنَهُمَا، بِخِلَافِ بَيْعِ نَفْسِ الْعَبْدِ مِنْ نَفْسِهِ، لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ اخْتِيَارَ الْبَيْعِ فِيهِ، إِذْ هُوَ لَا يُصْلِحُ مَالًا لِنَفْسِهِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے بدلہ کی شرط کے ساتھ کوئی چیز بیہ کی تو عقد کی مجلس میں دونوں کے عوض میں قبضہ کرنے کا اعتبار کیا جائے گا اور اشتراک سے بیہ باطل ہو جائے گا اس لئے کہ یہ بیہ کی ابتداء کے طور پر ہے پس جب دونوں نے قبضہ کر لیا تو عقد درست ہو جائے گا اور بیع کے حکم میں ہوگا یعنی عیب اور خیار رویت کے سبب اس کو واپس یا جائے گا اور اس میں شفعہ کا استحقاق ثابت ہوگا اس لئے کہ یہ بیع کی انتہاء کے طور پر ہے۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ ابتداء بھی بیع ہے اور انتہاء بھی بیع ہے اس لئے کہ اس میں بیع کا معنی یعنی تملیک بالعوض موجود ہے اور عقود میں معانی کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے اپنے غلام کو اسی کے ہاتھ آقا کا بیچنا اعتاق ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ عقد دو جہتوں پر مشتمل ہے لہذا دونوں مشابہتوں پر عمل کرتے ہوئے جس قدر ممکن ہو ان کو جمع کیا جائے گا اور جمع کرنا ممکن بھی ہے اس لئے کہ بیہ کے حکم میں سے یہ بھی ہے قبضہ تک ملکیت موخر ہو جاتی ہے اور بیع فاسد میں بھی کبھی ملکیت موخر ہو جاتی ہے جبکہ بیع کا ایک حکم یہ ہے کہ عقد کے بعد وہ لازم ہو جاتی ہے اور بدلہ دینے سے بیہ بھی لازم ہو جاتا ہے لہذا ہم نے مذکورہ بیہ میں دونوں چیزوں کو جمع کر دیا ہے آقا کا اپنے غلام کو اسی غلام کے ہاتھ بیچنے کے خلاف اس لئے کہ اس میں بیع کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں ہو سکتا ہے۔

فصل

﴿ یہ فصل ہبہ کے مسائل شتیٰ کے بیان میں ہے ﴾

ہیبہ کے مسائل شہتی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منشورہ ہیں یا شتی ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منشورہ متفرقہ یا شتی کہا جاتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ص ۵، ۴۲۸، تقابلیہ، لبنان)

باندی کے حمل کا ہبہ میں استثناء کرنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ وَهَبَ جَارِيَةً إِلَّا حَسَنًا صَحَّتْ الْهَبَةُ وَبَطُلَ الْإِسْتِثْنَاءُ) ؛ لِأَنَّ الْإِسْتِثْنَاءَ لَا يَفْعَلُ إِلَّا فِي مَحَلٍّ يَفْعَلُ فِيهِ الْعَقْدُ ، وَالْهَبَةُ لَا تَفْعَلُ فِي الْحَمْلِ لِكَوْنِهِ وَضْعًا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فِي الْبُيُوعِ لَمَّا نَقَلَبَ شَرْطًا قَائِدًا ، وَالْهَبَةُ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْقَائِدَةِ ، وَهَذَا هُوَ الْحُكْمُ فِي النِّكَاحِ وَالْخُلْعِ وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ ؛ لِأَنَّهَا لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْقَائِدَةِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالرَّهْنِ ؛ لِأَنَّهَا تَبْطُلُ بِهَا .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے لونڈی کے حمل کو لونڈی کے بغیر بیہ کیا تو بیہ درست، دغا اور استثناء باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ استثناء اس جگہ موثر ہوتا ہے جہاں عقد موثر ہوتا ہو اور بیہ حمل میں اثر نہیں کرتا اس لئے کہ حمل ایک وصف ہے جس کو ہم نے بیوع میں بیان کر دیا ہے اور یہ استثناء شرط فاسد میں تبدیل ہو جائے گا اور بیہ شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا نکاح، خلع اور صلح عن دم العمد کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ عقد بھی شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے بیع، اجارہ اور رهن کے خلاف اس لئے کہ یہ عقود شرط سادہ سے باطل ہو جاتے ہیں۔

بطن میں آزاد کردہ کے ہبہ کے جواز کا بیان

وَلَوْ أَعْتَقَ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ وَهَبَهَا جَارًا ، لِأَنَّهُ لَمْ يَتَّقِ الْجَيْنُ عَلَى مِلْكِهِ فَاشْتَبَهَ الْإِسْتِثْنَاءُ ، وَلَوْ دَبَّرَ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ وَهَبَهَا لَمْ يَجُزْ ، لِأَنَّ الْحَمْلَ بَقِيَ عَلَى مِلْكِهِ فَلَمْ يَكُنْ شَبِيهَ الْإِسْتِثْنَاءِ ،

وَلَا يُمَكِّنُ تَنْفِيذُ الْهَبَةِ لِمَكَانِ التَّدْبِيرِ فَبَقِيَ هَبَةُ الْمَشَاعِ أَوْ هَبَةُ شَيْءٍ هُوَ مَشْغُولٌ بِمِلْكِ الْمَالِكِ .

جب لونڈی کا حمل آزاد کر کے لونڈی کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اس لئے کہ واہب کی ملکیت پر باقی نہیں رہا تو یہ استثناء کے مشابہ ہو گیا جب لونڈی کے حمل کو مدبر بنا کر آزاد کیا ہو تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ حمل واہب کی ملکیت پر باقی ہے لہذا یہ استثناء کے مشابہ نہیں ہوگا اور اس میں ہبہ نافذ کرنا بھی ممکن نہیں ہے اس لئے کہ تدبیر موجود ہے لہذا یہ مشاع کا ہبہ ہو گا یا ایسی چیز کا ہبہ ہوگا جو مالک کی ملکیت سے مشغول ہے۔

ہبہ کے لئے عوض کی شرط فاسد لگانے کا بیان

قَالَ : (فَإِنْ وَهَبَهَا لَهُ عَلَى أَنْ يَرُدَّهَا عَلَيْهِ أَوْ عَلَى أَنْ يَعْطِفَهَا أَوْ أَنْ يَتَّخِذَهَا أُمًّا وَلَدًا أَوْ وَهَبَ دَارًا أَوْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِدَارٍ عَلَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْهَا أَوْ يُعَوِّضَهُ شَيْئًا مِنْهَا فَالْهَبَةُ جَائِزَةٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ) .

لَأنَّ هَذِهِ الشَّرُوطَ تُخَالِفُ مُقْتَضَى الْعَقْدِ فَكَانَتْ فَاسِدَةً، وَالْهَبَةُ لَا تَبْطُلُ بِهَا، إِلَّا تَرَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجَازَ الْعُمَرَى وَأَبْطَلَ شَرْطَ الْمُعْمِرِ) بِخِلَافِ الْبَيْعِ (وَلِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ) وَلِأَنَّ الشَّرْطَ الْفَاسِدَ فِي مَعْنَى الرِّبَا، وَهُوَ يَعْمَلُ فِي الْمُعَاوَضَاتِ دُونَ الشَّرْطَاتِ .

جب کسی آدمی نے اس شرط پر لونڈی کو ہبہ کیا کہ موہوب لے اس کو واہب کو واپس کر دے یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ موہوب لے اس کو آزاد کر دے یا ام ولد بنالے یا کسی کو کسی نے اس شرط پر گھر ہبہ کیا یا صدقہ کیا کہ اس کے بدلے موہوب لے واہب کو کچھ دے دے یا اس کا کچھ عوض دے تو ہبہ جائز ہوگا اور شرط باطل ہو جائے گی اس لئے کہ اس طرح کی شرطیں عقد کے تقاضہ کے خلاف ہیں لہذا یہ شرطیں فاسد ہو جائیں گی اور ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا ہے۔

کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عمری کو جائز قرار دیا ہے اور عمری کی شرط کو باطل قرار دیا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ آپ ﷺ نے بیع کے ساتھ شرط رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس لئے کہ شرط فاسد روئے معنی میں ہے اور ربوا معاوضات میں موثر ہوتا ہے احسانات میں نہیں ہوتا ہے۔

قرض خواہ کا مقروض کو دراہم سے بری کہنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ لَهُ عَلَى آخِرِ الْفِ دِرْهَمٍ فَقَالَ إِذَا جَاءَ الْغَدُ فَهِيَ لَكَ أَوْ أَنْتَ مِنْهَا بَرِيءٌ . أَوْ قَالَ : إِذَا أَذَيْتَ إِلَيَّ النِّصْفَ فَلَكَ نِصْفُهُ أَوْ أَنْتَ بَرِيءٌ مِنْ النِّصْفِ الْبَاقِي فَهُوَ بَاطِلٌ) ؛ لِأَنَّ الْإِبْرَاءَ تَمْلِيكَ مِنْ وَجْهِ إسْقَاطٍ مِنْ وَجْهِ، وَهَبَةُ الدَّيْنِ مِمَّنْ عَلَيْهِ إِبْرَاءٌ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الدَّيْنَ

مَالٍ مِنْ وَجْهِ وَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ كَانَ تَمْلِيكًا، وَوَصَفَ مِنْ وَجْهِ وَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ كَانَ إِسْقَاطًا،
وَلِهَذَا قُلْنَا : إِنَّهُ يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ، وَلَا يَتَوَلَّفُ عَلَى الْقَبُولِ .
وَالْتَعْلِيْقُ بِالشَّرْطِ يَخْتَصُّ بِالْإِسْقَاطِ الْمَحْضَةِ الَّتِي يُخْلَفُ بِهَا كَالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ فَلَا
يَتَعَدَّاهَا .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کے دوسرے پر ایک ہزار درہم باقی ہوں اور قرض خواہ مقروض سے کہے کہ یا کل
آجائے تو وہ درہم تیرے ہیں یا تو ان درہم سے بری ہے یا یہ کہا کہ تو مجھے آدھے درہم دے دے تو آدھے تیرے ہیں یا جو باقی
ہیں ان سے تو بری ہے تو یہ باطل ہے اس لئے کہ ابراء من وجہ تملیک ہے اور من وجہ اسقاط جبکہ مدیون کو دین کا بہہ کرنا ابراء ہے یہ حکم
اس وجہ سے ہے کہ دین من وجہ مال ہے اس اعتبار سے ابراء تملیک ہوگا اور ایک اعتبار سے دین وصف ہے اور اس حوالے سے ابراء
اسقاط ہوگا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مدیون کے رد کرنے سے ابراء رد ہو جاتا ہے اور اس کے قبول کرنے پر ابراء موقوف نہیں ہے جبکہ
تعلیق بالشرط کا عمل ان کے ساتھ خاص ہے جو خالص اسقاط ہیں اور جن کے ذریعے قسم کھائی جاتی ہے جس طرح کہ طلاق ہے اور
عتاق ہے لہذا تعلیق ان سے تجاوز نہیں کرے گی۔

عمری کا معمرہ کے لئے جائز ہونے کا بیان

قَالَ : (وَالْعُمْرَى جَائِزَةٌ لِلْمُعْمَرِ لَهُ حَالٌ حَيَاتِيٍّ وَلَوْ رَتَّبَتْهُ مِنْ بَعْدِهِ) لِمَا رَوَيْنَا . وَمَعْنَاهُ أَنْ يَجْعَلَ
دَارَهُ لَهُ عُمْرَةً . وَإِذَا مَاتَ تَرَدُّ عَلَيْهِ فَيَصِحُّ التَّمْلِيكُ، وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ لِمَا رَوَيْنَا وَقَدْ بَيَّنَّا أَنَّ
الْهَبَةَ لَا تَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدَةِ (وَالرُّقْبَى بَاطِلَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ
. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : جَائِزَةٌ) ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ دَارِي لَكَ تَمْلِيكُ . وَقَوْلُهُ رُقْبَى شَرْطٌ فَاسِدٌ كَالْعُمْرَى
. وَلَهُمَا (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجَازَ الْعُمْرَى وَرَدَّ الرُّقْبَى) وَلِأَنَّ مَعْنَى الرُّقْبَى عِنْدَهُمَا إِنْ
مِثَّ قَبْلَكَ فَهُوَ لَكَ، وَاللَّفْظُ مِنَ الْمُرَاقِبَةِ كَأَنَّهُ يُرَاقِبُ مَوْتَهُ، وَهَذَا تَعْلِيْقُ التَّمْلِيكِ بِالْخَطَرِ
فَبَطُلَ . وَإِذَا لَمْ تَصِحَّ تَكُونُ غَارِبَةً عِنْدَهُمَا ؛ لِأَنَّهُ يَتَضَمَّنُ إِطْلَاقَ الْإِنْتِفَاعِ بِهِ .

فرمایا کہ عمری جائز ہے اور معمرہ کی زندگی میں وہ چیز اس کی ہوگی اور اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے وارثوں کی
ہوگی اس حدیث کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور عمری اس کو کہتے ہیں کہ کوئی آدمی زندگی بھر کے لئے اس شرط پر دے کہ جب معمر
مر جائے تو وہ گھر اس کو واپس کر دیا جائے تو اس طرح تملیک درست ہوگی اور شرط باطل ہو جائے گی اس حدیث کے سبب جو
ہم نے روایت کی ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا طرفین فرماتے ہیں کہ رقبی باطل ہے امام
ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جائز ہے اس لئے کہ داری لک رقبی تملیک ہے اور داری لک میں جو رقبہ جوڑ دیا گیا ہے وہ شرط فاسدہ ہے
جس طرح کہ عمری شرط فاسدہ ہے۔

طرفین کہ دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمری کو جائز قرار دیا ہے اور رقی کو مسترد فرما دیا ہے اور اس لئے کہ ان کے نزدیک رقی کا معنی یہ ہے کہ جب میں تجھ سے پہلے مر گیا تو میرا گھر تیرا ہے اور لفظ رقی مراقبہ سے مشتق ہے گویا کہ ایک دوسرے کے مرنے کا انتظار کرتا ہے اور اس میں موت پر تملیک کو معلق کرنا ہے اس لئے یہ باطل ہے اور جب طرفین کے نزدیک رقی درست نہیں ہے تو ان کے نزدیک وہ معاملہ عاریت ہو اس لئے کہ یہ تمام مطلق نفع اٹھانے کو لازم کرنے والا ہے۔



فَصْلٌ فِي الصَّدَقَةِ

﴿یہ فصل صدقہ کے بیان میں ہے﴾

فصل صدقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صدقہ اور ہبہ یہ دونوں شرائط کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں۔ اسی سبب کے پیش نظر مصنف علیہ الرحمہ نے اس صدقہ کی فصل کو ہبہ میں بیان کیا ہے اور اس کو الگ فصل کے طور پر ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہبہ اور صدقہ ان دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ، کتاب ہبہ، بلدان)

صدقہ کا ہبہ کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ : (وَالصَّدَقَةُ كَالْهَبَةِ لَا تَصِحُّ إِلَّا بِالْقَبْضِ) ؛ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ كَالْهَبَةِ (فَلَا تَجُوزُ فِي مُشَاعٍ يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْهَبَةِ (وَلَا رُجُوعَ فِي الصَّدَقَةِ) ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الثَّوَابُ وَقَدْ حَصَلَ .

وَكَذَا إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيِّ اسْتَحْسَانًا ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يَقْصِدُ بِالصَّدَقَةِ عَلَى الْغَنِيِّ الثَّوَابَ .

وَكَذَا إِذَا وَهَبَ الْفَقِيرَ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الثَّوَابُ وَقَدْ حَصَلَ .

فرمایا کہ ہبہ کی مثل صدقہ بھی قبضہ کے بغیر درست نہیں ہوتا اس لئے کہ ہبہ کی مثل صدقہ بھی تبرع ہے اور ایسی مشترک چیز میں جائز نہیں ہے جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہو اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے ہبہ میں بیان کیا ہے صدقہ میں رجوع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ صدقہ کرنے سے ثواب مقصود ہوتا ہے اور صدقہ کرتے ہی ثواب حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح جب کسی غنی پر صدقہ کیا تو بطور استحسان یہ بھی جائز ہے اس لئے کہ کبھی غنی پر صدقہ کرنے سے ثواب مقصود ہوتا ہے اور ثواب اسی وقت حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح جب کسی فقیر کو صدقہ کیا تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ مقصود یعنی ثواب حاصل ہو چکا ہے۔

مال کو صدقہ کرنے کی نذر ماننے کا بیان

(وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ يَتَصَدَّقُ بِجَنَسٍ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ

بِمِلْكِهِ لِرِمَّةٍ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالْجَمِيعِ) وَيُرْوَى أَنَّهُ وَالْأَوَّلُ سَوَاءٌ ، وَقَدْ ذَكَرْنَا الْفَرْقَ . وَوَجْهُ

الرَّوَّاعَيْنِ لِي مَسَائِلِ الْقَضَاءِ (وَيُقَالُ لَهُ أَمِيكَ مَا تَنَفَّقَهُ عَلَى نَفْسِكَ وَعِيَالِكَ إِلَى أَنْ تَكْتَسِبَ، فَإِذَا اكْتَسَبَ مَالًا يَتَصَدَّقُ بِمِثْلِ مَا اتَّفَقَ) وَلَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.

فرمایا کہ جب کسی نے یہ نذر مانی کہ اپنا مال صدقہ کرے گا تو وہ آدمی اس جنس کا مال صدقہ کرے جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جب کسی نے اپنی ملکیت صدقہ کرنے کی نذر مانی تو اس پر پوری ملکیت صدقہ کرنا لازم ہے ایک روایت یہ ہے کہ مال اور ملکیت کی نذر ماننے کا ایک ہی حکم ہے اور ہم نے ان کا فرق دونوں روایات کی دلیل قضاء کے مسائل میں بیان کیا ہے اور منت ماننے والے سے یہ کہا جائے گا کہ تم اتنا مال روک لو جس کو اپنی ذات پر اور اپنے بال بچوں پر خرچ کر دہی کہ دوسرا مال کما لو پس جب وہ دوسرا مال کما لے تو جتنا خرچ کیا ہو اس کی مقدار صدقہ کر دے اور اس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

کتاب الاجارات

﴿یہ کتاب اجارات کے بیان میں ہے﴾
کتاب الاجارات کی لغوی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی دہلی عالیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ علیہ عرض والی ایمان کی طاعت کے اذکار سے فارغ ہوئے ہیں۔ پس اگرچہ یہ ہے تو اب اس کے بعد تمام منافع پر عرض سے اذکار کو شروع کر رہے ہیں اور وہ اجارہ ہے۔ اور اس سے پہلی کتابوں کو مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایمان منافع پر مقدم ہوتی ہیں۔ (مناجہ شرح الہدایہ کتاب الاجارات ص ۱۵۷)

اجارہ کا لغوی مفہوم

اجارہ کے لغوی معنی: کرایہ پر دینا۔ اجارہ کی اصطلاحی معنی: ہر اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ جس میں مال (پیسے وغیرہ) کے بدلے کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا گیا ہو، مثلاً ایک آدمی کا مکان ہو جس میں وہ کسی آدمی کو رہنے کی اجازت دی ہو اور اس میں رہنے والا اس کا کرایہ ادا کرتا ہو تو یہ اجارہ ہے۔

کسی شے کے لفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجر اور موجر اور کرایہ دار کو مستأجر اور اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔ اجارہ کے معنی ہیں کسی چیز کو کرایہ پر دینا اور اصطلاح شریعت میں اجارہ کا مفہوم ہے اپنی کسی چیز کی منفعت کا کسی کو مالک بنا۔ لغوی طور پر قیاس تو یہ کہتا ہے کہ اجارہ میں چونکہ منفعت معدوم ہوتی ہے اس لئے اجارہ جائز ہونا چاہئے لیکن شریعت نے لوگوں کی احتیاج و ضرورت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ اجارہ حدیث و آثار سے ثابت ہے۔

کسی شے کے لفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجر اور موجر اور کرایہ دار کو مستأجر اور اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

کسی سے کوئی چیز مقررہ کرائے پر لینا یا مقررہ اجرت پر کسی سے مزدوری کروانا اجارہ کہلاتا ہے۔ اس کے چند شرائط یاد رکھ کر اس پر عمل کرنا ہوتا ہے ورنہ اجارہ فاسد ہو جائے گا۔ اس طرح اگر کوئی اپنا اجارہ توڑنا چاہے تو اس کا شریعت نے طریقہ بتایا ہے۔ اس بارے میں تفصیل درج ذیل ہے۔

جب کسی نے مہینہ بھر کے لیے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا چاہے اس میں رہنے کا

اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا ہو۔ کرایہ بہر حال واجب ہے۔

دورزی کپڑا سی کر یا رنگریز رنگ کر یا دھوبی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک وہ اس کی مزدوری نہ لے لیوے تب تک کپڑا نہ دے۔ بغیر مزدوری دیئے اس سے زبردستی لینا درست نہیں۔ اور اگر کسی مزدور سے غلے کا ایک بورا ایک پانچ روپے کے وعدہ پر اٹھوایا تو وہ اپنی مزدوری مانگنے کے لیے غلہ نہیں روک سکتا۔ کیونکہ وہاں سے لانے کی وجہ سے غلہ میں کوئی بات نہیں پیدا ہوئی۔ اور پہلی صورتوں میں ایک نئی بات کپڑے میں پیدا ہوگئی۔

اگر کسی نے یہ شرط کر لی کہ میرا کپڑا تم ہی سینا یا تم ہی رنگنا یا تم ہی دھونا تو اس کو دوسرے سے دھلوانا درست نہیں۔ اور اگر یہ شرط نہیں کی تو کسی اور سے بھی وہ کام کروایا جاسکتا ہے۔

اجارہ کے حکم کا بیان

اجارہ کا حکم یہ ہے کہ طرفین بد لین کے مالک ہو جاتے ہیں مگر یہ ملک ایک دم نہیں ہوتی بلکہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے۔ مگر جبکہ بغل یعنی پیشگی لینا شرط ہو تو عقد کرتے ہی اجرت کا مالک ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

اجارہ کے شرعی مأخذ کا بیان

حضرت عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ حضرت ثابت بن ضحاک نے یہ بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے مزارع سے منع فرمایا ہے اور اجارہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ (مسلم)

حضرت حنظلہ بن قیس انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رافع بن خدیج سے سونے یا چاندی کے بدلہ میں زمین کو کرایہ پر دینے کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ اجارہ کرتے تھے۔ پانی کی رواں نالیوں کے سرے اور کھیتی کی جگہوں پر تو کبھی یہ ہلاک ہوتا اور وہ سلامت رہتا اور کبھی وہ ہلاک ہوتا اور یہ سلامت رہتا۔ اس صورت کے سوالگوں میں اور کرایہ مردج نہ تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور جو چیز محفوظ و مامون ہو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور ابراہیم کی روایت مکمل ہے۔ اور قتیبہ نے عن حنظلہ عن رافع کہا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید کی حنظلہ سے اسی طرح روایت ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1616)

لیزنگ:

مروجہ جدید مالی معاملات میں سے ایک لیزنگ بھی ہے، لیز اصل عربی کے لفظ الا جارة کا ترجمہ ہے جو شرعی اصطلاح ہے لیکن مروجہ لیزنگ شرعی اجارہ سے مختلف ہے۔ شرعی اجارہ کا مفہوم تو صرف اتنا ہے۔ "بيع منفعة معلومة باجر معلوم"

طے شدہ اجرت کے بدلے طے شدہ منفعت فروخت کرنا۔ (عمدة القاری شرح معجم البخاری: 18/251)

اس کی دو قسمیں ہیں 1:- معاوضے کے بدلے کسی شخص (انجینئر وغیرہ) کی خدمات حاصل کرنا۔ 2:- اپنی ذاتی چیز جیسے گاڑی یا مکان کا حق استعمال کسی دوسرے کی طرف منتقل کرنا اور اس کے عوض کرایہ وصول کرنا۔ جب لیزنگ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اقتصادی

ہر بن کے نزدیک اس سے عموماً اجارہ کی یہ آخری قسم ہی سرا ہوتی ہے۔

صحیح بخاری میں اجارہ کے عنوان کے تحت دونوں قسموں کا بیان ہے، اجارہ لی اس قسم میں یہاں کہ اصل مالک کی ملکیت ہوتی ہے، تاہم کرایہ کے عوض صرف اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لیے ملحق اخراجات و تاہم جرنے سے ہوتے ہیں۔ مثلاً مکان کرایے پر دیا گیا ہے تو اس کی پر اپنی ٹیکس مالک ادا کرے گا لیکن بجلی، گیس اور پانی کا بل۔ تاہم جرنے سے آمد ہوگا۔ اس طرح اگر اجارہ پر دی گئی چیز کا ایسا نقصان ہو جائے جس میں مستاجر کی غلطی، غفلت یا کوتاہی کا عمل دخل نہ ہو تو وہ نقصان بھی مالک ہی برداشت کرے گا۔

لیزنگ کا جدید مفہوم

اس کے برعکس انیسویں صدی عیسوی سے لیزنگ کی ایک نئی قسم متعارف ہوئی جس کو مر بی میں لیمٹ ایجری یعنی و اجارہ داری جس کی انتہا بیع پر ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بینک کسی کو کچھ سالوں کے لئے گاڑی خرید کر لیز پر دیتا ہے اس کا کرایہ اقساط میں وصول کیا جاتا ہے۔ بینک کرایہ طے کرتے وقت اس بات کا حاسن خیال رکھتا ہے کہ اس عرصے میں گاڑی کی قیمت میں اتنے نفع کے جو اس عرصے میں بینک کو اس رقم پر سود کی شکل میں حاصل ہونا تھا، وصول ہو جاتے ہیں جب گاڑی کا مکمل اقساط ادا کر دیتا ہے تو گاڑی اس کی ملکیت ہو جاتی ہے اس طرح ابتدا میں یہ اجارہ ہوتا ہے جو آخر میں بیع میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس عرصے میں گاڑی کے ہر طرح کے نقصانات کی ذمہ داری گاڑی مالک کی ہوتی ہے۔

بعض اہل علم کی رائے میں یہ ایک جدید صورت ہے۔ دین میں اس کے متعلق کوئی ممانعت نہیں ہے اس لیے جائز ہے۔ جب کہ بعض حضرات کے نزدیک یہ ایک عقد میں دو عقد جمع ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ہمارا خیال میں اس میں زیادہ قابل اعتراض پہلو سود کی آمیزش کا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ گاڑی جب بینک کے پاس گاڑی لینے جاتا ہے تو وہ اس کی قیمت کا کچھ حصہ ڈاؤن پے منٹ (Down Payment) کے نام سے پہلے ادا کرتا ہے جو زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور کم بھی، لیکن ایک خاص شرح (گاڑی کی قیمت کا دس فیصد) سے کم نہیں ہوتا، اب بینک نے کرائے کے نام پر جو اضافی رقم وصول کرنا ہوتی ہے اس کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ ڈاؤن پے منٹ کی رقم کتنی ہے؟ اگر وہ زیادہ ہے تو اضافی رقم زیادہ وصول کی جائے گی۔ اس بارے میں ہم نے مسلم کمرشل بینک کے ایک ذمہ دار سے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق اگر آپ بینک سے Baleno گاڑی لیتے ہیں اور ڈاؤن پے منٹ پانچ لاکھ ادا کرتے ہیں تو آپ کے پانچ سال کے لئے 9738 روپے ماہانہ قسط جمع کروانا ہوگی جو 584280 روپے بنتے ہیں۔ اس میں پانچ لاکھ ڈاؤن پے منٹ جمع کر لیں تو مکمل 1084260 روپے کی ماہانہ قسط جمع کروائیں گے جو 984480 روپے بنتے ہیں۔ دو لاکھ ڈاؤن پے منٹ کے نام سے پہلے ادا کیا جا چکا ہے اس طرح کل رقم 1184480 روپے ہو گی۔ پہلی صورت میں ایک لاکھ دو سو روپے کم اور دوسری صورت میں زیادہ کیوں؟

سیدھی سی بات ہے کہ یہ سودی معاملہ ہے پہلی صورت میں بینک کو چونکہ کم پیسے دینے پڑے اس لیے اس کا سود کم اور دوسری صورت میں زیادہ رقم دینا پڑی اس لیے سود بھی زیادہ بنا۔ اگر یہ حقیقی اجارہ ہوتا تو یہ فرق اتنا نہ ہوتا!! کیونکہ اجارہ میں کرائے کا تعلق

حق استعمال سے ہوتا ہے جو دونوں صورتوں میں برابر ہے نہ کہ اس بات سے کہ اس میں بینک کے کتنے پیسے استعمال ہوتے ہیں نہ اگر یہ حقیقی اجارہ ہوتا تو بینک اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوتا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل میں یہ سودی معاملہ ہے جسے اجارہ کا نام دیا گیا ہے۔ حقیقی اجارہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بظاہر یہ بیع قسط کے مشابہ ہے اس لیے بعض حضرات اسے بیع قسط قرار دے کر اس کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن درج ذیل وجوہ کے باعث یہ درست نہیں:

سطور بالا میں ہم نے اس کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کے مطابق اسے بیع قسط قرار دینے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ دراصل دو عقد پر مشتمل ہے۔ 1۔ عقد اجارہ 2۔ عقد بیع

جب کہ بیع قسط میں صرف ایک عقد ہوتا ہے بیع اور اجارہ الگ الگ اصطلاحات ہیں اور ہر ایک کے احکام بھی مختلف ہیں۔ بیع قسط میں قیمت تو ادھار ہوتی ہے مگر ملکیت فوراً خریدار کے نام منتقل ہو جاتی ہے لیکن یہاں ملکیت تمام اقساط کی ادائیگی کیساتھ مشروط ہے یہ عقد بیع کے منافی ہے کیونکہ بیع اصل مقصد ہی یہی ہے کہ چیز کی مکمل طور پر فروخت کنندہ کی ملکیت سے نکل کر خریدار کی ملکیت میں آجائے۔

لیزنگ کا متبادل:

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنے اجلاس جو 10 تا 15 دسمبر 1988 کو کویت میں منعقد ہوا اس میں مروجہ لیزنگ کے درج ذیل دو متبادل تجویز کیے تھے۔ مدت ختم ہونے کے بعد مستأجر کے پاس تین اختیار ہوں۔

1۔ گاڑی مالک کے حوالے کر کے عقد اجارہ ختم کر دے۔ 2۔ نئے سرے سے عقد اجارہ کر لے۔

3۔ گاڑی خرید لے۔ (بحوالہ بحوث فی الاقتصاد الاسلامی للدکتور علی القراء الداعی)

اگرچہ اس پر بھی بعض علماء کے تحفظات ہیں مثلاً مدت اجارہ پوری ہونے پر مستأجر تو آزاد ہے مگر مستأجر کی پسند کا پابند ہے لیکن یہ اعتراض کوئی زیادہ وزنی نہیں اس لیے یہ صورت شرعی طور پر جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کی عملی تطبیق میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

مروجہ لیزنگ کا دوسرا متبادل:

اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس کی جگہ دوسرا متبادل بیع قسط تجویز کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں انتقال ملکیت آخری قسط کی ادائیگی کیساتھ معلق نہ ہو بلکہ دوسری ضمانتیں ہوں۔

اجارہ کا عوض پر عقد نفع ہونے کا بیان

(الْإِجَارَةُ : عَقْدٌ عَلَى الْمَنَافِعِ بِعَوَضٍ) لِأَنَّ الْإِجَارَةَ فِي اللُّغَةِ بَيْعُ الْمَنَافِعِ، وَالْقِيَاسُ يَأْتِي جَوَازُهُ ؛ لِأَنَّ الْمَنْقُودَ عَلَيْهِ الْمَنْفَعَةُ وَهِيَ مَعْدُومَةٌ، وَإِضَافَةُ التَّمْلِيكِ إِلَى مَا سَيُوجَدُ لَا يَصَحُّ

إِلَّا أَنَّا جَوَزْنَاهُ لِحَاجَةِ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَلَقَدْ شَهِدَتْ بِصِحَّتِهَا الْأَثَارُ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ (أَعْطُوا الْآجِرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ
اسْتَأْجَرَ آجِرًا فَلْيُعْلِمْهُ أَجْرَهُ) وَتَعَقُّدُ سَاعَةٍ فَسَاعَةً عَلَى حَسَبِ حُدُوثِ الْمَنْفَعَةِ، وَالذَّارِ
أُفِيَتْ مَقَامَ الْمَنْفَعَةِ فِي حَقِّ إِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَيْهَا لِتَرْبِطَ الْإِيجَابَ بِالْقَبُولِ، ثُمَّ عَمَلُهُ يَظْهَرُ فِي
حَقِّ الْمَنْفَعَةِ مِلْكًا وَاسْتِحْقَاقًا حَالًا وَجُودَ الْمَنْفَعَةِ.

اجارہ وہ عقد ہے جو بدلے کے ساتھ نفع پر واقع ہو کیونکہ لغوی طور پر منافع کی بیع کو اجارہ کہتے ہیں۔ جبکہ اس کے
جواز کا قیاس انکار کرنے والا ہے کیونکہ اس میں معقود علیہ نفع ہے جبکہ وہ عقد کے وقت معدوم ہوتا ہے اور جو چیز پائی جائے اس کی
جانب اضافت ملکیت درست نہیں ہے۔ جبکہ لوگوں کی ضرورت کے سبب ہم نے اجارہ کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے صحیح ہونے پر
احادیث کی دلالت بھی موجود ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی مزدوری ادا کر دو۔
دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ جو شخص مزدور رکھے تو اس کو چاہے کہ مزدور کو اس کی مزدوری بیان کر دے۔ اور نفع حاصل کرنے
کے اعتبار سے بھی تھوڑا تھوڑا اجارہ منعقد ہوتا ہے جبکہ جانب گھر عقد کی اضافت کرنے کے حوالے سے اس کو نفع کے قائم مقام کیا گیا
ہے۔ تاکہ یہ ایجاب و قبول پر فٹ آتا رہے۔ اس کے بعد اجارے کے عقد کا کام منافع کے حق میں مالک ہونے اور حقدار ہونے کے
بارے میں نفع کے پائے جانے کے وقت جائز ہے۔

اور اجارے کا عقد تب درست ہوگا جب اس کا منافع معلوم ہو اور مزدوری بھی معلوم ہو اسی حدیث کے سبب جس کو ہم روایت
کر چکے ہیں۔ کیونکہ معقود علیہ اور اس کے بدل کی جہالت یہ جھگڑے کی جانب لے جانے والی ہے۔ جس طرح بیع میں قیمت اور بیع
میں جہالت یہ جھگڑے میں لے جانے والی ہیں۔

ہرمنی چیز کا اجارہ میں اجرت بننے کا بیان

(وَمَا جَازَ أَنْ يَكُونَ ثَمَنًا فِي الْبَيْعِ جَازَ أَنْ يَكُونَ أَجْرًا فِي الْإِجَارَةِ) ؛ لِأَنَّ الْأَجْرَ ثَمَنُ
الْمَنْفَعَةِ، فَتُعْتَبَرُ بِثَمَنِ الْمَبِيعِ. وَمَا لَا يَصْلُحُ ثَمَنًا يَصْلُحُ أَجْرًا أَيْضًا كَالْأَعْيَانِ. فَهَذَا اللَّفْظُ لَا
يُنْفِي صِلَاحِيَّةَ غَيْرِهِ ؛ لِأَنَّهُ عَرَضٌ مَالِيٌّ (وَالْمَنَافِعُ تَارَةً تُصِيرُ مَعْلُومَةً بِالْمُدَّةِ كَاسْتِجَارِ
الدُّورِ، لِلشُّكْنَى وَالْأَرْضِينَ لِلزَّرَاعَةِ) فَيصَحُّ الْعَقْدُ عَلَى مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ أَيْ مُدَّةٍ كَانَتْ ؛ لِأَنَّ
الْمُدَّةَ إِذَا كَانَتْ مَعْلُومَةً كَانَ قَدْرُ الْمَنْفَعَةِ فِيهَا مَعْلُومًا إِذَا كَانَتْ الْمَنْفَعَةُ لَا تَتَفَاوَتْ
وَقَوْلُهُ أَيْ مُدَّةٍ كَانَتْ إِشَارَةً إِلَى أَنَّهُ يَجُوزُ طَالَتْ الْمُدَّةُ أَوْ قَصُرَتْ لِكُونِهَا مَعْلُومَةً وَلِتَحَقُّقِ
الْحَاجَةِ إِلَيْهَا عَسَى، إِلَّا أَنَّ فِي الْأَوَاقِفِ لَا تَجُوزُ الْإِجَارَةُ الطَّوِيلَةُ كَيْ لَا يَدَّعِيَ الْمُسْتَأْجِرُ
مِلْكَهَا وَهِيَ مَا زَادَ عَلَى ثَلَاثِ سِنِينَ هُوَ الْمُخْتَارُ.

اور ہر وہ چیز جو بیع میں ٹمن بن سکتی ہے وہ اجارہ میں اجرت بن سکتی ہے کیونکہ اجرت منفعت کا ٹمن ہوتی ہے لہذا اس کو بیع کے ٹمن پر قیاس کیا جائے گا اور جو چیز ٹمن نہیں بن سکتی وہ اجرت بھی نہیں بن سکتی جس طرح کہ اعیان اور ماباجاز کا لفظ دوسرے کے ٹمن بننے کی صلاحیت کی نفی نہیں کرتا کیونکہ اجرت مالی عوض ہے اور منافع کبھی مدت بتانے سے معلوم ہوتا ہے جس طرح کہ عمروں کو رہائش کیلئے دینا اور زمین کو کھیتی کے لئے دینا لہذا عقد معلوم مدت پر درست ہوگا چاہے وہ کوئی بھی مدت ہو کیا نکہ جب مدت معلوم ہوگی تو اس میں منفعت کی مقدار بھی معلوم ہوگی اس شرط کے ساتھ کہ منفعت میں فرق نہ پایا جائے۔

امام قدوری کا یہ قول ای مدت یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اجارہ ہر صورت میں جائز ہے چاہے مدت لمبی ہو یا مختصر ہو اس لئے کہ مدت معلوم ہے اور لمبی مدت کی ضرورت مسلم ہے مگر اوقاف میں اجارہ طویلہ جائز نہیں ہے تاکہ مستأجر وقف مستأجر کی ملکیت کا دعویٰ نہ کرے اور لمبی مدت سے وہ مدت مراد ہے جو تین سال سے زیادہ ہو اسی مذہب کو ترجیح حاصل ہے۔

اجارہ میں نفس عقد سے منافع کے حلوم ہونے کا بیان

قَالَ : (وَتَارَةً تَصِيرُ مَعْلُومَةً بِنَفْسِهِ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا عَلَى صَبْغِ ثَوْبِهِ أَوْ خِيَاطِيهِ أَوْ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مَعْلُومًا أَوْ يَرْكَبَهَا مَسَافَةً سَمَاءًا) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا بَيَّنَّ الثَّوْبَ وَلَوْنُ الصَّبْغِ وَقُدْرَةَ وَجِنْسَ الْخِيَاطَةِ وَالْقَدْرَ الْمَحْمُولِ وَجِنْسَهُ وَالْمَسَافَةَ صَارَتْ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً فَيَصِحُّ الْعَقْدُ، وَرُبَّمَا يُقَالُ : الْإِجَارَةُ قَدْ تَكُونُ عَقْدًا عَلَى الْعَمَلِ كَأَسْتِئْجَارِ الْقَصَّارِ وَالْخِيَاطِ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْعَمَلُ مَعْلُومًا وَذَلِكَ فِي الْأَجِيرِ الْمُشْتَرِكِ، وَقَدْ تَكُونُ عَقْدًا عَلَى الْمَنْفَعَةِ كَمَا فِي أَجِيرِ الْوَحْدِ، وَلَا بُدَّ مِنْ بَيَانِ الْوَقْتِ .

قَالَ : (وَتَارَةً تَصِيرُ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً بِالتَّعْيِينِ وَالْإِشَارَةِ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا، لِيَنْقُلَ لَهُ هَذَا الطَّعَامَ إِلَى مَوْضِعٍ مَعْلُومٍ) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا آرَأَهُ مَا يَنْقُلُهُ وَالْمَوْضِعَ الَّذِي يَحْمِلُ إِلَيْهِ كَانَتْ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومَةً فَيَصِحُّ الْعَقْدُ .

فرمایا کہ کبھی نفس عقد سے ہی منافع معلوم ہو جاتا ہے جس طرح کہ جب کسی کو اپنا کپڑا رنگنے کے لئے کسی آدمی نے اجرت پر رکھایا سلنے کے لئے رکھا ہو یا سواری کرایہ پر لی ہو تاکہ اس پر ایک معلوم مدت تک سامان لادے گا یا معین کی ہوئی مسافت تک اس پر سواری کرے گا کیونکہ جب مستأجر کپڑے کو رنگنے کے رنگ اور مقدار کو، سلائی کی جنس اور مادے کی مقدار اور اس کی جنس اور مسافت کو بیان کر دے گا تو اس کی منفعت بھی معلوم ہو جائے گی اور عقد درست ہو جائے گا اور کبھی کبھی کہا جاتا ہے کہ اجارہ عمل پر بھی واقع ہوتا ہے جس طرح کہ دھوبی اور درزی کو اجارہ پر لیتا مگر اس صورت میں عمل کا معلوم ہونا لازم ہے اور عمل پر عقد کرنا اجیر مشترک میں ہوتا ہے اور کبھی منفعت میں بھی اجارہ ہوتا ہے جس طرح کہ خاص نوکر میں۔ ہا اور اس میں وقت کی صراحت لازم ہے۔

ا کہ کبھی اشارہ کرنے اور معین کرنے سے بھی منافع معلوم ہو جاتی ہے جس طرح کہ کسی آدمی نے کسی کو اس کام پر رکھ

کہ وہ یہ نفع فلاں معین جگہ تک پہنچا دے اس لئے کہ جب مستاجر نے مزدور کو غلہ اور شتمل کرنے کی جگہ دکھلا تو اس کے ساتھ منفعت بھی معلوم ہوگئی اس لئے عقد درست ہو جائے گا۔

نفس عقد کے سبب اجرت کے لازم نہ ہونے کا بیان

قَالَ : (الْأَجْرَةُ لَا تَجِبُ بِالْعَقْدِ وَتُسْتَحَقُّ بِأَحَدِ مَعَانِ ثَلَاثَةٍ : إِمَّا بِشَرْطِ التَّعْجِيلِ ، أَوْ بِالتَّعْجِيلِ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ ، أَوْ بِاسْتِيفَاءِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : تُمْلِكُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ ، لِأَنَّ الْمَنَافِعَ الْمَعْدُومَةَ صَارَتْ مَوْجُودَةً حُكْمًا ضَرُورَةً تَصْحِيحِ الْعَقْدِ فَيُثْبِتُ الْحُكْمُ فِيمَا يُقَابِلُهُ مِنَ الْبَدْلِ .

وَلَنَا أَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ شَيْئًا فَشَيْئًا عَلَى حَسَبِ حُدُوثِ الْمَنَافِعِ عَلَى مَا بَيَّنَّا ، وَالْعَقْدُ مُعَارَضَةٌ ، وَمِنْ قِصَّتِهَا الْمُسَاوَاةُ ، فَمِنْ ضَرُورَةِ التَّرَاحِي فِي جَانِبِ الْمَنْفَعَةِ التَّرَاحِي فِي الْبَدْلِ الْآخِرِ . وَإِذَا اسْتَوْفَى الْمَنْفَعَةَ يَثْبُتُ الْمِلْكُ فِي الْآجِرِ لِتَحَقُّقِ التَّسْوِيَةِ . وَكَذَا إِذَا شَرَطَ التَّعْجِيلَ أَوْ عَجَّلَ ، لِأَنَّ الْمُسَاوَاةَ تَثْبُتُ حَقًّا لَهُ وَقَدْ أَبْطَلَهُ .

فرمایا کہ جب نفس عقد سے اجرت واجب نہیں ہوتی بلکہ تین باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے اس کا حقدار ہوتا ہے چاہے اجرت کی ایڈوانس لینے کی شرط لگا دی گئی ہو یا بغیر شرط کے مستاجر ایڈوانس دے دے یا مستاجر پورا معقود عالیہ حاصل کر لے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ نفس عقد کے ساتھ ہی اجرت موجر کی ملک ہو جائے گی کیونکہ عقد کی درستگی کے پیش نظر اجارہ کے معدوم منفع کو حکمی طور پر موجود مان لیا جاتا ہے لہذا اس کے مقابل جو بدل ہے اس میں اسی وقت حکم ثابت ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع کے آہستہ آہستہ معرض وجود میں آنے کے اعتبار سے عقد اجارہ بھی آہستہ آہستہ منعقد ہوتا ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور جس طرح کہ یہ عقد معاوضہ ہے اور معاوضہ مساوات کا تقاضہ کرتا ہے لہذا منفعت میں تاخیر ہونے کے سبب قطعی طور پر دوسرے بدل یعنی اجرت میں بھی تاخیر ہو جائے گی پس جب مستاجر منفعت وصول کر لے گا تو اجرت میں موجر کی ملکیت بھی ثابت ہو جائے گی تاکہ برابری ثابت ہو جائے اسی طرح جب ایڈوانس اجرت کی شرط لگا دی گئی یا شرط کے بغیر ہی مستاجر نے پہلے ہی اجرت دے دی تو اس صورت میں بھی اسی وقت اجرت میں موجر کی ملکیت ثابت ہو جائے گی اس لئے کہ مساوات مستاجر کا حق بن کر ثابت تھی جبکہ اس نے خود اس کو باطل کر دیا ہے۔

مستاجر کے قبضہ کے سبب لزوم اجرت کا بیان

(وَإِذَا قَبِضَ الْمُسْتَأْجِرُ الدَّارَ فَعَلَيْهِ الْآجُرُ وَإِنْ لَمْ يَسْكُنْهَا) : لِأَنَّ تَسْلِيمَ عَيْنِ الْمَنْفَعَةِ لَا تَصَوِّرُ قَائِمًا تَسْلِيمَ الْمَحَلِّ مَقَامَهُ إِذَا التَّمَكُّنُ مِنَ الْإِنْتِفَاعِ يَثْبُتُ بِهِ .

قَالَ : (فَإِنْ غَضِبَهَا غَاصِبٌ مِنْ يَدِهِ سَقَطَتِ الْأَجْرَةُ) ؛ لِأَنَّ تَسْلِيمَ الْمَحَلِّ إِنَّمَا أُقِيمَ مَقَامَ تَسْلِيمِ الْمَنْفَعَةِ لِتَمَكُّنٍ مِنَ الْإِنْتِفَاعِ ، فَإِذَا فَاتَ التَّمَكُّنُ فَاتَ التَّسْلِيمُ ، وَانْفَسَخَ الْعَقْدُ فَسَقَطَ الْأَجْرُ ، وَإِنْ وَجَدَ الْغَضِبَ فِي بَعْضِ الْمُدَّةِ سَقَطَ الْأَجْرُ بِقَدْرِهِ إِذَا الْإِنْفِسَاخُ فِي بَعْضِهَا .

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا فَلِلْمُؤَجَّرِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِأَجْرَةٍ كُلِّ يَوْمٍ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتَوْفَى مَنَفَعَةَ مَقْصُودَةً (إِلَّا أَنْ يُسَيَّرَ وَقْتُ الْإِسْتِحْقَاقِ بِالْعَقْدِ) ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ النَّاجِلِ (وَكَذَلِكَ إِجَارَةُ الْأَرْضِ) لِمَا بَيَّنَّا .

جب مستأجر مکان پر قبضہ کر لے تو اس پر اجرت واجب ہو جائے گی چاہے ابھی تک اس نے اس میں رہنا نہ شروع کیا ہو اس لئے کہ منفعت کے عین کو حوالے کرنا ممکن نہیں ہے لہذا ہم نے محل کی تسلیم کی عین منفعت کی تسلیم کے قائم مقام کر دیا اس لئے کہ محل کی تسلیم سے نفع حاصل کرنے کی قدرت ثابت ہو جاتی ہے۔

جب مستأجر کے قبضہ سے غاصب نے عین مستأجرہ کو غصب کر لیا تو اجرت ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ انتفاع پر اجرت کی غرض کے سبب تسلیم محل کو تسلیم منفعت کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے لیکن جب تمکن فوت ہو گیا تو تسلیم بھی فوت ہو گئی اور عقد ختم ہو گیا لہذا اجرت بھی ساقط ہو جائے گی۔

جب غصب بعض مدت میں پایا گیا تو اسی کی مقدار اجرت ساقط ہو جائے گی اس لئے کہ بعض مدت تک ہی عقد نسخ ہوا ہے جس آدمی نے گھر اجرت پر لیا تو موجر کو یہ حق ہے کہ وہ ہر دن کی اجرت مستأجر سے طلب کرے کیونکہ مستأجر نے منفعت مقصودہ کو حاصل کر لیا ہے مگر یہ کہ مستأجر عقد میں حقدار کی کوئی مدت بیان کر دے اس لئے کہ یہ ناجیل کے درجہ میں ہے زمین کیا جا رہا کا بھی یہی حکم ہے اس دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

مکہ مکرمہ جانے کے لئے اونٹ کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا إِلَى مَكَّةَ فَلِلْجَمَّالِ أَنْ يُطَالِبَهُ بِأَجْرَةٍ كُلِّ مَرْحَلَةٍ) ؛ لِأَنَّ سَيْرَ كُلِّ مَرْحَلَةٍ مَقْصُودٌ . وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ أَوَّلًا : لَا يَجِبُ الْأَجْرُ إِلَّا بَعْدَ انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ وَانْتِهَاءِ السَّفَرِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ جُمْلَةُ الْمَنَافِعِ فِي الْمُدَّةِ فَلَا يَتَوَزَّعُ الْأَجْرُ عَلَى أَجْزَائِهَا ، كَمَا إِذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ الْعَمَلُ .

وَوَجْهُ الْقَوْلِ الْمَرْجُوعِ إِلَيْهِ أَنَّ الْقِيَاسَ يَقْتَضِي اسْتِحْقَاقَ الْأَجْرِ سَاعَةً فَسَاعَةً لِتَحَقُّقِ الْمَسَاوَاةِ ، إِلَّا أَنَّ الْمُطَالِبَةَ فِي كُلِّ سَاعَةٍ تُفْضَى إِلَى أَنْ لَا يَتَفَرَّغَ لِغَيْرِهِ فَيَتَضَرَّرُ بِهِ ، فَقَدَرْنَا بِمَا ذَكَرْنَا .

۱۔ جب کسی نے مکہ مکرمہ تک جانے کے لئے اونٹ کرایہ پر لیا تو جس کا یہ اونٹ ہے اس کو یہ حق حاصل ہے کہ تاجر سے ہر مرحلے کی اجرت مانگ لیا کرے اس لئے کہ ہر مرحلے کی سیر مقصود ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ پہلے اس بات کے قائل تھے کہ مدت پوری ہونے اور سفر ختم ہونے کے بعد ہی اس اجرت واجب ہوگی حضرت امام زفر علیہ الرحمہ بھی اس کے ہی قائل ہیں اس لئے کہ معقود علیہ اس پوری مدت کا منافع ہے لہذا اجرت کو منافع کے اجزاء پر تقسیم نہیں کیا جائے گا اسی طرح کہ جب معقود علیہ کام ہے ہو قول مرجوع کی دلیل یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ لمحہ بہ لمحہ اجرت کا حقدار ہوتا ہے کہ مساوات ثابت ہو جائے لیکن ہر لمحہ اجرت کا مطالبہ کرے سے مستاجر دوسرے کام کے لئے فارغ نہیں ہو سکے گا اور اس چیز سے اس کو نقصان ہوگا لہذا ہم نے جو بیان کیا ہے اس سے ہی اندازہ لگایا جائے گا۔

ورزی یاد دھوبی کا کام سے پہلے اجرت طلب کرنے کا بیان

قَالَ : (وَلَيْسَ لِلْقَصَّارِ وَالْخَيَّاطِ أَنْ يُطَالِبَ بِأَجْرِهِ حَتَّى يَتْرُكَ مِنَ الْعَمَلِ) ؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ فِي الْبَعْضِ غَيْرُ مُتَّفَعٍ بِهِ فَلَا يَسْتَوْجِبُ بِهِ الْأَجْرَ، وَكَذَا إِذَا عَمِلَ فِي بَيْتِ الْمُسْتَأْجِرِ لَا يَسْتَوْجِبُ الْأَجْرَ قَبْلَ الْفَرَاغِ لِمَا بَيَّنَّا. قَالَ : (إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ التَّعَجُّلُ) لِمَا مَرَّ أَنَّ الشَّرْطَ فِيهِ لَا زِمٌ.

فرمایا کہ دھوبی اور ورزی کے لئے کام سے فارغ ہونے سے پہلے اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ بعض کام کرنا ناقابل نفع ہوتا ہے لہذا اس سے مستاجر اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اسی طرح جب کسی کے گھر میں دھوبی وغیرہ نے کام کیا تو وہ فارغ ہونے سے پہلے اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے مگر یہ کہ موجر نے تعجل کی شرط لگادی ہو اس دلیل کے سبب جو گزر چکی ہے کہ عقد اجارہ میں شرط لازم ہوتی ہے۔

روٹی لگانے والے کو اجرت پر لگانے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ خَبَّازًا لِيُخْبِزَ لَهُ فِي بَيْتِهِ فَقَبِيزًا مِنْ دَقِيقٍ بِدِرْهَمٍ لَمْ يَسْتَحِقَّ الْأَجْرَ حَتَّى يُخْرِجَ الْخُبْزَ مِنَ التَّنُورِ) ؛ لِأَنَّ تَمَامَ الْعَمَلِ بِالْإِخْرَاجِ. فَلَوْ اخْتَرَقَ أَوْ سَقَطَ مِنْ يَدِهِ قَبْلَ الْإِخْرَاجِ فَلَا أَجْرَ لَهُ لِلْهَلَاكِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، (فَإِنْ أَخْرَجَهُ ثُمَّ اخْتَرَقَ مِنْ غَيْرِ فَعَلَيْهِ فَلَهُ الْأَجْرُ) ؛ لِأَنَّهُ صَارَ مُسَلِّمًا إِلَيْهِ بِالْوَضْعِ فِي بَيْتِهِ، وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ تَوْجَدْ مِنْهُ الْجِنَايَةَ.

قَالَ : وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ، وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ مِثْلَ دَقِيقِهِ وَلَا أَجْرَ لَهُ ؛ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ فَلَا يَبْرَأُ إِلَّا بَعْدَ حَقِيقَةِ التَّسْلِيمِ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ الْخُبْزَ، وَأَعْطَاهُ الْأَجْرَ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے روٹی لگانے والے کو اجرت پر لیا کہ وہ مستاجر کے گھر ایک درہم کے بدلے ایک پوری

آنے کی روٹی لگا دے تو تندور سے روٹی کو وہ نکالے بغیر اجرت کا حقدار نہیں ہوگا اس لئے کہ روٹی نکالنے ہی کا مپورا ہوتا ہے جب تک کہ روٹی سے پہلے روٹی جل جائے یا اس کے ہاتھ سے گر جائے تو اس کو ذرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ منفعت حوالے کرنے سے پہلے ہی ہلاک ہوگئی ہے مگر جب روٹی لگانے والے کے نکالنے کے بعد اس کے عمل کے بغیر وہ روٹی جل گئی تو اس کو اجرت دی جائے گی اس لئے کہ مستاجر کے گھر میں رکھنے سے وہ تسلیم کرنے والا ہو گیا ہے اور اس پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی طرف سے جنایت نہیں پائی گئی صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اس لئے کہ خیاباز کے قبضہ میں روٹی امانت ہوتی ہے صاحبین کے نزدیک مستاجر اپنے آتے کی مقدار اس سے ضمان لے گا اور اس کو اجرت بھی نہیں دی جائے گی اس لئے کہ مذکورہ چیز اس پر مضمون ہے لہذا حقیقی تسلیم کے بغیر خیاباز ضمان سے بری نہیں ہوگا اور اگر مستاجر چاہے تو خیاباز سے روٹیوں کا ضمان لے لے اور اس کو اجرت دے دے۔

اجرت پر لائے گئے باورچی کے لئے عرف کا اعتبار کرنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ طَبَّاخًا لِيَطْبَخَ لَهُ طَعَامًا لِلزَّوْجَةِ فَالْعُرْفُ عَلَيْهِ) اِعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ . قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ اِنْسَانًا لِيَضْرِبَ لَهُ لَبًا اسْتَحَقَّ الْاَجْرَ اِذَا اَقَامَهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَ : لَا يَسْتَحِقُّهَا حَتَّى يُشْرِجَهَا) ؛ لِأَنَّ التَّشْرِيجَ مِنْ تَمَامِ عَمَلِهِ، اِذَا لَا يُؤْمَنْ مِنَ الْفَسَادِ قَبْلَهُ فَصَارَ كَاِخْرَاجِ الْخُبْزِ مِنَ التَّنُورِ ؛ وَلِأَنَّ الْاَجِيرَ هُوَ الَّذِي يَتَوَلَّاهُ عُرْفًا وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِيمَا لَمْ يَنْصَرَفْ عَلَيْهِ .

وَلَا يَبْشُرُ حَنِيفَةَ أَنَّ الْعَمَلَ قَدْ تَمَّ بِالْاِقَامَةِ، وَالتَّشْرِيجُ عَمَلٌ زَائِدٌ كَالنَّقْلِ، اَلَا تَرَى اَنَّهُ يَنْتَفِعُ بِهِ قَبْلَ التَّشْرِيجِ بِالنَّقْلِ اِلَى مَوْضِعِ الْعَمَلِ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْاِقَامَةِ ؛ لِأَنَّهُ طَبَّاخٌ مُنْتَشِرٌ، وَبِخِلَافِ الْخُبْزِ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهِ قَبْلَ الْاِخْرَاجِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دلیمہ کا کھانا پکانے کے لئے کوئی باورچی اجرت پر لیا تو عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کھانے کو پیالوں میں نکالنا بھی اسی باورچی پر لازم ہوگا۔

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی کو کچا ایتھیں بنانے کے لئے اجرت پر رکھا تو جب مزدور ایتھوں کو کھڑا کر دے گا تو وہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اجرت کا حقدار ہوگا۔

جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب تک وہ ایتھوں کو تہہ بہ تہہ کھڑا نہیں کرے گا وہ مزدوری کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ ان کو ترتیب سے رکھنا اس مزدور کی مزدوری میں سے ہے اس لئے کہ اس سے پہلے خراب ہونے سے اطمینان نہیں ہوتا تو یہ تنور سے نکالنے کی مثل ہوگی اور عرف میں بھی مزدور ہی ترتیب سے رکھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور جس چیز میں صراحت نہ ہو اس میں عرف کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ایتھوں کو کھڑا کرنے سے کمبار کا کام مکمل ہو جاتا ہے اور ترتیب سے رکھنا ایک

زانہ کام ہے اس طرح کہ مالک سے اثاثوں کو منتقل کرنا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اثاثوں کو ختم کرنے کے لئے کد اٹرنے سے پہلے کام والی جگہ تک اثاثہ کو منتقل کرنے سے بھی ان اثاثوں سے نفع اٹھایا جاتا ہے یہ خلاف اثبات سے پہلے کے اس لئے کہ اوست سے پہلے وہ پھیلی ہوئی مٹی رہتی ہے روٹی کے خلاف اس لئے کہ تنور سے نکالنے سے پہلے اس سے نفع نہیں اٹھایا جاتا ہے۔

کام کا اثر عین میں موجود ہونے کا بیان

قَالَ : (وَكُلُّ صَائِعٍ لِعَمَلِهِ أَثَرٌ فِي الْعَيْنِ كَالْقَصَّارِ وَالصَّبَّاحِ فَلَهُ أَنْ يَحْبِسَ الْعَيْنَ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الْآجَرَ) لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ وَصِفَ قَائِمٍ فِي الثُّوبِ فَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ لِاسْتِيفَاءِ الْبَدَلِ كَمَا فِي الْمَبِيعِ ، وَلَوْ حَبَسَهُ قَضَاعٌ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي الْحَبْسِ لَبَقِيَ أَمَانَةٌ كَمَا كَانَ عِنْدَهُ ، وَلَا أَجْرَ لَهُ لِهَلَاكِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ . وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : الْعَيْنُ كَانَتْ مَضْمُونَةً قَبْلَ الْحَبْسِ فَكَذَا بَعْدَهُ ، لِكُنْهِ بِالْإِحْيَاءِ إِنْ شَاءَ ضَمْنُهُ قِيمَتَهُ غَيْرَ مَعْمُولٍ وَلَا أَجْرَ لَهُ ، وَإِنْ شَاءَ ضَمْنُهُ مَعْمُولًا وَلَهُ الْآجَرُ ، وَسَيَبِينُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

فرمایا کہ ہر وہ کاری گرجس کے کام کا اثر عین میں موجود ہو جس طرح کہ دھوبی اور رنگ ریز تو کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ عین کو اپنے پاس روک سکتا ہے جب تک کہ وہ پوری اجرت وصول نہ کر لے اس لئے کہ معقود علیہ ایسا وصف ہے جو کپڑے میں موجود ہے لہذا بدل کو وصول کرنے کے لئے اس کو عین کو روکنے کا حق ہو گا جس طرح کہ بیع میں ہوتا ہے اور جب مانع نے اس کو روک لیا اور اس کے قبضہ میں وہ چیز ہلاک ہو گئی تو امام صاحب کے نزدیک صانع پر ضمان نہیں ہو گا اس لئے کہ جس میں وہ متعدی نہیں ہے لہذا حسب سابق وہ چیز اس کے پاس امانت رہ گئی اور اس کو اجرت بھی نہیں دی جائے گی اس لئے کہ معقود علیہ حوالے کرنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ چیز جس سے پہلے مضمون تھی لہذا جس کے بعد بھی مضمون ہی رہے گی لیکن مالک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو صانع کو بغیر کام کئے ہوئے کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے اور اس کو اجرت نہ دے اور اگر چاہے تو استری کردہ اور رنگے ہوئے کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے اور صانع کو اس کے کام کی اجرت دے دے اور ہم اس کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عین میں اثر نہ ہونے والے کاریگروں کا بیان

قَالَ : (وَكُلُّ صَائِعٍ لَيْسَ لِعَمَلِهِ أَثَرٌ فِي الْعَيْنِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَ الْعَيْنَ لِلْآخِرِ كَالْحَمَّالِ وَالْمَلَّاحِ) ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ نَفْسُ الْعَمَلِ وَهُوَ غَيْرُ قَائِمٍ فِي الْعَيْنِ فَلَا يُتَصَوَّرُ حَبْسُهُ فَلَيْسَ لَهُ وَلَا يَتَى الْحَبْسِ وَغَسْلُ الثُّوبِ نَظِيرُ الْحَمْلِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْأَبْقِ حَيْثُ يَكُونُ لِلرَّادَةِ حَقُّ حَبْسِهِ لِاسْتِيفَاءِ الْجُعْلِ ، وَلَا أَثَرُ لِعَمَلِهِ ؛ لِأَنَّهُ كَانَ عَلَى شَرَفِ الْهَلَاكِ وَقَدْ أَحْيَاهُ فَكَانَتْ بَاعُهُ

مِنْهُ فَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ، وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَا مَذْهَبُ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ.

وَقَالَ زُلْفَرُ: لَيْسَ لَهُ حَقُّ الْحَبْسِ فِي الْوَجْهَيْنِ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ التَّسْلِيمُ بِاتِّصَالِ الْمَبِيعِ بِمِلْكِهِ
لَيْسَقُطَ حَقُّ الْحَبْسِ.

وَلَنَا أَنَّ الْإِتِّصَالَ بِالْمَحَلِّ ضَرُورَةٌ إِقَامَةٌ تَسْلِيمِ الْعَمَلِ فَلَمْ يَكُنْ هُوَ رَاضِيًا بِهِ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ
تَسْلِيمٌ فَلَا يَسْقُطُ حَقُّ الْحَبْسِ كَمَا إِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِي بِغَيْرِ رِضَا الْبَائِعِ.

قَالَ: (وَإِذَا شَرَطَ عَلَى الصَّانِعِ أَنْ يَعْمَلَ بِنَفْسِهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَعْمِلَ غَيْرَهُ) لِأَنَّ الْمَعْقُودَ
عَلَيْهِ الْعَمَلُ فِي مَحَلِّ بَعْنِيهِ فَيَسْتَحِقُّ عَيْنَهُ كَالْمَنْفَعَةِ فِي مَحَلِّ بَعْنِيهِ (وَأَنْ أَطْلَقَ لَهُ الْعَمَلُ فَلَهُ
أَنْ يَسْتَأْجِرَ مَنْ يَعْمَلُهُ)؛ لِأَنَّ الْمُسْتَحَقَّ عَمَلٌ فِي ذِمَّتِهِ، وَيُمْكِنُ إِيْفَاؤُهُ بِنَفْسِهِ وَبِالِاسْتِعَانَةِ
بِغَيْرِهِ بِمَنْزِلَةِ إِيْفَاءِ الدَّيْنِ.

فرمایا کہ ہر وہ کاری گرجس کے کام کا اثر عین میں نہ ہو اس کو اجرت وصول کرنے کے لئے عین کو روکنے کا حق نہیں ہے جس طرح کہ قلی اور ملاح اس لئے کہ معقود علیہ نفس عمل ہے اور وہ عین میں موجود نہیں ہے لہذا اس کو روکنے کا تصور بھی نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس کو ولایت جس ہی حاصل نہیں ہے اور کپڑا دھلنا بوجہ اٹھانے کی مثال ہے یہ حکم آبق کے برخلاف ہے پس واپس لانے والے کو محتاتانہ وصول کرنے کے لئے جس کا حق حاصل ہوگا جبکہ راد کے عمل کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اس لئے کہ آبق ہلاکت کے قریب تھا اور راد نے اس کو بچا لیا تو یہ ایسا ہو گیا جیسے راد نے وہ آبق آقا کو بچا اس لئے کہ اس کو جس کا حق حاصل ہوگا یہ جہم نے بیان کیا ہے ہمارے علمائے ثلاثہ کو مذہب ہے۔ جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں صانع کو جس کرنے کا حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ مبیع کے مستاجر کی ملکیت سے متصل ہونے کے سبب تسلیم ثابت ہوگئی لہذا جس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ محل یعنی مستاجر کی ملکیت سے صانع کے کام کا متصل ہونا کام درست کرنے کی ضرورت کے تحت تھا لہذا صانع اس کے تسلیم ہونے پر راضی نہیں ہوگا اور اس کا حق جس ساقط نہیں ہوگا جس طرح کہ جب بیچنے والے کی رضامندی کے بغیر خریدار مبیع پر قبضہ کر لے تو بیچنے والے کو جس کا حق حاصل ہوگا۔

فرمایا کہ جب مستاجر نے یہ شرط لگا دی کہ صانع بذات خود کام کرے گا تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے سے کام کرائے اس لئے کہ معقود علیہ یہ ہے کہ کام معین محل سے ملا ہوا ہو لہذا اس کے عین سے فعل حقدار ہوگا جس طرح کہ معین محل سے منفعت متعلق ہوتی ہے اور جب مستاجر نے اجیر کے لئے کام کو مطلق کر دیا تو مستاجر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کام کرنے والے کو اجرت پر لے کر کام کرا دے اس لئے کہ صانع پر کام پورا کرنا لازم کیا گیا ہے اور صانع کے لئے خود بھی اس کو پورا کرنا ممکن ہے اور دوسرے سے مدد لے کر بھی اس کو پورا کرنا ممکن ہے جس طرح کہ دین کی ادائیگی ہوتی ہے۔

ڈاکیا کے طور پر کسی کو اجرت پر لگانے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَذْهَبَ إِلَى الْبَصْرَةِ لِيَجِيءَ بِعِيَالِهِ فَلَذْهَبَ فَوَجَدَ بَعْضُهُمْ قَدْ مَاتَ فَجَاءَ بِمَنْ بَقِيَ فَلَهُ الْآجُرُ بِحَسَابِهِ) لِأَنَّهُ أَوْفَى بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ لِيَسْتَحِقَّ الْوَضْعَ بِقَدْرِهِ، وَبُرَادُهُ إِذَا كَانُوا مَعْلُومِينَ (وَأَنْ اسْتَأْجَرَهُ لِيَذْهَبَ بِكِتَابِهِ إِلَى فَلَانٍ بِالْبَصْرَةِ وَيَجِيءَ بِجَوَابِهِ فَلَذْهَبَ فَوَجَدَ فَلَانًا مَيِّتًا فَرَدَّهُ فَلَا آجَرَ لَهُ) هَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَهُ الْآجُرُ فِي الذَّهَابِ؛ لِأَنَّهُ أَوْفَى بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَهُوَ قَطْعُ الْمَسَافَةِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْآجَرَ مُقَابِلٌ بِهِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَسَقَّةِ دُونَ حَمْلِ الْكِتَابِ لِخِفَةِ مُؤْنَتِهِ. وَلَهُمَا أَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ نَقْلُ الْكِتَابِ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْمَقْصُودُ أَوْ وَسِيلَةُ إِلَيْهِ وَهُوَ الْعِلْمُ بِمَا فِي الْكِتَابِ وَلَكِنَّ الْحُكْمَ مُعَلَّقٌ بِهِ وَقَدْ نَقَضَهُ فَيَسْقُطُ الْآجُرُ كَمَا فِي الطَّعَامِ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الَّتِي تَلِيَ هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ (وَأَنْ تَرَكَ الْكِتَابَ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ وَعَادَ يَسْتَحِقُّ الْآجَرَ بِالذَّهَابِ بِالْإِجْمَاعِ)؛ لِأَنَّ الْحَمْلَ لَمْ يَنْقُضْ. (وَأَنْ اسْتَأْجَرَهُ لِيَذْهَبَ بِطَعَامٍ إِلَى فَلَانٍ بِالْبَصْرَةِ فَلَذْهَبَ فَوَجَدَ فَلَانًا مَيِّتًا فَرَدَّهُ فَلَا آجَرَ لَهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا)؛ لِأَنَّهُ نَقَضَ تَسْلِيمَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَهُوَ حَمْلُ الطَّعَامِ، بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ هُنَاكَ قَطْعُ الْمَسَافَةِ عَلَى مَا مَرَّ.

جب کسی نے کسی کو بصرہ میں کسی آدمی کے پاس خط لے جانے اور لانے کے لئے اجرت پر رکھا اور مزدور ہو گیا لیکن مکتوب الیہ مرچکا تھا اور اجیر اس خط کو واپس واپس لے آیا تو اس کو اجرت نہیں دی جائے گی یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد فرماتے ہیں کہ اجیر کو جانے کی اجرت ملے گی اس لئے کہ اس نے بعض معقود علیہ کو پورا کر دیا ہے یعنی جانے کی مسافت طے کر لی ہے یہ حکم اس لئے ہے کہ اجرت قطع مسافت ہی کے مقابل ہے اس لئے کہ سفر کرنے میں ہی مشقت ہے اور خط اٹھا کر لے جانے میں تو کوئی مشقت نہیں ہے اس لئے کہ اس کا وزن ہلکا ہوتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ خط کو لانا اور لے جانا ہے اس لئے کہ اجارہ کا مقصد یہی ہے یا مقصود کا وسیلہ ہے اور وہ خط میں لکھی ہوئی باتوں کا علم ہے اور اجرت کے واجب ہونے کا حکم خط لانے اور لے جانے کے متعلق ہے حالانکہ اجیر نے نقل کو ختم کر دیا ہے لہذا اس کی اجرت ساقط ہو جائے گی جس طرح کہ غلہ پہنچانے کے مسئلہ میں ہے اور وہ مسئلہ اس مسئلے کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔

اور جب اجیر اس جگہ خط چھوڑ کر واپس آیا تو وہ بالاتفاق جانے کی اجرت کا حقدار ہوگا اس لئے کہ خط کو لیجانا ختم نہیں ہوا ہے جب کسی آدمی نے کسی کو اجرت پر لیا تا کہ وہ بصرہ میں غلہ پہنچا دے لیکن جب اجیر وہاں گیا تو فلاں مرچکا تھا اور وہ غلہ واپس لے آیا تو اس کو بالاتفاق اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ معقود علیہ یعنی غلہ کو اٹھا کر مقام مقصود تک پہنچانا ختم ہو چکا ہے برخلاف امام محمد کے قول پر کتاب کے مسئلہ میں اس لئے کہ وہاں مسافت طے کرنا معقود علیہ ہے جس طرح کہ گذر چکا ہے۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْإِجَارَةِ وَمَا يَكُونُ خِلَافًا فِيهَا

﴿یہ باب جائز اور مختلف فیہ اجاروں کے بیان میں ہے﴾

جائز اور مختلف فیہ اجارہ کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب اجارہ، اس کی شرائط اور اجرت کا حقدار بننے کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب یہاں سے انہوں نے ان چیزوں کا ذکر شروع کیا ہے جن میں مطلق طور یا مقید طور اجارہ جائز ہے۔ اور اسی طرح ان کاموں کا ذکر کریں گے۔ جن میں مؤجر اور اجیر کے درمیان اختلاف ہوتا ہے اور جن میں اختلاف نہیں ہوتا۔

(عناویہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

گھروں اور دکانوں کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدُّوَرِ وَالْحَوَائِثِ لِلشُّكْنَى وَإِنْ لَمْ يَسِنَ مَا يَعْمَلُ فِيهَا) ؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ الْمُتَعَارَفَ فِيهَا الشُّكْنَى فَيَنْصَرِفُ إِلَيْهِ، وَأَنَّهُ لَا يَتَفَاوَتْ فَصَحَّ الْعَقْدُ (وَلَهُ أَنْ يَعْمَلَ كُلَّ شَيْءٍ لِلْإِطْلَاقِ) (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُسَكِّنُ حَدَاثًا وَلَا قَصَارًا وَلَا طَحْنًا) ؛ لِأَنَّ فِيهِ ضَرَرًا ظَاهِرًا ؛ لِأَنَّهُ يُؤْهِنُ الْبِنَاءَ فَيَتَقَيَّدُ الْعَقْدُ بِمَا وَرَاءَ هَذَا دَلَالَةً.

فرمایا کہ گھروں اور دکانوں کو کرایہ پر لینا جائز ہے اگرچہ اس میں کئے جانے والے کام کی وضاحت نہ کرے اس لئے کہ ان میں رہائش ہی متعارف عمل ہے اس لئے عقد اجارہ کو اسی طرف پھیرا جائے گا اور جس طرح کہ رہائش میں تفاوت نہیں ہوتا اس لئے عقد دسرت ہوگا اور اطلاق عقد کے سبب مستأجر کو اس میں ہر کام کرنے کی اجازت ہوگی لیکن مستأجر اس میں وہاں دھوبی اور آٹا پیسنے والے کو اس میں نہیں بسا سکتا اس لئے کہ اس میں واضح نقصان ہے اس لئے کہ یہ چیزیں عمارت کو کمزور کر دیتی ہیں لہذا دالہ عقد ان کے علاوہ سے مقید ہوگا۔

زراعت کے لئے زمین ٹھیکے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الْأَرْضِ لِلزَّرَاعَةِ) ؛ لِأَنَّهَا مَنْفَعَةٌ مَقْصُودَةٌ مَعَهُرَّةٌ فِيهَا (وَالْمُسْتَأْجِرُ الشَّرْبُ وَالطَّرِيقُ، وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ) لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تُعَقَّدُ لِلْإِنْتِفَاعِ، وَلَا إِنْتِفَاعَ فِي الْحَالِ إِلَّا بِهِمَا فَيَدْخُلَانِ فِي مُطْلَقِ الْعَقْدِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ مِلْكُ الرَّقْعَةِ لَا

الْإِسْفَاعُ فِي الْحَالِ، حَتَّى يَجُوزَ بَيْعُ الْجَحْشِ وَالْأَرْضِ السَّبْخَةِ دُونَ الْإِجَارَةِ فَلَا يَدْخُلَانِ فِيهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ الْحُقُوقِ وَقَدْ مَرَّ فِي الْبُيُوعِ (وَلَا يَصِحُّ الْعَقْدُ حَتَّى يُسَمَّى مَا يَزْرَعُ فِيهَا) ؛ لِأَنَّهَا قَدْ تَسْتَأْجَرُ لِلزَّرَاعَةِ وَلِغَيْرِهَا وَمَا يَزْرَعُ فِيهَا مُتَّفَاقَاتٌ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْيِينِ كَيْ لَا تَقَعَ الْمُنَازَعَةُ (أَوْ يَقُولَ عَلَى أَنْ يَزْرَعَ فِيهَا مَا شَاءَ) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا قَوَّضَ الْخِيَرَةُ إِلَيْهِ ارْتَفَعَتْ الْحَقَائِلُ الْمُفْضِيَةُ إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

فرمایا کہ کھیتی کے لئے زمینوں کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ اس میں بھی منفعت مقصود ہے اور زمین میں معبود بھی ہے اور مستأجر کو پانی اور راستہ ملے گا اگرچہ اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو اس لئے کہ اجارہ نفع کے لئے منعقد کیا جاتا ہے اور پانی اور راستے کے بغیر نفع نہیں ہو سکتا لہذا یہ دونوں مطلق عقد کے تحت داخل ہوں گے بیع کے خلاف اس لئے کہ بیع میں بیع کا مالک بننا مقصود ہوتا ہے نہ کہ اسی وقت نفع کرنا اسی لئے گھوڑے کے چھوٹے بچے اور کھاری زمین کی بیع جائز ہے لیکن ان کا اجارہ جائز نہیں ہے لہذا حقوق بیان کئے بغیر پانی اور راستہ بیع میں شامل نہیں ہوگا اور یہ مسئلہ کتاب البیوع میں گزر چکا ہے۔

اور جب تک زمین میں بوئی جانے والی چیز کو معین نہ کر دیا جائے اس وقت تک عقد درست نہیں ہوگا اس لئے کہ زمین زراعت اور غیر زراعت دونوں چیزوں کے لئے لی جاتی ہے اور اس میں جن چیزوں کی کھیتی کی جاتی ہے وہ متفاوت ہوتی ہیں لہذا بوئی جانے والی چیز کو معین کرنا لازم ہے تاکہ جھگڑانہ ہو یا مالک یہ کہہ دے کہ میں اس زمین کو مطلق دے رہا ہوں اور مستأجر جو چاہے اس میں کھیتی کرے اس لئے کہ جب مالک نے اس کو اختیار دیا ہے تو جو چیز جھگڑے کی طرف لے جانے والی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔

خالی زمین کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ أَنْ يَسْتَأْجَرَ السَّاحَةَ ؛ لِيَسِيَّ فِيهَا أَوْ لِيَغْرِسَ فِيهَا نَخْلًا أَوْ شَجَرًا) ؛ لِأَنَّهَا مَنفَعَةٌ تُقْصَدُ بِالْأَرْضِ (ثُمَّ إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْإِجَارَةِ لَزِمَهُ أَنْ يَقْلَعَ الْبِنَاءَ وَالْغَرْسَ وَيُسْلِمَهَا إِلَيْهِ فَارِغَةً) ؛ لِأَنَّهُ لَا نِهَايَةَ لَهُمَا وَفِي ابْتِقَانِهِمَا إِضْرَارًا بِصَاحِبِ الْأَرْضِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا انْقَضَتْ الْمُدَّةُ وَالزَّرْعُ بَقِيَ حَيْثُ يَتْرَكَ بِأَجْرِ الْمِثْلِ إِلَى زَمَانٍ الْإِذْرَاكِ ؛ لِأَنَّ لَهُ نِهَايَةَ مَعْلُومَةً فَأَمَّا عَيْنُ الْجَانِبَيْنِ .

فرمایا اور یہ بھی جائز ہے کہ کوئی آدمی اس خالی زمین کو کرایہ پر لے تاکہ اس میں عمارت بنائے یا اس میں کھجور کے درخت لگائے یا کوئی اور درخت لگائے اس لئے کہ یہ منفعت بھی زمین میں مقصود ہے پس جب مدت ختم ہو جائے تو مستأجر کے لئے عمارت کو توڑنا اور درختوں کو اکھاڑ کر زمین کو خالی کر کے مالک کے حوالے کرنا لازم ہے اس لئے کہ درخت اور عمارت کی کوئی حد نہیں ہوتی لہذا اس کو باقی رکھنے سے زمین کے مالک کو تکلیف پہنچانا لازم آئے گا۔

اس کے خلاف کہ جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے اور کھیتی سرسبز ہو تو اس کو اجرت مثلی پر کھیتی کے پکٹے تک چھوڑ دیا جائے گا اس

لئے۔ یہی پکنے کی ایک معین مدت ہے اور اس طرح کرنے میں موجر اور مستاجر دونوں کے حق میں رعایت ممکن ہے۔

صاحب زمین کا عوض میں تاوان دینے کا بیان

قَالَ : (إِلَّا أَنْ يَخْتَارَ صَاحِبُ الْأَرْضِ أَنْ يَغْرَمَ لَهُ قِيمَةُ ذَلِكَ مَقْلُوعًا وَيَتَمَلَّكُهُ فَلَهُ ذَلِكَ) وَهَذَا بِرِضَا صَاحِبِ الْغُرْسِ وَالشَّجَرِ، إِلَّا أَنْ تَنْقُصَ الْأَرْضُ بِقَلْعِهِمَا لِحَبْنِهِ يَتَمَلَّكُهُمَا بِغَيْرِ رِضَا. قَالَ : (أَوْ يَرْضَى بِتَرْكِهِ عَلَى حَالِهِ فَيَكُونُ الْبِنَاءُ لِهَذَا وَالْأَرْضُ لِهَذَا) ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ فَلَهُ أَنْ لَا يَسْتَوْفِيَهُ .

قَالَ : (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : إِذَا انْقَضَتْ مُدَّةُ الْإِجَارَةِ، وَفِي الْأَرْضِ رُطْبَةٌ فَإِنَّهَا تُقْلَعُ) ؛ لِأَنَّ الرِّطَابَ لَا نِهَآيَةَ لَهَا فَأَشْبَهَ الشَّجَرَ .

فرمایا کہ جب زمین کا مالک یہ چاہے کہ جس کے درخت ہیں اس کو اکھاڑے ہوئے درخت کی قیمت کا تاوان دے دے اور درخت کا مالک ہو جائے تو اس کو یہ حق ہوگا لیکن درخت اور پودے والے کی رضا مندی سے ہوگا پس جب درخت اکھاڑنے سے زمین کو نقصان پہنچتا ہو تو درخت والے کی مرضی کے بغیر بھی وہ اس کا مالک ہو جائے گا فرمایا کہ یا تو مالک اسی حالت پر عمارت اور درخت کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے تو عمارت والی کی عمارت ہوگی اور زمین والے کو زمین ملے گی اس لئے کہ قلع کا حق اس کو حاصل ہے لہذا اس کو یہ حق ہوگا کہ اپنا حق وصول نہ کرے جامع صغیر میں ہے کہ جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے اور زمین میں درخت وغیرہ کی جڑ ہو تو اس کو اکھاڑ دیا جائے اس لئے کہ جڑوں کی کوئی مدت نہیں ہوتی اور یہ درخت کی طرح ہوگئی۔

سواری کو اجرت پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الدَّوَابِّ لِلرُّكُوبِ وَالْحَمَلِ) ؛ لِأَنَّهُ مَنَفْعَةٌ مَعْلُومَةٌ مَعْهُودَةٌ (فَإِنْ أَطْلَقَ الرُّكُوبَ جَازَ لَهُ أَنْ يُرِكَبَ مِنْ شَاءَ) عَمَلًا بِالْإِطْلَاقِ .

وَلَكِنْ إِذَا رَكِبَ بِنَفْسِهِ أَوْ أَرْكَبَ وَاحِدًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يُرِكَبَ غَيْرُهُ ؛ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ مُرَادًا مِنَ الْأَصْلِ، وَالنَّاسُ يَتَفَاوَتُونَ فِي الرُّكُوبِ فَصَارَ كَأَنَّهُ نَصٌّ عَلَى رُكُوبِهِ (وَكَذَلِكَ إِذَا اسْتَأْجَرَ ثَوْبًا لِبَسٍ وَأُطْلِقَ جَازَ فِيمَا ذَكَرْنَا) لِإِطْلَاقِ اللَّفْظِ وَتَفَاوُتِ النَّاسِ فِي اللَّبَسِ (وَأِنْ قَالَ : عَلَى أَنْ يُرَكَّبَهَا فَلَانَ أَوْ يَلْبَسَ الثَّوْبَ فَلَانَ فَارَكَّبَهَا غَيْرُهُ أَوْ أَلْبَسَهُ غَيْرُهُ فَقَطْبَ كَانَ ضَامِنًا) ؛ لِأَنَّ النَّاسَ يَتَفَاوَتُونَ فِي الرُّكُوبِ وَاللَّبَسِ فَصَحَّ التَّعْيِينُ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَعَدَّاهُ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ لِمَا ذَكَرْنَا .

فَأَمَّا الْعَقَارُ وَمَا لَا يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمُسْتَعْمِلِ إِذَا شَرَطَ سُكْنَى وَاحِدٍ فَلَهُ أَنْ يُسْكِنَ غَيْرَهُ ؛

لَا تُنْفِصِلُ غَيْرُ مُفِيدٍ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ الَّذِي يَضُرُّ بِالْبِنَاءِ، وَالَّذِي يَضُرُّ بِالْبِنَاءِ خَارِجٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا.

فرمایا کہ سوار ہونے اور بوجھ لادنے کے لئے سواری کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک چیز معلوم اور معبود منفعت ہے اور جب مالک مطلق رکوب کے لئے اجازت دے دے تو مستأجر کیلئے جائز ہے کہ اطلاق پر عمل کرتے ہوئے جس کو چاہے سوار کرائے لیکن جب وہ خود سوار ہو گیا یا کسی دوسرے کو سوار کر دیا تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسے کو سوار کرانے اس لئے کہ اس کا خود سوار ہونا یا کسی دوسرے ایک کو سوار کرنا اصل سے مقصود بن کر معین ہو گیا اور سوار ہونے میں لوگوں کی حالت مختلف ہے تو مستأجر کا یہ فعل اس طرح ہو گیا جیسے اس نے ابتداء ہی سے اپنے سوار ہونے کی صراحت کر دی اسی طرح جب کسی آدمی نے کپڑا پہننے کے لئے اجرت پر لیا اور اس کو مطلق رکھا تو اس صورت میں بھی اس کو خود پہننے اور دوسرے کو پہنانے کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ لفظ مطلق ہے اور پہننے میں لوگ مختلف ہیں۔

اور جب اس شرط پر سواری لی کہ اس پر فلاں آدمی سوار ہوگا یا فلاں آدمی کپڑا پہنے گا لیکن اس نے کسی دوسرے آدمی کو اس پر سوار کر دیا یا وہ کپڑا کسی دوسرے آدمی کو پہنا دیا اور وہ دابہ یا کپڑا ہلاک ہو گیا تو مستأجر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ سوار ہونے اور پہننے میں لوگوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں لہذا رکاب اور لابس کی تعین درست ہے لیکن تعین کے بعد مستأجر کو اس سے تجاوز کرنے کا حق نہیں ہوگا یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو استعمال کرنے والے کے استعمال سے بدل جائے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے۔ پس زمین اور ہر وہ چیز جو استعمال کرنے والے کے استعمال سے نہ بدلے اس میں جب کسی خاص آدمی کی رہائش کو مشروط کر دے تو مستأجر کو یہ حق ہوگا کہ دوسرے کو اس میں رہائش کی اجازت دے دے اس لئے کہ یہاں پر تنقید بے فائدہ ہے اس لئے کہ رہائش میں فرق نہیں ہوتا اور جو چیز عمارت کے لئے نقصان دے ہو وہ اس حکم سے خارج ہے جس طرح ہم اس کو بیان کرتے ہیں۔

خاص قسم کی سواری پر بوجھ لادنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ سَمِيَ نَوْعًا وَقَدَّرَ مَعْلُومًا يَحْمِلُهُ عَلَى الدَّابَّةِ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ خُمْسَةُ أَقْفَازٍ حِطَّةٍ فَلَهُ أَنْ يَحْمِلَ مَا هُوَ مِثْلُ الْحِطَّةِ فِي الضَّرَرِ أَوْ أَقْلُ كَالشَّعِيرِ وَالسَّمِيمِ) ؛ لِأَنَّهُ دَخَلَ تَحْتَ الْإِذْنِ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ، أَوْ لِكُونِهِ خَيْرًا مِنَ الْأَوَّلِ (وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْمِلَ مَا هُوَ أَضَرُّ مِنَ الْحِطَّةِ كَالْمِلْحِ وَالْحَدِيدِ) لِإِعْدَامِ الرِّضَا فِيهِ (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا قُطْنًا سَمَاءً فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا مِثْلَ وَزْنِهِ حَدِيدًا) ؛ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَكُونُ أَضَرَّ بِالدَّابَّةِ فَإِنَّ الْحَدِيدَ يَجْتَمِعُ فِي مَوْضِعٍ مِنْ ظَهْرِهَا وَالْقُطْنُ يَبْسُطُ عَلَى ظَهْرِهَا.

فرمایا کہ جب مستأجر نے کسی خاص قسم کا اور معین مقدار میں دابہ پر سامان لادنے کی تعین کر دی مثلاً یہ کہا کہ میں اس پر پانچ بوری گندم لادوں گا تو اس کو اس پر ہر وہ چیز لادنے کا حق ہوگا جو بوجھ اور وزن میں گندم کی مثل ہو یا اس سے کم وزن

کی ہو جیسا کہ جوار تل اس لئے کہ تفاوت نہ ہونے کے سبب یہ چیزیں اجازت میں داخل ہیں یا اس وجہ سے داخل ہیں کہ یہ خطہ سے بہتر ہیں اور مستأجر کو یہ حق نہیں ہے کہ اس پر گندم سے زیادہ وزنی چیز لادے جیسا کہ لوہا اس لئے کہ موجر اس سے راضی نہیں ہوگا۔

جب کسی آدمی نے محدود اور معین کردہ روئی لادنے کے لئے کوئی سواری اجرت پر لی تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ اتنے وزن کا اس پر لوہا لادے اس لئے کہ کبھی لوہا جانور کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اس لئے کہ لوہا جانور کی پشت پر ایک ہی جگہ جمع رہتا ہے جب کہ روئی اس کی پشت پر پھیل جاتی ہے۔

سواری کرائے دار کا ردیف بنانے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَرْكَبَهَا فَأَرَدَفَ مَعَهُ رَجُلًا فَقَطَبْتُ ضِمْنِ نِصْفِ قِيَمَتِهَا وَلَا مُعْتَبَرٍ بِالثَّقَلِ) ؛ لِأَنَّ الدَّابَّةَ قَدْ يَغْفِرُهَا جَهْلُ الرَّائِكِ الْخَفِيفِ وَيَخَفُّ عَلَيْهَا رُكُوبُ الثَّقِيلِ لِعِلْمِهِ بِالْفُرُوسِيَّةِ، وَلِأَنَّ الْأَدِمَى غَيْرُ مَوْزُونٍ فَلَا يُمْكِنُ مَعْرِفَةُ الْوِزْنِ فَاعْتَبِرَ عَدَدُ الرَّائِكِ كَعَدَدِ الْجُنَاحَةِ فِي الْجُنَايَاتِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے سوار ہونے کے لئے کرایہ پر جانور لیا اور اپنے ساتھ کسی کو ردیف بنا لیا پس وہ دابہ ہلاک ہو گیا تو مستأجر آدمی قیمت کا ضامن ہوگا اور وزن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ کبھی کم وزن والے سوار کی نادانی بھی دابہ کو گھائل کر دیتی ہے جبکہ سوار ہونے کے طریقہ سے بھاری وزن والے آدمی کے سوار ہونے سے بھی جانور کو آرام پہنچتا ہے اور اس لئے کہ آدمی سے اس کے وزن کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اس کے وزن کو جاننا ممکن نہیں ہوتا لہذا راکب کی تعداد کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح کہ جنایت میں مجرموں کی تعداد کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

سواری پر معین مقدار کے مطابق بوجھ لادنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا مِقْدَارًا مِنَ الْحِطَّةِ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْهُ فَقَطَبْتُ ضِمْنَ مَا زَادَ الثَّقَلُ) ؛ لِأَنَّهَا عَطِبَتْ بِمَا هُوَ مَأْذُونٌ فِيهِ وَمَا هُوَ غَيْرُ مَأْذُونٍ فِيهِ وَالسَّبَبُ الثَّقَلُ فَانْقَسَمَ عَلَيْهِمَا (أَلَا إِذَا كَانَ حَمْلًا لَا يُطِيقُهُ مِثْلُ تِلْكَ الدَّابَّةِ فَحِينَئِذٍ يَضْمَنُ كُلَّ قِيَمَتِهَا) لِعَدَمِ الْإِذْنِ فِيهَا أَصْلًا لِخُرُوجِهِ عَنِ الْعَادَةِ .

جب سواری اس لئے کرایہ پر لی کہ اس پر اتنی مقدار میں گندم لادے گا لیکن مستأجر نے معین کردہ مقدار سے زیادہ گندم لادی اور جانور ہلاک ہو گیا تو مستأجر زیادہ لادے ہوئے کا ضامن ہوگا اس لئے کہ دابہ مآذون اور غیر مآذون دونوں بوجھوں سے ہلاک ہوا ہے اور ہلاکت کا سبب ثقل ہے لہذا ضمان دونوں پر تقسیم ہوگا لیکن جب اتنا بوجھ لاد دیا کہ جس کو دابہ اٹھائی نہیں سکتا تو اس صورت میں مستأجر دابہ کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اس میں اجازت معدوم ہے اس لئے کہ یہ حمل صرف

اور عادت سے خارج ہے۔

مستأجر کا زور سے سواری کی لگام کھینچنے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ كَسَحَ الذَّائِبَةُ بِلِجَامِهَا أَوْ ضَرَبَهَا فَعَطِبَتْ ضَمِنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ : لَا يَضْمَرُ إِذَا فَعَلَ فِعْلًا مُتَعَارَفًا) ؛ لِأَنَّ الْمُتَعَارَفَ مِمَّا يَدْخُلُ تَحْتَ مُطْلَقِ الْعَقْدِ فَكَانَ حَاصِلًا بِإِذْنِهِ فَلَا يَضْمَنُهُ ، وَلَا بِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِذْنَ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ إِذْ يَتَحَقَّقُ الشَّوْقُ بِذَوْنِهِ ، وَإِنَّمَا هُمَا لِلْمُبَالَغَةِ فَيَتَقَيَّدُ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ كَالْمُرُورِ فِي الطَّرِيقِ .

جب مستأجر نے زور سے دابہ کی لگام کھینچی یا اس کو مارا اور وہ ہلاک ہو گیا تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستأجر اس کا ضامن ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ جب اس نے عام دستور کے مطابق ایسا کیا ہو تو وہ ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ متعارف کام مطلق عقد کے تحت داخل ہوتا ہے لہذا وہ کام مالک کی اجازت سے ہوا ہوگا اس لئے مستأجر ضامن نہیں ہوگا۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اجازت وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوتی ہے اس لئے کہ کج اور ضرب کے بغیر بھی سواری کو چلانا ممکن ہے اور یہ دونوں کام تو تیز چلانے کے لئے ہوتے ہیں لہذا یہ وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوں گے جس طرح کہ راستہ میں چلنا وصف سلامتی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔

حیرہ کے لئے سواری لے کر قادیسیہ جانے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا إِلَى الْحِيرَةِ فَجَاوَزَ بِهَا إِلَى الْقَادِيسِيَّةِ ثُمَّ رَدَّهَا إِلَى الْحِيرَةِ ثُمَّ نَفَقَتْ فَهُوَ ضَامِنٌ ، وَكَذَلِكَ الْعَارِيَّةُ) وَقِيلَ تَأْوِيلُ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ إِذَا اسْتَأْجَرَهَا ذَاهِبًا لَا جَائِيًا ؛ لِيَنْتَهِيَ الْعَقْدُ بِالْوُضُوءِ إِلَى الْحِيرَةِ فَلَا يَصِيرُ بِالْعَوْدِ مَرْدُودًا إِلَى يَدِ الْمَالِكِ مَعْنَى . وَأَمَّا إِذَا اسْتَأْجَرَهَا ذَاهِبًا وَجَائِيًا فَيَكُونُ بِمَنْزِلَةِ الْمُودَعِ إِذَا خَالَفَ ثُمَّ عَادَ إِلَى الْوِفَاقِ . وَقِيلَ لَا ، بَلِ الْجَوَابُ مُحَرَّرٌ عَلَى الْإِطْلَاقِ .

وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمُودَعَ بِأُمُورٍ بِالْحِفْظِ مَقْصُودًا فَبَقِيَ الْأَمْرُ بِالْحِفْظِ بَعْدَ الْعَوْدِ إِلَى الْوِفَاقِ فَجَبَّيْلَ الرَّدِّ إِلَى يَدِ نَائِبِ الْمَالِكِ ، وَفِي الْإِجَارَةِ وَالْعَارِيَّةِ يَصِيرُ الْحِفْظُ مَأْمُورًا بِهِ تَبَعًا لِلاِسْتِعْمَالِ لَا مَقْصُودًا ، فَإِذَا انْقَطَعَ الْإِسْتِعْمَالُ لَمْ يَبْقَ هُوَ نَائِبًا فَلَا يَبْرَأُ بِالْعَوْدِ وَهَذَا أَصَحُّ .

اور جب کسی نے حیرہ جانے کے لئے سواری اجرت پر لی ہو لیکن وہ اس کو لے کر قادیسیہ تک چلا گیا پھر حیرہ واپس آیا اور وہ سواری ہلاک ہو گئی تو مستأجر ضامن ہوگا یہی حکم عاریت کا بھی ہے ایک قول یہ ہے کہ اس مسئلے میں تاویل یہ ہے کہ جب مستأجر

نے جانے کے لئے سواری لی ہو اور آنے کے لئے نہ لی ہوتا کہ مقام حیرۃ تک پہنچتے ہی عقد ختم ہو جائے لہذا وہ حیرۃ واپس آنے سے وہ بطور معنی مالک کو سواری واپس کرنے والا نہیں ہوگا اور جب اس نے جانے اور آنے دونوں کاموں کے لئے سواری لی ہو تو وہ اس مودع کے حکم میں ہوگا جو مودع کے حکم کی مخالفت کر کے موافقت کر لے ایک تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم مطلق ہے۔

اور ودیت اور اجارہ میں فرق یہ ہے کہ مودع بالقصد حفاظت پر مامور ہوتا ہے لہذا مودع کی موافقت کر لینے کے بعد امر بہ حفاظت اسی حال پر باقی رہے گا اور مالک کے نائب کو واپس کرنا حاصل ہو گیا اس کے برخلاف اجارہ اور عاریت میں حفاظت کا مامور بہ ہونا استعمال کے تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے اور استعمال کے ختم ہونے کے بعد مستأجر مالک کا نائب نہیں رہتا اس لئے واپس ہونے سے وہ ضمان سے بری نہیں ہوگا یہی زیادہ درست ہے۔

زین کے ساتھ حمار کو کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ أَكْتَرَى حِمَارًا بِسَرْجٍ فَتَزَعَ السَّرْجَ وَأَسْرَجَهُ بِسَرْجٍ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُمَاطِلُ الْأَوَّلَ تَنَاوَلَهُ إِذْنُ الْمَالِكِ، إِذَا لَا فَايْدَةَ فِي التَّقْيِيدِ بغيرِهِ إِلَّا إِذَا كَانَ زَائِدًا عَلَيْهِ فِي الْوِزْنِ لِحَبْنِهِ يَضْمَنُ الزِّيَادَةَ (وَأِنْ كَانَ لَا يُسَرْجُ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ ضَمِنَ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَنَاوَلْهُ إِلَّا إِذْنُ مَنْ جَهَنَّهُ فَصَارَ مُخَالَفًا (وَأِنْ أَوْكَفَهُ بِكَافٍ لَا يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ يَضْمَنُ) لِمَا قُلْنَا فِي السَّرْجِ، وَهَذَا أَوْلَى (وَأِنْ أَوْكَفَهُ بِكَافٍ يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ يَضْمَنُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يَضْمَنُ بِحَسَابِهِ) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُوكَفُ بِمِثْلِهِ الْحُمْرُ كَانَ هُوَ وَالسَّرْجُ سَوَاءً فَيَكُونُ الْمَالِكُ رَاضِيًا بِهِ، إِلَّا إِذَا كَانَ زَائِدًا عَلَى السَّرْجِ فِي الْوِزْنِ فَيَضْمَنُ الزِّيَادَةَ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِالزِّيَادَةِ فَصَارَ كَالزِّيَادَةِ فِي الْحَمْلِ الْمُسَمَّى إِذَا كَانَ مِنْ جِسْمٍ وَلَا بِسَبَبِ حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْ الْإِكَافَ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ السَّرْجِ ؛ لِأَنَّهُ لِلْحَمْلِ، وَالسَّرْجُ لِلرُّكُوبِ، وَكَذَا يُنَبِّسُ أَحَدُهُمَا عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ مَا لَا يُنَبِّسُ عَلَيْهِ الْآخَرُ فَكَانَ مُخَالَفًا كَمَا إِذَا حَمَلَ الْحَدِيدَ وَقَدْ شَرَطَ لَهُ الْحِنَظَةَ.

جب کسی آدمی نے زین کے ساتھ ہی کوئی گدھا کرایہ پر لیا اور اس زین کو اتار کر ایسی زین لگا دی جو گدھوں پر لگائی جاتی ہے تو مستأجر پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ جب دوسری زین بھی پہلی کی طرح ہے تو اس کو بھی مالک کی اجازت شامل ہوگی اس لئے کہ اس زین کے علاوہ کو مقید کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن جب دوسرے زین پہلی زین سے زیادہ وزنی ہو تو مستأجر اس کا ضامن ہوگا اور جب اس دوسری جیسی گدھوں کو نہ پہنائی جاتی ہو تو مستأجر ضامن ہوگا اس لئے کہ اس کو مالک کی اجازت شامل نہیں ہے لہذا مستأجر مالک کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہو گیا جب مستأجر نے گدھے پر ایسا پالان باندھ دیا کہ جس طرح گدھوں پر نہیں باندھا جاتا تو مستأجر اس کا ضامن ہوگا اس دلیل کے سبب جو ہم نے زین کے سلسلہ میں بیان کی ہے اور یہ افضل ہے۔

اور جب مستأجر نے گدھے پر ایسا پالان باندھ دیا کہ جس طرح گدھوں پر باندھا جاتا ہے تو حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستأجر ضامن ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ زیادتی کے حساب سے ضامن ہوگا اس لئے کہ جب اس طرح کا پالان گدھوں پر باندھا جاتا ہے تو وہ اور زین برابر ہوں گے اور مالک اس سے راضی ہوگا مگر یہ کہ پالان زین سے زیادہ وزنی ہو تو مستأجر زیادتی کا ضامن ہوگا اس لئے کہ مالک راضی نہیں ہے وہ معین کردہ بوجھ میں زیادتی کی طرح ہو گیا جب وہ زیادتی اسی جنس سے ہو۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ پالان زین کی جنس سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کو بوجھ لادنے کے لئے لایا جاتا ہے اور زین کو سوار ہونے کے لئے لگایا جاتا ہے نیز پالان داہ کی پشت پر اتنا پھیلاتا ہے جتنا زین نہیں پھیلتی لہذا مستأجر موجر کا مخالف ہوگا جس طرح کہ جب کوئی آدمی گندم لادنے کی شرط لگانے کے بعد اس پر لوہا لاد دیتا ہے۔

سامان کے لئے کرائے پر گاڑی لینے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَ حِمْلًا لِيَحْمِلَ لَهُ طَعَامًا فِي طَرِيقِ كَذَا فَاتَّخَذَ فِي طَرِيقِ غَيْرِهِ يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَهَلَّكَ الْمَتَاعُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْآجُرُ) وَهَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الطَّرِيقَيْنِ تَفَاوُثٌ ؛ لِأَنَّ عِنْدَ ذَلِكَ التَّقْيِيدِ غَيْرُ مُفِيدٍ، أَمَّا إِذَا كَانَ تَفَاوُثٌ يَضْمَنُ لِصِحَّةِ التَّقْيِيدِ فَإِنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ إِلَّا أَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ التَّفَاوُثِ إِذَا كَانَ طَرِيقًا يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَلَمْ يُفْصَلْ (وَإِنْ كَانَ طَرِيقًا لَا يَسْلُكُهُ النَّاسُ فَهَلَّكَ ضَمِنْ) ؛ لِأَنَّهُ صَحَّ التَّقْيِيدُ لِمُخَالَفَةِ (وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْآجُرُ) ؛ لِأَنَّهُ ارْتَفَعَ الْخِلَافُ مَعْنَى، وَإِنْ بَقِيَ حُورَةً.

قَالَ : (وَإِنْ حَمَلَهُ فِي الْبَحْرِ فِيمَا يَحْمِلُهُ النَّاسُ فِي الْبَرِّ ضَمِنْ) لِفُحْشِ التَّفَاوُثِ بَيْنَ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (وَإِنْ بَلَغَ فَلَهُ الْآجُرُ) لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَارْتِفَاعِ الْخِلَافِ مَعْنَى.

جب کسی آدمی نے حمال کرایہ پر لیا تاکہ وہ فلاں راستے سے اس کا سامان پہنچا دے گا لیکن حمال اس راستے کے علاوہ دوسرے راستے سے سامان لے گیا اور لوگ اس راستے پر چلتے ہوں پھر وہ سامان ہلاک ہو گیا تو حمال پر سامان واجب نہیں ہوگا اور جب سامان اس جگہ پہنچ گیا تو حمال کو اجرت دی جائے گی یہ حکم اس صورت میں ہے جب دونوں راستوں میں فرق نہ ہو اس لئے کہ اس صورت میں کسی راستے کو مقید کرنا فائدہ مند نہیں ہوتا اور جب دونوں راستوں میں فرق ہو تو راستہ بدلنے کے سبب حمال اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اب تقیید درست اور فائدہ مند ہے۔

لیکن جب اس راستے سے لوگ آمد و رفت کرتے ہوں تو ظاہر قول یہی ہے کہ دونوں راستوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا اسی لئے ماتن نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی ہے اور جب اس راستے میں لوگوں کی آمد و رفت منقطع ہو اور سامان ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں حمال ضامن ہوگا اس لئے کہ راستے کی تقیید درست ہے اور تبدیلی کے سبب حمال نے مالک کی مخالفت کی ہے اور اب

سامان دوسرے راستے سے منزل تک پہنچ گیا تو شمال کو جارت دی جائے گی اس لئے کہ معنوی طور پر اختلاف ختم ہو گیا ہے۔
سورت باقی ہے۔

اور جب جمال سامان کو دریائی راستے سے لے گیا جب کہ لوگ اس کو خشکی کے راستے سے لے جاتے ہیں تو شمال اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ خشکی اور تری میں بہت زیادہ تفاوت ہے پھر بھی جب وہ سامان اپنی منزل تک پہنچ جائے تو شمال کو مزدوری دی جائے گی اس لئے کہ مستأجر کا مقصد حاصل ہو گیا ہے اور معنوی طور پر اختلاف ختم ہو گیا ہے۔

گندم کے لئے زمین اجرت پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا ، لِيَزْرَعَهَا حِنْطَةً فَزَرَعَهَا رُطْبَةً ضَمِنَ مَا نَقَصَهَا) لِأَنَّ الرُّطَابَ أَضْرُّ بِالأَرْضِ مِنَ الْحِنْطَةِ لِانْتِشَارِ عُرُوقِهَا فِيهَا وَكَثْرَةِ أَهْجَةِ إِلَى سَفْيِهَا فَكَانَ خِلَافًا إِلَى شَرْطِ قَبْضِ مَا نَقَصَهَا (وَلَا أَجْرَ لَهُ) ؛ لِأَنَّهُ غَاصِبٌ لِلأَرْضِ عَلَى مَا قَرَّرْنَاهُ .

جب کسی آدمی نے گندم کی فصل کے لئے زمین کرایہ پر لی اور اس نے اس زمین میں کھیرے یا گکڑی یا بن یا بیج دی تو اس زمین کا جو نقصان ہوگا مستأجر اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ گندم کی نسبت رطاب زمین کو زیادہ نقصان دہ ہے اس لئے کہ ان کی جڑیں زیادہ پھیل جاتی ہیں اور ان کو سینچنے کی زیادہ حاجت پڑتی ہے اس لئے یہ نقصان وہ چیز سے مخالفت کی گئی ہے ہذا مستأجر نقصان کا ضامن ہوگا اور نہ ہی اس کے لئے اجرت ہوگی کیونکہ مستأجر زمین کا غاصب ہو گیا ہے جس طرح کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

درزی کو سینے کے لئے کپڑا دینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ دَفَعَ إِلَى خِيَّاطٍ ثَوْبًا لِيَخِيطَهُ قَمِيصًا بِدِرْهَمٍ فَخَاطَهُ قَبَاءً ، فَإِذَا شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَةَ الثَّوْبِ ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْقَبَاءَ وَأَعْطَاهُ أَجْرَ مِثْلِهِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ دِرْهَمًا) قِيلَ : مَعْنَاهُ الْقَرِطْفُ الَّذِي هُوَ ذُو طَاقٍ وَاحِدٍ ؛ لِأَنَّهُ يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْقَمِيصِ ، وَقِيلَ هُوَ مُجَرَّى عَلَى إِطْلَاقِهِ ؛ لِأَنَّهُمَا يَتَقَارَبَانِ فِي الْمَنْفَعَةِ . وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يُضَمَّنُهُ مِنْ غَيْرِ خِيَّارٍ ؛ لِأَنَّ الْقَبَاءَ خِلَافٌ جِنْسِ الْقَمِيصِ . وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ قَمِيصٌ مِنْ وَجْهِ ؛ لِأَنَّهُ يُشَدُّ وَسَطُهُ ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ يَكُونُ مُخَالِفًا ؛ لِأَنَّ الْقَمِيصَ لَا يُشَدُّ وَيُسْتَفَعُ بِهِ انْتِفَاعُ الْقَمِيصِ فَجَاءَتْهُ الْمُوَافَقَةُ وَالْمُخَالَفَةُ قَمِيمِلٌ إِلَى آتِي الْجِهَتَيْنِ شَاءَ ، إِلَّا أَنَّهُ يَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ لِقُصُورِ جِهَةِ الْمُوَافَقَةِ ، وَلَا يُجَاوِزُ بِهِ الدِّرْهَمَ الْمُسَمَّى كَمَا هُوَ الْحُكْمُ فِي سَائِرِ الْإِجَارَاتِ الْفَاسِدَةِ عَلَى مَا سَبَقَ فِي تَابِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

جب کسی آدمی نے درزی کو کپڑا دیا کہ وہ اس کپڑے سے ایک درہم کے بدلے اس کی قمیص بن دے اور درزی نے

اس پکڑے کا قبا نہ دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو اس درزی سے اتنے کپڑے کی ضمان لے لے یا اس سے قبا لے لے اور اس کو مثلی اجرت دے دے لیکن ایک درہم سے زیادہ نہ دے ایک قول یہ ہے کہ قبا سے وہ کریم مراد ہوتا ہے جس کی ایک تہہ دوتی ہے اس لئے کہ اس کی قبا کی طرح استعمال کیا جاتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ قبا اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے اس لئے کہ قبا اور کریم دونوں منفعت میں قریب ہیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مالک کو ضمان لینے کے علاوہ دوسرا اختیار نہیں ہوگا اور اس لئے کہ قبا قیص کی جنس کے مخالف ہے ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ قبا بھی من وجہ قیص ہی ہے اس لئے کہ اس کو درمیان میں باندھا جاتا ہے اور اس سے بھی قیص کی طرح فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو موافقت اور مخالفت دونوں چیزیں پائی گئی ہیں لہذا مالک کو دونوں طرف میں سے ایک جانب کی طرف مائل ہونے کا اختیار ہوگا لیکن اس پر اجرت مثلی ہی واجب ہوگی اس لئے کہ موافقت کی جانب میں کمی ہے اور یہ اجرت معین کردہ مقدار سے تجاوز نہیں کرے گی جس طرح کہ اجارات قاسدہ کا حکم ہے جس کو ہم انشاء اللہ اس کے باب میں بیان کریں گے۔

درزی سے قبا سلوانے کا بیان

وَلَوْ خَاطَهُ سَرَاوِيلَ وَلَقَدْ أَمَرَ بِالْقَبَاءِ قَبْلَ يَضْمَنُ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ لِلتَّفَاوُتِ فِي الْمَنْفَعَةِ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يُخَيَّرُ لِاتِّحَادٍ فِي أَصْلِ الْمَنْفَعَةِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا أُمِرَ بِضَرْبِ طَسْتٍ مِنْ شَبَةِ لَضَرْبٍ مِنْهُ كُوزًا، فَإِنَّهُ يُخَيَّرُ كَذَا هَذَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اور جب مالک نے درزی کو قبا سینے کا حکم دیا اور اس نے پا جامہ سی دیا تو اس میں ایک قول یہ ہے کہ مالک اس کو اختیار کے بغیر ہی اس کا ضامن بنائے گا اس لئے کہ منفعت میں تفاوت ہے لیکن زیادہ درست یہ ہے کہ اس کو اختیار دیا جائے گا اس لئے کہ اصل منفعت میں اتحاد ہے یہ اس طرح ہو گیا کہ جب کسی آدمی نے کاری کر کو تانبے کی طشت بنانے کا حکم دیا اور اس نے اس کا پیالہ بنا دیا تو اس صورت میں بھی مالک کو اختیار دیا جائے گا۔

بَابُ الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ

﴿یہ باب اجارہ فاسدہ کے بیان میں ہے﴾

باب اجارہ فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے اجارہ کی صحیح اقسام اور ان کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے اجارہ فاسد کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح نماز و روزہ و حج وغیرہ دیگر احکام شریعہ میں بھی حکم فساد عبادت کو مشروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے۔ جبکہ صحت تقدم یہ اس کا اصلی مقام و مرتبہ ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچانے والی ہے جبکہ فاسد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بننے والا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

اجارہ فاسد کے حکم کا بیان

اجارہ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ اس استعمال کرنے پر اجرت مثل لازم ہوگی اور اس میں تین صورتیں ہیں اگر اجرت مقرر ہی نہیں ہوئی یا جو مقرر ہوئی معلوم نہیں ان دونوں صورتوں میں جو کچھ اجرت مثل ہو دینی ہوگی اور اگر اجرت مقرر ہوئی اور وہ معلوم بھی ہے تو اجرت مثل اسی وقت دی جائے گی جب وہ مقرر سے زیادہ نہ ہو اور اگر مقرر سے اجرت مثل زائد ہے تو جو مقرر ہے وہی دی جائے گی اُس سے زیادہ نہیں دی جائے گی۔ (بحر الرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

اجارہ فاسدہ کی شرائط بیع فاسدہ کی شرائط کی طرح ہیں

قَالَ : (الْإِجَارَةُ تُفْسِدُهَا الشُّرُوطُ كَمَا تُفْسِدُ الْبَيْعُ) ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ، أَلَّا تَرَى أَنَّهُ عَقْدٌ يُقَالُ وَيُفْسَخُ (وَالْوَاجِبُ فِي الْإِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ أَجْرُ الْمِثْلِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ الْمُسَمَّى) وَقَالَ زُفَرٌ وَالشَّافِعِيُّ : يَجِبُ بِالْعَامَا مَا بَلَغَ اعْتِبَارًا بِبَيْعِ الْأَعْيَانِ .

وَلَنَا أَنَّ الْمَنَافِعَ لَا تَقُومُ بِنَفْسِهَا بَلْ بِالْعَقْدِ لِحَاجَةِ النَّاسِ فَيَكْتَفَى بِالضَّرُورَةِ فِي الصَّحِيحِ مِنْهَا، إِلَّا أَنَّ الْفَاسِدَ تَبِعَ لَهُ، وَيُعْتَبَرُ مَا يُجْعَلُ بَدَلًا فِي الصَّحِيحِ عَادَةً، لِكَيْهِمَا إِذَا اتَّفَقَا عَلَى مِقْدَارٍ فِي الْفَاسِدِ فَقَدْ أَسْقَطَا الزِّيَادَةَ، وَإِذَا نَقَصَ أَجْرُ الْمِثْلِ لَمْ يَجِبْ زِيَادَةُ الْمُسَمَّى لِفَسَادِ

التَّسْمِيَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ مُتَقَرِّمَةٌ فِي نَفْسِهَا وَهِيَ الْمَوْجِبُ الْأَصْلِيُّ، فَإِنْ ضَعُفَتِ
التَّسْمِيَةُ انْتَقَلَ عَنْهُ وَإِلَّا فَلَا.

فرمایہ تقاضہ عقد کی مخالف شرائط اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں جس طرح بیع کو فاسد کر دیتی ہیں اس لئے کہ اجارہ بیع کے
علم میں ہوتا ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اجارہ کا بھی اقالہ ہوتا ہے اور اس کو بھی فسخ کیا جاتا ہے اور اجارہ فاسدہ میں مثلی اجرت
ہوتی ہے لیکن اس کو معین کردہ اجرت سے زیادہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو بھی اعیان کی بیع پر قیاس کرتے ہوئے اس کی ہر امکانی
اجرت واجب ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع بذات خود مقوم نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی حاجت کے پیش نظر عقد کے سبب مقوم ہوتا ہے لہذا
ضرورت کے تحت اجارہ کے عقد کے درست ہونے پر قیاس کر لیا جائے گا لیکن اجارہ فاسدہ صحیح کے تابع ہے لہذا اجارہ صحیح میں جس
چیز کو عادت اور عموم کے طور پر بدل قرار دیا جاتا ہے اس کو اجارہ فاسدہ میں بدل مان لیا جاتا ہے لیکن جب اجارہ فاسدہ میں عاقدین
کسی مقدار پر متفق ہو گئے تو انہوں نے زیادتی کو ساقط کر دیا اور جب اجرت مثلی مقدار معین سے کم ہو تو مقدار معین سے زیادہ اجرت
واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ طے کرنا فاسد ہو چکا ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ عین بذات خود مقوم ہے اور اس کا مقوم ہونا ہی
موجب اصلی ہے اب اگر بیع میں تسمیہ درست ہو تو موجب اصلی سے تسمیہ کی طرف منتقل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں ہو سکتا۔

عقد کو محض ایک ماہ کے ساتھ مقید کر دینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا كُلَّ شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ فَالْعَقْدُ صَحِيحٌ فِي شَهْرٍ وَاحِدٍ فَاسِيءٌ فِي بَقِيَّةِ
الشُّهُورِ، إِلَّا أَنْ يُسَمَّى جُمْلَةً شُهُورٍ مَعْلُومَةٍ)؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ كَلِمَةَ كُلِّ إِذَا دَخَلَتْ فِيمَا لَا
نِهَآيَةَ لَهُ تَنْصَرِفُ إِلَى الْوَاحِدِ لِتَعَذُّرِ الْعَمَلِ بِالْعُمُومِ فَكَانَ الشُّهُرُ الْوَاحِدُ مَعْلُومًا لَصَحِّ الْعَقْدِ
فِيهِ، وَإِذَا تَمَّ كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَنْقُضَ الْإِجَارَةَ لِانْتِهَاءِ الْعَقْدِ الصَّحِيحِ (وَلَوْ سَمِيَ
جُمْلَةً شُهُورٍ مَعْلُومَةٍ جَائِزًا)؛ لِأَنَّ الْمُدَّةَ صَارَتْ مَعْلُومَةً.

جب کسی ایک آدمی نے گھر کرایہ پر لیا اس طرح کہ ہر ماہ کا ایک درہم کرایہ ہوگا تو عقد صرف ایک ماہ میں درست ہو
گا اور باقی مہینوں میں فاسد ہوگا مگر یہ کہ تمام مہینوں کو معلوم طریقہ سے معین کر دیا ہو اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ کلمہ کل جب ایسی چیز پر
داخل ہو جس کی انتہاء نہ ہو تو اس کو ایک کی جانب پھیرا جائے گا اس لئے کہ عموم پر عمل کرنا معذرت ہے اور جس طرح کہ شہر واحد معلوم
ہوتا ہے اس لئے ایک ماہ میں عقد درست ہوگا اور ایک ماہ کے بعد عاقدین میں سے ہر ایک کو اجارہ ختم کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ
اس مدت پر عقد صحیح مکمل ہو چکا ہے پس جب تمام مہینوں کو واضح کر کے بیان کر دیا جائے تو عقد جائز ہوگا اس لئے کہ مدت معلوم ہو
چکی ہے۔

لحمہ بھر سے ماہ کے عقد کا درست ہونا

قَالَ (وَإِنْ سَكَنَ سَاعَةً مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي صَحَّ الْعَقْدُ فِيهِ وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُؤَجَّرِ أَنْ يُخْرِجَهُ إِلَى أَنْ يَنْقَضِيَ، وَكَذَلِكَ كُلُّ شَهْرٍ سَكَنَ فِي أَوَّلِهِ سَاعَةً) ؛ لِأَنَّهُ تَمَّ الْعَقْدُ بِتَرَاضِيهِمَا بِالشُّكْنَى فِي الشَّهْرِ الثَّانِي، إِلَّا أَنَّ الَّذِي ذَكَرَهُ فِي الْكِتَابِ هُوَ الْقِيَاسُ، وَقَدْ مَالَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْمَشَائِخِ، وَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ أَنَّ يَبْقَى الْخِيَارُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي اللَّيْلَةِ الْأُولَى مِنَ الشَّهْرِ الثَّانِي وَيَوْمِهَا ؛ لِأَنَّ فِي اعْتِبَارِ الْأَوَّلِ بَعْضَ الْحَرَجِ.

فرمایا کہ جب دوسرے مہینہ کا ایک لحمہ بھی مستأجر اس میں رہا تو دوسرے ماہ کا عقد درست ہو جائے گا اور دوسرا مہینہ پورا ہونے سے پہلے موجر کو یہ حق نہیں ہوگا کہ مستأجر کو اس مکان سے نکال دے یہی حکم ہر اس ماہ کا ہوگا جس کے شروع میں مستأجر سکونت اختیار کر لے اس لئے کہ وہ دوسرے مہینے میں سکونت کر لینے سے عائدین کی رضا مندی سے عقد مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن امام قدوری نے جو بیان کیا ہے وہ قیاس ہے اور اسی طرف بعض فقہاء کا رجحان ہے ظاہر روایت یہ ہے کہ دوسرے ماہ کے پہلے دن اور پہلی رات عائدین کو اجارہ فتح کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ ساعت کا اعتبار کرنے میں بعض حرج ہے۔

سال کے لئے مکان کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا سَنَةً بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ جَازَ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِسْطَ كُلِّ شَهْرٍ مِنَ الْأَجْرَةِ) ؛ لِأَنَّ الْمُلْكَةَ مَعْلُومَةٌ بِدُونِ التَّقْسِيمِ فَصَارَ كِاجَارَةِ شَهْرٍ وَاحِدٍ فَإِنَّهُ جَائِزٌ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِسْطَ كُلِّ يَوْمٍ، ثُمَّ يُعْتَبَرُ ابْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِمَّا سَمِيَ وَإِنْ لَمْ يُسَمَّ شَيْئًا فَهُوَ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِي اسْتَأْجَرَهُ ؛ لِأَنَّ الْأَوْقَاتِ كُلَّهَا فِي حَقِّ الْإِجَارَةِ عَلَى السَّوَاءِ فَاشْتَبَهَ الْيَمِينَ، بِخِلَافِ الصَّوْمِ ؛ لِأَنَّ اللَّيَالِيَ لَيْسَتْ بِمَحَلٍّ لَهُ (ثُمَّ إِنْ كَانَ الْعَقْدُ حِينَ يَهْلُ الْهِلَالُ فَشُهُورُ السَّنَةِ كُلُّهَا بِالْأَهْلَةِ) ؛ لِأَنَّهَا هِيَ الْأَصْلُ (وَإِنْ كَانَ فِي اثْنَاءِ الشَّهْرِ فَالْكُلُّ بِالْأَيَّامِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ.

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ الْأَوَّلُ بِالْأَيَّامِ وَالْبَاقِي بِالْأَهْلَةِ ؛ لِأَنَّ الْأَيَّامَ يُصَارُ إِلَيْهَا ضَرُورَةً، وَالضَّرُورَةُ فِي الْأَوَّلِ مِنْهَا.

وَلَهُ أَنَّهُ مَتَى تَمَّ الْأَوَّلُ بِالْأَيَّامِ ابْتَدَأَ الثَّانِي بِالْأَيَّامِ ضَرُورَةً وَهَكَذَا إِلَى آخِرِ السَّنَةِ، وَنَظِيرُهُ الْعِدَّةُ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ.

جب کسی آدمی نے دس درہم کے عوض سال کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا تو جائز ہے اگرچہ وہ ماہانہ اجرت کی قسط

نہ بیان کرے اس لئے کہ تقسیم کے بغیر بھی مدت معلوم ہے تو یہ ایک ماہ کے اجارہ کی طرح ہو گیا اور ایک ماہ کا اجارہ جائز ہے اگرچہ ہر دن کی قطع نہ بیان کی جائے پھر مدت کی ابتدا اس وقت سے شمار کی جائے گی جو وقت معین کیا گیا ہو اور جب کوئی وقت نہ معین کیا گیا ہو تو اس وقت سے مدت کو شمار کیا جائے گا جس وقت متاخر نے اجرت پر لیا ہو اس لئے کہ اجارہ کے حق میں تمام اوقات برابر ہیں لہذا یہ قسم کے مشابہ ہو گیا روزے کے خلاف اس لئے کہ راتیں روزے کا محل نہیں ہیں پس جب چاند رات کو اجارہ منعقد ہوا ہو تو سال سے تمام مہینوں کا حساب چاند سے لگایا جائے گا اور جب درمیان میں معاملہ ہو ہو تو حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنوں کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت یہی ہے حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ پہلے ماہ کا حساب دنوں سے لگایا جائے گا اور باقی مہینوں کا حساب چاند سے ہو گا اس لئے کہ حساب و کتاب میں ضرورت کی بنا پر دنوں کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ ضرورت صرف مہینہ میں ہے۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب پہلے مہینہ کا معاملہ دنوں کے اعتبار سے ہوا ہے تو دوسرے مہینوں میں بھی لازمہ دنوں کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور سال کے آخر تک یہی معاملہ ہو گا اس کی مثال عدت ہے اور عدت کا مسئلہ کتاب طلاق میں گذر چکا ہے۔

حمام و حمام کی اجرت کے جواز کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اخْذُ أُجْرَةِ الْحَمَّامِ وَالْحَجَّامِ) أَمَّا الْحَمَّامُ فَلْيَتَعَارَفِ النَّاسَ وَلَمْ تُعْتَبَرِ الْجَهَالَةُ لِاجْتِمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

قَالَ : عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ) وَأَمَّا الْحَجَّامُ فَلَيْمَّا رَوَى (أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ وَأُعْطِيَ الْحَجَّامُ الْأُجْرَةَ) وَلَئِنَّهُ اسْتَنْجَارٌ عَلَى عَمَلٍ مَعْلُومٍ بِأَجْرِ مَعْلُومٍ لَيَقَعُ جَائِزًا .

قَالَ : (وَلَا يَجُوزُ اخْذُ أُجْرَةِ عَسْبِ التَّيْسِ) وَهُوَ أَنَّ يُوجَرَ فَخْلًا لِيَنْزُوَ عَلَى الْإِنَاثِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ مِنَ الشُّحْتِ عَسْبَ التَّيْسِ) وَالْمُرَادُ اخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَيْهِ .

فرمایا کہ حمام کی اجرت لینا اور پچھنے لگانے کی اجرت لینا جائز ہے پس بہر حال حمام کی اجرت تو لوگوں کے درمیان

وہ متعارف ہے اور اس میں جہالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا اس لئے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور حجامت کی اجرت کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوا کر حجام کو اجرت دی اور اس لئے کہ یہ معین اجرت کے عوض معلوم ہے اور معین کام کا اجارہ ہے لہذا یہ جائز ہوگا۔

فرمایا کہ نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے اس کی شکل یہ ہے کہ نر جانور کو اجرت پر لے کر اس کو مادہ جانوروں پر چڑھایا جائے۔

اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت لینا حرام ہے اور اس سے مراد نر کو مادہ پر چڑھانے کی اجرت ہے۔

اذان و امامت کی اجرت لینے کا بیان

قَالَ : (وَلَا اسْتِئْجَارُ عَلَى الْاَذَانِ وَالْحَجِّ، وَكَذَا الْاِمَامَةِ وَتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْفِقْهِ) وَالْاَصْلُ اَنَّ كُلَّ طَاعَةٍ يَخْتَصُّ بِهَا الْمُسْلِمُ لَا يَجُوزُ الْاسْتِئْجَارُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا .

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَصِحُّ فِي كُلِّ مَا لَا يَتَعَيَّنُ عَلَى الْاَجِيرِ ؛ لِاَنَّهُ اسْتِئْجَارٌ عَلَى عَمَلٍ مَعْلُومٍ غَيْرِ مُتَعَيَّنٍ عَلَيْهِ فَيَجُوزُ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ) وَفِي آخِرِ مَا عَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ (وَإِنْ اتَّخَذْتَ مُؤَدَّيًا فَلَا تَأْخُذْ عَلَى الْاَذَانِ أَجْرًا) وَلِأَنَّ الْقُرْبَةَ مَتَى حَصَلَتْ وَقَعَتْ عَنْ الْعَامِلِ وَلِهَذَا تُعْتَبَرُ أَهْلِيَّتُهُ فَلَا يَجُوزُ لَهُ اخْتِذُ الْاَجْرِ مِنْ غَيْرِهِ كَمَا فِي الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ، وَلِأَنَّ التَّعْلِيمَ مِمَّا لَا يَقْدِرُ الْمُعَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا بِمَعْنَى مِنْ قَبْلِ الْمُتَعَلِّمِ فَيَكُونُ مُلْتَزِمًا مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ فَلَا يَصِحُّ .

وَبَعْضُ مَشَايِخِنَا اسْتَحْسَنُوا الْاسْتِئْجَارَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ الْيَوْمَ ؛ لِاَنَّهُ ظَهَرَ التَّوَانِي فِي الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ . فَفِي الْاِمْتِنَاعِ تَضْيِيعُ حِفْظِ الْقُرْآنِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى .

فرمایا کہ اذان، حج، امامت، اور قرآن و فقہ کی تعلیم کی اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جو مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے ہمارے نزدیک اس کی اجرت لینا جائز نہیں ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر اس کام پر اجرت لینا جائز ہے جو اجیر پر معین ہو کر قائم نہ ہو اس لئے کہ یہ ایسے کام کی اجرت لینا ہے جو اجیر پر واجب نہیں ہے ہذا یہ جائز ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ قرآن کو تم قرآن کو پڑھو اور اس کو روزی کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ اور آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن ابوالدعس سے جو عہد لیا تھا اس کے آخر میں یہ بھی جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ جب تم کو مؤذن بنایا جائے تو اذان کی اجرت نہ لینا اور اس لئے کہ جب بھی کوئی عبادت واقع ہوگی تو وہ عامل کی طرف سے واقع ہوگی اسی وجہ سے عبادت میں عامل کی اہمیت کا اعتبار کیا جاتا ہے لہذا عامل کیلئے دوسرے سے اجرت لینا جائز نہیں ہے جس طرح کہ نماز میں اور روزے میں ہے۔

اور اس لئے کہ تعلیم ایسی چیز ہے جس میں معلم کی دلچسپی کے بغیر معلم اس پر قادر نہیں ہوتا لہذا معلم ایسی چیز کو لازم کرنے والا ہو

جس کی تسلیم پر وہ قور نہیں ہے اس لئے کہ اس حوالے سے قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔
بہرے بعض فقہاء نے اس زمانے میں قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کو اچھا کہا ہے اس لئے کہ دینی معاملات میں سستی ہونے
ٹی ہے اور اجرت کو منع قرار دینے میں قرآن کے حفظ کے ضائع ہونے کا خوف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

گانا و نوح کی اجرت لینے کے عدم جواز کا بیان

قَالَ : (وَلَا يَجُوزُ إِلَّا سِتْجَارُ عَلَى الْغَنَاءِ وَالنَّوْحِ، وَكَذَا سَائِرُ الْمَلَاهِي) لِأَنَّهُ اسْتِجَارٌ عَلَى
الْمَعْصِيَةِ وَالْمَعْصِيَةُ لَا تُسْتَحَقُّ بِالْعَقْدِ.

قَالَ : (وَلَا يَجُوزُ إِجَارَةُ الْمُشَاعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا مِنَ الشَّرِيكِ، وَقَالَ : إِجَارَةُ الْمُشَاعِ
جَائِزَةٌ) وَصُورَتُهُ أَنْ يُؤَاجَرَ نَصِيبًا مِنْ دَارِهِ أَوْ نَصِيْبَةً مِنْ دَارٍ مُشْتَرَكَةٍ مِنْ غَيْرِ الشَّرِيكِ.
لَهُمَا أَنَّ لِلْمُشَاعِ مَنْفَعَةً وَلِهَذَا يَجِبُ أَجْرُ الْمَثَلِ، وَالتَّسْلِيمُ مُمَكِّنٌ بِالتَّخْلِيَةِ أَوْ بِالتَّهْيَاؤِ فَصَارَ
كَمَا إِذَا آجَرَ مِنْ شَرِيكِهِ أَوْ مِنْ رَجُلَيْنِ وَصَارَ كَالْبَيْعِ.

وَلَا يَبْهِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ آجَرَ مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ فَلَا يَجُوزُ، وَهَذَا لِأَنَّ تَسْلِيمَ الْمُشَاعِ وَخِذَهُ
لَا يُتَصَوَّرُ، وَالتَّخْلِيَةُ أُغْبِرَتْ تَسْلِيمًا لَوْ قُوِيَ تَمَكُّنًا وَهُوَ الْفِعْلُ الَّذِي يَحْضُلُ بِهِ التَّمَكُّنُ
وَلَا تَمَكُّنٌ فِي الْمُشَاعِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِحُصُولِ التَّمَكُّنِ فِيهِ، وَأَمَّا التَّهْيَاؤُ فَإِنَّمَا يُسْتَحَقُّ
حُكْمًا لِلْعَقْدِ بِوَاسِطَةِ الْمَلِكِ، وَحُكْمُ الْعَقْدِ يَتَّبَعُهُ الْقُدْرَةُ عَلَى التَّسْلِيمِ شَرْطُ الْعَقْدِ وَشَرْطُ
الشَّيْءِ يَسْبِقُهُ، وَلَا يُعْتَبَرُ الْمُتَرَاخِي سَابِقًا، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا آجَرَ مِنْ شَرِيكِهِ فَالْكُلُّ يَخْذُلُ
عَلَى مِلْكِهِ فَلَا شُيُوعَ، وَالْإِخْتِلَافُ فِي النِّسْبَةِ لَا يَضُرُّهُ، عَلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ
عَنْهُ، وَبِخِلَافِ الشُّيُوعِ الطَّارِءِ؛ لِأَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى التَّسْلِيمِ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِلْبَقَاءِ، وَبِخِلَافِ
مَا إِذَا آجَرَ مِنْ رَجُلَيْنِ؛ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ يَقَعُ جُمْلَةً ثُمَّ الشُّيُوعُ يَفَرِّقُ الْمَلِكَ فِيمَا بَيْنَهُمَا طَارِءٌ

فرمایا کہ گانا گانے اور نوح کرنے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے لہذا وہ بکے تمام معاملات کا یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ

برائی کا اجارہ ہے اور معصیت کو عقد سے ثابت نہیں کیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ حضرت سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تقسیم نہ ہونے والی چیز کا اجارہ جائز نہیں ہے مگر شریک کو اجارہ پر دینا جائز ہے
جبکہ صہین فرماتے ہیں کہ تقسیم ہونے والی چیز کا اجارہ جائز ہے اس کی صورت یہ ہے کہ موجد اپنے گھر کا ایک حصہ یا مشترک گھر کا
ایک حصہ غیر شریک کو اجارہ پر دے ان کی دلیل یہ ہے کہ مشترک چیز سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اسی لئے اس کی اجرت مثلی واجب
ہوتی ہے اور خالی کرنے یا باری مقرر کرنے سے چیز مستاجر کی تسلیم بھی ممکن ہے یہ ایسا ہو گیا جس طرح کہ جس طرح ایک شریک نے

دوسرے شریک کو اجارہ پر دیا دو آدمیوں کو دیا اور یہ بیع کی طرح ہو گیا۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ موجر نے ایسی چیز کو اجارہ پر دیا ہے جس کو حوالے کرنے پر وہ قادر نہیں ہے ہذا یہ اجارہ جائز نہیں ہوگا یہ حکم اس لئے ہے کہ مشترک چیز کو تبا حوالے کرنا ممکن نہیں ہے اور خالی کرنے کو اس وجہ سے تسلیم اور حوالے کرنا مان لیا جاتا ہے کہ وہ تمکین واقع ہوتی ہے یعنی خالی کرنے سے نفع حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے جبکہ مشاع اور مشترک چیز میں تخلیہ سے بھی نفع ممکن نہیں ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ بیع میں تخلیہ سے نفع ممکن ہو جاتا ہے اور باری مقرر کرنا ملکیت کے واسطے سے عقد کا حکم بنتا ہے اور عقد کا حکم عقد کے منعقد ہونیکے بعد ثابت ہوتا ہے اور حوالے کرنے پر قدرت کا ہونا عقد کی شرط ہے اور ہر چیز کی شرط اس سے مقدم ہوتی ہے لہذا بعد میں ثابت ہونے والی چیز اول کا حکم نہیں لے سکتی ہے۔

اور جب اپنے شریک کو اجارہ دے گا تو پورا اس نفع اسی شریک کی ملکیت پر حاصل ہوگا اس لئے شیوع نہیں ہوگا اور نسبت کی تبدیلی اجارہ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے اس لئے حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے حسن بن زیاد کی روایت میں شریک کو بھی اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے اور برخلاف اس صورت کے کہ جب دو آدمیوں کو اجارہ پر دیا ہو اس لئے کہ اس میں یک بارگی تسلیم ہوتی ہے پھر ملکیت کے متفرق ہونے سے ان میں شیوع طاری ہوتا ہے۔

معین اجرت کے بدلے میں دودھ پلانے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ اسْتِئْجَارُ الظَّئِيرِ بِأَجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى : (فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتُّوهُنَّ أَجْرَهُنَّ) وَلَآنَ التَّعَامُلُ بِهِ كَانَ جَارِيًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْلَهُ وَأَقْرَبُهُمْ عَلَيْهِ. ثُمَّ قِيلَ : إِنَّ الْعَقْدَ يَقَعُ عَلَى الْمَنَافِعِ وَهِيَ خِدْمَتُهَا لِلصَّبِيِّ وَالْقِيَامُ بِهِ وَاللَّبَنُ يُسْتَحَقُّ عَلَى طَرِيقِ التَّبَعِ بِمَنْزِلَةِ الصَّبْغِ فِي التَّوْبِ.

وَقِيلَ إِنَّ الْعَقْدَ يَقَعُ عَلَى اللَّبَنِ، وَالْخِدْمَةُ نَابِعَةٌ، وَلِهَذَا لَوْ أَرْضَعَتْهُ بِلَبَنِ شَاةٍ لَا تَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ. وَالْأَوَّلُ أَقْرَبُ إِلَى الْفَقْهِ؛ لِأَنَّ عَقْدَ الْإِجَارَةِ لَا يَتَعَقَّدُ عَلَى اتِّلَافِ الْأَعْيَانِ مَقْصُودًا، كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَ بَقْرَةً؛ لِيَشْرَبَ لَبَنَهَا. وَسَيَبْنُ الْعُذْرَ عَنِ الْإِرْضَاعِ بِلَبَنِ الشَّاةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. وَإِذَا ثَبَتَ مَا ذَكَرْنَا يَصِحُّ إِذَا كَانَتْ الْأَجْرَةُ مَعْلُومَةً اِعْتِبَارًا بِالْإِسْتِئْجَارِ عَلَى الْخِدْمَةِ.

فرمایا کہ معلوم اور معین اجرت کے عوض دودھ پلانے والی عورت کو اجرت پر لینا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مطلقہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں تو تم ان کو ان کی اجرت دو اور اس لئے کہ عہد رس میں اور اس سے پہلے بھی اسی طرح کا تعامل جاری رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس تعامل پر برقرار رکھا پس کہا گیا ہے کہ یہ عقد منفع پر واقع ہوتا ہے اور وہ بچے کی خدمت اور اس کی دیکھ بھال کرنا ہے اور دودھ تبھی طور پر اس میں شامل ہوتا ہے جس طرح کہ کپڑا میں رنگائی ہوتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عقد دودھ پلانے پر منعقد ہوتا ہے اور خدمت اس میں تہی طور پر ہوتی ہے اس لئے جب دایہ نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا تو وہ اجرت کی حقدار نہیں ہوگی اور پہلا قول فقہ کے زیادہ قریب ہے اس لئے عقد اجارہ بالذات ایمان کے ناف ہونے پر منعقد نہیں ہوتا جس طرح کہ کسی نے دودھ پینے کے لئے کوئی گائے کرایہ پر لی اور بکری کا دودھ پلانے میں جو عذر ہے اس کو ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے اور جب ہماری بیان کردہ تفصیلات ثابت ہوگئی تو جان لو کہ جب اجرت معین ہو تو اجارہ درست ہوگا جس طرح کہ خدمت کے لئے اجارہ درست ہوتا ہے۔

غلہ و کپڑے کی اجرت پر دائی کو رکھنے کا بیان

قَالَ : (وَيَجُوزُ بِطَعَامِهَا وَكِسْوَتِهَا اسْتِخْصَانًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ : لَا يَجُوزُ) ؛ لِأَنَّ الْأَجْرَةَ مَجْهُولَةٌ فَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَهَا لِلْخَبْزِ وَالطَّبْخِ .

وَلَهُ أَنَّ الْجَهَالََةَ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ ؛ لِأَنَّ فِي الْعَادَةِ التَّوْبِيعَةَ عَلَى الْأَطَارِ شَفَقَةً عَلَى الْأَوْلَادِ فَصَارَ كَبَيْعِ قَبِيْزٍ مِنْ صُبْرَةٍ ، بِخِلَافِ الْخَبْزِ وَالطَّبْخِ ؛ لِأَنَّ الْجَهَالََةَ لِيَهْ تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ (وَلِي الْجَمَاعِ الصَّغِيرِ : فَإِنْ سَمِيَ الطَّعَامَ دَرَاهِمَ وَوَصَفَ جِنْسَ الْكِسْوَةِ وَأَجْلَهَا وَذَرَعَهَا فَهُوَ جَائِزٌ) يَعْنِي بِالْإِجْمَاعِ .

وَمَعْنَى تَسْمِيَةِ الطَّعَامِ دَرَاهِمَ أَنْ يَجْعَلَ الْأَجْرَةَ دَرَاهِمَ ثُمَّ يَذْفَعُ الطَّعَامَ مَكَانَهُ ، وَهَذَا لَا جَهَالََةَ فِيهِ (وَلَوْ سَمِيَ الطَّعَامَ وَبَيَّنَّ قَدْرَهُ جَارًا أَيْضًا) لِمَا قُلْنَا ، وَلَا يُشْتَرَطُ تَأْجِيلُهُ ؛ لِأَنَّ أَوْصَالَهَا أَثْمَانٌ .

(وَيُشْتَرَطُ بَيَانُ مَكَانِ الْإِيْقَاءِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهَا ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْبُيُوعِ (وَفِي الْكِسْوَةِ يُشْتَرَطُ بَيَانُ الْأَجْلِ أَيْضًا مَعَ بَيَانِ الْقَدْرِ وَالْجِنْسِ) ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَصِيرُ ذَيْنًا فِي الذِّمَّةِ إِذَا صَارَ مَبِيعًا ، وَإِنَّمَا يَصِيرُ مَبِيعًا عِنْدَ الْأَجْلِ كَمَا فِي السَّلَمِ .

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلہ اور کپڑے پر دائی رکھنا بطور استحسان جائز ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ اجرت مجہول ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جس طرح روٹی بنانے یا کھانا پکانے کے لئے اسی کو اجرت پر لیا حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے اس لئے کہ بچوں پر شفقت کے پیش نظر عام طور پر دودھ پلانے والی عورتوں کے متعلق کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے تو یہ ایسا ہو گیا جس طرح کہ ایک حیر گندہ میں سے ایک بوری کو بیچ دیا روٹی اور کھانا پکانے کے خلاف اس لئے کہ ان کی جہالت جھگڑے کی طرف لے جانی والی ہوتی ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ جب کھانے کی جنس بیان کر دی اور کپڑے کی جنس بھی بیان کر دی اور اس کی ادائیگی کا وقت اور اس کے گز بیان کر دئے تو یہ بال اتفاق جائز ہے اور طعام کے تسمیہ کا مطلب یہ ہے کہ درابہم کو اجرت مقرر کر کے ان کی جگہ غلہ دے دے اس

میں کوئی جہالت نہیں ہے اور جب غلہ معین کر کے اس کی مقدار بیان کر دی تو بھی جائز ہے اس دلیل کے سبب جو ہم نے بیان کی ہے۔

اور غلہ اداء کرنے کے لئے کسی مدت کا بیان کرنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ طعام کے اوصاف شمن ہیں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ادائیگی کے مکان کو بیان کرنا شرط ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے جس کو ہم نے کتاب البیوع میں بیان کر دیا ہے اور کپڑا دینے میں مقدار اور جنس کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ادائیگی کی مدت کو بھی بیان کرنا شرط ہے اس لئے کہ کپڑا اسی وقت ذمہ میں دینا ہوتا ہے جب وہ بیع بنتا ہے اور وہ میعاد بیان کرنے کی صورت میں ہی بیع بنتا ہے جس طرح کہ سہم میں ہوتا ہے۔

مستأجر کا دایہ کو شوہر سے حق وطی سے نہ روکنے کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَمْنَعَ زَوْجَهَا مِنْ وَطئِهَا) ؛ لِأَنَّ الْوُطْءَ حَقُّ الزَّوْجِ فَلَا يَتِمَكَّنُ مِنْ إِبْطَالِ حَقِّهِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ لَهُ أَنْ يَفْسَخَ الْإِجَارَةَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهِ صِيَانَةً لِحَقِّهِ ، إِلَّا أَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ يَمْنَعُهُ عَنْ غَشْيَانِهَا فِي مَنْزِلِهِ ؛ لِأَنَّ الْمَنْزِلَ حَقُّهُ (فَإِنْ حَبِلَتْ كَانَ لَهُمْ أَنْ يَفْسَخُوا الْإِجَارَةَ إِذَا خَافُوا عَلَى الصَّبِيِّ مِنْ لَيْسِهَا) ؛ لِأَنَّ لَبْنَ الْحَامِلِ يَفْسِدُ الصَّبِيَّ وَلِهَذَا كَانَ لَهُمْ الْقَسْخُ إِذَا مَرَضَتْ أَيْضًا (وَعَلَيْهَا أَنْ تُصْلِحَ طَعَامُ الصَّبِيِّ) ؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ عَلَيْهَا .

وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ فِيمَا لَا نَصَّ عَلَيْهِ الْعُرْفُ فِي مِثْلِ هَذَا الْبَابِ ، فَمَا جَرَى بِهِ الْعُرْفُ مِنْ غَسْلِ ثِيَابِ الصَّبِيِّ وَاصْلَاحِ الطَّعَامِ وَغَيْرِ ذَلِكَ فَهُوَ عَلَى الظَّنِّ أَمَّا الطَّعَامُ فَعَلَى وَالِدِ الْوَلَدِ ، وَمَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ أَنَّ الدَّهْنَ وَالرَّيْحَانَ عَلَى الظَّنِّ فَذَلِكَ مِنْ عَادَةِ أَهْلِ الْكُوفَةِ .

(وَإِنْ أَرْضَعَتْهُ فِي الْمُدَّةِ بَلَيْنٍ شَاءَ فَلَا أَجْرَ لَهَا) ؛ لِأَنَّهَا لَمْ تَأْتِ بِعَمَلٍ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهَا ، وَهُوَ الْإِرْضَاعُ ، فَإِنَّ هَذَا إِسْجَارٌ وَلَيْسَ بِإِرْضَاعٍ ، وَإِنَّمَا لَمْ يَجِبْ الْأَجْرُ لِهَذَا الْمَعْنَى أَنَّهُ اخْتَلَفَ الْعَمَلُ .

فرمایا کہ مستأجر کو یہ حق نہیں ہے کہ دایہ کے شوہر کو اس سے وطی کرنے سے روکے اس لئے کہ وطی شوہر کا حق ہے لہذا مستأجر کو شوہر کا حق باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ جب شوہر کو بیوے کے اجارہ کا علم نہ ہو تو اپنے حق کی حفاظت کے لئے شوہر کو اجارہ فسخ کرنے کا بھی حق ہے اس لئے مستأجر کو یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں آکر ہم بستری کرنے سے روک دے اس لئے کہ گھر تو مستأجر کا ہے اور جب مرضعہ حاملہ ہو جائے اور یہ خوف ہو کہ اس کا دودھ بچے کے لئے نقصان دے ہوگا تو اس صورت میں اجارہ کو فسخ کرنے کا حق ہوگا اس لئے کہ حاملہ عورت کا دودھ بچے کے لئے نقصان دہ ہے اسی طرح جب مرضعہ بیمار ہو جائے تو اس صورت میں بھی بچہ والوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ اجارہ کو فسخ کر دیں اور دایہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کے کھانے پینے کا خیال رکھے اس لئے کہ یہ کام اس کا ہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں جہاں نص نہیں ہے وہاں عرف کا اعتبار کیا جائے گا

ہند جن چیزوں میں عرف جاری ہے یعنی بچے کا کپڑا دھونا اور کھانے کا انتظام اور اس کا پیشاب اور پاخانہ دھونا مرضعہ پر ہی ہوگا رہا
ہم کا صرفہ تو وہ بچے کے باپ پر ہوگا اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ بچے کی خوشبو اور تیل کا صرفہ بھی ایسے پر ہی
ہوگا یہ اہل کوفہ کی عادت کے مطابق ہے۔

اور جب رضاعت کی مدت میں مرضعہ نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا تو اس کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جو کہ اس پر
لازم تھا وہ اس نے نہیں کیا یعنی دودھ پلانا اور بکری کا دودھ پلانا تو دو الگ الگ کام ہیں دودھ پلانا نہیں ہے اور یہاں اس لئے اجرت واجب
نہیں ہوئی کیونکہ عمل بدل گیا ہے۔

جولا ہے کے لئے دھاگہ بننے کی اجرت مثلی ہونے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ دَفَعَ إِلَى حَائِثٍ غَزْلًا لِيَنْسِجَهُ بِالنِّصْفِ فَلَهُ أَجْرٌ مِثْلِيهِ . وَكَذَا إِذَا اسْتَأْجَرَ حِمَارًا
يَحْمِلُ طَعَامًا بِقَفِيزٍ مِنْهُ فَإِلَّا جَارَةً فَاسِدَةً) ؛ لِأَنَّهُ جَعَلَ الْأَجْرَ بَعْضَ مَا يَخْرُجُ مِنْ عَمَلِهِ فَيَصِيرُ
فِي مَعْنَى قَفِيزِ الطَّحَانِ ، وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ ، وَهُوَ أَنَّ يَسْتَأْجَرَ ثَوْرًا
لِيَطْحَنَ لَهُ حِنْطَةً بِقَفِيزٍ مِنْ دَقِيقِهِ . وَهَذَا أَصْلٌ كَبِيرٌ يُعْرَفُ بِهِ فَسَادُ كَثِيرٍ مِنَ الْإِجَارَاتِ ، لَا
يَسْمَا فِي دِيَارِنَا ، وَالْمَعْنَى فِيهِ أَنَّ الْمُسْتَأْجَرَ عَاجِزٌ عَنْ تَسْلِيمِ الْأَجْرِ وَهُوَ بَعْضُ الْمَنْسُوجِ أَوْ
الْمَحْمُولِ .

إِذْ حُصُولُهُ بِفِعْلِ الْأَجِيرِ فَلَا يُعَدُّ هُوَ قَادِرًا بِقُدْرَةِ غَيْرِهِ ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا اسْتَأْجَرَهُ
لِيَحْمِلَ نِصْفَ طَعَامِهِ بِالنِّصْفِ الْآخِرِ حَيْثُ لَا يَجِبُ لَهُ الْأَجْرُ لِأَنَّ الْمُسْتَأْجَرَ مَلَكٌ الْأَجِيرِ
فِي الْحَالِ بِالتَّعَجُّيلِ فَصَارَ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کسی جولاہے کو دھاگہ دیا تاکہ نصف قیمت پر اس کا کپڑا بن دے تو اس کو اجرت مثلی دی
جائے گی اسی طرح جب کسی آدمی نے گدھالیا تاکہ اس پر بعض غلہ لادے اور اسی غلہ میں سے ایک بوری اس کو اجرت دے تاکہ وہ
اچارہ فاسد ہوگا اس لئے کہ مستاجر نے اجیر کے کام کی بعض پیداوار کو اجرت مقرر کر دیا ہے تو یہ آٹا پیسنے والے کو اسی میں سے مزدوری
دینے کے معنی میں ہو گیا جبکہ نبی کریم ﷺ نے بوری طحان سے منع فرمایا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی ایک تیل رابیہ پر دے
تاکہ ایک بوری آٹے کے عوض وہ اس کے لئے گندم پیس دے یہ ایک بڑی اصل ہے جس سے اجارات کا بہت فساد واقع ہوتا ہے
خاص کر ہمارے علاقہ میں اور اس کا سبب یہ ہے کہ مستاجر اجرت کی تسلیم سے عاجز ہے اور اجرت منسوج یا محمول یا اجیر کے فعل سے
حاصل شدہ کام کا بعض حصہ ہے اور جس طرح کہ یہ امور دوسرے فعل پر موقوف ہوتے ہیں لہذا دوسرے کی قدرت سے مستاجر بہرہ
قادر نہیں شمار کیا جائے گا یہ حکم اس صورت کے برخلاف ہے کہ جب کسی آدمی نے کسی کو نصف غلہ کے عوض نصف غلہ رکھنے کے
اجرت پر رکھا تو اجیر کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ مستاجر نے اس کو نقد مزدوری دے دی ہے لہذا وہ غلامان دونوں میں

مشرک ہوگا۔

مشرک کہ غلہ اٹھانے میں اجیر کے لئے اجرت نہ ہونے کا بیان

وَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِحَمَلِ طَعَامٍ مُشْتَرِكٍ بَيْنَهُمَا لَا يَجِبُ الْأَجْرُ لِأَنَّ مَا مِنْ جُزْءٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا وَهُوَ عَامِلٌ لِنَفْسِهِ فِيهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ تَسْلِيمُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ .

قَالَ (وَلَا يُجَاوِزُ بِالْأَجْرِ قَفِيزًا) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا فَسَدَتْ الْإِجَارَةُ فَالْوَاجِبُ الْأَقْلُ مَا سَمِيَ وَمِنْ أَجْرِ الْمِثْلِ ؛ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِحِطِّ الزِّيَادَةِ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَكَا فِي الْاِخْتِطَابِ حَيْثُ يَجِبُ الْأَجْرُ بِالْعَمَلِ مَا بَلَغَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ الْمُسَمَّى هُنَاكَ غَيْرُ مَعْلُومٍ فَلَمَّا بَصَحَ الْحِطُّ .

جب کسی نے اپنے شریک کو مشترک غلہ اٹھانے کے لئے اجرت پر رکھا تو اجیر کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ یہ جو مقدار بھی اٹھائے گا وہ اس میں اپنا کام کرنے والا ہوگا اور معقود علیہ کی تسلیم ثابت نہیں ہوگی اور ایک بوری سے زیادہ اس کو اجرت نہیں دی جائے گی اس لئے کہ جب اجارہ فاسد ہو گیا تو اجرت مثلی اور اجرت مسمی میں سے جو کم ہوگا وہ واجب ہوگا اس لئے کہ ما سہ خود ہی زیادتی کو ختم کرنے پر راضی ہو گیا ہے یہ حکم اس صورت کے برخلاف ہے کہ جب دو آدمیوں نے مل کر لکڑیاں جمع کی اور انہیں تل سے باندھنے والے کو اجرت مثلی ملے گی چاہے یہ کتنی بھی کم ہو یہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے اس لئے کہ اس صورت میں اجر مسمی معلوم نہیں ہے لہذا کم کرنا بھی درست نہیں ہے۔

روٹی پکوانے کے لئے اجرت پر آدمی کو رکھنے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ رَجُلًا لِيَخْجِرَ لَهُ هَذِهِ الْعَشْرَةَ الْمَخَاتِيمَ مِنَ الدَّقِيقِ الْيَوْمَ بِدِرْهَمٍ فَهُوَ قَاسِدٌ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ فِي الْإِجَارَاتِ : هُوَ جَائِزٌ ؛ لِأَنَّهُ يَجْعَلُ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ عَمَلًا وَيَجْعَلُ ذِكْرَ الْوَقْتِ لِلِاسْتِعْجَالِ تَصَحُّبًا لِلْعَقْدِ فَتَرْتَفِعُ الْجِهَالَةُ . وَلَهُ أَنْ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ مَجْهُولٌ لِأَنَّ ذِكْرَ الْوَقْتِ يُوجِبُ كَوْنَ الْمَنْفَعَةِ مَعْقُودًا عَلَيْهَا وَذِكْرَ الْعَمَلِ يُوجِبُ كَوْنَهُ مَعْقُودًا عَلَيْهِ وَلَا تَرْجِيحَ، وَنَفْعُ الْمُسْتَأْجِرِ فِي الثَّانِي وَنَفْعُ الْإِجِيرِ فِي الْأَوَّلِ فَيُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ بَصَحَ الْإِجَارَةُ إِذَا قَالَ : يَفْنَى الْيَوْمَ، وَقَدْ سَمِيَ عَمَلًا ؛ لِأَنَّهُ لِلظَّرْفِ فَكَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ الْعَمَلُ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ الْيَوْمَ وَقَدْ مَرَّ مِثْلُهُ فِي الطَّلَاقِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے کوئی روٹی لگانے والا اجرت پر رکھا تا کہ وہ ایک درہم کے عوض آج ہی اس کو دس سیر کی

راہوں پر چارے تو یہ اجارہ فاسد ہو جائے گا یہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ اجارات میں یہ جائز ہے اس لئے کہ عقد کے درست ہونے کے لئے عمل کو معقود علیہ قرار دیا جائے گا اور وقت کے بیان کو جلدی کرنے پر محمول کیا جائے گا اور بہت مستم ہو جائے گی۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں معقود علیہ مجہول ہے اس لئے کہ وقت بیان کرنے سے منفعت کا معقود علیہ ہونا لازم آتا ہے اور عمل کے تذکرے سے اس کا معقود علیہ ہونا لازم آتا ہے اور یہاں کسی کے لئے ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے دوسرے میں مستاجر کا فائدہ ہے جبکہ پہلے میں مزدور کا فائدہ ہے لہذا یہ صورت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مستاجر نے فی الیوم کہا ہو اور عمل کی تعیین کر دی ہو اس لئے کہ فی ظرف کے لئے ہے لہذا معقود علیہ عمل ہوگا اس کے الیوم کہنے کے خلاف اور کتاب الطلاق میں اس کی مثال گزر چکی ہے۔

مستاجر کے بل چلانے کی شرط زمین لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا عَلَى أَنْ يُكْرِبَهَا وَيَزْرَعَهَا أَوْ يَسْقِيَهَا وَيَزْرَعَهَا لَهُوَ جَائِزٌ) لِأَنَّ الزَّرَاعَةَ مُسْتَحَقَّةٌ بِالْعَقْدِ، وَلَا تَنَاقُ الزَّرَاعَةُ إِلَّا بِالسَّقْيِ وَالْكَرَابِ. فَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُسْتَحَقًّا. وَكُلُّ شَرْطٍ هَلِهِ صِفَتُهُ يَكُونُ مِنْ مُقْتَضِيَاتِ الْعَقْدِ فَلِذَلِكَ لَا يُوجِبُ الْفَسَادَ (لِأَنَّ الشَّرْطَ أَنْ يُثْبِتَهَا أَوْ يُكْرِى أَنْهَارَهَا أَوْ يُسْرِقَهَا لَهُوَ فَاسِدٌ) لِأَنَّهُ يَبْقَى أَثَرُهُ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ، وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُقْتَضِيَاتِ الْعَقْدِ، وَفِيهِ مَنَفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِلَيْنِ.

وَمَا هَذَا حَالُهُ يُوجِبُ الْفَسَادَ لِأَنَّ مُوجِرَ الْأَرْضِ يَصِيرُ مُسْتَأْجِرًا مَنَافِعَ الْأَجِيرِ عَلَى وَجْهِ يَبْقَى بَعْدَ الْمُدَّةِ فَيَصِيرُ صَفْقَتَانِ فِي صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ مَنُوعَةٌ عَنْهُ. ثُمَّ قِيلَ : الْمُرَادُ بِالسَّقْيَةِ أَنْ يَرُدَّهَا مَكْرُوبَةً وَلَا شُبْهَةً فِي فَسَادِهِ. وَقِيلَ أَنْ يُكْرِىهَا مَرَّتَيْنِ، وَهَذَا فِي مَوْضِعٍ تُخْرَجُ الْأَرْضُ الرِّيعَ بِالْكَرَابِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَالْمُدَّةُ سَنَةً وَاحِدَةً، وَإِنْ كَانَتْ ثَلَاثَ سِنِينَ لَا تَبْقَى مَنَفَعَتُهُ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِكُرَى الْأَنْهَارِ الْجَدَاوِلَ بَلْ الْمُرَادُ مِنْهَا الْأَنْهَارُ الْعِظَامُ هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّهُ تَبْقَى مَنَفَعَتُهُ فِي الْعَامِ الْقَابِلِ.

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے اس شرط پر زمین کرایہ پر لی کہ اس میں مستاجر ہی بل چلا کر بوئے گا اور پانی ڈالے گا تو یہ اجارہ جائز ہے اس لئے کہ عقد اجارہ سے کھیتی کرنا ثابت ہو چکا ہے اور جوتے اور پانی ڈالے بغیر کھیتی ممکن نہیں ہے لہذا یہ دونوں چیزیں عقد سے حقدار اور ثابت ہوں گی اور ہر وہ شرط جس کی یہ صفت ہو وہ عقد کے تقاضہ میں سے ہوگی اور اس کا تذکرہ فساد عقد کا موجب نہیں ہوگا اور جب مستاجر نے یہ شرط لگادی کہ میں دوبارہ کھیتی کروں گا یا اس کی نہر کو گہرا کرے گا یا اس میں کھاد اور گوبر ڈالتے گا اجارہ فاسد ہوگا اس لئے کہ مدت پوری ہونے کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے اور یہ شرائط تقاضہ عقد میں سے نہیں ہیں اور ان

میں مائدین میں سے ایک کا فائدہ ہوتا ہے اور جو شرط اس حالت میں ہو وہ فسادِ عقد کا موجب ہوتی ہے اور اس سے رانِ شعلہ کے سبب موجبِ اجیر سے ایسا منافع اجارہ پر لینے والا ہوگا کہ مدتِ اجارہ ختم ہونے کے بعد بھی وہ منافع باقی رہتا ہے اور منصفانہ طور پر دو صفتیں جمع ہو جائیں گے حالانکہ اس سے منع کیا گیا ہے پس کہا گیا ہے کہ دو پورہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کرایہ دار زمین جو ت مالک کو واپس کر دے اور اس شرط کے فاسد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مستاجر دو بار اس کو جو ت زمین میں اتانچ پورے اور یہ شرط اس صورت میں فاسد ہوگی جہاں ایک ہی مرتبہ جوتنے سے زمین غلہ پیدا کرتی ہو اور مدتِ اجارہ بھی ایک سال ہی ہو اور جب اجارہ کی مدت تین سال ہو تو اس میں دو بار جوتنے سے بھی اس کو منفعت باقی نہیں رہے گی۔ اور نہ ہی خود اس سے چھوٹی چھوٹی ٹالیاں مراد ہیں یہی درست ہے اس لئے کہ آئندہ سال بھی اس کی منفعت باقی رہے گی۔

زراعت کے بدلے زراعت کرنے کے لئے زمین کرائے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا لِزَرْعِهَا بِزَرْعِ أَرْضٍ أُخْرَى فَلَا حَبْرَ فِيهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : هُوَ جَائِزٌ، وَعَلَى هَذَا إِجَارَةُ السُّكْنَى بِالسُّكْنَى وَاللُّبْسِ بِاللُّبْسِ وَالرُّكُوبِ بِالرُّكُوبِ .
أَنَّ الْمَنَافِعَ بِمَنْزِلَةِ الْأَعْيَانِ حَتَّى جَاوَزَتْ الْإِجَارَةَ بِأَجْرَةِ دَيْنٍ وَلَا يَصِيرُ دَيْنًا بِدَيْنٍ، وَلَنَا أَنَّ الْجِنْسَ بِانْفِرَادِهِ يُحْرِمُ النِّسَاءَ عِنْدَنَا فَصَارَ كَبَيْعِ الْقَوَاهِي بِالْقَوَاهِي نَيْسَبَةً وَلِأَنَّ هَذَا أَشَارَ مُحَمَّدٌ، وَلَآنَ الْإِجَارَةَ جَوَزَتْ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ لِلْحَاجَةِ وَلَا حَاجَةَ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اخْتَلَفَ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ .

فرمایا کہ جب کسی آدمی نے دوسرے کی زمین کی کھیتی کے بدلے کھیتی کرنے کے لئے کسی کی زمین کرایہ پر تو یہ ہے فائدہ ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے اسی قسم پر رہائش کے بدلے رہائش اور سواری کے بدلے سواری اور کپڑے کے بدلے کپڑا لینا یہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے منافعِ اعیان کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ دین کی اجرت مقرر کر کے اجارہ جائز ہے اور دین کے بدلے دین کا اجارہ درست نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ جنس کے بدلے جنس کا ادھار حرام ہے تو یہ ایسا ہو گیا جس طرح کہ کوہستانی کپڑے کو کوہستانی کپڑے کے عوض بیچا ہو۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اس لئے کہ حاجت کی بناء پر خلاف قیاس اجارہ کو جائز قرار دیا گیا ہے اور جنس کے ایک ہونے کی صورت میں ضرورت نہیں پائی جاتی اس صورت کے خلاف کہ جب جنس کی منفعت میں اختلاف ہو۔

مشترکہ اجیر کے لئے اجرت نہ ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا كَانَ الطَّعَامُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَاسْتَأْجَرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ أَوْ حِمَارَ صَاحِبِهِ عَلَى أَنْ يَسْخِطِلَ نَصِيبَهُ فَحَمَلَ الطَّعَامَ كُلَّهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَهُ الْمُسْتَمَى . لِأَنَّ الْمَنْفَعَةَ عَيْنٌ عِنْدَهُ وَتَبِعُ الْعَيْنِ شَائِعًا جَائِزٌ، وَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَ دَارًا مُشْتَرَكَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ

لِيَضَعَ فِيهَا الطَّعَامَ أَوْ عَبْدًا مُشْتَرَكًا لِيَحِيطَ لَهُ الثِّيَابُ وَلَنَا أَنَّهُ اسْتَأْجَرَهُ لِعَمَلٍ لَا وَجُودَ لَهُ ،
لَإِنَّ الْحَمْلَ فِعْلٌ حِسِّيٌّ لَا يُتَصَوَّرُ فِي الشَّائِعِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ، لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ حُكْمِيٌّ ، وَإِذَا لَمْ
يُتَصَوَّرْ تَسْلِيمُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ لَا يَجِبُ الْأَجْرُ ، وَلَإِنَّ مَا مِنْ جُزْءٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا وَهُوَ شَرِيكَ فِيهِ
فَيَكُونُ عَامِلًا لِنَفْسِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ التَّسْلِيمُ ، بِخِلَافِ الدَّارِ الْمُشْتَرَكَةِ ، لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ
هَٰذَاكَ الْمَنَافِعُ وَيَتَحَقَّقُ تَسْلِيمُهَا بِذَوْنِ وَضْعِ الطَّعَامِ ، وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ ، لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ
إِنَّمَا هُوَ مِلْكٌ نَصِيبِ صَاحِبِهِ وَأَنَّهُ أَمْرٌ حُكْمِيٌّ يُمَكِّنُ إِبْقَاعَهُ فِي الشَّائِعِ .

فرمایا کہ جب غلہ دو آدمیوں میں مشترک ہو اور دونوں میں سے ایک شریک نے دوسرے شریک کو یا ایک کے
گدھے کو اس کام کے لئے کرائے پر لیا کہ اجیر مستاجر کے حصے کا غلہ اٹھا کر کہیں پہنچا دے اور اس نے پورا غلہ اٹھا کر منتقل کر دیا تو اس
کو اجرت نہیں ملے گی حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اجیر کو اجرت سکی دی جائے گی اس لئے کہ حضرت امام شافعی علیہ
الرحمہ کے نزدیک منفعت عین ہوتی ہے اور عین مشترک کو پہنچا جائز ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی نے غلہ رکھنے کے لئے ایسا گھر کرایہ
پر لیا جو اس کے اور دوسرے آدمی کے درمیان مشترک ہو یا کپڑے سلانے کے لئے عید مشترک کو اجارہ پر لیا ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ شریک نے دوسرے شریک کو اس کام پر اجارہ کے لئے رکھا ہے جس کام میں ان کے درمیان کوئی تمیز نہیں
ہے اس لئے کہ بابر اداری ایک حسی فعل ہے اور یہ مشترک چیز میں ممکن نہیں ہے بیع کے خلاف اس لئے کہ وہ حکمی تصرف ہے اور جب
معقود علیہ کی تسلیم ممکن نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اجرت بھی واجب نہیں ہوگی اور اس لئے کہ اجیر جو بھی حصہ اٹھائے گا اس میں وہ مستاجر کا
شریک ہوگا اور وہ اپنی ذات کے لئے کام کرنے والا ہوگا اور تسلیم معقود علیہ ثابت نہیں ہے مشترک گھر کے خلاف اس لئے کہ وہاں
معقود علیہ منافع ہوتے ہیں اور اس میں غلہ رکھے گئے بھی اس کی تسلیم ممکن ہے اور غلام کی خلاف اس لئے کہ اس میں معقود علیہ ساقی کے
حصہ کی ملکیت ہے اور یہ حکمی فعل ہے جسکو غیر مقسوم میں ثابت کیا جاتا ہے۔

کرائے پر لی گئی زمین میں وضاحت نہ کرنے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ يَزْرَعُهَا أَوْ آتَى شَيْءًا يَزْرَعُهَا فَلَا جَارَةَ فَاسِدَةً) ، لِأَنَّ
الْأَرْضَ تُسْتَأْجَرُ لِلزَّرْعَةِ وَلِغَيْرِهَا ، وَكَذَا مَا يَزْرَعُ فِيهَا مُحْتَلِفٌ ، فَمِنْهُ مَا يَصْرَفُ بِالْأَرْضِ مَا لَا
يَصْرَفُ بِهَا غَيْرُهُ ، فَلَمْ يَكُنِ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ مَعْلُومًا . (فَإِنْ زَرَعَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ فَلَهُ الْمُسَمَّى ،
وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ .

وَفِي الْقِيَاسِ : لَا يَجُوزُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ ، لِأَنَّهُ وَقَعَ فَاسِدًا فَلَا يَقْلِبُ جَائِزًا . وَجْهُ الاسْتِحْسَانِ
أَنَّ الْجَهْلَ ارْتَفَعَتْ قَبْلَ تَمَامِ الْعَقْدِ فَيَقْلِبُ جَائِزًا ، كَمَا إِذَا ارْتَفَعَتْ فِي حَالَةِ الْعَقْدِ ، وَصَارَ
كَمَا إِذَا اسْقَطَ الْأَجَلَ الْمَجْهُولَ قَبْلَ مُصِيبَةِ وَالْجِيَارِ الرَّائِدِ فِي الْمُدَّةِ .

جب کسی آدمی نے زمین کو کرایہ پر لیا اور یہ وضاحت نہ کی کہ وہ اس میں کھیتی کرے گا یا یہ کہ کس چیز کی کھیتی کرے گا بیان نہ کیا تو اجارہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ زمین کھیتی اور غیر کھیتی دونوں کے لئے کی لی جاتی ہے پس اسی طرح جو چیز اس میں بوئی جاتی ہے وہ بھی کئی طرح کی بوئی جاتی ہے ان میں سے بعض چیزیں زمین کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں جبکہ بعض دوسری چیزیں زمین کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتی لہذا معقود علیہ معلوم نہیں ہوگا پس جب مستأجر نے اس زمین میں کھیتی کر لی اور اجارہ کی مدت ختم ہو گئی تو مالک کو اجرت مسکمی دی جائے گی یہ حکم بطور استحسان ہے جبکہ قیاس کے مطابق یہ اجارہ جائز نہیں ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ اجارہ فاسد واقع ہوا ہے لہذا وہ جائز نہیں ہو سکتا استحسان کی دلیل یہ ہے کہ عقد کے منتہی ہونے سے پہلے ہی جہالت ختم ہو گئی ہے اس لئے عقد جائز ہو جائے گا جس طرح کہ جب عقد کی حالت میں جہالت ختم ہو جائے اور جس طرح کہ مجہول مدت کے گزرنے سے پہلے اس کو واضح کر دیا ہے جائے اور مدت کے اندر خیارات کو ساقط کر دیا جائے۔

بغداد جانے کے لئے سواری کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ حِمَارًا إِلَى بَغْدَادَ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ يُسَمِّ مَا يَحْمِلُ عَلَيْهِ لَعَمَلِ النَّاسِ فَسَقَّ فِي نَصْفِ الطَّرِيقِ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الْعَيْنَ الْمُسْتَأْجَرَةَ أَمَانَةٌ فِي يَدِ الْمُسْتَأْجِرِ، وَإِنْ كَانَتْ الْأَجْرَةُ فَاسِدَةً (فَإِنْ بَلَغَ بَغْدَادَ فَلَهُ الْأَجْرُ الْمُسَمَّى اسْتِحْسَانًا) عَلَى مَا ذَكَرْنَا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى (وَإِنْ اخْتَصَمَا قَبْلَ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهِ) وَفِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى قَبْلَ أَنْ يَزْرَعَ (نَقِضَتْ الْإِجَارَةُ) دَلْعًا لِلْفَسَادِ إِذَا الْفَسَادُ قَانِمٌ بَعْدَ.

جب کسی نے بغداد جانے کے لئے ایک درہم کے بدلے گدھا کرایہ پر لیا لیکن جو چیز اس پر لادے گا اس کو معین نہ کیا اور پھر مستأجر نے گدھے پر وہی چیز لادی جو لوگ لادتے ہیں اور گدھا راستے میں مر گیا تو مستأجر پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ مستأجر کے پاس مستأجر چیز امانت ہوتی ہے اگرچہ اجارہ فاسد ہی کیوں نہ ہو اب اگر سامان بغداد تک پہنچ گیا تو بطور استحسان مالک اور موجر کو اجرت مسکمی دی جائے گی جس طرح کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور جب گدھے پر سامان لادنے سے پہلے ہی موجر اور مستأجر میں جھگڑا ہو گیا اور پہلے مسئلے میں کھیتی کرنے سے پہلے دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو فساد کو دور کرنے کے لئے اجارہ کو ختم کر دیا جائے گا کیونکہ فساد ابھی بھی پایا جا رہا ہے۔

بَابُ ضَمَانِ الْأَجِيرِ

﴿یہ باب ضمانت اجیر کے بیان میں ہے﴾

باب ضمانت اجیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرٹی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ اجارہ اور اس کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اجارہ کے بعد والے احکام کو شروع کیا ہے اور اس میں سے ضمان بھی ہے۔ اور ضمان کے مؤخر ہونے کا سبب عام ہے کیونکہ اصل عدم ضمان ہے۔ جبکہ ضمان اصل عمل کے فوت ہونے یا کسی نقص کے سبب پائی جاتی ہے۔

(عناویہ شرح الہدایہ، صفحہ ۱۲، ۱۳، ۱۴، بیروت)

اجیر مشترک اور اجیر خاص ہونے کا بیان

قَالَ : (الْأَجْرَاءُ عَلَى ضَرْبَيْنِ : أَجِيرٌ مُشْتَرَكٌ، وَأَجِيرٌ خَاصٌّ. فَالْمُشْتَرَكُ مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ الْأَجْرَةَ حَتَّى يَعْمَلَ كَالصَّبَاغِ وَالْقَصَّارِ) ؛ لِأَنَّ الْمَغْفُودَ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ هُوَ الْعَمَلُ أَوْ أَثَرُهُ كَانَ لَهُ أَنْ يَعْمَلَ لِلْعَامَّةِ ؛ لِأَنَّ مَنَافِعَهُ لَمْ تَصِرْ مُسْتَحَقَّةً لِوَاحِدٍ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ يُسَمَّى مُشْتَرَكًا. قَالَ (وَالْمَتَاعُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ إِنْ هَلَكَ لَمْ يَضْمَنْ شَيْئًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ، وَيَضْمَنُهُ عِنْدَهُمَا إِلَّا مِنْ شَيْءٍ غَالِبٍ كَالْحَرِيقِ الْغَالِبِ وَالْعَدُوِّ الْمُكَابِرِ) لِهَذَا مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ وَعَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا كَانَا يُضْمِنَانِ الْأَجِيرَ الْمُشْتَرَكَ ؛ وَلِأَنَّ الْحِفْظَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ إِذَا لَا يُمَكِّنُهُ الْعَمَلُ إِلَّا بِهِ، فَإِذَا هَلَكَ بِسَبَبٍ يُمَكِّنُ الْإِحْتِرَازَ عَنْهُ كَالْغَضَبِ وَالسَّرِقَةِ كَانَ التَّقْصِيرُ مِنْ جِهَتِهِ فَيَضْمَنُهُ كَالْوَدِيعَةِ إِذَا كَانَتْ بِأَخْرٍ، بِخِلَافِ مَا لَا يُمَكِّنُ الْإِحْتِرَازَ عَنْهُ كَالْمَوْتِ حَتْفَ أَنْفِهِ وَالْحَرِيقِ الْغَالِبِ وَغَيْرِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا تَقْصِيرَ مِنْ جِهَتِهِ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْعَيْنَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ حَصَلَ بِإِدْنِهِ، وَلِهَذَا لَوْ هَلَكَ بِسَبَبٍ لَا يُمَكِّنُ السَّحَرُ عَنْهُ لَمْ يَضْمَنُهُ، وَلَوْ كَانَ مَضْمُونًا لَضَمِنَهُ كَمَا فِي الْمَعْصُوبِ، وَالْحِفْظُ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ تَبَعًا لَا مَقْصُودًا وَلِهَذَا لَا يَقَابِلُهُ الْأَجْرُ، بِخِلَافِ الْمَوْدَعِ بِأَخْرٍ ؛ لِأَنَّ

الْحِفْظُ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ مَقْصُودًا حَتَّى يُقَابِلَهُ الْآجُرُ.

فرمایا کہ اجیروں کی دو اقسام ہیں۔ (۱) اجیر مشترک (۲) اجیر خاص۔ اجیر مشترک اس مزدور کو کہا جاتا ہے جو کام کرنے سے پہلے مزدوری کا حقدار نہیں بن سکتا۔ جس طرح رنگ کرنے والا اور دھوبی ہے کیونکہ اس میں کام یہ اس کا اثر معقولہ علیہ ہے اور ایسے اجیر کو لوگوں میں کام کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ اس کا نفع کسی ایک کے لئے خاص نہیں ہوتا اسی دلیل کے سبب اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں۔

اور مشترک اجیر کے پاس ہونے والا سامان یہ بطور امانت ہوتا ہے اور اگر وہ سامان ہلاک ہو گیا ہے تو حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس مزدور پر کچھ ضمان نہ ہوگا حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

صاحبین نے کہا ہے اجیر ضامن ہوگا ہاں البتہ جب وہ سامان کی اچانک آنے والی آفت کے سبب ہلاک ہوا ہے تو اب وہ ضامن نہ ہوگا جس طرح تیز آگ لگنے سے یادشمنوں کے اچانک حملہ کرنے سے وہ سامان ہلاک ہوا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما مشترک اجیر کو ضامن بناتے تھے صاحبین کی دلیل یہی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ سامان کی حفاظت کرنا یہ اس پر واجب ہے۔ کیونکہ حفاظت کے سوا اس کے لئے کام کرنا ممکن نہ ہوگا۔ پس جب وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہوا ہے جس سے بچنا ممکن ہے تو جس طرح غصب اور چوری ہے تو یہ اجیر کی جانب سے سستی ہوگی لہذا اجیر اس کے سامان کا ضامن ہوگا۔ جس طرح طرح اجرت پر رکھی ہوئی چیز ودیعت میں ہلاک ہو جائے مودع ضامن ہوا کرتا ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب وہ مال کسی ایسے سبب ہلاک ہوا ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے جس طرح بطور رکھی گئی بکری جب خود ہی مر جائے یا تیز آگ لگنے کے سبب ہلاک ہو جائے تو اجیر ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کی موت آنے میں اس کی جانب سے کوئی سستی نہیں پائی گئی۔

حضرت سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مشترک اجیر کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہ بطور امانت ہوا کرتی ہے کیونکہ اجیر اس پر مستأجر کے اذن سے قبضہ کرنے والا ہے لہذا اگر یہ سامان کسی ایسے سبب سے ہلاک ہو جائے کہ جس سے بچنا ممکن نہ تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ سامان اس کے پاس بطور ضمانت ہوتا تو ہلاکت کی صورت میں تب وہ ضامن ہوتا جس طرح غصب کر وہ مال کا حکم ہے۔ جبکہ اس سامان کی حفاظت یہ بطور تبع اس پر واجب ہوتا ہے بطور قصد نہیں ہے۔ لہذا حفاظت کے مقابلے میں اجرت نہیں ہوا کرتی۔ یہ خلاف مودع۔ اجرت کے کیونکہ اس پر بطور قصد حفاظت واجب ہوا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے مقابلے میں اس کو اجرت ملا کرتی ہے۔

اجیر کے عمل کے سبب سے چیز ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَمَا تَلَفَ بِعَمَلِهِ، فَتَخْرِيقُ الثَّوْبِ مِنْ دِقِّهِ وَزَلْقُ الْحَمَالِ وَانْقِطَاعُ الْحَبْلِ الَّذِي يَشُدُّ بِهِ الْمُكَارِي الْحِمْلَ وَغَرَقُ السَّفِينَةِ مِنْ مَدِّهِ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ).

وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ أَمَرَهُ بِالْفِعْلِ مُطْلَقًا فَيَسْتَظْمُهُ بِنَوْعِهِ

الْمُعِيبِ وَالسَّلِيمِ وَصَارَ كَأَجِيرِ الْوَحْدِ وَمُعِينِ الْقَصَارِ .

وَلَسَا أَنَّ الدَّاحِلَ تَحْتَ الْأَذْنِ مَا هُوَ الدَّاحِلُ تَحْتَ الْعَقْدِ وَهُوَ الْعَمَلُ الْمُضْلِحُ لِأَنَّهُ هُوَ
الْوَسِيلَةُ إِلَى الْأَثَرِ وَهُوَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ حَقِيقَةً، حَتَّى لَوْ حَصَلَ بِفِعْلِ الْغَيْرِ بِحِثِّ الْأَجْرِ فَلَمْ
يَكُنْ الْمُفْسِدُ مَا ذُوْنَا فِيهِ، بِخِلَافِ الْمُعِينِ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ فَلَا يُمْكِنُ تَقْيِيدُهُ بِالْمُضْلِحِ لِأَنَّهُ
يَمْتَنِعُ عَنِ التَّبَرُّعِ، وَلَيْسَ نَحْنُ فِيهِ بِمَعْمَلٍ بِالْأَجْرِ فَلَا يُمْكِنُ تَقْيِيدُهُ .

وَبِخِلَافِ أَجِيرِ الْوَحْدِ عَلَى مَا نَذَكَّرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَانْقِطَاعِ الْخَبْلِ مِنْ قَلِيلِ اهْتِمَامِهِ
فَكَانَ مِنْ صَنِيعِهِ قَالَ : (إِلَّا أَنَّهُ لَا يُضْمَنُ بِهِ بَنَى آدَمَ مِمَّنْ غَرِقَ فِي السَّفِينَةِ أَوْ سَقَطَ مِنْ
الدَّابَّةِ وَإِنْ كَانَ يَسُوقُهُ وَقُوْدُهُ) ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ ضَمَانَ الْأَدْمِيِّ ، وَأَنَّهُ لَا يَجِبُ بِالْعَقْدِ ، وَإِنَّمَا
يَجِبُ بِالْجَنَائَةِ وَلِهَذَا يَجِبُ عَلَى الْعَاقِلَةِ ، وَضَمَانُ الْعُقُودِ لَا تَحْمِلُهُ الْعَاقِلَةُ .

اور جو چیز اجیر کے کام کے سبب ہلاک ہو جائے جس طرح اس کے پھٹنے سے کپڑا پھٹ جائے یا بوجہ اٹھانے والے
کا پھسل جانا ہے۔ یا کرائے والے نے جس رسی کو لیا ہے اس کا ٹوٹ جانا ہے یا ملاح کے کھینچنے کے سبب کشتی کا ڈوب جانا ہے ان تمام
چیزوں کی ضمانت اجیر پر ہوگی۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے اجیر پر ضمانت نہ ہوگی کیونکہ ان چیزوں کے مالکوں نے مطلق طور پر ان کو
کام کرنے کا حکم دیا ہوا ہے پس ان کا حکم دینا یہ درست عیب دونوں طرح کی اقسام کو شامل ہوگا پس یہ اجیر خاص اور دھوبی کی مدد
کرنے والے کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اجازت کے تحت اسی چیز کو شامل سمجھا جائے گا جو چیز عقد کے تحت داخل ہوگی۔ جبکہ وہ ٹھیک کام کا ہوتا ہے
کیونکہ درست طریقے سے کام کرنا ہی حقیقت میں مقصود غایہ کا سبب ہے یہاں تک کہ جب دوسرے عمل سے مقصود غایہ حاصل
ہو تب بھی مستأجر پر اجرت لازم ہوگی پس اس میں ناقص کام کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہ خلاف مدد کرنے والے کے کیونکہ وہ
احسان کرنے والا ہے جبکہ احسان کو درستگی کے ساتھ مقید کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ قید احسان کرنے سے روکنے والی ہے۔ اور جس مسئلہ
میں ہماری بحث ہے اس میں تو اجیر جارت لے کر کام کرنے والا ہے پس اس کو صحیح سے مقید کرنا ممکن ہے یہ خلاف اجیر خاص کے۔ اور
اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور باندھنے والی رسی عدم التفات کے سبب ٹوٹی ہے اور یہ اجیر کے عمل سے ہوا ہے۔ اور جب کوئی آدمی کشتی میں ڈوب کر فوت
ہو جائے یا سواری گر جائے تو ملاح اور کشتی کو چلانے والا یہ ضامن نہ ہوں گے اگرچہ سواری یا کشتی کو چلانے والے عمل کے سبب موت
واقع ہوئی ہو کیونکہ ضمان تو اس وقت واجب ہوتا ہے۔ (جب یہ عقد ہو) حالانکہ یہاں ضمان کا عقد کے سبب واجب نہیں ہوا کرتا بلکہ
جنایت کے سبب واجب ہوتا ہے اسی دلیل کے سبب یہ ضمان معاونت کرنے والے پر واجب ہوگا حالانکہ معاونت کرنے والا عقد کی
ضمانت نہیں دیتا۔

فرات سے پانی کا منکا اٹھانے پر اجیر لگانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا اسْتَأْجَرَ مَنْ يَحْمِلُ لَهُ دَنًّا مِنَ الْفَرَاتِ فَوَقَعَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَأَنْكَسَرَ، فَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيَمَتَهُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي حَمَلَهُ وَلَا أَجَرَ لَهُ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيَمَتَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي أَنْكَسَرَ وَأَعْطَاهُ الْأَجْرَ بِحَسَابِهِ) أَمَّا الضَّمَانُ فَلَمَّا قُلْنَا، وَالسَّقُوطُ بِالْعَثَارِ أَوْ بِانْقِطَاعِ الْحَمْلِ وَكُلُّ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعِهِ، وَأَمَّا الْخِيَارُ فَلِأَنَّهُ إِذَا أَنْكَسَرَ فِي الطَّرِيقِ، وَالْحَمْلُ شَيْءٌ وَاحِدٌ تَبَيَّنَ أَنَّهُ وَقَعَ تَعْدِيًّا مِنْ الْإِبْتِدَاءِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

وَلَهُ وَجْهٌ آخَرُ وَهُوَ أَنَّ ابْتِدَاءَ الْحَمْلِ حَصَلَ بِإِذْنِهِ فَلَمْ يَكُنْ تَعْدِيًّا، وَإِنَّمَا صَارَ تَعْدِيًّا عِنْدَ الْكُسْرِ فَيَسِيلُ إِلَى آتِي الْوَجْهِينِ شَاءَ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي لَهُ الْأَجْرُ بِقَدْرِ مَا اسْتَوْفَى، وَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَا أَجَرَ لَهُ لِأَنَّهُ مَا اسْتَوْفَى أَصْلًا.

اور جب کسی شخص نے کسی آدمی کو اس لئے اجرت پر لیا ہے وہ فرات سے پانی کا گھڑا بھر کر اس کی جگہ پر پہنچا دے اور وہ گھڑا راستے میں گر کر ٹوٹ گیا ہے تو مستأجر کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو اجیر کو اس جگہ کی قیمت کا ضامن بنائے جہاں سے اس نے وہ گھڑا اٹھایا ہے اور اس کو اجرت نہ دے اور اگر وہ چاہے تو جہاں گھڑا ٹوٹا ہے وہاں کی قیمت کا ضامن بنائے اور اسی حساب سے اس کو اجرت دیدے۔ ہاں البتہ ضمان ہونے کے وجوب کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور وہ گھڑا اگرچہ اس کے پھسلنے سے گرا ہے یا پھر وہ رسی کے ٹوٹ جانے کے سبب گر گیا ہے دونوں صورتوں میں اس کے عمل سے گرنے والا ہے۔ اور مستأجر کو اختیار اس لئے دیا گیا ہے کہ جب گھڑا راستے میں ٹوٹا ہے اور اس کو اٹھانے والا بھی ایک ہے تو یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس نے یہ زیادتی شروع سے کی ہے اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اٹھانے کی ابتداء مستأجر کی اجازت سے ہوئی ہے۔ پس زیادتی شروع میں نہ ہوگی۔ بلکہ ٹوٹنے کے وقت سے زیادتی شمار کی جائے گی۔ پس مستأجر کو اختیار ہوگا جس کو چاہے اختیار کر لے۔ جبکہ دوسری صورت میں کام کرنے کے حساب سے اجیر کو اجرت مل جائے گی اور اس کو پہلی صورت میں اجرت نہ ملے گی کیونکہ اس مستأجر نے اجیر سے کوئی کام بھی حاصل نہیں کیا ہے۔

سرجن وڈاکٹر سے فصد لگوانے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا فَصَدَ الْقَصَادُ أَوْ بَزَغَ الْبَزَاغُ وَلَمْ يَتَجَاوَزْ الْمَوْضِعَ الْمُعْتَادَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِيمَا عَطَبَ مِنْ ذَلِكَ.

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : بَيِّنَاتٌ بَزَغَ دَائِيَّةٌ بِدَائِنِي فَتَفَقَّتْ أَوْ حَجَّامٌ حَجَمَ عَبْدًا بِأَمْرِ مَوْلَاهُ فَمَاتَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْعِبَارَتَيْنِ نَوْعٌ بَيَّنَّ.

وَوَجْهُهُ أَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنِ السَّرَايِدِ لِأَنَّهُ يُبْتَسَى عَلَى قُوَّةِ الطَّبَاعِ وَضَعُفِهَا فِي تَحْمِلِ

الْأَلَمِ فَلَا يُمَكِّنُ التَّقْيِيدَ بِالْمُضْلِعِ مِنَ الْعَمَلِ، وَلَا ذَلِكَ ذِقُّ النَّوْبِ وَنَحْوُهُ بِمَا قَدْ مَنَاهُ ؛
لِأَنَّ قُوَّةَ النَّوْبِ وَرِقَّتَهُ تُعَرِّفُ بِالْإِجْتِهَادِ قَامِعِ الْقَوْلِ بِالتَّقْيِيدِ .

اور جب کسی حکیم نے کسی کا نظم کاٹ دیا ہے یا کسی ڈاکٹر نے جانور کی رگ میں شش لگا دیا ہے اور وہ ممکن حد سے
بڑھا نہیں ہے اور اگر وہ جانور اس ہلاک ہو جائے تو حکیم اور ڈاکٹر پر کوئی حمان نہ ہوگا۔

جامع صغیر میں ہے جب جانوروں کے ڈاکٹر نے ایک چھوٹے درہم کے بدلے میں کسی جانور کو شش لگا دیا ہے اور وہ جانور
مر گیا ہے یا کسی حجام نے کسی غلام کے مالک کے حکم سے اس غلام کو ٹھنڈا کیا اور اس سے غلام مر گیا ہے تو اس پر حمان نہ ہوگا اور
دونوں عبارات میں مسئلہ ایک ہی طرح بیان کیا گیا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ ڈھم کے سرایت نہ جانے کے مثل سے چھتا یہ ممکن نہیں
ہے کیونکہ وہ تکالیف برداشت کرنے میں مریضوں کی طباع میں قوت و کمزوری پر مبنی ہوتا ہے پس اس کام کا اچھائی کے ساتھ نہ جانے
کے مفید کرنا ممکن نہ ہوگا جبکہ کپڑا بن دینا یہ دوسرے کام اس طرح نہیں ہیں کیونکہ کپڑے کی قوت و کمزوری کا نظم و شش سے لیا جاسکتا
ہے۔ پس اس کو مفید کرنا ممکن ہے۔

اجیر خاص کا مدت اجرت میں سپرد ہو جانے کا بیان

قَالَ : (وَالْأَجِيرُ الْخَاصُّ الَّذِي يَسْتَحِقُّ الْأَجْرَ بِتَسْلِيمِ نَفْسِهِ فِي الْمُدَّةِ وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ كَمَنْ
أُسْتُجِرَ شَهْرًا لِلْخِدْمَةِ أَوْ لِرَعْيِ الْغَنَمِ) وَإِنَّمَا سُمِّيَ أَجِيرًا وَحْدًا ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ أَنْ يَفْعَلَ
لِغَيْرِهِ ؛ لِأَنَّ مَنَافِعَهُ فِي الْمُدَّةِ صَارَتْ مُسْتَحَقَّةً لَهُ وَالْأَجْرُ مُقَابِلُ الْمَنَافِعِ، وَلِهَذَا يَتَّقَى الْأَجْرُ
مُسْتَحَقًّا، وَإِنْ نُقِضَ الْعَمَلُ .

اور اجیر خاص وہ مزدور ہے جو مزدوری کی مدت میں اپنے آپ کو حوالے کر کے مزدوری کا حقدار بن جاتا ہے خواہ وہ
کام نہ بھی کرے۔ جس طرح وہ بندہ جس کو ایک مہینے تک کام کرنے یا بکری کو چرانے کے لئے مزدوری پر لیا جائے اور اس کو اجیر
خاص اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس کے لئے دوسرے کام کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ مدت اجارہ میں اجیر کے منافع مستاجر کے لئے
خاص ہوتے ہیں اور مزدوری منافع ہی کا بدل ہے کیونکہ ثابت رہتی ہے خواہ عمل کو ختم کر دیا جائے۔

اجیر خاص پر ضمان نہ ہونے کا بیان

قَالَ : (وَلَا ضَمَانٌ عَلَى الْأَجِيرِ الْخَاصِّ فِيمَا تَلَفَ فِي يَدِهِ وَلَا مَا تَلَفَ مِنْ عَمَلِهِ) أَمَّا الْأَوَّلُ
فَلِأَنَّ الْعَيْنَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ ؛ لِأَنَّهُ قَبْضٌ بِإِذْنِهِ، وَهَذَا ظَاهِرٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا عِنْدَهُمَا ؛ لِأَنَّ
تَضْمِينَ الْأَجِيرِ الْمُشْتَرِكِ نَوْعٌ اسْتِحْسَانٌ عِنْدَهُمَا لِصِيَانَةِ أَمْوَالِ النَّاسِ، وَالْأَجِيرُ الْوَحْدُ لَا
يَتَقَبَّلُ الْأَعْمَالَ فَتَكُونُ السَّلَامَةُ غَالِبَةً فَيُؤْخَذُ فِيهِ الْقِيَاسُ، وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْمَنَافِعَ مَتَى
صَارَتْ مَمْلُوكَةً لِلْمُسْتَأْجِرِ فَإِذَا أَمَرَهُ بِالتَّصَرُّفِ فِي مِلْكِهِ صَحَّ وَيَصِيرُ مَا بَيْنَا مَبَاهٍ فَيَصِيرُ

فَعَلَهُ مَن قَوْلًا إِلَيْهِ كَأَنَّهُ فَعَلَ بِنَفْسِهِ فَلِهَذَا لَا يَضْمَنُهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جب کوئی چیز اجیر خاص کے قبضہ سے ہلاک ہو یا جو چیز اس کے عمل سے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہ ہوگا اس کی پہلی صورت میں ضمان نہ ہونا اس دلیل کے سبب سے ہے کہ عین اس کے پاس امانت ہے کیونکہ اجیر اس پر قبضہ مستاجر کی اجازت سے کرنے والا ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ ان کے نزدیک اجیر خاص سے ضمان لینا ایک طرح احسان ہے تاکہ عوام کے اموال کی حفاظت ہو اور اجیر خاص دوسرے کام نہیں کرتا پس عمومی طور پر اس کا مال محفوظ رہتا ہے پس اس کے بارے میں قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

اور دوسری صورت میں ضمان کا نہ ہونا اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب منافع مستاجر کے ہیں تو اس کا اپنی ملکیت میں تصرف کا حکم دینا درست ہے اور اجیر مستاجر کے قائم مقام ہوگا اور اس کا عمل مستاجر کی جانب منتقل کر دیا جائے گا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ کہ وہ کام خود مستاجر نے کیا ہے پس اسی سبب سے اجیر پر ضمان نہ ہوگا۔

بَابُ الْإِجَارَةِ عَلَى أَحَدِ الشَّرْطَيْنِ

﴿یہ باب شرائط میں ایک شرط پر اجارہ کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب شرطین سے ایک شرط کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے ایک شرط پر ہونے والے اجارہ کو بیان کیا ہے۔ اور اب یہاں سے دو شرائط والے اجارہ کو بیان کر رہے ہیں۔ اور شرط واحد کا تقدم علی شرط اثین کی بحث عام ہے۔ لہذا یہاں بھی اسی تقدم و تاخر کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ (البنائے شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، ملتان)

مختلف ڈیزائن و ورائٹی کی شرط پر سلوائی کا بیان

(وَإِذَا قَالَ لِلْخِيَاطِ إِنْ خِطْتُ هَذَا الثَّوبَ فَارِيسًا فَبَدْرُهُمْ، وَإِنْ خِطُّهُ رُومِيًّا فَبَدْرُهُمْ جَارًا، وَآيَ عَمَلٍ مِنْ هَذَيْنِ الْعَمَلَيْنِ عَمِلَ اسْتَحَقَّ الْأَجْرَ بِهِ) وَكَذَا إِذَا قَالَ لِلصَّبَاغِ إِنْ صَبَغْتَهُ بِعُصْفَرٍ فَبَدْرُهُمْ، وَإِنْ صَبَغْتَهُ بِزَعْفَرَانٍ فَبَدْرُهُمْ، وَكَذَا إِذَا خَيْرَهُ بَيْنَ شَيْئَيْنِ بَانَ قَالَ : أَجْرُكَ هَذِهِ الدَّارَ شَهْرًا بِخُمُسٍ أَوْ هَذِهِ الدَّارَ الْآخَرَى بِعَشْرَةٍ، وَكَذَا إِذَا خَيْرَهُ بَيْنَ مَسَافَتَيْنِ مُخْتَلِفَتَيْنِ بَانَ قَالَ : أَجْرُكَ هَذِهِ الدَّابَّةُ إِلَى الْكُوفَةِ بِكَذَا أَوْ إِلَى وَاسِطٍ بِكَذَا، وَكَذَا إِذَا خَيْرَهُ بَيْنَ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ، وَإِنْ خَيْرَهُ بَيْنَ أَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ لَمْ يَجُزْ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ الْبَيْعُ وَالْجَامِعُ دَفْعُ الْحَاجَةِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ اسْتِثْنَاءِ الْخِيَارِ فِي الْبَيْعِ، وَفِي الْإِجَارَةِ لَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّ الْأَجْرَ إِنَّمَا يَجِبُ بِالْعَمَلِ، وَعِنْدَ ذَلِكَ يَصِيرُ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ مَعْلُومًا، وَفِي الْبَيْعِ يَجِبُ الثَّمَنُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فَتَحَقُّقُ الْجَهَالَةِ عَلَى وَجْهِ لَا تَرْتَفِعُ الْمَنَازَعَةُ إِلَّا بِإِثْبَاتِ الْخِيَارِ

اور جب کسی شخص نے درزی سے کہا کہ اگر تم مجھے فارسی ڈیزائن میں یہ کپڑا سی کر دو تو تجھے ایک درہم ملے گا اور اگر رومی ڈیزائن میں سی کر دیا تو تجھے دو درہم ملیں گے تو اس طرح اجارہ کرنا جائز ہے اور درزی ان دونوں کاموں میں سے جس کام کو بھی اختیار کرے گا اس کو اسی حساب سے مزدوری ملے گی۔

اور اسی طرح جب کسی شخص نے رنگ کرنے والے سے کہا کہ اگر تم یہ کپڑا کسم کے رنگ سے رنگ کر دو تو تمہیں ایک درہم ملے گا اور اگر زعفران سے رنگ کر دو گے تو تم کو دو درہم ملیں گے۔

اسی طرح جب اس نے مستاجر کو اختیار دیتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ گھربا ہانہ پانچ درہم میں دیا ہے اور یہ دوسرا گھربا ہانہ دس درہم میں دیا ہے اور یہ حکم اس وقت بھی ہوگا جب موجر مستاجر کو دو مسابفتوں کے درمیان اختیار دیتے ہوئے کہے کہ میں نے کوفہ تک لے جانے کے لئے تم کو یہ سواری دی ہے اور اس کے اتنے درہم ہیں جبکہ واسطہ جگہ کے لئے اس کے اتنے درہم ہیں۔

اور اسی طرح جب موجر مستاجر کو تین تین اشیاء میں اختیار دے البتہ جب اس نے چار چیزوں میں اختیار دیا تو یہ جائز نہ ہوگا اور ان تمام صورتوں کو بیع پر قیاس کیا جائے گا۔ اور قیاس کی جامع علت ضرور سے کو دور کرنے والی ہے ہاں البتہ خیر میں تعین کی شرط لگانا لازم ہے جبکہ اجارہ میں یہ چیز بطور شرط نہیں ہے کیونکہ اجرت کام کرنے کے بعد واجب ہوتی ہے اور معقود علیہ کو بھی کام کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے جبکہ بیع میں نفس عقد کے سبب سے ہی قیمت واجب ہو جاتی ہے پس خیاری کی شرط نہ لگانے کے سبب ایسی جہالت ثابت ہو جائے گی۔ کہ بغیر خیاری کے جھگڑا ہی ختم نہ ہوگا۔

کام کو وقت کے تقدم و تاخر کے سبب اجرت میں کمی بیشی کرنے کا بیان

۔ (وَلَوْ قَالَ : إِنْ حِطَّنَهُ الْيَوْمَ فَبِدْرْهِمْ، وَإِنْ حِطَّنَهُ غَدًا فَنِصْفِ دِرْهِمٍ، فَإِنْ خَاطَهُ الْيَوْمَ فَلَهُ دِرْهِمٌ، وَإِنْ خَاطَهُ غَدًا فَلَهُ أَجْرٌ مِثْلُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يُجَاوِزُ بِهِ نِصْفُ دِرْهِمٍ .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : لَا يُنْقَصُ مِنْ نِصْفِ دِرْهِمٍ وَلَا يُزَادُ عَلَى دِرْهِمٍ . وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : الشَّرْطَانِ جَائِزَانِ قَالَ : زُفَرٌ : الشَّرْطَانِ فَاسِدَانِ ؛ لِأَنَّ الْخِيَاطَةَ شَيْءٌ وَاحِدٌ، وَقَدْ ذُكِرَ بِمُقَابَلَتِهِ بَدَلًا عَلَى الْبَدَلِ فَيَكُونُ مَجْهُولًا، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ ذِكْرَ الْيَوْمِ لِلتَّعْجِيلِ، وَذِكْرَ الْغَدِ لِلتَّأْخِيرِ فَيَجْتَمِعُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَسْمِيَتَانِ . وَلَهُمَا أَنْ ذِكْرَ الْيَوْمِ لِلتَّأْخِيرِ .

وَذِكْرُ الْغَدِ لِلتَّعْجِيلِ فَلَا يَجْتَمِعُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَسْمِيَتَانِ ؛ وَلِأَنَّ التَّعْجِيلَ وَالتَّأْخِيرَ مَقْصُودٌ فَنَزَلَ مَنْزِلَةً اخْتِلَافِ النَّوعَيْنِ . وَلَا بِي حَنِيفَةَ أَنَّ ذِكْرَ الْغَدِ لِلتَّعْجِيلِ حَقِيقَةٌ .

وَلَا يُمَكِّنُ حَمْلُ الْيَوْمِ عَلَى التَّأْخِيرِ ؛ لِأَنَّ فِيهِ فَسَادَ الْعَقْدِ لِاجْتِمَاعِ الْوَقْتِ وَالْعَمَلِ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يَجْتَمِعُ فِي الْغَدِ تَسْمِيَتَانِ دُونَ الْيَوْمِ، فَيَصِحُّ الْيَوْمُ الْأَوَّلُ وَيَجِبُ الْمُسَمَّى، وَيَفْسُدُ الثَّانِي وَيَجِبُ أَجْرُ الْمِثْلِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ نِصْفُ دِرْهِمٍ ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُسَمَّى فِي الْيَوْمِ الثَّانِي .

وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لَا يُزَادُ عَلَى دِرْهِمٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ نِصْفِ دِرْهِمٍ ؛ لِأَنَّ التَّسْمِيَةَ الْأُولَى لَا تَنْعَدُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَتُعْتَبَرُ لِمَنْعِ الزِّيَادَةِ وَتُعْتَبَرُ التَّسْمِيَةُ الثَّانِيَةُ لِمَنْعِ النُّقْصَانِ، فَإِنْ خَاطَهُ

یومیوم الثالث لا یجاوِزُ بہ یصفِ ذرہم عندَ اَبی حنیفۃ رَحِمَہُ اللہُ ہُوَ الصَّحیحُ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ یَرْضَ بِالتَّخْصِیرِ إِلَى الْعِدِّ لِیَا لَزِیَادَہُ عَلَیْہِ إِلَى مَا بَعْدَ الْعِدِّ أَوَّلَی

اور جب مستاجر نے درزی سے کہا ہے کہ اگر تم مجھ کو پڑے آج سی کرو گے تو تم کو ایک درہم سادائی کا ملے گا اور اگر تم نے کل سی کر دیے تو تم کو نصف درہم سلوائی کا ملے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو اجرت مثلی ملے گی جو نصف درہم سے زائد نہ ہوگی جبکہ جامع صغیر میں ہے کہ اجرت مثلی یہ نصف سے کم نہ ہوگی۔ اور ایک درہم سے زائد نہ ہوگی۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں شرائط جائز ہیں جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں شرائط فاسد ہیں۔ کیونکہ سلوائی کا کام ایک طرح کا ہی ہے جس کے مقابلے میں ترتیب وار بدل دو بدل بیان ہوئے ہیں۔ لہذا حقیق بدل بھول ہو جائے گا اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ دن کا ذکر جلدی کے سبب سے ہے جبکہ کل کے دن کا ذکر کرنا یہ آسانی کے لئے ہے۔ اور مسمیٰ میں تو ہر دن ہی شامل ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے دن کا ذکر کرنا یہ مدت کو بیان کرنے کے لئے ہے جبکہ غد کا ذکر یہ تعلیق کے لئے ہے پس ہر دن میں دو مسمیٰ نہیں ہو سکتے۔ لہذا غلٹ ولیٹ دونوں چیزیں مقصد میں سے ہیں۔ پس اس کو دو انواع کے اختلاف کے حکم میں شمار کر لیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ غد کا ذکر تو یقیناً تعلیق کے لئے ہے جبکہ یوم کو تاقیت پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اس طرح کرنے سے وقت اور عمل دونوں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور عقد فاسد ہو جائے گا۔ اور اس صورت میں غد میں دو مسمیٰ جمع ہو جائیں گے۔ جبکہ یوم میں نہ ہوں گے لہذا یوم کہنا اور مدت ہو جائے گا یوم کی اجرت مسمیٰ واجب ہو جائے گی۔ اور غد کا ذکر فاسد ہو جائے گا۔ اور غد میں اجرت مثلی واجب ہو جائے گی۔ جو نصف درہم سے زائد نہ ہوگی کیونکہ غد میں نصف درہم ہی اجرت مسمیٰ ہے۔ جامع صغیر میں ہے۔ اجرت مثلی ایک درہم سے زائد اور نصف درہم سے کم نہ ہوگی۔ لہذا یوم ثانی میں پہلا تسمیہ معدوم نہیں ہے پس زیادتی کو روکنے کے لئے اسکا اعتبار کر لیا جائے گا اور کی کو روکنے کے لئے دوسرے تسمیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب درزی نے وہ کپڑا تیسرے دن میں سی کر دیا ہے۔

تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اجرت نصف درہم سے کم نہ ہوگی۔ صحیح روایت اسی طرے ہے کیونکہ نصف درہم کے بارے میں مستاجر جب کل تک کی دیر کرنے پر رضامند نہیں ہے تو کل کے بعد نصف درہم کے اضافے پر وہ کسی طرح رضامند ہو سکے گا؟

دکان میں عطار کے لئے ایک درہم کرایہ معین کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ : إِنْ سَكَنْتَ فِي هَذَا الدُّكَّانِ عَطَّارًا فَبِذَرْتَهُمْ فِي الشَّهْرِ، وَإِنْ سَكَنْتَهُ حَذَّادًا فَبِذَرْتَهُمْ جَاوِزًا، وَآتَى الْأَمْرَيْنِ فَعَلَ اسْتَحَقَّ الْأَجْرَ الْمُسَمَّى فِيهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .)

وَقَالَا : الْإِجَارَةُ فَاسِدَةٌ، وَكَذَا إِذَا اسْتَأْجَرَ بَيْتًا عَلَى أَنَّهُ إِنْ سَكَنَ فِيهِ عَطَارًا فَبَدْرَهُمْ، وَإِنْ سَكَنَ فِيهِ حَدَّادًا فَبَدْرَهُمَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا : لَا يَجُوزُ

اور جب مالک مستاجر سے کہہ دیا ہے کہ تم اس دکان میں کسی عطاری کو لا کر بٹھا دو تو ایک درہم ماہانہ کرایہ ہوگا اور کسی لوہار کو لائے گا تو دو درہم کرایہ ماہانہ کرایہ ہوگا تو عقد جائز ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستاجر جو کام بھی کرے گا وہ اجرت مسمی کا حقدار بن جائے گا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے۔ اور اسی طرح جب کسی شخص نے اس شرط کے ساتھ مکان کرائے پر لیا ہے کہ اگر مستاجر خود اس میں رہائش پذیر ہوگا تو اس کا کرایہ ایک درہم ہوگا اور اس نے کسی لوہار کو اس میں رکھا تو کرایہ دو درہم ہوگا تو یہ عقد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مقام حیرہ تک جانے کے لئے سواری کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً إِلَى الْحِيرَةِ بِدْرَهُمْ وَإِنْ جَاوَزَ بِهَا إِلَى الْقَادِسِيَّةِ فَبَدْرَهُمَيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ، وَيُحْتَمَلُ الْخِلَافُ وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا إِلَى الْحِيرَةِ عَلَى أَنَّهُ إِنْ حَمَلَ عَلَيْهَا كُرَّ شَعِيرٌ فَيَنْصِفُ دِرْهَمٍ، وَإِنْ حَمَلَ عَلَيْهَا كُرَّ حِنْطَةٍ فَبَدْرَهُمْ فَهُوَ جَائِزٌ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَقَالَا : لَا يَجُوزُ) وَجَهٌ قَوْلُهُمَا أَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ مَجْهُولٌ، وَكَذَا الْآجَرُ أَحَدُ الشَّيْنَيْنِ، وَهُوَ مَجْهُولٌ وَالْجَهَالَةُ تُوجِبُ الْفَسَادَ، بِخِلَافِ الْخِيَاطَةِ الرَّومِيَّةِ وَالْقَارِسِيَّةِ ؛ لِأَنَّ الْآجَرَ يَجِبُ بِالْعَمَلِ وَعِنْدَهُ تَرْتِفَعُ الْجَهَالَةُ.

أَمَّا فِي هَذِهِ الْمَسَائِلِ يَجِبُ الْآجَرُ بِالتَّخْلِيَةِ وَالتَّسْلِيمِ فَتَبْقَى الْجَهَالَةُ، وَهَذَا الْحَرْفُ هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُمَا. وَلَا يَسِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ خَيْرُهُ بَيْنَ عَقْدَيْنِ صَحِيحَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ فَيَصِحُّ كَمَا فِي مَسْأَلَةِ الرَّومِيَّةِ وَالْقَارِسِيَّةِ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ سُكْنَاهُ بِنَفْسِهِ يُخَالِفُ إِسْكَانَهُ الْحَدَّادَ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ ذَلِكَ فِي مُطْلَقِ الْعَقْدِ وَكَذَا فِي أَخَوَاتِهَا، وَالْإِجَارَةُ تُعَقَّدُ لِلانْتِفَاعِ وَعِنْدَهُ تَرْتِفَعُ الْجَهَالَةُ، وَلَوْ أُخْتِجَ إِلَى الْإِيجَابِ بِمُجَرَّدِ التَّسْلِيمِ يَجِبُ أَقْلُ الْآجَرَيْنِ لِلتَّيَقُّنِ بِهِ

اور جب کسی شخص نے مقام حیرہ تک جانے کے لئے ایک درہم میں سواری کرائے پر لے لی ہے اور جب وہ حیرہ سے بڑھ قادیسیہ تک جا پہنچا ہے تو کرایہ دو درہم ہوگا اور یہ عقد بھی جائز ہوگا مگر اس میں اختلاف کی وسعت موجود ہے۔

اور جب کسی شخص نے حیرہ تک جانے کے لئے سواری اس شرط کے ساتھ کرائے پر لی ہے کہ اگر وہ ایک من جو اس پر لادے گا تو نصف درہم کرایہ ہوگا اور اگر وہ ایک من گندم لادے گا تو کرایہ ایک درہم ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ عقد جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور ان کے قول کی دلیل یہ ہے کہ

مستورعیہ مجہول ہے جبکہ اجرت دو چیزوں میں سے ایک کی ہے اور وہ بھی مجہول ہے لہذا جہالت فساد کو واجب کرنے والی ہے بہ غدف روی و ذری سلوائی کے کیونکہ اجرت ہمیشہ کام کرنے کے بعد واجب ہوا کرتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اس وقت جہالت دور ہو جاتی ہے لہذا ان مسائل میں خالی کرنے اور سپرد کرنے کے سبب اجرت واجب ہو جائے گی جبکہ جہالت باقی رہتی ہے اور صاحبین کی بنیادی دلیل بھی یہی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ موجر نے مستاجر کو دو مختلف اور صحیح عقد کے درمیان اختیار دیا ہے پس اس کا یہ اختیار دینا درست ہوگا جس طرح روی و فاری والے مسئلہ میں درست ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل سے بھی ہے کہ مستاجر کا خود اس مکان میں رہنا یہ لوہار کو رکھنے سے مختلف ہے کیا آپ غور نہیں کرتے کہ مطلق عقد کے تحت دوسرے کو رکھنا درست نہیں ہے اور اجارہ کی دوسری صورتوں کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ اجارہ نفع حاصل کرنے کے لئے منعقد کیا جاتا ہے جبکہ نفع کے حصول کے وقت جہالت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور جب صرف سپرد کرنے سے مزدوری کی ضروری ہو جائے تو دونوں مزدوریوں میں سے جو تھوڑی ہوگی وہ لازم ہو جائے گی۔

بَابُ اجَارَةِ الْعَبْدِ

﴿یہ باب غلام کے اجارہ کے بیان میں ہے﴾

باب اجارہ غلام کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس طرح چیزوں کا عین اور دیگر کئی اشیاء کو اجارہ پر لیا جاتا ہے اسی طرح غلام بھی کرایہ پر لیا جاتا ہے۔ مگر غلام رقیق کے اعتبار سے اعیان سے کم درجے میں ہیں پس ان کے احکام و مسائل کو اعیان کے اجارہ کے احکام کے بعد ذکر کیا ہے۔ (البنائے شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، ملتان)

خدمت کے لئے غلام کو اجارہ پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا لِلْخِدْمَةِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ ذَلِكَ) ؛ لِأَنَّ خِدْمَةَ السَّفَرِ اشْتَمَلَتْ عَلَى زِيَادَةِ مَشَقَّةٍ فَلَا يَنْتَظِمُهَا إِلَّا طَلَاقٌ، وَلِهَذَا جُعِلَ السَّفَرُ عُذْرًا فَلَا بُدَّ مِنْ اسْتِثْنَائِهِ كَمَا سَكَانَ الْحَدَادِ وَالْقَصَارِ فِي الدَّارِ، وَلِأَنَّ التَّفَاوُتَ بَيْنَ الْخِدْمَتَيْنِ ظَاهِرٌ، فَإِذَا تَعَيَّنَ الْخِدْمَةُ فِي الْحَضَرِ لَا يَبْقَى غَيْرُهُ دَاخِلًا كَمَا فِي الرُّكُوبِ

اور جب کسی شخص نے خدمت کے لئے غلام کو اجرت پر لیا ہے تو مستاجر کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ غلام کو سفر پر ساتھ لے کر جائے ہاں البتہ جب وہ عقد کے وقت شرط لگا دے کیونکہ سفری خدمت میں مشقت زیادہ ہوتی ہے۔ پس مطلق عقد میں یہ خدمت شامل نہ ہوگی اسی دلیل کے سبب سے نسخ اجارہ کے لئے سفر کو عذر قرار دیا گیا ہے پس اس کو شرط کرنا لازم ہوگا۔ جس طرح مستاجر وہ مکان میں جب لوہار اور دھوبی کو رکھنے کے لئے شرط لگانا لازم ہے کیونکہ سفر و شہر کی سہولیات میں فرق واضح ہے۔ پس جب شہر کی خدمت معین ہوگئی ہے تو اس کے سوا دوسری کوئی خدمت اس عقد میں داخل نہ ہوگی جس طرح سوار یوں میں ہوا کرتا ہے۔

عبد مجبور کو اجارہ پر لے جانے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا مَحْجُورًا عَلَيْهِ شَهْرًا وَأَعْطَاهُ الْآجَرَ فَلَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ الْآجَرَ) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْإِجَارَةَ صَحِيحَةٌ اسْتِحْسَانًا إِذَا فَرَغَ مِنَ الْعَمَلِ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ لِابْتِدَاءِ إِذْنِ الْمَوْلَى وَقِيَامِ الْحَجْرِ فَصَارَ كَمَا إِذَا هَلَكَ الْعَبْدُ.

وَجَهْ إِلَّا سَخَسَانِ أَنَّ التَّصَرُّفَ نَالِعٌ عَلَى اِغْتِبَارِ الْفَرَاغِ مَالِمَا ضَارَّ عَلَى اِغْتِبَارِ هَلَاكِ الْعَبْدِ
وَالنَّافِعُ مَاذُونٌ فِيهِ كَقَبُولِ الْهَبَةِ، وَإِذَا جَازَ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ.

اور جب کسی شخص نے ایک ماہ کے لئے کوئی مجبور غلام کرائے پر لیا اور اس کو اجرت بھی دے دی تو مستاجر کو اس سے وہ اجرت واپس لینے کا حق نہ ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کام کرنے سے فارغ ہو جائے تو بطور استحسان یہ اجارہ صحیح ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ اجارہ جائز نہ ہو۔ کیونکہ آقا کی اجازت نہیں ہے اور اس پر پابندی بھی لگائی گئی ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح وہ غلام فوت ہو چکا ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ غلام درست طریقے سے کام کر کے فارغ ہو جائے تو آقا کے حق میں یہ تصرف فائدے مند ہوگا مگر جب غلام فوت ہو جائے تو یہ تصرف آقا کے حق میں نقصان ثابت ہوگا۔ جبکہ اس کو فائدے والے تصرف کی اجازت ہوتی ہے جس طرح بیہ قبول کرنا ہے اور جب یہ جائز ہے تو مستاجر کے لئے یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اجرت واپس لے۔

غصب شدہ غلام کا مزدوری کرنے کا بیان

(وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَاجَرَ الْعَبْدُ نَفْسَهُ فَآخَذَ الْغَاصِبُ الْآجَرَ فَكَكَلَهُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: هُوَ ضَامِنٌ) لِأَنَّهُ أَكَلَ مَالَ الْمَالِكِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، إِذَا الْإِجَارَةُ قَدْ صَحَّتْ عَلَى مَا مَرَّ.

وَلَهُ أَنْ الضَّمَانُ إِنَّمَا يَجِبُ بِاتِّلَافِ مَالٍ مُخَوَّزٍ، لِأَنَّ التَّقْوَمَ بِهِ، وَهَذَا غَيْرُ مُخَوَّزٍ لِي حَقِّ الْغَاصِبِ، لِأَنَّ الْعَبْدَ لَا يُخَوِّزُ نَفْسَهُ عَنْهُ فَكَيْفَ يُخَوِّزُ مَا لِي يَدِهِ.

(وَأَنْ وَجَدَ الْمَوْلَى الْآجَرَ قَانِمًا بِعَيْنِهِ أَخَذَهُ) لِأَنَّهُ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ (وَيَجُوزُ قَبْضُ الْعَبْدِ الْآجَرَ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِأَنَّهُ مَاذُونٌ لَهُ فِي التَّصَرُّفِ عَلَى اِغْتِبَارِ الْفَرَاغِ عَلَى مَا مَرَّ.

اور جب کسی شخص نے غلام کو غصب کر لیا اور اس غلام نے اپنے آپ کو مزدوری پر لگالیا ہے مگر غاصب نے اس کی مزدوری لے کر استعمال بھی کر ڈالی ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غاصب پر ضمان نہ ہوگا۔ صاحبین نے کہا ہے کہ غاصب پر ضمان ہوگا کیونکہ اس نے مالک کی اجازت بغیر اس کا مال کھایا ہے کیونکہ اس طرح اجارہ صحیح ہو چکا تھا جس طرح اس کا مسئلہ زیر چکا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے محفوظ مال کو ہلاک کرنے کے سبب ضمان واجب ہوتا ہے کیونکہ احراز سے تقوم ثابت ہوتا ہے جبکہ اس صورت میں جو مال ہے اور غاصب کے حق میں محرز نہیں ہے کیونکہ جب غلام خود کو غاصب سے محفوظ نہیں رکھتا ہے تو وہ اپنے پاس موجود مال کو کس طرح محفوظ رکھ سکے گا۔

اور جب آقا مزدوری کو اس کی اصلی صورت میں پائے۔ کیونکہ آقا اپنا ہی مال لینے والا ہے جبکہ غلام کی مزدوری نہ لینا۔ اتفاق جائز ہے کیونکہ غلام کو درشتی کے ساتھ کام سے فراغت کے اعتبار سے اس غلام کو تصرف کے حق میں مہربانوں سے آرا دیا جائے گا۔

دو ماہ کے لئے غلام کو کرائے پر لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا هَذَيْنِ الشَّهْرَيْنِ شَهْرًا بِأَرْبَعَةٍ وَشَهْرًا بِخَمْسَةٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَالْأَوَّلُ مِنْهُمَا بِأَرْبَعَةٍ)؛ لِأَنَّ الشَّهْرَ الْمَذْكُورَ أَوَّلًا يَنْصَرِفُ إِلَى مَا يَلِي الْعَقْدَ تَحْرِيًا لِلْجَوَازِ أَوْ نَظَرًا إِلَى تَنْجِزِ الْحَاجَةِ فَيَنْصَرِفُ الثَّانِي إِلَى مَا يَلِي الْأَوَّلَ ضَرُورَةً.

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا شَهْرًا بِدَرَاهِمٍ فَقَبْضُهُ فِي أَوَّلِ الشَّهْرِ ثُمَّ جَاءَ آخِرُ الشَّهْرِ، وَهُوَ أَبْقَى أَوْ مَرِيضٌ فَقَالَ الْمُسْتَأْجِرُ أَبْقَى أَوْ مَرِيضٌ حِينَ أَخَذْتَهُ وَقَالَ الْمَوْلَى لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إِلَّا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِسَاعَةِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْتَأْجِرِ، وَإِنْ جَاءَ بِهِ، وَهُوَ صَحِيحٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُؤَجِّرِ؛ لِأَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي أَمْرِ مُحْتَمَلٍ فَيَرْجَحُ بِحُكْمِ الْحَالِ، إِذْ هُوَ دَلِيلٌ عَلَى قِيَامِهِ مِنْ قَبْلُ وَهُوَ يَصْلُحُ مُرَجِّحًا إِنْ لَمْ يَصْلُحْ حُجَّةٌ فِي نَفْسِهِ. أَصْلُهُ الْإِخْتِلَافُ فِي جَرَيَانِ مَاءِ الطَّاحُونَةِ وَانْقِطَاعِهِ.

اور جب کسی شخص نے اس طرح دو ماہ کے لئے غلام کو کرائے پر لیا کہ وہ پہلے ماہ اس کا چار درہم مزدوری دے گا جبکہ دوسرے مہینے اس کو پانچ درہم مزدوری دے تو یہ عقد جائز ہے اور ان میں سے پہلے ماہ کی اجر چار جبکہ دوسرے ماہ کی اجرت پانچ درہم ہوگی۔ اور وہ عقد اتصال کے سبب مہینے کی جانب راجع ہوگا تا کہ عقد کو جائز قرار دیا جائے اور مستاجر کی ضرورت کو فوری طور پر نافذ کر دیا جائے گا اور اس کے بعد دوسرا پہلے شہر کی جانب اتصال عقد کے سبب یقیناً راجع ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے ایک درہم کے بدلے میں غلام کو کرائے پر حاصل کیا اور ماہ کے شروع ہی میں اس پر قبضہ بھی کر لیا اور اس کے بعد جب مہینے کے آخری دن آئے تو وہ غلام بھگوڑا تھا یا وہ بیمار تھا اور مستاجر کہنے لگا کہ جس وقت سے میں نے اس کو لیا تھا یہ تو تب کافراری یا بیمار تھا جبکہ آقا نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے پاس آنے سے کچھ دیر پہلے وہ بھاگا ہے یا بیمار ہوا ہے تو مستاجر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور جب مستاجر اسی حالت میں غلام کو آقا کے پاس لے گیا کہ وہ تندرست ہے تو اب آقا کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان دونوں میں اختلاف ایسی چیز میں ہوا ہے جس کا واقع ہونا ممکن ہے پس جو قول موجودہ حالت کے مطابق ہوگا اسی ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہی حال پہلے سے موجود ہے اور اس کی ترجیح بھی درست ہے، اگرچہ ترجیح بہ ذات خود دلیل نہیں بنتی۔ اور اس اختلاف کی اصل وہی اختلاف ہے جو پین چکی سے پانی کے جاری ہونے یا نہ ہونے کے بیان گزر چکا ہے۔

بَابُ الْاِخْتِلَافِ فِي الْاِجَارَةِ

﴿یہ باب موجرومستاجر کے درمیان اختلاف میں ہے﴾

باب موجرومستاجر کے اختلاف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باہرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب متعاقبین کے متفقہ مسائل سے فارغ ہوئے ہیں کیونکہ اصل وہی مسائل ہیں۔ تو اب انہوں نے متعاقبین کے درمیان اختلافی مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور یہ فرع ہے۔ کیونکہ اختلاف یقیناً کسی عارض کے سبب لاحق ہونے والا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

درزی اور کپڑے سلوانے والے کے درمیان اختلاف کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا اخْتَلَفَ الْخِيَّاطُ وَرَبُّ الثَّوْبِ فَقَالَ رَبُّ الثَّوْبِ أَمَرْتُكَ أَنْ تَعْمَلَهُ قَبَاءً وَقَالَ الْخِيَّاطُ بَلْ قَمِيصًا أَوْ قَالَ : صَاحِبُ الثَّوْبِ لِلصَّبَاغِ أَمَرْتُكَ أَنْ تَصْبِغَهُ أَحْمَرَ فَصَبَّغْتَهُ أَصْفَرَ وَقَالَ الصَّبَاغُ لَا بَلْ أَمَرْتَنِي أَصْفَرَ فَقَالَ قَوْلُ لِي صَاحِبِ الثَّوْبِ) : لِأَنَّ الْإِذْنَ يُسْتَفَادُ مِنْ جِهَتِهِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ أَنْكَرَ أَصْلَ الْإِذْنِ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ فَكَذًّا إِذَا أَنْكَرَ صِفَتَهُ، لَكِنْ يَخِلْفُ ؛ لِأَنَّهُ أَنْكَرَ شَيْئًا لَوْ أَقْرَبَهُ لَزِمَهُ .

قَالَ : (وَإِذَا حَلَفَ فَالْخِيَّاطُ ضَامِنٌ) وَمَعْنَاهُ مَا مَرَّ مِنْ قَبْلِ أَنَّهُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَهُ، وَأَعْطَاهُ أَجْرَ مِثْلِهِ، وَكَذَا يُخَيَّرُ فِي مَسْأَلَةِ الصَّبِغِ إِذَا حَلَفَ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَةَ الثَّوْبِ أَبْيَضَ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الثَّوْبَ وَأَعْطَاهُ أَجْرَ مِثْلِهِ لَا يُجَاوِزُ بِهِ الْمُسَمَّى. وَذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسخِ : يُضَمِّنُهُ مَا زَادَ الصَّبِغُ فِيهِ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْغَضَبِ .

اور جب درزی اور کپڑے کے مالک کے درمیان اختلاف ہو گیا مالک کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو قباء بننے کے لئے کہا تھا جبکہ درزی کہتا ہے کہ تم نے مجھے قمیص بننے کا کہہ گئے تھے۔ یا کپڑے والے نے رنگنے والے سے کہا کہ میں نے تجھ کو سرخ رنگ میں رنگنے کے لئے کہا تھا۔ جبکہ تو نے پیلے کلر میں رنگ دیا اور رنگنے والے نے کہا کہ نہیں تم مجھے پیلے رنگ میں کپڑا رنگنے کے لئے کہا تھا تو اس میں کپڑے کے مالک کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اجازت اسی کی جانب سے حاصل کی گئی ہے۔ کیا آپ غور نہیں کرتے کہ جب مالک اصل اجازت سے انکار کر دے تب بھی اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا لہذا اسفندہ انکار کرنے میں سختی اسی

کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ مگر اس سے قسم لی جائے گی۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا ہے اور اگر وہ اس کا اقرار کر لے تو وہ چیز اس پر لازم ہو جائے گی۔ اور اگر مالک قسم اٹھا لیتا ہے تو درزی ضامن ہوگا اور اس کا حکم وہی ہے جو اس سے پہلے نذر چکا ہے۔ کہ مالک کو اختیار ہوگا وہ چاہے تو اس کو کپڑے کا ضامن بنائے اور اگر وہ چاہے تو سلا ہوا کپڑا لے کر اس کو اجرت دیدے۔ اور اسی طرح رکنے والا مسئلہ ہے۔ یعنی جب مالک قسم اٹھا لیتا ہے تو اس کو اختیار ہوگا وہ چاہے تو رکنے والے کو سفید کپڑے کا ضامن بنائے اور اگر وہ چاہے تو کپڑا واپس کر لے۔ اور اس کو اجرت مثلی دیدے۔ جو معین کی گئی اجرت سے زائد نہ ہوگی۔ اور قدوری کے بعض نسخہ جات میں ہے کہ مالک رکنے والے کو اس چیز کا ضامن بنائے جس کے سبب قیمت میں اضافہ ہوا ہے کیونکہ رکنے والا غاصب کے حکم میں جا چکا ہے۔

کپڑے کی سلوائی میں فری یا اجرت میں اختلاف کا بیان

(وَأَنَّ قَالَ: صَاحِبُ الثَّوبِ عَمِلَتْهُ لِيَ بَغِيرَ أَجْرٍ وَقَالَ الصَّانِعُ بِأَجْرِ فَأَلْقَوْا قَوْلُ صَاحِبِ الثَّوبِ) عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: لِأَنَّهُ يُنْكَرُ تَقْوَمَ عَمَلِهِ إِذْ هُوَ يَتَقَوَّمُ بِالْعَقْدِ وَيُنْكَرُ الضَّمَانُ وَالصَّانِعُ يَدْعِيهِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكَرِ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: إِنْ كَانَ الرَّجُلُ حَرِيْفًا لَهُ) أَيْ خَلِيْطًا لَهُ (فَلَهُ الْاَجْرُ وَالْاَفْلَا) لِأَنَّ سَبْقَ مَا بَيْنَهُمَا يُعَيِّنُ جِهَةَ الطَّلَبِ بِأَجْرِ جَرِيًّا عَلَى مُعْتَادِهِمَا (وَقَالَ مُحَمَّدٌ: إِنْ كَانَ الصَّانِعُ مَعْرُوفًا بِهَذِهِ الصَّنْعَةِ بِالْاَجْرِ فَأَلْقَوْا قَوْلَهُ) لِأَنَّهُ لَمَّا فَتَحَ الْحَانُوتَ لِاَجْلِيْهِ جَرَى ذَلِكَ مَجْرَى التَّصْبِيصِ عَلَى الْاَجْرِ اِعْتِبَارًا لِلظَّاهِرِ، وَالْقِيَاسُ مَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ. وَالْجَوَابُ عَنْ اسْتِحْسَانِهِمَا أَنَّ الظَّاهِرَ لِلدَّفْعِ، وَالْحَاجَةُ هَاهُنَا إِلَى اِلَا سَبْحَدِي وَاللَّهُ اَعْلَمُ.

اور جب کپڑے کے مالک نے درزی سے کہا ہے کہ تم نے یہ کپڑا میرے مفت میں سی کر دیا ہے جبکہ درزی کہتا ہے کہ میں نے اجرت پر سی کر دیا ہے تو کپڑے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ مالک اس کام کے قیمتی ہونے کا انکاری ہے کیونکہ کا عقد سے قیمتی ہوا کرتا ہے اور مالک ضمان کا بھی انکاری ہے۔ جبکہ درزی مدعی ہے اور انکاری کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ اور جب کپڑے کا مالک اس کا شریک ہے تو اس کو اجرت مل جائے گی ورنہ نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ان کے درمیان جو طریقہ پہلے سے جاری ہے اسی کے سبب اجرت کی جانب معین ہوگی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب یہ معروف ہو کہ درزی اس طرح کا کام اجرت پر کرتا ہے تو اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور جب اس نے دکان ہی اسی کام کے لئے بنائی ہے تو ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے وہی اجرت کی تصریح کے قائم مقام ہوگا۔ جبکہ قیس وہی ہے جس کو امام اعظم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کیونکہ مالک انکاری ہے اور صاحبین کے استحسان کا جواب یہ ہے کہ ظاہر دور کرنے کے لئے ہوا کرتا ہے جبکہ یہاں حق کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

بَابُ فُسْخِ الْإِجَارَةِ

﴿یہ باب فسخ اجارہ کے بیان میں ہے﴾

باب فسخ اجارہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس باب کی مطابقت واضح ہے۔ کیونکہ اس سے ما قبل اجارہ کا بیان ہے اور یہاں سے فسخ اجارہ کا بیان ہے اور فسخ اجارہ یہ ہمیشہ موخر ہوا کرتا ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ، کتاب اجارہ، ہیروت)

کرائے پر مکان لینے کے بعد عیب ظاہر ہونے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَارًا فَوَجَدَ بِهَا عَيْبًا يَضُرُّ بِالشُّكْنَى فَلَهُ الْفُسْخُ) ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ الْمَنَافِعُ، وَأَنَّهَا تَوْجَدُ شَيْئًا فَشَيْئًا فَكَانَ هَذَا عَيْبًا حَادِثًا قَبْلَ الْقَبْضِ فَيُوجِبُ الْخِيَارَ كَمَا فِي الْبَيْعِ، ثُمَّ الْمُسْتَأْجِرُ إِذَا اسْتَوْفَى الْمَنْفَعَةَ فَقَدْ رَضِيَ بِالْعَيْبِ فَيُلْزَمُهُ جَمِيعُ الْبَدْلِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، وَإِنْ فَعَلَ الْمُؤْجِرُ مَا أزالَ بِهِ الْعَيْبَ فَلَا خِيَارَ لِلْمُسْتَأْجِرِ لِزَوَالِ سَبَبِهِ.

اور جب کسی شخص نے مکان کرائے پر لیا اور اس کے بعد اس میں ایسا عیب پایا گیا ہے جو رہنے کے لئے نقصان دہ ہے تو مستاجر کے لئے حق ہے کہ وہ اس کو فسخ کر دے۔ اس لئے کہ معقود علیہ منافع کا نام ہے اور منافع تھوڑے تھوڑے کر کے حاصل ہوا کرتے ہیں پس یہ قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والا عیب شمار کیا جائے گا کیونکہ یہ اختیار کو واجب کرنے والا ہے جس طرح بیع میں ہوتا ہے۔

اس کے بعد جب مستاجر نے نفع حاصل کر لیا ہے تو وہ عیب پر راضی ہونے والا ہوگا پس اس پر مکمل بدل لازم آئے گا۔ جس طرح بیع میں ہوتا ہے مگر جب مستاجر کسی طرح اس عیب کو ختم کر دے تو مستاجر کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ اختیار کا سبب ختم ہو چکا ہے۔

کرائے کے مکان کے خراب ہونے کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا خَرِبَتْ الدَّارُ أَوْ انْقَطَعَ شُرْبُ الضَّيْعَةِ أَوْ انْقَطَعَ الْمَاءُ عَنْ الرَّحَى انْفُسَخَتْ الْإِجَارَةُ) ؛ لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ قَدْ فَاتَ، وَهِيَ الْمَنَافِعُ الْمَخْصُوصَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَشَأْنُهُ قَوْتُ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَمَوْتِ الْعَبْدِ الْمُسْتَأْجِرِ.

وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ : إِنَّ الْعَقْدَ لَا يَنْفَسُخُ إِلَّا لَأَنَّ الْمَنَافِعَ قَدْ فَاتَتْ عَلَى وَجْهِ يُتَصَوَّرُ عَوْدُهَا فَاشْتَبَهَ الْإِبَاقَ لِمَا بَيَّعَ قَبْلَ الْقَبْضِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ الْأَجْرَ لَوْ بَنَاهَا لَيْسَ لِلْمُسْتَأْجِرِ أَنْ يَمْتَنِعَ وَلَا لِلْأَجِيرِ ، وَهَذَا تَنْصِصٌ مِنْهُ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَنْفَسِخْ لَكِنَّهُ يُفْسَخُ .

(وَلَوْ انْقَطَعَ مَاءُ الرَّحَى ، وَالْبَيْتُ مِمَّا يُنْتَفَعُ بِهِ لِغَيْرِ الطَّعْنِ فَعَلَيْهِ عَنِ الْأَجْرِ بِحَصَّتِهِ) لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ .

فرمایا کہ جب کرائے کا مکان خراب ہو گیا ہے یا کھیت کو سیراب کرنے والا پانی ختم ہو جائے یا پن چکی کا پانی بند ہو جائے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ معقود علیہ ختم ہو چکا ہے یعنی قبضہ سے پہلے خاص منافع ختم ہو چکے ہیں پس یہ قبضہ سے قبل ہونے والا بیع اور اجارہ پر لیے گئے غلام کے فوت ہونے کے مشابہ ہو جائے گا۔

بعض احناف کے مشائخ فقہاء نے کہا ہے عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا کیونکہ منافع اس طرح ختم ہوئے ہیں کہ وہ دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں۔ پس یہ بیع میں عید بیع کے بھاگنے کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب موجر مکان کی مرمت کروائے تو مستاجر کو لینے سے اور آجر کو دینے سے منع کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور یہ روایت امام محمد علیہ الرحمہ کی جانب سے اب مسئلہ کی دلیل ہے کہ اجارہ خود بہ خود فسخ ہونے والا نہیں ہے مگر اس کو فسخ کیا جاتا ہے۔

اور جب پن چکی سے پانی ختم ہو جائے اور گھر کا حال یہ ہو کہ اس میں پینے کے سوار ہائش کے بارے میں نفع کے قابل ہو تو مستاجر پر اسی لحاظ سے اجرت واجب ہوگی کیونکہ دار بھی معقود علیہ کا ایک حصہ ہے۔

فریقین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب فسخ اجارہ کا بیان

قَالَ : (وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الْمُتَعَاقدَيْنِ وَقَدْ عَقَدَ الْإِجَارَةَ لِنَفْسِهِ انْفُسَخَتْ) ؛ لِأَنَّهُ لَوْ بَقِيَ الْعَقْدُ تَصِيرُ الْمَنْفَعَةُ الْمَمْلُوكَةَ بِهِ أَوْ الْأَجْرَةُ الْمَمْلُوكَةَ لِغَيْرِ الْعَاقِدِ مُسْتَحَقَّةً بِالْعَقْدِ ؛ لِأَنَّهُ يَنْتَقِلُ بِالْمَوْتِ إِلَى الْوَارِثِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ (وَأَنَّ عَقْدَهَا لِغَيْرِهِ لَمْ يَنْفَسِخْ) مِثْلُ الْوَكِيلِ وَالْوَصِيِّ وَالْمُتَوَلَّى فِي الْوَقْفِ لِانْعِدَامِ مَا أَشْرْنَا إِلَيْهِ مِنَ الْمَعْنَى .

فرمایا اور جب موجر اور مستاجر میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس نے بہ ذات اپنے اجارہ کیا ہے تو وہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ اگر عقد باقی رہے تو موجر کی ملکیت والانتفاع یا مستاجر کی ملکیت والی اجرت ایک غیر عاقد کی ہوگی۔ جبکہ یہی چیز عقد کے سبب سے ثابت ہوئی تھی۔ کیونکہ عاقد کے فوت ہونے کے سبب سے اس کی تمام املاک وارث کی جانب منتقل ہو جاتی ہیں اور غیر عاقد کو بطور عقد ارعقد لینا یہ درست نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب فوت ہونے والے نے دوسرے کے لئے عقد کیا ہے تو اجارہ فسخ نہ ہو

۶۔ جس طرح وکیل، وصی اور اوقاف کا مہتمم ہوتا ہے کیونکہ اس طرح غیر عائد کا حقدار بہ عقد ہونا معدوم ہے۔

اجارہ میں خیار کی شرط لگانے کا بیان

قَالَ : (وَبَصِخْ شَرْطُ الْخِيَارِ فِي الْإِجَارَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَصِحُّ ، لِأَنَّ الْمُسْتَأْجِرَ لَا يُمْكِنُهُ رَدُّ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ بِكَمَالِهِ لَوْ كَانَ الْخِيَارُ لَهُ لِفَوَاتِ بَعْضِهِ ، وَلَوْ كَانَ لِلْمُؤَجَّرِ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّسْلِيمُ أَيْضًا عَلَى الْكَمَالِ ، وَكُلُّ ذَلِكَ يَمْنَعُ الْخِيَارَ . وَلَنَا أَنَّهُ عَقْدٌ مُعَامَلَةٌ لَا يُسْتَحَقُّ الْقَبْضُ فِيهِ فِي الْمَجْلِسِ فَجَازَ اشْتِرَاؤُ الْخِيَارِ فِيهِ تَكَالُفُ وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا دَفْعُ الْحَاجَةِ ، وَفَوَاتِ بَعْضِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فِي الْإِجَارَةِ لَا يَمْنَعُ الرَّدَّ بِخِيَارِ الْعَيْبِ ، فَكَذَا بِخِيَارِ الشَّرْطِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ رَدَّ الْكُلِّ مُمَكِّنٌ فِي الْبَيْعِ دُونَ الْإِجَارَةِ فَيُشْتَرَطُ فِيهِ دُونُهَا وَلِهَذَا يُجْبَرُ الْمُسْتَأْجِرُ عَلَى الْقَبْضِ إِذَا سَلَّمَ الْمُؤَجَّرُ بَعْدَ مُضِيِّ بَعْضِ الْمُدَّةِ .

لحکے اور احناف کے نزدیک اجارہ میں خیار کی شرط لگانا صحیح ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ جب خیار مستاجر کے لئے ہوگا تو اس کے لئے مکمل طور پر معقود علیہ کو واپس کرنا ممکن نہ ہوگا پس معقود علیہ کا بعض حصہ فوت ہو جائے گا اور جب مؤجر کے لئے اختیار ہو تو اس کے لئے بھی مکمل طور پر معقود علیہ کو تسلیم کرنا ممکن ہوگا لہذا یہ دونوں اشیاء خیار سے روکنے والی ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے اجارے کا عقد یہ معاوضہ ہے اور اس میں مجلس کے اندر قبضہ شرط نہیں ہے پس اس میں خیار کی شرط لگانا اس طرح ہوگا جس طرح بیع میں خیار کی شرط لگانا ہے۔ اور اجارہ اور بیع میں جامع علت یہ ہے کہ دونوں ضرورت کو دور کرنے کے لئے ہیں۔ پس اجارہ میں بعض معقود علیہ کے فوت ہونے کے سبب خیار عیب کی وجہ سے واپس کرنے سے مانع نہ ہوگا پس خیار شرط کے سبب یہ رد بھی ممنوع نہ ہوگا یہ خلاف بیع کے، اور اسی دلیل سے فرق واضح ہو چکا ہے کہ بیع میں مکمل بیع کو واپس کرنا ممکن ہے جبکہ اجارہ میں یہ معدوم ہے اسی سبب سے بیع میں ساری بیع کو واپس کرنا بطور شرط ہے جبکہ اجارہ میں یہ شرط نہیں ہے اور اسی دلیل کے سبب سے کچھ مدت گزر جانے کے بعد مؤجر مستاجر کے حوالے کرے تو مستاجر کو اس پر قبضہ کرنے کے لئے مجبور کیا جائے گا۔

اعذار کے سبب سے فسخ اجارہ کا بیان

قَالَ : (وَتُفْسَخُ الْإِجَارَةُ بِالْأَعْذَارِ) عِنْدَنَا . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا تُفْسَخُ إِلَّا بِالْعَيْبِ ؛ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ عِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَعْيَانِ حَتَّى يَجُوزَ الْعَقْدُ عَلَيْهَا فَاشْتَبَهَ الْبَيْعَ . وَلَنَا أَنَّ الْمَنَافِعَ غَيْرُ مَقْبُوضَةٍ وَهِيَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهَا فَصَارَ الْعُذْرُ فِي الْإِجَارَةِ كَالْعَيْبِ قُلْ

الْقَبْضُ فِي الْبَيْعِ لَتَفْسِيخٍ بِهِ، إِذَا الْمَعْنَى يَجْمَعُهُمَا وَهُوَ عَجْزُ الْعَالِدِ عَنِ الْمَضِيِّ فِي مُوجِبِهِ
إِلَّا بِتَحْمُلٍ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يَسْتَحَقَّ بِهِ، وَهَذَا هُوَ مَعْنَى الْعُدْرِ عِنْدَنَا (وَهُوَ كَمَنْ اسْتَأْجَرَ حَدًّا إِذَا
لِيَقْلَعَ ضَرْمَهُ لَوْ جَعَلَ بِهِ فَسَكَنَ الْوَجْعُ أَوْ اسْتَأْجَرَ طَبَاخًا لِيَطْبَخَ لَهُ طَعَامَ الْوَلِيمَةِ فَاسْتَخْلَعَتْ مِنْهُ
تَفْسِيخُ الْإِجَارَةِ)؛ لِأَنَّ فِي الْمَضِيِّ عَلَيْهِ الزَّامَ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يَسْتَحَقَّ بِالْعَقْدِ

ہمارے نزدیک اعذار کے سبب سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ صرف عیب سے
سبب سے اجارہ کو فسخ کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے مطابق منافع اعیان کے حکم میں ہیں۔ حتیٰ کہ منافع پر عقد کرنا جائز ہے پس یہ بیع
کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ منافع پر قبضہ نہیں ہوتا جبکہ معقود علیہ وہی ہوتا ہے لہذا اجارہ کا عذر اسی طرح ہو جانے کا جس طرح قبضہ
سے پہلے بیع میں عیب ہوتا ہے۔ پس اس عذر کے سبب اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ کیونکہ سبب ان دونوں کو شامل ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ
عقد کرنے والا تقاضہ عقد کو نافذ کرتے ہوئے مزید نقصان اٹھائے گا پس یہ نقصان عقد کے سبب سے نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے
زودیک عذر کا یہی حکم ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص نے دانتوں کے ڈاکٹر کو کرائے پر لیا تاکہ وہ درد کے سبب سے اس
کی داڑھ نکال دے اس کے بعد درد ختم ہو گیا یا ولیمہ کا کھانا پکانے کے بعد کسی باورچی کو کرائے پر لیا مگر اس سے پہلے ہی اس کی بیوی
نے خاوند سے خلع کر لیا ہے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ اجارہ نافذ کرنے کے سبب عقد کرنے والے کو ایسا نقصان اٹھانا پڑے گا جو
عقد سے ثابت نہیں ہے۔

عذر کے سبب فسخ اجارہ میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عذر کے سبب اجارہ فسخ ہو جائے گا جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ
کے نزدیک اجارہ عذر کے سبب فسخ نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک منافع اعیان کے حکم میں ہے لہذا اجارہ بیع کے حکم میں ہوگا جو عیب
کے ذریعے فسخ ہوگا عذر کے سبب نہ ہوگا۔ اور امام مالک، امام احمد اور امام ابو ثور علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔
جبکہ ہمارے نزدیک اجارہ میں عذر کے عیب کے حکم میں ہے لہذا جس طرح عیب بیع میں ہونے کے سبب فسخ بیع کا حکم رکھتے
ہے اسی طرح عذر اجارہ میں ہونے کے سبب فسخ کا حکم رکھنے والا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

کرائے کی دکان سے مال ختم ہو جانے کا بیان

(وَكَذَا مَنْ اسْتَأْجَرَ دُكَّانًا فِي الشُّوقِ لِيَتَجَرَ فِيهِ فَذَهَبَ مَالُهُ، وَكَذَا مَنْ آجَرَ دُكَّانًا أَوْ دَارًا ثُمَّ
أَفْلَسَ، وَلَزِمَتْهُ دُيُونٌ لَا يَقْدِرُ عَلَى قَضَائِهَا إِلَّا بِشَمْنٍ مَا آجَرَ فَسَخَّ الْقَاضِي الْعَقْدَ وَبَاعَهَا فِي
الدُّيُونِ)؛ لِأَنَّ فِي الْجَرِيِّ عَلَى مُوجِبِ الْعَقْدِ الزَّامَ ضَرَرٍ زَائِدٍ لَمْ يَسْتَحَقَّ بِالْعَقْدِ وَهُوَ
الْحَبْسُ؛ لِأَنَّهُ قَدْ لَا يُصَدَّقُ عَلَى عَدَمِ مَالٍ آخَرَ.

ثُمَّ قَوْلُهُ لَمْ يَسْخِ الْقَاضِي الْعَقْدَ إِشَارَةً إِلَى أَنَّهُ يَفْتَقِرُ إِلَى قَضَاءِ الْقَاضِي فِي النَقْضِ، وَهَكَذَا ذَكَرَ فِي الزِّيَادَاتِ فِي عُذْرِ الدَّيْنِ، وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَكُلُّ مَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ عُذْرٌ فَإِنَّ الْإِجَارَةَ فِيهِ تُنْقَضُ، وَهَذَا يُدَلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى قَضَاءِ الْقَاضِي.

وَوَجْهُهُ أَنَّ هَذَا بِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي الْمَبِيعِ عَلَى مَا مَرَّ لِيَنْفَرِدَ الْعَاقِدُ بِالْفَسْخِ. وَوَجْهُهُ الْأَوَّلُ أَنَّهُ قَضَلُ مُجْتَهِدٍ فِيهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الزَّامِ الْقَاضِي، وَمِنْهُمْ مَنْ وَفَّقَ فَقَالَ: إِذَا كَانَ الْعُذْرُ ظَاهِرًا لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْقَضَاءِ لِظُهُورِ الْعُذْرِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ظَاهِرٍ كَالَّذِينَ يَحْتَاجُ إِلَى الْقَضَاءِ لِظُهُورِ الْعُذْرِ.

اور اسی طرح جب کسی شخص نے تجارت کے لئے بازار میں دکان کرائے پر لی مگر اس کا سارا مال ختم ہو گیا ہے اور ایسے ہی جب کسی نے دکان یا مکان کرائے پر لیا اس کے بعد وہ غریب ہو گیا اور اس پر قرض چڑھ گئے کہ اجرت پردی ہوئی چیز کو بیچ کر اس کی قیمت دیئے بغیر وہ قرضوں کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو قاضی عقد کو فسخ کرتے ہوئے اجارہ پردی ہوئی چیز کو قرض کے بدلے میں بیچ ڈالے گا۔ کیونکہ تقاضہ عقد پر عمل کرنے کی حالت میں اس کو اس طرح زائد نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو عقد سے ثابت نہیں ہے اور وہ زائد نقصان قید ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ دوسرے کے مال کی عدم موجودگی پر اس کی تصدیق نہ ہو سکے۔ اس کے بعد امام قدوری علیہ الرحمہ کا یہ قول ”قاضی عقد کو فسخ کرے“ اس حکم کی جانب اشارہ ہے کہ فسخ اجارہ کے لئے قاضی کی قضاء درکار ہے۔ اور زیادات میں قرض کے عذر کو اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

جامع صغیر میں ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس طرح کہا ہے کہ جن احوال میں ہم نے عذر قرار دیا ہے ان میں اجارہ فسخ ہو جائے گا اور ان کا یہ قول اس بات کی ترجمانی کرتا ہے کہ فسخ اجارہ کے لئے قاضی کی قضاء کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ بھی ہے۔ کہ یہ عذر بیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں عیب کے حکم میں ہے جس طرح اس کا بیان گزرا ہے۔ پس عاقد خود ہی اس کو فسخ کرے گا۔ اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے پس اس میں قاضی کی دخل اندازی ہوگی بعض مشائخ فقہاء نے دونوں اقوال میں مطابقت اس طرح کی ہے کہ جب عذر ظاہر ہو جائے تو قاضی کی قضاء کی ضرورت نہیں ہے اور جب عذر ظاہر نہ ہو جس طرح قرض میں قاضی کی ضرورت پڑ جاتی ہے تاکہ عذر ظاہر ہو جائے۔

کرائے پر سواری لینے کا بیان

(وَمَنْ اسْتَأْجَرَ دَابَّةً لِيُسَافِرَ عَلَيْهَا ثُمَّ بَدَأَ لَهُ مِنَ السَّفَرِ فَهُوَ عُذْرٌ؛ لِأَنَّهُ لَوْ مَضَى عَلَى مُوجِبِ الْعَقْدِ يَلْزَمُهُ ضَرَرٌ زَائِدٌ؛ لِأَنَّهُ رُبَّمَا يَذْهَبُ لِلْحَاجِّ فَذَهَبَ وَقْتُهُ أَوْ لَطَلَبِ غَرِيمِهِ فَحَضَرَ أَوْ لِلتَّجَارَةِ فَافْتَقَرَ (وَإِنْ بَدَأَ لِلْمُكَارَى فَلَيْسَ ذَلِكَ بِعُذْرٍ)؛ لِأَنَّهُ يُمَكِّنُهُ أَنْ يَقْعُدَ وَيَبْعَثَ الدَّوَابَّ عَلَى يَدِ تَلْمِيزِهِ أَوْ أَجِيرِهِ (وَلَوْ مَرِضَ الْمُوَاجِرُ فَقَعَدَ فَكَذَا الْجَوَابُ) عَلَى رِوَايَةِ الْأَصْلِ.

وَرَوَى الْكُتُبِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ عَذَّرَ لِأَنَّهُ لَا يَغْرَى عَنْ ضَرَرٍ لِيَذْلَعَ عَنْهُ عِنْدَ الضَّرُورَةِ
دُونَ الْإِحْتِسَارِ (وَمَنْ أَجَرَ عَبْدَهُ لَمْ يَأْخُذْ بِعُذْرٍ) لِأَنَّهُ لَا يُلْزَمُهُ الضَّرَرُ بِالْمُضِيِّ عَلَى
مُوجِبِ عَقْدٍ، وَإِنَّمَا يَقُولُهُ لِإِسْتِزْهَاجٍ وَأَنَّهُ أَمْرٌ زَائِدٌ (وَإِذَا اسْتَأْجَرَ الْخِيَاطُ غُلَامًا فَلَمْ يَلَسْ
وَتَرَكَ الْعَمَلَ لَيْسَ الْعُذْرُ) لِأَنَّهُ يُلْزَمُهُ الضَّرَرُ بِالْمُضِيِّ عَلَى مُوجِبِ الْعَقْدِ لِقَوَائِمِ مَقْصُودِهِ
وَهُوَ رَأْسُ مَالِهِ، وَتَأْوِيلُ الْمَسْأَلَةِ خِيَاطٌ يَعْمَلُ لِنَفْسِهِ، أَمَّا الَّذِي يَخِيطُ بِأَجْرِ قَرَأْسٍ مَالِهِ
الْخِيَاطُ وَالْمَخِيطُ وَالْمَقْرَاضُ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْإِفْلَاسُ فِيهِ

اور جب کسی شخص نے کوئی سواری کرائے پر لی ہے اس کے بعد کسی سبب سے سفر ملتوی ہو گیا ہے تو یہ عذر ہے کیونکہ
اگر وہ عقد کے موجب کا ادا کرتا ہے تو اس کو زائد نقصان اٹھانا پڑے گا کیونکہ ممکن ہے وہ حج کو جا رہا ہو اور اس کا وقت ختم ہو چکا ہو یا وہ
اپنے مدیون کو تلاش کرنے چلا ہو اور وہ آچکا ہو یا تجارت کے لئے جانے والا ہو اور اس کا مال ختم ہو چکا ہے۔

اور جب موجد کا سفر ملتوی ہو چکا ہے تو یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے وہ خود نہ جانا چاہتا ہو اور وہ اپنے شاگرد یا مزدور کے ساتھ
سواری بھیج دے۔ اور جب موجد بیمار ہو جائے اور سفر پر نہ جائے تو مبسوط کی روایت کے مطابق بھی یہی حکم ہے۔

حضرت امام کرخی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی عذر ہے کیونکہ یہ نقصان سے خالی نہیں ہے پس ضرورت کے وقت موجد یہ
نقصان دور کیا جائے جبکہ ضرورت کے بغیر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب کسی شخص نے اپنا غلام اجرت پر دیتے ہوئے بیچ
دیا تو یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ نفاذ عقد کے سبب موجد کا نقصان نہیں ہے۔ بلکہ اس سے تو فائدے کا حصول جا رہا ہے جبکہ نفع ایک زائد
معاملہ ہے۔

اور جب درزی نے کسی لڑکے کو ملازمت پر رکھ لیا مگر اس کے بعد وہ مجلس ہو گیا اور سلائی کا کام چھوڑ دیا ہے تو یہ عذر ہے کیونکہ
عقد نافذ کرنے کی حالت میں اس کو زائد نقصان اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ اس کا مقصود جو کہ رأس المال وہ فوت ہو جائے گا اور اس مسئلہ
کی تاویل یہ ہے یہاں پر خیاط سے وہ درزی مراد ہے جو کپڑے کو خود خرید کر سینے والا ہو جبکہ وہ درزی جو اجرت لے کر بیٹا ہو تو اس کی
اصل کمائی سوئی دھاگہ اور ٹینچی ہے جبکہ اس میں افلاس ثابت نہ ہوگا۔

درزی کا شعبہ ترک کر کے زرگری کرنے کا بیان

(وَإِنْ أَرَادَ تَرْكَ الْخِيَاطَةِ، وَأَنْ يَعْمَلَ فِي الصَّرْفِ فَلَيْسَ بِعُذْرٍ) لِأَنَّهُ يُمَكِّنُهُ أَنْ يَتَعَدَّ الْعَلَامَ
لِلْخِيَاطَةِ فِي نَاحِيَةٍ، وَهُوَ يَعْمَلُ فِي الصَّرْفِ فِي نَاحِيَةٍ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا اسْتَأْجَرَ دُكَّانًا
لِلْخِيَاطَةِ فَأَرَادَ أَنْ يَتَرُكَّهَا وَيَسْتَغِلَّ بِعَمَلٍ آخَرَ حَيْثُ جَعَلَهُ عُذْرًا ذَكَرَهُ فِي الْأَصْلِ لِأَنَّ
الْوَاحِدَ لَا يُمَكِّنُهُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْعَمَلَيْنِ، أَمَّا هَاهُنَا الْعَامِلُ شَخْصَانِ فَأَمْكِنَهُمَا (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ
غُلَامًا يَخْدُمُهُ فِي الْمِصْرِ ثُمَّ سَافَرَ فَيُؤْخِرُ عُذْرًا) لِأَنَّهُ لَا يَغْرَى عَنْ الزَّامِ ضَرَرٍ زَائِدٍ لِأَنَّ خِدْمَةَ

السَّفَرِ أَشَقُّ، وَفِي الْمَنْعِ مِنَ السَّفَرِ ضَرَرٌ، وَكُلُّ ذَلِكَ لَمْ يُسْتَحَقَّ بِالْعَقْدِ فَيَكُونُ عُذْرًا (وَكَذَلِكَ إِذَا أَطْلَقَ) لِمَا مَرَّ أَنَّهُ يَتَّقِي بِالْحَضَرِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا آجَرَ عَقَارًا ثُمَّ سَأَلَ لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ إِذَا الْمُسْتَأْجِرُ يُمَكِّنُهُ اسْتِيفَاءُ الْمَنْفَعَةِ مِنَ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ بَعْدَ غَيْبِهِ، حَتَّى لَوْ أَرَادَ الْمُسْتَأْجِرُ السَّفَرَ لَهُوَ عُذْرٌ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَنْعِ مِنَ السَّفَرِ أَوْ الزَّامِ الْآجِرِ بِدُونِ الشُّكْنِ وَذَلِكَ ضَرَرٌ.

اور جب درزی اپنا سلوائی کا شعبہ ترک کرتے ہوئے زرگری کرنا چاہے تو اس کا یہ غدر نہ ہوگا کیونکہ اس طرح بھی ممکن ہے کہ وہ ایک جانب سے لڑکے کو سلوائی پر لگائے اور دوسری جانب اپنا زرگری کا کام کرے۔ اور یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب اس نے سلوائی کے لئے دکان کرائے پر لی اور اس کے بعد اس کو چھوڑ کر اس نے کوئی دوسرا کام شروع کر دیا ہو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اس کو عذر قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایک شخص کے لئے دو کام کرنے ممکن نہیں ہیں۔ جبکہ سابقہ مسئلہ میں دو بندے کام کرنے والے ہیں کیونکہ کوئی کاموں کو اکٹھا کرنا ممکن ہے۔ اور جب کسی شخص نے شہر میں کوئی غلام خدمت کے لئے کرائے پر لیا ہے اور اس کے بعد اس کو سفر درپیش آیا تو یہ عذر ہوگا کیونکہ بھی زائد نقصان اٹھانے سے خالی نہ ہوگا اور یہ بھی دلیل ہے کہ سفر میں خدمت میں زیادہ مشقت ہوتی ہے جبکہ سفر نہ کرنے کی صورت میں نقصان ہوگا اور ان میں سے کوئی چیز بھی عقد سے ثابت نہیں ہے۔ پس سفر عذر ہوگا اور یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جب اجارے کا مطلق رکھا جائے اسی دلیل کے سبب جو گزر چکی ہے کیونکہ وہ شہر میں خدمت کے ساتھ مقید ہے بہ خلاف اس کے کہ جب کسی نے اپنا مکان اجارہ پر دیا ہے اور اس کے بعد اس کو سفر درپیش آیا ہے تو یہ سفر عذر نہ ہوگا کیونکہ اس میں نقصان نہیں ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ مؤجر کے لئے معقود علیہ سے نفع اٹھانا ممکن ہے یہاں تک کہ جب مستاجر سفر کرے گا تو یہ عذر ہوگا کیونکہ اجارہ کے باقی رہنے کی صورت میں سفر سے رکنا لازم آئے گا یا مکان میں رہائش کے بغیر بھی کرایہ لازم آئے گا اور یہی نقصان ہے۔



مسائل منثورۃ

﴿مسائل منثورہ کا بیان﴾

کرائے پر زمین لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ أَرْضًا أَوْ اسْتَعَارَهَا فَأَخْرَقَ الْحَصَائِدَ فَأَخْرَقَ شَيْءٌ مِنْ أَرْضٍ أُخْرَى فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي هَذَا التَّسْيِيبِ فَأَشْبَهَ خَافِرَ الْبُخْرِ فِي دَارِ نَفْسِهِ . وَقِيلَ هَذَا إِذَا كَانَتْ الرِّيحُ هَادِنَةً ثُمَّ تَغَيَّرَتْ ، أَمَّا إِذَا كَانَتْ مُضْطَرِبَةً يَضْمَنُ ؛ لِأَنَّ مُوقِدَ النَّارِ يَعْلَمُ أَنَّهَا لَا تَسْتَقِرُّ فِي أَرْضِهِ .

قَالَ : (وَإِذَا أَقْعَدَ الْخِيَاطُ أَوْ الصَّبَاغُ فِي حَانُوتِهِ مَنْ يَطْرَحُ عَلَيْهِ الْعَمَلُ بِالنِّصْفِ فَهُوَ جَائِزٌ) لِأَنَّ هَذِهِ شَرِكَةُ الْوُجُوهِ فِي الْحَقِيقَةِ ، فَهَذَا بِوَجْهِهِ يَقْبَلُ وَهَذَا بِحَدِّاقَتِهِ يَعْمَلُ لِيَنْتِظِمَ بِذَلِكَ الْمَصْلَحَةُ فَلَا تَضُرُّهُ الْجَهَالَةُ فِيمَا يَحْصُلُ .

اور جب کسی شخص نے اجارے یا کرائے پر زمین لی اور اس کے کوڑا کرکٹ کو جلا دیا جس کے سبب سے دوسری زمین سے کچھ کھیتی جل گئی تو اس پر ضمان نہ ہوگا کیونکہ جلانے میں سبب متعدی نہیں ہے لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کسی شخص نے اپنے گھر میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی گر گرفت ہو جائے یا کوئی نقصان ہو۔ اور ایک قول یہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جب آگ لگاتے وقت ہوا اڑ رہی ہو اس کے بعد تیز ہو گئی ہو مگر جب شروع سے ہوا تیز چل رہی ہے تو پھر جلانے والا ضامن ہوگا کیونکہ جلانے والے کو اب تو پورا علم ہے کہ آگ اس کی زمین میں رک نہ سکے گی۔

اور جب درزی یا رنگنے والے نے دکان میں ایسے شخص کو لا بٹھایا ہے جو ان کو اجرت پر کام دیتا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ اصل میں شرکت وجوہ ہے۔ لہذا بیٹھنے والا اپنی سیلڑ مٹی کے اثر سے کام لے گا اور کاری گراپنی مہارت سے کام کریں گے اور اس میں مصلحت وجود میں آئے گی اور آمدنی کی جہالت عقد کی درستگی کو مانع نہ ہوگی۔

اونٹ کو اجارے پر لینے کا بیان

قَالَ : (وَمَنْ اسْتَأْجَرَ جَمَلًا لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مَحْمَلًا وَرَأَى كَبِينَ إِلَى مَكَّةَ جَارَ وَلَهُ الْمَحْمَلُ الْمُعْتَادُ) وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ ؛ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِلْجَهَالَةِ وَقَدْ يُفْضَى ذَلِكَ إِلَى الْمُنَازَعَةِ

وَبَجْهٍ إِلَّا سَيِّئًا أَنْ الْمَقْصُودَ هُوَ الرَّايِبُ وَهُوَ مَعْلُومٌ وَالْمَحْمَلُ تَابِعٌ، وَمَا فِيهِ مِنَ الْجَهَالَةِ يَرْتَفِعُ بِالصَّرْفِ إِلَى الْمُتَعَارَفِ فَلَا يُفْضَى ذَلِكَ إِلَى الْمُتَعَارَفَةِ وَكَذَا إِذَا لَمْ يَرِ الْوَطَاءُ وَالذُّثْرُ .

اور جب کسی شخص نے اونٹ بطور اجارہ لیا ہے تاکہ وہ اس پر کجاوہ رکھے اور لوگوں کو سوار کرتے ہوئے مکہ شریف تک لے جائے تو یہ جائز ہے لیکن مستاجر کو محدود کجاوہ رکھنے کا اختیار ہوگا جبکہ بطور قیاس یہ جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس میں جہالت ہے اور جہالت جھگڑے کی جانب لے جانے والی ہے اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اصل مقصد سوار ہونا ہے اور وہ معلوم ہے جبکہ کجاوہ رکھنا یہ سواری کے تابع ہے اور اس میں جو جہالت معتاد ہے وہ عرف کے مطابق جاری ہونے والے کجاوے کے استعمال کے سبب ختم ہو جائے گی۔ لہذا یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والا معاملہ نہ ہوگا اور اسی طرح کا حکم اس وقت بھی ہے جب بستر اور چادر کا ذکر نہ کیا جائے۔

پہلے سے کجاوے والا اونٹ اجارہ کے لئے بہتر ہوگا

قَالَ : (وَأِنْ شَهِدَ الْجَمَّالُ الْحِمْلَ لَهُوَ أَجْوَدُ) ؛ لِأَنَّهُ أَتَى لِلْجَهَالَةِ وَأَقْرَبُ إِلَى تَحْقِيقِ الرِّضَا .
قَالَ : (وَأِنْ اسْتَأْجَرَ بَعِيرًا لِيَحْمِلَ عَلَيْهِ مِقْدَارًا مِنَ الزَّادِ فَكَتَلَ مِنْهُ فِي الطَّرِيقِ جَاوِلَةً أَنْ يَرُدَّ عَوَضَ مَا أَكَلَ) ؛ لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِ حِمْلًا مُسَمًّى فِي جَمِيعِ الطَّرِيقِ فَلَهُ أَنْ يَسْتَوِلِيَهُ (وَكَذَا غَيْرُ الزَّادِ مِنَ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ) وَرَدَّ الزَّادِ مُعْتَادًا عِنْدَ الْبَعْضِ كَرَدِ الْمَاءِ فَلَا مَانِعَ مِنَ الْعَمَلِ بِالْإِطْلَاقِ .

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کجاوے والے اونٹ کو دیکھ لیا ہے تو وہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ بالکل جہالت کو ختم کرنے والا ہے اور اس طرح اچھی طرح رضا مندی بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور جب کسی شخص نے ایک معین مقدار میں زاد راہ لادنے کے لئے کوئی اونٹ کرائے پہ لیا ہے اور اس نے راستے میں اس میں کچھ کھا لیا ہے تو اس نے جتنی مقدار کھائی ہے تو اس کے بدلے میں اتنی مقدار والا سامان لادنا جائز ہے۔ کیونکہ وہ سارے راستے میں ایک معین مقدار کا بوجھ لادنے کا حقدار ہے اور دوبارہ پانی لادنے کی طرح زاد راہ کو لادنا یہ بھی معروف و معتاد ہے۔ پس جب عقد مطلق ہے تب بھی کوئی ممانعت والی چیز اس میں نہ ہوگی۔

کِتَابُ الْمُكَاتِبِ

یہ کتاب مکاتب کے بیان میں ہے

کتاب مکاتب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب اجارہ اور کتاب مکاتب کو ایک ساتھ بیان کرنے کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے سبب سے غیر مال کے مقابلے میں مال حاصل کیا جاتا ہے مگر اجارہ کے مسائل مکاتب کی بہ نسبت زیادہ ہیں اسی سبب سے اجارہ کو مکاتب پر مقدم کیا گیا ہے۔ (البتایہ شرح الہدایہ، کتاب مکاتب، مکتبہ خانیہ ملتان)

مکاتب کا لغوی فقہی مفہوم

مکاتب اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جس کو مالک یہ کہہ کر اگر تو اتنا روپیہ اتنی قسطوں میں ادا کر دے تو تو آزاد ہے۔ لفظ مکاتب تا کے زیر اور زیر ہر دو کے ساتھ منقول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں والمکاتب بالفتح من تقع له الكتابة وبالكسر من تقع منه یعنی زیر کے ساتھ جس کے لیے کتابت کا معاملہ کیا جائے اور زیر کے ساتھ جس کی طرف سے کتابت کا معاملہ کیا جائے۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے مکاتب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

مکاتب کا فقہی مفہوم

مکاتب اصطلاح شریعت میں غلام و آقا کے درمیان معاہدے کا نام ہے۔ غلام اپنے آقا سے یہ کہے کہ میں کم کر اتنا مال تجھے دے دوں تو آزاد ہو جاؤں اور مالک اسے منظور کرے۔ یہ مکاتب اگرچہ ابھی غلام رہے گا۔ لیکن پیشہ یا تجارت اختیار کرنے کے باب میں خود مختار ہو جائے گا۔ پھر اگر شرط پوری ہو گئی تو آزاد ہو جائے گا۔ نہ پوری ہونے کی صورت میں غلام یا تو خود ہی مکاتب فتح کرالے ورنہ قاضی کرادے گا۔

کاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا حق حاصل ہو جاتا ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے غلاموں کو مکاتب بناتی تھیں؛ لیکن قبل اس کے کہ پورا معاوضہ یعنی بدل کتابت ادا کریں اس سے کسی قدر رقم لے کر جہد استجد آزاد کر دیتی تھیں۔ (موطا امام مالک کتاب العتق والولاء باب القطاعة فی الکتابۃ)

کتاب مکاتب کے شرعی مآخذ کا بیان

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کر لی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کرے آزاد ہو سکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا۔ (انور)
مگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرو۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا؛ چنانچہ جب سیرین نے اپنے آقا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا کر درخت مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کے رد سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المکاتب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کر کے بدل کتابت ادا کرنا چاہا؛ لیکن آقا نے یکشت رقم لینے سے انکار کر دیا اور باقساط لینا چاہا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کر دیا اور کہا تم شام کو آتا میں تمہیں آزادی کا فرمان لکھ دوں گا، اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارا رے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر یہ رقم وصول کر لی۔

(طبقات ابن سعد، تذکرہ ابوسعید خدری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے راہ خدا میں لڑنے والا اور وہ مکاتب غلام جس کا دل کتابت ادا کرنے کا ارادہ ہو اور وہ شادی شدہ جو پاکدامن رہنا چاہتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ، جلد دوم: حدیث نمبر 676)

آقا کا غلام کو باندی کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَتَّابَ الْمُؤَلَّى عَبْدَهُ أَوْ أَمَتَهُ عَلَى مَالٍ شَرَطَهُ عَلَيْهِ وَقَبِلَ الْعَبْدُ ذَلِكَ حَسَارَ مَكَاتِبًا) أَمَّا الْجَوَارُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا) وَهَذَا لَيْسَ أَمْرًا إيجاباً بِاجْتِمَاعِ بَيْنِ الْفُقَهَاءِ، وَأَمَّا هُوَ أَمْرٌ نَذْبٍ هُوَ الصَّحِيحُ.

وَفِي الْحَمْلِ عَلَى الْإِبَاحَةِ الْعَاءِ الشَّرْطِ إِذْ هُوَ مُبَاحٌ بِذَوْنِهِ، أَمَّا النَّذْبَةُ مُعَلَّقَةٌ بِهِ، وَالسُّرَادُ بِالْحَبْرِ الْمَذْكُورِ عَلَى مَا قِيلَ أَنْ لَا يَضُرُّ بِالْمُسْلِمِينَ نَعْدَ الْعَتَى، فَإِنْ كَانَ بَصُرُ بَيْنَهُمَا فَالْفَصْلُ أَنْ لَا يُكَاتِبَهُ وَإِنْ كَانَ يَصِحُّ لَوْ فَعَلَهُ.

فرمایا اور جب کسی آقا نے اپنے غلام یا اپنی باندی کو مال کی شرط پر مکاتب بنانے سے اتفاق کر لیا تو وہ مکاتب بن جائے گا۔ اور اس جواز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے سبب سے ہے۔ "نہیں جب تم نے مومن میں سے کسی سے اتفاق کر لیا تو وہ مکاتب بن جائے گا۔ اور اس جواز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے سبب سے ہے۔"

ان کو مکاتب بنادو۔ اور یہ امر فقہاء کے اجماع کے ساتھ وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کے لئے ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔ کیونکہ اگر اس کو اباحت پر محمول کرتے تو اس کے سبب سے شرط لغو ہو جاتی تھی۔ اس لئے کہ مکاتب بت بغیر شرط کے بھی مباحات ہیں لہذا مستحب ہونا اسی شرط کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اور جو قرآن میں خیر کو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آزادی کے بعد وہ غلام مسلمانوں کو نقصان نہ دے۔ کیونکہ اگر وہ نقصان دیتا ہے تو پھر افضل یہی ہے اس کو مکاتب نہ بنایا جائے۔ اور اگر پھر بھی مکاتب بنادیا تو مکاتب بت درست ہوگی۔

عقد کی قبولیت کا غلام کے لئے شرط ہونے کا بیان

وَأَمَّا اشْتِرَاطُ قَبُولِ الْعَبْدِ فَلِأَنَّهُ مَا لَا يُلْزَمُهُ فَلَا بُدَّ مِنَ الْإِزَامَةِ وَلَا يُعْتَقُ إِلَّا بِأَدَاءِ كُلِّ الْبَدَلِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّمَا عَبْدٌ مُكْتَبٌ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ فَإِذَا هِيَ إِلَّا عَشْرَةٌ دَنَابِيرَ فَهُوَ عَبْدٌ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمُكْتَابُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ ذَرْهُمُ) وَفِيهِ اخْتِلَافٌ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَمَا اخْتَرْنَاهُ قَوْلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَيُعْتَقُ بِأَدَائِهِ وَإِنْ لَمْ يَقُلِ الْمَوْلَى إِذَا آدَيْتَهَا فَانْتِ حُرٌّ لَأَنَّ مُوجِبَ الْعَقْدِ يَثْبُتُ مِنْ غَيْرِ التَّصْرِيحِ بِهِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، وَلَا يَجِبُ حَطُّ شَيْءٍ مِنَ الْبَدَلِ اخْتِارًا بِالْبَيْعِ.

اور غلام کے لئے اس عقد کو قبول کرنا شرط ہے۔ کیونکہ بدل کتابت میں اس کو مال لازم ہونے والا ہے۔ پس غلام کے لئے اس کو اپنے اوپر لازم ضروری ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو غلام سودیناروں پر مکاتب بنایا جائے اور اس نے نوے دینار ادا کر دیئے ہیں تب بھی وہ غلام رہے گا۔ اور ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک مکاتب بت پر ایک درہم بھی باقی ہے اس وقت تک وہ غلام ہی رہے گا۔ اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہم نے اختیار کیا ہے۔ کہ غلام بدل کتابت کو ادا کرنے سے آزاد ہو جائے گا۔ اگرچہ آقا نے یہ نہ بھی کہا ہو کہ تم جب ادا کرو گے تو آزاد ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وجوب عقد صراحت کے بغیر ثابت ہونے والا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح بیع میں ہوتا ہے اور آقا پر بدل میں کچھ کی واجب نہیں ہے اور اس کو بیع پر قیاس کیا جائے گا۔

مکاتب بت میں نقد ادا کرنے کی شرط کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ أَنْ يَشْتَرِطَ الْمَالُ حَالًا وَيَجُوزُ مُؤَجَّلًا وَمُنْجَمًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ حَالًا وَلَا بُدَّ مِنْ نَجْمَيْنِ، لِأَنَّهُ عَاجِزٌ عَنِ التَّسْلِيمِ فِي زَمَانٍ قَلِيلٍ لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ قَبْلَهُ لِلرِّقِّ، بِخِلَافِ السَّلَمِ عَلَى أَصْلِهِ لِأَنَّهُ أَهْلٌ لِلْمِلْكِ فَكَانَ احْتِمَالُ الْقُدْرَةِ ثَابِتًا، وَقَدْ دَلَّ الْإِقْدَامُ عَلَى الْعَقْدِ عَلَيْهَا فَيَثْبُتُ.

وَلَا طَاهِرٌ مَا تَلَوْنَا مِنْ غَيْرِ شَرْطِ التَّجَرُّعِ، وَلَآئِنَّ عَقْدَ مُعَاوَضَةٍ وَالْبَدْلَ مَعْقُودٌ بِهِ لَأَشْبَهَ الثَّمَنِ فِي الْبَيْعِ فِي عَدَمِ اشْتِرَاطِ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ السَّلَمِ عَلَى أَصْلِنَا لِأَنَّ الْمُسْلِمَ فِيهِ مَعْقُودٌ عَلَيْهِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ، وَلَآئِنْ مَبْنَى الْكِتَابَةِ عَلَى الْمُسَاهَلَةِ فَيُمِيزُهُ الْمَوْلَى ظَاهِرًا، بِخِلَافِ السَّلَمِ لِأَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُضَافَةِ وَفِي الْحَالِ كَمَا امْتَنَعَ مِنَ الْإِدَاءِ يُرَدُّ إِلَى الرِّقِّ.

فرمایا کہ مال کو نقد ادا کرنے کی شرط جائز ہے اور معاوضہ مقرر کر کے ادائیگی بھی جائز ہے اور قسطوں سے جائز ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ فوری ادائیگی کی شرط جائز نہیں ہے بلکہ قسطوں میں جائز ہے کیونکہ تھوڑی مدت میں آزادی سے پہلے وہ بدل کتابت ادا کرنے عاجز ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے موقف بیع سلم میں ایسا نہیں ہے کیونکہ مسلم الیہ مالک ہونے اہلیت رکھنے والا ہے اور اس کے حق میں ادا کرنے کی طاقت کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اور عقد کی جانب بڑھنا یہ اس معاملہ کی دلیل ہے پس اس کے بڑھنے کے سبب اس کے حق میں قدرت ثابت ہو جائے گی۔

ہماری دلیل آیت مبارکہ میں بیان کردہ ظاہری حکم ہے جس میں قسط بنانے کی شرط نہیں بیان کی گئی۔ کیونکہ مکاتبت یہ عقد معاوضہ ہے اور معقود بہ کا بدل بھی ہے پس قدرت نہ ہونے کی وجہ یہ بیع میں ثمن کے مشابہ ہو جائے گا یہ خلاف بیع سلم کے جو ہمارے اصول کے موافق ہے۔ کیونکہ اس میں معقود مسلم فیہ ہوتی ہے۔ پس اس پر قادر ہونا یہ ضروری ہے کیونکہ کتابت کا دار و مدار آسانی پر ہے۔ پس یہ ظاہری طور پر آقا اس کو مہلت دے گا یہ خلاف بیع سلم کے کیونکہ اس میں بیع کا دار و مدار ہی تنگی پر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر اسی حالت میں مکاتبت بدل کتابت ادا نہ کر سکا تو پھر وہ دوبارہ غلام بن جائے گا۔

عقل مند چھوٹے غلام کی کتابت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ كِتَابَةُ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ إِذَا كَانَ يَعْقِلُ الشِّرَاءَ وَالْبَيْعَ) لِيَتَحَقَّقَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ، إِذَا الْعَاقِلُ مِنْ أَهْلِ الْقَبُولِ وَالتَّصَرُّفِ نَافِعٌ فِي حَقِّهِ.

وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيهِ وَهُوَ بِنَاءٌ عَلَى مَسْأَلَةِ إِذْنِ الصَّبِيِّ فِي التِّجَارَةِ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ لَا يَعْقِلُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ لِأَنَّ الْقَبُولَ لَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُ فَلَا يَتَعَقَّدُ الْعَقْدُ، حَتَّى لَوْ أَدَّى عَنْهُ غَيْرُهُ لَا يَتَعَقَّدُ وَيَسْتَرَدُّ مَا دَفَعَ.

فرمایا کہ چھوٹے غلام کی کتابت بھی جائز ہے لیکن جب وہ عقل مندی سے خرید و فروخت کو جانتا ہو کیونکہ ایجاب و قبول ثابت ہو سکتا ہے اس لئے وہ عقل مندی کا اہل ہے جبکہ کتابت بچے کے حق میں بھی فائدہ مند ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں بھی ہمارے ساتھ اختلاف کیا ہے اور ان کا یہ اختلاف بچے کو تجارت کی اجازت دینے والے اختلافی مسئلہ کے موافق ہے اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے جب وہ غلام خرید و فروخت کو جانتا ہی نہ ہو

کیونکہ اس کی جانب سے قبول نہ تھا ثابت نہ ہوگا لہذا عقد کا انعقاد ہی نہ ہوگا یہاں تک کہ جب اس کی جانب ادا کر دیا ہے تب بھی آزاد نہ ہوگا اور اس کے غیر نے جو مال ادا کیا ہے اس کو واپس دے دیا جائے گا۔

اپنے غلام کا بدل کتابت ایک ہزار مقرر کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ : جَعَلْتُ عَلَيْكَ أَلْفًا تَوَدِّيَهَا إِلَيَّ نُجُومًا أَوَّلُ النَّجْمِ كَذَا وَآخِرُهُ كَذَا فَإِذَا أَدْبَتَهَا فَانْتَ حُرٌّ وَإِنْ عَجَزْتَ فَانْتَ رَقِيقٌ فَإِنَّ هَذِهِ مُكَاتَبَةٌ) لِأَنَّهُ أَتَى بِتَفْسِيرِ الْكِتَابَةِ، وَلَوْ قَالَ : إِذَا أَدْبَيْتَ إِلَيَّ أَلْفًا كُلَّ شَهْرٍ مِائَةً فَانْتَ حُرٌّ فَهَذِهِ مُكَاتَبَةٌ فِي رِوَايَةِ أَبِي سُلَيْمَانَ لِأَنَّ التَّنْجِيمَ يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوبِ وَذَلِكَ بِالْكِتَابَةِ. وَفِي نُسْخِ أَبِي حَفْصٍ لَا تَكُونُ مُكَاتَبَةٌ اِغْتِبَارًا بِالتَّغْلِيْقِ بِالْأَدَاءِ مَرَّةً.

لحظے اور جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تمہارے لئے کتابت کا بدل ایک ہزار مقرر کیا ہے اور تم مجھے بطور قسط کے ادا کر دو۔ ایک قسط اتنی ہوگی اور دوسری قسط اتنی ہوگی اور جب تم ساری رقم ادا کر دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔ اور جب تم کو ادا نہ کر سکے تو تم غلام رہو گے۔ تو اس مکاتبت کا عقد بھی درست ہے۔ کیونکہ آقا کی کتابت کی نہایت کو بیان کر دیا ہے اور جب اس نے اس طرح کہا ہے کہ تم ہر ماہ میں سو درہم کے حساب سے ایک ہزار ادا کرو۔ تو آزاد ہو جاؤ گے۔

حضرت ابو سلیمان کے روایت کے مطابق یہ بھی مکاتبت ہو جائے گی کیونکہ قسط مقرر کرنا یہ دلیل وجوب ہے اور کتابت ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ ابو حفص کبیر کے نسخے کے موافق یہ مکاتبت نہ ہوگی کیونکہ اس نے آزادی کو ایک بار ادا کرنے کے ساتھ معقول کر رہا ہے۔

عقد مکاتبت کی صحت کے سبب غلام کا قبضہ سے نکل جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا صَحَّحْتُ الْكِتَابَةَ خَرَجَ الْمُكَاتَبُ عَنْ يَدِ الْمَوْلَى وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْ مِلْكِهِ) أَمَّا الْخُرُوجُ مِنْ يَدِهِ فَلِتَحْقِيقِ مَعْنَى الْكِتَابَةِ وَهُوَ الصَّمُّ فَيَصْمُ مَالِكِيَّةَ يَدِهِ إِلَى مَالِكِيَّةِ نَفْسِهِ أَوْ لِتَحْقِيقِ مَقْصُودِ الْكِتَابَةِ وَهُوَ آدَاءُ الْبَدْلِ فَيَمْلِكُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَالْخُرُوجَ إِلَى السَّفَرِ وَإِنْ نَهَاهُ الْمَوْلَى، وَأَمَّا عَدَمُ الْخُرُوجِ عَنْ مِلْكِهِ فَلِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَصَةٍ وَمَبَاهٍ عَلَى الْمَسَاوَاةِ، وَيَنْعَدُّ ذَلِكَ بَسْجَرِ الْعِتْقِ وَيَتَحَقَّقُ بِتَأْخِرِهِ لِأَنَّهُ يَبْتُ لَهْ نَوْعُ مَالِكِيَّةٍ وَيَبْتُ لَهْ فِي الْبِدْمَةِ حَقٌّ مِنْ وَحْيِهِ (فَإِنْ أَعْتَقَهُ عَتَقَ بِعِتْقِهِ) لِأَنَّهُ مَالِكٌ لِرَقِيقَتِهِ (وَسَقَطَ عَنْهُ نَدْلُ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّهُ مَا التَّرْمَةُ إِلَّا مُقَابِلًا بِحُصُولِ الْعِتْقِ بِهِ وَقَدْ حَصَلَ ذُوْنَهُ.

اور جب مکاتبت کا عقد درست ہو گیا ہے تو مکاتبت آقا کے قبضہ سے نکل جائے گا مگر سکی ملکیت سے نہ نکلے گا۔ اور آقا کے قبضہ سے اس کا نکلنا اس سبب سے ہے کہ کتابت کا حکم ثابت ہو جائے اور وہ ملاتا ہے پس مکاتبت اپنے تصرف اور قبضہ کی

ملکیت کو اپنی ذات کے ساتھ ملانے والا ہے یا اس سبب سے کہ مقصود کتابت کو ثابت کیا جائے اور وہ بدل کو ادا کرنا ہے پس مکاتب خرید و فروخت کا مالک بن جائے گا اور سفر پر جانے کا مالک بھی بن جائے گا خواہ مالک نے اس کو روک دیا ہے۔ ہاں البتہ مکاتب آقا کی ملکیت سے نکلنے والا نہ ہوگا اسی روایت کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں کیونکہ مکاتب یہ عقد معاوضہ ہے اور اس کا دار و مدار برابری پر ہے۔ جبکہ فوری طور آزادی کے نفاذ کے سبب وہ برابری ختم ہو جائے گی۔ جبکہ اس کو مؤخر کرنے کے سبب وہ برابری ثابت ہو جائے گی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس طرح ایک جانب سے ملکیت ثابت ہو جائے گی اور ایک جانب سے اس کا حق بھی ثابت ہو جائے گا۔

اور جب عقد مکاتب کے بعد آقا نے اس کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ آقا ابھی تک اس کا مالک ہے ہاں البتہ اس طرح کتابت کا بدل ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے غلام کے حق میں بدل کتابت دینے کو لازم کیا تھا جبکہ آزادی اس کو الے کے بغیر ہی مل رہی ہے۔

مکاتبہ باندی سے وطی کے سبب آقا پر مہر ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَطِيَ الْمَوْلَى مُكَاتَبَتَهُ لَزِمَهُ الْعَقْدُ) لِأَنَّهَا صَارَتْ أَخَصَّ بِأَجْزَائِهَا تَوْشُّلاً إِلَى الْمَقْصُودِ بِالْكِتَابَةِ وَهُوَ الْوُصُولُ إِلَى الْبَدَلِ مِنْ جَانِبِهِ وَإِلَى الْحُرِّيَّةِ مِنْ جَانِبِهَا بِنَاءً عَلَيْهِ، وَمَنَافِعُ الْبُضْعِ مُلْحَقَةٌ بِالْأَجْزَاءِ وَالْأَعْيَانِ (وَإِنْ جَنَى عَلَيْهَا أَوْ عَلَى وَلَدِهَا لَزِمَتْهُ الْجِنَايَةُ) لِمَا بَيَّنَّا (وَإِنْ أَتْلَفَ مَالًا لَهَا غَرِمَ) لِأَنَّ الْمَوْلَى كَأَلَا جَنِيِّ فِي حَقِّ اكْتِسَابِهَا وَنَفْسِهَا، إِذْ لَوْ لَمْ يُجْعَلْ كَذَلِكَ لَأَتْلَفَهُ الْمَوْلَى فَبِمَتَّعُ حُصُولُ الْغَرَضِ الْمُتَّبَعِ بِالْعَقْدِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اور جب آقا نے مکاتبہ باندی کے ساتھ جماع کیا ہے تو آقا پر مہر لازم ہو جائے گا کیونکہ مکاتبہ اپنے حصوں کی ملکیت رکھنے والی ہے اور اس کی ملکیت ثابت ہو چکی ہے تاکہ اس ملکیت کے سبب مقصد کتابت حاصل کیا جاسکے۔ یعنی آقا کے حق میں بدل کتابت کو وصول کرنا اور باندی کے حق میں آزادی کو حاصل کرنا یہ اسی بدل کے ادا کرنے پر منحصر ہے جبکہ منافع بضع یہ منافع اجزاء کے ساتھ ملنے والے ہیں۔

اور جب آقا نے باندی یا اس کے بچے پر جنایت کی تو اس پر تادان لازم آئے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور جب آقا نے مکاتبہ کا مال ہلاک کر دیا ہے تو وہ اس کا بھی ضامن ہوگا کیونکہ اب مکاتبہ کئی جان اور اس کے مال میں آقا ایک غیر آدمی کی طرح ہے اور اس لئے کہ جب ایسا نہ کیا جائے تو آقا اس کا سارا مال ہلاک کر دے گا اور وہ مقصود ختم ہو جائے گا جس مقصد کے لئے عقد کیا گیا ہے۔

فصل فی الکتابۃ الفاسدۃ

﴿یہ فصل کتابت فاسدہ کے بیان میں ہے﴾

فصل کتابت فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے کتابت کی صحیح اقسام اور ان کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے کتابت فاسدہ کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح نماز و روزہ و حج وغیرہ دیگر احکام شریعہ میں بھی حکم فساد و عبادت کو مشروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے۔ جبکہ صحت تقدم یہ اس کا اصلی مقام و مرتبہ ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچنے والی ہے جبکہ فاسد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بننے والا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

خنزیر و شراب کے بدلے میں مکاتیب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَتَبَ الْمُسْلِمُ عَبْدَهُ عَلَى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ أَوْ عَلَى قِيمَةٍ نَفْسِهِ فَالْكِتَابَةُ فَاسِدَةٌ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ الْخَمْرَ وَالْخِنْزِيرَ لَا يَسْتَحِقُّهُ الْمُسْلِمُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فِي حَقِّهِ فَلَا يَصْلُحُ بَدَلًا فَيَفْسُدُ الْعَقْدُ.

وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْقِيمَةَ مَجْهُولَةٌ قَدْرًا وَجِنْسًا وَوَصْفًا فَتَفْخَاحُشَتُ الْجَهَالَةُ وَصَارَ كَمَا إِذَا كَتَبَ عَلَى ثَوْبٍ أَوْ دَابَّةٍ، وَلِأَنَّهُ تَنْصِصٌ عَلَى مَا هُوَ مُوجِبُ الْعَقْدِ الْفَاسِدِ لِأَنَّهُ مُوَحِّبٌ لِلْقِيمَةِ.

فرمایا اور جب کسی شخص نے خنزیر و شراب یا غلام کی قیمت کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتیب بنایا تو کتابت فاسدہ ہو جائے گی اور خنزیر و شراب کا سبب تو یہی ہے کہ مسلمان ان کا حقدار نہیں بنتا کیونکہ یہ اشیاء مسلمانوں کے حق میں مال نہیں ہیں۔ پس یہ بدل بھی نہیں بن سکتیں۔ پس یہ عقد فاسد ہو جائے گی جبکہ قیمت کو عقد بنانا اس سبب سے فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی قیمت کی مقدار، وصف اور جنس سے مجہول رہے گی اور یہ جہالت فاحشہ ہے اور اس کی مثال یوں ہے کہ جب کسی شخص نے کپڑے یا سواری

نے بدلے میں مکاتبت کی ہے کیونکہ جب اس نے کہا کہ میں نے اس کی قیمت پر مکاتبت کی اس کا یہ قول عقد فاسد کی صراحت کو واجب کرنے والا ہے۔ کیونکہ عقد فاسد یہ قیمت کو واجب کرنے والا ہے۔

خر سے ادائیگی کے سبب مکاتبت کی آزادی کا بیان

قَالَ (فَإِنْ أَدَّى الْخَمْرَ عَتَقَ) وَقَالَ زُفَرٌ: لَا يُعْتَقُ إِلَّا بِأَدَاءِ قِيمَةِ نَفْسِهِ، لِأَنَّ الْبَدَلَ هُوَ الْقِيمَةُ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَنَّهُ يُعْتَقُ بِأَدَاءِ الْخَمْرِ لِأَنَّهُ بَدَلٌ صُورَةً، وَيُعْتَقُ بِأَدَاءِ الْقِيمَةِ أَيْضًا لِأَنَّهُ هُوَ الْبَدَلُ مَعْنَى.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ إِنَّمَا يُعْتَقُ بِأَدَاءِ عَيْنِ الْخَمْرِ إِذَا قَالَ إِنْ أَدَيْتَهَا فَأَنْتَ حُرٌّ لِأَنَّهُ حَبْنٌ يَكُونُ الْعِتْقُ بِالشَّرْطِ لَا بِعَقْدِ الْكِتَابَةِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا كَتَبَ عَلَى مِثْلَةٍ أَوْ دَمٍ وَلَا فَضْلَ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا وَبَيَّنَّ الْمَبْنِيَّةُ أَنَّ الْخَمْرَ وَالْخَبْزِيرَ مَالٌ فِي الْجُمْلَةِ فَأَمَّا عَيْنُ الْخَمْرِ فَفِيهِ، وَمَوْجِبُهُ الْعِتْقُ عِنْدَ آدَاءِ الْعَوَضِ الْمَشْرُوطِ.

وَأَمَّا الْمِثْلَةُ فَلَيْسَتْ بِمَالٍ أَصْلًا فَلَا يُمَكِّنُ اعْتِبَارُ مَعْنَى الْعَقْدِ فِيهِ فَاغْتَبِرَ فِيهِ مَعْنَى الشَّرْطِ وَذَلِكَ بِالنَّصِصِ عَلَيْهِ (وَإِذَا عَتَقَ بِأَدَاءِ عَيْنِ الْخَمْرِ لَزِمَهُ أَنْ يَسْعَى فِي قِيمَتِهِ) لِأَنَّهُ وَجِبَ عَلَيْهِ رَدُّ رَقَبَتِهِ لِفَسَادِ الْعَقْدِ وَقَدْ تَعَذَّرَ بِالْعِتْقِ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ إِذَا تَلَفَ الْمَبْعُوعُ.

اور جب مکاتبت نے شراب کو ادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ شراب کی قیمت ادا کیے بغیر وہ آزاد نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ قیمت اصل میں بدل ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ شراب ادا کرنے سے بھی وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ بھی بطور صورت بدل ہے۔ اور وہ اپنی قیمت ادا کرنے سے بھی آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہ معنوی طور پر بدل ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آقا نے یہ کہا ہے کہ جب تم شراب ادا کرو گے تو آزاد ہو جاؤ گے لہذا اب عین خمر کی ادائیگی کے سبب مکاتبت آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اب وہ شرط کے سبب سے آزاد ہونے والا ہے جبکہ عقد کتابت کے سبب سے آزاد ہونے والا نہیں ہے۔ اور اس کی نظیر اس طرح ہے کہ جب کسی شخص نے مردار اور خون پر عقد کیا ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق خنزیر اور خمر میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ خنزیر و خمر اور مردار میں فرق ہے اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ خمر اور خنزیر یہ دونوں کسی نہ کسی طرح مال کے حکم میں چلے جاتے ہیں اور ان میں عقد کے حکم کا اعتبار کرنا بھی ممکن ہے اور وہ جو عقد یہ ہے کہ معین کردہ ادائیگی کے وہ مکاتبت آزاد ہو جائے گا۔ مگر مردار یہ تو مال ہی نہیں ہے اور اس میں عقد کے حکم کا اعتبار کرنا یہ ممکن نہیں ہو سکتا لہذا اس میں شرط

کے معنی کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ اسی وقت ہو سکے گا جب اس کی صراحت کر دی جائے۔

اور جب مکاتب میں شمر کو ادا کر کے آزاد ہو گیا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنی قیمت کو ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ کیونکہ عقد فاسد ہو جانے کے سبب اس پر قبضہ کی واپسی واجب ہے جبکہ آزادی کے سبب سے یہ واپسی ناممکن ہے۔ کیونکہ اس پر اپنی قیمت کو واپس کرنا واجب ہے جس طرح بیع فاسد میں اس وقت ہوا کرتا ہے جب بیع ہلاک ہو جائے تو اس کو قیمت کو لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔

معین کردہ قیمت سے کمی نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَنْقُصُ عَنِ الْمُسَمَّى وَيُزَادُ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ فَاسِدٌ فَتَجِبُ الْقِيَمَةُ عِنْدَ هَلَاكِ الْمُبَدَّلِ بِالسَّعَةِ مَا بَلَغَتْ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمَوْلَى مَا رَضِيَ بِالنَّقْصَانِ وَالْعَبْدُ رَضِيَ بِالزِّيَادَةِ كَمَا لَا يَبْطُلُ حَقُّهُ فِي الْعِتْقِ أَصْلًا فَتَجِبُ قِيَمَتُهُ بِالسَّعَةِ مَا بَلَغَتْ، وَفِيمَا إِذَا كَاتَبَهُ عَلَى قِيَمَتِهِ يُعْتَقُ بِأَدَاءِ الْقِيَمَةِ لِأَنَّهُ هُوَ الْبَدَلُ.

وَأَمَّا كُنْ اِعْتِبَارُ مَعْنَى الْعَقْدِ فِيهِ وَآثَرُ الْجَهَالَةِ فِي الْفَسَادِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَاتَبَهُ عَلَى ثَوْبٍ حَيْثُ لَا يُعْتَقُ بِأَدَاءِ ثَوْبٍ لِأَنَّهُ لَا يُوقَفُ فِيهِ عَلَى مُرَادِ الْعَاقِدِ لِاخْتِلَافِ أَجْنَاسِ الثَّوْبِ فَلَا يَثْبُتُ الْعِتْقُ بِذَوْنِ إِرَادَتِهِ.

فرمایا اور معین کردہ قیمت میں سے کم نہ کرے لیکن اضافہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ عقد فاسد تھا۔ پس مبدل کے ہلاک ہونے کے سبب پوری قیمت واجب ہو گئی تھی جس قدر بھی قدر تھی جس طرح بیع فاسد میں ہوتا ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ آقا معین بدلہ لینے سے کم پر رضامند نہیں ہے جبکہ غلام زیادہ ادا کرنے پر رضامند ہے کہ کہیں اس کی آزادی کا حق ختم نہ ہو جائے پس جو قیمت بھی ہوگی وہ واجب ہوگی۔

اور اسی طرح جب آقا نے مکاتب کے ساتھ اس کی قیمت پر معاملہ کیا تو وہ قیمت ادا کرنے کے سبب آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ قیمت ہی بدلہ ہے۔ اور اس میں عقد کا معنی کا اعتبار کرنا بھی ممکن ہے جبکہ قیمت کی جہالت کا اثر یہ فساد بیع کے سبب سے ہے یہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے کپڑے کے بدلے میں کتابت کا عقد کیا ہے تو وہ مکاتب کوئی کپڑا دینے سے آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں عاقد کی مراد پر اطلاع پانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کپڑے کیا اجناس مختلف ہیں۔ پس آقا کی مرضی کو جاننے کے سوا آزادی ثابت نہ ہوگی۔

غیر غلام کی جانب سے معین رقم پر عقد کتابت کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ إِنْ كَاتَبَهُ عَلَى شَيْءٍ بِغَيْرِهِ لَمْ يَجُزْ) لِأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ وَمُرَادُهُ شَيْءٌ يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، حَتَّى لَوْ قَالَ كَاتَبْتُكَ عَلَى هَذِهِ الْأَلْفِ الدَّرَاهِمِ وَهِيَ لِغَيْرِهِ

جَازِلَانَهَا لَا تَتَعَيَّنُ فِي الْمُعَاوَضَاتِ فَيَتَعَلَّقُ بِدَرَاهِمِ دَيْنٍ فِي الذِّمَّةِ فَيَجُوزُ .
وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ أَنَّهُ يَجُوزُ، حَتَّى إِذَا مَلَكَهُ وَسَلَّمَهُ يُعْتَقُ،
وَإِنْ عَجَزَ يَرُدُّ فِي الرِّقِّ لِأَنَّ الْمُسْتَمَى مَالٌ وَالْقُدْرَةُ عَلَى التَّسْلِيمِ مَوْهُومٌ فَأَشْبَهَ الصَّدَاقَ .
قُلْنَا : إِنَّ الْعَيْنَ فِي الْمُعَاوَضَاتِ مَعْقُودٌ عَلَيْهِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ شَرْطٌ لِلصَّحَّةِ إِذَا
كَانَ الْعَقْدُ يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ كَمَا فِي الْبَيْعِ، بِخِلَافِ الصَّدَاقِ فِي النِّكَاحِ لِأَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى مَا
هُوَ الْمَقْصُودُ بِالنِّكَاحِ لَيْسَ بِشَرْطٍ، فَعَلَى مَا هُوَ تَابِعٌ فِيهِ أَوَّلَى .
فَلَوْ أَجَازَ صَاحِبُ الْعَيْنِ ذَلِكَ فَقَدْ مُخِّمٌ أَنَّهُ يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَجُوزُ الْبَيْعُ عِنْدَ الْإِجَازَةِ فَالْكِتَابَةُ
أَوَّلَى .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ اعْتِبَارًا بِحَالٍ عَدَمِ الْإِجَازَةِ عَلَى مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ، وَالْجَمَاعُ
أَنَّهُ لَا يُهَيِّدُ مِلْكَ الْمَكَاتِبِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ لِلْحَاجَةِ إِلَى الْإِدَاءِ مِنْهَا وَلَا حَاجَةَ
لِیَمَّا إِذَا كَانَ الْبَدَلُ عَيْنًا مُعَيَّنًا، وَالْمَسْأَلَةُ فِيهِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجُوزُ أَجَازَ ذَلِكَ أَوْ لَمْ يَجْزِ، غَيْرَ أَنَّهُ عِنْدَ الْإِجَازَةِ يَجِبُ تَسْلِيمُ عَيْنِهِ،
وَعِنْدَ عَدَمِهَا يَجِبُ تَسْلِيمُ قِيمَتِهِ كَمَا فِي النِّكَاحِ، وَالْجَمَاعُ بَيْنَهُمَا صِحَّةُ التَّسْمِيَةِ لِكَوْنِهِ
مَالًا، وَلَوْ مَلَكَ الْمَكَاتِبُ ذَلِكَ الْعَيْنَ، فَقَدْ أَبِي حَنِيفَةَ رَوَاهُ أَبُو يُوسُفَ أَنَّهُ إِذَا آدَاهُ لَا يُعْتَقُ،
وَعَلَى هَذِهِ الرِّوَايَةِ لَمْ يَنْعَقِدْ الْعَقْدُ إِلَّا إِذَا قَالَ لَهُ إِذَا آدَيْتَ إِلَيَّ فَانْتَ حُرٌّ لِحَبِيبِ
يُعْتَقُ بِحُكْمِ الشَّرْطِ، وَهَكَذَا عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ . وَعَنْهُ أَنَّهُ يُعْتَقُ قَالَ ذَلِكَ أَوْ لَمْ يَقُلْ،
لِأَنَّ الْعَقْدَ يَنْعَقِدُ مَعَ الْفَسَادِ لِكَوْنِ الْمُسْتَمَى مَالًا فَيُعْتَقُ بِإِدَاءِ الْمَشْرُوطِ .

وَلَوْ كَتَبَهُ عَلَى عَيْنٍ فِي يَدِ الْمَكَاتِبِ فَقَبِلَهُ رَوَاتَانِ، وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْكِتَابَةِ عَلَى الْأَعْيَانِ، وَقَدْ
عُرِفَ ذَلِكَ فِي الْأَصْلِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا وَجْهَ الرِّوَايَتَيْنِ فِي كِفَايَةِ الْمُتَهَيِّ .

اور اسی طرح یہ حکم اس وقت بھی ہوگا جب آقائے کسی ایسی معین چیز پر مکاتب بنایا ہے جو غلام کے سوا کسی دوسرے
شخص کی تھی تو یہ مکاتب جائز نہیں ہے کیونکہ غلام اس کو حوالے کرنے پر قادر نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے معینہ چیز سے مراد یہ ہے کہ وہ اس طرح چیز ہو جو متعین کرنے سے متعین ہو جائے یہاں تک کہ
جب آقائے اس طرح کہا ہے کہ میں نے تجھے ایک ہزار دراهم کے بدلے میں مکاتب بنادیا ہے اور وہ دراهم کسی دوسرے شخص کے
ہوں تو عقد جائز ہے کیونکہ دراهم معاوضات میں معین نہیں ہوتے پس یہ عقد ایسے دراهم کے بارے میں ہوگا جو ذمہ میں قرض ہوں
گے۔ اور عقد جائز ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ عقد جائز ہے یہاں تک کہ جب غلام ان درام کا مالک بن جائے اور ان کو آقا کے سپرد کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ ادا نہ کر سکے تو وہ دوبارہ غلام بنادیا جائے گا کیونکہ یہاں طے شدہ کا بدلہ مل ہے۔ اور سپرد کرنے کی طاقت بھی پائی جاتی ہے پس یہ بدلہ مہر کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہم نے کہا کہ معاوضات میں مال عین کا مقود علیہ ہوا کرتا ہے اور عقد درست ہونے کے لئے مقود علیہ کو قدرت شرط ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ عقد فسخ کے قابل ہو جس طرح بیع میں ہوتا ہے یہ خلاف مہر نکاح کے، کیونکہ مقصود نکاح پر قدرت شرط نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب مالک نے عین کتابت کی اجازت دیدی ہے۔ تو کتابت کا یہ عقد درست ہو جائے گا۔ کیونکہ اجازت کے سبب سے جب بیع جائز ہو جاتی ہے تو عقد کتابت بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اجازت نہ ہونے پر قیاس کرتے ہوئے یہ عقد جائز نہ ہوگا۔ جس طرح قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ اجازت کے ہونے یا نہ ہونے میں علت مشترکہ یہ ہے کہ اجازت مکاتب کی ملکیت میں فائدے مند نہ ہوگی۔ جبکہ کتابت کا مقصد یہ ملکیت کا حاصل ہونا ہے کہ وہ اسی ملکیت کے بدل کتابت کو ادا کر کے ضرورت کو پورا کرے۔ اور اگر کتابت کا بدلہ معین مال ہے تو پھر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ مسئلہ بدل کے مال ہونے میں ہی قیاس کیا گیا ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ عقد جائز ہے اگر چہ مالک اس کی اجازت دے یا نہ دے کیونکہ جب اجازت مل جائے گی تو یہ عین مال کو حوالے کرنا واجب ہوگا اور اجازت نہ ملنے کی صورت میں اس کی قیمت کو حوالے کرنا ہوگا جس طرح نکاح میں ہے اور ان میں جامع علت تسمیہ کا درست ہونا ہے اس لئے کہ وہ مال ہے۔

اور جب مکاتب عین کا مالک ہوا ہے تو یخنین کی روایت کے مطابق اگر چہ وہ اس کو ادا کرے وہ آزاد نہ ہوگا کیونکہ عقد منعقد نہیں ہوا۔ ہاں البتہ جب آقا نے کہا کہ اگر تو اس کو مجھے ادا کر دے تو تو آزاد ہے تو پھر ویسا ہی ہوگا۔ تو وہ آزاد شرط کا حکم سے ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اسی طرح بھی روایت ہے کہ اگر چہ وہ اس طرح کہہ دیا نہ کہے وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ عقد فساد کے ساتھ منعقد ہو چکا ہے کیونکہ کسی مال ہے لہذا مشروط کی ادائیگی کے ساتھ وہ آزاد ہو جائے گا۔

اور جب آقا نے کسی ایسی معین چیز سے مکاتب کیا ہے جو غلام کے قبضہ میں ہے۔ تو اس میں دو روایات ہیں اور یہ مسئلہ اعیان کی کتب میں ہے اور وہاں اس کی دلیل کو پہچانا جاسکتا ہے اور اس کی دونوں روایات کی دلیل کو ہم نے کفایہ السنہ میں ذکر کر دیا ہے۔

آقا کا شرط پر غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْهُ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ عَلَى أَنْ يَرُدَّ الْمَوْلَى عَلَيْهِ عَبْدًا بِغَيْرِ عَيْنِهِ) فَالْكِتَابَةُ فَاسِدَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : هِيَ جَائِزَةٌ ، وَيُقَسَّمُ الْعِمَانَةُ الدِّينَارِ عَلَى قِيَمَةِ الْمَكَاتِبِ وَعَلَى قِيَمَةِ عَبْدٍ وَسَطٍ فَيَبْطُلُ مِنْهَا حِصَّةُ الْعَبْدِ فَيَكُونُ مَكَاتِبًا بِمَا بَقِيَ لِأَنَّ الْعَبْدَ الْمُطْلَقَ يَصْلُحُ بَدَلَ الْكِتَابَةِ وَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوَسْطِ ، فَكَذَا يَصْلُحُ مُسْتَنَى مِنْهُ وَهُوَ الْأَصْلُ فِي أَبْدَالِ الْعُقُودِ . وَلَيْسَ أَنَّهُ لَا يُسْتَنَى الْعَبْدُ مِنَ الدَّنَائِيرِ ، وَإِنَّمَا تُسْتَنَى قِيَمَتُهُ وَالْقِيَمَةُ لَا تَصْلُحُ بَدَلًا فَكَذَلِكَ مُسْتَنَى .

اور جب آقا نے ایک سو دینار کے بدلے میں غلام کو اس شرط کے ساتھ مکاتب کیا ہے کہ آقا اس کو ایک غلام بھی دے گا تو ایسی کتابت طرفین کے نزدیک فاسد ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جائز ہے اور سو دینار کو مکاتب اور درمیانے درجے کے غلام کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ اور اس میں سے غلام کے حصے کی مقدار کے برابر درابم ساقط ہو جائیں گے۔ اور بقیہ بدلہ مکاتب ہوگا۔ کیونکہ غلام مطلق کتابت کا بدلہ بن سکتا ہے اور غلام کو درمیانے درجے کے غلام کی جانب اس لئے پھیر دیا جائے گا کیونکہ وہ بدل کتابت سے مستثنیٰ بھی ہو سکتا ہے اور عقود کے بدلوں میں اصل یہی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

طرفین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ غلام دیناروں سے مستثنیٰ نہ ہوگا بلکہ اس کی قیمت مستثنیٰ ہوگی۔ اور قیمت بدل نہیں بن سکتی پس وہ مستثنیٰ بھی نہ ہو سکے گی۔

حیوان کے بدلے میں مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَتَبَهُ عَلَى حَيَوَانٍ غَيْرِ مَوْصُوفٍ فَالْكِتَابَةُ جَائِزَةٌ) مَعْنَاهُ أَنَّ يُبَيِّنَ الْجِنْسَ وَلَا يُبَيِّنُ النَّوْعَ وَالصِّفَةَ (وَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوَسْطِ وَيُجْبَرُ عَلَى قَبُولِ الْقِيَمَةِ) وَقَدْ مَرَّ فِي النِّكَاحِ ، أَمَّا إِذَا لَمْ يُبَيِّنِ الْجِنْسَ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ دَابَّةٌ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَشْمَلُ أَجْنَاسًا مُخْتَلِفَةً فَتَفَاحِشُ الْجَهَالَةُ ، وَإِذَا بَيَّنَّ الْجِنْسَ كَالْعَبْدِ وَالْوَصِيفِ فَالْجَهَالَةُ بِسِيرَةٍ وَمِثْلُهَا يُتَحَمَّلُ فِي الْكِتَابَةِ فَتُعْتَبَرُ جَهَالَةُ الْبَدَلِ بِجَهَالَةِ الْأَجَلِ فِيهِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ ، وَهُوَ الْقِيَاسُ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ فَاشْتَبَهَ الْبَيْعَ . وَلَنَا أَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ مَالٍ بِغَيْرِ مَالٍ أَوْ بِمَالٍ لَكِنْ عَلَى وَجْهِ يَسْقُطُ الْمِلْكُ فِيهِ فَاشْتَبَهَ النِّكَاحَ ، وَالْجَامِعُ أَنَّهُ يُبْتَنَى عَلَى الْمُسَامَحَةِ ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ مَبْنَى عَلَى الْمُمَاكَسَةِ .

اور جب مالک نے اپنے غلام کو کسی ایسے حیوان کے بدلے میں مکاتب کیا ہے کہ اس نے اس جانور کا وصف بیان

نہیں کیا ہے تو بطور استحسان یہ عقد درست ہوگا اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس نے حیوان کی جنس کو بیان کر دیا ہے لیکن اس کی نوع اور صفت کو بیان نہیں کیا ہے اور اس حکم کو درمیانے درجے کے غلام کی جانب پھیر دیا جائے گا اور آقا کو قیمت لینے پر مجبور کیا جائے گا اور کتب نکاح میں یہ مسئلہ گزر گیا ہے۔ لیکن جب آقا نے جانور کی جنس کو بھی بیان نہیں کیا ہے جس طرح اس نے کہا کہ میں نے تجھے

دابہ کے بدلے میں مکاتب کیا ہے تو یہ عقد جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ حیوان مختلف اجناس کے ہوا کرتے ہیں۔ اور جہالت فاحشہ ہے۔ اور جب وہ جنس کو بیان کر دیتا ہے جس طرح غلام اور اس کا وصف کہ وہ خدمت کرنے والا ہے تو اب جہالت کم ہو جائے گی اور اسی قسم کی جہالت کو کتابت میں برداشت کر لیا جاتا ہے پس بدل کی اس معمولی مدت کو جہالت پر قیاس کیا جائے گا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا کوئی عقد جائز نہیں ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کیونکہ یہ عقد معاوضہ ہے اور بیع کے مشابہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ معاوضہ مال سے نہیں بلکہ غیر مال سے ہے لیکن یہ اس طرح کا ہے کہ اس میں ملکیت ساقط ہو جاتی ہے۔ پس یہ نکاح کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور ان میں جامع علت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک چشم پوشی پر مبنی ہے بہ بخلاف بیع کے کیونکہ وہ تنگی و سختی پر مبنی ہے۔

نصرانی کا شراب کے عوض میں مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَاتَبَ النَّصْرَانِيُّ عَبْدَهُ عَلَى خَمْرٍ فَهُوَ جَائِزٌ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مُقَدَّرًا مَعْلُومًا وَالْعَبْدُ كَافِرًا لِأَنَّهَا مَالٌ فِي حَقِّهِمْ بِمَنْزِلَةِ الْخَلِّ فِي حَقِّنَا (وَأَيْتُهُمَا أَسْلَمَ فَلِلْمَوْلَى قِيَمَةُ الْخَمْرِ) لِأَنَّ الْمُسْلِمَ مَمْنُوعٌ عَنْ تَمْلِكِ الْخَمْرِ وَتَمَلُّكِهَا، وَفِي التَّسْلِيمِ ذَلِكَ إِذَا الْخَمْرُ غَيْرُ مُعَيَّنٍ فَيُجْزَى عَنْ تَسْلِيمِ الْبَدَلِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ قِيَمَتُهَا، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا تَبَاعَ الذِّمِّيَّانِ خَمْرًا لَمْ أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا حَيْثُ يَفْسُدُ الْبَيْعُ عَلَى مَا قَالَهُ الْبَعْضُ، لِأَنَّ الْقِيَمَةَ تَصْلُحُ بَدَلًا فِي الْكِتَابَةِ فِي الْجُمْلَةِ، فَإِنَّهُ لَوْ كَاتَبَ عَلَى وَصِفٍ وَآتَى بِالْقِيَمَةِ يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ فَجَازَ أَنْ يَنْقَى الْعَقْدُ عَلَى الْقِيَمَةِ، فَأَمَّا الْبَيْعُ فَلَا يَنْعَقِدُ صَحِيحًا عَلَى الْقِيَمَةِ فَافْتَرَقَا.

قَالَ (وَإِذَا قَبَضَهَا عَتَقَ) لِأَنَّ فِي الْكِتَابَةِ مَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ. فَإِذَا وَصَلَ أَحَدُ الْعَوَاضِينَ إِلَى الْمَوْلَى سَلَّمَ الْعَوَاضَ الْآخَرَ لِلْعَبْدِ وَذَلِكَ بِالْعَتَقِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْعَبْدُ مُسْلِمًا حَيْثُ لَمْ تَجْزِ الْكِتَابَةُ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الزَّامِ الْخَمْرِ، وَلَوْ آذَاهَا عَتَقَ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اور جب نصرانی نے شراب کے بدلے میں غلام کو مکاتب بنا دیا ہے تو یہ جائز ہے اور جب شراب کی مقدار معلوم ہو اور غلام کا فر ہو۔ کیونکہ کفار کے حق میں شراب اسی طرح مال ہے جس طرح ہمارے حق میں سرکہ مال ہے۔ اور جب آق و غلام میں سے جو شخص بھی مسلمان ہوگا آقا کو شراب کی قیمت ملے گی۔ کیونکہ مسلمان نہ شراب کا مالک بن سکتا ہے اور نہ شراب دینے والا بن سکتا ہے۔ جبکہ شراب یہ دینے سے مالک بننا لازم آئے گا۔ اور اسلئے بھی شراب غیر معین ہے۔ پس مکاتب بدل کو حوائے کرنے سے عجز آجائے گا اور اس پر قیمت واجب ہو جائے گی۔ اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے کہ جب دو ذمیوں نے مل کر شراب کی

خرید و فروخت کی۔ اس کے بعد ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ اور بعض مشائخ فقہاء کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ یہ عموم قیمت بدل کتابت بن سکتی ہے۔

اور جب مالک نے خدمت کرنے والے غلام کو مکاتب بنایا ہے اور مکاتب اس نے اس کی قیمت سپرد کی تو آقا اس کو قیمت کو لینے پر مجبور کیا جائے گا ہاں اور قیمت پر عقد کا باقی رہنا بھی جائز ہوگا۔ مگر بیع قیمت کے بدلے میں درست نہ ہوگی کیونکہ بیع اور کتابت میں فرق ہے۔

فرمایا کہ جب آقا نے شراب پر قبضہ کر لیا ہے تو مکاتب آزاد ہو جائے گا۔ اور کتابت میں معاوضہ کا حکم بھی ہے پس جب آقا کو ایک بدلہ مل گیا ہے تو غلام کو دوسرا بدل ملے گا اور یہ مکاتب کی آزادی سے حاصل ہوگا۔ یہ خلاف اس حالت کے کہ جب غلام مسلمان ہو تو اب کتابت جائز نہ ہوگی کیونکہ مسلمان شراب کا اہل نہیں ہے۔ لہذا جب مسلمان غلام نے شراب ادا کر دی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

بَابُ مَا يَجُوزُ لِلْمُكَاتِبِ أَنْ يَفْعَلَهُ

﴿یہ باب مکاتب کے لئے کرنے والوں کے کاموں کے لئے ہے﴾

باب جواز امور مکاتب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود برقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معنی علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے مکاتب صحیحہ اور مکاتب فاسدہ سے متعلق احکام کو ذکر کیا ہے۔ اب یہاں سے مکاتب میں تصرف کے جواز و عدم جواز کے بارے میں فقہی احکام کو ذکر کر رہے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز میں تصرف کے اس چیز کے عقد کے درست ہونے کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۱۶، بیروت)

مکاتب کے لئے خرید و فروخت کرنے کی اجازت کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ لِلْمُكَاتِبِ الْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ وَالسَّفَرُ) لِأَنَّ مُوجِبَ الْكِتَابَةِ أَنْ يَصِيرَ حُرًّا يَدًا، وَذَلِكَ بِمَالِكِيَّةِ التَّصَرُّفِ مُسْتَبَدًّا بِهِ تَصَرُّفًا يُؤْصِلُهُ إِلَى مَقْصُودِهِ وَهُوَ نَيْلُ الْحُرِّيَّةِ بِإِدَاءِ الْبَدَلِ، وَالْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ، وَكَذَا السَّفَرُ لِأَنَّ التَّجَارَةَ رُبَّمَا لَا تَتَّفِقُ فِي الْحَضَرِ فَتَحْتَاجُ إِلَى الْمَسَافَرَةِ، وَيَمْلِكُ الْبَيْعُ بِالْمُحَابَاةِ لِأَنَّهُ مِنْ صَنِيعِ التُّجَّارِ، فَإِنَّ التَّاجِرَ قَدْ يُحَاطَى فِي صَفْقَةٍ لِيَرْبَحَ فِي أُخْرَى.

فرمایا کہ مکاتب کے لئے جائز ہے کہ وہ خرید و فروخت کرے اور سفر کرے۔ کیونکہ کتابت کا تقاضہ یہ ہے کہ مکاتب قبضہ سے آزاد ہو چکا ہے۔ اور یہ کام تب پورا ہو سکتا ہے جب مکاتب مکمل طور پر تصرف کا مالک بن جائے۔ اور وہ اسی تصرف سے اپنا مقصد حاصل کر سکے گا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ بدل کتابت ادا کر کے اپنی آزادی کو حاصل کر لے۔ جبکہ خرید و فروخت بھی اسی حکم میں سے ہیں اور سفر کا حکم بھی اسی طرح ہے کیونکہ کبھی کبھی شہر میں تجارت نہیں ہو پاتی جس کے لئے تاجر کو سفر کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اور وہ کسی چیز سستی قیمت میں بھی بچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی تاجروں کا طریقہ ہوتا ہے کیونکہ تاجر کبھی معاملہ میں قیمت تھوڑی لے لیتا ہے۔ کہ اس کو دوسرے معاملہ میں نفع حاصل ہو جائے گا۔

مکاتب کے لئے کوفہ جانے سے ممانعت کی شرط کا بیان

قَالَ (فَإِنْ شَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَخْرُجَ مِنَ الْكُوفَةِ فَلَهُ أَنْ يَخْرُجَ اسْتِحْسَانًا) لِأَنَّ هَذَا الشَّرْطَ مُخَالَفٌ لِمُقْتَضَى الْعَقْدِ وَهُوَ مَالِكِيَّةُ الْيَدِ مِنْ جِهَةِ الْإِسْتِبْدَادِ وَثُبُوتِ الْإِخْتِصَاصِ قَبْلَ

الشَّرْطُ وَصَحَّ الْعَقْدُ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَمْ يَتِمَّ كُنْ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ، وَبِذَلِكَ لَا يَفْسُدُ الْكِتَابَةُ، وَهَذَا لِأَنَّ الْكِتَابَةَ تُشْبِهُ الْبَيْعَ وَتُشْبِهُ النِّكَاحَ فَالْحَقْنَاهُ بِالْبَيْعِ فِي شَرْطٍ تَتِمَّ كُنْ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ، كَمَا إِذَا شَرْطُ خِدْمَةٍ مَجْهُولَةٍ لِأَنَّهُ فِي الْبَدَلِ وَبِالنِّكَاحِ فِي شَرْطٍ لَمْ يَتِمَّ كُنْ فِي صُلْبِهِ هَذَا هُوَ الْأَصْلُ.

أَوْ نَقُولُ: إِنَّ الْكِتَابَةَ فِي جَانِبِ الْعَبْدِ اِعْتِاقٌ لِأَنَّهُ اسْقَاطُ الْمِلْكِ، وَهَذَا الشَّرْطُ يَخْصُ الْعَقْدَ فَاعْتَبِرْ اِعْتِاقًا فِي حَقِّ هَذَا الشَّرْطِ، وَالْاِعْتِاقُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدَةِ.

اور جب مالک نے یہ شرط لگا دی ہے کہ مکاتب کو فہ نہ جائے گا تو وہ بطور استحسان جاسکتا ہے کیونکہ یہ شرط مقدمے تقاضہ کے خلاف ہے۔ جبکہ وہ تو مستقل طور متصرف ہے۔ اور کمائی کرنا بھی اسی کے ساتھ خاص ہے۔ لہذا شرط باطل ہو جائے گی۔ اور عقد درست ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ شرط اصل عقد میں داخل نہیں ہے۔ جبکہ اس قسم کی شرط سے عقد فاسد نہ ہوگا۔ یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ کتابت یہ بیع کے مشابہ ہے اور نکاح کے مشابہ بھی ہے پس اصل عقد میں داخل ہونے کی شرط کو ہم نے بیع کے حکم کے ساتھ ملا دیا ہے جس طرح مجہول خدمت کی شرط لگائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہی شرط بدل میں ہے اور جو شرط اصل میں داخل نہ ہو تو ایسی کتابت کو ہم نے نکاح کے ساتھ لایق کر دیا ہے اور قاعدہ فقہیہ بھی یہی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اس کے پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ غلام کے حق میں کتابت کا عقد آزادی ہے اس لئے کہ یہی آقا کی علیت کو ساقط کرنے والا ہے۔ اور یہ شرط غلام کے ساتھ خاص ہے پس اس شرط کے حق میں اس کو آزاد قرار دیا جائے گا اور آزادی فاسد شرائط کے سبب باطل نہیں ہوا کرتی۔

مالک کی اجازت کے بغیر مکاتب کے نکاح کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَتَزَوَّجُ إِلَّا بِإِذْنِ الْمَوْلَى) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ فَلَكَ الْحَجْرُ مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ ضَرُورَةُ التَّوَسُّلِ إِلَى الْمَقْصُودِ، وَالتَّزْوُجُ لَيْسَ وَسِيلَةً إِلَيْهِ، وَيَجُوزُ بِإِذْنِ الْمَوْلَى لِأَنَّ الْمِلْكَ لَهُ (وَلَا يَهَبُ وَلَا يَتَصَدَّقُ إِلَّا بِالشَّيْءِ الْيَسِيرِ) لِأَنَّ الْهَبَةَ وَالصَّدَقَةَ تَبَرُّعٌ وَهُوَ غَيْرُ مَالِكٍ لِمَمْلُوكِهِ، إِلَّا أَنْ الشَّيْءَ الْيَسِيرَ مِنْ ضَرُورَاتِ التِّجَارَةِ لِأَنَّهُ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنْ ضِيَاغَةٍ وَاعَارَةٍ لِيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ الْمُجَاهِزُونَ.

وَمَنْ مَلَكَ شَيْئًا يَمْلِكُ مَا هُوَ مِنْ ضَرُورَاتِهِ وَتَوَابِعِهِ (وَلَا يَتَكْفَّلُ) لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ مَحْضٌ، فَتَنْسَى مِنْ ضَرُورَاتِ التِّجَارَةِ وَالْاِكْتِسَابِ وَلَا يَمْلِكُهُ بِتَوَعُّهِ نَفْسًا وَمَالًا لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ تَبَرُّعٌ (وَلَا يُقْرِصُ) لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ لَيْسَ مِنْ تَوَابِعِ الْاِكْتِسَابِ (فَإِنْ وَهَبَتْ عَلَى عَوْضٍ لَمْ يَصِحَّ) لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ ابْتِدَاءً (وَأَنْ رَوَّجَ أَمَتَهُ جَازًا) لِأَنَّهُ اِكْتِسَابٌ لِلنَّسَاءِ فَإِنَّهُ يَتَمَلَّكُ بِهِ الْمَهْرَ فَلَمْ يَحُلْ تَحْتَ الْعَقْدِ

اور مکاتب اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ مقصد حاصل کرنے کی حاجت کے سبب سے کتابت کے عقد سے آقا کا حق بند ہو جائے گا۔ لہذا کسی نہ کسی حد تک اس میں آقا کی ملکیت باقی رہتی ہے۔ جبکہ نکاح کرنا یہ مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب آقا اجازت دیدے تو نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ مکاتب اس کی ملکیت میں ہے۔

اسی طرح مکاتب بہہ اور صدقہ بھی نہیں کر سکتا۔ مگر وہ کوئی معمولی چیز بہہ یا صدقہ کر سکتا ہے کیونکہ بہہ و صدقہ میں احسان ہے اور اسی طرح مکاتب کسی دوسرے کا مالک بنانے کا مالک بھی نہیں بن سکتا جبکہ تمغوی بہتی تجارت یہ عام ضروریات میں سے ہے۔ کیونکہ اس کی مہمان نوازی کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے اور اس کو ادھار دینے کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔ تاکہ اہل قافلہ اس سے اپنا تعلق و رابطہ رکھیں۔ اور جب بندہ کسی چیز کا مالک ہے وہ اس کی ضروریات و حاجات کا مالک بھی ہوتا ہے۔

اور اسی طرح مکاتب کسی کا کفیل بھی نہیں بن سکے گا۔ کیونکہ یہ تو ایک خاص احسان ہے جبکہ یہ تجارت کرنے یا مال کمانے کے اسباب میں سے نہیں ہے پس مکاتب کفالت کی دونوں اقسام نفس اور جان کا مالک نہ ہوگا کیونکہ ان میں سے ہر ایک چیز احسان ہے اور اسی طرح مکاتب قرض بھی نہیں دے سکتا کیونکہ قرض دینا بھی احسان ہے اور یہ کمانے کی ذرائع میں سے نہیں ہے اور اس کا بدلہ لے کر بہہ کرنا یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ ابتدائی طور پر احسان ہے اور جب مکاتب نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہی مال کمانے کا ذریعہ ہے پس اس کے مہر کا مالک مکاتب ہوگا اور یہ معاملہ کتابت کے عقد میں بھی شامل ہے۔

مکاتب کا اپنے غلام کو مکاتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ إِنْ كَتَبَ عَبْدُهُ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ وَالشَّافِعِيِّ، لِأَنَّ مَالَهُ الْيَتَقُ وَالْمُكَاتَبُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ كَالْإِعْتَاقِ عَلَى مَالٍ.

وَجْهُهُ إِلَّا سُبْحَانَ أَنَّهُ عَقْدُ اكْتِسَابٍ لِلْمَالِ فَيَمْلِكُهُ كَتَرْوِيجِ الْأَمَةِ وَكَالْبَيْعِ وَقَدْ يَكُونُ هُوَ أَسْفَعَ لَهُ مِنَ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ لَا يُزِيلُ الْمِلْكَ إِلَّا بَعْدَ وُصُولِ الْبَدْلِ إِلَيْهِ وَالْبَيْعُ يُزِيلُهُ قَبْلَهُ وَلِهَذَا يَمْلِكُهُ الْآبُ وَالْوَصِيُّ ثُمَّ هُوَ يُوجِبُ لِلْمَمْلُوكِ مِثْلَ مَا هُوَ ثَابِتٌ لَهُ بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ عَلَى مَالٍ لِأَنَّهُ يُوجِبُ فَوْقَ مَا هُوَ ثَابِتٌ لَهُ.

قَالَ : فَإِنْ آدَى الشَّاسِي قَبْلَ أَنْ يُعْتَقَ الْأَوَّلُ فَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلَى، لِأَنَّ لَهُ فِيهِ نَوْعَ مِلْكِ. وَتَصَحُّ إِضَافَةُ الْإِعْتَاقِ إِلَيْهِ فِي الْجُمْلَةِ، فَإِذَا تَعَدَّرَ إِضَافَتُهُ إِلَى مُبَاشِرِ الْعَقْدِ لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ أُصِيفَ إِلَيْهِ كَمَا فِي الْعَبْدِ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا (فَلَوْ آدَى الْأَوَّلُ بَعْدَ ذَلِكَ وَعَقَى لَا يَنْتَقِلُ الْوَلَاءُ إِلَيْهِ) لِأَنَّ

الْمَوْلَى جُعِلَ مُعْتَقًا وَالْوَلَاءُ لَا يَنْتَقِلُ عَنِ الْمُعْتَقِ (وَإِنْ آذَى الثَّانِي بَعْدَ عِتْقِ الْأَوَّلِ فَلَوْلَا لَهُ لَمْ يَلَأَنَّ الْعَالِدَةَ مِنْ أَهْلِ ثُبُوتِ الْوَلَاءِ وَهُوَ الْأَصْلُ لَيَبْتُ لَهُ).

اور جب مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب بنا دیا ہے تو یہ جائز ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس طرح جائز نہیں ہے۔ اور اسی کے موافق امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول ہے۔ کیونکہ مال کتابت یہ آزادی ہے اور مکاتب آزادی کا مالک نہیں ہے جس طرح آزادی والے مال کا مالک نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب بنانے یہ مال کمانے والا عقد ہے پس یہ مکاتب اس عقد کا مالک بن جائے گا جس طرح وہ بامدی سے نکاح کرنے اور خرید و فروخت کا مالک بن جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی مکاتب اس کے لئے بیع سے زیادہ فائدہ والی ہوتی ہے۔ کیونکہ کتابت یہ مکاتب سے بدل ادا کرنے سے پہلے تک اس کی ملکیت کو ختم کرنے والی نہیں ہے جبکہ بیع یہ بدل ملنے سے قبل ہی ملکیت کو ختم کر دیتی ہے اسی دلیل کے سبب سے باپ اور وصی بھی مکاتب کے مالک ہیں۔

اور کے بعد حکم فقہی یہ ہے کہ یہ مکاتب دوسرے مکاتب کے لئے وہی اختیارات ثابت کرنے والی ہے جو پہلے کے لئے اس نے ثابت کیے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) ثابت کرنے والی ہے۔

اور جب دوسرے مکاتب نے پہلے کی آزادی سے پہلے ہی بدل کتابت ادا کر کے آزادی حاصل کر لی ہے تو اس کا دلاء پہلے مکاتب کے آقا کا ہوگا۔ کیونکہ اس مکاتب میں ابھی آقا کی ملکیت باقی ہے اور مکمل طور پر اس کی جانب آزادی کی اضافت کرنا درست ہے۔ کیونکہ مکاتب اول کی جانب اس کی نسبت کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس میں آزادی کی اہلیت نہیں پائی جاتی۔ جس طرح آقا کوئی چیز خریدے تو آقا ہی کی ملکیت ہوگی۔

اور اس کے بعد پہلے مکاتب نے کتابت کا ادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا تو اس کی جانب دلاء منتقل نہ ہوگی۔ کیونکہ آقا کو معتق قرار دے دیا گیا ہے اور معتق سے دلاء منتقل نہیں ہوا کرتی۔

اور جب مکاتب اول کی آزادی کے بعد دوسرے مکاتب نے بدل کتابت ادا کیا ہے تو دوسرے دلاء اسی یعنی پہلے مکاتب کو ملے گی کیونکہ اب عقد کرنے والا ہی اس کا اہل ہے لہذا اس کے لئے دلاء ثابت ہو جائے گی۔ اور یہ اصل (قاعدہ فقہیہ) پس اس کے لئے دلاء ثابت ہو چکی ہے۔

مکاتب کا مال کے بدلے میں اپنا غلام آزاد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلَى مَالٍ أَوْ بَاعَهُ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ زَوَّجَ عَبْدَهُ لَمْ يَحْزَ لَآنَ هَذِهِ الْأَشْيَاءُ

لَيْسَتْ مِنَ الْكَسْبِ وَلَا مِنْ تَوَابِعِهِ.

أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ إِسْقَاطُ الْمِلْكِ عَنْ رَقَبَتِهِ وَثَبَاتُ الدِّينِ فِي ذِمَّةِ الْمُفْلِسِ فَاشْتَبَهَ الزَّوَالَ بِغَيْرِ

عَوَضٍ، وَكَذَٰلِكَ لَآتَىٰ غَتَاغٍ عَلَىٰ مَالٍ فِي الْحَقِيقَةِ.

وَأَمَّا الثَّالِثُ فَلِأَنَّهُ تَنْقِصٌ لِلْعَبْدِ وَتَغْيِبٌ لَهُ وَشَغْلٌ رَّقِيهِ بِالْمَعِيرِ وَالنَّفَقَةِ، بِخِلَافِ تَزْوِيجِ
الْأَمَةِ لِأَنَّهُ انْكِسَابٌ لِامْتِنَانِيهِ الْمَعِيرَ عَلَىٰ مَا مَرَّ.

قَالَ (وَكَذَٰلِكَ) (الْأَبُ وَالْوَصِيُّ فِي رَقِيهِ الصَّغِيرِ بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ) لَا تَنْهَمَا بِمِلْكَانِ
الْإِنْكِسَابِ كَالْمُكَاتَبِ، وَلَٰنَّ فِي تَزْوِيجِ الْأَمَةِ وَالْكِتَابَةِ نَظَرًا لَهُ، وَلَا نَظَرَ فِيمَا يَسَوَاهُمَا
وَالْوِلَايَةُ نَظَرِيَّةٌ.

اور جب مکاتب نے اپنے غلام کو مال کے بدلے میں آزاد کر دیا ہے یا پھر اس نے غلام کو اس شخص کے ہاتھ میں بیچ
دیا ہے یا اس غلام کا نکاح کیا ہے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ ان چیزوں کا تعلق کس دلوامات میں سے نہیں ہے۔ اور پہلی چیز کا حکم اس لئے
جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی گردن سے ملکیت کو ساقط کرنا ہے اور غریب کے ذمہ پر قرض کو ثابت کرنا ہے پس یہ بدلہ بغیر زوال ملک
کے مشابہ ہو جائے گا۔

اور دوسری چیز کا حکم بھی اسی طرح ہے کیونکہ وہ حقیقت کے اعتبار سے آزادی پر مال ہے اور تیسری چیز کے جائز نہ ہونے کا حکم
اس دلیل کے سبب سے ہے کہ یہ غلام نقص و عیب ہے۔ اور اس کی گردن کا مہر اور نفقہ کے ساتھ معروف کرنے والی بات ہے۔ یہ
خلاف نکاح باندی کے کیونکہ اس میں یہ کمائی کرنا ہے اس لئے کہ نکاح کے سبب سے اس مکاتب کو حق مہر ملے گا جس طرح اس کا
بیان گزر چکا ہے۔

اور بچے کے غلام سے متعلق باپ اور وصی کا حکم بھی مکاتب کی طرح ہے کیونکہ یہ دونوں بھی مکاتب کی طرح کمائی کرنے کے
مالک ہیں۔ کیونکہ بچے کی باندی کا نکاح کرنے اور چھوٹے کے غلام کو مکاتب بنانے میں اس کے حق میں مہربانی ہے جبکہ ان دونوں
امور کے سوا مہربانی مفقود ہے حالانکہ ولایت مہربانی پر مبنی ہوتی ہے۔

مَا ذُوْن غُلَامٍ كَلِّمَ لِبَعْضِ أُمُورِ مَمْنَعَتِ كَابِيَانِ

قَالَ (فَأَمَّا الْمَاذُونُ لَهُ فَلَا يَجُوزُ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ
: لَهُ أَنْ يُزَوِّجَ أَمَتَهُ) وَعَلَىٰ هَذَا الْخِلَافِ الْمَضَارِبُ وَالْمُقَارِضُ وَالشَّرِيكُ شَرِيكَةُ عَنَانَ هُوَ
قَاتٌ عَلَىٰ الْمُكَاتَبِ وَاعْتَرَهُ بِالْإِجَارَةِ.

وَلَيْسَ أَنَّ الْمَاذُونُ لَهُ يَمْلِكُ التِّجَارَةَ وَهَذَا لَيْسَ بِتِجَارَةٍ، فَأَمَّا الْمُكَاتَبُ يَمْلِكُ الْإِنْكِسَابَ
وَهَذَا انْكِسَابٌ، وَلِأَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ فَيُغْتَبَرُ بِالْكِتَابَةِ ذُوْنُ الْإِجَارَةِ، إِذْ هِيَ مُبَادَلَةُ
الْمَالِ بِالْمَالِ وَلِئِذَا لَا يَمْلِكُ هَؤُلَاءِ كُلُّهُمْ تَزْوِيجَ الْعَبْدِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

حضرت امام اہل سنت اور امام محمد علیہما رحمہما کے نزدیک ما ذون غلام کے لئے مذکورہ کاموں کو کر لینا جائز نہیں ہے جبکہ

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کے لئے اپنی باندی کا نکاح کرنا جائز ہے۔ مضارب، مفادعش، اور شرکت عتاق کا اختلاف بھی اسی اختلاف کی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اس کو مکاتب کی مثل قرار دیکر اس کو اجارہ پر قیاس کیا ہے جبکہ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نامہ ذون لہ کی تجارت کا مالک ہے جبکہ باندی کی شادی میں یہ تجارت نہیں ہے۔ اور مکاتب کو کمائی کرنے کا اختیار حاصل ہے اور یہ کمائی ہے اور اس کے لئے یہ غیر مال کا بدلہ مال کے مقابلے میں ہے پس اس کو کتابت پر قیاس کیا جائے گا۔ اجارے پر قیاس نہ لیا جائے گا کیونکہ اجارے میں مال کا بدلہ مال کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے ان میں سے کسی کو بھی اپنے تمام کا نکاح کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

فصل

﴿یہ فصل بطور تابع مسائل کتابت کے بیان میں ہے﴾

فصل بطور تابع مسائل کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب ان مسائل سے فارغ ہوئے ہیں جو مکاتب کے باب میں اصل کے طور پر داخل ہیں تو اب انہوں نے ان مسائل کا ذکر شروع کیا ہے جو مکاتبت میں بطور تبع داخل ہیں اور یہ فقہ اور دیگر فنون کا بھی اصول ہے کہ اصل تابع پر مقدم جبکہ تابع اصل سے مؤخر ہوتا ہے۔ (عناویہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۳۰، بیروت)

مکاتب کا اپنے باپ یا بیٹے کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْمُسْكَاتِبُ أَبَاهُ أَوْ ابْنَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ) لِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ أَنْ يُكَاتِبَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْإِعْتِقِ فَيَجْعَلُ مَكَاتِبًا تَحْفِيقًا لِلصِّلَةِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ، أَلَا تَرَى أَنَّ الْحُرَّ مَتَى كَانَ يَمْلِكُ الْإِعْتِقَ يُعْتَقُ عَلَيْهِ (وَإِنْ اشْتَرَى ذَا رَحِمٍ مَحْرُومٌ مِنْهُ لِأَوْلَادِهِ لَهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي كِتَابَتِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ).

وَقَالَا: يَدْخُلُ (اِعْتِبَارًا بِقَرَابَةِ الْوَلَادِ إِذْ وَجُوبُ الصِّلَةِ يَنْتَظِمُهُمَا وَلِهَذَا لَا يَقْتَرِقَانِ فِي الْحُرِّ فِي حَقِّ الْحُرِّيَّةِ).

وَلَهُ أَنْ لِلْمُسْكَاتِبِ كَسْبًا لَا مِلْكًا، غَيْرَ أَنَّ الْكَسْبَ يَكْفِي الصِّلَةَ فِي الْوَلَادِ حَتَّى أَنْ الْقَادِرَ عَلَى الْكَسْبِ يُخَاطَبُ بِنَفَقَةِ الْوَالِدِ وَالْوَلَدِ وَلَا يَكْفِي فِي غَيْرِهِمَا حَتَّى لَا تَجِبَ نَفَقَةُ الْآخِ إِلَّا عَلَى الْمُوَسِّرِ، وَلَآنَ هَذِهِ قَرَابَةٌ تَوَسَّطَتْ بَيْنَ بَنِي الْأَعْمَامِ وَقَرَابَةِ الْوَلَادِ فَالْحَقْنَاهَا بِالْثَّانِي فِي الْعِتْقِ، وَبِالْأَوَّلِ فِي الْكِتَابَةِ وَهَذَا أَوْلَى لِأَنَّ الْعِتْقَ أَسْرَعُ نَفْذًا مِنَ الْكِتَابَةِ، حَتَّى أَنْ أَحَدَ الشَّرِيكَيْنِ إِذَا كَاتَبَ كَانَ لِلْآخَرِ قَسْخُهُ، وَإِذَا أَعْتَقَ لَا يَكُونُ لَهُ قَسْخُهُ.

اور جب مکاتب نے اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو خریدا ہے تو خریدار اس کی کتابت میں داخل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مکاتب کو مکاتب بنانے کی اہلیت حاصل ہے۔ ہاں البتہ آزادی کا وہ اہل نہیں ہے۔ پس اس کو ممکن حد تک صلہ رحمی کرتے ہوئے مکاتب بنانے والا سمجھا جائے گا۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ جب آزاد شخص آزادی کا مالک بنے تو اس کا خرید کردہ ذی رحم محرم

آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکاتب کا خریدنا ہوا وہ شخص جو ذی رحم محرم تو ہے لیکن ولادت کا کوئی رشتہ نہیں ہے تو وہ اس کی مکاتبت میں داخل نہ ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ولادت والی قرابت پر قیاس کرتے ہوئے وہ خریدنا ہوا بندہ مکاتبت میں شامل ہو جائے گا۔ کیونکہ صلہ رحمی کا وجوب یہ ولادت والی قرابت اور غیر ولادت والی قرابت دونوں کو شامل ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے آزاد کے حق میں آزادی کے بارے میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مکاتب کمانے کا حقدار ہے لیکن وہ مالک بیٹے کا اہل نہیں ہے۔ لہذا کمائی پر قدرت کا ہونا یہ ولادت والی قرابت صلہ رحمی کے لئے کافی ہے کیونکہ جو کمائی پر قدرت رکھتا ہے اس سے والدین اور اولاد کے نفقہ کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ باپ اور بیٹے کے سوا میں صلہ رحمی کرنے کے لئے کمائی سے کام نہ بنے گا یہاں تک کہ بھائی کا نفقہ صرف مالدار بھائی پر واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ غیر ولادت والی قرابت چھ آزاد کزنوں اور ولادت والی قرابت کے درمیان گھومنے والی ہے۔ پس آزادی کے حق میں ہم نے اس کو ولادت کی قرابت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور کتابت کے حق میں اس کو قرابت بعیدہ کے ساتھ ملا دیا ہے اور یہ طریقہ سب سے اچھا ہے۔ کیونکہ آزادی کتابت سے زیادہ جلد نافذ ہونے والی ہے یہاں تک کہ جب دو شرکاء میں سے ایک نے مکاتبت کا معاملہ کیا ہے تو دوسرے کو ختم کرنے کا حق حاصل ہوگا مگر جب ایک نے آزاد کر دیا ہے تو دوسرے کو اس معاملے کو فسخ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

مکاتب کا اپنی ام ولد کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى أُمُّ وَلَدِهِ دَخَلَ وَلَدُهَا فِي الْكِتَابَةِ وَلَمْ يَجُزْ بَيْعُهَا) وَمَعْنَاهُ إِذَا كَانَ مَعَهَا وَلَدُهَا، أَمَّا دُخُولُ الْوَلَدِ فِي الْكِتَابَةِ فَلِمَا ذَكَرْنَاهُ.

وَأَمَّا امْتِنَاعُ بَيْعِهَا فَلِأَنَّهَا تَبِعَ لِلْوَلَدِ فِي هَذَا الْحُكْمِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اعْتَقَهَا وَلَدُهَا) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهَا وَلَدُهَا فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ لِأَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ خِلَافًا لِأَبِي حَنِيفَةَ.

وَلَهُ أَنَّ الْقِيَاسَ أَنْ يَجُوزَ بَيْعُهَا وَإِنْ كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ لِأَنَّ كَسْبَ الْمَكَاتِبِ مَوْقُوفٌ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مَا لَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ، إِلَّا أَنَّهُ يَثْبُتُ بِهِ هَذَا الْحَقُّ فِيمَا إِذَا كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ تَبَعًا لِشُرُوبِهِ فِي الْوَلَدِ بِنَاءً عَلَيْهِ، وَبِذَوْنِ الْوَلَدِ لَوْ ثَبَتَ ثَبَتُ ابْتِدَاءِ الْقِيَاسِ يَنْفِيهِ (وَإِنْ وَلَدَ لَهُ وَلَدٌ مِنْ أُمِّهِ لَهُ دَخَلَ فِي كِتَابَتِهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْمُشْتَرَى (وَكَانَ حُكْمُهُ كَحُكْمِهِ وَكَسْبُهُ لَهُ) لِأَنَّ كَسْبَ الْوَلَدِ كَسْبُ كَسْبِهِ وَيَكُونُ كَذَلِكَ قَبْلَ الدَّعْوَةِ فَلَا يَنْقَطِعُ بِالدَّعْوَةِ اخْتِصَاصُهُ، وَكَذَلِكَ إِنْ

وَلَدَتْ الْمُكَاتِبَةُ وَلَدًا لَّانَّ حَقَّ امْتِنَاعِ الْبَيْعِ ثَابِتٌ لِّهَا مُؤَكَّدًا فَيَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ كَالْتَذِيرِ
وَالْإِسْتِيلَادِ .

اس کے اور جب مکاتب نے اپنی ام ولد کو خرید لیا ہے تو اس ام ولد کا بیٹا عقد کتابت میں شامل ہوگا۔ اور اس کی ماں ام ولد کی
نتیجہ درست نہ ہوگی اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب عورت کے ساتھ بچہ بھی ہے۔ تو اس بچے کا کتابت کے عقد میں داخل ہونا یہ اس دلیل
سبب سے ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی ماں بیع کا عدم جواز اس لئے ہے کہ وہ اس حکم میں بچے کے تابع ہے۔ اور
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماریہ کو ان کے بیٹے نے آزاد کرادیا ہے۔

مذہبین کے نزدیک عورت کے ہاں بچہ نہ ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ اس لئے کہ وہ ام ولد ہے اور اس میں
حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ قیاس کے مطابق بیع جائز ہونی چاہیے خواہ اس کے ساتھ بچہ
بھی نہ ہو۔ کیونکہ مکاتب کی کمائی موقوف ہے پس اس کے ساتھ کوئی اس قسم کا حکم متعلق نہ ہوگا جس کے سبب سے بیع کا احتمال
نہ ہو۔ مگر جب اس کے ساتھ بچہ ہے تو اب بیع کو رد کرنے کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ بچے میں یہی حکم ثابت ہے وہ اس کا حکم بھی
اسی بناء کے مطابق ہے۔ اور جب بچے کے سوا بھی یہ حکم ثابت ہو جائے تو وہ ابتدائی طور پر ثابت ہوگا جبکہ قیاس تو اس کی نفی کرنے والا
ہے۔

اور جب مکاتب کی باندی سے بچہ پیدا ہوا ہے تو وہ بھی عقد کتابت میں شامل ہوگا اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم خرید
ہونے کے بارے میں بیان کر آئے ہیں۔ پس بچے کا حکم مکاتب کے حکم جیسا ہوگا۔ اور اس بچے کی کمائی مکاتب کی ہوگی۔ اس لئے
کہ اس بچے کی کمائی مکاتب ہی کی ہے۔ اور جب دعویٰ نسب سے قبل اسی طرح ہے تو دعویٰ کے بعد یہ خاص ہونا ختم نہ ہوگا۔
اور یہ حکم اس حالت میں بھی ہے۔ جب مکاتب کی مکاتبہ باندی نے بچے کو جنم دے دیا ہے کیونکہ مکاتبہ باندی کو فروخت
کرنے کے حق کی ممانعت ثابت ہے۔ اور اس میں تاکید بھی ہے پس یہ حق بچے میں بھی اثر انداز ہو جائے گا جس طرح مدبر بنانے
اور ام ولد بنانے میں ہوتا ہے۔

اپنے غلام سے اپنی باندی کا نکاح کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ زَوَّجَ أَمَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ ثُمَّ كَتَبَهَا قَوْلَدَتْ مِنْهُ وَلَدًا دَخَلَ فِي كِتَابَتِهَا وَكَانَ كَسْبُهُ
لَهَا) لِأَنَّ تَبْعِيَّةَ الْأَمِّ أَرْجَحُ وَلِهَذَا يَتَّبِعُهَا فِي الرِّقِّ وَالْحُرِّيَّةِ .

فَإِنْ تَزَوَّجَ الْمُكَاتِبُ بِإِذْنِ مَوْلَاهُ امْرَأَةً زَعَمَتْ أَنَّهَا حُرَّةٌ قَوْلَدَتْ مِنْهُ ثُمَّ اسْتَحَقَّتْ
فَأَوْلَادُهَا عِبِيدٌ وَلَا يَأْخُذُهُمْ بِالْقِيمَةِ، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ يَأْذُنُ لَهُ الْمَوْلَى بِالتَّزْوِيجِ، وَهَذَا عِنْدَ
بَنِي حَبِشَةَ وَأَبْنِي يُوسُفَ .

قَالَ مُحَمَّدٌ : أَوْلَادُهَا أَحْرَارٌ بِالْقِيمَةِ لِأَنَّهُ شَارَكَ الْحُرَّ فِي سَبَبِ ثُبُوتِ هَذَا الْحَقِّ وَهُوَ

الْعُرُورُ، وَهَذَا لِأَنَّهُ مَا رَعَتْ فِي مَكَاحِفِهَا إِلَّا لِيَأْخُذَ خَيْرَتَهُ الْأَوْلَادَ. وَلَيْسَ مَا هُوَ مَوْلُودٌ بِشَيْءٍ رَفِئٍ
فَيَكُونُ رَقِيقًا، وَهَذَا لِأَنَّ الْأَصْلَ مِنَ الْوَلَدِ يَتَّعِ الْأَدَبُ فِي الرِّقِّ وَالْحَرِيدِ. وَحَالُهَا هَذَا الْأَصْلُ
فِي الْحَرِّ بِإِحْمَاءِ الشَّحَابَةِ رَعَى اللَّهُ عَمَلَهُ. وَهَذَا لَيْسَ فِي مَعْنَاهُ لِأَنَّ حَقَّ الْمَوْلَى هُنَاكَ
مَخُورٌ بِقِسْمِهِ حَرَّةً وَهَاهُنَا بِقِسْمِهِ مَنَاجِرَةٌ إِلَى مَا تَعَدُّ الْعَتَى فَيَنْقُيَ عَلَى الْأَصْلِ وَلَا يَدْخُلُ بِهِ

[illegible]

اور جب کہ کتاب نے آقا کی اجازت کے ساتھ کسی عورت کو گراہا پائے ہوئے اس سے نکاح کر لیا اور اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا ہے اس کے بعد وہ کسی کی حقدار نکاحی۔ تو اس کی اولاد میں جو کسی اور باپ ان کی قیمت دیکر بھی ان کو نہیں خریدے گا اور اسی صورت کا حکم اس نے اس کے لئے بھی ہے جس کو اس کے آقا نے نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ شیخین کا نزدیک یہی حکم ہے۔

حضرت امام محمد حلیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس دستور اپنے ہی عورت کی اور اوقیت کے بدلے میں آزار ہو سکتی ہے یہ نہ۔ یہ خاتم
اس حق میں مستحق ہونے کے سبب سے آزادی میں شریک ہو چکا ہے۔ کیونکہ کتاب نے اس سے شادی اس سبب سے ہی قہری کر دیا
اور وہی قیمت اس نے حاصل کرے۔

شخصیات کی دیکھیں یہ ہے کہ وہ بچہ خاموش سے پیدا ہوا ہے جن وہ غلام بنی رہے گا۔ کیونکہ اس کی اصل یہی ہے یونکہ آزادی
معاہدے میں بچہ اس سے متعلق ہوتا ہے۔ ہم نے سوچا کہ تمام حیرت کے اجماع کے سبب سے آزادی ہے۔ حق میں اس قانون کی مخالفت
کی ہے یونکہ مکاتیب آزادی کے قسم میں نہیں ہے۔ اس نے کہ آزادی ہونے کی صورت میں نقد قیمت دیتے ہوئے حق کے دوپڑا یا
ہا سکتا ہے جبکہ مکاتیب آزادی کے بعد وہ ان حالت کی جانب دیکھتے ہوئے اس حیرت قیمت کے سبب قادی حق تلف ہو جائے
گی۔ جس مکاتیب وغلام کے حق میں یہ قسم اپنی اصل پر جاتی رہے گا۔ اور اس کو مکاتیب کے ساتھ نہیں ملے گا۔

مکاتب کا اجازت آقا کے بغیر باندی سے وطی کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ رَظِيَءُ الْمُكَاتَبِ أَمَةٌ عَلَى وَجْهِ الْمِلْكِ بَعِيرٌ إِذِنَ الْمَوْلَى لَهُ اسْتَحْقَاقًا وَحُلٌّ فَقَبْهَ الْعُقْرِ يُرْخَذُ بِهِ فِي الْكِتَابَةِ، وَإِنْ وَطِنَتْهَا عَلَى وَجْهِ الْكِتَابَةِ لَمْ يُرْخَذْ بِهِ حَتَّى يُعْتَقَ وَكَذَلِكَ الْمَأْدُونُ لَهُ، وَوَجْهَهُ الْمَرْقِيُّ أَنْ فِي الْقُصْلِ الْأَوَّلِ ظَهَرَ الدَّيْنُ فِي حَقِّ الْمَوْلَى لِأَنَّ الْبَحَارَةَ وَتَوَابِعَهَا دَاجِلُهُ تَحْتَ الْكِتَابَةِ، وَهَذَا الْعُقْرُ بَيْنَ تَوَابِعِهَا لِأَنَّهُ لَوْلَا الْبِرَاءُ لَمَا سَطَّ الْحَدُّ وَمَا لَهُ تَسْمُطُ الْحَدِّ لَا يَجِبُ الْعُقْرُ .

أَمَّا لَمْ يَظْهَرْ فِي الْفَصْلِ الثَّانِي لَأَنَّ النِّكَاحَ لَيْسَ مِنَ الْاِكْتِسَابِ فِي شَيْءٍ فَلَا تَنْتَظِمُهُ الْكِتَابَةُ كَالْكَفَالَةِ.

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْمُكَاتَبُ جَارِيَةً شِرَاءً قَاسِدًا ثُمَّ وَطَنَهَا فَرَدَّهَا أَخَذَ بِالْعُقْرِ فِي الْمُكَاتَبَةِ، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ) لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ التِّجَارَةِ، فَإِنَّ التَّصَرُّفَ تَارَةً يَقَعُ صَحِيحًا وَمَرَّةً يَقَعُ قَاسِدًا، وَالْكِتَابَةُ وَالْإِذْنُ يَنْتَظِمَانِيهِ بِنَوْعِيهِ كَالْتَوْكِيلِ فَكَانَ ظَاهِرًا فِي حَقِّ الْمَوْلَى.

اور جب مکاتب نے آقا کی اجازت کے بغیر بطور ملکیت کسی باندی سے جماع کیا ہے اور اس کے بعد کوئی شخص اس کا حقدار نکل آیا ہے تو مکاتب پر باندی کو حق مہر واجب ہوگا۔ اور یہ حق کتابت کی حالت میں ہی اس سے لیا جائے گا۔ اور جب مکاتب نے نکاح کر کے اس کے ساتھ جماع کیا ہے تو اب اس کے آزاد ہونے سے پہلے مہر نہ لیا جائے گا۔ اور ماذون غلام کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ پہلی صورت میں قرض آقا کے حق میں ظاہر ہونے والا ہے۔ کیونکہ تجارت اور اس کے احکام کتابت کے عقد کے تحت داخل ہیں۔ اور تاوان بھی توابع میں سے ہے۔ کیونکہ جب وہ باندی خریدی ہوئی نہ ہوتی تو اس سے زنا کی حد ساقط نہ ہوتی اور جب حد ساقط نہ ہوگی تو اس پر تاوان واجب ہو جائے گا۔

اور دوسرے حالت میں قرض آقا پر واجب نہیں ہے کیونکہ نکاح کرنا کسی صورت میں بھی کسب نہیں بنتا۔ لہذا کتابت اس میں شامل نہ ہوگی۔ جس طرح کفالت کو کتابت شامل نہیں ہوا کرتی۔

اور جب مکاتب فاسد بیع کے طور پر کوئی باندی خریدی ہے اور اس کے بعد اس سے ساتھ جماع کر کے اس کو واپس کر دیا ہے تو کتابت کی حالت میں اس پر تاوان واجب ہو جائے گا۔ اور ماذون غلام بھی اسی حکم میں ہے۔ کیونکہ فاسد بیع یہ تجارت کے حکم میں داخل ہے۔ پس کبھی تصرف درست ہوگا اور کبھی فاسد ہو جائے گا جبکہ کتابت اور اجازت یہ توکیل کی طرح دونوں اقسام کو شامل ہے پس یہ تاوان آقا کے حق میں ظاہر ہوگا۔

فصل

﴿یہ فصل کتابت میں نوع ثانی کے بیان میں ہے﴾

فصل دوسری نوع مسائل کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر ترمذی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ فصل پہلی فصل میں کتابت سے متعلق بیان کردہ مسائل کی جنس میں سے دوسری نوع ہے۔ لہذا نوع ثانی ہونے کے سبب سے اس کو الگ فصل میں بیان کیا ہے تاکہ نوع اول اور نوع ثانی کے درمیان فرق و امتیاز باقی رہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ ترمذی، ج ۱۳، ص ۴۳، بیروت)

مکاتیبہ کا مالک کے نسب سے بچے کو جنم دینے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا وَلَدَتْ الْمُكَاتِبَةُ مِنَ الْمَوْلَى فَهِيَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ، وَإِنْ شَاءَتْ عَجَزَتْ نَفْسَهَا، وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ) لِأَنَّهَا تَلْقَاهَا جِهَتًا حُرِّيَّةً عَاجِلَةً يَبْدُلُ وَآجِلَةً يَغْيِرُ بَدَلٍ لَتُخَيَّرَ بَيْنَهُمَا، وَنَسَبٌ وَلَدَهَا ثَابِتٌ مِنَ الْمَوْلَى وَهُوَ حُرٌّ لِأَنَّ الْمَوْلَى يَمْلِكُ الْإِعْتِقَاقَ فِي وَلَدِهَا وَمَا لَهُ مِنَ الْمِلْكِ يَكْفِي لِصَحَّةِ الْإِسْتِيلَادِ بِالذَّغْوَةِ. وَإِذَا مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ أَخَذَتْ الْعُقْرَ مِنْ مَوْلَاهَا لِاخْتِصَاصِهَا بِنَفْسِهَا وَبِمَنَافِعِهَا عَلَى مَا قَدَّمْنَا.

ثُمَّ إِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَتْ بِالْإِسْتِيلَادِ وَسَقَطَ عَنْهَا بَدَلُ الْكِتَابَةِ، وَإِنْ مَاتَتْ هِيَ وَتَرَكَتْ مَالًا تَرَوِّدِي مِنْهُ مُكَاتِبَتُهَا وَمَا بَقِيَ مِيرَاثٍ لِأَنَّهَا جَرَّتْ عَلَى مُوجِبِ الْكِتَابَةِ، وَإِنْ لَمْ تَتْرُكْ مَالًا فَلَا سِعَايَةَ عَلَى الْوَلَدِ لِأَنَّهُ حُرٌّ، وَلَوْ وَلَدَتْ وَلَدًا آخَرَ لَمْ يَلْزَمْ الْمَوْلَى إِلَّا أَنْ يَدَّعِيَ لِحُرْمَةِ وَطَنِهَا عَلَيْهِ، فَلَوْ لَمْ يَدَّعِ وَمَاتَتْ مِنْ غَيْرِ وَقَاءٍ مَعَى هَذَا الْوَلَدِ لِأَنَّهُ مُكَاتِبٌ تَبَعًا لَهَا، فَلَوْ مَاتَ الْمَوْلَى بَعْدَ ذَلِكَ عَتَقَ وَبَطَلَ عَنْهُ السِّعَايَةُ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ أُمِّ الْوَلَدِ إِذَا هُوَ وَلَدَهَا فَيَتْبَعُهَا.

اور جب مکاتیبہ نے مالک کے نطفہ سے بچے کو جنم دیا ہے تو اب اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو کتابت کے عقد پر قائم رہے اور اگر وہ چاہے تو بدل کتابت کو ادا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز قرار دیتے ہوئے آقا کی ام ولد بن جائے گا۔ کیونکہ اس نے آزادی کے دونوں راستے حاصل کر لیے ہیں۔

(۱) بدل ادا کرتے ہوئے فوری طور پر آزاد ہو جائے۔ (۲) بدل کے بغیر آئینی موت کے بعد آزاد ہو جائے۔ پس اس کے لئے ان میں سے کسی ایک میں اختیار دیا جائے گا۔ اور اس کے بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا اور وہ بچہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ آقا مکاتبہ کے بچے کو آزاد کرنے کا مالک ہے اور اس پر آقا جو ملکیت حاصل ہے وہ دعویٰ نسب کے لئے کافی ہے۔ اور جب عورت کتابت یرقائم رہے وہ اختیار کرتی ہے تو وہ آقا سے حق مہر وصول کرے گی۔ کیونکہ مکاتبہ اپنی اور اپنے نفع و نقصان کی خود ملک بن چکی ہے جس طرح اس سے پہلے اس مسئلہ کی دلیل بیان کر دی گئی ہے۔

اور اگر اس کا آقا فوت ہو گیا تو وہ مکاتبہ سے آزاد ہو جائے گی۔ اور بدل کتابت بھی اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اور جب یہ مکاتبہ خود پہلے فوت ہوئی ہے اور اس نے ترک میں مال چھوڑا ہے تو اس مال سے بدل کتابت ادا کیا جائے گا۔ اور جو چھوٹی جائے گا وہ اس کے بیٹے کو میراث میں مل جائے گا اور جب مکاتبہ نے وراثت میں چھوٹا چھوڑا تو بچے پر واجب نہ ہوگا کہ وہ مالی ترکے آقا کے مال ادا کرے۔ اس لئے کہ وہ آزاد ہے۔

اور جب مکاتبہ باندی نے دوسرے بچے کو جنم دیا ہے تو بچہ آقا پر لازم نہ ہوگا ہاں بہت جب آقا اس کے لئے دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ آقا پر اس کے ساتھ جہاں کرنا حرام ہے۔ اور اگر آقا کے دعویٰ غیر یہ ہے اور مکاتبہ بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے فوت ہو گئی ہے۔ تو یہ بچہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اس سے معاویہ بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اب یہ ام ولد کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ یہ ام ولد بنی کا بچہ ہے پس وہ اس کے تابع ہوگا۔

مکاتبہ کا اپنی ام ولد کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَتَبَ الْمَوْلَى أَوْ وَلَدَهُ جَارًا) لِحَاجَتِنَا إِلَى اسْتِفَادَةِ الْحُرِّيَّةِ قَبْلَ مَوْتِ الْمَوْلَى وَذَلِكَ بِالْكِتَابَةِ. وَلَا نَسْفِي بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ تَلَقَّنَا حَيْثَا حُرِّيَّةً (فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَنَّتْ بِالسَّيْلَةِ) لِتَعْلُقِ عَنَقُنَا بِمَوْتِ السَّيْدِ (وَسَقَطَ عَنَّا بَدَلُ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّ الْعَرَضَ مِنْ إِبْجَابِ الْبَدَلِ الْعِنْفُ عِنْدَ الْآدَاءِ، فَإِذَا عَنَقْتُ قَبْلَهُ لَمْ يَسْكُنْ تَوْفِيرُ الْعَرَضِ عَلَيْهِ فَسَقَطَ وَنَطَلْتُ الْكِتَابَةَ لِامْتِنَاعِ الشَّائِنِ بِغَيْرِ فَإِنْ دَفَعْتُ غَيْرَ أَنَّهُ نَسَفَتْ لَنَا الْأَنْكَسَابَ وَالْأَوْلَادُ لِأَنَّ الْكِتَابَةَ انْفَسَخَتْ فِي حَقِّ الذَّلِيلِ وَبَقِيَ فِي حَقِّ الْأَنْكَسَابِ وَالْأَوْلَادِ. لِأَنَّ الْمَسْخَ لَطَرِهَا وَالطَّرُ فِيمَا ذَكَرْنَا وَلَوْ آذَتْ الْمُكَاتَبَةُ قَبْلَ مَوْتِ الْمَوْلَى عَنَّتْ بِالْكِتَابَةِ لِأَنَّهُ بَاقِيَةٌ

اور جب مکاتبہ نے اپنی ام ولد کو مکاتبہ بنا دیا ہے تو یہ بچہ آزاد ہوگا کیونکہ آقا کے موت سے پہلے وہ بھی آزادی حاصل کرنے کی ضرورت رکھتی ہے اور اس کی یہ ضرورت کتابت کے ذریعے حاصل ہوگی۔ اور کتابت اور کتابت میں وہی فرق بنی ہو نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح مکاتبہ کو آزادی کی ایک جانب مل جاتی ہے۔ اور اس کے بعد جب آقا فوت ہو جائے تو اس کے سب سے باندی آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کی آزادی آئینی موت کے ساتھ مل جاتی ہے۔ اور اس سے کتابت حاصل نہ ہو سکتی ہے۔

کیونکہ بدل کو واجب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بدل و آزاد کرنے کے وقت آزادی مل جائے۔

اور جب وہ آزادی ملنے سے پہلے ہی آزاد ہو جائے تو مقصد و بدل سے ساتھ جوڑنا محسن نہ ہوگا کیونکہ بدل تو ساقط ہو جاتا ہے۔
ہذا ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس کے بغیر قاعدہ اس میں باقی رہتا ہے جو کہ بالابت اس کا نتیجہ کی اور ممانی اس کی
ہوئی۔ کیونکہ ثابت بدل سے حق میں بنتی ہے جبکہ وہ وہاں اور سب کرنے سے حق میں باقی ہے۔ اس کے نتیجہ میں اس کا نتیجہ
کے فی حد سے لے کر کسی کی ہے اور فی حد میں صورت دینی ہے جس و ہم بیان کرتے ہیں۔ اور جب آقا کی موت سے پہلے کا نتیجہ
کے بدل کا ثابت ہوا کیا ہے تو بھی کا ثابت ہے جبکہ آزاد ہو جائے۔ اس کے نتیجہ میں کا ثابت ابھی تک باقی ہے۔

آقا کا اپنی مدبر و باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كُنْتَ مُدَّتْرَةً جَارٍ) لِمَا دُكِّرَ بَيْنَ الْخَاصَّةِ وَالْأَنْفِي، إِذَا الْحُرِّيَّةُ غَيْرُ ثَابِتَةٍ، وَتَمَّا
الْثَابِتُ مُعْتَرِضٌ إِلَّا مُتَخَفًا (وَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى وَلَا مَالٌ لَهُ غَيْرَهَا فَبِئْسَ بِالْجِبَارِ بَيْنَ أَنْ تَسْمَى
فِي ثَلَاثِي قِسْمَتِنَا أَوْ خَمِيعِ مَالِ الْكِنَانَةِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي خَيْفَةَ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: تَسْمَى فِي
أَقَلِّ مِنْهُمَا.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: تَسْمَى فِي الْأَقَلِّ مِنْ ثَلَاثِي قِسْمَتِنَا وَثَلَاثِي تَدْرِ الْكِنَانَةِ، فَالْخِلَافُ فِي الْجِبَارِ
وَالْمُقَدَّارِ، فَأَبُو يُوسُفَ مَعَ أَبِي خَيْفَةَ فِي الْمُقَدَّارِ، وَمَعَ مُحَمَّدٍ فِي نَقِي الْجِبَارِ، أَمَّا الْجِبَارُ
فَقَرْعُ تَجَرُّو الْإِعْنَاقِ عِنْدَهُ لِمَا نَحَرًا بَنَى التَّلْثَانِ رَقِيقًا وَقَدْ تَلَقَّاهَا جِبْتًا حُرِّيَّةً مَذْلُوبٍ مُعْتَلٍ
بِالتَّذْيِيرِ وَمُوَجَّلٍ بِالْكِتَابَةِ فَتَحْبِيرُ

وَعِنْدَهُمَا لَمَّا عُنِيَ كُلُّهَا بِعَيْنٍ تَعْصِيَا فَبِئْسَ حُرَّةٌ وَحَتَّ عَلَيْنَا أَخَذَ الْمَالِي فَتَحْتَارُ الْأَقْلَ لَا
فَحَالَةً فَلَا مَعْنَى لِلتَّحْبِيرِ

وَأَمَّا الْمُقَدَّارُ فَلِشُحْبِ رَحْمَةِ اللَّهِ أَنَّهُ قَابِلُ التَّدْلِ بِالْكَأِ وَقَدْ سَلَّمَ لَنَا الثَّلَاثُ بِالتَّذْيِيرِ فَمِنْ
السَّخَالِ أَنْ يَحْتِ السَّدْلُ بِمُقَابِلَتِهِ، إِلَّا تَرَى أَنَّهُ لَوْ سَلَّمَ لَنَا الْكُأُ بَانَ حَرَحْتُ مِنَ الثَّلَاثِ
نَسْقُطُ كُلُّ تَدْرِ الْكِتَابَةِ فَبِئْسَ يَنْقُطُ الثَّلَاثُ وَصَارَ كَمَا إِذَا تَحَرَّ التَّذْيِيرُ عَنِ الْكِتَابَةِ

وَلَيْسَ أَنَّ خَمِيعَ التَّدْلِ مُقَابِلُ ثَلَاثِي رَقِيقًا فَلَا يَنْقُطُ مِنْهُ شَيْءٌ، وَهَذَا لِأَنَّ التَّدْلَ وَإِنْ قُومِلَ
بِالْكَأِ صَوْرُهُ وَصِفَةُ لِكَيْهِ مُقَيَّدٌ سَا دُكِّرَ بَيْنَ مَعْنَى وَإِرَادَةٍ لِأَنَّا اسْتَحَقَّتْ حُرِّيَّةُ الثَّلَاثِ طَاهِرًا
وَالطَّاهِرُ أَنَّ الْإِسَارَ لَا يَلْزِمُهُ النَّالُ بِمُقَابِلَةِ مَا يَسْقُطُ حُرِّيَّتُهُ وَصَارَ كَمَا إِذَا طُلِقَ امْرَأَتُهُ
تُسَمَّى ثُمَّ طُلِقَتْهَا ثَلَاثًا عَلَى الْبِ كَانَ خَمِيعُ الْآلِ بِمُقَابِلَةِ الْوَاحِدَةِ السَّابِقَةِ لِدَلَالَةِ الْإِرَادَةِ

كَذٰلِكَ هَا هُنَا بِخِلَافِ مَا اِذَا تَقَدَّمَتْ الْكِتَابَةُ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الَّتِي تَلِيهِ لِأَنَّ التَّبَدُّلَ مُقَابِلٌ بِالنُّكْلِ
اِذَا لَا اسْتِحْقَاقَ عِنْدَهُ لِمِ شَيْءٍ فَلَا تَرَفًا .

اور جب آقا نے اپنی مدبرہ کا مکاتب بنادیا ہے تو یہ جائز ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ کتابت و تدبیر میں کوئی فرق والی بات نہیں ہے۔ اور اس لئے بھی کہ مدبر میں آزادی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں محض آزادی کا حق ثابت ہونے والا ہے اور جب آقا فوت ہو جائے اور اس مدبرہ کے سوا آقا کا کوئی دوسرا مال بھی نہ ہو تو اب مدبرہ کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو اپنی دو تہائی کمائی کر کے یا سارا بدل کتابت دیکر کمائی کرے۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں میں سے تھوڑے کے لئے وہ کمائی کرے لہذا دو تہائی قیمت یا دو تہائی بدل کتابت میں سے جو کم ہوگا۔ اس کے لئے وہ کمائی کرے گی۔ اور یہ فقہی اختلاف اس کو اختیار دینے اور مقدار دونوں میں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ مقدار کے بارے میں امام صاحب علیہ الرحمہ کے موقف کے ساتھ ہیں۔ جبکہ اختیار نہ دینے میں امام محمد علیہ الرحمہ کے ساتھ ہیں۔ اور اختیار دینے والا اختلاف یہ آزادی کے اجزاء ہونے والے اختلاف کی فرع ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک آزادی کے حصے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس مکاتب کا دو تہائی حصہ آزادی میں باقی ہے اور اس کو دو بدلوں کے بدلے میں آزادی کے دونوں طرق حاصل ہیں۔ ایک ذریعہ یہ ہے کہ تدبیر کے سبب سے فوری طور پر وہ آزاد ہو جائے گی۔ اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ وہ بدل کتابت ادا کرے آزاد ہو جائے گی۔ پس اس کا اختیار دیا جائے گا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب بعض آزادی کے سبب سے ساری باندی آزاد ہوگی ہے تو وہ آزاد ہو چکی ہے اور اس پر دونوں اموال میں سے ایک بدلہ لازم ہو چکا ہے۔ پس وہ یقیناً کم کو اختیار کرے گی۔ تو اس میں اختیار دینے والی کوئی بات نہ رہی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل مقدار والے اختلاف میں ہے۔ کہ جب آقا نے بدل کو پوری مدبرہ ٹھہرایا ہے جبکہ تدبیر کے لئے باندی کے واسطے ایک تہائی حصہ سالم ہے پس اس کے مقابلے میں بدل کا ہونا ناممکن ہے غور کیجئے کہ جب پوری جان اس کے لئے سلامتی والی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ تہائی سے نکل جائے گی۔ تو سارا بدل کتابت ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر جب وہ تہائی سے نہیں نکلے گی تو بدل سے ایک ثلث ساقط ہو جائے گا۔ لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح تدبیر کو کتابت کے بعد مکمل کیا جاتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سارا بدل اس باندی کے دو ثلث کے مقابلے میں ہوگا پس اس بدل میں سے ایک روپیہ بھی ساقط نہ ہوگا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ جب بدل لفظی اور مصوری شکل میں باندی کی پوری ذات کے مقابلے میں ہو۔ جبکہ بطور معنی و مراد ہماری بیان کردہ حالت کے ساتھ متعید ہے۔ اور اس لئے بھی کہ تدبیر کے سبب سے وہ ایک تہائی آزادی کی حقدار بن چکی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسان جب کسی چیز کے بدلے میں آزادی کا حقدار بن جاتا ہے تو وہ اس کے بدلے میں مال کو

لازم نہیں کرے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دی ہیں۔ اور اس کے بعد اس نے ایک ہزار کے بدلے میں اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو اب مکمل ایک ہزار بقیہ ایک طلاق کے مقابلے میں ہے۔ کیونکہ اس کے ارادہ کی دلالت اسی پر ہے۔ اور یہاں بھی اسی طرح ہوگا۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب کتابت پہلے ہو چکی ہو۔ اور یہ مسئلہ اس کے بعد والے مسئلہ میں ہے کیونکہ وہاں بدل کل باندی کے مقابل میں ہے پس عقد کتابت کی صورت میں کسی بھی چیز میں حق ثابت نہ ہوگا۔

آقا کا اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ ذَبَرَ مَكَاتِبَتَهُ صَحَّ التَّذْيِيرُ) لِمَا بَيَّنَّا. (وَلَهَا الْخِيَارُ، إِنْ شَاءَتْ مَضَتْ عَلَى الْكِتَابَةِ، وَإِنْ شَاءَتْ عَجَزَتْ نَفْسَهَا وَصَارَتْ مُدَبَّرَةً) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ فِي جَانِبِ الْمَمْلُوكِ، فَإِنْ مَضَتْ عَلَى كِتَابَتِهَا لَمَاتِ الْمَوْلَى وَلَا مَالٌ لَهُ غَيْرُهَا فَهِيَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَتْ سَعَتْ فِي ثُلُثِي مَالِ الْكِتَابَةِ أَوْ ثُلُثِي قِيمَتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَقَالَا: تَسْعَى فِي الْأَقْلَى مِنْهُمَا، فَالْخِلَافُ فِي هَذَا الْفَصْلِ فِي الْخِيَارِ بِنَاءً عَلَى مَا ذَكَرْنَا. أَمَّا الْمِقْدَارُ فَمُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا.

قَالَ (وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى مَكَاتِبَتَهُ عَتَقَ بِإِعْتَاقِهِ) لِإِقَامِ مِلْكِهِ فِيهِ (وَسَقَطَ بَدَلُ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّهُ مَا التَزَمَهُ إِلَّا مُقَابَلًا بِالْعِتْقِ وَقَدْ حَصَلَ لَهُ ذُوْنُهُ فَلَا يَلْزَمُهُ، وَالْكِتَابَةُ وَإِنْ كَانَتْ لَا زِمَةً فِي جَانِبِ الْمَوْلَى وَلَكِنَّهُ يُنْفَسَخُ بِرِضَا الْعَبْدِ وَالظَّاهِرُ رِضَاُهُ تَوَسُّلاً إِلَى عِتْقِهِ بِغَيْرِ بَدَلٍ مَعَ سَلَامَةِ الْأَكْسَابِ لَهُ لِأَنَّا نُبْقِي الْكِتَابَةَ فِي حَقِّهِ.

اور جب آقا نے اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ بنایا ہے تو اس کی یہ تدبیر درست ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کرائے ہیں۔ اور اب اس باندی کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بدل کتابت پر قائم رہ جائے اور وہ چاہے تو عجز کا اظہار کرے مدبرہ ہونے پر قائم رہے۔ اس لئے کہ مملوک کے حق میں کتابت لازم نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر اس باندی کتابت کو اختیار کیا ہے اور آقا فوت ہو گیا ہے اور آقا کے پاس اسی باندی کے سوا کوئی مال نہیں ہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو دو تہائی مال کتابت یا دو تہائی قیمت کے لئے وہ سعی کرے گی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ ان میں سے قلیل کے لئے وہ کوشش کرے گی۔ اور اس فصل میں اختیار کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ ہمارے بیان کردہ اختلاف پر مبنی ہے جبکہ یہاں مقدار پر اتفاق ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کرائے ہیں۔

اور جب آقا نے اپنے مکاتبہ کو آزاد کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس میں آقا کی ملکیت باقی ہے جبکہ بدل کتابت

ساقیہ کا ہونا۔ یہ اندہ مکاتیب کے آزادی کے سبب اس بدل و تبدیلی پر اپنے آپ لازم یا قہراً آزاد ہوئی اس میں سے بغیر کسی
 کی ہے۔ جس اس پر ہر لازم نہ ہوگا۔ اور کتابت امر چھ آقے حق میں لازم ہوئی ہے اور غلامی مرضی کے اس اختیار یا ہمت کے
 اور یہی تھا کہ وہ اس پر رستہ مند ہوگا۔ اس لئے کہ وہ بغیر بدل کے آزاد ہو جائے گا جبکہ اس کی مافی اس کے لئے مکتوبات۔
 یونکہ ہر محنت کے حق میں کتابت و باقی رکتے والے ہیں۔

سالانہ ایک ہزار ادائیگی پر مکاتیب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَتَبْتُ عَلَى النَّبِ دِرْهَمٌ إِلَى سَنَةٍ فَصَالِحُهُ عَلَى حَسْبِ مَانَةِ مُعْخَلَةٍ فَيُؤْخَرُ خَابِرُ)
 اسنحسان. وفي القياس لا يجوز لأنه اغتياض عن الأجل وهو ليس بمال
 فكان ربا، وليذا لا يجوز مثله في الحر ومكاتب العير

وَحَدُّهُ إِلَّا سِنْحَسَانُ أَنَّ الْأَجَلَ فِي حَقِّ الْمَكَاتِبِ مَالٌ مِنْ وَجْهِ لَأَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْإِدَاءِ إِلَّا بِهِ
 فَأَعْطَى لَهُ حُكْمَ الْمَالِ، وَبَدَلُ الْكِتَابَةِ مَالٌ مِنْ وَجْهِ حَتَّى لَا تَصِحَّ الْكِفَالَةُ بِهِ فَاغْتَدَلَا فَلَا
 يَكُونُ رَبًّا، وَلَئِنْ عَقِدَ الْكِتَابَةَ عَقْدَ مِنْ وَجْهِ دُونَ وَجْهِ وَالْأَجَلَ رَبًّا مِنْ وَجْهِ فَيَكُونُ شَيْئًا
 الشُّبْهَةِ، بِخِلَافِ الْعَقْدِ بَيْنَ الْحَرِّينَ لَأَنَّهُ عَقْدَ مِنْ كُلِّ وَجْهِ فَكَانَ رَبًّا وَالْأَجَلَ فِيهِ شُبْهَةُ

۱۔ اور جب کسی غلام نے ایک سال میں ادائیگی کرے میں ایک ہزار کے بدلے میں اپنے آقائے ساتھ مکاتیب کا
 مقدمہ یا اس کے بعد پانچ سو فوری پر ادا کرنے پر صلح کر لی ہے تو یہ صلح بطور استحسان جائز ہے جبکہ بطور قیاس جائز نہیں ہے۔ اس
 لئے کہ یہ میعاد کا بدلہ ہے جبکہ میعاد مال نہیں ہے۔ جبکہ قرض مال ہے۔ پس یہ سود میں جائز ہے۔ اور ایسی صلح آزاد اور غلام مکاتیب میں
 جائز نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکاتیب کے حق میں میعاد ایک جانب سے مال ہے یہاں تک کہ کتابت پر کثرت درست نہیں ہے
 پس میعاد اور بدل کتابت یہ دونوں برابر ہو۔ اور سود ختم ہوا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ کتابت کا مقدمہ یہ ایک جانب سے مقدمہ بھی ہے
 اور ایک طرف یہ مقدمہ نہیں بھی ہے جبکہ یہ میعاد کے سبب سے سود ہے ہذا میعاد کا سود ہونا یہ شبہ پر شبہ کے حکم میں ہو جائے گا۔ یہ خلاف
 اس مقدمہ ہے کہ جو مقدمہ آزاد بندوں کے درمیان ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ہر طرف سے مقدمہ ہے پس اس میں میعاد سود ہونا کیونکہ وہ شہرہ
 کے حکم میں ہے۔

مریض کا دو سال کی میعاد پر اپنے غلام کو مکاتیب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَتَبَ الْمَرِيضُ عِنْدَهُ عَلَى الْفَقْرِ دِرْهَمٌ إِلَى سَنَةٍ وَفِي سَنَةِ الْفَقْرِ ثَمَّ مَاتَ وَلَا مَالَ لَهُ
 عِبْرَةٌ وَلَمْ تَحْرُ الْوَرَّةُ فَإِنَّهُ يُؤَدَّى ثَلَاثِي الْأَلْفَيْنِ حَالًا وَالتَّاقِي إِلَى أَجَلِهِ أَوْ يُرَدُّ رَقِيقًا عِدَّتِي

حَبِیْطَةُ وَابْنُ یُوسُفَ

وَقَالَ مُحَمَّدٌ یُؤَدِّی ثُلْثَ الْآلِفِ حَالًا وَالْبَاقِیَ إِلَى أَجَلِهِ، لِأَنَّ لَهُ أَنْ یَتْرُکَ الرِّمَادَ بِأَنْ یُکَانَتْهُ
عَسَى فِیْمَنْتِهِ فَلَهُ أَنْ یُؤَحِّوَهَا وَصَارَ کَمَا إِذَا خَالَعَ الْمَرِیضُ امْرَأَتَهُ عَلَى الْفِی سَنَةٍ حَارًا، لِأَنَّ
لَهُ أَنْ یُطْلَقَ بِهَا بَعْدَ تَدَلٍّ، وَلَیْسَ أَنَّ حَمِیْعَ الْمُسَمَّی تَدَلُّ الرِّقَّةِ حَتَّى أُخْرِیَ عَلَیْنَا أَحْکَامُ
الْأَسَدِ وَالْحَقُّ الْوَرَثَةُ مُتَعَلِّقٌ بِالسُّدْلِ فَکَذَا بِالتَّدَلِّ، وَالتَّاجِیْلُ اسْتِطَاعَ مَعْنَى فِیغْتَرُ مِنْ ثَلَاثِ
الْحَمِیْعِ، بِحِلَالِ الْخُلْعِ لِأَنَّ الْبَدَلَ فِیهِ لَا یُقَابِلُ الْمَالَ فَلَمْ یَتَعَلَّقْ حَقُّ الْوَرَثَةِ بِالسُّدْلِ فَلَا
یَتَعَلَّقُ بِالسُّدْلِ، وَیُظْهِرُ هَذَا إِذَا نَاعَ الْمَرِیضُ ذَارَهُ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ إِلَى سَنَةٍ وَفِیْمَنْتِهَا الْفِی ثَلَاثَ مِائَاتٍ
وَلَمْ تُجْزِ الْوَرَثَةُ فَعِنْدَهُمَا یُقَالُ لِلْمُسْتَرِی إِذَا ثَلَّثَ حَمِیْعَ الثَّمَنِ حَالًا وَالثَّلَاثَ إِلَى أَجَلِهِ وَالْأُ
فَانْقُضَ الْبَیْعُ، وَعِنْدَهُ یُغْتَرُ الثَّلَاثُ بِقَدْرِ الْقِیمَةِ لَا فِیْمَا زَادَ عَلَيْهِ لِمَا بَشَّ مِنَ الْمَعْنَى، قَالَ
رَوَّانٌ کَانَ عَلَى الْفِی إِلَى سَنَةٍ وَفِیْمَنْتِهَا الْفِی وَلَمْ تُجْزِ الْوَرَثَةُ یُقَالُ لَهُ إِذَا ثَلَّثَ الْقِیمَةَ حَالًا أَوْ
تَرَدُّ رَقِیْقًا فِی قَوْلِهِمْ جَمِیْعًا لِأَنَّ الْمُحَابَاةَ هَاهُنَا فِی الْقَدْرِ وَالتَّاجِیْرَ فَاعْتَرِ الثَّلَاثَ فِیْمَنْتِهَا

اور جب مریض نے دو سال کے لئے اپنے غلام کو، و ہزار دراجم پر، کا تب کیا ہے جبکہ اس غلام کی قیمت دو
ایک ہزار دراجم ہے اس کے بعد مریض فوت ہو گیا اور اس غلام کے سوا اس کا کوئی مال بھی نہیں ہے اور اس کے وارثوں
نے مقدمی ابارت نہیں دی تو شیخین کے نزدیک یہ غلام دو ہزار کا دو تہائی نقد ادا کرے اور بقیہ میں دیکھ پورا کرے یہ
اس کو دو ہزار غلام بنائے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ غلام ایک ہزار کا، دو تہائی نقد ادا کرے اور بقیہ بدل میں عادی تک پورا کرے جبکہ
چاہے یعنی مدت کے اندر اندر رقم کو پورا کر دے۔ کیونکہ جب آقا و یہ حق حاصل ہے کہ وہ غلام اس کی قیمت پر کا تب ہو،
زیادتی کو چھوڑ دے تو اس کو زیادتی میں تاخیر کرنے کا حق بھی حاصل ہوگا۔ ہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جب کسی مریض نے ایک
سال کے لئے ایک ہزار پر اپنی بیوی سے خلع کیا ہے تو یہ خلع جو بڑے کیونکہ وہ اس کو بغیر کسی بدل کے بھی طلاق دینے کا حق حاصل
ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سارا مال غلام کی، زادی کا بدل ہے یہاں تک کہ اس پر ابدال کرنے سے احکام کا اجراء ہوگا۔ جبکہ
درتا کا حق یہ مبادل سے متعلق ہو جائے گا۔ پس بدل بھی متعلق ہوگا۔ جبکہ تاخیر کرنا یہ معنوی استیطاق ہے پس بعدی نہ یہ سارا مال
کے ثلث سے اعتبار رک جائے گی۔ یہ خلاف خلع کے کیونکہ اس میں جو بدل سے وہ مال کے مقابل نہیں ہے پس خلع میں وارث کا حق
متعلق نہ ہوگا مبادل سے بھی متعلق نہ ہوگا۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب مریض نے ایک سال کی مدت پر تین ہزار دراجم کے بدلے میں اپنا گھر بیچ دیا ہے تو اس سے

کی قیمت ایک ہزار درہم تھی۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور وارثوں نے اس کی بیع کی اجازت نہ دی تو شیخین کے نزدیک خریدار سے کہا جائے گا کہ ساری قیمت کے دو ٹکٹ تم ابھی ادا کرو۔ اور ایک ٹکٹ مدت پوری ہونے تک ادا کرنا اور جب وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر بیع کو ختم کر دو۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت کے لحاظ سے ٹکٹ کا اعتبار کیا جائے گا اور جو قیمت زیادہ ہوگی اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب مریض نے ایک سال کی مدت پر ایک ہزار کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتب بنادیا ہے جبکہ اس کی قیمت دو ہزار ہے۔ اور وارثوں نے اس کی اجازت نہیں دی ہے تو سب کے نزدیک وہ اس غلام سے کہہ دیا جائے گا کہ تم قیمت کا دو ٹکٹ ادا کرو یا دوبارہ غلام بن جاؤ کیونکہ یہاں رعایت مقدار اور تاخیر دونوں میں پائی جاتی ہے پس دونوں میں تہائی کا اعتبار کیا جائے گا۔

بَابُ مَنْ يُكَاتِبُ عَنِ الْعَبْدِ

یہ باب غلام کی جانب سے عقد کتابت کرنے والے کے بیان میں ہے

باب غلام کی دوسرے کی جانب سے مکاتبت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر تہی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کتابت کے ان مسائل سے فارغ ہوئے ہیں جو امیل کے ساتھ موجود ہیں تو انہوں نے ان مسائل کو بیان کرنا شروع کیا ہے جو ان امیل کے نائب ہیں۔ اور امیل کو مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان میں اپنی ذات کے لئے تصرف ہوتا ہے۔ جو طبعی طور پر بھی مقدم ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۶۰، بیروت)

غلام کی جانب سے آزاد کا عقد کتابت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَتَبَ الْحُرُّ عَنْ عَبْدٍ بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ، فَإِنْ أَدَّى عَنْهُ عَتَقَ، وَإِنْ بَلَغَ الْعَبْدُ فَقَبِلَ فَهُوَ مُكَاتِبٌ) وَصُورَةُ الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ الْحُرُّ لِمَوْلَى الْعَبْدِ كَتَبَ عَبْدُكَ عَلَيَّ أَلْفَ دِرْهَمٍ عَلَى أَنْ أُدْيتَ إِلَيْكَ أَلْفًا فَهُوَ حُرٌّ فَكَاتِبُهُ الْمَوْلَى عَلَى هَذَا يُعْتَقُ بِأَدَائِهِ بِحُكْمِ الشَّرْطِ، وَإِذَا قَبِلَ الْعَبْدُ صَارَ مُكَاتِبًا، لِأَنَّ الْكِتَابَةَ كَانَتْ مَوْفُوفَةً عَلَى إِجَارَتِهِ وَقَبُولُهُ إِجَارَةً، وَلَوْ لَمْ يَقُلْ عَلَى أَنْ أُدْيتَ إِلَيْكَ أَلْفًا فَهُوَ حُرٌّ فَأَدَّى لَا يُعْتَقُ قِيَّاسًا لِأَنَّهُ لَا شَرْطَ وَالْعَقْدُ مَوْفُوفٌ عَلَى إِجَارَةِ الْعَبْدِ.

وَفِي الْأَسْنَنِ حَسَنٌ يُعْتَقُ لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ لِلْعَبْدِ الْغَائِبِ فِي تَعْلِيْقِ الْعِتْقِ بِأَدَاءِ الْقَائِلِ فَيَصِحُّ فِي حَقِّ هَذَا الْحُكْمِ وَيَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ لُزُومِ الْأَلْفِ عَلَى الْعَبْدِ.

وَقِيلَ هَذِهِ هِيَ صُورَةُ مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ (وَلَوْ أَدَّى الْحُرُّ الْبَدَلَ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْعَبْدِ) لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ

اور جب کسی آزاد شخص نے غلام کی جانب سے ایک ہزار درہم کے بدلے میں کتابت کا عقد کیا ہے اور اس نے اس کی جانب سے بدل ادا کر دیا ہے تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور جب غلام کو اس بات کا پتہ چلا اور اس نے اس بات کو قبول کر لیا ہے تو وہ مکاتب ہو جائے گا۔ اور یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ آزاد آدمی غلام کے آقا سے کہے گا کہ تم ایک ہزار کے بدلے میں اپنے غلام کو مکاتب بنا دو اس شرط کے مطابق کہ جب میں ایک ہزار ادا کر دوں تو وہ آزاد ہے۔ اور جب آقا نے اس کو اس شرط پر مکاتب کیا ہے تو

آزاد کا آدمی کا ایک ہزار آزادی کے حکم سے جو شرط ہے اس سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور جب غلام نے اس وقبول پر ایستہ ہو، مکتب بن جائے گا۔ کیونکہ کتابت غلام کی اجازت پر موقوف ہے لہذا اس کا قبول کرنا یہ اس کی جانب سے اجازت ہوئی۔

اور جب آزاد بندے نے کہا ہے کہ مجھ پر نہیں ہے اس کے بعد اس نے ایک ہزار ادا کر دیا ہے تو وہ بطور قیاس آزاد ہوگا کیونکہ یہاں شرط نہیں پائی گئی۔ اور عقد موقوف ہو جائے گا۔ جبکہ استحسان کے مطابق وہ ایک ہزار ادا کرنے کے سبب سے آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ قائل کی ادائیگی پر آزادی کو موقوف کرنا اور معلق کرنے کے سبب سے موجود نہ ہونے والے غلام کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ پس اس حکم کے حق میں یہ عقد درست ہو جائے گا جبکہ غلام پر ہزار کے لازم ہونے کے اعتبار سے موقوف ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جامع صفیہ میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب آزاد نے بدل ادا کر دیا ہے تو وہ غلام سے واپس نہ لے گا۔ کیونکہ وہ احسان ہے۔

غلام کا دوسرے غلام کو مکتب بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَتَبَ الْعَبْدُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ عَبْدٍ آخَرَ لَوْلَاذٍ وَهُوَ غَائِبٌ، فَإِنْ آدَى الشَّاهِدُ أَوْ الْعَائِلُ عَقْدًا) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ كَاتِبُنِي بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ عَلَى نَفْسِي وَعَلَى فُلَانٍ الْغَائِبِ، وَهَذِهِ كِتَابَةٌ جَائِزَةٌ اسْتِحْسَانًا

وَفِي الْقِيَاسِ: يَصِحُّ عَلَى نَفْسِهِ لَوْلَايَتِهِ عَلَيْهِمَا وَيَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ الْعَائِلِ لِعَقْدِهِ أَلَوْلَايَةٍ عَلَيْهِ وَجْهٌ لِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْحَاضِرَ بِإِضَافَةِ الْعَقْدِ إِلَى نَفْسِهِ ابْتِدَاءً حَقَلَ نَفْسُهُ فِيهِ أَضْلًا وَالْعَائِلُ تَبَعًا، وَالْكِتَابَةُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ مَشْرُوعَةٌ كَمَا لَمْ يَدَا كُتِبَتْ دَحْلٌ أَوْلَادُهَا فِي كِتَابَتِهَا تَبَعًا خَشِيَ عَقْفُهَا بِأَدَائِهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَدْلِ شَيْءٌ وَإِذَا أَمَكَ تَصَحُّحُهُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ يَنْفَرِدُ بِهِ الْحَاضِرُ فَلَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِكُلِّ الْبَدْلِ لَأَنَّ الْبَدْلَ عَلَيْهِ لِكُورِهِ أَضْلًا فِيهِ، وَلَا يَكُونُ عَلَى الْعَائِلِ مِنَ الْبَدْلِ شَيْءٌ لِأَنَّهُ تَبَعٌ فِيهِ.

اس کے اور جب کسی غلام نے اپنی جانب سے آقا کے کسی دوسرے غلام کے لئے کتابت کا عقد کیا اس حالت میں کہ دوسرا غلام موجود نہیں ہے تو موجود اور غائب دونوں غلاموں میں سے جو غلام بھی عقد کتابت ادا کرے گا اس طرح وہ دونوں آزاد ہو جائے گا۔ اور یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ موجود غلام اس طرح ہے کہ ایک ہزار غلام کے بدلے میں مجبوت اور غائب غائب غلام سے مکتبیت کرے۔ تو یہ مکتبیت بطور استحسان جائز ہو جائے گی۔ جبکہ قیاسی طور پر نہ غلام کے حق میں درست ہے اس سے کہ اس وقت اپنی جان پر واپس حاصل ہے۔ جبکہ غائب غلام کے حق میں یہ عقد موقوف ہو جائے گا کیونکہ موجود کو اس پر کوئی واپس حاصل نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ موجود غلام نے ابتدائی طور پر اپنی جانب سے عقد منسوب کر کے اپنے آپ کو اس میں اسیر بنایا

ہے اور غائب کو اس کا تابع بنایا ہے اور اسی طریقے کے مطابق کتابت شروع ہے جس طرح جب باندی مکاتبہ بنانی جائے تو اس کی کتابت میں بطور تابع اس کی اولاد بھی شامل ہوتی ہے یہاں تک کہ باندی کے بدل کتابت ادا کرنے کے سبب سے اس کی اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔ اور ان پر کوئی بدل نہ ہوگا۔ اور جب اسی طرح ذکر کردہ عقد کو درست قرار دیا جاسکتا ہے تو موجودہ امامہ عقد میں تہہ ہوگا۔ اور تقاضا اسی سے سارا بدل لینے کا اختیار ہوگا۔ اس لئے کہ سارا بدل اسی پر لازم ہے کیونکہ عقد میں اصل یہی ہے جبکہ غائب غلام پر کوئی بدل نہیں ہے کیونکہ وہ عقد میں تابع ہے والا ہے۔

دونوں غلاموں میں سے کسی ایک کی ادائیگی کے سبب آزادی کا بیان

قَالَ (وَأَيُّهُمَا آدَى عَقْبًا وَيُجْبَرُ الْمَوْلَى عَلَى الْقَبُولِ) أَمَّا الْحَاضِرُ فَلَا تَنَدُّ عَلَيْهِ. وَأَمَّا الْغَائِبُ فَلَا تَنَالُ بِهِ شَرَفَ الْحُرِّيَّةِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الْبَدْلُ عَلَيْهِ وَصَارَ كَمُعْبَرِ الرَّهْبِ إِذَا آدَى الدَّيْنُ يُجْبَرُ الْمُتَرْتِبُ عَلَى الْقَبُولِ لِحَاجَتِهِ إِلَى اسْتِخْلَاصِ عِيهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الدَّيْنُ عَلَيْهِ قَالَ (وَأَيُّهُمَا آدَى لَا يَرْجِعُ عَلَى صَاحِبِهِ) لِأَنَّ الْحَاضِرَ قَضَى ذَيْنَا عَلَيْهِ وَالْغَائِبُ مُتَرَعِّعٌ بِهِ غَيْرُ مُضْطَرٍّ إِلَيْهِ.

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْمَوْلَى أَنْ يَأْخُذَ الْغَائِبَ بِشَيْءٍ) لِنَا بَيِّنَةٍ (فَإِنْ قَبِلَ الْعَقْدُ الْغَائِبُ أَوْ لَمْ يَقْبَلْ فَلَيْسَ ذَلِكَ مِنْهُ بِشَيْءٍ) وَالْكِتَابَةُ لَا زِمَةَ لِلشَّاهِدِ لِأَنَّ الْكِتَابَةَ نَافِذَةٌ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ قَبُولِ الْغَائِبِ فَلَا تَتَغَيَّرُ بِقَوْلِهِ، كَمَنْ كَفَلَ عَنْ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَلَقَعَهُ فَاجَاوَزَهُ لَا يَتَغَيَّرُ حُكْمُهُ، حَتَّى لَوْ آدَى لَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ، كَذَا هَذَا.

اور جب ان دونوں غلاموں میں سے کسی ایک نے بھی بدل ادا کر دیا ہے تو وہ دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ جبکہ تقاضا بدل لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور موجودہ اس سبب سے کہ بدل اسی پر لازم ہوا ہے اور غائب اس سبب سے کہ اس نے بدل کو قبول کیا ہے کہ وہ اسی کی ادائیگی کے سبب آزادی سے فیضیاب ہو جائے گا۔ اگرچہ اس پر بدل واجب نہیں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح رہن کو رعیت پر دینے والا بندہ جب مستعیر کا قرض ادا کرے تو مرہن کو اس کو لینے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ اس واپسی اصل واپس دینے کی ضرورت ہے خواہ اس پر کوئی قرض نہ ہو۔

اور جب دونوں میں سے کسی نے جتنا بدل ادا کیا ہے وہ اپنے ساتھی سے واپس نہ لے سکے گا کیونکہ موجودہ امامہ اپنے ساتھ جوہر دہانے والا ہے جبکہ غائب اس کی ادائیگی میں احسان والا ہے مجبور نہیں ہے۔

اور تقاضا اس قسم کا کوئی اختیار نہ ہوگا کہ وہ غائب امام سے چھوڑ دے اور اس کے سبب سے جس کو ہم بیان کیا ہے۔ اگرچہ غائب امام اس کو قبول کرے یا نہ کرے۔ اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جبکہ کتابت یہ موجودہ امام پر لازم ہوگی۔ کیونکہ غائب کے قبول سے بغیر بھی یہ اس پر نافذ ہو چکی ہے۔ جبکہ غائب کے قبول کرنے کے سبب اس میں تبدیلی نہ ہوگی جس طرح کسی شخص کے

دوسرے حکم کے بغیر اس کی جانب سے کفالت کو قبول کر لیا ہے اور مکفول عنہ کو جب پتہ چلا تو اس نے اس کو جائز قرار دیا ہے تب بھی اس کے حکم میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی یہاں تک کہ جب کفیل نے مال دے دیا ہے تو مکفول عنہ اس کو واپس نہیں لے سکتا اور یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔

باندی کا اپنی اولاد کی جانب سے مکاتبت کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَتَبَتْ الْأَمَةُ عَنْ نَفْسِهَا وَعَنْ ابْنَيْنِ لَهَا صَغِيرَيْنِ فَهِيَ جَائِزٌ، وَإِنَّهُمْ أَدَّى لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ وَيُجْبَرُ الْمَوْلَى عَلَى الْقَبُولِ وَيُعْتَقُونَ) لِأَنَّهَا جَعَلَتْ نَفْسَهَا أَصْلًا فِي الْكِتَابَةِ وَأَوْلَادَهَا تَبَعًا عَلَى مَا بَيَّنَّا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَهِيَ أُولَى بِذَلِكَ مِنَ الْأَجْنَبِيِّ.

اور جب کسی باندی نے اپنا اور اپنے دو کم سن بچوں کی جانب سے عقد کتابت کیا ہے تو یہ جائز ہے اور ان تینوں میں سے جو بھی بدل ادا کرے گا وہ اپنے ساتھی مکاتب سے واپس لینے کا حقدار نہ ہوگا اور آقا کو اس بدل لینے پر مجبور کیا جائے گا اور ایک کی ادائیگی کے سبب سب آزاد ہو جائیں گے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے باندی نے اپنے آپ کو کتابت میں اصل بنایا ہے اور اس نے اپنی اولاد کو تابع بنایا ہے جس طرح یہ مسئلہ پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ لہذا باندی اجنبی سے زیادہ عقد کو جائز کرنے والی ہوگی یعنی جس طرح ایک اجنبی غلام دوسرے اجنبی غلام کی جانب سے عقد کتابت کرے تو یہ دونوں کی جانب سے عقد جائز ہوتا ہے پس جب ایک ماں اپنی اولاد کی جانب سے عقد کرے گی تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ کیونکہ اجنبی کے مقابلے میں ماں اور اولاد کا رشتہ بہت زیادہ قوی ہے۔

بَابُ كِتَابَةِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرِكِ

﴿یہ باب مشترکہ غلام کی کتابت کے بیان میں ہے﴾

باب مشترکہ غلام کی کتابت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باہرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے دو کی کتابت کو ایک مکاتب کی کتابت کے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ واحد کا مقام دونوں کی کتابت سے پہلے ہوتا ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ، کتاب مکاتب، بیروت)

دو بندوں میں مشترکہ غلام کی کتابت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِذْنٌ أَخَذَهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْ يُكَاتِبَ نَصِيبَهُ بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ وَيَقْبِضَ بَدَلَ الْكِتَابَةِ لِكَاتِبٍ وَقَبْضُ بَعْضِ أَلْفٍ ثُمَّ عَجَزَ فَالْمَالُ لِلَّذِي قَبِضَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: هُوَ مُكَاتِبٌ بَيْنَهُمَا وَمَا آذَى لَهُمَا بَيْنَهُمَا) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْكِتَابَةَ تَعَجُّزًا عِنْدَهُ بِحِلَالٍ لَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْإِعْتَاقِ، لِأَنَّهَا تُهَيِّدُ الْحُرِّيَّةَ مِنْ وَجْهِ فَتَقْتَصِرُ عَلَى نَصِيبِهِ عِنْدَهُ لِلتَّعْجُزِ، وَقَالِدُهُ الْإِذْنُ أَنْ لَا يَكُونَ لَهُ حَقُّ الْفَسْخِ كَمَا يَكُونُ لَهُ إِذَا لَمْ يَأْذَنْ، وَإِذْنُهُ لَهُ يَقْبِضُ الْبَدَلَ إِذْنٌ لِلْعَبْدِ بِأَلَا ذَاكَ فَيَكُونُ مُتَبَرِّعًا بِنَصِيبِهِ عَلَيْهِ فَلِهَذَا كَانَ كُلُّ الْمُقْبُوضِ لَهُ، وَعِنْدَهُمَا الْإِذْنُ بِكِتَابَةِ نَصِيبِهِ إِذْنٌ بِكِتَابَةِ الْكُلِّ لِعَدَمِ التَّعْجُزِ، فَهُوَ أَصِيلٌ فِي النِّصْفِ وَكِيلٌ فِي النِّصْفِ لَهُمَا بَيْنَهُمَا وَالْمَقْبُوضُ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا فَيَبْقَى كَذَلِكَ بَعْدَ الْعَجْزِ.

اور جب غلام دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہو اور ان میں سے ایک سے دوسرے کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ایک ہزار کے بدلے میں اپنا حصہ مکاتب بنا کر بدل کتابت پر قبضہ کرے۔ پس اس نے اپنے حصہ کو مکاتب بناتے ہوئے بعض پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ غلام بے بس ہو گیا۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بدل کتابت کے مال پر قبضہ کرنے والے شریک کا ہوگا۔ صاحبین نے کہا ہے کہ وہ ان دونوں کا مکاتب ہوگا۔ اور مکاتب جو بھی ادا کرے گا وہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی کی طرح کتابت کے اجزاء بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اجزاء نہیں ہوتے۔ کیونکہ کتابت بھی ایک طرح سے آزادی کا فائدہ دینے والی ہے۔ پس امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تجزی کے سبب سے ایک

ی شریک کے حصے پر کتابت میں تجزی ہوگی۔ اور دوسرے ساتھی کی اجازت دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کے لئے شریک کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اجازت نہ دیتا تو اس کے لئے شریک کا حق باقی رہتا۔ اور اس کا بدلہ پر قبضہ کرنے کی اجازت دینا یہی علام ہو جس اور کرنے کی اجازت دینا ہے۔ پس اجازت دینے والا اپنے حصے کی ممانعت اس پر احسان کرنے والا ہے۔ یہ وہی قبضہ شدہ مال اس کا ہے۔

صاحبین کے نزدیک کتابت میں تجزی نہیں ہے کیونکہ ایک ساتھی کے حصے کی کتابت کی اجازت دینے کا من کتابت کی اجازت ہے پس مقدمہ کرنے والے نصف میں اصل بن جائے اور بقیہ نصف میں وکیل بن جائے گا۔ کیونکہ ہر دونوں میں مشترک ہے اور جو چیز مقبوضہ ہے دونوں میں مشترک ہے پس وہ بے بس ہونے کے بعد اشتراک پر باقی رہتی۔

مشترکہ باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ حَارِبَةً بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَتَاخَاهَا لَوْطَيْنَا أَخَذْهُمَا فَعَاءُ ثَبْرًا لَدَ فَاذْعَاهُ ثُمَّ رَطِينَا الْأَحْرُ فَعَاءُ ثَبْرًا لَدَ فَاذْعَاهُ ثُمَّ عَجَرَتْ فَبَيَّ أُمُّ وَلَدٍ لِلْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَنَا ادْعَى أَخَذْهُمَا الْوَلَدُ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ الْمَلِكِ لَهُ فَبَيَّا وَصَارَ نَصِيْبُهُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ لِأَنَّ الْمَكَاتِبَةَ لَا تَقْبَلُ الْقُلَّ مِنْ مَلِكٍ إِلَى مَلِكٍ فَتَنْقُصُ أُمُومِيَّةُ الْوَلَدِ عَلَى نَصِيْبِهِ كَمَا فِي الْمَذْبُورَةِ الْمُشْتَرَكَةِ، وَإِذَا ادْعَى السَّابِقُ وَلَدَهَا الْأَخِيرَ صَحَّتْ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ مَلِكِهِ طَاهِرًا، ثُمَّ إِذَا عَجَرَتْ بَعْدَ ذَلِكَ جُعِلَتْ الْكِتَابَةُ كَأَنَّ لَمْ تَكُنْ وَتَبَيَّنَ أَنَّ الْحَارِبَةَ كُتِلَتْ أُمُّ وَلَدٍ لِلْأَوَّلِ لِأَنَّهُ رَأَى السَّابِقَ مِنْ الْإِثْقَالِ وَوَطْئَهُ سَابِقُ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهَا) لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيْبَهُ لَمَّا اسْتَكْمَلَ الْإِسْتِبْلَاةَ (وَيَضْمَنُ عُقْرَهَا) لِوَطْئِهِ حَارِبَةً مُشْتَرَكَةً (وَيَضْمَنُ شَرِيكُهُ كَمَالَ عُقْرَهَا وَقِيَمَةَ الْوَلَدِ وَيَكُونُ لَهُ) لِأَنَّهُ بِمَسْرُورَةِ الْمَغْرُورِ، لِأَنَّهُ حِينَ وَطِئَهَا كَانَ مَلِكُهُ قَائِمًا طَاهِرًا وَوَلَدُ الْمَغْرُورِ نَاسُ السَّبَبِ مِنْهُ حُرٌّ بِالْقِيَمَةِ عَلَى مَا عُرِفَ لِكُنْهِ وَطْئِ أُمِّ وَلَدِ الْعَبْرِ حَقِيقَةً فَلَسَرَمُهُ كَمَالَ الْعُقْرِ، وَابْتِهَامًا دَفَعَ الْعُقْرَ إِلَى الْمَكَاتِبَةِ حَارًّا لِأَنَّ الْكِتَابَةَ مَا دَامَتْ نَاقِيَةً فَحَقُّ الْقُسْ لَهَا لَا غِنَاصًا بِمَنَافِعِهَا وَأَبَدًا لَهَا، وَإِذَا عَجَرَتْ تَرَدُّ الْعُقْرِ إِلَى الْمَوْلَى لِطُيُورِ احْتِصَاصِهِ (وَهَذَا) الَّذِي ذَكَرْنَا (كُلُّهُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ).

اور جب دو باندی دو بندوں کے درمیان مشترکہ تھی۔ اور ان دونوں نے اس کو مکاتبہ بنایا ہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک شریک نے اس کے ساتھ جماع کر لیا ہے۔ اور بچہ پیدا ہونے پر اس واطی نے اس پر دعویٰ کر لیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے شریک نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے اور اس سے بھی بچہ پیدا ہو گیا اور دوسرے نے بچے کا دعویٰ کر لیا ہے۔ اس کے بعد وہ باندی ہر کتابت دینے سے بے بس ہوگئی۔ تو وہ پہلے واطی کی ام ولد بن جائے گی۔ کیونکہ جب ایک شریک نے بچے کا دعویٰ

کیا ہے تو وہ درست ہے کیونکہ اس باندی میں مدی کی ملکیت موجود ہے۔ پس باندی اس مدی کے حصے میں اس کا ام ولد بن جائے گی۔ کیونکہ مکاتبہ ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی جانب منتقل نہیں ہوتی۔ پس ام ولد ہونا یہ مدی کے حصے پر رہے گا۔ جس طرح مدبرہ مشترکہ میں ہوتا ہے۔

اور جب دوسرے واطی نے دوسرے بچے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا دعویٰ بھی درست ہے۔ کیونکہ ظاہری طور پر اس کی ملکیت بھی موجود ہے اور اس کے بعد باندی اگر بدل کتابت ادا نہ کر سکے تو کتابت کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ساری باندی واطی اول کی ام ولد بن گئی ہے۔ کیونکہ ملکیت کو منتقل کرنے سے جو چیز مانع تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ اور پہلے کی واطی مقدم بھی ہے اور پہلا اپنے شریک ثانی کے لئے باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ استیلا د کے سبب وہ دوسرے کے حصے کا مالک بن چکا ہے اور اسی پر باندی کا نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے جماع کیا ہے جبکہ دوسرا شریک سارے تاوان اور لڑکے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ لڑکا اسی کا بیٹا ہوگا۔ کیونکہ دوسرا مغرور کے حکم میں ہے۔ کیونکہ جب اس نے واطی کی تھی یہ ظاہر اس میں کی ملکیت موجود تھی اور مغرور کے لڑکے کا نسب اسی سے ثابت ہوگا۔ اور وہ قیمت کے بدلے میں آزاد ہوتا ہے۔ جس طرح معلوم کیا جا چکا ہے۔

لیکن حقیقت میں اس شخص نے دوسرے کی ام ولد سے واطی کی ہے پس اس پر سارا تاوان لازم آئے گا۔ اور ان میں سے جو بھی مکاتبہ کو تاوان ادا کرے گا جائز ہوگا۔ کیونکہ جب تک کتابت موجود رہے گی۔ اس وقت تک اس کو تاوان پر قبضہ کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ کیونکہ وہی باندی اپنے منافع و کمائی کی مالکین ہے۔

اور جب وہ بدل ادا کرنے سے بے بس ہو چکی ہے تو تاوان آقا کو واپس دے گی کیونکہ اب آقا اس کے منافع کا مالک بن چکا ہے۔ یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

صاحبین کے نزدیک باندی کا واطی اول کی ام ولد ہونے کا بیان

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ : هِيَ أُمُّ وَلَدٍ لِلْأَوَّلِ وَلَا يَجُوزُ وَطْئُ الْآخِرِ لِأَنَّهُ لَمَّا ادَّعَى الْأَوَّلُ الْوَلَدَ صَارَتْ كُلُّهَا أُمُّ وَلَدٍ لَهُ لِأَنَّ أُمُومِيَّةَ الْوَلَدِ يَجِبُ تَكْمِيلُهَا بِالْإِجْمَاعِ مَا أَمَكَّنَ، وَقَدْ أَمَكَّنَ بِفَسْخِ الْكِتَابَةِ لِأَنَّهَا قَابِلَةٌ لِلْفَسْخِ فَتَفْسَخُ فِيمَا لَا تَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُكَاتِبَةُ وَتَبْقَى الْكِتَابَةُ فِيمَا وَرَاءَهُ، بِخِلَافِ التَّذْيِيرِ لِأَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الْفَسْخُ، وَبِخِلَافِ بَيْعِ الْمُكَاتِبِ لِأَنَّ فِي تَجْوِيزِهِ إِبْطَالَ الْكِتَابَةِ إِذَا الْمُشْتَرَى لَا يَرْضَى بِبَقَائِهِ مُكَاتِبًا.

وَإِذَا صَارَتْ كُلُّهَا أُمُّ وَلَدٍ لَهُ فَالثَّانِي وَطْءُ أُمِّ وَلَدٍ الْغَيْرِ (فَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ وَلَا يَكُونُ حُرًّا عَلَيْهِ بِالْقِيَمَةِ) غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْحَدُّ عَلَيْهِ لِلشَّبَهَةِ (وَيَلْزَمُهُ جَمِيعُ الْعُقْرِ) لِأَنَّ الْوُطْئَ لَا يَغْرِسُ عَنْ إِحْدَى الْغَرَامَتَيْنِ، وَإِذَا بَقِيَ الْكِتَابَةُ وَصَارَتْ كُلُّهَا مُكَاتِبَةً لَهُ، قِيلَ يَجِبُ

عَلَيْهَا نِصْفُ بَدَلِ الْكِتَابَةِ لِأَنَّ الْكِتَابَةَ انْفَسَخَتْ فِيمَا لَا تَنْصَرُّ بِهِ الْمُكَاتِبَةُ وَلَا تَنْصَرُّ بِسُقُوطِ نِصْفِ الْبَدَلِ.

وَقِيلَ يَجِبُ كُلُّ الْبَدَلِ لِأَنَّ الْكِتَابَةَ لَمْ تَنْفَسَخْ إِلَّا فِي حَقِّ التَّمَلُّكِ ضَرُورَةً فَلَا يَطْهَرُ فِي حَقِّ سُقُوطِ نِصْفِ الْبَدَلِ وَفِي اِبْتِقَائِهِ فِي حَقِّهِ نَظَرٌ لِلْمَوْلَى وَإِنْ كَانَ لَا تَنْصَرُّ الْمُكَاتِبَةُ بِسُقُوطِهِ، وَالْمُكَاتِبَةُ هِيَ الَّتِي تُعْطَى الْعَقْرَ لِاخْتِصَاصِهَا بِاِبْتِدَالِ مَنَافِعِهَا. وَلَوْ عَجَزَتْ وَرَدَّتْ فِي الرِّقِّ تَرَدُّ إِلَى الْمَوْلَى لِطُحُورِ اخْتِصَاصِهِ عَلَى مَا بَيَّنَّا.

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ باندی واطی اول کی ام ولد بن جائے گی۔ اور دوسرے کے لئے وطلی کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ جب واطی اول نے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے تو پوری باندی اس کی ام ولد بن جائے گی کیونکہ ممکن حد تک ام ولد کی تکمیل بہ اتفاق واجب ہے اور عقد کتابت کو ختم کر کے اس کی تکمیل ممکن ہے کیونکہ کتابت کا عقد ختم ہونے کے قابل ہے پس جس چیز میں مکاتبہ کا نقصان نہ ہو اس میں کتابت کو ختم کر دیا جائے گا۔ جبکہ اس کے سوا میں مکاتبہ باقی رہ جائے گی۔ بہ خلاف تدبیر کے کیونکہ وہ نسخ کو قبول کرنے والی نہیں ہے۔ بہ خلاف مکاتبہ کی بیع کے کیونکہ بیع کو جائز قرار دینے میں کتابت کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ خریدار غلام کے مکاتبہ رہنے پر راضی نہ ہوگا۔

البتہ جب پوری باندی واطی اول کی ام ولد بن جائے گی تو دوسرا شخص کسی دوسرے کی ام ولد سے وطلی کرنے والا ہوگا پس اس پر پورا تاوان لازم آئے گا۔ کیونکہ وطلی دونوں میں سے کسی ایک کے تاوان سے خالی نہ ہوگی۔

اور جب نقصان کے سوا میں مکاتبہ باقی ہو اور یہ باندی مکمل طور پر مکاتبہ بھی بن گئی ہے تو ایک قول کے مطابق اس باندی پر نصف بدل واجب ہوگا۔ کیونکہ کتابت میں انہی چیزوں کو ختم کیا گیا ہے جو باندی کے لئے نقصان دہ نہیں ہیں۔ اور نصف بدل کے ساقط ہونے میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

دوسرے قول کے مطابق اس پر پورا بدل واجب ہوگا کیونکہ ضرورت کے مطابق صرف ملکیت کے حق میں عقد کتابت ختم ہوا ہے۔ پس نصف بدل کے سقوط یہ نسخ اثر انداز نہ ہوگا کیونکہ نصف بدل کے حق میں عقد کو باقی رکھنے میں آقا کا فائدہ ہے۔ اگرچہ اس کے ساقط ہونے میں مکاتبہ کا نقصان نہ ہوگا۔ اور مکاتبہ کے اپنے منافع کے ساتھ خاص ہونے کے سبب سے اس کو تاوان ملتا ہے۔ مگر جب وہ بدل کے کتابت سے بے بس ہو جائے اور دوبارہ رقیق کی جانب لوٹ کر جائے تو اب تاوان آقا کو دیا جائے گا۔ کیونکہ اب آقا کا حق اور نسویمیت ظاہر ہو چکی ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

واطی اول کا اپنی مکاتبہ باندی کے نصف ضمان کا بیان

قَالَ (وَبِظَمَنِ الْأَوَّلِ لِشَرِيكِهِ فِي قِيَاسِ قَوْلِ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ نِصْفَ قِيمَتِهَا مُكَاتِبَةً لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَ شَرِيكِهِ وَهِيَ مُكَاتِبَةٌ فَيُضْمَنُهُ مُوَسِّرًا كَانَ أَوْ مُغِيرًا لِأَنَّهُ ضَمَانُ التَّمَلُّكِ

(وَلِي قَوْلِ مُحَمَّدٍ : يَضْمَنُ الْأَقْلَّ مِنْ نِصْفِ قِيَمَتِهَا وَمِنْ نِصْفِ مَا بَقِيَ مِنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ) لِأَنَّ
حَقَّ شَرِيكِهِ لِي نِصْفِ الرِّقْبَةِ عَلَى اعْتِبَارِ الْعَجْزِ، وَلِي نِصْفِ الْبَدَلِ عَلَى اعْتِبَارِ الْأَدَاءِ
فَلِتَرَدُّ بَيْنَهُمَا يَجِبُ أَقْلُهُمَا .

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الثَّانِي لَمْ يَطَاهَا وَلَكِنْ دَبَّرَهَا ثُمَّ عَجَزَتْ بَطَلَ التَّذْيِيرُ) لِأَنَّهُ لَمْ يُصَادِفِ
الْمَلِكُ . أَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ لِأَنَّ الْمُسْتَوْلِدَ تَمَلَّكَهَا قَبْلَ الْعَجْزِ .
وَأَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَلِأَنَّهُ بِالْعَجْزِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَهُ مِنْ رَقَبِ الْوِطْءِ فَتَبَيَّنَ
أَنَّهُ مُصَادِفٌ مِلْكٍ غَيْرِهِ وَالتَّذْيِيرُ يَعْتَمِدُ الْمَلِكُ ، بِخِلَافِ النَّسَبِ لِأَنَّهُ يَعْتَمِدُ الْغُرُورَ عَلَى مَا
مَرَّ .

قَالَ (وَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ لِأَوَّلٍ) لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَ شَرِيكِهِ وَكَمَّلَ الْإِسْتِيلَادَ عَلَى مَا بَيَّنَّا (وَيَضْمَنُ
لِشَرِيكِهِ نِصْفَ عُقْرِهَا) لِوِطْئِهِ بِجَارِيَةٍ مُشْتَرَكَةٍ (وَنِصْفَ قِيَمَتِهَا) لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نِصْفَهَا
بِالْإِسْتِيلَادِ وَهُوَ تَمَلَّكَ بِالْقِيَمَةِ (وَالْوَلَدُ وَلَدُ الْأَوَّلِ) لِأَنَّهُ مَحْتَضٌ دَعْوَتُهُ لِقِيَامِ الْمَصْطَحِ .
وَهَذَا قَوْلُهُمْ جَمِيعًا . وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا .

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ واطی اول اپنے شریک کے لئے مکاتبہ باندی کی نصف قیمت کا
ضامن ہوگا۔ کیونکہ واطی اول اس حالت میں اپنے شریک کے حصے کا مالک بنا ہے کہ وہ مکاتبہ ہے۔ پس وہ مکاتبہ ہونے کی حالت
میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اگرچہ وہ تنگ دست ہو یا خوشحال ہو۔ کیونکہ یہ ضمان ملکیت کا ہوتا ہے۔
حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت اور بقیہ بدل کے نصف میں سے جو کم ہوگا۔ اول اسی کا ضامن بنے گا۔ کیونکہ
باندی کی بے بسی کو دیکھتے ہوئے اس کے شریک کا حق نصف رقبہ میں ہے اور ادا کو دیکھتے ہوئے نصف بدل میں اسی کا حق ہے پس
دونوں میں شک کے سبب کم از کم لازم ہو جائے گا۔

اور جب دوسرے شریک نے باندی سے واطی نہیں کی لیکن اس نے اس کو مدبرہ بنایا ہے اس کے بعد وہ بے بس ہو گئی ہے۔ تو
مدبرہ باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ملکیت سے ملی ہوئی نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک اس کا واقع نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک مستولد صرف دعویٰ سے اظہار عجز سے قبل ہی اس کا

مالک بن چکا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا واقع نہ ہونا اس سبب سے ہے کہ اظہار عجز سے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ پہلا واطی کے
وقت سے ہی ثانی کے حصے کا مالک ہو گیا تھا۔ اور دوسرے کی تدبیر یہ دوسرے کی ملکیت سے ملی ہوئی تھی۔ حالانکہ تدبیر کا مدار ملکیت پر
ہے۔ یہ خلاف نسب کے کیونکہ مدبرہ غرور پر ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب یہ باندی واپس اول کی ام ولد ہو چکی ہے کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصے کا مالک بن چکا ہے اور استیلاؤ مکمل ہو چکا ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اول اپنے شریک کے لئے نصف تاوان کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے واپس کی ہے اور اس پر باندی کی نصف قیمت بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ نصف کا استیلاؤ کے سبب سے وہ مالک بنا ہے اور استیلاؤ میں مالک بھی بنا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں جو بچہ ہے وہ پہلے کا ہوگا۔ کیونکہ اس کا دعویٰ صحیح ہے۔ اس لئے بھی کہ دعویٰ کو درست قرار دینے والی چیز موجود ہے۔ یہی سب فقہاء کا قول ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

دو مالکوں کا باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَا كَاتِبَاهَا ثُمَّ اغْتَقَاهَا أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوسِرٌ لَمْ عَجَزَتْ بِضَمَنِ الْمُعْتَقِ لِشَرِيكِهِ بِصَفِ قِيمَتِهَا وَبَرَجْعِ بَدَلِكَ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: لَا يَرْجِعُ عَلَيْهَا) لِأَنَّهَا لَمَّا عَجَزَتْ وَرَدَّتْ فِي الرِّقِّ تَصِيرُ كَأَنَّهَا لَمْ تَزَلْ قِنَّةً، وَالْجَوَابُ فِيهِ عَلَى الْإِخْلَافِ فِي الرُّجُوعِ وَفِي الْخِيَارَاتِ وَغَيْرِهَا كَمَا هُوَ مَسْأَلَةٌ تَجَزُّو الْإِغْتَاقِ وَقَدْ قَرَرْنَاهُ فِي الْإِغْتَاقِ، لَمَّا قَبْلَ التَّعْجِزِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُضْمِنَ الْمُعْتَقَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْإِغْتَاقَ لَمَّا كَانَ يَتَجَرَّأُ عِنْدَهُ كَانَ أَثَرُهُ أَنْ يُجْعَلَ نَصِيبُ غَيْرِ الْمُعْتَقِ كَالْمُكَاتِبِ فَلَا يَتَغَيَّرُ بِهِ نَصِيبُ صَاحِبِهِ لِأَنَّهَا مُكَاتِبَةٌ قَبْلَ ذَلِكَ وَعِنْدَهُمَا لَمَّا كَانَ لَا يَتَجَرَّأُ بِعِنِّي الْكُلِّ فَلَهُ أَنْ يُضْمِنَهُ قِسْمَةً لِنَصِيبِهِ مُكَاتِبًا إِنْ كَانَ مُوسِرًا، وَيُسْتَسْقَى الْعَبْدُ إِنْ كَانَ مُغِيرًا لِأَنَّهُ ضَمَانُ إِغْتَاقٍ فَيُخْتَلَفُ بِالْإِسَارِ وَالْإِعْسَارِ.

اور جب دو مالکوں نے اپنی باندی کو مکاتبہ کیا اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے اس کو آزاد کر دیا ہے اس حالت میں کہ وہ مالدار ہے اس کے بعد مکاتبہ بدل کتابت کو ادا کرنے میں بے بس ہو گئی ہے تو معق اپنے شریک کے لئے نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک معق کو اس مکاتبہ سے رقم واپس لینے کا حق ہوگا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ معق اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بے بس ہوئی ہے تو وہ غلامی میں لوٹا دی گئی ہے اور وہ ایسے ہو جائے گی کہ ہمیشہ غلامی میں رہی ہو۔ اور اس میں رجوع کے بارے میں جو اختلاف ہے۔ وہی اختلاف خیارات میں بھی ہے۔ جس طرح آزادی کی تجزی میں اختلاف ہے۔ اور اس کو ہم اعتاق میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مکاتبہ کے اظہار عجز سے پہلے غیر معق کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ معق کو ضامن بنادے۔ کیونکہ اس کے شریک کے حصے میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اس سے پہلے بھی مکاتبہ بن چکی ہے۔

صاحبین کے نزدیک اعتاق میں تجزی نہیں ہے لہذا ایک کی آزادی کے سبب سے ساری باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور غیر معق کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ معق کو اپنے حصے کی مکاتبہ والی قیمت کا ضامن بنادے۔ جب حق خوشحال ہو یا اور اگر وہ تنگ دست ہو تو اس

سے کمالی کرائے۔ کیونکہ یہ ضمان اعتاق ہے پس حق کے خوشحال ہونے یا غمگین ہونے کی صورت میں اس میں تبدیلی ہوگی۔

مشترکہ غلام کو مدبر یا آزاد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ وَجْهَيْنِ ذَهَبَهُ أَحَدُهُمَا لَمْ أَعْتَقْهُ الْآخَرَ وَهُوَ مُوسِرٌ، فَإِنْ شَاءَ الْبَدِي ذَهَبَهُ ضَمَّنَ الْمُعْتَقَ نِصْفَ قِيَمَتِهِ مُدَبَّرًا، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْقَى الْعَدَّ، وَإِنْ شَاءَ أَعْتَقَ، وَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُهُمَا لَمْ ذَهَبَهُ الْآخَرَ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَضْمِنَ الْمُعْتَقَ وَيُسْتَسْقَى أَوْ يُعْتَقَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) وَوَجْهُهُ أَنَّ التَّذْيِيرَ يَتَجَرَّأُ عِنْدَهُ لِتَذْيِيرِ أَحَدِهِمَا بِقَتْلِهِ عَلَى نَصِيْبِهِ لَكِنْ يَفْسُدُ بِهِ نَصِيْبُ الْآخَرِ لِيُثْبِتَ لَهُ خَيْرَةُ الْإِعْتَاقِ وَالْتَضْمِينِ وَالِاسْتِسْقَاءِ كَمَا هُوَ مَذْهُبُهُ، فَإِذَا أَعْتَقَ لَمْ يَتَّقِ لَهُ خِيَارُ التَّضْمِينِ وَالِاسْتِسْقَاءِ، وَاعْتَاقُهُ بِقَتْلِهِ عَلَى نَصِيْبِهِ لِأَنَّهُ يَتَجَرَّأُ عِنْدَهُ، وَلَكِنْ يَفْسُدُ بِهِ نَصِيْبُ فَرِيْقِهِ فَلَهُ أَنْ يَضْمِنَهُ قِيَمَةَ نَصِيْبِهِ، وَلَهُ خِيَارُ الْعِتْقِ وَالِاسْتِسْقَاءِ أَيْضًا كَمَا هُوَ مَذْهُبُهُ وَيَضْمِنُهُ قِيَمَةَ نَصِيْبِهِ مُدَبَّرًا لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ صَادَقَ الْمُدَبَّرَ. ثُمَّ قِيلَ: قِيَمَةُ الْمُدَبَّرِ تُعْرَفُ بِتَقْوِيمِ الْمُقَوِّمِينَ، وَقِيلَ يَجِبُ لَنَا قِيَمَتُهُ وَهُوَ لَيْزٌ لِأَنَّ الْمَنَافِعَ أَلْوَاغَ ثَلَاثَةٌ: الْبَيْعُ وَأَشْبَاهُهُ، وَالِاسْتِخْدَامُ وَأَمْثَالُهُ، وَالِإِعْتَاقُ وَتَوَابِعُهُ، وَالْفَائِثُ الْبَيْعُ فَيَنْقُطُ الثَّلَاثُ.

وَإِذَا ضَمَّنَهُ لَا يَتِمَّلُكُهُ بِالضَّمَانِ لِأَنَّهُ لَا يَقْبَلُ الْإِنْتِقَالَ مِنْ مِلْكٍ إِلَى مِلْكٍ، كَمَا إِذَا خَصَبَ مُدَبَّرًا فَلَا يَقْبَلُ.

وَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُهُمَا أَوْ لَا كَانَ لِلْآخَرِ الْخِيَارَاتُ الثَّلَاثُ عِنْدَهُ، فَإِذَا ذَهَبَ لَمْ يَتَّقِ لَهُ خِيَارُ التَّضْمِينِ وَبَقِيَ خِيَارُ الْإِعْتَاقِ وَالِاسْتِسْقَاءِ لِأَنَّ الْمُدَبَّرَ يُعْتَقَ وَيُسْتَسْقَى (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُهُمَا فَيُعْتَقُ الْآخَرَ بَاطِلٌ) لِأَنَّهُ لَا يَتَجَرَّأُ عِنْدَهُمَا فَيَتِمَّلُكَ نَصِيْبُ صَاحِبِهِ بِالتَّذْيِيرِ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيَمَتِهِ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعَسِّرًا) (لَأَنَّهُ ضَمَانُ تَمْلِكٍ فَلَا يَخْتَلِفُ بِالتَّيْسَارِ وَالِإِعْسَارِ، وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيَمَتِهِ فَنَالَهُ صَادَقَةُ التَّذْيِيرِ وَهُوَ قَيْنٌ) (وَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُهُمَا فَتَذْيِيرُ الْآخَرِ بَاطِلٌ) لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ لَا يَتَجَرَّأُ فَعَتَقَ كُلُّهُ فَلَمْ يُصَادِفِ التَّذْيِيرُ الْمِلْكَ وَهُوَ يَتَعَمَّدُهُ (وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيَمَتِهِ إِنْ كَانَ مُوسِرًا) وَيَسْقَى الْعَبْدُ فِي ذَلِكَ إِنْ كَانَ مُعَسِّرًا لِأَنَّ هَذَا ضَمَانُ الْإِعْتَاقِ فَيَخْتَلِفُ ذَلِكَ بِالتَّيْسَارِ وَالِإِعْسَارِ عِنْدَهُمَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اور جب غلام دو بندوں کے درمیان مشترک ہے۔ اور ان میں سے ایک نے اس کو مدبر بنا دیا ہے جبکہ دوسرے نے

اس کو آزاد کر دیا ہے اور وہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اب اگر مدد برچاہے تو وہ معق سے نصف قیمت کا ضمان ہے اور اگر وہ چاہے تو اس غلام سے نکالی کرائے۔ اور اگر وہ چاہے تو خوب بھی اس کو آزاد کر دے۔

اور جب دونوں شرکاء میں سے پہلے نے اپنے حصہ سے آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد دوسرے نے مدد برکھا ہے تو اب اس کے لئے معق سے ضمان لینے کا حق کا نہ ہوگا۔ بلکہ یا وہ غلام سے نکالی کرائے یا وہ اس کو آزاد کرائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مدد بر میں اجزاء ہوتے ہیں۔ پس ایک شریک کا حصہ اس کے حصے تک رہے گا۔ مگر اس مدد بر کے سبب سے دوسرے کا حصہ فاسد ہو جائے گا۔ پس اس کے لئے آزادی، ضمان اور سعی میں سے کسی ایک میں اختیار دیا جائے گا۔ جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اور جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے تو اس سے ضمان اور سعی کا اختیار بھی ساقط ہو جائے گا۔ اور اس کی آزادی اس کے حصے تک موقوف رہے گی۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی میں اجزاء ہوتے ہیں۔ پس اسی اعتاق کے سبب سے اس کے ساتھی کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔ پس اس مدد بر کو معق سے آزادی، ضمان اور سعی کا کوئی حق نہ ہوگا جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اور مدد بر معق سے مدد بر غلام کی قیمت کا ضمان لے گا۔ کیونکہ آزادی مدد بر غلام سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ایک قول یہ بھی ہے کہ مدد بر کی قیمت مقومین کی تقویم سے معلوم ہو جائے گی۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ خالص غلام کی قیمت کا وہ دو تہائی واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں منافع تین طرح کے ہیں۔ (۱) بیع اور بیع کے مشابہ جس طرح عقود ہبہ، صدقہ اور وصیت ہے۔

(۲) خدمت لینا اور اس کی طرح کوئی کام جس طرح اجارہ، اعارہ وغیرہ ہیں۔

(۳) اعتاق اور کے تابع دوسرے عقود جس طرح کتابت اور مدد بر وغیرہ ہے۔ اور مدد بر میں بیع ختم ہو چکی ہے۔ پس اس میں سے ایک نفع فوت ہو جانے کے سبب سے ایک تہائی ساقط ہو جائے گی۔ اور دو تہائی ضمان کے طور لازم ہو جائیں گے۔ اور مدد بر کا ضمان لینا کے بعد معق غلام یعنی مدد بر حصہ مدد بر کا مالک نہ ہوگا کیونکہ یہ ضمان حیلولہ ہے یہ ضمان ملکیت نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ مدد بر ایک مہیت سے دوسری ملکیت کی جانب منتقل ہونے والا نہیں ہے۔ جس طرح جب کسی شخص نے کوئی مدد بر غلام غصب کیا ہے اور اس کے بعد وہ غاصب کے پاس ہٹ گیا ہے تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

اور جب دونوں میں سے ایک نے پہلے آزاد کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو وہی تینوں اختیارات دیئے جائیں گے۔ دوسرے اپنا حصہ مدد بر بنایا ہے تو ضمان کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ آزادی اور سعی کا اختیار باقی رہ جائے گا۔ کیونکہ مدد بر آزاد بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور اس سے نکالی بھی کر دالی جاسکتی ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ایک کے مدد بر بنانے کے بعد دوسرے کا آزاد کرنا باطل ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک مدد بر میں اجزاء نہیں ہوا کرتے پس مدد بر مدد بر کے ذریعے سے اپنے ساتھی کے حصے کا مالک بن جائے گا۔ اور ساتھی اس غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ مدد بر خوشحال ہو یا تنگ دست ہو۔ کیونکہ یہ ملکیت کا ضمان ہے اور ملکیت کا ضمان حالت تنگی و خوشحالی دونوں میں مختلف نہیں ہو سکتا۔

اور ان کے نزدیک ایک فرق یہ بھی ہے کہ مدبر خالص غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ حالت خالص غلام ہونے میں تدبیر اسی غلام سے ملی ہوئی ہے۔

اور جب دونوں میں سے ایک نے پہلے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا ہے تب بھی دوسرے کی تدبیر باطل ہے کیونکہ آزادی میں اجزاء نہیں ہوتے لہذا سارا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور تدبیر ملکیت سے متصل نہیں ہوا کرتی۔ حالانکہ ملکیت ہی تدبیر کا دار و مدار ہے۔ اور اگر اب ملحق خوشحال ہے تو اپنے ساتھی کے لئے نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہے تو غلام غیر ملحق کے لئے اس کے حصے کی کمائی کرے گا۔ کیونکہ ضمان آزادی ہے اور یہ تنگی و خوشحالی میں ماضین کے نزدیک مختلف ہوتا رہتا ہے۔



باب موت المكاتب وعجزه و موت المولى

﴿یہ باب موت مکاتب و آقا کے بیان میں ہے﴾

باب موت مکاتب و مولى کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باہرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ عقد کتابت کے وہ مسائل جو کسی سبب یا عذر کی وجہ سے نسخ کتابت کی علت بنتے ہیں۔ ان کو بیان کرنے کے ساتھ بعض مفرد مسائل جن علت اگرچہ وہی ہے یعنی وہ بھی نسخ عقد کا سبب بنتے ہیں یا نہیں بنتے مگر ان کی نوعیت جدا ہونے کے سبب سے مصنف علیہ الرحمہ نے ان کو سابقہ مسائل سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ تاکہ ان کے درمیان امتیاز قائم رہے۔ (مناہی شرح الہدایہ بتصرف، ج ۱۳، ص ۹۱، بیروت)

مکاتب کا قسط ادا کرنے سے عاجز ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتَبُ عَنْ نَجْمِ نَظَرِ الْحَاكِمِ فِي حَالِهِ، فَإِنْ كَانَ لَهُ دَيْنٌ يَقْبِضُهُ أَوْ مَالٌ يَفْقَدُهُ عَلَيْهِ لَمْ يَعْجَلْ بِتَعْجِيزِهِ وَانْتَظَرَ عَلَيْهِ الْيَوْمَيْنِ أَوْ الثَّلَاثَةَ) نَظَرًا لِلْجَانِبَيْنِ، وَالثَّلَاثُ هِيَ الْمُدَّةُ الَّتِي ضَرِبَتْ لِابْتِلَاءِ الْأَعْدَارِ كَمَا مَهَالِ الْخَضِيمِ لِلدَّفْعِ وَالْمَدْيُونِ لِلْقَضَاءِ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ (فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَجْهٌ وَطَلَبَ الْمَوْلَى تَعْجِيزَهُ عَجْزَهُ وَفَسَخَ الْكِتَابَةَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ).

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يُعْجِزُهُ حَتَّى يَتَوَالَى عَلَيْهِ نَجْمَانِ لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِذَا تَوَالَى عَلَى الْمُكَاتَبِ نَجْمَانِ رُدَّ فِي الرِّقِّ عِلْقُهُ بِهَذَا الشَّرْطِ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ إِرْقَاقٍ حَتَّى كَانَ أَحْسَنُهُ مُزَجَّلَهُ وَحَالَهُ الْوُجُوبِ بَعْدَ حُلُولِ نَجْمٍ فَلَا بُدَّ مِنْ إِمْهَالٍ مُدَّةٍ اسْتِيسَارًا، وَأَوَّلَى الْمُدَّةِ مَا تَوَافَقَ عَلَيْهِ الْعَاقِدَانِ.

وَلَهُمَا أَنْ سَبَبَ الْفَسْخِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ الْعَجْزُ، لِأَنَّ مَنْ عَجَزَ عَنْ آدَاءِ نَجْمٍ وَاحِدٍ يَكُونُ أَعْجَزَ عَنْ آدَاءِ نَجْمَيْنِ، وَهَذَا لِأَنَّ مَقْصُودَ الْمَوْلَى الْوُصُولَ إِلَى الْمَالِ عِنْدَ حُلُولِ نَجْمٍ وَقَدْ

لَا تَقْبَلُ إِذَا لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِذَوِيهِ، بِعَاصِمِ الْيَوْمَيْنِ وَالْثَلَاثَةِ لِأَنَّهُ لَا مَدَّ بِهَا إِلَّا مَكَانَ
الْأَدَاءِ فَلَمْ يَكُنْ تَأْخِيرًا، وَالْأَثَارُ مُتَعَارِفَةً، فَإِنَّ الْمَرْوِيَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
مُكَاتَبَةً لَهُ عَجَزَتْ عَنْ آدَاءِ نَجْمٍ وَاحِدٍ فَرَدَّهَا لِمَسْقُطِ الْإِخْتِجَاعِ بِهَا.

۱۔ اگر اور جب مکاتب ایک قسط ادا کرنے سے عاجز آگیا ہے تو حاکم اس کی حالت کو دیکھے گا۔ ہذا جب کوئی قرض ملنے
والا یا اس کے لئے کوئی مال آنے والا ہے تو اس کی عاجزی کا فیصلہ کرنے میں حاکم جلدی نہ کرے اور وہ دو یا تین دن تک انتظار
کرے۔ تاکہ آقا اور غلام دونوں کے حق میں مہربانی ثابت ہو جائے۔ اور تین دن کی مدت ایسی مدت ہے جو غلاموں کے اظہار کے
لئے معین ہوئی ہے۔ جس طرح مدعی علیہ کو مدعی کے دعویٰ کا دفاع کرنے اور مقروض کو قرض ادا کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دی
جاتی ہے پس اس پر اضافہ نہ کیا جائے گا۔ اور جب تین دن کے بعد بھی مکاتب کے پاس مال آنے کوئی توقع نہ ہو جبکہ آقا کی عجز کا
طالب ہو قاضی اس کو عاجز قرار دے گا۔ اور عقد کتابت کا ختم کر دے گا۔ اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہ مسلسل دو اقساط ادا نہ کرے۔ اس وقت تک قاضی اس کو عاجز قرار نہ
دے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب مکاتب مسلسل دو اقساط ادا نہ کرے تو وہ غلامی کی جانب لوٹا دیا جائے یعنی
آپ نے اس کے رد کو اس شرط کے ساتھ مطلق کر دیا ہے اور اس لئے بھی کہ عقد کتابت ایسا عقد ہے جو درگزر اور مہربانی پر ہونے والا
ہے۔ یہاں تک کہ مغل اور مؤخر عقد کتابت اچھا ہوتا ہے جبکہ واجب کی ادائیگی کی حالت یہ قسط ادا ہونے کے بعد کی ہے پس ایک
مدت تک اس کو مہلت دینا ضروری ہے۔ تاکہ مکاتب آسانی سے بدل کی قسط ادا کر سکے اور سب سے بہترین مدت وہ ہے جس پر
عقد کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ختم کرنے کا سبب ثابت ہو چکا ہے اور وہ عجز ہے کیونکہ جب وہ ایک قسط ادا نہیں کر سکا ہے تو وہ دو
اقساط کس طرح ادا کرے گا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قسط کی ادائیگی کے مکمل ہونے پر آقا کا مقصد یہ تھا کہ اس کو مال
مل جائے جبکہ عدم ادائیگی کے سبب سے وہ مقصد ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ پس جب آقا قسط لیے بغیر عقد کو ہاتی رکھنے پر رضامند نہ ہو تو
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مکاتبہ باندی ایک قسط کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوئی تو آپ نے اس کی
غلامی کو واپس لوٹا دیا تھا۔ پس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اثر سے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا استدلال کرنا ساقط ہو جائے گا۔

مکاتبت میں نسخ کے جواز کا ایک فقہی بیان

قَالَ (فَإِنْ أَخْلَى بِنَجْمٍ عِنْدَ غَيْرِ السُّلْطَانِ فَعَجَزَ فَرَدَّهُ مَوْلَاهُ بِرِضَاهُ فَهُوَ جَائِزٌ) لِأَنَّ الْكِتَابَةَ
تُفْسَخُ بِالتَّرَاضِي مِنْ غَيْرِ عَذْرِ فَإِلْعَذْرِ أُولَى (وَلَوْ لَمْ يَرْضَ بِهِ الْعَبْدُ لَا بُدَّ مِنَ الْقَضَاءِ
بِالنَّسْخِ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَا زِمَ تَامَ فَلَا بُدَّ مِنَ الْقَضَاءِ أَوْ الرِّضَا كَالرَّذِّ بِالتَّعَبِ بَعْدَ الْقَبْضِ.

قَالَ (وَإِذَا عَجَزَ الْمُكَاتِبُ عَادَ إِلَى أَحْكَامِ الرِّقِّ) لِإِلْخَاخِ الْكِتَابَةِ (وَمَا كَانَ فِي يَدِهِ مِنَ الْأَكْسَابِ لَهُوَ لِمَوْلَاهُ) لِأَنَّهُ ظَهَرَ أَنَّهُ كَسَبُ عَبْدِهِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ كَانَ مَوْفُوعًا عَلَيْهِ أَوْ عَلَى مَوْلَاهُ وَلَقَدْ زَالَ التَّوَلُّفُ.

جب مکاتب نے قاضی کے سوا کسی دوسرے مقام پر قسط ادا کرنے میں کوتاہی کر ڈالی اور وہ عاجز ہو گیا ہے تو اس کے آقا نے اس مکاتب کی رضا مندی کے ساتھ اس کو دوبارہ غلام بنا لیا ہے تو یہ رد اور فسخ جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ کتابت ایک دوسرے کی رضا مندی کے سوا محض عذر سے بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور جب غلام اس پر رضا مند نہ ہو تو قاضی کی قضاء کی ضرورت ہو گی۔ کیونکہ یہ عقد لازم بھی ہے اور مکمل بھی ہے پس اس کو ختم کرنے کے لئے قضاء یا رضا مندی لازم ہے جس طرح قبضہ کے بعد عیب ہونے کی صورت میں بیع میں قضاء یا رضا لازم ہوتی ہے۔

اور جب مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز آ گیا ہے تو وہ غلامی کے احکام میں واپس چلا جائے گا کیونکہ عقد کتابت ختم ہو چکا ہے۔ اور اس کے پاس جو کمائی ہے وہ اس کے آقا کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ اس کے آقا کی کمائی ہے اور یہ حکم بھی اسی دلیل کے سبب سے ہے کہ اس کی کمائی اس غلام پر یا اس کے آقا پر تھی پس عجز کے سبب اس کا موقوف ہونا ختم ہو چکا ہے۔

مال والے مکاتب کی موت کے سبب عقد کتابت فسخ نہ ہوگا

قَالَ (فَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتِبُ وَلَهُ مَالٌ لَمْ تَنْفَسَخِ الْكِتَابَةُ وَقَضَى مَا عَلَيْهِ مِنْ مَالِهِ وَحُكْمُ بَيْعِهِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ مِيرَاثٌ لَوْرَثِيهِ وَيَعْنِي أَوْلَادُهُ) وَهَذَا قَوْلُ عَلِيِّ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَبِهِ أَخَذَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: تَبْطُلُ الْكِتَابَةُ بِمَوْتِ عَبْدٍ وَمَا تَرَكَهُ لِمَوْلَاهُ، وَإِمَامُهُ فِي ذَلِكَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَئِنْ الْمَقْصُودَ مِنَ الْكِتَابَةِ عِتْقُهُ وَقَدْ تَعَذَّرَ اثْبَاتُهُ فَبَطُلَ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يَثْبُتَ بَعْدَ الْمَمَاتِ مَقْصُودًا أَوْ يَثْبُتَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ مُسْتَبَدًّا، لَا وَجْهَ إِلَى الْأَوَّلِ لِعَدَمِ الْمَحَلِّيَّةِ، وَلَا إِلَى الثَّانِي لِنَقْضِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْإِدَاءُ، وَلَا إِلَى الثَّالِثِ لِتَعَذُّرِ الثُّبُوتِ فِي الْحَالِ وَالشَّيْءُ يَثْبُتُ ثُمَّ يَنْتَبِذُ.

وَلَسْنَا أَنَّهُ عَقْدٌ مُعَاوَضَةٍ، وَلَا يَبْطُلُ بِمَوْتِ أَحَدِ الْمُتَعَاوِضِينَ وَهُوَ الْمَوْلَى فَكَذَا بِمَوْتِ الْآخَرِ، وَالْجَمَاعُ بَيْنَهُمَا الْحَاجَةُ إِلَى إِبْقَاءِ الْعَقْدِ لِأَحْيَاءِ الْحَقِّ، بَلْ أَوْلَى لِأَنَّ حَقَّهُ أَكْثَرُ مِنْ حَقِّ الْمَوْلَى حَتَّى لَزِمَ الْعَقْدُ فِي جَانِبِهِ، وَالْمَوْتُ انْقَضَى لِلْمَالِكِيَّةِ مِنْهُ لِلْمَمْلُوكِيَّةِ فَيُزِيلُ حَتَّى تَقْدِيرًا، أَوْ تَسْنِذُ الْحُرِّيَّةِ بِاسْتِدَادِ سَبَبِ الْإِدَاءِ إِلَى مَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَيَكُونُ آدَاءُ خَلْفِهِ

كَأَدَانِيهِ، وَكُلُّ ذَلِكَ مُمَكِّنٌ عَلَى مَا عُرِفَ تَعَامُّهُ فِي الْخَلَائِقَاتِ .

لکھتے اور جب مکاتب فوت ہو جائے اور اس کے پاس مال بھی ہے تو کتابت کا عقد ختم نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے مال سے بدل کتابت کو ادا کیا جاسکتا ہے۔ لہذا اس زندگی کے آخری لمحات میں بھی اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور جو مال فسخ جائے گا وہ اس کے وارثوں کے لئے میراث بن جائے گا۔ اور اس کی اولاد آزاد ہوگی۔ حضرت عہد اللہ بن مسعود اور حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کا فرمان بھی اسی طرح ہے۔ اور ہمارے فقہاء نے بھی اسی کو اپنایا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کتابت باطل ہو جائے گی اور مکاتب حالت خامی میں فوت ہونے والا ہوگا۔ اور اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے آقا کے لئے ہوگا۔ ان کے امام اس موقف میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ کتابت کا مقصد اس کی آزادی ہے جبکہ آزادی کو ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔ پس کتابت باطل ہو جائے گی اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ آزادی کئی احوال سے خالی نہ ہوگی۔ کہ وہ موت کے بعد یا موت سے پہلے یا اس کے بعد حالت حیات کی جانب مضاف ہو کر ثابت ہوگی۔ پہلے کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ محل کا اعدام ہے اور دوسرا بھی ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ شرط یعنی ادا نیگی نہیں پائی جارہی اور تیسری حالت میں ثبوت کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس حالت میں آزادی کا ثبوت ناممکن ہے اور کوئی بھی شئی ہو وہ پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ معاوضے کا عقد ہے اور ایک عائد یعنی آقا کی موت سے باطل نہ ہوگا پس دوسرے کی موت کے سبب بھی باطل نہ ہوگا اور غلام و آقا کے درمیان جامع علت حق کو زندہ کرنے کے لئے عقد کو باقی رکھنے کی ضرورت ہے بلکہ مکاتب کے حق میں عقد کو باقی رکھنا تو زیادہ ضروری ہے کیونکہ مکاتب کا حق آقا کے حق سے زیادہ قوت والا ہے یہاں تک کہ اس کے حق میں عقد لازم ہونے والا ہے۔ اور موت ملکیت کے مقابلے میں مالک ہونے کو زیادہ ختم کرنے والی ہے پس اس کو بطور حکم زندہ سمجھا جائے گا۔ یا پھر ادا نیگی کے سبب کی جانب مضاف ہونے کی وجہ سے آزادی کو موت سے پہلے کی حالت کی جانب مضاف کیا جائے گا اور مکاتب کے نائب کی ادا نیگی اس کی ذاتی ادا نیگی کی طرح ہوگی۔ اور ان میں سے ہر ایک چیز ممکن بھی ہے جس طرح خلائیات میں اس مسئلہ کو بیان کر دیا گیا ہے۔

مکاتب کے بیٹے کا بدل کتابت کو ادا کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً وَتَرَكَ وَلَدًا مَوْلُو ذَا لِي الْكِتَابَةِ سَعَى فِي كِتَابَةِ أَبِيهِ عَلَى نُجُومِهِ فَإِذَا آدَى حَكْمَنَا بِعَتَقِ أَبِيهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَعَتَقِ الْوَلَدَ) لِأَنَّ الْوَلَدَ دَاجِلٌ فِي كِتَابَتِهِ وَكَتَنَهُ كَتَنَهُ لِيُخْلَفُهُ فِي الْآدَاءِ وَصَارَ كَمَا إِذَا تَرَكَ وَفَاءً

(وَإِنْ تَرَكَ وَلَدًا مُشْتَرَى فِي الْكِتَابَةِ قِيلَ لَهُ إِمَّا أَنْ تُؤَدِيَ الْكِتَابَةَ حَالَةً أَوْ تُرَدَّ رَقِيقًا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَأَمَّا عِنْدَهُمَا يُؤَدِّيهِ إِلَى أَجَلِهِ اغْتِبَارًا بِالْوَلَدِ الْمَوْلُودِ فِي الْكِتَابَةِ، وَالْحَامِعُ أَنَّهُ يُكَاتِبُ عَلَيْهِ تَبَعًا لَهُ وَلِهَذَا يَمْلِكُ الْمَوْلَى اغْتِنَاؤَهُ بِخِلَافِ سَائِرِ أَكْسَابِهِ. وَلَا يَبْنِي حَنِيفَةَ

وَهُوَ الْفَرَقُ بَيْنَ الْفَضْلَيْنِ أَنَّ الْأَجَلَ يَثْبُتُ شَرْطًا فِي الْعَقْدِ لِيُثْبِتَ فِي حَقِّ مَنْ دَخَلَ تَحْتَ الْعَقْدِ وَالْمُشْتَرَى لَمْ يَدْخُلْ لِأَنَّهُ لَمْ يُصَفَّ إِلَيْهِ الْعَقْدُ وَلَا يَسْرِي حُكْمُهُ إِلَيْهِ لِانْفِصَالِهِ، بِخِلَافِ الْمَوْلُودِ فِي الْكِتَابَةِ لِأَنَّهُ مُتَّصِلٌ وَقَدْ الْكِتَابَةِ لِيَسْرِيَ الْحُكْمُ إِلَيْهِ وَحَيْثُ دَخَلَ فِي حُكْمِهِ سَعَى لِي نُجُومِهِ

(فَإِنْ اشْتَرَى ابْنُهُ ثُمَّ مَاتَ وَتَرَكَ وَلَدًا وَرِثَهُ ابْنُهُ) لِأَنَّهُ لَمَّا حَكَمَ بِحُرِّيَّتِهِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ يُحَكَّمُ بِحُرِّيَّتِهِ ابْنِهِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ لِأَنَّهُ تَبَعَ لِأَبِيهِ فِي الْكِتَابَةِ لِيَكُونَ هَذَا حُرًّا يَرِثُ عَنْ خَوٍّ (وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ هُوَ وَابْنُهُ مُكَاتِبَيْنِ كِتَابَةً وَاحِدَةً) لِأَنَّ الْوَلَدَ إِنْ كَانَ صَغِيرًا فَهُوَ تَبَعَ لِأَبِيهِ، وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا جُعِلَا كَشَخْصٍ وَاحِدٍ، لِإِذَا حَكَمَ بِحُرِّيَّتِهِ الْآبُ يُحَكَّمُ بِحُرِّيَّتِهِ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ عَلَى مَا مَرَّ.

اور جب مکاتب نے کتابت کی ادائیگی کی مقدار کے برابر مال نہیں چھوڑا مگر کتابت کی حالت میں اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا بقیہ باپ کی کتابت کی اقساط کو محنت کر کے ادا کرے گا۔ اور جب وہ ادا کر دے گا تو اس کے باپ کی موت سے پہلے اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا اور اس لڑکے کی آزادی کا حکم بھی دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لڑکا اپنے باپ کی کتابت میں شامل ہے اور اس کی کمائی باپ کی کمائی کے حکم میں ہے۔ پس بدل کتابت کی ادائیگی میں بیٹا اپنے باپ کا خلیفہ بن جائے گا، اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح مکاتب نے بدل کتابت کی مقدار کے برابر مال چھوڑا ہے۔

اور جب مکاتب نے کتابت کی حالت میں کسی بچے کو خریدا اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بچے سے کہا جائے گا کہ تم فوری طور پر بدل کتابت کو ادا کرو یا پھر غلام بن جاؤ۔ صاحبین کے نزدیک یہ لڑکا بدل کتابت کو ادا کرنے کے وقت پر ہی ادا کرے گا۔ انہوں نے اس مسئلہ کو کتابت پر پیدا ہونے والے بچے پر قیاس کیا ہے۔ اور ان میں جامع علت یہ ہے کہ وہ لڑکا مکاتب پر مکاتب ہے اور وہ اس کے تابع ہے کیونکہ مکاتب کا آقا اس کی آزادی کا مالک ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب مکاتب کی کوئی دوسری کمائی بھی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مدت عقد میں بطور شرط ثابت ہو چکی ہے پس وہ اسی مدت کے حق میں ثابت ہوگی، جو عقد کے تحت داخل ہوگا۔ جبکہ خریدا گیا بچہ عقد میں شامل ہی نہیں ہے، کیونکہ اس کی جانب عقد کو مضاف نہیں کیا جائے گا۔ لہذا اس کی جانب عقد کا حکم بھی منسوب نہ ہوگا۔ کیونکہ عقد کے وقت وہ مکاتب سے الگ ہے۔ بخلاف حالت کتابت میں پیدا ہونے والے بچے کے کیونکہ وہ مکاتب کے ساتھ کتابت کے وقت ملا ہوا ہے۔ پس حکم اس کی جانب اثر انداز ہوگا۔ اور جب وہ حکم عقد میں داخل ہے تو مکاتب کا اس کی اقساط کو ادا کرنے بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

اور جب مکاتب نے اپنے بیٹے کو خریدا اور اس کے بعد بدل کتابت کی مقدار کے برابر اس نے مال چھوڑا اور وہ فوت ہو گیا ہے تو

اس کا وارث ہوگا۔ کیونکہ جب مکاتب کی آخری زندگی میں اس کی آزادی کا فیصلہ کیا گیا ہے تو اس کے بیٹے کی آزادی کا فیصلہ بھی اس وقت سے کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ لڑکا کتابت میں اپنے باپ کے تابع ہے۔ پس یہ بھی آزاد ہوگا۔ اور آزاد باپ کا وارث ہوگا۔ اور یہ حکم اس صورت میں بھی ہوگا۔ اور جب مکاتب اور اس کا بیٹا ایک ہی عقد میں مکاتب بنائے گئے ہیں۔ اس لئے کہ لڑکا چھوٹا ہے اور وہ اپنے باپ کے تابع ہوگا۔ اور جب دو لڑکا بڑا ہے تو اب باپ اور بیٹا دونوں ایک ہی بندے کے حکم میں ہوں گے۔ پس جب باپ کی زندگی کے آخری لمحات میں اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا تو اس کیفیت میں بیٹے کی آزادی کا فیصلہ بھی کر دیا جائے گا جس طرح اس کا بیان پہلے گزر گیا ہے۔

فوت ہونے والے مکاتب کا آزاد عورت سے بیٹا ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَلَهُ وَلَدٌ مِنْ حُرَّةٍ وَتَرَكَ ذَنْبًا وَفَاءً بِمُكَاتَبِيهِ فَجَنَى الْوَلَدَ لِقَضَى بِهِ عَلَى عَاقِلَةِ الْأُمِّ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ قَضَاءً بِعَجْزِ الْمُكَاتَبِ) لِأَنَّ هَذَا الْقَضَاءُ يَقْرُرُ حُكْمَ الْكِتَابَةِ، لِأَنَّ مِنْ قَضَائِهَا الْحَقُّ الْوَلَدَ بِمَوَالِي الْأُمِّ وَابْتِجَابِ الْعَقْلِ عَلَيْهِمْ، لَكِنْ عَلَى وَجْهِ يَحْتَمِلُ أَنْ يُعْتَقَ فَيُنَجَّرَ الْوَلَدُ إِلَى مَوَالِي الْأَبِ، وَالْقَضَاءُ بِمَا يَقْرُرُ حُكْمَهُ لَا يَكُونُ تَعْجِيزًا (وَإِنْ اخْتَصَمَ مَوَالِي الْأُمِّ وَمَوَالِي الْأَبِ فِي وَلَدِهِ فَقَضَى بِهِ لِمَوَالِي الْأُمِّ فَهُوَ قَضَاءٌ بِالْعَجْزِ) لِأَنَّ هَذَا اخْتِلَافٌ فِي الْوَلَدِ مَقْصُودًا، وَذَلِكَ يَتَّبِعُ عَلَى بَقَاءِ الْكِتَابَةِ وَانْتِقَاضِهَا، لِأَنَّهَا إِذَا فُسِّخَتْ مَاتَ عَبْدًا وَاسْتَقَرَّ الْوَلَدُ عَلَى مَوَالِي الْأُمِّ، وَإِذَا بَقِيَتْ وَاتَّصَلَ بِهَا الْإِدَاءُ مَاتَ حُرًّا وَانْتَقَلَ الْوَلَدُ إِلَى مَوَالِي الْأَبِ، وَهَذَا فَضْلٌ مُجْتَهِدٌ فِيهِ فَيَنْفُذُ مَا يُلَاقِيهِ مِنَ الْقَضَاءِ فَلِهَذَا كَانَ تَعْجِيزًا.

اور جب مکاتب فوت ہو گیا ہے اور اس کا ایک بیٹا آزاد عورت سے ہے اور مکاتب نے اتنا قرض ترکہ میں چھوڑا ہے جو اس کے بدل کتابت کے لئے کافی ہے اور اس کے بعد لڑکے نے جنایت کر ڈالی اور اس کی ماں کی عاقلہ پر ارش کا فیصلہ ہوا تو یہ فیصلہ مکاتب کے عجز کے سبب سے نہ ہوگا۔ اور ان پر دیت لازم کی جائے گی۔ مگر یہ اس سبب سے ہے کہ مکاتب میں آزاد ہونے کا احتمال بھی موجود ہے۔ اور مکاتب لڑکے کی دلاء اس کے باپ کے موالی کی جانب جانے والی ہے۔ اور جس چیز مکاتبیت کا فیصلہ پہنچتا ہوتا تھا اس فیصلہ میں کوئی عجز نہ ہوگا۔

اور جب لڑکے کی دلاء کے بارے میں والدین میں اختلاف ہو جائے اور ماں کے موالی کے بارے میں فیصلہ کر دیا جائے تو یہ قضاء بہ عجز ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ اختلاف بہ قصد دلاء میں سے ہے اور دلاء کے باقی رہنے کا دار و مدار کتابت کے باقی رہنے یا فسخ ہونے پر ہے۔ لہذا جب کتابت فسخ ہو گئی ہے تو وہ لڑکا غلام ہو کر فوت ہونے والا ہوگا۔ اور دلاء ماں کے موالی کے لئے باقی رہے گی اور جب کتابت باقی ہے تو اس کے لئے بدل کی ادائیگی ملی ہوئی ہے تو وہ لڑکا آزاد ہو کر فوت ہونے والا ہوگا اور دلاء باپ کے موالی کی

جانب منتقل ہو جائے گی۔ اور یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے پس اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہے وہ نافذ ہونے والا ہوگا پس یہ عجز والی قضاء میں نہ سمجھا جائے گا۔

مکاتب کا آقا کو صدقہ زکوٰۃ کا مال دینے کا بیان

قَالَ (وَمَا آذَى الْمُكَاتِبِ مِنَ الصَّدَقَاتِ إِلَى مَوْلَاهُ ثُمَّ عَجَزَ لَهُوَ طَيَّبَ لِلْمَوْلَى لِتَكْدُلِ الْمَلِكِ) فَإِنَّ الْعَبْدَ يَتَمَلَّكُهُ صَدَقَةٌ وَالْمَوْلَى عَوْضًا عَنْ الْعِتْقِ، وَإِلَيْهِ وَلَقَّتْ الْإِشَارَةُ النَّبَوِيَّةُ فِي حَدِيثِ بَرِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا (هِيَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ) وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا أَبَاحَ لِلْغَنِيِّ وَالْهَاشِمِيِّ، لِأَنَّ الْمُبَاحَ لَهُ يَتَنَازَلُهُ عَلَى مِلْكِ الْمُبِيعِ، وَنَظِيرُهُ الْمُشْتَرَى بِشَرَاءٍ قَاسِدًا إِذَا أَبَاحَ لِغَنِيهِ لَا يَطِيبُ لَهُ وَلَوْ مَلَكَهُ يَطِيبُ، وَلَوْ عَجَزَ قَبْلَ الْإِدَاءِ إِلَى الْمَوْلَى فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ، وَهَذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ ظَاهِرٌ لِأَنَّ بِالْعَجْزِ يَتَكْدُلُ الْمَلِكُ عِنْدَهُ، وَكَذَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ، وَإِنْ كَانَ بِالْعَجْزِ يَتَقَرَّرُ مِلْكُ الْمَوْلَى عِنْدَهُ لِأَنَّهُ لَا خُبْتُ لِي نَفْسِ الصَّدَقَةِ، وَإِنَّمَا الْخُبْتُ لِي فَعَلِ الْإِخْلَافَ لِكُونِهِ إِذَا لَا يَبْه.

وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ لِلْغَنِيِّ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ وَلِلْهَاشِمِيِّ لِرِيبَاةِ حُرْمَتِهِ وَالْإِخْلَافَ لَمْ يَوْجَدْ مِنَ الْمَوْلَى لَقَصَارَ كَتَابِنِ السَّبِيلِ إِذَا وَصَلَ إِلَى وَطَنِهِ وَالْفَقِيرِ إِذَا اسْتَفْنَى وَقَدْ بَقِيَ لِي أَيْدِيهِمَا مَا أَخَذَا مِنَ الصَّدَقَةِ لِأَنَّهُ يَطِيبُ لِهَمَّا، وَعَلَى هَذَا إِذَا أُعْثِقَ الْمُكَاتِبُ وَاسْتَفْنَى يَطِيبُ لَهُ مَا بَقِيَ مِنَ الصَّدَقَةِ لِي يَدِهِ.

اور جب مکاتب نے اپنے آقا کو صدقہ زکوٰۃ کا مال دیا ہے اور وہ مال اس کے آقا کے لئے اس غلام کے عاجز ہونے کے بعد بھی حلال ہوگا۔ اس لئے کہ ملکیت بدلنے والی ہے پس غلام اس کو صدقہ کی حالت میں لینے والا ہے اور آقا آزادی کا بدلہ سمجھ کر لینے والا ہے اور اسی تبدیلی ملکیت کے بارے میں حدیث بریرہ میں اشارہ موجود ہے کہ وہ بریرہ عتق کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے اور یہ اس صورت کے خلاف ہوگا کہ جب فقیر نے کسی غنی یا ہاشمی کے لئے مباح قرار دیا ہے۔ کیونکہ جس کے لئے مباح کیا ہے وہ اس اباحت والے کو ملکیت پر لینے والا ہوگا اور ملکیت اس طرح تبدیل نہ ہوگی کیونکہ یہ چیز ان کے لئے حلال نہیں ہے ہاں البتہ جب خریدار نے اس کو مالک بنا دیا ہے تو وہ مباح ہو جائے گی۔

اور جب مکاتب آقا کو وہ مال دینے سے پہلے ہی عاجز آ گیا ہے تب بھی حکم یہی ہے۔ اور یہ حکم امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک عجز کے سبب سے ملکیت میں تبدیلی آ جاتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کا یہی حکم ہے کیونکہ صدقہ لینا اپنے آپ کو عاجز کرنے والی بات ہے پس مالدار کے لئے بغیر کسی ضرورت کے صدقہ لینا جائز نہ ہوگا اور ہاشمی کے لئے زیادہ عزت و احترام والا ہونے کے سبب سے صدقہ لینا

جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ آقا کی جانب سے لینا نہیں پایا جا رہا ہے۔ لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جس کوئی مسافر جب اپنے وطن میں پہنچ جائے اور فقیر اس سے بے پرواہ ہو جائے اور وصول کردہ مال جو صدقے کا ہے وہ بھی ان کے پاس موجود ہے وہ مال ان کے لئے حلال ہوگا اور مکاتب بھی اس حکم کے مطابق ہے کہ جب اس کو آزاد کر دیا گیا ہے اور وہ مالدار بن گیا ہے تو اب جو اس کے پاس صدقے کا مال ہے وہ اس کے لئے حلال رہے گا۔

آقا کے علم میں غلام کی جنایت کے نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا جَنَى الْعَبْدُ فَكَاتِبُهُ مَوْلَاهُ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْجِنَايَةِ ثُمَّ عَجَزَ فَإِنَّهُ يَدْفَعُ أَوْ يَفْدِي) لِأَنَّ هَذَا مُوجِبٌ جِنَايَةِ الْعَبْدِ فِي الْأَصْلِ وَلَمْ يَكُنْ عَالِمًا بِالْجِنَايَةِ عِنْدَ الْكِتَابَةِ حَتَّى يَصِيرَ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ إِلَّا أَنَّ الْكِتَابَةَ مَانِعَةً مِنَ الدَّفْعِ، فَإِذَا زَالَ عَادَ الْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ (وَكَذَلِكَ إِذَا جَنَى الْمُكَاتَبُ وَلَمْ يَقْضِ بِهِ حَتَّى عَجَزَ) لِمَا بَيَّنَّا مِنْ زَوَالِ الْمَانِعِ (وَأَنْ قُضِيَ بِهِ عَلَيْهِ فِي كِتَابَتِهِ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ ذَنْبٌ يَسَاعُ فِيهِ) لِأَنَّهُ لَا يُنْقَالُ الْحَقُّ مِنَ الرِّقْبَةِ إِلَى قِسْمَتِهِ بِالْقَضَاءِ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَدْ رَجَعَ أَبُو يُوسُفَ إِلَيْهِ، وَكَانَ يَقُولُ أَوْ لَا يَسَاعُ فِيهِ وَإِنْ عَجَزَ قَبْلَ الْقَضَاءِ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ لِأَنَّ الْمَانِعَ مِنَ الدَّفْعِ وَهُوَ الْكِتَابَةُ قَائِمٌ وَقَدْ جَنَى الْجِنَايَةَ، فَكَمَا وَقَعَتْ انْعَقَدَتْ مُوجِبَةً لِلْقِسْمَةِ كَمَا فِي جِنَايَةِ الْمُدَبِّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ.

وَلَنَا أَنَّ الْمَانِعَ قَابِلٌ لِلزَّوَالِ لِلتَّرَدُّدِ وَلَمْ يَثْبُثْ الْإِنْقَالُ فِي الْحَالِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى الْقَضَاءِ أَوْ الرِّضَا وَصَارَ كَالْعَبْدِ الْمَبِيعِ إِذَا أَبْقَى قَبْلَ الْقَبْضِ يَتَوَقَّفُ الْفَسْخُ عَلَى الْقَضَاءِ لِتَرَدُّدِهِ وَاحْتِمَالِ عَوْدِهِ، كَذَا هَذَا، بِخِلَافِ التَّدْبِيرِ وَالْإِسْتِيلَادِ لِأَنَّهُمَا لَا يَقْبَلَانِ الزَّوَالِ بِحَالٍ.

اور جب غلام نے کوئی جنایت کی ہے لیکن آقا کو اس کی جنایت کا پتہ بھی نہیں ہے اور اس نے غلام سے کتابت کا

عقد کر ڈالا ہے اور اس کے بعد مکاتب اس سے عاجز آ گیا ہے تو اس غلام کو جنایت کے اولیاء کے سپرد کر دیا جائے گا۔ یا پھر اس کو فدیہ میں دے دیا جائے گا۔ کیونکہ غلام کی جنایت میں قانون کا تقاضہ یہی ہے۔ اور وقت جنایت سے آقا کو علم نہ ہونے کا فائدہ بھی یہی ہے کہ آقا کو فدیہ دینے کا اختیار نہ ہوگا مگر کتابت غلام کو دور کرنے سے مانع ہوگی۔ لیکن اس کے بارے میں موجب جنایت کا فیصلہ نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ عاجز آنے والا ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ مانع ختم ہو گیا ہے۔

اور جب مکاتب پر کتابت کی حالت میں جنایت کو واجب کرنے کا فیصلہ نہیں کیا گیا ہے اور اس کے بعد وہ عاجز آ گیا ہے تو جو ادا کیا گیا ہے وہی اس کے ذمہ پر بطور قرض ہوگا اور اس قرض میں اس کو بیچ دیا جائے گا کیونکہ فیصلہ کے سبب سے اس کے آقا کا حق رقبہ سے قیمت کی جانب منتقل ہو گیا ہے اور طرفین کا قول اسی طرح ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے بھی اسی جانب رجوع کیا ہے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ اس سے پہلے اس موقف پر قائم تھے کہ اس مکاتب کو جو اس پر قرض دیا گیا ہے اس میں بیچ دیا

جائے گا خواہ وہ قضاء سے یہ قبل عاجز آنے والا ہے۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے، کیونکہ غلامیت سے دور کرنے والی جو چیز روکنے والی تھی یعنی مکاتبت تو وہ بوقت جنایت موجود ہے، پس جنایت اپنے وقت وجود سے ہی قیمت کو واجب کرنے پر واقع ہونے والی ہے۔ جس طرح مدبر اور ام ولد کی جنایت کا حکم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مانع کے ختم ہو جانے کا امکان ہے اس لئے کہ مکاتبت کی حالت شک والی ہے اور اسی حالت میں حالت اصلی سے منتقل ہونا یہ ثابت ہی نہیں ہے۔ پس یہ حکم یا تو قاضی کی قضاء یا مکاتبت کی رضا مندی پر موقوف ہو جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب بیع غلام قبضہ سے پہلے بھاگ کھڑا ہوا ہے تو بیع کو ختم کرنے کا حکم قاضی کی قضاء پر موقوف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی حالت شک والی ہے اور اس کی واپسی کا احتمال بھی موجود ہے اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی ہے جو مدبر اور ام ولد کے خلاف ہے کیونکہ وہ دونوں کسی حالت میں بھی منتقل ہونے کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔

آقا کی موت کے سبب عقد کتابت کے نسخہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلَى الْمُكَاتَبُ لَمْ تَنْفَسَخِ الْكِتَابَةُ) كُنِيَ لَا يُؤَدَّى إِلَى إِبْطَالِ حَقِّ الْمُكَاتَبِ، إِذَا الْكِتَابَةُ سَبَبُ الْحُرِّيَةِ وَسَبَبُ حَقِّ الْمَرْءِ حَقُّهُ (وَقِيلَ لَهُ أَدَّ الْمَالُ إِلَى وَرَثَةِ الْمَوْلَى عَلَى نُجُومِهِ) لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ الْحُرِّيَةَ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ وَالسَّبَبُ انْعَقَدَ كَذَلِكَ لِبَقَايَةِ بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَلَا يَتَغَيَّرُ، إِلَّا أَنَّ الْوَرَثَةَ يَخْلُفُونَهُ فِي الْإِسْتِيفَاءِ (فَإِنْ أَعْتَقَهُ أَحَدُ الْوَرَثَةِ لَمْ يَنْفُذْ عِنْفُهُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُكَاتَبَ لَا يَمْلِكُ بِسَائِرِ أَسْبَابِ الْمِلْكِ فَكَذَا بِسَبَبِ الْوَرَاثَةِ.

وَإِنْ أَعْتَقَهُ جَمِيعًا عَنَقَ وَسَقَطَ عَنْهُ بَدَلُ الْكِتَابَةِ لِأَنَّهُ يَصِيرُ إِبْرَاءً عَنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ فَإِنَّهُ حَقُّهُمْ وَقَدْ جَرَى فِيهِ الْإِرْثُ، وَإِذَا بَرَّ الْمُكَاتَبُ عَنْ بَدَلِ الْكِتَابَةِ يُعْتَقُ كَمَا إِذَا أَبْرَاهُ الْمَوْلَى، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا أَعْتَقَهُ أَحَدُ الْوَرَثَةِ لَا يَصِيرُ إِبْرَاءً عَنْ نَصِيْبِهِ، لِأَنَّا نَجْعَلُهُ إِبْرَاءً اقْتِضَاءً تَصَحُّبًا لِعَتَقِهِ. وَالْعِنَقُ لَا يَنْبُتُ بِإِبْرَاءِ الْبَعْضِ أَوْ إِدَائِهِ فِي الْمُكَاتَبِ لَا فِي بَعْضِهِ وَلَا فِي كُلِّهِ، وَلَا رَجْعَ إِلَى إِبْرَاءِ الْكُلِّ لِحَقِّ بَقَايَةِ الْوَرَثَةِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اور جب کسی مکاتبت کا آقا فوت ہو جائے تو اس کی موت کے سبب کتابت کا عقد نسخہ نہ ہوگا۔ تاکہ اس سے مکاتبت کے حق کو باطل کرنا لازم نہ آئے کیونکہ کتابت آزادی کا سبب ہے اور انسان کے حق کے سبب سے اس کا حق بن جاتا ہے اور مکاتبت سے کہا جائے گا۔ کہ اقساط کے مطابق آقا کے ورثاء کو بدل کتابت ادا کر دے کیونکہ مکاتبت اسی سبب سے آزادی کا حقدار بنا ہے۔ اور آزادی کا سبب بھی اسی طرح منعقد ہوا ہے۔ پس اسی صفت کے ساتھ عقد باقی رہے گا۔ اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ ہاں البتہ بدل وصول کرنے میں ورثاء اس کے خلیفہ ہوں گے۔ اور جب کسی وارث نے اس کو آزاد کر دیا تو اس کی آزادی نافذ نہ ہوگی۔ کیونکہ

آزاد رہے والا اس کا مالک نہیں ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ مکاتب طاعت کے اسباب میں سے غلام نہیں ہوتا پس
دراخت سے اسباب میں سے بھی وہ غلام نہ ہوگا۔ لیکن جب سارے درمائل کو آزاد کریں تو وہ آزاد ہو جائے گا مگر یہ بطور
اقدان ہوگا۔ اور اس سے کتابت کا بدل بھی ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ آزادی یہ بدل کتابت سے بری کرنے والی ہے۔ کیونکہ بدل
انہی کا حق ہے اور وارث اس میں جاری ہوتی ہے۔ پس۔ کاتب بدل کتابت سے بری ہو جائے گا اور وہ آزاد ہو جائے گا۔

اس طرح آقا سے بری کرنے کے سبب وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن جب ایک وارث نے اس کو آزاد کیا ہے تو اب یہ اس کے
دے سے بری نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم اس کی آزادی کو درست قرار دیتے ہوئے آزادی کو برأت کہتے ہیں۔ حالانکہ بعض بدل سے بری
ہونے سے آزادی ثابت نہ ہوگی اور نہ پٹھ بدل کی ادائیگی کے سبب سے پٹھ مکاتبت یا سارے مکاتب میں آزادی ثابت ہوگی۔
کیونکہ ایک کی آزادی کے سبب کل یا سارے سے برأت ممکن نہیں ہے کیونکہ اس میں دوسرے وارثوں کا حق بھی باقی ہے۔ اللہ ہی
سے زیادہ جاننے والا ہے۔

---o---o---o---

کتاب الولاء

﴿یہ کتاب ولاء کے بیان میں ہے﴾

کتاب ولاء کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی مایہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب ولاء کو کتاب مکاتبت کے بعد بیان کرنے کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ اس سے ملکیت رقبہ کے زائل ہونے کا اثر موجود ہے۔ لہذا اس کی ترتیب کو ابواب کی مطابقت کے ساتھ بیان کرنا ضروری تھا تو اس اعتبار سے کتاب ولاء کو مؤخر کرنا لازم تھا تا کہ اثر اپنے مؤثر سے مقدم نہ ہو جائے۔ (مایہ شرح الہدایہ ج ۱۳ ص ۱۲۲ کتاب ولاء ص ۱۱۱ و ۱۱۲)

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان

ولاء عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "و، ل، ی" ہے ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، حلیف، قریبی، حامی اسی سے ولاء کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی، قربت، محبت، نصرت، حمایت۔ جب یہ لفظ ال کے اضافے کے ساتھ الولاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ مومن آدمی کو کس کس سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔ الولاء کا لفظ شرعی اصطلاح میں اس قدر جامع ہے کہ اردو کے کسی ایک لفظ کے ساتھ اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی مشکل ہے ہم نے اس کی ترجمانی کے لیے "دوستی" کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ سرسری تعلقات نہیں جو عارضی مفادات یا بعض دیگر وقتی اسباب کے تابع ہوتے ہیں بلکہ اس دوستی سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سرت خون کی ندیاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس دوستی میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

حق ولاء کے شرعی مأخذ کا بیان

حضرت عائشہ بیمنہ کہتی ہیں کہ ایک دن بیریہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے نواذیہ پر اس شرط کے ساتھ مکاتبت کی ہے کہ ہر سال ایک اذیہ ادا کیا کروں گی لہذا آپ میری مدد کیجئے حضرت عائشہ بیمنہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو یہ پسند ہو کہ میں سب کے سب اذیہ ایک ہی مرتبہ میں انہیں دے دوں اور پھر تجھے آزاد کروں تو ایسا کر سکتی ہوں لیکن اس صورت میں حق ولاء مجھے حاصل ہوگا بیریہ یہ سن کر اپنے مالکوں کے پاس گئی اور ان کے سامنے یہ صورت رکھی مگر انہوں نے اسے نامنظور کر دیا اور کہا کہ ہم صرف اس شرط کے ساتھ تجھے بچہ سکتے ہیں کہ حق ولاء ہمیں حاصل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ بیمنہ سے فرمایا کہ تم اسے لے کر آزاد کرو اس کا حق ولاء تمہیں ہی حاصل ہوگا پھر آپ

سویہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ انکی شیطانی باتیں کرتے ہیں؟ کتاب اللہ میں نہیں ہے یعنی مشروع نہیں ہیں جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگرچہ وہ شیطانی ہوں (یعنی جو شرط ناجائز و نامشروع ہے اسے چاہے کوئی سو بار ہی کیوں نہ عائد کرے۔ وہ باطل ہی رہے گی اور اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی)۔

اور خدا ہی کا حکم سب سے زیادہ اس ائق ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی شرط سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ یعنی بی شرعہ کے معاملات میں خدا نے جو احکام دیئے ہیں بہر صورت ان کی تعمیل ضروری ہے اور خدا نے جو شرائط قرار دی ہیں۔ ان کی کاغذ ضروری ہے اپنی طرف سے عائد کردہ کوئی شرط بھی قابل عمل نہیں ہوگی جان بحق والا ایسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو آزاد ہے۔ (بخاری، صحیح، مجموعہ، ج ۱، صفحہ ۱۰۳)

مکاتبت غلام اور اس کے مالک کے درمیان ایک خاص نوعیت کے معاہدہ کا اصطلاحی نام ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام کا مالک اسے اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ وہ پیسہ کی اتنی مقدار اتنی مدت میں دینی ہوگی غلام اسے قبول و منظور کر لیتا ہے چنانچہ غلام اگر وہ پیسہ کی وہ مقدار اس متعین مدت میں ادا کر لیتا ہے تو اپنے مالک کی غلام سے آزاد ہو جاتا ہے اور اگر وہ مقدار ادا نہیں کرتا تو پھر جوں کا تو اس کی غلامی میں رہتا ہے اس معاملہ کو مکاتبت یا کتابت اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔

ولاء آزاد کرنے کے اس حق کو کہتے ہیں جو غلام کے مالک کو حاصل ہوتا ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنے غلام کو آزاد کرانے اور وہ آزادی ہی کی حالت میں مر جائے اور اپنے پیچھے کچھ مال و اسباب چھوڑ جائے تو اس کے عصبہ نہ ہونے کی صورت میں اس کے تمام مال و اسباب کا حق دار وہی آزاد کرنے والا شخص ہوتا ہے۔ یہی حق ولاء کہلاتا ہے۔

بریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کا نام ہے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آنے سے پہلے ایک یہودی کی عہدیت میں تھی جب انہوں نے اپنے مالکوں سے کتابت کی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ کتابت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ جو چالیس درہم کا ہوتا ہے دیا کروں گی اب میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے اتنا دیدیں جو میں بدل کتابت کے طور پر اپنے مالکوں کو دیدوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو پسند ہو تو میں یہ کر سکتی ہوں کہ انہیں یہ نو اوقیہ یک مشت تمہاری قیمت سے ملو۔ یہ انہیں دیدوں اور تمہیں خرید کر آزاد کر دوں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو تو اسے بیچنا خریدنا جائز ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں تمہاری طرف سے حق ولاء مجھے ہی حاصل ہوگا لیکن جب یہ بات بریرہ کے مالکوں کو پہنچی تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بریرہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرنا چاہتے تھے کہ بریرہ کا حق ولاء ان کو حاصل ہو چونکہ ان کی یہ شرط کہ بریرہ کو خرید کر آزاد تو کریں عائشہ رضی اللہ عنہا اور حق ولاء پہنچے ان و بالکل نادانی کی بات تھی اور شرعی طور پر مطلقاً ناجائز اس سے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اور حدیث میں مذکور ہاتھ دھو کر فرمایا۔

حق ولاء و بیچنا یا اس کو بیہ کرنا ناجائز ہے

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو بیچنے یا اس کو بیہ کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاری، ج ۱، صفحہ ۱۰۳)

یعنی مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا جس کی وجہ سے حق ولاء اس کے لئے ثابت ہو گیا اب اگر وہ یہ چاہے کہ اس حق ولاء کو کسی کے ہاتھ بیچ دے یا کسی کو بیہ کر دے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ولاء کوئی مال نہیں ہے کہ اس کو بیچا یا بیہ کیا جاسکے اس بارے میں تمام علماء کا متفقہ طور پر یہی مسلک ہے۔

یعنی ولاء کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مر جائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیع کرنے یا بیہ کرنے کا رواج تھا۔ شارع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لیے کہ ولاء نسب کی طرح ہے جو کسی طور بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔

ولاء کی فقہی اقسام کا بیان

قَالَ (الْوَلَاءُ نَوْعَانِ) يُنَوَّعُ الْوَلَاءُ بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ إِلَى نَوْعَيْنِ : فَأَلَاؤُ (وَلَاءُ عِتَاقَةٍ وَيُسَمَّى وَلَاءَ نِعْمَةٍ) اِفْتِئَاءُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَإِذَا تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) أَيْ بِالْإِعْتِقَاقِ وَهُوَ زَيْدٌ .

وَسَبَبُهُ الْعِتْقُ عَلَى مُلْكِهِ فِي الصَّحِيحِ، حَتَّى لَوْ عَتَقَ قَرِيبُهُ عَلَيْهِ بِالْوَرَاثَةِ كَانَ الْوَلَاءُ لَهُ . وَوَلَاءُ مُوَالَاةٍ، وَسَبَبُهُ الْعَقْدُ وَلِهَذَا يُقَالُ وَلَاءُ الْعِتَاقَةِ وَوَلَاءُ الْمُوَالَاةِ، وَالْحُكْمُ يُضَافُ إِلَى سَبَبِهِ، وَالْمَعْنَى فِيهِمَا التَّنَاصُرُ، وَكَانَتْ الْعَرَبُ تَتَنَاصَرُ بِأَشْيَاءَ، وَقَرَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَاصُرَهُمْ بِالْوَلَاءِ بِنَوْعِيهِ فَقَالَ : (إِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَخَلِيفَتُهُمْ مِنْهُمْ) وَالْمُرَادُ بِالْخَلِيفِ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يُؤْتِكُونُ الْمُوَالَاةَ بِالْخَلْفِ .

فرمایا اور ولاء کی دو اقسام ہیں۔ (۱) عتاقہ کی ولاء جس کو ولاء نعمت بھی کہتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ آقا کی ملکیت پر آنادی واقع ہو یہاں تک کہ جب کسی بندے پر وراثت کے سبب سے اس کا قریبی رشتے دار آزاد ہو تو اسی آزاد کرنے والے آدمی کو ولاء مل جائے گی۔

(۲) ولاء کی دوسری قسم موالات ہے۔ اور اس کا سبب بھی عقد موالات ہے۔ اور اسلئے وجہ سے ان کو ولاء عتاقہ اور ولاء موالات کہا جاتا ہے۔ اور حکم کو اس کے سبب کی جانب مضاف کیا جاتا ہے۔ اور ان دونوں اقسام کی آپس میں مدد بھی مقصود ہوا کرتی ہے۔ لہذا اہل عرب آپس میں کئی طرق سے مدد کرتے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ولاء کو انہی دو اقسام پر برقرار رکھا ہے۔ اور اس طرح فرمایا ہے کہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام انہی میں سے ہوگا۔ اور ان کا حلیف بھی انہی میں سے ہوتا ہے جبکہ یہاں حلیف سے مراد مولیٰ الموالات ہے۔ کیونکہ اہل عرب قسم کے ذریعے موالات کو پختہ کرنے والے ہیں۔

آزاد کرنے والے کے لئے معتق کی ولاء کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى مَمْلُوكَهُ فَلَاؤُهُ لَهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَلَاءُ لِلْمَنْ

أَعْتَقَ)، وَلَآنَ التَّنَاصُصَ بِهِ لِمَعْقِلِهِ وَقَدْ أَحْيَاهُ مَعْنَى بِإِزَالَةِ الرِّقِّ عَنْهُ لِقِرْنِهِ وَبَصِيرُ الْوَلَاءِ كَالْوَلَادِ، وَلَآنَ النُّصَمُ بِالْعَرَمِ، وَكَذَا الْمَرْأَةُ تَعْتِقُ لِمَا رَوَيْنَا، (وَمَاتَ مُعْتَقٌ لَابْنَةُ حَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْهَا وَعَنْ بِنْتٍ لَجَعَلَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمَالَ بَيْنَهُمَا يَصْفِيَنِ) وَيُسْتَوَى فِيهِ الْإِعْتَاقُ بِمَالٍ وَبِغَيْرِهِ لِإِطْلَاقِ مَا ذَكَرْنَاهُ.

قَالَ (فَإِنْ شَرَطَ أَنَّهُ سَائِبَةٌ فَالْشَّرْطُ بَاطِلٌ وَالْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) لِأَنَّ الشَّرْطَ مُخَالِفٌ لِلنَّصِّ فَلَا يَصِحُّ.

اور جب آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کیا ہے تو آزاد کرنے والے کو یہ آزاد کردہ کی ولاء ملے گی۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے۔ کیونکہ اس کو یہ شرف آزاد کرنے کے سبب سے ملتا ہے پس آقا ہی اس کی دیت کو ادا کرے گا۔ اور آقا نے اس سے غلامی کو ختم کر کے بطور حکم اس کو زندہ کر دیا ہے پس اس کا وارث بھی وہی ہو گا۔ اور ولاء کا حکم اولاد کی طرح ہو گا۔ کیونکہ نفع ضمان کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور آزادی عورت کا حکم بھی اسی طرح ہے اسی حدیث کے سبب سے جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا آزاد کردہ ایک غلام ایک نبی کو چھوڑ کر فوت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ترکہ دونوں کو نصف نصف دیا تھا۔ کیونکہ ولاء کے ثبوت میں مال کے ساتھ آزادی اور غیر مال کے ساتھ آزادی یہ دونوں برابر ہے۔ کیونکہ ہماری استدلال کردہ حدیث مطلق ہے۔ اور جب اس نے یہ شرط بیان کر دی ہے کہ غلام آزاد ہے تو یہ شرط باطل ہوگی اور ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گی۔ کیونکہ اس کی وہ بیان کردہ شرط نص کے خلاف ہے۔ پس وہ درست نہ ہوگی۔

مکاتب کی ولاء کا آقا کے لئے ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا آذَى الْمُكَاتِبُ عَتَقَ وَوَلَاؤُهُ لِلْمَوْلَى وَإِنْ عَتَقَ بَعْدَ مَوْتِ الْمَوْلَى) لِأَنَّهُ عَتَقَ عَلَيْهِ بِمَا بَاشَرَ مِنَ السَّبَبِ وَهُوَ الْكِتَابَةُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ فِي الْمُكَاتِبِ (وَكَذَا الْعَبْدُ الْمُوصَى بِعَتَقِهِ أَوْ بِشَرَايِهِ وَعَتَقَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ) لِأَنَّ فِعْلَ الْوَصِيِّ بَعْدَ مَوْتِهِ كَتَعْلِيلِهِ وَالتَّرَكُّهُ عَلَى حُكْمِ مِلْكِهِ (وَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَ مُدَبَّرُوهُ وَأَمِيَّاتُ أَوْلَادِهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْعَتَاقِ (وَوَلَاؤُهُ لَهُ) لِأَنَّهُ أَعْتَقَهُمُ بِالتَّذْيِيرِ وَالِامْتِلَادِ.

(وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمَةٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ) لِمَا بَيَّنَّا فِي الْعَتَاقِ (وَوَلَاؤُهُ لَهُ) لِوُجُودِ السَّبَبِ وَهُوَ الْعَتَقُ عَلَيْهِ

اور جب مکاتب نے کتابت کا بدلہ ادا کر دیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور ولاء اس کے آقا کو ملے گا۔ خواہ وہ

تو کن موت کے بعد آزاد ہوا ہے اس لئے کہ مکاتب سائتہ عقد کے سبب آزاد ہونے والا ہے اور مکاتب میں ہونے والے

بیان کر دیا ہے۔

اور اسی طرح جب کسی غلام موسیٰ کی ولایت آقا کی موت کے بعد کسی غلام کو خریدنے یا اس کو آزاد کرنے کی وصیت کی گئی ہے اور اس کی ولایت بھی اس فوت ہونے والے آقا کو ملے گی۔ کیونکہ آقا کی موت کے بعد وہی کامل یہ آقا کے عمل کے ختم میں ہے۔ اور ترک بھی اسی کی وصیت پر باقی رہنے والا ہے۔

اور جب آقا فوت ہو جائے تو اس کے مدبر اور امہات اولاد یہ سب آزاد ہو جائیں گے۔ اسی دلیل کے سبب سے جس ہم کتاب عقاق میں بیان کر آئے ہیں۔ اور ان سب کی ولایت آقا کو ملے گی۔ کیونکہ آقا ہی اس کو تدبیر اور استیلا کے سبب سے آزاد کرنے والا ہے۔

اور جو شخص ذی رحم محرم کا مالک بنا ہے تو وہ مملوک اس کے مالک بننے کے سبب سے آزاد ہو جائے اسی دلیل کے سبب سے جس ہم کتاب عقاق میں بیان کر آئے ہیں۔ اور مملوک کی ولایت مالک کو ملے گی کیونکہ اس کی آزادی ولایت کے سبب پر پائی گئی ہے۔

دوسرے کی باندی سے نکاح کرنے کا بیان

(وَإِذَا تَزَوَّجَ عَبْدٌ رَجُلًا أُمَّةً لِأَخَرٍ فَأَعْتَقَ مَوْلَى الْأُمِّةِ الْأُمِّةَ وَهِيَ حَامِلٌ مِنَ الْعَبْدِ عَتَقَتْ وَعَتَقَ حَمْلُهَا، وَوَلَاءُ الْحَمْلِ لِمَوْلَى الْأُمِّ لَا يَنْتَقِلُ عَنْهُ أَبَدًا) لِأَنَّهُ عَتَقَ عَلَى مُعْتَقِ الْأُمِّ مَقْصُودًا إِذَا هُوَ جُزْءٌ مِنْهَا يَقْبَلُ الْإِعْتَاقَ مَقْصُودًا فَلَا يَنْتَقِلُ وَلَاؤُهُ عَنْهُ عَمَلًا بِمَا رَوَيْنَا (وَكَذَلِكَ إِذَا وَلَدَتْ وَلَدًا لِأَقْلٍ مِنْ بَيْتَةِ أَشْهُرٍ) لِلسَّيْقِنِ بِقِيَامِ الْحَمْلِ وَقَدْ أُلْغِيَ (أَوْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ أَحَدُهُمَا لِأَقْلٍ مِنْ بَيْتَةِ أَشْهُرٍ) لِأَنَّهُمَا تَوَآمَانِ يَتَعَلَّقَانِ مَعًا.

وہذا بخلاف ما إذا وَاَلَتْ رَجُلًا وَهِيَ حُبْلَى وَالزَّوْجُ وَالْيَ غَيْرُهُ حَيْثُ يَكُونُ وَلَاءُ الْوَلَدِ لِمَوْلَى الْأَبِ لِأَنَّ الْجَنِينَ غَيْرُ قَابِلٍ لِهَذَا الْوَلَاءِ مَقْصُودًا، لِأَنَّ تَمَامَهُ بِالْإِجَابِ وَالْقَوْلِ وَهُوَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لَهُ.

قَالَ (فَبِإِنْ وَلَدَتْ بَعْدَ عِتْقِهَا لِأَكْثَرٍ مِنْ بَيْتَةِ أَشْهُرٍ وَلَدًا قَوْلًا لَوْلَا لِمَوْلَى الْأُمِّ) لِأَنَّهُ عَتَقَ تَبَعًا لِلْأُمِّ لَا تَصَالِيَهُ بِهَا بَعْدَ عِتْقِهَا فَيُتَبَعُ فِي الْوَلَاءِ وَلَمْ يَتَقَنَّ بِقِيَامِهِ وَقَدْ أُلْغِيَ حَتَّى يَغْتَقِ مَقْصُودًا.

اور جب کسی بندے کے غلام نے دوسرے آدمی کی باندی کے ساتھ نکاح کیا ہے اور باندی کو اس کے آقا نے آزاد

کر دیا ہے حالانکہ وہ اسی غلام سے حاملہ ہے تو اس باندی کے ساتھ اس کا حمل بھی آزاد ہو جائے گا۔ اور حمل کی ولایت اس ماں کے آقا کے لئے ہوگی اور وہ اس سے کسی طرح بھی منتقل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ حمل ایک مقصد ہوتے ہوئے ماں کو آزاد کرنے پر ہوا ہے۔ اور حمل

ماں کا حصہ ہے اور یہ قصد آزادی کو قبول کرنے والا ہے پس ہماری روایت کردہ حدیث کے مطابق اس حمل کی ولادت آزاد کرنے والے کی ماں سے منتقل نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب اس نے چھ ماہ سے ممدت میں بچے کو جنم دیا ہے اور آزادی کے وقت حمل ہونے کا بھی یقین ہے یا پھر اس نے دو بچوں کو جنم دیا ہے اور ان میں سے ایک چھ ماہ کی مدت سے بھی ممدت میں پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جزوے بچے ہیں۔ اور اسٹھے پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے جب باندگی نے حاملہ ہونے کی حالت میں کسی بندے سے موالات کا عقد کیا ہے اور خاوند نے کسی دوسرے سے موالات کیا ہے تو اب بچے کی ولادت باپ کے آقا کے لئے ہوتی۔ کیونکہ جنین بطور ارادہ اس کی ولادت کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ولادت کا پورا ہونا یہ ایجاب و قبول کے موقوف ہے اور جنین اس کا محل نہیں ہے

اور جب آزادی کے بعد چھ ماہ کی مدت کے بعد اس باندگی نے ایک بچے کو جنم دیا ہے تو اس کی ولادت ماں کے آقا کے لئے ہوگی۔ کیونکہ وہ بچہ ماں کے تابع ہوتے ہوئے آزاد ہوا ہے کیونکہ ماں کی آزادی کے بعد وہ بچہ ماں سے ملنے والا ہے۔ پس ولادت بھی اسی کے تابع ہوگی۔ اور اعتراف کے وقت بھی اس بچے کے موجود ہونے کا یقین نہیں ہے کیونکہ وہ بطور مقصد بن کر آزاد ہونے والا ہے۔

باپ کے آزاد کرنے کے سبب بچے کی ولادت کا بیان

(فَإِنْ أُعْتِقَ الْآبُ جَرَّ وَلَاءَ ابْنِهِ وَانْتَقَلَ عَنْ مَوَالِي الْأُمِّ إِلَى مَوَالِي الْآبِ، لِأَنَّ الْعِتْقَ قَاهُنَا فِي الْوَلَدِ يَنْبُتُ تَبْعًا لِلْأُمِّ، بِخِلَافِ الْأَوَّلِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْوَلَاءَ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كُلُّحِمَةٍ النَّسَبُ لَا يَبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ) ثُمَّ النَّسَبُ إِلَى الْأَبَاءِ فَكَذَلِكَ الْوَلَاءُ وَالنِّسْبَةُ إِلَى مَوَالِي الْأُمِّ كَانَتْ لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ الْآبِ صَرُورَةً، فَإِذَا صَارَ أَهْلًا عَادَ الْوَلَاءُ إِلَيْهِ، كَوَلَدِ الْمُتَلَاعِنَةِ يُنْسَبُ إِلَى قَوْمِ الْأُمِّ صَرُورَةً، فَإِذَا أَكْذَبَ الْمُتَلَاعِنُ نَفْسَهُ يُنْسَبُ إِلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أُعْتِقَتْ الْمُعْتَدَّةُ عَنْ مَوْتٍ أَوْ طَلَاقٍ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لَاقٍ مِنْ سَتْنَيْنِ مِنْ رَفِئِ الْمَوْتِ أَوْ الطَّلَاقِ حَيْثُ يَكُونُ الْوَلَدُ مَوْلَى لِمَوَالِي الْأُمِّ وَإِنْ أُعْتِقَ الْآبُ لَسَعْدَرِ إِضَافَةِ الْعُلُوقِ إِلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالطَّلَاقِ الْبَاطِنِ لِحُرْمَةِ الْوَطْءِ وَبَعْدَ الطَّلَاقِ الرَّجْعِيِّ لِمَا أَنَّهُ يَصِيرُ مُرَاجِعًا بِالشَّكِّ فَاسْنَدَ إِلَى حَالَةِ النِّكَاحِ فَكَانَ الْوَلَدُ مَوْجُودًا عِنْدَ الْإِعْتِقَاقِ فَعَتَقَ مَقْصُودًا

اور جب باپ نے آزاد کر دیا ہے تو وہ اپنے بیٹے کی ولادت کو حاصل کرنے والا ہوگا اور ولادت ماں کے آقاؤں سے باپ کے آقاؤں کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس حالت میں ماں کے تابع ہو کر بچے میں ولادت ثابت ہوتی ہے یہ خلاف صورت اول کے کیونکہ یہ حکم تو اس سبب سے ہے کہ ولادت نسب کے حکم میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ولادت نسب کی قرابت کی طرح ایک قرابت سے۔

جس کو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بہہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ نہ ہی مورد ثبوت ہوتا ہے۔ جبکہ نسب آباء سے ثابت ہونے والا ہے پس ولہ بھی آباء ثابت ہوگی۔ اور باپ کے اہل نہ ہونے کے سبب سے ضرورت کے پیش نظر ماں کے آقاؤں کی جانب ولہ کو منسوب کیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ جب باپ ولہ کا اہل بن گیا ہے تو ولہ اس کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ جس طرح لعان کرنے پر بچے کو ضرورت کی بناء پر والدہ کی قوم کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے۔ مگر جب ملاعن اپنے آپ کی تکذیب کر دیتا ہے تو پھر بچہ اسی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب معتدہ موت یا طلاق کے سبب سے آزاد ہوگئی ہے اور اس موت یا طلاق کے وقت سے دو سال کم میں اس نے ایک بچے کو جنم دیا ہے تو وہ بچہ ماں کے آقاؤں کا ہوگا۔ خواہ باپ آزادی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ موت کے بعد علق کو منسوب کرنا ممکن نہیں ہے جبکہ طلاق بائنہ کے بعد کی جانب بھی اس کو منسوب کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ بائنہ طلاق کے بعد وطی کرنا حرام ہے اور طلاق رجعی کے بعد بھی منسوب کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ رجوع کرنے والا بنا تو ہے لیکن شک کے ساتھ رجوع کرنے والا ہے۔ پس اس علق کو حالت نکاح کی جانب منسوب کر دیا جائے گا۔ کیونکہ آزادی کے وقت لڑکا موجود تھا پس وہ بھی مقصود بنتے ہوئے آزاد ہوا ہے۔

معتدہ کا نکاح غلام سے بچے کو جنم دینے کا بیان

(وَلِی السَّامِعِ الصَّغِيرِ وَإِذَا تَزَوَّجَتْ مُعْتَقَةً بَعْدَ فَوَلَدَتْ أَوْ لَدَا فَبَنَى الْأَوْلَادَ لِعَقْلِهِمْ عَلَى مَوَالِی الْأُمِّ) لَا تَنْهَمُ عَنْقُوا تَبَعًا لِأُمِّهِمْ وَلَا عَاقِلَةً لِأَبِیْهِمْ وَلَا مَوْلَى، فَالْحَقُّ بِمَوَالِی الْأُمِّ ضَرُورَةٌ كَمَا فِی وَلَدِ الْمُلَاعِنَةِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا (فَإِنْ أُعْطِيَ الْآبُ جَرًّا وَلَاءَ الْأَوْلَادِ إِلَى نَفْسِهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَلَا يَرْجِعُونَ عَلَى عَاقِلَةٍ الْآبِ بِمَا عَقَلُوا) لَا تَنْهَمُ حِينَ عَقَلُوهُ كَانَ الْوَلَاءُ ثَابِتًا لَهُمْ، وَإِنَّمَا يَنْبُتُ لِلْآبِ مَقْصُودًا لِأَنَّ سَبَبَهُ مَقْصُودٌ وَهُوَ الْعَقْلُ، بِخِلَافِ وَلَدِ الْمُلَاعِنَةِ إِذَا عَقَلَ عَنْهُ قَوْمُ الْأُمِّ لَمْ أَكْذَبَ الْمُلَاعِنُ نَفْسَهُ حَيْثُ يَرْجِعُونَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النَّسَبَ هُنَاكَ يَنْبُتُ مُسْتَبْدًا إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ وَكَانُوا مَجْبُورِينَ عَلَى ذَلِكَ فَيَرْجِعُونَ.

اور جامع صغیر میں ہے کہ جب باندی آزاد ہونے والی نے کسی غلام کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس نے کئی بچوں کو جنم دیا ہے اور لڑکوں نے کوئی جنایت کر ڈالی ہے تو ان کی دیت ماں کے آقاؤں پر ہوگی۔ کیونکہ وہ سارے اپنے والدہ کے تابع ہو کر آزاد ہونے والے ہیں۔ اور ان کے باپ کی نہ کوئی عاقلہ ہے اور نہ ہی آقا ہیں۔ پس ضرورت کے سبب سے والدہ کے آقاؤں پر ہوگی۔ جس طرح ملاعنہ کے بچے کا حکم ہے جس طرح ہم بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد جب باپ بھی آزاد ہو چکا ہے اور وہ ولہ کی ولہ کو اپنی جانب لے جانے والا ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

اور والدہ کی عاقلہ ادا کردہ مال عقل کو باپ کی عاقلہ سے واپس نہ سکے گی۔ کیونکہ جب انہوں نے دیت ادا کی ہے اس وقت

ان کے لئے ولایت ثابت تھی۔ جبکہ باپ کے لئے ولایت آزادی کے عصر میں جا کر کہیں ثابت ہوئی ہے لہذا اس کے حق میں دیت کے ثبوت کا سبب قاصر ہے۔ یہ خلاف ملاعتہ بیچ کے کیونکہ ماں کی عاقلہ نے اگر اس کی دیت ادا کر دی ہے اور اس کے بعد ملاعتہ نے اپنے آپ کی تکذیب کر دی ہے تو والدہ کی قوم کی عاقلہ باپ سے دیت میں دیئے گئے مال کو واپس لیں گے۔ کیونکہ وہاں ملوک وقت کی جانب منسوب ہو کر نسب ثابت ہوا ہے اور والدہ کی قوم دیت کی ادائیگی میں مجبور ہے پس ان کو باپ سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

عمی کا آزاد کردہ عرب کی عورت سے شادی کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ تَزَوَّجَ مِنَ الْعَجَمِ بِمُعْتَقَةٍ مِنَ الْعَرَبِ فَوَلَدَتْ لَهُ أَوْلَادًا) فَوَلَاءُ أَوْلَادِهَا لِمَوَالِبِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: حُكْمُهُ حُكْمُ أَبِيهِ، لِأَنَّ النَّسَبَ إِلَى الْآبِ كَمَا إِذَا كَانَ الْآبُ عَرَبِيًّا، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْآبُ عَبْدًا لِأَنَّهُ هَالِكٌ مَعْنَى.

وَلَهُمَا أَنْ وَلَاءُ الْعَتَاqَةِ قَوِيٌّ مُعْتَبَرٌ فِي حَقِّ الْأَحْكَامِ حَتَّى أُغْتَبِرَتْ الْكَفَاءَةُ لَهُ، وَالنَّسَبُ فِي حَقِّ الْعَجَمِ ضَعِيفٌ لِأَنَّهُمْ ضَعُفُوا أَنْسَابَهُمْ وَلِهَذَا لَمْ تُغْتَبَرِ الْكَفَاءَةُ لِمَا بَيْنَهُمْ بِالنَّسَبِ، وَالْقَوِيُّ لَا يُعَارِضُهُ الضَّعِيفُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْآبُ عَرَبِيًّا لِأَنَّ النَّسَبَ الْغَرَبَ قَوِيَّةٌ مُعْتَبَرَةٌ فِي حُكْمِ الْكَفَاءَةِ وَالْعَقْلِ، كَمَا أَنَّ تَنَاصُرَهُمْ بِهَا فَاعْتُشِرَ عَنْ الْوَلَاءِ.

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: الْخِلَافُ فِي مُطْلَقِ الْمُعْتَقَةِ وَالْوَضْعُ فِي مُعْتَقَةِ الْعَرَبِ وَقَعَ اتِّفَاقًا (وَلِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: نَبَطِيٌّ كَافِرٌ تَزَوَّجَ بِمُعْتَقَةٍ كَافِرَةٍ ثُمَّ أَسْلَمَ النَّبَطِيُّ وَوَالِيَ رَجُلًا لَهُ وَلَدَتْ أَوْلَادًا. قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ: مَوَالِيَهُمْ مَوَالِي أُمَمِهِمْ).

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: مَوَالِيَهُمْ مَوَالِي أَبِيهِمْ) لِأَنَّ الْوَلَاءَ وَإِنْ كَانَ أضعَفَ فَهُوَ مِنْ جَانِبِ الْآبِ فَصَارَ كَالْمَوْلُودِ بَيْنَ وَاحِدٍ مِنَ الْمَوَالِي وَبَيْنَ الْعَرَبِيَّةِ. وَلَهُمَا أَنْ وَلَاءُ الْمَوَالَاةِ أضعَفُ حَتَّى يَقْبَلَ الْفَسْخُ، وَوَلَاءُ الْعَتَاqَةِ لَا يَقْبَلُهُ، وَالضَّعِيفُ لَا يَظْهَرُ فِي مُقَابَلَةِ الْقَوِيِّ، وَإِنْ كَانَ الْآبُ أَوْ مَعْتَقِينَ فَالنَّسَبُ إِلَى قَوْمِ الْآبِ لِأَنَّهُمَا اسْتَوَيَا، وَالتَّرْجِيحُ لِجَانِبِهِ لِشَهَادَةِ النَّسَبِ أَوْ لِأَنَّ النُّصْرَةَ بِهِ أَكْثَرُ.

اور جب کسی عجمی شخص نے کسی عربی کی آزاد کردہ عورت کے ساتھ شادی کی ہے اور اس سے اولاد ہوئی ہے۔ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی اولاد کی ولایت والدہ کے آقاؤں کے لئے ہوگی۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح

ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اولاد کا حکم ان کے باپ کی طرح ہوگا۔ کیونکہ نسب باپ سے چلنے والا ہے جس طرح جب عربی باپ ہے تو والدہ کے موالی کو نہ ملے گی۔ یہ خلاف اس حالت کے کہ جب باپ غلام ہے۔ کیونکہ غلام حکمی طور پر فوت شدہ کے حکم میں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جب ولائے عتاقہ ایک مضبوط چیز ہے اور احکام کے بارے میں اس کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس میں کفالت کا اعتبار بھی ہوتا ہے جبکہ عجمیوں کے حق میں نسب کا معاملہ کمزور ہے کیونکہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر دیئے ہیں کیونکہ ان کے درمیان نسب کے سبب سے کفالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور کوئی ضعیف قوی سے معارضہ کرنے والا نہیں ہوتا یہ خلاف اس صورتہ کے کہ جب باپ نسب کے اعتبار سے عربی ہے۔ کیونکہ اہل عرب کے نسب مستحکم ہیں۔ اور کفالت و دیت کے بارے میں اہل عرب کا اعتبار بھی کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا عناصر نسبوں کے سبب سے ہوتا ہے اور نسبوں سے عناصر نے ان کو دلاء سے بے پرواہ کر دیا ہے۔

مصنف جی نے کہا ہے کہ یہاں جو اختلاف ہے وہ مطلق طور پر آزاد کردہ باندی کے بارے میں ہے جبکہ امام قدوری علیہ الرحمہ بے معتد کو عرب کے ساتھ ملا دیا ہے اور ان کی یہ وضع اتفاقی ہے۔

جید معصوم میں ہے کہ ایک بھٹی کا فر بنے کسی قوم کی آزاد کردہ سے شادی کی ہے اس کے بعد وہ بھٹی مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے کسی پتہ سے مولات کا عقد کیا ہے اور اس کے بعد معتد سے اس کی اولاد ہوئی ہے تو طرفین نے یہ کہا ہے کہ اس اولاد کی دلاء مالک انسان کے آقا ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان کے باپ موالی ان کے موالی ہوں گے کیونکہ خواہ وہ ضعیف ہیں مگر وہ باپ کی جانب سے ہیں اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی عجمی اور آزاد عربی عورت کے درمیان پیدا ہونے والا بچہ ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ مولات کی دلاء کمزور ہوتی ہے کیونکہ وہ فتح کو قبول کرنے والی ہے جبکہ ولائے عتاقہ یہ فتح کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔ اور قوی کے سامنے کمزور کی کیا اوقات ہے۔

اور جب پلیدین دونوں معق ہیں تو بچہ باپ کی قوم کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ کیونکہ ماں باپ دونوں برابر ہیں اور باپ کی جانب کو ترجیح اس سبب سے دی جائے گی کیونکہ دلاء نسب کے مشابہ ہے یا پھر اس سبب سے کہ باپ کی قوم سے مدد زیادہ ملنے والی ہے۔

ولائے عتاقہ کا سبب عصب بننے کا بیان

قَالَ (وَوَلَاءُ الْعَتَاqَةِ تَعْصِبُ وَهُوَ أَحَقُّ بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِّلَّذِي اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ هُوَ أَخُوكَ وَمَوْلَاكَ، إِنْ شَكَرَكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهِ وَشَرٌّ لَّكَ، وَإِنْ كَفَرَكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ وَشَرٌّ لَّهِ، وَلَوْ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ وَإِذَا كُنْتَ أَنْتَ عَصَبَةً) (وَوَرَثَ ابْنَةُ

خَمَزَةٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى سَبِيلِ الْعَصُوبَةِ مَعَ قِيَامِ وَارِثٍ) وَإِذَا كَانَ عَصَةٌ تَقْدَمُ عَلَى ذَوِي الْأَرْحَامِ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (فَإِنْ كَانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَهُوَ أَوْلَى مِنَ الْمُعْتَقِ)، لِأَنَّ الْمُعْتَقَ آخِرُ الْعَصَبَاتِ، وَهَذَا لِأَنَّ قَوْلَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَلَمْ يَتْرُكْ وَارِثًا) قَالُوا: الْمُرَادُ مِنْهُ وَارِثٌ هُوَ عَصَبَةٌ بِدَلِيلِ الْحَدِيثِ الثَّانِي فَتَأَخَّرَ عَنْ الْعَصَبَةِ ذُوْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ.

اور دلائے عبا کے سبب سے انسان عصب بن جاتا ہے اور وہ پھوپھی اور خالہ کی نسبت زیادہ حقدار بنتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک غلام کو خرید کر آزاد کرنے والے بندے سے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ تیرا دینی بھائی ہے اور آقا ہے اور اگر وہ تجھ کو بدلے دے دیتا ہے تو وہ اس کے حق میں اچھا ہوگا جبکہ تیرے لئے بہتر نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ تیری ناشکری کرتا ہے تو تیرے بہتر ہوگا۔ اور اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

اور جب کوئی بندہ وارث چھوڑے بغیر فوت ہو جائے تو تم اس کے عصب بن جاؤ گے۔ اور نبی کریم ﷺ نے عصب ہونے کے سبب سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو میراث دلوائی تھی۔ حالانکہ وارث بھی موجود تھے۔ اور جب موالی عبا ہوگا تو اس کو ذوالارحام پر تقدم حاصل ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ اور جب معتق کا کوئی نسبی عصب ہے تو اس کو معتق پر تقدم حاصل ہوگا۔ کیونکہ معتق سب سے آخری عصب ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کہ جس نے کوئی وارث نہ چھوڑا اس سے مشائخ فقہاء نے عصب وارث مراد لیا ہے۔ کیونکہ اس پر دوسری حدیث دلیل ہے۔ پس معتق عصب نسبی سے مؤخر ہوگا مگر ذوالارحام سے مؤخر نہ ہوگا۔

نسبی عصب کا معتق سے اولیٰ ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ لِلْمُعْتَقِ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَهُوَ أَوْلَى) لِمَا ذَكَرْنَا (وَأَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَصَبَةٌ مِنَ النَّسَبِ فَمِيرَاثُهُ لِلْمُعْتَقِ) تَأْوِيلُهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ صَاحِبُ فَرَضٍ ذُو حَالٍ، أَمَّا إِذَا كَانَ فَلَهُ الْبَاقِي بَعْدَ فَرَضٍ لِأَنَّهُ عَصَبَةٌ عَلَى مَا رَوَيْنَا، وَهَذَا لِأَنَّ الْعَصَبَةَ مَنْ يَكُونُ التَّنَاصُرُ بِهِ لِنِسْبِ الْيَسْبَةِ وَبِالْمَوَالِي الْإِنْتِصَارُ عَلَى مَا مَرَّ وَالْعَصَبَةُ تَأْخُذُ مَا يَبْقَى

اور جب معتق کا نسبی عصب موجود ہے تو وہ معتق سے آزاد ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب معتق کا نسبی عصب نہ ہو تو اب اس کی میراث معتق کو ملے گی۔ اور متن میں بیان کردہ کی تاویل یہ ہے کہ وہ حکم اس وقت ہوگا کہ جب معتق کے اصحاب فرائض میں سے کوئی حال والا نہ ہو۔ اور اگر کوئی ایسا وارث حقدار ہے تو صاحب فرض کے لینے سے بعد جو بچ جائے گا۔ وہ معتق کا ہوگا۔ کیونکہ معتق عصب ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ عصب ہونے والا اس کے ساتھ خاندان اور قبیلہ کے سبب سے مدد ہوتی ہے اور موالی میں بھی باہمی مدد ہوتی ہے جس طرح اس کا بیان کر رہے ہیں اور

بچہ ہوا ترکہ عصبہ ہی لیتا ہے۔

آقا کے بعد معتق کی موت پر حقدار میراث کا بیان

(فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى ثُمَّ مَاتَ الْمُعْتَقُ لِمِيرَاثِهِ لِنِسْبَةِ الْمَوْلَى دُونَ بَنَاتِهِ)، وَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ أَوْ أَعْتَقْنَ أَوْ كَاتِبْنَ أَوْ كَاتِبَ مَنْ كَاتِبَ بِهَذَا اللَّفْظِ وَرَدَ الْحَدِيثُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ آخِرُهُ (أَوْ جَرَّ وَلَا عَمَقَيْنِ) وَصُورَةُ الْجَرِّ قَدْ مَسَاهَا، وَلَئِنْ لُتَّ الْمَالِكِيَّةُ وَالْقَوَّةُ لِي الْمَعْنَى مِنْ جِهَتِهَا فَيُنْسَبُ بِالْوَلَاءِ إِلَيْهَا وَيُنْسَبُ إِلَيْهَا مَنْ يُنْسَبُ إِلَى مَوْلَاهَا، بِخِلَافِ النَّسَبِ لِأَنَّ سَبَبَ النِّسْبَةِ فِيهِ الْفِرَاشُ، وَصَاحِبُ الْفِرَاشِ إِنَّمَا هُوَ الزَّوْجُ، وَالْمَرْأَةُ مَمْلُوكَةٌ لَا مَالِكِيَّةٌ، وَلَيْسَ حُكْمُ مِيرَاثِ الْمُعْتَقِ مَقْصُورًا عَلَى بَنِي الْمَوْلَى بَلْ هُوَ لِعَصَبَتِهِ الْأَقْرَبِ فَلَا اقْرَبُ، لِأَنَّ الْوَلَاءَ لَا يُورَثُ وَيَخْلُفُهُ لِيهِ مَنْ تَكُونُ النُّصْرَةُ بِهِ، حَتَّى لَوْ تَرَكَ الْمَوْلَى أَبَا وَابْنًا فَالْوَلَاءُ لِلابْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ لِأَنَّهُ أَقْرَبُهُمَا عُصْبَةً، وَكَذَلِكَ الْوَلَاءُ لِلْجَدِّ دُونَ الْإِخْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ لِي الْعُصْبَةِ عِنْدَهُ.

وَكَذَا الْوَلَاءُ لِلابْنِ الْمُعْتَقَةِ حَتَّى يَرْتَهُ دُونَ أَخِيهَا لِمَا ذَكَرْنَا، إِلَّا أَنَّ عَقْلَ جِنَايَةِ الْمُعْتَقِ عَلَى أَخِيهَا لِأَنَّهُ مِنْ قَوْمِ أَبِيهَا وَجِنَايَتُهُ كَجِنَايَتِهَا

اور جب آقا کی وفات کے بعد معتق فوت ہوا ہے تو اس کی میراث معتق کے بیٹوں کو ملے گی اور اس کی بیٹیوں کو نہ ملے گی۔ کیونکہ عورتوں کے صرف معتق یا معتق کے معتق کی یا مکاتب کے مکاتب کی ولا ملتی ہے۔ اور حدیث بھی ایسے ہی الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اور اس حدیث کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے یا پھر ان کے معتق نے ولا کو اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔ اور ولا کو اپنی جانب لے جانے کے حکم کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ معتق میں معتقہ اور مالکین کی جانب سے مالک ہونے والا ہے اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔ پس ولا کے متعلق معتق اپنی معتقہ کی جانب منسوب ہوگا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اس کا وارث بھی وہی بنے گا اور اس کے معتق کی جانب منسوب ہوگا اس کا تعلق بھی معتق کے ذریعے سے اسی معتقہ کی جانب ہوگا یہ خلاف نسب کے کیونکہ نسب کی جانب منسوب ہونے کا سبب فراش ہے اور فراش کا مالک خاوند ہے عورت نہیں ہوگی۔ کیونکہ عورت تو مملوکہ ہے وہ مالکین نہیں ہے اور معتق کی میراث کا حکم آقا کے بیٹوں تک محدود نہ ہوگا بلکہ قریبی در در قریبی کے حساب سے یہ میراث آقا کے عصبہ کو ملے گی۔ کیونکہ ولا میں میراث چھیننے والی نہیں ہے اور ولا میں دو آدمی آقا کا نائب بنے گا جس سے تصرف ثابت ہوگا یہاں تک کہ جب آقا نے بیٹا اور باپ کو چھوڑا ہے تو طریق کے نزدیک ولا بیٹے کو ملے گی۔ کیونکہ بیٹا باپ سے زیادہ قریب عصبہ ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اسی طرح دادا کو ولا ملے گی اور اگر بھائی ہے تو اس کو ولا نہ ملے گی کیونکہ امام صاحب یہ

الرحمہ کے نزدیک دادا بھائی سے حق ولاء میں زیادہ قریبی ہے اسی طرح معتقہ کے بیٹے کو ولاء ملے گی اور معتق کا وارث بھی وہی ہوگا۔ جبکہ بھائی وارث نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کرائے ہیں۔ مگر معتق کی جنایت کی دیت معتقہ کے بھائی پر ہوگی۔ کیونکہ بھائی اس کے باپ کی برادری کا شخص ہے۔ اور معتق کی جنایت معتقہ کی جنایت جیسی ہے۔

صلبی اولاد کا زیادہ قریب ہونے کا بیان

(وَلَوْ تَرَكَ الْمَوْلَى ابْنًا وَأَوْلَادَ ابْنِ آخَرَ) مَعْنَاهُ ابْنِي آخَرَ (فَمِيرَاثُ الْمُتَّقِينَ لِلْإِنِّ ذُوْنِ نَسَبٍ
الْإِبْنِ لِأَنَّ الْوَلَاءَ لِلْكَبِيرِ) هُوَ الْمَرْوُوفُ عَنْ عِدَّةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِنْهُمْ عُمَرُ
وَعَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَغَيْرُهُمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وَمَعْنَاهُ الْقُرْبُ عَلَى مَا قَالُوا،
وَالصُّلْبِيُّ أَقْرَبُ.

اور جب آقائے بیٹا چھوڑا ہے اور پوٹے چھوڑے ہیں تو اب معنی کی میراث بیٹے کو ملے گی پوتوں کو میراث نہ ملے گی کیونکہ ولادہ قریب ہونے کی اساس پر ملا کرتی ہے اور یہ حکم کنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ جن میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اور کبر یعنی بڑا ہونا یہ قرب کے حکم میں ہے اور مشائخ فقہاء کا قول بھی اسی طرح ہے اور صلیبی اولاد زیادہ قریب ہوتی ہے۔

فَصْلٌ فِي وِلَاءِ الْمُوَالَاةِ

یہ فصل ولائے موالاة کے بیان میں ہے ﴿

فصل ولائے موالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہر تہی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے ولائے موالہ کو ولائے عتاقہ سے جدا کیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ولائے عتاقہ تحویل کے لائق نہ ہونے کی وجہ قوی ہے جبکہ ولائے موالہ یہ مولیٰ کے لئے قتل سے پہلے منتقل کرنا ہوتا ہے۔ اور ولایہ کا لغوی و اصطلاحی معنی پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، کتاب ولایہ، بیروت)

مسلمان ہو کر عقد موالات کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَسْلَمَ رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ وَوَالَاةٌ عَلَى أَنْ يَرْتَهُ وَيَعْقِلَ عَنْهُ أَوْ أَسْلَمَ عَلَى يَدِ غَيْرِهِ وَوَالَاةٌ فَالْوَلَاءُ صَحِيحٌ وَعَقْلُهُ عَلَى مَوْلَاهُ، فَإِنْ مَاتَ وَلَا وَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ فَيَسِيرُ اللَّهُ بِمَوْلَاهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْمُوَالَاةُ لَيْسَ بِشَيْءٍ لِأَنَّ فِيهِ إِبْطَالَ حَقِّ بَيْتِ الْمَالِ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ فِي حَقِّ وَارِثٍ آخَرَ وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ عِنْدَهُ الْوَصِيَّةُ بِجَمِيعِ الْمَالِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُوصِي وَارِثٌ لِحَقِّ بَيْتِ الْمَالِ وَأَنْتُمْ يَصِحُّ فِي الثَّلَاثِ. وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالَى (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآنُزُهُمْ نَصِيَّتُهُمْ) وَالْآيَةُ فِي الْمُوَالَاةِ. (وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ أَسْلَمَ عَلَى يَدِ رَجُلٍ آخَرَ وَوَالَاةٌ فَقَالَ: هُوَ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ مَحْيَاةً وَمَمَاتَةً) وَهَذَا يُشِيرُ إِلَى الْعَقْلِ وَالْإِرْثِ فِي الْحَالَتَيْنِ هَاتَيْنِ، وَلَئِنْ مَالَهُ حَقُّهُ فَيَصْرِفُهُ إِلَى حَيْثُ شَاءَ، وَالصَّرْفُ إِلَى بَيْتِ الْمَالِ ضَرُورَةٌ عَدَمُ الْمُسْتَحِقِّ لَا أَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ.

اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے بندے کے ہاں سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اسی بات پر اس نے اس کے ساتھ عقد موالات کیا ہے تو آقا اس کا وارث ہوگا اور جب وہ جنایت کرے گا تو اس کی دیت اس کا آقا ادا کرے گا۔ یا اسی طرح جب وہ کسی دوسرے بندے کے ہاں مسلمان ہوا ہے لیکن عقد موالات اس نے کسی تیسرے بندے کے ساتھ کیا ہے تو ولایہ درست ہوگی اور اس کی دیت اس کے آقا پر ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے موالات کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ اس میں بیت المال کے حق کو ختم مہتا ہے ہذا کی دوسرے شخص کے حق میں عقد موالات درست نہ ہوگا اور اسی دلیل کے سبب سے امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سارے مال میں وصیت درست نہیں ہے کیونکہ بیت المال کا حق ثابت ہے۔ ہاں البتہ اس میں تہائی مال کی وصیت درست ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں سے تم نے عہد کیا ہے ان کو میراث سے حصہ دو۔ یہ آیت موالات کے عقد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے اس بندے کے سارے میں پوچھا گیا جو دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے اور اس سے عقد موالات کیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کا آقا اس کی زندگی اور موت کی حالت میں اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور یہ حدیث اس حکم کی جانب اشارہ ہے کہ زندگی میں آقا دیت دے گا اور موت کے بعد وہ اس کی میراث کا حقدار ہوگا اور یہ بھی دلیل ہے کہ موالی کا مال اس کا اپنا حق ہے پس اس میں اپنی مرضی کے ساتھ تصرف کا حق بھی اسی کے لئے ہوگا۔ اور بیت المال میں مال اس وقت دیا جاتا ہے جب اس مال کا کوئی حقدار نہ ہو اور یہاں پر ایسا نہیں ہے کہ بیت المال حقدار بن سکے۔

موالی کے وارث کا مولیٰ سے مقدم ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ كَانَ لَهُ وَارِثٌ فَهُوَ أَوْلَىٰ مِنْهُ، وَإِنْ كَانَتْ عَمَّةٌ أَوْ خَالََةٌ أَوْ غَيْرُهُمَا مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ) لِأَنَّ الْمَوَالَاةَ عَقْدٌ فَلَا يُلْزَمُ غَيْرُهُمَا، وَذُو الرَّحِمِ وَارِثٌ، وَلَا بُدَّ مِنْ شَرْطِ الْإِرْثِ وَالْعَقْلِ كَمَا ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ لِأَنَّهُ بِالْإِثْرَامِ وَهُوَ بِالشَّرْطِ، وَمِنْ شَرْطِهِ أَنْ لَا يَكُونَ الْمَوْلَىٰ مِنَ الْعَرَبِ لِأَنَّ تَنَاصُرَهُم بِالْقَبَائِلِ فَأَغْنَىٰ عَنِ الْمَوَالَاةِ.

قَالَ (وَلِلْمَوْلَىٰ أَنْ يَنْقِلَ عَنْهُ بِوَلَايَةِ إِلَىٰ غَيْرِهِ مَا لَمْ يَغْفُلْ عَنْهُ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ غَيْرُ لَازِمٍ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ، وَكَذَا لِلْأَعْلَىٰ أَنْ يَتَبَرَّأَ عَنْ وَلَايَةِ لِعَدَمِ اللَّزْمِ، إِلَّا أَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي هَذَا أَنْ يَكُونَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الْآخِرِ كَمَا فِي عَزْلِ الْوَكِيلِ قَصْدًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا عَقَدَ الْأَسْفَلُ مَعَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ فُسِّخَ حُكْمِيٌّ بِمَنْزِلَةِ الْعَزْلِ الْحُكْمِيِّ فِي الْوَكَالَةِ. قَالَ (وَإِذَا غَفَلَ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَتَحَوَّلَ بِوَلَايَةِ إِلَىٰ غَيْرِهِ) لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغَيْرِ، وَلِأَنَّهُ قَضَىٰ بِهِ الْقَاضِي. وَلِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ عَوْضٍ نَالَهُ كَالْعَوْضِ فِي الْهَبَةِ، وَكَذَا لَا يَتَحَوَّلُ وَلَدُهُ، وَكَذَا إِذَا غَفَلَ عَنْ وَلَدِهِ لَمْ يَكُنْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَتَحَوَّلَ لِأَنَّهُمْ فِي حَقِّ الْوَلَاءِ كَشَخْصٍ وَاحِدٍ

اور جب موالی کا کوئی وارث ہے تو وہ میراث میں مولیٰ سے مقدم ہوگا خواہ وارث ذوالارحام میں سے ہو جس طرح

پھوپھی اور خالہ وغیرہ ہیں۔ کیونکہ موالات انہی دونوں کا عقد ہے پس وہ ان کے سوا کو لازم نہ ہوگا اور ذوالرحم وارث ہے اور وراثت لینے اور دیت دینے کو مشروط کرنا لازم ہے جس طرح قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ لین دین کرنا یہ لازم کرنے سے ہوتا ہے اور

التزام شرط کے ساتھ ثابت ہوا کرتا ہے۔ اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ مولیٰ عربی نہ ہو کیونکہ میں قبائلی مدد ہوتی ہے پس اس تناصر نے اس کو موالات سے بے پراوہ کر دیا ہے۔

اور موالی کو یہ حق حاصل ہے کہ جب مولیٰ نے ان کی دیت کو ادا نہ کیا تو وہ دلاء کو دوسرے کی جانب منتقل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وصیت کی طرح یہ عقد بھی لازم نہیں ہے۔ ہاں البتہ مولیٰ کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ اسفل کی ولایت سے جان چھڑوا لے۔ کیونکہ وہ اس پر لازم نہیں ہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب اسفل نے اعلیٰ کی غیر موجودگی میں اعلیٰ کے سوا کسی دوسرے سے موالات کا عقد کر ڈالا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ یہ حکمی فسخ ہے۔ جو وکالت میں حکمی عزل کے درجے میں ہے۔

اور جب اعلیٰ نے اسفل کی جانب سے دیت دے دی ہے تو اب اسفل کو دوسرے کی جانب دیت کو منتقل کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اب دلاء سے غیر یعنی اعلیٰ کا حق متعلق ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس کو قاضی کی قضا و لاحق ہو چکی ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ عقل اسفل کو ملنے والے بدلے کی طرح ہے جس طرح بید کا بدلہ ہے اور اسفل کا بیٹا اعلیٰ سے غیر کی جانب منتقل نہ ہو سکے گا۔

اور اسی طرح جب اعلیٰ نے اسفل کے لڑکے کی جانب سے دیت ادا کر دی ہے تو باپ بیٹے میں سے کسی کے لئے منتقل ہونے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے دلاء کے بارے میں دونوں ایک بندے کی طرح ہیں۔ اور اسی طرح مولیٰ عتاقہ کے لئے بھی کسی سے عقد موالات کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ دلاء عتاقہ لازم ہونے والی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔



کتابُ الاکْرَاهِ

﴿یہ کتاب اکراہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب اکراہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باہرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دلاء اور اکراہ ان دونوں میں تغیر و تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ دلاء کے حکم میں اسفل کی جانب سے اعلیٰ کے لئے مال کی اباحت ثابت ہو جاتی ہے جبکہ پہلے وہی مال حرام تھا۔ اور اکراہ میں مجبور شخص کی عدم پسند اور رضا مندی نہ ہونے کی وجہ سے تبدیلی ہو جاتی ہے۔ پس دونوں کے ایک ساتھ بیان کیا اور ان میں دلاء کو تقدم اس سبب سے حاصل ہے وہ موالات کے عقد میں شروع ہے۔ اور اس کو اچھا بھی سمجھا جاتا ہے۔ (عناہ شرح الہدایہ، ج ۱۳، ص ۱۵۰، بیروت)

اکراہ کے شرعی ماخذ کا بیان

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مِنْ اُكْرِهٖ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِاِلْيَمَانٍ وَلٰكِنْ مِّنْ شَرَحٍ بِالْكُفْرِ
صَدْرًا فَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. (نحل، ۱۰۶)

جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوا اس کے مجبور کیا جائے، اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔ (کنز ۱۱۱، یمن)

حافظ ابن کثیر شافعی کہتے ہیں کہ پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استثناء کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اور ان کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہوں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہ سبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہو کر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں اللہ پر اور اس کے رسول پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ کو مشرکین نے عذاب کرنا شروع کیا جب تک کہ آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کفر نہ کریں۔ پس بادل ناخواستہ مجبور اور کرنا آپ نے ان کی موافقت کی، پھر اللہ کے نبی کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

شعبي، قتادہ اور ابو مالک بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کئے، یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہو گئے۔ پھر حضور علیہ السلام کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے، جما ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا۔

بہتی میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے ہے اس میں ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے کیا پھر آپ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے اذیت دینا ختم نہیں کیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن۔ فرمایا اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا۔ اسی پر یہ آیت اتری۔

پس علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و کراہ کیا جائے، اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے ان کی موافقت کر لے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقع پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ پتھر رکھ دیا کہ اب بھی رشک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چہنچہنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے۔" اسی طرح حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسئلہ کذاب نے کہا کہ کیا تو حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا میرے رسول اللہ ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا پھر یہی سوال جواب ہوا۔ دوسرا عضو جسم کٹ گیا یونہی ہوتا رہا لیکن آپ آخروں تک اسی پر قائم رہے، اللہ آپ سے خوش ہو اور آپ کو بھی خوش رکھے۔

مسند احمد میں ہے کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے، انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا، جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو۔ ہاں بیشک میں انہیں قتل کر دیتا۔ اس لئے کہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباس کی ماں پر افسوس۔ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی وارد کیا ہے۔

مسند میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا کہ یہ ایک یہودی تھا، پھر مسلمان ہو گیا اب پھر یہودی ہو گیا ہے۔ ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں، تو آپ نے فرمایا اللہ میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑا دو۔ یہی فیصلہ ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا کہ جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی ہے لیکن الفاظ اور ہیں۔ پس افضل و ادلیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گو اسے قتل بھی کر دیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ عبد اللہ بن حذافہ بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور

اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا، اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہاری نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمد سے پھر جاؤں نہ یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اے سولی سے اتار لو، پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرم ہو کر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چپکنے لگیں، رضی اللہ عنہ۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو، ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو، جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ انہیں اپنے پاس بلا لیا، اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میرا امام بن کر میری سلطنت کا ساتھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے فائدہ نکلا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ حق میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں، کاش کہ میرے رویے میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ اللہ اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا کھانا پینا بند کر دیا، کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقع دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرمایا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ (رضی اللہ عنہ) کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۶)

حکم اکراہ کے ثبوت کا فقہی بیان

قَالَ (الْإِكْرَاهُ يَثْبُتُ حُكْمُهُ إِذَا حَصَلَ مِنْ يَقْدِرُ عَلَى إيقَاعِ مَا تَوَعَّدَ بِهِ سُلْطَانًا كَانَ أَوْ لِيَصًا لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ اسْمٌ لِفِعْلٍ يَفْعَلُهُ الْمَرْءُ بِغَيْرِهِ لِيَسْتَفِي بِهِ رِضَاهُ أَوْ يَفْسُدَ بِهِ اخْتِيَارُهُ مَعَ بَقَاءِ أَهْلِيَّتِهِ، وَهَذَا إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ إِذَا خَافَ الْمُكْرَهُ تَحْقِيقَ مَا تَوَعَّدَ بِهِ، وَذَلِكَ إِنَّمَا يَكُونُ مِنَ الْقَادِرِ وَالسُّلْطَانِ وَغَيْرِهِ بَيَانٍ عِنْدَ تَحْقِيقِ الْقُدْرَةِ، وَالَّذِي قَالَهُ أَبُو حَنِيفَةَ إِنَّ الْإِكْرَاهَ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا مِنَ السُّلْطَانِ لِمَا أَنَّ الْمَنْعَةَ لَهُ وَالْقُدْرَةَ لَا تَتَحَقَّقُ بِذَوْنِ الْمَنْعَةِ.

فَقَدْ قَالُوا هَذَا اخْتِلَافٌ عَصِرَ زَمَانٍ لَا اخْتِلَافَ حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ، وَلَمْ تَكُنِ الْقُدْرَةُ فِي زَمَانِهِ إِلَّا لِلْسُّلْطَانِ، ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ وَأَهْلُهُ، ثُمَّ كَمَا تَشْتَرِطُ قُدْرَةُ الْمُكْرِهِ لِتَحَقُّقِ الْإِكْرَاهِ يُشْتَرِطُ خَوْفُ الْمُكْرِهِ وَقُوعُ مَا يَهْدُدُ بِهِ، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ يَفْعَلُهُ لِيَصِيرَ بِهِ مَخْمُولًا عَلَى مَا دُعِيَ إِلَيْهِ مِنَ الْفِعْلِ.

اور اکراہ تب ثابت ہوگا۔ جب اکراہ کے سبب سے کسی شخص سے ایسا کام سرزد ہو جائے تو ذرائی گئی چیز کے کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ اگرچہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو۔ اس لئے کہ اکراہ اس کام کو کہتے ہیں جس کو انسان دوسرے کے ڈر کے سبب سرانجام دیتا ہے۔ اور اس میں مجبور کیے گئے کی رضافوت ہو چکی ہوتی ہے یا اس کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ اس میں اہلیت باقی رہتی ہے اور جب اکراہ اس طرح ثابت ہو جائے اور مکر یہ خدشہ ہو اس کو جو دھمکی دی گئی ہے وہ پوری ہو جائے گی۔ اور یہ چیز کسی قدرت والے شخص سے ہی صادر ہو سکتی اور طاقت ہونے میں بادشاہ وغیرہ بادشاہ دونوں برابر ہیں۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جبر اکراہ صرف بادشاہ سے ثابت ہوگا وہ اس سبب سے ہے کہ لشکر و فوج اسی کے پاس ہوتی ہے۔ اور فوج کے سوا طاقت حاصل نہیں ہوتی۔

اور اس حکم کے بارے میں مشائخ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ آپ کا یہ زمانے کے اختلاف کے مطابق ہے۔ اور اس سے دلیل یا برہان کو اخذ کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صرف بادشاہ کو طاقت حاصل تھی۔ اس کے بعد نئے زمانے کے لوگوں کے احوال مختلف ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح ثبوت اکراہ کے لئے جس طرح مکرہ کی طاقت کا ہونا شرط ہے اسی طرح دھمکی کے وقوع کے سبب سے مکرہ کا خوف زدہ ہونا یہ بھی شرط ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ڈرائے گیا شخص یہ غالب گمان کر لے کہ دھمکی لگانے والا واقعی دھمکی کو عملی طور پر پورا کر دے گا۔ تاکہ مجبور شخص وہ کام کرنے پر مجبور ہو جائے۔

خرید و فروخت کرنے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أُكْرِهَ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ مَالِهِ أَوْ عَلَى شِرَاءِ سِلْعَةٍ أَوْ عَلَى أَنْ يَقْرَ لِرَجُلٍ بِأَلْفٍ أَوْ بِوَاحِرَةٍ دَارِهِ فَأُكْرِهَ عَلَى ذَلِكَ بِالْقَتْلِ أَوْ بِالضَّرْبِ الشَّدِيدِ أَوْ بِالْحَبْسِ قَبَاعٍ أَوْ اشْتَرَى فَيُؤْ

بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ امْتَضَى الْبَيْعُ وَإِنْ شَاءَ فُسِّخَ وَرَجَعَ بِالْمَبِيعِ لِأَنَّ مِنْ شَرْطِ صِحَّةِ هَذِهِ
الْعُقُودِ التَّرَاضِي، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (أَلَا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ) وَالْإِكْرَاهُ بِهَذِهِ
الْأَشْيَاءِ يُعَدُّ الرِّضَا لِفُسْخِهَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا أُكْرِهَ بِضَرْبِ سَوْطٍ أَوْ حَبْسِ يَوْمٍ أَوْ قَيْدِ يَوْمٍ لِأَنَّهُ
لَا يُبَالِي بِهِ بِالنَّظَرِ إِلَى الْعَادَةِ فَلَا يَتَحَقَّقُ بِهِ الْإِكْرَاهُ إِلَّا إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَاحِبَ مَنْصِبٍ يَعْلَمُ
أَنَّهُ يَسْتَضِرُّ بِهِ لِقَوَاتِ الرِّضَا، وَكَذَا الْإِقْرَارُ حُجَّةٌ لِرَجْحِ جَبَّةِ الصِّدْقِ فِيهِ عَلَى جَبَّةِ
الْكُذِبِ، وَعِنْدَ الْإِكْرَاهِ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ يَكْذِبُ لِدَفْعِ الْمَضَرَّةِ، ثُمَّ إِذَا بَاعَ مُكْرَهَا وَسَلَّمَهَا مُكْرَهَا
يُثْبِتُ بِهِ الْمِلْكُ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ زُفَرٍ لَا يَثْبُتُ لِأَنَّهُ بَيْعٌ مَوْفُوقٌ عَلَى الْإِجَارَةِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ
أَجَازَ جَازًا وَالْمَوْفُوقُ قَبْلَ الْإِجَارَةِ لَا يُفِيدُ الْمِلْكَ، وَلَنَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدْرَ مَنْ أَهْلِيهِ مُضَافًا
إِلَى مَحَلِّهِ وَالْفُسَادُ لِفَقْدِ شَرْطِهِ وَهُوَ التَّرَاضِي فَصَارَ كَسَائِرِ الشُّرُوطِ الْمُفْسِدَةِ لَيُثْبِتُ
الْمِلْكُ عِنْدَ الْقَبْضِ، حَتَّى لَوْ قَبْضُهُ وَاعْتَقَهُ أَوْ تَصَرَّفَ فِيهِ تَصَرُّفًا لَا يُمَكِّنُ نَفْضَهُ جَازًا،
وَيُلْزِمُهُ الْقِيَمَةُ كَمَا فِي سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ الْفَاسِدَةِ وَبِإِجَارَةِ الْمَالِكِ يَرْتَفِعُ الْمُفْسِدُ وَهُوَ
الْإِكْرَاهُ وَعَدَمُ الرِّضَا فَيَجُوزُ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْقُطِعُ بِهِ حَقُّ اسْتِرْدَادِ الْبَائِعِ وَإِنْ تَدَاوَلَتْهُ الْأَيْدِي وَلَمْ
يَرْضَ الْبَائِعُ بِذَلِكَ بِخِلَافِ سَائِرِ الْبِيَاعَاتِ الْفَاسِدَةِ لِأَنَّ الْفُسَادَ فِيهَا لِحَقِّ الشَّرْعِ وَقَدْ تَعَلَّقَ
بِالْبَيْعِ الشَّيْءُ حَقُّ الْعَبْدِ وَحَقُّهُ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ، أَمَّا هَاهُنَا الرَّدُّ لِحَقِّ الْعَبْدِ وَهُمَا سَوَاءٌ فَلَا
يَبْطُلُ حَقُّ الْأَوَّلِ لِحَقِّ الثَّانِي.

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ : وَمَنْ جَعَلَ الْبَيْعَ الْجَائِزَ الْمُعْتَادَ بَيْعًا فَاسِدًا يَجْعَلُهُ كَبَيْعِ الْمُكْرَهِ
حَتَّى يَنْقُضَ بَيْعَ الْمُشْتَرِي مِنْ غَيْرِهِ، لِأَنَّ الْفُسَادَ لِقَوَاتِ الرِّضَا، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ وَهْنًا لِقَصْدِ
الْمُتَعَاقِدِينَ، وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ بَاطِلًا اِعْتِبَارًا بِالْهَازِلِ وَمَشَايِخُ سَمَرْقَنْدَ وَحِمَمُهُمُ اللَّهُ جَعَلُوهُ
بَيْعًا جَائِزًا مُفِيدًا بَعْضَ الْأَحْكَامِ عَلَى مَا هُوَ الْمُعْتَادُ لِلْحَاجَةِ إِلَيْهِ.

اور جب کسی شخص کو مال بیچنے یا کوئی سامان خریدنے یا اس کو کسی شخص کے لئے ایک ہزار درہم کا اقرار کرنے یا اس کو
گھرا جا رہے پر دینے کے لئے مجبور کیا گیا ہے اور یہ جبر بھی قتل یا سخت ٹھکانے یا قید کا تھا اور مجبور شخص نے مجبوری کی حالت میں بیچ دیا ہے یا
کوئی چیز خرید لی ہے تو اس کے لئے اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بیچ کا نذر رکھے اور چاہے تو اس کو ختم کر کے بیچ کو واپس لے آئے۔
کیونکہ مذکورہ عقود کے درست ہونے کے لئے عقد کرنے والوں کی آپس کی رضا مندی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ مگر
جب وہ مال تمہاری آپس کی رضا مندی کے لئے حاصل کیا گیا ہو۔ جبکہ مذکورہ اشیاء میں اکراہ کے سبب سے رضا مندی ختم ہو جاتی
ہے۔ پس یہ عقد فاسد ہو جائیں گے۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کوڑا مارنے یا ایک دن کی قید سے اکراہ ہو کیونکہ عرف کے

مطابق اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ پس اس سے اکراہ ثابت نہ ہوگا۔ ہاں البتہ جب وہ مجبور شخص کوئی بڑی وجاہت و شان والا ہے تو ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ بھی پتہ ہو کہ ڈنڈے کی پٹائی سے اس کو نقصان پہنچے گا۔ تو اس طرح بھی اکراہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ اس کی رضا مندی ختم ہو چکی ہے۔ اور اقرار بھی دلیل ہے کیونکہ اقرار میں سچائی کا پہلو جھوٹ والے پہلو سے غالب رہتا ہے۔ اور اکراہ کی حالت میں یہ احتمال بھی ہے کہ شاید نقصان کو دور کرنے کے لئے مجبور شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جب مجبور آدمی نے حالت مجبوری میں مال کو بیچ خریدار کے حوالے کر دیا ہے تو ہمارے نزدیک خریدار کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی ملکیت ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ مجبور کی بیع یہ اجازت پر موقوف ہے کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ جب مجبور اجازت دے دیتا ہے تو بیع جائز ہو جاتی ہے جبکہ بیع موقوف یہ اجازت سے پہلے کوئی فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کارکن اس کے اہل سے صادر ہو کر اپنی جگہ کی جانب منسوب ہوتا ہے اور بیع میں فساد باہمی رضا مندی کے نہ ہونے کی سبب سے ہے۔ پس یہ بھی دوسرے فاسد شرائط کی طرح ہوگا۔ پس قبضہ کے وقت ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جب خریدار نے غلام پر قبضہ کر کے اس کو آزاد کر دیا ہے یا پھر اس نے اس میں ایسا تصرف کیا ہے جس کو توڑنا ممکن نہیں ہے تو بیع جائز ہوگی۔ اور خریدار پر قیمت لازم ہو جائے گی۔ جس طرح دوسری فاسد بیوع میں ہوتا ہے۔ اور مالک کی اجازت سے اکراہ یہ عدم رضا کے سبب سے ختم ہو جاتا ہے۔ پس بیع جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں جو فساد ہے وہ شریعت کے حق کے سبب سے ہے جبکہ بیع ثانی یہ غلام کے حق سے متعلق ہے۔ اور اس کا حق ضرورت کے پیش نظر مقدم ہوگا۔ اور یہاں بیع کو غلام کے حق کے سبب سے روکیا گیا ہے پس یہ دونوں عقود برابر ہو جائیں گے۔ اور حق ثانی کے سبب سے پہلے کا حق باطل نہ ہوگا۔

مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ بیع وفا کو فاسد قرار دے رہا ہے وہ اس کو مجبور کی بیع کے حکم میں سمجھنے والا ہے۔ یہاں تک کہ خریدار اس کو کسی دوسرے کو بیچنا ختم کر دے۔ کیونکہ بیع کا فساد رضا نہ ہونے کے سبب سے ہے۔

بعض مشائخ فقہاء اس بیع کو رہن قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں کا مقصد رہن ہی ہے۔ اور بعض مشائخ مذاق پر قیاس کرتے ہوئے اس بیع کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اور صرف فقہ کے مشائخ نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے بعض احکام کے حق میں اس کو فائدہ مند جانا ہے۔ جس طرح معتاد ہی ہے اس لئے کہ اسی کی ضرورت ہے۔

بیچنے والا کا خوشی سے ثمن پر قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ قَبْضُ الثَّمَنِ طَوْعًا فَقَدْ أَجَازَ الْبَيْعَ) لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْإِجَازَةِ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْمَوْقُوفِ وَكَذَا إِذَا سَلَّمَ طَائِعًا، بَأَنَّ كَانَ الْإِكْرَاهُ عَلَى الْبَيْعِ لَا عَلَى الدَّفْعِ لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْإِجَازَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اكْتَرَاهُ عَلَى الْهَبَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الدَّفْعَ فَوَهَبَ وَدَفَعَ حَيْثُ يَكُونُ بَاطِلًا، لِأَنَّ مَقْصُودَ الْمُكْرِهِ الْإِسْتِحْقَاقُ لَا مُجَرَّدُ اللَّفْظِ، وَذَلِكَ فِي الْهَبَةِ بِالدَّفْعِ وَفِي الْبَيْعِ بِالْعَقْدِ عَلَى مَا هُوَ الْأَصْلُ، فَدَخَلَ الدَّفْعُ فِي الْإِكْرَاهِ عَلَى الْهَبَةِ دُونَ الْبَيْعِ.

قَالَ (وَإِنْ قَضَيْتَهُ مُكْرَهَا فَلَيْسَ ذَلِكَ بِإِجَازَةٍ وَعَلَيْهِ رَدُّهُ إِنْ كَانَ قَائِمًا فِي يَدِهِ) لِمَسَادِ الْعَقْدِ

(۱۷۷) فرمایا اور جب بیچنے والے نے اپنی خوشی کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے تو یہ ایسا ہی ہوگا کہ جس طرح اس نے بیچنے والے سے خریدار کے حوالے کر دیا ہے خواہ اگر اس کی صورت میں بیچ ہوئی ہے۔ عام لین دین میں نہ ہونی ہو۔ کیونکہ یہ بھی اجازت کی دلیل ہے کہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے کو بیہ کرنے پر مجبور کیا ہے اور اس نے اور کرنے کا ذکر بھی نہیں کیا ہے اور مجبور آدمی نے مجبوری کی حالت میں موہوب کو موہوب لہ کے سپرد کر دیا ہے تو یہ بیہ باطل ہو جائے گا کیونکہ مجبور آدمی کا مقصد حق کو ثابت کرنا ہے جو صرف کسی لفظ یا کلام کا نام نہیں ہے اور بیہ میں یہ مقصد حاصل ہو جائے جبکہ بیچ میں نفس عقد کا حصول ہے۔ جیسا کہ قاعدہ فقہیہ ہے۔ لہذا بیہ اگر اس کا تعلق دفع سے متعلق نہیں ہے۔ اور جب بیچنے والے نے ناراضگی کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے۔ تو یہ اس کی اجازت شمار نہ کی جائے گی۔ اور جب قیمت اس کے پاس موجود ہے تو اس پر قیمت کو واپس کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ عقد فاسد ہو چکا ہے۔

بیچ کا خریدار کے ہاتھ سے ہلاک ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيعُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي وَهُوَ غَيْرُ مُكْرِهِ ضَمِنَ قِيمَتَهُ لِلْبَائِعِ) مَعْنَاهُ وَالْبَائِعُ مُكْرَرٌ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ بِحُكْمِ عَقْدِ قَائِدِ

(وَلِلْمُكْرِهِ أَنْ يُضَيَّنَ الْمُكْرَةُ إِنْ شَاءَ) لِأَنَّهُ آتَةٌ لَهُ فِيمَا يَرْجِعُ إِلَى الْإِتْلَافِ، فَكَانَتْ دَفْعَ مَالِ الْبَائِعِ إِلَى الْمُشْتَرِي فَيَضَيَّنُ أَيُّهَا شَاءَ كَالْعَاصِبِ وَغَاصِبِ الْعَاصِبِ، فَلَوْ ضَمِنَ الْمُكْرَةُ رَجَعَ عَلَى الْمُشْتَرِي بِالْقِيَمَةِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْبَائِعِ، وَإِنْ ضَمِنَ الْمُشْتَرِي نَقْدَ كُلِّ شِرَاءٍ كَانَ بَعْدَ شِرَائِهِ لَوْ تَنَاسَخَتْ الْعُقُودُ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ فَظَهَرَ أَنَّهُ بَاعَ مِلْكَهُ، وَلَا يَنْفَدُ مَا كَانَ لَهُ قَبْلَهُ لِأَنَّ الْإِسْتِسَادَ إِلَى وَقْتِ قَبْضِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَجَازَ الْمَالِكُ الْمُكْرَةَ عَقْدًا مِنْهَا حَيْثُ يَجُوزُ مَا قَبْلَهُ وَمَا بَعْدَهُ لِأَنَّهُ أَسْقَطَ حَقَّهُ وَهُوَ الْمَانِعُ فَعَادَ الْكُلُّ إِلَى الْجَوَازِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اور جب بیچ خریدار کے قبضہ میں ہلاک ہوئی ہے حالانکہ وہ مجبور نہیں ہے تو خریدار بیچنے والا کے لئے اس قیمت کا ضامن ہوگا اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب بیچنے والا مجبور نہ ہو کہ بیچ فاسد ہونے کے سبب سے یہ بیچ خریدار پر بطور مضمون تھی۔ اور مجبور بیچنے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو مکروہ کو ضامن بنائے۔ کیونکہ جو شخص مجبور کیا گیا ہے وہی اس میں سبب بننے والا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جیسے مجبور کرنے والے نے بیچنے والا کے مال کو خریدار کو دیا ہے پس بیچنے والا ان میں سے جس کو چاہے گا ضامن بنا دے گا جس طرح غاصب اور غاصب کے غاصب میں سے کسی ایک سے ضمان لیا جاتا ہے۔

اور جب بیچنے والا مکروہ کو ضامن بناتا ہے تو خریدار سے اس بیچ کی قیمت واپس لے گا کیونکہ مجبور کرنے والا یہ بیچنے والا کے قائم

مقام ہے اور جب بیچنے والے نے خریدار سے ضمان وصول کر لیا ہے تو اس بیچ کے بعد والی تمام بیوع نافذ ہو جائیں گی۔ اگرچہ بعد کتنے ہی عقد کیوں نہ ہوئے ہوں۔ کیونکہ خریدار ضمان دینے کے سبب سے اس بیچ کا مالک بنا ہے۔ اور یہ تصریح بھی واضح ہو چکی ہے کہ اس نے اپنی ملکیت بیچی ہے ہاں البتہ جو اس نے اس خریداری سے پہلے بیچ کی ہے وہ نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس حالت میں ملکیت صرف اس کے قابض ہونے کے وقت کی جانب منسوب ہوگی۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب مجبور مالک ان میں سے کسی ایک عقد کو جائز قرار دینے والا ہے تو اس سے پہلے والی اور بعد والی ساری بیوع نافذ ہو جائیں گی۔ کیونکہ اجازت دیتے ہوئے وہ اپنے حق کو ساقط کرنے والا ہے اور اس کا حق عقد کی جواز سے روکنے والا تھا۔ پس سارے عقد ہی جائز ہو جائیں گے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کرنے کا بیان

(وَإِنْ أَكْرِهَ عَلَى أَنْ يَأْكُلَ الْمَيْتَةَ أَوْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ، إِنْ أَكْرِهَ عَلَى ذَلِكَ بِعَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ أَوْ قَيْدٍ لَمْ يَحِلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يُكْرِهَ بِمَا يَخَافُ مِنْهُ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ عَلَى عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ، فَإِذَا خَافَ عَلَى ذَلِكَ وَبَسَعَهُ أَنْ يُقَدِّمَ عَلَى مَا أَكْرِهَ عَلَيْهِ) وَكَذَا عَلَى هَذَا الدَّمُ وَلَحْمُ الْخَنزِيرِ، لِأَنَّ تَنَاوُلَ هَذِهِ الْمُحَرَّمَاتِ إِنَّمَا يَبَاحُ عِنْدَ الضَّرُورَةِ كَمَا فِي الْمَخْمَصَةِ لِقِيَامِ الْمُحَرَّمِ لِمَا وَرَاءَ هَا، وَلَا ضَرُورَةَ إِلَّا إِذَا خَافَ عَلَى النَّفْسِ أَوْ عَلَى الْعُضْوِ، حَتَّى لَوْ خِيفَ عَلَى ذَلِكَ بِالضَّرْبِ وَغَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ يَبَاحُ لَهُ ذَلِكَ (وَلَا يَسَعُهُ أَنْ يَضْرِبَ عَلَى مَا تَوَعَّدَ بِهِ، فَإِنْ صَبَرَ حَتَّى أَوْقَعُوا بِهِ وَلَمْ يَأْكُلْ فَهُوَ آثِمٌ) لِأَنَّهُ لَمَّا أُبِيحَ كَانَ بِالْإِمْتِنَاعِ عَنْهُ مُعَاوَنًا لِقَبْرِهِ عَلَى هَلَاكِ نَفْسِهِ لِيَأْتِمُ كَمَا فِي حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَأْتِمُ لِأَنَّهُ رُخْصَةٌ إِذَا الْحُرْمَةُ قَائِمَةٌ فَكَانَ أَخِذًا بِالْعَزِيمَةِ.

قُلْنَا: حَالَةُ الْإِضْطِرَّارِ مُسْتَنَاءَةٌ بِالنَّصِّ وَهُوَ تَكْلَمٌ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الثَّنَاءِ فَلَا مُحَرَّمٌ فَكَانَ إِبَاحَةٌ لَا رُخْصَةٌ إِلَّا أَنَّهُ إِنَّمَا يَأْتِمُ إِذَا عَلِمَ بِالْإِبَاحَةِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ، لِأَنَّ فِي انْكِشَافِ الْحُرْمَةِ خَفَاءً فَيَعْذَرُ بِالْجَهْلِ فِيهِ كَالْجَهْلِ بِالْخَطَابِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ أَوْ فِي دَارِ الْحَرْبِ.

اور جب کسی بندے کو مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کیا گیا ہے اور یہ مجبوری قید یا سختی مار کرنے سے متعلق ہے تو مجبور شخص کے لئے مردار کھانا یا شراب پینا حلال نہ ہوگا ہاں البتہ جب اس کو ایسی چیز کے لئے مجبور کیا گیا ہے جس سے نہ جان یا نہ عضو کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور مجبور آدمی کو خوف لاحق ہوا ہے کہ اس کو مجبور کرنے والا ایسا کر دے گا۔ اور خون اور خنزیر کو کھانے کا اسی حکم کے مطابق ہے۔ کیونکہ ضرورت کے وقت ان حرام اشیاء کا استعمال کرنا مباح ہے جس طرح شدید ضرورتوں کی حالت میں مباح ہے کیونکہ حرام کردہ یہ ضرورت کے سوا میں مؤثر ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ عام حالات میں ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ ہاں البتہ

جب مجبور آدمی کو اپنی جان یا اپنے عضو کی ہلاکت کا خطرہ ہے یہاں تک سخت مار بھی عضو کی ہلاکت یا جان کا خطرہ ہے اور مجبور آدمی کا غالب گمان یہی ہوا ہے وہ سخت مار سے مر جائے گا تو اس کے لئے حرام کردہ اشیاء کا استعمال مباح ہے۔ اور اس کے لئے اس دھمکی پر صبر کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے صبر کیا ہے اور دھمکی دینے والوں نے اس کو انجام تک جا پہنچایا ہے اور اس محرمات کا استعمال نہ کیا تو یہ شخص خود گناہگار ہو جائے گا کیونکہ جب اس کے لئے محرمات کو مباح کیا گیا ہے تو نہ کھانے کی حالت میں مجبور آدمی اپنی ہلاکت میں خود دوسروں کا مددگار ثابت ہوا ہے۔ لہذا وہ گناہگار ہے۔ جس طرح شدید اضطراری حالت میں نہ کھانے کے سبب گناہگار ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ مجبور آدمی گناہگار نہ ہوگا۔ کیونکہ حرام کا کھانا رخصت ہے اور اس میں حرمت موجود ہے اور نہ کھا کر وہ بندہ عزیمت پر عمل کرنے والا ہے۔

ہم نے کہا کہ اضطراری حالت کا نص سے استثناء کیا گیا ہے اور استثناء وہ حکم ہے جو استثناء کے حاصل ہو پس محرم ختم ہو چکا ہے اور اب اباحت ثابت ہوئی ہے رخصت ثابت نہیں ہوئی۔ مگر مجبور آدمی اسی حالت میں گناہگار ہوگا جب اسی حالت میں اس کو اباحت کا علم ہو جائے۔ کیونکہ حرمت کے کھل جانے میں پوشیدگی ہے پس اس جہالت کے سبب مجبور کو معذور سمجھا جائے گا جس طرح اول اسلام میں خطاب سے عدم واقفیت کی وجہ سے عذر سمجھا جاتا ہے یا اسی طرح دار الحرب میں رہنے کی وجہ سے جہالت کا عذر سمجھا جاتا ہے۔

(نعوذ باللہ) کفر باللہ پر اکراہ کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ بِاللَّهِ تَعَالَى وَالْعِبَادَةِ بِاللَّهِ أَوْ سَبِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَيْدٍ أَوْ حَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إِكْرَاهًا حَتَّى يُكْرِهَ بِأَمْرٍ يَخَافُ مِنْهُ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ عَلَى عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ) لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ لَيْسَ بِإِكْرَاهٍ فِي شُرْبِ الْخَمْرِ لِمَا مَرَّ، فَفِي الْكُفْرِ وَحُرْمَتِهِ أَشَدُّ أَوَّلَى وَآخِرَى.

قَالَ (وَإِذَا خَافَ عَلَى ذَلِكَ وَسِعَهُ أَنْ يُظْهِرَ مَا أَمَرُوهُ بِهِ وَيُؤَرِّي، فَإِنْ أَظْهَرَ ذَلِكَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ) لِحَدِيثِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَيْثُ أُتْلِيَ بِهِ، وَقَدْ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كَيْفَ وَجَدْتَ قَلْبَكَ؟ قَالَ مُطْمَئِنًّا بِالْإِيمَانِ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: فَإِنْ عَادُوا قَعْدَ، وَفِيهِ نَزَلَ قَوْلُهُ تَعَالَى (أَلَا مِنْ خِزْيَةٍ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ)) "الآيَةُ".

وَلَا يَهْدَى الْإِطْهَارُ لَا يَفُوتُ الْإِيمَانُ حَقِيقَةً لِقِيَامِ الصَّدِيقِ، وَفِي الْإِمْتِنَاعِ ثُبُوتُ لِنَفْسٍ حَقِيقَةً فَيَسَعُهُ الْمَيْلُ إِلَيْهِ.

قَالَ (فَإِنْ صَبَرَ حَتَّى قُتِلَ وَلَمْ يُظْهِرِ الْكُفْرَ كَانَ مَاجُورًا) لِأَنَّ (خُبِّيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَبَرَ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى صُلِبَ وَسَمَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ الشَّهَدَاءِ، وَقَالَ فِي مِثْلِهِ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ) وَلِأَنَّ الْحُرْمَةَ بَاقِيَةً، وَالْإِمْتِنَاعَ لَا غَزَايَ الدِّينِ عَزِيمَةً، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِلِاسْتِثْنَاءِ.

اور جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے یا نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کرنے پر نعوذ باللہ مجبور کیا گیا ہے ورنہ اس کو قید یا مارا جائے گا۔ تو یہ اکراہ نہ ہوگا یہاں تک کہ جب اکراہ ایسی چیز کے ساتھ ہو جس سے جان یا کسی عضو کی ہلاکت کا اندیشہ ہو کیونکہ ان چیزوں کا اکراہ جب شراب میں اعتبار نہیں کیا گیا تو کفر میں کس طرح اعتبار کر لیا جائے گا حالانکہ حرمت کفر حرمت شراب سے زیادہ سخت ہے۔ اور جب جان یا عضو کی ہلاکت کا خدشہ ہے تو مجبور کے لئے اجازت ہوگی۔ کہ وہ مجبور کرنے والے کے حکم کو پورا کرے ہاں البتہ اس میں تو یہ سے کام لے۔

اور جب اس نے کلمہ کفر کا اظہار کیا ہے لیکن اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور اس کی دلیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ اور جب ان کو اس طرح کے امتحان سے گزرنا پڑا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس وقت تمہارے دل کی کیا حالت تھی تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا دل ایمان سے مطمئن تھا۔ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ لوگ دوبارہ بھی مجبور کرتے ہیں تو تم اپنے دل کو ایمان سے مطمئن کرنا۔ اور قرآن کی آیت مبارکہ انہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس طرح اظہار کرنے کے سبب ایمان کی حقیقت ختم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس کی تصدیق دل میں ہوتی ہے۔ اور انکار کے سبب جان کو فوت کرنا لازم آئے گا پس اظہار کی رخصت دی جائے گی۔

اور جب مجبور نے صبر کیا ہے یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا ہے اور اس نے کفر کا اظہار نہ کیا تو وہ اجر کا حقدار بنے گا۔ کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کو سولی پر چڑھایا گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا اور اس طرح فرمایا ہے کہ جنت میں وہ میرے رفیق ہوں گے۔ کیونکہ کفر کے اظہار کی حرمت باقی ہے جبکہ دین کی شان کو بلند کرنے کے لئے انکار کرنا یہ عزیمت ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جو اس سے پہلے گزر چکی ہے اس لئے کہ وہاں استثناء ہے۔

مسلمان کے مال کو ہلاک کرنے کے لئے مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَكْرِهَ عَلَى اتِّلَافِ مَالٍ مُسْلِمٍ بِأَمْرٍ يَخَافُ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ عَلَى غُضُوٍّ مِنْ أَعْضَائِهِ وَسِعَهُ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ) لِأَنَّ مَالَ الْغَيْرِ يُسَبَّحُ لِلضَّرُورَةِ كَمَا فِي حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ وَقَدْ تَحَقَّقَتْ (وَلِصَاحِبِ الْمَالِ أَنْ يُضْمِنَ الْمُكْرَهَ) لِأَنَّ الْمُكْرَهَ آتٍ لِلْمُكْرَهِ فِيمَا يَصْلُحُ آتٍ لَهُ وَالِاتِّلَافُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ (وَإِنْ أَكْرَهَهُ بِقَتْلِهِ عَلَى قَتْلِ غَيْرِهِ لَمْ يَسَعَهُ أَنْ يُقَدِّمَ عَلَيْهِ وَيَصْبِرُ

حَتَّى يُقْتَلَ، فَإِنْ قَتَلَهُ كَانَ إِثْمًا لِأَنَّ قَتْلَ الْمُسْلِمِ مِمَّا لَا يُسْتَبَاحُ لِضَرُورَةٍ مَا فَكَّدَا بِهِهِ
الضَّرُورَةُ.

اور جب کسی جان کا عضو کو ہلاک کرنے کے اندیشہ سے کسی مسلمان کو ہلاک کرنے پر مجبور کیا گیا ہے تو مجبور شخص کے لئے وہ کام کر گزرنے کی رخصت ہوگی کیونکہ ضرورت کے سبب دوسرے کا مال مباح کر لیا جاتا ہے۔ جس طرح اضطراری حالت میں ہوتا ہے۔ اور یہ تو ضرورت بھی ثابت ہو چکی ہے اور صاحب مال کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مجبور کرنے والے سے ضمان وصول کرے۔ کیونکہ مجبور شخص تو اس کا مال ضبط کرنے میں مجبوری کا ذریعہ ہے۔ ہاں وہ تکف کرنے میں آلاہ بن سکتا ہے۔ اور جب کسی شخص کو قتل کرنے کی دھمکی سے دوسرے کے قتل پر تیار کیا گیا تو مجبور آدمی کے لئے دوسرے پر ایسا کوئی قدم اٹھانا درست نہیں ہے بلکہ وہ صبر کرے۔ یہاں تک وہ خود قتل کر دیا جائے۔ اور اگر اس نے دوسرے کو قتل کر دیا ہے تو وہ گناہگار ہوگا کیونکہ مسلمان کا قتل کسی طرح بھی ضرورت سے مباح نہیں ہوتا۔ پس یہ خود مقتول کیے جانے کے سبب بھی مباح نہ ہوگا۔

مجبوری کے قتل عہد پر قصاص کا بیان

قَالَ (وَالْقِصَاصُ عَلَى الْمُكْرِهِ إِنْ كَانَ الْقَتْلُ عَمْدًا) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَقَالَ زُفَرٌ : يَجِبُ عَلَى الْمُكْرِهِ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : يَجِبُ عَلَيْهِمَا. لَزُقَرَأَ أَنَّ الْفِعْلَ مِنَ الْمُكْرِهِ حَقِيقَةٌ وَحِسَاءٌ، وَلَزُقَرَأَ الشَّرْعُ حُكْمَهُ عَلَيْهِ وَهُوَ الْإِثْمُ، بِخِلَافِ الْإِكْرَاهِ عَلَى إِتْلَافِ مَالٍ الْغَيْرِ لِأَنَّهُ مَقْطُوعٌ حُكْمُهُ وَهُوَ الْإِثْمُ فَأُضِيفَ إِلَى غَيْرِهِ، وَبِهَذَا يَتَمَسَّكُ الشَّافِعِيُّ فِي جَانِبِ الْمُكْرِهِ، وَيُوجِبُهُ عَلَى الْمُكْرِهِ أَيْضًا لِرُجُودِ التَّسْبِيبِ إِلَى الْقَتْلِ مِنْهُ، وَلِلتَّسْبِيبِ فِي هَذَا حُكْمُ الْمُبَاشَرَةِ عِنْدَهُ كَمَا فِي شُهُودِ الْقِصَاصِ، وَلَا يَبْنِي يُوسُفُ أَنَّ الْقَتْلَ بَقِيَ مَقْصُورًا عَلَى الْمُكْرِهِ مِنْ وَجْهِ نَظَرٍ إِلَى التَّائِيْمِ، وَأُضِيفَ إِلَى الْمُكْرِهِ مِنْ وَجْهِ نَظَرٍ إِلَى الْحَمْلِ فَدَخَلَتْ الشَّبَهَةُ فِي كُلِّ جَانِبٍ. وَلَهُمَا أَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْقَتْلِ بِطَبْعِهِ إِثَارًا لِحَيَاتِهِ فَيَصِيرُ آلَةً لِلْمُكْرِهِ فِيمَا يَصْلُحُ آلَةً لَهُ وَهُوَ الْقَتْلُ بِأَنَّهُ يُلْقِيهِ عَلَيْهِ وَلَا يَصْلُحُ آلَةً لَهُ فِي الْجَنَائَةِ عَلَى دِينِهِ فَيَبْقَى الْفِعْلُ مَقْصُورًا عَلَيْهِ فِي حَقِّ الْإِثْمِ كَمَا نَقُولُ فِي الْإِكْرَاهِ عَلَى الْإِعْتَاقِ، وَفِي الْإِكْرَاهِ الْمَجْبُوسِيِّ عَلَى ذُبْحِ شَاةٍ الْغَيْرِ يَنْتَقِلُ الْفِعْلُ إِلَى الْمُكْرِهِ فِي الْإِتْلَافِ دُونَ الذَّكَاءِ حَتَّى يَحْرُمَ كَذًا هَذَا.

اور جب کسی شخص کا قتل قتل عہد ہے تو مجبور آدمی پر قصاص ہوگا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ حکم طرفین کے مطابق ہے۔ اور امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا کہ مجبور کرنے والے پر قصاص ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی پر قصاص نہ ہوگا جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے

کہ دونوں پر قصاص ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مجبور کی جانب یہ فعل بطور حقیقت و احساس دونوں طرح سرزد ہوا ہے اور شریعت نے اس پر قتل کے گناہ کا حکم مرتب کیا ہے۔ یہ خلاف اس کے کہ جب کسی کو دوسرے کا مال ہلاک کرنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ کیونکہ اس میں مجبور کے گئے شخص سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔ پس ہلاکت کو دوسرے کی جانب منسوب کر دیا جائے گا۔ مجبور آدمی کے حق میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہی دلیل بیان کی ہے۔ اور وہ بھی مجبور کرنے والے پر قصاص کو لازم کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی کی جانب سے قتل کرنے کا سبب پایا گیا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک قتل میں سبب ہونے کو مباشرت کا حکم حاصل ہے جس طرح شہود قصاص میں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ گناہ کو دیکھتے ہوئے ایک طرح سے قتل مجبور کیے گئے شخص پر انحصار کرنے والا ہے۔ جبکہ قتل کرنے پر مجبور کرنے والے کی جانب نظر کرتے ہوئے ایک طرح اس کی جانب منسوب ہے۔ پس ہر طرح اس میں شبہ داخل ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ مجبور کیا گیا قاتل تو اپنی جان بچانے کی خاطر طبعی تقاضے کے مطابق قتل کرنے پر تیار ہوا ہے پس وہ قتل کرنے میں بطور آلہ ہے۔ لہذا مجبور کرنے والے نے مجبور کو اس آدمی کے قتل پر ذال دیا ہے پس مجبور کیا گیا آدمی اپنے دین پر جنایت کرنے کے سبب مجبور کرنے والے کا ذریعہ نہ ہوگا۔ پس گناہ کے حق میں قتل یہ مجبور کیے گئے پر منحصر ہوگا۔ جس طرح آزادی پر مجبور کرنے کے حکم کے بارے میں ہمارا اسی طرح فیصلہ بیان کر دیا گیا ہے۔ اور دوسرے کی بکری کو ذبح کرنے کے بارے میں مجوسی کو مجبور کرنے کی حالت میں تلف کرنے پر مکبرہ کے عمل کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ جبکہ ذبح کے بارے میں مکبرہ کے عمل کی جانب منسوب نہ ہوگا اور وہ ذبیحہ حرام ہے اور قتل میں بھی اسی طرح ہے۔

عورت کو طلاق دینے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَكْرَهَهُ عَلَى طَلَاقِ امْرَأَتِهِ أَوْ عَتَقَ عَبْدَهُ فَقَعَلَ وَقَعَ مَا أَكْرَهَ عَلَيْهِ عِدْنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ .

قَالَ (وَيَرْجِعُ عَلَى الَّذِي أَكْرَهَهُ بِقِيَمَةِ الْعَبْدِ) لِأَنَّهُ صَلَحَ آلَةٌ لَهُ فِيهِ مِنْ حَيْثُ الْإِتْلَافُ فَيُضَافُ إِلَيْهِ، فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا، وَلَا سِعَايَةَ عَلَى الْعَبْدِ لِأَنَّ السِّعَايَةَ إِنَّمَا تَحِبُّ لِلتَّخْرِيجِ إِلَى الْحُرِّيَّةِ أَوْ لِتَعْلُقِ حَقِّ الْغَيْرِ وَلَمْ يُوجَدْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا، وَلَا يَرْجِعُ الْمُكْرَهُ عَلَى الْعَبْدِ بِالضَّمَانِ لِأَنَّهُ مُؤَاخَذٌ بِاتِّلَافِهِ .

اور جب کسی بندے کو اپنی بیوی کو طلاق دینے یا غلام کو آزاد کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور اس نے وہ عمل کر دیا ہے تو

ہمارے نزدیک جس چیز پر مجبور کیا گیا تھا وہ واقع ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور یہ مسئلہ کتاب طلاق میں گزر گیا ہے۔ اور انہوں نے جواب دیا ہے۔ کہ اگر غلام کو آدھی سے غلام کی قیمت واپس لے گا۔ کیونکہ ایک طرح سے مجبور یا گم آدھی مجبور کرنے والے کو اس سے ملتا ہے۔ پس یہ عمل اسی جانب منسوب ہوگا۔ اور مجبور کیے گئے شخص کا مجبور کرنے والے سے حق نہ ان کا لینا ہوگا اگرچہ وہ خوشحال ہو یا تنگ دست ہو۔ اور غلام پر کوئی سعا یہ نہ ہوگا کیونکہ سعا یہ حریت کی جانب سے خارج کرنے یا غلام کے ساتھ دوسرے کا حق واسطہ ہونے سے واجب ہونے والا ہے۔ جبکہ یہاں پر ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں پائی گئی۔ اور مجبور کرنے والا غلام سے ضمان میں دی گئی قیمت کو واپس نہیں سکے گا کیونکہ اطلاق وابطال کے سبب سے مجبور کرنے والے کو پکڑا گیا ہے۔

نصف مہر لوٹانے پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَرْجِعُ بِنُصْفِ مَهْرِ الْمَرْأَةِ إِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُولِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْعَقْدِ مُسْتَى يَرْجِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ بِمَا لَزِمَتْهُ مِنَ الْمُنْعَةِ) لِأَنَّ مَا عَلَيْهِ كَانَ عَلَى شَرْفِ الشُّرُوطِ بِأَنْ جَاءَتْهُ الْفُرْقَةُ مِنْ قِبَلِهَا، وَأَنْمَا يَتَأَكَّدُ بِالطَّلَاقِ لَكَانَ اِتِّلَاقًا لِلْمَالِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ فَيُضَافُ إِلَى الْمُكْرِهِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ اِتِّلَاقٌ بِبِعْلَافٍ مَا إِذَا دَخَلَ بِهَا لِأَنَّ الْمَهْرَ قَدْ تَقَرَّرَ بِالدُّخُولِ لَا بِالطَّلَاقِ.

اور جب دخول سے پہلے طلاق ہوئی ہے تو مکڑہ مکڑہ سے نصف مہر واپس لے گا۔ کیونکہ جب نکاح میں حق مہر معین نہ ہو تو پھر مکڑہ مکڑہ سے لازم کیا گیا نفع لے گا اس لئے کہ خاوند پر جو چیز لازم ہے اس میں ساقط ہونے کا امکان ہے۔ کیونکہ جب زوجہ کی جانب سے جدائی کا مطالبہ ہو گیا مگر وہ مطالبہ طلاق سے مؤکد بھی ہو چکا ہے کیونکہ اس طرح اس کے مال کا ضیاع ہے اور اطلاق کے سبب اس کو مجبور کرنے والے کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب مجبور کیے گئے خاوند نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہے کیونکہ اب حق مہر دخول کے سبب مؤکد ہونے والا ہے طلاق کے سبب سے مؤکد ہونے والا نہیں ہے۔

طلاق یا آزادی پر وکیل بنانے پر مجبور کرنے کا بیان

(وَلَوْ أُكْرِهَ عَلَى التَّوَكُّلِ بِالطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ فَقَعَلَ الْوَكِيلُ جَازًا سَحْسَانًا) لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ مُؤَثِّرٌ فِي فَسَادِ الْعَقْدِ، وَالْوَكَاةُ لَا تَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَائِدَةِ، وَيَرْجِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ سَحْسَانًا لِأَنَّ مَقْصُودَ الْمُكْرِهِ زَوَالُ مِلْكِهِ إِذَا بَاشَرَ الْوَكِيلُ، وَالنَّذْرُ لَا يَعْمَلُ فِيهِ الْإِكْرَاهُ لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الْفُسْخَ، وَلَا رُجُوعَ عَلَى الْمُكْرِهِ بِمَا لَزِمَتْهُ لِأَنَّهُ لَا مُطَالِبَ لَهُ فِي الدُّنْيَا فَلَا يُطَالَبُ بِهِ فِيهَا، وَكَذَا الْبَيْعُ، وَالظَّهَارُ لَا يَعْمَلُ فِيهِمَا الْإِكْرَاهُ لِعَدَمِ احْتِمَالِهِمَا الْفُسْخَ، وَكَذَا الرَّجْعَةُ وَالْإِبْلَاءُ وَالْفَيْءُ فِيهِ بِاللِّسَانِ لِأَنَّهَا تَصِحُّ مَعَ الْهَزْلِ، وَالْخُلْعُ مِنْ جَانِبِ طَلَّاقٍ أَوْ يَمِينٍ لَا يَعْمَلُ فِيهِ الْإِكْرَاهُ، فَلَوْ كَانَ هُوَ مُكْرَهًا عَلَى الْخُلْعِ دُونَهَا لَزِمَتْهَا الْبَدَلُ لِرِضَاهَا بِالْإِتِّزَامِ.

اور جب کسی شخص کو طلاق دینے یا غلام کو آزاد کرنے پر وکیل بنانے پر مجبور کیا گیا ہے اور وکیل نے وہ کام سرانجام دے دیا ہے تو اس کا یہ عمل استحسان کے مطابق جائز ہے۔ کیونکہ اگر اہ فساد عقد میں موثر ہے اور وکالت بھی شرائط فاسدہ کے سبب باطل نہیں ہوتی۔ اور مجبور کیا گیا آدمی بطور استحسان مجبور کرنے والے پر رجوع کرے گا۔ کیونکہ مجبور کرنے والے کا مقصد یہ ہے کہ جب وکیل وہ کام کر ڈالے تو اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔

اور نذر میں اگر اہ موثر نہیں ہوتا کیونکہ نذر میں فسخ کا احتمال نہیں ہوا کرتا۔ اور مجبور کیے گئے پر آدمی پر جو چیز لازم ہوئی ہے وہ اس کے بارے میں مکبرہ کی جانب رجوع نہ کرے گا۔ کیونکہ دنیا میں اس کا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔ لہذا جس چیز کے بارے میں مجبور کیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی دنیا میں کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔

اور اسی طرح ظہار اور یمنین میں اگر اہ موثر نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں بھی فسخ کا احتمال رکھنے والے ہیں۔ رجعت، ایلاء اور زہانی ایلاء کرنے میں بھی اسی طرح کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ ایسی اشیاء ہیں جو مذاق ازہرل میں بھی درست ہو جاتی ہیں اور خاوند کی جانب سے طلاق یا پھر قسم ہیں۔ اور اس میں اگر اہ کوئی کام کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ جب خاوند کو خلع کرنے کے لئے مجبور کیا گیا ہے اور عورت کو خلع کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تو اس عورت پر بدل لازم ہو جائے گا کیونکہ وہ اپنے اوپر خوشی کے ساتھ بدل کو لازم کرنے والی ہے۔

زنا پر مجبور کیے گئے پر حد کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَكْرَهَهُ عَلَى الزَّوْنَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، إِلَّا أَنْ يُكْرِهَهُ السُّلْطَانُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ لَا يُلْزَمُهُ الْحَدُّ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْحُدُودِ.

فرمایا اور جب کسی بندے کو زنا پر مجبور کیا گیا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مجبور کیے گئے آدمی پر حد واجب ہے ہاں البتہ جب اس کو مجبور کرنے والا بادشاہ ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر کوئی حد واجب نہ ہوگی اور کتاب حدوں میں ہم اس مسئلہ کو بیان کر آئے ہیں۔

کسی شخص کو ارتداد پر مجبور کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَكْرَهَهُ عَلَى الرِّدَّةِ لَمْ تَبْنِ أَمْرُهُ مِنْهُ) لِأَنَّ الرِّدَّةَ تَتَعَلَّقُ بِالْإِعْتِقَادِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ كَانَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنًّا بِالْإِيمَانِ لَا يَكْفُرُ وَفِي إِعْتِقَادِهِ الْكُفْرُ شَكٌّ فَلَا تَبْنِي الْبَيِّنَةُ بِالشَّكِّ، فَإِنْ قَالَتِ الْمَرْأَةُ قَدْ بَنَيْتُ مِنْكَ وَقَالَ هُوَ قَدْ أَظْهَرْتُ ذَلِكَ وَقَلْبِي مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ اسْتِحْسَانًا، لِأَنَّ اللَّفْظَ غَيْرُ مَوْضُوعٍ لِلْفَرْقَةِ وَهِيَ بَتَبْدُلِ الْإِعْتِقَادِ وَمَعَ الْإِكْرَاهِ لَا يَدُلُّ عَلَى التَّبْدُلِ فَكَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ، بِخِلَافِ الْإِكْرَاهِ عَلَى الْإِسْلَامِ حَيْثُ يَصِيرُ بِهِ مُسْلِمًا، لِأَنَّهُ لَمَّا اخْتَمَلَ وَاحْتَمَلَ رَجَحْنَا الْإِسْلَامَ فِي الْحَالَيْنِ لِأَنَّهُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى، وَهَذَا بَيَانُ الْحُكْمِ، أَمَّا

فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا لَمْ يَتَّقِ اللَّهَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ، وَلَوْ أَكْرَهَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتَّى حُكِمَ
بِإِسْلَامِهِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُقْتَلْ لِتَمَكُّنِ الشُّبْهَةِ وَهِيَ دَارِئَةٌ لِلْقَتْلِ. وَلَوْ قَالَ الَّذِي أَكْرَهَ عَلَى إِجْرَاءِ
كَلِمَةِ الْكُفْرِ أَخْبَرْتُ عَنْ أَمْرِ مَاضٍ وَلَمْ أَكُنْ فَعَلْتُ بَأَنْتَ مِنْهُ حُكْمًا لَا دِيَانَةَ، لِأَنَّهُ أَقَرَّ أَنَّهُ
طَائِعٌ بِإِثْبَانِ مَا لَمْ يُكْرَهْ عَلَيْهِ، وَحُكْمُ هَذَا الطَّائِعِ مَا ذَكَرْنَاهُ.

وَلَوْ قَالَ أَرَدْتُ مَا طَلِبَ مِنِّي وَقَدْ خَطَرَ بِبَالِي الْخَبَرُ عَمَّا مَضَى بَأَنْتَ دِيَانَةَ وَقَضَاءً، لِأَنَّهُ أَقَرَّ
أَنَّهُ مُبْتَدِءٌ بِالْكُفْرِ هَازِلٌ بِهِ حَيْثُ عَلِمَ لِنَفْسِهِ مَخْلَصًا غَيْرَهُ.

وَعَلَى هَذَا إِذَا أَكْرَهَ عَلَى الصَّلَاةِ لِلصَّلِيبِ وَسَبَّ مُحَمَّدٍ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَعَلَ
وَقَالَ نَوَيْتُ بِهِ الصَّلَاةَ لِلَّهِ تَعَالَى وَمُحَمَّدًا آخَرَ غَيْرَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَأَنْتَ مِنْهُ
قَضَاءٌ لَا دِيَانَةَ، وَلَوْ صَلَّى لِلصَّلِيبِ وَسَبَّ مُحَمَّدًا النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَدْ خَطَرَ
بِبَالِهِ الصَّلَاةُ لِلَّهِ تَعَالَى وَسَبَّ غَيْرَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَأَنْتَ مِنْهُ دِيَانَةَ وَقَضَاءٌ لِمَا
مَرَّ، وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ زِيَادَةً عَلَى هَذَا فِي كِفَايَةِ الْمُنتَهَى، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

اور جب کسی بندے کو ارتداد پر مجبور کیا گیا تو اسکی بیوی اس سے بائند نہ ہوگی۔ کیونکہ ارتداد کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ جب کسی شخص کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ اس کے اعتقاد کفر میں شک ہے۔ پس شک کے سبب بائند ہونا ثابت نہ ہوگا۔

اور جب عورت نے کہا کہ میں تجھ سے بائند ہوں اور خاوند کہہ دے کہ اس حالت میں میں کفر کا اظہار کیا تھا لیکن میرا ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو استحسان کے مطابق خاوند کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ کلمہ کفر کی وضع جدائی کے لئے نہیں ہے کیونکہ جدائی اعتقاد کے سبب سے واقع ہونے والی ہے۔ لہذا اکراہ کے ہوتے ہوئے یہ لفظ اعتقاد کی تبدیلی کے لئے دلیل نہ ہوگا۔ پس خاوند کی بات کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ یہ خلاف اسلام پر اکراہ کرنے کے کیونکہ اس اکراہ کے سبب بندہ مسلمان ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس لفظ میں اسلام کا احتمال ہے اور اسلام قبول نہ کرنے کا احتمال بھی ہے پس ہم ان دونوں احوال میں سے اسلام کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے غلبہ اسلام کے لئے ہے۔ اور وہ مغلوب ہونے والا نہیں ہے۔ اور یہ بیان ہے اس کا حکم کا جو اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے۔ اور جب اس کے دل میں عقیدہ نہیں ہے تو وہ مسلمان نہ ہوگا۔

اور جب بندے کو اسلام لانے کے لئے مجبور کیا گیا ہے اور اس کے مسلمان ہونے کا فیصلہ بھی ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ مرتد ہو گیا ہے تو اس کو قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ اس میں عدم ارتداد کا شبہ بھی موجود ہے اور وہ شبہ قتل کو دور کرنے والا ہے۔ اور جب مجبور کیے گئے بندے نے یہ کہا ہے کہ میں نے گزشتہ دنوں میں ایک جھوٹی خبر دی تھی کیونکہ میں نے گزشتہ دنوں میں کفر کیا تھا تو اس کی بیوی حکمی طور اس سے بائند ہو جائے گی۔ اس لئے کہ وہ اس چیز کا اقرار کرنے والا ہے اور کلمہ کفر میں کلام کیا ہے اگرچہ اس نے مذاق میں

کیا ہے۔ حالانکہ کفر یہ کلمہ کہنے سوا بھی اس کے لئے کوئی ذریعہ موجود تھا۔

اور اسی حکم کے موافق اس شخص کا حکم ہے جس نے صلیب کو سجدہ کیا یا پھر اس نے نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کرنے (نعوذ باللہ) کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا ہے اور اس نے اس طرح کہا ہے کہ میں نے اس سجدہ سے خدا کی نیت کی ہے اور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی دوسرے محمد کو مراد لیا تھا تب بھی قضاء کے اعتبار سے اس کی بیوی بائنا ہو جائے گی۔ جبکہ دیانت کے اعتبار سے اس کی بیوی بائنا نہ ہوگی۔ اور جب اس نے نعوذ باللہ صلیب کو سجدہ کر لیا ہے یا اس نے نبی کریم ﷺ پر سب و شتم کیا ہے اور اس کے دل میں اللہ کے لئے سجدہ کرنا اور نبی ﷺ کے سوا کسی دوسرے کو شتم کرنے کا خیال تھا تو اس کی بیوی بطور دیانت بائنا اور بطور قضاء بھی بائنا یعنی دونوں طرح سے بائنا ہو جائے گی۔ اسی دلیل کے سبب جو پہلے بیان کر دی گئی ہے۔ کفایہ منتہی میں اس پر ہم نے مزید دلائل دیئے ہیں۔ اور اللہ ہی سے زیادہ جاننے والا ہے۔



مكمل 15 جلدیں

توضیحات
تشریحات
امتیاز

شرح حدیث

مكمل
15
جلدیں

نصیب

نور
مجموعات

- 1 کتاب الطہارۃ
- 2 کتاب الصلوٰۃ
- 3 کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم
- 4 کتاب الحج
- 5 کتاب النکاح
- 6 کتاب الطلاق
- 7 کتاب العتاق باب اللعان العدة
- 8 کتاب الایمان والحدود
- 9 کتاب السیر کتاب اللقیط کتاب القطع کتاب الایمان
- کتاب المفقود کتاب الشریکۃ کتاب الوقف
- 10 کتاب البیوع
- 11 کتاب الصرف کتاب الکفالہ
- 12 کتاب الدعویٰ الی کتاب الاجارات
- 13 کتاب المکاتب الی المساقاۃ
- 14 کتاب الزبائح الی الرهن
- 15 کتاب الغایات الی المنقش

مذہب غیری

مسلم اہلسنت و جماعت کے عقائد و

نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان

کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے

اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور

والیپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>